مضامین و مقالات مقبول

دو سو سے زائد جدید موضوعات، جامع مقالات اور
سلگتے مسائل کا عمدہ گنجینہ

www.KitaboSunnat.com

تحریرات :

شیخ مقبول احمد سلفی حفظہ اللہ

داعی و مبلغ اسلامک دعوۃ سنٹر شمالی طائف
(مسرہ) سعودی عرب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم

1. خوشی کے دو بول 11
2. شیخ مقبول احمد سلفی حفظہ اللہ کا تعارف 12
3. شیخ مقبول احمد سلفی حفظہ اللہ کا ایک انٹرویو 19
4. قرآن سمجھنا آسان ہے 39
5. سلفیت اور سلفی کا تعارف قرآن وحدیث کے آئینے میں 47
6. نئے ہجری سال کا استقبال کیسے کریں ؟ 56
7. محرم الحرام اور عاشوراء کا روزہ 63
8. محرم الحرام میں شادی کرنے کا شرعی حکم 72
9. دسویں محرم الحرام کی رسومات کا شرعی حکم 77
10. ماہ صفر اور اس کی بدعات 84
11. جشن عیدمیلادالنبی کی حقیقت 88
12. جشن عید میلاد نہ منانے والوں پربیجا اعتراض 95
13. ماہ رجب اور دورحاضر کے مسلمان 99
14. ماہ شعبان حقیقت کے آئینے میں 103
15. نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کا حکم 111
16. رمضان کا استقبال کیسے کریں؟ 115
17. رمضان کی آمد کی خوشخبری دینا 121
18. رمضان سے متعلق بعض غلط فہمیوں کا ازالہ 124
19. روزہ کے جدید طبی مسائل 128
20. رمضان المبارک اور گناہوں کی مغفرت کے مواقع 134
21. خواتین اسلام رمضان المبارک کیسے گزاریں ؟ 141
22. معذور خواتین رمضان المبارک سے کیسے فائدہ اٹھائیں ؟ 149
23. آخری عشرے سے متعلق چندامور پر انتباہ 155
24. رمضان کے بعد ہماری عملی زندگی 162
25. میت کی طرف سے رمضان کے چھوٹےہوئے روزوں کی قضا 167
26. حج کا مختصر اور آسان طریقہ 174
27. حج افراد کا مسنون طریقہ 180

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

.28 حج کا آخری کام : طواف وداع 187
.29 فضائل مدینه اورمسجد نبوی کی زیارت کے آداب واحکام 190
.30 قبولیت حج کے لئے اخلاص نیت شرط ہے 197
.31 مناسک حج اورمخالفات حنفیه وبریلویه 205
.32 ایسے اعمال جن کا ثواب حج وعمرہ کے برابر ہے 213
.33 میت کی طرف سے عمرہ کرنے کا حکم 219
.34 دوران حج وفات پانے والے حاجی کے احکام 225
.35 حج و عمرہ سے واپسی پہ غیرمسلم کو زمزم وکھجور دینا 228
.36 ٹریولس ایجنسی کے ذریعہ قسطوں پرحج و عمرہ کرنا 231
.37 یوم عرفه ذوالحجه کی نو تاریخ ہے 236
.38 کیا اللہ تعالی عرفہ کے دن آسمان دنیا پرنزول کرتا ہے؟ 242
.39 عرفه کا روزه : ایک تحقیقی جائزه 246
.40 رویت ہلال پہ حدیث کریب کا ایک مطالعه 257
.41 رویت ہلال کے اعلان میں عشوائیت : تحلیل وتجزیه 267
.42 قرآن وحدیث کی روشنی میں قربانی کے احکام ومسائل 274
.43 قربانی کے چار دن کتاب وسنت کی روشنی میں 288
.44 ایک جانور کی قربانی ایک گھرانے کی طرف سے کافی ہے 298
.45 گائے اور اونٹ کی قربانی میں اشتراک کا جواز 306
.46 عقیقه کی فضیلت وفوائد 312
.47 عقیقه کا جانور اوراسکی عمر 315
.48 نبی ﷺ نے نبوت کے بعد اپنا عقیقه کیا تھا؟ 319
.49 عقیقه کے جانور میں اشتراک کا شرعی حکم 322
.50 قمری مہینوں کا ذکر حدیث رسول میں 327
.51 نئے عیسوی سال کی آمد اور قابل توجه چند امور 332
.52 عید عاشقاں اور اسلام 335
.53 بندوں کو سب سے زیادہ امید دلانے والی آیت 339
.54 قیامت میں لوگوں کو ان کے (امام) نامه اعمال کےساتھ پکارا جائے گا۔ 344
.55 مدنی چینل کے ذریعه بیان کئے گئے قرآنی سورتوں کے فضائل کی تحقیق 350

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

.56 قرآن کا اصل قاری کون ؟ حافظ قرآن یا صاحب قرآن.. 357

.57 قرآن کی آیت سے میت کی زندگی پہ غلط استدلال.. 364

.58 حدیث :میری سنت اور خلفاء کی سنت کولازم پکڑو –مفہوم وتقاضے.................................... 368

.59 روئے زمین پر اللہ کی دو ضمانتیں.. 377

.60 مردوں سے وسیلہ پکڑنے والی حدیث "اے اللہ کے بندو میری مدد کرو" ضعیف ہے - 381

.61 اسم اعظم کیا ہے ؟.. 389

.62 جنت میں نبی ﷺ کا نکاح مریم ، کلثوم اور آسیہ سے متعلق روایات کی تحقیق.............................. 394

.63 عقد نکاح کا مسنون طریقہ... 398

.64 غموں کو دور کرنے سے متعلق ایک جھوٹی دعا.. 407

.65 اہل بیت اور ان کا مقام ومرتبہ 410

.66 اللہ کی صفت رحمن ورحیم میں فرق... 420

.67 جب نبی پر سحر کیا گیا تھا تو آپ ﷺ کو مسحور کہنے والا ظالم کیوں ؟ 424

.68 عیسی علیہ السلام کا نزول اور شریعت محمدیہ کی پاسداری.. 428

.69 اللہ کے اسمائے حسنی اور ان کی معرفت وقواعد 431

.70 کیا فرشتوں کو موت آئے گی ؟... 435

.71 نیکیاں اور برائیاں لکھنےوالے فرشتے 438

.72 نماز اوابین کے فضائل واحکام 441

.73 سجدہ تلاوت اوراس کے احکام ومسائل-... 451

.74 عورتوں کے لئے اذان واقامت کا حکم... 462

.75 اقامت کے وقت مسواک کرنے کا حکم... 465

.76 اقامت کا جواب دینے کا حکم 467

.77 نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے پہ عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث عام ہے (احناف کے ایک شبہ کا رد).......... 471

.78 کیا عورت مردوں کی امامت کرا سکتی ہے ؟... 476

.79 عورت کی نماز مسجد سے افضل گھر میں ہے- 480

.80 گرم پانی سے وضو اور غسل کا حکم 484

.81 تحیۃ الوضوء اور ان کے مسائل.. 490

.82 سخت سردی کے موسم میں جنبی شخص کا تیمم کرنا.. 492

.83 بغیر عذر کے موزہ یا جراب پہ مسح کرنا 496

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

.84 اذان دینے کا اجروثواب 499
.85 سورہ کہف اور فتنہ دجال سے حفاظت 503
.86 یوم جمعہ اور قرآن کی تلاوت کے مقامات 510
.87 نماز جمعہ کی رکعات اور اس کے چند مسائل 516
.88 جمعہ کے دن زوال کے وقت نفل پڑھنا 521
.89 جمعہ کے دن عورت کیسے فائدہ اٹھا سکتی ہے ؟ 525
.90 جہری نماز میں تعوذ و بسملہ کا مسئلہ 530
.91 کیا سورہ اخلاص معوذات میں سے ہے ؟ 535
.92 فرض نمازوں کے بعد سورہ اخلاص پڑھنا ثابت ہے 538
.93 فرض نماز کے وقت سنت پڑھنا 542
.94 مقتدیوں کا بعض قرآنی آیات کا جواب دینا 548
.95 فجر کی اذان کے بعد نوافل اور تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم 553
.96 نماز عصر کا ضیاع ، مال و اولاد کا ہی نہیں سارے نیک اعمال کا ضیاع ہے - 556
.97 بیٹھ کر نماز پڑھنے کے احکام 563
.98 سجدے کی حالت میں دونوں پیرکو ہٹا ئے رکھنا سنت ہے 568
.99 آخری تشہد کی دعائیں اور احناف 572
.100 نماز میں سلام پھیرنے کے آداب واحکام 575
.101 عیدین کی نماز کا مسنون وقت 583
.102 صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنا 588
.103 مسافر کا مقیم کی جماعت کروانا 591
.104 حدود حرم میں پڑھی جا نے والی نماز کاثواب ایک لاکھ ہے 595
.105 انسانی خیالات اورشیطانی وسوسے 601
.106 آج کے ظالم مسلمان 607
.107 ترک دعوت موجب ہلاکت ہے 615
.108 مسلمانوں کے موجودہ حالات –اسباب وعلاج 622
.109 طالبان علوم نبوت کے نام 629
.110 کس کی دعا قبول ہوتی ہے ؟ 636
.111 مشکلات کا سامنا کیسے کریں ؟ 644

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

.112 ضیافت کی اہمیت اور اس کے آداب 652

.113 دعوت دین اور راستے کی مشکلات 657

.114 راز چھپانے کے فوائد اور اس کو ظاہر کرنے کے نقصانات 659

.115 گناہوں کے مضر اثرات انسانی زندگی پر 667

.116 منبر: افادیت ومقاصد اور موجودہ صورت حال 678

.117 عصرحاضر میں علم دین کی اہمیت وضرورت 683

.118 فرقہ پرستی : نقصانات –وجوہات-حل 688

.119 منشیات شرعی وطبی نقطہ نظرسے 691

.120 منشیات کے دنیاوی اور اخروی نقصانات(ایک سبق آموز تحریر) 699

.121 رشتہ داروں سے قطع تعلق –ایک سماجی قہر 705

.122 چاپلوسی : ایک سماجی ناسور 711

.123 بدمذہب کے فریبی لفظ سے عوام کو گمراہ کرنے کی ناپاک کوشش 715

.124 غصہ اور اس کے اسباب وعلاج 723

.125 اہل تقلید کوسلفیت سے خوف کیوں ؟ 735

.126 گوشت خوری انسانیت کے لئےعین فطرت ہے - 740

.127 ایک مخلصانہ پیغام الیاس قادری کے نام 745

.128 تبلیغی جماعت اور مساجد 753

.129 مصیبت یافتنے سے گھبراکر موت کی تمنا کرنا 758

.130 ہندوستانی مسلمان اور غیرمسلم تہوار دیوالی کی مٹھائی 762

.131 علمائے اہل حدیث پاکستان کی خدمات قابل تحسین 767

.132 جن کا انسانی بدن میں داخل ہونا 771

.133 حرام خوری کی سزا 784

.134 اسلام میں احسان جتلانے کی سزا 789

.135 کسب معاش کے حرام ذرائع 793

.136 ڈاکٹرذاکر نائیک کا متنازعہ جملہ "محمد ﷺ کو بھی ماننا حرام ہے " 805

.137 ڈاکٹر ذاکر نائک غیرمسلموں کی نظر میں 810

.138 پچاس سال پہلے کا قرض کس طرح چکائیں؟ 813

.139 مسلمانوں کی بڑھتی آبادی کا تجزیاتی مطالعہ 819

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

.140 مقلدین کا وسوسہ" اہل حدیث انگریز کی پیداوار" اور اس کا علاج 823

.141 تقلید پہ دی جانے والی ڈاکٹر وانجینئرکی مثال کی حقیقت.. 827

.142 قادیانیت کے بڑھتے قدم اورہماری ذمہ داریاں.. 830

.143 مشترکہ خاندانی نظام : نقصانات وحل.. 836

.144 موجودہ زمانے کی دعوتیں (پارٹیاں) اور ان کی دینی ودنیاوی مشکلات.. 839

.145 اسلام میں غیبت کی اجازت کہاں تک ہے ؟.. 843

.146 فون اٹھانے والا پہلے سلام کرے یا کلام ؟... 846

.147 آزادی نام ہے سوچ وعمل کی آزادی کا... 850

.148 مسلم پرسنل لاء اور یکساں سول کوڈ پہ ہمارا موقف... 854

.149 اہل حدیث میں مختلف جماعتیں کون حق پر؟.. 861

.150 کیا وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے ؟... 863

.151 اسقاط والے بچوں کا جنتی ہونا اور والدین کے لئے شفارش کرنا.. 866

.152 ایام بیض کے روزوں کی فضیلت اور خواتین کے لئے خصوصی فائدہ 870

.153 خواتین پر شیطانی حملے : اسباب وتدابیر.. 875

.154 ایک مظلومہ مطلقہ کا گھر دوبارہ کیسے بسا ؟ 882

.155 حاملہ میت کے پیٹ میں زندہ بچہ کا حکم.. 890

.156 اجنبی عورت ومرد کو ایک دوسرے کا جوٹھا کھانا.. 893

.157 خواتین اور شوہروں کی عدم شکرگزاری... 895

.158 خواتین میں پائے جانے والے شرکیہ اعمال.. 903

.159 دوسری شادی کے احکام ومسائل... 906

.160 تیسری طلاق کے احکام.. 914

.161 بیوہ خاتون کے احکام ومسائل 920

.162 اسقاط حمل پہ دیت وکفارہ کا حکم.. 928

.163 بیوہ خاتون کی معاشی مشکلات کا حل 933

.164 کیا عورتوں کو جہاد کے اجر سے محروم کیا گیا ہے ؟ 942

.165 پیارے رسول ﷺ کی چار پیاری بیٹیاں اورکذاب شیعہ آصف رضا علوی 951

.166 مثالی عورت 959

.167 عورت کا پولیس محکمہ میں نوکری کرنا... 974

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

.168 سسر کا اپنی بہو کے ساتھ زنا کرنے سے نکاح کا حکم 981

.169 مسلم خواتین کے سر کے بال کے احکام.. 985

.170 نومولود بچی کاساتویں دن بال منڈانا.. 997

.171 قرآن حفظ کرنے والی خواتین کو نصیحت.. 1003

.172 عورتوں کی فضیلت سے متعلق چند باتوں کی حقیقت.. 1008

.173 ایک ساتھ تین طلاقوں کا قہر 1013

.174 طلاق ثلاثہ پہ عقلی دلیل کا عقلمندانہ جائزہ 1022

.175 اسلام میں منگنی کا تصور 1027

.176 عورتوں کا ناک کان چھدوانا 1031

.177 ایک صالحہ خاتون کی دینی فکر اور ان کوشیخ مقبول احمد سلفی کی چند نصیحتیں 1033

.178 تلبینہ ایک مفید غذا ہے.. 1040

.179 سفرجل سے متعلق وارد احادیث کی حقیقت.. 1044

.180 جیلاٹین مکس خوراک کا شرعی حکم 1049

.181 اونٹ کی ہڈی سے جادوئی علاج کی حقیقت.. 1051

.182 کالے یرقان کا جنگلی کبوتر سے علاج کی شرعی حیثیت.. 1055

.183 بلاشبہ جھینگا مچھلی حلال ہے.. 1060

.184 بھینس کی حلت اور اس کے مسائل 1065

.185 جماع کا طریقہ اور اس کے چندآداب و مسائل.. 1070

.186 شاتم رسول کے مختصر احکام ومسائل.. 1077

.187 مردار جانور سے فائدہ اٹھانے کی شرعی حیثیت 1082

.188 قیلولہ اور اس کے فوائد.. 1089

.189 داڑھی کاٹنے سے متعلق عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا عمل 1093

.190 وصیت کے مختصر احکام.. 1099

.191 پھلوں اور اناج میں زکوۃ کے مسائل.. 1106

.192 مشکل نذر کا کفارہ.. 1113

.193 کامیاب شوہر بننے کے لیے 10 تجاویز.. 1115

.194 کیاسعودی عرب کے منطقہ قصیم میں پانی کا چشمہ ابلنا قیامت کی نشانی ہے ؟........................ 1120

.195 شاتم رسول ملعونہ لڑکی: آشوپریہار کی سزا.. 1124

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

196. حضرت عبداللہ بن مسعودرضی اللہ عنہما کی پتلی پنڈلیاں 1127

197. جس گھر میں کھجور نہیں،وہ گھر والے بھوکے ہیں 1130

198. گھر کی آفت سے بچنے کے لئے جانور پالنا 1132

199. انسانوں سے اللہ کا واسطہ دے کر مانگنا 1135

200. سانپ سے متعلق امور کے احکام 1138

201. پانی پر دم کرنے کا حکم 1144

202. نبی ﷺ پردرود وسلام اور ان کے مسائل 1151

203. کیا نبی ﷺ کے فضلات پاک ہیں؟ 1155

204. نبی ﷺ کے فضائل سے متعلق چند باتوں کی تحقیق 1161

205. مردوں کے لئے زعفران کا استعمال 1167

206. کیا اللہ ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے ؟ 1169

207. قضائے حاجت کے وقت سر ڈھکنے کا حکم 1174

208. زنا کی شہادت میں ڈی این اے ٹسٹ کی شرعی حیثیت 1177

209. کیا زیبراحلال ہے ؟ 1184

210. رحم مادر کی پیوندکاری اسلام کی نظر میں 1188

211. برمودا ٹرائی اینگل (BERMUDA TRIANGLE) کی حقیقت 1202

212. اسلام میں ٹائی کاحکم 1206

213. نٹورک مارکیٹنگ کا شرعی حکم 1209

214. ویسٹیج مارکیٹنگ میں ممبرسازی کا شرعی حکم 1216

215. یوٹیوب کی کمائی پر نوجوانوں کی فریفتگی اور اسلام 1222

216. پیٹیم کا کیش بیک شرعی نقطہ نظر سے 1228

217. آن لائن تجارت کا شرعی حکم 1232

218. سوشل میڈیا کے دور میں بچوں کی تربیت کیسے کریں ؟ 1238

219. کمزور دماغ کے لوگوں کی تنقید 1244

220. دعوی بغیر دلیل کے باطل ہے 1246

221. واٹس اپ گروپ : اصول ونظریات 1250

222. واٹس اپ استعمال کرنے کے آداب 1255

223. واٹس ایپ پہ سنجیدگی اور انضباط وقت کی ضرورت 1257

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

224. اسلامی پوسٹ پہ اپنا نام لکھنا.. 1260
225. فیس بوک پہ لڑکی کے نام سے ID چلانا 1262
226. موبائل یا کمپیوٹر سے امیج بنانے والوں کی خدمت میں 1265
227. فقر سے متعلق عوام میں پھیلی 40 غلط فہمیاں.. 1268
228. سوشل میڈیا کے دور میں بچوں کی تربیت کیسے کریں ؟ 1283

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

بسم

خوشی کے دو بول

اللہ کا بے پایاں شکر و احسان ہے کہ اس نے ہمیں اہل توحید میں سے بنایا اور اس قابل بھی بنایا کہ دین حنیف کی منہج سلف کے مطابق خدمت کر سکوں۔ اس قادر مطلق کی توفیق سے آج آپ لوگوں کی خدمت میں گلدستہ "مضامین و مقالات مقبول" پیش کرتے ہوئے انتہائی خوشی محسوس کر رہا ہوں۔اس خوشی کے موقع پر میں اللہ کے بعد ان احباب گرامی کا شکر گزار ہوں جنھوں نے ان مضامین کو اپنے مجلے/اخبار/ویب سائٹ کی زینت بنائی یا اس کی نشر واشاعت میں معاون بنے۔شکریہ کے حقدار وہ حضرات بھی ہیں جو منفعت دین کے لئے سوشل میڈیا پر برابر مضامین شیئر کرتے رہے اور مری حوصلہ افزائی کرتے رہے۔

آپ کو یہ جان کر بیحد خوشی ہوگی کہ حسین گلدستہ کی ترتیب و تزہین ایک مخلص بہن ام احمد کی بے لوث کوششوں کا نتیجہ ہے،وہ بہت دنوں سے مسلسل لوجہ اللہ میرے مضامین و مقالات کو پی ڈی ایف اور مختصر احکام و مسائل کو امیج کی شکل دیتی آرہی ہیں اور اس بابرکت کام میں ان کے شوہر گرامی بھی تعاون کرتے ہیں، جلد ہی مختصر احکام و مسائل کا گلدستہ بھی آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔ان شاء اللہ

اللہ تعالی اس نیکی کو ان تمام بھائی بہنوں کے حق میں صدقہ جاریہ بنائے جو اس کی نشر واشاعت اور تعاون میں کسی طرح بھی شریک رہے اور مجھ گنہگار سمیت میرے جملہ اہل خانہ کو بھی اس کا اجر و ثواب عنایت فرمائے۔آمین

آپ کا دینی بھائی/مقبول احمد سلفی

داعی ومبلغ اسلامک دعوۃ سنٹر، شمالی طائف (مسرہ) سعودی عرب

۲۹/صفر ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۸/اکتوبر ۲۰۱۹م بروز سوموار

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

شیخ مقبول احمد سلفی حفظہ اللہ کا تعارف

مقبول احمد سلفی کا تعارف

نام وولدیت: مقبول احمد بن عبدالخالق سلفی

تاریخ وجائے پیدائش:

سرکاری رکارڈ کے مطابق 7/جولائی بروز جمعرات 1984 ہندوستان کے صوبہ بہار کے ضلع مدھوبنی کے گاؤں اندھراٹھاری میں پیدائش ہوئی۔

گوگل میپ پہ میرا گاؤں: اس پہ انگلش میں ٹائپ کریں: Andhra Tharhi

لنک دیکھیں:

میرا گاؤں اسے کھولیں۔

ابتدائی تعلیم:

مکتب کی تعلیم گاؤں کے مدرسے میں ہوئی، یہ مدرسہ تو ایک بہانہ تھا اصل تعلیم والد صاحب جو اس مدرسے کے نائب صدرالمدرسین اور علاقے کے معروف خطیب وعالم دین ہیں یعنی عبدالخالق فیضی کے پاس ہوئی، گھر پہ مارمار کے پڑھاتے تھے، مدرسہ میں بھی کسی جماعت میں شریک نہیں تھا، ساری کتابیں ابومحترم اپنے پاس ہی پڑھاتے، جب باہر جانے کا خیال آیا تو ایک سال کے لئے مکتب کی آخری جماعت میں شامل کردیا۔

اعلی تعلیم:

میرے بڑے بھائی منظورالرب اسلامی (متخرج مدرسہ اسلامیہ راگھونگر بھوارہ مدھوبنی) جامعہ سلفیہ بنارس میں پڑھنے کے بڑے شوقین تھے مگر یہاں آکران کا داخلہ نہ ہوا، انہوں نے اپنے دل میں مجھے پڑھانے کی ٹھان لی اور سن 1996 میں مجھے لیکر بنارس پہنچے۔ گوکہ دل میں داخلہ نہ ہونے کا کھٹکا تھا مگر مایوس نہیں تھے۔ بھائی نے کہا کہ متوسطہ اولی میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

داخلہ کے لئے امتحان دو۔امتحان کے لئے ممتحن شیخ علی حسین سلفی (المعروف بنگالی صاحب) کے روبرو ہوا،انہوں نے پہلے سوال کیا: کیا کیا کتابیں پڑھ کے آئے ہو؟ میں نے اردو، فارسی، نحو، صرف کی کتابوں کا نام لیا تو انہوں نے کہا کہ اونچی جماعت (یعنی کم از کم تیسری) میں داخلہ لو کیونکہ تمہارا معیار اونچا ہے۔میں نے انکار کیا۔پھر میرے بھائی کو بلایا گیا،ان سے مطالبہ کیا گیا،بھائی کا کہنا تھا مقبول کی جڑ(بنیاد)مضبوط کرنی ہے۔

بہر کیف! بحث و مباحثہ کے بعد دوسری جماعت کے لئے راضی ہو گئے۔زبانی ٹسٹ ہوا پھر تحریری امتحان میں شامل ہوئے۔الحمد صبح جب رزلٹ دیکھا تو سر فہرست نام تھا۔اللہ کا صد شکر ادا کیا۔

ڈگریاں:

☆جامعہ سلفیہ سے متوسطہ تا عالمیت (فضیلت سال اول فقط)

☆جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے بی اے آنرس اردو

☆الہ آباد بورڈ سے منشی و کامل و مولوی

☆بہار بورڈ سے وسطانیہ تا فاضل

جامعہ سلفیہ اور اساتذہ کرام:

جامعہ کے اساتذہ کرام تعلیم و تربیت میں اپنی مثال آپ ہیں۔ان کے زیر نگرانی خوب خوب سیکھنے کا موقع ملا۔

بعض مشفق اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی:

(1)ڈاکٹر رضاءاللہ محمد ادریس مبارک پوری

(2)ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری

(3)ڈاکٹر ابراہیم مدنی

(4) شیخ محمد رئیس ندوی

(5) شیخ عبدالسلام مدنی

(6) شیخ عزیزالرحمن سلفی

(7) شیخ مستقیم سلفی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

(8) شیخ اسعد اعظمی

(9) شیخ ابو القاسم فاروقی سلفی

(10) شیخ عبد المتین مدنی

(11) شیخ عبید اللہ طیب مکی

(12) شیخ محمد نعیم مدنی

(13) شیخ محمد یونس مدنی

(14) شیخ احسن جمیل مدنی

(15) شیخ سعید میسوری مدنی

(16) شیخ محمد حنیف مدنی

(17) شیخ علی حسین سلفی

(18) شیخ اصغر علی امام مہدی سلفی

(19) شیخ احمد مجتبی مدنی

(20) شیخ احسان اللہ سلفی

(21) شیخ محمد یحی فیضی

(22) شیخ عبد الوہاب حجازی

(23) شیخ امر اللہ رحمانی

ان کے علاوہ مزید اساتذہ کرام ہیں۔

جامعہ سلفیہ اور خطابت:

ویسے جامعہ سلفیہ کا ہر طالب علم ایک بہترین مقرر ہوا کرتا ہے، بعض اساتذہ ہفتہ واری تقریروں میں پوزیشن دیتے ہیں، اس سے طلبہ میں خطابت کا مزید شوق بیدار ہوتا ہے، اور سالانہ تقریری مسابقہ بہت سارے طلبہ کو خطابت کی بلندی پہ پہنچادیتا ہے۔ جب میں متوسطہ ثانیہ میں سالانہ انجمن میں پہلی پوزیشن حاصل کیا تو میرے اندر خطابت کا شوق امنڈ آیا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

پھر جامعہ میں ایسا خطیب بن کر ابھرا کہ سالانہ مسابقہ میں کوئی پہلا نمبر نہیں کاٹ سکتا تھا۔۔پندرہ روزہ انجمن "الجنۃ الثقافہ" کے نام سے ہوا کرتا تھا،اس میں برجستہ بولنا ہوتا ہے،اس میں مستقل حصہ لیا کرتا جس سے جوش خطابت میں مزید حسن پیدا ہو گیا۔اسی سبب جامعہ میں جب بھی باہر سے وفود آتے ان کے سامنے میری تقریر ہوتی۔

جامعہ سلفیہ اور صحافت:

لکھنے کا بچپن سے شوق تھا، مگر جامعہ کے کہنہ مشق اساتذہ کی رہنمائی میں صحافتی کیریر اپنی مثال آپ ہے۔

ثانویہ سے مضمون نویسی کی ابتداء ہوتی ہے اور عالمیت کے آخر تک مضمون نویس، مقالہ نگار اور مصنف و محقق کا درجہ مل جاتا ہے۔ عالمیت میں پندرہ روزہ حائطیہ اور سالانہ تحریری مسابقہ کے لئے مضمون نگاری پھر عالمیت کے آخر میں ماہر استاد کی رہنمائی میں کتابی شکل میں مقالہ نگاری صحافت کے لئے مہمیز ہے۔ میرے اندر بھی ثانویہ سے ہی لکھنے کا شوق پیدا ہوا، عالمیت کے پہلے مرحلے میں سالانہ مسابقہ میں "تبلیغی جماعت: تعارف و تجزیہ" کے نام سے مقالہ لکھا اور پہلی پوزیشن حاصل کی۔اس کی وجہ سے میرے اندر صحافت کا وہ شوق پیدا کہ لائبریری اور کتابوں کی خاک چھاننے لگا، اپنی جماعت سے اوپر کے طلبہ مضمون کی اصلاح کے لئے میرے پاس آتے۔(ساری تعریف اللہ کے لئے)

جامعہ سلفیہ سے طلبہ کا سالانہ ایک میگزین نکلتا ہے جس کا مدیر فضیلت سال اول سے منتخب کیا جاتا تھا۔میں ابھی عالم ثانی میں تھا اور طلبہ اپنے اپنے ذہنوں میں مستقبل کا ایڈیٹر طے کر چکے تھے بلکہ مجھ سے کہتے بھی تھے۔ بالآخر 2003 یعنی کہ فضیلت سال اول میں المنار کا بلا مقابلہ ایڈیٹر منتخب ہوا۔

آج جو کچھ بھی ہوں وہ سب جامعہ سلفیہ کی مرہون منت ہے بلکہ ایک خاص شخصیت جنہوں نے میرے صحافتی کیریر کو چار چاند لگایا وہ ہیں شیخ ابوالقاسم فاروقی صاحب جو وقت کے بڑے عالم ہونے کے ساتھ ایک بڑے ادیب بھی ہیں ۔

جامعہ سلفیہ اور شاعری:

شیخ عزیرالرحمن سلفی بڑے منجھے ہوئے شاعر ہیں ، فن عروض پہ مہارت حاصل ہے ، اس لئے آپ ہی کو عروض پڑھانے دیا جاتا ہے۔یقین جانئے شیخ جس طرح فن پڑھاتے ہیں طلبہ کے دل میں گھر کرتا ہے اور اندر سے شاعری کا ایک مخفی جذبہ بیدار ہوتا ہے جو اپنے اس جذبے کی قدر کرتا ہے اور طبیعت کو اس فکر و فن کا حامل بناتا ہے وہ ایک اچھا شاعر بن کر ابھرتا ہے ۔ میرے اندر بھی آپ کی محنت سے شاعری کا شوق ہوا، شاعری اور طبیعت میں اس قدر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

موزونیت پیدا ہوگئی کہ سلجھی ہوئی اور سلیس قسم کی شاعری معرض وجود میں آنے لگی، شیخ عبدالوہاب حجازی سے شاعری کی اصلاح لیا کرتا تھا وہ مجھے "شاعر اسلام" کہہ کر پکارتے۔

میرا تجربہ یہ کہتا ہے کہ شاعر ٹھیک سے ایک ہی کام کر سکتا ہے اور وہ ہے شاعری۔ اور پھر شاعری میں کچھ بیجا تعریف، کچھ جھوٹ، کچھ دیوانگی اور کچھ فکری خطا شامل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے خالص اسلامی شاعری مشکل ہو جاتی ہے۔ مجھے تو بہت کچھ کرنا تھا اس لئے شاعری کے کانٹوں سے دامن بچاتا ہوا اپنے مقصد میں لگ گیا۔ اب شاعرانہ طبیعت سرد پڑ گئی ہے۔

علمی و دعوتی خدمات:

فراغت کے بعد جنکپور نیپال کے ایک ادارے نے ترجمان کا اجراء کے لئے مجھے اپنے مدرسہ میں بلایا اس وقت میں دہلی میں گریجویشن کے ارادے سے تھا۔ دہلی کے قیام کے دوران ایک مدرسے میں تعلیم دینے کے ساتھ پندرہ روزہ اخبار "آئینہ حق" کی ادارت بھی سنبھالے ہوا تھا مگر کچھ مالی اور گھریلو مشکلات کے سبب میں جنکپور آگیا، رسالہ تو نہ نکلا مگر تدریس کی شروعات کر دی۔ تفسیر، مشکوۃ المصابیح، ہدایۃ النحو اور انشاء کی تعلیم دی۔ ساتھ ہی اردو سیکھنے والوں کے لئے ایک کورس اردو کا رکھا۔ چند ماہ بعد مدرسہ چھوڑ کے گھر آگیا۔ اسی درمیان جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی میں بی اے آنرس اردو کا پرائیویٹ سے فارم بھر دیا تھا۔ اس کا پہلے سال کا امتحان دے کر آیا۔ بعد میں مجھے پتہ چلا آنرس پیپر میں کلاس کرنے والوں سے بھی زیادہ نمبر آیا ہے۔ ابھی گھر ہی تھا کہ کاٹھمانڈو سے مرکزی جمعیت اہل حدیث نیپال کے ناظم اعلی شیخ عطاء الرحمن مدنی (سرہا نیپال) کا فون آیا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے جمعیت سے اہل حدیث میگزین نکالنا ہے اس لئے آپ میرے یہاں آیئے۔ میں ان کے بلاوے پہ مرکزی جمعیت اہل حدیث کاٹھمانڈو نیپال گیا اور جمعیہ احیاء التراث الاسلامی کویت کے لجنۃ القارہ الہندیہ سے تعاقد بھی ہو گیا۔ رسالہ تو نہ نکل سکا مگر دعوتی کام اچھا خاصہ کیا۔ ایک مدرسے کا قیام عمل میں لایا، بچوں کی تعلیم شروع کی، جمعہ کی نماز کا بھی اہتمام کیا اور جابجا دعوتی پروگرام رکھے۔ ان کاموں میں ہاتھ بٹانے کے لئے حاجی عبدالمبین صاحب (ساکن کاٹھمانڈو، ہاتھی بن) اور دیگر احباب قابل شکر ہیں۔ اس وقت کاٹھمانڈو سے کوئی اردو اخبار یا جریدہ نہیں نکلتا تھا۔ میں نے ہمت کر کے تن تنہا پندرہ روزہ اردو اخبار جاری کیا جو کہ مسلمانوں کے مسائل پہ تجزیہ کی شکل میں ہوا کرتا تھا۔ آپ ہی لکھتا، آپ ہی ٹائپ کرتا، آپ ہی ڈیزائن کرتا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ہی پریس سے چھاپتا، آپ ہی بازار میں فروخت کرتا۔ محنت سے جاری کیا تو کچھ لوگ ساتھ ہو گئے، کسی نے مالی تعاون کیا تو کسی نے حوصلہ افزائی کی۔ اتفاق سے ان ہی دنوں سعودی عرب سے جالیات (اسلامی دعوہ سنٹر وسط بریدہ القصیم) کا ویزہ پہنچ گیا۔ اور میرا میگزین رجسٹرڈ نہیں تھا جس کی وجہ سے خوف لگا ہوا تھا۔ میں نے ایک آدمی کے نام سے تعلیمی ادارہ رجسٹرڈ کیا تھا جس میں بچوں کی اردو عربی تعلیم دیا کرتا تھا۔ یہ کام مرکزی جمعیت سے الگ ہو کر تن تنہا اور دینی غرض سے کر رہا تھا۔ ویزہ ملنے کے بعد کاٹھمانڈو، جمعیت، اخبار اور مدرسہ سارا کچھ چھوڑ کے سعودی عرب بریدہ القصیم کے دعوہ سنٹر آ گیا۔ یہاں تین سال سے زائد نیپالی زبان میں دعوتی کام کیا اور سیکڑوں نیپالی کو اسلام میں داخل کرنے کا سبب بنا۔ الحمد للہ، اللہ تعالی ہمارے اس کام کو قبول فرمالے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

بر وقت لگ بھگ تین سالوں سے طائف کے اسلامی سنٹر میں دعوتی فریضہ انجام دے رہا ہوں، یہاں ایک جامعہ طائف کے نام سے ایک بڑی یونیورسٹی زیر تعمیر ہے، اس کی تعمیر میں بڑی بڑی کمپنیاں لگی ہوئی ہیں جو جامعہ کے داخلی احاطے میں ہی رہتی ہیں، ان لوگوں کو ایک جگہ جمع کر کے نماز جمعہ اور عیدین کا اہتمام کرتا ہوں۔ جمعہ کے خطبہ نے بڑے دور رس نتائج چھوڑے اور بہت سارے قبوری حضرات عامل بالکتاب والسنہ ہو گئے۔ اللہ تعالی انہیں ثابت قدمی عطا فرمائے۔ آمین

تصنیفی خدمات:

فراغت سے پہلے سے ہی لکھتا رہا، متعدد میگزین میں مضامین شائع ہوئے اور آج بھی کافی لکھتا ہوں مگر کسی میگزین کو نہیں بھیجتا کیونکہ اب سوشل میڈیا اس قدر ترقی کر گیا ہے کہ لوگوں انٹرنٹ سے فرصت ہی نہیں۔

اردو اور نیپالی میں میری چند کتابیں ہیں۔

(1) اسلام کا معاشی نظام اور جدید اقتصادی نظریات

(2) اسلام اور عالگیریت (مطبوع ماہنامہ السراج)

(3) تبلیغی جماعت: تعارف و تجزیہ

(4) معنی لاالہ الااللہ (زیر طبع اردو ترجمہ)

(5) الامان الثانی (مطبوع نیپالی ترجمہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

(6) سر دوام النعم (مطبوع نیپالی ترجمہ)

(7) فضل الاسلام (نیپالی ترجمہ)

ان کتابوں کے علاوہ سیکڑوں مضامین ہیں جو آئے روز لکھتا رہتا ہوں، انہیں میری ذاتی ویب سائٹ پہ دیکھا جاسکتا ہے، کچھ شاعرانہ بھی موجود ہے۔

میڈیائی خدمات:

میں نے جب واٹس اپ اور فیس بوک وغیرہ پہ جھوٹے قصے، کہانیاں، غلط قسم کے فکر وخیال، باطل عقائد و نظریات اور جھوٹی واسرائیلی روایات دیکھی تو مجھے لگا کہ سوشل میڈیا پہ کام کرنے کی ضرورت ہے اور پھر اس جانب توجہ دی، دن ورات کافی محنت کی اور اسے احباب کے ذریعہ میڈیا پہ جابجا نشر کیا۔ یہ بہت بڑا کام نہیں ہے لیکن وہ نوجوان جو میرے رابطے میں تھے اور مقلدوں سے پریشان تھے انہیں راحت ملی۔ میری مدد سے یہ میسج کافی جگہوں پہ نشر کیا گیا جس کے دور دور تک فائدے ہوئے۔ الحمدللہ

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

شیخ مقبول احمد سلفی حفظہ اللہ کا ایک انٹرویو

انٹرویو نگار: ابو ابان عثمان بن خالد مرجالوی حفظہ اللہ

تعارف انٹرویو نگار: میرا نام اَبو اَبان عثمان بن خالد مرجالوی ہے ، میرے والد گرامی فضیلۃ الاُستاذ حافظ خالد بن بشیر مرجالوی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ (شیخ الحدیث: جامعہ محمدیہ اہلحدیث، گوجرانوالہ، پاکستان) ہیں، جو محدث العصر حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ (صاحب إرشاد القاري إلى نقد فيض الباري) کے خاص تلمیذ اور جانشین ہیں۔

میری فراغت جامعہ محمدیہ اہلحدیث سے ہی ہے اور آج کل "دار الحدیث جامعہ کمالیہ راجووال، اوکاڑہ، پاکستان" میں شعبہ درس نظامی میں مدرس ہوں۔ اس کے علاوہ کچھ تصنیفات مطبوع ہیں اور اکثر پر کام جاری ہے الحمد للہ۔ فی الحال "نخبۃ الأحاديث، لِلإمام السيد محمد داود الغزنوي" پر عربی میں حاشیہ لگا رہا ہوں۔

---

1) ذاتی معلومات

- نام، کنیت، نسبت، سن پیدائش و مقام پیدائش کے متعلق آگاہ فرمائیں

میرا نام مقبول احمد، کنیت ابو سنبل، نسبت انصاری، سن پیدائش 1984ء اور مقام پیدائش اندھراٹھاری، ضلع مدھوبنی، بہار الہند ہے۔

- خاندانی پس منظر

اپنا مکمل خاندان سدا سے اہل حدیث ہے جو دیوبندیوں کی کثیر تعداد کے درمیان ہے۔ والد گرامی فیض عام مئویوپی کے قدیم فارغین جو علمی اور اسنادی اعتبار سے پختہ مانے جاتے ہیں ان میں سے ہیں۔ آپ نے ہم پانچ بھائیوں کی تعلیم وتربیت پر کڑی سے کڑی محنت کی اور سبھی کو عربی جامعات سے تعلیم دلوایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

- **تعلیمی سفر**

ابتدائی تعلیم والد محترم نے اپنے زیر سایہ گھر میں ہی دلوائی، کہنے کے لئے مختصر تعلیم گاؤں کے مدرسے میں لی جہاں والد گرامی نائب مدرس کے عہدہ پر تھے اور اعلی تعلیم کے لئے بڑے بھائی منظور الرب اسلامی نے جامعہ سلفیہ بنارس میں متوسطہ کے مرحلہ میں داخلہ دلوایا۔اس جامعہ سے مکمل تعلیم حاصل کرنے کے بعد عصری تعلیم کے لئے دہلی کا رخ کیا مگر معاشی کمزوری کی وجہ سے لوٹنا پڑا اور درس وتدریس اور دعوت و تبلیغ سے جڑ گیا تاہم اس دوران جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے بی اے اردو آنرس کیا اور پھر اپنے صوبہ سے وفاق المدارس کا آخری مرحلہ فاضل تک کا کورس پورا کر لیا۔

- **کن اساتذہ کرام سے کب فیض کیا؟**

اساتذہ کی لمبی فہرست ہے، بچپن سے والد گرامی استاد رہے اور کچھ مزید اساتذہ گاؤں کے مدرسہ کے ہیں تاہم میرے اہم اساتذہ جامعہ سلفیہ بنارس کے ہیں جو 1996 سے لیکر 2003 کے درمیان رہے،ان میں سے چند کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

(1)ڈاکٹر رضاء اللہ محمد ادریس مبارک پوری (2)ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری (3)ڈاکٹر ابراہیم مدنی (4) شیخ محمد رئیس ندوی (5) شیخ عبدالسلام مدنی (6) شیخ عزیزالرحمن سلفی (7) شیخ مستقیم سلفی (8) شیخ اسعد اعظمی (9) شیخ ابوالقاسم فاروقی سلفی (10) شیخ عبدالمتین مدنی (11) شیخ عبیداللہ طیب مکی (12) شیخ محمد نعیم مدنی (13) شیخ محمد یونس مدنی (14) شیخ احسن جمیل مدنی (15) شیخ سعید میسوری مدنی (16) شیخ محمد حنیف مدنی (17) شیخ علی حسین سلفی (18) شیخ اصغر علی امام مہدی سلفی (19) شیخ احمد مجتبی مدنی (20) شیخ احسان اللہ سلفی (21) شیخ محمد یحی فیضی (22) شیخ عبدالوہاب حجازی (23) شیخ امر اللہ رحمانی

- **کونسی کھیلیں کھیلتے رہے؟**

کبھی کبھار فٹبال کھیلا مگر کرکٹ زیادہ پسند تھا، گھر پہ پھر جامعہ سلفیہ میں ثانویہ کے مرحلہ تک کھیلا کیا۔اس کے بعد خطابت وصحافت کی گہری دلچسپی اور مطالعہ کی کثرت کی وجہ سے اس وقت سے اب تک کسی کھیل میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- **شادی کے حوالے سے کچھ تفصیلات،اوراس حوالے سے کوئی دلچسپ واقعہ، نصیحت اور سسرال کے متعلق معلومات اگر مناسب ہو تو؟**

فراغت کے بعد دہلی پھر ایک سال بعد وہاں سے واپسی کے بعد نیپال میں دینی خدمات انجام دینے لگا، برسرے روزگار ہونے کی وجہ سے جلد ہی گاؤں سے ایک رشتہ آگیا۔ میرے علم کی حد تک اس سے پہلے کوئی رشتہ نہیں آیا تھا، لڑکی شریف النفس اور گھرانہ دیوبندی مگر نہایت ہی شریف ہونے کی وجہ سے والد صاحب نے شادی کی بات پکی کرلی اور شادی ہوگئی۔ اس نکاح کا ایک واقعہ یوں ہوا کہ گاؤں کے دیوبندی امام صاحب نے میرا نکاح پڑھایا، پہلے اردو زبان میں ایجاب وقبول کروایا پھر عربی الفاظ نکحت، زوجت اور قبلت مجھے کہنے کو کہا ۔ میں نے کہا نکاح ہوگیا خواہ کسی زبان میں ایجاب وقبول ہو۔ اگر عربی کے الفاظ مجھ سے کہلوانا تھا تو نکاح عربی میں پڑھانا تھا۔ بس وہ حیران وششدر ہوگئے اور کہنے لگے ٹھیک ہے نکاح ہوگیا کوئی بات نہیں۔

- **اب تک کی مصروفیات**

خطابت وصحافت اور دعوت وتبلیغ میرا میدان رہا ہے۔ فراغت کے بعد سے اب تک رب العالمین نے اس فریضے کی ادائیگی کی توفیق دی۔ مزید پروردگار عالم سے آخری سانس تک اسی کی توفیق طلب کرتا ہوں۔ میرے بلاگ "مقبول احمد ڈاٹ بلاگ اسپاٹ ڈاٹ کام" اور محدث فورم کے علاوہ اردو مجلس فورم پر تفصیل سے میرا تعارف وانٹرویو موجود ہے وہاں دیکھا جاسکتا ہے۔

- **دلچسپ کون سا موضوع ہے؟**

میرا دلچسپ موضوع جدیدیت ہے یعنی میں ایسا موضوع پسند کرتا ہوں جس پہ اردو داں کے لئے اردو میں ناقص یا نہ کے برابر علمی مواد موجود ہو اور لوگوں کو اس سلسلے میں دینی رہنمائی کی ضرورت ہو۔ اسی طرح سلگتے موضوعات اور قابل اعتناء تجزیاتی مسائل بھی میری توجہ کا مرکز ہیں۔ یہ سارے امور خواہ احکام وفقہ سے متعلق ہوں یا معاشیات سے یا معاملات سے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

- خاص تلامذہ کے نام؟

تدریس کا فریضہ مختصر عرصہ تک رہا جو نیپال جنک پور میں گزرا، وہ ابتدائی مدرسہ تھا جو اب ختم ہو گیا مگر اس میں پڑھائے ہوئے کئی بچے جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ میں زیر تعلیم ہیں۔ اصل میدان دعوت، خطابت اور صحافت رہا ہے۔

- اب تک کا تصنیفی کام؟

مضامین و مقالات تو پڑھنے کے زمانے سے اب تک شائع ہوتے رہے ہیں اور آئے روز لکھتا بھی رہتا ہوں جو ہند و پاک کے مختلف اخبار و جرائد کی زینت بنتے رہتے ہیں۔ کئی کتابیں تصنیف کی ان میں سے ایک ابھی جلدی شائع ہوئی رمضان المبارک کے فضائل و مسائل پہ۔ اس کے علاوہ معاشیات پہ جامعہ سلفیہ کا ایک مبسوط مقالہ ہے جس کے مشرف مکرم شیخ محمد ابوالقاسم فاروقی حفظہ اللہ تھے اور اس مقالے کی طوالت کی وجہ سے مجھے رئیس الاحرار کہا کرتے ۔(ابتسامہ) یہ مکتبہ فہیم مئو سے شائع ہونا تھا، کمپوزنگ کے مرحلہ سے گزر کر پھر شاید اس میں تقریظ نہ ہونے کے سبب رک گیا، اسی دوران سعودی آگیا جس کی وجہ سے مکتبہ سے رابطہ منقطع ہو گیا۔

تبلیغی جماعت : تعارف و تجزیہ پہ ایک کتاب ہے، عمل بالکتاب والسنہ کے نام سے ایک کتاب ہے۔ ایک کتاب لاالہ الااللہ کے معنی پہ ترجمہ کیا ہوں جو اپنے دعوتی سنٹر سے شائع ہونے کے لئے سرکاری تمام مراحل طے ہوئے کئی مہینے گزر گئے مگر اب تک شائع نہ ہو سکی۔ نیپالی زبان میں تین کتابوں کا ترجمہ کیا ان میں سے دوالامان الثانی اور سردوام النعم بریدہ التقسیم اسلامی سنٹر سے چھپی اور تیسری کتاب فضل الاسلام چھاپنے کا ارادہ ہے۔ کئی مضامین پمفلٹ کی شکل میں ہندوستان سے شائع ہوئے اور ابھی ایک مختصر فتاوی ترتیب دیا ہوں مستقبل میں اسے مزین کر کے شائع کرنے کا ارادہ ہے بلکہ جو مضامین و مقالات ہیں انہیں بھی ایک کڑی میں پرو کر شائع کرنا ہے۔ ان شاءاللہ

- پسندیدہ کتب کے حوالے سے اہل علم اور عام قارئین کے نام کوئی خاص پیغام

اہل علم کو علوم حدیث اور علوم قرآن سے گہری دلچسپی رکھنے بلکہ ان کے لئے وقت نکالنے کی نصیحت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ جنھوں نے اعلام الموقعین، المحلی اور المغنی کا مطالعہ نہیں کیا وہ ضرور ان کا مطالعہ کریں۔ عام لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ قرآن کو ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ ایک بار ضرور پڑھیں اور تمام کتب احادیث کا مطالعہ نہیں کر سکتے تو کم از کم بخاری شریف ترجمہ کے ساتھ مکمل مطالعہ کریں۔ اس سے فائدہ یہ ہو گا کہ دین کی محبت کے ساتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

اسے خود سے جاننے کا موقع ملے گا اور پھر تقلید شخصی، گروہ بندی اور اختلاف و انتشار سے بچتے ہوئے مطمئن ہو کر صراط مستقیم پر گامزن ہونے میں حاصا مدد ملے گی۔

- **پسندیدہ کھانا؟**

دہلی کی بریانی اور سعودی عرب کی لحم مندی بہت پسند ہے۔

- **پسندیدہ لباس؟**

ستر کے لحاظ سے عربی جبہ زیادہ پسندیدہ ہے۔

- **روحانی طور پر کن شخصیات سے بہت متاثر ہیں؟**

کتابوں میں پڑھے ہوئے بہت سارے ہیں مگر آنکھوں سے جن کا دیدار کیا ان میں والد گرامی کی بچپن کی تعلیم و تربیت سے، سابق شیخ الجامعہ ڈاکٹر رضاء اللہ محمد ادریس مدنی رحمہ اللہ کی طلبہ جامعہ سلفیہ کی فکر کثیر سے، شیخ محمد ابوالقاسم فاروقی حفظہ اللہ مدرس جامعہ سلفیہ کی بچوں کی بے لوث ہمت جہتی تربیت سے بہت مثاثر ہوں۔ مولانا عبدالسمیع جعفری حفظہ اللہ پٹنہ بہار کی شخصیت و بزرگی سے بھی کافی مثاتر تھا۔یہاں ایک بات ذکر کرتا چلوں کہ دیوبندی اداروں میں عموماایک عالم دوسرے عالم کی بڑی قدر کرتے ہیں، یہ میں سنتا تھا مگر دیکھنے کو بھی ملا۔2004 میں چند مہینے دہلی میں ایک دیوبندی ادارے میں بچوں کو ناظرہ قرآن پڑھایا اس دوران میں نے دیکھا ایک عالم ہمیشہ فجر کی نماز میں بیدار کرنے کے لئے میرا پیر دبایا کرتے، انھوں نے کبھی بھی آواز دے کر نہیں جگایا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اہل حدیث مدارس میں علماء کے مابین محبت نہیں مگر ایک دوسرے عالم کے تیئں ہمارے اداروں، مرکزوں اور ساری جگہوں میں بہت چپقلشیں ہیں انہیں دور کرنے کی ضرورت ہے۔

- **نہ بھولنے والے پیش آمدہ واقعات؟**

ایک واقعہ ابھی حال ہی کا ہے جسے شائد جیتے جی نہ بھول پاؤں۔28/نومبر 2017 بروز منگل صبح اچانک میرے سر میں درد شروع ہوا اور بڑھتا چلا۔دوپہر میں بچوں کو اسکول سے لانا تھا مگر درد کی شدت کی وجہ سے نہیں لا سکا۔اس قدر پریشانی کہ بچوں کو اسکول سے نہیں لا سکا مگر صبح آفس میں ڈیوٹی کیا، پھر ظہر سے عصر تک چھٹی ہوتی ہے۔عصر کے بعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

پھر آفس آگیا۔ آفس آتے ہی بخار، سر درد اور بدن کی بے چینی کچھ مزید بڑھنے لگی تو مغرب کے بعد چھٹی لیکر گھر چلا آیا۔ مغرب سے عشاء کے درمیان بخار اور بلڈ پریشر اپنے عروج کو پہنچ گیا تھا اور مجھے بخار کا احساس ہو رہا تھا مگر بلڈ پریشر بھی ہائی ہے اس طرف بالکل دھیان نہیں گیا۔ پھر آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھانے لگا، گھر میں بچے شور مچا رہے تھے مجھے کسی کا ایک لفظ اس وقت سننا گوارہ نہیں تھا اس لئے بچوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر ایک گھر میں سلانے کو کہا اور میں مہمان خانہ میں ایک کمبل لے کر چلا گیا، اہلیہ پاس بیٹھنے آتی تو اسے بھگا دیتا، کچھ بولتی تو بہت غصہ کرتا۔ اس وقت جیسے مجھے کوئی بولی، کوئی انسان نہیں بھا رہا تھا حتی کہ زندگی بوجھ لگنے لگی۔ جیسے لگ رہا تھا میرے بدن کے ہر عضو سے شدت کے ساتھ روح نکالی جا رہی ہو۔ تکلیف کا ایک پہاڑ ٹوٹ رہا تھا، نہ جانے کیا کیا خیال دل میں آنے لگے، میں سوچنے لگا کہ شاید یہ میرا آخری وقت ہو۔ تکلیف کی تاب نہ لا کر سوچ رہا تھا کوئی قتل کر دے یا زہر کھلا دے۔ اسی اثناء نہ چاہتے ہوئے بھی میں نے اپنے قریبی ساتھی شیخ عمران احمد سلفی (داعی اسلامی سنٹر طائف) کو فون کیا، ان کے ساتھ ڈاکٹر فیاض الدین صاحب بھی دعوتی کام میں معاون ہیں۔ میں نے انہیں آلات اور دوائیاں ساتھ میں لانے کو کہا۔ انہیں آنے میں ایک گھنٹہ لگ گیا کیونکہ وہ دور رہتے ہیں۔ بہر کیف! رات دس بجے کے قریب وہ پہنچے تب تک میں اذکار واستغفار میں مشغول تھا بلکہ کسی طرح سوئے سوئے بغیر حرکت کئے دو رکعت نماز بھی ادا کی اور بار بار کلمہ دہراتا رہا۔ ڈاکٹر صاحب نے بخار جانچا تو 110 تھا اور بلڈ پریشر دیکھا تو 170/130 تھا۔ جلدی سے بخار و بی پی کی دوائیاں دیں۔ تکلیف کم نہیں ہو رہی تھی اس لئے مجھے ان دونوں پر غصہ بھی بہت آ رہا تھا مگر ضبط کر رہا تھا۔ ایک گھنٹہ بعد بی پی نارمل ہوا تو مجھے کچھ راحت ہوئی، سویا تھا تو اٹھ کر بیٹھ گیا مگر بخار کم نہیں ہوا۔ اب ایک دوسری کیفیت بکنے کی شروع ہوئی۔ سوشل میڈیا پر کیسے کام کرتا ہوں وہ سب نہ جانے آپ خود زبان سے جملے کی شکل میں نکل رہے تھے۔ شیخ عمران دم بھی کر رہے تھے، پانی سے گیلی پٹی سر پر بار بار رکھ رہے تھے، مجھے نہانے کو کہا گیا۔ نہانے کے کچھ دیر بعد بولنے کی کیفیت ختم ہوگئی۔ بخار کچھ کم ہوا اور راحت محسوس ہونے لگی تو دونوں حضرات کو جانے کو کہا۔ صبح پھر شیخ عمران کے ساتھ ہاسپیٹل گئے اور وہاں انجکشن کے ذریعہ زود اثر علاج کیا گیا الحمد للہ ٹھیک ہو گیا۔ اس دن کے اثر سے بلڈ پریشر اب مجھے اکثر کچھ زیادہ رہنے لگا تو احتیاط کر رہا ہوں۔ یہاں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جب آدمی کو آخری وقت محسوس ہونے لگ جاتا ہے تو اسے اپنی آنکھوں کے سامنے صرف برائی ہی برائی نظر آتی ہے اور وہ اس سے پلٹنا چاہتا ہے مگر پلٹنے کا وقت گزر چکا ہوتا ہے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

لئے انسان کو ہمیشہ اعمال صالحہ انجام دینا چاہئے اور برائی سے حتی المقدور بچنا چاہئے۔ اور دوسری بات یہ کہ ہائی بلڈ پریشر خاموش قاتل ہے اس سے دنیا میں بہت اموات ہو رہی ہیں اس لئے اس خاموش قاتل سے محتاط ہو کر رہنے کی ضرورت ہے خواہ طور سے وہ حضرات جو پینتیس سال سے اوپر کے ہوں۔

- **آج تک کتنے بچوں پر اس قدر محنت کی کہ انھیں مستقبل میں اپنا نائب سمجھتے ہیں؟**

اس سے پہلے بھی یہ سوال گزرا کہ درس کے میدان میں کم رہا ہوں، دعوت و تبلیغ کا دائرہ درس سے کافی وسیع ہے یہاں کون اور کتنا متاثر ہوتا اور کس شخصیت سے زیادہ افادہ کرتا ہے وہی شخص جانتا ہے۔ میں محسوس کر سکتا ہوں کہ جہاں بھی دعوت کا کام کیا خواہ سوشل میڈیا ہو یا زمینی میدان وہاں والوں پر ایک اثر چھوڑا۔

- **آپ کے قریبی دوست کون ہیں؟**

اس وقت میرا قریبی اور اصل دوست صرف علم ہے جسے مختلف ذرائع سے حاصل کرتا ہوں اور میڈیا کے ذریعہ نشر کرتا ہوں۔

- **کثرت سے مانگی گئی دعا اور قبولیت دعا کا کوئی خاص واقعہ؟**

بہت سی دعائیں کی، رب نے بہت سی دعائیں قبول کی، کثرت سے مانگی گئی دعاؤں میں نیک بیوی، صالح اولاد اور والدین کے لئے رحمت ومغفرت مانگا۔ اللہ نے گمان سے زیادہ نیک بیوی عطا کیا اور الحمد للہ تین لڑکیوں اور ایک بیٹے سے نوازا ۔زمانہ پرفتن ہے، گھر گھر برائی کا طوفان امنڈ رہا ہے ایسے حالات میں اللہ سے بکثرت اب بھی یہی دعا ہے کہ میری اولاد کو صالح بنائے۔ آپ کے کہنے سے آج ایک واقعہ یاد آگیا۔ ایک بار میرے ہاتھ سے گھڑی گم ہوگئی۔ ظہر سے پہلے گھڑی کا خیال آیا، گھر میں اندر، باہر بہت تلاش کیا مگر نہیں ملی۔ اس وقت مجھے نبی ﷺ کا خیال آیا کہ نبی ﷺ کو کوئی اہم معاملہ لاحق ہوتا تو نماز پڑھتے، ویسے والد گرامی کی وجہ سے بچپن سے نماز پڑھتا ہوں، ظہر کے وقت مسجد گیا، نماز میں گھڑی کے لئے اللہ سے دعا کی تو گویا اسی نماز میں اللہ نے وہ جگہ دکھادی جہاں گھڑی گری تھی۔ نماز کے بعد گھر گیا اور ڈائرکٹ اسی جگہ گیا۔ اس جگہ مرغی کا دربہ تھا، اس میں ہاتھ بھر نیچے کی جانب سراخ ہوتا ہے تاکہ اس سوراخ سے مرغیاں نکالی جائیں۔ میں نے اسی سوراخ سے صبح مرغی نکالی تھی، اس سوراخ میں گھڑی لگنے سے وہیں گر گئی تھی۔

سبحان اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ایک واقعہ دوران طالب علمی کا ہے۔ گرمی کی چھٹی میں اپنے ساتھی تنویر ذکی کے ساتھ ان کے یہاں بہار کے ضلع پورنیہ کا سفر کیا۔ ظہر کے وقت گھر پہنچے اسی وقت ان کی بہن کے پیٹ میں شدید قسم کا درد اٹھا، میں نے ساتھی سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میری بہن کو اکثر پیٹ میں اچانک شدید قسم کا درد اٹھتا ہے۔ اسی وقت میں نے گلاس میں پانی لانے کو کہا، اس میں دم کیا اور کہا کہ اسے پورا پلائیں۔ پانی پیتے ہی درد کافور ہو گیا۔ اب یہ بات گاؤں کی عورتوں میں پھیل گئی مجھے کچھ معلوم نہیں، شام ہونے کو تھی دیکھتا ہوں بہت ساری عورتیں برتن میں پانی لئے دم کروانے واسطے صف میں کھڑی ہیں۔ میں نے کہا یااللہ یہ کیا ماجرا ہے؟ پتہ چلا کہ دوپہر میں دم کرنے سے فائدہ ہونے کی وجہ سے یہ سب پانی میں دم کروانے آئی ہیں۔ میں نے سب کو سمجھا کہ آپ خود اپنا دم کر سکتی ہیں، آپ کو کسی کی ضرورت نہیں ہے اور میں نے جو پڑھ کے دم کیا ہے وہ اکثر کو یاد ہو گا۔ میں کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا نہیں ہوں، اللہ کے کلام میں شفا ہے اور نبی ﷺ نے جو دعائیں سکھائیں اس کے ذریعہ مرض دور ہو جاتا ہے۔ اس طرح بہت سمجھا بجھا کر ان سب کو واپس کیا۔ یہ دیکھیں کہ عورتوں میں کس قدر ضعیف الاعتقادی ہے؟

- روزانہ کے معمولات کیا ہیں؟

فجر کے بعد تھوڑا آرام کر کے بچوں کو اسکول کی تیاری میں لگ جاتا ہوں، جب بچوں کو اسکول پہنچا دیتا ہوں تو اسی وقت آفس چلا آتا ہوں۔ گو کہ آفس کے وقت میں ابھی کافی وقت باقی ہوتا ہے مگر لوگوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے اسکول سے گھر جانے کی بجائے روزانہ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ پہلے آفس آجاتا ہوں۔ اس وقت سے لیکر ظہر تک لکھنے میں مصروف رہتا ہوں۔ دراصل اسی وقت میں سوشل میڈیا پہ اپنے گروپ اور مختلف سوشل مقامات پہ مجھ کئے گئے سوالات کا جواب دیتا ہوں۔ ظہر کے بعد بچوں کو اسکول سے لانا اور دوپہر کا کھانا کھلانا کے بعد ان کا ہوم ورک کرانا ہوتا ہے۔ عصر کے بعد آفس کی روٹنگ کے مطابق دعوتی منصوبوں کی تکمیل کرنا ہوتا ہے۔ اکثر مضامین، مقالات اور تحقیق عشاء کے بعد کرتا ہوں کیونکہ اس وقت ذہنی یکسوئی ملنے سے کام کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ ہفتہ اور اتوار دو دن آفشیل چھٹی ہے مگر انہیں بھی لکھنے پڑھنے اور لوگوں کی رہنمائی میں اکثر صرف کرتا ہوں، بسا اوقات گھریلو کام کاج میں مصروف ہو جاتا ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

- **زندگی کے کچھ ذاتی تجربات؟**

یہاں ذاتی تجربات کے طور پر سبھی بھائیوں کو کہوں گا کہ جہد مسلسل اور وقت کی پابندی سے آپ ہر وہ منزل پا سکتے ہیں جس کو پانے کی آپ کو تمنا ہے۔ میں نے وکیل الجامعہ السلفیہ ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ کی سیرت میں پڑھا کہ وہ متوسط طالب علم تھے مگر لگن اور انضباط وقت کی وجہ سے اپنے تمام ساتھیوں میں ممتاز اور یگانہ روزگار ہو گئے۔ میں نے اس کا تجربہ کیا اور آپ کو بھی اس پہ عمل کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔

- **ازواج و اولاد کے متعلق کچھ آگاہ فرمائیں؟**

اللہ تعالی نے نیک سیرت بیوی سے تین لڑکیاں اور ایک بیٹا نصیب کیا۔ بڑی بچی سنبل فردوسی دس سال کی ہے جو سعودی مدرسہ میں ابتدائی چہارم میں زیر تعلیم ہے۔ اور بیٹا عبدالمہیمن ابھی نرسری میں ہے۔ ایک بچی سندس فردوسی دو سال اور ایک بچی سدس فردوسی سات ماہ کی ہے۔

بیوی دیوبندی گھرانے سے تعلق رکھتی ہے، میں نے کبھی انہیں کسی عمل کے لئے مجبور نہیں کیا بلکہ انہیں کتاب کے ذریعہ دعوت دی۔ میں پہلے فراغت کے بعد اکیلے باہر رہا کرتا (ابھی بچوں کے ساتھ سعودی عرب میں ہیں) اور تین چار ماہ بعد گھر آیا کرتا۔ ہمیشہ جاتے وقت اہلیہ کو ایک کتاب مطالعہ کرنے کو کہتا اور جب واپس ہوتا تو اس کتاب پر بات چیت ہوتی۔ اس طرح آہستہ آہستہ وہ قرآن وحدیث اور منہج سلف کو سمجھنے لگی اور نماز وروزہ کی پابندی کے ساتھ سنت کے مطابق عمل کرنے لگی۔

- **آپ کی کوئی دلی تمنا؟**

میری بڑی خواہش ہے کہ اہل حدیث علماء کا ایک عالمی نٹورک ہو جس سے پوری دنیا کے علمائے اہل حدیث جڑے ہوں اور اس نٹورک کے ذریعہ اخوت ومحبت کے ماحول میں ہر خطے کی دینی، دعوتی، اصلاحی اور رفاہی خدمات اجاگر کئے جائیں اور اصل ہدف منہج سلف کو عام کرنا ہو۔ ڈاکٹر ذاکر نائک کو اللہ نے اس کام کی تھوڑی بہت توفیق دی مگر وہ حاسدوں کی نظر ہو گئے۔ یہ زمانہ نٹورکنگ کا ہے اور دعوت کے لئے یہ میدان بھی وسیع وعریض ہے۔ اس لئے ایک عالمی نٹورک چاہئے اور وہ بھی خالص سلفی تا کہ اس کے ذریعہ صرف منہج سلف کی آواز لوگوں تک پہنچے۔ کوشش سے یہ کام ممکن ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

۔ شیخ محترم حافظ عثمان بن خالد مرجالوی حفظہ اللہ کی نظر بھی وسیع ہے انہوں نے بھی اس قسم کا ایک قابل قدر منصوبہ بنایا ہے اللہ تعالی اسے پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ آمین

- آپ سے درس، خطبہ لینے اور ملاقات کرنے کا طریقہ ؟

میں سیدھا سادا آدمی ہوں کوئی بھی کبھی بھی وقت آکر مل سکتا ہے البتہ وقت کے ضیاع اور عدیم الفرصت ہونے کی وجہ سے موبائل یا میسنجر وغیرہ ذریعہ سے بات چیت کم ہی کرتا ہوں۔ ہاں وقت مناسب ہو تو ضرورت بھر بات کرتا ہوں۔ اب تو وہ زمانہ نہیں ہے کہ طلباء اساتذہ کو تلاش کریں بلکہ یہ کام اب علماء ودعاۃ کا ہے کہ وہ درس، وعظ اور تقریر کے لئے لوگوں کو تلاش کریں۔ اس زمانے کا المیہ ہے۔

2) علماء کرام کی بابت معلومات

- ایک عالم کی شخصیت کیسی ہونی چاہیے ؟

عالم کی شخصیت عام آدمی سے بلند ہو یہ شخصیت کی بلندی شکل وصورت، لباس وزینت، جاہ ومنصب، اور دولت وشہرت سے نہ ہو بلکہ علم وعمل، اخلاق حسنہ، تواضع وخاکساری اور الفت وخلوص سے ہو۔

- منتظمین مساجد ومدارس سے علمائے کرام کا رویہ کیسا ہونا چاہیئے ؟

نظماء مساجد ومدارس کا علماء کرام سے رویہ بہتر سے بہتر ہونا چاہئے کیونکہ علماء کا بڑا مقام ہے مگر یہاں یہ سوال بہت اہم ہے کہ مساجد ومدارس کے نظماء حضرات کیسے ہونا چاہئے ؟ اگر یہ لوگ باشرع، اخلاق مند، حسن تعامل اور انتظامی امور سے باخبر ہوں تو پھر رویہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔ آج ہر جگہ رویہ پہ اس لئے سوال اٹھ رہے کہ مساجد ومدارس کے نظماء اکثر بے دین وبداخلاق نظر آتے ہیں۔ دینی جگہوں پہ ذمہ داروں کا انتخاب دین کی بنیاد پر ہو۔

- خطبات ودروس کی تیاری کیسے کرنی چاہیے ؟

آج کل دروس اور خطبات کی بہتیرے کتابیں دستیاب ہیں، سہل پسند، وقت کم پانے والے یا زیادہ سے زیادہ تقریر کرنے والے حضرات انہیں کتابوں سے استفادہ کرتے ہیں۔ میں اس کے خلاف نہیں ہوں مگر مزید یہ کہنا چاہتا ہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

کہ ایک آدمی نے اپنی نظر سے کسی موضوع کے نکات پر بحث کی ہے اگر آپ اس موضوع کی تحقیق کریں تو مزید کچھ دوسرے نکات بھی سامنے آئیں گے اس لئے کبھی کبھار کسی تیار شدہ مادہ سے خطاب کر لئے تو کوئی حرج نہیں مگر ہمیشہ کے لئے یہ عمل صحیح نہیں ہے۔ آپ خود سے تیاری کریں، موضوع سے متعلق مختلف کتب، مضامین اور نکات کی طرف التفات کریں اور پھر اس کے اہم پوائنٹ نوٹ کرکے ساتھ لے جائیں تاکہ جن باتوں کی آپ نے تیاری کی ہے وہ سبھی بیان کر سکیں۔ جب اپنی تیاری ہو تو آپ کو بولنے میں بہت آسانی ہوگی مگر کسی دوسرے کا مضمون ہو تو وہاں آدمی لکیر کا فقیر ہوتا ہے یعنی اسی مضمون سے بندھا ہوتا ہے۔

- کتب کا خریدنا کافی مشکل ہو گیا ہے، کوئی حل؟

ٹکنالوجی کی ترقی نے اس مشکل کو کافی حد تک آسان بنادیا ہے، اکثر کتابیں نٹ پہ دستیاب ہیں ان سے فائدہ اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جو کتابیں نٹ پر نہیں ہیں انہیں کسی سے مستعار لیکر اس کی زیرکس کاپی تیار کر لی جائیں۔

- ایک عالم کے پاس دنیاوی تعلیم کتنی ہونی چاہیے؟

جدید ذہن اور پرفیشنل حضرات علماء کو دنیا کے معاملے میں زیرو سمجھتے ہیں اور بسااوقات انہیں مولوی کہہ کر طعنہ دیا جاتا ہے اس لئے علماء کو دین کے ساتھ دنیا کی بھی معلومات ہونی چاہئے۔ الحمدللہ دینی جامعات جب سے عصری درس گاہوں سے ملحق ہوئے تب سے علماء میں بھی عصری علوم کے ماہرین پائے جارہے ہیں بلکہ یوں کہا جائے کہ علماء دین کے ساتھ دنیا کا بھی علم رکھتے ہیں اور دنیا میں بڑے بڑے کام کرکے دکھائے ہیں۔ ایک بات کا اضافہ کر لیا جائے کہ زمانہ ٹکنالوجی ہے اور انگریزی زبان عالمی ہے اس لئے علماء کو بھی اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ معلومات ہونی چاہئے تاکہ ریل و فلائٹ کا سفر ہو یا تجارت و معاملہ ہو وہ آسانی سے حل کر سکیں۔

- اپنے تلامذہ کے ساتھ کیسا رویہ رکھنا چاہئے؟

محبت و نرمی کا معاملہ ہونا چاہئے۔ اس خوبی سے طلبہ اساتذہ کی زیادہ قدر کرتے ہیں اور اس قسم کے اساتذہ سے بچے کسب فیض بھی زیادہ کرتے ہیں۔

- عوام الناس کے ساتھ کیسا رویہ رکھنا چاہئے؟

حسن اخلاق مومن کا مؤثر ہتھیار ہے اس سے ہر جگہ اور ہر کام آسانی سے کر سکتے ہیں۔ دعوت دینی ہو، معاملہ کرنا ہو،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

دنیاوی کوئی کام ہو سارے حل ہو جاتے ہیں۔

- **مستفتی سے کیسا سلوک کرنا چاہیے ؟**

جب کوئی عام آدمی بڑے عالم سے سوال کرتا ہے تو ڈرا سہا رہتا ہے، نہ جانے جملہ کیسا ہے ؟ سوال میں کوئی غلطی تو نہیں، اس وجہ سے مفتی کا کردار اور اسلوب ایسا نرم و سہل ہو کہ مستفتی کو سوال پوچھنے میں خوف رکاوٹ نہ بنے۔

- **بسا اوقات عوام کوئی ایسا مسئلہ لے آتی ہے جو وقت کے دو کبار علمائے کرام میں مختلف فیہ مسئلہ ہوتا ہے، عوام کو کیسے قائل کیا جائے ؟**

یہ مرحلہ عوام کے لئے پیچیدہ ہے بلکہ میں نے پڑھے لکھے لوگوں کو بھی ایسے مسئلے میں خلجان کا شکار ہوتے دیکھا ہے۔ یہاں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کوئی بھی اختلافی مسئلہ ایسا نہیں ہے جس میں دلائل واستدلال کی بنیاد پر کسی ایک فتوی کو راجح و قوی نہ قرار دیا جائے۔ شاید باید کوئی عالم ہو تو یہ کہے کہ جاؤ دونوں یا سارے مختلف فتاوے پر عمل کرو بلکہ یہ کہنے والے اکثر علماء ہیں کہ مختلف فیہ فتاوی میں دیکھیں دلائل کہاں مضبوط اور قوی ہیں اسے اختیار کیا جائے۔ ایسے مسائل کی روشنی میں عوام کو یہ باور بھی کرا سکتے ہیں کہ دیکھو ہم کسی عالم کی بات صرف ان کے نام کی وجہ سے نہیں مانتے بلکہ جہاں قوی دلیل ہے اسے اختیار کرتے ہیں۔ اس طرح تقلید کے نقصان سے عوام بھی باخبر ہو سکتی ہے۔

- **کیا علمائے کرام کو کاروبار کرنا چاہئے ؟**

عوام کی طرح علماء بھی ہر قسم کا جائز پیشہ اختیار کر سکتے ہیں اس میں شرم وعار محسوس کرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ کاروبار تو بہت مفید ہے اس میں بے پناہ برکت ہے، علماء اگر اس جانب آ جائیں تو دین کی بے لوث خدمات انجام دے سکتے ہیں کیونکہ دعوت دین میں مال کی بھی ضرورت ہے۔ آج علماء کی معاشی حالت کمزور ہے تو صلاحیت کے پہاڑ ہونے کی باوجود علمی لیاقت کا اظہار وسیع پیمانے پر نہیں ہو پاتا۔ اس کے علاوہ جس قدر چاہیں دینی، اصلاحی، رفاہی اور سماجی خدمات انجام دیں بغیر کسی گھمنڈی مالدار کی خوشامد کے۔ مجھے ابھی بھی یاد ہے کہ نیپال کی دارالحکومت کاٹھمانڈو میں ایک نئے مسلم نے جو کاروبار کرتے تھے مجھ سے سوال کیا کہ علماء کاروبار کیوں نہیں کرتے ؟ اس وقت سے یہ محسوس کر رہا ہوں کہ علماء کو بھی کاروبار کرنا چاہئے۔ ڈر یہی لگا رہتا ہے کہ آج کل اگر کوئی عالم کسی دوسرے میدان سے جڑتے ہیں تو اکثر دین سے غافل ہو جاتے ہیں ایسا نہیں ہونا چاہئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

• کیا علمائے کرام کو متعدد شادیاں کرنی چاہیئں؟

ہر کسی کے لئے شادی کا یکساں حکم ہے۔ہاں جہاں مطلقہ، بیوہ، یتیم و مسکین لڑکیوں کی کثرت ہو اور ان کی شادیوں میں دشواریاں ہوں تو ان کی شادی میں حسب طاقت جو تعاون کر سکتے ہیں کرنا چاہئے۔ اگر دوسری شادی کرنے کی طاقت ہے تو بے سہاروں سے شادی کر کے ان کا سہارا بنیں یا نہیں تو کسی دوسری جگہ شادی میں تعاون کریں۔اور ظاہر سی بات ہے اس کام کے لئے علماء ہی اپنا کردار پیش کریں گے پھر ان سے عوام کو نصیحت ملے گی۔

• کم از کتنے گھنٹے سونا چاہیے؟

ویسے تو آٹھ گھنٹے سنا ہوں مگر چھ گھنٹے بھی میرے خیال سے کافی ہیں اور دن میں قیلولہ کر لیا جائے۔ اتنا زیادہ نہ سویا جائے کہ آدمی سستی کا شکار ہو جائے اور فرائض وواجبات کی ادائیگی میں کوتاہی سرزد ہو۔

• علمائے کرام مدارس میں پڑھائیں یا کالجز میں، زیادہ فائدہ کہاں ہے؟

علماء کی جگہ مدارس ہی ہے اور مدارس اسلام کے قلعے مانے جاتے ہیں انہیں سے اسلام کو سب سے زیادہ تحفظ ملا اسی سبب دشمنان اسلام مدارس کی شبیہ بگاڑنے، ان میں پڑھنے پڑھانے والوں کا کردار مشکوک کرنے اور انہیں صفحہ ہستی سے مٹانے کی ناپاک کوشش کی مگر اللہ جس کی حفاظت کرے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اگر علماء اس جگہ سے چلے جائیں تو پھر یہاں کون رہے گا؟ کون اس کی نگہبانی، حفاظت اور آبیاری کرے گا؟ ہاں ایک مشورہ یہ ضرور دوں گا کہ علماء کو اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں طلبہ اور اساتذہ کے لئے گاہے بگاہے اسلامی لکچر کا اہتمام کرنا چاہئے۔اس کے بڑے فوائد ہیں جو محسوس کرتے ہیں وہ ایسا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جہاں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اسلامک لیکچر کا قیام ممکن نہ ہو تو ان ادارے والوں کو دوسرے جگہ بھی جمع کیا جا سکتا ہے۔آپ یقین کریں کہ انہیں کوئی بات جلدی سمجھ میں آئے گی اور یہ عوام سے زیادہ متاثر ہو سکتے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی ہدایت پالے تو وہ کئی لوگوں کی ہدایت کا سبب بن سکتے ہیں۔ یہاں صرف مسلم یونیورسٹیوں کی بات نہیں کہی گئی ہے بلکہ جنرل کالج ویونیورسٹی کی۔

• ائمہ مساجد، خطباء اور مدرسین کی بہترین تربیت میں مشنری جذبہ کی آبیاری کیسے ممکن ہے؟

ان حضرات کے اندر مشنری جذبہ بیدار کرنے کے لئے سب سے اہم کردار ہمارا تربیتی کورس ادا کرے گا۔ان کے لئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

اس سے متعلق تربیتی کورس کا اہتمام کریں اور اس کے ذریعہ انہیں تعلیم و تربیت دیں ساتھ ہی اس کے تجرباتی و مشاہداتی نمونہ پیش کر کے یقین دلائیں وہ ضرور اس سے متاثر ہوں گے اور اس جانب توجہ مبذول کریں گے۔

- علمائے کرام کے نام کوئی پیغام؟

علماء اپنی ذمہ داریاں جانتے ہیں انہیں احسن طریقے سے ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ علماء کے درمیان ایک دوسرے سے حسد کرنا ایسا مرض مہلک ہے کہ جس کی وجہ سے دین کی تبلیغ، درس و تدریس، نشر و اشاعت، اجلاس و اجتماع، تنظیمی و سماجی خدمات سب بے ثمر ہوتے ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کی خدمت کا اعتراف، ایک دوسرے کے عز و شرف کا خیال، ایک دوسرے کے اسرار و رموز کا تحفظ اور ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر ہم کوئی کام ٹھیک سے اور ایک قدم صحیح سے نہیں بڑھا سکتے۔ ایک دوسری نصیحت یہ ہے کہ یہ میڈیا کا زمانہ ہے اس کی افادیت کو محسوس کریں اور جس پہلو سے مثبت انداز میں لوگوں کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں پہنچائیں۔

3) طلبہ کرام کی بابت معلومات

- طالب علم کی صفات کیا ہونی چاہئیں؟

طالب علم محنتی، کثیر المطالعہ، خوش اخلاق، بلند ہمت، مثبت طرز فکر، کشادہ خیال اور علم و عمل کی سیڑھی چڑھنے میں اوقات کی افادیت کو مد نظر رکھتے ہوئے جہد مسلسل کا پیکر مجسم ہو۔

- بیرون ملک یونیورسٹیز میں داخلہ کی بابت آپ کی کیا رائے ہے؟

بیرون ملک تعلیم حاصل کرنے میں قباحت نہیں ہے مگر ضرورت کے تحت۔ جو تعلیم اپنے ملک میں بہتر طور پر میسر ہو اسی تعلیم کے لئے بیرون ملک سفر کرنا نہ وطن کے لحاظ سے ٹھیک ہے اور نہ ہی مسلمان ہونے کی حیثیت سے۔ بیرون ملک تعلیم حاصل کرنا ضرورت کے تحت ہو اور وہ تعلم گاہ اختلاط سے پاک ہو اور تہذیب و تمدن سے عاری نہ ہو نیز ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ کہیں اس ادارے کا نصاب ایسا تو نہیں جس سے نہ صرف ہمارا کلچر بدل جائے گا بلکہ ہمارے اندر کفر والحاد بھی لے آئے گا۔ عام خواتین کے لئے بیرونی تعلیم مناسب نہیں سمجھتا ہوں کیونکہ اسلامی رو سے ان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

لئے بڑے مسائل ہیں البتہ جن کے لئے شرعا کوئی رکاوٹ نہیں مثلا سفر میں محرم کا انتظام، پڑھنے لکھنے، بعام وقیام اور ضرورت وکام کے لئے امن وسہولت میسر ہو تو وہ شرعی حدود میں رہ کر عورتوں کی مخصوص تعلیم گاہ میں علم حاصل کر سکتی ہیں۔

- **پر فتن دور میں طلبہ کو کوئی نصیحت ؟**

واقعی آج بڑا پر فتن دور ہے، ایسے حالات میں طلبہ اسلام کو چاہئے کہ وہ علم پر پوری طرح حاوی رہے اور علم کے مطابق عمل کرے اور غیر علمی کام، غیر متعلق سر گرمی، غیروں کی مشابہت ونقالی سے بچے۔ وہ ابھی سے اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنہ وفساد، مکر وفریب اور پروپیگنڈے کی بیخ کنی اور اسلام کے دفاع کے لئے علماء سے رہنمائی حاصل کرے اور ان سے خود کو ابھی کیسے بچانا ہے اس کی فکر زیادہ سے زیادہ کرے۔

- **نوخیز طلبہ کا غیر نصابی سر گرمیوں میں حصہ لینا کہاں تک سود مند ہے ؟**

جیسے اوپر بات ہوئی کہ یہ پر فتن دور ہے ایسے میں طلباء کا غیر نصابی سر گرمیوں میں حصہ لینا اپنی منزل مقصود سے ہٹا سکتا ہے۔ کچھ ایسے ہی کاموں سے بہت سے طلبہ تعلیم ادھوری چھوڑ دیتے ہیں یا تعلیم کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔ ابھی ان کا ہدف صرف اور صرف نصابی سر گرمی ہو۔ ہاں چھٹی کے ایام میں یا فارغ اوقات میں تعلیم وتربیت سے جڑی غیر نصابی سر گرمی میں حصہ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

- **کیا طلبہ متداول خطبات سے جمعہ کی تیاری کر سکتے ہیں ؟**

خطبات اگر قرآن وحدیث کے دلائل سے مزین ہوں تو متداول خطبات سے کم عمر کے طلبہ کے لئے جمعہ کا خطبہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن بڑی جماعت کے طلباء کے لئے بہتر ہے کہ وہ خطبہ کی تیاری کے لئے از خود مختلف رسائل وجرائد اور کتب ومقالات سے مواد اکٹھا کرے اور مستقل موضوع تیار کرے یا موضوع سے متعلق اہم نکات ومعلومات قلم بند کرے اور اس کے سہارے خطبہ دے۔ اس سے کئی فوائد حاصل ہوں گے۔ اولا تحریری صلاحیت پیدا ہوگی اور تقریری معلومات میں بہت وزن ہوگا۔ ثانیا مستقبل میں خطبات، دروس اور تقاریر کی تیاری کا ملکہ پیدا ہو جائے گا۔ اور تقریر وتحریر کی تیاری ومہارت ابھی سے نہیں پیدا کریں گے تو کب سے ؟

- **ایک طالب علم کو کتنے گھنٹے آرام کرنا چاہئے ؟**

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

طالب علموں کو اٹھنے اور جاگنے کا خوب خیال کرنا چاہئے کیونکہ مکمل راحت کے بغیر درس کی تیاری کرنا، استاد کی بات سمجھنا اور اسباق حفظ کرکے اسے محفوظ رکھنا مشکل ہوگا۔ طلباء رات میں اگرچھ گھنٹے سو سکیں تو ظہر کے بعد مزید کچھ دیر کے لئے سو جائیں۔

- ورزش کے لیے کونسی کھیلیں مفید ہیں؟

پنج وقتہ نمازیں، سنن ونوافل ادا کیا کریں روحانی اور جسمانی دونوں فائدے نصیب ہوں گے اور روزانہ آدھا گھنٹہ پیدل چلنے کا روٹنگ بنالیں تو کسی کھیل کی ضرورت نہیں ہے۔ان شاءاللہ

- طلبہ کے نام کوئی پیغام؟

طلبہ کو میں پیغام دوں گا کہ وہ مثالی بنیں یعنی اپنے اندر خوبیاں پیدا کریں جن کی وجہ سے آپ کی مثال بیان کی جائے۔ اگر بہت ساری خوبیاں پیدا کرنا مشکل ہے تو چند خوبیاں یا کم از کم کسی ایک فن میں ایسی صلاحیت واختصاص پیدا کریں جس کی بدولت آپ لوگوں کی اور اس فن کی بہتر خدمت انجام دے سکیں۔ ایسا بننے کے دو ہی اصول ہیں پہلا جہد مسلسل اور دوسرا انضباط وقت۔

4) منتظمین رسائل وجرادا حباب کی بابت معلومات

- موجودہ رسائل وجرائد کس حد تک مفید ہیں؟

سوشل میڈیا کے دور میں طباعت وکتب پر اثر پڑا ہے مگر معیاری رسائل وجرائد کی اہمیت جیسے پہلے تھی اب بھی ہے۔ ان جرائد کی اہمیت کم ہے جو جہاں تہاں سے مضامین کاپی کر لیتے ہیں یا مضامین ہی اصلا معیاری نہیں ہوتے۔

- منتظمین رسائل وجرائد کے نام کوئی پیغام؟

رسائل کے منتظمین کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ اپنے جریدوں کی مقبولیت کے لئے مستقل مضمون نگار رکھیں جو علم میں معتمد ہوں، ادھر ادھر سے بھرپائی کے مضامین شامل جریدہ نہ کریں۔ جریدہ میں خطوط کا کالم رکھیں جس سے قارئین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے خیالات وشکایات اور مشوروں سے آگاہی ملتی رہے گی ان شکایات ومشورے اور حالات کے تناظر میں میگزین کی بہتری کی طرف قدم بڑھاتے رہیں۔

5) منتظمین مدارس ومساجد احباب کی بابت معلومات

- جو احباب ادارہ بنانا چاہتے ہیں، ان کی کچھ رہنمائی؟

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ جو ادارہ بنانا چاہتے ہیں اس قسم کا ادارہ وہاں پہلے سے موجود ہے اور آپ اس سے بہتر کام نہیں کر سکتے یا آپ کا ادارہ پہلے سے موجود ادارے کو نقصان پہنچائے گا تو پھر وہاں ادارے کا قیام ضرورت نہیں فساد ہے۔ آپ وہاں ادارہ کھولیں جہاں کوئی ادارہ نہیں اور ادارے کی نوعیت ضرورت پر منحصر ہے کہ تعلیمی ہو یا اصلاحی ہو یا دعوتی ہو یا سماجی۔ پھر ادارہ کھولنے والا نہ صرف انتظامی امور کا ماہر ہو بلکہ امین وصادق ہونے کے ساتھ قوم کی خدمت کا ملخصانہ جذبہ رکھتا ہو اور ادارہ قائم کر کے اسے چلا سکنے کا اہل ہو۔ لوگوں نے اداروں کے نام پہ قوم وملت کو بہت لوٹا، خدارا! اداروں کو کمائی کا ذریعہ نہیں خدمت کا وسیلہ بنائیں۔

- مدارس کی طرف لوگوں کا رجحان کیسے بڑھایا جاسکتا ہے؟

مدارس کی کمی نہیں ہے اس طرف لوگوں کی توجہ مبذول کرانے کی ضرورت ہے۔ بچوں کے سرپرستوں کا ذہن بنانے کی ضرورت ہے۔ انہیں مختلف قسم کے تربیتی پروگراموں کے ذریعہ دینی تعلیم کی طرف مائل کر سکتے ہیں۔ جمعہ کے خطبات، دروس ومحاضرات اور مخصوص تعلیمی بیداری کانفرس بھی اس سلسلے میں مفید ہوں گے۔

- مساجد کی آبادکاری کے لیے انتظامیہ کو کیا اقدامات کرنے چاہیئں؟

لوگوں کو نماز کی اہمیت پر ابھارنا ہوگا اس کام کے لئے جمعہ کا خطبہ بیحد مؤثر ہوگا۔ نماز پہ مسلسل خطبے دیے جائیں اور تنوع وتاثیر کے لئے دوسری جگہ سے بھی خطیب بلائے جائیں۔ اس کے علاوہ انتظامیہ کمیٹی جگہ جگہ یا بااثر لوگوں کے گھر امام مسجد کے ذریعہ چھوٹی دینی نشست ہوا کرے ۔ نوجوان کی ایک کمیٹی بھی تشکیل دی جائے جن کا عوام وخواص سے ربط ہو اس کمیٹی کے ذریعہ لوگوں کو مسجد اور درس وپروگرام میں جمع کیا جائے۔

- ائمہ ومدرسین کے لیے کیا مستوی ہونا چاہئے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

وہ سلفی منہج کا ہوں اور کسی سلفی ادارے سے فارغ ہوں۔ اگر غیر سلفی ادارے سے فارغ ہوں تو اس کا سلفی منہج ہونا ضروری ہے۔ وضع قطع اور علم و عمل سے مزین ہوں نیز امامت و خطابت اور درس و تدریس کی قابلیت رکھتے ہوں۔

- منتظمین کے نام کوئی پیغام؟

منتظمین کا ائمہ مساجد اور اساتذہ مدارس کے ساتھ بیحد افسوس ناک رویہ پایا جاتا ہے اور تقریبا برصغیر ہندو پاک میں ہر جگہ ایسی ہی صورت حال ہے۔ اسی افسوسناک صورت حال کی وجہ سے باصلاحیت علماء مساجد و مدارس کی بجائے تنظیم اور دوسری جگہوں کو فوقیت دیتے ہیں۔ اولا ہماری ذمہ داری ہے کہ دینی مقامات پر دین کی بنیاد پر نظماء کا تعین ہو ثانیا نظماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ ائمہ و مدرسین کا احترم بجالائے، ان کی خدمت کا اعتراف کرے، ان کے ساتھ حسن معاملہ کرے، ہر ممکن سہولیات فراہم کرے اور کسی میں عیب یا غلطی پانے پر اکیلے میں احسن طریقے سے اصلاح کی کوشش کرے۔

6) ناشرین احباب کی بابت معلومات

- کس مستوی کے علماء کی کتب نشر کی جائیں؟

پرنٹ میڈیا کی وجہ سے طباعت عروج پر ہے مگر نشر واشاعت کے حوالے سے کوئی معیار نہیں پایا جاتا ہے۔ جب، جیسے اور جو چاہتا ہے چھاپ کر لوگوں میں تقسیم کردیتا ہے۔ کم از کم مسلم ممالک میں یا مسلم کمیونٹی میں طباعت کا ایک معیاری نظام ہونا چاہئے جیسے سعودی عرب میں پایا جاتا ہے۔ ہمارے یہاں مختلف گروہوں کا وجود اس نظام کو لانے میں بڑی رکاوٹ ہے تاہم کفر والحاد کی پابندی پر سبھی متفق ہوسکتے ہیں، اگر ایسا ہو جائے تو کم از کم کفر والحاد، توہین رسالت اور گستاخی صحابہ جیسے مواد نشر ہونے سے رک جائیں گے۔ جہاں تک اپنی جماعت کے علماء کی کتابوں کا مسئلہ ہے تو اس کے لئے ملکی پیمانے پر علماء کی فتوی کمیٹی کی طرح نشریاتی کمیٹی ہو جو کتابوں کی اشاعت کی منظوری نظر ثانی کے بعد دے۔ میری نظر میں صرف منہج سلف کی ترجمانی کرنے والی معیاری کتابیں شائع کی جائیں اور جس سے جماعت کا نقصان ہو اس کی اشاعت پر پابندی لگائی جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

- ناشرین احباب کے نام کوئی پیغام؟

ناشروں سے گزارش ہے کہ کتابوں کی اشاعت میں دین کی خدمت کو مدنظر رکھیں تاکہ دینی کتابوں کی اشاعت پر آپ کو اللہ کی طرف سے اجر ملے۔ یقین کریں کتابوں کی اشاعت کا اجر اس وقت تک ملے گا جب تک لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے مگر یہ اس وقت ممکن ہے جب آپ کی نیت اجر کی ہو۔ جب دینی کتابوں کی اشاعت پر اس قدر اجر ملے گا تو کفر و شرک پر مبنی کتابوں کی اشاعت پر گناہ بھی اس وقت تک ملے گا جب تک لوگ اس کتاب سے گمراہ ہوتے رہیں گے۔ اس لئے خالص کتاب و سنت پر مبنی کتابوں کو چھاپیں اور ایسے جید عالم جن کے پاس کتابوں کی چھپائی کے پیسے نہیں ہیں طباعت میں ان کی مدد کریں۔

7) عوام الناس کی بابت معلومات

- عوام الناس کن علمائے کرام سے فتوی طلب کر سکتے ہیں؟

عوام کو مستند علمی اداروں میں افتا کے منصب پر مامور مفتی سے فتوی طلب کرنا چاہئے جو قرآن وحدیث کی روشنی میں مسائل بتاتے ہوں۔ اسی طرح جید عالم دین جن کے علم کی گواہی ایک جماعت دے اور وہ افتاء کے آداب سے واقف اور اس کی شرائط پہ اترتے ہوں تو مسائل واحکام میں ان سے بھی رجوع کیا جا سکتا ہے اور دین کی عام معلومات عام علماء سے بھی لے سکتے ہیں جن کے علم کے متعلق معروف ہو کہ وہ قرآن وحدیث سے ہی بتلاتے ہیں۔

- عوام کو کن کتب سے استفادہ کرنا چاہئے؟

تفسیر میں احسن البیان، کم از کم صحیح بخاری کا اردو ترجمہ (مولانا داؤد راز کا)، سیرت میں الرحیق المختوم، باقی دینی علوم کے لئے محمدی سیٹ، کیلانی سیٹ، تاریخ اسلام اور تاریخ اہل حدیث کا مطالعہ ضرور کریں۔ آڈیو ویڈیو سے بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں اس کے لئے شیخ جلال الدین قاسمی حفظہ اللہ، شیخ مقصود الحسن فیضی حفظہ اللہ، ڈاکٹر طالب الرحمن حفظہ اللہ وغیرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

- عام آدمی کس طرح تحقیق کر سکتا ہے؟

تحقیق کیا ہے؟ کس قسم کی تحقیق کے لئے کون سی چیزیں درکار ہیں؟ علماء کرام سے پہلے اس بات کا علم حاصل کرے جب اسے اس کی معلومات ہو جائے تو تحقیق کر سکتا ہے۔ہاں عام آدمی ہر قسم کی تحقیق نہیں کر سکتا لیکن اتنا ضرور ہے کہ وہ علماء کی رہنمائی میں دین کا صحیح علم ضرور حاصل کر سکتا ہے۔

- عوام الناس نماز سے بہت دور ہیں، انھیں نماز کی طرف کیسے راغب کیا جا سکتا ہے؟

مساجد کی آبادی کاری میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے لہذا وہی جواب کافی ہے۔

أخوكم في الله:

عثمان بن خالد المرجالوي

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن سمجھنا آسان ہے

لوگوں میں مشہور ہو گیا ہے کہ قرآن کا سمجھنا بہت مشکل ہے، یہ عربی زبان میں ہے اسے صرف عربی داں ہی سمجھ سکتے ہیں۔اس کتاب کو سمجھنے کے لئے اٹھارہ علوم سیکھنے کی ضرورت ہے۔العیاذ باللہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر عوام قرآن کا ترجمہ پڑھیں گے تو گمراہ ہو جائیں گے۔

یہ بات دراصل پیٹ پرست، مطلب پرست اور شہرت پسند کم علم ملاؤں کی طرف سے پھیلائی گئی ہے تاکہ ساری عوام ان ملاؤں کے زندگی بھر غلام رہے اور یہ مولوی ان سے عزت، شہرت اور دولت بیجا حاصل کرتا رہے حالانکہ قرآن سمجھنا نہایت آسان ہے۔اس بات کو سمجھنے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ قرآن کے نزول کا مقصد کیا ہے؟

یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن کو سمجھنے اور اس پہ عمل کرنے کے لئے نازل کیا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

من قرأ القرآنَ وتعلَّمه وعمِل به ؛ أُلبِسَ والداه يومَ القيامةِ تاجًا من نورٍ (صحيح الترغيب: 1434)

ترجمہ: جس نے قرآن پڑھا،اسے سیکھا اور اس پہ عمل کیا تو اس کے والدین کو قیامت کے دن نور کا تاج پہنایا جائے گا۔

یہ حدیث بتلاتی ہے کہ مومن کو سمجھ کر قرآن پڑھنا چاہئے تاکہ صحیح سے اس پر عمل کرے جس کا بدلہ اس کے والدین کو قیامت کے دن نور کے تاج کی شکل میں ملے گا۔

قبر میں جب مومن بندہ تین سوالات کا جواب دے دیگا تو منکر نکیر چوتھا سوال پوچھیں گے۔

وما يُدريكَ ؟ فيقولُ: قرأتُ كتابَ اللَّهِ فآمنتُ بِهِ وصدَّقتُ(صحيح أبي داود: 4753)

ترجمہ: تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی تو وہ کہے گا: میں نے اللہ کی کتاب پڑھی،اس پہ ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔

یہ حدیث بھی ہمیں قرآن کے نزول کا مقصد بتلاتی ہے کہ اسے سمجھ کر پڑھا جائے،اس پر ایمان لایا جائے اور اس کی تصدیق کی جائے۔

ہمیں تو قرآن کی پہلی وحی کا پہلا لفظ ہی بتلاتا ہے کہ علم حاصل کرو۔

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ(سورة العلق:1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ترجمہ: پڑھو اپنے اس رب کے نام سے جس نے تمہیں پیدا کیا۔

یہی وہ علم ہے جس کے بارے میں کل قیامت میں سوال بھی کیا جائے گا۔

لا تزولُ قدَما عبدٍ يومَ القيامةِ حتَّى يُسألَ عن أربعٍ : عن عُمرِه فيمَ أفناهُ ؟ وعن علمِه ماذا عمِلَ بهِ ؟ وعن مالِه مِن أينَ اكتسبَهُ ، وفيمَ أنفقَهُ ؟ وعن جسمِه فيمَ أبلاهُ ؟ (صحيح الترغيب:3592)

ترجمہ: قیامت میں مومن کا قدم اس وقت تک ٹل نہیں سکتا جب تک چار چیزوں کے بارے میں پوچھ نہ لیا جائے۔

عمر کے بارے میں کہ تونے کہاں گذاری، علم کے بارے میں کہ تم نے کتنا اس پہ عمل کیا، مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں صرف کیا، جسم کے بارے میں کہ کہاں خرچ کیا۔

ان باتوں سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ عمل کرنے سے پہلے علم کا حصول ضروری ہے، بایں سبب اسلام میں علم حاصل کرنا فرض قرار دیا ہے۔

طلبُ العلمِ فريضةٌ على كلِّ مسلمٍ(صحيح الجامع:3914)

ترجمہ: علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

قرآن سمجھنا آسان ہے اس کے منطقی دلائل:

اب چلتے ہیں اس طرف کہ قرآن سمجھنا کس قدر آسان ہے ؟۔اس بات کو پہلے منطقی اور عقلی طور پہ ثابت کرتا ہوں۔

(1) ابھی میں نے بتلایا ہے کہ قرآن کے نزول کا مقصد سمجھنا اور اس پہ عمل کرنا ہے اور یہ قرآن ساری کائنات کے لئے نازل کی گئی ہے۔ ہندو، مسلم، سکھ۔ عیسائی۔ خواہ اس کی زبان ہندی، اردو، انگریزی، فارسی کچھ بھی ہو۔ اور وہ کسی بھی علاقے کا رہنے والا ہو۔ بھلا اللہ تعالی ایسی کتاب کیوں نازل فرمائے گا جو دنیا والوں کی سمجھ سے باہر ہو اور لوگ جس کے سمجھنے سے قاصر ہوں ؟۔

اگر ایسا ہے تو پھر قرآن کے نزول کا مقصد فوت ہو جائے گا اور آخرت میں علم و عمل کے متعلق سوال کرنا بندوں پہ ظلم ٹھہرے گا جبکہ ہمیں معلوم ہے کہ نہ تو قرآن کا نزول بلا مقصد ہے اور نہ ہی اللہ بندہ پر ذرہ برابر ظلم کرنے والا ہے۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا(سورة آل عمران : 191)

ترجمہ: اے ہمارے تونے (یہ کائنات) بلا مقصد نہیں بنائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

اسی طرح اللہ کا فرمان ہے:

وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ (سورة ق:29)

ترجمہ: اور ہم ذرہ برابر بھی بندوں پر ظلم کرنے والوں میں سے نہیں ہیں۔

(2) دنیا میں ہزاروں غیر مسلم اسلام قبول کرتے ہیں۔ یہ سب قرآن سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرتے ہیں اور اسلام لانے کے بعد بھی قرآن ہی کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرتے ہیں تاکہ اسلام پہ مضبوطی کے ساتھ جم جائے۔

بی بی سی کے سابقہ ڈاریکٹر جنرل جان بٹ کا بیٹا یحی بٹ آکسفورڈ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرتا تھا اس نے اسلام قبول کرلیا۔اس کے پی ایچ ڈی کا موضوع تھا

"یورپ میں پچھلے دس سالوں میں ایسے کتنے لوگ مسلمان ہوئے جو یورپین نسل کے تھے اور کیوں ہوئے؟"

چنانچہ انہوں نے دو تین سال تک اس بات کی تحقیق کی اور پھر اس نے اپنی رپورٹ پیش کی جس میں بتلایا گیا تھا کہ پچھلے دس سالوں میں تیرہ ہزار یورپین نسل کے لوگوں نے اسلام قبول کیا جن میں سے اسی (80) فیصد لوگ قرآن سے متاثر ہو کر اسلام کو گلے لگایا تھا۔ان نئے مسلموں میں ایک امریکی خاتون تھی جس کا نام ایم کے ہر مینسن تھا۔اس نے اپنے اسلام لانے کی وجہ بتلائی کہ میں اسپین میں تعلیم حاصل کرتی تھی،ایک دن ہاسٹل میں ریڈیو کی سوئی گھماتے گھماتے ایک ایسی آواز پہ اٹک گئی جہاں سے ایسی آواز آرہی تھی جسے سن کا میں مبہوت ہوگئی۔لگاتار کئی دنوں تک اس آواز کو سنتی رہی۔ مجھے لگا یہ میرے دل کی آواز ہے۔ پھر کسی سے اس آواز کے متعلق دریافت کیا تو پتہ چلا کہ یہ مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن کی آواز (تلاوت) ہے۔

پس میں نے قرآن کا انگریزی ترجمہ حاصل کیا اور مکمل پڑھ لیا ۔ پھر سوچا کیوں نہ اس کتاب کو اس کی اصل زبان عربی کے ذریعہ پڑھی جائے؟ چنانچہ مصر کی قاہرہ یونیورسٹی سے عربی میں دو سالہ ڈپلومہ کورس کیا۔اس کے بعد اب اصل عربی قرآن کو سمجھ کر پڑھی تو قرآن نے مجھے مسلمان کر دیا۔ سبحان اللہ

آج مسلمانوں میں شرک وبدعت کی گرم بازاری اور اختلاف وانتشار کے باد سموم کی بڑی وجہ عوام کا قرآنی تعلیمات سے دوری اور اسے سمجھ کر نہ پڑھنا ہے۔اگر لوگ اسے سمجھ کر پڑھنے لگ جائیں تو امت ایک پلیٹ فارم اور کتاب وسنت کے ایک ہی شاہراہ پہ جمع ہو جائیں۔اے کاش ایسا ہوتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

(3)جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جیسے دنیاوی علوم کے الگ الگ ماہرین ہیں۔ طب کے اندر جسم کے الگ الگ حصے کے الگ الگ ماہرین ہوتے ہیں اسی طرح قرآنی علوم کے بھی الگ الگ ماہرین ہوتے ہیں کوئی قرات کا ماہر، کوئی علم نحو وصرف کا ماہر، کوئی لغت کا ماہر تو تفسیر کا ماہر وغیرہ۔

ایسے لوگوں کی خدمت میں عرض ہے کہ میرے بھائی مولویوں کی ایسی باتوں پہ نہ جائیں۔ اگر وہ آپ کے خیر خواہ ہوتے تو کہتے کہ قرآن کی تعلیم مجھ سے سیکھ لو مگر وہ ایسا نہیں کہتے بلکہ الٹا قرآن سے ڈراتے ہیں۔ یہ زمانہ سائنس وٹکنالوجی کا ہے ۔ اس وقت اندھا، بہرا اور گونگا سب کی تعلیم کا بندوبست ہے تو پھر مسلمانوں کے لئے قرآن سمجھنا دشوار کیوں؟ آرٹ اور کمرس کے بالمقابل سائنسی علوم زیادہ سخت ہیں۔ باوجود سائنسی علوم سخت ومشکل ہونے کے اسی فیلڈ میں لوگوں کی بہتات ہے۔ اور یہاں مسلمانوں کے لئے قرآن سمجھنا مشکل لگ رہا ہے، کیوں؟

نبی ﷺ نے تو قرآن کی مکمل تعلیم سے امت کو آراستہ کر دیا۔ قرآن کی آیت "لتبین للناس مانزل الیھم" (آپ کی شان یہ ہے کہ جس بات کی آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے اس کو کھول کھول کر بیان کر دیں)۔ نبی ﷺ نے ہپ فریضہ بحسن وخوبی انجام دے دیا۔ اب کس بات کی ضرورت ہے؟ مزید برآں اہل علم نے سارے علوم کو یکجا کر دیا۔ اب کس بات کی ضرورت ہے؟

آپ کوئی تفسیر اٹھالیں۔ آیت پڑھیں اس کا ترجمہ پڑھیں۔ آیت کا معنی معلوم ہو جائے گا۔ اور آیت کے ساتھ تفسیر پڑھ لیں تو آپ کو آیت کا مکمل معنی ومفہوم معلوم ہو جائے گا۔

آپ سے میں سوال کرتا ہوں کہ اس کام کے لئے آپ کو کن علوم کی ضرورت ہے؟ بلاشبہ کسی علم کی ضرورت نہیں ۔ صرف اس زبان کی ضرورت ہے جس زبان میں قرآن کا ترجمہ اور تفسیر پڑھیں گے۔

(4)اگر قرآن سمجھنا مشکل ہوتا تو اولا اس پہ عمل کرنا اس سے بھی مشکل ہوتا۔ ثانیا قرآن سمجھنے کی ضرورت نہیں ہوتی صرف پڑھنا مقصود ہوتا تو قرآن کی تعلیم ، نبی ﷺ کا اس کی تعلیم پہ ابھارنا، قرآن کی تعلیم حاصل کرنے والے کو افضل قرار دینا لغو ٹھہرتا۔ اس کو مثال سے یوں سمجھیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ سورہ اخلاص ثلث قرآن ہے ۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنے سے قرآن پڑھنا حاصل ہوگیا۔ مکمل قرآن پڑھنے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

کیاضرورت ؟اوراحادیث میں ایسے ایسے اذکار مسنونہ بتلائے گئے ہیں جن کے پڑھنے سے لاکھوں کروڑوں ثواب قرآن پڑھے بغیر مل جائے گا۔

ان باتوں سے حاصل ہوتاہے کہ قرآن کا مقصد سمجھ کرپڑھنااوراس پہ عمل کرناہے۔

قرآن سمجھنا آسان ہے اس پہ قرآن وحدیث کے دلائل :

پہلی دلیل : اللہ کافرمان ہے :

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۗ (سورة البقرة:121)

ترجمہ: وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی وہ اس کتاب کی اس طرح تلاوت کرتے جس طرح اس کی تلاوت کا حق ہے، ایسے لوگ ہی اس پر صحیح معنوں میں ایمان لاتے ہیں۔

اس آیت میں تلاوت کی شرط "حق تلاوتہ" بتلائی گئی ہے اور ایسے ہی تلاوت کرنے والوں کو صحیح ایمان لانے والا قرار دیاہے۔ تلاوت کا حق یہ ہے کہ قرآن کو غوروخوض کے ساتھ سمجھ کرپڑھاجائے تاکہ اس پہ عمل کیاجائے۔لسان العرب میں تلاوت کاایک معنی یہ بتلایاگیاہے "پڑھنا عمل کرنے کی نیت سے"۔ عمل کرنے کی نیت سے قرآن پڑھنا اس وقت ممکن ہوگاجب اسے سمجھ کرپڑھاجائے۔

دوسری دلیل : اللہ تعالی نے خود ہی واضح کردیاکہ قرآن نصیحت کے واسطے آسان ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ(سورة القمر:17)

ترجمہ:اور ہم نے قرآن کو آسان بنایاہے،ہے کوئی جواس سے نصیحت حاصل کرے۔

یہ آیت سورہ قمر میں چار مقامات میں آئی ہے۔وہ آیت 17،آیت 22،آیت 32اور آیت 40ہیں۔

تیسری دلیل : قرآن سمجھنے کی کتاب ہےاور جو کتاب سمجھنے کی ہواسے ہرکوئی سمجھ سکتاہے۔ فرمان الہی ہے :

لَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (سورة الانبياء :10)

ترجمہ : تحقیق کے ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب بھیجی جس میں تمہاراہی ذکرہے،کیاتم اتنابھی نہیں سمجھتے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

چوتھی دلیل: اللہ تعالی نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا تاکہ اسے سمجھا جاسکے۔اللہ نے فرمایا:

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (سورة يوسف:2)

ترجمہ: ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا تاکہ تم سمجھ سکو۔

پانچویں دلیل: قرآن کے نزول کا مقصد تاریکی سے روشنی کی طرف لے جانا ہے اور یہ مقصد اسی وقت پورا ہو سکتا ہے اسے سمجھ کر پڑھا جائے تاکہ اس کی طرف دعوت دی جائے۔ فرمان رب ذوالجلال ہے:

كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ(سورة ابراهيم:1)

ترجمہ: یہ عالیشان کتاب ہم نے آپ پر نازل کیا کہ آپ لوگوں کو تاریکی سے روشنی کی طرف لائیں۔

چھٹی دلیل: یہ ہدایت کی کتاب ہے، یہ کتاب اسی وقت ساری کائنات کے لئے ہدایت کا سبب بن سکتی ہے جب اس کا سمجھنا آسان ہو۔ اللہ کا فرمان ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ(سورة البقرة : 185)

ترجمہ: رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

ساتویں دلیل: اللہ نے قرآن پاک اس لئے نازل کیا تاکہ اس میں غور کیا جائے۔ فرمان احکم الحاکمین ہے:

كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ (سورة ص :29)

ترجمہ: یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لئے نازل کیا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پہ غور وفکر کریں اور عقلمند اس سے نصیحت حاصل کریں۔

دوسری جگہ اللہ کا ارشاد ہے:

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا (سورة محمد :24)

ترجمہ: کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ یا ان کے دلوں پہ ان کے تالے لگے ہوئے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

آٹھویں دلیل: اللہ تعالی نے قرآن کو پہاڑ پہ نازل نہیں کیا کیونکہ اس میں سمجھ نہیں ہے، انسان کے اندر سمجھ بوجھ ہے اس لئے اللہ نے ان پہ نازل کیا۔

لَوْ أَنزَلْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ(سورة الحشر:21)

ترجمہ: اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پہ اتارتے تو تو دیکھتا کہ خوف الہی سے وہ پست ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

نویں دلیل: نبی ﷺ کا فرمان ہے:

لاَ يفقَهُ من قرأَهُ في أقلَّ من ثلاثٍ(صحيح أبي داود:1390)

ترجمہ: جس نے قرآن تین دن سے کم میں پڑھا اس نے قرآن سمجھا ہی نہیں۔

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن سمجھ کر پڑھنا چاہئے اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ قرآن تین دن میں بھی سمجھ کر ختم کیا جا سکتا ہے۔

دسویں دلیل: نبی ﷺ کا عام فرمان ہے:

إنَّ هذا الدينَ يسرٌ(صحيح النسائي:5049)

ترجمہ: بے شک یہ دین آسان ہے۔

یوں تو اس پہ بے شمار دلائل ہیں مگر میں نے قرآن وحدیث سے دس ادلہ پیش کر دیا تاکہ اپنی حجت ان لوگوں پہ تمام کروں جو قرآن سمجھنے کو مشکل خیال کرتے ہیں۔

آپ تصور کریں کہ جس دین کی بنیاد آسانی پر ہو اور جس دین کی پہلی وحی کا آغاز لفظ "اقرا" سے ہو بھلا وہ کتاب کیسے مشکل ہو سکتی ہے؟ عقل میں بھی یہ بات نہیں آتی اور کتاب وسنت کے دلائل بھی اس کی تردید کرتے ہیں۔

چند علماء کے اقوال:

(1) مولوی انیس احمد دیوبندی انوار القرآن صفحہ نمبر 35 پر لکھتے ہیں کہ جو لوگ عربی جانتے ہیں وہ اس کو سمجھ سکتے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور جو لوگ عربی نہیں جانتے ان کے لئے بہترین ترجمے موجود ہیں وہ ان کے ذریعہ سمجھ سکتے ہیں لیکن افسوس کی بات ہے کہ لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ ہم قرآن کو بالکل سمجھ نہیں سکتے، اس کے سمجھنے کے لئے بہت سے علوم وفنون کی ضرورت ہے اور بڑے جید عالم ہونے کی ضرورت ہے۔

(2) شاہ اسماعیل شہیدؒ تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں کہ عوام الناس میں یہ بہت مشہور ہے کہ اللہ ورسول ﷺ کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے، اس کے لئے بڑا علم چاہئے تو یہ بات بہت غلط ہے اس واسطے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں باتیں صاف اور صریح ہیں۔ان کا سمجھنا مشکل نہیں اور اس کو سمجھنے کے لئے بڑا علم نہیں چاہئے۔

(3) شاہ ولی اللہؒ فتح الرحمن میں لکھتے ہیں کہ جس طرح لوگ مثنوی مولانا جلال الدین، گلستاں شیخ سعدی، منطق الطیر شیخ فرید الدین عطار، قصص فارابی، نفحات مولانا عبدالرحمن اور اسی قسم کی کتابیں پڑھتے ہیں، اسی طرح طرح قرآن شریف کا ترجمہ پڑھ اور سمجھ سکتے ہیں۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں سمجھ کر قرآن مجید پڑھنے کی توفیق دے۔ آمین

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

سلفیت اور سلفی کا تعارف قرآن وحدیث کے آئینے میں

دین اسلام ایک صاف ستھرا فطری نظام حیات ہے، اس میں زندگی گزارنے کے تمامتر پاکیزہ اصول موجود ہیں۔ دراصل اسی دین میں انسانیت نوازی، صلح وآشتی، اتحاد واتفاق، عدل ومساوات، حقوق ومراعات، اخوت ومحبت، صدق وصفا، امن وراحت اور اطمینان وسکون موجود ہے، دنیا کے باقی تمام ادیان ومذاہب میں فطرت سے بغاوت اور زندگی کی پاکیزہ اصول وتعلیمات سے بیزاری ہے۔ دین اسلام کو دوسرے لفظوں میں سلفیت سے بھی موسوم کیا جاتا ہے کیونکہ یہی اسلام کی مکمل تعبیر ہے۔

سلفیت کوئی نیا فرقہ اور خودساختہ نظام زندگی کا نام نہیں بلکہ قرون مفضلہ کے سلف صالحین کے منہج پر چلنے کا نام ہے۔ سلف صالحین سے مراد صحابہ، تابعین اور ان کے اتباع یعنی رسول اللہ ﷺ نے جن تین زمانوں کی خیر وبھلائی کا ذکر فرمایا ہے ان زمانوں کے نیک وصالح افراد جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے دین کو صحیح سے سمجھا اور اس پر اسی طرح عمل کیا جس طرح آپ نے حکم دیا ۔جو لوگ ان اسلاف کرام کے منہج پر چلے انہیں سلفی کہا جاتا ہے اور جو اس سے بچھڑ جائے خلف میں اس کا شمار ہوگا۔

جس طرح اللہ تعالی نے قرآن کی حفاظت فرمائی، رسول اللہ ﷺ کے فرمودات کی حفاظت کے اسباب پیدا فرمائے اسی طرح عہد رسول سے لیکر ابتک ایک جماعت کی حفاظت کرتا رہا اور قیامت تک کرتا رہے جس جماعت کا مشن، نبوی مشن یعنی حق (کتاب اللہ اور سنت رسول) کا دامن تھامتے ہوئے اسی کی نشر واشاعت کرنا اور باطل کی تردید میں کسی قسم کی مصالحت نہ کرنا ہے۔

چونکہ سلفیت اصل اسلام کا نام ہے اور سلفی دنیا والوں پر اصل اسلام کو پیش کرتے ہیں اس وجہ سے منہج سلف پر چلنے والوں کو نہ صرف باطل ادیان کی طرف سے خطرات ومشکلات اور مختلف قسم کے چیلنجز کا سامنا ہے بلکہ اسلام کا لبادہ اوڑھے مختلف مسالک میں بٹے مسلمانوں سے بھی ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

علامہ اقبال نے نبوی مشن سے متصادم ہر دور کے بولہبی جماعت کی طرف اشارہ کرکے حق بیانی سے کام لیاہے اوراس حقیقت پر ہر دور کی تجرباتی ومشاہداتی تاریخ بین ثبوت ہے جسے اس تاریخی سچائی سے انکار سے وہ تعصب کی عینک اتار کراپنے ہی دور کا کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کرلے۔

جو اسلام کے دشمن ہیں، وہ تو اسلام دشمنی نبھائیں گے مگر حیرت اسلامی لبادہ اوڑھے اپنے بھائیوں پر ہے جنہوں نے سلفیوں کو بدنام کرنے،انہیں مالی وجسمانی گزند پہنچانے اور کفار کے لئے ان مسلمانوں کے خلاف راہ ہموار کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ سلفیوں کو انگریز کی پیداوار قرار دیا جاتا ہے،ان کو انتہا پسند اور دہشت گرد جماعت کے طور پر غیر مسلموں میں متعارف کیا جاتا ہے۔ نبی کے گستاخ، فضائل صحابہ کے منکر،اولیاء کی شان گھٹانے والا اور ائمہ کرام کا احترام نہ کرنے والا کہہ کر عام مسلمانوں میں نفرت پیدا کی جاتی ہے۔قرآن وحدیث کے معانی ومفاہیم بدل بدل کر سلفیوں کو دین میں نیا فرقہ بتلایا جاتاہے اوران سلفیوں کی کتابیں پڑھنے،ان سے تعلقات استوار کرنے حتی کہ معاملات کرنے سے بھی منع کیا جاتاہے،وہابی اور غیر مقلد کا طعنہ گالی کے طور پر دیا جاتاہے۔ خیر جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

سلفیت کیاہے اوپر واضح کردیا گیااوراب اس سلفیت کے پیروکار کون ہیں،ان کی صفات کیاہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں دیکھتے ہیں تاکہ عوام پر حق واضح ہوجائے،ٹولیوں میں بٹے خواص کو حقیقت کا پتہ ہے مگر وہ اپنی عوام پر نہ حق پیش کرتے ہیں اور نہ ہی حق ظاہر ہونے دیتے۔اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ جب کسی کو معلوم ہوجاتاہے کہ سلفیت ہی حق کی دعوت ہے اوراسے صرف اللہ اوراس کے رسول کی اتباع کا ہی حکم ہواہے تو پھر وہ تقلیدی اور فقہی مذاہب سے آزاد ہوکراس سلفی منہج کواختیار کرلیتاہے۔

پہلے قرآن سے سلفیوں کے چند اوصاف بیان کرتاہوں۔

پہلی صفت: وہ اللہ اوراس کے رسول کی اتباع کرنے والے ہیں:

اللہ نے اپنی کتاب میں بیشتر مقامات پہ اپنی اوراپنے رسول کی اتباع کا حکم دیاہے،اللہ کا فرمان ہے:

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ(آل عمران:132)

ترجمہ:اور اللہ اوراس کے رسول کی فرمانبرداری کروتاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

اللہ کا فرمان ہے: فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ(النور:63)

ترجمہ: سنو! جو لوگ حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انہیں کوئی دُکھ کی مار نہ پڑے۔

اللہ کا فرمان ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنتُمْ تَسْمَعُونَ (الانفال:20)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو اور اس سے روگردانی نہ کرو حالانکہ تم سن رہے ہو۔

اللہ کا فرمان ہے: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا ۚ (الحشر:7)

ترجمہ: اور تمہیں جو کچھ رسول دے، لے لو اور جس سے روکے رُک جاؤ۔

ان آیات کی روشنی میں وہی مسلمان حق پر ہیں جو اللہ اور اس کی رسول کی اتباع کرتے ہیں، ان کی اتباع کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں ہو گا اور ہمیں یہ کہنے میں کوئی جھجھک نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی اتباع میں سچے اور پکے سلفی ہیں۔

دوسری صفت: محمد ﷺ کو ہی اپنا امام اور پیشوا مانتے ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے:

لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:21)

ترجمہ: بے شک تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

کائنات میں سب سے افضل ہستی محمد ﷺ کی ہے، سلفی نہ صرف اس کا اعتقاد رکھتے ہیں بلکہ اللہ کے مذکورہ فرمان کے مطابق اپنا امام اعظم بھی محمد ﷺ کو ہی مانتے ہیں اور آپ کی سیرت طیبہ کے مطابق اپنی زندگی گزارتے ہیں جبکہ سلفی کے علاوہ مسلمانوں کے تمام گروہ محمد ﷺ کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا اپنا امام مانتے ہیں اور اپنے من مانے امام کی تقلید کو راہ نجات قرار دیتے ہیں۔

تیسری صفت: رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنے میں سلف کے منہج پر چلنے والے ہیں، اللہ کا فرمان ہے:

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (التوبه:100)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے پہلے) ایمان لائے مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی، اور جنہوں نے بطورِ احسن ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں، اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

یہ امتیازی صفت صرف سلفیوں کی ہے کہ وہ اتباع نبی میں صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔

چوتھی صفت: دین حق کی کامل طور پر دعوت دینے والی جماعت ہے۔

اللہ کا فرمان ہے: وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ (الاعراف:181)

ترجمہ: ہماری مخلوق میں ایک ایسی جماعت بھی ہے جو دین حق کی رہنمائی کرتی ہے اور اسی کے ذریعہ انصاف کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ بتلادیا کہ دین محمدی کی کماحقہ تبلیغ کرنے والی ایک جماعت ہمیشہ قائم رہے گی اور وہ سلفیوں کی جماعت ہے۔ مختلف گروہ میں بٹے مسلمانوں کے پاس بھی تبلیغ ہے مگر اپنے اپنے بزرگوں اور اماموں کی ۔دنیا اس بات پر شاہد کہ ممبر و محراب سے لیکر اجتماعات و کانفرنس تک سلفی حضرات صرف قال اللہ اور قال الرسول کی دعوت پیش کرتے ہیں۔

پانچویں صفت: حق پرستوں کی تعداد کم ہوتی ہے۔اللہ کا فرمان ہے:

وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ (الانعام:116)

ترجمہ: اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کردیں وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔

اس معانی کی کئی آیات ہیں مگر ایک ہی آیت سے ہمیں بخوبی معلوم ہوجاتا ہے کہ سیدھے راستے پر چلنے والوں کی کثرت نہیں ہوتی بلکہ قلت ہوتی ہے اسی لئے ہم سلفیوں کی تعداد دنیا میں تھوڑی ہے اور رائے و قیاس پر چلنے والوں کی کثرت ہے۔

چھٹی صفت: اختلاف کے وقت کتاب اللہ اور سنت رسول کی طرف رجوع کرنے والے ہیں، اللہ کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (النساء:59)

ترجمہ: اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالٰی کی اور فرمانبرداری کرو رسول ﷺ کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالٰی کی طرف اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اگر تمہیں اللہ تعالٰی پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبارِ انجام کے بہت اچھا ہے۔

اللہ نے مومنوں کو اختلاف کے وقت اپنی طرف اور اپنے رسول کی طرف لوٹنے کا حکم دیا ہے، جب ہم اس صفت کو مسلمانوں میں تلاش کرتے ہیں تو نہ حنفی میں ملتی ہے، نہ شافعی میں، نہ مالکی میں اور نہ ہی حنبلی میں، اگر کہیں یہ صفت ملتی ہے تو سلفیوں میں ملتی ہے۔

ساتویں صفت: اتفاق واتحاد کی دعوت دینے والے ہیں، اللہ کا فرمان ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ(آل عمران:103)

ترجمہ: اور تم سب لوگ مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور ٹکڑے ٹکڑے مت ہو جاؤ۔

سلفیوں نے ہمیشہ اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کی طرف لوگوں کو بلایا ہے اور یہی اتحاد ہے، جو کتاب وسنت کے علاوہ اقوال رجال اور ملفوظات اکابرین کی دعوت دے وہ سراپا اختلاف اور دین سے دوری ہے بلکہ دین میں فرقہ بندی کرنا ہے اور اللہ نے اس آیت میں فرقہ بندی سے منع فرمایا ہے۔

قرآن میں اور بھی بہت سے صفات ہیں جن کا ذکر طوالت کی وجہ سے نہیں کر پا رہا ہوں، سمجھنے والوں کے لئے اتنے دلائل کافی ہیں۔ اب احادیث کی روشنی میں چند صفات پہ غور کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے تین زمانوں میں خیر وبھلائی کی شہادت دی ہے، اسی سبب ان زمانوں کے نیک لوگوں کو سلف صالحین کہا جاتا ہے۔ فرمان نبوی ہے: خيرُ أمتي القرنُ الذين يلوني . ثم الذين يلونهم . ثم الذين يلونهم . (صحيح مسلم:2532)

ترجمہ: سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے پھر وہ لوگ جو ان سے قریب ہونگے پھر وہ لوگ جو ان سے قریب ہونگے۔

جو لوگ نبی ﷺ کی اتباع سلف صالحین کے منہج کے مطابق کرتے ہیں انہیں سلفی کہا جاتا ہے اور منہج سلف اختیار کرنے کا حکم قرآن سے بھی ہے جیسا کہ اوپر قرآنی آیت گزری اور حدیث میں بھی ہے۔ امت مسلمہ کے تہتر فرقوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

میں بٹنے والی حدیث میں نجات پانے والی جماعت کی پہچان رسول اللہ ﷺ نے بتلائی ہے : ما أنا عليهِ وأصحابي(صحيح الترمذي:2641)

یعنی یہ وہ لوگ ہوں گے جو میرے اور میرے صحابہ کے نقش قدم پر ہوں گے۔

منہج سلف پر چلنے والی جماعت کی ایک عظیم پہچان کا ذکر کرتے ہوئے نبی ﷺ نے فرمایا:

لا تزال طائفةٌ من أمتي قائمةً بأمرِ اللهِ ، لا يضرُّهم من خذلهم أو خالفهم ، حتى يأتي أمرُ اللهِ وهم ظاهرون على الناسِ(صحيح مسلم:1037)

ترجمہ: میری امت میں ہمیشہ ایک گروہ حق پر قائم رہے گا جو کوئی انہیں نقصان پہنچانا چاہے گا انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے گا اور وہ اسی طرح قائم رہے گا۔

جب بھی سلفیوں پر ستم ڈھائے جاتے ہیں، ان کی مخالفت کی جاتی ہے، انہیں دہشت گرد کہا جاتا ہے، برے القاب سے پکارا جاتا ہے تو یہی قیمتی فرمان محمدی موحدین کو تسلی دلاتی ہے کہ گھبراؤ نہیں یہ تمہارے ہی شایان شان ہے جس کی بشارت بزبان رسالت دی گئی ہے۔

یہ جماعت اختلاف کے وقت میں سنت کو تھامنے والے اور دین میں ہر قسم کی بدعت وخرافات سے اپنا دامن بچانے والی ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

أوصيكم بتقوى اللهِ والسمعِ والطاعةِ وإن عبدًا حبشيًّا، فإنه من يعِشْ منكم بعدي فسيرى اختلافًا كثيرًا، فعليكم بسنتي وسنةِ الخلفاءِ المهديّين الراشدين تمسّكوا بها، وعَضّوا عليها بالنواجذِ، وإياكم ومحدثاتِ الأمورِ فإنَّ كلَّ محدثةٍ بدعةٌ، وكلَّ بدعةٍ ضلالةٌ(صحيح أبي داود:4607)

ترجمہ: میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کیے رہنا اور اپنے حکام کے احکام سننا اور ماننا، خواہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ بلاشبہ تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہا وہ بہت اختلاف دیکھے گا، چنانچہ ان حالات میں میری سنت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور میرے خلفاء کی سنت اپنائے رکھنا، خلفاء جو اصحاب رشد وہدایت ہیں، سنت کو خوب مضبوطی سے تھامنا، بلکہ ڈاڑھوں سے پکڑے رہنا، نئی نئی بدعات واختراعات سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا، بلاشبہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

چراغ لیکر تلاش کریں اور مسلمانوں کا حال دیکھیں تو اکثر فرقوں میں بدعت کے انواع واقسام پائے جاتے ہیں اور سلفیت ہی ایک ایسا خالص محمدی طریقہ ہے جس میں بدعت کی قطعی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ غرباء کی نشانی بھی سلفیوں میں ہی پائی جاتی ہے، فرمان نبوی ہے:

بدأَ الإسلامُ غريبًا، وسيعودُ كما بدأَ غريبًا، فطوبى للغرباءِ(صحيح مسلم:145)

ترجمہ: اسلام غربت اور اجنبیت کی حالت میں شروع ہوا اور عنقریب اسی اجنبیت اور غربت کی طرف لوٹ آئے گا۔ تو غرباء کے لئے خوشخبری ہے۔

ایک دوسری روایت میں غرباء کی وضاحت بایں الفاظ آئی ہے، نبی ﷺ فرماتے ہیں:

طوبى للغرباءِ أناسٌ صالِحونَ في أناسٍ سوءٍ كثيرٍ ، مَنْ يَعصيهم أكثرُ ممَّنْ يُطِيعُهُمْ(صحيح الجامع:3921)

ترجمہ: اجنبیوں کے لئے خوشخبری ہو، یہ کچھ نیک لوگ ہوں گے جن کے اطراف برے لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہو گی، ان کی بات کو ٹھکرانے دینے والے قبول کرنے والوں سے بہت زیادہ ہوں گے۔

اکثریت حق پر ہونے کا دعوی کرنے والوں کے لئے اس میں عبرت ہے، اکثریت بالکل معیار نہیں ہے بلکہ بہت سارے نصوص سے معلوم ہو گیا کہ حق پرست کم ہوتے ہیں اور وہی نجات پانے والے ہیں۔ ایک آخری صفت ذکر کرکے اسی پہ اکتفا کروں گا۔

وَعَن مَالك بن أنس مُرْسَلًا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ رَسُولِهِ « رَوَاهُ مالك فِي الْمُوَطَّأ»

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: مالک بن انسؒ مرسل روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، پس جب تک تم ان دونوں پر عمل کرتے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے، (یعنی) اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔

اس حدیث کو شیخ البانی نے حسن کہا ہے۔ (تخریج مشکاۃ المصابیح للالبانی: 184)

رسول اللہ ﷺ نے نجات پانے والی اور ہر دور میں موجود رہنے والی جماعت کی نشانی یہ بتلائی کہ وہ کتاب وسنت کو تھامنے والی ہوگی اور جو جماعت انہیں چھوڑ دے بربادی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ کامل طور پر کتاب وسنت کو تھامنے کی صفت بھی سوائے سلف اور سلفی کے اور کہیں موجود نہیں۔

مذکورہ بالا نصوص کتاب وسنت کی روشنی میں معلوم ہوتا کہ یہ اوصاف سلف صالحین کے ہیں اور سلف کی پیروی کرنے والے بالفاظ دیگر سلف کے یہ اوصاف کامل طور پر محض سلفیوں میں موجود ہیں، ان کا ایک دوسرا مشہور نام اہل الحدیث بھی ہے۔

کوئی مانے یا نہ مانے مگر میرا یہ ماننا ہے کہ اگر کوئی جماعت دین اسلام کے لئے مخلص ہے، وہ قرآن وحدیث پر چلنے کا دعوی کرتی ہے اور وہ اپنے دعوی میں سچی اور پکی ہے تو اس جماعت کو بھی سلفی، اہل الحدیث اور محمدی کہہ سکتے ہیں مگر کیا آپ کو معلوم ہے کہ اہل تقلید اور خاص مسلک کی تقلید کرنے والے خود کو محمد ﷺ کی طرف، صحابہ کی طرف اور محدثین کی طرف نسبت کرکے محمدی، سلفی اور اہل الحدیث کیوں نہیں کہلواتے؟ کیونکہ وہ قرآن وحدیث کی تعلیمات سے دور ہیں، بفرض محال وہ دعوی بھی کریں کہ ہم قرآن وحدیث کے ماننے والے ہیں تو وہ اپنے دعوی میں جھوٹے ہیں۔ سبھی جانتے ہیں کہ دعوی بغیر دلیل کے باطل ہے۔

آخری بات پہ دھیان دینے کی ضرورت ہے وہ یہ کہ ہمارے لئے سلفی یا اہل الحدیث کی نسبت ضروری نہیں تھی، اللہ نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے یہی نام ہمارے لئے کافی ہے مگر امت مسلمہ میں فرقہ بندی کے سبب تعارف کے طور پر خود کو خوارج، روافض، قدریہ، مرجیہ، جبریہ، جہمیہ اور معتزلہ وغیرہ سے الگ کرنے کے لئے اس کی اشد ضرورت پڑ گئی۔ ساتھ ہی یہ بات بھی جاننا ضروری ہے کہ سلف صالحین کی اقتدا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اتباع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے میں کتاب وسنت کے نصوص (عقیدہ وسلوک، عبادات ومعاملات) کو جس طرح سلف نے سمجھا ہے اسی طرح سمجھیں گے یعنی دین سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے سلف ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نئے ہجری سال کا استقبال کیسے کریں؟

دین اسلام ایک فطری نظام زندگی کا نام ہے، اس کی تعلیمات انسانی فطرت کے عین مطابق ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں زمانے کی لچک اور اس کے مختلف حالات ومراحل کی رعایت بھی ہے۔ اس لئے آج سے ساڑھے چودہ صدی پہلے نازل شدہ قرآن کی کوئی ایک آیت یا کوئی ایک فرمان رسول زمانے کے مخالف یا انسانی فطرت سے متصادم نہیں ہے بلکہ اسلام اپنی اس بے مثال خوبی سے غیر مسلموں کو اپنے آغوش میں آنے کی دعوت دیتا رہا اور ضلالت وگمراہی سے بے قرار ومضطرب دل کلمہ شہادت پڑھ کر دامن اسلام میں محبت وخلوص، امن وراحت، اخوت وحلاوت، عدل ومروت، اخلاق ووفا اور نور وہدایت سے لذت اندوز ہوتا رہا۔

آج جب کہ نیا اسلامی اور ہجری سال شروع ہوچکا ہے، ایک بار پھر سے نزول قرآن، بعثت نبوی، آمد خاتم الانبیاء والمرسلین اور دین اسلام پہ جان ودل قربان کرنے والے عظیم المرتبت صحابہ کرام جن سے اللہ راضی ہوئے اور وہ اللہ سے، کی عظیم تاریخ اور تاریخ کے سنہرے اوراق نظروں کے سامنے آگئے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اسلامی سال ایک ایسے مہینہ سے شروع ہوتا ہے جسے تخلیق کائنات سے اللہ تعالی نے حرمت وتقدس سے نوازا ہے، اس مہینہ کو نبی ﷺ نے شہر اللہ یعنی اللہ کا مہینہ قرار دیا ہے۔ اس کی قدر ومنزلت کفار ومشرکین بھی کیا کرتے تھے۔ اللہ کا فرمان ہے:

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ ۚ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (التوبة: 36)

ترجمہ: اللہ نے جب سے زمین وآسمان پیدا فرمائے ہیں اس وقت سے لے کر اسکے ہاں کتاب اللہ میں مہینوں کی کل تعداد بارہ ہے جن میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں' یہ دین قیم ہے' لهذا تم ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور تمام تر مشرکین سے قتال کرو جسطرح وہ تم سب سے قتال کرتے ہیں اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالی پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نئے ہجری سال کے آغاز سے ہمارے ذہن میں ہجرت نبوی کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، یہ ہجرت کفر سے اسلام کی طرف تھی، یہ ہجرت اسلام کی سربلندی اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے تھی۔ قربان جایئے ان پاک باز نفوس پر جنہوں نے اسلام کی حفاظت اور کلمہ کی سرفرازی کے لئے تن، من دھن کی بازی لگادی۔ نہ مال دیکھا، نے گھر بار کی پرواہ کی، نہ آباء واجداد کی محبت اسلام پہ غالب آسکی، بس اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے سرشار ہو کر اسلام کی سربلندی کے لئے سب کچھ چھوڑ کر ایک آواز محمدی پہ لبیک کہتے ہوئے مکہ مکرمہ سے یعنی البلد الامین ترک کر کے مدینہ طیبہ کی طرف سفر ہجرت اختیار کیا۔ جب انصاریوں کا یہ قافلہ مدینہ پہنچا تو انصار و مہاجرین کی اخوت و محبت قابل دید تھی، دنیا کی تاریخ میں کسی قوم میں انصاو مہاجرین جیسی اخوت و بھائی چارگی کی ایسی مثال نہیں ملتی۔ انصاریوں میں اپنے مال و جائداد اور گھر بار بلکہ زندگی کی ہر ایک چیز میں مہاجرین کو شریک و شامل کیا۔ نئے اسلامی سال کی آمد پہ کفر سے اسلام کی ہجرت کی یاد تازہ ہونے کے ساتھ انصاریوں کا اپنے مہاجرین بھائیوں کی دل کھول کر مدد کرنا اور خود پہ انہیں ترجیح دینا بھی خوب یاد آتا ہے۔ آج اگر مسلمان اسلام کی سربلندی کے لئے اسی طرح قربانی دینے پر آمادہ ہو جائے اور اپنے مظلوم و مجبور بھائیوں کی امداد کرے تو دنیا کے کسی خطہ میں مسلمان کمزور نہیں رہیں گے اور ان پر کبھی بھی کفار و مشرکین ظلم نہیں کر سکتے۔ دشمنوں کے دل میں جیسے پہلے ہمارا رعب و دبدبہ قائم تھا پھر سے قائم ہو جائے گا مگر افسوس مسلمان ہی مسلمانوں کو مٹانے، کمزور کرنے اور ٹکڑوں میں تقسیم کرنے پہ تلا ہے، یہی وجہ ہے کہ آج ہم ہر جگہ پسپا اور کفار سے سہمے ہوئے ہیں اور کفار ہم پہ غلبہ پالیا ہے۔ اللہ ہمارے حال پہ رحم فرمائے اور آپس میں اخوت و محبت پھر سے بحال کر دے۔

نیا اسلامی سال دستک دے چکا ہے، ہم نے نئے سال میں قدم رکھ کے حیات مستعار سے ایک سال کا قیمتی عرصہ کم کر لیا ہے۔ مسلمانوں میں موجود مختلف فرقوں کے حالات، زمانے کا پس منظر، دنیا میں انسانوں کے ہاتھوں انسانیت کی خوفناک تباہی ، ظلم و عدوان، شراب و کباب، عیاشی و زناکاری اور نیکی کی پستی اور برائیوں کا عروج ہماری نظروں کے سامنے ہے۔ ایسے حالات میں نئے سال میں قدم رکھتے ہوئے ہمیں کن باتوں کو دھیان میں رکھنا چاہئے یا نئے ہجری سال کا ہمیں کس انداز میں استقبال کرنا چاہئے؟ ایک اہم سوال ہمارے ذہن میں کھٹکتا ہے اسی کا مختصر جواب سطور ذیل میں دینے کی خاکسار نے کوشش کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

(1) احساس کم مائگی: عام طور سے لوگوں میں خیال کیا جاتا ہے کہ نیا سال آنے سے وہ ایک سال بڑا ہو گیا، یہ بڑکپن لوگوں کے لئے دھوکہ کا سبب بنا ہوا ہے۔ایک بڑا دھوکہ تو یہ ہے کہ ہرنئے سال کی آمد پہ اپنی پیدائش منا کر خود کو بڑا منانے اور بنانے کی جھوٹی کوشش کرتا ہے جبکہ حقیقتا وہ ہرنئے سال کی آمد پہ ایک سال چھوٹا ہوا کرتا ہے۔ یہ احساس ہو جائے تو لوگ اپنی پیدائش منانا چھوڑ دے۔ کون اپنی موت کی خوشی منائے گا، آدمی زندگی کے جتنے سال گزارتا ہے وہ موت سے اتنا ہی قریب ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں پیدائش منانا جائز نہیں ہے۔ جب حقیقت یہ ہے کہ نیا سال ہماری زندگی سے ایک سال کم کرتا ہے تو مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمیں بے بضاعتی کا احساس ہونا چاہئے۔اس بات کا احساس ہونا چاہئے کہ دنیا کی زندگی میں انجام دئے گئے عمل پہ آخرت کی کامیابی وناکامی کا انحصار ہے جبکہ ہم سال کے بارہ مہینوں میں غفلت کی رداوڑھے رہے، کل کی ہمیشگی والی زندگی کے لئے کچھ نہیں کیا، ہمارا ماضی وحال بالکل تاریک ہے آخرت میں کیسے نجات پاؤں گا؟ دنیاوی زندگی کو ہم نے لہو ولعب کا ذریعہ سمجھ لیا تھا حالانکہ یہی زندگی آخرت کو سنوار سکتی ہے، کل مجرم لوگ رب کے سامنے کہیں گے:

رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ (السجدة:12)

ترجمہ: اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا پس ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج دے تاکہ ہم نیک عمل کریں اب ہمیں یقین آگیا ہے۔

رب کعبہ کی قسم اگر یہ احساس شدت سے پیدا ہو گیا، اپنے اعمال کی قلت کا اندازہ لگا لیا اور آخرت کے تئیں فکر پیدا کر لیا تو نیا سال کا استقبال نیکیوں کی راہ پہ چلنے کا عزم مصمم سے کریں گے۔

(2) نفس کا محاسبہ: مومن کے جو اوقات گزرتے ہیں ان کا ہمیشہ محاسبہ کرتا رہتا ہے، یہی محاسبہ ہمارے ایمان کو تازہ رکھے گا، خوف الٰہی پیدا کرتا رہے گا، فکر آخرت کی رمق ماند نہیں ہونے دے گا اور مسلسل عمل صالح پر گامزن رکھے گا۔ زندگی سے ایک سال کی کمی اور عمل صالح کی قلت کا احساس کر کے کل کی تیاری کے لئے پہلی زندگی سے آنے والی زندگی کو بہتر بنانے کی ہم بھرپور کوشش کریں گے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (الحشر:18)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے، اور اللہ سے ڈرو، کیونکہ اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

مومن کا اس بات پر ایمان ہے کہ اللہ تعالی ہماری زندگی کا حساب لے گا اس لئے اللہ کے سامنے حساب پیش ہونے سے پہلے خود ہم اپنا احتساب کرلیں، جہاں ہم سے غفلت ہوئی، خطا سرزد ہوئی، گناہ کا ارتکاب ہو گیا، اللہ تعالی بہت معاف کرنے والا ہے اس سے معافی طلب کرلیں وہ یقینا معاف کردے گا۔ اگر گناہ کی پوٹری لیکر اس دنیا سے چلے گئے تو پھر وہاں توبہ کا موقع نہیں ملے گا۔ اس لئے ہوشیار وہ ہے جو اپنا محاسبہ دنیا میں ہی کرلے تاکہ کل قیامت میں حساب کے دن ،رب اور سب کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

(3) وقت کی قدر و منزلت: نئے سال کے استقبال پہ ہمیں وقت کی قدر کرنا بھی سیکھنا ہوگا، ویسے مومن وقت کا پابند ہوتا ہے مگر کبھی کبھی زمانے کی چکاچوند اور اس کی دل فریبی کا شکار ہو کر عیش و عشرت اور رنگ رلیوں ہی کو زندگی سمجھ لیتا ہے۔ ایسے موقع سے ہمیں اپنے اندر یہ شعور پیدا کرنا ہے کہ زندگی کا ایک ایک لمحہ رب کی مرضی کے مطابق گزرنا چاہئے، دنیا فانی اور اس کی دل فریبی دھوکہ دینے والی ہے، یہاں ہم مسافر کی طرح زندگی گزاریں، ہر لمحہ آخرت کی طرف کوچ کرنے کے لئے تیار رہیں، یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہمارا وقت اللہ کی رضا کے کام میں گزرتا رہا ہو گا۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے: كُن في الدُّنيا كأنَّكَ غَريبٌ أو عابرُ سبيلٍ وعدَّ نفسَكَ في أَهْلِ القبورِ(صحيح الترمذي:2333)

ترجمہ: تم دنیا میں اس طرح رہو گویا کہ تم مسافر ہو یا راہ گیر ہو، اور تم اپنا شمار ان لوگوں میں کرو جو دنیا سے گزر گئے ہیں۔

یہ حدیث ہماری آنکھ کھولنے کے لئے کافی ہے، اس کے الفاظ "وعد نفسک فی اھل القبور" یعنی خود کو مردوں میں شمار کرو سے نصیحت حاصل کرتے ہوئے وقت کی قدر کریں اور اس کا استعمال جائز طریقے سے کریں۔ کھیل کود، موج مستی، لایعنی گھوم گھام اور فضول کاموں میں وقت کے ضیاع سے پرہیز کریں۔

(4) محرم الحرام میں ہونے والی بدعات کا خاتمہ: چونکہ اسلامی سال کا آغاز حرمت والے مہینہ سے ہو رہا ہے اس لئے اس کا احترام کرنا ہمارے اوپر واجب ہے مگر افسوس کہ مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

نے عظمت وتقدس والے مہینوں کو پامال کیااور اس میں شیعہ کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے طرح طرح کی بدعات وخرافات کوانجام دیا۔شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے نام پہ ماتم، تعزیہ، عزاداری، نوحہ وزاری، قوالی ومرثیہ،دیگیں اور سبیلیں، نحوست وعزاکا اظہار، شہداء کی نذرونیاز، جسم لہولہان کرنا، عورتوں ومردوں کااختلاط اور ناچ گانے، ڈھول تماشے وغیرہ امت میں رواج دئے، یہ سارے کام نوایجاد اور بدعات کے قبیل سے ہیں ان سب کاٹھکانہ جہنم ہے۔اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ احترام والے مہینے کااحترام کرے جس طرح اہل زمانہ نے کیاہے۔ اللہ کے حدود کی پامالی عذاب کاپیش خیمہ ہے۔اللہ تعالی امت مسلمہ کودین کی صحیح سمجھ دے کہیں ایسانہ ہوکہ ان بدعات کے ارتکاب سے اللہ امت پرعذاب عام کردے۔

(5) نئے سال کاآغاز اور محرم کے: روزہ شہوتوں کو توڑنے والا اور دل میں ایمان وعمل صالح بیدار کرنے والا بہترین وسیلہ ہے۔ محرم الحرام یعنی سال کاپہلا مہینہ جہاں اس کی عظمت اپنی جگہ مسلم ہے وہیں فرمان رسول سے اس کی عظمت مزید دوبالا ہوجاتی ہے۔آپ ﷺ فرماتے ہیں:

أفضلُ الصيامِ ، بعدَ رمضانَ ، شهرُ اللهِ المحرمِ . وأفضلُ الصلاةِ ، بعدَ الفريضَةِ ، صلاةُ الليلِ(صحيح مسلم:1163)

ترجمہ: رمضان کے بعد سب سے افضل روزے ماہِ محرم کے روزے ہیں اور فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل رات کی نماز(تہجد) ہے۔

اوپروالی قرآنی آیت ہمیں بتلاتی ہے کہ محرم کااحترام کرناچاہئے اور یہ حدیث ہمیں بتلاتی ہے کہ ہمیں اس ماہ مبارک میں کثرت سے روزہ رکھنا چاہئے، یہ روزے رمضان کے بعد افضل روزے ہیں۔ جو روزہ کے بجائے اس ماہ میں دیگیں چڑھاتے ہیں، سبیلیں تقسیم کرتے ہیں، قومہ اور بریانی سے پیٹ بھرتے ہیں ان کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

اگر ہم اس ماہ مقدس میں کثرت سے روزہ نہیں رکھ سکتے توکم ازکم عاشوراء محرم کاروزہ رکھیں جو سابقہ ایک سال کے گناہوں کاکفارہ ہے۔نواسہ رسول امام حسین رضی اللہ عنہ سے اگر سچی عقیدت ہے توان کے نانا کی سنت کی پیروی کریں اور ڈھول تماشہ،گانے باجے، رقص وسرود، مرغ مسلم اور موج ومستی کی بجائے عاشوراء(نو اور دس محرم) کا روزہ رکھیں۔اصل سنی کون ہے؟،اہل السنہ والجماعۃ کہلانے کاحقدار کون ہے؟عاشوراء کے روزہ سے پتہ چل جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ہم یہ بات بھی دعوی کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بھی اپنے نانا کی سنت پہ چلتے ہوئے عاشوراء کا روزہ رکھتے رہے ہوں گے۔لہذا سچے سنی بنیں اور جھوٹا دعوی چھوڑ دیں۔

(6)نئے سال کی شروعات عزم واستقلال سے: اسلام میں نوحہ اور عزاداری کی گنجائش نہیں ہے اور سال نو کا استقبال ماتم ونوحہ کی بجائے نئے ولولہ خیز عزم واستقلال سے کریں۔امام حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت سے پہاڑ جیسے عزم واستقلال کا پتہ چلتا ہے،ان کی شہادت جہاں مسلمانوں کے لئے ماتم کی بجائے سربلندی کی علامت ہے وہاں کربلا کا سفر عزم مصمم کی ذریں تاریخ بھی ہے۔اس تاریخ سے سبق لیتے ہوئے ہمیں آنے والا سال اسی طرح اسلام کی سربلندی کے لئے عزم وحوصلہ بیدار کرکے شروع کرنے کی ضرورت ہے۔

(7)نیا سال کا آخری پیغام: مسلم قوم کی اپنی الگ پہچان اور الگ شناخت ہے۔اس کے پاس اللہ کا قانون،نبی کی پاکیزہ تعلیمات اور صحابہ کی انمول سیرت ہے، ہمیں کسی قوم کی کسی چیز میں نقالی کی ضرورت نہیں ہے۔آج ہم نے ہجرت اور اس کے اسباق بھلادئے، ہجری کلنڈر کا استعمال ترک کردیا جو اپنی مثال آپ ہے اور کلینڈر میں ،طور طریقے میں غیروں کی نقالی شروع کردی۔جب عیسوی سال آتا ہے تو"ہپی نیو ایر" مناتے ہیں،پکنک پہ جاتے ہیں اور طرح طرح کے رسم ورواج انجام دیتے ہیں۔معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارا نیا سال عیسوی نہیں ہجری ہے اور اس کی مبارکبادینا اسلام میں جائز نہیں ہے ہاں نئے سال کی دعا آئی ہے اسے پڑھنا چاہئے۔

اللهم أدخله علينا بالأمن والإيمان، والسلامة والإسلام، وجوارمن الشيطان ورضوان من الرحمن.

ترجمہ:اے اللہ!اس مہینے یا سال کو ہمارے اوپر امن،ایمان،سلامتی اور اسلام کے ساتھ اور شیطان کی پناہ اور رحمن کی رضامندی کے ساتھ داخل فرما۔

حوالہ مع حکم: معجم الصحابہ للبغوی رقم:1539،طبرانی میں موجود روایت ضعیف ہے مگر معجم الصحابہ کی یہ روایت موقوفا صحیح ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے الاصابہ میں ذکر کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ساتھ ساتھ جس طرح دسویں محرم، رمضان المبارک اور ایام حج میں ہجری کلینڈر کا خیال کرتے ہیں اسی طرح پورے کام کاج میں بلکہ سالوں اسے از بر رہنا چاہیۓ۔اس سے ہماری عبادت اور عبادتوں کے اوقات جڑے ہوئے ہیں۔ ایک اور بات دھیان میں رہے کہ نیا سال خواہ ہجری ہو یا عیسوی اس کو منانے کا کوئی خاص طریقہ اسلام میں جائز نہیں ہے، نہ کوئی پکنک، نہ سیر وسیاحت اور نہ ہی کوئی دعوت و فنکشن۔اس لئے نئے سال کی آمد پہ کوئی خاص عمل انجام نہیں دینا چاہیۓ۔

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محرم الحرام اور عاشوراء کا روزہ

اللہ تعالی نے ابتدائے آفرینش سے چار مہینوں کو حرمت والا قرار دیا ہے وہ ہیں۔ ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب۔
اللہ تعالی کا فرمان ہے:

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ ۚ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (التوبة:36)

ترجمہ: مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے، اسی دن سے جب سے آسمان وزمین کو اس نے پیدا کیا ہے، ان میں سے چار حرمت وادب کے ہیں۔ یہی درست دین ہے۔ تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور تم تمام مشرکوں سے جہاد کرو جیسے کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ تعالی متقیوں کے ساتھ ہے۔

فی کتاب اللہ سے مراد لوح محفوظ یعنی تقدیر الہی ہے۔ یعنی ابتدائے آفرینش سے ہی اللہ تعالی نے بارہ مہینے مقرر فرمائے ہیں جن میں چار حرمت والے ہیں جن میں قتال وجدال کی بالخصوص ممانعت ہے۔ اسی بات کو نبی کریم ﷺ نے اس طرح فرمایا ہے کہ "زمانہ گھوم گھما کر پھر اسی حالت پر آگیا ہے جس حالت پر اس وقت تھا جب اللہ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی۔ سال بارہ مہینوں کا ہے جن میں چار حرمت والے ہیں، تین پے در پے۔ ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا رجب مضر، جو جمادی الآخر اور شعبان کے درمیان ہے (صحیح بخاری- کتاب التفسیر، سورہ توبہ و صحیح مسلم، کتاب القسامۃ، باب تغلیظ تحریم الدماء۔۔۔) زمانہ اسی حالت پر آگیا ہے کا مطلب، مشرکین عرب مہینوں میں جو تقدیم وتاخیر کرتے تھے اس کا خاتمہ ہو گیا۔ (تفسیر احسن البیان)

ادب واحترام کی وجہ سے اس مہینے کو محرم کہا جاتا ہے۔ اس میں جنگ وجدال، فتنہ وفساد، ظلم وبربریت، لڑائی وجھگڑا کرنا بالخصوص منع ہے۔ اس ممانعت کی پاسداری زمانہ جہالت سے بلکہ تخلیق کائنات سے چلی آرہی ہے۔ یہ مہینہ حرمت والے مہینے میں سب سے افضل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

محرم الحرام اور بدعات کا طوفان: یہ مہینہ ادب واحترام والا ہونے کے باوجود صوفیوں اور بدعتیوں نے سوگ منانے اور کھانے پینے کے سیکڑوں گمراہ راستے ایجاد کر لئے۔ شہادت حسین کا ماتم، تعزیہ کے نام پہ عزاداری، نوحہ وزاری، قوالی ومرثیہ، دیگیں اور سبیلیں، نحوست وعزا کا اظہار، شہداء کی نذرونیاز، جسم لہولہان کرنا، عورتوں ومردوں کا اختلاط اور ناچ گانے، ڈھول تماشے وغیرہ سارے کام نوایجاد اور بدعات کے قبیل سے ہیں ان سب کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ احترام والے مہینے کا احترام کرے جس طرح اہل زمانہ نے کیا ہے۔ اللہ کے حدود کی پامالی عذاب کا پیش خیمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو دین کی صحیح سمجھ دے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان بدعات کے ارتکاب سے اللہ امت پر عذاب عام کردے۔ الحفظ والاماں

اس مہینے کے بے شمار فضائل ہیں یہاں صرف ایک اہم فضیلت کا ذکر کیا جاتا ہے وہ ہے محرم میں روزہ رکھنا بالخصوص عاشوراء کا۔

محرم الحرام اور عاشوراء کے روزے

(1) محرم کے اکثر روزے کی فضیلت: محرم کے مہینے میں پورے مہینے کا روزہ رکھنا جائز ہے اور بعض فقہاء نے ذکر بھی کیا ہے پورے محرم کا روزہ رکھنا چاہئے، مگر نبی ﷺ سے رمضان کے علاوہ کسی مہینے میں مکمل روزہ رکھنا ثابت نہیں ہے۔ رمضان کے علاوہ صرف شعبان میں اکثر دن کا روزہ رکھتے تھے۔

اس لئے تمام نصوص کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہا جائے گا کہ حدیث:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ افضل الصیام بعد رمضان شھر اللہ المحرم وافضل الصلوۃ بعد الفریضۃ صلٰوۃ اللیل (اخرجہ مسلم ص ۳۶۸ ج۱، ایضا ابو داؤد، الترمذی، النسائی)

ترجمہ: رمضان کے بعد سب سے افضل روزے ماہِ محرم کے روزے ہیں اور فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل رات کی نماز (تہجد) ہے۔

محرم کے زیادہ تر روزہ رکھنے پہ محمول کی جائے گی نہ کہ پورے محرم کے روزے پہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

☆ شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے اس حدیث سے محرم کے ابتدائی دس روزے مراد لئے ہیں۔

☆ شیخ محمد صالح العثیمین رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا پورے محرم کا روزہ رکھنے والا بدعتی کہلائے؟ تو آپ نے کہا نہیں، لیکن نبی ﷺ سے رمضان کے علاوہ کسی مہینے کا مکمل روزہ رکھنا ثابت نہیں ہے اور شعبان کا اکثر و بیشتر روزہ رکھتے تھے ۔(کلام کا اختصار)

☆ شیخ محمد صالح المنجد فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ سے رمضان کے علاوہ کسی مہینے میں مکمل روزہ رکھنا ثابت نہیں ہے، لہذا یہ حدیث محرم میں بکثرت روزہ رکھنے پہ محمول ہوگی نہ پورے مہینے پہ۔

(2) **صرف دسویں محرم کے روزے کی فضیلت:** نبی ﷺ نے دسویں محرم کا روزہ رکھا ہے، آپ نے اس روزے کا بڑا اجر ذکر فرمایا ہے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یوم عاشوراء (محرم کی دس تاریخ) کے روزہ کے متعلق سوال کیے گئے ، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: انی احتسب علی اللہ ان یکفر السنۃ التی قبلہ۔ (صحیح مسلم:1162) .

ترجمہ: مجھے امید ہے کہ عاشوراء کے دن کا روزہ گذشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ما رأيتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم يَتَحَرّىٰ صيامَ يومٍ فضَّلَه على غيرِه الّا ہذا اليومَ يومَ عاشوراءَ وہذا الشہرَ يعنى شہرَ رَمَضَان (بخاری و مسلم)

ترجمہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی فضیلت والے دن کے روزہ کا اہتمام بہت زیادہ کرتے نہیں دیکھا، سوائے اس دن یعنی یوم عاشوراء کے اور سوائے اس ماہ یعنی ماہِ رمضان المبارک کے۔

اس لئے نبی ﷺ نے خود بھی دسویں محرم کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

كان يومُ عاشوراءَ تصومُه قريشٌ في الجاهليةِ، وكان رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم يصومُه، فلما قَدِمَ المدينةَ صامه وأمَر بصيامِه، فلما فُرِضَ رمضانُ ترك يومَ عاشوراءَ، فمَن شاء صامه ومَن شاء ترَكَه .(صحيح البخاري:2002)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ترجمہ: قریش کے لوگ دورِ جاہلیت میں عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ روزہ رکھتے تھے۔ پھر جب آپ مدینہ تشریف لے آئے تو تب بھی عاشوراء کا روزہ رکھتے اور صحابہ کرام کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا آپ نے حکم دے رکھا تھا۔ البتہ جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشوراء کی فرضیت ختم ہو گئی۔ لہٰذا اب جو چاہے یہ روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

(3) صرف نو محرم کا روزہ : عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما بیان کرتے ہیں :

حين صام رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ يومَ عاشوراءَ وأمرَ بصيامِه ، قالوا : يا رسولَ الله ! إنه يومٌ تُعظِمُه اليهودُ والنصارى . فقال رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ : فإذا كان العامُ المُقبلُ إن شاءَ اللهُ ، صُمْنا اليومَ التاسعَ . قال : فلمْ يأتِ العامُ المُقبلُ ، حتى تُوفِّيَ رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ .(صحيح مسلم:1134)

ترجمہ: جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عاشوراء کا روزہ خود بھی رکھا اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیا تو صحابہ کرام انہیں کہنے لگے یہودی اور عیسائی تو اس دن کی تعظیم کرتے ہیں۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے، آئندہ برس ہم ان شاءاللہ نو محرم کا روزہ رکھیں گے، ابن عباس رضي اللہ تعالی کہتے ہیں کہ آئندہ برس آنے سے قبل ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے۔

(4) نو اور دس یا دس اور گیارہ محرم کا روزہ رکھنا: بعض روایات میں عاشوراء کو ایک دن پہلے یا ایک دن بعد میں ملانے کا ذکر ملتا ہے۔ روایت دیکھیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

صوموا يومَ عاشوراءَ ، وخالفوا فيه اليهودَ ، صوموا قبلَه يومًا ، و بعدَه يومًا۔

ترجمہ: عاشوراء کا روزہ رکھو اور اس میں یہودیوں کی مخالفت کرو۔ ایک دن پہلے اور ایک دن بعد اس کے ساتھ روزہ رکھو۔

اس روایت کو شیخ البانی اور علامہ شوکانی وغیرہم نے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیں (ضعیف الجامع: 3506، نیل الاوطار 330/4)

ایک دوسری حدیث میں واء کی بجائے او کا ذکر ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

صوموا يومَ عاشوراءَ وخالِفوا اليَهودَ ، صوموا قبلَهُ يومًا أو بعدَهُ يومًا۔

اس حدیث کو بھی شیخ البانی نے ضعیف قرار دیا ہے(صحیح ابن خزیمۃ:2095)

اسی طرح ایک اور روایت اس طرح کی ملتی ہے۔نبی ﷺ فرماتے ہیں:

لئن بقيتُ لآمُرَنَّ بصيامِ يومٍ قبلَه أو يومٍ بعدَه . يومِ عاشوراءَ۔

ترجمہ: اگر میں (اگلے سال) زندہ رہا تو میں عاشوراء کے ساتھ ایک دن پہلے یا ایک دن بعد میں روزہ رکھنے کا حکم دوں گا۔

اسے شیخ البانی نے منکر کہا ہے۔(السلسلۃ الضعیفۃ:4297)

روزوں کے متعلق مذکورہ چاروں اقسام سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ محرم میں دو قسم کا روزہ رکھنا بڑے اجر و ثواب کا کام ہے۔

ایک تو عمومی طور پر بکثرت روزہ رکھ سکتے ہیں کیونکہ اس میں روزہ رکھنا رمضان کے روزوں کے بعد سب سے افضل قرار دیا گیا ہے۔دوسرا عاشوراء کا روزہ۔عاشوراء کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ کون سا روزہ رکھنا افضل ہے؟

اس سلسلہ میں سب سے عمدہ قول یہ ہے کہ نو محرم اور یوم عاشوراء یعنی دس محرم دونوں کا روزہ رکھنا افضل ہے اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دس محرم کا روزہ رکھا اور نو محرم کا روزہ رکھنے کی نیت کی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نو محرم کے روزے کا ارادہ اور قصد کیا اس کے معنی میں احتمال ہے کہ صرف نو پر ہی منحصر نہیں بلکہ اس کے ساتھ دس کا بھی اضافہ کیا جائے گا، یا تو اس کی احتیاط کے لیے یا پھر یھود و نصاری کی مخالفت کی وجہ سے اور یہی راجح ہے جو مسلم کی بعض روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے۔(فتح الباری:4 / 245)۔

تاہم اکیلے دس محرم یا اکیلے نو محرم کا روزہ رکھنا بھی مسنون ہے جیسا کہ دلیل سے ثابت ہے۔رہا نو اور دس یا دس اور گیارہ یا نو، دس اور گیارہ تو علماء نے ان صورتوں کو بھی جائز کہا ہے کیونکہ اس مسئلہ کی روایات میں ضعف ہلکا ہے۔میری نظر میں نو اور دس محرم کا روزہ رکھنا بہتر و افضل ہے۔

عاشوراء کے دیگر مسائل

(1) نو یا دس محرم کا اکیلا روزہ ہفتہ یا جمعہ کو پڑ جائے تو اس دن اکیلا روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ عرفہ کا روزہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

(2) اگر کسی کے اوپر رمضان کا روزہ قضا ہو وہ بھی عاشوراء کا روزہ رکھ سکتا ہے کیونکہ قضا کے لئے بالفور روزہ رکھنا ضروری نہیں ہے۔

(3) اکثر جگہوں پہ عیسوی تاریخ رائج ہے جس کی وجہ سے کہیں کہیں لوگوں کو رات میں عربی تاریخ کا علم نہیں ہو پاتا ایسے لوگ فجر کے بعد دن میں بھی عاشوراء کی نیت کر سکتے ہیں کیونکہ نفلی روزہ میں نبی ﷺ سے دن میں بھی روزہ کی نیت کرنی ثابت ہے شرط یہ ہے کہ فجر کے بعد کچھ کھایا پیا نہ ہو۔

(4) مسافر کو اگر روزہ رکھنے میں مشقت نہ ہو تو عاشوراء کا روزہ رکھنا اولی ہے تاکہ اس کی فضیلت پا سکے۔

(5) قضا روزے اور عاشوراء کو ایک نیت میں اکٹھا کر سکتے ہیں مگر افضل صورت یہی ہے کہ قضا الگ رکھے جائیں اور عاشوراء الگ۔

(6) اگر عاشوراء سوموار یا جمعرات کو آجائے تو اس سوموار و جمعرات کی نیت سے عاشوراء کو بھی ملا سکتے ہیں۔

(7) کفارات کا روزہ (جو کہ واجبی ہے) عاشوراء کے ساتھ ایک نیت میں نہیں رکھ سکتے کیونکہ کفارات کی نیت سے عاشوراء کا اجر نہیں ملے گا۔ بعض اہل علم نے دونوں کا جمع کرنے کا بھی ذکر کیا ہے۔

(8) عاشواء کی بعد میں قضا نہیں ہے اس لئے جس سے یہ روزہ چھوٹ جائے وہ اس کی قضا نہ کرے۔

(9) جس کی نیت عاشوراء کا روزہ رکھنے کی تھی مگر کسی عذر کی وجہ سے نہیں رکھ سکا تو اللہ کا فضل وسیع ہے وہ نیت کے حساب سے بھی اجر دیتا ہے۔ مثلا کوئی عین وقت پر بیمار پڑ گیا یا عورت کو حیض یا نفاس کا خون آگیا وغیرہ۔

(10) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ طہارت، نماز، رمضان کا روزہ، صوم عرفہ اور صوم عاشوراء سے صرف گناہ صغیرہ معاف ہوتے ہیں۔

صوم عاشوراء کے منفی امور

احادیث کی روشنی میں ظاہر ہے کہ اس مہینے میں صرف روزے کا ذکر ملتا ہے مگر اس کے برخلاف بدعتیوں نے کھانے پینے کے مختلف بدعتی دروازے کھول رکھے ہیں، خود بھی اجر سے محروم ہو کر بدعت کی گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہیں اور سادے عوام کو بھی فتنہ میں مبتلا کر رکھے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

بدعتیوں کا کہنا ہے کہ شہداء کربلا پہ پانی بند ہونے کی یاد میں سبیل لگانا اور ان کی ارواح کے لئے فاتحہ کے ذریعہ ایصال ثواب کرنا چاہیئے ۔ یہ سراسر بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا ٹھکانہ جہنم ہے۔اس لئے مسلمانوں کا عاشوراء میں اچھے اچھے پکوان بنانے کھانے سے اجتناب کرکے اس دن کا روزہ رکھنا چاہیئے۔

عاشوراء سے متعلق ضعیف وموضوع روایات

(1) إنَّ اللهَ خلق السماواتِ والأرضَ يومَ عاشوراءَ (موضوع)

ترجمہ: بے شک اللہ نے عاشوراء کے دن زمین وآسمان کو پیدا کیا۔

(2) مَنِ اكتحلَ بالإثمدِ يومَ عاشوراءَ لم يرمَدْ أبدًا۔ موضوع(السلسلة الضعيفة:624)

ترجمہ: جس نے یوم عاشوراء کو سرمہ لگایا تو اسے کبھی تکلیف نہیں ہوگی۔

(3) من صام يومَ عاشوراءَ كتب اللهُ له عبادةَ ستِّين سنةً بصيامِها وقيامِها-موضوع (موضوعات ابن الجوزي570/2)

ترجمہ: جس نے یوم عاشوراء کو روزہ رکھا اللہ اس کے لئے ساٹھ سال روزے اور قیام کا اجر لکھے گا۔

(4) مَن وَسَّعَ على عِيَالِهِ في يومِ عاشوراءَ ، وَسَّعَ اللهُ عليه في سَنَتِهِ كلِّها-ضعيف(ضعيف الجامع: 5873)

ترجمہ: جو شخص عاشوراء کے دن اپنے اہل وعیال پر فراخی سے خرچ کرے گا،اللہ تعالیٰ سال بھر اس کو فراخی عطا فرمائے گا۔

(5) إن آدم تاب الله عليه يوم عاشوراء ، ونوحاً نجاه الله يوم عاشوراء وإبراهيم نجاه الله من النار يوم عاشوراء ويونس أخرجه الله من بطن الحوت يوم عاشوراء ويعقوب اجتمع بيوسف يوم عاشوراء والتوراة نزلت يوم عاشوراء ۔

ترجمہ: یوم عاشوراء کو آدم علیہ السلام نے توبہ کی،اور نوح علیہ السلام کو اللہ نے یوم عاشوراء کو نجات دی،اور ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے عاشوراء کو آگ سے نجات دی،اور یونس علیہ السلام کو اللہ نے مچھلی کے پیٹ سے عاشوراء کو نکالا،اور یعقوب ویوسف علیہما السلام عاشوراء کو ملے اور تورات عاشوراء کو نازل ہوئی۔

اس قسم کی ساری روایات ضعیف وموضوع ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

(6) أن أعرابيًّا سأل النبي صلى الله عليه وسلم عن صوم يوم عرفة ويوم عاشوراء، فقال: يوم عاشوراء يكفر العام الذي قبله والذي بعده، ويوم عرفة يكفر العام الذي قبله۔(رواه ابويعلى الموصلى بسند ضعيف : اتحاف الخيره 84/3)

ترجمہ: ایک دیہاتی نے نبی ﷺ سے عرفہ اور عاشوراء کے روزہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: عاشوراء سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ اور عرفہ سے ایک سال گذشتہ کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

☆ یہ روایت ضعیف ہے اس کی سند و متن دونوں میں خرابی ہے۔

(7) من صلَّى يومَ عاشوراءَ ما بين الظُّهرِ والعصرِ أربعين ركعةً يقرأُ في كلِّ ركعةٍ بفاتحةِ الكتابِ مرَّةً ، وآيةِ الكرسيِّ عشرَ مرَّاتٍ ، و{ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ} إحدَى عشرةَ مرَّةً ، والمُعوِّذَتْين خمسَ مرَّاتٍ ، فإذا سلَّم استغفرَ سبعين مرَّةً أعطاه اللهُ في الفردوسِ قُبَّةً بيضاءَ ، فيها بيتٌ من زمردُّةٍ خضراءَ ، سعةُ ذلك البيتِ مثلُ الدُّنيا ثلاثَ مرَّاتٍ ، وفي ذلك البيتِ سريرٌ من نورٍ ، قوائمُ السَّريرِ من العنبرِ الأشهبِ على ذلك السَّريرِ ألفُ فراشٍ من الزَّعفرانِ- موضوع (موضوعات ابن الجوزي: 433/2)

یہ خود ساختہ نماز کا طریقہ ہے کہ جس نے عاشوراء کے دن ظہر و عصر کے درمیان چالیس رکعت پڑھی۔ ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورہ فاتحہ، دس مرتبہ آیۃ الکرسی، { قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ } گیارہ مرتبہ، معوذتین پانچ مرتبہ میں پڑھے۔ اور جب سلام پھیرے تو ستر مرتبہ استغفار کرے تو اللہ یہ وہ محل سے نوازے گا۔ یہ گھڑی ہوئی روایت ہے۔

(8) ومن أشبع أهل بيت مساكين يوم عاشوراء مر على الصراط كالبرق الخاطف ومن تصدق بصدقة فكأنما لم يرد سائلا قط ومن اغتسل يوم عاشوراء لم يمرض إلا مرض الموت۔ موضوع

ترجمہ: جس نے اہل بیت کے مساکین کو عاشوراء کے دن کھلایا وہ پل صراط پہ بجلی کی رفتار سے گذرے گا اور جس نے صدقہ کیا وہ محتاج نہیں ہوگا اور جس نے عاشوراء کو غسل کیا اسے موت کے مرض کے علاوہ کوئی مرض لاحق نہیں ہوگا۔

(9) ما من عبد يبكي يوم قتل الحسين يعني يوم عاشوراء إلا كان يوم القيامة مع أولي العزم من الرسل۔ موضوع

ترجمہ: جو کوئی قتل حسین کے دن یعنی عاشوراء کو روئے گا وہ قیامت کے دن اولوالعزم پیغمبروں کے ساتھ ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(10) من صام يوم عاشوراء أعطى ثواب عشرة آلاف ملك-**موضوع**

ترجمہ: یومِ عاشوراء میں روزہ رکھنے والے کو دس ہزار فرشتوں کا ثواب دیا جائے گا۔

ان کے علاوہ بھی بہت سی ضعیف و موضوع روایات بیان کی جاتی ہیں جن کے حصر کا یہ مقام نہیں۔

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محرم الحرام میں شادی کرنے کا شرعی حکم

عوامی سطح پر یہ بات مشہور ہوگئی ہے کہ محرم کے مہینے میں شادی کرنا جائز نہیں ہے بلکہ یہ تصور کیا جاتا ہے کہ اس ماہ کی شادی بے برکتی اور مصائب وآلام کا سبب ہے۔

چونکہ اس ماہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اس وجہ سے ان کی شہادت کا ماتم اور برسی منائی جاتی ہے اور ماتم کی حالت میں خوشی کا اظہار کرنا صحیح نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے ایک خاص طبقہ میں محرم میں عدم نکاح کا تصور عام ہے۔ہم یہاں دیکھتے ہیں کہ اسلام میں کسی شہادت یا موت پہ ماتم کی شرعی حیثیت کیا ہے؟اس سوال کا جواب جان لینے سے محرم میں شادی کرنے کی شرعی حیثیت کا علم ہو جائے گا۔

کوئی بھی انسان ایسا نہیں ہے جس کو موت نہیں آئے گی۔ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک یہ کائنات زندگی اور موت کا نظارہ دیکھ رہی ہے۔سال کا کوئی ایسا دن نہیں ہوگا جن دن کسی کی موت نہیں آئی ہو۔ اگر کسی کی وفات پہ ماتم کرنا جائز ہوتا تو سال بھر ماتم کا ماحول ہوتا۔انسان کبھی خوشی کا منہ نہیں دیکھ پاتا۔

محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ :

تُوفِّيَ ابنٌ لأمِّ عطيةَ رَضِيَ اللهُ عنها ، فلمَّا كان اليومُ الثالثُ ، دعت بصُفْرَةٍ فتمسحتْ بهِ ، وقالت : نُهِينا أن نُحِدَّ أكثرَ من ثلاثٍ إلَّا بزوجٍ .(صحيح البخاري:1297)

ترجمہ:ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے ایک بیٹے کا انتقال ہو گیا۔انتقال کے تیسرے دن انہوں نے صفرہ خلوق(ایک قسم کی زرد خوشبو)منگوائی اور اسے اپنے بدن پر لگایا اور فرمایا کہ خاوند کے سوا کسی دوسرے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔

بخاری شریف کی اس روایت میں سوگ کا ذکر ہے کہ کسی کا کوئی رشتہ دار وفات پاجائے تو تین دن سوگ منائے اس سے زیادہ نہیں ۔

یہ سوگ بھی وفات کے وقت ہی منانا ہے،ہر سال منانا بدعت کہلائے گا۔اس حدیث میں یہ بھی ذکر ہے کہ صحابیہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا جن کا بیٹا انتقال ہوا تھا وفات کے تیسرے دن خوشبو استعمال کرتی ہیں تاکہ لوگ بھی جان لے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب سوگ ختم ہو گیا۔ اگر کسی کا رشتہ دار ماہ محرم میں وفات پا جائے تو محرم میں صرف تین دن سوگ منائے اور بقیہ دن کوئی سوگ نہیں۔

سوگ اور ماتم و نوحہ دونوں میں فرق ہے سوگ تین دن عام رشتہ دار پر اور چار مہینہ دس دن بیوی پر منانا جائز ہے جبکہ ماتم و نوحہ کسی بھی وقت خواہ موت ہوئی ہو یا شہادت ہوئی ہو جائز نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

ليس مِنَّا من ضربَ الخدودَ ، وشَقَّ الجيوبَ ، ودعا بدَعْوَى الجاهليَّةِ .(صحيح البخاري:1297)

ترجمہ: جس نے منہ پیٹا، گریبان چاک کیا اور دور جاہلیت کی پکار لگائی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت آج سے تقریبا ہزار سال سے بھی پہلے سن 61 ہجری میں ہوئی۔ اس شہادت کا سال در سال غم منانا بدعت ہے۔

جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا کہ سال کا کوئی ایسا دن نہیں کہ اس میں کسی نہ کسی آدمی کی وفات ہوئی ہو۔ یہاں دن کا احاطہ کرنا مشکل ہے، مہینہ کے حساب سے چند بلند مقام ہستی کی وفات و شہادت کا ذکر کرتا ہوں۔

محرم الحرام: ایک محرم کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔

صفر: اس ماہ مین حسن بن علی کا انتقال اور بئر معونہ پر کئی صحابہ کی شہادت ہوئی۔

ربیع الاول: اس میں نبی ﷺ کی وفات، حضرت معاذ بن جبل اور ام المومنین زینب بنت جحش کا انتقال ہوا۔

ربیع الآخر: اس میں عبدالقادر جیلانی وفات ہوئی (اسی ماہ میں ان کا عرس منایا جاتا ہے جو کہ سوگ کے برخلاف عمل ہے)، عہد فاروقی میں ایرانیوں کے خلاف تقریبا تیس ہزار مسلمانوں کی شہادت ہوئی۔

جمادی الاول: حضرت ابو بکر کا انتقال , حضرت سراقہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت عبادہ بن قیس رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔

جمادی الآخر: فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔

رجب: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی وفات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

شعبان: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور بنت رسول ﷺ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال

رمضان: 21 رمضان کو علی رضی اللہ عنہ کی شہادت

شوال: سید الشہداء سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

ذو قعدہ: ایک روایت کے مطابق زوجہ رسول ﷺ حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال اس ماہ میں ہوا۔اس میں مشہور تابعی مسلمہ بن مخلد کا انتقال ہوا۔

ذوالحجہ: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت

مذکورہ بالا فہرست ماہ وفات سے پتہ چلتا ہے کہ اگر وفات یا شہادت پر غم منانا جائز کہہ دیا جائے شادی تو در کنار انسان کبھی خوشی کا منہ نہیں دیکھ پائے گا۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اسلام میں خوشی کے اظہار کے لئے دو دن سالہ عید کے طور پر متعین ہے۔جمعہ بھی عید کے ایام میں سے ہے جو ہر ہفتہ آیا کرتا ہے۔ان ایام عید میں بھی بڑے بڑے لوگوں کی وفات اور شہادت ہوئی ہے تو کیا عید کے دن بھی خوشی چھوڑ کے غم منایا جائے اور اگر اسے ہر سال متعین کر لیتے ہیں تو تاریخ اسلام سے عید کا تصور ہی مٹ جائے گا۔

اللہ نے ہمیں جو دین دیا ہے اس میں اعتدال و توازن کے ساتھ شرعی حدود میں رہ کر زندگی سے لطف اندوزی کا موقع بھی فراہم کیا گیا ہے۔

اب دیکھتے ہیں کیا اس ماہ میں اسلاف نے شادی نہیں کی؟

حقیقت میں کسی ماہ میں شادی کرنا ممنوع نہیں ہے اگر کسی ماہ میں شادی کرنا منع ہوتا تو نبی ﷺ ضرور ہمیں رہنمائی فرمادیتے مگر آپ ﷺ سے ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ہمیشہ سے لوگ اس ماہ میں شادی کرتے چلے آرہے ہیں۔غلط فہمی اس وقت سے پیدا ہوئی جب واقعہ کربلا ہوا اور شیعہ نے اپنی طبیعت سے اس ماہ میں ماتم کرنے، سوگ منانے اور خوشی کا اظہار نہ کرنے، شادی بیاہ سے پرہیز کرنے کا تصور سماج میں پھیلایا۔اگر کربلہ کی وجہ سے محرم میں شادی منع ہوسکتی ہے تو صفر سے لیکر ذوالحجہ تک بھی کسی کی شادی نہیں ہوسکتی کیونکہ ان ماہ میں بھی بڑے بڑے لوگ وفات پائے اور شہادت ہوئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

گو کہ اس میں اختلاف ہے مگر تاریخ طبری اور تاریخ ابن عساکر کی روشنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اسی ماہ میں شادی ہوئی۔ان کے علاوہ بھی بہت سی شادیاں ہوئی ہیں اور قیامت تک ہوتی رہیں گی۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں محرم چار حرمت والے مہینے میں سے ایک ہے جس میں فتنہ وفساد سے بچنا ہے اور نیک وصالح عمل انجام دینا ہے خصوصا اس ماہ میں روزے کا بہت زیادہ اجر وثواب ہے۔ان باتوں کا یہ مطلب ہوا کہ ماتم وسوگ اس ماہ کی حرمت وتقدس کے بالکل خلاف ہے۔

ایک اہم نقطہ:

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

{ وَلاَ تَقُولُواْ لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبيلِ اللّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاء وَلَكِن لاَّ تَشْعُرُونَ } (سورة البقرة :154).

ترجمہ: جو لوگ اللہ تعالی کی راہ میں شہید ہو جائیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے ۔

قرآن کی اس آیت سے بریلویوں کا استدلال ہے کہ شہید کو موت نہیں آتی وہ دنیاوی زندگی کی طرح زندہ ہیں بلکہ تمام میت کے بارے میں ان کا عام عقیدہ ہے کہ میت سب کچھ سنتے ہیں، جواب دیتے ہیں اور لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ہم اہل حدیث انہیں صدیوں سے سمجھاتے آرہے ہے کہ اس دنیا سے سب کو جانا ہے یعنی سب کو موت آنی ہے۔یہاں سے مر کر جو جاتے ہیں انہیں دنیاوی زندگی نہیں برزخ کی زندگی ملتی ہے جس کے بارے میں ہمیں کچھ شعور نہیں۔

تعجب ہے فاسد عقیدہ بریلویوں پر ایک طرف میت کو اور شہید کو بالکل دنیا کی طرح زندہ سمجھتے ہیں اور دوسری طرف ان کا ماتم بھی مناتے ہیں؟ آخر ماجرا کیا ہے؟

غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ سارا معاملہ پیسہ کمانے کا ہے اگر میت کو میت (مردہ) قرار دے تو کون مزار پہ آئے گا اور کہاں سے نذرانہ اور جعلی دھندوں کی فیس ملے گی؟

بریلوی مذہب کے بانی اس ماہ میں شادی کے متعلق کیا کہتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مسائلہ ذیل میں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

(۱)بعض اہل سنت و جماعت عشرہ محرم میں نہ تو دن بھر روٹی پکاتے ہیں اور نہ جھاڑو دیتے ہیں کہتے ہیں بعد دفن روٹی پکائی جائے گی۔

(۲)ان دس دنوں میں کپڑے نہیں اتارتے ۔

(۳) ماہ محرم میں کوئی شادی بیاہ نہیں کرتے۔

الجواب:تینوں باتیں سوگ حرام ہیں۔(احکام شریعت)

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دسویں محرم الحرام کی رسومات کا شرعی حکم

یکم محرم الحرام کی ابتداء ہی سے بدعات و خرافات کی رسمیں شروع ہو جاتی ہیں۔ کچھ رسمیں کھانے پکانے سے متعلق ہیں تو کچھ رسمیں ماتم و عزا سے متعلق۔ اور کچھ رسمیں شرک و بدعات سے متعلق۔

جیسا کہ ہمیں معلوم ہے یہ مہینہ اشہر حرم میں سے ہے۔ اس لئے جہاں ایک طرف اس مہینے کی حرمت کو بچانا ہے وہیں اس مہینے کے افضل اعمال میں سے روزہ رکھنا ہے اس وجہ سے جس قدر ہو سکے روزہ رکھنا ہے۔ کم از کم عاشوراء کا روزہ۔ مگر افسوس صد افسوس بدعتی لوگوں نے شیعہ کی تقلید میں اس مہینے کو ایک طرف غم کا مہینہ قرار دے کر بدعات و خرافات کا ارتکاب کیا تو دوسری طرف سبیل حسین اور نذر نیاز کے نام پہ نوع بنوع کھانے کا اہتمام کیا۔ کجا حرمت محرم، کجا صوم عاشوراء؟ ایسے حالات میں ہمیں ان رسم و رواج کا جائزہ لینا ہے تاکہ اپنا ایمان و عمل سلامت رکھ سکیں۔

(1) مجالس عزا و مرثیہ: ایک سے دسویں محرم تک مجالس عزاداری قائم ہوتی ہیں جن میں ماتم کیا جاتا ہے خصوصا کربلا سے متعلق جھوٹی اور فرضی کہانیاں بیان کی جاتی ہیں۔ اس پس منظر میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر درپردہ حملے کئے جاتے ہیں۔ جیسے شیعہ کھلم کھلا صحابہ کرام کو گالیاں دیتے ہیں اسی طرح یہ چاہتے ہیں کہ ہماری طرح مسلمان بھی صحابی کو گالی دے کر اپنا ایمان ضائع کریں۔ بغیر ثبوت کے یزید کو سب و شتم کیا جاتا ہے۔ یاد رہے ہم مسلمانوں کو اسلام نے ماتم سے منع کیا ہے جو ماتم کرے یا ماتم کی مجلس قائم کرے وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

ليس مِنَّا من ضربَ الخدودَ ، وشَقَّ الجيوبَ ، ودعا بدَعْوَى الجاهليَّةِ .(صحيح البخاري:1297)

ترجمہ: جس نے منہ پیٹا، گریبان چاک کیا اور دور جاہیلت کی پکار لگائی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اسی طرح شہادت حسین اور ماتم کے پس منظر میں جس طرح صحابی رسول امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کا جو دروازہ کھولا جاتا ہے ایسے لوگ نبی ﷺ کا یہ فرمان سن لیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال : قال النبي صلى الله عليه و سلم :لا تسبوا أصحابي فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه۔(صحيح البخاري:3673،صحيح مسلم:2541)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ کو برابھلانہ کہو، کیونکہ اگر تم میں کا کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو ان کے ایک مد یا آدھے مد کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

یہاں تک کہ بغیر کسی قطعی ثبوت کے یزید کو گالی دینا بھی فسق وفجور ہے۔ یزید ایک طرف صحابی رسول کا بیٹا ہے تو دوسری طرف ان کے لئے جنت کی بشارت ہے۔ حدیث رسول ﷺ کی حدیث کی روشنی میں بھی اگر دیکھا جائے تو پتہ چلتاہے کہ یزید نواسہ رسول کو قتل کر ہی نہیں سکتا کیونکہ نبی ﷺ ایسے شخص کو مغفور کہہ ہی نہیں سکتے جو قاتل ہو۔اس پر میراایمان کامل ویقین واثق ہے۔

ہمیں توایک عام مسلمان کی توہین سے بھی بچناہے۔ نبی ﷺ کا حکم ہے۔

كَسرُ عَظمِ الميّتِ كَكَسرِهِ حيًّا(صحيح أبي داود: 3207)

ترجمہ: میت کی ہڈی توڑناایسے ہی ہے جیسے زندہ آدمی کی ہڈی توڑنا۔

یہاں ہڈی توڑنے سے مراد میت کی توہین کرنا ہے جیسا کہ طیبی نے کہاہے۔

یہ الگ مسئلہ ہے کہ کسی کی وفات پہ تین دن سوگ منا سکتے ہیں۔ سوگ منانا تین دن جائز ہے مگر ماتم کرنا یعنی رونا، پیٹنا، گریبان چاک کرنا، نوحہ کرنا کبھی بھی جائز نہیں ہے۔

(2) ماتمی ہیئت وکیفیت: سیاہ لباس پہننا، غسل چھوڑدینا، زیورات اتار دینا، چولہے اوندھے کردینا، نوبیاہی عورتوں کا میکہ میں قیام کرناوغیرہ سارے ماتمی اعمال ہیں۔اور میں نے اوپر بیان کیاہے کہ سوگ صرف تین دن جائز، پھر کبھی اس میت کادوسرے یاتیسرے سال سوگ نہیں مناناہے۔اور ماتم کسی بھی قسم کی جائز نہیں ہے۔اور پھر سالہاسال ماتم منانااسے سنت کا قائم مقام بناناہے۔ایسے لوگوں کو نبی ﷺ کا یہ فرمان سناتاہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

من سنَّ في الإسلامِ سُنَّةً حسنةً ، فعُمِل بها بعده ، كُتِبَ له مثلُ أجرِ مَن عمل بها . ولا ينقصُ من أجورِهم شيءٌ . ومن سنَّ في الإسلامِ سُنَّةً سيئةً ، فعُمِل بها بعدَه ، كُتب عليه مثلُ وِزرِ من عمل بها ، ولا ينقصُ من أوزارِهم شيءٌ(صحيح مسلم:1017)

ترجمہ: جس کسی نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا اور اس پر بعد میں عمل ہونے لگا تو اس کے لئے بھی اس پر عمل کرنے والے کے برابر اجر لکھا جائے گا اور کسی کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔اور جس کسی نے اسلام میں برا طریقہ جاری کیا اور بعد میں اس پر عمل کیا جانے لگا تو اس کے لئے اس پر عمل کرنے والے کے برابر گناہ لکھا جائے گا اس میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ماتم کی ساری رسمیں شیعہ کی ایجاد ہیں۔352 ہجری میں غالی شیعہ ابن بویہ نے دوکانیں بند کرنے، ماتمی لباس لگانے، چہرہ نوچنے، گریبان چاک کرنے، عورتوں کو سیاہ لباس لگانے، ماتم کرتے سڑکوں اور بازاروں میں مرثیہ پڑھتی چھاتیاں پیٹتے نکلنے کا حکم دیا۔شیعہ نے یہ حکم سنیوں پر بھی بالجبر نافذ کیا جو آج تک چلتا آرہا ہے یہاں تک کہ ہندوستان میں بھی شیعہ حکمرانوں کے دور میں رواج پاگیا۔

(3) قبر و قبرستان کی رونق: محرم کی ابتداء ہی سے قبروں کی صفائی، لپائی پتائی اور قبرستان کو بارونق بنانے کا عمل شروع ہوجاتا ہے یہاں تک کہ دس محرم کو قبریں منور اور قبرستان بارونق ہوجاتا ہے۔پھر مردوعورت، جوان بوڑھے، چھوٹے بڑے تمام ہجوم کے ساتھ قبروستان پہنچتے ہیں جہاں میلہ لگا ہوتا ہے۔پھول، مالا، اگربتی، موم بتی کاروبار ایک طرف اور عورت و مرد کا اختلاط دوسری طرف۔پھر قبروں پہ نذرونیاز، پھول مالے اور اگربتی و موم بتی کی رسمیں انجام دینا، قل وفاتحہ سے مردوں کو ثواب بخشنا، اوران سے استغاثہ کرنا۔

قبروں کی زیارت مسنون عمل ہے مگر قبروں کو میلہ ٹھیلہ کی جگہ بنانا، اس کو سجدہ کرنا، اس سے مراد مانگنا، اس کے لئے نذرونیاز کرنا، وہاں نمازپڑھنا یہ سب شرکیہ وبدعیہ اعمال ہیں۔ان چیزوں سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے:

اللهم لا تَجْعَلْ قبري وثنًا يُعْبَدُ، اشتد غضبُ اللهِ على قومٍ اتخذوا قبورَ أنبيائِهم مساجدَ(تخريج مشكاة المصابيح للالبانى : 715، اسناده صحيح)

ترجمہ: یااللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا جسے لوگ پوجنا شروع کردیں۔ان لوگوں پر اللہ کا سخت غضب اور قہر نازل ہوا جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

عورتوں کا وہاں اختلاط حرام ہے، قل وفاتحہ ، اگربتی وموم بتی کی رسم بدعت ہے اور قبروں کو لیپنا پوتنا، قبرستان کو بارونق بنانا اس بات کی علامت ہے کہ ایسا آدمی قبر کا پجاری اور آخرت سے مغفل ہے ورنہ جس سے عبرت لینی ہے اسے چمکانا نہیں ہے وہاں آنسو بہانا ہے اور آخرت کی یاد تازہ کرنی ہے۔

(4) امام حسین کے نام کی نذرونیاز اور سبیل : یہ مہینہ مکمل نذرونیاز کا ہی ہے۔ شروع دن سے خواتین گھروں میں نذرونیاز کا خوب اہتمام کرتی ہیں۔ کھچڑا، حلیم، بریانی، مٹر پلاؤ، زردہ اور فرنی وغیرہ پکائے جاتے ہیں۔ اسے لوگوں میں بھی تقسیم کیا جاتا ہے اور قبروں ودرگاہوں پر بطور نذر پیش کیا جاتا ہے خصوصا علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش، حضرت میاں میر، حضرت پیر مکی، حضرت مادھولال حسین، حضرت خواجہ طاہر بندگی، حضرت عنایت حسین قادری، حضرت موج دریا اور دیگر درگاہوں پر۔ امام حسین کی نذرونیاز بھی بطور خاص پیش کی جاتی ہے۔

غیراللہ کے نام کے چڑھاوے، نذر، قربانی، ذبیحہ سب شرک کے قبیل سے ہیں۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ (البقرة: 173)

ترجمہ: تم پر مردہ اور (بہاہوا) خون اور سور کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام پکارا گیا ہو حرام ہے۔

اسی طرح امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام کی سبیلیں لگائی جاتی ہے۔ دلیل میں کبھی کہتے ہیں کہ ان پر پانی بند کیا گیا تھا تو کبھی کہتے ہیں: "جس شخص نے عاشوراء کے روز اپنے اہل وعیال (کے رزق کے معاملہ) پر فراخی وکشادگی کی، اللہ تعالیٰ سال بھر اس پر کشادگی فرماتے رہیں گے۔"

اولا پانی بند کرنے والی بات ہی غلط ہے۔ اگر مان بھی لیا جائے تو دس محرم جو کہ عاشوراء کا دن ہے آج پانی کی سبیل نہیں لگنی چاہئے۔ آل بیت اور محمد ﷺ سے محبت کرنے والوں کو عاشوراء کا روزہ رکھنا چاہئے۔ صحابہ سمیت نبی ﷺ کو شعب ابی طالب میں تین سال تک محصور کرکے دانا پانی بند کیا گیا کیا ہم صحابہ اور نبی ﷺ کی یاد میں اپنے اوپر تین سال تک دانہ پانی بند کرتے ہیں؟۔ پیٹ کے پجاری کبھی ایسا نہیں کرسکتے انہیں بہانہ بنا بناکر اچھا اچھا کھانے کی لت پڑی ہے۔ اس کام کے لئے جو حدیث پیش کی جاتی ہے موضوع ومن گھڑت ہے۔ اس لئے اس کام سے ہمیں کلیۃ باز رہنا ہے
۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

(5) دوپر والے گھوڑوں کا جلوس: یہ گھوڑا جس کا نام ذوالجنا حین ہوتا ہے شکلا ہندؤں کی مورتی سے ملتا ہے۔اسے جلوس کی شکل میں سڑکوں پر نکالا جاتا ہے اور اس میں شرکت باعث ثواب سمجھا جاتا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر ہندو قوم اور مسلم قوم کا فرق مٹ سا جاتا ہے۔اسلام میں مورتی کا تصور ہی نہیں ہے ،اس پر مستزاد اس کے جلوس میں شرکت باعث اجر سمجھنا یہ اللہ کی عبادت میں شامل کرنا ہے۔اسی طرح سے غیر اللہ کی عبادت کا دروازہ کھلتا ہے۔بے جان شئ کسی نفع ونقصان کا مالک نہیں مگر اسے اس قدر درجہ دینا اپنی دیگر عبادتوں کو ضائع کرنا ہے۔الحفظ والامان

(6) رسم تعزیہ: تعزیہ کی وہی ایجاد ہے جو اوپر ماتم کی ایجاد میں دو نمبر شق کے تحت مذکور ہے۔یعنی یہ شیعہ کی ایجاد ہے۔پھر واقعہ کربلا کو کافی رنگ وروغن دے کر بیان کیا گیا تاکہ اس کی ایک عجیب وغریب تاریخ شہادت بن سکے۔اس کے لئے مبالغہ آمیز جھوٹے قصے کہانیاں وضع کئے گئے۔آپ کو معلوم ہونا چاہئے کربلا سے متعلق یہ سب عجیب وغریب قصے، جھوٹے افسانے، بناوٹی کہانیاں شیعہ حضرات کے توسط سے پھیلائے گئے ہیں جن میں ابومخنف لوط بن یحی، محمد بن سائب کلبی اور ہشام بن سائب کلبی وغیرہ شامل ہیں۔

تعزیہ جو کہ امام حسین کی قبر کی نقل ہے جسے کاغذوں، بانس اور کمچیوں سے تیار کیا گیا ہوتا ہے۔یہ ماتم کی حد وانتہا ہے۔اس میں انسانی جسم کو نقصان پہنچنے کے ساتھ ایسے اعمال وعقائد پائے جاتے ہیں جن سے ایمان دل سے نکل جاتا ہے۔

☆ تعزیہ میں موجود قبر امام کو زندہ تصور کیا جاتا ہے اور انہیں عالم الغیب سمجھا جاتا ہے،ان کی تعظیم بجالائی جاتی ہے یہاں تک کہ انہیں مدد کے لئے بھی پکارا جاتا ہے۔

☆ جب تعزیہ اٹھایا جاتا ہے تو چھوٹے بچے اس کے نیچے سے گذارے جاتے ہیں اس عقیدے سے کہ امام صاحب کی پناہ میں آجائیں گے۔

☆ جس طرح مزار پہ قبر پرست سجدہ کرتا ہے، قیام کرتا ہے، نذر مانتا ہے، استغاثہ کرتا ہے ہو بہو وہی عقیدہ اور وہی عمل یہاں بھی انجام دیا جاتا ہے۔

☆ تعزیہ کے جلوس میں شرکیہ مرثیہ ڈھول وطبلے کی آواز پر گائے جاتے ہیں۔اور اسلام کے نام پر شرمناک کرتب وکھیل کا مظاہرہ ہوتا ہے۔بدن کو آگ وتلوار سے نقصان پہنچایا جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

☆اس جلوس میں مسلمان عورتوں کا ہجوم مردوں کے شانہ بشانہ ہوتا ہے بلکہ حد تو یہ ہے کہ نوجوان لڑکیاں نیم برہنہ، بال کھولے دھمال ڈال رہی ہوتی ہیں۔

☆بڑے چھوٹے سب مل کر ایک ساتھ ناچتے گاتے اور حیاسوز حرکتیں کرتے ہیں۔

ان کے علاوہ نہ جانے کیا کیا کام انجام دئے جاتے ہیں؟، بھلا ان کاموں کا کربلا سے، شہادت سے اور امام حسین رضی اللہ عنہ سے کیا واسطہ؟

ان کاموں کا واقعہ کربلا سے تو کیا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں بلکہ اکثر شرک میں داخل ہیں اور شرک کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

اللہ کا فرمان ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا(النساء : 116)

ترجمہ: بے شک اللہ یہ گناہ ہر گز نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور وہ اس کے سوا جسے چاہے معاف کر دیتا ہے۔اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے، تو وہ یقیناً بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ تاریخ اسلامی کا ایک دلخراش واقعہ ہے اس سے کسی کو انکار نہیں مگر لوگوں نے اس واقعہ کی وجہ سے اسلامی تاریخ کی ساری شہادتوں کے واقعات بھلا دئے۔ خلفاء اربعہ میں سے تین کی شہادت ہوئی کسی کا ماتم، تعزیہ اور غم نہیں منایا جاتا، نہ ہی تذکرہ کیا جاتا ہے صرف واقعہ کربلا کی کیوں اس قدر تشہیر کی جاتی ہے؟ جب اس کی حقیقت جانیں گے تو پتہ چلے یہ سب شیعہ کی کارستانی ہے وہ کربلا کی آڑ میں اسلام کا چہرہ مسخ کر رہا ہے، اس بہانے مسلمانوں میں شرک وبدعات پھیلاتا جارہا ہے، صحابی کی شان میں گستاخی کی جاتی ہے، ایک مسلمان کو دوسرے کے خلاف ورغلایا جاتا ہے تاکہ مسلمان کی طاقت کبھی مجتمع نہ ہوسکے۔ان چیزوں کے بارے میں ہمیں سوچنے سمجھنے کا موقع ہی کب ملا؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے واسطے حرمت مہینے کا احترام کریں اور اس میں زیادہ سے زیادہ روزہ رکھنے کی کوشش کریں۔اللہ تعالی ہمیں صحیح بات سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔آمین

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ماہ صفر اور اس کی بدعات

صفر کا مہینہ سال کا دوسرا مہینہ ہے۔اس مہینہ کو عوام میں بہت زیادہ منحوس تصور کیا جاتا ہے۔صفر کا معنی خالی ہونے کے ہیں چونکہ اہل مکہ پے درپے ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم کی حرمت کی وجہ سے جنگ وجدال اور فتنہ وفساد سے باز رہتے تھے تو صفر کا مہینہ آتے ہی ایک ساتھ اپنے گھروں کو خالی کر کے نکل جاتے اسی سبب اس ماہ کا نام صفر پڑ گیا۔

اہل عرب کا اس طرح سے گھروں کا خالی کر دینا اور جنگوں میں بے پناہ قتل ہونا بد عقیدگی کا شکار بنادیا، اس سے نحوست لینے لگے بالآخر نحوست کی وبا ان کے غلط تصور سے دنیا میں رواج پا گیا کہ ماہ صفر منحوس ہے، اس مہینہ میں بلائیں نازل ہوتی ہیں، اس وجہ سے اس مہینہ میں لوگ سفر نہیں کرتے، شادی بیاہ سے رک جاتے ہیں، بیوی کے قریب نہیں جاتے ۔نحوست میں مزید اضافے کا باعث گھڑی ہوئی احادیث بن گئیں۔

(1) مَنْ بَشَّرَنِيْ بِخُرُوْجِ صَفَرَ، بَشَّرْتُه بِالْجَنَّةِ (موضوع)

ترجمہ: جو شخص مجھے صفر کے مہینے کے ختم ہونے کی خوش خبری دے گا، میں اُسے جنت کی خوش خبری دوں گا۔

اس روایت کو ملا علی قاری، علامہ عجلونی اور علامہ شوکانی وغیرہم نے موضوع کہا ہے۔

(2)آخِرُ أربِعاءٍ من الشهرِ يومُ نَحْسٍ مُسْتَمِرٍّ(السلسلة الضعيفة:1581)

ترجمہ: ماہ صفر کا آخری بدھ منحوس دن ہے۔

شیخ البانی نے اسے موضوع کہا ہے دیکھیں مذکورہ حوالہ۔

(3) يكونُ موتٌ في صفرَ ، ثم تتنازعُ القبائلُ في الربيعِ ، ثم العجبُ كلُّ العجبِ ، بين جمادى ورجبٍ(السلسلة الضعيفة:6178)

ترجمہ: صفر میں موت ہوگی، پھر ماہ ربیع الاول میں قبائل جھگڑیں گے پھر جمادی الاول والثانی اور رجب کے درمیان عجیب وغریب چیزیں رونما ہوں گی۔

اس حدیث شیخ البانی نے موضوع کہا ہے۔

ان بے بنیاد، جھوٹی احادیث نے لوگوں کی غلط فہمیاں مزید بڑھادیں۔لوگوں نے غلط عقائد وتصورات اور موہوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مصائب وبلا سے چھٹکارا پانے کے لئے متعدد قسم کے حربے اپنائے۔

☆کسی نے چنے ابال کر خود کھایا اور پورے محلے میں تقسیم کیا تاکہ اس ماہ کی پریشانی سے بچ جائے۔

☆کسی نے آٹے کی 365 گولیاں بنا کر تالاب میں ڈالا تاکہ مصیبت اس کے سر سے ٹل جائے۔

☆کسی نے تیس مرتبہ سورہ اخلاص کا ورد کیا اس عقیدہ سے کہ یہ ہمیں اس ماہ میں نازل ہونے والی بلا سے نجات دلائے گا۔

ماہ صفر کا آخری بدھ:

اس ماہ کے آخری بدھ سے متعلق تو بے شمار بدعات و خرافات اور غلط افکار پائے جاتے ہیں۔

☆لوگوں کا ماننا ہے کہ اس ماہ کی آخری بدھ کو نبی ﷺ کو بیماری سے شفا ملی، آپ نے غسل فرمایا، اس خوشی میں مٹھائی تقسیم کی جاتی ہیں جبکہ ہمیں تاریخ سے پتہ چلتا ہے ماہ صفر کی آخری بدھ سے آپ ﷺ کا مرض الموت شروع ہوا اور 12 ربیع الاول کو وفات پاگئے۔ یہ ایک یہودی شازش ہے جس کے شکار مسلمان ہوگئے، بیماری پیغمبر پر جشن منانا۔اللہ تعالی آپ کے غم پہ خوشی منانے والوں کو عبرت آموز سبق دے۔

☆صفر کی آخری بدھ کو دن میں روزہ رکھنا اور شام کو حلوہ کچوری پکانا رائج ہے۔اس روزہ کو کچوری روزہ نام دیا جاتا ہے۔ یہ کام دین میں نئی ایجاد ہے اور سراسر بدعت ہے۔

☆پاکستان کے بعض علاقوں میں آخری بدھ کو خیرات کرنے کا ایک خاص طریقہ رائج ہے اسے پشتو میں چُری کی رسم کہتے ہیں۔ دلیل میں کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی صحتیابی پہ ایسا کیا تھا۔اس بات کی دین میں کوئی حقیقت نہیں۔ جب نبی ﷺ صفر کی آخری بدھ میں بیمار تھے تو صحتیابی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہذا یہ بات جھوٹ ہے اور چُری کا عمل بدعت قبیحہ ہے۔

☆بعض مقامات پہ لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ صفر کی آخری بدھ کو آسمان سے تین لاکھ بیس ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ ان بلاؤں سے بچنے کے لئے مخصوص قسم کی چار رکعت نماز نفل ادا کی جاتی ہے۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ یہ نماز ایک سلام سے پڑھی جاتی ہے، ہر رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ، سترہ مرتبہ سورہ کوثر، پندرہ مرتبہ سورہ اخلاص اور ایک ایک مرتبہ معوذتین پڑھی جاتی ہے۔ پھر سلام پھیر کر مخصوص دعا کی جاتی ہے۔اس میں تین سو ساٹھ مرتبہ "اللہ غالب علی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

امرہ ولکن اکثر الناس لایعلمون" پڑھا جاتا ہے اور" سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین" کے ذریعہ دعا ختم کی جاتی ہے۔اس کے بعد فقراء ومساکین میں روٹی تقسیم کی جاتی ہے۔

تین لاکھ بیس ہزار بلاؤں کا عقیدہ اور یہ مخصوص نماز دین میں اپنی طرف سے ایجاد کر لئے گئے ہیں جو بدعت وگمراہی ہیں اور ہر گمراہی کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

ہم مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ اسلام میں کوئی دن اور کوئی تاریخ ومہینہ منحوس نہیں ہے اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ سے اس ماہ صفر میں مخصوص عبادات انجام دینے اور مصائب سے بچنے کا کوئی مخصوص ذکر ملتا ہے۔آپ ﷺ نے ہمیں بتلایا کہ ماہ صفر میں کوئی نحوست نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا عدوى ولا طَيَرةَ ، ولا هامَةَ ولا صَفَرَ(صحيح البخاري:5707)

ترجمہ: مرض کا متعدی ہونا نہیں (یعنی اللہ کے حکم کے بغیر کوئی مرض کسی دوسرے کو نہیں لگتا) اور نہ بدفالی لینا درست ہے،اور نہ ہی صفر کا مہینہ منحوس ہے۔

طیرہ کا مطلب بدشگونی لینا۔

ھامہ کا مطلب مقتول کے سر سے ہامہ نام کا جانور (الو) نکلنا جو انسان کو اس وقت تک تکلیف دے جب تک قتل نہ کر دیا جائے۔

صفر سے مراد لوگوں کے گمان سے ماہ صفر کی نحوست۔

ایک طرف آپ ﷺ نے اس ماہ صفر سے نحوست کی نفی کی تو دوسری طرف اس ماہ میں بڑے بڑے مبارک کام بھی ہوئے۔

☆اس ماہ میں ہجرت کے پہلے سال مقام ابواء پر غزوہ ہوا جس میں نبی ﷺ بنفس نفیس شریک ہوئے تھے۔

☆ تین ہجری ماہ صفر میں قبیلہ عَضل اور وقارہ کے لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔

☆اسی ماہ کو چوتھی ہجری میں آپ ﷺ نے ستر ماہر قراء کو اہل نجد کی تعلیم کے لئے روانہ کیا تھا۔

☆اسی ماہ میں خیبر فتح ہوا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

☆اسی ماہ کی نو ہجری میں قبیلہ خثعم کی جانب نبی ﷺ نے سریہ بھیجا،اس سریہ میں غیبی طور پر اللہ کی طرف سے سیلاب کے ذریعہ مسلمانوں کو مدد ملی اور مال غنیمت حاصل کیے۔

☆اس ماہ میں نو ہجری کو نبی عذرہ کے بارہ لوگ دربار رسالت میں حاضر ہو کر بسر و چشم اسلام قبول کیے۔

مذکورہ سطور کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ ماہ صفر منحوس نہیں ہے اور اس ماہ کو منحوس جان کر جو اعمال وافعال انجام دئے جاتے ہیں وہ سراسر لغو اور بدعات و خرافات ہیں۔نبی ﷺ کا فرمان ہے:

من عمل عملا ليس عليه امرنا فهو رد.(صحيح مسلم :1718)

ترجمہ: جس نے کوئی ایسا کام کیا جو ہمارے دین میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

نیز فرمان نبوی ہے:

كل محدثة بدعةوكل بدعة ضلالة وكل ضلالة فى النار(صحيح النسائى :1577)

ترجمہ: ہر نئی ایجاد چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

مصیبت کسی بھی وقت، کسی بھی دن اور کسی بھی مہینے میں آسکتی ہے،وہ مصیبت کسی ماہ ودن کی نحوست کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اپنی بداعمالی کی وجہ سے ہے۔اللہ کا فرمان ہے:

وما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم(الشورى:30)

ترجمہ:اور تمہیں جو مصیبت لاحق ہوتی ہے وہ اپنی ہی کرتوت کا نتیجہ ہے۔

اس لئے مصیبت سے اگر بچنا ہے تو اپنے اعمال کی اصلاح کرنی ہے، گناہوں سے توبہ کرنا ہے اور اللہ کی خالص عبادت بجالانی ہے۔

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جشن عید میلادالنبی کی حقیقت

دنیامیں نبی ﷺ کی آمد باعث رحمت، آپ کی بعثت باعث تسکین وراحت اور آپ کی رسالت ونبوت باعث نجات وکامیابی ہے۔ ہمیں آپ کی ولادت مبارکہ پہ بیحد فرحت وانبساط ہے۔ ہم آپ ﷺ سے بیحد محبت کرتے ہیں ۔ کائنات کی ہر چیز سے زیادہ بلکہ اپنی جان سے بھی زیادہ آپ سے محبت کرتے ہیں۔ اس بات پہ ایمان رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ سے محبت ایمان کا حصہ اور ہمارے اوپر محبت رسول ﷺ فرض وواجب ہے، اس فرض میں کوتاہی کرنے والا ایمان کی حلاوت سے محروم اور محبت رسول ﷺ کی چاشنی سے کوسوں دور ہے۔ وہ آدمی مومن نہیں ہوسکتا جب تک دنیا کی ہر چیز سے زیادہ نبی ﷺ سے محبت نہ کرے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

لا يؤمنُ أحدُكم حتى أكونَ أحبَّ إليه من ولدِه ووالدِه والنَّاسِ أجمعينَ(صحيح مسلم:44)

ترجمہ: کوئی شخص اس وقت تک مومنِ کامل نہیں ہو سکتا، جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے بال بچے، والد، اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔

یہاں محبت کی تھوڑی وضاحت ہو جائے کہ مختلف قسم کے افراد سے محبت کا انداز بھی مختلف ہوتا ہے۔ والدین سے محبت کا طریقہ الگ ہے، اولاد سے اظہار محبت مختلف ہے، بیوی سے محبت برتنے کا انداز جداگانہ ہے، اللہ اور اس کے رسول سے محبت کا انداز وطریقہ الگ ہے۔ محبت رسول کا مطلب اتباع رسول اور محبت سنت رسول اللہ ہے جو قرآن کی مذکورہ آیت سے ظاہر وباہر ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (آل عمران:31)

ترجمہ: (اے نبی!) کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے در گزر فرمائے گا اور اللہ بڑا معاف کرنے والا رحیم ہے۔

اللہ کی محبت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی جائے اور رسول اللہ کی اطاعت وپیروی نہ صرف اللہ کی محبت ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

بلکہ نبی کی محبت بھی ہے۔آل عمران کی اگلی آیت میں اتباع رسول سے منہ موڑنے والے کو ایسا کافر کہا ہے جس سے اللہ محبت نہیں کرتا۔فرمان الٰہی ہے:

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ (آل عمران:32)

ترجمہ:(اے نبی!) کہہ دو اللہ اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر وہ منہ پھیریں تو بے شک اللہ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔

اور حدیث رسول سے بھی پتہ چلتا ہے کہ سنت رسول سے محبت نبی ﷺ سے محبت ہے۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

من أحبَّ سنَّتي فقد أحبَّني ومن أحبَّني كانَ معي في الجنَّةِ(مشكوة)

ترجمہ: جس نے میری سنت سے محبت کی گویا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

☆اس حدیث کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مشکوۃ کے مقدمہ میں حسن کہا ہے۔(تخریج مشکاۃ المصابیح:136/1)

یہی بات محبت رسول کے تقاضے سے بھی معلوم ہوتی ہے،آپ ﷺ سے محبت کا تقاضہ ہے کہ آپ کا احترام کیا جائے،آپ سے قلبی محبت کی جائے،آپ کی اطاعت اور آپ کی اتباع کی جائے،آپ پر درود پڑھا جائے،امہات المومنین،آل بیت،صحابہ کرام اور آپ کے نقش قدم پر چلنے والے تمام لوگوں سے محبت کی جائے اور بدعت وضلالت سے دور رہا جائے۔آپ سے محبت کی نشانی ہے کہ آپ کی سنت سے محبت کریں،آپ کی سنت کا علم حاصل کریں،آپ کی سنت پر عمل پیرا ہوں اور آپ کی سنت کو پھیلائیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ محبت رسول ﷺ کا حقیقی معیار اطاعت رسول اور اتباع رسول ہے جو بغیر اطاعت رسول کے محبت کا دعوی کرتا ہے وہ اپنے دعوی میں جھوٹا ہے۔اس کا نقشہ ایک عربی شعر میں بہترین انداز میں کھینچا گیا ہے۔

لو کان حبک صادقا لاطعتہ-ان المحب لمن یحب مطیع

شعر کا ترجمہ: اگر تمہاری محبت سچی ہوتی تو تم اسکی اطاعت کرتے کیونکہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کا مطیع وفرمانبردار ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرک وبدعت اور تصوف میں غرق نام نہاد بعض مسلمانوں نے محبت رسول کا ڈھونگ رچ کر جشن عید میلاد النبی ﷺ کو امت اسلامیہ میں اس طرح سے رواج دیا ہے کہ سادہ لوح عوام انہیں ہی اصل محب رسول سمجھتے ہیں جبکہ یہ دین میں نئی ایجاد اور محبت رسول کے نام پر عداوت رسول کا چور دروازہ ہے۔

جشن عید میلاد النبی چار کلموں پر مشتمل سیکڑوں شرکیہ وبدعیہ اعمال کو اپنے اندر سموئے ہوا ہے۔پہلے چند وجوہ سے اس جشن کا رد ملاحظہ کریں۔

(1)اسلام میں دو ہی سالانہ عیدیں ہیں جن کی تعیین محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہے، یہ جشن عید میلاد النبی اسلامی عید میں اضافہ ہے جو بدعت میں شمار ہوگا۔

(2)اسلام میں کسی کے جنم دن منانے کا تصور ہی نہیں ہے، نبی ﷺ کی چار بیٹیاں پیدا ہوئیں، بیٹے پیدا ہوئے مگر کسی پہ جشن ولادت نہیں منایا، نہ ہی منانے کا حکم دیا۔آپ ﷺ اپنی ولادت باسعادت پہ بھی کسی سال ماہ ربیع الاول میں جشن ولادت نہیں منایا، نہ ہی کسی کو منانے کا حکم دیا جبکہ متعدد بار آپ کی زندگی میں ماہ ربیع الاول آیا۔اور نہ اپنے طور پر ہی سہی کسی صحابی نے، تابعی یا تبع تابعی نے اسے منایا جو اس بات کو سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ جشن عید میلاد النبی غیر مسنون اور بدعت سیئہ ہے۔

(3)یہ بات باتفاق رائے متعین ہے کہ آپ ﷺ کی وفات بارہ ربیع الاول کو ہوئی مگر تاریخ پیدائش میں اہل علم اور اہل سیر کے درمیان اختلاف ہے۔کسی نے دو، کسی نے آٹھ، کسی نے دس، کسی نے بارہ، کسی نے سترہ، کسی نے اٹھارہ اور کسی نے بائیس ربیع الاول بتایا ہے۔زیادہ مشہور اقوال میں سے 9اور 12 ربیع الاول ہے۔اگر 9/ربیع الاول کو تاریخ پیدائش مانتے ہیں تو بارہ کو جشن عید میلاد منانا ایک طرح کا سخریہ اور کھلواڑ مانا جائے گا اور اگر 12/ربیع الاول کو مانتے ہیں تو یہ دن تاریخ وفات بھی ہے۔طاہر القادری بریلوی نے لکھا ہے بارہ ربیع الاول کو صحابہ غمگیں رہا کرتے مگر یہ پیٹ کے پجاری 12/ربیع الاول کو جشن مناتے ہیں اور حلوے پوڑی سے شیطانی پیٹ بھرتے ہیں۔کیا یہی ہے محبت رسول اور محبت صحابہ ؟

آپ اپنے اوپر قیاس کرکے دیکھ لیں کہ اگر 12/ربیع الاول آپ کے والد صاحب پیدا ہوئے ہوں اور اسی دن وفات بھی پا جائیں تو آپ یوم وفات منائیں گے یا یوم ولادت ؟اپنا معاملہ ہو تو بات جلدی اور زیادہ سمجھ میں آتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) دنیاوالے جنم دن زندہ لوگوں کا مناتے ہیں کیونکہ مرنے کے بعد تو نہ ختم ہونے والا غم لاحق ہوتا ہے کوئی کیسے جنم دن منائے گا۔ زندہ رہتے ہوئے یوم پیدائش منانا تو سمجھ میں آتا ہے کیونکہ انسان کو مزید ایک سال ملنے پر خوشی ہوتی ہے گو کہ یہ بھی اسلام کی نظر میں جائز نہیں ہے میں صرف عقلی بات کر رہا ہوں۔ یہ کتنی بڑی زیادتی ہے کہ نبی ﷺ کی وفات پانے پہ جشن میلاد منایا جائے جبکہ امت کو آپ کے جانے کا بہت بڑا غم ہے، خصوصا آج کے شرک وبدعت اور شر وفساد سے پر زمانے میں آپ کی جدائی کا غم وہی محسوس کر سکتا ہے جس کے دل میں نبی سے سچی محبت ہو گی اور آپ کی وفات پہ وہی خوشی منائے گا جو شیطان کا چیلا ہو گا۔

(5) آپ ﷺ کی تاریخ ولادت میں شدید اختلاف اس بات کا غماز ہے کہ پہلے زمانوں میں آپ کی تاریخ پیدائش پہ جشن نہیں منایا گیا، اگر آپ کا یوم ولادت منایا گیا ہوتا تو امت کو آپ کی تاریخ پیدائش کا بخوبی علم ہوتا۔

جب ہم تاریخ کی ورق گردانی کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ساتویں صدی ہجری میں 625 ہجری میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے بہنوئی اور موصل کے قریبی شہر اربل کے گورنر ملک مظفر ابو سعید کوکبوری نے ایجاد کیا۔ یہ فضول خرچ اور بد اخلاق بادشاہ تھا اور ناچ گانے کا رسیا تھا۔ اس کے زمانے کے (ایک کذاب، جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا جسے معلوم تھا کہ بادشاہ میلاد النبی کا دلدادہ ہے) ابوالخطاب بن دحیہ نامی شخص نے بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے میلاد پہ کتاب لکھی جس کا نام ہے "التنویر فی مولد البشیر النذیر"۔ جب کذاب مصنف نے اس کتاب کو شاہ اربل پر پیش کیا تو اس نے ابن دحیہ کو ایک ہزار سونے کا دینار انعام میں دیا جو 375 تولہ سونا بنتا ہے۔ یہ گورنر بہت طمطراق اور فضول خرچی کے ساتھ عید میلاد مناتا تھا اور اس میں اپنی سلطنت کے سارے لوگوں کو بلاتا تھا جس کی وجہ سے ساری سلطنت میں یہ بدعت رواج پا گئی۔

اس زمانے کے میلادی جشن عید میلاد النبی پہ مختلف قسم کے اسباب وعوامل بیان کرتے ہیں جنہیں ان کے رد کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

(1) کہا جاتا ہے کہ ہر سال جشن عید میلاد منانے سے محبت رسول میں اضافہ ہوتا ہے حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ اللہ تعالی نے نبی پاک کا ذکر دنیا میں سب سے زیادہ بلند کیا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے: ورفعنا لک ذکرہ۔ (اے نبی ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کیا ہے) جب آپ کا ذکر اذان، نماز، تلاوت، درس قرآن، درس حدیث، علمی مذاکرہ اور بیانات کے ذریعہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہر آن ہوتا رہتا ہے تو ذکر کے لئے سال میں صرف ایک دن متعین کرنا حب رسول نہیں ہے بلکہ حب رسول کے نام پہ دھوکہ ہے۔

(2) اسی طرح کہا جاتا ہے کہ اس جشن کے ذریعہ نبی کے اوصاف اور نسب کا جاننے کا موقع ملتا ہے۔ ایک مسلمان کے لئے نبی کی زندگی میں نمونہ ہے اس لئے ہمیشہ آپ کے سنن اور اوصاف کو جاننا ہے تاکہ ان اوصاف کے ہم بھی حامل بنیں جو اوصاف ونسب کے جاننے کے لئے سال میں ایک دن متعین کرتے ہیں ان کے پاس جشن میلاد سے دنیاوی غرض تو ہوگی مگر دینی غرض نہ ہوگی اور جب دینی غرض نہ ہو تو حب رسول کا دعوی کیسا؟

(3) اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس دن ذکر کرنے، تلاوت کرنے، درود پڑھنے، اظہار محبت کرنے اور صدقات وخیرات کرنے کا موقع ملتا ہے۔ یہ سارے جشن عید میلاد منانے کے جھوٹے بہانے ہیں، ان سے صرف دنیاوی غرض ہے، میں نے اوپر بھی کہا کہ نبی ﷺ کی ذات گرامی ایک مومن کے لئے نمونہ ہے۔ ایک مومن ہونے کی حیثیت سے ہمیں سدا آپ کا ذکر کرنا چاہئے، آپ پر درود پڑھنا چاہئے، آپ سے اور آپ کی سنت سے محبت کا اظہار کرنا چاہئے اور فقراء ومساکین میں صدقات وخیرات عام کرنا چاہئے۔ ان کار خیر کے لئے سال کا ایک دن متعین کرنا جہاں دین میں نئی ایجاد (بدعت) ہے وہیں دین سے بے اعتنائی، بے توجہی، لاپرواہی اور رسول کی اطاعت میں خیانت ہے۔

اسی طرح میلادی حضرات قرآن وحدیث کے نصوص سے الٹاپلٹا مطلب نکالتے ہیں، انہیں توڑ مروڑ کر بیان کرتے ہیں جس سے عوام کو دھوکہ ہو جاتا ہے۔ یہاں ان کے ذکر کا موقع نہیں ہے، تاہم آپ کو ایک قاعدہ بتادیتا ہوں جس سے میلادی دلائل کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

جاءالحق بریلویوں کی معتبر کتاب ہے، اس کے مصنف احمد یار خاں نعیمی میلاد کے متعلق لکھتے ہیں: لَمْ يَفْعَلْهُ أَحَدٌ مِّنَ الْقُرُونِ الثَّلَاثَةِ، إِنَّمَا حَدَثَ بَعْدُ (جاء الحق : ٢٣٦/١)

ترجمہ: میلاد شریف تینوں زمانوں میں کسی نے نہ کیا، بعد میں ایجاد ہوا۔

گویا جشن عید میلاد النبی نہ تو نبی ﷺ کے زمانے میں تھا، نہ ہی صحابہ کرام کے زمانے میں تھا اور نہ ہی تابعین وتبع تابعین کے زمانوں میں تھا۔

یہی مصنف اپنی اسی کتاب کے صفحہ 204 پر بدعت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"وہ اعتقاد یا وہ اعمال جو کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانہ حیات ظاہری میں نہ ہوں بعد میں ایجاد ہوئے"۔

بریلوی مصنف کے ان دونوں عبارتوں کا خلاصہ اور مطلب یہ ہوا کہ خیر القرون میں جشن میلاد نہیں منایا جاتا تھا، یہ نبی کے بعد کی ایجاد ہے اس وجہ سے بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت و گمراہی ہے جو جہنم میں لے جائے گی۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

وَكلَّ محدثةٍ بدعةٌ وَكلَّ بدعةٍ ضلالةٌ وَكلَّ ضلالةٍ في النَّارِ (صحيح النسائي:1577)

ترجمہ: اور ہر نئی ایجاد بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

اس میلاد میں انجام دئے جانے والے شرکیہ وبدعیہ امور کو بھی دیکھیں کہ ان کا اسلام سے اور محبت رسول سے کیا واسطہ ہے؟

روضہ رسول کی شبیہ بنانا، شرکیہ نعتیں، اشعار اور قوالیاں گانا، نبی کو حاضر وناظر ہونے کا عقیدہ رکھنا اور اس عقیدے سے مجلس میں قیام کرنا، چراغان کرنا اور اس پہ ہزاروں روپئے صرف کرنا، جھنڈیاں لگانا، نعلین شریفین کی تصویر بنانا، اس پہ محمد ﷺ کا نام لکھنا، عورت ومرد کا باہم اختلاط، ناچ گانا، باجا گاجا، ڈھول تماشہ، آتش بازی، بے ہودہ حرکتیں، ناجائز کھیل کود، مشعل بردار جلوس وغیرہ کون سا اسلام ہے اور کیا یہ محبت رسول ہے؟ یہاں عمل کی قبولیت کے متعلق معیار بھی جان لیں تاکہ اس معیار پر جشن عید میلاد النبی کو پرکھ کر دیکھ سکیں۔اللہ کے یہاں عمل کی قبولیت کے لئے تین شرائط ہیں۔

پہلی شرط: عمل میں اخلاص پایا جائے۔ جشن عید میلاد میں اخلاص کا فقدان ہے، یہ صرف دنیا کو دکھانے کے لئے ایک قسم کی نوٹنکی ہے، اس میں شرک وکفر کا انجام دینا اپنی جگہ۔

دوسری شرط: عقیدہ توحید کا پایا جانا۔ میلادیوں کا عقیدہ ہے نبی وفات نہیں پائے ہیں وہ حاضر وناظر ہیں، آپ ﷺ کو عالم الغیب مانتے ہیں، آپ کو حاجت روا سمجھتے ہیں، ان کے علاوہ بہت سے کفریہ وشرکیہ عقائد ان کے یہاں پائے جاتے ہیں۔

تیسری شرط: عمل کا سنت کے مطابق ہونا۔ جشن عید میلاا لنبی سنت کی مخالفت ہے کیونکہ سنت سے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

کلام آخر یہ ہوا کہ جشن عید میلاد النبی منانا بدعت مروجہ ہے جو 625 ہجری میں ایجاد کی گئی۔اس میں حب رسول کی کوئی بات نہیں پائی جاتی ہے، یہ حب رسول کے نام پر سراسر دھوکہ ،فراڈ، دنیا طلبی، بدعات اور سیئات کو فروغ دینا ہے۔ اللہ تعالی ہم سب کو محبت رسول کے اس جھوٹے دعوے اور جھوٹے دعویداروں سے بچائے۔آمین

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

جشن عید میلاد نہ منانے والوں پر بیجا اعتراض

بعض لوگ ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب آپ لوگ عید میلاد نہیں مناتے تو دوسرا گناہ کیوں کرتے ہیں؟، جب ہم جشن میلاد کی دعوت دیتے ہیں تو اس میں شریک ہونے سے کیوں بھاگتے ہیں جبکہ یہ تو خالص نبی ﷺ کی محبت میں قائم کی گئی محفل ہے اور آپ لوگ نہ جانے کون کون سا برا عمل کرتے ہیں اس سے کوئی خوف نہیں؟۔

یہ اعتراض بیجا قسم کا ہے، اگر آپ ہمارے مسلمان بھائی ہیں تو ہمیں گناہوں کا طعنہ نہیں دیں، ہم انسان ہیں غلطی ہو سکتی ہے اس غلطی پہ ہمیں متنبہ کریں اور اسے مل جل کر ختم کرنے کی کوشش کریں۔ایک سچے مسلمان کا یہی طریقہ ہے جیسا کہ نبی ﷺ کے فرمان سے واضح ہے۔اگر ہم گناہ کو گناہ نہیں کہیں تو اعتراض کیا جاسکتا ہے مگر ہم میں اور آپ میں فرق یہ ہے کہ آپ کو بارہا میلاد منانے سے منع کیا جاتا ہے اور اس کام کو بدعت اور دین میں نئی ایجاد کہا جاتا ہے مگر آپ نہ مانتے ہیں اور نہ ہی اس بدعتی کام سے رکتے ہیں تو پھر ایک سچے مسلمان کو چاہئے کہ ایسی بدعت سے دور رہے اور اس میں کسی طرح معاون بننے سے بچا رہے۔

عید میلاد النبی منانا شرعی اعتبار سے بدعت کے حکم میں ہے جس کے بڑے مفاسد ونقصانات ہیں بلکہ اس بدعت کے پیچھے بہت سے کفریہ وشرکیہ اعمال بھی انجام دئے جاتے ہیں اور بدعت ایجاد کرنے والا ضلالت وگمراہی کا مرتکب ہے اور بدعت جہنم میں لے جانے والی ہے۔اللہ نے ایسے شخص کو بڑے گمراہوں میں شمار کیا ہے، فرمان الٰہی ہے: وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللهِ إِنَّ اللهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (القصص:50)

ترجمہ: اور اس شخص سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالی کی (نازل کردہ شرعی) ہدایت کے بجائے اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے۔یقیناً اللہ تعالی ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے: وَكلَّ محدثةٍ بدعةٌ وَكلَّ بدعةٍ ضلالةٌ وَكلَّ ضلالةٍ في النَّارِ(صحيح النسائي: 1577)

ترجمہ: اور ہر نو ایجاد شدہ کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

توجو عمل دین میں اپنے من سے گھڑ لیا جائے اور اسے دین کا نام دے کر عمل کیا جائے کتنی بڑی جسارت ہے ؟۔دین تو نام ہے وحی الہی کا پھر خواہشات نفس پر چلنے کو دین کیسے کہا جائے گا؟العیاذ باللہ

بدعتی کو قیامت میں حوض کوثر سے روک دیا جائے گا اور اس لئے ہم بدعت کی شدت سے مخالفت کرتے ہیں کیونکہ بدعت اللہ اور اس کے رسول پر صریح بہتان والزام ہے۔عام لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ عمل اللہ اور اس کے رسول کے فرمان میں ہے جبکہ یہ دین میں نئی ایجاد ہے جس کے متعلق نبی ﷺ کا فرمان ہے۔

من أحدث في أمرِنا هذا ما ليس فيه فهو ردٌّ(صحيح البخاري:2697)

ترجمہ: جس کسی نے ہمارے دین میں نئی چیز کی ایجاد کی جو دین سے نہیں ہے' تو وہ مردود ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بدعتی کا کوئی عمل مقبول نہیں اور کلمہ گو مسلمان ہونے کے باوجود کل قیامت میں اسے وہی نبی ﷺ جن کے نام سے بدعت کرتے تھے ، سڑکوں پر جلوس اور نعرے لگاتے تھے اور جشن عید میلاد النبی کے نام پہ خوب گاتے پھرتے تھے ان بدعتیوں کو حوض کوثر سے روک دیں گے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أنا فرَطُكم على الحوْضِ ، ولَيُرفَعنَّ رجالُ منكم ثمَّ ليختلِجن دوني ، فأقولُ : يا ربِّ أصحابي ؟ فيُقالُ : إنَّك لا تدري ما أحدثوا بعدك(صحيح البخاري:6576)

ترجمہ: میں اپنے حوض پر تم سے پہلے ہی موجود رہوں گا اور تم میں سے کچھ لوگ میرے سامنے لائے جائیں گے پھر انہیں میرے سامنے سے ہٹا دیا جائے گا تو میں کہوں گا کہ اے میرے رب! یہ میرے ساتھی ہیں لیکن مجھ سے کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا نئی چیزیں ایجاد کر لی تھیں۔

ٹھیک ہے ہم گنہگار ہیں، نبی آدم کی تمام اولاد گنہگار ہیں، شدت کے ساتھ ہر گناہ کی مذمت کرتے ہیں اور اس سے بچنے کے لئے اللہ تعالی کی پناہ وتوفیق طلب کرتے ہیں۔یاد رکھیں کہ اللہ تعالی اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے وہ بھول چوک کو معاف کر دیتا ہے۔اسی طرح توبہ واستغفار سے گناہ کبیرہ کو بھی مٹا دیتا ہے اور عموما اللہ تعالی نیکیوں کی وجہ سے بنی آدم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

کے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے ، فرمان الہی ہے : إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ۚ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ (هود:114)

ترجمہ: بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں یہ ایک یاددہانی ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے: اتَّقِ اللَّهِ حيثُ ما كنتَ ، وأتبعِ السَّيِّئةَ الحسنةَ تمحُها ، وخالقِ النَّاسَ بخلقٍ حسنٍ(صحيح الترمذي: 1987)

ترجمہ: جہاں بھی رہو،اللہ سے ڈرو،اور گناہ کے بعد نیکی کرو؛ یہ نیکی گناہ کو مٹادے گی،اور لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔

تو یہ ہم اپنے گناہ کرنے کی دلیل نہیں پیش کر رہے ہیں بلکہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالی گناہوں کو توبہ واستغفار اور نیکیوں کی وجہ سے معاف کرنے والا ہے اور چاہے تو ویسے بھی بڑے سے بڑا گناہ معاف کردے مگر کوئی شرک پر مر جائے تو اس کی بخشش نہیں ہوگی۔اللہ کا فرمان ہے:

إِنَّ اللّهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ وَمَن يُشْرِكْ بِاللّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلاَلاً بَعِيدًا(النساء: 116)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالی اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے علاوہ جسے چاہے بخش دے اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

اوپر بدعتی کا حال معلوم ہی ہے کہ دنیا میں بھی اس کے لئے زجر وتوبیخ ہے،اس کا عمل ضائع وبرباد ہے اور آخرت میں بھی دھتکارا جائے گا۔اور جشن عید میلاد النبی ایسی بدعت میں جس میں کفر وشرک بھی پایا جاتا ہے ، فسق وفجور اور معصیت ونافرمانی اپنی جگہ۔

اللہ تعالی سے ہم ہر گناہ سے معافی طلب کرتے ہیں اور ہر قسم کی برائی سے بچنے کی توفیق وسعادت مانگتے ہیں اور اگر بھول سے یا عمداً گناہ سرزد ہو جائے تو نیکیوں کا وسیلہ لگا کر اللہ سے عفو کے طلب گار ہوتے ہیں مگر دین کے نام پر بدعت ایجاد کرنا کسی طور ہمیں گوارہ نہیں،نہ ہی ایسے شخص کو برداشت کریں گے جو من مانی اور گھڑی ہوئی باتوں کو دین الہی کا نام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دے اور اس پر عمل کرے بلکہ شدت کے ساتھ اس کی مذمت کریں گے۔ شرک وبدعت کے خلاف جنگ کی نوبت آئی تو اس سے بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ماہ رجب اور دور حاضر کے مسلمان

اللہ نے سال کے بارہ مہینے کائنات کی تخلیق سے ہی متعین فرمادئے،ان میں چار مہینوں کو اسی دن سے حرمت بخشی ہے جنہیں اشھر حرم (ذوالقعدہ،ذوالحجہ، محرم،رجب) کہا جاتا ہے۔ حرمت والے چار مہینوں میں رجب بھی ایک مہینہ ہے۔فرمان الٰہی ہے:

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ ۚ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (التوبة:36)

ترجمہ: مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے،اسی دن سے جب سے آسمان وزمین کو اس نے پیدا کیا ہے،ان میں سے چار حرمت وادب کے ہیں۔یہی درست دین ہے۔تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور تم تمام مشرکوں سے جہاد کرو جیسے کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ تعالی متقیوں کے ساتھ ہے۔

اور حدیث میں حرمت والے مہینوں کی وضاحت اس طرح آئی ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

السنةُ اثنا عشرَ شهرًا منها أربعةُ حُرُمٌ : ثلاثةٌ مُتوالياتٌ : ذو القَعدةِ وذو الحَجَّةِ والمُحرَّمُ ، ورجبُ مُضرَ ، الذي بين جُمادَى وشعبانَ .(صحيح البخاري:4406)

ترجمہ: سال بارہ ماہ کا ہے۔اس میں چار مہینے حرمت والے ہیں، تین تو مسلسل ہیں: ذوالقعدہ،ذوالحجہ اور محرم اور ایک رجب ہے جو جمادی الآخرہ اور شعبان کے درمیان ہے۔

یہاں جمادی سے مراد جمادی الآخرہ ہے کیونکہ اس کے اور شعبان کے درمیان ہی رجب آتا ہے۔

قرآنی آیت اور صحیح بخاری کی حدیث سے معلوم ہوا کہ رجب اشھر حرم یعنی چار حرمت وادب کے ماہ میں سے ہے۔اس ماہ کا تقاضہ ہے کہ اس میں فتنہ وفساد، قتل وغارت گری اور ظلم وتعدی سے باز رہا جائے،ایسا نہیں ہے کہ معصیت،فساد، ظلم اور قتل صرف انہیں مہینوں میں ممنوع ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ان مہینوں میں سختی کے ساتھ ممنوع ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

آج کے بہت سارے مسلمان اس حرمت والے مہینے کا احترام تو کجا اوہام و خرافات اور شرک وبدعات میں بری طرح ملوث ہیں۔ صرف اختصار کے ساتھ مختصر فہرست پیش کرتا ہوں، اس پہ کافی کچھ لکھا گیا ہے اس وجہ سے طوالت سے بچ رہا ہوں اور دلائل کی طرف محض اشارہ کر رہا ہوں۔

(1) اس ماہ کا نام رجب تعظیم کی وجہ سے پڑا ہے، قبیلہ مضر اس کی تعظیم زیادہ کرتے تھے اس وجہ سے رجب مضر بھی کہا جاتا ہے۔ بدعتیوں کے یہاں بھی کثرت تعظیم کے باعث یہ مہینہ رجب المرجب سے مشہور ہے اور ان کی تعظیم اپنے مخصوص انداز میں شرکیہ اور بدعیہ اعمال انجام دینا ہے۔

(2) لوگوں میں یہ میسیج گردش کر رہا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس نے اس ماہ کی مبارکباد دی اس پر جہنم کی آگ حرام ہو جاتی ہے، یہ جھوٹی بات ہے اور نبی ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنے والا جہنم میں جائے گا۔

(3) رجب کی آمد سے پہلے ہی عموما اور چاند نکلنے پر خصوصا یہ دعا "اللهم بارِكْ لنا في رجبٍ وشعبانَ ، وبلِّغنا رمضانَ "(اے اللہ! ہمارے لئے رجب اور شعبان میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان تک پہنچادے) چاروں طرف پڑھی اور پھیلائی جاتی ہے جبکہ یہ دعا ضعیف ہے اور ضعیف حدیث کو دلیل نہیں بنا سکتے ہیں۔ (ضعیف حدیث کے لئے دیکھئے ضعیف الجامع: 4395)

(4) رجب کے مہینے میں مخصوص قسم کی مختلف نمازیں ادا کی جاتی ہیں مثلا پہلے رجب کو ہزاری نماز، پہلی شب جمعہ کو صلاۃ الرغائب (اللہ کی یاد میں مست رہنے والوں کی نماز جو مغرب وعشاء کے درمیان پڑھی جاتی ہے) یعنی بارہویں نماز، پندرہویں رجب کو ام داؤد کی نماز اور ستائیسویں رات کو شب معراج کی نماز۔ یہ ساری نمازیں بدعتی ہیں کیونکہ ان سب کی کوئی دلیل شریعت میں وارد نہیں ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے جس نے دین میں کوئی ایسا کام کیا جو دین میں سے نہیں ہے وہ مردود ہے۔

(5) ماہ رجب میں مخصوص قسم کے روزے رکھ کر مخصوص اجر کی امید کی جاتی ہے جیسا کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ رجب کے پہلے دن کا روزہ تین سال کا کفارہ ہے اور دوسرے دن کا روزہ دو سالوں کا اور تیسرے دن کا ایک سال کا کفارہ ہے، پھر ہر دن کا روزہ ایک ماہ کا کفارہ ہے۔ اسی طرح ستائیس کو لکھی اور ہزاری روزے رکھ کر ہزاروں لاکھوں ثواب کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امید کی جاتی ہے جبکہ یہ روزے رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں اور جو عمل رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں وہ باطل ومردود ہے۔

(6) رجب کے مہینے میں کثرت سے عمرہ کرنا زیادہ ثواب کا باعث خیال کیا جاتا ہے جبکہ صحیح روایات سے معلوم ہے کہ نبی ﷺ نے رجب میں کبھی عمرہ ہی نہیں کیا اور جتنے عمرہ کئے سب ذوالقعدہ میں ادا کئے۔

(7) رجب کی مشہور ترین بدعات میں بائیس رجب کو جعفر صادق کے نام سے کونڈے بھرنا ہے۔ کونڈے بھر کر جعفر صادق کے توسل سے مانگی گئی ہر مراد پوری ہونے کا عقیدہ رکھا جاتا ہے۔ یاد رہے یہ غیر اللہ کی نذر ہے جو کہ حرام اور شرک ہے، نذر عبادت ہے اور یہ محض اللہ کے لئے مانی جائے گی۔

(8) رجب کی ستائیس تاریخ بھی بدعتیوں کے نزدیک کافی اہم ہے۔ اس تاریخ کو شب معراج کا جشن مناتے ہیں ، قمقموں سے گھروں کو روشن کرتے ہیں، شب بیداری کرتے ہیں، شب معراج کے نام سے محفل قائم کرتے ہیں اور شب معراج کی عبادت کرتے ہیں۔ عورت کے مشابہ دو باز والے براق کے نام سے تصویر بناتے ہیں۔ اسلام میں نہ جشن معراج ہے، نہ اس رات شب بیداری ہے، نہ چراغاں اور نہ ہی کوئی مخصوص عبادت ہے پھر کوئی مسلمان اپنے من سے یہ سارے کام کیسے انجام دے سکتا ہے؟۔

(9) ان سب کاموں کے علاوہ بھی بہت سارے خرافات انجام دئے جاتے ہیں مثلاً ارواح کی طرف سے خیرات کرنا، اجمیر کا سفر کرکے معین الدین چشتی کے مزار پہ میلہ ٹھیلہ لگانا، قبروں کا سجدہ وطواف اور ان پہ چادر وپھول چڑھانا، مخصوص پکوان پکانا، تبرک کی نیت سے رجب کی انگوٹھی پہننا اور مخصوص قسم کے اوراد وظائف کا اہتمام کرنا وغیرہ۔

(10) اس ماہ میں انجام دئے جانے والے مذکورہ سارے اعمال مردود وباطل ہیں کیونکہ یہ نہ اللہ کے مقدس فرامین میں ہیں اور نہ ہی رسول اللہ کی پاکیزہ تعلیمات میں ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم رجب میں نفلی نماز نہیں پڑھ سکتے ، یا نفلی روزے نہیں رکھ سکتے اور عمرہ یا عبادات وصدقات کرنا منع ہے۔ جس طرح اعمال صالحہ دوسرے ماہ میں انجام دیتے ہیں اس ماہ میں بھی انجام دے سکتے ہیں یعنی نفلی نمازیں، سوموار، جمعرات، ایام بیض کے روزے، قضا روزے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ذکر، تلاوت، عمرہ، صدقات وغیرہ۔تاہم کوئی عبادت مخصوص طرز پر اور تاریخ ووقت متعین کر کے نہیں ادا کر سکتے ہیں جیسا کہ بدعتی لوگ کرتے ہیں۔

(11) بہت سارے لوگ آپ کو رجب کے فضائل میں مختلف قسم کی احادیث دکھائیں گے، آپ ان سے دھوکہ نہ کھائیں اور مختصراً ذہن میں یہ بات رکھیں کہ رجب ایک حرمت والا مہینہ ہے اور اس حرمت کے ماسوا اس ماہ میں مخصوص نماز، مخصوص روزے، مخصوص دعا، مبارکبادی والی تمام احادیث یا تو ضعیف ہیں یا من گھرنت ہیں۔

(12) ایک آخری اہم بات یہ بتانے لگا ہوں کہ رجب حرمت والا مہینہ ہونے کے باعث اس ماہ میں شرک وبدعات اور ہر قسم کی معصیت سے بچنا ہمارے لئے نہایت ہی ضروری ہے، کس قدر المیہ ہے کہ ابتدائے آفرینش سے نیک وبد سب نے اشہر حرم کا احترام کیا اور آج کا مسلمان کس قدر گیا گزرا ہے کہ وہ حرمت کی ساری حدیں پار کر گیا ہے۔اللہ نے حکم دیا کہ حرمت والے مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور ظلم میں شرک وبدعت کے ساتھ ہر قسم کی معصیت شامل ہے۔

اللہ امت مسلمہ کو دین کی سمجھ عطا فرمائے اور شرک وبدعت سے بچا کر ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دے ۔آمین

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ماہ شعبان حقیقت کے آئینے میں

ماہ شعبان بطور خاص اس کی پندرہویں تاریخ سے متعلق امت مسلمہ میں بہت سی گمراہیاں پائی جاتی ہیں اس مختصر سے مضمون میں اس ماہ کی اصل حقیقت سے روشناس کرانا چاہتاہوں تاکہ جولوگ صحیح دین کو سمجھنا چاہتے ہیں ان پر اس کی حقیقت واضح ہوسکے، ساتھ ساتھ جولوگ جانے انجانے بدعات وخرافات کے شکار ہیں ان پر حجت پیش کرکے شعبان کی اصل حقیقت پرانہیں بھی مطلع کیا جاسکے۔

مندرجہ ذیل سطور میں شعبان کے حقائق کو دس نکات میں واشگاف کرنے کی کوشش کروں گا،ان نکات کے ذریعہ اختصار کے ساتھ تقریبا سارے پہلواجاگر ہوجائیں گے اور ایک عام قاری کو بھی اس ماہ کی اصل حقیقت کا اندازہ لگانا آسان ہوجائے گا۔

پہلانکتہ :ماہ شعبان کی فضیلت

شعبان روزہ کی وجہ سے فضیلت وامتیاز والا مہینہ ہے،اس ماہ میں کثرت سے روزہ رکھنے پر متعدد صحیح احادیث مروی ہیں جن میں بخاری ومسلم کی روایات بھی ہیں۔بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے:

أن عائشةَ رضي الله عنها حدَّثَته قالتْ : لم يكنِ النبيُّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم يصومُ شهرًا أكثرَ من شَعبانَ، فإنه كان يصومُ شعبانَ كلَّه(صحيح البخاري:1970)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہابیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزہ نہیں رکھاکرتے تھے،آپ ﷺ شعبان کے مہینے کا تقریباپورا روزہ رکھاکرتے تھے۔

اور مسلم شریف میں ام سلمہ رضی اللہ عنہاسے مروی ہے:

سألتُ عائشةَ رضي اللهُ عنها عن صيامِ رسولِ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ فقالت : كان يصومُ حتى نقول : قد صام . ويفطر حتى نقول : قد أفطر . ولم أرَه صائمًا من شهرٍ قطُّ أكثرَ من صيامِه من شعبانَ . كان يصومُ شعبانَ كلَّه . كان يصومُ شعبانَ إلا قليلًا .(صحيح مسلم:1156)

ترجمہ: میں نے عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے نبی ﷺ کے روزوں کے بارے میں دریافت کیا تووہ کہنے لگیں: آپ ﷺ روزے رکھنے لگتے تو ہم کہتیں کہ آپ توروزے ہی رکھتے ہیں،اورجب آپ ﷺ روزہ چھوڑتے توہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

کہتے کہ اب نہیں رکھیں گے، میں نے نبی ﷺ کو شعبان کے مہینہ سے زیادہ کسی اور مہینہ میں زیادہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، آپ سارا شعبان ہی روزہ رکھتے تھے، آپ ﷺ شعبان میں اکثر ایام روزہ رکھا کرتے تھے۔

ترمذی شریف میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

ما رأيتُ النَّبيَّ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ يصومُ شَهرينِ متتابعينِ إلَّا شعبانَ ورمضانَ(صحيح الترمذي:736)

ترجمہ: میں نے نبی ﷺ کو لگاتار دو مہینوں کے روزے رکھتے نہیں دیکھا سوائے شعبان اور رمضان کے۔

یہی روایت نسائی میں ان الفاظ کے ساتھ ہے:

ما رأيتُ رسولَ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ يصومُ شهرينِ متتابعينِ ، إلَّا أنَّه كان يصِلُ شعبانَ برمضانَ(صحيح النسائي:2174)

ترجمہ: میں نے نبی ﷺ کو کبھی بھی دو ماہ مسلسل روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن آپ شعبان کو رمضان کے ساتھ ملایا کرتے تھے۔

ان ساری احادیث سے صرف روزہ رکھنے کا ثبوت ملتا ہے یعنی شعبان کا اکثر روزہ رکھنا اور جن روایتوں میں پورا شعبان روزہ رکھنے کا ذکر ہے ان سے بھی مراد شعبان کا اکثر روزہ رکھنا ہے۔

اس ماہ میں بکثرت روزہ رکھنے کی حکمت پر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

يا رسولَ اللَّهِ ! لم ارك تَصومُ شَهرًا منَ الشُّهورِ ما تصومُ من شعبانَ ؟ ! قالَ : ذلِكَ شَهرٌ يَغفُلُ النَّاسُ عنهُ بينَ رجبٍ ورمضانَ ، وَهوَ شَهرٌ تُرفَعُ فيهِ الأعمالُ إلى ربِّ العالمينَ ، فأحبُّ أن يُرفَعَ عمَلي وأَنا صائمٌ(صحيح النسائي:2356)

میں نے اللہ تعالی کے رسول ﷺ سے پوچھا کہ آپ جتنے روزے شعبان میں رکھتے ہیں کسی اور مہینہ میں اتنے روزے نہیں رکھتے؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: یہ ایسا مہینہ ہے جس میں لوگ غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں جو رجب اور رمضان کے مابین ہے، یہ ایسا مہینہ ہے جس میں اعمال رب العالمین کی طرف اٹھائے جاتے ہیں، میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال روزے کی حالت میں اٹھائے جائیں۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ نبی ﷺ کی اقتداء میں ہمیں ماہ شعبان میں صرف روزے کا اہتمام کرنا چاہئے وہ بھی بکثرت اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسی ایسے عمل کو انجام نہیں دیناچاہئے جن کا ثبوت نہیں ہے۔

دوسرا نکتہ: نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنا

اوپر والی احادیث سے معلوم ہوا کہ شعبان کا اکثر روزہ رکھنا مسنون ہے مگر کچھ ایسی روایات بھی ہیں جن میں نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کی ممانعت آئی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

إذا بقيَ نِصفٌ من شعبانَ فلا تصوموا(صحيح الترمذي:738)

ترجمہ: جب نصف شعبان باقی رہ جائے (یعنی نصف شعبان گزر جائے) تو روزہ نہ رکھو۔

اس معنی کی کئی روایات ہیں جو الفاظ کے فرق کے ساتھ ابوداؤد، نسائی، بیہقی، احمد، ابن ابی شیبہ اور ابن حبان وغیرہ نے روایت کیا ہے۔اس حدیث کی صحت وضعف کے متعلق علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ صحیح قرار دینے والوں میں امام ترمذی، امام ابن حبان، امام طحاوی، ابوعوانہ، امام ابن عبدالبر، امام ابن حزم، علامہ احمد شاکر، علامہ البانی، علامہ ابن باز اور علامہ شعیب ارناؤط وغیرہ ہیں جبکہ دوسری طرف ضعیف قرار دینے والوں میں عبدالرحمن بن مہدی، امام احمد، ابوزرعہ رازی، امام اثرم، ابن الجوزی، بیہقی، ابن معین اور شیخ ابن عثیمین وغیرہم ہیں۔

ابن رجب نے کہا کہ اس حدیث کی صحت وعمل کے متعلق اختلاف ہے۔ جنھوں نے تصحیح کی وہ ترمذی، ابن حبان، حاکم، طحاوی اور ابن عبدالبر ہیں اور جنھوں نے اس حدیث پر کلام کیا ہے وہ ان لوگوں سے زیادہ بڑے اور علم والے ہیں۔ان لوگوں نے حدیث کو منکر کہا ہے، وہ ہیں عبدالرحمن بن مہدی، امام احمد، ابوزرعہ رازی، اثرم۔(لطائف المعارف ص:135)

اس وجہ سے یہ روایت منکر اور ناقابل حجت ہے، اگر ممانعت والی روایت کو صحیح مان لیا جائے جیسا کہ بہت سے محدثین اس کی صحت کے بھی قائل ہیں تو اس بنا پر یہ کہا جائے گا کہ اس ممانعت سے چند لوگ مستثنی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) جسے روزے رکھنے کی عادت ہو، مثلا کوئی شخص پیر اور جمعرات کا روزہ رکھنے کا عادی ہو تو وہ نصف شعبان کے بعد بھی روزے رکھے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) جس نے نصف شعبان سے قبل روزے رکھنے شروع کر دئے اور نصف شعبان سے پہلے کو بعد والے سے ملا دیا۔

(3) اس سے رمضان کی قضاء اور نذر میں روزے رکھنے والا بھی مستثنی ہوگا۔

(4) نبی ﷺ کی اتباع میں شعبان کا اکثر روزہ رکھنا چاہے رکھ سکتا ہے اس حال میں کہ رمضان کے روزے کے لئے کمزور نہ ہو جائے۔

تیسرا نکتہ: نصف شعبان کا روزہ

ایسی کوئی صحیح حدیث نہیں ہے جس سے پندرہویں شعبان کو روزہ رکھنے کی دلیل بنتی ہو، صحیح احادیث سے شعبان کا اکثر روزہ رکھنے کی دلیل ملتی ہے جیسا کہ اوپر متعدد احادیث گزری ہیں۔ جو لوگ روزہ رکھنے کے لئے شعبان کی پندرہویں تاریخ متعین کرتے ہیں وہ دین میں بدعت کا ارتکاب کرتے ہیں اور بدعت موجب جہنم ہے۔ اگر کوئی کہے کہ پندرہویں شعبان کو روزہ رکھنے سے متعلق حدیث ملتی ہے تو میں کہوں گا کہ ایسی روایت گھڑی ہوئی اور بناوٹی ہے۔ جو گھڑی ہوئی روایت کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کرے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

چوتھا نکتہ: نصف شعبان کی رات قیام

جھوٹی اور من گھڑنت روایتوں کو بنیاد بنا کر نصف شعبان کی رات مختلف قسم کی مخصوص عبادتیں انجام دی جاتی ہیں۔

ابن ماجہ کی روایت ہے:

إذا كانت ليلةُ النِّصفِ من شعبانَ فقوموا ليلَها ، وصوموا نَهارَها(ضعيف ابن ماجه:261)

ترجمہ: جب نصف شعبان کی رات آئے تو اس قیام کرو اور دن کا روزہ رکھو۔

یہ روایت گھڑی ہوئی ہے کیونکہ اس میں ایک راوی ابو بکر بن محمد روایتیں گھڑنے والا تھا۔

اس رات صلاۃ الفیہ یعنی ایک ہزار رکعت والی مخصوص طریقے کی نماز پڑھی جاتی ہے، کچھ لوگ سو رکعات اور کچھ لوگ چودہ اور کچھ بارہ رکعات بھی پڑھتے ہیں۔ اس قسم کی کوئی مخصوص عبادت نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول نہیں ہے۔ اسی طرح اس رات اجتماعی ذکر، اجتماعی دعا، اجتماعی قرآن خوانی اور اجتماعی عمل کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پانچواں نکتہ: شب برات کا تصور

پندرہویں شعبان کی رات کو مختلف ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے ۔ مثلا لیلۃ المبارکہ (برکتوں والی رات)، لیلۃ الصک (تقسیم امور کی رات)، لیلۃ الرحمۃ (نزول رحمت کی رات)۔ایک نام شب برات (جہنم سے نجات کی رات) بھی ہے جو زبان زد خاص وعام ہے۔ حقیقت میں ان ناموں کی شرعا کوئی حیثیت نہیں ہے۔

لیلۃ المبارکہ نصف شعبان کی رات کو نہیں کیا جاتا ہے بلکہ شب قدر کو کہا جاتا ہے، اللہ کا فرمان ہے:

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ{الدخان:3}

ترجمہ: یقیناً ہم نے اس (قرآن) کو بابرکت رات میں نازل کیا ہے کیونکہ ہم ڈرانے والے ہیں۔

اللہ تعالی نے قرآن کو لیلۃ المبارکہ یعنی لیلۃ القدر میں نازل کیا جیسا کہ دوسری جگہ اللہ کا ارشاد ہے:

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ[القدر:1]

ترجمہ: ہم نے اس (قرآن) کو قدر والی رات میں نازل کیا ہے۔

تقسیم امور بھی شب قدر میں ہی ہوتی ہے نہ کہ نصف شعبان کی رات اور اسے لیلۃ الرحمۃ کہنے کی بھی کوئی دلیل نہیں۔ جہاں تک شب برات کی بات ہے، تو وہ بھی ثابت نہیں ہے، اس کے لئے جو دلیل دی جاتی ہے ضعیف ہے۔ آگے اس حدیث کی وضاحت آئے گی۔

چھٹواں نکتہ: نصف شعبان کی رات قبرستان کی زیارت

ترمذی میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

فقَدتُ رسولَ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ ليلةً فخرجتُ فإذا هوَ في البقيعِ۔

ترجمہ : ایک رات میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پہلو سے غائب پایا ،تلاش کیا تو آپ کوبقیع [قبرستان] میں پایا۔

یہ روایت نصف شعبان سے متعلق ہے، اس حدیث کو بنیاد بنا کر پندرہویں شعبان کی رات قبرستان کی صفائی ہوتی ہے، قبروں کی پوتائی کی جاتی ہے، وہاں بجلی وقمقمے لگائے جاتے ہیں اور عورت ومرد ایک ساتھ اس رات قبرستان کی زیارت کرتے ہیں جبکہ مذکورہ حدیث ضعیف ہے۔ اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ قبروں کی زیارت کبھی بھی مسنون ہے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لئے تاریخ متعین کرنا بدعت ہے اور عورت و مرد کے اختلاط کے ساتھ زیارت کرنا، قبر پر میلہ ٹھیلہ لگانا کبھی بھی جائز نہیں ہے۔

ساتواں نکتہ: آتش بازی

شعبان میں جس قدر بدعات و خرافات کی انجام دہی پر پیسے خرچ کئے جاتے ہیں اگر اس طرح رمضان المبارک میں صدقہ و خیرات کر دیا جاتا تو بہت سے غریبوں کو راحت نصیب ہوتی اور ذخیرہ آخرت بھی ہو جاتا مگر جسے فضول خرچی یعنی شیطانی کام پسند ہو وہ رمضان کا صدقہ و خیرات کہاں، شعبان میں آتش بازی کو ہی پسند کرے گا۔ ماہ شعبان شروع ہوتے ہی پٹاخے چھوڑنے شروع ہو جاتے ہیں ذرا تصور کریں اس وقت سے لیکر شعبان بھر میں کس قدر فضول خرچی ہوتی ہو گی؟۔ نصف شعبان کی رات کی پٹاخے بازی کی حد ہی نہیں، اس سے ہونے والے مالی نقصانات کے علاوہ جسمانی نقصانات اپنی جگہ۔

آٹھواں نکتہ: مخصوص پکوان اور روحوں کی آمد

نصف شعبان کی بدعات میں قسم قسم کے کھانے، حلوے پوری اور نوع بنوع ڈنر تیار کرنا ہے، اسے فقراء و مساکین میں تقسیم کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ روحیں آتی ہیں، بایں سبب ان کے لئے فاتحہ خوانی کی جاتی ہے۔ یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر آج حلوہ پوری نہ بنائی جائے تو روحیں دیواریں چاٹتی ہیں۔ کھانا پکانے کے لئے تاریخ متعین کرنا اور متعین تاریخ میں فقراء میں تقسیم کرنا، اس کھانے پر فاتحہ پڑھنا، فاتحہ شدہ کھانا مردوں کو ایصال ثواب کرنا سب کے سب بدعی امور ہیں۔ اور یہ جان لیں کہ مرنے کے بعد روح دنیا میں لوٹ کر نہیں آتی، قرآن میں متعدد آیات وارد ہیں جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

كَلاَّ إِنَّها كَلِمَةٌ هُوَ قائِلُها وَ مِنْ وَرائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلي يَوْمِ يُبْعَثُونَ(المومنون: 100)

ترجمہ: ہر گز نہیں، یہ بس ایک بات ہے جو وہ بک رہا ہے اب ان سب (مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ حائل ہے دوسری زندگی کے دن تک۔

نواں نکتہ: کیا نصف شعبان کو اللہ آسمان دنیا پر نزول کرتا ہے؟

ایک روایت بڑے زور شور سے پیش کی جاتی ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ان الله ليطلع في ليلة النصف من شعبان فيغفر لجميع خلقه إلا لمشرك أو مشاحن(سنن ابن ماجه :1390) .

ترجمہ: اللہ تعالی نصف شعبان کی رات (اپنے بندوں پر) نظر فرماتاہے پھر مشرک اور (مسلمان بھائی سے) دشمنی رکھنے والے کے سوا ساری مخلوق کی مغفرت کر دیتا ہے ۔

اس حدیث کو البانی صاحب نے حسن قرار دیا ہے جبکہ اس میں مشہور ضعیف راوی ابن لہیعہ ہے اور دوسرے جمیع طرق میں بھی ضعف ہے۔عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے یہ روایت آئی ہے۔

إنَّ اللَّهَ تعالى ينزِلُ ليلةَ النِّصفِ من شعبانَ إلى السَّماءِ الدُّنيا ، فيغفرُ لأكْثرَ من عددِ شَعرِ غنَمِ كلبٍ(ضعيف ابن ماجه:262)

ترجمہ: للہ تعالٰی نصف شعبان کی رات کو آسمان دنیا پر اترتا ہے اور کلب قبیلہ کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ لوگوں کو معاف فرماتا ہے۔

اسے شیخ البانی نے ضعیف کہا ہے،امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی سند میں انقطاع کا ذکر کیا ہے جس کی وجہ سے یہ ضعیف ہے ۔

بہر کیف ! نصف شعبان کی رات آسمان دنیا پر اللہ کے نزول کی کوئی خاص دلیل نہیں ہے البتہ اس حدیث کے عموم میں داخل ہے جس میں ذکر ہے کہ اللہ تعالی ہر رات تہائی حصے میں آسمان دنیا پر نزول کرتا ہے۔

دسواں نکتہ: پندرہویں شعبان سے متعلق احادیث کا حکم

آخری نکتے میں یہ بات واضح کردوں کہ نصف شعبان کے دن یا اس کی رات سے متعلق کوئی بھی صحیح حدیث نہیں ہے ۔قبیلہ کلب کی بکری کے بالوں کے برابر مغفرت والی حدیث، مشرک وبغض والے علاوہ سب کی مغفرت والی حدیث، سال بھر کے موت وحیات کا فیصلہ کرنے والی حدیث، اس دن کے روزہ سے ساٹھ سال اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت کی حدیث ، بارہ –چودہ- سو اور ہزار رکعات نفل پڑھنے والی حدیث یانصف شعبان پہ قیام وصیام اور اجر وثواب سے متعلق کوئی بھی حدیث قابل حجت نہیں ہے۔

اس وجہ سے پندرہ شعبان کے دن میں کوئی مخصوص عمل انجام دینا یا پندرہ شعبان کی رات میں کوئی مخصوص عبادت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

کرنا جائز نہیں ہے۔ شعبان کے مہینے میں نبی ﷺ سے صرف اور صرف بکثرت روزہ رکھنے کا ثبوت ملتا ہے لہذا مسلمانوں کو اسی عمل پر اکتفا کرنا چاہیئے اور بدعات و خرافات کو انجام دے کر پہلے سے جمع کی ہوئی نیکی کو بھی ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کا حکم

بعض حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ پندرہ شعبان کے بعد روزہ نہیں رکھنا چاہئے اور بعض احادیث نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے پہ دلالت کرتی ہیں جن کی بدولت عام آدمی کو یہ الجھن ہے کہ صحیح موقف کیا ہے یعنی پندرہ شعبان کے بعد روزہ رکھ سکتے ہیں یا نہیں رکھ سکتے ہیں ؟

پہلے ممانعت والی حدیث دیکھیں:

مختلف کتب احادیث میں الفاظ کے اختلاف کے ساتھ نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کی ممانعت وارد ہے۔ وہ احادیث باختلاف الفاظ اس طرح ہیں۔

(1)إذا كان النصف من شعبان فأمسكوا عن الصوم حتى يكون رمضان(أحمد وابن أبي شيبة)

ترجمہ: جب نصف شعبان ہو جائے تو رمضان تک روزہ رکھنے رکھنے سے رک جاؤ۔

(2)إذا انتصف شعبان فلا تصوموا (أبو داود والبيهقي)

ترجمہ: جب نصف شعبان آجائے تو روزہ مت رکھو۔

(3)لا صومَ بعدَ النِّصفِ مِن شعبانَ حتَّى يجيءَ شهرُ رمضانَ(ابن حبان)

ترجمہ: نصف شعبان کے بعد کوئی روزہ نہیں یہاں تک کہ رمضان کا مہینہ آجائے۔

(4)إذا كان النصف من شعبان فأفطروا(ابنِ عديٍّ)

ترجمہ: جب نصف شعبان آجائے تو(روزہ چھوڑدو)افطار کرو۔

(5)إذا انتصف شعبان فكفوا عن الصوم(النسائي)

ترجمہ: جب نصف شعبان آجائے تو روزہ سے رک جاؤ۔

(6)إذَا مضَى النِّصفُ مِن شعبانَ فأمسِكُوا عنِ الصِّيامِ حتَّى يدخلَ رمضانُ(بیہقی)

ترجمہ: جب نصف شعبان گذر جائے تو روزہ رکھنے سے رک جاؤیہاں تک کہ رمضان داخل ہو جائے۔

(7)إذا بقي نصف شعبان فلا تصوموا(الترمذي)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ترجمہ: جب نصف شعبان باقی بچ جائے تو روزہ مت رکھو۔

الفاظ کے اختلاف کے ساتھ یہ روایات تھیں۔اس باب کی روایات کو صحیح بھی قرار دینے والے محدثین ہیں اور ضعیف بھی قرار دینے والے ہیں۔

صحیح قرار دینے والوں میں حافظ ابن حجر، امام ترمذی، امام ابن حبان، امام طحاوی، ابوعوانہ، امام ابن عبدالبر، امام ابن حزم، علامہ احمد شاکر، علامہ البانی، علامہ ابن باز، شعیب ارناؤط اور صاحب تحفۃ الاحوذی وغیرہ ہیں اور ضعیف کہنے والوں میں ابن الجوزی، دارقطنی، ابن عدی، ضیاء مقدسی، سخاوی، نسائی اور ابن عثیمین وغیرہ ہیں۔امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ان روایات کو غیر محفوظ کہا ہے اور متعدد جگھوں پر منکر قرار دیا ہے، ابوداد بھی منکر قرار دیتے ہیں اور ابن رجب نے شاذ اور صحیح حدیث کے خلاف کہا ہے۔ان روایات میں نکارت اور علتین پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے انہیں منکر کہنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اب ان روایات کو دیکھیں جن سے نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کا جواز نکلتا ہے۔

پہلی دلیل:

حديث أبي هريرة - رضي الله عنه - عن النبي -صلى الله عليه وسلم- أنه قال: لا يتقدمن أحدكم رمضان بصوم يوم، أو يومين إلا أن يكون رجل كان يصوم صومه فليصم ذلك اليوم.(صحيح البخاري:1914)

ترجمہ: رمضان المبارک سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھو، لیکن وہ شخص جو پہلے روزہ رکھتا رہا ہے اسے روزہ رکھ لینا چاہیے۔

فائدہ: یہ روایت رمضان سے ایک دو دن پہلے یعنی نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے پہ دلالت کرتی ہے۔

دوسری دلیل:

أن عائشةَ رضي الله عنها حدَّثَته قالتْ : لم يكنِ النبيُّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم يصومُ شهرًا أكثرَ من شَعبانَ، فإنه كان يصومُ شعبانَ كلَّه(صحيح البخاري:1970)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزہ نہیں رکھا کرتے تھے، آپ ﷺ شعبان کے مہینے کا تقریبا پورا روزہ رکھا کرتے تھے۔

فائدہ: اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ نبی ﷺ پورے شعبان کا نہیں بلکہ شعبان کا تقریبا اکثر روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور اکثر روزہ میں نصف شعبان کا روزہ بھی داخل ہے۔

تیسری دلیل:

عن عِمرانَ بنِ الحُصَيْنِ أنَّ النبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ قال لرجلٍ " هل صُمتَ من سَرَرِ هذا الشهرِ شيئًا ؟ " قال : لا . فقال رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ : " فإذا أفطرتَ من رمضانَ ، فصُمْ يومَيْنِ مكانَه " .(صحيح مسلم:1161)

ترجمہ: عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا: کیا تو نے اس مہینہ کے آخر میں کوئی روزہ رکھا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا: نہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو افطار کرے رمضان سے پس تو اس کی جگہ دو روزے رکھ لے؟

فائدہ: یہ اصل میں ایک صحابی کو نبی ﷺ نے حکم دیا جن کی عادت ہمیشہ روزہ رکھنے کی تھی یا نذر کا روزہ تھا۔ شعبان کے آخر میں نہ رکھ سکنے کی وجہ سے بعد رمضان کے بعد اس کو پورا کرنے کا حکم دیا۔

ایک طرف ممانعت والی روایات میں علتیں ہیں تو دوسری طرف جواز والی روایات صحیحین کے ہیں، اس ناحیہ سے جواز کو ترجیح ملتا ہے اور اگر نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کی ممانعت والی روایت کو صحیح مان لیا جائے تو اس بناپر یہ کہا جائے گا کہ اس ممانعت سے چند لوگ مستثنی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) جسے روزے رکھنے کی عادت ہو، مثلا کوئی شخص پیر اور جمعرات کا روزہ رکھنے کا عادی ہو تو وہ نصف شعبان کے بعد بھی روزے رکھے گا۔

(2) جس نے نصف شعبان سے قبل روزے رکھنے شروع کر دئے اور نصف شعبان سے پہلے کو بعد والے سے ملا دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

(3)اس سے رمضان کی قضاءاور نذر میں روزے رکھنے والا بھی مستثنی ہو گا۔

(4) نبی ﷺ کی اتباع میں شعبان کا اکثر روزہ رکھنا چاہے رکھ سکتا ہے اس حال میں کہ رمضان کے روزے کے لئے کمزور نہ ہو جائے۔

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

رمضان کا استقبال کیسے کریں؟

رمضان المبارک کی آمد آمد ہے،ہر طرف مومن کے اندر اس کے تیئں اظہار مسرت ہے۔یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس کا انتظار مومن آدمی سال بھر کرتا ہے کیونکہ یہ
نیکی، برکت، بخشش، عنایت، توفیق، عبادت، زہد، تقوی، مروت، خاکساری، مساوات، صدقہ و خیرات، رضائے مولی، جنت کی بشارت، جہنم سے گلو خلاصی کا مہینہ ہے۔اس ماہ مقدس میں مومن کے اندر فکر آخرت کے ذریعہ رب سے ملاقات کی خواہش بیدار ہوتی ہے۔ سبحان اللہ اس قدر پاکیزہ و محترم مہینہ۔یہ رب کی طرف سے اس پر ایمان لانے والوں کے لئے عظیم تحفہ ہے۔اب ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ اس ماہ عظیم الشان کا کیسے استقبال کریں اور کس عمدگی سے اس مہینے کے فیوض و برکات سے اپنے دامن کو نیکیوں کے موتی بھر لیں؟

رمضان کا استقبال کیسے کریں؟

اپنے ذہن میں ذرا تصور پیدا کریں کہ جب آپ کے گھر کسی اعلی مہمان کی آمد ہوتی ہے تو آپ کیا کرتے ہیں؟ آپ کا جواب ہوگا۔ہم بہت ساری تیاریاں کرتے ہیں۔گھر آنگن کو خوب سجاتے ہیں،خود بھی ان کے لئے زینت اختیار کرتے ہیں، پورے گھر میں خوشی کا ماحول ہوتا ہے، بچوں کے لب پہ نغمے، چہرے پہ خوشی کے آثار ہوتے ہیں۔ مہمان کی خاطر تواضع کے لئے ان گنت پر تکلف سامان تیار کئے جاتے ہیں۔جب ایک مہمان کے لئے اس قدر تیاری تو مہمانوں میں سب سے اعلی اور رب کی طرف سے بھیجا ہوا مہمان ہو تو اس کی تیاری کس قدر پر زور ہونی چاہئے؟ آیئے اس تیاری سے متعلق آپ کے لئے ایک مختصر خاکہ پیش کرتا ہوں۔

(1)عظمت کا احساس

رمضان کا مہینہ بیحد عظیم ہے،اس کی عظمت کا احساس اور قدر و منزلت کا لحاظ آمد رمضان سے قبل ہی ذہن و دماغ میں پیوست کرلیا جائے تاکہ جب رمضان میں داخل ہوں تو غفلت، سستی، بے اعتنائی، ناقدری، ناشکری، احسان فراموشی اور صیام و قیام سے بے رغبتی کے اوصاف رذیلہ نہ پیدا ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ اتنی عظمت وقدر والا مہینہ ہے کہ اس کی ایک رات کا نام ہی قدر ومنزلت ہے۔

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ (1) وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ (2) لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ (3) تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ (4) سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (5) (سورة القدر)

ترجمہ: بیشک ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر یعنی باعزت وخیر وبرکت والی رات میں نازل کیا ہے۔اور آپ کو کیا معلوم کہ لیلۃ القدر کیا ہے۔لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔اس رات میں فرشتے اور جبریل روح الامین اپنے رب کے حکم سے ہر حکم لے کر آترتے ہیں۔وہ رات سلامتی والی ہوتی ہے طلوع فجر تک۔

آپ یہ نہ سمجھیں کہ رمضان کی ایک رات ہی قدر کی رات ہے بلکہ اس کا ہر دن اور ہر رات قدر ومنزلت کا حامل ہے۔

(2)نعمت کا احساس

رمضان جہاں رب کا مہمان ہے وہیں اس کی طرف سے ایک عظیم نعمت بھی ہے۔عام طور سے انسان کو اس نعمت کا احساس کم ہی ہوتا ہے جو حاصل ہو جاتی ہے لیکن جو نہیں مل پاتی اس کے لئے تڑپتا رہتا ہے۔ایک بینا کو آنکھ کی نعمت کا احساس کم ہوتا ہے اس لئے اس کا استعمال فلم بینی اور برائی کے مشاہدے میں کرتا ہے۔اگر اسے یہ احساس ہو کہ یہ رب کی بہت بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرنی چاہئے تو کبھی اپنی آنکھ سے برائی کا ادراک نہ کرے۔بینا کی بنسبت اندھے کو آنکھ کی نعمت کا احساس زیادہ ہوتا ہے۔یہ فرق ایمان میں کمی کا سبب ہے۔جس کا ایمان مضبوط ہو گا وہ ہر نعمت کی قدر کرے گا ۔ایمان کا تقاضہ ہے کہ ہم رمضان جیسے مقدس مہینے کی نعمت کا احساس کریں۔اور اس احساس کا تقاضہ ہے کہ اس نعمت پہ رب کی شکر گذاری ہو جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے۔

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ(ابراهيم: 7)

ترجمہ: اور جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزاری کروگے، تو بیشک میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کروگے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔

اللہ کا فرمان ہے: أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُواْ نِعْمَةَ اللهِ كُفْرًا وَأَحَلُّواْ قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ، جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ{ابراہیم :28-29}

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ترجمہ: کیاآپ نے انکی طرف نظر نہیں ڈالی جنھوں نے اللہ تعالی کی نعمت کے بدلے ناشکری کی اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں لااتارا، یعنی جہنم میں جسمیں یہ سب جائیں گے جو بد ترین ٹھکانہ ہے۔

نعمت میں رمضان جیسا مہینہ نصیب ہونے کی بھی نعمت ہے اور صحت وتندرستی اس پہ مستزاد ہے۔ان نعمتوں کا احساس کیوں نہ کریں ، کہ ان نعمتوں کے بدلے ہمیں ہر قسم کی نیکی کی توفیق ملتی ہے ۔ روزہ، نماز، صدقہ ، خیرات، دعا، ذکر، انابت الی اللہ، توبہ ، تلاوت، مغفرت، رحمت وغیرہ ان نعمتوں کی دین ہے۔

(3) انابت الی اللہ

جب ہم نے اپنے دل میں مہمان کی عظمت بحال کرلی، اس عظیم نعمت کی قدر ومنزلت کا بھی احساس کرلیا تو اب ہمارا یہ فریضہ بنتا ہے کہ دنیا سے رخ موڑ کے اللہ کی طرف لوٹ جائیں۔ "انابت الی اللہ "عظمت اور نعمت کے احساس میں مزید قوت پیدا کرے گی۔ اللہ کی طرف لوٹنا صرف رمضان کے لئے نہیں ہے بلکہ مومن کی زندگی ہمیشہ اللہ کے حوالے اور اس کی مرضی کے حساب سے گذرنی چاہئے۔ یہاں صرف بطور تذکیر ذکر کیا جارہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو بندہ رب سے دور ہوکر روزہ کے نام پہ صرف بھوک اور پیاس برداشت کرے۔ اگر ایسا ہے تو روزے کا کوئی فائدہ نہیں۔ پہلے رب کی طرف لوٹیں، اس سے تعلق جوڑیں اور اس کو راضی کریں پھر ہماری ساری نیکی قبول ہوں گی۔

انابت الی اللہ سے میری مراد، ہم رب پر صحیح طور ایمان لائیں، ایمان باللہ کو مضبوط کریں، عبادت کو اللہ کے لئے خالص کریں، رب پہ مکمل اعتماد کریں، اللہ کو سارے جہاں کا حاکم مانیں، خود کو اس کا فقیر اور محتاج جانیں، کسی غریب ومسکین کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں، ناداروں کی اعانت کریں، بیماری ومصیبت میں اسی کی طرف رجوع کریں۔ یہ ساری باتیں انابت الی اللہ میں داخل ہیں۔ بہت سے لوگ ہیں جو نماز بھی پڑھتے ہیں، روزہ بھی رکھتے ہیں، لمبے لمبے قیام اللیل کرتے ہیں مگر غیر اللہ کو پکارتے ہیں، اللہ کو چھوڑ کو اوروں کو مشکل کشا سمجھتے ہیں۔ بیماری اور مصیبت میں مردوں سے استغاثہ کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا روزہ کیسے قبول ہوگا؟ گویا ایسے عقیدے والوں کا مکمل رمضان اور اس کی نیکیاں ضائع ہوگئیں۔ اللہ تعالی کا فرمان لاریب ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (الزمر:65)

ترجمہ: یقیناً تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے (کے تمام نبیوں) کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں سے ہو جائے گا۔

اس لئے اس بات کو اچھی طرح ذہن نشیں کر لیں۔

(4) پیش قدمی

اس کے دو پہلو ہیں۔(الف) منکر سے اجتناب (ب) معروف کی رغبت

(الف) منکر سے اجتناب: رمضان کے استقبال میں ایک اہم پہلو یہ ہے کہ ہم پہلے اپنے گذشتہ گناہوں سے سچی توبہ کریں اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم مصمم کر لیں۔ دیکھا جاتا ہے لوگ ایک طرف نیکی کرتے ہیں تو دوسری طرف بدی کرتے ہیں۔ اس طرح اعمال کا ذخیرہ نہیں بن پاتا بلکہ بدی کے سمندر میں ہماری نیکیاں ڈوب جاتی ہیں۔ ویسے بھی ہمارے پاس نیکی کی کمی ہے وہ بھی ضائع ہو جائے تو نیکی کرنے کا فائدہ کیا؟ اس لئے نیکی کو اگر بچانا چاہتے ہیں اور رمضان المبارک کی برکتوں، رحمتوں، نعمتوں، بخششوں اور نیکیوں کو بچانا چاہتے ہیں تو بدی سے مکمل اجتناب کرنا پڑے گا۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے۔

قُلْ أَنفِقُوا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَنْ يُتَقَبَّلَ مِنكُمْ إِنَّكُمْ كُنتُمْ قَوْمًا فَاسِقِينَ (التوبة:53)

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ تم خوشی یا ناخوشی کسی بھی طرح خرچ کرو قبول تو ہر گز نہ کیا جائے گا، یقیناً تم فاسق لوگ ہو۔

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالی فسق وفجور اور ناپسندیدگی سے خرچ کرنے کی وجہ سے صدقہ کو قبول نہیں کرتا۔

اور حدیث میں ہے صحابہ بیان کرتے ہیں:

كنا معَ بُرَيدَةَ في يومٍ ذي غَيمٍ، فقال: بَكِّروا بالصلاةِ، فإن النبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم قال: مَن ترَكَ صلاةَ العصرِ حَبِط عملُه(صحيح البخاري:594)

کہ ہم لوگ بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی غزوہ میں بارش والے دن تھے تو انہوں نے کہا کہ نماز عصر جلدی پڑھو، اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: جو شخص عصر کی نماز چھوڑ دے تو اس کا (نیک) عمل ضائع ہو جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو آدمی عبادت بھی کرے اور گناہ کا کام بھی کرے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا نیک عمل مردود ہے۔"اِنَّ الصَّلَاۃَ تَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ "(العنکبوت :45)

اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز بے حیائی و برائی کے کام سے روکتی ہے تو جو نماز یا روزہ بے حیائی سے نہ روکے وہ اللہ کے یہاں قابل رد ہے۔

(ب) معروف کی رغبت

رمضان بھلائی کمانے کے واسطے ہے، اللہ تعالی مومنوں کو متعدد طریقے سے اس مہینے میں بھلائی سے نوازتا ہے، ہمیں ان بھلائیوں کے حصول کی خاطر رمضان سے پہلے ہی کمربستہ ہو جانا چاہئے اور مواقع حسنات سے مستفید ہونے کے لئے برضا و رغبت ایک خاکہ تیار کرنا چاہئے تاکہ ہر قسم کی بھلائیاں سمیٹ سکیں۔ سمجھ کر قرآن پڑھنے کا اہتمام (کم از کم ایک ختم)، پنج وقتہ نمازوں کے علاوہ نفلی عبادات، صدقہ و خیرات، ذکرواذکار، دعا و مناجات، طلب عفو و درگذر، قیام اللیل کا خاص خیال، روزے کے مسائل کی معرفت بشمول رمضان کے مستحب اعمال، دروس و بیانات میں شرکت، اعمال صالحہ پہ محنت و مشقت اور زہد و تقوی سے مسلح ہونے کا مکمل خاکہ ترتیب دیں اور اس خاکے کے مطابق رمضان المبارک کا روحانی و مقدس مہینہ گذاریں۔

رمضان میں ہر چیز کا ثواب دوچند ہو جاتا ہے اور روزے کی حالت میں کار ثواب کرنا مزید اضافہ حسنات کا باعث ہے، اس لئے اس موسم میں معمولی نیکی بھی گرانقدر ہے خواہ مسکواک کی سنت ہی کیوں نہ ہو۔ ہر نماز کے لئے مسکواک کرنا، اذان کا انتظار کرنا بلکہ پہلے سے مسجد میں حاضر رہنا، تراویح میں پیش پیش رہنا، نیکی کی طرف دوسروں کو دعوت دینا، دروس و محاضرات کا اہتمام کرنا، منکرات کے خلاف مہم جوئی کرنا اور صالح معاشرہ کی تشکیل کے لئے جدوجہد کرنا سبھی ہمارے خاکے کا حصہ ہوں۔

(5)بہتر تبدیلی

استقبال رمضان کے لئے خود کو مکمل تیار کریں، نیکی کا جذبہ وافر مقدار میں ہو اور اپنے اندر اچھائی کے تئیں ابھی سے ہی بدلاؤ نظر آئے۔ پہلے سے زیادہ سچائی اور نیکی کی راہ اختیار کرے۔ رمضان چونکہ رمضان ہے اس لئے اس سے قبل ہی بہتری کا اظہار شروع ہونے لگ جائے۔ تقوی کے اسباب اپنائے اور خود کو متقی انسان بنانے پہ عبادت کے ذریعہ جہد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

کرنے کا مخلصانہ جذبہ بیدار کرے۔ یہاں یہ بات بھی نہیں بھولنی چاہئے کہ اپنے اندر بہتری پیدا کرنے کی خوبی اور خاصہ صرف رمضان کے لئے نہیں بلکہ سال بھر کے لئے پیدا کرے۔ ایسے بہت سے لوگ ہیں جو رمضان کے نمازی ہوا کرتے ہیں اور رمضان رخصت ہوتے ہی نماز سے بلکہ یہ کہیں اللہ سے ہی غافل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ابھی سے ہی یہ راہ مہیار ہے کہ اچھائی کے لئے بدلاؤ مہینہ بھر کے لئے نہیں سال بھر بلکہ زندگی بھر کے لئے ہو۔ اسی طرح کا بدلاؤ رمضان کے سارے اعمال کو اللہ کے حضور شرف قبولیت سے نوازے گا اور آپ کی اخروی زندگی کو بہتر سے بہتر کرے گا۔

آخری پیغام

رمضان کے استقبال کے لئے کوئی خاص دعا، خاص عبادت وروزہ یا کوئی مخصوص ومتعین طریقہ شریعت میں وارد نہیں ہوا ہے۔ حدیث میں رمضان کے استقبال میں ایک دو دن پہلے کا روزہ رکھنا منع ہے۔ لہذا دین میں کسی طرح کی بدعت کے ارتکاب سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔

اللہ تعالی ہمیں رمضان کا بہترین استقبال کرنے، اس مہینے سے ہر طرح کا فائدہ اٹھانے کا موقع فراہم کرے اور رمضان میں بکثرت اعمال صالحہ انجام دینے کی توفیق دے اور ان اعمال کو آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

رمضان کی آمد کی خوشخبری دینا

سوشل میڈیا پر بڑے پیمانے پر یہ خبر عام کی جارہی ہے اور اسے رمضان المبارک کا مبارک میسج سمجھ کر عوام بھی بڑے پیمانے پر شیئر کی جارہی ہے۔ وہ میسج اس طرح سے ہے۔

((مبارک ہو مئی کی فلاں تاریخ کو رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہونے والا ہے۔

حضرت محمدؐ نے ارشاد فرمایا! جس نے سب سے پہلے کسی کو رمضان کی مبارک دی اس پر جنت واجب ہو گئی ایک بار درود پاک پڑھ کر آگے شیئرز کریں۔))

یہ میسج لوگوں میں اس قدر شیئر کیا گیا کہ عربی بولنے والے بھی اس سے متاثر ہو گئے اور عربی زبان میں بھی اس کا مفہوم بیان ہونے لگا، وہ اس طرح سے ہے۔

((من أخبر بخبر رمضان أولا حرام عليه نار جهنم))

یعنی جس نے سب سے پہلے رمضان کی خبر دی اس پر جہنم کی آگ حرام ہو گئی۔

اس عربی عبارت کو لوگوں نے حدیث رسول سمجھ لیا جبکہ کسی نے وہی اردو والی بات عربی میں ترجمہ کر دیا تھا یا یہ بھی ممکن ہو کہ کسی عربی بولنے والے نے پہلے عربی زبان میں اس بات کو گھڑ کر پھیلایا ہو اور پھر اسے اردو ہندی اور دوسری زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہو۔ بہر کیف! اتنا تو طے ہے کہ یہ میسج بہت ہی گردش میں ہے تبھی تو کئی زبانوں میں یہ بات مشہور ہو گئی۔

اس میسج کے متعلق میں لوگوں کو چند باتوں کی خبر دینا چاہتا ہوں۔

پہلی بات: یہ میسج جھوٹا ہے اسے کسی بے دین ملحد نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے اور ہمارے ایمان وعقیدے کو خراب کرنے کے لئے مسلمانوں کے درمیان شیئر کر رہا ہے۔ یاد رکھئے جو کوئی نبی ﷺ کی طرف جھوٹی بات گھڑ کر منسوب کرتا ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنْ النَّارِ (صحیح البخاري:1291،صحیح مسلم:933) .

ترجمہ: جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور جو بلا تحقیق کوئی بات آنکھ بند کر کے شیئر کرتے چلے جاتے ہیں وہ بھی اس جھوٹے کے جھوٹ میں شامل ہو جاتے ہیں ۔نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

كفى بالمرءِ كذبًا أن يُحَدِّثَ بكلِّ ما سمِع(مقدمه صحيح مسلم)

ترجمہ: کسی انسان کے جھوٹا اور ایک روایت کے مطابق گناہگار ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات (بغیر تحقیق کے) آگے بیان کر دے۔

اس لئے مسلمانوں کو سوشل میڈیا پہ آئی چیزوں کی پہلے تحقیق کر لینی چاہئے پھر اس کے بعد فیصلہ کرنا چاہئے کہ ایا یہ خبر سچی یا جھوٹی؟ تحقیق سے جو بات سچی ثابت ہو جائے اسے ہی شیئر کریں اور جس کے متعلق آپ کو معلوم نہیں یا تحقیق سے جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا تو اسے ہر گز ہر گز کسی کو نہ بھیجیں۔

دوسری بات: دین کے متعلق خوشخبری سنانے والا صرف اور صرف اللہ کے پیغمبر ہیں اور پیغمبر ہی کسی کو ڈرا سکتے ہیں۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (الاحزاب:45)

ترجمہ: اے نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

اس لئے کسی کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ کوئی بات گھڑ کر اس پر خوشخبری سنائے۔ بہت سارے میسج میں لکھا ہوتا ہے کہ یہ میسج بیس لوگوں کو بھیجو تو مالا مال ہو جاؤ گے اور اگر نہیں بھیجا تو فقیر بن جاؤ گے۔ دوسرا فقیر ہو نہ ہو جھوٹا میسج گھڑنے والا نیکی ضائع کر کے خود فقیر و قلاش ہو گیا۔ایسے فقیروں کا میسج بھیج آپ بھی فقیر نہ بنیں۔ اور آج سے یہ طے کر لیں کہ بیس آدمی، تیس آدمی کو بھیجنے والی ہر بات جھوٹی ہے۔

تیسری بات: جنت و جہنم اللہ کی طرف سے ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف ہمیں خبر دینے والے تھے جو بذریعہ وحی آپ کے پاس آتی تھی کہ فلاں جنتی ہے، فلاں کام کرنے پر جنت ہے، فلاں کام کرنے والا جہنم رسید ہو گا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اختیار نہیں تھا تو جو لوگ جھوٹی بات گھڑ پر جنت کی بشارت یا جہنم کی خبر دیتے ہیں کتنے بڑے مجرم ہیں؟ آپ ایسے مجرموں کی جھوٹی خبریں شائع کر کے اس کے بد ترین جرم میں شمولیت اختیار نہ کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

چوتھی اور آخری بات : آج کل سوشل میڈیا پہ اسلام کی غلط ترجمانی کی جارہی ہے ، طرح طرح سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈے کئے جارہے ہیں، قرآن وحدیث کا نام لیکر ہمیں دھوکا دیا جارہا ہے، جھوٹی باتوں کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کرکے پھیلائی جارہی ہیں، اس لئے ہمیں بہت محتاط رہنا ہے اور اسلام کے خلاف ہورہی غلط ترجمانیوں کا سد باب کرنا ہے۔ ہم سد باب کرنے کے بجائے پروپیگنڈے کو مزید ہوا دینے لگ جاتے ہیں۔ نبی ﷺ کی طرف منسوب کوئی خبر یا اسلام اور قرآن وحدیث سے متعلق کوئی بھی بات بغیر تحقیق کے آگے شیئر نہ کریں اور نہ ہی آپ کوئی ایسی بات اپنی طرف سے لکھ کر پھیلائیں جس کے متعلق آپ کو صحیح سے معلوم نہیں، وہی بات لکھیں جو تحقیق طور پر آپ کو معلوم ہے اور ساتھ میں مکمل حوالہ درج کریں تاکہ دوسروں کے لئے اس بات کی تحقیق کرنا آسان رہے۔

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

رمضان سے متعلق بعض غلط فہمیوں کا ازالہ

رمضان المبارک سے متعلق احکام ومسائل جستہ جستہ قسطوں کی شکل میں آپ لوگوں کی خدمت میں پیش کرتا رہوں، ان شاءاللہ۔ان میں تقریبا رمضان المبارک کے اکثر احکام ومسائل آجائیں گے۔ بروقت پوائنٹ کی شکل میں رمضان سے متعلق چند غلط فہمیوں کا ازالہ کردیتا ہوں تاکہ ان باتوں کی حقیقت ہمیں پہلے سے معلوم رہے اور اپنے علاوہ دوسروں کو بھی ان سے آگاہ کریں گے۔

(1)پہلی بات یہ ذہن نشیں رہے کہ رمضان کا استقبال کرنے کی کوئی مخصوص دعا یا کوئی مخصوص طریقہ نہیں ہے اور نہ ہی استقبال رمضان میں اس سے ایک دودن پہلے روزہ رکھنا ثابت ہے بلکہ ممانعت کی حدیث آئی ہے۔

(2)رمضان کا چاند دیکھنا ہر ایک کو ضروری نہیں ہے،چند نے دیکھ لیا تو کافی ہے،اسی طرح بااعتماد خبروں کے ذریعہ رمضان کے چاند کا ثبوت ملنے پر روزہ رکھا جائے گا۔

(3)لوگوں کے اندر یہ غلط فہمی ہے کہ روزہ رکھنے کی کوئی مخصوص دعا ہے جبکہ ایسی کوئی بات نہیں بلکہ روزہ رکھنے کے لئے صرف نیت کی ضرورت ہے جو سحری کھانے سے پہلے پہلے کسی بھی وقت کرسکتے ہیں اور سحری کھانا مسنون ہے۔

(4)بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ روزہ کی حالت میں احتلام ہونے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔اس وجہ سے اگر کسی کو دن میں احتلام ہو جائے تو اپنا روزہ توڑلیتا ہے جو کہ بہت بڑی غلطی ہے۔احتلام سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔احتلام ہونے پہ غسل کرلے بس۔

(5)بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ جنابت یعنی ناپاکی کی حالت میں سحری نہیں کھائی جاتی۔ یہ بھی غلط ہے۔ ناپاکی کی حالت میں بھی سحری کھاسکتے ہیں تاہم فجر سے پہلے غسل کرلے تاکہ جماعت سے فجر کی نماز پڑھ سکے۔

(6)روزے کی حالت میں بیوی سے جماع کرنا منع ہے۔ ہنسی مذاق کرنا، بوسہ لینا بشرطیکہ جماع میں واقع ہونے کا خطرہ نہ ہو تو جائز ہے۔ رات میں بیوی سے جماع کرسکتے ہیں۔

(7)روزے کی حالت میں عورت اپنے بچے کو دودھ پلاسکتی ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔حاملہ اور دودھ پلانے عورتوں کو روزہ رکھنے سے بچے کو یا خود کو نقصان نہ ہو تو وہ روزہ بھی رکھ سکتی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

(8)بغیر نماز ادا کئے بھوک پیاس برداشت کرنے والے سمجھتے ہیں ہمارا بھی روزہ صحیح ہے جبکہ نماز کی ادائیگی نہ کرنے کا کوئی عمل قبول نہیں ہوگا۔ہاں بغیر تراویح پڑھے روزہ درست ہے مگر چونکہ رمضان میں قیام اللیل کا ثواب بہت ہی زیادہ ہے اس لئے تراویح کا بھی خاص اہتمام کرنا چاہئے۔

(9)رمضان میں اگر کوئی شادی کرنا چاہئے تو کوئی حرج نہیں ،بحالت روزہ بیوی سے مباشرت منع ہے ،رات میں اجازت ہے۔

(10)روزہ میں بغیر طاقت والا انجکش،کان اور آنکھ کا قطرہ استعمال کر سکتے ہیں اسی طرح کم اثر والا پیسٹ بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ یہ عمل رات تک مؤخر کرلے تو بہتر ہے البتہ ناک کے قطرہ کے متعلق اختلاف ہے اسے بھی رات تک مؤخر کرلیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

(11)روزے کی حالت میں اجنبی لڑکی سے بات کرلی یا فلم دیکھ لیا، گانا سن لیا،تاش کھیل لیا یا کرکٹ وغیرہ میں وقت ضائع کردیا تو ان باتوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر اجنبی لڑکی سے بات کرنا، فلم دیکھنا اور گانا سننا حرام ہے اور یہ نہ صرف روزے کی حالت میں منع ہیں بلکہ عام دنوں میں بھی منع ہیں اور وقت کو ضائع کرنے والے کاموں مثلاً تاش اور کرکٹ وغیرہ سے بچنا بہتر ہے تاکہ فرائض وواجبات کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہو۔اگر یہ کام شرط والا ہو تو حرام ہے۔

(12)بحالت روزہ تھوک نگلنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا مگر بلغم باہر پھیک دے کیونکہ اس میں بیماری ہے،اسی طرح روزہ میں خون نکلنے سے یا انجانے میں حلق میں کچھ چلے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(13)بعض خواتین یہ تصور کرتی ہیں کہ روزے میں حجاب میں نہ رہنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔یہ بھی غلط ہے۔ ہم یہ کہیں گے کہ خاتون کے لئے حجاب رمضان اور غیر رمضان ہمیشہ ضروری ہے ، بے پردگی کا تعلق روزہ ٹوٹنے سے نہیں ہے۔

(14)رمضان میں عام طور سے لوگوں کے کردار سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں اچھائی کا تعلق محض رمضان سے ہی ہے۔حالانکہ اچھائی ہمیشہ اچھائی ہے اور برائی ہمیشہ برائی ہے۔اس لئے مسلمانوں کو رمضان کے بعد بھی رمضان کی طرح ہی اچھائی کی طرف رغبت اور برائی سے بے اعتنائی ہونی چاہئے۔

(15)سگریٹ نوشی فعل حرام کے ساتھ روزہ کے بطلان کا بھی سبب ہے کیونکہ اس کا اثر معدے تک جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

(16)سورج ڈوبنے کے بعد افطاری میں احتیاط کرنا سراسر شریعت کی خلاف ورزی ہے۔یہ غلطی احناف وبریلوی کے یہاں پائی جاتی ہے۔

(17)لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ افطار کے وقت بندے اور رب کے درمیان کا پردہ اٹھادیا جاتا ہے۔اس بات کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔یہ کسی صحیح حدیث میں مذکور نہیں۔

(18)تراویح کی نماز میں ہر دو رکعت پہ بلند آواز سے کوئی خاص ذکر پڑھنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

(19)یہ بات بھی کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے رمضان میں فوت ہونے سے حساب وکتاب نہیں ہوتا اور وہ بلاحساب جنت میں چلاجاتا ہے۔ایک حدیث اس طرح کی آتی ہے کہ جو اللہ کی رضا کے لئے روزہ رکھے اور اسی حالت میں مرجائے تو جنت میں داخل ہوگا۔(احمد:22813)

(20)بعض لوگ زکوۃ دینے کے لئے رمضان کا انتظار کرتے ہیں یہ بھی درست نہیں ہے۔زکوۃ کا تعلق نصاب اور سال پورا ہونے سے ہے۔نصاب تک پہنچنے کے بعد جونہی سال پورا ہوجائے زکوۃ ادا کردے اس کے لئے تاخیر کرنا اور رمضان کا انتظار کرنا صحیح نہیں ہے البتہ اگر رمضان میں سال پورا ہوتا ہو یا شوال میں تو کچھ پیشگی زکوۃ دی جاسکتی ہے ۔ہاں اس مہینے میں کثرت سے صدقہ دے سکتے جیسا کہ نبی ﷺ سے ثابت ہے۔

(21)ستائیسویں کی رات صدقہ کرنا بعض کے یہاں مختص ہے۔اس کا معنی ہوا کہ ستائیسویں کی رات ہی شب قدر ہے جبکہ یہ رات ہر سال منتقل ہوتی رہتی ہے۔کبھی 21، کبھی 23، کبھی 25، کبھی 27 اور کبھی 29 کی رات ہوتی ہے۔ان راتوں میں طاعات کے کام کرنا بڑے اجر کا کام ہے۔طاعت کے کاموں میں صدقہ بھی ہے لہذا بغیر 27 کی رات مختص کئے ان سبھی راتوں میں صدقہ وخیرات کرے تاکہ شب قدر پانے کا امکان ہو۔

(22)رمضان کے آخر میں ہر جگہ اور ہر کس وناکس کی زبان پہ یہ جملہ عام ہوتا ہے کہ امسال فطرانہ کتنا روپیہ ہے؟ گویا لوگوں نے رقم کو ہی فطرانہ سمجھ رکھا ہے اور انہیں گائیڈ کرنے والے علماء بھی ایسے ہی ہیں جو پہلے سے کلکولیٹر سے حساب کئے بیٹھے ہوتے ہیں۔فطرانے کی اصل فی کس ڈھائی کلو اناج ہے۔فطرہ دینے والا کھانے کے کسی بھی اناج سے ڈھائی کلو دے سکتا ہے۔ایک ریٹ لگانے والے علماء کو اناج کے بجائے روپیہ نکالنے اور ایک مخصوص اناج کا ریٹ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

فکس کرنے کا کس نے اختیار دیا ہے ؟ علماء کو چاہئے کہ لوگوں کو فطرانے کی حقیقت بتائیں تاکہ فطرانہ لینے اور دینے والے تمام لوگوں کو آسانی ہو۔یہ الگ بات ہے کہ بوقت ضرورت فطرانے کی رقم بھی نکالی جاسکتی ہے۔

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

روزہ کے جدید طبی مسائل

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اس میں انسانوں کی ہر قسم کی رہنمائی موجود ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی زندگی دیگر قوموں کے مقابلے میں بہتر اور واضح ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ جب کسی مسلمان کو شعبہ حیات سے متعلق کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو اس کا حل قرآن وحدیث میں مل جاتا ہے۔ آج زمانہ کافی ترقی کر گیا ہے، آج سے محض پچاس سال پہلے بہت ساری چیزیں ناپید تھیں مگر سائنس و ٹکنالوجی کی ترقی نے انسانوں کو بے شمار دریافت سے متعارف کیا، زندگی کے مختلف شعبہ جات میں آسانیاں فراہم کی، علاج ومعالجہ کے نئے نئے دروازے کھولے۔ بہت سارے امراض جو کل تک لاعلاج سمجھے جاتے تھے یا ان کا علاج مشکل ترین مراحل سے گزر کر کامیاب ہوا کرتا تھا آج ان میں بڑی سہولت اور ترقی آگئی ہے۔ اسلام سائنس وترقی کے مخالف نہیں ہے، وہ جدید وسائل کو اختیار کرنے کی اجازت دیتا ہے جو شرعا اسلام سے متصادم نہ ہوں۔ علاج کے معاملے میں حرام چیزوں سے معالجہ کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر معالجہ حرام شی کی ملاوٹ سے پاک ہو تو ہر قسم کے وسائل وادویہ کا استعمال جائز ہے۔

رمضان المبارک کا مہینہ مسلمانوں کے لئے انتہائی پر مسرت اور بے پناہ فیوض وبرکات کا حامل ہے، اس وجہ سے اس ماہ مبارک میں مسلم قوم دینی اعتبار سے دیگر تمام مہینوں کے مقابلے میں زیادہ محتاط، چاق وچوبند، دینی غیرت وحمیت سے لبریز، اجر وثواب کے حصول کا خواہاں، نیکی کی طرف سبقت کرنے والی اور اللہ کی خوشنودی کے لئے دن میں روزہ رکھنے والی اور راتوں کو قیام اللیل سے منور کرنے والی نظر آتی ہے۔

جب سائنس وٹکنالوجی نے زمانے کو نت نئی ترقیات اور برقی ایجادات واکتشافات سے متعارف کرایا تو مسلمانوں کو ان کے متعلق شرعی حیثیت جاننے کی ضرورت پڑی، اس مختصر مضمون میں طب سے متعلق جدید مسائل کا شرعی موقف بیان کیا گیا ہے جن سے ایک مسلمان کو خصوصا مریض کو دوچار ہونا پڑتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

(1) مسواک اور ٹوتھ برش وپیسٹ:

روزہ دار کے لئے رات ودن کے کسی حصے میں مسواک کرنا سنت ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

السواک مطھرۃ للفم مرضاۃ للرب (رواہ البخاری)

ترجمہ: مسواک سے منہ صاف ہوتا ہے اور اللہ کی رضامندی حاصل ہوتی ہے۔

شیخ ابن عثیمینؒ فرماتے ہیں کہ اگر مسواک کا مزہ اور اثر تھوک میں آجائے تو روزہ دار کو چاہئے کہ تھوک اور ذائقہ نہ نگلے ۔(فتاوی الصیام)

البتہ ٹوتھ برش اور پیسٹ کا استعمال کرتے وقت ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ پیسٹ قوی الاثر ہے یا غیر قوی الاثر، کیونکہ بازار میں موجود پیسٹ دونوں طرح کی ہیں۔

☆اگر پیسٹ قوی الاثر ہو یعنی اس کا اثر معدہ تک پہنچتا ہو تو ایسی پیسٹ استعمال نہ کی جائے۔

☆اور اگر پیسٹ کا اثر معدہ تک نہیں پہنچتا ہو صرف حلق تک محدود رہتا ہو تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔

(2)قطرات کا استعمال(Drops) :

ضرورت کے تحت آنکھ اور کان میں قطرات(Drops)ڈالنا کوئی حرج کی بات نہیں، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ جو قطرات آنکھ یا کان میں ڈالے جاتے ہیں ان کا اثر معدہ تک نہیں پہنچتا، اگر بالفرض یہ بات تسلیم بھی کرلی جائے کہ قطرات معدے میں حلول کرتے ہیں تو دو تین بوند کا اثر آنکھ سے بہ کر یا کان سے ٹپک کر معدہ تک کس مقدار میں جائے گا؟۔ ظاہر سی بات ہے وہ معمولی سی مقدار ہوگی اور اس مقدار کا اثر روزہ کے لئے کسی طرح کے نقصان کا باعث نہیں ہے۔ آنکھ اور کان کے متعلق عرب کے مشائخ حضرات بھی اس کے جواز کا فتوی دیتے ہیں لیکن ناک کے متعلق عدم جواز کا فتوی ہے۔اس کی بنیاد یہ حدیث ہے :((وبالِغْ فی الاستنشاقِ إلَّا أن تكونَ صائمًا))(صحيح أبي داود:142) روزے کی حالت میں وضو کرتے وقت ناک میں مبالغہ کے ساتھ پانی مت ڈالو۔

بعض اہل علم جواز کا بھی فتوی دیتے ہیں تاہم احتیاطا ان تمام قسم کے قطرات کو رات تک مؤخر کرلیا جائے تو اولی اور افضل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

(3)بے ہوشی (Anaesthisia):

کبھی کبھی انسان پر بے ہوشی کے حالات طاری ہوتے ہیں اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں مثلا کسی حادثے میں شکار ہوکر بے ہوش ہوجائے یا علاج کی غرض سے بے ہوش کیا جائے۔اس سے متعلق احکام مندرجہ ذیل ہیں۔

☆ناک میں گیس سونگھا کر یا چینی طریقے سے حساس مقام پر سوئی چبھو کر بعض حصے کو بے ہوش کرنا ناقض روزہ نہیں ہے۔

☆مریض کی رگ میں سریع العمل انجکشن لگاکر مخصوص مدت کے لئے عقل کو ماؤف کرنا بھی ناقض روزہ نہیں ہے۔

☆مریض نے بے ہوشی سے پہلے روزہ کی نیت کرلی اور پھر بے ہوش ہوا اور غروب شمس سے پہلے پہلے افاقہ ہوگیا تو اس کا روزہ صحیح ہے مگر غروب آفتاب کے بعد افاقہ ہونے پر روزہ نہیں درست ہوگا۔اس لئے ایسے روزہ کے متعلق بہتری اسی میں ہے کہ اس کی قضا کرلی جائے۔

☆بے ہوشی اگر لمبی مدت مہینہ دو مہینہ والی ہو تو اسے جنون پر قیاس کیا جائے گا اور فرض روزے چھوٹ جانے پر اس کی قضا کا مکلف نہیں ٹھہرایا جائے گا۔اللہ تعالی انسان کو اس کی طاقت سے باہر کا مکلف نہیں بنایا ہے۔

(4)پچھنا، نشتر اور نکسیر کا حکم:

پچھنا کے سلسلہ میں دو طرح کی احادیث وارد ہیں بعض روایات میں ذکر ہے کہ پچھنا لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جبکہ دوسری روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے بحالت روزہ پچھنا لگوایا(صحیح بخاری)اور دوسروں کے لئے سینگی لگانے کی رخصت بھی دی۔(طبرانی،دار قطنی)

بعض علماء نے روزہ ٹوٹنے والی روایات کو منسوخ مانا ہے اور آپ ﷺ کے عمل یا امت کو رخصت دینے والی روایات کو ناسخ مانا ہے۔اس

لئے روزہ کی حالت میں حجامت کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔البتہ اکثر و بیشتر اہل علم کی نظر میں سینگی ناقض روزہ ہے لہذا اختلاف سے بچنے کے لئے میں یہ مشورہ دونگا کہ اس عمل کو رات تک مؤخر کرلے۔

(5)جسم کے اندرونی حصے میں آلات یا پائپ داخل کرنا:

مریض کو علاج کی غرض سے کبھی معدے میں یا ضرورتا کبھی مقعد میں یا صنف نازک کے اگلے اور پچھلے راستے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

آلات یا پائپ وغیرہ داخل کئے جاتے ہیں تاکہ اندرونی حصے کا چیک اپ کیا جائے۔اس کی مختلف شکلیں اور طریقے ہیں۔ ان حالات میں غور طلب امر یہ ہے کہ اگراوزار یا آلات کے استعمال میں غذائی مواد ہو تو روزہ فاسد شمار ہوگا،اور یونہی بغرض معائنہ یاعلاج کی خاطر غیر غذائی مواد کا استعمال ہو تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔دراصل یہ عمل انجکشن کے مشابہ ہے اوراسی طرح کے احکام بھی لاگو ہونگے۔

(6)ٹیکہ لگانا(Injection) :

☆ٹیکہ چاہے جلد میں لگے ، چاہے گوشت میں لگے یا پھر نس میں لگے ۔اگر ان ٹیکوں میں غذائی مواد نہیں تو روزہ درست ہے وگرنہ روزہ فاسد ہوگا۔

☆شوگر کے مریض کا ٹیکہ لگانا بھی جواز کے قبیل سے ہے۔

☆شریان میں مستقل لگی رہنے والی سوئیوں کا بھی یہی حکم ہے۔

(7) گردوں کی صفائی(Dialysis):

گردوں کے مریض کو ڈائیلوسس کیا جاتا ہے اوراس کے مختلف طریقے ہیں مگر جتنے بھی طریقے رائج ہیں ان میں غذائی ادویہ کا استعمال ہوتا ہے اس لئے شرعی نقطۂ نظر سے ڈائیلوسس کا عمل ناقض روزہ ہے۔اگر بغیر غذائی ادویہ کے علاج ممکن ہو تو پھر روزہ درست ہوگا۔

(8)خون کا عطیہ(Blood Donation) :

ضرورت پڑنے پر روزہ دار اپنا خون چیک اپ کراسکتا ہے اور کسی دوسرے مریض کو اپنا خون نکال کر عطیہ بھی کرسکتا ہے۔یہ عمل روزہ پر اثرانداز نہیں ہوتا،یہی شیخ ابن بازؒ کی بھی رائے ہے۔(مجموعہ فتاوی ابن بازؒ 274/15)

(9)ٹکیوں کا استعمال(Tablets) :

دل کی بعض بیماریوں کے لئے اطباء ٹکیوں کا نسخہ دیتے ہیں،یہ ٹکیاں زبان کے نیچے رکھی جاتی ہیں اور فورا منہ میں تحلیل ہوجاتی ہیں،ایسا کرنے سے مریض کو راحت محسوس ہوتی ہے۔

ایسے مریض سے متعلق شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ ایسے ٹکیوں کے بارے میں کیا حکم ہے جسے دل کے مریض زبان کے نیچے رکھتے ہیں،وہ روزہ بھی ڈاکٹر کے مشورہ سے رکھتے ہیں لیکن بسا اوقات افطار سے چند منٹ پہلے دل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

میں درد شروع ہو جاتا ہے تو اپنی زبان کے نیچے رکھ لیتے ہیں تاکہ آرام مل جائے؟

شیخ نے جواب دیا: زبان کے نیچے ٹکئے کا استعما کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس لئے کہ عمداً اس کا ذائقہ حلق کے نیچے اترتا ہے۔(الفتاوی الشرعیۃ علی المشکل من المسائل الطبیۃ: ص:55،54)

بعض دیگر علمائے عرب وعجم کا موقف ہے چونکہ یہ ٹکیاں منہ ہی تک محدود رہتی ہیں ان کا اثر اندر نفوذ نہیں کرتا، اس لئے ان ٹکیوں کا استعمال بحالت روزہ جائز ہے۔ بہر حال یہ مسئلہ اختلافی ہے، میری نظر میں یہ موقف درست معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس ٹکیہ سے اثر حلق سے نیچے اترتا ہے تو بلاشبہ مفطر ہو گا مگر اس کا اثر زبان تک ہی محدود رہے حلق سے نیچے نہیں اترے تو روزہ فاسد نہیں ہو گا، اس صورت میں یہ مثل کلی کے ہو گا کہ جس طرح کلی سے پانی کا اثر معدے میں حلول نہیں کرتا ٹھیک اسی طرح ٹکیہ کا بھی اثر ہو تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

(10) جلد پر مادے کا استعمال:

علاج کی غرض سے ہو یا شوق کے طور پر،،،،، جلد پر کسی بھی قسم کا تیل، مرہم اور کریم کا استعمال کر سکتے ہیں۔

"جلد پر ملی جانے والی کوئی بھی چیز مسام کے ذریعہ جلد کے نیچے خونی مواد میں جذب ہو جاتی ہے لیکن جذب ہونے کا یہ عمل بہت سست ہے۔ لہذا جلد پر ملی جانے والی بھی چیز ناقض روزہ نہیں"(مجموعہ فتاوی ابن تیمیہؒ 25/ 267)

(11) دانتوں کی صفائی:

روزہ کی حالت میں دانتوں کی صفائی (Scaning) یا دانت نکلوانا یا دانتوں کی اصلاح کرنا سارے امور جائز ہیں۔ احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ اس عمل کو رات کے لئے مؤخر کر دیں یا دن میں ایسا عمل انجام دینے کی صورت میں دانتوں سے بہنے والا خون حلق سے نیچے نہ اتارے۔ دانتوں کی صفائی میں استعمال ہونے والے ٹیکے بھی روزے کے لئے نقصان دہ نہیں۔

(12) زخموں کا علاج:

جسم کے کسی حصے میں زخم ہو، روزہ دار ان زخموں کا علاج کرا سکتا ہے کیونکہ یہ عمل نہ تو کھانے پینے پر قیاس کیا جائے گا اور نہ ہی عرف میں اسے کھانا پینا کہتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

(13)اسپرے کا حکم:

دمہ کے مریضوں کے لئے اسپرے (بخاخ) کی ضرورت پڑتی ہے، یہ ان کی سخت ترین مجبوری ہے،اور اسلام میں قاعدہ ہے کہ آدمی جس چیز کا مضطر ہوتا ہے اس کے لئے اس چیز کا استعمال جائز ہے۔ارشاد باری تعالی ہے:

"وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ" (الأنعام:119)

ترجمہ:اور جو چیزیں اس نے تمہارے لئے حرام ٹھہرادی ہیں وہ ایک ایک کر کے بیان کر دی ہیں (بے شک ان کو نہیں کھانا چاہیے) مگر اس صورت میں کہ ان کے (کھانے کے) لیے ناچار ہو جاؤ.

لہذا دمہ کا مریض روزہ رکھتے ہوئے اسپرے کا استعمال کرے گا اور اس کا روزہ درست ہوگا۔اور اسے رکھے گئے روزہ کی قضا نہیں کرنی پڑے گی۔

اللہ تعالی نے دین اسلام کو اپنے بندوں کی خاطر آسان بنادیا ہے، حسب سہولت یعنی بقدر استطاعت دین پر عمل پیرا ہونا ہماری اولین ذمہ داری ہے۔جہاں اللہ تعالی نے مسافروں، مریضوں اور معذوروں کو رخصت دی ہے وہاں رخصت پر عمل کرنا ہی افضل ہے اور رخصت پر عمل کرتے ہوئے دل میں ذرہ برابر بھی تنگی کا احساس نہ پیدا ہونے پائے جیسا کہ بعض مخصوص طبقوں میں یہ دیکھا جاتا ہے۔

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

رمضان المبارک اور گناہوں کی مغفرت کے مواقع

رمضان سراپا بخشش ومغفرت کامہینہ ہے،اس میں ہر قسم کی خیر وبرکت کی انتہاء ہے۔بلاشبہ یہ ماہ مبارک صیام وقیام پہ اجر جزیل اور گناہوں کی مغفرت کے ساتھ اپنے اندر نیکیوں پہ بے حدوحساب اجروثواب رکھتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسلاف کرام چھ مہینے پہلے سے ہی رمضان پانے کی رب سے دعائیں کرتے،جب رمضان پالیتے تواس میں اجتہاد کرتے، ہر قسم کی طاعت وبھلائی پر ذوق وشوق اور اللہ سے اجر کی امید کرتے ہوئے محنت کرتے۔جب رمضان گزرجاتا توبقیہ چھ مہینے رمضان میں کئے گئے اعمال صالحہ کی قبولیت کے لئے دعا کرتے۔گویا سلف صالحین کا پورا سال رمضان کی خوشبوؤں سے معطر رہتا۔آج ہم ہیں کہ نہ رمضان کی عظمت کا احساس،نہ اس کی خیر وبرکات سے سروکار ہے حتی کہ اپنے گناہوں کی مغفرت کا بھی خیال دل میں نہیں گزرتا جبکہ رمضان پاکر اس میں مغفرت نہ پانے والا نہایت ہی بدنصیب ہے۔نبی ﷺ کا فرمان ہے:

شقِيَ عبدٌ أدركَ رمضانَ فانسلخَ منهُ ولَم يُغفَرْ لهُ(صحيح الأدب المفرد:500)

ترجمہ:بدبخت ہے وہ جس نے رمضان پایااور یہ مہینہ اس سے نکل گیااور وہ اس میں (نیک اعمال کرکے)اپنی بخشش نہ کرواسکا۔

الفاظ کے اختلاف کے ساتھ اس معنی کی کئی صحیح احادیث وارد ہیں جن سے رمضان المبارک میں محروم ہونے والوں کی محرومی کااندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ایک جگہ ہے :رَغِمَ أنفُ امرئٍ أدرك رمضانَ فلم يُغْفَرْ له(فضل الصلاة للالبانی:15، صحیح بشواهده)

ترجمہ:اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس نے رمضان پایااور اس کی بخشش نہ ہوئی۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:بَعُدَ من أدرك رمضانَ فلم يُغفَرْ له(صحيح الترغيب:1677)

ترجمہ:دوری ہو اس کے لئے جس نے رمضان پایااور وہ نہیں بخشا گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

تیسری جگہ وارد ہے:مَنْ أدركَ شهرَ رمضانَ ، فلم يُغفرْ له ، فدخلَ النارَ ؛ فأَبعدهُ اللهُ(صحيح الترغيب:1679)

ترجمہ: جس نے رمضان کا مہینہ پایا،اس کی مغفرت نہ ہوئی اور وہ جہنم میں داخل ہوا اسے اللہ دور کرے گا۔

چوتھی جگہ مذکور ہے:مَن أدرك شهرَ رمضانَ فماتَ فلم يُغْفَرْ له فأُدْخِلَ النَّارَ فأبعدَه اللهُ(صحيح الجامع:75)

ترجمہ: جس نے رمضان کا مہینہ پایا، مر گیا،اس کی مغفرت نہیں ہوئی اور وہ جہنم میں داخل کردیا گیا اسے اللہ اپنی رحمت سے دور کردے گا۔

کہیں ہم کلمہ گو ہوکر رمضان کے روزوں کا انکار کرکے اللہ کی رحمت سے دور نہ ہو جائیں ،اس کے لئے روزوں کی عظمت اپنے دل میں بحال کرنی ہوگی ، رمضان نصیب ہونے پر رب کا شکریہ بجالانا ہوگا اور اس ماہ مبارک کو غنیمت جانتے ہوئے گناہوں کی مغفرت کے واسطے نماز وروزہ، صدقہ وخیرات، ذکرالہی، قیام وسجود اور عمل صالح کرکے رب کو راضی کرنا ہوگا اور اس سے اس بات کی توفیق طلب کرنی ہوگی کہ وہ ہمیں اپنے فضل وکرم سے جنت میں داخل کردے۔

بلاشبہ بنی آدم گناہگار ہے لیکن ہمیں رب کی رحمت ومغفرت سے کبھی بھی مایوس نہیں ہونا چاہئے،اللہ اپنے بندوں کی نیکیوں کے بدلے گناہ معاف کرتا ہے، توبہ قبول کرتا ہے اور درجات بلند کرکے کامیابیوں سے دامن بھر دیتا ہے۔ یاد رہے مغفرت کے لئے ہمارا عقیدہ درست ہونا چاہئے، ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک وساجھی نہ ٹھہرائیں ورنہ پھر نہ عبادت کام آئے گی اور نہ رمضان کے قیام وصیام کام آئیں گے۔رب کا فرمان ہے :

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ(النساء: 48)

ترجمہ: بے شک اللہ اس (گناہ) کو نہیں بخشے گا کہ (کسی کو) اس کا شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے علاوہ دوسرے گناہ جسے چاہے معاف کردے گا۔

اگر مسلمان کا عقیدہ درست ہے تو اس کے سارے اعمال اللہ کے یہاں مقبول ہیں،اسے اللہ بخش دیتا ہے۔ فرمان الہی ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ (هود: 11)

ترجمہ: سوائے ان کے جو صبر کرتے ہیں اور نیک کاموں میں لگے رہتے ہیں، انہیں لوگوں کے لئے بخشش بھی ہے اور بہت بڑا نیک بدلہ بھی۔

اس مضمون میں اختصار کے ساتھ ہم رمضان المبارک میں اللہ کی جانب سے بخشش کے سنہرے مواقع کا ذکر کریں گے اور بخوف طوالت ان مواقع سے صرف نظر کریں گے جو عام دنوں میں بخشش کے باعث ہیں گو کہ وہ بھی رمضان میں بھی شامل ہیں الا یہ کہ کسی خاص موقع و مناسبت سے ہو۔

آیئے ان اعمال و مواقع کا ذکر کرتے ہیں جو رمضان میں مغفرت کا سبب ہیں۔

پہلا موقع: رمضان پانا اور گناہ کبیرہ سے بچتے رہنا: عموما لوگ رمضان پانے کو خاص اہمیت نہیں دیتے، یوں سمجھا جاتا ہے کہ ماہ و سال کی گردش سے رمضان آگیا حالانکہ اس مہینے کا پانا بڑی سعادت کی بات ہے، جس کی قسمت میں رمضان نہ ہو وہ کبھی اسے نہیں پاسکتا لہذا ہمیں اس ماہ کی حصولیابی پر بیحد رب کا شکریہ بجالانا چاہئے اور اس کی عظمت کا خیال کرتے ہوئے اس کے آداب و تقاضے کو نبھانا چاہئے اور جو بندہ نماز قائم کرتا رہا اور گناہ کبیرہ سے بچتا رہا اس کے لئے اس ماہ مقدس میں سال بھر کے گناہوں کی بخشش کا وعدہ ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

الصَّلواتُ الخمسُ والجمُعةُ إلى الجمعةِ ورمضانُ إلى رمضانَ مُكفِّراتٌ ما بينَهنَّ إذا اجتنَبَ الْكبائرَ(صحيح مسلم:233)

ترجمہ: پانچوں نمازیں، ہر جمعہ دوسرے جمعہ تک اور رمضان دوسرے رمضان تک، درمیانی مدت کے گناہوں معاف کردئے جاتے ہیں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔

دوسرا موقع: ایمان کے ساتھ اجر و ثواب کی امید سے روزہ رکھنا گزشتہ تمام خطاؤں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

مَن صامَ رمضانَ إيمانًا واحتسابًا ، غُفِرَ لَهُ ما تقدَّمَ من ذنبِهِ (صحيح البخاري:2014)

ترجمہ: جس نے رمضان کا روزہ ایمان کے ساتھ، اجر و ثواب کی امید کرتے ہوئے رکھا اسکے گزشتہ سارے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ایک حدیث میں روزہ، نماز اور صدقہ کو فتنے سے نجات اور گناہوں کا کفارہ بتلایا گیا ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

فِتنَةُ الرجلِ في أهلِه ومالِه وجارِه، تُكَفِّرُها الصلاةُ والصيامُ والصَدَقَةُ(صحيح البخاري:1895)

ترجمہ: انسان کے لیے اس کے بال بچے، اس کا مال اور اس کے پڑوسی باعث آزمائش ہیں جس کا کفارہ نماز پڑھنا، روزہ رکھنا اور صدقہ دینا بن جاتا ہے۔

تیسرا موقع: رمضان میں قیام کرنا غیر رمضان میں قیام کرنے سے افضل ہے اور اس کا ثواب روزے کے مثل ہے اگر ایمان واحتساب کے ساتھ کیا جائے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: من قام رمضانَ إيمانًا واحتسابًا ، غُفِرَ له ما تقدَّم من ذنبِه(صحيح مسلم:759)

ترجمہ: جو رمضان میں ایمان اور اجر کی امید کے ساتھ قیام کرتا ہے اس کے سارے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔

چوتھا موقع: رمضان المبارک کی راتوں میں قیام کی فضیلت آخری عشرے میں بڑھ جاتی ہے کیونکہ اس میں لیلۃ القدر (شب قدر) ہے، نبی ﷺ اس عشرے میں شب بیداری کرتے اور خوب خوب اجتہاد کرتے۔ شب قدر میں قیام کی فضیلت بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَن قام ليلةَ القدرِ إيمانًا واحتسابًا، غُفِرَ له ما تقدَّمَ من ذنبِه(صحيح البخاري:1901)

ترجمہ: جو شب قدر میں ایمان وخالص نیت کے ساتھ قیام کرتا ہے اس کے سابقہ گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔

پانچواں موقع: افطار کے وقت اللہ بندوں کو آزاد کرتا ہے اس وجہ سے بطور خاص افطار کے وقت روزے کی قبولیت، گناہوں کی مغفرت، بلندی درجات، جہنم سے رستگاری اور جنت میں دخول دعا کی جائے۔"لله عند كل فطرعتقاء " (رواه احمد وقال الالبانی: حسن صحيح)

ترجمہ: اللہ تعالی ہر افطار کے وقت (روزہ داروں کو جہنم سے) آزادی دیتا ہے۔

ترمذی اور ابن ماجہ کی ایک روایت جسے علامہ البانیؒ نے حسن قرار دیا ہے اس میں مذکور ہے کہ ہر رات اللہ تعالی اپنے بندوں کو جہنم سے آزادی دیتا ہے۔

روایت اس طرح ہے: إنَّ للَّهِ عندَ كلِّ فِطرٍ عتقاءَ وذلِك في كلِّ ليلةٍ (صحيح ابن ماجه:1340)

ترجمہ: اللہ تعالی ہر افطار کے وقت (روزہ داروں کو جہنم سے) آزادی دیتا ہے، یہ آزادی ہر رات ملتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چھٹواں موقع: مومن کو رمضان کے دن میں روزہ رکھنا چاہئے، بحالت روزہ بکثرت اعمال صالحہ انجام دینا چاہئے اور اس کی ہر رات میں شب بیداری کرکے قیام، دعا، استغفار اور اذکار میں مصروف رہنا چاہئے کیونکہ ہر رات اللہ تعالی کی جانب سے خیر کے طالب کو ندا لگائی جاتی اور جہنم سے رستگاری کی بشارت سنائی جاتی ہے۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إذا كانَ أوَّلُ ليلةٍ من شَهْرِ رمضانَ : صُفِّدَتِ الشَّياطينُ ومرَدةُ الجنِّ ، وغُلِّقَت أبوابُ النَّارِ فلم يُفتَحْ منها بابٌ ، وفُتِّحَت أبوابُ الجنَّةِ فلم يُغلَقْ منها بابٌ ، ويُنادي مُنادٍ يا باغيَ الخيرِ أقبِلْ ، ويا باغيَ الشَّرِّ أقصِرْ وللَّهِ عُتقاءُ منَ النَّارِ ، وذلكَ كلُّ لَيلةٍ(صحيح الترمذي:682)

ترجمہ: جب ماہ رمضان کی پہلی رات آتی ہے، تو شیطان اور سرکش جن جکڑ دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، ان میں سے کوئی بھی دروازہ کھولا نہیں جاتا۔ اور جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں، ان میں سے کوئی بھی دروازہ بند نہیں کیا جاتا، پکارنے والا پکارتا ہے: خیر کے طلب گار! آگے بڑھ، اور شر کے طلب گار! رک جا اور آگ سے اللہ کے بہت سے آزاد کئے ہوئے بندے ہیں (تو ہو سکتا ہے کہ تو بھی انہیں میں سے ہو) اور ایسا (رمضان کی) ہر رات کو ہوتا ہے۔

ساتواں موقع: صدقہ گناہوں کی مغفرت کا اہم ذریعہ ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: والصَّدَقةُ تُطفي الخطيئةَ كما يُطفئُ الماءُ النَّارَ(صحيح الترمذي:2616)

ترجمہ: صدقہ گناہ کو ایسے بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھاتا ہے۔

اس لئے نبی ﷺ رمضان میں خیر اور سخاوت کے کام تیز ہوا سے بھی زیادہ کرتے البتہ وہ روایت جس میں افضل صدقہ رمضان کا صدقہ بتلایا گیا ہے ضعیف ہے۔

رمضان میں مغفرت سے متعلق بعض روایات

پہلی روایت: رمضان میں بخشش سے متعلق ایک بہت ہی مشہور حدیث ہے جو تقریبا رمضان میں نشر ہونے والے اکثر رسالے، کلینڈر اور پمفلیٹ وغیرہ میں لکھی ہے وہ اس طرح سے ہے: أولُ شهرِ رمضانَ رحمةٌ، وأوسَطُه مغفرةٌ، وآخِرُه عِتْقٌ من النارِ۔(السلسلة الضعيفة:1569)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ترجمہ: اس ماہ کا ابتدائی حصہ رحمت ہے، اور درمیانی حصہ بخشش اور آخری حصہ جہنم سے آزادی کا باعث ہے۔

اس حدیث کو امام نسائی، حافظ ابن حجر اور علامہ سیوطی نے ضعیف کہا ہے اور ابو حاتم، علامہ عینی حنفی اور علامہ البانی نے منکر کہا ہے۔

دوسری روایت: رمضان میں اللہ کا ذکر کرنے والا بخشش دیا جاتا ہے اور اللہ سے مانگنے والا محروم نہیں ہوتا۔ روایت دیکھیں۔

ذاكِرُ اللهِ في رمضانَ مغفورٌ له، وسائِلُ اللهِ فيه لا يَخِيبُ۔

اوپر والا جملہ ترجمہ ہے۔اس روایت کو علامہ البانی نے موضوع کہا ہے۔(السلسلۃ الضعیفۃ:3621)

تیسری روایت: اسی طرح مندرجہ ذیل روایت بھی ضعیف ہے۔

يَغْفِرُ لأمتِهِ في آخِرِ ليلةٍ في رمضانَ، قيل : يا رسولَ اللهِ ! أَهِيَ ليلةُ القدرِ ؟ ! قال : لا، ولكنَّ العاملَ إنما يُوَفَّى أجرُهُ إذا قَضَى عملَه۔

ترجمہ: رمضان کی آخری رات میں امت معاف کردی جاتی ہے، کہا گیا اے اللہ کے رسول! کیا یہ قدر کی رات ہے تو آپ نے فرمایا: نہیں، جب مزدور اپنے کام سے فارغ ہوتا ہے تو اسے پورا اجر دیا جاتا ہے۔

اس روایت کو علامہ البانی نے ضعیف کہا ہے(تخریج مشکاۃ المصابیح:1909)

اسی روایت میں یہ بھی وارد ہے کہ روزہ داروں کے لئے فرشتے افطار تک استغفار کرتے ہیں، بعض میں مچھلیوں کے استغفار کا ذکر ہے جو کہ ضعیف ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ رمضان میں ہر قسم کی نیکی سے گناہ معاف ہوتے ہیں، اس لئے دعا، نماز، ذکر، توبہ، استغفار، تلاوت، دعوت، صدقہ، زکوۃ وغیرہ ہر قسم کی بھلائی انجام دی جائے ایسا نہیں ہے کہ رمضان میں صرف اوپر مذکور اعمال ہی انجام دئے جانے کے قابل ہیں اور صرف انہیں سے مغفرت ہوتی ہے، یہ تو وہ اعمال واسباب ہیں جن میں خصوصیت کے ساتھ رمضان میں مغفرت کی جاتی ہے ان پہ زیادہ توجہ دی جانی چاہئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کی عبادتوں کو قبول فرمائے اور رمضان میں ساری خطاؤں کو بخش کر جنت الفردوس میں داخل کردے۔ آمین

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خواتین اسلام رمضان المبارک کیسے گزاریں؟

عنقریب رمضان کا مبارک مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے، چاروں طرف مسلمانوں میں خوشی ہی خوشی ہے۔اللہ کے نیک بندوں کو اس مہینے کا شدت سے انتظار ہوتا ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ نیکی، برکت، بخشش، عنایت، توفیق، عبادت، زہد، تقوی، مروت، خاکساری، مساوات، صدقہ و خیرات، رضائے مولی، جنت کی بشارت، جہنم سے گلو خلاصی کا مہینہ ہے۔رب کریم سے دعا ہے کہ ہمیں اس ماہ مبارک میں ان ساری نعمتوں سے مالا مال کر دے۔

رمضان المبارک کا روزہ، تراویح، صدقہ، دعا، ذکر، تلاوت، مناجات، عمرہ اور دیگر اعمال صالحہ جہاں مردوں کے لئے ہیں وہیں عورتوں کے لئے بھی ہیں۔ان اعمال کا اجر و ثواب جس طرح مردوں کو نصیب کرتا ہے ویسے ہی اللہ تعالی عورتوں کو بھی عنایت کرتا ہے۔ خواتین میں عام تصور یہ ہوتا ہے کہ رمضان تو صرف مردوں کا ہے، ہمارا کام صرف سحری پکانا اور افطار تیار کرنا ہے۔ عورتیں روزہ رکھتی ہیں مگر دیگر اعمال خیر میں پیچھے رہتی ہیں، اس کی بنیادی وجہ رمضان المبارک کے احکام و مسائل سے عدم واقفیت ہے۔ جس طرح مردوں پر روزہ رکھنا فرض ہے ویسے عورتوں پر بھی فرض ہے اور جس طرح مردوں کو رمضان المبارک میں کثرت سے اعمال خیر انجام دینا چاہئے ویسے ہی عورتوں کو بھی انجام دینا چاہئے۔

یہاں رمضان سے متعلق ان امور کا ذکر کیا جاتا ہے جو مسلمان عورت کے لئے انجام دینا مستحب و پسندیدہ ہے ۔

☆ **تمام قسم کی طاعت و بھلائی پر محنت کرنا:** مثلا تلاوت قرآن کریم ، اور اس میں تدبر و تفکر، بکثرت صدقہ و خیرات، ذکر الہی اور فرائض و واجبات کے علاوہ نفلی عبادات پر محنت کرنا۔

☆ **افطار میں جلدی کرنا:** نبی ﷺ کا فرمان ہے: لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر (بخاری) اس وقت تک لوگ بھلائی کی راہ پر گامزن رہیں گے جب تک کہ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔

اور اس سے یہود و نصاری کی مخالفت مقصود ہے۔ "لان الیھود والنصاری یوخرون" کیونکہ یہود و نصاری افطاری میں تاخیر کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

☆ تازہ کھجور سے افطار کرنا: عن انس کان النبی ﷺ یفطر علی رطبات قبل ان یصلی فان لم یکن فعلی تمرات فان لم تکن تمرات حسا حسوات من ماء (احمد وابوداؤد وحسنہ البانی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز مغرب سے پہلے تازہ کھجوروں سے افطار کیا کرتے تھے، اگر تازہ کھجوریں نہ ملتیں تو خشک کھجوروں سے افطار کر لیا کرتے تھے، اگر خشک کھجوریں میں میسر نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹوں پر ہی روزہ افطار کر لیا کرتے تھے۔

☆ افطار کے وقت دعا کرنا: ویسے دعا ہر وقت مشروع ہے اور دعا عبادت ہے مگر بعض اوقات دعا کے لئے بہت اہم ہیں، ان میں ایک افطار کا وقت بھی شمار کیا جاتا ہے، اس کی متعدد دلیلیں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

ثلاثٌ لا تُرَدُّ دعوتُهُم ، الإمامُ العادلُ ، والصَّائمُ حينَ يُفطرُ ، ودعوةُ المظلومِ(صحيح الترمذي:2526)

ترجمہ: تین قسم کے لوگوں کی دعا رد نہیں کی جاتی ہے۔ایک منصف امام کی، دوسرے روزہ دار کی جب وہ افطار کرے، تیسرے مظلوم کی۔

☆ سحری میں تاخیر کرنا: بغیر سحری کے بھی روزہ درست ہے مگر نبی ﷺ نے خود بھی سحری کھائی ہے اور دوسروں کو بھی سحری کی ترغیب دی ہے اور فرمایا ہے سحری کھاؤ کیونکہ اس میں برکت ہے۔مسلم شریف کی روایت میں ہے۔

فصلُ ما بين صيامِنا وصيامِ أهلِ الكتابِ ، أَكْلةُ السَّحَرِ(صحيح مسلم:1096)

ترجمہ: ہمارے اور اہل کتاب کے روزے کے درمیان سحری کا فرق ہے۔

* روزے کی حالت میں گندے اخلاق اور بری باتوں سے بچنا ۔ اگر کوئی گالی دے تو کہہ دیں میں روزے سے ہوں ۔

إذا أصبحَ أحدُكم يومًا صائمًا ، فلا يرفُثْ ولا يجهَلْ . فإنِ امرؤٌ شاتمَهُ أو قاتلَهُ ، فليقُلْ : إنِّي صائمٌ . إنِّي صائمٌ(صحيح مسلم:1151)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی روزے کی حالت میں ہو تو گندی باتوں اور نادانیوں سے پرہیز کرے، اگر کوئی تمہارے ساتھ گالی گلوج اور قتال کرے تو کہہ دو میں روزے سے ہوں، میں روزے سے ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

من لمْ يَدَعْ قولَ الزورِ والعملَ بِهِ ، فليسَ للهِ حاجَةٌ في أنِ يَدَعَ طعَامَهُ وشرَابَهُ .(صحيح البخاري:1903)

ترجمہ: اگر کوئی شخص جھوٹ بولنا اور دغا بازی کرنا (روزے رکھ کر بھی) نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

عورتوں میں گالی گلوج اور لعن طعن بہت زیادہ ہے، روزے کی حالت میں اس کا خاص خیال رکھنا ہے کہ زبان سے کہیں گندی باتیں نہ نکلے۔ روزہ صرف بھوک وپیاس برداشت کرنے کا نام نہیں ہے، آداب صیام میں ہے کہ ہم ہاتھ، پیر، دل، دماغ اور زبان تمام اعضائے بدن کو منکرات سے دور رکھیں۔

☆**لوگوں کو افطار کرانا:** نبی پاک ﷺ نے فرمایا: مَن فطَّرَ صائمًا كان لَهُ مثلُ أجرِهِ، غيرَ أنَّهُ لا ينقُصُ من أجرِ الصَّائمِ شيئًا(صحيح الترمذي:807)

ترجمہ: جس شخص نے کسی روزہ دار کو افطار کروایا تو اس شخص کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا ثواب روزہ دار کے لئے ہوگا، اور روزہ دار کے اپنے ثواب میں سے کچھ بھی کمی نہیں کی جائے گی۔

عورت چاہے تو اپنے ذاتی پیسے سے دیگر خواتین کو افطار کرا سکتی ہیں، شوہر کی طرف سے افطار کی دعوت پر بیوی کو بھی اجر ملے گا اگر اس کے کاموں میں مدد کرتی ہے۔

☆ **عمرہ کرنا:** رمضان میں مرد کی طرح عورت بھی عمرہ کر سکتی ہے، اس ماہ مبارک میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہے، ایک دوسری روایت میں نبی ﷺ کے ساتھ حج کرنے کے برابر کہا گیا ہے۔

نبی ﷺ نے ایک انصاریہ عورت سے فرمایا تھا:

فإذا جاء رمضانُ فاعتمِري . فإنَّ عُمرةً فيه تعدِلُ حجَّةً (صحيح مسلم:1256)

ترجمہ: جب رمضان آئے تو تم عمرہ کر لینا کیونکہ اس (رمضان) میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔

یہاں ایک بات یہ واضح رہے کہ عورت کے لئے عمرہ کے سفر میں محرم کا ہونا ضروری ہے، بغیر محرم سفر کرنے اور عمرہ کرنے سے گنہگار ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ عورت ہو یا مرد دوسرے ملک سے سفر کر کے سعودی عرب آنا اور عمرہ کرنا مشقت کا باعث ہے اور رمضان جیسے مبارک مہینے میں ایک اجر کے حصول کے لئے کئی اجر والے کام چھوٹنے کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

امکان ہے، اس لئے جو سعودی عرب میں موجود ہیں ان کے لئے تو آسانی ہے باہری لوگوں کے لئے کلفت کے سبب اپنے اپنے ملکوں میں ہی رمضان گزارنا زیادہ بہتر ہے۔ ہاں سعودیہ میں پورا رمضان گزارنے کا ارادہ ہو تو اس کی بات الگ ہے۔

☆مسواک کرنا: آپ ﷺ کا دستور ہمیشہ مسواک کیا کرتے تھے اور رمضان شریف میں بکثرت کیا کرتے تھے ۔ عمار بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يستاك وهو صائم مالا أحصي أو أعد(رواه البخاري معلقا)

ترجمہ: میں نے نبی ﷺ کو روزے کی حالت میں شمار کرنے سے زیادہ مسواک کرتے دیکھا۔

اسے امام بخاری نے تعلیقا روایت کیا ہے۔

☆ بچوں سے تربیت کے طور پر روزہ رکھوانا: اگر بچہ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو تو اسے عادتا روزہ رکھوانا چاہئے۔ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم اپنے بچوں سے روزہ رکھواتے تھے اور ان کے لئے کھلونے رکھتے، جب بچے کھانے کے لئے روتے تو ہم انہیں وہ کھلونے پیش کر دیتے یہاں تک کہ افطار کا وقت ہو جاتا۔ (بخاری)

مذکورہ حدیث میں ایک عورت کا بہترین کردار بیان کیا گیا ہے کہ اسے اپنے بچوں سے بھی روزہ رکھوانا چاہئے۔

☆ اعتکاف: جس طرح مرد کے لئے اعتکاف مسنون ہے اسی طرح عورت کے لئے بھی اعتکاف مشروع ہے۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ اعتکاف کی جگہ صرف مسجد ہے۔ جیسا کہ اوپر قرآن کی آیت سے واضح ہے اور نبی ﷺ نے اس پہ عمل کرکے دکھایا ہے۔ اگر عورت اعتکاف کرے تو اسے بھی مسجد میں ہی اعتکاف کرنا ہوگا خواہ جامع مسجد ہو یا غیر جامع ۔ صرف جامع مسجد میں اعتکاف والی روایت (لَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ جَامِعٍ) پر کلام ہے۔ اگر جامع مسجد میں اعتکاف کرے تو زیادہ بہتر ہے تاکہ نماز جمعہ کے لئے نکلنے کی ضرورت نہ پڑے۔

اعتکاف رمضان میں کئے جانے والے ان اعمال میں سے ہے جس کی تاکید آئی ہے۔ اور یہ ان سنتوں میں سے سنت مؤکدہ ہے جس پہ نبی ﷺ نے ہمیشگی برتی ہے اور آخری عشرے میں اس کی تاکید کی ہے۔ اس کی دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ نبی ﷺ ہر سال رمضان میں دس دن کا اعتکاف کیا کرتے تھے، انتقال کے سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا۔ (بخاری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

☆ **نمازتراویح :** سعودی عرب میں تو عورتیں مسجد میں آکر جماعت سے تراویح کی نماز ادا کرتی ہیں، تراویح جسے قیام اللیل اور تہجد بھی کہتے ہیں رمضان المبارک میں اس کا اجر بہت بڑھ جاتاہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے :

من قام رمضانَ إيمانًا واحتسابًا ، غُفِرَ له ما تقدَّم من ذنبِه(صحيح مسلم:759)

ترجمہ: جس نے رمضان کی راتوں میں نماز تراویح پڑھی، ایمان اور ثواب کی نیت کے ساتھ،اس کے اگلے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔

لہذا عورتوں کو بھی تراویح کی نماز کا اہتمام کرنا چاہئے ،اگر مسجد میں عورتوں کے لئے علاحدہ انتظام نہ ہو تو گھر پر ہی جماعت سے یا اکیلے تراویح کی آٹھ رکعات نماز پڑھے پھر تین رکعات وتر پڑھے ۔

☆ **شب قدر میں اجتہاد:** لیلۃالقدر کی اہمیت وفضیلت پہ ایک مکمل سورت نازل ہوئی ہے جس سے اس کی فضیلت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتاہے۔اس رات قیام کا اجر پچھلے سارے گناہوں کا کفارہ ہے۔

مَن قام ليلةَ القدرِ إيمانًا واحتسابًا، غُفِرَ له ما تقدَّمَ من ذنبِه(صحيح البخاري:1901)

ترجمہ: جو لیلۃالقدر میں ایمان واحتساب کے ساتھ قیام کرے اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

جہاں تک اس رات کی تعیین کا مسئلہ ہے تو اس سلسلے میں علماء کے مختلف اقوال ملتے ہیں مگر راجح قول یہ ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں (21،23،25،27،29) میں سے کوئی ایک ہے۔اس کی دلیل نبی ﷺ کا فرمان ہے: تحرَّوا ليلةَ القدرِ في الوِترِ، من العشرِ الأواخرِ من رمضانَ.(صحيح البخاري:2017)

ترجمہ: لیلۃالقدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

لہذا عورتوں کو بھی طاق راتوں میں شب بیداری کرنی اور خوب خوب طاعت وبھلائی کا کام کرنا چاہئے۔جب جاگنا ہی مقصود نہیں بلکہ جاگ کر بھلائی کا کام کرنا مقصود ہے۔

رمضان المبارک سے متعلق عورتوں کے مزید چند مسائل:

(1) بیمار عورت کا حکم: بیمار عورت کی دو قسمیں ہیں ایک وہ بیمار عورت جو روزہ کی وجہ سے مشقت یا جسمانی ضرر محسوس کرے یا شدید بیماری کی وجہ سے دن میں دوا کھانے پہ مجبور ہو تو اپنا روزہ چھوڑ سکتی ہے۔ضرر ونقصان کی وجہ سے جتنا روزہ چھوڑے گی اتنے کا بعد میں قضا کرے گی۔اللہ تعالی کا فرمان ہے :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ(البقرۃ:184)

ترجمہ: اور جو کوئی مریض ہو یا پھر مسافر ہو تو دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرے۔

دوسری وہ بیمار جن کی شفایابی کی امید نہ ہو اور ایسے ہی بوڑھے مرد و عورت جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہو ان دونوں کے لئے روزہ چھوڑنا جائز ہے اور ہر روزے کے بدلے روزانہ ایک مسکین کو نصف صاع (تقریبا ڈیڑھ کلو) گیہوں، چاول یا کھائی جانے والی دوسری اشیاء دیدے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ(البقرۃ:184)

ترجمہ: اور اس کی طاقت رکھنے والے فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا دیں۔

یہاں یہ دھیان رہے کہ معمولی پریشانی مثلاً زکام، سر درد وغیرہ کی وجہ سے روزہ توڑنا جائز نہیں ہے۔

(2) مسافر عورت کا حکم: رمضان میں مسافر کے لئے روزہ چھوڑنا جائز ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ(البقرۃ:184)

ترجمہ: اور جو کوئی مریض ہو یا پھر مسافر ہو تو دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرے۔

اگر سفر میں روزہ رکھنے میں مشقت نہ ہو تو مسافرہ حالت سفر میں بھی روزہ رکھ سکتی ہے۔ اس کے بہت سارے دلائل ہیں۔ مثلا۔

ایک صحابی نبی ﷺ سے سفر میں روزہ کے بابت پوچھتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

إن شئتَ صمتَ وإن شئتَ أفطرتَ(صحيح النسائي:2293)

ترجمہ: اگر تم چاہو تو روزہ اور اگر چاہو تو روزہ چھوڑ دو۔

مسافرہ چھوڑے ہوئے روزے کی قضا بعد میں کرے گی۔

(3) حیضاء ونفساء کا حکم: حیض والی اور بچہ جنم دینے والی عورت کے لئے خون آنے تک روزہ چھوڑنے کا حکم ہے اور جیسے ہی خون بند ہو جائے روزہ رکھنا شروع کردے۔ کبھی کبھی نفساء چالیس دن سے پہلے ہی پاک ہو جاتی ہیں تو پاک ہونے پر روزہ ہے۔ عورت کے لئے مانع خون دوا استعمال کرنے سے بہتر ہے طبعی حالت پہ رہے۔ حیض اور نفاس کے علاوہ خون آئے تو اس سے روزہ نہیں توڑنا ہے بلکہ روزہ جاری رکھنا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

(4) مرضعہ وحاملہ کا حکم : دودھ پلانے والی عورت اور حاملہ عورت کو جب اپنے لئے یا بچے کے لئے روزہ کے سبب خطرہ لاحق ہو تو روزہ چھوڑ سکتی ہے۔بلا ضرر روزہ چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ نبی ﷺ کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے۔

إنَّ اللَّهَ عزَّ وجلَّ وضعَ للمسافرِ الصَّومَ وشطرَ الصَّلاةِ ، وعنِ الحُبلَى والمُرضِعِ(صحيح النسائي:2314)

ترجمہ:اللہ تعالی نے مسافر کے لئے آدھی نماز معاف فرمادی اور مسافر اور حاملہ اور دودھ پلانے والی کو روزے معاف فرمادیئے۔

جب عذر کی وجہ سے عورت روزہ چھوڑدے تو بعد میں اس کی قضا کرے۔حاملہ اور مرضعہ کے تعلق سے فدیہ کا ذکر ملتا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے ۔

(5) چھوٹی بچی کے روزہ کا حکم: اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ تربیت کے طور پر بچوں سے روزہ رکھوانا چاہئے اگر طاقت رکھتے ہوں خواہ لڑکا ہو یا لڑکی لیکن جب بالغ ہو جائے تو پھر اس پر روزہ فرض ہو جاتا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

رُفِعَ القلمُ عن ثلاثةٍ: عنِ المجنونِ المغلوبِ على عقلِهِ حتَّى يُفيقَ، وعنِ النَّائمِ حتَّى يستيقظَ، وعنِ الصَّبيِّ حتَّى يحتلمَ(صحيح أبي داود:4401)

ترجمہ: میری امت میں سے تین قسم (کے لوگوں) سے قلم اٹھالیا گیا ہے، مجنون اور پاگل اور بے عقل سے جب تک کہ وہ ہوش میں آجائے،اور سوئے ہوئے سے جب تک کہ وہ بیدار ہو جائے،اور بچے سے جب تک کہ وہ بالغ ہو جائے۔

بعض علماء نے روزہ کے لئے بچوں کی مناسب عمر دس سال بتلائی ہے کیونکہ حدیث میں دس سال پہ ترک نماز پر مارنے کا حکم ہے۔بہرکیف دسواں سال ہو یا اس سے پہلے کا اگر بچے روزہ رکھ سکتے ہوں تو سرپرست کی ذمہ داری ہے کہ ان سے روزہ رکھوائیں ۔

(6) قصدا روزہ توڑنے والی عورت کا حکم: رمضان میں بغیر عذر کے قصدا روزہ چھوڑنے والی عورت گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔اسے اولا اپنے گناہ سے سچی توبہ کرنی چاہئے اور جو روزہ چھوڑی ہے اس کی بعد میں قضا بھی کرے۔اور اگر کوئی بحالت روزہ جماع کرلیتی ہے اسے قضا کے ساتھ کفارہ بھی ادا کرنا ہے۔کفارہ میں لونڈی آزاد کرنا یا مسلسل دومہینے کا روزہ رکھنا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔یادرہے بلاعذر روزہ توڑنے کا بھیانک انجام ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

(7) بے نمازی عورت کے روزے کا حکم : جیسے روزہ ارکان اسلام میں ایک رکن ہے ویسے ہی نماز بھی ایک رکن ہے۔ نماز کے بغیر روزے کا کوئی فائدہ نہیں۔ جو نماز کا منکر ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ نبی ﷺ فرمان ہے:

العَهدُ الَّذي بيننا وبينهم الصَّلاةُ ، فمَن ترَكَها فقد كَفرَ(صحيح الترمذي:2621)

ترجمہ: ہمارے اوران کے درمیان نماز کا عہد ہے، جس نے نماز کو چھوڑا پس اس نے کفر کیا۔

اس وجہ سے تارک صلاۃ کا روزہ قبول نہیں ہوگا بلکہ نماز چھوڑنے کی وجہ سے اس کا کوئی بھی عمل قبول نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ توبہ نہ کرلے۔

اللہ تعالی ہم رمضان کے برکات وحسنات سے ہم سب کا دامن بھر دے اور اس ماہ مبارک کو ہماری نجات کا ذریعہ بنادے۔ آمین

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

معذور خواتین رمضان المبارک سے کیسے فائدہ اٹھائیں؟

اسلام ایک آفاقی دین ہے،اس کے آغوش میں رحمت ہی رحمت ہے۔اس دین پر چلنے والا رحمتوں اور برکتوں سے مالامال ہو جاتا ہے۔اس کی مثالیں تاریخ میں بھری پڑی ہیں، ممکن ہے آج کے مسلمان ایمان و عمل کی کمزوری کی وجہ سے کہیں پر اللہ کی رحمت اوراس کی نصرت سے محروم ہوں لیکن تاریخ کے ذرین اوراق ہماری فتح وظفر سے مزین ہیں۔

اسلام میں ہر ایک مسلمان کی رعایت اور دلجوئی کا سامان موجود ہے۔کوئی مالدار ہے اور کوئی غریب ہے تو ایسا نہیں کہ مالداری کی وجہ سے مالدار اللہ کے نزدیک بہت محبوب ہے اور غریب اپنی غربت کے سبب محبوب نہیں۔پروردگار کے نزدیک محبوب ہونے کا معیار دین وتقوی ہے۔جس کے پاس دینداری ہوگی،اللہ کا تقوی ہوگا وہ اللہ کا محبوب وپیارا بندہ ہوگا خواہ وہ غریب ہو یا دولتمند،یتیم ولاوارث ہو یا اونچے خاندان کا،معذور وبیمار ہو یا صحت مند وتوانا،اپاہج ہو یا صحیح وسالم۔اس لئے اللہ نے ہمیں جس حال میں بھی رکھا ہے اس کا تقوی اختیار کریں اور بکثرت اعمال صالحہ انجام دیں۔اللہ کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (الحجرات:13)

ترجمہ:اے لوگو!ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو کنبے قبیلے بنا دیئے ہیں،اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے۔

کچھ دیندار لوگ جب بیمار ہو جاتے ہیں تو غمگیں ہو جاتے ہیں کہ اب نیکی کا موقع کم ہو گیا بطور خاص نیک خواتین رمضان المبارک میں حیض ونفاس آجانے اور نماز وروزہ سے دور ہونے کے سبب بہت ہی مایوس ہو جاتی ہیں اور خود کو مردوں سے کمتر اور دینداری کے اعتبار سے پست سمجھتی ہیں۔ایسی خواتین کو مایوس نہیں ہونا چاہئے،اسلام نے سب کی رعایت کی ہے اور بحالت حیض ونفاس بھی رمضان المبارک میں بہت سے نیک اعمال انجام دے سکتی ہیں اور خوب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

خوب اجر وثواب کما سکتی ہیں جنہیں میں نیچے درج کرنا چاہتاہوں ۔اس سے پہلے آپ کو چند باتوں کی نصیحتیں کرنا چاہتاہوں۔

پہلی بات: مومن مرد وعورت کو کبھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونی چاہیئے وہ بڑے چھوٹے،کالے گورے ،غریب ومالدار اور بیمار وتندرست میں کوئی فرق نہیں کرتا بلکہ اس کا فضل وکرم ہر قسم کے نیک بندوں پر عام ہے۔

دوسری بات: بیماری وصحت اور عورتوں کے مخصوص ایام ومختلف مراحل اللہ کی جانب سے ہیں وہ اپنے بندوں کے لئے وہ کرتا ہے جو اس کے حق میں مناسب ہوتا ہے۔اگر آپ رمضان میں بیمار یا حیض ونفاس میں ہیں تو اس میں بھی اللہ کی کوئی نہ کوئی حکمت ہے۔آپ نے پہلے سے رمضان میں روزہ رکھنے اور اعمال خیر کرنے کی نیت کی تھی مگر عذر کی وجہ سے بعض خیر کے کام نہیں کرپارہے ہیں تو اللہ تعالی نیت کا ثواب دے گا۔نبی ﷺ کا فرمان ہے:

ان الاعمال بالنیات (بخاری) یعنی عمل کا دار ومدار نیت پر ہے۔بندہ کسی نیکی کی نیت کرلے اور عذر کے سبب وہ نیکی نہ کرسکے تو اللہ اس کا ثواب دیتا ہے۔

تیسری بات: جو آدمی صحت میں جو عمل کرتا تھا بیماری کے سبب اگر اس سے وہ عمل چھوٹ جائے تو اسے عمل کرنے کے برابر اجر ملے گا، یہ اللہ کا بندوں پر بڑا احسان ہے۔نبی ﷺ کا فرمان ہے: إذا مرضَ العبدُ ، أو سافرَكُتِبَ له مثلُ ما كان يعملُ مُقيمًا صحيحًا (صحيح البخاري:2996)

ترجمہ: جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر کرتا ہے تو اس کے لیے ان تمام عبادات کا ثواب لکھا جاتا ہے جنہیں اقامت یا صحت کے وقت یہ کیا کرتا تھا۔

اب یہاں مختصرا معذور خواتین کے لئے ایسے اعمال بیان کرتاہوں جو وہ رمضان المبارک میں انجام دے سکتی ہیں اور اجر وثواب کما سکتی ہیں۔معذور سے مراد بیمار، حیض والی، نفاس والی، حمل والی (اگر روزہ نقصان پہنچائے اس کو یا اس کے بچے کو)، دودھ پلانے والی (اگر روزہ نقصان پہنچائے اس کو یا اس کے بچے کو) اور عمر رسیدہ (اس قدر بوڑھی کہ انہیں روزہ رکھنے کی طاقت نہیں) عورتیں ہیں۔

(1) جن عورتوں کے لئے ضعف وبڑھاپے کے سبب روزہ رکھنا دشوار ہے وہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

کھانا دیدے، کھانے میں نصف صاع یعنی ڈیڑھ کلو اناج دینا ہے۔ روزہ کے علاوہ رمضان کے جتنے کار خیر ہیں ان تمام میں وہ حصہ لے سکتی ہیں، ان کے لئے کچھ بھی منع نہیں سوائے اس کے جس کی طاقت نہیں رکھتی۔

(2) بیمار خواتین کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو وقتی طور پر بیمار ہوں اور روزہ رکھنے سے قاصر ہوں تو بیماری کے دنوں میں روز توڑدیں گی اور بعد میں قضا کریں گی۔ دوسری وہ جو کسی ایسے دائمی مرض میں مبتلا ہوں جس میں روزہ رکھنا دشوار ہو تو ایسی خواتین، عمر رسیدہ خاتون کے زمرے میں ہیں ۔ یہ ہر روزے کے بدلے روزانہ ایک مسکین کو نصف صاع (تقریبا ڈیڑھ کلو) گیہوں، چاول یا کھائی جانے والی دوسری اشیاء دیدے۔ بیمار خاتون حسب استطاعت نماز کے ساتھ جس عمل کی طاقت رکھے انجام دینے کی کوشش کرے۔

(3) حاملہ و مرضعہ کو روزہ سے نقصان لاحق ہونے کا خدشہ ہو تو روزہ چھوڑ سکتی لیکن اگر کسی قسم کے ضرر کا خطرہ نہ ہو تو انہیں روزہ رکھنا چاہئے۔ نماز تو فرض ہے یہ صرف حیض و نفاس میں ساقط ہے لیکن بیماری، ضعیفی اور حمل و رضاعت میں کبھی بھی نماز نہیں چھوڑنی ہے۔ نماز کے ساتھ بقیہ سارے نیک کام انجام دے سکتی ہیں۔

(4) حیضاء اور نفساء: بحالت حیض و نفاس روزہ و نماز منع ہے۔ انقطاع دم کے بعد نماز کی قضا نہیں لیکن روزوں کی قضا لازم ہے۔

یہاں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ حیض والیوں کو لامحالہ رمضان میں بھی حیض آئے گا اور کتنی خاتون کو اس ماہ میں بچہ بھی پیدا ہوتا ہے تو حیض و نفاس کی حالت میں عورت کون کون سا نیک کام کر سکتی ہے تاکہ رمضان المبارک سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جاسکے اور سیلان دم کی لمبی مدت بغیر نیکی کے یوں ہی نہ گزر جائے۔

اس مسئلے کی وضاحت سے قبل یہ بتانا چاہتا ہوں کہ عام طور سے خواتین میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ رمضان المبارک میں عورتوں کے لئے روزہ کے سوا کوئی عمل نہیں ہے اور جو حیض و نفاس سے ہو وہ تو اور بھی سمجھتی ہیں کہ ہمارے لئے کچھ بھی نہیں جبکہ ایسا نہیں ہے۔ رمضان المبارک میں خواتین کیا کیا عمل انجام دے سکتی ہیں اس پہ میرے بلاگ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میرا مضمون ہے جس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔یہاں چند ایسے اعمال ذکر کرنا چاہتا ہوں جسے حیضاء ونفساء رمضان میں انجام دے سکتی ہیں اور فائدہ اٹھاسکتی ہیں۔

(1)قرآن کی تلاوت :اس میں اختلاف ہے کہ عورت حیض کی حالت میں قرآن کی تلاوت کرسکتی ہے کہ نہیں؟ راجح قول کی روشنی میں عورت حیض کی حالت میں اور نفاس کی حالت میں قرآن کی تلاوت کرسکتی ہے کیونکہ ممانعت کی کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے۔اس جانب بہت سے اہل علم گئے ہیں البتہ بعض علماء نے کہا کہ مصحف کو بغیر چھوئے تلاوت کرے اور بعض نے کہا کہ تلاوت کے وقت ہاتھ میں دستانہ لگالے ۔اسی طرح معلمہ اور متعلمہ بھی قرآن کی تلاوت کرسکتی ہیں۔یہاں میں یہ کہنا چاہتاہوں کہ آج ٹکنالوجی کا زمانہ ہے تو کیوں نہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے موبائل، کمپیوٹر اور لیپ ٹاپ میں قرآن کریم لوڈ کرکے وہاں سے بلا جھجھک تلاوت کریں، نہ کسی کا اعتراض رہے گا اور نہ ہی قاری کے دل میں کھٹکا۔

(2)ذکرواذکار: صبح وشام کے اذکار، سونے جاگنے کے اذکار، اور دیگر کسی قسم کے بھی اذکار عورت حیض ونفاس میں کرسکتی ہیں۔اس لئے عورت کو چاہئے کہ اذکار کی مستند کتابوں سے کثرت سے اذکار حفظ کرلے جن سے رمضان وغیر رمضان ہمیشہ فائدہ اٹھاسکتی ہے۔بعض اذکار مختصر ہیں مگر اجر وثواب میں بہت ہی زیادہ ہیں۔

(3)دعا: یہ مومن کا ہتھیار ہے، دعا سے بندوں کو ہر چیز مل سکتی ہے۔بیماری سے شفا، فقر سے نجات، مشکل سے چھٹکارا، جنت سے قربت اور جہنم سے رستگاری۔ سبھی ممکن ہے۔بدر کے میدان میں نبی ﷺ نے دعا کی اس کے اثر سے تین سو تیرہ نہتھے مسلمان ہزار کے مسلح کافروں پر غلبہ پاگئے۔اس لئے رمضان میں سبھی مسلمانوں کو بشمول حیضاء ونفساء بطور خاص دعا کا اہتمام کرنا چاہئے اور دعا میں افضل اوقات کو تلاش کرنا چاہئے مثلا سجدہ میں، اللہ کے نزول آسمان کے وقت (تہائی رات)، اذان واقامت کے درمیان وغیرہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

(4)استغفار: نبی ﷺ دن میں سو سو بار استغفار کیا کرتے تھے، بحالت حیض و نفاس استغفار کو کثرت سے لازم پکڑا جائے، اس کا بڑا اجر ملتا ہے۔ اللہ تعالی بہت ساری چیزوں میں برکت دیتا ہے، نیکیوں میں اضافہ کرتا ہے حتی کہ مالداری بھی نصیب کرتا ہے۔

(5)توبہ : توبہ یہ ہے کہ بندہ شرمندہ ہو کر رب سے اپنے کئے ہوئے گناہوں کی معافی طلب کرے۔ رمضان ایک سنہرا موقع ہے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمیں اپنے جرم کا رب العالمین کے سامنے اعتراف کرنا چاہئے اور آئندہ اس سے بچنے کا عزم کرنا چاہئے، اللہ تعالی توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: كلُّ بني آدمَ خطَّاءٌ ، و خيرُ الخطائين التوابونَ(صحيح الجامع:4515)

ترجمہ: ہر بنی آدم گناہگار ہے اور سب سے اچھا گنہگار وہ ہے جو توبہ کرنے والا ہے۔

(6)صدقہ وخیرات :اس ماہ مبارک میں حیضاء و نفساء اپنے مال سے غرباء و مساکین کو صدقہ دے سکتی ہیں، اپنے پاس مال نہ ہو تو شوہر کی اجازت سے اس کے مال سے صدقہ دینے میں دونوں کو ثواب ملے گا۔

(7)دوسروں کو افطار کرا کر روزہ داروں کے برابر ثواب حاصل کیا جا سکتا ہے۔

(8)روزہ داروں کے لئے افطاری تیار کرنے اور ان کے لئے سحری تیار کرنے سے بھی ان شاءاللہ ثواب ملے گا۔

(9) درس و تعلیم :اگر آپ کے پاس دینی تعلیم ہے تو خواتین کے لئے رمضان میں روزہ اور دینی احکام سے واقفیت کے لئے تعلیم کا انتظام کریں اور خواتین کو اسلام کی ضروری تعلیم سے آگاہ کریں، قرآن و حدیث کا بھی درس دے سکتے ہیں۔ اللہ کے فضل سے آپ کو اس عمل کا بہت اجر ملے گا۔ اگر تعلیم یافتہ نہیں ہیں تو دوسروں کے علمی حلقے میں شامل ہو کر دین سے آگاہی حاصل کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

(10)شب قدر سے استفادہ :اگر کوئی حیضاء یانفساء رمضان کا آخری عشرہ پائے تواس رات شب بیداری کرے، خوب خوب دعا، ذکر، توبہ اور استغفار کرے۔اس رات کی مخصوص دعا بطور خاص پڑھے۔شب قدر کی دعا یہ ہے: اللّٰھمَّ إنّک عفوٌّ تحبُّ العفوَ فاعفُ عنّي(اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے معافی کو پسند کرتا ہے لہذا تو مجھے معاف کردے)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حیض ونفاس والی عورت کو بدنی عبادت میں نمازوروزہ منع ہے مگر قلبی اور لسانی اعمال مثلا ذکرواذکار، دعاواستغفار، صدقہ وخیرات، درس وتدریس،اور دینی کتابوں کا مطالعہ جیسے اعمال انجام دینا جائز ہیں۔اسی طرح وہ اعمال جو طہارت وغیر طہارت دونوں میں انجام دینا جائز ہیں وہ بھی کرسکتی ہیں جیسے خدمت خلق، حسن معاشرت،صلہ رحمی، نصیحت،احسان وسلوک،نیکی پر تعاون، برائی سے روکنے پر مدد وغیرہ۔

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

آخری عشرے سے متعلق چند امور پر انتباہ

رمضان المبارک کا آخری عشرہ فضیلت کے لحاظ سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے، اسی میں اعتکاف ہے اور اسی میں شب قدر ہے جو ہزار راتوں سے بہتر ہے۔ قرآن کا نزول بھی اسی مبارک رات میں ہوا بنایں سبب رسول کریم ﷺ اس عشرے میں طاعات پر زیادہ محنت کرتے اور اپنے اہم وعیال کو بھی اس کی دعوت دیتے۔ ہم بھی اپنے پیارے نبی کی پیاری سنت پر عمل کرتے ہوئے آخری عشرے میں بھلائی کے کاموں پر زیادہ سے زیادہ محنت کریں اور شب قدر پانے کے لئے خوب خوب اجتہاد کریں، اس کے لئے اللہ سے توفیق طلب کریں اور کثرت سے شب قدر کی دعا پڑھا کریں۔

مندرجہ ذیل سطور میں آخری عشرہ سے متعلق چند ایسے امور پر اطلاع دینا مقصود ہے جن کے بارے میں سوالات کئے جاتے ہیں یا بے دینی کو دین سمجھ کر انجام دیا جاتا ہے۔

(1) آخری عشرہ میں تساہلی:

مشاہدے میں بات آئی ہے کہ شروع رمضان میں لوگوں میں عبادت وبھلائی کا ذوق وشوق زیادہ ہوتا ہے، یہ شوق عشرہ گزرنے کے ساتھ کم ہوتا چلا جاتا ہے جبکہ آخری عشرہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

(2) الوداعی جمعہ کا حکم:

جواب: آخری عشرے سے متعلق ایک بات لوگوں میں الوداعی جمعہ سے متعلق رائج ہے جو اصل میں عوام کی مشہور کردہ غلط فہمی ہے، اس کا علماء سے اور کتاب وسنت سے تعلق نہیں مگر اب عوام کے ساتھ کچھ علماء بھی متاثر ہو گئے۔ رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو الوداعی جمعہ کہنا، خطبہ میں یا محفل قائم کرکے اس کے گزرنے کا مرثیہ پڑھنا سراسر دین میں زیادتی اور نئی ایجاد ہے۔ کتاب وسنت سے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی اس طرح کے الفاظ سلف صالحین کے یہاں ملتے ہیں۔ ہر ہفتے جمعہ کا دن آتا ہے تو پھر کسی ایک مہینے کے آخری جمعہ کو الوداعی جمعہ کہنا بالبداہت بھی صحیح نہیں ہے اور جمعہ تو ہفتے کی عید ہے وہ بھی رمضان المبارک کا جمعہ اس پہ بیحد خوشی ہونی چاہئے خواہ پہلا جمعہ ہو یا آخری جمعہ۔ یاد رکھیں رمضان کے آخری عشرہ میں ہی شب قدر ہے ہمیں اعتکاف اور شب بیداری واجتہاد کے ذریعہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

اسے پانے کی کوشش کرنی چاہئے اوران ایام میں خاص طور سے فضول کام اور تضییع اوقات کا سبب بننے والے امور سے بچنا چاہئے۔

اس مناسبت سے ایک پیغام امت مسلمہ کے نام دینا چاہتاہوں کہ رمضان کاآخری جمعہ رخصت ہوتے ہی رمضان بھی ہم سے قریب رخصت ہوجائے گا،توالوداعی جمعہ منانے کی بجائے میں دین اوراعمال صالحہ پر اسی طرح قائم رہنے کی تلقین کرتاہوں جس طرح رمضان میں قائم تھے۔ نیکی صرف رمضان کے ساتھ خاص نہیں ہے۔جس طرح ایثاروقربانی،اعمال صالحہ،طاعات وبھلائی،صدقات وخیرات،عبادت وذکرالٰہی اوردعوت الی اللہ کی طرف رمضان میں مائل تھے اسی طرح رمضان بعدبھی کرتے رہیں تاکہ دین پر استقامت حاصل رہے اوراسی حال میں موت آئے۔ایسے لوگ اللہ کے پسندیدہ بندے ہیں اوردین پر ہی وفات پانے سے اس کے فضل واحسان سے جنت میں داخل کئے جائیں گے۔

(3)معتکف کادرس دیناکیساہے؟

جواب:اگرمسجد میں موجودلوگوں کو تعلیم کی ضرورت ہو اور معتکف (اعتکاف کرنے والا)ان کی ضرورت کو پورا کرنے کے قابل ہے توانہیں درس دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ہاں پابندی کے ساتھ اعتکاف کے اپنے قیمتی اوقات کودرس پر ہی صرف نہ کرے،اعتکاف دراصل عبادت کے لئے فراغت کانام ہے لہذااس مقصد کی تکمیل میں کوشاں رہے۔

شیخ محمد صالح عثیمین رحمہ سے سوال کیاگیاکہ کیامعتکف کاکسی کو تعلیم دینایادرس دینا صحیح ہے توشیخ کاجواب تھا:

الأفضل للمعتكف أن يشتغل بالعبادات الخاصة كالذكر والصلاة وقراءة القرآن وما أشبه ذلك ، لكن إذا دعت الحاجة إلى تعليم أحد أو التعلم فلا بأس ، لأن هذا من ذكر الله عز وجل(فتاوى الشيخ محمد صالح العثيمين 549/1)

ترجمہ:متعکف کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ عبادت میں مشغول رہے مثلاذکر،نماز،قرآن کی تلاوت اورجواس قبیل سے ہوں لیکن اگرکسی شخص کو تعلیم دینےاور سکھلانے کی ضرورت ہوتواس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ بھی اللہ کے ذکرمیں سے ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

(4)خواتین کا گھر میں اعتکاف:

اعتکاف عورت و مرد دونوں کے حق میں مسنون ہے اور دونوں کے لئے اعتکاف کی جگہ صرف مسجد ہے مگر مسلکی علماء اختلاط اور فتنہ کے خوف سے خواتین کو گھروں میں اعتکاف کی تعلیم دیتے ہیں، یہ سنت کی مخالفت ہے۔ یہاں میں اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ جہاں مسجد میں عورتوں کے اعتکاف کے لئے علاحدہ جگہ نہ ہو وہاں عورتیں اعتکاف نہ کریں اور جہاں عورتوں کے لئے جگہ مخصوص ہو وہاں اعتکاف کریں، اس سے اختلاط اور فتنے کا خوف رفع ہو جائے گا۔

(5)شب قدر میں وعظ و نصیحت کا حکم:

جواب: شروع رمضان سے ہی اکثر مساجد میں تراویح کے بعد دروس و محاضرات اور تفسیر قرآن کا لمبا لمبا سلسلہ چلتا رہتا ہے جو نمازیوں کے لئے باعث مشقت ہے۔ حالانکہ یہ جائز و ناجائز یا بدعت کا مسئلہ نہیں ہے، یہ بھی منجملہ رمضان کے نیک اعمال میں سے ہے لیکن تراویح کے بعد کوئی سلسلہ طوالت کا لوگوں کے لئے مزید مشقت کا سبب ہے۔ میرے خیال سے تراویح کے بعد مختصر دروس اور مختصر تفسیر پہ ہی اکتفا کرنا چاہئے، یا لمبے دروس و تفسیر کے لئے کوئی اور مناسب وقت متعین کرنا چاہئے جس میں لوگ بلا مشقت اور نشاط کے ساتھ درس و تفسیر سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اس وقت دروس و محاضرات کا سلسلہ آخری عشرے اور اس کی طاق راتوں میں بھی شروع کیا جانے لگا ہے۔ کچھ لوگ چار چار رکعت کے بعد وعظ کرتے ہیں تو کچھ لوگ تراویح کے آخر میں۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آخری عشرے میں درس دینا لوگوں کے لئے مناسب ہے اور شرعا اس عمل کی کہاں تک گنجائش ہے؟

اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ دینی دروس بہر حال مفید ہیں مگر اس کے لئے مناسب وقت کا تعین ضروری ہے، اس عمل کے قبیل سے لوگوں میں جواز و عدم جواز سے متعلق دو قسم کی آراء سامنے آرہی ہیں۔ جواز والوں کا کہنا ہے کہ یہ بھی خیر کے کاموں میں سے ہے اور چونکہ نبی ﷺ سے کسی خیر کی ان راتوں میں ممانعت نہیں ہے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے آخری عشرے کے لئے خیر کے کاموں کو مخصوص کیا ہے بلکہ آزادی ہے جس قسم کا بھی کار خیر کرے۔ اس بات پر عرض یہ ہے کہ بلاشبہ درس دینا دعوت الی اللہ اور خیر کا کام ہے اور بڑے اجر کا باعث ہے مگر اس قدر اجر و ثواب والا عمل ہونے کے باوجود سلف سے آخری عشرے میں یہ کام منقول نہیں ہے۔ ہاں کوئی ان ایام کی فضیلت کے تعلق سے ایک آدھ مرتبہ لوگوں کو کچھ نصیحت کرنا چاہے تو مجھے اس میں کوئی حرج نہیں محسوس ہوتا لیکن باقاعدہ ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

راتوں میں اجلاس یادروس کا سلسلہ قائم کرنا محل نظر ہے۔ اگر جواز والے ان راتوں میں پابندی سے درس کے قائل ہیں جو کہ کار خیر ہے تو پھر ان کی نظر میں دسیوں علماء کو بلا بلا جلسہ منعقد کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے جبکہ اس بات کے وہ بھی قائل نہیں ہوں گے تو معلوم یہ ہوا کہ یہ راتیں عبادت کے لئے فارغ ہونی چاہئے۔ آیئے ایک حدیث کی روشنی میں نبی ﷺ کا اسوہ دیکھتے ہیں کہ آخری عشرہ میں آپ ﷺ کیا کرتے تھے ؟۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهُ وَأَحْيَا لَيْلَهُ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ(صحيح البخاري:2024)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب آخری دس دنوں میں داخل ہوتے تو(عبادت کے لئے) کمر کس لیتے، خود بھی شب بیداری کرتے اور گھر والوں کو بھی جگاتے تھے۔

اس حدیث میں تین باتیں مذکور ہیں۔

(1) شد میزرہ: کمر کس لیتے یعنی عبادت کے لئے بالغ اجتہاد کرتے۔ عورتوں سے کنارہ کشی کے بھی معنی میں آیا ہے۔

(2)احیالیلہ : شب بیداری کرتے رات میں عبادت کے لئے خود کو بیدار رکھتے۔

(3)ایقظ اھلہ :اپنے اہل وعیال کو بھی جگاتے کیونکہ یہ اہم رات ہوتی ہے۔

نبی ﷺ کے اسوہ کو اپناتے ہوئے آخری عشرے میں ہمارا بھی یہی طرز عمل ہونا چاہئے تاکہ شب قدر اور اس کی فضیلت کو پاسکیں۔

(6)شب قدر کی مخصوص نماز:

جب آخری عشرہ شروع ہونے لگتا ہے تو مسلمانوں کے بعض طبقوں میں عموما شب قدر کی مخصوص نماز سے متعلق رسالہ تقسیم کیا جاتا ہے جس میں 21، 23، 25، 27، اور 29 کی راتوں کے لئے الگ الگ طریقے سے پڑھی جانے والی شب قدر کی نماز کا مخصوص طریقہ مع اذکار لکھا ہوتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کی سنت میں شب قدر کی کوئی مخصوص نماز نہیں ہے اور جب شب قدر ہی مخصوص نہیں تو اس کی نماز کیسے مخصوص ہو سکتی ہے، اصلا یہ صوفیوں کا طریقہ ہے اس سے بچا جائے اور دوسروں کو بھی بچایا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

(7)آخری عشرہ کی مخصوص دعا:

ایک ضعیف حدیث کی بنیاد پر لوگوں نے تینوں عشروں کی مخصوص دعا ایجاد کردی ہے۔پہلے عشرہ میں رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین، دوسرے میں استغفر اللہ ربي من کل ذنب واتوب الیہ اور تیسرے میں اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنا۔

ان میں پہلے اور دوسرے عشرے کی مخصوص دعا کا کوئی ثبوت نہیں ہے البتہ تیسرے عشرہ کی جو دعا ہے وہ شب قدر کے لئے ہے لہذا ہم آخری عشرہ میں تمام دن پڑھ سکتے کیونکہ شب قدر اسی آخری عشرہ میں ہے۔

(8)آخری عشرہ میں دو مرتبہ قیام اللیل کرنے کا حکم:

جواب: عموما رمضان میں عشاء کی نماز کے بعد تراویح کی نماز پڑھ لی جاتی ہے اور بعض جگہوں پر آدھی رات کے بعد دوبارہ جماعت سے قیام اللیل کا اہتمام کیا جاتا ہے، لوگ پوچھتے ہیں کہ جب تراویح آٹھ ہی رکعت ہے تو پھر دوبارہ قیام کیوں کیا جاتا ہے اور اس کی شرعا کیا حیثیت ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ رمضان کے آخری عشرے میں نبی ﷺ دوسرے عشرے کی بنسبت زیادہ عبادت کرتے تھے بلکہ آخری عشرہ تو عبادت کے لئے بیدار رہنے کا نام ہے۔ان ایام کی راتوں میں جس قدر ہو سکے عبادت پر اجتہاد کرنا چاہئے، کوئی رات بھر عبادت کرے، کوئی دو تین بار اٹھ اٹھ کر عبادت کرے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔رات کی نفلی نماز دو دو رکعت ہے خواہ کوئی فجر تک پڑھے۔نبی ﷺ کا فرمان ہے:

صلاةُ الليلِ مثنى مثنى ، فإذا خشي أحدُكم الصبحَ صلى ركعةً واحدةً ، توترُ له ما قد صلى.(صحيح البخاري:990 و صحيح مسلم:749)

ترجمہ: رات کی نماز دو دو رکعت ہے، اور اگر تم میں کسی کو صبح ہو جانے کا اندیشہ ہو، اور وہ ایک رکعت پڑھ لے، تو یہ اس کی پڑھی ہوئی نماز کے لئے وتر ہو جائیگی۔

رمضان میں کثرت سے مستحب اعمال انجام دینا چاہئے اور نفلی عبادتیں مستحب اعمال میں سے ہیں، اگر کوئی امام کے ساتھ آٹھ رکعات تراویح کی نماز پڑھ لیتا ہے تو اس کے لئے دوبارہ اٹھ کر قیام کرنے کی ممانعت نہیں ہے خواہ پہلا عشرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ہو یا آخری عشرہ اور آخری عشرہ عبادت پر اجتہاد کے اعتبار سے کافی اہم ہے کیونکہ اسی میں شب قدر ہے لہذا آخری عشرے کی ساری راتوں میں پوری پوری رات جگ کر عبادت کرنا مستحب ومسنون عمل ہے۔

(9)عید کی اڈوانس میں مبارکبادی دینے کا حکم:

جواب: سنت سے عید کی مبارکباد دیناثابت ہے۔ صحابہ کرام ایک دوسرے کو عید کے دن عید کی مبارکباد دیتے تھے۔ یہ مبارکبادی عید کی نماز کے بعد دینی چاہئے۔ مبارکبادی کے الفاظ ہیں: تقبل اللہ مناومنک۔ کوئی عید مبارک کے الفاظ کہتا ہے تو بھی درست ہے۔ جہاں تک عید کی مبارکبادی دینا قبل از وقت تو یہ سنت کی خلاف ورزی ہے، عید کی مبارکبادی تو عید کے دن، عید کی نماز کے بعد ہونی چاہئے کہ اللہ کے فضل کے سبب ہمیں عید ومسرت میسر ہوئی۔ اس سلسلے میں بعض علماء ایک دو دن پہلے تہنیت پیش کرنے کے قائل ہیں مگر احتیاط کا تقاضہ ہے کہ عید سے پہلے مبارکبادی پیش کرنے کو سنت کی مخالف کہی جائے کیونکہ لوگ اس وقت ہر چیز کے لئے مبارک پیش کرنے لگے ہیں اور وہ بھی کتنے دنوں پہلے سے ہی۔ لوگوں میں دین پر عمل کرنے کا جذبہ کم اور مبارکبادی پیش کرنے کا رواج زیادہ ہوتا نظر آرہا ہے۔

شیخ صالح فوزان حفظہ اللہ سے عید سے ایک دو دن پہلے مبارکبادی پیش کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تو شیخ نے جواب دیا کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، مبارکبادی تو عید کے دن یا عید کے بعد والے دن مباح ہے لیکن عید کے دن سے پہلے مبارکبادی دینے سے متعلق مجھے نہیں معلوم کہ اسلاف سے کچھ ثابت ہے تو پھر لوگ عید سے پہلے کیسے تہنیت پیش کرتے ہیں جس کے متعلق کچھ ثبوت نہیں ہے۔

(10)مسجدوں کی بجائے بازاروں میں چہل پہل:

شروع میں کہا گیا ہے کہ لوگوں میں آخری عشرہ کی آمد پر عبادت کے تئیں سستی پیدا ہو جاتی ہے جبکہ اسی میں سب سے زیادہ چستی پھرتی چاہئے۔ رات تو جاگتے ہیں مگر عبادت کے لئے نہیں بات چیت،، کھل کود، سیر وتفریح بطور خاص عید کی تیاری کے لئے بازار میں بکثرت سے آمد ورفت۔ اس قدر اہم راتیں اور ہم بازاروں کو رونق بخشتے ہیں یہ ہماری غفلت، رمضان کی ناقدری اور ہر قسم کی بھلائی سے محرومی کی دلیل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

(11)فطرانے کی ادائیگی میں غلطی:

کتنے سارے مسلمان صدقۃ الفطر شروع رمضان سے ہی نکالنا شروع کر دیتے ہیں، کتنے لوگ مفتی صاحب سے فیکس فطرہ کی رقم معلوم کر کے گھر کے سارے افراد کی طرف سے رقم اکٹھا کر لیتے ہیں اور رمضان میں آنے والے سائلوں میں تھوڑا تھوڑا تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ صدقۃ الفطر فیکس ڈھائی کلو اناج میں سے ادا کرنا ہے اور اس کا افضل وقت عید کا چاند نکلنے سے نماز عید تک ہے۔ ہاں ایک دو دن پہلے بھی ادا کیا جا سکتا ہے تاہم کئی دن پہلے ادا کرنا جائز نہیں ہے نہ ہی اناج کو پیسہ بنا کر دیا جا سکتا ہے الا یہ کہ اس کی کسی کو ضرورت ہو۔

(12)خواتین کی بے عملیاں:

عورتوں میں شب قدر کی عبادت کے تئیں کافی سکوت پایا جاتا ہے، وہ خود کو گھر کے انتظامی امور کا ملکہ سمجھتی ہیں۔ نئے کپڑوں کا انتخاب، گھروں کی زیبائش، عمدہ پکوان کی تیاری اور مصنوعی زیب وزینت کی مصروفیت میں غرق رہتی ہیں ۔ کچھ اللہ کی بندیاں اچھی بھی ہیں مگر نوجوان نسل تو اللہ کی پناہ۔ حد تو اس وقت ہو جاتی ہے جب اجنبی مردوں سے اپنے ہاتھوں پر مہندیاں سجاتی ہیں۔ اللہ کے لئے اپنے مقام کو پہچانو، اپنی عزت کرو، دنیاوی معاملات پر دین کو ترجیح دو اور آخری عشرہ میں شب بیداری کر کے عبادت پر محنت کرو۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں آخری عشرہ میں سنت نبوی کی اقتداء کرنے کی توفیق دے اور اپنے فضل وکرم سے شب قدر کی توفیق دے کر اس کی ہر بھلائی سے نواز دے۔ آمین

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رمضان کے بعد ہماری عملی زندگی

ایک مقدس، پر بہار اور نیکیوں سے لبریز مہینہ جیسے لگا پل بھر میں ہم سے رخصت ہو گیا۔اس عظیم الا جر مہینے سے اجتہاد کرنے والا حسب جہد و توفیق نیکیوں سے اپنا دامن بھرتا رہا۔ اب وہ دن نہیں رہے کہ نیکیاں لوٹ سکیں، وہ لمحے رخصت ہو گئے جو رب کو بیحد عزیز تھے۔ مگر یاد رکھیں اللہ تعالی کا کرم عام ہے وہ کبھی سخاوت و کرم کا دروازہ بند نہیں کرتا۔ مانگنے والے ہمیشہ پاتے رہیں گے، التجا کرنے والے سدا امید بر آ ہوتے رہیں گے ۔ یہاں ہمیں سوچنا یہ ہے کہ جب واقعی رب کریم ہے ، اس کا کرم عام ہے، اس پر ہمارا ایمان ہے تو پھر اس کے فیض عام سے کیسے ہمیشہ لطف اندوز ہوا جائے ؟

ہمیں یاد ہے کہ استقبال رمضان کے لئے ہم نے ایک بہترین لائحہ عمل مرتب کیا تھا۔ وہی لائحہ عمل بعدِ رمضان بھی مرتب کرنے کی ضرورت ہے تاکہ زندگی کے اوقات آئین اسلام کے مطابق گذرتے رہیں۔ دراصل زندگی میں وہی لوگ ناکام ہوتے ہیں جن کا کوئی لائحہ عمل نہیں ہوتا۔ اسلام کا آئین ہمیں صبح سے شام تک اور رات سے دن تک چوبیس گھنٹے کا ایک دستور دیتا ہے جس کے مطابق بندہ صبح صادق میں ہی بیدار ہو کر رب کی بندگی وذکر کرکے توکل واعتماد کے ساتھ کسب معاش کے لئے اللہ کی زمین میں پھیل جاتا ہے پھر مقدر کی روزی لیکر واپس ہو جاتا ہے۔ سونے سے پہلے بھی رب کی بندگی بجالاتا ہے اور اٹھ کر بھی پہلے رب کی بندگی کرتا ہے پھر زندگی کے لئے سوچتا ہے۔ یہ شب وروز کی اسلامی طرز زندگی انسان کو رب کی رضامندی کے ساتھ دنیا کی خیر وبھلائی سے بھی پوری طرح لطف اندوز ہونے کا موقع میسر کرتا ہے۔

رمضان ہمارے لئے انعام الہی بن کر آیا تھا، وہ اب دوبارہ نصیب ہو پائے گا نہیں کہ یہ رب کی توفیق پہ منحصر ہے لیکن رب کے فرمان میں لکھا ہے، اس کی نعمت ملنے پہ شکر گذاری سے وہ نعمت دوبارہ مل سکتی ہے۔

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ (ابراہیم: ۷)

ترجمہ: اور یاد رکھو، تمہارے رب نے خبردار کر دیا تھا کہ اگر شکر گزار بنو گے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا اور اگر کفران نعمت کرو گے تو میری سزا بہت سخت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

یہ حق بھی ہے کہ نعمت پہ شکر گذاری کریں ورنہ ناقدری سے کفران نعمت کا شکار ہو جائیں گے اور اللہ کی پکڑ کے ساتھ زوال نعمت کے سزاوار ٹھہریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ (البقرہ: ۱۵۲)

ترجمہ: لہٰذا تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو، کفران نعمت نہ کرو۔

نیز فرمان الٰہی ہے:

مَّا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ وَآمَنتُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا (النساء:147)

ترجمہ: آخر اللہ کو کیا پڑی ہے کہ تمہیں خواہ مخواہ سزا دے اگر تم شکر گزار بندے بنے رہو اور ایمان کی روش پر چلو اللہ بڑا قدر دان ہے اور سب کے حال سے واقف ہے۔

شکر گذاری یہ ہے کہ ہم رب کی حمد و ثنا بیان کریں، اس کی نعمت کی قدر دانی اور عظمت کا احساس ہمیشہ دل میں بسائے رکھیں اور جو جو نعمتیں میسر ہوئیں سب کے بدلے رب کا گن گاتے پھریں۔ شکر گذاری کا سب سے اہم درجہ ہمیشہ اللہ کا ذکر کرتے رہنا ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے۔

الَّذِينَ آمَنُواْ وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ أَلاَ بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ(الرعد:28)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں، یاد رکھو اللہ کے ذکر سے دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔

اللہ کے ذکر سے مراد اس کی توحید کا بیان ہے جس سے مشرکوں کے دلوں میں انقباض پیدا ہو جاتا ہے، یا اس کی عبادت، تلاوت قرآن، نوافل اور دعا و مناجات ہے جو اہل ایمان کے دلوں کی خوراک ہے یا اس کے احکام و فرامین کی اطاعت و بجا آوری ہے جس کے بغیر اہل ایمان و تقویٰ بے قرار رہتے ہیں۔ (تفسیر احسن البیان)

اور اللہ کا ذکر ہی سب سے بڑا ہے۔

اتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ(العنکبوت:45).

ترجمہ: جو کتاب اللہ کی طرف وحی کی گئی ہے اسے پڑھئے اور نماز قائم کریں۔ یقیناً نماز بے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

حیائی اور برائی سے روکتی ہے، بے شک اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے، تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے اللہ خبر دار ہے۔

رمضان المبارک کا لائحہ عمل ہمیں اچھی طرح معلوم ہی ہے اسے بس دوام بخشنا ہے۔وہی نماز، اسی طرح نفلی روزے(شش عیدی روزے،عشرہ ذی الحجہ کے روزے،صوم عرفہ، عاشورائے محرم ،ایام بیض، سوموار اور جمعرات کے روزے)،قیام اللیل، دعاومناجات، تسبیح و تہلیل،صدقہ وخیرات، تلاوت وتدبر قرآن، دروس وبیانات کی سماعت،احکام ومسائل کی معرفت اور طاعت وبھلائی پہ محنت ومشقت مسلسل ہوتے رہنا چاہئے۔ ان چیزوں پہ جم جانے اور تسلسل کے ساتھ قائم رہنے کا نام استقامت ہے۔

اپنے لائحہ عمل میں استقامت لے آئیں گے تو رمضان کے فیوض وبرکات سال بھر ملتے رہیں گے۔استقامت ہی ایمان والوں سے مطلوب ہے۔اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے:

فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ [هود: 112]

ترجمہ: پس اے محمد ! تم اور تمہارے وہ ساتھی جو (کفر وبغاوت سے ایمان وطاعت کی طرف)پلٹ آئے ہیں، ٹھیک ٹھیک راہ راست پر ثابت قدم رہو۔

دوسری جگہ ارشاد الہی ہے:

فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ [فصلت: 6]

ترجمہ: تم سیدھے اُسی کا رخ اختیار کرو اور اسی سے استغفار کرو۔

اس وقت زمانہ نہایت پر فتن ہے،ایمان والوں کو اپنا ایمان بچانا اور سنت کے مطابق زندگی گذارنا بہت دشوار ہو گیا ہے۔ صبح میں مومن شام میں کافر ایسا منظر برپا ہو گیا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنْ الدُّنْيَا . (صحيح مسلم:118)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ترجمہ: نیک اعمال کرنے میں جلدی کیا کرو۔ فتنے رات کی تہہ در تہہ تاریکی کی طرح امڈتے چلے آئیں گے۔ کئی مومن بھی صبح کے وقت ایمان کی حالت میں ہوں گے اور شام کفر کے عالم میں کریں گے۔ دنیا کی حقیر متاع کے لیے دین کا سودا کرلیں گے۔

ایسے حالات میں دین پہ استقامت ہی ہمارے ایمان کو شر وفساد اور فتنہ زمانہ سے محفوظ کر سکتا ہے۔ مجھے نبی ﷺ کا ایک فرمان یاد آرہا ہے۔

عن سفيان بن عبد الله رضي الله عنه ، قال : قلت : يا رسول الله ، قل لي في الإسلام قولا لا أسأل عنه أحدا غيرك ، قال : قل آمنت بالله ، ثم استقم (رواه مسلم ح :38).

ترجمہ: سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں سے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ! مجھے اسلام کی ایک ایسی بات بتلائیں کہ پھر آپ کے بعد کسی سے اس کے متعلق سوال نہ کروں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہو میرا رب اللہ ہے اور اسی پر قائم رہو۔

اگر واقعی ہم استقامت کی راہ اختیار کریں گے تو اللہ تعالی اس کے بدلے ہمیں جنت نصیب کرے گا۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿فصلت: 30﴾

ترجمہ: (واقعی) جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔

استقامت سے ہمیں خود بخود برائی سے چھٹکارا ملے گا۔ شیطان ہم سے دور بھاگے گا، کبھی اس کے بہکاوے کا شکار نہیں ہوں گے، اوصاف رذیلہ (غیبت، دھوکہ، عیاری، بدقماشی، بے ایمانی وغیرہ) سے نجات ملے گی، ظلم وبغاوت سے دل میں تنفر پیدا ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

اللہ تعالی سے دعاہے رمضان المبارک کے فیوض وبرکات سے ہمارا دامن بھردے،سابقہ تمام گناہوں سے پاک کردے،دنیاوآخرت کی بھلائیوں سے مالامال کردےاور ہمیشہ ہمیں دین پراستقامت نصیب فرمائے ۔آمین

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

میت کی طرف سے رمضان کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا

میت کے روزوں کی چند اقسام ہیں۔

پہلی قسم: ایسا میت جس نے قصدا رمضان کا کوئی روزہ ہی نہیں رکھا اور وہ نہ نماز کا پابند رہا ہے اور نہ ہی روزوں کا۔ ایسے مریض کے چھوٹے ہوئے روزوں کی کوئی قضا اور کوئی فدیہ نہیں ہے کیونکہ وہ تارک صلاۃ اور تارک صوم ہے جس کا حکم کافر کا ہے۔

دوسری قسم: ایسا میت جو نماز و روزہ کا پابند ہو (فرضیت صوم وصلاۃ کا قائل ہو) مگر غفلت و سستی کی وجہ سے اس نے رمضان کے چند روزے عمدا چھوڑا ہو صحیح قول کے مطابق اس کے روزوں کی قضا وارثین کے ذمہ ہے۔

تیسری قسم: ایسا میت جو دائمی بیمار ہو یا کبر سنی کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکتا ہو تو ہر روزہ کے بدلے اسے زندگی میں ہی فدیہ دینا چاہئے تھا مگر اس وقت کسی وجہ سے نہیں دے سکا تو وفات کے بعد اس کے وارثین میت کے مال میں سے ہر روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو نصف صاع اناج صدقہ کرے۔

چوتھی قسم: ایسا میت جسے وفات سے پہلے اچانک رمضان میں مرض لاحق ہو گیا اور اسی مرض میں مبتلا ہو کر وفات پا گیا اسے روزہ قضا کرنے کی مہلت نہیں ملی تو ایسے مریض کی جانب سے وارثین پر نہ روزہ ہے، نہ فدیہ کیونکہ میت معذور ہے خواہ میت سے رمضان کے پورے روزے چھوٹے ہوں یا آخر کے چند۔ یہی حکم حیض ونفاس کی حالت میں چھوٹے روزے اور بعد میں اس کی مہلت نہ پانے کا بھی ہے یعنی قضا کی مہلت نصیب نہ ہوئی وفات ہو گئی۔

پانچویں قسم: ایسا میت جس نے رمضان میں سفر یا بیماری یا حیض یا نفاس یا حمل یا رضاعت یا کسی اور عذر کی وجہ سے چند روزہ چھوڑا ہو اور رمضان کے بعد اس کی ادائیگی کی مہلت ملی مگر کسی وجہ سے قضا نہیں کر سکا تو وفات کے بعد میت کے وارثین میں سے کوئی ایک یا چاہیں تو سبھی مل کر میت کے چھوٹے ہوئے روزے رکھ لیں یہ جائز و مشروع ہے تاہم یہ بات بھی علم میں رہے کہ اگر فدیہ بھی دے دیا جائے تو کفایت کر جائے گا۔ اسی طرح یہ بھی حکم ہے کہ اگر میت کے رشتہ داروں میں سے کوئی روزہ نہ رکھ سکتا ہو یا روزہ رکھنے والا کوئی موجود نہ ہو تو بھی فدیہ دے دیا جائے گا۔

چھٹی قسم: میت کے ذمہ کفارات کے روزے ہوں تو اس کی بھی قضا کی جائے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ساتویں قسم: میت کے ذمہ نذر کے روزے ہوں تو بلا اختلاف اس کی قضا دینی ہوگی۔

آٹھویں قسم: میت کی طرف سے عام نفلی روزے نہیں رکھے جائیں گے یعنی میت کے ایصال ثواب کے لئے نفلی روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

نویں قسم: ایسا آدمی جس نے رمضان کا چند دن پایا ان میں روزہ رکھا اور پھر درمیان میں فوت ہو گیا تو فوت ہونے کے وقت سے لیکر رمضان کے اخیر تک جو روزہ میت نہیں رکھ سکا اس کی قضا نہیں ہے کیونکہ میت کے رمضان کے یہ دن پائے ہی نہیں اور رمضان کا روزہ اس کے لئے ہے جو رمضان پائے۔

اوپر آپ نے میت کے روزوں کی نو اقسام کا علم حاصل کیا ان میں سے بعض اقسام ایسی ہیں جن میں میت کی طرف سے روزوں کی قضا ہے اور بعض اقسام میں روزوں کی قضا نہیں ہے۔اب یہاں یہ بات جان لیں کہ میت کی طرف سے رمضان کے چھوٹے روزوں کی قضا سے متعلق اہل علم کے درمیان اختلاف واقع ہوا ہے، بعض کے نزدیک میت کی طرف سے چھوٹے ہوئے رمضان کے روزوں کی قضا کرنی ہے جبکہ بعض اہل علم نے روزوں کے بجائے فدیہ دینے کی بات کہی ہے۔

دلائل کی روشنی میں میت کی طرف سے چھوٹے ہوئے فرض روزوں کی قضا کا جواز اور اس کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے لہذا چند دلائل ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ کا فرمان ہے : فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ (البقرة:184)

ترجمہ: اور جو کوئی مریض ہو یا پھر مسافر ہو تو دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرے۔

یہ آیت بتلاتی ہے کہ جب آدمی کو چھوٹے روزے کی مہلت (ایام اخر) ملے تو قضا کرے اور مہلت ملنے کی باوجود قضا نہ کر سکا تو میت کا ولی قضا کرے۔اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جس میت کو اپنے روزوں کی قضا کی مہلت نہیں ملی اس کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا یا فدیہ وارث پہ نہیں ہے۔

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے: من مات وعليه صيامٌ, صام عنه وليُّه.(صحيح البخاري:1952، صحيح مسلم:1147)

ترجمہ: جو شخص اس حالت میں فوت ہو کہ اس کے ذمہ روزے تھے تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزے رکھے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں ولی سے مراد سرپرست ووارث یعنی باپ، بھائی، بیٹا، چچازاد بھائی یا قریبی رشتہ دار میں سے کوئی بھی ہے۔ یہ حدیث اپنے معنی ومفہوم میں عام ہے جو نذر اور فرض روزوں کو شامل ہے۔اس میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے کہ میت کے ذمہ اگر نذر کے روزے ہوں تو اس کا وارث قضا کرے گا اختلاف صرف اس میں ہے کہ میت کے فرض روزے جو رمضان کے ہیں اس کی قضا کرے گا کہ نہیں ؟۔

مذکورہ حدیث کی صحت میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ بخاری ومسلم کی ہے۔اسی طرح صحیحین کی یہ روایت بھی دلیل ہے:

جاء رجلٌ إلى النبيِّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ فقال : يا رسولَ اللهِ ! إنَّ أمي ماتت وعليها صومُ شهرٍ . أفأقضيهِ عنها ؟ فقال " لو كان على أمكَ دَيْنٌ ، أكنتَ قاضيهِ عنها ؟ " قال : نعم . قال " فدَيْنُ اللهِ أحقُّ أن يُقضى " .(صحيح مسلم:1148)

ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ کے پاس آکر کہا: اے اللہ کے رسول ! میری ماں فوت ہوگئی ہے اور اس کے ذمے ایک ماہ کے روزے ہیں، کیا میں اس کی طرف سے قضا کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا اس کی طرف سے تو ادا نہ کرتا، کہا ں ہاں۔تو نبی نے کہا کہ اللہ کا قرض قضا کئے جانے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔

شھر کے لفظ سے غالب گمان یہی ہے کہ سائل نے اپنی ماں کے چھوٹے ہوئے رمضان کے روزے کی بابت ہی سوال کیا ہو کیونکہ رمضان کا روزہ ایک مہینہ کا ہوتا ہے جس کی یہاں صوم شھر سے تعبیر کی گئی ہے۔ان احادیث کے علاوہ مسند احمد کی ایک روایت میں صاف لفظ رمضان کے روزوں کی قضا کا ذکر ہے۔

أتتهُ امرأةٌ فقالت : إنَّ أمي ماتت وعليها صومُ شهرِ رمضانَ أَفَأَقْضِيهِ عنها قال : أرأيتُكِ لو كان عليها دَيْنٌ كنتِ تقضيهِ قالت : نعم قال : فَدَيْنُ اللهِ عزَّ وجلَّ أَحَقُّ أن يُقْضَى(مسند أحمد)

ترجمہ: ایک عورت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی، میری امی فوت ہوگئی ہیں، ان پر رمضان کے ایک مہینے کے روزے ہیں، کیا میں ان کی طرف سے قضا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر اس پر قرض ہوتا تو تم ادا کرتی؟ تو انھوں نے کہا۔ہاں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا قرض ادائیگی کا زیادہ حق رکھتا ہے۔

بعض محدثین نے رمضان کا لفظ نقل کرنے والوں کی خطا قرار دیا ہے مگر علامہ احمد شاکر نے مسند احمد کی تحقیق میں اس لفظ کو ثابت مانا ہے اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔دیکھیں:(المسند، تحقیق احمد شاکر:141/5)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی وارد میں ہے مگر وہاں رمضان کا لفظ نہیں ہے صوم شھر آیا ہے اور پہلے بتلا چکا ہوں کہ صوم شھر سے بظاہر رمضان ہی مراد ہے۔ اس حدیث سے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو الگ الگ واقعہ ہوگا ایک مرتبہ عورت نے رسول اللہ ﷺ سے سوال ہوا اور دوسری مرتبہ مرد نے سوال کیا ہو۔اگر رمضان کا لفظ ثابت مان لیا جائے جیساکہ بعض نسخوں میں ہے تو پھر اختلاف کی گنجائش ہی نہیں رہتی، مسئلہ حل ہو جاتا ہے کہ میت کے چھوٹے ہوئے رمضان کے فرض روزے قضا کئے جائیں گے۔متقدمین ومتاخرین علماء میں سے بہت سے اسے موقف کے قائل ہیں مگر بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ میت کی طرف سے رمضان کے روزوں کی قضا کے قائل نہ تھے بلکہ فدیہ دینے کے قائل تھے۔نیچے ان ادلہ کا جواب دیا جارہا ہے جن سے استدلال کرتے ہوئے میت کی طرف سے فرض روزوں کی قضا کا انکار کیا جاتا ہے۔

مانعین کے چند ادلہ اور ان کے جوابات

پہلی دلیل اور اس کا جواب: "من مات وعليه صيامٌ, صام عنه وليُّه" والی روایت نذر سے متعلق ہے جیساکہ اس روایت کی راویہ حضرت عائشہ سے دوسری حدیث میں رمضان کے روزوں کی قضا کی نفی ہے۔وہ اثر اس طرح سے ہے: عن عَمرةَ: أنَّ أمَّها ماتَت وعليْها مِن رَمضانَ فقالَتْ لعائشةَ: أقضيهِ عنْها ؟ قالَت: لا، بَل تصدَّقي عنْها مَكانَ كلِّ يومٍ نصفَ صاعٍ على كلِّ مسْكينٍ۔

ترجمہ: عمرہ سے روایت ہے کہ ان کی ماں فوت ہوگئی، اس پر رمضان کے روزے باقی تھے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، کیا میں اپنی ماں کی طرف سے ان کی قضائی دوں؟ آپ نے فرمایا، نہیں، بلکہ ہر روزے کے بدلے کسی مسکین پر ایک صاع گندم صدقہ کر۔

جواب: اولا "من مات" والی روایت نبی ﷺ کا فرمان ہے جو کہ عام ہے نیز اس میں میت کے چھوٹے ہوئے ورزوں کے متعلق قاعدہ بیان کیا جارہا ہے اور دوسری روایت فرمان رسول نہیں ہے بلکہ اثر ہے، اثر پہ حدیث کو ترجیح دی جائے گی اور اس حیثیت سے بھی ترجیح دی جائے گی کہ یہ ایک صحابیہ کی فہم ہے جو فرمان رسول کے نیچے ہے۔ساتھ ہی اثر کے متعلق شیخ البانی نے لکھا ہے کہ اس کی سند کو ترکمانی نے صحیح مگر بیہقی اور عسقلانی نے ضعیف کہا ہے اور اس کی دوسری کوئی سند نہیں ہے۔(احکام الجنائز:215)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

دوسری دلیل اوراس کاجواب: حدیث میں ہے کہ میت کی طرف سے کوئی نہ نماز پڑھے اور نہ ہی روزہ رکھے۔

لا يصومُ أحدٌ عن أحدٍ ولا يصلي أحدٌ عن أحدٍ(مشكوة)

ترجمہ: کوئی کسی کی طرف سے نہ روزہ رکھے اور نہ کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے۔

جواب : پہلی بات یہ ہے کہ یہ روایت منقطع ہے جیساکہ شیخ البانی نے کہا ہے ۔ (تخریج مشکوۃ المصابیح : 1977)دوسری بات یہ ہے کہ بعض محدثین نے موقوفا صحیح کہا ہے جیساکہ مبارک پوری رحمہ اللہ تو اس کے دو جواب ہوں گے۔پہلا جواب یہ ہوگا کہ یہ زندہ آدمی کے متعلق ہے کہ کوئی زندہ آدمی کسی زندہ آدمی کی طرف سے نہ روزہ رکھے اور نہ ہی نماز پڑھے۔دوسرا جواب یہ ہوگا کہ کوئی زندہ آدمی میت کی طرف سے نفل نماز نہ پڑھے اور نفل روزہ نہ رکھے۔

تیسری دلیل اوراس کاجواب: ابن عمر کی رائے یہ ہے کہ میت کی طرف سے رمضان کے روزوں کی قضا نہیں ہے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامُ شَهْرٍ فَلْيُطْعَمْ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِينٌ(ترمذی: 6441، ابن ماجه:1757)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس حال میں فوت ہو جائے کہ اس کے ذمے ماہ رمضان کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے ہر دن (کے روزے) کی جگہ ایک مسکین کو کھانا کھلادیا جائے۔

جواب: یہ روایت ضعیف ہے اس سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔دیکھیں: (ضعیف ابن ماجہ: 347، تخریج مشکاۃ المصابیح: 1976، ضعیف الجامع: 5853، ضعيف الترمذي: 718)

یہاں ایک اہم نقطہ سمجھ لیں کہ اس حدیث کو ابن ماجہ نے "باب من مات وعلیہ صیام رمضان قد فرط فیہ" (باب: جس شخص کے ذمے کوتاہی کی وجہ سے رمضان کے روزے باقی ہوں اور وہ قضا ادا کیے بغیر فوت ہو جائے (کے تحت ذکر کیا ہے جبکہ اس روایت میں رمضان کا لفظ نہیں صیام شہر کا لفظ ہے۔اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اوپر ذکر کردہ مسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

شریف کے الفاظ صوم شھر سے مراد رمضان کے روزے ہی ہیں جس کی قضا کا حکم دیا ہے اور یہ حکم نبوی ﷺ ہے اس حکم کے سامنے کسی کی فہم یا قیاس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

چھوتھی دلیل اور اس کا جواب: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے یہ ہے کہ میت کی طرف سے رمضان کا روزہ قضا نہیں کیا جائے گا، دلیل یہ ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: إِذَا مَرِضَ الرَّجُلُ فِي رَمَضَانَ، ثُمَّ مَاتَ وَلَمْ يَصُمْ, أُطْعِمَ عَنْهُ، وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ قَضَاءٌ، وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ نَذْرٌ, قَضَى عَنْهُ وَلِيُّهُ .(ابوداؤد:2401)

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جب کوئی شخص رمضان میں بیمار ہوا اور پھر فوت ہو گیا اور روزے نہ رکھ سکا ہو تو اس کی طرف سے کھانا کھلا دیا جائے، اس پر قضاء نہیں ہے۔ اگر اس نے نذر مانی تھی تو اس کا ولی قضاء دے۔

جواب: اس حدیث کو شیخ البانی نے صحیح ابوداؤد میں شمار کیا ہے۔ یہ بھی اثر ہے اور ایک صحابی کی اپنی فہم ہے، ظاہر سی بات ہے کہ فرمان رسول کے ہوتے ہوئے کسی قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔

اگر مسئلہ یہ ہے کہ کوئی رمضان میں بیمار ہو گیا اور اسی بیماری میں وفات ہو گئی تو اس کی قضا نہیں ہے نہ ہی کفارہ ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا کر دیا گیا ہے، اس اثر میں بھی اسی بات کا ذکر ہے، رہ گئی فدیہ دینے کی بات تو یہ میت کی طرف سے صدقہ شمار ہو گا جو متعدد دلائل سے ثابت ہے۔ ان کے علاوہ مزید کچھ اور دلائل پیش کئے جاتے ہیں مگر ان سے استدلال کمزور ہونے اور خوف طوالت کی وجہ سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔

خلاصہ کلام اور راجح قول یہ ہے کہ میت کی طرف چھوٹے ہوئے رمضان کے فرض روزے قضا کئے جائیں گے، یہ مسئلہ منصوص اور جائز و مشروع ہے۔ نبی ﷺ نے اسے میت کا قرض قرار دیا ہے اور قرض کی ادائیگی اسی شکل میں ادا کرنا اولی ہے جس شکل کا قرض ہے یعنی میت کے ذمہ روزہ کا قرض باقی ہے تو اس کے وارثین روزہ کی قضا دے کر اس قرض کو اتارے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی اضافہ کرتا ہوں اگر میت کے وارثین میں سے کوئی روزہ نہ رکھ سکے یا نہ رکھنا چاہے یا روزہ رکھنے والا کوئی موجود ہی نہ ہو تو فدیہ ادا کر دیا جائے۔ آخری بات یہ جان لیں کہ ایسی کوئی مرفوع حدیث نہیں جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں کہا گیا ہو کہ رمضان کے روزوں کی قضا نہیں ہے البتہ صحیح مرفوع احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ میت کے چھوٹے ہوئے رمضان کے فرض روزوں کی قضا ہے۔ اس مسئلہ کے ساتھ سب سے اوپر بیان کردہ میت کے روزوں کی اقسام کی بھی دھیان رہے۔

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حج کا مختصر اور آسان طریقہ

(1) میقات (جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے)

☆ احرام حج یا عمرہ میں داخل ہونے کی نیت کا نام ہے نہ کہ کپڑے کا۔

☆ میقات پہنچ کر غسل کریں اور صرف اعضائے بدن پہ خوشبو استعمال کریں، اگر نہانا مضر صحت ہو تو غسل چھوڑ دیں۔

☆ غیر ضروری بال اور ناخن کاٹنے کا تعلق احرام سے نہیں ہے، انہیں کاٹنے کی حاجت ہو تو کاٹے ورنہ چھوڑ دے۔

☆ احرام کا کپڑا لگائیں، میقات پہ ازدہام کی وجہ سے میقات سے پہلے بھی کسی جگہ سے احرام کا لباس لگا سکتے ہیں مگر میقات پہ نیت کرنی ضروری ہے۔

☆ حج کی تینوں قسم (افراد، قران، تمتع) میں سے کسی ایک کو اختیار کرکے اس کی نیت کریں۔

☆ افراد کی نیت: لبیک حجا، قران کی نیت: لبیک عمرۃ و حجا اور تمتع کی نیت: لبیک عمرۃ

☆ میقات سے لیکر حرم تک تلبیہ پکارتے چلیں۔ تلبیہ یہ ہے:

لبیک اللھم لبیک، لبیک لاشریک لک لبیک، ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک

(2) مسجد حرام (مکہ مکرمہ)

☆ متمتع: عمرہ کے لئے طواف اور سعی کرے، پھر بال چھوٹا کرکے حلال ہو جائے۔

☆ قارن: طواف قدوم کرے (یہ مستحب ہے) اور حج و عمرہ کی سعی کرے۔

☆ مفرد: طواف قدوم کرے (یہ مستحب ہے) اور حج کی سعی کرے۔

☆ قارن اور مفرد احرام میں باقی رہیں گے اور دس تاریخ کو رمی جمار اور حلق یا تقصیر کے بعد حلال ہوں گے مگر بیوی طواف افاضہ (اور اگر سعی ہو تو سعی کرکے) ہی حلال ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

☆طواف کی کوئی خاص دعا نہیں ہے، جو چاہے سات چکروں میں دعا کرے، البتہ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھے: رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

☆صفا و مروہ پہ ہر چکر میں تین تین بار یہ دعا پڑھے: 'لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَ يُمِيتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيرٌ، لَا إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ أَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهٗ' ۔

(3) منی (یوم الترویہ)

☆8/ذی الحجہ کو تمتع کرنے والا اپنی رہائش ہی سے حج کا احرام باندھے ۔

☆ قارن و مفرد اگر حج کی نیت کر کے پہلے سے ہی احرام میں باقی ہوں تو اسی حالت میں منی چلا جائے یا 8/ذی الحجہ کو حج کی نیت کر رہے ہوں تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو طواف قدوم اور سعی کر کے منی جائے یا بغیر طواف و سعی دائریکٹ منی چلا جائے۔

☆احرام لگا کر منی کی طرف متوجہ ہو، یہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر پانچ وقتوں کی نماز اپنے اپنے وقتوں پہ قصر کے ساتھ پڑھے۔

(4) عرفات (یوم عرفہ)

☆9/ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد میدان عرفات پہنچ کر وہاں کسی بھی جگہ ٹھہرے۔ پہاڑ پہ چڑھنا اور کسی خاص جگہ وقوف کرنے کی محنت کرنا غلط ہے۔

☆ظہر و عصر کی نماز جمع تقدیم (ظہر کے وقت ظہر اور عصر دونوں) کے ساتھ قصر (دو دو رکعت) کرے۔

☆نماز پڑھ کر غروب شمس تک دعا، ذکر، استغفار اور تضرع میں مصروف رہے۔

☆عرفہ کی سب سے بہترین دعا یہ ہے: 'لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِير'

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)مزدلفہ(شب عید)

☆غروب شمس کے بعد مغرب کی نماز پڑھے بغیر عرفات سے مزدلفہ جائے۔

☆وہاں پر مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ قصر سے پڑھے۔

☆پھر رات بھر آرام کرے، فجر کی نماز کے بعد ذکر واذکار اور دعا واستغفار کرے۔

☆سورج طلوع ہونے سے پہلے منی کی طرف کوچ کرے۔

☆کمزور، عمر رسیدہ، معذور اور ضرورت مند لوگوں کے لئے آدھی رات کے بعد بھی مزدلفہ سے منیٰ جانا جائز ہے۔

(6)یوم النحر(قربانی کا دن)

☆10/ذی الحجہ کو فجر کے بعد منی جا کر پہلے ایک ہی جمرہ (جو مکہ سے متصل ہے) کو تکبیر کے ساتھ سات کنکری مارے۔

☆کنکری راستے یا منی ومزدلفہ کہیں سے بھی چنی جاسکتی ہے، اس کی جسامت چنے کے برابر ہو اور اسے دھونے کی بھی ضرورت نہیں۔

☆حج تمتع اور قران کرنے والا قربانی کرے۔

☆رمی جمرہ اور حلق (یا یہ دونوں یا ان کے علاوہ دو عمل) سے تحلل اول حاصل ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے بیوی کے علاوہ ساری پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں اور جب ایک اور چیز کر لے طواف یا سعی تو تحلل ثانی (یوم النحر کو کسی تین عمل سے)یعنی مکمل حلال ہو جاتا ہے اس سے بیوی بھی حلال ہو جاتی ہے۔

☆اگر اس نے قربانی کی رقم جمع کر دی ہے تو بلاانتظار استرے سے بال منڈوائے یا قینچی سے پورے سر سے بال چھوٹا کروائے۔

☆ متمتع، قارن اور مفرد سبھی حج کا طواف (افاضہ) کریں۔

☆متمتع حج کی سعی کرے، قارن ومفرد بھی سعی کرے اگر انہوں نے طواف قدوم کے ساتھ سعی نہ کی ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

☆تمتع کرنے والے کے لئے آج کے کام بالترتیب رمی، قربانی، حلق / تقصیر، طواف اور سعی ہیں۔ان کاموں میں سے کوئی آگے یا پیچھے ہو جائے تو کوئی حرج نہیں یعنی یہ ترتیب واجب نہیں ہے۔

(7)ایام تشریق(رمی جمرات کے ایام)

☆اگر کسی عذر کی بناپر یوم النحر کو طواف افاضہ نہ کر سکے تو ایام تشریق میں بھی کر سکتے ہیں یہاں تک کہ لوٹتے وقت ایک ہی نیت میں طواف افاضہ اور طواف وداع بھی کر سکتے ہیں۔

☆دس ذی الحجہ کا کام کرکے منی لوٹ آئے اور 11 12 13 ذی الحجہ کی رات وہیں بسر کرے۔

☆تینوں دن تینوں جمرات کو(پہلے جمرہ اولی، پھر جمرہ وسطی پھر جمرہ عقبہ)زوال کے بعد سات سات کنکری مارے۔

☆پہلے جمرے کی رمی کرکے قبلہ رخ ہوکر لمبی دعا کرے پھر دوسرے جمرے کی رمی کرکے قبلہ رخ ہوکر لمبی دعا کرے اور تیسرے جمرے کی رمی کے بعد بغیر دعا رخصت ہو جائے۔

☆رمی جمرات اللہ کی عبادت اور اس کے حکم کی تعمیل ہے نہ کہ شیطان کو کنکری مارنا،اس لئے شیطان نام دینا بھی غلط ہے۔

☆اگر تعجیل کرنی ہو تو 12/ذی الحجہ کی کنکری مار کر غروب آفتاب سے پہلے منی چھوڑ دے۔

☆حج کے مذکورہ بالا سارے اعمال انجام دینے کے بعد جب اپنا وطن لوٹنے لگے تو طواف وداع کرے اور پھر مکہ میں نہ ٹھہرے۔

☆اب آپ کا حج مکمل ہو گیا،زیارت مدینہ کا تعلق حج سے نہیں ہے، سعودی کے باہر سے آنے والے عموما زندگی میں ایک بار یہاں آتے ہیں تو زیارت مدینہ سے بھی مستفید ہو جائے تو بہتر ہے۔

ارکان،واجبات اور ممنوعات کے احکام

حج کے ارکان

(1)احرام(حج کی نیت کرنا)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

(2)میدان عرفات میں ٹھہرنا

(3)طواف افاضہ کرنا

(4)صفاومروہ کی سعی کرنا

حج کے واجبات

(1)میقات سے احرام باندھنا

(2)سورج غروب ہونے تک عرفہ میں ٹھہرنا

(3)عید کی رات مزدلفہ میں گذارنا

(4)ایام تشریق کی راتیں منی میں بسر کرنا

(5)جمرات کو کنکری مارنا

(6)بال منڈوانا یا کٹوانا

(7)طواف وداع کرنا(حیض ونفاس والی عورت کے لئے نہیں ہے)۔

ممنوعات احرام

حالت احرام میں نو کام ممنوع ہیں جنہیں محظورات احرام کہا جاتا ہے ۔ (1) بال کاٹنا(2)ناخن کاٹنا(3)مرد کو سلاہوا کپڑا پہننا(4)خوشبولگانا(5)مرد کا سر ڈھانپنا(6)عقد نکاح کرنا(7)بیوی کو شہوت سے چمٹنا(8) جماع کرنا(9)شکار کرنا۔عورت کے لئے دستانہ اور برقع ونقاب منع ہے تاہم اجنبی مردوں سے پردہ کرے گی۔

ارکان،واجبات اور ممنوعات کے احکام

☆اگر کسی نے حج کے چار ارکان میں سے کوئی ایک رکن بھی چھوڑ دیا تو حج صحیح نہیں ہوگا۔

☆مذکورہ بالا سات واجبات میں سے کوئی ایک واجب چھوٹ جاتا ہے تو حج صحیح ہوگا مگر ترک واجب پہ دم دینا ہوگا۔ دم کی طاقت نہ ہو تو دس روزہ رکھ لے، تین ایام حج میں اور سات وطن واپس ہونے پہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

☆جو شخص لاعلمی میں ممنوعات احرام میں سے کسی کا ارتکاب کرلے تو اس پر کچھ بھی نہیں ہے، لیکن اگر جان بوجھ کر ارتکاب کیا تو فدیہ دینا ہوگا (گرایک سے لیکر پانچ تک میں سے کسی کا ارتکاب کیا ہو)۔فدیہ میں یا تو تین روزہ یا ایک ذبیحہ یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا۔ شکار کرنے کی صورت میں اسی کے مثل جانور ذبح کرنا ہوگا۔عقد نکاح سے حج باطل ہو جاتا ہے۔اگر تحلل اول سے پہلے جماع کرلے تو عورت و مرد دونوں کا حج باطل ہو جائے گا اور اگر تحلل اول کے بعد طواف افاضہ سے پہلے جماع کرے تو حج صحیح ہوگا مگر اس کا احرام ختم ہو جائے گا وہ حدود حرم سے باہر جاکر پھر سے احرام باندھے تاکہ طواف افاضہ کرسکے اور فدیہ میں ایک بکری ذبح کرے۔

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

حج افراد کا مسنون طریقہ

احرام اور نیت:

حج کے مہینوں میں (شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ) صرف حج کی نیت کریں گے۔ مکہ والے اگر حج افراد یا قران کریں تو اپنی رہائش سے ہی احرام باندھیں گے۔ احرام کے وقت غسل کرنا اور بدن پہ خوشبو لگانا مسنون ہے۔ واضح رہے حج یا عمرے میں داخل ہونے کی نیت کرنے کو احرام کہا جاتا ہے۔ نیت کے الفاظ زبان سے اس طرح کہے جائیں گے۔ "اللھم لبیک حجا"۔

احرام کی کوئی نماز مشروع نہیں ہے، نماز کا وقت ہو تو نماز پڑھ کے احرام باندھیں یا احرام باندھنے کے بعد دو رکعت وضو کی سنت ادا کر سکتے ہیں۔

میقات سے تلبیہ پکارتے ہوئے حرم تک آئیں گے۔ تلبیہ کے الفاظ یہ ہیں۔

لبيك اللهم لبيك .لبيك لا شريك لك لبيك إن الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك لبيك

(اے اللہ میں تیرے دربار میں حاضر ہوں، بار بار حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں ہے، میں تیرے حضور حاضر ہوں، ہر قسم کی حمد وستائش کا تو ہی سزاوار ہے، اور ساری نعمتیں تیری ہی ہیں اور بادشاہت تیری ہی ہے، تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔)

عورتوں کو خاموشی سے اور مردوں کو بلند آواز سے تلبیہ کہنا چاہئے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے۔

حضرت سائب بن خلاد انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أتاني جبريلُ صلَّى اللَّهُ عليْهِ وسلَّمَ فأمرني أن آمرَ أصحابي ومن معي أن يرفعوا أصواتَهم بالإِهلالِ أو قالَ بالتَّلبيةِ يريدُ أحدَهما(صحيح أبي داود:1814)

ترجمہ: میرے پاس حضرت جبرئیل تشریف لائے اور مجھ سے کہا کہ میں اپنے صحابہ اور ساتھیوں کو حکم دوں کہ وہ تلبیہ کہتے ہوئے اپنی آوازیں بلند کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

حرم شریف:

مکہ پہنچ کر حرم شریف میں دایاں قدم رکھتے ہوئے یہ دعا پڑھیں:

بسم الله والصلاة والسلام على رسول الله أعوذ بالله العظيم وبوجهه الكريم وسلطانه القديم من الشيطان الرجيم , اللهم افتح لي أبواب رحمتك

حرم شریف میں داخل ہو کر طواف قدوم کریں اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت طواف کی سنت ادا کریں خواہ کوئی بھی وقت ہو۔(یہ نماز ممنوع اوقات میں بھی پڑھ سکتے ہیں)۔یہ طواف افراد کرنے والوں کے حق میں مستحب ہے (اہل مکہ کے لئے نہ تو طواف قدوم ہے اور نہ ہی طواف وداع)۔ افراد کرنے والا اگر طواف قدوم چھوڑ دیتا ہے تو بھی حج کی صحت پہ کوئی اثر نہیں پڑے گا۔لیکن طواف کرلے تو بڑے اجر وثواب کا کام ہے۔طواف کے بعد چاہیں تو آج ہی حج کی سعی بھی کر سکتے ہیں پھر دس ذی الحجہ کو صرف طواف افاضہ کرنا ہوگا سعی نہیں کرنی پڑے گی۔یعنی افراد کرنے والوں کے لئے تین صورتیں ہیں۔

اولا: چاہیں تو صرف طواف قدوم کرلیں۔

ثانیا: چاہیں تو طواف قدوم وسعی دونوں کرلیں۔

ثالثا: چاہیں تو طواف قدوم وسعی دونوں چھوڑدیں۔

طواف میں دھیان دینے والی باتیں:

طواف میں اضطباع (دایاں کندھا کھلا اور بایاں ڈھکا ہونا) ہونا چاہئے ، حجر اسود سے طواف کی شروعات ہوگی، ہر مرتبہ حجر اسود کے پاس دایاں ہاتھ اٹھا کر بسم اللہ اکبر کہیں گے، شروع کے تین چکروں میں رمل مسنون ہے ، ہر چکر میں تکبیر کے ساتھ رکن یمانی کا استلام کرنا چاہئے اگر ممکن ہو ورنہ چھوڑدیں،رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان ہر چکر میں (رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ)پڑھنا ہے،بقیہ جگہوں پہ کوئی مخصوص دعا نہیں ہے جو چاہیں دعا کر سکتے ہیں۔ کتابوں میں موجود ہر چکر کی مخصوص دعا بناوٹی ہے اس بناوٹ سے بچیں،دعا میں کتابوں یا طواف کرنے والے کسی قاری کی پیروی کرنا غلط ہے۔حجر اسود کے پاس بار بار ہاتھ اٹھانا یا دونوں ہاتھ اٹھانا اور ہاتھوں کو چومنا غلط ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

سعی میں دھیان دینے والی باتیں:

سعی میں کندھا نہیں کھولنا ہے،ابتداء صفا سے کرنی ہے مروہ پہ پہنچ کر ایک چکر ہو جاتا ہے۔ہری بتی کے درمیان مردوں کو تیزی سے چلنا ہے۔ سعی کی ساتوں چکر میں کوئی مخصوص دعا نہیں ہے جو جی میں آئے دعا کر سکتے ہیں۔ہر مرتبہ صفا اور مروہ پہ تین تین دفعہ یہ دعا پڑھنی ہے:

'لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَ يُمِيتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيرٌ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ أَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهٗ' ۔

آخری مرتبہ مروہ پہ کچھ نہیں پڑھنا ہے۔

مفرد طواف قدوم (چاہیں تو سعی بھی) کے بعد سے لیکر ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ تک احرام میں ہی باقی رہیں گے (اس کے بعد بھی مزید دو دن،یوم النحر تک)۔اس دوران ممنوعات احرام کی پابندی کرنا ذرا مشکل ہوتا ہے اس وجہ سے مفرد کو میں مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ وہ آٹھ ذی الحجہ کے قریب حج کا احرام باندھیں تاکہ زیادہ دنوں تک ممنوعات احرام کی پابندی نہ کرنی پڑے۔

آٹھ ذی الحجہ (یوم الترویہ)

اگر مفرد آٹھ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھتا ہے تو طواف وسعی کر کے یا بغیر طواف وسعی ظہر تک منی چلا جائے۔اگر آٹھ سے پہلے ہی احرام باندھا تھا تو اسی احرام کی حالت میں منی چلا جائے۔ منی پہنچ کر ظہر، عصر، مغرب،عشاء اور فجر کی نماز اپنے اپنے وقتوں پر قصر کے ساتھ پڑھے (اہل مکہ بھی قصر کرے)۔فجر کی نماز پڑھ کر سورج نکلنے کے بعد عرفات کی طرف جائے۔

نو ذی الحجہ (یوم عرفہ)

اگر کسی وجہ سے مفرد آٹھ ذی الحجہ کو احرام نہیں باندھ سکا تو نو ذی الحجہ کو بھی باندھ سکتا ہے۔میقات (اہل مکہ اپنی رہائش)سے احرام باندھ کر سیدھے عرفات چلا جائے۔(آٹھ ذی الحجہ کو منی جانا سنت ہے اگر یہ چھوٹ جائے تو حج صحیح ہے مگر بلا کسی سبب قصدا منی جانا نہ چھوڑے)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

عرفات پہنچ کر ظہر کے وقت ہی ایک اذان اور الگ الگ دو اقامت سے ظہر و عصر کی دو دو رکعت نماز (جمع و قصر) ادا کرے۔ نماز ادا کرکے غروب شمس تک دعا واستغفار اور ذکر واذکار میں مصروف رہے۔ عرفہ کی بہترین دعا جو نبی ﷺ نے سکھائی ہے (لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِير) اسے بار بار پڑھے۔

جب سورج ڈوب جائے تو مزدلفہ کے لئے روانہ ہو۔

عید کی رات

مزدلفہ پہنچ کر ایک اذان اور دو الگ الگ اقامت سے مغرب کی تین اور عشاء کی دو رکعت (جمع و قصر) ادا کرے۔ نماز ادا کرنے کے بعد اگلے دن اطمینان سے مناسک حج ادا کرنے کے لئے سو جائے۔ فجر کی نماز ادا کرکے مشعر حرام کے پاس صبح روشن ہونے تک اذکار کرتا رہے۔ سورج نکلنے سے پہلے پھر منیٰ (جمرات) کی طرف روانہ ہو۔ معذور آدمی آدھی رات کو بھی نکل سکتا ہے۔

دس ذی الحجہ (یوم النحر)

آج یوم النحر (قربانی کا دن) ہے۔ اس دن پہلے صرف ایک جمرہ (عقبہ) کو جو مکہ سے متصل ہے سات کنکری مارے۔ کنکری ایک ایک کرکے اللہ اکبر کہتے ہوئے مارے۔ کنکر کو جمرہ میں لگنا یا کم از کم حوض میں گرنا ضروری ہے ورنہ کنکری شمار نہیں ہوگی۔

پھر بال منڈوالے یا چھوٹا کرلے اور احرام کھول دے (تحلل اول حاصل ہوا جس میں بیوی کے سوا سب کچھ حلال ہوگیا)۔ اس کے بعد حرم شریف جاکر طواف افاضہ کرے اور اگر طواف قدوم کے ساتھ سعی کرلیا تھا تو آج سعی کی ضرورت نہیں لیکن اگر پہلے سعی نہیں کی ہو تو طواف افاضہ کے ساتھ سعی بھی کرے گا۔ یہ طواف و سعی عام لباس میں کرنا ہے کیونکہ رمی جمرہ اور حلق / تقصیر کے بعد مفرد حلال ہوگیا۔ تین کام کرنے (رمی، حلق، طواف یا سعی) سے بیوی بھی حلال ہو جاتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

اگران کاموں کی ترتیب بدل جائے یعنی طواف وسعی کرلے پھر بعد میں کنکری مارے اور حلق کروائے تو کوئی حرج نہیں۔ طواف افاضہ آج نہ کرسکے تو ایام تشریق میں بھی کرسکتا ہے۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر منیٰ واپس آجائے۔

ایام تشریق (رمی جمرات کے دن)

کم از کم دو دن یا تین دن منیٰ میں رات گذارنا واجب ہے۔ ان دنوں میں تینوں جمرات (جمرہ صغری، جمرہ وسطی، جمرہ عقبہ) کو بالترتیب سات سات کنکری مارنی ہے۔ رمی کا وقت ظہر سے شروع ہوتا ہے اور مغرب تک رہتا ہے، مجبوری میں فجر تک مار سکتے ہیں۔ معذور یا بیمار کی طرف سے کوئی دوسرا آدمی بھی کنکری مار سکتا ہے۔ پہلے جمرے کو کنکری مار کر قبلہ رخ ہو کر لمبی دعا کرنی چاہئے، پھر دوسرے جمرے کو کنکری مار کر قبلہ رخ لمبی دعا کرے اور تیسرے جمرے کو کنکری مار کر (دعا کئے بغیر) چلا جائے۔

اگر کوئی چاہے تو گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کی کنکری مار کر واپس جاسکتا ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ سورج ڈوبنے سے پہلے منیٰ چھوڑدے اور تیرہ کو بھی کنکری مارتا ہے تو اچھا ہے۔

تیرہ تاریخ کی کنکری مارنے کے بعد حج کا سارا کام ہو گیا، اب صرف ایک کام باقی ہے جب مکہ سے اپنی رہائش یا اپنے وطن کو لوٹنا ہو تو اس وقت طواف وداع کرے یہ واجب ہے۔ اور طواف کی دو سنت ادا کرے۔ (حیض ونفاس والی عورت اور اہل مکہ کے لئے طواف وداع نہیں)

طواف افاضہ دس ذی الحجہ کو نہ کرسکا ہو تو ایام تشریق میں کسی دن کرلے، ان دنوں میں بھی فرصت نہیں ملی تو رخصت ہوتے وقت طواف وداع کے ساتھ ایک ہی نیت میں کرلے۔

ارکان، واجبات اور ممنوعات کے احکام

حج کے ارکان

(1) احرام (حج کی نیت کرنا) (2) میدان عرفات میں ٹھہرنا (3) طواف افاضہ کرنا (4) صفا ومروہ کی سعی کرنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حج کے واجبات

(1) میقات سے احرام باندھنا(2) سورج غروب ہونے تک عرفہ میں ٹھہرنا(3) عید کی رات مزدلفہ میں گذارنا(4)ایام تشریق کی راتیں منی میں بسر کرنا(5)جمرات کو کنکری مارنا(6) بال منڈوانا یا کٹوانا(7) طواف وداع کرنا(حیض ونفاس والی عورت کے لئے نہیں ہے)۔

ممنوعات احرام

حالت احرام میں نو کام ممنوع ہیں جنہیں محظورات احرام کہاجاتاہے ۔ (1) بال کاٹنا(2)ناخن کاٹنا(3)مرد کو سلاہوا کپڑا پہننا(4)خوشبولگانا(5)مرد کا سر ڈھانپنا(6)عقد نکاح کرنا(7)بیوی کو شہوت سے چمٹنا(8) جماع کرنا(9)شکار کرنا۔عورت کے لئے دستانہ اور برقع ونقاب منع ہے تاہم اجنبی مردوں سے پردہ کرے گی۔

ارکان،واجبات اور ممنوعات کے احکام

☆اگر کسی نے حج کے چار ارکان میں سے کوئی ایک رکن بھی چھوڑ دیا تو حج صحیح نہیں ہوگا۔

☆مذکورہ بالاسات واجبات میں سے کوئی ایک واجب چھوٹ جاتاہے تو حج صحیح ہوگا مگر ترک واجب پہ دم دینا ہوگا۔ دم کی طاقت نہ ہو تو دس روزہ رکھ لے، تین ایام حج میں اور سات وطن واپس ہونے پہ۔

☆جو شخص لاعلمی میں ممنوعات احرام میں سے کسی کا ارتکاب کرلے تو اس پر کچھ بھی نہیں ہے، لیکن اگر جان بوجھ کر ارتکاب کیا تو فدیہ دینا ہوگا(گرایک سے لیکر پانچ تک میں سے کسی کا ارتکاب کیاہو)۔فدیہ میں یا تو تین روزہ یا ایک ذبیحہ یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا۔ شکار کرنے کی صورت میں اسی کے مثل جانور ذبح کرنا ہوگا۔عقد نکاح سے حج باطل ہوجاتاہے۔اگر تحلل اول سے پہلے جماع کرلے تو عورت ومرد دونوں کا حج باطل ہوجائے گا اور اگر تحلل اول کے بعد طواف افاضہ سے پہلے جماع کرے تو حج صحیح ہوگا مگر اس کا احرام ختم ہوجائے گا وہ حدود حرم سے باہر جاکر پھر سے احرام باندھے تاکہ طواف افاضہ کرسکے اور فدیہ میں ایک بکری ذبح کرے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

حج کرنے والوں کے لئے چند تنبیہات

- جیسا کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مکہ والے صرف حج افراد کر سکتے ہیں غلط ہے وہ لوگ بھی تینوں قسم کا حج کر سکتے ہیں البتہ یہ جب حج قران یا تمتع کریں تو انہیں قربانی نہیں دینی ہے۔
- مکہ والے حج افراد یا قران میں اپنی رہائش سے ہی احرام باندھیں گے۔
- حج کی تین قسموں میں افراد میں قربانی نہیں دینی پڑتی ہے۔
- حج قران کا بھی یہی طریقہ ہے، اس لئے جو حج قران کرنا چاہتے ہوں وہ اسی طرح حج قران کرے جیسا کہ اس میں حج افراد کا طریقہ بتایا گیا ہے بس نیت کا فرق ہے، نیت اس طرح کریں "اللھم لبیک حجا و عمرۃ"۔ نیز قران کرنے والا قربانی بھی دے۔
- حج میں مدینہ جانا ضروری نہیں ہے یعنی زیارت مدینہ کا تعلق حج سے نہیں ہے، پھر بھی اگر باہری ملک والے زیارت بھی کرنا چاہتے ہوں تو اچھا ہے کیونکہ انہیں ایک بار ہی یہاں آنے کا موقع ملتا ہے۔ زیارت کا طریقہ جاننے کے لئے میرے بلاگ پہ جائیں اور سرچ میں زیارت مسجد نبوی لکھیں۔ بلاگ کا نام: www.maquboolahmad.blogspot.com

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

حج کا آخری کام: طوافِ وداع

مناسک حج میں بطور آخری کام خانہ کعبہ کا طواف کرنا ہے۔یہ اس وقت انجام دینا ہے جب حاجی حج کے تمام اعمال سے فارغ ہوجائے یعنی بارہ ذی الحجہ (اگر تعجیل کرنا چاہے) یا تیرہ ذی الحجہ کی رمی کرلے اور گھر واپسی کا ارادہ ہو تو طواف وداع کرے اور دو رکعت نماز طواف ادا کرے اور پھر مکہ میں سکونت اختیار نہ کرے بلکہ وہاں سے واپس ہو جائے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

لا ينفرِنَّ أحدٌ حتى يكون آخرَ عهدِه بالبيتِ(صحيح مسلم:1327)

ترجمہ: کوئی آدمی اس وقت تک نہ جائے جب تک وہ آخر میں کعبہ کا طواف نہ کرلے۔

اس لئے علماء نے طواف وداع کو واجب کہا ہے۔اگراسے حاجی چھوڑ دیتا ہے حج تو صحیح ہوگا پر دم لازم آئے گا۔

جن کو ایام تشریق کی رمی کے بعد کچھ دن مکہ میں مزید ٹھہرنا ہو وہ اسی وقت طواف وداع نہ کرے بلکہ جب مکہ چھوڑنے لگے اس وقت طواف وداع کرے۔

طواف وداع کے دیگر مسائل

(1) طواف وداع کے وقت اگر عورت کو حیض آجائے تو اس سے یہ طواف ساقط ہوجاتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أمرَ الناسَ أن يكون آخرَ عهدهم بالبيتِ . إلا أنَّهُ خفَّفَ عن المرأةِ الحائضِ(صحيح مسلم:1328)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو یہ حکم دیا کہ آخری عمل بیت اللہ کا طواف ہونا چاہیے لیکن حائضہ عورت کو آپ نے اس سے مستثنیٰ قرار دیا۔

اس میں ایک بات یہ دھیان میں رہے کہ اگر ایام تشریق کی رمی کے بعد عورت کو حیض آتا ہے اور وہ عورت مکہ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

مزید چند دن رہنا چاہتی ہے یہاں تک کہ واپسی کے وقت حیض سے پاک ہو گئی تو اسے طواف وداع کرنا ہو گا۔

(2) طواف وداع جیسے حیضاء سے ساقط ہے ویسے ہی نفاس والی عورت سے بھی ساقط ہے۔

(3) طواف دواع اصل میں ان مسافروں کے لئے ہے جو اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹنا چاہتے ہیں اس وجہ سے مکہ والوں کے لئے طواف دواع نہیں ہے کیونکہ وہ وہی مقیم رہیں گے۔ہاں اگر مکہ والے حج کی ادائیگی کے بعد کہیں سفر کرنا چاہتے ہوں مثلا مدینہ طیبہ کی زیارت تو پھر وہ بھی طواف وداع کریں گے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کوئی اس وقت نہ نکلے جب تک آخری کام کے طور پر کعبہ کا طواف نہ کرلے۔

(4) عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ جدہ والے نزدیک ہونے کی وجہ حج کر کے جدہ چلے جاتے ہیں اور بعد میں آکر طواف وداع کرتے ہیں اس سے دم لازم آئے گا۔اس لئے انہیں چاہیئے کہ حج کا آخری کام طواف وداع کر کے ہی جدہ جائیں۔

(5) طائف والوں میں بھی بعض جدہ والوں کی طرح بغیر طواف وداع کے واپس ہو جاتے ہیں جو کہ ترک واجب کی وجہ سے دم کو مستلزم ہے۔

(6) جنہوں نے سفر کرنے تک طواف افاضہ نہیں کیا ہو (جو کہ یوم النحر کو کرنا ہوتا ہے) وہ واپسی کے وقت ایک ہی نیت سے طواف افاضہ اور طواف وداع کرلے یعنی ایک ہی طواف دنوں کے لئے کفایت کر جائے گا۔

(7) طواف کے ساتھ دو رکعت نماز مسنون ہے اس لئے طواف وداع کے وقت بھی طواف کے بعد دو رکعت نماز ادا کریں۔

(8) اسی طرح طواف کے لئے وضو بھی شرط ہے بغیر وضو کے طواف نہیں ہو گا۔

(9) اگر حاجی نے طواف وداع کرلیا اور وہ جدہ گیا پھر اگر مکہ کے راستے کسی دوسرے شہر میں جانا پڑے تو دوبارہ طواف کی ضرورت نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

(10)طواف وداع کے بعد آدمی اتنی دیر مکہ میں رہ سکتا ہے جس میں سفر کی تیاری وغیرہ کرلے،اس کے لئے متعین گھنٹے نہیں مگر کئی دن رکنا صحیح نہیں ہے، لیکن اگر طواف وداع کے بعد مکہ میں رکنے کا کوئی عذر پیش آگیا تو دوبارہ طواف نہ کرے۔ہاں اگر طواف کے بعد بغیر عذر کے مزید ایک دو دن رکنے کا ارادہ کرلے تو دوبارہ طواف کرنا پڑے گا۔

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فضائل مدینہ اور مسجد نبوی کی زیارت کے آداب واحکام

مدینہ روئے زمین کی مقدس سرزمین ہے، اس کے مختلف اسماء ہیں مثلا طابہ، طیبہ، دار ، ایمان، دار ہجرہ وغیرہ۔ عام طور سے اس شہر کو مدینہ منورہ کے نام سے جانا جاتا ہے مگر اس کا استعمال سلف کے یہاں نہیں ملتا۔ جب ہم مدینہ منورہ کہتے ہیں تو اس سے تمام اسلامی ملک مراد لیا جائے گا کیونکہ اسلام نے ساری جگہوں کو روشن کر دیا، اس لئے ایک خاص وصف نبویہ سے مدینہ کو متصف کرنا بہتر ہے۔ اس کا پرانا نام یثرب ہے، اب یہ نام لینا بھی منع ہے۔

احادیث رسول کی روشنی میں مدینہ نبویہ کے بے شمار فضائل ہیں چند فضائل پیش خدمت ہیں۔

☆ مدینہ خیر وبرکت کی جگہ ہے: والمدينةُ خيرٌ لهم لو كانوا يعلمون .(صحيح البخاري:1875)

ترجمہ: اور مدینہ ان کے لئے باعث خیر وبرکت ہے اگر علم رکھتے۔

☆ یہ حرم پاک ہے: إنها حرَمٌ آمِنٌ(صحيح مسلم:1375)

ترجمہ: بے شک مدینہ امن والا حرم ہے۔

☆ فرشتوں کے ذریعہ طاعون اور دجال سے مدینے کی حفاظت: على أنقابِ المدينةِ ملائكةٌ ، لا يدخُلُها الطاعونُ ، ولا الدجالُ(صحيح البخاري:7133)

ترجمہ: مدینہ کے راستوں پر فرشتے مقرر ہیں اس میں نہ تو طاعون اور نہ ہی دجال داخل ہو سکتا ہے۔

☆ مدینے میں ایمان سمٹ جائے گا: إن الإيمانَ ليأرِزُ إلى المدينةِ ، كما تأرِزُ الحيةُ إلى جُحرِها.(صحيح البخاري:1876)

ترجمہ: مدینہ میں ایمان اسی طرح سمٹ آئے گا جیسے سانپ اپنے بل میں سمٹ جاتا ہے۔

☆ مدینہ سے محبت کرنا ہے: اللهمَّ حَبِبْ إلينَا المدينةَ كحُبِّنَا مكةَ أو أشَدَّ(صحيح البخاري:1889)

ترجمہ: اے اللہ! مدینے کو ہمیں مکہ کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب بنادے۔

☆ مدینہ میں مرنے والے کے لئے شفاعت نبوی: مَنِ استطاع أن يموتَ بالمدينةِ فلْيفعلْ فإني أشفعُ لمن ماتَ بها(السلسلة الصحيحة:6/1034)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ترجمہ: جو شخص مدینہ شریف میں رہے اور مدینے ہی میں اس کو موت آئے میں اس کی شفارش کروں گا۔

قابل صدر شک ہیں وہ لوگ جو مدینے میں ہیں یا اس کی زیارت پہ اللہ کی طرف سے بلائے گئے۔اس مبارک سرزمین پہ مسجد نبوی ﷺ ہے جسے آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے تعمیر کیا۔اللہ کے رسول ﷺ نے اس مسجد کی زیارت کا حکم فرمایاہے: لا تُشَدُّ الرحالُ إلا إلى ثلاثةِ مساجدَ : مسجدِ الحرامِ، ومسجدِ الأقصَى، ومسجدي هذا(صحيح البخاري:1995)

ترجمہ: مسجد حرام، مسجد نبوی اوربیت المقدس کے علاوہ (حصول ثواب کی نیت سے) کسی دوسری جگہ کا سفر مت کرو۔

گویا ثواب کی نیت سے دنیا کی صرف تین مساجد کی زیارت کرنا جائز ہے باقی مساجد اور مقبروں کی زیارت کرنا جائز نہیں۔

البتہ جولوگ مدینے میں مقیم ہوں یا کہیں سے بحیثیت زائر آئے ہوں توان کے لئے مسجد نبوی کی زیارت کے علاوہ مسجد قبا،بقیع الغرقد اور شہداء احد کی زیارت مشروع ہے۔

مسجد نبوی: مسجد نبوی کی بڑی اہمیت وفضیلت ہے حرم مکی کے علاوہ مسجد نبوی میں ایک وقت کی نماز دنیا کی دیگر مقامات میں چھے مہینے بیس دن سے برتر ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:صلاةٌ في مسجدي هذا خيرٌ من ألفِ صلاةٍ فيما سواهُ، إلا المسجدَ الحرامَ(صحيح البخاري:1190)

ترجمہ: میری اس مسجد میں ایک نماز کا ثواب ایک ہزار نماز کے برابر ہے سوائے مسجد حرام کے۔

اسے حرم مدنی بھی کہتے ہیں۔اس میں ایک جگہ ایسی ہے جو جنت کے باغوں میں سے ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ما بين منبري وبيتي روضةٌ من رياضِ الجنةِ(صحيح مسلم:1390)

ترجمہ: میرے منبر اور میرے گھر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

مسجد نبوی کی زیارت کے آداب:

(1) مسجد نبوی میں داخل ہوتے وقت دایاں پیر آگے کریں اور یہ دعا پڑھیں: أَعوذُ باللهِ العَظيم وَبِوَجْهِهِ الكَرِيم وَسُلْطانِه القَديم مِنَ الشّيْطانِ الرَّجيم، بِسْمِ اللَّهِ، وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلَى رَسُولِ الله، اللّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوابَ رَحْمَتِك.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

(2)دورکعت نماز تحیۃ المسجد کی نیت سے پڑھیں ، اگر یہ نماز ریاض الجنۃ میں ادا کریں تو زیادہ بہتر ہے اور خوب دعا کریں۔

(3)اس کے بعد رسول اکرم ﷺ پر نہایت ادب واحترام سے درود وسلام عرض کریں، سلام کے لئے یہ الفاظ کہنا مسنون ہیں : (السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته , صلى الله عليك وجزاك عن أمتك خيرالجزاء) پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر "السلام علیک یاابابکرا ورحمة الله وبركاته ،رضى الله عنک وجزاک عن امة محمد خيراً" اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر" السلام علیک یاعمربن الخطاب! ورحمة الله وبركاته ،رضى الله عنک وجزاک عن امة محمد خيراً" کے ذریعہ سلام کہیں ۔

(4)عورتوں کے لئے بکثرت قبروں کی زیارت جائز نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے لیکن کبھی کبھار زیارت کر سکتی ہیں۔

(5)زائرین کے لئے زیادہ سے زیادہ مسجد نبوی میں ٹھہرنا ، کثرت سے دعاواستغفار، ذکرواذکار، تلاوت قرآن اور دیگر نفلی عبادات واعمال صالحہ کرناچاہیئے۔

(6)مسجد سے نکلتے وقت یہ دعاپڑھیں: بِسْمِ اللَّهِ وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ، اللَّهُمَّ اعْصِمْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ.

مسجد نبوی کی زیارت کرنے والوں کے لئے تنبیہات

1/حجرہ نبوی کی کھڑکیوں اور مسجد کے دیواروں کو برکت کی نیت سے چھونا یا بوسہ لینا یا طواف کرنا جائز نہیں ہے بلکہ یہ سب بدعت والے اعمال ہیں۔

2/نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی مشکل کا سوال کرنا یا بیماری کی شفا کا سوال کرنا یا اسی طرح کی دیگر چیزوں کا سوال کرنا جائز نہیں ہے، یہ سب چیزین صرف اللہ تعالی سے مانگی جائیں گی، گذرے ہوئے لوگوں سے مانگنا اللہ کے ساتھ شرک اور غیر اللہ کی عبادت کرنا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

3/ بعض لوگ نبی کی قبر کی طرف کھڑے ہو کر اور ہاتھ اٹھا کر مستقل دعا کرتے ہیں یہ بھی خلاف سنت ہے، مسنون یہ ہے کہ وہ قبلہ رخ ہو کر اللہ تعالی سے مانگے۔

4/ اسی طرح آپ کی قبر کے پاس آواز بلند کرنا، دیر تک ٹھہرے رہنا، مخصوص دعا پڑھنا یا ہزار ولاکھ مرتبہ درود پڑھ کر ہدیہ کرنا خلاف سنت ہے۔

5/ بعض لوگ آپ پر درود وسلام بھیجتے وقت سینے پر یا نیچے نماز کی طرح ہاتھ باندھ لیتے ہیں جو کہ خشوع و خضوع اور عبادت کی ہیئت ہے اور یہ صرف اللہ کے لئے بجا ہے۔

6/ موجودہ منبر نبی ﷺ کے دور کا نہیں ہے، گر ہوتا بھی تو اس سے برکت لینا یا ریاض الجنۃ کے ستونوں سے برکت لینا اور بطور خاص ان کے پاس نماز کا قصد کرنا جائز نہیں ہے۔

7/ نبی ﷺ کے متعلق دنیا کی طرح سلام کی آواز سننے یا سلام کے وقت روح لوٹائے جانے کا عقیدہ رکھنا غلط ہے۔

بقیع الغرقد: جنت البقیع نام صحیح نہیں ہے، حدیث میں اس کا نام بقیع الغرقد آیا ہے۔ یہ اہل مدینہ کا قبرستان ہے اس میں تقریبا دس ہزار انصار ومہاجرین اور ازواج مطہرات مدفون ہیں مگر مرور زمانہ اور خاص کر بغل سے بہنے والا مہزور نامی نالہ کی وجہ سے معدودے چند کے کسی کی قبر کی پہچانی نہیں جاتی۔ بعض کتابوں میں بہت سی قبروں کی شناخت کی گئی ہے، یہ سب اندازے پہ منحصر ہیں۔ قبریں تو مٹی ہی ہیں کیونکہ اسلام نے قبروں کو اونچا کرنے، اس پہ چراغان کرنے، عمارت بنانے اور پختہ کرنے سے منع کیا ہے تاکہ اسے سجدہ گاہ نہ بنالیا جائے۔

بقیع الغرقد کی زیارت کے وقت شرعی آداب ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب میرے یہاں رات بسر کرتے تو رات کے آخری پہر بقیع جاتے اور یہ دعا پڑھتے:

السلام عليكم دارَ قومٍ مؤمنين . وأتاكم ما تُوعدون غدًا . مُؤَجَّلون . وإنا ، إن شاء الله ، بكم لاحقون . اللهمَّ ! اغفِرْ لأهلِ بقيعِ الغَرْقدِ (صحيح مسلم:974)

ہم بھی یہ دعا پڑھیں، اس کے علاوہ بھی میت کی مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کر سکتے ہیں۔ مگر دھیان رہے کہ اہل قبر کے وسیلے سے دعا کرنا، قبروں کے پاس تعظیما ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا، اسے سجدہ یا طواف کرنا، وہاں نوحہ کرنا، قبر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والے کے لئے یا قبر کی طرف توجہ کر کے نماز پڑھنا، بطور تبرک قبر کی مٹی اٹھانا یا قبروں اور دیوار قبرستان کو چومنا چاٹنا اور اہل قبور کے ایصال ثواب کے واسطے درود، سورہ فاتحہ، چاروں قل، سورہ یسین اور سورہ بقرہ کی آخری آیات پڑھنا، یہ سارے امور ناجائز ہیں، اس لئے ہمیں ان کاموں سے ہر حال میں بچنا ہے۔

مسجد قبا: نبی ﷺ مکہ سے مدینہ ہجرت کے وقت اس مسجد کو بنایا تھا۔اس کی بھی بڑی فضیلت وارد ہے۔چند احادیث دیکھیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ، رَاكِباً وَمَاشِياً، فَيُصَلِّي فِيهِ رَكْعَتَيْنِ(صحيح مسلم:1399)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ پیدل یا سوار ہو کر قباء تشریف لاتے اور دو رکعت (نماز نفل) ادا کرتے۔

وَعَنْ سَهْل بن حُنَيْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: «مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ أَتَى مَسْجِدَ قُبَاءَ فَصَلَّى فِيهِ صَلَاةً كَانَ لَهُ كَأَجْرِ عُمْرَةٍ(صحيح ابن ماجه:1168)

ترجمہ: حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے گھر میں وضو کیا اور پھر مسجد قباء میں آکر نماز ادا کی تو اسے ایک عمرہ کا ثواب ملے گا۔

ان احادیث کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ ہمیں ہفتہ کے دن ہو یا جس فرصت ملے گھر سے وضو کر کے آئیں اور مسجد قبا میں نماز ادا کریں تاکہ عمرہ کے برابر ثواب پاسکیں۔ نماز کے علاوہ اس مسجد میں دیگر کسی مخصوص عبادت کا ذکر نہیں ملتا۔اور یہ بھی یاد رہے کہ اہل مدینہ یا زائرین مدینہ کے علاوہ کسی دوسرے مقام سے صرف مسجد قبا کی زیارت پہ آنا مشروع نہیں ہے۔

شہداء احد: مدینہ میں احد نام کا ایک پہاڑ ہے اس کے دامن میں ہجرت کے تیسرے سال مسلمانوں اور قریش کے درمیان لڑائی ہوئی جو غزوہ احد کے نام سے مشہور ہے۔اس غزوہ میں ستر صحابہ کرام (64 انصاری، 6 مہاجر) شہید ہوئے۔انہیں اسی پہاڑی دامن میں دفن کیا گیا۔شہدائے احد میں سید الشہداء حمزہ بن عبدالمطلب، مصعب بن عمیر، عبد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ بن جحش، جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام، عمرو بن جموح، سعد بن ربیع، خارجہ بن زید، نعمان بن مالک اور عبدہ بن حسحاس رضی اللہ عنہم قابل ذکر ہیں۔

امام طبریؒ لکھتے ہیں کہ میدان احد میں قبلے کی طرف شہدائے احد کی قبریں ہیں، ان میں سے کوئی قبر معلوم نہیں سوائے حمزہ رضی اللہ عنہ کے۔

شہدائے احد کی زیارت اسی طرح کریں جیسے بقیع الغرقد کے تحت لکھا ہے۔ جن باتوں سے منع کیا گیا ہے یہاں بھی ان باتوں سے گریز کریں اور یہ بات ذہن میں بٹھائیں کہ جبل احد پہ چڑھنا کوئی عبادت نہیں

ہے نہ ہی وہاں کے درختوں، پتھروں اور غاروں میں کپڑے اور دھاگے باندھیں خواہ کسی نیت سے ہو۔

زائرین کے لئے تین اہم نصیحتیں

(1) مذکورہ بالا مقامات مقدسہ یعنی مسجد نبوی، نبی ﷺ کی قبر مبارک، حضرت عمر وابوبکر رضی اللہ عنہما کی قبروں، ریاض الجنۃ، مسجد قبا، بقیع قبرستان اور قبرستان شہداء احد کے علاوہ مدینہ کے دیگر مقامات کی ثواب کی نیت سے زیارت کرنا شرعا جائز نہیں ہے خواہ مساجد ہوں مثلا مساجد سبعہ، مسجد جبل احد، مسجد قبلتین، مسجد جمعہ یا مساجد عید گاہ وغیرہ خواہ کوئی تاریخی مقام مثلا میدان بدر یا بئر روحاء جسے بدعتیوں نے بئر شفا نام دے رکھا ہے۔ اس لئے اپنا وقت اور روپیہ پیسہ فضول خرچ کرنے سے بہتر ہے کسی مسکین کو صدقہ کردیں۔

(2) آپ کو اللہ تعالی نے شہر نبی ﷺ کی زیارت کا موقع عطا کیا۔ اس پہ اللہ کا شکر بجالائیں ساتھ ہی نبی ﷺ سے ساری کائنات سے زیادہ حتی کہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت کرنے کا عزم مصمم کریں۔ آپ ﷺ سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔ محبت کی علامات میں سے ہے کہ آپ ﷺ کی سنت کا علم حاصل کیا جائے، اس پہ عمل کیا جائے اور دوسروں تک اس کو پہنچایا جائے۔ اس مضمون کے ذریعہ زیارت کے جو آداب معلوم ہوئے اس پہ عمل کرنا اور اسے پھیلانا بھی حب نبی ﷺ میں داخل ہے۔

(3) اللہ کے یہاں کسی بھی عمل کی قبولیت کے لئے تین شرطیں ہیں، ہمیشہ انہیں ذہن میں رکھیں۔

پہلی شرط نیت کا خالص ہونا: نبی ﷺ کا فرمان ہے: بے شک اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ (بخاری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

دوسری شرط عقیدہ توحید کا ہونا: یعنی عمل کرنے والے کا اگر عقیدہ درست نہیں تو نیک عمل بھی قبول نہیں ہوتا۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (سورۃ الانعام ۸۸)

ترجمہ: اور اگر بالفرض {انبیاء علیہم السلام} بھی شرک کرتے تو ان کے بھی کیے ہوئے تمام اعمال ضائع کر دیئے جاتے۔

تیسری شرط عمل کا سنت کے مطابق ہونا: کیونکہ جو عمل نبی ﷺ کے سنت کے مطابق نہ ہو وہ بھی برباد کر دیا جاتا ہے ۔نبی ﷺ نے فرمایا: من عمل عملا ليس عليه امرنا فهورد(بخاری)

ترجمہ: وہ عمل جس پر میرا حکم نہیں، مردود ہے۔

BACK

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

قبولیت حج کے لئے اخلاص نیت شرط ہے

حج اسلام کا پانچواں اور ایک اہم رکن ہے، جس کو اس کی ادائیگی کی توفیق نصیب ہوتی ہے وہ بڑا خوش نصیب انسان ہے، اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ جس مسلمان کو حج کرنے کی سعادت نہیں ملی وہ کمتر اور حقیر ہے۔اللہ تعالی نے دین میں اعتدال رکھا ہے، کسی کو معذور بنا کر، کسی کو دولت سے مالا کرکے اور کسی کو غربت وافلاس کا شکار بنا کر اصل مقصود امتحان لینا ہے اور اس کے امتحان میں وہی کامیاب ہونے والا ہے جس کے پاس اعمال حسنہ ہوں اور جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔اعمال سے مراد ہر وہ قول وعمل جس سے اخلاص کے ساتھ اللہ کا تقرب حاصل کیا جائے اور عمل کی انجام دہی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی پیروی کی جائے۔

دنیا میں بہت سے لوگ مالدار نظر آتے ہیں مگر کم ہی لوگ ہیں جو کسب معاش کے لئے حلال ذرائع کو اپناتے ہیں اکثر لوگ جائز وناجائز کی پرواہ کئے بغیر مال جمع کرنے میں لگے ہیں اور مالداروں کا بڑا طبقہ نہ تو صحیح سے زکوۃ کی ادائیگی کرتا ہے،نہ صدقہ وخیرات سے معاشرے کی غربت ختم کرنے کے درپے ہے بلکہ ذاتی مصرف میں خرچ کرنے کے متعلق اسراف وتبذیر اور بے راہ روی کا شکار ہے۔

کچھ لوگ ہیں جو حلال طریقے سے روزی کماتے ہیں اور اسے صحیح مصرف میں لگاتے ہیں مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنے مال کو نیکی کے راستے میں صرف تو کرتے ہیں، مساجد ومدارس کے لئے کافی خرچ کرتے نظر آتے ہیں، فقراء ومساکین کا بھی خیال کرتے ہیں،زکوۃ ادا کرتے ہیں اور حج وعمرہ کرتے ہیں مگر ان سب میں ریا ونمود، شہرت طلبی اور واہ واہی کا پہلو نظر آتا ہے۔ہم کسی کی نیت پہ شبہ نہیں کر سکتے کیونکہ نیت کا علم صرف اللہ کو ہے مگر ظاہر پر حکم لگا سکتے ہیں۔ ہم ان کاموں پر نکیر کر سکتے ہیں جو منکرات کے دائرے میں آتے ہیں یا جن میں سنت کی موافقت نظر نہیں آتی یا پھر جن کی وجہ سے عمل میں اخلاص ختم ہو سکتا ہے اور یہ حکم نبوی ہے کہ منکرات دیکھیں تو اس پر نکیر کریں۔

حج ایک عظیم عبادت ہے جو زندگی میں ایک بار ہی فرض ہے،اس فریضے کی ادائیگی میں نہ تو کوتاہی برتی جائے اور نہ ہی ایسے اعمال انجام دئے جائیں جن کی وجہ سے برے اثرات مناسک حج پر پڑیں۔اس مختصر مضمون میں یہ بتلانے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

کوشش کروں گا کہ زندگی کے ایک ایسے عمل (حج) میں اخلاص نیت کو کس طرح قائم رکھنا ہے تاکہ اللہ کے حضور یہ عمل قبول بھی ہو جائے اور گناہوں کا کفارہ بن کر حصول جنت کا ذریعہ بن جائے۔

جس طرح دیگر سارے اعمال کی قبولیت کا دار و مدار اخلاص اور سنت کی پیروی پر منحصر ہے اسی طرح حج کا بھی معاملہ ہے ۔حج کی ادائیگی کرنے والوں کے لئے حج کی تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ سنت کے مطابق سارے ارکان وواجبات کی بجاآوری کرسکے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو دین کی تعلیم حاصل کرنے پر ابھارا ہے،اس کے پیچھے مقصد یہی ہے کہ ایک مسلمان صحیح سے دین پر عمل کرسکے اور بطور خاص حج کے متعلق آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

يا أَيُّها الناسُ خُذُوا عَنِّي مناسكَكم ، فإني لا أَدْرِي لَعَلِّي لا أَحُجُّ بعد عامي هذا(صحيح الجامع: 7882)

ترجمہ:اے لوگو! مجھ سے حج وعمرہ کے طریقے سیکھو کیونکہ مجھے نہیں معلوم ہو سکتا ہے اس سال کے بعد میں حج نہ کرسکوں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

رأيتُ النبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ يرمي على راحلتِه يومَ النَّحرِ، ويقول :لِتأْخذوا مناسكَكم . فإني لا أدري لعلِّي لا أحُجُّ بعدَ حَجَّتي هذه.(صحيح مسلم:1297)

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ قربانی کے دن اپنی سواری پر (سوار ہو کر) کنکریاں مار رہے تھے اور فر رہے تھے: تمھیں چاہیے کہ تم اپنے حج کے طریقے سیکھ لو، میں نہیں جانتا شاید اس حج کے بعد میں (دوبارہ) حج نہ کر سکوں۔

ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ حج کرنے والوں کو اچھی طرح حج کرنے کا مسنون طریقہ معلوم کرلینا چاہئے۔کیا آپ نہیں جانتے کہ جن تین صحابہ نے سنت کی خلاف ورزی کا ارادہ کیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں منع کردیا جبکہ ان کی نیت خالص تھی مگر عمل سنت کے خلاف تھا،حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

عن أنسٍ أنَّ نفرًا مِن أصحابِ النبيِّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم سألوا أزواجَ النبيِّ صلى اللهُ عليه وسلَّم عن عملِه في السرِّ ؟ فقال بعضُهم: لا أتزوَّجُ النِّساءَ . وقال بعضُهم لا آكلُ اللَّحمَ . وقال بعضُهم : لا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أنام على فراشٍ . فحمد اللهَ وأثنى عليه فقال :ما بالُ أقوامٍ قالوا كذا وكذا ؟ لكني أصلي وأنامُ . وأصوم وأفطرُ . وأتزوَّج النساءَ . فمن رغب عن سُنَّتي فليس مِنِّي.(صحيح مسلم:1401)

ترجمہ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں رضی اللہ عنہن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خفیہ عبادت کا حال پوچھا۔یعنی جو عبادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کرتے تھے اور پھر ایک نے ان میں سے کہا کہ میں کبھی عورتوں سے نکاح نہیں کروں گا۔ کسی نے کہا: میں کبھی گوشت نہ کھاؤں گا۔ کسی نے کہا: میں کبھی بچھونے پر نہ سوؤں گا۔ سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی تعریف اور ثنا کی یعنی خطبہ پڑھا اور فرمایا: کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ایسا ایسا کہتے ہیں اور میرا تو یہ حال ہے کہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں یعنی رات کو اور سو بھی جاتا ہوں، اور روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ سو جو میرے طریقہ سے بے رغبتی کرے وہ میری امت میں سے نہیں ہے۔

گویا حج میں سنت کی پیروی نہیں ہوگی تو حج قبول نہیں ہوگا۔ سنت کی مطابقت کے ساتھ اعمال حج میں اخلاص بھی ضروری ہے بلکہ عمل کی قبولیت کی شرط میں سے ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

إنما الأعمالُ بالنياتِ، وإنما لكلِّ امرئٍ ما نوى، فمن كانت هجرتُه إلى دنيا يصيبُها، أو إلى امرأةٍ ينكحها، فهجرتُه إلى ما هاجر إليه(صحيح البخاري:1)

ترجمہ: اعمال کا مدار نیتوں پر ہے اور ہر آدمی کو اس کی نیت ہی کے مطابق پھل ملے گا، پھر جس شخص نے دنیا کمانے یا کسی عورت سے شادی رچانے کے لیے وطن چھوڑا تو اس کی ہجرت اسی کام کے لیے ہے جس کے لیے اس نے ہجرت کی۔

جس عمل میں اخلاص نہیں ہوگا وہ رد کردیا جائے، وہ اللہ کے یہاں نامقبول ونامنظور ہے۔ ایک مسئلہ تو یہ ہوا کہ عمل میں اخلاص نہیں تو عمل مردود ہے، ایک دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر عمل میں دکھاوا، شہرت، ریاکاری اور دنیا طلبی ہے تو پھر اس کا انجام بہت بھیانک ہے۔ مسلم شریف کی طویل حدیث ہے، طوالت کی وجہ سے میں اس کا صرف ترجمہ پیش کررہا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

قیامت کے روز سب سے پہلا شخص جس کے خلاف فیصلہ آئے گا، وہ ہوگا جسے شہید کردیا گیا۔ اسے پیش کیا جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

اللہ تعالیٰ اسے اپنی (عطا کردہ) نعمت کی پہچان کرائے گا تو وہ اسے پہچان لے گا۔ وہ پوچھے گا تو نے اس نعمت کے ساتھ کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے تیری راہ میں لڑائی کی حتی کہ مجھے شہید کر دیا گیا۔ (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا۔ تم اس لیے لڑے تھے کہ کہا جائے: یہ (شخص) جری ہے۔ اور یہی کہا گیا، پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا تو اس آدمی کو منہ کے بل گھسیٹا جائے گا یہاں تک کہ آگ میں ڈال دیا جائے گا اور وہ آدمی جس نے علم پڑھا، پڑھایا اور قرآن کی قراءت کی، اسے پیش کیا جائے گا۔ (اللہ تعالیٰ) اسے اپنی نعمتوں کی پہچان کرائے گا، وہ پہچان کر لے گا، وہ فرمائے گا: تو نے ان نعمتوں کے ساتھ کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم پڑھا اور پڑھایا اور تیری خاطر قرآن کی قراءت کی، (اللہ) فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا، تو نے اس لیے علم پڑھا کہ کہا جائے (یہ) عالم ہے اور تو نے قرآن اس لیے پڑھا کہ کہا جائے: یہ قاری ہے، وہ کہا گیا، پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا، اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا حتی کہ آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اور وہ آدمی جس پر اللہ نے وسعت کی اور ہر قسم کا مال عطا کیا، اسے لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتوں کی پہچان کرائے گا، وہ پہچان لے گا۔ اللہ فرمائے گا: تم نے ان میں کیا کیا؟ کہے گا: میں نے کوئی راہ نہیں چھوڑی جس میں تمہیں پسند ہے کہ مال خرچ کیا جائے مگر ہر ایسی راہ میں خرچ کیا۔ اللہ فرمائے گا: تم نے جھوٹ بولا ہے، تم نے (یہ سب) اس لیے کیا تا کہ کہا جائے، وہ سخی ہے، ایسا ہی کہا گیا، پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا، تو اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا، پھر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم: 1905) مترجم: پروفیسر محمد یحییٰ سلطان محمود جلالپوری

اس حدیث میں تین آدمی غازی، عالم اور سخی کا ذکر ہے جن سے جہنم کو سلگایا جائے گا محض اس وجہ ہے کہ عمل میں اخلاص نہیں تھا، انہوں نے نیک عمل کیا تھا جہاد کیا، علم حاصل کیا اور مال خرچ کیا مگر ان نیک کاموں میں اخلاص نہ ہونے کے سبب ان سب کو جہنم رسید کیا جائے گا۔ اگر کسی کا عمل اخلاص سے خالی ہو گا تو اس کا انجام بھی اسی طرح بھیانک ہو سکتا ہے۔ اللہ کی پناہ۔

عمل میں اخلاص کے فقدان سے آپ نے خسارہ دیکھ لیا، اگر کوئی عمل کرتا ہے اور ساتھ ہی اللہ کے ساتھ شرک بھی کرتا ہے مثلاً حج کی ادائیگی کر رہا ہے اور غیر اللہ کو پکارتا ہے، ان سے اولاد مانگتا ہے، ان سے روزی روٹی کا سوال کرتا ہے، بگڑی بنانے کے لئے دست سوال دراز کرتا ہے تو اس عمل سے اس کے سارے اعمال اکارت و برباد کر دئے جاتے ہیں اور ایسے لوگوں کو ٹھکانہ قرار پاتا ہے اور وہ ہمیشہ ہمیش وہاں رہے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

اللہ کا فرمان ہے:

وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ((الانعام :۸۸)

ترجمہ: ہم شرک کرنے والے کے تمام اعمال برباد کردیں گے۔

اللہ کا فرمان ہے:

إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ (شالمائدۃ:72)

ترجمہ: جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اللہ اس پر جنت کو حرام کردے گا اور اُس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

اللہ کا فرمان ہے:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ (البینہ:6)

ترجمہ: جو لوگ کافر ہیں یعنی اہلِ کتاب اور مشرک وہ دوزخ کی آگ میں پڑیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے یہ لوگ سب مخلوق سے بدتر ہیں۔

مذکورہ تمام نصوص سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی حج کرتا ہے اور اس میں سنت کی پیروی نہیں کرتا تو اس کا حج مردود ہے، اسی طرح کوئی حج میں اخلاص کا دامن نہیں تھامتا تو اس کا بھی حج مردود ہے بلکہ جو حج کو شہرت وریاکاری کا ذریعہ بناتا ہے اس کا بہت ہی بھیانک انجام ہے۔اور جو حج کرتے ہوئے شرک باللہ کرتا ہے اس کا حج باطل ہوتا ہی ہے دیگر سارے اعمال بھی برباد ہو جاتے ہیں اور جہنم اس کا ٹھکانہ بنادیا جاتا ہے جس میں ہمیشہ ہمیش کے لئے اسے ڈال دیا جائے گا۔

اب ہمیں غور کرنے کی ضرورت ہے کہ مناسک حج کو کتنا احتیاط کے ساتھ ادا کرنے کی ضرورت ہے، اندھی تقلید اور مسلک پرستی چھوڑ کر محض سنت رسول اللہ ﷺ کی تعلیم لینی ہے اور انہیں تعلیمات کی روشنی میں حج کرنا ہے ساتھ ہی ان تمام کاموں سے بچنا ہے جس سے ریاکاری جھلکتی ہے مبادا ہمارا حج قبول ہونے کی بجائے جہنم میں لے جانے کا ذریعہ نہ بن جائے۔

جب ہم نے یہ جان لیا کہ حج کی قبولیت کے لئے اخلاص نیت شرط ہے،اس کے بغیر ہمارا حج قبول نہیں ہوگا تو پھر ہم یہ

بھی جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ کون سے امور ہیں جن سے اخلاص ختم ہو جاتا ہے یا کم ہو سکتا ہے۔

(1)ریاکاری: عبادت کے لئے ریاکاری زہر ہلاہل ہے، اوپر اس بات کو دلائل سے ہم نے جانا ہے۔ ریاکاری یہ ہے کہ کوئی عبادت دوسروں کو دکھانے کی نیت سے انجام دے۔ عبادت کسی قسم کی ہو خواہ حج ہو یا نماز وروزہ، اگر اس میں ریاکاری داخل ہو گئی تو وہ عمل باطل ہو جاتا ہے۔ اس وقت برائی عروج پر ہے، دنیا کٹورے میں سما گئی ہے اور ساتھ ہی سوشل میڈیا کافی پاور فل ہے، ان سب باتوں کو ذہن میں رکھیں، ممکن ہے ہماری ادنی سی بھول ریاکاری کا سبب بن جائے۔ ریاکاری کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں مثلا کوئی اپنے حج کی تشہیر کرے تاکہ لوگ اسے حاجی کہیں اور لوگوں میں اپنے حج کی تشہیر کرنے کی یہ نیت بھی ہو کہ اسے حاجی کہہ کر پکارا جائے۔ لوگوں سے کہلوائے یا خود اپنے سے کاغذوں پر حاجی لکھے یا لوگوں کے حاجی کہنے پر بجائے ناراض ہونے کے خوش ہو جائے اور جو حاجی نہ کہے اس سے ناراض ہو جائے ۔ آج کل حج پر آنے سے پہلے کافی دعوتیں ہوتی ہیں، پورے گاؤں بلکہ گاؤں سے باہر تمام رشتہ داروں اور امراء کے یہاں مہینوں کھانے پینے کی مہنگی مہنگی دعوتیں ہوتی ہیں، یہ ایک بہت ہی بھیانک معاملہ ہے یہیں سے عمل پہ فخر، عبادت میں ریا اور اخلاص کا فقدان ہونا شروع ہونے لگتا ہے۔ حج کرنے والے کو اس عمل سے بالکلیہ بچنا چاہئے اور جو نظارہ حج پر جانے سے پہلے گاؤں والوں سے رخصت کے وقت نظر آتا ہے اللہ کی پناہ۔ دوران حج اپنے اوقات کو عبادتوں پر صرف نہ کرکے سیلفی لینے اور لمحہ بہ لمحہ عبادتوں کی تصویر کشی کرکے سوشل میڈیا پر بھیجنے میں ضائع کرتے جو نہ صرف تضییع وقت ہے بلکہ بربادی اعمال ہے۔ مسلمانوں میں شرک کرنے والے لوگ حج پہ بھی شرک کرتے ہیں اور اپنے شرکیہ عقائد واعمال کے حساب سے اس مقدس فریضے کے دوران بھی شرک سے باز نہیں رہتے۔

(2) غیر اللہ کا تقرب: کوئی اس نیت سے حج کرے کہ اس کے ذریعہ اللہ کے علاوہ فلاں ولی/ فلاں پیر/ فلاں آدمی (زندہ یا مردہ) کا تقرب حاصل ہو گا تو یہ بھی ریاکاری کی طرح خطرناک ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ بھیانک ہے۔ ایسے بھی مسلمان ہیں جو غیر اللہ کے تقرب کے لئے عبادتیں کرتے ہیں، حج وعمرہ ادا کرتے ہیں۔ ایسے لوگ گمراہ ہیں اور ان کا حج باطل ہے۔ اللہ ایسے لوگوں کو ہدایت دے اور ان کو بھی ہدایت دے قبروں کے گرد چکر لگانے کو طواف اور مزار کی زیارت کو حج کا درجہ دیتے ہیں۔ العیاذ باللہ

(3) دنیاوی منفعت کا حصول: اگر کسی نے اس نیت سے حج کیا کہ مال کمائے، یا جاہ و منصب حاصل کرے، یا لوگوں سے اپنی تعریف کروائے تو اس کا حج دنیا کے حصول کے لئے ہوگا اور ایسی عبادت اس کے منہ پر مار دی جائے گی۔ یہ تمام صورتیں لوگوں میں کثرت سے رائج ہیں۔ بہت سارے لوگ حج کو حصول زر کا ذریعہ بنا رکھے ہیں، بہتوں نے اس نیت سے حج کیا کہ اسے کسی مدرسہ / مسجد / یا تنظیم و ادارہ کا عہدہ مل جائے، لوگوں میں اس کا مرتبہ بڑھ جائے اور جہاں جائے اس کی تعریف کی جائے، اصل نام کے بجائے الحاج یا حاجی کہا اور لکھا جائے۔ شاید باید کوئی ایسا شخص ملے گا جسے کوئی حاجی کہے تو اسے خود کو حاجی کہنے سے منع کرے لیکن ایسے بہت سے لوگ ملیں گے جن کو حج کے بعد حاجی کے بجائے نام لیکر پکارا گیا تو ناراض ہو گئے، بات چیت بند کر دی۔ حج سے پہلے جس نے دعوت نہیں دی اس کے گھر کھجور و زمزم نہیں گیا مگر جنہوں نے جتنی عمدہ دعوت کی ان کے گھر عمدہ سے عمدہ تحائف گئے۔

(4) فخر و مباہات: بلاشبہ حج کی ادائیگی عظیم سعادت ہے مگر اس کی وجہ سے دوسروں پر اپنی برتری جتلانا، خود کو دوسروں سے بہتر جاننا، جو حج نہ کرسکے اسے طعنہ دینا، جا بجا اپنے حج کا ڈھنڈورا پیٹنا اخلاص کے منافی ہے۔ گویا آدمی نے حج کو لوگوں میں فخر کرنے کا ذریعہ بنا لیا، یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ حج پہ حج کرتے ہیں، عمرہ پہ عمرہ کرتے ہیں اور لوگوں میں اسے فخریہ بیان کرتے ہیں جبکہ گاؤں میں بلکہ پڑوس میں نادار و مسکین دانہ پانی کے لئے ترس رہا ہے اس پر خرچ کرنے کے لئے پیسہ نہیں، مساجد و مدارس کے ائمہ و مدرسین اور طلباء و واعظین کے حالات خستہ ہیں ان کے امداد پر کوئی توجہ نہیں۔ میں نے کتنے لوگوں کو قرض لیکر یا زمین بیچ کر صرف اس لئے حج کرتے دیکھا کہ اس کا پڑوسی یا اس کے گاؤں کا فلاں آدمی حج کر لیا۔ یہ بھی حج میں تفاخر یا مقابلہ کرنا ہوا جبکہ یہ فریضہ ہے جو صاحب استطاعت پر فرض ہے۔

(5) کبر و غرور: عبادت میں انکساری اور تواضع مطلوب ہے، اگر عبادت سے تواضع نکال دیا جائے تو کبر اس کی جگہ لے لیتا ہے اس صورت میں انسان کو اپنا عمل محبوب اور بہت زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ پھر بزعم خود بعض عملوں کی انجام دہی پر تکبر کرتے ہوئے اکثر عملوں سے چشم پوشی کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کے سامنے بہت سارے لوگوں کے اعمال حقیر نظر آتے ہیں۔ جس طرح بعض حجاج اس مرض کبر میں مبتلا ہیں ویسے ہی بعض علماء و دعاۃ بھی اس کے نرغے میں ہیں۔ یہ لوگ اپنے علاوہ کسی دوسرے کو عالم اور داعی نہیں سمجھتے اور یہ باور کراتے ہیں کہ ان کے علاوہ علم و دعوت کا کوئی صحیح کام نہیں کر رہا ہے۔

(6) جسمانی فائدے: بلاشبہ عبادت میں روحانی اور جسمانی فائدے بھی بے شمار ہیں مگر کسی کو صرف اس نیت سے نہیں حج کرنا چاہیئے کہ اس کے ذریعہ ورزش ہو جائے گی، یا میرا جسم تندرست ہو جائے گا۔ غرض اس نوع کی خاص کوئی دنیاوی غرض و غایت نہ ہو گو کہ اس سے حج فاسد نہیں ہو گا تاہم کمال اخلاص میں نقص پیدا ہو گا۔ ہاں اگر کسی کو جسمانی بیماری ہے تو حج کے دوران اللہ سے اس کی شفایابی کی دعا کرے اور اللہ سے اس حج کے ذریعہ گناہوں کی پاکی کے ساتھ جسمانی طہارت و پاکیزگی کی امید رکھے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ان کے علاوہ اللہ کا خوف نہ ہونا، ایمان کا کمزور ہونا، دل کا مادی امور سے شغف ہونا بھی اخلاص کو متاثر کرنے والے امور ہیں۔ ایک مومن کو اللہ کا خوف کھانا چاہیئے تاکہ اس سے ڈر کر اخلاص کے ساتھ بندگی بجالائے اور ایمان کے ساتھ عمل صالح تسلسل کے ساتھ بجالاتا ہے اور دلوں کو دنیا کی آلائشوں سے ہمیشہ پاک کرتا ہے۔

اللہ تعالی ہمیں اخلاص کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق دے اور حج کرنے والے تمام موحدین کے حج کو قبول فرما کر جنت میں داخلہ نصیب فرمائے۔ بطور خاص شرک کرنے والے مسلمانوں کو مقاصد حج سمجھنے اور شرک سے توبہ کرنے کی سعادت بخشے اور پھر تمام مسلمانوں کو ایک جگہ ہونے کی توفیق دے جس طرح حج میں سب کو جمع کیا تھا۔ آمین

BACK

مناسک حج اور مخالفات حنفیہ وبریلویہ

حج اسلام کا پانچواں رکن ہے جو صاحب استطاعت پر زندگی میں ایک بار ہی فرض ہے۔ تمام مسلمانوں کی دلی تمنا ہے کہ وہ اللہ کے گھر کا دیدار کرے، یہ تمنا اللہ کی توفیق سے کسی کی پوری جاتی ہے تو کسی کی نہیں پوری ہوتی۔ مرضی مولی از ہمہ اولی

حج کی سعادت نصیب ہو جانا اللہ کی طرف سے بہت ہی بڑا انعام ہے، اس انعام پہ پروردگار کا جس قدر شکریہ بجالایا جائے کم ہے۔ اسی انعام کے سبب گناہوں سے مغفرت ملتی ہے، حرم پاک میں عبادت کا موقع ملتا ہے، مشاعر مقدسہ کی زیارت نصیب ہوتی ہے، اللہ کے پاک گھر کا دیدار ہوتا ہے، گناہوں سے توبہ کرنے اور اللہ کی طرف التفات کرنے کی توفیق ملتی ہے، دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے۔ دو لفظوں میں یہ کہا جائے کہ حج کرنے والا گھر واپسی پر ایسے ہی لوٹتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے معصوم پیدا ہوا ہو۔ اس قدر عظیم اجر وثواب اور بے پناہ فوائد وبرکات والا حج اگر تقلید کا شکار ہو جائے، سنت کی جگہ من مانی یا بدعت ہو، ارکان وواجبات اور سنن کی ادائیگی میں محمد رسول اللہ کی اقتداء نہ ہو، حج کرتے ہوئے بدعت، خرافات، من مانی، بلادلیل عمل یا شرک کا ارتکاب کرے تو اس حج کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ نیچے چند ایسے اعمال بیان کئے جارہے ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول سے ثابت نہیں ہے پھر بھی احناف اور بریلوی حضرات ان کاموں کو دوران حج انجام دیتے ہیں۔ میرے بیان کرنے کا مقصد حجاج کرام کو مسنون حج کی طرف رغبت دلانا ہے اور جو کام رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں ان سے پرہیز کرانا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

يا أَيُّها الناسُ خُذُوا عَنِّي مناسكَكم ، فإني لا أَدْرِي لَعَلِّي لا أَحُجُّ بعد عامي هذا(صحيح الجامع: 7882)

ترجمہ: اے لوگو! مجھ سے حج وعمرہ کے طریقے سیکھو کیونکہ مجھے نہیں معلوم ہو سکتا ہے اس سال کے بعد میں حج نہ کرسکوں۔

یہ حدیث بتلاتی ہے کہ حج سنت کے مطابق ہو اور جو حج سنت کے مطابق نہیں ہوگا اس کا اجر ضائع ہو جائے گا۔ اس لئے میرے بھائیو! حج کو ضائع ہونے سے بچاؤ۔

(1)احرام کی مخصوص نماز:

احرام کی کوئی مخصوص نماز احادیث سے ثابت نہیں ہے مگر احناف میں یہ نماز عمرہ وحج کرنے والوں کے لئے بہت اہم مانی جاتی ہے، پنج وقتہ نمازوں سے کوئی ان کے یہاں کتناہی غافل کیوں نہ ہو مگر یہ نماز نہیں چھوڑ سکتا۔ میرا تجربہ ہے لوگوں کے ساتھ میقات پہ دیوبندی حضرات عمرہ کی گاڑی چھوڑدیتے ہیں مگر یہ نماز نہیں چھوڑتے۔ آپ اگر احرام باندھ رہے ہیں اور وضو کئے ہیں تو وضو کی دو رکعت سنت ادا کرلیں گر وقت کی گنجائش ہے۔

(2)حج وعمرے کی نیت:

احادیث سے عمرہ کے لئے "لبیک عمرہ" اور حج کے لئے "لبیک حجا" کے الفاظ بطور نیت ثابت ہیں ، اسی نیت کو احرام باندھنا کہتے ہیں مگر احناف کے یہاں مصنوعی نیت کے الفاظ ہیں جس کی تعلیم لوگوں کو دیتے ہیں۔ درمختار میں حج کی نیت اس طرح سکھائی گئی ہے۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ، فَيَسِّرْهُ لِي، وَتَقَبَّلْه مِنِّي، وَأَعِنِّي عَلَيْه، وَبَارِكْ لِي فِيْه، نَوَيْتُ الْحَجَّ، وَأَحْرَمْتُ بِهِ اللهِ تَعَالٰى.(حصكفي، الدر المختار، كتاب الحج، 2 : 482)

ترجمہ: اے اللہ! میں حج کا اِرادہ کرتا ہوں، پس اس کو میرے لئے آسان کردے، اور اسے مجھ سے قبول کرلے، اور اس میں میری مدد فرما، اور اس میں میرے لئے برکت ڈال، میں نے حج کی نیت کی، اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لئے احرام باندھا۔

(3)مکہ میں داخل ہونے کی دعا:

احناف کے یہاں مکہ میں داخل ہونے کی یہ دعا بتلائی جاتی ہے: اَللّٰهُمَّ إِنَّ هٰذَا حَرَمُکَ وَحَرَمُ رَسُوْلِکَ، فَحَرِّمْ لَحْمِي وَدَمِي وَعَظْمِي عَلَى النَّارِ، اَللّٰهُمَّ اٰمِنِّي مِنْ عَذَابِکَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ، وَاجْعَلْنِي مِنْ أُوْلِيَآئِکَ وَأَهْلِ طَاعَتِکَ، وَتُبْ عَلَيَّ، إِنَّکَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ.

یہ دعا نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے، البتہ مسجد حرم میں داخل ہوں گے تو یہ دعا پڑھیں گے (ویسے یہ کسی بھی مسجد میں داخل ہوتے وقت پڑھ سکتے ہیں):

بسم الله والصلاة والسلام على رسول الله أعوذ بالله العظيم وبوجهه الكريم وسلطانه القديم من الشيطان الرجيم , اللهم افتح لي أبواب رحمتك(ابوداؤد ونسائى وابن ماجه)

(4) باب السلام سے داخل ہونے کی دعا:

"اللّٰھُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْکَ السَّلَامُ، فَحَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ، وَأَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ دَارَ السَّلَامِ، تَبَارَکْتَ وَتَعَالَیْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِکْرَامِ". یہ دعا باب السلام سے داخل ہوتے وقت پڑھی جاتی ہے جبکہ باب السلام یا اور کسی باب سے داخل ہونے کی کوئی مخصوص دعا نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

(5) کعبہ کو پہلی نظر دیکھنے کی دعا:

ایک دعا منقول ہے جو کعبہ پہ نظر پڑنے کے وقت پڑھنے کا ذکر ملتا ہے، وہ دعا کچھ اس طرح ہے۔

"اللهم زد هذا البيت تشريفاً وتكريماً وتعظيماً ومهابة، وزد من شرفه وكرمه ممن حجه أو اعتمره تشريفاً وتكريماً وتعظيماً وبراً"

یہ دعا متعدد طرق سے مروی ہے مگر سارے طرق ضعیف ہیں۔اسی طرح یہ بھی اعتقاد رکھا جاتا ہے کہ کعبہ کو پہلی بار دیکھنے کے وقت جو دعا کی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔اس قسم کی بعض دعائیں مروی ہیں لیکن کوئی بھی ثابت نہیں ہے۔

(6) طواف کی نیت:

نیت دل کے ارادے کا نام ہے، کسی بھی عمل سے پہلے وہ نیت دل میں پیدا ہو جاتی ہے اسے زبان سے اظہار کرنے کی ویسے بھی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالی سمیع و بصیر (سب کچھ سننے اور دیکھنے والا) ہے۔ نیز طواف کے لئے زبان سے ظاہر کرکے کوئی نیت کرنے کا ثبوت نہیں ملتا مگر حنفیہ کے یہاں اس کی تعلیم دی جاتی ہے۔

(7) کعبہ کے ہر رکن کی مخصوص دعائیں:

خانہ کعبہ کے چاروں رکن (رکن شامی، رکن عراقی، رکن یمانی، حجراسود) کی مخصوص دعائیں احناف کی کتابوں میں ملتی ہیں جو کہ غیر ثابت ہیں۔ صحیح حدیث سے رکن یمانی اور حجراسود کے درمیان " رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ" پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے۔

(8) طواف کے ہر چکر کی مخصوص دعائیں:

طواف کے ہر چکر کی دعائیں ان کے یہاں بتلائی جاتی ہیں، یہ طوالت کا موقع نہیں کہ ساری دعائیں ذکر کروں البتہ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ نبی ﷺ سے کسی چکر کی کوئی مخصوص دعا ثابت نہیں ہے، (رکن یمانی اور حجراسود کے درمیان "ربنا"

والی دعاثابت ہے بس)اس لئے طواف کے ساتوں چکروں میں بغیر تعیین کے کوئی بھی دعاپڑھ سکتے ہیں۔

(9)سعی کی نیت:

سعی کی بایں الفاظ نیت کی جاتی ہے: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُرِيْدُ السَّعْيَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ لِّوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ فَيَسِّرْهُ لِي وَتَقَبَّلْهُ مِنِّي.

نیت کے لئے میں نے اوپر کہا ہے کہ حج یا عمرہ کا احرام باندھتے وقت ہی نیت کی جاتی ہے، بعد میں طواف یا سعی کے لئے مخصوص الفاظ میں کوئی نیت ثابت نہیں ہے۔

(10)سعی کی مخصوص دعائیں:

صفاومروہ پہ یہ دعا کرنا ثابت ہے:

'لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَ يُمِيتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ' ۔

باقی چکروں میں کوئی بھی دعا کر سکتے ہیں لیکن حنفیہ کے نزدیک سعی کی بہت ساری مصنوعی دعائیں چلتی ہیں ان سے اپنا دامن بچاناہوگا۔

(11)منی میں مکمل نماز:

نبی ﷺ نے منی میں قصر کرکے نماز پڑھی تھی لہذا ہمیں بھی قصر کرکے منی میں نماز پڑھنا چاہئے مگر حنفیہ کے یہاں اس سنت کی مخالفت کی جاتی ہے اور وہ مکمل نماز پڑھتے ہیں۔ سفر والی احادیث سے استدلال کرتے ہیں حالانکہ مناسک حج کی کیفیت بالکل وضاحت سے ثابت ہے، تمام صحابہ کرام خواہ مقیم تھے یا مسافر حج میں سب نے آپ ﷺ کے ساتھ منی میں قصر کیا تھا۔اس لئے یہاں سفر والی حدیث فٹ کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ نبی ﷺ کی کیفیت حج دیکھنا ہے۔

(12)عرفات میں مکمل نماز:

سنت کے مطابق عرفات میں ظہر کے وقت ظہر وعصر کی نماز جمع تقدیم کے ساتھ قصر کرکے پڑھنا ہے مگر حنفی فقہ کی روشنی میں یہ دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں مکمل (بغیر قصر کے) پڑھنی ہے۔ یہ صریح سنت کی مخالفت ہے۔

(13)مزدلفہ میں مکمل نماز:

ہمیں تعجب ہوتا ہے فقہ حنفی پر،اس کی روسے عرفات میں نمازیں جمع کرنا جائز نہیں مگر یہ فقہ کہتی ہے کہ عرفات سے جب مزدلفہ آنا ہے تو سورج ڈوب جانے کے بعد بھی عرفات میں یا راستہ میں مغرب کی نماز نہیں پڑھنی ہے مزدلفہ میں ہی پڑھنی ہے۔اب ذرا مجھے بتائیں مزدلفہ میں عشاء کے وقت جو مغرب وعشاء کی نماز پڑھتے ہیں کیا یہ جمع نہیں ہے ؟یہی چیز عرفات میں منع اور مزدلفہ میں جائز؟

بہر کیف ! یہاں بھی سنت کی مخالفت کی جاتی ہے یعنی نمازیں جمع توکی جاتی ہیں مگر قصر نہیں کی جاتی جبکہ سنت کی روشنی میں مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی نمازیں جمع تاخیر سے قصر کے ساتھ پڑھنی چاہئے۔

(14)جمرات کانام شیطان:

حنفی عوام میں جمرہ(اس کی جمع جمرات ہے) جسے کنکری مارتے ہیں اس کا نام شیطان مشہور ہے، یہ بڑی غلطی ہے۔اس کا نام جمرہ ہے، اسے شیطان کہنا اور شیطان سمجھ کر اہانت سے اسے کنکری مارنا غلط عقیدہ ہے۔اپنے عقیدے کی اصلاح کریں۔

(15)ایام تشریق کی رمی زوال سے قبل:

سنت سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے زوال کے بعد جمرات کو کنکری ماری ہے اس وجہ سے زوال کے بعد ہی ایام تشریق میں کنکری مارنا جائز ہے جس نے اس سے پہلے مار لیا اس نے واجب کو ترک کیا جس کی وجہ سے دم لازم آئے گا۔حنفیہ کے یہاں سنت نبوی کی مخالفت پائی جاتی ہے وہ لوگ عام طور سے بارہ یا بارہ اور تیرہ کو زوال سے پہلے ہی کنکری مار لیتے ہیں۔ان کی دیکھا دیکھی بعض دوسرے مسلک والے بھی مار لیتے ہیں یعنی یہ لوگ غلطی کرتے ہی ہیں دوسروں کی غلطی کا سبب بھی بنتے ہیں۔

(16)حج اکبر کا نظریہ:

عوام میں یہ بات بھی مشہور کر دی گئی ہے کہ عرفہ اگر جمعہ کے دن پڑ جائے تو حج اکبر ہے حالانکہ ایسی کوئی دلیل نہیں ملتی البتہ یوم النحر کو حج اکبر کا دن کہنا ثابت ہے۔

(17)یوم النحر کو اعمال حج کی ترتیب کا وجوب:

تمتع کرنے والوں کے لئے یوم النحر کو اعمال حج کی ترتیب اس طرح ہے۔ پہلے رمی جمرہ (عقبہ)، پھر قربانی، اس کے بعد حلق یا قصر کرنا، اس کے بعد طواف افاضہ پھر سعی ۔ یہ ترتیب اگر بدل جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اس ترتیب سے متعلق نبی ﷺ کا فرمان ہے: افعل ولا حرج یعنی ان کاموں میں سے جو سہولت ہو پہلے کرلو کوئی حرج نہیں۔ مگر حنفیہ کے یہاں ترتیب واجب ہے۔ کوئی آدمی بغیر قربانی کئے بال نہیں منڈا سکتا۔ اس وجوب کی وجہ سے یوم النحر کو حنفی عوام کافی پریشان رہتی ہے اور بال منڈانے سے پہلے قربانی کرنے کے چکر میں بہت سارے مشکلات کا سامنا کرتی ہے جو کہ اصلا واجب ہی نہیں۔ اللہ تعالی نے ہمیں آسان دین دیا ہے مگر اہل الرائے نے اسے عوام کے لئے مشکل بنادیا۔

(18)عورت کا چہرہ کھولنا:

خواتین میں یہ بات کافی مشہور ہے کہ حج میں پردہ نہیں ہے جبکہ حجاب ہر جگہ واجب ہے خواہ حج ہو یا غیر حج ۔ بعض عورتوں میں یہ بات مشہور ہے کہ چہرہ سے کوئی کپڑا مس نہیں کرنا چاہئے اس لئے خواتین حج میں انگریزی کیف لگاتی ہیں ۔کیا ہی مضحکہ خیز عمل ہے۔

(19)احتیاطی دم کا تصور:

حنفی عوام میں احتیاط بہت معنی رکھتا ہے جیسے جمعہ کے دن ظہر احتیاطی ۔حج میں بھی بہت سارے احتیاط ہیں ان میں سب سے اہم دم کی احتیاط ہے۔ اکثر وبیشتر حنفی حجاج یہ سوچ کر اس لئے دم دیتے ہیں کہ حج میں کہیں کوئی غلطی نہ ہوگئی ہو۔ بیچاری عوام کے ساتھ حج پہ آنے والے ادھورے علم والے رہنما کی یہ کرم فرمائی ہے جو انہیں اس قسم کا سبق پڑھاتے ہیں ۔ دم کسی کو اس وقت دینا ہے جب معلوم ہو کہ اس سے حج کے واجبات میں سے کوئی واجب چھوٹا ہو یا محظورات احرام کا ارتکاب کیا ہو۔ اعمال حج پہ شک کرنا اور شک کی بنیاد پہ دم دینا ایمان میں شک کی دلیل ہے۔

(20)بدعی اعمال:

بریلویوں کی طرح احناف کے یہاں بھی حج میں بدعی اعمال انجام دئے جاتے ہیں، جن میں دیوار و در اور شجر و حجر سے برکت لینا، کبوتروں کو دانہ ڈالنا، اس کا کھایا ہوا دانہ چننا، کنکری دھونا، زمزم سے کفن دھو کر اپنے وطن لانا اور وسیلہ کے ذریعہ دعا کرنا وغیرہ شامل ہیں۔

(21)ضعیف و مصنوعی دعائیں:

اوپر بعض دعاؤں کاذکر کیا گیاہے جو صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ان کے علاوہ حج میں بیشمار مقامات پہ مخصوص دعائیں کی جاتی ہیں جو ثابت نہیں ہیں بعض تو من گھرنت ہیں۔ جیسے صفاومروہ پہ چڑھتے ،اترتے وقت کی دعا،مروہ کی طرف چلنے کی دعا،ہری بتی کے درمیان کی دعا،وادی منی کی دعا، عرفات کی طرف روانگی کی دعا، عرفات میں داخلے کی دعا،وقوف عرفہ کی دعا،مزدلفہ کی طرف روانگی کی دعا،وقوف مزدلفہ کی دعا،قیام مزدلفہ میں صبح کی نماز کے بعد کی دعا،جمرہ عقبہ کی رمی سے پہلے کی دعا،طواف وداع کی دعا،خانہ کعبہ سے جداہوتے وقت کی دعاوغیرہ۔ان میں سے کوئی دعاثابت نہیں ہے۔

(22)حج میں فرض وواجب کی تقسیم:

حقیقت میں فرض وواجب کے درمیان کوئی فرق نہیں مگر حنفیہ کے یہاں ان دونوں میں فرق کیاجاتاہے۔حج کے ارکان کو حنفیہ فرائض کا نام دیتے ہیں حالانکہ انہیں ارکان کہاجائے گافرائض نہیں۔ان کے یہاں فرائض کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔بعض چار، بعض پانچ، بعض چھ مانتے ہیں جبکہ دلائل کی روسے حج کے ارکان چار ہیں۔

(23)مسجد عائشہ سے بار بار عمرہ کرنا:

حج قران میں عمرہ وحج ایک ساتھ ہوتاہے،حج تمتع میں پہلے عمرہ کرناہے پھرحج کرناہے۔احناف کے یہاں خاص طور سے تمتع کرنے والے حج سے پہلے بار بار عمرہ کرتے ہیں جس سے مناسک حج کی صریح مخالفت ہوتی ہے۔اس عمل سے سیدھے سادے عوام بھی بہک جاتے ہیں اور وہ بھی دیکھادیکھی ایسا کرنے لگ جاتے ہیں۔

(24)مکہ والوں کے لئے افراد:

حنفیوں میں یہ بھی مشہور ہے کہ مکہ والوں کے لئے صرف حج افراد ہے جبکہ ان کے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے ۔تینوں قسم کاحج جیسے عام لوگوں کے لئے ہے ویسے ہی مکہ والوں کے لئے بھی ہے۔

(25)زیارت مدینہ کاتصور:

ضعیف احادیث کی بنیادپر یہ کہاجاتاہے کہ مدینہ کی زیارت حج کاایک حصہ ہے بلکہ یہ ماناجاتاہے کہ روضہ کی زیارت حج کا

اتمام ہے حالانکہ طواف وداع حج کا آخری عمل ہے،اس کے بعد حج مکمل ہو جاتا ہے۔
اللہ تعالی ہمیں سنت کے مطابق حج کرنے کی توفیق دے اور بدعی اعمال سے بچائے۔آمین

BACK

ایسے اعمال جن کا ثواب حج و عمرہ کے برابر ہے

اللہ کے بہت سے بندے ایسے ہیں جنہیں بیت اللہ کا سفر کرنے کی توفیق مل جاتی ہے وہ تو بڑے خوش نصیب لوگ ہیں، تاہم بعض ایسے بھی بندے جو رات و دن زیارت حرمین کی تمنا کرتے ہیں، روتے ہیں، رب سے دعائیں کرتے ہیں، تھوڑے بہت پیسے بھی جمع کرتے ہیں اور دیگر اسباب اپنانے کی کوشش بھی کرتے ہیں مگر اللہ کی مرضی کے سامنے کسی کی مرضی نہیں چلتی جسے اللہ کے گھر سے بلاوا آتا ہے بس وہی اس کے گھر کا دیدار کر سکتا ہے، پیسہ ہوتے ہوئے بھی رب کی مرضی کے سامنے آدمی بے بس ولاچار ہے۔ بہت سے لوگوں کو غربت وافلاس کی بنا پر حج بیت اللہ اور زیارت مسجد نبوی نصیب نہیں ہو پاتی۔ بسااوقات فقراء ومساکین احساس کہتری میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں آج دولت دی ہوتی تو فلاں فلاں کی طرح ہم بھی حج کرتے، ہمیں بھی لوگ حاجی کہتے اور ہمارا بھی نام ہوتا۔ ایسے بندوں کو میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ حج شہرت وناموری کا ذریعہ نہیں ہے، اگر مالدار بھی شہرت کی خاطر حج کرے تو اس سے بہتر ہے کہ وہ غریب ہوتا اور اسے حج کرنے کا موقع نہیں ملتا کیونکہ عبادت میں شہرت وناموری اعمال کی بربادی کا ذریعہ ہے اور جہنم میں لے جانے کا سبب بھی ہے۔ ہاں جو لوگ اللہ کی رضا کے لئے حج مبرور کرتے ہیں ایسے لوگ اللہ کے محبوب بندے ہیں، اسی طرح جو غریب ومسکین لوگ اللہ کی رضا کے لئے حج کرنا چاہتے ہیں مگر غربت وافلاس کے سبب ان کی یہ آرزو پوری نہیں ہوتی ایسے بندوں کو بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونی چاہئے ، اللہ نے اپنے بندوں کو مایوسی سے منع کیا ہے۔ اس احکم الحاکمین نے کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کی، حج کے معاملہ میں بھی اس نے سب کے ساتھ انصاف کیا۔ اگر کسی کو اللہ نے مالدار بنایا ہے تو کل قیامت میں اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے مال کیسے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ اور یہ بڑا کٹھن سوال ہوگا۔ جسے اللہ نے زیادہ مال نہیں دیا اس کے لئے آخرت میں آسانی ہی آسانی ہے کیونکہ مال کی آزمائش بہت سخت ہے۔ مالداری اور غریبی دونوں میں رب کی حکمت پوشیدہ ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ اللہ رب العالمین نے حج وعمرہ میں سب کے ساتھ کیسے انصاف کیا چنانچہ اس نے اپنے محبوب پیغمبر محمد ﷺ کے ذریعہ ہمیں ایسے اعمال کی خبر دی جو کرنے کے اعتبار سے معمولی ہیں مگر اجر وثواب کے اعتبار سے

میزان میں حج وعمرہ کے برابر ہیں چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کی روشنی میں نیچے بعض وہ اعمال ذکر کئے جاتے ہیں جن کی انجام دہی سے غریب وامیر سب کو حج وعمرہ کے برابر ثواب ملتاہے۔

(1)فجر کی نماز کے بعد سے طلوع شمس تک مسجد ہی میں ٹھہرنااور پھر دورکعت نماز پڑھنا:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:من صلى الغداة في جماعة، ثم قعد يذكر الله حتى تطلع الشمس، ثم صلى ركعتين كانت له كأجر حجة وعمرة تامة تامة تامة۔ (صحيح الترمذي: 586)

ترجمہ: جس نے جماعت سے فجر کی نماز پڑھی پھر اللہ کے ذکر میں مشغول رہا یہاں تک کہ سورج طلوع ہوگیا پھر دورکعت نماز پڑھی، تواس کے لئے مکمل حج اور عمرے کے برابر ثواب ہے۔

یہی حدیث الفاظ کی معمولی تبدیلی کے ساتھ اس طرح بھی وارد ہے۔

من صلَّى صلاةَ الصبحِ في جماعةٍ ، ثم ثبت حتى يسبحَ للهِ سُبحةَ الضُّحى ، كان له كأجرِ حاجٍّ و معتمرٍ ، تامًّا له حجتُه و عمرتُه(صحيح الترغيب:469)

ترجمہ: جس نے جماعت سے فجر کی نماز پڑھی اور ٹھہرا رہا یہاں تک کہ اس نے چاشت کی نماز پڑھ لی تو اس کے لئے حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے کے برابر ثواب ہے یعنی مکمل حج اور مکمل عمرے کا ثواب۔

(2)جماعت سے نماز پڑھنے جانااور نفل پڑھنے جانا:

ابوامامہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:من مشي إلى صلاة مكتوبة في الجماعة فهى كحجة، ومن مشي إلى صلاة تطوع في رواية أبي داود. أي صلاة الضحى. فهي كعمرة تامة. (صحيح الجامع: 6556)

ترجمہ: جو آدمی جماعت سے فرض نماز پڑھنے نکلتا ہے تو اس کا ثواب حج کے برابر ہے اور جو نفلی نماز کے لئے نکلتا ہے، ابوداؤد کی روایت میں ہے چاشت کی نماز کے لئے نکلتا ہے تو اسے مکمل عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔

(3)مسجدوں کے علمی مجالس میں شریک ہونا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:من غدا إلى المسجد لا يريد إلا أن يتعلم خيراً أو يُعَلِّمه، كان له كأجر حاج تاماً حجته۔(صحيح الترغيب:86)

ترجمہ: جو مسجد کی طرف علم حاصل کرنے یا علم سکھلانے کے لئے نکلتا ہے تو اسے مکمل حج کے برابر ثواب ملتا ہے۔

(4) نماز کے بعد ذکر واذکار کرنا:

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا:

جاء الفقراء إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقالوا: ذهب أهل الدثور بالدرجات العُلى والنعيم المقيم، يصلون كما نصلي ويصومون كما نصوم، ولهم فَضْلٌ من أموال يحجون بها ويعتمرون ويجاهدون ويتصدقون، قال: ألا أحدثكم بأمر إن أخذتم به أدركتم من سبقكم ولم يدرككم أحد بعدكم، وكنتم خير من أنتم بين ظهرانيه إلا من عمل مثله: تسبحون وتحمدون وتكبرون خلف كل صلاة ثلاثاً وثلاثين.(صحيح البخارى: 843)

ترجمہ: کچھ مسکین لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور بولے کہ مال والے تو بلند مقام اور جنت لے گئے۔ وہ ہماری ہی طرح نماز پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں۔ اور ان کے لئے مال کی وجہ سے فضیلت ہے، مال سے حج کرتے ہیں، اور عمرہ کرتے ہیں، اور جہاد کرتے ہیں، اور صدقہ دیتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جس کی وجہ سے تم پہلے والوں کے درجہ پاسکو اور کوئی تمہیں تمہارے بعد نہ پاسکے اور تم اپنے بیچ سب سے اچھے بن جاؤ سوائے ان کے جو ایسا عمل کرے۔ وہ یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد تم تینتیس بار (33) سبحان اللہ تینتیس بار (33) الحمدللہ اور تینتیس بار (33) اللہ اکبر کہو۔

(5) رمضان میں عمرہ کرنا:

رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے یعنی حج کی طرح ثواب ملتا ہے۔ نبی ﷺ نے ایک انصاریہ عورت سے فرمایا تھا:

فإذا جاء رمضانُ فاعتمِري . فإنَّ عُمرةً فيه تعدِلُ حجَّةً (صحيح مسلم:1256)

ترجمہ: جب رمضان آئے تو تم عمرہ کرلینا کیونکہ اس (رمضان) میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔

دوسری صحیح روایات میں ذکر میں ہے کہ رمضان میں عمرہ کرنا نبی ﷺ کے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔ صحیح ابن خزیمہ اور ابوداؤد وغیرہ میں مروی ہے کہ ایک عورت اپنے شوہر سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کرانے کی مانگ کرتی ہے اس حدیث میں آگے ذکر ہے:

وإنَّها أمرَتْني أن أسألَك ما يعدِلُ حجَّةً معَكَ فقالَ رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ أقرِئها السَّلامَ ورحمةَ اللَّهِ وبرَكاتِه وأخبِرْها أنَّها تعدِلُ حجَّةً معي يَعني عُمرةً في رَمضانَ(صحيح أبي داود:1990)

ترجمہ:اس مرد نے نبی ﷺ سے کہا کہ اس عورت (میری بیوی) نے مجھے کہا ہے کہ میں آپ سے یہ دریافت کروں کہ کون سا عمل آپ کے ساتھ حج کے برابر ہو سکتا ہے؟تورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اسے (میری طرف سے)السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنا اور اسے بتانا کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

(6)والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أن رجلاً جاء إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال: إني أشتهي الجهاد ولا أقدر عليه، قال: هل بقي من والديك أحد؟ قال: أمي، قال: قابل الله في برها، فإن فعلت فأنت حاج ومعتمر ومجاهد.

ترجمہ:ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیااور کہامیں جہاد کی خواہش رکھتا ہوں مگر اس کی طاقت نہیں۔ تو آپ نے پوچھا کہ تمہارے والدین میں سے کوئی باحیات ہیں؟تو اس نے کہا کہ ہاں میری ماں تو آپ نے بتایا کہ کاؤان کی خدمت کرو، تم حاجی، معتمر اور مجاہد کہلاؤ گے۔

☆بوصیری نے کہا کہ ابویعلی اور طبرانی نے اسے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔(اتحاف الخیرہ:474/5)عراقی نے تخریج الاحیاء میں حسن اور منذری نے الترغیب والترہیب میں جید کہا ہے۔

(7)مسجد قبامیں نمازپڑھنا:

جو شخص مسجد نبوی ﷺ کی زیارت کرے،اس کے لئے مسنون ہے کہ وہ مسجد قبا کی بھی زیارت کرے اور اس میں بھی دو رکعت نماز پڑھے کیونکہ نبی کریم ﷺ ہر ہفتے قبا کی زیارت کیا کرتے اور اس میں دو رکعت نماز ادا فرمایا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے گھر وضو کرے اور خوب اچھے طریقے سے وضو کرے اور پھر مسجد قبا میں آکر نماز پڑھے تو اسے عمرہ کے برابر ثواب ملتا ہے۔حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

من تطَهَّرَ في بيتِهِ , ثمَّ أتى مسجدَ قباءٍ ، فصلَّى فيهِ صلاةً ، كانَ لَهُ كأجرِ عمرةٍ.(صحيح ابن ماجه:1168)

ترجمہ: جو شخص اپنے گھر میں وضو کرے پھر مسجدِ قبا آئے اور اس میں نماز ادا کرے، تو اس کو عمرہ کے برابر ثواب ملے گا۔

مختصر الفاظ کے ساتھ روایت اس طرح بھی آئی ہے۔

الصَّلاةُ في مسجدِ قُباءَ كعُمرةٍ(صحيح الترمذي:324)

ترجمہ: مسجد قبا میں نماز پڑھنا عمرہ کے برابر ہے۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ دوسرے ممالک سے صرف مسجد قبا کے لئے زیارت کرکے آنے کا حکم نہیں ہے بلکہ یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو مدینہ طیبہ میں رہتے ہوں یا سعودی عرب یا سعودی عرب سے باہر سے آنے والے مسجد نبوی کی زیارت پہ آئے ہوں۔

(8)حاجی کا سامان سفر تیار کرنا یا ان کے گھر والوں کی خبر گیری کرنا:

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

من جهَّز غازيًا ، أو جهزحاجًّا ، أوخلَفه في أهلِه ، أوفطَّر صائمًا ؛ كان له مثلُ أجورِهم ، من غير أن ينقصَ من أجورِهم شيءٌ(صحيح الترغيب:1078)

ترجمہ: جس نے مجاہد کا سامان سفر تیار کیا یا حاجی کا سامان سفر تیار کیا یا ان کے گھر والوں کی خبر گیری کی یا کسی روزے دار کو افطار کیا تو اس کے لئے ان ہی کے برابر اجر ہے اور ان کے یعنی غازی یا حاجی یا روزہ دار کے اجر میں ذرہ برابر کمی نہیں کی جائے گی۔

حج وعمرہ کے برابر ثواب سے متعلق ضعیف وموضوع روایات

قارئین کرام ! یہ بات جان لیں کہ میں نے اوپر جو احادیث بیان کی ہے وہ ساری صحیح ہیں، ان پر عمل کرسکتے ہیں اور اللہ تعالی سے حج وعمرہ کے برابر اجر وثواب کی امید کرسکتے ہیں، نیز یہ بات بھی جان لیں کہ حج وعمرہ کے برابر ثواب سے متعلق بہت ساری دیگر روایات بھی آئی ہیں جو یا تو ضعیف ہیں یا موضوع جنہیں میں طوالت کے خوف سے یہاں ذکر نہیں کررہاہوں تاہم چند احادیث کی طرف اشارے کئے دیتاہوں۔ مثلا جمعہ والی مسجد میں فرض پڑھنا حج مبرور اور نفل

پڑھنا حج مقبول ہے، مسجد نبوی میں نماز ادا کرنا حج کے برابر ہے، ماں کی قبر کی زیارت کرنا عمرہ کے برابر ہے، رمضان میں دس دنوں کا اعتکاف دو حج اور دو عمروں کے برابر ہے، جس نے مسجد کو صاف کیا اسے چار سو حج کا ثواب ہے، جو صبح و شام سو مرتبہ تسبیح بیان کرے اسے سو حج کا ثواب ہے، جو اپنے بھائی کی مدد کرے اس کے لئے حج و عمرہ کا ثواب ہے، جس نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھی گویا اس نے آدم علیہ السلام کے ساتھ پچاس دفعہ حج کیا، عرفہ کے دن جمعہ ہونا ستر حج سے افضل ہے، پیدل والوں کے لئے ستر حج اور سوار کے لئے تیس حج کا ثواب ہے، اللہ کی راہ میں ایک لمحہ پچاس یا ستر حج سے افضل ہے، اہل بیت کی قبروں کی زیارت کا ثواب ستر حج کے برابر ہے، والدین کے چہرے کی طرف نظر رحمت سے دیکھنا حج مقبول و مبرور کے برابر ہے، سورہ حج کی تلاوت حاجیوں کی تعداد کے برابر ثواب ہے، مغرب کے بعد چار رکعت نماز ادا کرنا حج کے برابر ہے، جو حج کے راستے میں مر گیا اسے ہر سال حج کا ثواب ملتا ہے، جس نے سورہ یسین پڑھی اسے بیس حج کا ثواب ہے، جس نے مغرب کی نماز جماعت سے پڑھی اسے حج مبرور اور عمرہ مقبول کا ثواب ہے۔اس قسم کی اور بھی بہت سی روایات ہیں جن میں بعض ضعیف اور بعض موضوع ہیں۔

اے اللہ ! جنہیں تو نے حج و عمرہ کی سعادت سے نوازا ان کی عبادتوں کو قبول فرما اور جنہیں حج و عمرہ کی سعادت نصیب نہیں ہوئی انہیں اس کے برابر اجر و ثواب سے نواز دے۔آمین

BACK

میت کی طرف سے عمرہ کرنے کا حکم

آج زمانے کی ترقی، وسائل کی فراوانی، دولت کی کثرت اور اسفار کی سہولت فراہم ہونے سے حج وعمرہ جیسی عظیم الشان عبادات کی ادائیگی میں کافی آسانی پیدا ہوگئی ہے۔ یہ اللہ کے عظیم فضل واحسان میں سے ہے۔ اس فضل سے بہت سے مالی فقیر ومسکین بھی اجر وثواب میں غنی ہوگئے، بہت سے عاصی کعبۃ اللہ کی زیارت سے فیضیات ہوکر دھنی ہوگئے، بہت سی ترسنے والی آنکھوں نے قریب سے روئے زمین پہ رب الجلال کے پہلے گھر کا دیدار کرلیا۔ آج اللہ کے فضل کی وجہ سے حرمین شریفین کی زیارت کرنے والوں کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے، یہ فضیلت مالداروں کے علاوہ کم پیسے والوں کو بھی اکثر میسر ہو جارہی ہے۔ اس فضل ربانی پر جس قدر حمد وثنا بیان کی جائے کم ہے۔

آج کل بڑی تعداد میں دنیا کے کونے کونے سے لوگ عمرہ کی ادائیگی کے لئے آتے ہیں، اپنی جانب سے عمرہ ادا کرنے کے بعد اکثر کے دل میں میت کی جانب سے خصوصا فوت شدہ والدین کی طرف سے عمرہ بدل کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں اور بہت سے لوگ اپنے ملک سے ہی وفات یافتہ والدین کی طرف سے عمرہ کرنے آتے ہیں۔ بسا اوقات کچھ علماء میت کی طرف عمرہ کرنے سے منع کرتے ہیں ایسے میں عام لوگوں کے دل میں تردد پیدا ہوتا ہے اور صحیح بات جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ میت کی جانب سے عمرہ کیا جاسکتا ہے کہ نہیں؟

میں نے دلائل کا بنظر غایر مطالعہ کیا تو مجھے یہ معلوم ہوا کہ جس طرح میت کی جانب سے حج کرسکتے ہیں اسی طرح میت کی جانب سے فقط عمرہ بھی کرسکتے ہیں۔ آیئے اس سلسلے میں چند دلائل پہ غور کرتے ہیں اور میت کی جانب سے عمرہ کرنے کے جواز کا علم حاصل کرتے ہیں۔

سب سے پہلے وہ حدیث پیش کرتا ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک زندہ شخص دوسرے زندہ عاجز شخص کی جانب سے جس طرح حج کرسکتا ہے اسی طرح عمرہ بھی کرسکتا ہے۔

عن أبي رزينٍ رجلٌ من بني عامرٍ أنَّهُ قالَ: يا رسولَ اللَّهِ إنَّ أبي شيخٌ كبيرٌ لاَ يستطيعُ الحجَّ ولاَ العمرةَ ولاَ الظَّعن. قالَ: احجج عن أبيكَ واعتمر.(صحيح أبي داود:1810)

ترجمہ: حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سوال کیا: اے اللہ کے رسول میرے باپ بہت بوڑھے ہیں، حج وعمرہ نہیں کرسکتے اور نہ ہی سواری پر بیٹھ سکتے ہیں؟ }تو کیا میں ان کی طرف سے حج وعمرہ کروں؟{ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے باپ کی طرف سے حج وعمرہ کرو۔

اس میں کوئی شک اور اختلاف نہیں ہے کہ عمرہ بھی حج ہی کی طرح ہے، جس طرح ایک شخص اپنی جانب سے فریضہ حج ادا کرنے کے بعد بھی نفلی حج بار بار کرسکتا ہے اسی طرح عمرہ بھی بار بار کرسکتا ہے۔ اس کی دلیل ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: العمرةُ إلى العمرةِ كفَّارةٌ لمَا بينَهما ، والحجُّ المبرورُ ليسَ لهُ جزاءٌ إلا الجنَّةُ .(صحيح البخاري:1773)

ترجمہ: ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ دونوں کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

ان دونوں احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ایک زندہ شخص اپنے لئے صرف حج یا صرف عمرہ کرسکتا ہے اسی طرح کسی غیر کی طرف سے بھی صرف حج یا صرف عمرہ بھی کرسکتا ہے۔ جن لوگوں نے یہ کہا کہ عمرہ کو حج پہ قیاس کرنا صحیح نہیں ہے ان کا کہنا درست نہیں ہے، یہاں قیاس ہی نہیں واضح طور پر نص سے یہ معنی ومفہوم نکلتا ہے۔ آگے بھی اس بات کا ذکر آئے گا۔

اب وہ دلیل دیکھیں جس میں میت کی جانب سے حج کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

أنَّ امرأةً من جُهينةَ، جاءت إلى النبيِّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ فقالت : إن أمي نذرت أن تحجَّ، فلم تحج حتى ماتت، أفأحجُّ عنها ؟ قال : نعم، حجي عنها، أرأيتِ لو كان على أملكِ دينٌ أكنتِ قاضيتَة ؟ اقضوا اللهَ، فاللهُ أحقُّ بالوفاءِ .(صحيح البخاري:1852)

ترجمہ: قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی مگر اسے حج کیے بغیر موت آگئی ہے۔ آیا میں اس کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں اس کی

طرف سے حج کرو۔ مجھے بتاؤ اگر تمھاری ماں کے ذمے قرض ہوتا تو کیا تو اسے ادا کرتی؟ اللہ کا حق بھی ادا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادہ لائق ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔

یہ حج نذر ہے اور نذر کا مطلب یہ ہے کہ جس نے کوئی نذر مانی اسے پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اگر پورا کئے بغیر مر جائے تو اس کے اولیاء میت کی طرف سے نذر پوری کریں گے۔ ایک دوسری حدیث میں ماں کے بجائے بہن کا ذکر ہے۔ اِن اختي قد نذرت ان تحج وإنها ماتت(صحيح البخاري:6699)

ترجمہ: میری بہن نے نذر مانی تھی کہ حج کریں گی لیکن اب ان کا انتقال ہو چکا ہے؟

ایک تیسری حدیث میں نذر کے بغیر ایک عورت کا واقعہ اس طرح مذکور ہے کہ میری ماں جو وفات پاگئی ہے انہوں نے کبھی حج نہیں کیا۔

إنها لم تحجَّ قط . أفأحجُّ عنها ؟ قال " حُجِّي عنها (صحيح مسلم:1149)

ترجمہ: انہوں نے کبھی حج نہیں کیا، کیا میں ان کی طرف سے حج کرلوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، ان کی طرف سے حج کر لے۔

بظاہر یہ الگ الگ واقعات ہیں، ان سے ایک بات تو بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جس نے کبھی حج نہ کیا ہو اس کی وفات ہو جائے تو اس کی جانب سے حج یا عمرہ کیا جا سکتا ہے۔

اس حدیث کے علاوہ ایک عمومی حدیث ملتی ہے جس میں ایک صحابی میت کی طرف سے حج کرتے ہیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

أنَّ النَّبيَّ صلى الله عليه وسلم سمعَ رجلاً يقولُ: لبَّيْكَ عن شبرمة. قالَ: من شبرمةَ؟ قالَ: أخٌ لي أو قريبٌ لي. قالَ: حججتَ عن نفسِكَ؟ قالَ: لا. قالَ: حجَّ عن نفسِكَ ثمَّ حجَّ عن شبرمةَ.(صحيح أبي داود:1811)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کہتے سنا: «لبیک عن شبرمة» حاضر ہوں شبرمہ کی طرف سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: شبرمہ کون ہے؟، اس نے کہا: میرا بھائی یا میرا رشتے دار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے اپنا حج کرلیا ہے؟، اس نے جواب دیا: نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے اپنا حج کرو پھر (آئندہ) شبرمہ کی طرف سے کرنا۔

سنن ابن ماجہ میں اس حدیث پہ باب قائم ہے "بَابُ :الْحَجِّ عَنِ الْمَيِّتِ" (باب: میت کی طرف سے حج کرنے کا بیان)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج بدل کرنے والے سے یہ پوچھا کہ شبرمہ کون ہے؟ اور پوچھا کہ اپنا حج کیا کہ نہیں؟ اور کوئی سوال نہیں کیا کہ حج فرضہ تھا کہ نہیں؟

اس حدیث سے اور اوپر والی احادیث سے صاف صاف ظاہر ہے کہ جس نے زندگی میں حج یا عمرہ نہ کیا اس کی جانب سے حج یا عمرہ انجام دیا جاسکتا ہے۔ عمرہ بھی حج کی طرح ہے جیسا کہ اوپر حدیث بھی گزری ہے۔ محض عمرہ کرنا، محض حج (افراد) کرنا یا حج وعمرہ (قران وتمتع) کرنا ساری صورتیں جائز ہیں۔ اس وجہ سے جیسے ایک زندہ شخص اپنی جانب سے یہ ساری صورتیں انجام دے سکتا ہے میت کی طرف سے بھی انجام دے سکتا ہے یعنی کوئی چاہے تو میت کی طرف سے محض عمرہ کرسکتا ہے، کوئی چاہئے تو میت کی طرف سے محض حج ادا کرسکتا ہے اور کوئی چاہے تو میت کی طرف سے حج وعمرہ دونوں ادا کرسکتا ہے۔

اہل علم کا ماننا ہے کہ جس کے اوپر حج یا عمرہ فرض نہیں ہے اگر اسے کوئی پیسہ دے کر حج کرائے تو حج وعمرہ صحیح ہے حتی کہ ایک مسکین وفقیر کو بھی پیسہ دے کر حج کرایا جاسکتا ہے۔ جب زندہ غریب شخص کو پیسہ دے کر حج وعمرہ کرایا جائے تو حج وعمرہ ہوجائے گا تو میت اس سے بھی زیادہ نیکیوں کا محتاج ہے کیونکہ اس کے عملوں کا سلسلہ منقطع ہوچکا ہے، اس وجہ سے میت کی جانب سے حج یا عمرہ نفلی طور پر بھی ادا کیا جاسکتا ہے یعنی کسی کے اوپر حج یا عمرہ فرض نہیں تھا اس کا انتقال ہوگیا ہے تو اس کی جانب سے اولیاء حج وعمرہ کرسکتے ہیں۔

ایک اہم بات کی طرف مزید اشارہ کردینا مناسب سمجھتا ہوں کہ حج وعمرہ خالص بدنی عبادت نہیں ہے بلکہ بدنی کے ساتھ مالی بھی ہے اور میت کی طرف سے مالی صدقہ کرنے میں اہل علم کے یہاں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ان ساری باتوں کا خلاصہ یہ ہوا کہ میت کی طرف سے حج کی طرح عمرہ بھی کرسکتے ہیں۔

عمرہ بدل کرنے کی نیت اور اس کا طریقہ:

میت کی طرف سے عمرہ کا وہی طریقہ ہے جو زندوں کے لئے ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے البتہ نیت کرتے وقت نام لینا چاہئے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ عمرہ کا احرام باندھتے وقت میقات پہ کہے۔ لبیک عمرۃ عن فلاں۔۔ فلاں کی جگہ

میت کا نام لے لیں۔ دل میں پہلے سے نام ہو اور عمرہ کی نیت کرتے وقت نام لینا بھول گئے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ نیت کرنے کے بعد اسی طرح عمرہ کرنا ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمرہ کا طریقہ احادیث میں بیان کیا گیا ہے۔

عمرہ بدل کے چند احکام و مسائل:

☆ عمرہ بدل کی شرط یہ ہے کہ عمرہ کرنے والا پہلے اپنا عمرہ کر چکا ہو تب ہی میت کی طرف سے عمرہ کر سکتا ہے۔

☆ میت نے عمرہ کی نذر مانی تھی یا وصیت کی تھی تو اس کے وارثین پر واجب کہ ترکہ سے عمرہ کرے لیکن اگر مال نہیں چھوڑا تو اس صورت میں واجب نہیں ہے تاہم وارث کے لئے اپنے مال سے عمرہ بدل کرنے کا استحباب باقی رہتا ہے۔

☆ میت نے عمرہ کی وصیت نہ بھی کی ہو تب بھی اس کی جانب سے عمرہ کرنا مشروع ہے یعنی عمومی طور پر میت کی طرف سے عمرہ کر سکتے ہیں اور اس کا ثواب میت کو پہنچے گا۔

☆ بعض لوگ جہالت کی وجہ سے ایک ساتھ ماں اور باپ دونوں کی جانب سے عمرہ کی نیت کر لیتے ہیں جبکہ ایک بار میں ایک نیت سے یا تو باپ کی طرف سے عمرہ کر سکتے ہیں یا ماں کی طرف سے۔

☆ مرد عورت کی طرف سے اور عورت مرد کی طرف سے عمرہ بدل کر سکتے ہیں۔

☆ لوگوں میں جو یہ خیال مشہور ہے کہ میت کی طرف سے عمرہ ہوتا ہے اور زندہ کی طرف سے طواف ہوتا ہے غلط ہے۔ میت کی طرف سے عمرہ والی بات صحیح ہے مگر زندوں کی طرف سے طواف والی بات غلط ہے۔ زندہ بدنی طور پر عاجز شخص (جس کی شفایابی کی امید نہ ہو) کی طرف سے عمرہ کر سکتے ہیں مگر تندرست شخص کی طرف سے نہ طواف کر سکتے ہیں اور نہ ہی عمرہ۔

☆ والدین کے علاوہ دوسرے وفات یافتہ رشتہ دار کی طرف سے بھی عمرہ کر سکتے ہیں اور ایک میت کی طرف سے ایک بار عمرہ کافی ہے، زندہ خود نیکیوں کا محتاج ہے اس لئے اپنی جانب سے بار بار عمرہ کرے۔

☆ سعودی عرب میں رہنے والوں کے لئے آسانی ہے وہ ایک سفر میں ایک ہی عمرہ پہ اکتفا کریں، یہی سنت ہے اور جو باہری ممالک سے عمرہ پہ آتے ہیں ان (آفاقی) کے حق میں بھی ایک سفر میں ایک ہی عمرہ مسنون ہے تاہم زندگی میں دوبارہ آنے کی امید نہ ہو اور وہ اپنا عمرہ کرنے کے بعد اپنے وفات یافتہ والدین کی جانب سے عمرہ بدل کرنا چاہتے ہوں تو

ایسی صورت میں بعض علماء نے جواز کا فتوی دیا ہے۔ عمرہ بدل کرنے کے لئے حدود حرم سے باہر جا کر کسی جگہ (مسجدہ عائشہ وغیرہ) سے احرام باندھ کر عمرہ کر سکتے ہیں۔

☆ جس طرح عمرہ بدل کا اجر میت کو ملتا ہے اسی طرح عمرہ کرنے والے کو بھی ملے گا۔

☆ بہتر تو یہی ہے کہ میت کی جانب سے کوئی قریبی آدمی عمرہ کرے تاہم دوسرے کسی امین وصالح آدمی کو بھی اجرت دے کر عمرہ بدل کرا سکتے ہیں، بعض لوگ محض مال کمانے کی غرض سے حج بدل یا عمرہ بدل تلاش کرتے ہیں جو کہ جائز نہیں ہے۔

☆ قرض کی ادائیگی کرنا آسان ہو تو قرض لیکر بھی میت کی جانب سے عمرہ بدل کر سکتے ہیں اور آسانی سے قرض نہیں چکا سکتے ہیں تو قرض لیکر خود کو مشقت میں نہ ڈالیں۔

BACK

دوران حج وفات پانے والے حاجی کے احکام

بسا اوقات دوران حج حادثہ ہونے یا یونہی فطری طور پر حج کرنے والا اچانک وفات پا جاتا ہے۔ اس پر اس کے ورثاء بہت غمگیں ہوتے ہیں اور اس کا حج ادھورا ہونے کی وجہ سے مزید بے چین ہو جاتے ہیں۔ کسی کا دنیا سے جانا اس کے وارثین کے لئے واقعی باعث غم ہے مگر اس پہ رونا نہیں چاہئے اور جس کی موت اللہ کے راستے میں ہوا ایسا شخص تو خوش نصیب ہے۔ ہم سب اللہ تعالی سے دعا کریں کہ یارب ہمیں نیکی کی راہ میں موت دے۔ یہ حسن خاتمہ کی علامت ہے، اللہ کی رحمت سے امید کرتے ہوئے ایسی موت پر جنت کی راہ آسان ہو سکتی ہے۔

یہاں حج کے دوران وفات ہونے سے کئی مسائل ہیں جنہیں جاننا ضروری ہے۔ سب سے اہم سوال یہ ہے کہ اگر کسی پر حج فرض تھا، اللہ کی توفیق سے وہ حج کی ادائیگی کے لئے گھر سے نکل پڑا تھا اور مکہ پہنچ کر حج کی ادائیگی کر رہا تھا کہ اسی دوران اس کی وفات ہو گئی تو کیا اس کے ورثاء پر وفات پانے والے کے مال سے اس حج کی قضا واجب ہے؟ اور اس کے غسل وکفن کا کیا طریقہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جو دوران حج وفات پا جائے اس کی بڑی فضیلت ہے ایسے شخص کی طرف سے قضا کا حکم شریعت میں نہیں ملتا۔ اللہ تعالی نے اس کی زندگی میں جتنا عمل کرنا مقدر کیا تھا اتنا کر لیا اور جتنے کی نیت کی تھی اس کا مکمل اجر ملے گا۔ اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا:

بينَا رجلٌ واقفٌ مع النبيِّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ بعرَفَةَ ، إذْ وَقَعَ عن راحلتِهِ فَوَقَصَتْهُ ، أو قال فأَقْعَصَتْهُ ، فقالَ النبيُّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ : اغْسِلوهُ بماءٍ وسِدْرٍ ، وكَفِّنُوهُ في ثَوْبَيْنِ ، أو قالَ : ثَوْبَيْهِ ، ولا تُحَنِّطُوهُ ، ولا تُخَمِّروا رأسَهُ ، فإنَّ اللهَ يبْعَثُهُ يومَ القيامةِ يُلَبِّي .(صحيح البخاري:1849)

ترجمہ: میدان عرفات میں ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا کہ اپنی اونٹنی سے گر پڑا اور اس اونٹنی نے اس کی گردن توڑ ڈالی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی اور بیری کے پتوں سے اسے غسل دو

اور احرام ہی کے دو کپڑوں کا کفن دو لیکن خوشبو نہ لگانا نہ اس کا سر چھپانا کیوں کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں اسے لبیک کہتے ہوئے اٹھائے گا۔

اس حدیث کی روشنی میں دوران حج وفات پانے والے کو بیری، پانی اور غیر خوشبو والے صابون سے غسل دیا جائے گا اور احرام کے کپڑے میں ہی کفن دیا جائے گا۔ نہ اس کا بال کاٹا جائے گا، نہ اس کا ناخن کاٹا جائے گا اور نہ ہی اسے خوشبو لگائی جائے گی۔ محرم کی طرح اس کا سر بھی کھلا رہے گا اور کھلے سر، ایک چادر، ایک ازار میں نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا جائے گا۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ حاجی ہے، قیامت میں اسی حالت میں تلبیہ پکارتا ہوا اٹھایا جائے گا۔ ہاں اگر مرنے والی عورت ہو تو اس کا سر و چہرہ سمیت مکمل بدن ڈھانپا جائے گا۔ اور چونکہ اس حدیث میں یا دیگر کسی حدیث میں دوران حج وفات پانے والے میت کی طرف سے قضا کا حکم نہیں ہے اس لئے اس کی طرف سے قضا کرنا ضروری نہیں ہے، نہ اسے اتمام کی ضرورت ہے اور نہ کوئی فدیہ یا کفارہ ہے۔ اگر اللہ نے میت کو مال کی فراوانی سے نوازا ہے اور اس کے ورثاء میں سے کوئی قضا کے طور پر حج کرلے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ حج قضا کرنے والا پہلے اپنا حج کر چکا ہو۔

مزید چند مسائل

☆ اگر میت نے وصیت کی تھی کہ اگر میں حج نہ کر سکا تو میری جانب سے میرے ورثاء حج کریں تو پھر میت کے وارث پر اس کی طرف سے حج کرنا واجب ہے۔

☆ جس نے حج کی نیت کی تھی مگر حج کا احرام باندھنے سے پہلے وفات پا گیا تو اس کا حج باقی ہے جسے اس کا وارث ادا کرے گا لیکن نیت کا ثواب اللہ کی طرف سے اسے ملے گا۔

☆ میت کے ذمہ قرض ہو اور وصیت بھی کی ہو تو پہلے قرض ادا کیا جائے گا پھر وصیت کا نفاذ عمل میں آئے گا۔

☆ اسی طرح وہ شخص جسے اللہ نے حج کرنے کی طاقت دی تھی مگر کسی وجہ سے وہ حج نہ کر سکا، نہ حج کی نیت کر سکا اور بغیر حج کے وفات پا گیا تو میت کے ترکہ میں سے کسی دیندار شخص کو پیسہ دے کر حج کرایا جائے گا خواہ حج کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔

☆ اگر کوئی میت طاقت نہ ہونے کی وجہ سے زندگی میں حج نہ کر سکا تھا تو اس کی مالدار اولاد فوت شدہ والدین کی طرف

سے حج وعمرہ کر سکتے ہیں۔

☆ دوران حج وفات پانے والے کو شہید کہنے کی صریح دلیل نہیں ملتی مگر یہ حسن خاتمہ کی علامت ہے اور افضل اعمال میں سے ہے اس لئے بڑے اجر وثواب کی امید ہے جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان اوپر گزرا ہے اور ایک یہ بھی فرمان ہے:

من خرج حاجًّا فمات ؛ كتب اللهُ له أجرَ الحاجِّ إلى يومِ القيامةِ (صحيح الترغيب:1267)

ترجمہ: جو حج کے لئے نکلتا ہے اور وفات پاجاتا ہے تو اللہ اسے قیامت کے دن حج کرنے والے کے برابر ثواب دے گا۔

☆ گوکہ میت کی لاش ایک ملک سے دوسرے میں منتقل کرکے دفن کی جاسکتی ہے مگر یہاں معاملہ عام میت کا نہیں ہے بلکہ محرم کا ہے جس کا سر کھلا ہوتا ہے ایسے میت کو دوسرے ملک میں منتقل نہ کرنا بہتر ہے۔ نبی ﷺ نے شہداء کی لاشیں منتقل نہیں کی۔

☆ حاجیوں میں ایک رواج عام ہے وہ اپنے گھروں سے کفن لیکر چلتے ہیں کہ کہیں موت آجائے تو اس میں کفن دے دیا جائے، ایسا کرنے کی کوئی سنت رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب سے منقول نہیں ہے لہذا اس عمل کو چھوڑ دینا چاہئے اور حاجیوں کا کفن تو احرام کا کپڑا ہے۔

☆ آخری بات حاج وہ ہے جس نے حج کا احرام باندھ لیا مگر جس نے ابھی احرام نہیں باندھا صرف حج کا ارادہ یا نیت کی ہے تو وہ حاج نہیں ہے مگر اللہ تعالی نیت کا بھی پورا ثواب دیتا ہے۔

BACK

حج وعمرہ سے واپسی پہ غیر مسلم کو زمزم و کھجور دینا

اللہ کی طرف سے حجاج و معتمرین کے لئے مکہ مکرمہ کا سب سے انمول تحفہ یہاں کا زمزم اور کھجور ہے۔ دنیا کے کونے کونے سے آنے والے زائرین مکہ یہاں سے اپنے وطن کے لئے کم از کم دو چیزیں ضرور لے جاتے ہیں، ان دونوں چیزوں کے لے جانے کا اصل مقصد لوگوں کو مقدس سرزمین کا مبارک تحفہ پیش کرنا ہے جو (زمزم) بلدالحرام کے علاوہ دنیا کے کسی حصے میں دستیاب نہیں ہے۔

احادیث صحیحہ سے پتہ چلتا ہے کہ ماءزمزم بابرکت اور شرف والا ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم کے بارہ میں فرمایا:

إنها مباركة إنها طعام طعم۔

ترجمہ: بلاشبہ یہ بابرکت اور کھانے والے کے لیے کھانا بھی ہے۔(صحیح مسلم :2473)

اسی طرح حدیث میں زمزم کو "شفاء سقم" (یہ بیمار کے لیے شفا ہے) کہا گیا ہے۔(صحیح الجامع للالبانی :3572)

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو اس سے بیحد عقیدت ہے اور شفا ہونے کے سبب مختلف بیماریوں میں بھی اسے استعمال کرتے ہیں۔

آج سائنس نے تحقیق کرکے ہمیں یہ بتلایا ہے کہ زمزم میں موجود کیمیائی اجزاء کے بے شمار طبّی فوائد ہیں اور بہت ساری بیماریوں کے سدباب کا ذریعہ ہیں۔ ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

زمزم اعضاء کی حرارت وحدت کو ختم کرتا ہے، قے، متلی، قبض، پیٹ، جوڑ، اور آنت کے درد، ذیابطس، پیچپش، پتھری، ہیضہ، زہر، کمزوری، بدہضمی، تھکن، دمہ، زکام، جراثیم اور بواسیر کو دور کرتا ہے۔ یہ ریاحی امراض، جلدی امراض، پیٹ کے امراض اور مختلف قسم کے زیریلے امراض میں بیحد مفید ہے۔ اسی طرح چستی، قوت حافظہ اور قوت بدن میں اضافہ کا سبب ہے۔ ان کے علاوہ نہ جانے کتنے طبّی فوائد ہیں جنہیں اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

جو لوگ حج یا عمرہ سے واپس جاتے ہیں، ان کے پاس پڑوس میں رہنے والے غیر مسلم جب حاجی صاحبان کے گھر مکہ مکرمہ سے واپسی پر زمزم پینے کے لئے جوق در جوق لوگوں کو جاتا دیکھتے ہیں تو اس کے دل میں بھی زمزم پینے کی خواہش

ہوتی ہے۔زمزم سے مسلمانوں کی عقیدت دیکھ کر بعض غیر مسلم مانگنے بھی آجاتے ہیں۔ایسے عالم میں ہمیں چاہئے کہ انہیں یہ عظیم تحفہ پیش کریں ، ساتھ ہی یہاں ایک اور کام کریں ۔ آپ کے پاس ابراہیم واسماعیل وہاجرہ علیہم السلام کی سیرت ،زمزم کا واقعہ اور مناسک حج وعمرہ کے بعض توحیدی پہلو بیان کرنے کا سنہری موقع ہے،آپ ان سے بیان کریں،زمزم کے کچھ روحانی فوائد بھی بیان کریں،ہوسکتا ہے آپ کی کسی بات سے متاثر ہو جائے یازمزم سے کوئی خاص فائدہ حاصل ہو اور یہ اس کی ہدایت کا ذریعہ بن جائے۔ حالات وظروف کے حساب سے متعدد بار بھی ملاقات کی جاسکتی ہے اور مختلف پہلوؤں پر مزید بات چیت کی جاسکتی ہے۔ زمزم سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرنے والوں کے بعض واقعات ملتے ہیں۔ایک عجیب واقعہ میرے ساتھ اس طرح پیش آیا۔

یہ واقعہ ہے سعودی عرب کے بریدہ کی جو منطقہ قصیم کا ایک معروف شہر ہے۔یہاں پرنیپالیوں کی تعداد دیگر منطقہ کے مقابلے کچھ کم نہیں۔ بہت ساری کمپنیوں میں سیکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ان میں بیشتر تعداد غیر مسلموں کی ہے۔ان نیپالی غیر مسلموں کو اسلام کی طرف بلانے کے لئے کئی دعوتی ادارے سرگرم عمل ہیں۔ان میں سرے فہرست دفتر تعاونی برائے دعوت وارشاد وسط بریدہ کا نام آتا ہے۔ میں نے اسی دعوتی سنٹر سے غیر مسلموں کے درمیان دعوتی مشن شروع کیا۔

قصہ مختصر یہ کہ ایک نیپالی ٹھیک ہمارے مرکزاوررہائش کے تعلیمی شعبے کے پاس رہا کرتا تھا، وہ شکل سے مسلمان ظاہر ہوتا تھااس لئے بہت سارے مسلمان اسے مسلم سمجھ کر سلام کیا کرتے تھے،مزے کی بات یہ کہ وہ ہلکی سی داڑھی بھی رکھتا تھا۔اچانک میری ملاقات ان سے ہوئی، مجھے بھی مسلم ہونے کا گماں ہوا لیکن میرے دوسرے ساتھی نے بتایا کہ آپ اسے سمجھائیں یہ غیر مسلم ہے۔ میں نے اس سے بات چیت کی اور اسلام کی حقیقت سے اسے روشناس کیااور جاتے وقت اسے چند نیپالی کتابیں دی۔ کئے روز گزرے اور کئی بار اس سے ملاقاتیں ہوتی رہیں

ایک دن صبح اچانک وہ بھاگے بھاگے اسلامی سنٹر پہنچااور اس نے ارادہ ظاہر کیا کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں، میں نے اس سے سبب پوچھاتواس نے تفصیل سے اپنی کہانی سنائی۔

آج کی رات میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک بہت عالیشان مسجد کے پاس ہوں، مجھے پیاس لگی ہے۔ میرے سامنے پانی تھا لیکن وہ گدلا تھا، اس پانی کے آگے صاف وشفاف پانی کا ایک چشمہ نظر آرہا تھا۔ میں نے صاف پانی پینے کے لئے آگے بڑھا تو یہ گدلا پانی میرے راستہ کی رکاوٹ بننے لگا، جتنی بار کوشش کی ناکام رہا۔ گدلے پانی کی وجہ سے صاف پانی تک رسائی ممکن نہ ہو سکی۔ اتنے میں میری نیند کھل گئی اور میرے دل میں عالیشان مسجد کی تصویر تھی جس سے یہ احساس دل میں پیدا ہونے لگا کہ میں نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں اور میں مسلمان نہیں جسکی وجہ سے میں صاف پانی نہیں پی سکا۔ اس لئے میں مسلمان ہو جاتا ہوں تاکہ صاف پانی پی کر اپنی پیاس بجھا سکوں۔

اس لئے میں نے اسلام لانے کا پکا ارادہ کر لیا ہے۔ اور اس نے کلمہ پڑھ لیا۔

أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،، الحمد لله على ہذه النعمة ۔

کچھ دنوں بعد میں نے اسے عمرے کی ادائیگی کے لئے بیت اللہ کا ہمسفر بنایا، جب پہلی نظر اس کی بیت اللہ شریف پر پڑتی ہے تو چیخ اٹھتا ہے کہ یہی تو وہ مسجد ہے جسے میں نے خواب میں دیکھا تھا اور میری ہدایت کا ذریعہ بنا۔ سبحان اللہ العظیم۔

اور میں نے زمزم پلا کر اس کی پیاس ہمیشہ کے لئے بجھا دی۔ اور پھر اسی سال اپنے ہمراہ حج جیسی عظیم عبادت کروائی، اور وہ الحمد للہ اب اسلام پر مضبوطی سے عمل پیرا ہے، اور برجستہ کہتا ہے کہ اگر مجھے کاٹ بھی ڈالے تو اسلام سے نہیں پلٹوں گا۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت کی توفیق عطا فرما اور غیر مسلموں کے درمیان بھی دعوت وتبلیغ کرنے کا شوق وجذبہ اور حوصلہ دے۔ اور اسلام کو ہر جگہ سربلندی عطا فرما۔ آمین

BACK

ٹریولس ایجنسی کے ذریعہ قسطوں پر حج و عمرہ کرنا

آج کل ہر قسم کی تجارت میں آسان سے آسان راہ فراہم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے تاکہ ہر کوئی تجارت اور خریداری سے فائدہ اٹھاسکے، قطع نظر اس سے کہ آدمی کم پیسے والا ہے یا زیادہ پیسے والا۔ اس کام کے لئے تجارت میں قسطوں کی بیع لائی گئی تاکہ وقفہ وقفہ سے تھوڑا تھوڑا پیسہ جمع کرکے غریب سے غریب آدمی اپنی مرضی کا سامان خرید سکے، اپنی مرضی کی تجارت کرسکے اور من میں پیدا ہونے والا مہنگا سے مہنگا کام انجام دے سکے۔ حج وعمرہ کے سلسلے میں بھی ٹراویلس والوں کی جانب سے قسطوں کی اسکیم چلائی جارہی ہے تاکہ جس کے پاس کم آمدنی ہو یا تھوڑے پیسے ہوں یا جو کبھی حج یا عمرہ نہیں کرسکتا ہو ایسے افراد بھی حج وعمرہ کی ادائیگی کرسکے۔

اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کچھ حج اور عمرہ ٹورس والے ایسی اسکیمیں بناتے ہیں کہ حج اور عمرہ کے لئے قسطوں میں ادائیگی بھی کی جاسکتی ہے، تھوڑا تھوڑا کرکے پیسہ قسطوں میں بھرنا ہوتا ہے اور جب پیسہ مکمل بھرا جاتا ہے تب وہ حج یا عمرہ پر لے جاتے ہیں۔ یہاں شرعی نقطہ نظر سے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اسطرح قسطوں میں رقم بھر کر حج یا عمرہ کیا جاسکتا ہے؟ اس طرح حج وعمرہ کی ادائیگی صحیح مانی جائے گی؟

اس سوال کا شرعی اعتبار سے جواب جاننے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس اسکیم کی حقیقت واضح کردی جائے۔ ہر ہر بڑے شہر میں سیکڑوں کی تعداد میں ٹراولس ایجنسیاں ہونے کے باعث تجارت میں طبیعت کے حساب سے منافع نہیں ہوتا ہے، اکثر ایسے لوگ سستی تجارت کے نام پر عوام کو دھوکہ دیتے ہیں اور باطل طریقے سے ان کا مال ہڑپتے ہیں۔ قسطوں کے حج وعمرہ پیکیج کے پیچھے لوگوں کے ساتھ ہمدردی کم، اکثر ظلم وزیادتی مقصود ہوتی ہے۔ اکثر وبیشتر ایسی اسکیم والے لوگوں سے پیسہ لوٹتے ہیں، ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو واقعی اس اسکیم کے تحت حج وعمرہ کراتے ہیں مگر اکثر بدعنوانی کا شکار ہیں۔ اس سلسلے میں انٹرنیٹ اور اخبارات میں شائع قسطوں پہ حج وعمرہ کی خبریں ملاحظہ فرمائیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہر ٹریولس ایجنسی کو حج وعمرہ کرانے کا اختیار نہیں ہوتا ہے، ان کا اصل کام ہوائی ٹکٹ کا ہوتا ہے مگر یہ لوگ بغیر لائسنس کے غیر قانونی طور پر حج وعمرہ کا ٹور لیکر جاتے ہیں۔

حج وعمرہ اللہ کی جانب سے ان لوگوں پر فرض ہے جنہیں اللہ تعالی نے آسانی کے ساتھ بیت اللہ کا سفر کرنے کی طاقت دی ہو۔آسان قسطوں پر حج وعمرہ کی اسکیم چلانے والوں نے ہر کسی کو سبز باغ دیااور شہروں میں اپنے ایجنٹ چھوڑ کر ان کے ذریعہ ہر کسی کو حج وعمرہ کرنے پر اکسایا۔حج وعمرہ کرنا ہر مسلمان کی دلی خواہش ہوتی ہے مگرنہ سب کے اوپر فرض ہے اور نہ ہی سب کی یہ خواہش پوری ہوسکتی ہے۔یہ اللہ کی توفیق پر منحصر ہے۔کتنے تو پیسے ہوتے ہوئے بھی اس فریضے کی سعادت سے محروم ہیں۔بہر کیف! آسان قسطوں اور ایجنٹ کی چکنی چکنی باتوں میں آکر بہت سے غریب ومزدور لوگ حج وعمرہ کے لئے پیسے جمع کرنے آجاتے ہیں۔اس اسکیم میں بہت ساری خرابیاں ہیں جن میں سے چند اختصار کے ساتھ یہاں بیان کرتا ہوں۔

(1)انسان کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے، کب کسے موت آجائے کوئی نہیں جانتا اس وجہ سے کسی کام کے اس طرح کا معاملہ کرنا درست معلوم نہیں ہوتا، کوئی یہ کہہ سکتا ہے جو حکومتی پیمانے پر حج کرتا ہے اس کی موت کی بھی کوئی خبر نہیں پھر وہ کیوں حج کرتا ہے؟ان دونوں معاملوں میں واضح فرق ہے۔حکومت کی جانب سے حج کا معاملہ بالکل واضح ہوتا ہے، آدمی حج کی مکمل نیت کرچکا ہوتا ہے، اس کے سارے امور واضح اور قریب الانجام ہوتے ہیں جبکہ اسکیم کا معاملہ معلق اور طویل المیعاد ہوتا ہے۔پتہ نہیں پیسہ جمع کرپائے گا کہ نہیں؟ عموما ایسے لوگ کم پیسے والے ہوتے ہیں ان کی اقساط مکمل نہ ہونے کا خدشہ ہوتا ہے گوکہ اس میں شرکت کرنے والے اپنے آپ کو اس اسکیم کے اہل پاتے ہیں پھر اس میں شریک ہوتے ہیں۔مگر حالات کا کسی کو اندازہ نہیں، معیشت کے علاوہ زندگی وموت کا معاملہ بھی اہم ہے۔

(2) قسطوں کی شکل میں ممکن ہے اصل قیمت سے زیادہ لیا جائے یا لمبی مہلت کے ساتھ نقد قیمت کے حساب سے کم لیا جائے، دوسری صورت میں لوگوں کے پیسوں کو ٹریولس والے ممکن ہے کسی تجارت میں لگاتے ہوں کیونکہ ٹکٹ اور خرچ سے پیسہ کم لینا اس بات کی دلیل ہے کہ اس پیسے سے پیسے کمایا جائے گا تبھی منصوبہ کی تکمیل ممکن ہے، اپنی جیب سے لگانے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔پھر نہ جانے وہ تجارت کیسی ہے؟اگر اسلامی تجارت بھی مان لیں تو نفع ونقصان کے تناظر میں نقصان کا خمیازہ کون بھگتے گا؟ٹریولس والے کہہ سکتے ہیں کہ ایجنسی کو مالی خسارہ ہوگیااور لوگوں سے چھٹی پالیں گے۔

(3) یہ اسکیم والے اکثر بد عنوانیاں کرتے ہیں، کبھی پاسپورٹ غائب کا بہانہ بناکر تو کبھی کوئی دوسرا بہانہ بناکر اسکیم میں شامل لوگوں کا مال ہڑپ کر جاتے ہیں اور لوگوں کا حج وعمرہ ملغی کر دیا جاتا ہے۔

(4) قانونی اعتبار سے بھی کم ہی ایجنسی کے پاس حج وعمرہ کا لائسنس ہوتا ہے،اس وجہ سے اس اسکیم کا حصہ بننا قانون کی خلاف ورزی پر تعاون کرنا ہوتا ہے۔

(5) میں نے کہا ہے کہ اکثر ایسے ادارے مالی ہوس میں ایسا کرتے ہیں جن کی وجہ سے جیسے تیسے لوگوں کو لالچ دے کر اس اسکیم میں پھنسایا جاتا ہے اور اعتبار کرکے کم پیسے والے لوگ گھر کا قیمتی سامان بیچ کر قسطیں جمع کرنے لگ جاتے ہیں کیا پتہ اس کام کے لئے کیا بیچنا پڑے اور آخر میں کن حالات سے دوچار ہونا پڑے ؟

(6) مسلمان کے لئے حج وعمرہ کی خواہش کرنا ایک مستحسن امر ہے،اس کے لئے وہ اللہ سے اس کی توفیق طلب کرے اور جائز اسباب اپناکر محنت ومشقت کے ذریعہ مال اکٹھا کرے اور اللہ کے گھر کا سفر کرے مگر اس کام کے لئے استطاعت نہ ہونے کے باوجود جوکھم مول لینا صحیح نہیں ہے۔

قسطوں کے ذریعہ پیسہ جمع کرکے حج وعمرہ کرنے کا حکم :

اوپر ٹرولس ایجنسی کے متعلق چند امکانی خدشات کا ذکر کیا گیا ہے ، بعض ادارے لائسنس ہولڈر بھی ہوں گے اور بد عنوانی کئے بغیر سلامتی کے ساتھ حج وعمرہ بھی کراتے ہوں گے تبھی تو لوگوں کو اعتماد بھی ہوا ہے۔ اگر ہمیں ایسے باوثوق اداروں کے متعلق خبر ہو تو کیا ہمیں اس کے ذریعہ قسطوں پر پیسہ جمع کرکے حج وعمرہ کرنا چاہئے ؟ اگر کسی نے اس طریقے سے حج وعمرہ کرلیا تو کیا اس کی عبادت صحیح ہے ؟

قسطوں کے کاروبار کے متعلق علماء کے درمیان جواز وعدم سے متعلق شدید اختلاف ہے،اختلاف سے قطع نظر میری نظر میں دلیل کی روشنی میں عدم جواز کا پہلو قوی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

نهى رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ عن بيعتينِ في بَيعةٍ(جامع الترمذي:1231، وسنن النسائي (4632:

ترجمہ : رسول اللہ ﷺ نے ایک سودے میں دوسودوں سے منع فرمایا۔

اس حدیث کو شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔

اس حدیث میں ایک سودے میں دو سودا سے کیا مراد ہے اس سے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ان اقوال میں ایک قول یہ بھی ہے کہ کسی ایک چیز کی قیمت نقد میں کچھ اور ادھار میں کچھ اور ہو۔اس کے قائلین کی بھی بڑی تعداد ہے بلکہ صحابی رسول ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی بھی رائے یہی ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ بھی اسی جانب گئے ہیں۔اس بیع میں نقصان کا پہلو بھی ہے اور ادھار میں قیمت کے اضافہ پر سود کا دخل بھی ہے جو کہ مہلت کے بدلے حاصل کیا جاتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ اسلام میں ادھار بیع منع نہیں ہے اور نہ یہ منع ہے کہ کوئی ایک چیز کی قیمت قسطوں میں جمع کرے بلکہ منع کی صورت یہ ہے کہ ایک ہی چیز کی نقد اور ادھار (قسط) کی شکل میں دو قیمت متعین کی گئی ہو۔یہ بات ذہن میں رکھتے ہوئے مسئلہ سمجھیں۔

صورت مذکورہ مسئلہ میں اقساط کی اسکیم بظاہر آسان معلوم ہوتی ہیں مگر نقصان سے خالی نہیں ہے جیسا کہ اوپر کے سطور سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: لا ضررَ ولا ضِرارَ(صحيح ابن ماجه:1910)

ترجمہ: نہ تو کسی کو نقصان دو اور نہ ہی خود نقصان اٹھاؤ۔

اور ایک سودے کی دو قیمت ممنوع ہونے کے اعتبار سے یہ کام ممنوع ٹھہرتا ہے۔اس سے ملتا جلتا ایک قسم کا سوال شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے کیا گیا کہ بعض لوگ اپنی کمپنیوں سے قرض لیتے ہیں اور حج کرتے ہیں اور یہ قرض ان کی تنخواہ سے قسطوں کی شکل میں کاٹا جاتا ہے ایسی صورت کا کیا حکم ہے تو شیخ نے جواب دیا کہ ایسا نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس کے ذمہ قرض ہونے کی صورت میں اس پر حج فرض نہیں ہے۔جب اس پر حج فرض نہیں ہے تو اس کام کے لئے قرض کیوں لے گا؟ ساتھ ہی یہ کہتے ہیں کہ میرے خیال سے اللہ کی دی ہوئی رخصت اور اس کی رحمت کی وسعت سے فائدہ اٹھائے اور ایسا قرض سے بچے جسکی ادائیگی کا علم نہیں، ہو سکتا ہے موت آجائے اور قرض باقی رہ جائے۔ شیخ کی بات ختم ہوئی۔
یہاں ایک امر وضاحت طلب یہ باقی ہی ہے کہ جس نے اقساط مکمل نہیں کئے کیا ان کا جمع شدہ پیسہ واپس کیا جاتا ہے یا ضبط کر لیا جاتا ہے یا مزید جرمانہ عائد کر کے حج وعمرہ کرایا جاتا ہے یا حج ہی ملغی کر دیا جاتا ہے؟

جہاں تک مسئلہ اس طریقہ پر انجام دیئے گئے حج وعمرہ کا ہے تو حج وعمرہ صحیح ہے البتہ عبادت کی ادائیگی کے لئے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے ہمیں حج جیسی مقدس عبادت کو بالکل صحیح اور مناسب طور طریقے کے ساتھ انجام دینا چاہئے۔

BACK

یوم عرفہ ذوالحجہ کی نوتاریخ ہے

عرفہ کے روزہ سے متعلق پہلے کبھی اس قدر شدید اختلاف نہیں رہا جس قدر آج ٹکنالوجی کے ترقی یافتہ دور میں اس نئی ایجاد سے متاثر ہوکر بعض لوگوں نے اختلاف کرنا شروع کردیا ہے۔ یہ اختلاف بعض لوگوں میں اس قدر شدید ہے کہ ایک دوسرے پر لعن طعن، گالی گلوج اور زبان درازی تک کی جاتی ہے۔ ایسا کرنے والے جہال نہیں اکثر علماء کہے جانے والے ہوتے ہیں۔ اس ماحول کو دیکھ کر دل پر چوٹ لگتی ہے کہ لوگوں نے اختلاف کو طعن و تشنیع کا ذریعہ بنالیا۔ اسی ماحول سے چوٹ کھا کر میں نے یوم عرفہ کی حقیقت دلائل کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ لوگوں کو اس دن اور اس دن کے روزہ کے متعلق غلط فہمی نہ ہو، اس التماس کے ساتھ کہ جسے اس موقف سے اختلاف کرنا ہے وہ ادب واحترام کے دامن کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دے، خالص علمی انداز میں مسئلہ کو واضح کرنے کی کوشش کرے، مقصد حق تک پہنچنا ہو نہ کہ کسی سے زبردستی اختلاف کرنا۔

یوم عرفہ کے روزہ والی حدیث:

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

صيامُ يومِ عرفةَ ، أَحتسبُ على اللهِ أن يُكفِّرَ السنةَ التي قبلَه . والسنةَ التي بعده . وصيامُ يومِ عاشوراءَ ، أَحتسبُ على اللهِ أن يُكفِّرَ السنةَ التي قبلَه.(صحيح مسلم:1162)

ترجمہ: عرفہ کے دن کا روزہ میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ پچھلے سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا اور اگلے سال کے گناہوں کا بھی اور یوم عاشورہ کا روزہ، میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ پچھلے سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔

یہ حدیث صحیح مسلم سمیت سنن اربعہ اور کئی کتب حدیث میں مروی ہے، اس حدیث میں "صیام یوم عرفہ" کا لفظ آیا ہے اس سے استدلال کرتے ہوئے بعض اہل علم نے کہا ہے کہ عرفہ کے دن کا روزہ اس دن ہے جب حجاج کرام میدان عرفات میں ہوتے ہیں جبکہ اکثر اہل علم کا ماننا ہے کہ یوم عرفہ کا روزہ اپنے اپنے علاقے کے حساب سے رکھا جائے گا، یہی دوسرا موقف قوی ہے کہ لوگ اپنے اپنے علاقہ کے اعتبار سے نوذوالحجہ کا روزہ رکھیں۔

یوم عرفہ سے مراد صرف اور صرف ذوالحجہ کی نوتاریخ ہے:

یوم عرفہ سے مراد ذوالحجہ کی نویں تاریخ ہے،اس بات کو مختلف طریقے سے استدلال کرکے بتلاؤں گا۔

(1)قرآن سے استدلال:

اللہ تعالی کا فرمان ہے: وَالْفَجْرِ. وَلَيَالٍ عَشْرٍ. وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ(الفجر:1-3)

ترجمہ: قسم ہے فجر کی،اور دس راتوں کی،اور جفت اور طاق کی۔

یہاں محل شاہد وتر کا لفظ ہے تفسیر ابن کثیر میں ہے وتر سے مراد عرفے کا دن ہے اور یہ نویں تاریخ ہوتی ہے تو شفع سے مراد دسویں تاریخ یعنی بقر عید کا دن ہے،وہ طاق ہے یہ جفت ہے۔(تفسیر ابن کثیر)

وتر سے مراد یوم عرفہ ہے اس بابت بہت سارے اقوال ہیں جو تفاسیر میں دیکھے جا سکتے ہیں ، اس بابت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک قول جسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔وہ اس طرح ہے۔

عن ابنِ عباسٍ أنه قالَ : الوترُ يومُ عرفةَ والشفعُ يومُ الذبحِ(فتح الباري لابن حجر:6/421)

ترجمہ:ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ وتر سے مراد عرفہ کا دن اور شفع سے مراد قربانی کا دن ہے۔

برصغیر ہندوپاک میں عرفہ کا دن اپنے حساب سے نوذوالحجہ کا ہوگا تبھی قرآن کے لفظ وتر(طاق) کا صحیح اطلاق ہوگا ورنہ سعودی کے حساب سے عرفہ کا روزہ رکھنے پر ہندوپاک میں عموما آٹھ تاریخ ہوگی اور یہ جفت ہے طاق نہیں ہے اس لئے جن کا مطلع سعودی سے مختلف ہے انہیں لازمی طور پر یوم عرفہ کے لئے اپنے علاقے کی نویں تاریخ کا اعتبار کرنا ہوگا۔

(2)حدیث سے استدلال:

مذکورہ بالا حدیث میں وارد الفاظ "صیام یوم عرفہ" سے ہی دلیل ملتی ہے کہ اس سے مراد ذوالحجہ کی نویں تاریخ ہے۔ذرا غور کریں،اس حدیث میں آگے کے الفاظ ہیں صیام یوم عاشوراء،یہاں یوم عاشوراء سے محرم کی دسویں تاریخ مراد ہے جیساکہ دوسری حدیث میں بصراحت مذکور ہے۔عبداللہ بن عباس ؓ کہتے ہیں:

أمرَ رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ بِصَومِ عاشوراءُ ، يومُ العاشِرِ(صحيح الترمذي:755)

ترجمہ:رسول اللہ ﷺ نے دسویں تاریخ کو عاشوراء کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

جس طرح صیام یوم عاشوراء سے محرم کی دسویں تاریخ مراد ہے اسی طرح صیام یوم عرفہ سے ذوالحجہ کی نویں تاریخ مراد ہے۔اس بات کو اس حدیث سے تقویت ملتی ہے جس میں نبی ﷺ کے متعلق نویں ذوالحجہ کے روزہ کا احتمال ہے۔

بعض ازواج مطہرات کا بیان ہے:

أنَّ رسولَ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ كانَ يَصومُ تِسعًا مِن ذي الحجَّةِ ، ويومَ عاشوراءَ ، وثلاثةَ أيَّامٍ من كلِّ شَهْرٍ ، أوَّلَ اثنينِ منَ الشَّهرِ وخَميس(صحيح أبي داود:2437)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحجہ کے (پہلے) نو دن، عاشورہ محرم، ہر مہینے میں تین دن اور ہر مہینے کے پہلے سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔

(3)لغوی استدلال:

لغت کی کتابوں میں یوم عرفہ تلاش کریں تو عام طور سے ہر جگہ ذوالحجہ کی نویں تاریخ ملے گی یعنی یوم عرفہ سے مراد اہل لغت کے یہاں بھی ذوالحجہ کی نویں تاریخ ہے بطور مثال دیکھیں: القاموس الفقهي، معجم لغة الفقهاء وغیرہ

(4)عربی گرامر سے استدلال:

یوم عرفہ میں یوم کا لفظ زمان پر اطلاق ہوتا ہے یعنی یہ زمانہ ہے اس لئے یوم عرفہ سے ہر گز ہر گز میدان عرفات مراد نہیں ہوگا بلکہ کوئی زمانہ ہی مراد ہوگا اور وہ ہے ذوالحجہ کی نویں تاریخ۔

(5)وجہ تسمیہ سے استدلال:

یوم عرفہ کی وجہ تسمیہ کے متعلق کئی اقوال ملتے ہیں،ابن قدامہ صیام یوم عرفہ کی حدیث کے تحت یوم عرفہ کی وجہ تسمیہ سے متعلق لکھتے ہیں:

فأما يوم عرفة : فهو اليوم التاسع من ذي الحجة ، سمي بذلك ، لأن الوقوف بعرفة فيه . وقيل : سمي يوم عرفة ، لأن إبراهيم عليه السلام أري في المنام ليلة التروية أنه يؤمر بذبح ابنه ، فأصبح يومه يتروى ، هل هذا من الله أو حلم ؟ فسمي يوم التروية ، فلما كانت الليلة الثانية رآه أيضا فأصبح يوم عرفة ، فعرف أنه من الله ، فسمي يوم عرفة(المغني : 4/ 442)

ترجمہ: یوم عرفہ سے مراد ذوالحجہ کی نویں تاریخ ہے،اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس دن وقوف عرفہ ہوتا ہے،اور یہ بھی کہا جاتا ہے یوم عرفہ اس لئے نام پڑا کہ ابراہیم علیہ السلام نے ترویہ کی رات خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے

کا حکم دئے جارہے ہیں پس پورے دن غور وفکر کرتے رہے کہ یہ واقعی اللہ کا حکم ہے یا پھر کوئی خواب ہے ؟اس لئے اس دن کا نام ترویہ پڑا پھر دوسری رات بھی یہی خواب آپ کو دکھایا گیا اور جب عرفہ کی صبح ہوئی تو جان گئے کہ یہ اللہ کی طرف سے اس کا حکم ہی ہے پس اس وجہ سے یوم عرفہ پڑ گیا۔

اس قول میں شروع میں ہی اصل اور اہم بات بتلادی گئی کہ یوم عرفہ سے مراد ذوالحجہ کی نویں تاریخ ہے۔ گویا یوم عرفہ ،وقوف عرفہ یا خواب کی معرفت کی نسبت پہ اس کا نام پڑا تاہم مراد نویں تاریخ ہی ہے ،ٹھیک اسی طرح جیسے یوم النحر قربانی کی نسبت سے موسوم ہے اور مراد دسویں تاریخ ہے۔

(6) عقلی اور منطقی استدلال:

اسلام ایک ہمہ گیر دین رحمت ہے ،اس کے احکام آفاقی ہیں ،اس دین رحمت کے زیر سایہ ہر کسی کو اپنے اپنے علاقہ میں رہ کر بہ آسانی دین پر عمل کرنے کی سہولت ابتداء سے ہی موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گی کیونکہ یہ فطری نظام ہے ، ہمارا خالق ہمارے حالات وکیفیات سے مکمل باخبر ہے اس کے عین مطابق ہمیں دینی تعلیمات کا مکلف بنایا ہے۔اسلام نے کسی کو روزہ اور نماز کی انجام دہی میں مکہ مکرمہ کی تاریخ اور وقت معلوم کرنے کی زحمت نہیں دی ہے ۔آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے نبی ﷺ نے لوگوں کو یوم عرفہ کا روزہ رکھنے کا حکم دیا، نبی ﷺ کو مسلمانوں کا دور دراز علاقوں میں رہنا بھی معلوم رہا ہوگا پھر بھی اس وقت عرفہ کے دن کا روزہ رکھنے کی تعلیم دینا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ جو مسلمان جس طرح اپنے علاقے کے اعتبار سے رمضان، ایام بیض اور عاشوراء کا روزہ رکھتے ہیں اسی طرح اپنے علاقہ کے اعتبار سے یوم عرفہ کا یعنی نو ذوالحجہ کا بھی روزہ رکھیں۔ وقوف عرفات پہ تمام دنیا والوں کو روزہ رکھنے کا حکم اسلام دیتا تو ساتھ ہی پوری دنیا کے مسلمانوں کو وقوف عرفات کی اطلاع کا نظام بھی دیا ہوتا جبکہ ٹکنالوجی کی آمد سے قبل کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا جس کی مدد سے دنیا کے کونے کونے میں پھیلے مسلمانوں کو وقوف عرفات کی اطلاع دی جاسکے۔ آج بھی دنیا کے سارے کونے میں یہ خبر نہیں پہنچ پاتی ہوگی کیونکہ بہت سارے علاقوں میں رابطوں کی سہولت نہیں اور بہت سارے مقامات پر رہنے والوں کو دنیا کی کوئی خبر نہیں ہوتی مثلا قید خانہ۔

(7) مناسک حج سے استدلال:

حج کے اعمال بھی تواریخ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ یوم الترویہ یعنی آٹھ ذوالحجہ کو منی میں قیام، یوم عرفہ یعنی نوذوالحجہ کو وقوف عرفات، یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ کو رمی، حلق/تقصیر، قربانی، طواف افاضہ، سعی جیسے اعمال، ایام تشریق میں رمی جمرات اور منی میں قیام۔ یہ سارے حج کے اعمال تاریخ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ کوئی یوم الترویہ (آٹھ ذوالحجہ) کو عرفات میں وقوف کرے تو اس کا وقوف ہوگا ہی نہیں، کوئی یوم عرفہ (نوذوالحجہ) کو حج کی قربانی کردے یا طواف افاضہ کرلے، حج کی سعی کرلے تو یہ اعمال مقبول نہیں ہوں گے یعنی حج ہی نہیں ہوگا۔ گویا مناسک حج بھی تاریخ سے مربوط ہونے کے سبب لامحالہ ماننا پڑے گا کہ یوم عرفہ ذوالحجہ کی نو تاریخ کو ہی کہا جاتا ہے۔

یوم عرفہ اور عرفات میں فرق:

لفظ عرفہ کا بسااوقات استعمال وادی کے لئے ہوتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

عرفةُ كلُّها مَوقفٌ ووقفتُ ههنا(صحيح مسلم:1218)

ترجمہ: میں نے یہاں وقوف کیا ہے اور سارا عرفہ جائے وقوف ہے۔

لیکن عرفات کا اطلاق صرف وادی پر ہوتا ہے، قرآن میں عرفات کا لفظ آیا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ (البقرة: 198)

ترجمہ: جب تم عرفات سے لوٹو تو مسجد حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے: الحجُّ عَرفاتٌ، الحجُّ عَرفاتٌ، الحجُّ عَرفاتٌ(صحيح الترمذي:2975)

ترجمہ: حج عرفات کی حاضری ہے، حج عرفات کی حاضری ہے۔ حج عرفات کی حاضری ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں: رأيتُ النَّبيَّ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ ، بعَرفاتٍ واقِفًا (مسند أحمد) اس کی سند کو مسند کے محقق احمد شاکر نے صحیح کہا ہے (173/4)

ترجمہ: میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرفات کے میدان میں کھڑے ہیں۔

غرض جہاں کہیں بھی عرفات کا لفظ آیا ہے ان جگہوں پر کہیں بھی یوم عرفات نہیں آیا ہے کیونکہ عرفات وادی کا نام ہے جبکہ عرفہ کبھی وادی پر بولا جاتا ہے تو کبھی دن پر اور جب عرفہ پر یوم کا لفظ داخل ہو جائے تو صرف اور صرف تاریخ

پر اطلاق ہوگا یعنی نویں ذوالحجہ۔ یوم عرفہ کہنے سے وقوف عرفہ یا میدان عرفات کبھی بھی مراد نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ یوم کا لفظ دن کے لئے استعمال ہوتا ہے جبکہ وقوف عرفہ عمل اور میدان عرفات وادی ہے۔اور اگر عرفات پر یوم کا لفظ بھی لگا دیا جائے تو پھر بھی وہی دن مراد ہوگا جو یوم عرفہ سے مراد ہے یعنی نو ذوالحجہ۔ جیسے منی کے ساتھ ایام منی کا لفظ ذکر ہوتا ہے تو اس سے مراد ایام تشریق کے تین دن ہیں۔

خلاصہ کلام اور آخری بات :

عرفہ کے دن کے روزے سے متعلق جو اشکالات اور اعتراضات ہیں ان سب کا جواب الگ مضمون میں "عرفہ کا روزہ: ایک تحقیقی جائزہ" کے عنوان سے دیا گیا ہے جو اسی نام سے میرے ذاتی بلاگ، محدث فورم اور اردو مجلس فورم وغیرہ پر تلاش کر سکتے ہیں۔ یہاں اس مضمون میں صرف یہ بتلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ یوم عرفہ سے مراد ذوالحجہ کی نو تاریخ ہے یعنی رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو ذوالحجہ کی نو تاریخ کا روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے لہذا جس ملک میں جب ذوالحجہ کی نو تاریخ ہو اس دن یوم عرفہ کا روزہ رکھیں۔

BACK

کیا اللہ تعالی عرفہ کے دن آسمان دنیا پر نزول کرتا ہے؟

یوم عرفہ کی بڑی فضیلت و خصوصیت آئی ہے کیونکہ اس دن حجاج میدان عرفات میں وقوف کرتے ہیں ،اس منظر پہ اللہ تعالی فرشتوں کے درمیان فخر کرتا ہے،اسی لئے نبی ﷺ نے فرمایا ہے:الحج عرفہ یعنی اصل حج تو عرفہ ہی ہے۔ (صحیح النسائی:3016)۔ غیر حجاج کے لئے اس دن کا روزہ مشروع ہے جو کہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ مگر لوگوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ اللہ تعالی عرفہ کے دن آسمان دنیا پر نزول کرتا ہے یہ ثابت نہیں ہے۔ اس تعلق سے مجمع الزوائد،ابن حبان،الترغیب والترھیب اورابن خزیمہ وغیرہ میں ایک روایت موجود ہے کہ اللہ تعالی یوم عرفہ کو آسمان دنیا پر نزول کرتا ہے مگر وہ روایت سنداً ضعیف ہے۔روایت اس طرح سے ہے۔

ما من أيامٍ عند اللهِ أفضلُ من عشرِ ذي الحجةِ قال : فقال رجلٌ : يا رسولَ اللهِ ! هن أفضلُ أم عدَّتُهنَّ جهادًا في سبيلِ اللهِ قال : هنَّ أفضلُ من عِدَّتهنَّ جهادًا في سبيلِ اللهِ وما من يومٍ أفضلُ عند اللهِ من يومِ عرفةَ ، ينزل اللهُ تبارك وتعالى إلى السماءِ الدنيا ، فيباهى بأهل الأرضِ أهلَ السماءِ ، فيقول : انظُروا إلى عبادي جاءوني شُعْثًا غُبْرًا ضاحين ، جاؤا من كلِّ فجٍّ عميقٍ ، يرجون رحمَتي ، ولم يرَوا عذابي ، فلم يُرَ يومٌ أكثرَ عتيقًا من النَّارِ من يومِ عرفةَ(ضعيف الترغيب:738)

ترجمہ:اللہ کے نزدیک عشرہ ذی الحجہ سے افضل کوئی دن نہیں ہے،راوی نے کہا کہ ایک آدمی نے سوال کیا اے اللہ کے رسول ! یہ دن افضل ہیں یا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے افضل ہے۔اور اللہ کے نزدیک عرفہ کے دن سے زیادہ کوئی افضل دن نہیں ہے۔اس دن اللہ تعالی آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے پس آسمان والوں کے سامنے زمین والوں پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے: میرے ان بندوں کو دیکھو میرے پاس گرد و غبار سے نمایاں طور پر اٹے ہوئے آئے۔ دور دراز راستوں سے میری رحمت کی آس لئے ہوئے آئے۔انہوں نے میرا عذاب نہیں دیکھا۔ عرفہ کے دن سے زیادہ جہنم سے آزاد ہونے والا کوئی دن نہیں دیکھا گیا۔

شیخ البانی نے ضعیف الترغیب کے علاوہ اسے السلسلۃ الضعیفہ میں 679 کے تحت، صحیح ابن خزیمہ میں 2840، مشکوۃ المصابیح کی تخریج میں 2533 کے تحت ضعیف قرار دیا ہے۔

ہیثمی نے کہا کہ اس میں محمد بن مروان العقیلی ہے جس کی ابن معین اور ابن حبان نے توثیق کی ہے اور اس کے متعلق کلام بھی ہے۔بقیہ رجال صحیح کے رجال ہیں۔(مجمع الزوائد: 256/3)

ایک روایت میں عرفہ کی شام نزول کرنے کا ذکر آیا ہے،اس روایت کا ایک ٹکڑا اس طرح سے ہے۔

ما من أيامٍ أعظمَ عندَ اللهِ من عشرِ ذي الحِجةِ ، إذا كان عشيةُ عرفةَ نزل عزَّ وجلَّ إلى السماءِ الدنيا .

ترجمہ:اللہ کے نزدیک عشرہ ذی الحجہ سے عظیم کوئی دن نہیں ہے۔جب عرفہ کی شام ہوتی ہے تواللہ تعالی آسمان دنیاپر نزول کرتا ہے۔

یہ روایت منکر ہے۔دیکھیں:(الکامل فی ضعفاء الرجال:125/9)

امام ذہبی نے کہا کہ اس میں یحی بن سلام البصری ہیں جنہیں دار قطنی نے ضعیف کہا ہے اور ابن عدی نے کہا کہ ان کی احادیث ضعف کے ساتھ لکھی جائیں گی۔(میزان الاعتدال:381/4)

اسی معنی کی ایک روایت اس طرح مروی ہے۔

إذا كانَ عشيَّةُ عَرفةَ هَبطَ اللَّهُ عزَّ وجلَّ إلى السَّماءِ الدُّنيا فيطَّلعُ إلى أَهلِ الموقِفِ

ترجمہ:جب عرفہ کی شام ہوتی ہے تواللہ آسمان دنیاپراترتا ہے اوراہل موقف کی طرف دیکھتا ہے۔

اس روایت کو شیخ البانی نے موضوع کہا ہے۔(السلسلۃ الضعیفۃ:770)، ابن عساکر نے منکر کہا ہے۔(تاریخ دمشق: 145/13)،علامہ شوکانی نے باطل کہا ہے۔(الفوائد المجموعہ:447)

ایک اثر ام سلمہ سے مروی ہے جسے دار قطنی نے اپنی کتاب النزول میں ذکر کیا ہے۔

حَدَّثَنَا يَزْدَادُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْكَاتِبُ ، ثنا أَبُو سَعِيدٍ الأَشَجُّ ، أنا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ ، عَنِ الأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ ، قَالَتْ : " نِعْمَ الْيَوْمُ يَوْمُ يَنْزِلُ اللَّهُ فِيهِ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا ، قَالُوا : يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ ، وَأَيُّ يَوْمٍ هُوَ ؟ قَالَتْ : يَوْمُ عَرَفَةَ " .(النزول للدارقطني:79)

ترجمہ:ام سلمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہاسب سے اچھادن وہ ہے جس دن اللہ تعالی آسمان دنیاپر نزول کرتا ہے، لوگوں نے پوچھااے ام المومنین! وہ کون سادن ہے؟توانہوں نے جواب دیا کہ وہ عرفہ کادن ہے۔

مجھے اس اثر کے ایک راوی یزداد بن عبدالرحمن کے متعلق جرح وتعدیل نہیں ملی باقی رجال سب ثقہ ہیں اور اس اثر کی کہیں سے مکمل تائید نہیں ہوتی ہے، جس کی بنیاد پر اس پر عمل کیا جاسکے اتنی بات تو صحیح ہے کہ عرفہ کا دن بہت اہم ہے مگر آسمان دنیا پر نزول الہی کا ثبوت کسی صحیح حدیث سے نہیں ملتا ہے۔ صحیح احادیث کی روشنی میں عرفہ کے دن اللہ تعالی فرشتوں کے درمیان اہل عرفہ پر فخر کرتا ہے۔

عبداللہ بن عمر رضي اللہ تعالی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إنَّ اللهَ تعالى يُباهِي ملائِكتَهُ عشِيَّةَ عرَفةَ بأهلِ عرَفةَ ، يقولُ : انظُروا إلى عبادِي ، أتوْني شُعْثًا غُبْرًا(صحيح الجامع:1868)

اللہ تعالی یوم عرفہ کی شام فرشتوں سے میدان عرفات میں وقوف کرنے والوں کے ساتھ فخر کرتے ہوئے کہتے ہیں میرے ان بندوں کو دیکھو میرے پاس گردوغبار سے اٹے ہوئے آئے ہیں.

رہی یہ بات کہ اللہ تعالی عرفہ کے دن عصر سے مغرب کے وقت میں نزول کرتا ہے سو اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے ،اسی طرح ایک بات شیعہ کے یہاں پائی جاتی ہے کہ اللہ تعالی عرفہ کے دن اونٹ پر سوار ہو کر پہلے زوال کے وقت زمین پر نازل ہوتا ہے اس لئے مسلمان شیعہ کی اس بات پہ مطلع رہے اور اس بات سے اسلام کو بری سمجھے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ عرفہ کے دن یا شام اللہ کے نزول کی بابت کوئی صحیح حدیث نہیں ہے اس لئے کوئی مسلمان یوم عرفہ کو اللہ کے نزول کا عقیدہ نہ رکھے،ہاں جس طرح اللہ تعالی ہر رات کے آخری تہائی حصے میں آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے اس میں عرفہ کی رات بھی شامل ہے،دن نہیں شامل ہے۔بس یہی عقیدہ رکھے جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَنْزِلُ ربُّنا تبارَكَ وتعالى كلَّ ليلةٍ إلى السماءِ الدنيا ، حينَ يَبْقَى ثُلُثُ الليلِ الآخرِ ، يقولُ : من يَدعوني فأَستجيبُ لهُ ، من يَسْأَلُني فأُعْطِيهِ ، من يَستغفرني فأَغْفِرُ لهُ .(صحيح البخاري:1145)

ترجمہ: ہمارا پروردگار بلند برکت ہے ہر رات کو اس وقت آسمان دنیا پر آتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ رہ جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کوئی مجھ سے دعا کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی مجھ سے مانگنے والا ہے کہ میں اسے دوں کوئی مجھ سے بخشش طلب کرنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں۔

BACK

عرفہ کا روزہ :ایک تحقیقی جائزہ

احادیث میں یوم عرفہ کی بڑی فضیلت آئی ہے ایک طرف حجاج کے لئے وقوف عرفات کا دن ہے جس دن اللہ تعالی عرفات میں وقوف کرنے والوں پر فخر کرتا ہے اور کثرت سے انہیں جہنم سے رستگاری دیتا ہے تو دوسری طرف عام مسلمانوں کے لئے اس دن روزہ رکھنے کا حکم ملا ہے جو ایک سال گذشتہ اور ایک سال آئندہ کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

چنانچہ ابو قتادہ رضي الله تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صیام عرفہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

يُكفِّرُ السنةَ الماضيةَ والباقيةَ(صحيح مسلم:1162)

ترجمہ: یہ گذرے ہوئے اور آنے والے سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

اس روزے سے متعلق آج سے پہلے کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا تھا مگر آج گلوبلائزیشن (میڈیا کی وجہ سے ایک گھر آنگن)کی وجہ سے لوگوں کے درمیان یہ اختلاف پیدا ہو گیا کہ عرفہ کا روزہ کب رکھا جائے؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ روزہ سعودی عرب کے حساب سے وقوف عرفات والے دن رکھنا ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ ہر ملک والا اپنے یہاں کی تاریخ سے 9/ذی الحجہ کا روزہ رکھے گا۔اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ہمیں دیکھنا ہوگا کہ روزہ کے سلسلہ اسلامی احکام کیا ہیں تب آپ خود بات واضح ہو جائے گی۔

ایک بنیادی بات:

اس سے قبل کہ روزہ سے متعلق اسلامی ضابطہ کو دیکھا جائے پہلے ایک بنیادی بات یہ جان لیں کہ یوم عرفہ دن کو کہتے ہیں اور وقوف عرفات حاجیوں کے میدان عرفات میں ٹھہرنے کو کہتے ہیں گویا یوم عرفہ اور وقوف عرفات دو الگ الگ چیزیں ہیں۔یوم عرفہ دن اور تاریخ کو کہتے ہیں جو قمری حساب سے نوذوالحجہ کو کہتے ہیں جبکہ وقوف عرفات کا تعلق میدان عرفات سے ہے۔ان دونوں باتوں کو خلط ملط نہیں کرنا چاہئے۔کچھ لوگ یوم عرفہ کو یوم عرفات کہتے ہیں جو کہ سراسر مبنی بر غلط ہے۔

روزہ سے متعلق اسلام کے دو اہم قاعدے ہیں۔

اسلام میں روزہ سے متعلق کئی قواعد وضوابط ہیں مگران میں دو اہم ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلا قاعدہ: رویت ہلال کا ہے یعنی روزہ رکھنے میں چاند دیکھنے کا اعتبار ہو گا جسے عربی میں قمری نظام بھی کہہ سکتے ہیں۔

بخاری شریف میں آپ ﷺ کا حکم ہے۔

صوموا لرؤيَتِهِ وأفطِروا لرؤيتِهِ ، فإنْ غبِّيَ عليكم فأكملوا عدةَ شعبانَ ثلاثينَ(صحيح البخاري:1909)

ترجمہ: چاند دیکھ کر روزہ رکھواور چاند کو دیکھ کر روزوں کا اختتام کرواور اگر تم پر چاند مخفی ہو جائے تو پھر تم شعبان کے تیس دن پورے کر لو۔

یہ حدیث روزہ سے متعلق عام ہے خواہ کوئی بھی روزہ ہو اس میں یہی حکم لگے گا یعنی روزہ میں اپنے اپنے ملک کی رویت کا اعتبار ہو گا۔اسی وجہ سے دیکھتے ہیں کہ رمضان کا روزہ رکھنے کے لئے چاند دیکھا جاتا ہے نہ کہ سعودی عرب کو اور اسی طرح جب افطار کیا جاتا ہے تو اس وقت بھی سورج ہی ڈوبنے کا انتظار کیا جاتا ہے۔

دوسرا قاعدہ:اختلاف مطالع کا ہے۔

ایک شہر کی رویت قریبی ان تمام شہر والوں کے لئے کافی ہو گی جن کا مطلع ایک ہو۔مطلع کے اختلاف سے ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کے لئے نہیں مانی جائے گی۔دلیل:

أنَّ أمَّ الفضلِ بنتَ الحارثِ بعثَتْه إلى معاويةَ بالشامِ . قال : فقدمتُ الشامَ . فقضيتُ حاجتَها . واستهلَّ عليَّ رمضانُ وأنا بالشامِ . فرأيتُ الهلالَ ليلةَ الجمعةِ . ثم قدمتُ المدينةَ في آخرِ الشهرِ . فسألني عبدُ اللهِ بنُ عباسٍ رضي اللهُ عنهما . ثم ذكر الهلالَ فقال : متى رأيتُم الهلالَ فقلتُ : رأيناه ليلةَ الجمعةِ . فقال : أنت رأيتَه ؟ فقلتُ : نعم . ورآه الناسُ . وصاموا وصام معاويةُ . فقال : لكنا رأيناه ليلةَ السَّبتِ . فلا تزال نصومُ حتى نكمل ثلاثينَ . أو نراه . فقلتُ : أو لا تكتفي برؤيةِ معاويةَ وصيامِه ؟ فقال : لا . هكذا أمرَنا رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ (صحيح مسلم:1087)

ترجمہ: حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا۔حضرت کریب کو اپنے ایک کام کے لیے حضرت معاویہ کے پاس شام میں بھیجتی ہیں۔حضرت کریب فرماتے ہیں کہ وہاں ہم نے رمضان شریف کا چاند جمعہ کی رات کو دیکھا میں اپنا کام کر کے

واپس لوٹا یہاں میری باتیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہو رہی تھیں۔

آپ نے مجھ سے ملک شام کے چاند کے بارے میں دریافت فرمایا تو میں نے کہا کہ وہاں چاند جمعہ کی رات کو دیکھا گیا ہے، آپ نے فرمایا تم نے خود دیکھا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں میں نے بھی دیکھا۔ اور سب لوگوں نے دیکھا، سب نے بالاتفاق روزہ رکھا۔ خود جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی روزہ رکھا۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے، لیکن ہم نے تو ہفتہ کی رات چاند دیکھا ہے، اور ہفتہ سے روزہ شروع کیا ہے، اب چاند ہو جانے تک ہم تو تیس روزے پورے کریں گے۔ یا یہ کہ چاند نظر آجائے میں نے کہا سبحان اللہ! امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام نے چاند دیکھا۔ کیا آپ کو کافی نہیں؟ آپ نے فرمایا ہر گز نہیں ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح حکم فرمایا ہے۔

یہ حدیث مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد وغیرہ میں موجود ہے، اس حدیث پہ محدثین کے ابواب سے بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔

صحیح مسلم کا باب: باب بَيَانِ أَنَّ لِكُلِّ بَلَدٍ رُؤْيَتَهُمْ وَأَنَّهُمْ إِذَا رَأَوُا الْهِلاَلَ بِبَلَدٍ لاَ يَثْبُتُ حُكْمُهُ لِمَا بَعُدَ عَنْهُمْ

ترمذی کا باب: باب مَا جَاءَ لِكُلِّ أَهْلِ بَلَدٍ رُؤْيَتُهُمْ

نسائی کا باب: باب اخْتِلاَفِ أَهْلِ الآفَاقِ فِي الرُّؤْيَةِ

ان دونوں اصولوں کی روشنی میں عرفہ کا روزہ بھی اپنے ملک کے حساب سے 9/ذی الحجہ کو رکھا جائے گا۔ یہی بات دلائل کی رو سے ثابت ہوتی ہے۔

اگر روزے سے متعلق رویت ہلال کا حکم نکال دیا جائے تو روزہ بے معنی ہو جائے گا، ایک دن کا بھی کوئی روزہ نہیں رکھ سکتا ہے، نہ سحری کھا سکتا اور نہ ہی افطار کر سکتا ہے۔ ایسے ہی اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنے سے مسلمانوں کے روزے، نماز، قربانی، عیدیں اور دیگر عبادات کی انجام دہی مشکل ہو جائے گی۔

عرفہ کے روزہ سے متعلق اشکالات کا جواب

پہلا اشکال: جن لوگوں کا کہنا ہے کہ حدیث میں تاریخ کا ذکر نہیں ہے بلکہ عرفہ کا لفظ آیا ہے اور عرفہ کا تعلق عرفات

میں وقوف کرنے سے ہے اس لئے حاجی کے وقوف عرفات کے دن ہی پوری دنیا کے مسلمان عرفہ کا روزہ رکھیں گے۔

یہ استدلال کئی وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔

پہلی وجہ: قاعدے کی روسے روزہ میں رویت ہلال اور اختلاف مطالع کا اعتبار ہوگا جس کا ذکر اوپر ہوچکا ہے، عرفہ کے روزہ کو اس قاعدے سے نکالنے کے لئے واضح نص چاہئے جو کہ موجود نہیں۔

دوسری وجہ: مناسک حج میں حج کی نسبت سے بہت سارے نام رکھے گئے ہیں ان سب پر عمومی قاعدہ ہی لگے گا الا یہ کہ خاص وجہ ہو۔ مثلا "ایام تشریق "حج کی قربانی کی وجہ سے نام رکھا گیا ہے اور اسے حاجیوں کے لئے کھانے پینے اور قربانی کرنے کا دن بتلایا گیا ہے اور ہم سب کو معلوم ہے حاجیوں کے ایام تشریق اور دنیا کے دوسرے ملک والوں کے ایام تشریق الگ الگ ہیں۔ جب سعودی میں قربانی کا چوتھا دن ختم ہوجاتا ہے تو دیگر بہت سارے ممالک میں ایک دن ابھی باقی ہوتا ہے۔اسی "ایام تشریق" سے ہم استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قربانی چار دن ہے اور اپنے اپنے ملکوں کے حساب سے۔

قربانی کی نسبت بھی ابراہیم علیہ السلام سے ہے اور آپ ﷺ نے اس نسبت سے یوم النحر/عیدالاضحی کو قربانی کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ قربانی ہر ملک والا اپنے یہاں کے قمری مہینے کے حساب سے دس ذی الحجہ کو کرے گا۔ گویا عرفہ ایک نسبت ہے جہاں تک اس دن روزہ رکھنے کا معاملہ ہے تو روزے میں عمومی قاعدہ ہی لاگو ہوگا۔

تیسری وجہ: اگر عرفہ کے روزہ سے متعلق بعض حدیث میں تاریخ نہیں آئی تو کوئی حرج نہیں، دوسری حدیث میں نبی ﷺ سے تاریخ کے ساتھ 9/ذی الحجہ تک روزہ رکھنا ثابت ہے۔ بعض ازواج مطہرات کا بیان ہے:

أنَّ رسولَ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ كانَ يَصومُ تِسعًا مِن ذي الحجَّةِ ، ويومَ عاشوراءَ ، وثلاثةَ أيَّامٍ من كلِّ شَهْرٍ ، أوَّلَ اثنينِ منَ الشَّهرِ وخَميس(صحيح أبي داود:2437)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحجہ کے (پہلے) نو دن، عاشورہ محرم، ہر مہینے میں تین دن اور ہر مہینے کے پہلے سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔

اس حدیث میں عرفہ کا روزہ بھی داخل ہے جو کہ تاریخ کے ساتھ ثابت ہے،اس سے عرفہ کے روزہ کی اس ناحیہ سے تائید ہوتی ہے کہ اسے نوذوالحجہ کو رکھا جائے گا۔

چوتھی وجہ: اگر عرفات میں وقوف سے متعلق روزہ ہوتا تو عرفہ نہیں عرفات کا ذکر ہوتا اور اوپر فرق واضح کیا گیا ہے کہ یوم عرفہ الگ ہے اور وقوف عرفات الگ ہے۔

پانچویں وجہ : اگر یہ وقوف عرفات کی وجہ سے ہوتا تو حاجیوں کے لئے بھی یہ روزہ مشروع ہوتا مگر یہ حاجیوں کے لئے مشروع نہیں ہے۔

چھٹی وجہ: وقوف عرفات کا ایک وقت متعین ہے جو کہ تقریبا زوال کے بعد سے مغرب کے وقت تک ہے۔یہ وقت روزہ کے واسطے سعودی والوں کے لئے بھی کافی نہیں ہے کیونکہ روزے میں صبح صادق کے وقت سحری اور نیت کرنا پھر غروب شمس پہ افطار کرنا ہے۔گویا روزے میں وقوف کا اعتبار ہوا ہی نہیں اس میں تو نظام شمسی و قمری کا اعتبار ہوا۔ اس بناپر بھی نسبت کا ہی اندازہ لگا سکتے ہیں وقوف کا نہیں۔

ساتویں وجہ : سعودی والوں کے لئے بھی عرفہ نوذی الحجہ ہی ہے،وہ روزہ رکھتے ہوئے عرفات کے وقوف کو مد نظر نہیں رکھتے بلکہ قمری تاریخ کے حساب سے نوذی الحجہ کو رکھتے ہیں۔اس کی دلیل حجاج کرام سے ہی ملتی ہے،وہ لوگ قمری تاریخ کے حساب سے آٹھ ذی الحجہ (یوم الترویہ) سے حج شروع کرتے ہیں،ایسا کبھی نہیں ہو سکتا ہے کہ ذی الحجہ کی سات تاریخ ہو اور حاجی منی جائے یا آٹھ تاریخ ہو اور حاجی عرفات چلا جائے۔مناسک حج میں بھی یوم الترویہ اور یوم عرفہ تاریخ کے طور پر ہی ہے کیونکہ اسلامی عبادات میں رویت ہلال کا بڑا دخل ہے۔اسی چیز کی طرف قرآن میں رہنمائی کی گئی ہے۔

اللہ کا فرمان ہے: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ." (سورة البقرة: 189)

ترجمہ: لوگ آپ سے ہلال کے بارے میں پوچھتے ہیں،کہو یہ لوگوں کے لئے اوقات اور حج کی تعیین کا ذریعہ ہے۔

دوسرا اشکال:

قائلین وقوف عرفات کا ایک اشکال یہ ہے کہ احادیث میں یوم عرفہ کی بڑی فضیلت وارد ہے اور عرفہ وقوف عرفات پہ ہے اس لئے عرفات کے وقوف پہ ہی پوری دنیا میں یہ روزہ رکھا جائے گا۔

یہ بات صحیح ہے کہ یوم عرفہ کی بڑی فضیلت آئی ہے،اس میں کوئی شک نہیں ہے مگر عرفہ کے روزہ سے متعلق یہ کہنا کہ اس کی فضیلت کی وجہ سے وقوف عرفات پر ہی روزہ رکھنا ہے غلط استدلال ہے۔اللہ تعالی نے یوم عرفہ کو حجاج کے علاوہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے باعث فضیلت بنایا ہے۔حاجیوں کو وقوف عرفات کا ثواب ملتا ہے جبکہ دنیاوالوں کو یوم عرفہ کا روزہ رکھنے کی وجہ سے ثواب ملتا ہے۔اوراس بات پہ حیران ہونے کی چنداں ضرورت نہیں کہ یوم عرفہ تو ایک دن ہے پھر سب کو اپنے اپنے ملکوں کے حساب سے کیسے فضیلت ہوگی ؟تب تو کئی ایام ہوجائیں گے۔اس کو مثال سے یوں سمجھیں کہ اللہ تعالی نے لیلۃالقدر ایک بنائی ہے مگر سارے مسلمانوں کے لئے اپنے اپنے حساب سے فضیلت ملتی ہے۔سعودی میں ایک دن پہلے شب قدر،ہندوپاک میں ایک دن بعد شب قدر،مراکش ولیبیا میں سعودی سے ایک دن پہلے،رات ایک ہی ہے اور ثواب کی امید ہر ملک والے اپنے اپنے ملک کے حساب سے شب قدر میں بیدار ہو کر رکھتے ہیں۔

تیسرا اشکال : بعض لوگ ترمذی کی ایک روایت سے دلیل پکڑتے ہیں۔

الصَّومُ يومَ تَصومونَ ، والفِطرُ يومَ تُفطِرونَ ، والأضحَى يومَ تُضحُّونَ(صحيح الترمذي:697)

ترجمہ:روزہ اس دن رکھا جائے جس دن لوگ روزہ رکھتے ہیں،عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ بھی اسی دن منائی جائے جب لوگ مناتے ہیں۔

اس حدیث کی روشنی میں کہتے ہیں کہ جس دن عرفہ کا روزہ سعودی عرب میں رکھا جاتا ہے اس دن سب لوگ رکھیں ۔اس میں اتحاد ہے۔

اگراس حدیث سے ایسا ہی مسئلہ استنباط کیا جائے جبکہ اس میں لفظ عرفہ ذکر ہی نہیں اس کا مطلب یہ بھی ہوگا کہ پوری دنیا کے مسلمان ایک ساتھ رمضان کا روزہ رکھیں بلکہ ایک ساتھ سحری کھائیں،ایک ہی ساتھ افطار کریں ،ایک ہی ساتھ اور ایک ہی وقت میں عیدالفطر اور عیدالاضحی کی نمازیں پڑھیں۔ظاہر ہی بات ہے وقوف عرفات پہ روزہ رکھنے کے قائلین بھی اس بات کو نہیں مانیں گے تو پھر عرفہ کے روزہ پر ہی پوری دنیا کا اتحاد کیوں؟

اس حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ روزہ اور عید، جماعت اور لوگوں کی اکثریت کے ساتھ معتبر ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔

چوتھا اشکال : ایک اور بات کہی جاتی ہے کہ پہلے کے لوگ نہیں جان پاتے تھے کہ وقوف عرفات کب ہے اس لئے اپنے ملک کے حساب سے نوذوالحجہ کا روزہ رکھا کرتے تھے تو لاعلمی کی وجہ سے وہ معذور تھے اب زمانہ ترقی کر گیا ہے اور وقوف عرفات سب کو معلوم ہو جاتا ہے اس لئے وہ عذر ساقط ہو گیا۔

اولا: آج بھی پوری دنیا میں ہر کس وناکس کو میڈیا کی ساری خبروں کا علم نہیں ہو پاتا، میڈیا سے جڑے لوگوں کو ہی پتہ چل پاتا ہے۔ مثلا کوئی مسلمان جیل میں قید ہے جہاں اسے موبائل، ٹی وی اور انٹرنیٹ کی سہولت نہیں ہے وہ عرفہ کا روزہ رکھنا چاہتا ہے، ترقیاتی دور میں ایسے بے سہولت قیدی مسلمان شخص کے لئے نوذوالحجہ کے حساب سے ہی روزہ رکھنا ممکن ہے۔

ثانیا :اسلام نے جو آفاقی دین دیا ہے وہ انٹرنیٹ اور میڈیا کا محتاج نہیں ہے۔ بطور مثال یہ کہوں کہ انٹرنیٹ اور میڈیا ختم ہو جائے تو تب آپ کیا کہیں گے کہ ابھی پھر سے لوگ معذور ہو گئے ؟ یا وہ گاؤں ودیہات والے جہاں میڈیا کی خبریں نہیں پہنچ پاتیں کیا وہ ابھی بھی معذور ہیں؟ یہ تو مشینری چیز ہے چل بھی سکتی ہے اور کبھی اس کا نظام درہم برہم بھی ہو سکتا ہے۔ اس کا مشاہدہ کبھی کبھار بنکوں اور آفسوں میں ہوتا ہے۔ جب نٹ کنکشن غائب رہتا ہے تو لوگوں کی کیا درگت ہوتی ہے ؟۔ لیکن اسلام کا نظام ہمیشہ بغیر میڈیا اور انٹرنیٹ کے چلتا رہا ہے اور قیامت تک چلتا رہے گا۔ دنیا والوں کو بغیر انٹرنیٹ کے نظام شمسی اور نظام قمری سے رمضان کا روزہ، ایام بیض، عاشوراء اور عرفہ کا روزہ معلوم ہوتا رہے گا۔

پانچواں اشکال: اگر صوم یوم عرفہ کا مطلب ہر ملک والے کے لئے اپنے اپنے ملک کے حساب سے نوذوالحجہ کا روزہ رکھنا مان لیا جائے تو اس کا معنی یہ ہو گا کہ صوم عرفہ ایک نہیں متعدد ہے، اس وقت صوم یوم عرفہ نہیں بلکہ صوم ایام عرفہ ہو جائے گا جبکہ حدیث میں صوم یوم عرفہ آیا ہوا ہے۔

اس بات کا جواب اوپر بھی گزر چکا ہے کہ شب قدر ایک ہے مگر ہر ملک والے اپنے اپنے یہاں کے حساب سے اس ایک رات کو تلاش کرتے ہیں، یہ رات کہیں سعودی عرب سے پہلے آتی ہے تو کہیں اس کے بعد، اس کا مطلب ہر گز نہیں کہ شب قدر متعدد ہے جبکہ قرآن وحدیث میں لیلۃالقدر یعنی قدر کی ایک رات کا لفظ آیا ہے۔

قائلین صیام عرفات کے ساتھ چند محاکمہ

(1)جب ایسے لوگوں سے کہا جائے کہ بعض ممالک لیبیا، تیونس اور مراکش وغیرہ میں سعودی سے پہلے عید ہو جاتی ہے، اس صورت میں وقوف عرفات ان کے یہاں عید کا دن ہوتا ہے وہ کیسے روزہ رکھیں؟ عید کے دن روزہ منع ہے۔
ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا:
نهى النبيُّ صلى الله عليه وسلم عن صومِ يومِ الفطرِ والنحرِ(صحيح البخاري:1991)
ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالفطر اور عیدالاضحی کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔
تو جواب دیتے ہیں ایسے لوگوں سے روزہ ساقط ہو جاتا ہے۔ روزہ سے متعلق اصول واحکام واضح ہیں انہیں بالائے طاق رکھ کر بغیر ثبوت کے روزہ ساقط کروا کر لوگوں کو بڑے اجر سے محروم کر دینا بڑی ناانصافی اور فہم نصوص میں قصور کا باعث ہے۔

(2)جب ان سے کہا جائے کہ آج سے سو سال پہلے لوگ عرفہ کا روزہ رکھتے تھے کہ نہیں؟ اگر رکھتے تھے تو یقینا وہ اپنے ملک کے حساب سے رکھتے ہوں گے (اس کا انکار کرنے کی کسی کو ہمت نہیں) تو جواب دیتے ہیں کہ اس وقت پتہ نہیں چل پاتا تھا اس لئے وہ معذور تھے۔
یہ جواب کچھ ہضم نہیں ہو پاتا۔ اس جواب کو مان لینے سے یہ ماننا پڑے گا کہ قرون اولی سے لیکر آج تک کسی نے عرفہ کا روزہ صحیح نہیں رکھا سوائے عرب والوں کے جبکہ اسلام ایک آفاقی مذہب ہے وہ سب کے لئے یکساں دستور پیش کرتا ہے خواہ وہ سعودی عرب کا ہو یا دوسرے ملک کا اور اسلام پر عمل کرنے کے لئے کسی میڈیا کی بھی ضرورت نہیں۔

صوم عرفہ کو سمجھنے میں معاون تین اہم نکتے :

پہلا نکتہ : اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ ستر اسی سال پہلے لوگ عرفہ کا روزہ اپنے اپنے ملک کے حساب سے نوذوالحجہ کو ہی رکھتے تھے اور سلف کے یہاں صوم عرفہ نوذوالحجہ کے روزہ کو ہی کہا جاتا ہے، کوئی دوسری رائے نہیں ملتی ہے۔ وقوف عرفات پہ پوری دنیا والوں کو روزہ رکھنے والا موقف جدید ذہن کی اپج ہے، سلف سے اس نظریہ کی تائید نہیں ہوتی۔ جب سلف کی فہم صوم عرفہ سے مراد نوذوالحجہ کا روزہ ہے اور ان کا تعامل بھی اس پہ رہا ہے تو اس موقف سے یہ بات آشکارا ہوتی ہے کہ اگر سلف کے یہاں صوم عرفہ حاجیوں کے میدان عرفات میں وقوف سے متعلق ہوتا تو یقیناوہ کسی نہ کسی ذریعہ سے حاجیوں کے وقوف عرفات جاننے کی کوشش کرتے کیونکہ شریعت کا مسئلہ ہے ۔ان کا صوم عرفہ کے لئے وقوف عرفات نہ تلاش کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ صوم عرفہ سے مراد نوذوالحجہ کا روزہ ہے اور کتاب وسنت کے نصوص کو سمجھنے کے لئے سلف کی فہم مقدم ہے۔

دوسرا نکتہ : بعض ممالک میں سعودی عرب کے حساب سے دن ورات کا فرق پایا جاتا ہے یعنی سعودی عرب میں دن ہوتا ہے تو وہاں رات ہوتی ہے۔ مثلا کیلی فورنیا سے سعودی عرب دس گھنٹے آگے ہے، اگر سعودی عرب میں رات ہوگی تو وہاں دن اور وہاں دن ہوگا تو سعودی عرب میں رات ہوگی۔ اسی طرح نیوزی لینڈ سعودی عرب سے نو گھنٹے آگے ہے ،یہاں بھی دونوں ملکوں میں دن ورات کا فرق ہے۔ اس طرح بہت سے ممالک ہیں جنہیں ٹائیم زون کے ذریعہ دیکھا جاسکتا ہے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا جن ممالک میں وقوف عرفات رات میں پایا جاتا ہے وہ لوگ رات میں ہی روزہ رکھ لیں؟۔ یہ ہم سب جانتے ہیں کہ روزہ دن میں رکھا جاتا ہے تب عرفات والے کہیں گے کہ رات گزار کر روزہ رکھ لیں۔ پھر آپ کا دعوی وقوف عرفات کہاں چلا گیا؟ جب وقوف عرفات نہیں تو پھر وہ روزہ نہیں۔ اذا فات الشرط فات المشروط (جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی ختم ہو جائے گا)۔ نیز سعودی عرب سے دن ورات کے فرق کے ساتھ آگے چلنے والوں کے یہاں دن کو عید ہوگی اور عید کے دن روزہ ممنوع ہے۔

تیسرا نکتہ : قائلین صوم عرفات جن ممالک والوں کے لئے عید کے دن روزہ ساقط ہونے کا حکم لگاتے ہیں، اس پہلو پر قرآن وحدیث کی روشنی میں غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کے مسئلہ میں پورے ملک والوں سے کبھی بھی حکم ساقط نہیں ہوگا جیسا کہ احادیث سے معلوم ہے کہ بیماری، ضعیفی، سفر، حیض ونفاس، حمل ورضاعت وغیرہ کی وجہ سے

روزہ چھوڑا جاسکتا ہے، یہ صرف چند قسم کے معذور لوگ ہیں مگر کبھی بھی کوئی روزہ پورے ملک والوں سے ساقط نہیں ہوگا۔

صوم عرفہ کے نام پہ دو روزے رکھنا:

صوم عرفہ کے متعلق دو قسم کے نظرئے پائے جانے کی وجہ سے عام لوگوں میں کافی خلجان پیدا ہوگیا ہے،اس سبب بعض علماءلوگوں کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ دو روزہ رکھ لیا جائے تاکہ کوئی تردد باقی نہ رہے،ایک اپنے ملک کے حساب سے اور ایک سعودی کے حساب سے۔ یہ نظریہ بالکل صحیح نہیں ہے کیونکہ عرفہ کا ایک ہی روزہ ہے اس کے نام پہ دو رکھنا کیسے درست ہوگا۔ کوئی پہلا روزہ رکھے گا تو نیت صوم عرفہ کی کرے گا اور دوسرا روزہ رکھے تو بھی نیت صوم عرفہ کی کرے گا یہاں ایک شخص کی طرف سے ایک روزہ کے بدلے دو نیت اور دو الگ الگ روزہ رکھنا پایا جاتا ہے جو کہ سنت کی مخالفت ہے۔ اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ روزہ رکھنے والے کو اپنے روزہ میں شک ہے اس لئے احتیاطا دوسرا روزہ بھی رکھ رہا ہے۔ روزہ میں شک کرنا یا شک والے دن روزہ رکھنا دونوں ایک ہی بات معلوم ہوتی ہے اور بخاری شریف میں شک والے دن روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ جب ہمارے پاس سلف کی فہم اور ان کا تعامل بغیر اختلاف کے موجود ہے تو پھر بلاشک عرفہ کا ایک روزہ اپنے ملک کے حساب سے نوذوالحجہ کو رکھنا چاہیئے۔

اشکالات کا حل: عرفہ کا روزہ نہ کہ عرفات کا روزہ

وقوف عرفات پہ عرفہ کا روزہ ماننے سے بہت سے اشکالات پیدا ہوتے ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا مثلا

☆ یہ بات صحیح ہے کہ سو سال پہلے لوگ اپنے ملک کے حساب سے نوذوالحجہ کا ہی روزہ رکھتے تھے مگر وقوف عرفات نہ جان سکنے کی وجہ سے معذور تھے،اب وہ عذر باقی نہ رہا۔اس بات سے لازم آتا ہے کہ ان سب میں سے کسی نے صحیح روزہ نہیں رکھا سوائے وقوف عرفات کا علم رکھنے والے کے۔ اس سے ان لوگوں بشمول سلف صالحین کی فہم حدیث اور عمل میں تنقیص کا پہلو نکلتا ہے۔

☆وقوف عرفات جس ملک میں عید کے دن ہوان لوگوں سے عرفہ کا روزہ ساقط ہے۔یہ بغیر دلیل کے سقوط ہے جسے کبھی تسلیم نہیں کیا جاسکتا ہے۔

☆جہاں وقوف عرفات رات میں پڑ جائے وہ لوگ رات گزار کر روزہ رکھ لیں۔جب عرفہ کے روزہ کی فضیلت میدان عرفات میں حاجیوں کے وقوف سے معلق ہے تو پھر رات گزار کر روزہ رکھنے والوں کو وہ فضیلت نصیب نہیں ہوگی یعنی روزہ رکھ کے بھی ثواب نہیں ملے گا۔

☆وقوف عرفات پہ روزہ ماننا برقی روابط سے حجاج کرام کا عرفات میں وقوف معلوم کرنے پر منحصر ہے اور آج بھی یہ برقی سہولت سب جگہ اور سب کو میسر نہیں مثلاً جیل میں قید وہ مسلمان جس کے پاس یہ سہولت نہیں وہ یہ روزہ نہیں سکتا۔

وقوف عرفات پہ عرفہ کا روزہ ماننے سے اس قسم کے بہت سارے اشکالات پیدا ہوتے ہیں جن کا تسلی بخش جواب کسی کے پاس نہیں ہے،اور اس موقف سے بہت سارے ملک کے لوگ یہ روزہ اور اس کی فضیلت سے محروم ہو رہے ہیں بلکہ یہ کہیں کہ جس ملک میں عید سعودی عرب سے ایک دن پہلے ہوتی ہے وہ ملک والے قیامت تک عرفہ کا روزہ نہیں رکھ سکتے کیونکہ ان کے یہاں ہمیشہ وقوف عرفات عید کے دن ہوا کرے گا اور عید کے دن روزہ رکھنے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے جبکہ عرفہ کا روزہ اپنے اپنے ملک کے حساب سے نو ذوالحجہ کا ماننے سے کوئی اشکال نہیں پیدا ہوتا ہے،ہو بہو سلف کے عملی نمونہ کو اپنانا ہے۔اس لئے اس تحقیقی مضمون کا خلاصہ یہ ہوا کہ ہر ملک والا اپنے اپنے ملک کے حساب سے عرفہ کا روزہ نو ذوالحجہ کو رکھے گا۔

BACK

رویت ہلال پہ حدیث کریب کا ایک مطالعہ

رفتار زمانہ کے حساب سے مسائل واحکام میں بھی بسا اوقات تبدیلی واقع ہوتی ہے، آج کے گلوبلائزیشن کے دور میں بعض کے نزدیک وحدت رویت کا مطالبہ وقت کی ضرورت اور حالات کا تقاضہ ہے۔ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے متقدمین میں سے بھی بعض علماء نے وحدت رویت پہ روشنی ڈال کر اسے اپنے موقف کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ جہاں تک مسئلہ امت کا ہے وہ سب کے سامنے ہے، ہمیشہ سے امت کا تعامل وحدت رویت کے خلاف رہا ہے۔ اپنے اپنے علاقہ کی رویت پہ انحصار کرکے روزہ رکھنے اور عید منانے کا دستور رہا ہے۔

رمضان کے موقع سے رویت کے متعلق عوام میں شدید اختلاف کے باعث بعض علماء وحدت رویت پہ امت کو اکٹھا کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ میں ایسے علماء کا اس وقت تک حامی نہیں ہوں جب تک امت کا وحدت رویت پر واضح اور قابل عمل اتفاق نہ ہوجائے خواہ عالمی سیمینار کرکے یا ملکی پیمانے پر اپنے اپنے علماء کے اتفاق رائے سے۔

مختصر الفاظ میں اپنے موقف کو بیان کرنے کے بعد یہاں رویت ہلال کے سلسلے میں بہت ہی مشہور اور اہم دلیل حدیث کریب کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں تاکہ حالات کے تقاضہ سے ہٹ کر ہمیں رویت ہلال سے متعلق فہم سلف کی روشنی میں اسلام کا موقف معلوم ہوسکے کیونکہ کتاب وسنت کو ہمیں فہم سلف کی روشنی میں سمجھنا ہے۔ اگر فہم قرآن وحدیث سے فہم سلف کو نکال دیا جائے تو پھر کوئی بھی نص کے مفہوم کو اپنے مسلک کی تائید میں موڑ سکتا ہے۔ قرآن وحدیث میں فہم سلف کا درجہ ویسے ہی ہے جیسے حدیث میں سند کا۔ آیئے حدیث کریب کا ایک مطالعہ کرتے ہیں۔

أنَّ أمَّ الفضلِ بنتَ الحارثِ بعثَتْه إلى معاويةَ بالشامِ . قال : فقدمتُ الشامَ . فقضيتُ حاجتَها . واستهلَّ عليَّ رمضانُ وأنا بالشامِ . فرأيتُ الهلالَ ليلةَ الجمعةِ . ثم قدمتُ المدينةَ في آخرِ الشهرِ . فسألني عبدُ اللهِ بنُ عباسٍ رضي اللهُ عنهما . ثم ذكر الهلالَ فقال : متى رأيتُم الهلالَ فقلتُ : رأيناه ليلةَ الجمعةِ . فقال : أنت رأيتَه ؟ فقلتُ : نعم . ورآه الناسُ . وصاموا وصام معاويةُ . فقال : لكنا رأيناه ليلةَ السَّبتِ . فلا تزال نصومُ حتى نكمل ثلاثينَ . أو نراه . فقلتُ : أو لا تكتفي برؤيةِ معاويةَ وصيامِه ؟ فقال : لا . هكذا أمرَنا رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ (صحيح مسلم:1087)

ترجمہ: حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا۔ حضرت کریب کو اپنے ایک کام کے لیے حضرت معاویہ کے پاس شام میں بھیجتی ہیں۔ حضرت کریب فرماتے ہیں کہ وہاں ہم نے رمضان شریف کا چاند جمعہ کی رات کو دیکھا میں اپنا کام کر کے واپس لوٹا یہاں میری باتیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہو رہی تھیں۔

آپ نے مجھ سے ملک شام کے چاند کے بارے میں دریافت فرمایا تو میں نے کہا کہ وہاں چاند جمعہ کی رات کو دیکھا گیا ہے، آپ نے فرمایا تم نے خود دیکھا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں میں نے بھی دیکھا۔ اور سب لوگوں نے دیکھا، سب نے بالاتفاق روزہ رکھا۔ خود جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی روزہ رکھا۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے، لیکن ہم نے تو ہفتہ کی رات چاند دیکھا ہے، اور ہفتہ سے روزہ شروع کیا ہے، اب چاند ہو جانے تک ہم تو تیس روزے پورے کریں گے۔ یا یہ کہ چاند نظر آجائے میں نے کہا سبحان اللہ! امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام نے چاند دیکھا۔ کیا آپ کو کافی نہیں؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح حکم فرمایا ہے۔

تخریج: (صحیح مسلم:1087، سنن أبي داود:2332، سنن النسائي:2111، سنن الترمذي:693، صحیح ابن خزیمہ:1916، السنن الکبری للبیہقی:8007، مسند أحمد:2785، سنن الدار قطني:2185 \ 21)

یہ حدیث مختلف کتب احادیث میں مروی ہے، یہ حدیث جن محدثین کے توسط سے ہم تک منقول ہوئی ہے انہوں نے اپنے اپنے اساتذہ سے کیا سمجھا ہے یہ جاننے کی اہم بات ہے۔ اس سے حدیث کا معنی و مفہوم متعین کرنے میں آسانی ہو گی کیونکہ حدیث اپنے معانی و مفاہیم کے ساتھ منتقل ہوتی آرہی ہے اس لئے ہمارے واسطے حدیث کی فہم و فراست میں سلف کی فہم ہی معیار ہے۔

حدیث کریب پہ محدثین کے قائم کئے گئے ابواب:

محدثین نے احادیث کو کتاب اور ابواب کے اعتبار سے جمع کیا ہے اس طرح محدثین نے حدیث سے کیا سمجھا ہے اس کا معنی متعین کرنے میں ہمارے لئے آسانی ہو گئی ہے۔

(1) مسلم شریف میں اس حدیث پر یوں باب باندھا گیا ہے:

"بابُ بیانِ أنَّ لکلِ بلدٍ رؤیتُھم وأنھم اِذَا رأوا الھلالَ ببلدٍلایثبتُ حکمُه لما بَعُدَ عَنْھُمْ "اس چیز کا بیان

کہ ہر علاقہ کے لیے وہاں کے لوگوں کی رویت کا اعتبار کیا جائے گا۔اگر کسی علاقہ کے لوگ چاند دیکھ لیں تو اس کا حکم دور کے لوگوں کے لیے ثابت نہیں ہوگا۔

(2) امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں مذکورہ حدیث پر اس طرح باب قائم کیا ہے "باب اذا رؤي الهلال فی بلد قبلَ الآخرين بليلةٍ" باب اس بیان میں کہ جب چاند کسی شہر میں دوسروں سے ایک دن قبل نظر آجائے تو کیا کیا جائے ؟۔

(3) امام ترمذی نے اپنی جامع میں اس طرح باب قائم کیا ہے " باب لکل أهل بلد رؤيتهم"۔ باب اس چیز کے بیان میں کہ ہر علاقہ والوں کے لئے اپنی اپنی رویت کا اعتبار ہوگا۔اور پھر اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "العملُ عَلَى هَذَا الحَدِيثِ عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ أَنَّ لِكُلِّ بَلَدٍ رُؤْيَتَهُمْ" اہل علم کے مابین اس حدیث کے مطابق عمل ہے کہ ہر علاقے کی رویت کا اعتبار ہوگا۔

(4) امام نسائی نے کچھ اس طرح باب باندھا ہے: "باب اخْتِلَافِ أَهْلِ الآفَاقِ فِي الرُّؤْيَةِ" باب اس حکم کے بیان میں کہ جب مختلف ممالک کے باشندے رؤیت ہلال کے سلسلے میں مختلف ہوں۔

(5) امام ابن خزیمہ نے یہ باب قائم کیا ہے: " باب الدليل على أن الواجب على أهل كل بلدة صيام رمضان لرؤيتهم لا رؤية غيرهم" یعنی اس بات پر دلیل کہ ہر علاقہ والے کے لیے اپنی ہی رؤیت پر رمضان کے روزے کا آغاز کرنا ضروری ہے۔

(6) حدیث کریب کی روایت کو بیہقی نے اپنی السنن الکبری میں اس باب سے بیان کیا ہے "باب الهلال يرى في بلد ولا يرى في آخر" چاند کے بارے میں باب جسے ایک شہر والے نے دیکھا اور دوسرے شہر والے نے نہیں دیکھا۔

(7) دار قطنی نے اپنی سنن "باب الشهادة على رؤية الهلال" (چاند دیکھنے کے سلسلے میں گواہی کا باب) کے نام سے باب باندھا ہے۔

اوپر میں نے ذکر کیا ہے کہ کتاب وسنت کو فہم سلف صالحین کی روشنی میں سمجھنا ہے۔اگر کتاب اللہ اور سنت رسول سے فہم سلف نکال دیا جائے تو نص کو جو چاہے گا اپنے مقصد وہدف کی طرف پھیر لے گا۔یہ حدیث جن کتب احادیث میں آئی ہے ان کی تدوین وترتیب کرنے والوں نے اپنے اپنے اساتذہ سے رویت ہلال کا یہی مذکورہ معنی معلوم کیا ہے اور انہوں نے اپنے اپنے شاگردوں کو بھی اسی معنی ومفہوم کی تعلیم دی ہوگی۔ان سارے شیوخ وتلامذہ کی تعداد دیکھی

جائے تو ہزاروں میں ممکن ہے۔ان کے علاوہ اسلاف کی ایک بڑی جماعت سے رویت ہلال میں مطلع کے فرق کا اعتبار کرنا منقول ہے جنہیں شمار نہیں کیا جاسکتا ہے اور آخر اسی پر چودہ صدیوں سے امت کا تعامل بھی رہا ہے جیسا کہ امام ترمذی نے حدیث کریب پہ لکھا ہے کہ اہل علم کے درمیان اسی حدیث پر عمل ہے کہ ہر علاقہ کی رویت کا اعتبار ہوگا اور امام بغوی نے بھی لکھا ہے کہ اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ "ان لکل اھل بلد رویتھم"۔البتہ بعض اہل علم نے وحدت رویت ہلال کا ذکر کیا ہے وہ بہت تھوڑے ہیں انہیں شمار کر سکتے ہیں۔

حدیث کی شرح اور اس کا مفہوم:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ام الفضل نے کریب کو شعبان کے اخیر میں معاویہ کے پاس کسی کام سے بھیجا تو وہاں انہوں نے اور اہل شام نے جمعہ کی رات رمضان کا چاند دیکھا اور سبھوں نے روزہ رکھا۔جب کریب کام مکمل کر کے دوران رمضان ہی مدینہ لوٹ آئے۔ابن عباس سے کریب کی رویت ہلال پہ گفتگو ہوئی تو کریب نے کہا کہ ہم لوگوں نے جمعہ کی شب چاند دیکھا ہے ،تاکیداً ابن عباس نے پوچھا کہ کیا تم نے اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا تو انہوں نے کہا کہ ہاں میں نے بھی دیکھا اور اہل شام نے بھی دیکھا۔ابن عباس نے کہا کہ ہم نے ہفتہ کی رات چاند دیکھا ہے اور اسی دن سے روزہ شروع کیا ہے لہذا ہم روزہ رکھتے رہیں گے یہاں تک کہ ہم چاند دیکھ لیں تو عید منائیں گے یا چاند نظر نہ آئے تو تیس روزے مکمل کریں گے۔گویا ابن عباس نے اہل شام کی رویت کا اعتبار نہیں کیا۔کریب نے اس بات پہ تعجب کا اظہار کیا کہ کیا امیر معاویہ کی رویت آپ کے لئے کافی نہیں ہے؟ تو ابن عباس نے جواب دیا کہ نہیں ہمارے لئے امیر معاویہ کی رویت کافی نہیں ہے کیونکہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کرنے کا حکم دیا ہے۔

اس حدیث میں تین باتیں اہم ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ شام اور مدینہ کے درمیان کتنی مسافت ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ ابن عباس نے معاویہ کی رویت کا اعتبار کیوں نہیں کیا؟

تیسری بات یہ ہے کہ ابن عباس کا کہنا ایسے ہی نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے اس سے کیا مراد ہے؟

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ میپ زوم ڈاٹ کام کے اعتبار سے طریق (راستہ) کا اعتبار کر کے 1267 کیلو میٹر ہے اور خط مستقیم کا اعتبار کر کے 1045 کیلو میٹر ہے۔صاحب سبل السلام تحریر فرماہیں کہ اہل شام کی رویت کا اعتبار اہل حجاز

کے لئے نہیں ہوگا اور کریب نے اکتیسواں روزہ رکھا جو کہ اہل مدینہ کے حساب سے وہ تیسواں ہی تھا۔ (سبل السلام ص156:)

کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ اگر شام و مدینہ کے درمیان 1045 یا 1267 کیلو میٹر کا فرق ہے تو ہندوستان میں پندرہ کیلو میٹر یا دوسری جگہ اس سے کم اور زیادہ کا اعتبار کیوں ہوتا ہے؟ کرہ ارض کے نشیب و فراز سے مطلع کے فرق میں بعض مقامات کا بعض دوسرے مقامات سے فرق ہو سکتا ہے اس لئے اصلا مطلع کا فرق دیکھا جائے گا نہ کہ کیلو میٹر کا۔ اس کا عمومی طریقہ یہ ہے کہ عموماجن علاقوں میں ایک ساتھ رویت ہوتی ہے ان تمام علاقوں کا مطلع ایک مانا جائے گا خواہ مسافت جو بھی ہو۔

دوسرے سوال کا جواب صحیح مسلم کی مشہور زمانہ شرح (شرح نووی) کی روشنی میں دو معانی کا امکان ہے۔ پہلا معنی تو یہ ہو سکتا ہے کہ کریب کی خبر، خبر واحد تھی اور یہاں شہادت کا معاملہ تھا جس کے لئے خبر واحد کافی نہیں ہوتی۔ حدیث کا یہ معنی متعین کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ خود امام نووی نے کہا کہ یہ بات ظاہر حدیث کے خلاف ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ ابن عباس نے کریب کی خبر اس لئے رد کر دی کیونکہ رویت دور والوں کے حق میں ثابت نہیں ہوتی۔ حدیث کے ظاہر سے یہی دوسرا معنی صحیح ہے۔

تیسری بات ابن عباس کا قول کہ اسی طرح ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے اس سے مراد ابوداؤد کی عمدہ شرح عون المعبود میں حدیث کریب کی شرح میں علامہ شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں کہ یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ چیز یاد کر رکھی تھی کہ ایک بلد کا دوسرے اہل بلد کی رویت پر عمل لازم نہیں ہے۔

حدیث کریب پر چند اعتراضات کا جواب:

پہلا اعتراض: اگر حدیث کریب ہی اختلاف مطلع کے اعتبار میں دلیل ہے تو اس حدیث کے حساب سے شام و حجاز کے

درمیان جو مسافت ہے اس مسافت کو ہر جگہ دلیل بنائی جائے پھر ہندوستان میں پندرہ سو کلو میٹر یا اس سے زیادہ کی رویت کیوں معتبر ہے؟

جواب: حدیث کی شرح اور اس کا مفہوم کے عنوان سے پہلی بات کے تحت اس کا جواب دیا جاچکا ہے۔ اور ہاں اس کے بہت سارے دلائل ہیں حدیث میں اہل ستارہ کا مسئلہ دیکھیں اور عکرمہ کا قول لکل اھل بلد رویتھم بھی دیکھ لیں۔

دوسرا اعتراض: ابن عباس کا اہل شام کی رویت نہ تسلیم کرنا صحابی کا اجتہاد تھا جو کہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ صحابی نے خود اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ ہمیں اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے گویا کہ یہ ان کا اجتہاد نہیں تھا فرمان رسول پر عمل تھا۔

تیسرا اعتراض: افطار کے سلسلے میں خبر واحد کافی نہیں ہے اس وجہ سے ابن اعباس نے کریب کی خبر رد کر دی کیونکہ انہیں رسول اللہ کا حکم معلوم تھا جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں کہ ہمیں ایسا ہی رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے۔

جواب: اولا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر واحد کی وجہ سے کریب کی بات رد نہیں کی جیسا کہ اوپر میں واضح کر چکا ہوں۔ ثانیا حدیث کے اس ٹکڑے " أو لا تكتفي برؤيةِ معاويةَ وصيامِه ؟ فقال : لا . هكذا أمرَنا رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ " سے جو بعض اہل علم نے خبر واحد کا احتمال ظاہر کیا ہے وہ حدیث کے ظاہر اور اکثر محدثین کی رائے کے خلاف ہے۔ نیز کریب نے یہ نہیں کہا کہ صرف میں نے چاند دیکھا بلکہ کہا میں نے اور اہل شام نے چاند دیکھا ہے۔ اگر ہم یہ مان لیتے ہیں کہ ابن عباس نے خبر واحد کی وجہ سے کریب کی خبر تسلیم نہیں کی تو آسانی سے اہل شام کے ذریعہ اس خبر کی تصدیق کر سکتے ہیں جبکہ ابن عباس نے ایسی ضرورت ہی محسوس نہیں کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خبر واحد کا احتمال ظاہر کرنا بالکل صحیح نہیں ہے۔

چوتھا اعتراض: یہ وہی ابن عباس ہیں جن سے عاشوراء کے روزہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا نو محرم کا روزہ رکھ لے۔ سائل نے پوچھا کہ کیا اسی طرح رسول اللہ ﷺ روزہ رکھتے تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں۔ اس جواب سے حدیث کریب کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ابن عباس کے کلام میں کس طرح خطا کا امکان ہو سکتا ہے؟

جواب: ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فیصلے کو کچھ لوگوں نے الگ رنگ دینے کی کوشش کی ہے جسے یہاں ذکر کرنا مناسب نہیں ہے۔ یہاں مسلم شریف کی حدیث نمبر 2664 میں ذکر عاشوراء کی بات کا جواب دینا ہے۔ یہ حدیث مسلم کے علاوہ ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن خزیمہ اور مسند احمد وغیرہ میں موجود ہے۔ اس حدیث کا شراح حدیث نے مختلف جواب دیا ہے اعتراض کرنے والوں کو سمجھنا چاہیئے کہ مسلم شریف کی روایت ہے جس کی سند اور متن دونوں میں کہیں نکارت نہیں ہے۔

عون المعبود میں اس حدیث کے تحت مذکور ہے کہ نبی ﷺ اسی طرح روزہ رکھتے کا مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آخر حیات میں نویں محرم کا روزہ رکھنے کا عزم کیا تھا گویا کہ آپ نے نویں کا روزہ رکھا۔ اور صاحب تحفہ الاحوذی نے امام شوکانی کے حوالے سے ایک قول ذکر کیا ہے کہ اسی طرح نبی ﷺ روزہ رکھتے تھے کا مطلب یہ ہے کہ اگر نبی ﷺ باحیات ہوتے تو اسی طرح روزہ رکھتے۔

کتنی سیدھی بات ہے جسے غلط رنگ دیا جارہا ہے۔ کیا ہمیں نہیں معلوم کہ رسول اللہ ﷺ نے حج تمتع نہیں کیا ہے تاہم ارادہ ظاہر کیا کہ اگر قربانی کا جانور ساتھ نہیں لاتے تو میں بھی تمتع کرتا۔ اس سے علماء نے تمتع کی افضیلت پر استدلال کیا ہے۔

پانچواں اعتراض: حدیث کریب خاص ہے۔

جواب: بالکل خاص نہیں ہے۔ خصوصیت کی دلیل چاہیئے۔

حدیث کریب کے چند اہم مستفادات:

حدیث کریب سے ایسے نکتے بھی نکلتے ہیں جن کی بنیاد پر کسی اعتراض کی کوئی وجہ نہیں رہ جاتی مثلاً

☆ کریب نے شام میں شام کی رویت کا اعتبار کرکے روزہ رکھا اور مدینہ آئے تو اہل مدینہ کے حساب سے روزہ رکھا اور عید منائی جبکہ شام کے حساب سے انہوں نے اکتیس روزے رکھے۔

☆ کوئی صحابی اپنی جانب سے اجتہاد کرکے کبھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے، سارے صحابہ عادل ہیں۔

☆رویت ہلال بہت ہی اہم معاملہ ہے، اگر ایک جگہ کی رویت ساری دنیا کے مسلمانوں کے لئے معتبر ہوتی تو ابن عباس جیسے جلیل القدر صحابی رسول فورا رویت اپنے لئے بھی معتبر گردانتے۔ بھلا فرمان رسول کے سامنے صحابی اپنا اجتہاد چلائے، گیا گزرا مسلمان بھی ایسی بات نہیں سوچ سکتا۔

☆رویت کے فرق سے اہل شام اور اہل مدینہ کے شب قدر میں فرق ہو رہا ہے اور رمضان کی اصل پونجی والی رات تو یہی ہے۔ کریب کی خبر نہ مان کر اپنے آپ کو اور اہل مدینہ کو شب قدر کی فضیلت سے کیسے محروم کر سکتے ہیں؟

☆رویت ہلال کا فرق تو بہر کیف زمانے میں موجود ہے، مطلع کا واضح فرق ہے اور اس کا اعتبار کرنا ہی دلائل سے قوی معلوم ہوتا ہے۔ ذرا اندازہ لگائیں کہ کریب نے مدینہ پہنچ کر وہاں کے حساب سے اپنا روزہ مکمل کیا اور اس طرح اکتیس روزے ہو گئے۔ گویا ہر علاقے کی اپنی اپنی رویت ہے۔ وہ اس طرح کہ اگر شام میں تیس دن رمضان کے مکمل ہوئے تو مدینہ میں بھی وہاں والوں کی رویت کے اعتبار سے تیس روزے ہوئے۔ اس اہم نکتہ سے رویت ہلال میں مطلع کے فرق کا معتبر ہونا معلوم ہوتا ہے۔

☆وحدت رویت کو ماننے سے حدیث کریب کی روشنی میں اہل مدینہ کا ایک روزہ چھوٹ گیا جس کی قضا کرنی تھی، اگر اس کی قضا کر لی جاتی تو اہل مدینہ کا روزہ کریب کی طرح اکتیس کا ہو جاتا جبکہ مہینہ اکتیس کا ہوتا ہی نہیں ہے۔ اہم سوال قضا کا ہے۔ ابن عباس کا ایک روزہ قضا نہ کرنا اور اہل مدینہ کو قضا کا حکم نہ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ دور والوں کی رویت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

☆کریب کی خبر سے جس طرح اہل شام اور اہل مدینہ کے روزہ میں فرق واقع ہو رہا ہے اور شب قدر میں فرق ہوا، اسی طرح عید میں بھی فرق ہو رہا ہے جبکہ وحدت رویت والے کہتے ہیں عید اس دن ہے جس دن سب منائیں۔ یہاں اس کی مخالفت ہو رہی ہے۔

☆کریب کی خبر کی تصدیق و تسلیم نہ کرنا اس کا بین ثبوت ہے کہ ہر علاقہ والے اپنے حساب سے رویت کا اعتبار کرتے تھے ورنہ اولا ایک جگہ سے دوسری جگہ کی خبریں وصول کی جاتیں اور خلفاء وامراء کا باقاعدہ رویت ہلال کمیٹی کے ساتھ ایلچی کے ذریعہ کسی جگہ رویت ہو جائے تو دوسرے تمام علاقوں میں خبر دی جاتی جبکہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ کام نہ عہد رسول میں ہوا اور نہ ہی عہد خلافت میں جو سراسر رویت وحدت کے خلاف ہے۔

☆رویت ہلال کو ہم رمضان کے ساتھ ہی خاص سمجھتے ہیں جبکہ یہ پورے سال کے ساتھ خاص ہے، ہر ماہ ایام بیض کے روزے تیرہ، چودہ اور پندرہ کو رکھنا ہے۔ امت کی آسانی اسی میں ہے کہ اپنے علاقہ کی رویت کا اعتبار کریں۔ قریب وبعید کے علاقوں میں نہ صرف گھنٹوں اوقات کا فرق پایا جاتا ہے بلکہ رات ودن کا بھی فرق ہے جو کہ قدرتی نظام ہے اس میں ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے ہیں۔ مجھے تو اس میں وحدت نظر نہیں آتی کہ ایک مسلمان ایک جگہ عید منائے اور دوسری جگہ رات ہونے کے سبب ہمارے دوسرے مسلمان بھائی سو رہے ہوں۔

☆اللہ تعالی جس طرح سورج کو ایک وقت میں نکالتا اور ڈباتا ہے اسی طرح چاند کو بھی ایک وقت میں اگاتا اور ڈباتا ہے اور ان دونوں (شمس وقمر) کے طلوع وغروب، صبح صادق اور اوقات زوال بلکہ پنچ وقتہ نمازوں کے اوقات مختلف ہیں حتی کے سارے مسلمانوں کا قبلہ ایک جہت میں نہیں ہے۔ جس طرح ہم نمازوں کے اوقات کے فرق کو امت کے اختلاف سے تعبیر نہیں کرتے اسی طرح علاقائی رویت کے حساب سے روزہ اور عید منانے کو امت کا اختلاف نہیں کہیں گے۔

ہر بلد والے کے لئے اپنی اپنی رویت پر اجماع:

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ اس بات پر علماء کا اجماع ہو گیا ہے کہ جو ایک شہر ایک دوسرے سے دور واقع ہو اس کی رویت کا اعتبار نہیں ہو گا جیسے کہ خراسان اندلس سے دور ہے اس لئے کہ ہر شہر کے لئے ایک خاص حکم ہے جو اس شہر کے ساتھ ہی مخصوص ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے چنانچہ جو شہر آپس میں قریب ہوں ان کی رویت ایک دوسرے لئے معتبر ہو گی۔ خبر خواہ حکومت کی جانب سے ہو یا دو عال گواہوں کی طرف سے یا جماعت مستفیضہ کی طرف سے بہر حال قریبی شہر والوں کو شامل ہو گی اور جو شہر زیادہ دور واقع ہو اس کو شامل نہیں ہو گی۔ ابن عرفہ نے اسی کو پسند کیا ہے۔ (التمہید لابن عبدالبر)

وحدت رویت ہلال کا موقف اور آخری بات:

علامہ ابن باز نے اچھی بات کہی ہے کہ اگر وحدت رویت میسر ہو سکے تو یہ احسن وافضل ہے ورنہ ہر بلد کی رویت ہی تمام اہل علم کے نزدیک راجح ہے۔ اور علامہ ناصر الدین البانی نے لکھا ہے جب تک تمام ممالک اسلامیہ وحدت رویت

پر متفق نہ ہو جائیں اس وقت تک ہر ملک کے باشندوں کو اپنے ملک اور حکومت کے ساتھ روزہ رکھنا چاہیئے۔ اختلاف کر کے الگ الگ نہ ہو جائیں کہ کوئی اپنے ملک کے حساب سے اور کوئی دوسرے ملک کے حساب سے عمل کرنے لگے بلکہ اپنے ملک کی رویت پر روزہ رکھنا چاہیئے خواہ ایک دو دن آگے پیچھے ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو ایک ہی ملک میں وسیع پیمانے پر اختلاف پھیلنے کا خطرہ ہے اور ایسا بعض عرب ممالک میں ہو بھی رہا ہے۔

ان دونوں موقف کو سامنے رکھتے ہوئے میں بھی یہ کہتا ہوں کہ اگر وحدت رویت پہ امت اسلامیہ کا اتحاد ہو جائے اور اتحاد کا نقطہ نظر بھی ساری دنیا کے مسلمانوں کے لئے واضح اور قابل عمل ہو تو مجھے اس سے اختلاف نہیں ہے صرف اس وجہ سے کہ رویت ہلال پہ امت مزید ٹکڑوں اور گروہوں میں تقسیم ہو کر اپنی طاقت ختم نہ کرے اور غیروں کو جگ ہنسائی کا موقع نہ دے۔ وحدت رویت کے کسی واضح اور قابل عمل نقطہ اتحاد پر جب تک امت اسلامیہ کا اجماع نہ ہو جائے اس وقت تک مسلمانوں کو اپنے اپنے علاقہ کی رویت کا اعتبار کرنا چاہیئے اور اسی حساب سے روزہ رکھنا چاہیئے اور عید منانا چاہیئے۔

BACK

رویت ہلال کے اعلان میں عشوائیت: تحلیل و تجزیہ

اسلام ایک منظم لائحہ عمل، اجتماعی نظام حیات، ٹھوس و مستحکم قواعد واصول اور متحدہ فلسفہ حیات پیش کرتا ہے۔اس نظام میں عشوائیت، من مانی، لاقانونیت، تحریف، بدعت اور افتراق وانتشار کی گنجائش نہیں ہے۔اس کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اس کے بہت سارے معاملات بلکہ متعدد قسم کی عبادات کا تعلق نظام شمس و قمر سے ہے۔ایک مومن کا عقیدہ ہے کہ کائنات میں نظام شمس و قمراللہ کے حکم سے چل رہاہے۔اسی کے حکم وارادے سے ماہ وسال اور رات ودن گردش میں ہیں۔اس میں انسانی عمل دخل کاذرہ برابر بھی شائبہ نہیں ہے۔

عبادات میں نمازوں کے اوقات، روزہ وافطار، حج وقربانی اور عیدوبقرعید کی تعیین سورج وچاند سے ہوتی ہے اور معاملات واحکام میں حساب وکتاب، طلاق، عدت، حیض ونفاس وغیرہ ایام سے جڑے ہوئے ہیں۔اللہ نے ان ایام کو شروع زمانے سے بارہ مہینوں میں تقسیم کیا ہے۔اس تاریخ کو قمری یاہجری تاریخ کہاجاتاہے۔اس وجہ سے مسلمانوں کے لئے جہاں ایک طرف اپنے معاملات میں قمری تاریخ استعمال کرنے کی ضرورت ہے وہیں ہر مہینہ چاند دیکھنے کا اہتمام کرناچاہئے تاکہ تاریخ شمار کرنے میں سہولت ہو۔ماہانہ چاند دیکھنے کاسب سے بڑافائدہ یہ ہوگا کہ محرم، رمضان ،شوال اور ذوالحجہ کاچاند دیکھنے اوراندازہ لگانے میں بہت حد تک مدد ملے گی۔

ہندوستان جہاں متعدد اقوام وملل اور مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں اور مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں ان کے لئے مذہبی طورپر بیحد مشکلات کاسامناہے۔یہاں پر ہم اسلام کاجنائی قانون نافذ نہیں کرسکتے کیونکہ اسلامی خلافت یاملوکیت قائم نہیں ہے۔ہندوؤں کی اکثریت یاہندوتوا کی حکومت کیوجہ سے ہمیں عبادات کی انجام دہی اور اسلامی شعائر کی پابندی میں بھی دشواریاں ہیں۔ مسلم پرسنل لاء میں مداخلت کی جاتی ہے اور خالص شرعی مسائل میں جمہوری عدالت کا فیصلہ ماننا پڑتا ہے ۔ یہ پہلو مسلمانوں کے لئے حد درجہ افسوسناک ہے۔ مسلمان اہل مناصب اور صاحب اثرورسوخ کی بطور خاص ذمہ داریاں بنتی ہیں کہ مسلمانوں کے لئے مذہبی آزادی میں حائل رکاوٹوں کاازالہ کرے جوکہ ہمارادستوری حق ہے۔

رویت ہلال کے ضمن ہندوستان کے اس پہلو کو ذکر کرنے کا میرا مقصد یہ ہے کہ ہر سال مسلمان روزہ اور عید کے مسئلہ میں شدید اختلاف کا شکار ہوتا ہے اور مسلم سماج چاند کے نام پر تقسیم در تقسیم ہو جاتا ہے۔ یہ منظر دیکھ اہل وطن ہمیں طعنہ دیتے ہیں، میڈیا والے الگ مسلمانوں کو بلکہ ہلال کمیٹی اور اس کے ذمہ داروں کو بلی کا بکرا بناتا ہے۔ رویت ہلال کے مسئلہ میں ہر سال شدت بڑھتی ہی جارہی اور اگر کوئی ٹھوس لائحہ عمل طے نہ کیا گیا تو وہ دن دور نہیں جب چاند کی اطلاع کے لئے عدالتی فرمان کی ضرورت پڑے گی۔

میں یہ بات وثوق کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ دو عوامل سوشل میڈیا اور رویت ہلال کے اعلان میں عشوائیت کی وجہ سے اکثر رمضان میں مسلمانوں کے درمیان رویت ہلال پر اختلاف ہوتا رہے گا۔ عالموں کو برا بھلا کہا جائے گا، ایک دوسرے پر الزام تراشی ہو گی اور آپس میں تنفر کو ہوا ملے گی جو قتل و قتال کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ وطن کے ناگفتہ بہ حالات اور اسلام کا دہرا تقاضہ ہے کہ رویت ہلال کے باب میں پیدا ہونے والے مسائل کا تدارک کر کے ان کا خاتمہ کیا جائے۔ مجھے تقریر و تحریر کے میدان کے ان تمام شہسواروں کی عملی کارکردگی پر حیرت و استعجاب ہے جو اتفاق واتحاد پر گھنٹوں تقریر کرتے ہیں، لمبے لمبے مضامین قرطاس کثیر پر ثبت کرتے ہیں اور جب اجتماعیت کا عملی ثبوت دینے کی ضرورت پڑتی ہے تو تفرقہ پھیلاتے ہیں۔

اس مختصر تحریر میں اندازہ لگانے کی کوشش کی گئی ہے کہ رمضان میں جب مسلمان رویت ہلال پر مختلف فرقوں میں بٹتے ہیں تو اسکے وجوہات کیا ہیں؟ یا اختلاف کا مرکزی سبب کیا ہے تاکہ اس مسلمانوں میں اجتماعیت کو پروان چڑھایا جائے اور عشوائی نظام کے مفاسد کا سدباب کیا جائے۔

میری ناقص رائے میں اس کا اصل سبب رویت ہلال کے اعلان میں مرکزیت کا فقدان ہے۔ کوئی بھی ٹرسٹی، ضلعی یا صوبائی ذمہ دار اپنی حد تک معلومات جمع کر کے رویت ہلال کا فیصلہ سنا کر عوام کو روزہ رکھنے یا عید منانے کا ریاستی فرماں روا کی طرح فرمان جاری کر دیتا ہے اور جس علاقہ میں رویت نہیں ہوتی وہاں کی عوام خلجان کا شکار ہو جاتی ہے جبکہ دونوں کا مطلع ایک ہی ہوتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ بغیر ممبران کمیٹی کے پاکٹ میں تنظیم رکھ کر گھومنے والے رمضان میں ہلال کمیٹی کے نام سے رویت ہلال پر اعلان شائع کرتے ہیں یعنی وہ خود کو کمیٹی سمجھتے ہیں اور حال یہ ہے کہ محض سنی سنائی باتوں پر اعلان کرتے ہیں خود اس نے نہ چاند دیکھنے کی زحمت گوارا کی، نہ تحقیقات کے عمل سے گزرا ہے۔

ہندوستان کے بعض صوبوں کو چھوڑ کر اکثر صوبوں کا مطلع ایک ہے،اس کا صاف صاف مطلب یہ نکلتا ہے کہ ان تمام علاقوں میں مرکزی اعتبار سے صرف ایک جگہ سے رویت ہلال کا اعلان ہو۔رویت ہلال کااعلان ایک اجتماعی امر ہے نہ کہ انفرادی۔انفرادی معاملہ سمجھنے والے دین سے بے بہرے اور فہم وفراست سے خالی ہیں۔

رویت ہلال پہ اختلاف کا واحد حل مرکزیت ہے۔اگر سارے مذاہب کو یکجا کر کے ہند میں ایک مرکزی رویت ہلال کمیٹی بن جائے تو سب سے اچھا ہے۔ نہ بھی بنے تو الحمدللہ ہمارے پاس مرکزیت کے لئے مرکزی جمعیت ہے جو صوبائی، ضلعی اور علاقائی تمام جگہوں سے مربوط ہے۔مرکزی جمعیت سے رویت ہلال کے اعلان کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ اگر کسی علاقہ اور ضلع میں چاند نظر آئے تو علاقائی اور ضلعی جمعیت اس خبر کی تحقیق کرے پھر صوبائی جمعیت کو اطلاع کرے،صوبائی جمعیت اپنے طور پر اس خبر کی تصدیق کرنے کے بعد یہ اطلاع مرکز کو بھیج دے۔مرکز بھی اس سلسلے میں متحرک رہے اور صوبہ، ضلع اور علاقہ سے مسلسل رابط قائم کرے حتی کہ دیگر مسالک کی ہلال کمیٹیوں اور اداروں سے بھی جانکاری حاصل کرے پھر مرکز کی ہلال کمیٹی ساری معلومات یکجا کر کے مرکزی طور پر ملک میں لیٹر کے ذریعہ، ٹی وی کے ذریعہ اور اخبارات کے ذریعہ پورے ملک میں رویت ہلال کا اعلان نشر کرے۔یہ ہے مرکزیت اور اس کا طریق کار جس سے ہمارا اختلاف ختم ہوگا اور لوگ رمضان میں تقسیم ہونے سے بچیں گے حتی ناگہانی مشکلات سے بھی تحفظ فراہم ہوگا۔سعودی عرب کی مثال دنیا کے سامنے ہے۔پاکستان میں بھی حکومتی سطح پر اعلان ہوتا ہے۔

اس بار کئی ادارے والوں نے رویت کی تصدیق کے لئے رات بھر جاگ کر بڑی جانفشانی کی ہے جو قابل تحسین ہے مگر یہ جانفشانی اپنے ادارے تک محدود تھی۔مرکز کو اطلاع دینا کسر شان سمجھا پتہ نہیں یا اس سے رابطہ کیا گیا مگر رابطہ نہ ہو سکا۔تاہم یہ معلوم ہونا چاہئے کہ رویت ہلال کا معاملہ پورے ملک کا معاملہ ہے اس کا فیصلہ پورے ملک کی نمائندہ جماعت ہی کرے۔مرکز نے بھی تحقیقات میں سستی سے کام لیا،رویت ہلال کا معاملہ سنگین ہے اس کی تحقیق میں ہلال کمیٹی کو رات بھر جاگنا پڑے تو جاگنا چاہئے۔

واقعہ کریب میں مذکور ہے کہ شام میں بہت سے لوگوں نے چاند دیکھا مگر رویت ہلال کی نسبت وہاں کے گورنر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف کی گئی ، کریب نے عبداللہ ابن عباس سے کہا کہ کیا معاویہ کی رویت اور ان کا روزہ کافی نہیں ہے جبکہ اہل شام نے چاند دیکھا تھا۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک بار اکیلے رمضان کا چاند دیکھا تو انہوں نے

خود سے روزہ رکھنے کا شہر میں اعلان نہیں کیا بلکہ رسول اللہ ﷺ کو بتلایا پھر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ ایک مرتبہ چند سواروں نے رسول اللہ ﷺ کو شوال کے چاند کی اطلاع دی جبکہ آپ ﷺ اور اصحاب روزے سے تھے تو آپ نے روزہ توڑنے اور اگلے دن عید منانے کا حکم دیا۔ ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ رویت ہلال کی بنا پر روزہ اور عید کا حکم مسلمانوں کے امیر یا مسلمانوں کے مرکزی ادارہ کی جانب سے ہو یعنی مرکزی شکل میں ایک جگہ سے رویت ہلال کا اعلان ہو۔

رویت ہلال پہ کچھ مزید باتوں کی جانکاری سطور ذیل میں دی جاتی ہے۔

☆ آج کل کچھ ہلال کمیٹیاں بھی بغیر وسائل اختیار کئے اور گھروں میں بیٹھے لوگوں کی طرف سے خبروں کا انتظار کرتی ہیں جبکہ ان کا کام ہونا چاہئے کہ جدید وسائل کے ذریعہ از خود چاند دیکھنے کا بہتر سے بہتر اہتمام کرے۔ مرکزی ہلال کمیٹی کی بڑی ذمہ داری ہے کہ اس کام کے لئے ماہر فلکیات اور جدید آلات پر مشتمل بہتر نظام قائم کرے، ساتھ ہی ملکی پیمانے پر مختلف مناسب مقامات پر رویت ہلال کے لئے کمیٹی تعینات کرے۔

☆ روزہ اور عید کا اعلان بصری رویت پر منحصر ہے اس لئے محض تخمین وظن، غیر مصدق خبر یا نظام فلکیات سے چاند کی اطلاع نہیں دی جائے گی۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ نظام فلکیات نے کافی ترقی کر لی ہے، اس کے توسط ہم پنج وقتہ نمازیں ادا کرتے ہیں کوئی سورج یا سایہ کو نہیں دیکھتا۔ افطار اور سحری بھی نظام فلکیات سے معلوم وقتوں پر کرتے ہیں تو پھر رویت کے معاملہ میں بھی مدد لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ چاند اپنی گردش 29 دن، 12 گھنٹے، 44 منٹ اور 3 سکنڈ میں پوری کر کے سورج سے جا ملتا ہے اسے قران کہتے ہیں۔ اس وقت چاند پر سورج کی شعاع نہیں پڑتی اس وجہ سے ہمیں چاند نظر نہیں آتا، جب چاند سورج کی مغربی جانب سے مشرقی جانب گردش کرتا ہے تو سورج کی شعائیں اس پر پڑنے لگتی ہیں۔ نظام فلکیات میں اسے نیو مون (نیا

چاند) سے تعبیر کرتے ہیں۔ فوری طور پر یہ نیا چاند بھی اس پوزیشن میں نہیں ہوتا کہ ہم اسے دیکھ سکیں، جب سورج سے اس کا فاصلہ بڑھ جاتا ہے تو نظر آنے کے قابل ہوتا ہے۔ نظام فلکیات کا ماننا ہے کہ نیو مون کے کم از کم آٹھ گھنٹے کے بعد ہی چاند کی رویت ممکن ہے جو کہ سورج سے 4 ڈگری کا فاصلہ ہوتا ہے۔ مثلاً صبح میں نیو مون ہوا ہو تو آٹھ گھنٹے بعد شام میں چاند نظر آنے کا امکان ہے اور اگر شام میں نیو مون ہوا ہو تو پھر اس وقت چاند نظر نہیں آئے گا۔ نظام فلکیات کے اس نظریہ کو ہم مدد و سہولت کے طور پر لیں گے نہ کہ حرف آخر کے طور پر۔

☆ یہ سوشل میڈیا کا زمانہ ہے، جھوٹ کی اشاعت بڑھ گئی ہے ایسے میں کوئی آڈیو یا تحریر یا خبر رویت ہلال کے باب میں براہ راست صاحب معاملہ سے رابطہ کرکے اور اس شخص کی عدالت ودین پر اطمینان کلی کرکے ہی کوئی فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ اور ایک بات یہ بھی کہ خبر کی تحقیق اپنے علاقہ کے دفتر وادارہ سے ہو۔ بسااوقات ہوتا یہ ہے کہ ممبئی میں بیٹھا شخص گجرات کی خبر کی تصدیق کررہا ہوتا ہے۔

☆ چاند کے موٹا یا پتلا ہونے سے شرعی حکم پر کوئی فرق نہیں پڑتا ہے اور لوگوں میں مشہور پہلی رات کا چاند موٹا نہیں ہوتا غلط ہے۔ ایک مرتبہ صحابہ نے بھی پہلی رات کا چاند موٹا دیکھا تھا تو کسی نے دوسری رات کا چاند کہا اور کسی نے تیسری رات کا چاند کہا جبکہ وہ پہلی رات کا ہی چاند تھا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمان رسول سنایا کہ اللہ تعالی نے اسے دیکھنے کے لئے تمہارے لئے بڑا بنادیا ہے اور چاند اسی رات کا ہے جس رات تم لوگوں نے دیکھا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں چاند کا موٹا پا قیامت کی نشانی قرار دی گئی ہے۔

☆ کبھی ایسا ممکن ہے کہ بدلی کی وجہ سے رمضان کا چاند نہ دکھے اور شعبان مکمل کرکے روزہ رکھنا پڑے اور 28 رمضان پر ہی شوال کا چاند نظر آئے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدلی کی وجہ سے پہلی رات کا چاند نظر نہیں آیا تھا اور رمضان کا ایک روزہ ہمارا چھوٹ گیا اس کی قضا کریں۔ اگر کبھی ایسا ہو جائے تو کسی جماعت کو ملامت کرنے کا کسی کو حق نہیں بنتا۔

☆ مطلع کا اختلاف تو دنیا میں موجود ہے اور اس اختلاف کو معتبر بھی مانا گیا ہے لہذا انڈیا والے اپنے مطلع کے حساب سے روزہ رکھیں گے اور عید منائیں گے، سعودی عرب کی رویت سے انڈیا والوں کا تعلق نہیں ہے البتہ پاکستان، بنگلہ دیش اور نیپال کا مطلع عموما ہندوستان سے ملتا ہے پھر بھی چونکہ یہ الگ الگ اور مستقبل ممالک ہیں اس لئے اپنے یہاں کی مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا سہارا لیں۔

☆ جو لوگ پوری دنیا میں ایک مطلع اور ایک چاند کی بات کرتے ہیں وہ نصوص، تعامل امت اور عقل و سائنس کے خلاف ہے۔ مشرق و مغرب کے درمیان بُعد کثیر، شمال و جنوب کی وسعت کثیرہ، کہیں دن تو کہیں رات، کہیں سحر تو کہیں افطار، اوقات کا یہ فرق ہمیں بتلاتا ہے کہ قدرت نے ہی ہم دنیا والوں کو الگ الگ وقت دیا ہے اور سبھی اپنے نظام شمس و قمر کے حساب سے عبادات کی پابندی کرتے ہیں۔ یہ بات امت کے اتحاد کے خلاف نہیں ہے۔ ہمیں دین میں اختلاف کر کے الگ راہ نکالنے سے منع کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ تم سب اللہ کے دین پر ہی مضبوطی سے قائم رہو یہی اتحاد ہے۔

☆ تمام لوگوں کا چاند دیکھنا ضروری نہیں ہے، رویت ہلال رمضان کے لئے ایک عادل مسلمان اور ہلال عید کی شہادت کے لئے دو عادل مسلمان کی گواہی کافی ہے خواہ موسم ابر آلود ہو یا صاف ستھرا۔

☆ مسلم دفتروں اور مساجد و مدارس میں ہجری تقویم کا اہتمام کیا جائے اور چاند دیکھنے کا اہتمام ہلال کمیٹیوں کے علاوہ عوام بھی کرے اور مرکزی ہلال کمیٹی کے فیصلے کو قبول کر کے اجتماعی طور پر روزہ رکھے اور عید منائے اور کسی قسم کے اختلاف کو ہوا نہ دے۔

☆ بسا اوقات ہلال کمیٹی کو نئی معلومات ملنے پر اپنا فیصلہ بدلنا پڑتا ہے اس پر عوام کو ہنگامہ آرائی کی ضرورت نہیں ہے، نہ فیصلہ بدلنے میں کمیٹی کو عار ہو گر فیصلہ حق بجانب ہے۔ یہ کمیٹی کا حق ہے اور ہمارا کام بلا چوں چرا اسے تسلیم کرنا ہے۔

☆عین ممکن ہے کہ دوسرے مسالک کے مسلمان ہماری مرکزیت تسلیم نہ کرے اس سے ہماری مرکزیت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ ہم متعین کتاب وسنت ،اتباع کتاب وسنت کے پابند ہیں یہی ہماری پہچان ہے اسی پہچان پر قائم رہیں گے۔

☆مرکزی ہلال کمیٹی کے علاوہ کسی کو اپنے طور پر رویت کی نشریات جاری کرنے کی اجازت نہ ہو اور جو اس کی مخالفت کرے اس کے خلاف کاروائی کی جائے تو عشوائی نظام اور اس کے فساد سے بچا جا سکے گا۔

اللہ تعالی امت میں اتحاد واتفاق پیدا فرمادے اور ہمیں اجتماعیت کے ساتھ زندگی گزارنے اور دین پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

BACK

قرآن وحدیث کی روشنی میں قربانی کے احکام ومسائل

عشرہ ذوالحجہ کی بڑی فضیلت ہے،اس میں بڑے بڑے اعمال انجام دئے جاتے ہیں،ان اعمال میں ایک اہم ترین عمل اللہ کی قربت کی نیت سے قربانی کرنا ہے۔قربانی جانور ذبح کرنے اور گوشت کھانے کا نام نہیں ہے، یہ ایثار وجاں نثاری، تقوی وطہارت، مومنانہ صورت وسیرت اور مجاہدانہ کردار کا حامل ہے،اس لئے قربانی کرنے والوں کو اپنی نیت خالص اور قربانی لوجہ اللہ کرنی چاہئے۔اللہ تعالی کا فرمان ہے: لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاۗؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰي مِنْكُمْ(الحج :37) '

ترجمہ: اللہ تک تمہاری قربانیوں کا گوشت یاخون ہر گز نہیں پہنچتا بلکہ تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے: إنَّ اللَّهَ لا ينظرُ إلى أجسادِكُم ، ولا إلى صورِكُم ، ولَكِن ينظرُ إلى قلوبِكُم(صحيح مسلم:2564)

ترجمہ: بے شک اللہ تمہارے جسموں اور تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

قربانی کا حکم:

قربانی کے حکم میں اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، امام ابوحنیفہؒ کو چھوڑ کے بقیہ ائمہ ثلاثہ اور جمہور اہل علم سے سنت مؤکدہ ہونا منقول ہے۔ دلائل کی روسے یہی مسلک قوی معلوم ہوتا ہے۔نبی ﷺ کا فرمان ہے:

إذا رأيتم هلالَ ذي الحجةِ ، وأراد أحدكم أن يُضحِّي ، فليُمسك عن شعرِه وأظفارِه(صحيح مسلم:1977)

ترجمہ: جب ذوالحجہ کا مہینہ شروع ہو جائے اور تم میں سے جو قربانی کرنے کا ارادہ کرے تو وہ اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے۔

اس حدیث میں "من اراد" کا لفظ اختیاری ہے یعنی جو قربانی کرنا چاہے وہ قربانی کرے گویا قربانی واجبی حکم نہیں اختیاری معاملہ ہے۔ترمذی(حدیث نمبر:1506)میں قربانی کے عدم وجوب سے متعلق ایک روایت ہے جسے شیخ البانی نے ضعیف کہا ہے۔اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن صحیح کہنے کے بعد لکھا ہے کہ اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ قربانی واجب

نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے اور اس پر عمل کرنا مستحب ہے۔ سفیان ثوری اور ابن مبارک کا یہی قول ہے۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے ترمذی کی اس روایت کو ذکر کرکے مشروعیت کا ہی حکم لگایا ہے لیکن یاد رہے قربانی مشروع اور اختیاری یعنی واجب نہ ہونے کی باوجود جو اس کی طاقت رکھے اور قربانی نہ کرے اس کے لئے بڑی وعید ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: من كانَ لَه سَعةٌ ولم يضحِّ فلا يقربنَّ مصلَّانا(صحيح ابن ماجه:2549)

ترجمہ: جس کو قربانی دینے کی گنجائش ہو اور وہ قربانی نہ دے تو وہ ہمارے عیدگاہ میں نہ آئے۔

ترمذی میں ذکر ہے کہ آپ ﷺ مدینہ میں دس سال قیام کیا اور ہر سال قربانی کی، اس روایت کو شیخ البانیؒ نے ضعیف کہا ہے۔

قربانی کی فضیلت:

قربانی ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے ، اللہ تعالی نے اسے بعد والوں کے لئے بھی باقی رکھا، اللہ کا فرمان ہے : وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ(الصافات:108)

ترجمہ: اور ہم نے اس (چلن) کو بعد والوں کے لئے باقی رکھا۔

ذوالحجہ کے دس ایام اللہ کو بیحد عزیز ہیں، ان ایام میں انجام دیا جانے والا ہر نیک عمل اللہ کو پسند ہے، ان میں ایک بہترین و محبوب عمل قربانی بھی ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: أعظمُ الأيامِ عندَ اللهِ يومُ النَّحرِ، ثم يومُ القَرِّ(صحيح الجامع:1064)

ترجمہ: اللہ کے نزدیک سب سے عظیم دن یوم النحر (قربانی کا دن) اور یوم القر (منی میں حاجیوں کے ٹھہرنے کا دن) ہے۔

ایک حدیث میں نبی ﷺ کا فرمان اس طرح ہے: أفضلُ أيامِ الدنيا أيامُ العشْرِ(صحيح الجامع:1133)

ترجمہ: دنیا کے افضل دنوں میں ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن افضل دن ہیں۔

اللہ تعالی نے دس راتوں کی قسم کھائی ہے ان میں سے ایک رات دس ذو الحجہ کی بھی ہے، اس سے بھی قربانی کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

قربانی کی حکمت:

قربانی کی بہت ساری حکمتیں ہیں ان سب سے اہم تقوی اور اللہ کا تقرب حاصل کرنا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ(الأنعام :162)

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب خالص اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہاں کا مالک ہے۔

جو قربانی اس مقصد کو پورا کرنے سے قاصر ہو وہ عنداللہ مقبول نہیں ہے۔

قربانی کرنے والوں کے حق میں:

جو قربانی کا ارادہ کرے وہ یکم ذوالحجہ سے قربانی کا جانور ذبح ہونے تک اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

إذا دخل العَشْرُ ، وعندَهُ أضحيةٌ ، يريدُ أن يُضحِّي ، فلا يأخذَنَّ شعرًا ولا يُقَلِّمَنَّ ظفرًا(صحيح مسلم:1977)

ترجمہ: جب ذوالحجہ کا عشرہ آجائے اور کسی کے پاس جانور ہو جو اس کی قربانی دینا چاہتا ہو تو اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے۔

جو لوگ قربانی کرنے کی طاقت نہ رکھے اگر وہ بھی بال و ناخن کی پابندی کرے تو باذن اللہ قربانی کا اجر پائے گا۔ نسائی، ابوداؤد، ابن حبان، دارقطنی، بیہقی اور حاکم سمیت متعدد کتب حدیث میں یہ حدیث موجود ہے۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

أمرت بيوم الأضحى عيدا جعله الله عز وجل لهذه الأمة قال الرجل أرأيت إن لم أجد إلا أضحية أنثى أفأضحي بها قال لا ولكن تأخذ من شعرك وأظفارك وتقص شاربك وتحلق عانتك فتلك تمام أضحيتك عند الله عز وجل(سنن أبي داود:2789)

ترجمہ: مجھے اضحیٰ کے دن کے متعلق حکم دیا گیا ہے کہ اسے بطور عید مناؤں جسے کہ اللہ عزوجل نے اس امت کے لیے خاص کیا ہے۔ ایک آدمی نے کہا: فرمایئے کہ اگر مجھے دودھ کے جانور کے سوا کوئی جانور نہ ملے تو کیا میں اس کی قربانی کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، بلکہ اپنے بال کاٹ لو، ناخن اور مونچھیں تراش لو اور زیر ناف کی صفائی کرلو۔ اللہ کے ہاں تمہاری یہی کامل قربانی ہو گی۔

اس حدیث کو شیخ البانی نے ایک راوی عیسی بن ہلال صدفی کی وجہ سے ضعیف کہاہے مگر دوسرے محدثین سے ان کی توثیق بھی ثابت ہے۔

بال وناخن کی پابندی سے متعلق ایک بات یہ جان لیں کہ یہ پابندی صرف قربانی کرنے والوں کی طرف سے ہے گھر کے دوسرے افراد مستثنی ہیں لیکن سبھی پابندی کرناچاہیں تواچھی بات ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ وہ آدمی جس نے غفلت میں چالیس دنوں سے بال وناخن نہیں کاٹاتھااوراس کو قربانی دینی ہے اس حال میں کہ ذوالحجہ کاچاند بھی نکل آیا ہے ایسا شخص واقعی بہت بڑاغافل ہے،اگربال وناخن تکلیف کی حدتک بڑھ گئے ہوں توزائل کرلے،اللہ معاف کرنے والاہے وگرنہ چھوڑدے۔

قربانی دینے والے نے بھول کراپنابال یاناخن کاٹ لیاتواس پہ کوئی گناہ نہیں لیکن جس نے قصداًبال یاناخن کاٹاہے اس پرتوبہ لازم ہے۔

قربانی کاجانور:

8/قسم کے جانوروں کی قربانی جائزہے،ان میں بکری،بھیڑ،گائےاوراونٹ کانرومادہ شامل ہے،ان جانوروں کوچارقسم کے عیبوں سے پاک ہوناضروری ہے۔نبی ﷺ کافرمان ہے:لا يجوزُ مِنَ الضحايا : العَوْرَاءُ الْبيِّنُ عَوَرُهَا ، والعَرْجَاءُ البَيِّنُ عَرَجُهَا ، والمريضةُ البَيِّنُ مَرَضُهَا ، و العَجْفَاءُ التي لا تُنْقِي.(صحيح النسائي:4383)

ترجمہ:چارقسم کے جانورقربانی میں جائزنہیں:کاناجس کاکاناپن ظاہرہو،لنگڑاجس کالنگڑاپن واضح ہو،مریض جس کا مرض واضح ہواوراتناکمزورجانورکہ اس میں گوداتک نہ ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوتاہے کہ قربانی کاجانورقوی وصحت مندہو۔خصی،گابھن اوردودھ دینے والے جانورکی قربانی جائزہے۔جانورخریدنے کے بعداس میں عیب پیداہوجائے مثلاٹانگ یاسینگ یادانت یاہڈی ٹوٹ جائے،کان کٹ جائے،مریض ہوجائے تواس کی قربانی کی جاسکتی ہے کیونکہ یہ ہونی ہے اسے کوئی ٹال نہیں سکتااس حال میں آدمی معذورہے لیکن اگرکوئی دوبارہ خریدنے کی طاقت رکھتاہواورحدیث میں مذکورچارعیبوں میں سے کوئی عیب خریدنے کے بعدپیداہوجائے تودوبارہ خریدلے۔قربانی کے لئے متعین جانوربیچنا،ہدیہ کرنایاگروی رکھناجائزنہیں ہے اورنہ ہی اسے باربرداری کے طورپراستعمال کرناجائزہے۔

قربانی کا جانور مسنہ (دانتا) ہونا چاہئے، مسنہ کہتے ہیں ایسا جانور جس کے دودھ کے اگلے دو دانت ٹوٹ کر نکل آئے ہوں ۔

ایک جانور پورے گھرانہ کی طرف سے کافی:

قربانی کا ایک جانور خواہ بکرا/ بکری ہی کیوں نہ ہو ایک گھرانہ کے پورے افراد کی طرف سے کافی ہے۔ایک گھرانہ کا مطلب یہ ہے کہ گھر کے پورے افراد قربانی کرنے والے کے ساتھ ہی رہتے ہوں اور قربانی دینے والا ان سب کے خرچ کا ذمہ دار ہو نیز وہ سارے رشتہ دار ہوں۔ جس کا چولہا الگ ہو وہ الگ قربانی کرے گا۔عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

كيفَ كانتِ الضَّحايا علَى عَهدِ رسولِ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ فقالَ كانَ الرَّجلُ يُضحِّي بالشَّاةِ عنهُ وعن أهلِ بيتِه فيأكلونَ ويَطعمونَ حتَّى تَباهى النَّاسُ فصارت كما تَرى(صحيح الترمذي:1505)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قربانیاں کیسے ہوتی تھی؟انہوں نے کہا: ایک آدمی اپنی اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربانی کرتا تھا، وہ لوگ خود کھاتے تھے اور دوسروں کو کھلاتے تھے یہاں تک کہ لوگ (کثرت قربانی پر) فخر کرنے لگے اور اب یہ صورت حال ہو گئی جو دیکھ رہے ہو۔

قربانی کے بڑے جانور میں شرکت:

بڑے جانور گائے، بیل اور اونٹ میں سات اشخاص یا سات گھرانوں کے لوگ ایک ایک حصہ لے کر شریک ہو سکتے ہیں۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

اشتركْنا مع النبيِّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ في الحجِّ والعمرةِ . كلُّ سبعةٍ في بدَنةٍ . فقال رجلٌ لجابرٍ : أيشتركُ في البدنةِ ما يشترك في الجَزورِ ؟ قال : ما هي إلا من البُدنِ .(صحيح مسلم:1318)

ترجمہ: حج کے موقع پر ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور ہم فی اونٹ سات آدمی شامل ہوئے ایک شخص نے جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، کیا گائے میں بھی سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں؟ تو جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ گائے بھی اسی کے حکم میں ہے۔

جہاں تک میڈھا اور بکرا، بکری کا مسئلہ ہے تو یہ ایک گھر کے پورے افراد کے لئے کافی ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے

لیکن اس میں دوسرے گھر والے کی طرف سے شرکت نہیں ہوگی۔

بھینس کی قربانی کا حکم:

قربانی کے جانور کے متعلق اللہ تعالی کا فرمان ہے:

ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ ۖ مِّنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثَيَيْنِ ۖ نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ، وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۗ (الانعام:142-143)

ترجمہ: آٹھ اقسام، بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو، کہہ دیجئے کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ یا وہ جس پر دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟ مجھے کسی علم کے ساتھ بتاؤ، اگر تم سچے ہو۔ اور اونٹوں میں سے دو اور گائیوں میں سے دو۔

اللہ تعالی نے نام لیکر آٹھ قسم کے قربانی کے جانور کی تعیین کردی جبکہ کھائے جانے والے جانور بے شمار ہیں۔ آٹھ قسم: دو قسم بکری نر و مادہ، دو قسم بھیڑ نر و مادہ، دو قسم اونٹ نر و مادہ اور دو قسم گائے نر و مادہ۔ گویا ان آٹھ اقسام میں قربانی کے لئے نویں کسی جانور کو شامل نہیں کیا جائے گا۔ ان اقسام میں بھینس کا ذکر نہیں۔ کہا یہ جاتا ہے کہ عرب میں اس وقت بھینس نہیں معروف تھی اور یہ گائے کی جنس سے ہے۔ اس کا حکم وہی ہے جو گائے کا خواہ زکاۃ کے لئے ہو، قربانی کے لئے ہو یا گوشت کھانے اور دودھ پینے کے طور پر ہو۔ یہ بات صحیح ہے کہ بھینس عرب میں متعارف نہیں تھی مگر بھینس دنیا میں موجود تھی، اللہ اس کا خالق ہے وہ کوئی بات بھولتا نہیں۔ اگر چاہتا تو قربانی کے جانور کی فہرست میں اسے بھی ذکر کرسکتا تھا۔

خلاصہ کے طور پر میرا یہ کہنا ہے کہ بھینس حلال جانور ہے، اس کو قربانی کے تئیں وجہ نزاع نہ بنایا جائے، سیدھی سی بات ہے اگر ہمارے یہاں قرآن میں مذکور آٹھ اقسام میں سے کسی قسم کا جانور پایا جاتا ہے تو اس کی قربانی کریں جس میں کوئی شک نہیں اور نہ اختلاف ہے البتہ متعدد اہل علم نے بھینس کو گائے کی جنس سے مانا ہے اور اس بنیاد پہ اس کی قربانی کا جواز فراہم کیا ہے۔ عرب کے علماء بھی جواز کے قائل ہیں۔ لہذا کسی کا دل اس پہ مطمئن ہو تو اس پہ کسی قسم کا جبر نہیں کیا جائے۔

ہندوستان میں گائے کی قربانی کامسئلہ :

ہندوستان میں گائے کے ذبیحہ پر پابندی ہے اور پکڑے جانے پر سخت سزا ہے بلکہ آج کل گائے کے نام پر مسلمانوں کو کافی پریشان کیا جارہاہے، اس الزام میں مسلمانوں کو قتل کردینا عام سی بات ہوگئی ہے۔گائے اللہ کی طرف سے حلال ہے اوراس کی قربانی کرنا بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے اس لئے جہاں گائے کی قربانی سے کوئی فتنہ نہیں وہاں بلاحرج اس کی قربانی کرسکتے ہیں لیکن جہاں اس کی قربانی سے فتنہ، ہنگامہ، نزاع اور قتل کی نوبت آنے کا خدشہ ہو وہاں اس کی قربانی سے بچنے میں ہی مسلمانوں کی عافیت ہے۔

قربانی کاوقت اوراس کے ایام:

قربانی کاوقت عید کی نماز کے فورابعد شروع ہو جاتاہے، خطبہ ختم ہوناضروری نہیں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ پہلے امام صاحب ہی قربانی دے۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہمانے بیان کیاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالاضحی کی نماز کے بعد خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

من صلى صلاتنا، ونسك نسكنا، فقد أصاب النُّسُكَ، ومن نسكَ قبلَ الصلاةِ، فإنه قبلَ الصلاةِ ولا نُسُكَ له.(صحيح البخاري:955)

ترجمہ: جس شخص نے ہماری نماز کی سی نمازپڑھی اور ہماری قربانی کی طرح قربانی کی اس کی قربانی صحیح ہوئی لیکن جو شخص نماز سے پہلے قربانی کرے وہ نماز سے پہلے ہی گوشت کھاتاہے مگر وہ قربانی نہیں۔

یہ حدیث بتلاتی ہے کہ عید کی نماز سے پہلے قربانی صحیح نہیں ہے لیکن عید کی نماز کے بعد قربانی کرنا صحیح ہے۔

عید کی نماز کے بعد سے قربانی کا وقت شروع ہوکر تیرہ ذوالحجہ کے مغرب کا سورج ڈوبنے پر ختم ہوجاتاہے یعنی قربانی کے چاردن کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت ہیں۔اس سلسلے میں بہت سارے دلائل ہیں، حجت کے لئے ایک دلیل ہی کافی ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

كُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ ، وارفعوا عن عُرَنَةَ ، وكُلُّ مزدلِفَةَ موقِفٌ ، وارفعوا عن بطنِ مُحَسِّرٍ ، وكلُّ فجاجِ مِنًى منحرٌ ، وكلُّ أيامِ التشريقِ ذبحٌ(صحيح الجامع:4537)

ترجمہ: پورا عرفات وقوف کی جگہ ہے اور عرنہ سے ہٹ کر وقوف کرو اور پورا مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے اور وادی محسر سے ہٹ کر وقوف کرو اور منیٰ کا ہر راستہ قربانی کی جگہ ہے اور تشریق کے تمام دن ذبح (قربانی) کرنے کے دن ہیں۔

ایام تشریق کہتے ہیں، گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ۔

ذبح کرنے کے آداب وطریقہ:

ذبح کرتے وقت جانور کو قبلہ رخ لٹایا جائے، یہ سنت ہے۔ اگر غیر قبلہ پہ ذبح کر لیا گیا ہو تو بھی کوئی حرج نہیں۔ قربانی دینے والا خود سے ذبح کرے، اگر ذبح کرنا اس کے لئے مشکل ہو تو کوئی بھی اس کی جگہ ذبح کر دے۔ جب جانور ذبح کرنے لگیں تو چھری کو تیز کر لیں تاکہ جانور کو ذبح کی کم سے کم تکلیف محسوس ہو۔

زمین پر قبلہ رخ جانور لٹا کر تیز چھری اس کی گردن پہ چلاتے ہوئے بولیں بسم اللہ واللہ اکبر۔ اتنا دعا بھی کافی ہے اور نیت کا تعلق دل سے ہے۔ یہ دعا بھی کر سکتے ہیں:

"بِاسْمِ اللهِ وَاللهُ أَكْبَرُ أَللهُمَّ هذا مِنْكَ وَلَكَ اَللهُم هذا عَنِّيْ وَ عَنْ أهْلِ بَيْتِيْ "

مندرجہ ذیل دعا بھی پڑھنا سنت سے ثابت ہے.

"إِنّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَالسَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ حَنِيْفًا وَمَاأَنَا۠مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، إِنَّ صَلاَتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَاشَرِيْكَ لَه وَبِذالِكَ أُمِرْتُ وَأَنَاْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، بِاسْمِ اللهِ وَاللهُ أَكْبَرَ أَللهُمَّ هَذا مِنْكَ وَلَكَ أَللهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّيْ (وَمِنْ أَهْلِ بَيْتِيْ)"

*اس حدیث کو شیخ البانی نے مشکوہ کی تخریج میں صحیح قرار دیا ہے اور شعیب ارناؤط نے اس کی تحسین کی ہے۔

ذبح کرنے میں چند باتیں ملحوظ رہے۔ ذبح کرنے والا عاقل وبالغ مسلمان ہو، کسی خون بہانے والے آلہ سے ذبح کیا جائے، ذبح میں گلہ یعنی سانس کی نلی اور کھانے کی رگیں کاٹنی ہیں اور ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا ہے۔ بے نمازی کی قربانی اور اس کے ذبیحہ بابت جواز وعدم جواز سے متعلق علماء میں اختلاف ہے۔ میں یہاں اتنا ضرور کہوں گا کہ ترک نماز بالاتفاق کفر ہے۔ قربانی دینے والا یا ذبح کرنے والا اپنے اس عمل سے پہلے توبہ کرے اور آئندہ پابندی نماز کا عہد کرے۔ عورت اپنی قربانی اپنے ہاتھوں سے کر سکتی ہے اور قربانی دن کی طرح رات میں بھی کی جاسکتی ہے۔

گوشت کی تقسیم:

قربانی کا گوشت تین حصوں میں تقسیم کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ مستحب ہے کیونکہ قربانی کی اصل کھانا اور کھلانا ہے، بچے ہوئے گوشت کو ذخیرہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ غیر مسلم کو قربانی کا گوشت دیا جاسکتا ہے، اس سلسلے میں جید علماء کے فتاوے ہیں۔

قرض لیکر یا جو مقروض ہو اس کا قربانی دینا:

جسے قربانی کی وسعت و طاقت ہو وہی قربانی کرے اور جو قربانی کی طاقت نہیں رکھتا اسے رخصت ہے اس لئے قربانی کی خاطر قرض لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو ہمیشہ سے قربانی دیتے آرہے اچانک غریب ہو جائے یا قرضے میں ڈوب جائے اسے مایوس نہیں ہونا چاہئے اور قرض کے بوجھ سے قربانی نہیں کرنا چاہئے بلکہ فراخی و وسعت کے لئے اللہ سے دعا کرنا چاہئے۔ اگر کوئی معمولی طور پر مقروض ہو، قرض چکانے اور قربانی دینے کی طاقت رکھتا ہو اسے قربانی دینا چاہئے ،اسی طرح اچانک عید الاضحی کے موقع سے کسی کا ہاتھ خالی ہو جائے اور کہیں سے پیسے کی آمد کی آس ہو اور ایسے شخص کو بآسانی قرض مل جائے تو قربانی دینا چاہئے کیونکہ اس کے پاس پیسہ ہے مگر ہاتھ میں موجود نہیں ہے۔

حاجی کی طرف سے قربانی:

حاجیوں کے اوپر عید الاضحی کی قربانی ضروری نہیں ہے، ان کے لئے حج کی قربانی ہی کافی ہے لیکن عید الاضحی کی قربانی دینا چاہئے تو دے سکتا ہے۔ یا ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ حاجی اپنے پیچھے گھر والوں کے لئے اتنا پیسہ چھوڑ جائے تاکہ وہ لوگ قربانی دے سکیں۔

نبی ﷺ کی طرف سے قربانی:

نبی کریم ﷺ کی طرف سے قربانی دینے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے، صحابہ کرام سے زیادہ نبی ﷺ سے کوئی محبت نہیں کر سکتا مگر ان میں سے کسی سے بھی نبی ﷺ کے نام سے قربانی کرنا ثابت نہیں ہے۔ جو لوگ نبی ﷺ کے نام سے قربانی کرنے کا جواز پیش کرتے ہیں ان کا استدلال ان روایات سے ہے جن میں نبی ﷺ نے اپنی جانب اور امت کی جانب سے قربانی کی ہے۔

ثم أخذها ، وأخذ الكبشَ فأضجَعَه . ثم ذبحَه . ثم قال (باسمِ اللهِ . اللهم ! تقبل من محمدٍ وآلِ محمدٍ . ومن أُمَّةِ محمدٍ) ثم ضحَّى به (صحيح مسلم:1967)

ترجمہ :اور آپ ﷺ نے مینڈھا پکڑا اور اس کو لٹایا پھر اس کو ذبح کیا پھر فرمایا اللہ کے نام کے ساتھ اے اللہ قبول فرما محمد ﷺ کی طرف سے اور آل محمد ﷺ کی طرف سے اور امۃ محمد یہ ﷺ کی طرف سے پھر قربانی کی.

یہ روایت مسلم شریف کی ہے ،اس سے یوں استدلال کیا جاتا ہے کہ امت محمد میں زندہ مردہ دونوں شامل ہیں لہذا نبی ﷺ کی طرف سے بھی قربانی کر سکتے ہیں۔ حالانکہ یہ استدلال درست نہیں ہے کیونکہ یہاں امت محمد سے مراد زندہ لوگ ہیں، اس بات کی تائید ان روایات سے ہوتی ہے جن میں ''عمن لم یضح من امتی'' کے الفاظ وارد ہیں گویا آپ ﷺ نے اپنی امت کے ان اشخاص کیطرف سے قربانی کی جو قربانی نہ کر سکے تھے۔

اگر امت محمد میں فوت شدگان کو بھی شامل کر لیا جائے تب بھی نبی ﷺ کی طرف سے قربانی نہیں ثابت ہوتی زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ زندہ کی طرف سے قربانی کرتے ہوئے میت کا نام لیے بغیر ایسے عام کلمات استعمال کئے جا سکتے ہیں۔

نبی ﷺ کی طرف سے قربانی کرنے کی ایک اور روایت ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہے۔

عَن عليٍّ : أنَّهُ كانَ يُضحِّي بِكَبشينِ أحدُهما عَنِ النَّبيِّ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ ، والآخرُ عن نفسِهِ ، فقيلَ لَهُ : فقالَ : أمرَني بِهِ - يَعني النَّبيَّ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ - فلا أدعُهُ أبدًا(ضعيف الترمذي:1495)

ترجمہ: علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ دو مینڈھے کی قربانی کرتے تھے ایک نبی ﷺ کیطرف اور دوسرا اپنی طرف سے اس بابت ان سے کلام کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ آپ یعنی نبی ﷺ نے مجھے اس کا حکم کیا ہے میں اسے ترک نہیں کر سکتا۔

یہ روایت ثابت نہیں ہے ،اس کی سند میں شریک بن عبداللہ بن شریک کثیر الخطاء ہونے کی وجہ سے ضعیف اور اس کا شیخ ابوالحسناء حسن کوفی مجہول ہے۔

اسی لئے شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے،اس سے بھی دلیل نہیں پکڑی جا سکتی۔

گویا نبی ﷺ کی طرف سے قربانی کرنا سنت سے ثابت نہیں، کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ نبی ﷺ کے نام سے عیدالاضحی پہ قربانی کرے۔

میت کی طرف سے قربانی:

میت کی طرف سے قربانی دینے کے لئے وہی ثبوت پیش کئے جاتے ہیں جو نبی ﷺ کی طرف سے قربانی دینے کے لئے پیش کئے جاتے ہیں اور نبی ﷺ کی طرف سے قربانی دینے کا حکم اوپر معلوم ہو گیا۔ہاں کوئی اپنی قربانی میں میت کو شریک کرلے تو اس صورت کو علماء نے جائز کہا ہے۔اس سلسلے میں میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ جو لوگ میت کی طرف سے قربانی دینا چاہتے ہیں وہ قربانی کا پیسہ میت کی طرف سے صدقہ کردیں، یہ ایسی صورت ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور اس کی دلیل موجود ہے۔میت نے اگر قربانی کرنے کی وصیت کی ہو تو پھر اس کا نفاذ ضروری ہے۔

خلیجی ممالک میں رہنے والے اپنے ملک میں قربانی دے سکتے ہیں:

بہت سارے لوگ اپنا گھر، والدین، بیوی بچے، اپنے وطن میں چھوڑ کے خلیجی ممالک میں نوکری کرتے ہیں۔ان میں بہت سے لوگ قربانی دینا چاہتے ہیں مگر اس شش وپنج میں مبتلا رہتے ہیں کہ قربانی لازما ہمیں گلف میں ہی دینی ہوگی یا پھر اپنے وطن میں بھی دے سکتے ہیں؟

اس سلسلہ میں افضل یہی ہے کہ قربانی دینے والا وہیں قربانی دے جہاں رہتا ہوں کیونکہ قربانی سے اللہ کا تقرب حاصل ہوتا ہے۔قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرے، خود کھائے اور دوسروں کو اپنے ہاتھوں سے تقسیم کرے۔تاہم علماء نے کہا ہے کہ قربانی اپنے وطن میں بھی دے سکتے ہیں۔خاص طور سے اس وقت جب قربانی کے گوشت سے محتاجوں اور مسکینوں کی مدد کرنا چاہتے ہیں جیسا کہ آج کل دیکھا جاتا ہے کہ ہمارے ملکوں میں باہری ممالک سے قربانی کے پیسے بھیجے جاتے ہیں تاکہ ان قربانیوں سے غریب ومسکین فائدہ اٹھا سکیں۔گوکہ اس میں انصاف کم برتا جاتا ہے، قربانی کا جانور مستحقین کو دینے کی بجائے مالداروں کو دیا جاتا ہے، اس لئے اس میں امانتداری برتنے کی ضرورت ہے۔

اگر ہم گلف میں رہتے ہیں اور اپنے وطن میں قربانی دینا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے وطن میں قربانی کے حساب سے بال وناخن کی پابندی کرنی ہے۔قربانی کا وقت نماز عید سے شروع ہوتا ہے اور تیرہویں ذوالحجہ کی شام تک رہتا ہے۔یہ وقت تمام ملک والوں کے لئے اپنے اپنے ملک کے قمری مہینے کے حساب سے ہے۔

ہدیہ میں دیا گیا قربانی کا جانور یا پیسہ:

آج کل مالدار لوگ یا خیراتی ادارے جانور خرید کر یا اس کی قیمت مسکینوں میں تقسیم کرتے ہیں تاکہ وہ بھی قربانی دے سکیں ایسی قربانی کا جانور یا پیسہ مساکین کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اللہ کی توفیق سے ہدیہ کرنے والے اور قربانی دینے والے دونوں کو اجر و ثواب ملے گا۔ نبی ﷺ نے بھی صحابہ کو قربانی عطا فرمائی ہے۔ عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

قَسمَ النبي صلَّى اللهُ عليه وسلَّم بين أصحابِهِ ضَحايا، فصارَتْ لِعُقبَةَ جَذَعَةٌ ، فقلت : يا رسولَ اللهِ ، صارت جَذَعَةٌ ؟ قال :(ضَحِّ بها) .(صحيح البخاري:5547)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں قربانی کے جانور تقسیم کئے۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں ایک سال سے کم کا بکری کا بچہ آیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ اس پر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے حصہ میں تو ایک سال سے کم کا بچہ آیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اسی کو قربانی کر لو۔

ایسے شخص کی طرف سے قربانی جس کا عقیقہ نہیں دیا گیا:

اگر قربانی کرنے والے کے پاس وسعت ہو تو قربانی کے ساتھ عقیقہ بھی دیدے تاکہ دونوں سنتیں پوری ہو جائیں لیکن اگر مالی وسعت نہ ہو تو بہر حال قربانی کا وقت ہے اس وجہ سے قربانی دینا ہی اولی ہے۔ اور اس میں کوئی حرج کی بات نہیں کہ بچپن میں اس کا عقیقہ نہیں ہوا تھا کیونکہ عقیقہ سنت مؤکدہ ہے اس وجہ سے ضروری نہیں ہے کہ پہلے عقیقہ دینا واجب ہے تبھی قربانی دے سکتے یعنی بغیر عقیقہ کئے بھی قربانی دے سکتے ہیں۔

مسافر کی قربانی:

مسافر حالت سفر میں قربانی دے سکتا ہے، نبی ﷺ نے سفر میں قربانی دی ہے چنانچہ مسلم شریف میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ذبح رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ ضحيتَه ثم قال (يا ثوبانُ ! أصلِحْ لحمَ هذه) فلم أزلْ أُطْعِمُه منها حتى قدمَ المدينةَ .(صحيح مسلم:1975)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کا ایک جانور ذبح کر کے فرمایا: ثوبان! اس کے گوشت کو درست کر لو یعنی

ساتھ لے جانے کے لیے تیار کرلو۔ پھر میں وہ گوشت آپ کو کھلاتا رہا یہاں تک کہ آپ مدینہ تشریف لے آئے۔

قربانی کے بڑے جانور میں عقیقہ کا حصہ:

بڑے جانور میں عقیقہ دینا احادیث سے ثابت نہیں ہے صرف قربانی دینا ثابت ہے وہ بھی صرف گائے، بیل اور اونٹ میں۔ جب بڑے جانور میں عقیقہ دینا ثابت نہیں تو اس میں کئی بچوں کے عقیقہ کا حصہ ڈالنا کیسے صحیح ہوگا؟ بعض علماء نے بڑے جانور میں عقیقہ کو جائز کہا ہے ان کے یہاں بھی ایک جانور میں کئی بچوں کا حصہ ڈالنا صحیح نہیں ہے کیونکہ عقیقہ میں ہر بچہ کی طرف سے خون بہانے کا حکم ہے۔ سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَعَ الغُلامِ عقيقةٌ فأَهريقوا عنهُ دَمًا وأميطوا عنهُ الأذَى (صحيح الترمذي:1515)

ترجمہ: لڑکے کی پیدائش پر عقیقہ ہے، لہذا جانور ذبح کرکے اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے گندگی دور کرو۔

اکثر مسلمانوں کے یہاں عید قرباں کے موقع پر ایک بڑے جانور میں قربانی کے ساتھ بچے کا عقیقہ بھی حصہ لیا جاتا ہے جو کہ سنت کی صریح مخالفت ہے۔ اگر طاقت ہے تو بچہ کی طرف سے مستقل جانور کا عقیقہ دیں ایسا کرنے سے سنت پوری ہوگی اور طاقت نہیں ہو تو نہ دیں اس پر اللہ تعالی مواخذہ نہیں کرے گا۔

قربانی سے متعلق آخری چند باتیں:

پہلی بات: قربانی کے جانور کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں ہے لہذا بالوں والے اور موٹے تازے جانوروں کی فضیلت والی ضعیف احادیث بیان نہ کریں، پل صراط پہ موٹا جانور تیزی سے گزرنے والی حدیث بھی ضعیف ہے۔

دوسری بات: قربانی کے وجوب کے لئے لوگوں میں جو زکوۃ کا نصاب مشہور ہے وہ ثابت نہیں ہے بس اتنی سی بات ہے کہ قربانی کا جانور خریدنے کی طاقت ہو۔

تیسری بات: قربانی کا جانور ذبح کرنے کی بجائے اس کی رقم صدقہ کرنا صحیح نہیں ہے، نہ ہی اس کا گوشت یا اس کی کھال بیچی جائے گی البتہ ذاتی مصرف میں لا سکتے ہیں، فقیر و مسکین ہدیہ میں ملا گوشت بیچ سکتا ہے۔ اجرت میں قصاب کو قربانی کا گوشت دینا جائز نہیں، تحفہ میں کچھ دینا ممنوع نہیں۔

چوتھی بات: حج کی قربانی اور عید کی قربانی دونوں الگ الگ ہے اس لئے دونوں کا ایک سمجھنا غلط ہے۔

پانچویں بات: قربانی کو صحیح ہونے کے لئے اخلاص کے ساتھ مزید پانچ شرائط ہیں: (1) منصوص جنس میں سے ہو، (2) مسنہ (دانتا ہو)، (3) اپنی ملکیت ہو، (4) حدیث میں بیان کردہ چار عیوب سے پاک ہو، (5) قربانی کے جائز اوقات میں قربانی دی گئی ہو۔

چھٹی بات: قربانی کے جانور سے متعلق مختلف بدعات وخرافات ہیں۔ الگ الگ علاقہ میں الگ قسم کی بدعات رائج ہیں، کہیں جانور کو سجانا، کہیں جانور کی نمائش کرانا (اور یہ شہر وگاؤں ہر جگہ عام ہورہا ہے) بلکہ ٹی وی اور اخبار پر اس کی خبریں شائع کرنا، ذبح کے وقت جانور کو وضو وغسل کرانا، اس کے خون کو متبرک سمجھ کر گھروں، سواریوں اور بچوں کے جسموں پر لیپنا یا اسی جانور کے بالوں اور پیشانی پر ملنا وغیرہ۔ اس قسم کے کاموں کو ثواب کی نیت سے کرنا گناہ کا باعث ہے کیونکہ جو دین نہیں اسے دین بنالینا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

BACK

قربانی کے چار دن کتاب وسنت کی روشنی میں

قربانی عبادت ہے اور عبادت کے سارے اعمال توقیفی ہوتے ہیں۔ انہیں من وعن ویسے ہی انجام دیا جائے گا جیسے شرع سے ثابت ہے۔ صحیح قول کی روشنی میں قربانی سنت مؤکدہ ہے جسے طاقت ہے وہ قربانی کرے اور جو طاقت نہیں رکھتا وہ قربانی نہ کرے لیکن جو قربانی کی طاقت رکھے اور قربانی نہ کرے اس کے لئے سخت وعید ہے۔

اس مختصر سے مضمون میں قربانی کے ایام پہ کتاب وسنت کی روشنی میں بحث کی جائے گی اور یہ دیکھا جائے کہ قربانی کے ایام تین دن ہیں یا چار دن ؟

قربانی کہتے ہیں:

"هي ما يذبح من النعم تقرّباً إلى الله تعالى من يوم العيد إلى آخر أيّام التشريق "(مغني المحتاج 122/6: ، الإقناع :277/2)

ترجمہ: نعم (مخصوص جانوروں) میں سے جسے اللہ تعالی کے تقرب کی خاطر عید کے دن سے لیکر ایّام تشریق کے آخر تک ذبح کیا جائے وہ قربانی ہے۔

قربانی کے ایام میں "ایام تشریق" کی بڑی اہمیت ہے، ایام تشریق کا مفہوم اور اس کی تعیین سے قربانی کے ایام جاننا بہت آسان ہو جائے گا۔

گوکہ ایام تشریق بعض اہل علم کے نزدیک چار دن ہیں مگر راجح تین دن یعنی گیارہ، بارہ اور تیرہ ہیں۔ تشریق کا معنی روشن ہونا اور چمکنا ہے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ عرب والے حج کرتے وقت ایام تشریق یعنی گیارہ، بارہ اور تیرہ کو قربانیوں کا گوشت کاٹ کاٹ کر منی کی پہاڑیوں پر سوکھنے کے لئے رکھ دیتے جب اس پہ سورج کی شعاع پڑتی تو گوشت چمک اٹھتا اس وجہ سے انہیں ایام تشریق کہا جانے لگا۔

ایام تشریق کے تین دن

☆ایام تشریق کا پہلا دن یوم القر (ٹھہرنے کا دن) کہا جاتا ہے کیونکہ اس دن حجاج منی میں ٹھہرتے اور رات گذارتے ہیں۔

☆ایام تشریق کا دوسرا دن یوم النفر الاول (نکلنے کا پہلا دن) کہلاتا ہے، اس دن حاجی کو رمی جمرات کے بعد غروب شمس سے پہلے تعجیل کرنے کی اجازت ہے۔

☆ایام تشریق کا تیسرا دن یوم النفر الثانی (منی سے نکلنے کا دوسرا دن) کہلاتا ہے، یہ حاجیوں کے لئے رمی جمرات کا آخری دن ہے، رمی کے بعد منی چھوڑ دیتے ہیں۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ ایام تشریق کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وسمیت أیام التشریق لأ لحوم الاضاحی تشرق فیها أي تنشر فی الشمس وقیل لأن الهدی لاینحر حتی تشرق الشمس"(فتح الباری:4،242)

ترجمہ: ان تینوں دنوں (11،12،13) کو ایام تشریق اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان دنوں میں قربانی کے گوشت کو دھوپ میں سوکھنے کے لیے پھیلایا جاتا ہے نیز اس سلسلے میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ چونکہ قربانی کے جانور سورج چمکنے سے پہلے ذبح نہیں کئے جاتے۔

مولانا انعام اللہ صاحب قاسمی لکھتے ہیں:

"اس قول 'یعنی وجہ تسمیہ' کے بموجب ایامِ تشریق کا اطلاق جتنے دنوں پر بھی ہو گا اس کا تعلق ذبیحہ اور قربانی سے ہو گا۔ کیونکہ کوئی ایسا دن جس میں قربانی جائز نہ ہو تشریق کا دن نہیں کہا جا سکتا لہٰذا جب یوم النحر کے بعد تین دنوں کو باجماعِ اُمت تشریق کہا گیا ہے تو قربانی بھی یوم النحر کے بعد تین دنوں تک جائز ہو گی۔(ایام قربانی: ص22)

ایام تشریق کا مفہوم جاننے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ قربانی کے چار دن ہیں ایک دن (یوم النحر) تو قربانی کے نام سے ہی جانا جاتا ہے بقیہ تین دن ایام تشریق کے۔ یہ بات قرآن وحدیث، آثار صحابہ اور اقوال ائمہ وتابعین سے بھی ثابت ہے۔

چار دن قربانی کے دلائل قرآن کریم سے:

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ (البقرة : 203)

ترجمہ: اور (ایام تشریق کے) معلوم دنوں میں اللہ کا ذکر کرو۔ تو جو شخص دو دنوں میں جلدی کرلے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو تاخیر کرلے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔

نیز فرمایا:

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ (الحج : 28)

ترجمہ: اور وہ ایام تشریق کے معلوم دنوں میں اللہ کے دیے ہوئے مخصوص چوپایوں پر اللہ کا نام ذکر کریں۔

یعنی ایام معلومات اور ایام معدودات ایام تشریق ہی ہیں، اس پر امت کا اتفاق ہے۔

چنانچہ علامہ قرطبیؒ رحمہ اللہ اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

أَمَرَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عِبَادَهُ بِذِكْرِهِ فِي الْأَيَّامِ الْمَعْدُودَاتِ، وَهِيَ الثَّلَاثَةُ الَّتِي بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ، وَلَيْسَ يَوْمُ النَّحْرِ مِنْهَا، لِإِجْمَاعِ النَّاسِ أَنَّهُ لَا يَنْفِرُ أَحَدٌ يَوْمَ النَّفْرِ وَهُوَ ثَانِي يَوْمِ النَّحْرِ، وَلَوْ كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ فِي الْمَعْدُودَاتِ لَسَاغَ أَنْ يَنْفِرَ مَنْ شَاءَ مُتَعَجِّلًا يَوْمَ النَّفْرِ، لِأَنَّهُ قَدْ أَخَذَ يَوْمَيْنِ مِنَ الْمَعْدُودَاتِ.

کہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو گنتی کے چند دنوں میں اپنے ذکر کا حکم دیا ہے اور یہ (گنتی کے دن) یوم النحر (یعنی قربانی کا دن ۱۰ ذی الحجہ) کے بعد تین روز ہیں جن میں یوم النحر داخل نہیں ہے کیونکہ اس بات پر لوگوں کا اجماع ہے کہ قربانی کے دوسرے دن (یعنی گیارہ کو) کوئی حاجی منی سے کوچ نہیں کرسکتا۔ اور اگر یوم النحر اَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ میں داخل ہوتا تو پھر (بموجب حکم قرآنی) عجلت باز کے لئے گیارہ کو منی سے کوچ کرنا درست ہوتا، کیونہ وہ گنتی کے (تین دنوں میں سے) دو روز گزار چکا ہے۔ (اور اللہ تعالی نے دو روز گزار چکنے کے بعد منی سے کوچ کرنے کی اجازت دی ہے)۔

(تفسیر القرطبیؒ 363/3)

بقاعی لکھتے ہیں:

(معدودات) وهي أيام إقامتكم بمنى في ضيافته سبحانه لفعل بقية ما عليكم من تتمات العبادات الحجية أولها يوم القر، وهو الحادي عشر ليستقر الناس فيه بمنى، ثانيها يوم النفر الأول، ثالثها يوم النفر الأعظم، والثلاثة تسمى أيام التشريق، وهى مع يوم العيد تسمى أيام النحر. والأربعة مع يوم عرفة أيام التكبير والذكر. اه-

معدودات سے منی میں تمہارا ٹھہرنا مراد ہے عبادات حج کے بقیہ کام پر اللہ کی ضیافت میں۔اس کا پہلا دن یوم القر ہے جو کہ گیارہ تاریخ ہے جس میں لوگ منی میں ٹھہرتے ہیں۔دوسرا دن یوم االنفرالاول ہے۔ تیسرا دن یوم النفرالا عظم ہے۔ یہ تین دن ایام تشریق کہلاتے ہیں اور یہ عید کے دن کے ساتھ ایام النحر اور چار دن عرفہ کے ساتھ ایام تکبیر وذکر کہا جاتا ہے۔

مزید امام رازی اور علامہ شوکانی وغیرہم کی کتاب دیکھ سکتے ہیں (تفسیر ابن کثیر 208/5 اور فتح القدیر 205/1)

تعجیل کے دو دن اور تاخیر والا ایک دن، پورے تین دن بنتے ہیں۔ان تینوں دنوں میں قربانی کے جانوروں پر اللہ کا نام لے کر ذبح کرنے کا حکم دیا گیا ہے ۔گویا ایام تشریق ذوالحجہ کی گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخ ہوئی اور ذوالحجہ کی دس تاریخ تو سبھی کو معلوم ہے اسے یوم النحر (قربانی کا دن) کہا جاتا ہے۔

اس طرح اللہ کی آسمانی کتاب نے یہ فیصلہ کر دیا کہ قربانی کے چار دن ہیں۔اور وہ ہیں یوم النحر و ایام تشریق یعنی دس، گیارہ، بارہ اور تیرہ۔

چار دن قربانی کے دلائل احادیث صحیحہ سے:

اس سلسلے میں بھی متعدد احادیث ہیں چند کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلی حدیث: أنَّ النبيَّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ قال لرجلٍ من غِفارٍ قُمْ فأذِّنْ أنه لا يدخلُ الجنَّةَ إلا مؤمنٌ وأنها أيامُ أكلٍ وشربٍ أيام مِنًى زاد سليمانُ بنُ موسى وذَبحٍ يقول أيامُ ذبحٍ.

ترجمہ: ایک صحابی سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ایک غفاری صحابی سے کہا کہ تم کھڑے ہو اور اعلان کردو کہ جنت میں صرف مؤمن ہی جائیں گے اور ایام منیٰ (ایام تشریق) کھانے پینے کے دن ہیں۔ابن جریج کہتے ہیں کہ ان کے اُستاذ سلیمان بن موسیٰ نے اسی حدیث کو بیان کرتے ہوئے ذبح کے لفظ کا اضافہ کیا ہے،یعنی وہ یہ بھی روایت کرتے تھے کہ یہ ذبح کے دن ہیں۔

دیکھیں: السلسلۃ الصحیحۃ: 620/5

اس حدیث میں ایام منی کا ذکر ہے۔ایام منی معروف ہیں، یہ تین دن ہیں گیارہ، بارہ اور تیرہ۔ان ایام کو کھانے اور پینے کا

دن کہا گیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ ایام قربانی کے ہیں۔ بلکہ بعض روایات میں ذبح کی بھی صراحت آئی ہے کہ ایام منی ذبح (قربانی) کرنے کے ایام ہیں جس سے معنی کی تعیین میں مدد ملتی ہے۔

یہ روایت متعدد کتب حدیث میں بھی مروی ہے، ایک جگہ ہے:

أَيُّها الناسُ إن رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّم قال : إنها لَيْسَتْ أيامَ صومٍ إنها أيامُ أكلٍ وشُرْبٍ .
(صحيح ابن خزيمة للالبانى : 2147)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ اعلان کررہے تھے کہ اے لوگو! رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: یہ ایام (ایام تشریق) روزے کے نہیں ہیں بلکہ کھانے اور پینے کے ہیں۔

ایک جگہ حدیث کے یہ الفاظ ہیں۔

"إنھا أیام طعم وذکر" یہ کھانے اور ذکر کے ایام ہیں۔

یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر ہے (دیکھیں: ارواء الغلیل: 131/4)

مسلم شریف میں اس طرح مروی ہے۔

أنَّ رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ بعثه وأوْسَ بنَ الحدَثانِ أيامَ التشريقِ . فنادى أنه لا يدخلُ الجنةَ إلا مؤمنٌ . وأيامُ مِنًى أيامُ أكلٍ وشُربٍ .(صحيح مسلم:1142)

ترجمہ: نبی ﷺ نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ کو ایام تشریق میں بھیجا کہ وہ اعلان کردیں جنت میں صرف مؤمن ہی جائیں گے اور ایام منیٰ (ایام تشریق) کھانے پینے کے دن ہیں۔

دوسری حدیث : يومُ عرفةَ ويومُ النَّحرِ وأيَّامُ التَّشريقِ عيدنا أَهلَ الإسلامِ ، وَهيَ أيَّامُ أكلٍ وشربٍ(صحيح الترمذي:773،صحيح النسائي:3004،صحيح أبي داود: 2419،إرواء الغليل: 130/4)

ترجمہ: عرفہ کا دن، قربانی کا دن، اور ایام تشریق کے ایام ہماری عید ہیں اور یہ کھانے پینے کے ایام ہیں.

اس حدیث کو شیخ البانی نے ترمذی میں، نسائی میں، ابوداؤد میں صحیح کہا اور ارواء الغلیل میں مسلم کی شرط پر قرار دیا ہے۔

اس حدیث میں عید کے دن کو ایام تشریق سے الگ کیا گیا ہے جو اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ایام تشریق عید کے بعد سے تیرہ تاریخ تک ہے.

تیسری حدیث: كلُّ أيامِ التشريقِ ذَبحٌ(السلسلة الصحيحة:2476)

متعدد صحابہ کرام اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔جبیر بن مطعم، أبو سعيد خدري اور أبو هريرة رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تشریق کے سارے دن ذبح (قربانی) کے دن ہیں۔

اس حدیث کو البانی صاحب نے حسن کہا ہے۔

یہ حدیث مختصر مگر معنوی لحاظ سے بہت واضح ہے کہ ایام تشریق قربانی کے ایام ہیں۔اس معنی کی تھوڑی لمبی روایت اس طرح ہے۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

كُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ ، وارفعوا عن عُرَنَةَ ، وكُلُّ مزدلِفَةَ موقِفٌ ، وارفعوا عن بطنِ مُحَسِّرٍ ، وكلُّ فجاجِ مِنًى منحرٌ ، وكلُّ أيامِ التشريقِ ذبحٌ(صحيح الجامع:4537)

ترجمہ: پورا عرفات وقوف کی جگہ ہے اور عرنہ سے ہٹ کر وقوف کرو اور پورا مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے اور وادی محسر سے ہٹ کر وقوف کرو اور منیٰ کا ہر راستہ قربانی کی جگہ ہے اور تشریق کے تمام دن ذبح کرنے کے دن ہیں۔

چونکہ ایام تشریق قربانی اور کھانے پینے کے دن ہیں اس وجہ سے ان دنوں میں نبی ﷺ نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے:

نهَى عن صومِ ستَّةِ أيَّامٍ من السَّنةِ : ثلاثةُ أيَّامِ التَّشريقِ ، ويومُ الفِطرِ ، ويومُ الأضحَى ، ويومُ الجمعةِ مختصَّةٌ من الأيَّامِ۔(السلسلة الصحيحة:2398)

ترجمہ: نبی ﷺ نے سال میں چھ دنوں کا روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔وہ ہیں تین دن ایام تشریق کے، عید الفطر، عید الاضحی اور جمعہ۔

ایک دوسری جگہ ان دنوں کے متعلق نبی ﷺ کا فرمان ہے :

بدیل بن ورقاء بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

من كان صائمًا فليُفطرْ فإنهنَّ أيامُ أكلٍ وشربٍ(السلسلة الصحيحة 1540/7)

ترجمہ: جو روزے سے ہو وہ روزہ توڑ دے کیونکہ یہ کھانے اور پینے کے دن ہیں۔

مذکورہ بالا نصوص کی روشنی میں چار دن قربانی کا واضح ثبوت ملتا ہے، اکثر اہل علم کی بھی یہی رائے ہے امام شوکانی رحمہ اللہ نے

حدیث "کل أیام التشریق ذبح" کو سامنے رکھتے ہوئے یہ استدلال کیا ہے:

أن أيام التشريق كلها أيام ذبح ، وهي يوم النحر وثلاثة أيام بعده(نيل الاوطار125/5)

کہ "تمام ایامِ تشریق ذبح کے دن ہیں اور وہ یوم النحر کے بعد تین دن ہیں"۔

چار دن قربانی کا ثبوت صحابہ کرام سے:

متعدد صحابہ کرام سے بھی چار دن قربانی کا قولاً و فعلاً ثبوت ملتا جن سے مذکورہ بالا نصوص کی مزید توضیح وتائید ہوتی ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: الأضحی ثلاثة ایام بعد یوم النحر۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ قربانی یوم النحر (10 ذوالحجہ) کے بعد تین دن (11، 12، 13 ذی الحجہ کے دن) ہیں۔یعنی یوم النحر عید کے دن کو لے کر کل چار دن قربانی کے ہیں. (دیکھیں: السنن الکبریٰ للبیہقی: 9/ 296)

اس کی سند ضعیف ہے لیکن اسی مفہوم کی بات ابن عباس سے متعدد سندوں سے منقول ہے جس سے اس روایت کی تائید ہوتی ہے

اسی طرح امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں امام شافعی کا مسلک بتاتے ہوئے لکھا ہے۔

" قال الشافعي: تجوز في يوم النحر وأيام التشريق الثلاثة بعده "یعنی امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ قربانی یوم النحر اور اس کے بعد تین دن ایام تشریق میں کرنا جائز ہے۔

اس کے بعد امام صاحب نے صحابہ سمیت اس مسلک کے قائلین کے چند اسماء ذکر کئے ہیں۔عبارت اس طرح ہے۔

"وممن قال بهذا علي بن أبي طالب ، وجبير بن مطعم ، وابن عباس ، وعطاء ، والحسن البصري ، وعمر بن عبد العزيز وسليمان بن موسى الأسدي فقيه أهل الشام ، ومكحول وداود الظاهري وغيرهم " یعنی امام شافعی رحمہ اللہ کے موقف کی طرح علی بن ابی طالب ، جبیر بن مطعم، ابن عباس، عطاء ، حسن بصری، عمربن عبدالعزیز، سلیمان بن موسی اسدی فقیہ شام ، مکحول

اور داؤد ظاہری وغیرہم کا بھی موقف ہے۔

زادالمعاد میں علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"قال علي بن أبي طالب رضي الله عنه : أيام النحر : يوم النحر ، وثلاثة أيام بعده"

یعنی علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی کا قول ہے: ایام نحر (یعنی قربانی کے ایام) یوالنحر (یعنی عید والا دن) اور اس کے بعد تین یوم ہیں۔

اہل بصرہ کے امام حسن، اور اہل مکہ کے امام عطاء بن ابی رباح، اور اہل شام کے امام الاوزاعی رحمہم اللہ اور فقہاء کے امام امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک یہی ہے، اور ابن منذر رحمہ اللہ نے بھی اسے ہی اختیار کیا ہے، اور اس لیے کہ تین ایام اس لیے کہ یہ منی اور رمی جمرات کے ساتھ خاص ہیں، اور یہی ایام تشریق ہیں، اور ان کے روزے رکھنا منع ہے، چنانچہ یہ ان احکام میں ایک جیسے بھائی ہیں، تو پھر بغیر کسی نص اور اجماع کے ذبح کرنے کے جواز میں فرق کیسے کیا جا سکتا ہے.

اور دو مختلف وجوہات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"کل منی منحر، وکل أیام التشریق ذبح" (منی سارے کا سارا نحر کرنے کے لیے جگہ ہے، اور سارے کے سارے ایام تشریق ذبح کرنے کے دن ہیں) (زادالمعاد: 319/2)

چار دن قربانی کا ثبوت تابعین سے:

صحابہ کرام کے علاوہ امت کے بہت سے تابعین و تبع تابعین سے چار دن قربانی کا ثبوت ملتا ہے۔ ابھی ابھی امام نووی کے کلام سے چند صحابہ و تابعین کا موقف معلوم ہو گیا۔

عطاء بن رباح، حسن بصری، امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز، امام زہری، ابراہیم نخعی، مکحول، اوزاعی اور سلیمان بن موسیٰ رحمہم اللہ

سے چار دن کی قربانی اہل علم نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔

(1) امام طحاوی فرماتے ہیں:. "امام حسن اور امام عطا نے کہا ہے کہ قربانی ایام تشرق کے آخری دن تک یعنی عید سے لے کر چار دن تک ہے۔" (احکام القرآن للطحاوی: 2؍ 206؛ سنن الکبریٰ للبیہقی: 9؍ 299)

(2) امام ابوعبداللہ المحاملی (م330ھ) نے کہا: "حسن بصری رحمہ اللہ کہتے تھے کہ تشریق کے تمام دنوں میں یعنی عید

الاضحیٰ سمیت چاردنوں: 10، 11، 12، 13 میں قربانی کی جائے۔"(امالی المحاملی روایۃ ابن یحییٰ البیع: ص 89؛ سنن الکبریٰ للبیہقی: 9؍296 من طریق حماد واسنادہ صحیح)

(3) امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ: امام بیہقی (م 458ھ) فرماتے ہیں: "خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے کہا ہے کہ قربانی عید کے دن اور اس کے بعد تین دن ہے (یعنی کل چار دن قربانی ہے)۔"(سنن الکبریٰ للبیہقی: 9؍297 اسنادہ صحیح)

ان کے علاوہ بہت سے تابعین نے چار دن قربانی کا موقف اختیار کیا ہے۔

چار دن قربانی اور ائمہ اربعہ:

ائمہ اربعہ میں سے امام شافعی رحمہ اللہ کا نے چار دن کی قربانی کا واضح موقف اختیار کیا ہے۔آپ کے موقف سے متعلق اوپر امام نووی ؒ کا قول گذر چکا ہے جس میں چار دن کی قربانی کا ذکر ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الام" میں قربانی کا آخری وقت ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

فاذا غابت الشمس من آخر أيام التشريق, ثم ضحى أحد, فلاضحية له. (الأم : 244/2)

ترجمہ: جب تشریق کے آخری دن یعنی 13 ذوالحجہ کو سورج غروب ہونے کے بعد کوئی قربانی کرے تو اس کی قربانی نہیں ہوگی۔

اور ایک قول کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک معلوم ہوتا ہے۔ باقی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف تین دن کی قربانی منسوب کی جاتی ہے، اسی طرح امام مالک کا موقف بھی تین دن کا ہے۔

آیات واحادیث، آثار صحابہ اور اقوال تابعین وائمہ کے علاوہ علماء کی ایک بڑی تعداد چار دن کی قربانی کے قائل ہیں۔ ان کی فہرست بہت لمبی ہے ان میں سے چند کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

امام ابن المنذر، امام بیہقی, امام نووی, شیخ الاسلام ابن تیمیہ, امام ابن قیم, امام ابن کثیر اور امام شوکانی رحمہم اللہ وغیرہم۔

یہاں طوالت کے خوف سے ان کے اقوال اور مزید علماء کے اسماء بیان نہیں کئے جارہے ہیں۔

تین دن قربانی کا جائزہ

حنفیہ کے نزدیک قربانی صرف تین دن ہی جائز ہے، انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں چند دلیلیں پیش کی ہیں، یہاں

ان کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

من ضحَّى منكم فلاَ يُصبِحنَّ بعدَ ثالثةٍ وفي بيتِهِ منهُ شيءٌ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: یعنی جو شخص قربانی کرے تو تین دن کے بعد گھر میں گوشت نہ رکھے۔

اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے کہ اس میں صرف تین دن قربانی کا گوشت رکھنے کا حکم ہے اس لئے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قربانی تین دن ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اولا اس میں گوشت ذخیرہ کرنے کی ممانعت ہے نہ کہ تین دن سے زیادہ قربانی کرنے کی۔ ثانیا اس حدیث کے آگے کے الفاظ میں خود ہی اس اشکال کا جواب مل جاتا ہے۔

فلمَّا كانَ العامُ المقبلُ ، قالوا : يا رسولَ اللَّهِ ، نفعلُ كما فعلنا عامَ الماضي ؟ قالَ كُلوا وأطعِموا وادَّخِروا ، فإنَّ ذلكَ العامَ كانَ بالنَّاسِ جُهدٌ ، فأردتُ أن تعينوا فيها۔

ترجمہ: اس کے بعد والا سال آیا تو لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم: کیا ہم اس سال بھی پچھلے سال ہی طرح کریں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھاؤ اور کھلاؤ اور ذخیرہ کرو کیونکہ اس سال تو لوگوں کو تنگی تھی لھذا میں نے یہ چاہا کہ تم ان کا اس تنگی میں تعاون کرو (بخاری ومسلم)

اس کے علاوہ صحابہ کے بعض آثار پیش کئے جاتے ہیں جو پایہ ثبوت تک نہیں پہنچ پاتے ہیں۔

حتمی فیصلہ صادر کرتے ہوئے یہ کہا جائے گا کہ قرآنی آیات، احادیثِ صحیحہ اور جمہور سلف صالحین سے اسی بات کا ثبوت ملتا ہے کہ قربانی کے کل چار دن ہیں۔ جماعت اہل حدیث کا یہی متفقہ موقف ہے۔ علمائے ہند کے علاوہ پاکستان وعرب کے معاصر کبار اہل علم نے بھی اسی موقف کی صراحت کی ہے۔ مجلس کبار علما، سعودی عرب کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

ربّ تعالیٰ ہمیں حق بات کہنے، حق بات سننے اور اس کے مطابق عمل کی توفیق دے۔ آمین

BACK

ایک جانور کی قربانی ایک گھرانے کی طرف سے کافی ہے

قربانی سنت مؤکدہ ہے اور اس کی بڑی تاکید آئی ہے، جسے قربانی کی وسعت ہو اسے قربانی کرنا چاہئے۔ بہت سے لوگ قربانی کے مسائل نہیں جانتے اس وجہ سے پریشانی بھی ہوتی ہے اور قربانی میں غفلت وسستی بھی۔ یہاں میں بتلانے جارہاہوں کہ ایک بکرا یا بکری گھر کے تمام افراد کی طرف سے کافی ہے۔ ہمارے یہاں رواج یہ ہے کہ ایک جانور ایک آدمی کے طرف سے ہی دیا جاتا ہے اور گھروں میں ایک سال باپ کی طرف سے، دوسرے سال ماں کی طرف سے، تیسرے سال بیٹے کی طرف سے، چوتھے سال بیٹی کی طرف سے۔ اس طرح قربانی کا رواج چلتا ہے جبکہ ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ ایک بکرے کی قربانی میں گھر کا سرپرست یعنی باپ کے ساتھ، اس کی بیوی اور بچے سب شامل ہو سکتے ہیں۔ یہ عمل رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام اور تابعین وتبع تابعین سے ثابت ہے۔ گویا یہ بات متحقق ہے کہ ایک قربانی پورے ایک فیملی ممبرس کے لئے کافی ہے، اس کے لئے سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ ایک گھرانہ کسے کہتے ہیں؟۔

اس بارے میں علمائے کرام کے چار اقوال ہیں جسے شیخ محمد صالح منجد نے ذکر کیا ہے:

(1) جن میں تین شرائط پائی جائیں: (الف) قربانی کرنے والا شخص انکے خرچہ کا ذمہ دار ہو (ب) وہ تمام افراد اسکے رشتہ دار بھی ہو (ج) قربانی کرنے والا شخص انکے ساتھ رہائش پذیر ہو، یہ موقف مالکی فقہائے کرام کا ہے۔

(2) جن پر ایک ہی شخص خرچ کرتا ہو، یہی موقف کچھ متأخر شافعی فقہاء کا ہے۔

(3) قربانی کرنے والے کے تمام عزیز و اقارب، چاہے ان پر یہ خرچ بھی نہ کرتا ہو۔

(4) قربانی کرنے والے کیساتھ رہنے والے تمام افراد چاہے اسکے رشتہ دار نہ ہوں، اس موقف کے قائلین میں خطیب شربینی، شہاب رملی، اور متأخر شافعی فقہاء میں سے طبلاوی رحمہم اللہ جمیعا شامل ہیں، لیکن ابن حجر ہیثمی رحمہ اللہ نے اسے بعید قرار دیا ہے۔

ان باتوں کا خلاصہ یہ ہوا کہ تین اسباب کی بنیاد پہ فیملی/گھرانہ قرار پائے گا وہ ہیں: قرابت، سکونت اور انفاق یعنی ایک چولہے پہ جمع ایک آدمی کی سرپرستی میں اس کے سارے رشتہ دار جن پہ وہ خرچ کررہاہے ایک گھرانہ ہے۔ اس میں آدمی کی بیوی، اس کے لڑکے، اس کی لڑکیاں اور وہ قریبی رشتہ دار شامل ہیں جو ساتھ میں رہتے ہوں مثلا بہو۔ ان سب

لوگوں کی طرف سے ایک جانور کی قربانی کافی ہے۔ اس کے بہت سارے دلائل ہیں جیسا کہ عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ سے دریافت کیا کہ :

كيفَ كانتِ الضَّحايا علَى عَهدِ رسولِ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ فقالَ كانَ الرَّجلُ يُضحِّي بالشَّاةِ عنهُ وعن أهلِ بيتِه فيأكلونَ ويَطعمونَ حتَّى تَباهى النَّاسُ فصارت كما تَرى(صحيح الترمذي:1505)

ترجمہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں قربانی کا کیا حساب تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا: آدمی اپنی اور اپنے گھر والوں کی جانب سے ایک بکری قربانی کرتا تو وہ بھی کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے۔

اس حدیث کے تحت صاحب تحفۃ الاحوذی لکھتے ہیں:

وهو نص صريح في أن الشاة الواحدة تجزئ عن الرجل وعن أهل بيته وإن كانوا كثيرين وهو الحق .

ترجمہ: یہ حدیث اس بات کی صریح دلیل ہے کہ ایک بکری آدمی اور اس کے گھر والوں کی جانب سے کافی ہے چاہے ان کی تعداد زیادہ ہی کیوں نہ ہو، اور حق بھی یہی ہے۔

ابن ماجہ میں بھی یہ روایت ہے جسے شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا اَيُّوبَ الْاَنْصَارِيَّ كَيْفَ كَانَتِ الضَّحَايَا فِيْكُمْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِيْ عَهْدِ النَّبِيِّ يُضَحِّيْ بِالشَّاةِ عَنْهُ وَ عَنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ فَيَاْكُلُوْنَ وَ يُطْعِمُوْنَ حَتّٰى تَبَاهَى النَّاسُ فَصَارَكَمَا تَرَى .(صحيح ابن ماجه:2563)

ترجمہ: حضرت عطاء نے ابوایوب سے پوچھا کہ نبی ﷺ کے عہد میں قربانیوں کا کیا حال تھا؟ انھوں نے جواب دیا کہ عہد نبوی میں ایک آدمی ایک بکری اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی دیتا تھا۔۔ کبھی کھاتے اور کبھی اوروں کو کھلاتے۔ یہاں تک کہ فخر ومباہات شروع ہوگیا جیسے تم دیکھ رہے ہو۔

اوپر والی حدیث میں عہد رسول کا ذکر ہے کہ ایک بکری ایک گھر والوں کی طرف سے قربانی دی جاتی تھی، اب ایک حدیث بیان کررہا ہوں جس میں نبی ﷺ خود ہی ایک مینڈا اپنی طرف سے اور اپنے پورے گھر والے کی طرف سے قربانی کرتے بلکہ ایک مینڈا میں پوری امت کو شامل کرتے تھے۔

حضرت عائشہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ :

كانَ إذا أرادَ أن يضحِّيَ، اشتَرى كبشينِ عظيمينِ، سَمينينِ، أقرَنَيْنِ، أملَحينِ موجوءَينِ، فذبحَ أحدَهُما عن أمَّتِهِ، لمن شَهِدَ للَّهِ، بالتَّوحيدِ، وشَهِدَ لَهُ بالبلاغِ، وذبحَ الآخرَ عن محمَّدٍ، وعن آلِ محمَّدٍ صلَّى اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ (صحيح ابن ماجه: 2548)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے جب قربانی کرنا چاہتے تو دو بڑے بڑے، موٹے تازے، سینگوں والے چتکبرے اور خصی مینڈھے خریدتے۔ ایک اپنی امت کی طرف سے ذبح فرماتے، یعنی امت کے ہر اس فرد کی طرف سے جو اللہ کی گواہی دیتا ہو اور نبی ﷺ کے پیغام پہچانے (اور رسول ہونے) کی گواہی دیتا ہو۔ اور دوسرا محمد ﷺ کی طرف سے، اور محمد ﷺ کی آل کی طرف سے ذبح کرتے۔

ایک اور حدیث میں ایک مینڈھے کا ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مینڈھا اپنی جانب سے اور اپنی امت کی جانب سے قربان کیا۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

شَهِدْتُ معَ رسولِ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ الأَضحى بالمصلَّى، فلمَّا قَضى خطبتَهُ نزلَ من منبرِهِ، وأُتِيَ بِكَبشٍ فذبحَهُ رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ بيدِهِ، وقالَ: بسمِ اللَّهِ واللَّهُ أَكْبرُ، هذا عنِّي، وعمَّن لَم يضحِّ من أمَّتي(صحيح أبي داود:2810)

ترجمہ: میں ایک عید الاضحی کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید گاہ میں حاضر تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خطبہ مکمل کر لیا اور منبر سے اترے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مینڈھا پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور یہ دعا پڑھی «بسم اللہ واللہ أكبر هذا عني وعمن لم يضح من أمتي» اللہ کے نام سے اور اللہ سب سے بڑا ہے، یہ میری طرف سے اور میری امت کے ان لوگوں کی طرف سے ہے جو قربانی نہیں کر سکے۔

ابوداؤد کی اس حدیث کے تحت حافظ شمس الحق عظیم آبادی عون المعبود میں لکھتے ہیں:

قلت : المذهب الحق هو أن الشاة تجزئ عن أهل البيت ؛ لأن الصحابة كانوا يفعلون ذلك في عهد رسول الله.

ترجمہ: میں نے کہا کہ حق یہی ہے کہ ایک بکری پوری گھر والے کی طرف سے کفایت کرجاتی ہے اس لئے کہ صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایسا ہی کرتے تھے۔

اس کے بعد انہوں نے دلیل کے طور پر اوپر گزری ساری احادیث کا ذکر کیا ہے اور بعض صحابہ کا عمل بھی بیان کیا ہے ۔ تفصیل کے لئے دیکھیئے عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، باب فی الشاۃ یضحی بھا عن جماعۃ۔ اس باب سے بھی حدیث کا مفہوم عیاں ہے کہ ایک بکری ایک جماعت یعنی ایک گھر کی طرف سے کافی ہے۔ اسی طرح امام ابوداؤد کے علاوہ امام ترمذی نے بھی ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ والی روایت پہ باب باندھا ہے "باب ماجاء ان الشاۃ الواحد تجزی عن اھل البیت " یعنی باب ہے اس بارے میں کہ ایک بکری پورے گھر والوں کی طرف سے کفایت کرجائے گی۔ ساتھ ہی امام ترمذی نے یہ بھی کہا ہے کہ اس پہ بعض اہل علم کا عمل بھی ہے۔

احادیث رسول کے علاوہ سلف وخلف سے بہت آثار واقوال ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف بھی رسول اللہ ﷺ کی اس سنت پہ عمل کرتے آرہے ہیں۔

(1) صحابہ کے عمل کے متعلق اوپر ترمذی اور ابن ماجہ کی صحیح حدیث گزرگئی ہے جس میں ابوایوب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ "ایک آدمی اپنی طرف سے اور اپنے تمام گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کرتا تھا" یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ تمام صحابہ کا یہی موقف اور عمل تھا، اس کا ذکر اور بھی متعدد احادیث میں ہے۔

(2) بخاری شریف میں سیدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کا پورے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربانی کرنا مذکور ہے جبکہ ساتھ میں ان کی ماں بھی رہا کرتی تھیں۔

وَكَانَ يُضَحِّي بِالشَّاةِ الْوَاحِدَةِ عَنْ جَمِيعِ أَهْلِهِ(صحيح البخارى: 7210)

ترجمہ: اور وہ اپنے تمام گھر والوں کی طرف سے ایک ہی بکری قربانی کیا کرتے تھے۔

(3) حضرت ابوسریحہ حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

حملني أَهلي على الجفاءِ بعدَ ما علِمتُ منَ السُّنَّةِ كانَ أَهلُ البيتِ يضحُّونَ بالشَّاةِ والشَّاتينِ والآنَ يبخِّلُنا جيرانُنا(صحيح ابن ماجه:2564)

ترجمہ: میرے گھر والوں نے مجھے غلط کام پر مجبور کر دیا جبکہ مجھے سنت طریقہ معلوم ہے ایک گھر والے ایک بکری یا دو بکریاں ذبح کیا کرتے تھے۔ اب تو (اگر ہم ایک کی قربانی دیں تو) ہمارے ہمسائے ہمیں بخیل کہنے لگتے ہیں۔

(4) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی آیا ہے کہ وہ ایک بکری پورے گھر والوں کی طرف سے قربانی کرتے تھے ۔(ابن ابی الدنیا)

(5) حافظ ابن قیم رحمہ اللہ "زاد المعاد" میں کہتے ہیں: "وکان من ھدیہ صلی اللہ علیہ وسلم أن الشاۃ تجزیٔ عن الرجل وعن أھل بیتہ ولو کثر عددھم".

ترجمہ: اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ اور سنت میں یہ بھی شامل ہے کہ ایک بکری آدمی اور اس کے گھر والوں کی جانب سے کافی ہے چاہے ان کی تعداد کتنی بھی زیادہ ہو. (بحوالہ تحفۃ الاحوذی)

(6) امام شوکانی "السیل الجرار" میں لکھتے ہیں:

والحق أنها تجزئ عن أهل البيت وإن كانوا مائة نفس۔

ترجمہ: حق بات یہ ہے کہ ایک بکری پورے گھر والے کی طرف سے کفایت کرے گی اگرچہ ان کی تعداد سو کی کیوں نہ ہو۔ (بحوالہ عون المعبود)

(7) امام نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے دلیل لی جاتی ہے کہ آدمی کی قربانی ،اس کی جانب سے اور اس کے گھر والوں کی جانب سے جائز ہے اور یہ گھر والے اس آدمی کے ساتھ ثواب میں شریک ہوں گے ، یہی موقف ہمارا اور جمہور کا ہے اور ثوریؒ، امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب نے ناپسند کیا ہے۔ (بحوالہ غنیۃ الالمعی از حافظ شمس الحق عظیم آبادی)

(8) حافظ خطابی نے معالم میں ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ کا قول "من محمد وآل محمد ومن امۃ محمد" اس بات کی دلیل ہے کہ ایک بکری آدمی اور اس کے گھر والوں کی طرف سے کافی ہے اگرچہ ان کی تعداد بہت ہو۔ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ ایسا ہی کرتے تھے اور اسے مالکؒ، اوزاعیؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن راھویہؒ نے جائز کہا ہے اور ابو حنیفہؒ اور ثوریؒ نے اسے ناپسند کیا ہے۔ (بحوالہ عون المعبود)

(9) حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ جمہور اس سے دلیل پکڑتے ہیں کہ آدمی کی قربانی اس کی طرف سے اور اس کے گھر والوں

کی طرف سے کفایت کر جائے گی اور حنفیہ نے اس کی مخالفت کی ہے اور طحاوی نے مخصوص اور منسوخ ہونے کا دعوی کیا ہے مگر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔(بحوالہ عون المعبود)

(10) شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ دو سگے بھائی، اپنی اولاد کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتے ہیں، ان کا کھانا پینا ایک ساتھ ہوتا ہے تو کیا ان سب کی طرف سے ایک قربانی جائز ہے؟ تو شیخ نے جواب دیا کہ ہاں جائز ہے کہ ایک اہل خانہ ایک قربانی پہ اکتفا کرے، اگرچہ اہل خانہ میں دو فیملی کیوں نہ ہو اور اس سے قربانی کی فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ (فتاوی نور علی الدرب) الشرح الممتع میں شیخ نے کہا کہ ثواب میں شرکت کی کوئی قید نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے ساری امت کی جانب سے قربانی کی ہے اور ایک شخص ایک آدمی کی جانب سے ایک قربانی کرتا ہے خواہ ان کی تعداد سو ہی کیوں نہ ہو۔

شیخ محترم کا ایک فتوی یہ بھی ہے کہ ایک گھر میں والے لوگوں کی طرف سے ایک ہی قربانی کفایت کر جائے گی خواہ تعداد زیادہ کیوں نہ ہو، اس کی مثال یوں سمجھ لیں کہ سب بھائی ایک جگہ ہیں اور سبھی کا کھانا اکٹھے تیار ہوتا ہے اور وہ سب ایک ہی مکان میں رہتے ہیں اور ان کی بیویاں بھی ہوں، اسی کے مثل والد کا اپنے بیٹوں کے ساتھ حکم ہے، خواہ اس کے کچھ بیٹے شادی شدہ ہوں تو ان کی طرف سے ایک ہی قربانی کافی ہوگی۔ (مجموع فتاوی ورسائل ابن عثیمین)

(11) شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے ایک آدمی نے سوال کیا کہ میں شادی شدہ ہوں اور اپنے بچوں کے ساتھ گھر والوں سے الگ دوسرے شہر میں رہتا ہوں، عیدالاضحی کی مناسبت سے چند روز قبل گھر والوں کے پاس بچوں کے ساتھ آتا ہوں اور قدرت رکھنے کے باوجود قربانی نہیں کرتا اس کا حکم بتائیں تو شیخ نے جواب دیا کہ ایک قربانی آدمی اور اس کے گھر والوں کی طرف سے کفایت کر جاتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک قربانی اپنی جانب سے اور اپنے گھر والوں کی جانب سے ہر سال کی ہے لیکن اے سائل آپ مستقل گھر میں رہتے ہیں اس لئے آپ کے لئے مشروع ہے کہ آپ اپنی جانب سے اور اپنے اہل کی جانب سے الگ قربانی کریں، آپ کے والد کی قربانی آپ کے لئے کفایت نہیں کرے گی کیونکہ آپ ان کے ساتھ نہیں ہیں بلکہ الگ طور پر مستقل گھر میں ہیں۔ (باختصار مجموع فتاوی شیخ ابن باز 37/18)

(12) دائمی فتوی کمیٹی سے سوال کیا گیا کہ اگر میرے والدین کے ساتھ میری اہلیہ بھی اسی گھر میں رہتی ہو تو کیا میرے اور میرے والدین کی طرف سے ایک قربانی کفایت کرے گی؟ تو کمیٹی نے جواب دیا کہ اگر صورت ایسی ہی ہے

کہ والد اور اس کے بیٹے ایک ہی گھر میں رہتے ہوں تو ایک ہی قربانی آپ کی، آپ کے والد کی، آپ کی والدہ کی اور آپ کی بیوی کی کافی ہے۔(فتاوی اللجنۃ الدائمۃ: 404/11)

ایک بکری کی قربانی سے متعلق چند امور

☆سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اوپر بیان کردہ صحیح احادیث، آثار، اقوال اور فتاوے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک جانور کی قربانی پورے ایک گھر کے افراد کے لئے کافی ہے چاہے ان کی تعداد جتنی ہو۔

☆ اگر گھر کے افراد کی طرف سے الگ الگ جانور دینے کی وسعت ہو اور ان کی طرف سے الگ الگ قربانی دینے کی خواہش ہو تو دی جاسکتی ہے، اس کی ممانعت نہیں ہے۔

☆ایک بکرے میں چند متعدد گھرانے کے افراد کی شرکت جائز نہیں بلکہ ایک ہی گھر کے افراد کی طرف سے یہ کفایت کرے گا۔

☆ایک گھر کے وہ سارے رشتہ دار جو ایک سرپرست پہ جمع ہوں، گوکہ کمانے والے متعدد افراد ہوں مگر ان سب کی طرف سے ایک جانور کی قربانی کافی ہے۔

☆ نبی ﷺ کی متعدد بیویاں تھیں اور قربانی کی اس قدر تاکید کے باوجود آپ نے ان سب کو الگ الگ قربانی کرنے کا کبھی حکم نہیں دیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ گھر کے سرپرست کی قربانی میں گھر والے شامل ہوتے ہیں یعنی ذمہ دار کی قربانی گھر کے سارے افراد کی طرف سے کفایت کرجاتی ہے۔

☆ گھر والوں میں شادی شدہ بیٹا ہو تو وہ بھی باپ کی طرف سے ایک قربانی میں شامل ہوگا حتی کہ اس کی بیوی بھی۔

☆شادی کے بعد اگر بیٹا اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ الگ رہائش پذیر ہوجائے تو انہیں اپنی اور اپنے اہل وعیال کی جانب سے ایک الگ بکری قربانی کرنی ہوگی، انہیں باپ کی قربانی کفایت نہیں کرے گی۔

☆جن لوگوں نے کہا کہ اسلام میں جوائنٹ فیملی کا تصور نہیں ہے، شادی کے بعد بیٹا آزاد ہے وہ اپنی قربانی خود کرے گا خواہ باپ کے ساتھ ہی کیوں نہ رہتا ہو۔ یہ ساتھ رہنا ہی بتلاتا ہے کہ فیملی جوائنٹ ہے، ہاں یہ بات درست ہے کہ شادی کے بعد بیٹا خود کفیل ہوجاتا ہے مگر برصغیر میں پائی جانے والی غربت اور ماحول کی وجہ سے اکثر فیملی جوائنٹ ہی رہتی ہیں، عام طور سے مسئلہ معاش کا ہوتا ہے، اگر آداب وقوانین کے ساتھ فیملی جوائنٹ رہنا چاہے تو ناجائز نہیں ہے۔ایک

صحابی کے والد وفات پاگئے جنہوں نے نو بیٹیاں چھوڑی تھیں تو اس صحابی نے اپنی بہنوں کو ساتھ میں رکھا۔ یہ حدیث بخاری میں 5367 نمبر کی ہے۔

☆ جن لوگوں نے نبی ﷺ کے عمل کو مخصوص یا منسوخ کہا ہے ان کے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے، حق یہی ہے کہ نبی ﷺ کا عمل عام ہے اسی وجہ سے صحابہ کرام نے آپ کی سنت پر عمل کیا لہذا حنفیہ کا اس سلسلے میں انکار سنت کی خلاف ورزی ہے جیسا کہ اوپر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول گزرا ہے۔

BACK

گائے اور اونٹ کی قربانی میں اشتراک کا جواز

پچھلے سال سے میرے پاس بنگال سے تعلق رکھنے والے عام آدمی، طلباء اور اہل علم کا بکثرت میسج آرہا ہے کہ یہاں کے بعض علماء بڑے جانور یعنی گائے اور اونٹ میں سات آدمی کا حصہ نہیں مانتے ہیں، قربانی میں اشتراک نہیں مانتے اس لئے اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔ میں رابطہ کرنے والوں کو ایک حدیث پیش کرکے مختصر الفاظ میں جواب دے دیا کرتا مگر جیسے لگتا اطمینان نہیں ہورہا ہے اور وقت کی قلت کی وجہ سے مفصل وضاحت نہیں کرسکتا تھا۔اس وجہ سے آج قدرے وضاحت مگر باختصار یہ مضمون لکھ رہاہوں امید کرتے ہوئے کہ عام وخاص پر مسئلہ واضح ہوسکے اور متنازعہ منطقہ میں اختلاف رفع ہونے میں معاون بن سکے۔

صحیح مسلم میں کتاب الحج کے تحت ایک باب """بَابُ الِاشْتِرَاكِ فِي الْهَدْيِ وَإِجْزَاءِ الْبَقَرَةِ وَالْبَدَنَةِ كُلٍّ مِنْهُمَا عَنْ سَبْعَةٍ"(باب: قربانی میں شراکت جائز ہے'اونٹ اور گائے میں سے ہر ایک سات افراد کی طرف سے کافی ہے)ہے۔

اس میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جوکہ صحیح مسلم سمیت ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، سنن دارقطنی، سنن دارمی، مسند احمد، موطا امام مالک، مصنف ابن ابی شیبہ، معجم کبیر، معجم صغیر، معجم اوسط، سنن کبری، مستدرک حاکم وغیرہ متعدد کتب حدیث میں ہے۔روایت اس طرح سے ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، ح وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، - وَاللَّفْظُ لَهُ - قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ:نَحَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ(صحيح مسلم:1318)

ترجمہ: امام لک نے ابوزبیر سے اور انھوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی،انھوں نے کہا حدیبیہ کے سال رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ہم نے ساتھ افراد کی طرف سے ایک اونٹ سات کی طرف سے اور ایک گائے سات کی طرف سے قربانی دیں۔

ذوالقعدہ 6 ہجری کو صلح حدیبیہ ہوئی،اس سال نبی ﷺ اور صحابہ کرام کو عمرہ کی ادائیگی کرنے سے حدیبیہ کے مقام پر روک دیا گیا تو آپ ﷺ اور صحابہ کرام قربانی کرکے اور بال منڈاکر حلال ہوگئے۔اس موقعہ پر گائے اور اونٹ سات

سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کیے گئے۔

چونکہ یہ حدیث متعدد کتب احادیث میں آئی ہے اب ہم یہاں محدثین کے اس حدیث کے تحت کتاب اور باب دیکھتے ہیں تاکہ ہمیں معلوم ہو سکے کہ حدیث جمع کرنے اور اس کا علم رکھنے والوں نے اس سے سمجھا ہے ؟۔

(1)امام ابوداؤد نے کتاب الاضاحی کے تحت باب باندھا ہے " باب في البقر والجزور عن كم تجزئ "یعنی کتاب: قربانی کے احکام و مسائل (باب: گائے اور اونٹ کتنے افراد سے کفایت کرتے ہیں ؟)

(2)امام نسائی نے کتاب الضحایا کے تحت باب باندھا ہے " باب ماتجزئ عنه البقرة في الضحايا "یعنی قربانی سے متعلق احکام و مسائل (قربانی میں گائے کتنے افراد کی طرف سے کفایت کر سکتی ہے ؟)

(3)امام ترمذی نے کہا ہے "كتاب الأضاحي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم» باب ماجاء في الاشتراک في الأضحية یعنی کتاب: قربانی کے احکام و مسائل (باب: قربانی میں اشتراک کا بیان)

(4)ابن ماجہ نے کتاب الاضاحی کے تحت باب باندھا ہے " باب عن كم تجزئ البدنة والبقرة یعنی کتاب: قربانی سے متعلق احکام و مسائل (باب: اونٹ اور گائے (کی قربانی) کتنے افراد کی طرف سے کفایت کر سکتی ہے ؟)

(5)امام مالک نے کتاب الضحایا کے تحت باب باندھا ہے " باب الشركة في الضحايا وعن كم تذبح البقرة والبدنة یعنی قربانی کی کتاب ،(قربانی میں اشتراک اور گائے واونٹ کتنے افراد کی طرف سے کفایت کریں گے اس کا باب)

(6)سنن دارمی میں ہے "كتاب الأضاحي» باب البدنة عن سبعة والبقرة عن سبعة یعنی قربانی کی کتاب (گائے سات اور اونٹ سات افراد کی طرف سے ہونے کا باب)

(7)امام بیہقی نے ذکر کیا ہے "كتاب الضحايا» باب الاشتراک في الهدي والأضحية یعنی قربانی کی کتاب (حج کی قربانی اور عید کی قربانی میں اشتراک کا باب)

ھدی کا اطلاق خاص حج کی قربانی پر ہوتا ہے لیکن "اضحیۃ" بھیمۃ الانعام (بھیڑ بکری، اونٹ گائے) میں سے جو جانور عیدالاضحی کی مناسبت سے اللہ کے تقرب کے لئے ذبح کیا جائے اس پر اطلاق ہوتا ہے۔

اس طرح ھدی اور اضحیۃ کے دونوں الفاظ کا استعمال کر کے امام بیہقی نے اپنے باب سے یہ بات بالکل ہی واضح کر دی کہ

جس طرح حج کی قربانی میں اونٹ اور گائے میں سات افراد شامل ہو سکتے ہیں اسی طرح عید کی قربانی میں بھی سات افراد شامل ہو سکتے ہیں۔

اوپر بعض محدث نے کتاب الاضاحی اور بعض نے کتاب الضحایا سے قربانی کا ذکر کیا ہے۔اضاحی اور ضحایا دونوں الفاظ عید کی قربانی کے لئے مستعمل ہیں۔

حدیث سے اضاحی کی دلیل جو کہ اضحیۃ کی جمع ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: إذا دخل العَشْرُ ، وعندَهُ أضحيةٌ ، يريدُ أن يُضحِّي ، فلا يأخذَنَّ شعرًا ولا يُقلِّمَنَّ ظفرًا(صحيح مسلم:1977)

ترجمہ: جب عشرہ(ذوالحجہ)شروع ہو جائے اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ اپنے بالوں اور ناخنوں کو نہ کاٹے۔

اور ضحایا کی دلیل: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

أن رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم أعطاه غنَمًا يقسِمُها على صحابتِه ضحايا، فبقِي عَتودٌ، فذكَره لرسولِ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم فقال : ضحِّ به أنت .(صحيح البخاري:2500)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے انھیں بکریاں دیں تاکہ وہ قربانی کے طور پر صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین میں تقسیم کردیں۔ تقسیم کرتے کرتے صرف بکری کا ایک سالہ بچہ باقی رہ گیا جس کا انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: صرف تمھیں اس کو بطور قربانی ذبح کرنے کی اجازت ہے۔

یہ حدیث مسلم شریف میں بھی ہے اسے "کتاب الأضاحي» باب سن الأضحیۃ کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا پہلی حدیث جس سے بڑے جانور میں سات افراد خواہ ایک گھر کے ہوں یا متعدد گھر کے شامل ہو سکتے ہیں کا ثبوت ملتا ہے اور یہ موقع عمرہ کا تھا۔

اعتراض کرنے والوں کا اعتراض یہ ہے کہ مقیم حضرات بڑے جانور میں شریک نہیں ہو سکتے ہیں اگر الگ الگ گھرانے کے افراد ہوں کیونکہ اشتراک والی حدیث مسافر کے لئے ہے۔

اس اعتراض کے کئی جوابات ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ ہمیں کتاب وسنت کے دلائل کو فہم سلف کی روشنی میں سمجھنا ہے ورنہ کوئی کچھ بھی معنی مراد لے

سکتا ہے اور جس طرح چاہے مفہوم کو اپنے مقاصد کی طرف پھیر سکتا ہے۔اس لحاظ سے فہم سلف کی روشنی میں اوپر ہم نے جابر بن عبداللہ کی حدیث کا مفہوم یہ جانا کہ گائے اور اونٹ کی قربانی میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں خواہ حج کے لئے ذبح کئے جائیں یا عیدالاضحی کی مناسبت سے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ دوران حج، حجاج کرام سفر کا اعتبار نہیں کرتے بلکہ حج سے متعلق سنت رسول اللہ ﷺ کا اعتبار کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اہل مکہ جو کہ مقیم ہوتے ہیں مگر منی، مزدلفہ اور عرفات میں قصر سے نمازیں ادا کرتے ہیں۔ اس سے یہ دلیل ملتی ہے کہ قربانی کا تعلق سفر سے نہیں ہے حج وعمرہ اور عیدالاضحی سے ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی حدیبیہ والی قربانی یا حاجی کی قربانی کو صرف حج کے ساتھ خاص کرتا ہے تو پھر نبی ﷺ کا فرمان: كلُّ أيامِ التشريقِ ذَبحٌ(السلسلة الصحيحة: 2476) ترجمہ: تشریق کے سارے دن ذبح (قربانی) کے دن ہیں۔ اس حدیث سے چار دن کی قربانی کا استدلال کرنا لغو ٹھہرے گا کیونکہ یہ تو حج سے متعلق اس کے ایام ہیں۔ گویا ہمیں یہ اشارہ ملتا ہے کہ حج سے متعلق بعض کام خاص نہیں عام ہیں۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ عمومی الفاظ کے ساتھ بھی بڑے جانور میں اشتراک کا ثبوت ملتا ہے چنانچہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: البَقرةُ عن سَبعةٍ، والجَزورُ عن سَبعةٍ(صحيح أبي داود:2808)

ترجمہ: گائے سات افراد کی طرف سے ہے اور اونٹ بھی سات افراد کی طرف سے ہے۔

اس حدیث کے عام الفاظ مزید واضح کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان حج وعمرہ اور عیدالاضحی کی دونوں قسم کی قربانی کو شامل ہے۔اگر اس حدیث سے کسی کی آنکھیں نہیں کھلتی ہیں تو اس سے زیادہ واضح اور دوٹوک حدیث موجود ہے اس کے بعد کسی کلام کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ہے۔

امام طبرانی نے معجم اوسط (ح:6128) اور معجم کبیر (ح:10026) میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: البقرةُ عن سبعةٍ ، والجزُورُ عن سبعةٍ في الأَضاحِي.

ترجمہ: گائے سات آدمی کی جانب سے اور اونٹ سات آدمی کی جانب سے قربانی میں کفایت کرنے والا ہے۔

اس حدیث کو علامہ ناصرالدین البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔(صحیح الجامع:2890)۔اس حدیث میں واضح طور پر

اضاحی کا لفظ آگیا جو کہ عیدالاضحی کی قربانی کے لئے بولا جاتا ہے۔

ایک اہم بات کی وضاحت:

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام حالت سفر میں تھے کہ قربانی کا وقت آگیا، اس موقع سے نبی ﷺ نے مال غنیمت کی تقسیم کی۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

كنَّا معَ رسولِ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ في سفَرٍ، فحضرَ الأضحى، فاشترَكْنا في البقرةِ سبعةً، وفي البعيرِ عشرةً(صحيح الترمذي:1501)

ترجمہ: ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ قربانی کا دن آگیا، چنانچہ ہم نے گائے کی قربانی میں سات آدمیوں اور اونٹ کی قربانی میں دس آدمیوں کو شریک کیا۔

یہ روایت مختلف کتب حدیث میں مروی ہے، جاننے کی خاص بات یہ ہے کہ یہ روایت جس میں بطور خاص سفر کا لفظ آیا ہے جہاں جہاں بھی یہ روایت سفر کے لفظ کے ساتھ آئی ہے ہر جگہ اونٹ دس آدمیوں کی طرف سے اشتراک کا ذکر ہے جبکہ اس مضمون کے شروع میں حدیبیہ کے سال اونٹ کی قربانی کا ذکر ہے، یہ روایت بھی مختلف کتب حدیث میں آئی مگر ہر جگہ اونٹ سات آدمی کی طرف سے کفایت کرنا ذکر ہے۔ امام شوکانی نے ان دونوں احادیث میں تطبیق کی یہ صورت دی ہے کہ سفر کے موقع سے نبی ﷺ نے مال غنیمت تقسیم کی اور ایک اونٹ کے بدلے دس بکریاں تقسیم کیں یعنی ایک اونٹ دس بکریوں کے برابر گردانا۔ صحیح بخاری کی 2500 رقم والی حدیث اسی بات کی تائید کرتی ہے۔ گویا سفر سے متعلق اس حدیث کا تعلق مال غنیمت کی تقسیم سے ہے۔

موضوع سے متعلق چند مسائل کی وضاحت:

☆ بڑے جانور اونٹ اور گائے میں سات سے کم افراد بھی شریک ہو سکتے ہیں کیونکہ اشتراک کا اعلی معیار جب سات ہے تو ادنی معیار جو اس سے کم ہے ضرور قابل قبول ہو گا بلکہ بدرجہ اولی صحیح ہو گا۔

☆ گائے اور اونٹ میں سات افراد خواہ ایک گھر کے ہوں یا متعدد گھر کے شامل ہو سکتے ہیں جیسا کہ حدیبیہ کے سال صحابہ کرام اونٹ اور گائے میں سات افراد شریک ہوئے۔

☆جس طرح مسافر کے لئے بڑے جانور میں سات حصہ ہے اسی طرح مقیم کے لئے بھی ہے کیونکہ حدیث عام ہے اس میں مسافر اور مقیم دونوں شامل ہیں۔

☆بعض اہل علم نے ھدی (حج کی قربانی) میں اشتراک سے منع کیا ہے جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ اونٹ اور گائے میں سات سات افراد کا اشتراک جائز ہے اور نص سے ثابت ہے۔

☆عقیقہ میں بڑے جانور کا ثبوت نہیں ہے اس وجہ سے چھوٹا جانور ہی عقیقہ دینا چاہئے، جب بڑے جانور کا عقیقہ میں ثبوت نہیں ملتا تو پھر اس میں اشتراک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

☆ایک آدمی قربانی کے طور پر اکیلے بڑا جانور گائے یا اونٹ دینا چاہئے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ سات سے کم افراد بھی بڑے جانور میں شامل ہو سکتے ہیں۔

BACK

عقیقہ کی فضیلت وفوائد

اسلام اپنے ماننے والوں کو نعمت ملنے پر اس کے اظہار کا بعض مواقع پر حکم دیتا ہے، اس میں سے ایک موقع بچہ یا بچی کی پیدائش بھی ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے اس کی قدر اس سے پوچھیں جو اولاد سے محروم ہو۔ اکثر لوگ بچی کی پیدائش پہ مرجھا جاتے ہیں جبکہ بچی کی پیدائش اور اس کی صحیح تربیت حصول جنت کا سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ صرف بچے کا عقیقہ کرنے کا حکم ہوا بلکہ بچی کی پیدائش کی خوشی میں بھی عقیقہ کرنا چاہئے۔ اے کاش لوگ اس بات کو سمجھتے تو بچیوں کے اسقاط سے پرہیز کرتے یا بچی کی پیدائش پر پرمزدہ نہیں ہوتے۔

عقیقہ عق سے مشتق ہے جس کا لغوی معنی پھاڑنے کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں اس جانور کو کہا جاتا ہے جو نومولود کی پیدائش پر ساتویں دن اس نعمت کے اظہار کے طور پر ذبح کیا جائے۔ عقیقہ کا بہتر نام نسیکہ یا ذبیحہ ہے۔ یہاں یہ بات بھی جان لیں کہ عقیقہ کرنا دلائل کی روشنی میں سنت مؤکدہ ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: من وُلِدَ له وَلدٌ فأحبَّ أن يَنسُكَ عنهُ فلينسُكْ(صحيح أبي داود:2842)

ترجمہ: جس کے ہاں بچے کی ولادت ہو اور وہ اس کی طرف سے قربانی (عقیقہ) کرنا چاہتا ہو تو کرے۔

یہاں احب کا لفظ بتلا رہا ہے کہ عقیقہ واجب نہیں ہے اس سے بعض اہل علم نے استحباب کا حکم اخذ کیا ہے جبکہ دیگر احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے سنت مؤکدہ کا حکم راجح لگتا ہے۔

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ یہودیوں کے یہاں بھی عقیقہ کا رواج تھا مگر صرف لڑکوں کی طرف سے۔ اسلام نے لڑکوں کی طرف سے دو جانور اور لڑکی کی طرف سے ایک جانور ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے ایک طرف جہاں عورتوں کا مقام ومرتبہ بلند ہوتا ہے تو دوسری طرف عربوں یا دیگر قوموں کے یہاں عورتوں کی نحوست کا عقیدہ آپ خود باطل ہو جاتا ہے۔ ایسے مسلمانوں کو ہوش کے ناخن لینا چاہئے جو بیٹیوں کی پیدائش پہ خوشی کے بجائے غم مناتے ہیں یا ماں کے پیٹ میں بچی کا علم ہونے پر اسقاط کروا دیتے ہیں۔

عقیقہ کے سبب نومولود کی گروی ختم ہو جاتی ہے جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: كلُّ غلامٍ رهينٌ بعقيقتِه، تُذبحُ عنه يومَ سابعِه، ويُحلق رأسُه ويُسمَّى(صحيح النسائي:4231)

ترجمہ: ہر بچہ اپنے عقیقہ کے ساتھ گروی ہے، ساتویں دن اس کی طرف سے (عقیقہ) ذبح کیا جائے، اُس کا سر منڈایا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔

ساتویں دن عقیقہ کے ساتھ بچے کا نام رکھنا، اس کا بال منڈوا کر اس کے وزن برابر چاندی صدقہ کرنا اور لڑکا ہے تو اس کا ختنہ کرنا مسنون ہے۔ نولود کی پیدائش پہ عقیقہ کرنا ایک مبارک و مفید عمل ہے اس کے بے شمار فوائد و برکات ہیں۔

مثلا

عقیقہ کا جانور ذبح کر کے دوست واحباب اور فقراء و مساکین کو کھلایا جاتا ہے، اس سے لوگوں میں الفت و محبت پیدا ہوتی ہے اور والدین کو بچے کی نعمت پہ فرحت کا احساس ہوتا ہے۔ لوگ دعوت کھاتے ہیں اور نولود کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں۔ نولود کے لئے بہترین دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے:

جعلہ اللہ مبارکا علیک و علی اُمۃ محمد۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس لڑکے کو تمہارے حق میں اور محمد ﷺ کی امت کے حق میں بابرکت بنادے۔

اور اگر لڑکی ہو تو "جعلہ کی بجائے جعلھا کہا جائے گا۔

اسی طرح یہ دعا بھی سلف کے یہاں ملتی ہے:

بارکَ اللہ لکَ في الموهوب لك وشكرتَ الواهبَ وبلغَ أشدَّه ورُزقت برّه۔

ترجمہ: اللہ آپکی اولاد میں برکت دے مضبوط بنائے اور آپکو انکی بھلائی حاصل ہو اور آپ اسکا شکر ادا کریں۔

عقیقہ سے اسلام کے ایک شعار کا اظہار ہوتا ہے، اللہ کی بڑائی اور اس کی حمد و ثنا بھی ہو جاتی ہے، خالص اسکی رضا کے لئے عقیقہ کرنے سے اللہ کا تقرب حاصل ہوتا ہے۔ بچے کے بہت سے دنیاوی اور دینی امور رب العالمین کی توفیق سے سہل ہو جاتے ہیں۔ عقیقہ کا ایک بڑا فائدہ علماء نے لکھا ہے کہ والدین کو اس سے قیامت میں بچے کی شفاعت نصیب ہو گی جو "کل غلام رھین" سے مفہوم اخذ کیا جاتا ہے۔

ان باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے میں اسلامی بھائیوں سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بچہ ہو یا بچہ ہر کسی کی پیدائش پہ عقیقہ کا اہتمام کریں، نبی ﷺ نے اپنے نواسے حسن و حسین کی جانب سے عقیقہ کیا اور آپ کے بعد صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین اس سنت کو زندہ کئے رہے۔ لہذا ہمیں بھی اس سنت کا پاس ولحاظ کرنا چاہئے۔ ہاں ایک بات ضرور کہوں گا کہ

اگر ساتویں دن عقیقہ کی طاقت نہیں تو نہ کریں، کسی سے قرض لینے کی بھی ضرورت نہیں مگر جب اللہ تعالی آسانیاں فراہم کرے تب اپنے بچہ کی جانب سے عقیقہ کریں۔

BACK

عقیقہ کا جانور اور اسکی عمر

عقیقہ عق سے مشتق ہے جس کا لغوی معنی پھاڑنے کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں اس جانور کو کہا جاتا ہے جو نومولود کی پیدائش پر ساتویں دن اس نعمت کے اظہار کے طور پر ذبح کیا جائے۔ عقیقہ کا بہتر نام نسیکہ یا ذبیحہ ہے۔ یہاں یہ بات بھی جان لیں کہ عقیقہ کرنا دلائل کی روشنی میں سنت مؤکدہ ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: من وُلِدَ له ولدٌ فأحبَّ أن يَنسُكَ عنهُ فلينسُكْ(صحيح أبي داود:2842)

ترجمہ: جس کے ہاں بچے کی ولادت ہو اور وہ اس کی طرف سے قربانی (عقیقہ) کرنا چاہتا ہو تو کرے۔

عقیقہ چھوٹے جانور یعنی بکرا/ بکری اور بھیڑ ودنبہ سے دینا چاہئے، بڑے جانور میں عقیقہ دینے سے اجتناب کرنا چاہئے الا یہ کہ مجبوری ہو۔ حدیث میں عقیقہ کے لئے شاۃ کا لفظ آیا ہے جو بھیڑ اور بکری دونوں پر اطلاق کیا جاتا ہے۔

ابن حزم نے لکھا ہے: واسم الشاة يقع على الضائنة والماعز بلا خلاف (المحلي 234/6)

ترجمہ: اور شاۃ کا لفظ بھیڑ اور بکری دونوں پر بلا اختلاف اطلاق ہوتا ہے۔

بعض اہل اعلم بڑے جانور میں بھی عقیقہ کے قائل ہیں۔ بہر حال امر واسع ہے جسے میں اس طرح بیان کرنا چاہتا ہوں کہ پہلے چھوٹے جانور میں عقیقہ کرنے کی کوشش کرے، اگر یہ ممکن نہ ہو سکے تو مجبوری میں بڑے جانور میں عقیقہ دے سکتے ہیں مگر واضح رہے عقیقہ میں مکمل جانور ذبح کرنا ہے کیونکہ خون بہانے کا حکم ہے اور اس میں اشتراک جائز نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَعَ الغُلامِ عقيقةٌ فأهريقوا عنهُ دَمًا وأميطوا عنهُ الأذَى(صحيح الترمذي:1515)

ترجمہ: لڑکے کی پیدائش پر عقیقہ ہے، لہذا جانور ذبح کرکے اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے گندگی دور کرو۔

اکثر مسلمانوں کے یہاں عید قرباں کے موقع پر ایک بڑے جانور میں قربانی کے ساتھ بچے کا عقیقہ بھی حصہ لیا جاتا ہے جو کہ سنت کی صریح مخالفت ہے۔ اگر طاقت ہے تو بچہ کی طرف سے مستقل جانور کا عقیقہ دیں ایسا کرنے سے سنت پوری ہو گی اور طاقت نہیں ہو تو نہ دیں اس پر اللہ تعالی مواخذہ نہیں کرے گا۔

عقیقہ کے جانور کی عمر کے سلسلے میں بصراحت کچھ منقول نہیں ہے اس لئے بعض علماء نے کہا کہ کسی بھی عمر کا جانور عقیقہ کیا جاسکتا ہے خواہ تین ماہ ہو، پانچ چھ ماہ ہو مگر یہ قول قوی نہیں معلوم ہوتا ہے کیونکہ عموما لوگ ایسے جانور کو ذبح کرتے ہیں جو کم از کم ذبح کرنے اور کھانے کے لائق ہو ،ایسے میں ایک سالہ بکری ہی مناسب معلوم ہوتی ہے اور مذکورہ بالا ابوداؤد کی حدیث میں نسک کا لفظ آیا ہے جو ہدی (حج کا جانور) کے لئے استعمال ہوتا ہے، گویا عقیقہ بھی ہدی کے قائم مقام ہے اور اس بابت امام مالکؒ کا قول بھی جو آگے آرہا ہے اس لئے اس میں بھی ہدی کی شرائط بجالانی چاہئے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ابوداؤد کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس میں دلیل ہے کہ عقیقہ میں وہی کفایت کرے گا جو نسک میں کفایت کرتا ہے خواہ اضحیہ (عید کی قربانی) ہو یا ھدی (حج کی قربانی)۔آگے لکھتے ہیں کہ اس میں اس عمر کا اعتبار کیا گیا ہے جو قربانی اور عقیقہ میں کفایت کرتا ہے اور کامل وصف مشروع کیا گیا ہے۔اس لئے بچہ کے حق میں دو بکری مشروع کی گئی جو دونوں برابر ہوں،ان میں سے کسی میں نقص نہ ہو تو یہاں سال کا اعتبار کیا گیا ہے جو ذبح کے لئے مامور بہ سال ہے۔(تحفۃ المودود ص 63)

اس سلسلے میں جمہور کا یہی موقف ہے کہ عقیقہ میں قربانی کی شرائط ملحوظ رکھے جائیں گو کہ بعض مسائل میں عقیقہ وقربانی مختلف بھی ہیں مثلاً قربانی میں اشتراک جائز ہے جبکہ عقیقہ میں نہیں ہے۔

نیچے اہل علم کے کچھ اقوال ذکر کئے جاتے ہیں جو عقیقہ کو قربانی کے حکم میں مانتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ عقیقہ کے جانور میں بکری کے لئے ایک سال کی عمر چاہئے۔

(1)ابن قدامہ لکھتے ہیں :ويجتنب فيها من العيب ما يجتنب في الأضحية ، وجملته : أن حكم العقيقة حكم الأضحية ، في سنها , وأنه يمنع فيها من العيب ما يمنع فيها (المغني : 366/7) .

ترجمہ :اور عقیقہ میں اس عیب سے اجتناب کیا جائے گا جس سے قربانی میں اجتناب کرتے ہیں اور منجملہ عقیقہ کا حکم عمر میں قربانی کا ہی حکم ہے اور اس میں ایسے عیب سے بھی منع کیا جائے گا جو قربانی میں ممنوع ہے۔

(2)امام مالک نے کہا : وإنما هي – أي العقيقة - بمنزلة النسك والضحايا.(الموطا 400/2)

ترجمہ : اور عقیقہ ہدی اور قربانی کے درجہ میں ہے۔

(3)اور امام نووی نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے ۔ (المغنی 436/9)

(4) امام ترمذی نے علماء کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: لایجزی فی العقیقة من الشاة ما یجزی فی الاصحیة (جامع الترمذی 86/4)

ترجمہ: بکری کے عقیقہ میں وہی کفایت کرے گا جو قربانی میں کفایت کرتا ہے۔

(5) ابن الحاج مالکی کہتے ہیں: و حکمها حکم الأضحية في السن و السلامة من العيوب (المدخل 277/3)

ترجمہ: اور عقیقہ کا حکم عمر کے سلسلے میں اور عیوب سے پاک ہونے کے سلسلے میں قربانی کے حکم کی طرح ہے۔

(6) ابن حبیب المالکي کہتے ہیں: سنها و اجتناب عيوبها و منع بيع شئ منها مثل الأضحية الحكم واحد (التاج و الأكليل 390/4)

ترجمہ: عقیقہ کی عمر اور اس کا عیوب سے پاک ہونا اور اس میں سے کچھ بیچنا قربانی کی طرح ہے، حکم ایک ہی ہے۔

(7) عرب کے علماء مثلا شیخ ابن عثیمین، شیخ محمد صالح منجد، عبد الرحمن بن ناصر البراک، شیخ صالح فوزان، شیخ بکر ابوزید، شیخ عبداللہ بن غدیان اور شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل شیخ وغیرہ کی یہی رائے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جمہور فقہاء کا قول ہے کہ عقیقہ میں ان عیوب سے بچا جائے گا جن سے قربانی میں بچا جاتا ہے۔ (الاستذکار 384/15)

مذکورہ بالا سطور کی روشنی میں خلاصہ کے طور پر یہ کہا جائے گا کہ عقیقہ کے جانور کی عمر کے بارے میں نص صریح موجود نہیں ہے تاہم عقیقہ سے متعلق نصوص اور مذکورہ بالا اقوالِ اہل علم کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ میں جانور کی شرائط کو لازم قرار نہیں دیا جائے گا مگر احتیاط کے طور پر قربانی کی شرائط کو عقیقہ میں ملحوظ رکھا جائے گا کیونکہ حدیث میں وارد لفظ شاۃ کا اطلاق بچہ دینے والی بکری پر ہوتا ہے، نسک سے حج کی قربانی کا حکم نکلتا ہے، کبش کا لفظ بھی وراد ہے اس سے جوان میڈھا مراد ہوتا ہے اور شاتان مکافئتان سے بے عیب اور معتبر عمر کی طرف اشارہ ہے۔ ہاں قربانی کی طرح عقیقہ میں شرائط ملحوظ رکھنا مشکل ہو تو سال سے کم بکری یا بلاضرر عیب والا جانور عقیقہ کر سکتے ہیں۔

یہاں یہ بات بتلانا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ میں بہت وسعت ہے اس لئے وسعت میں زیادہ سختی کرنا ٹھیک نہیں ہے، مندرجہ ذیل سطور میں وسعت سے متعلق چند مسائل بیان کئے جاتے ہیں۔

(1) اگر چھوٹا جانور نہ ملے یا اس سے عاجز ہو تو بڑے جانور میں بھی عقیقہ کر سکتے ہیں البتہ قربانی کی طرح مشارکت جائز نہیں ہے۔

(2)قربانی کی طرح شرائط پورے نہ کر سکتے ہوں تو جس عمر کا جانور عقیقہ کرنا میسر ہو کر سکتے ہیں۔

(3)اگر ساتویں دن میسر نہ ہو تو بعد میں بھی عقیقہ دے سکتے ہیں حتی کے بڑی عمر میں بھی۔

(4)بغیر عقیقہ کے کوئی بچہ وفات پا گیا یا کسی ایسے شخص کا انتقال ہو گیا جس کا عقیقہ نہیں ہوا تھا تو اس کی طرف سے وفات کے بعد بھی عقیقہ دے سکتے ہیں، فوت شدہ بچہ کی طرف سے عقیقہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ساتویں دن کے بعد انتقال کیا ہو۔

(5)لڑکا کی طرف سے دو جانور عقیقہ کرنا ہے مگر بر وقت صرف ایک جانور عقیقہ کرنے کی طاقت ہو تو ایک بھی دے سکتے ہیں اور ایک دوسرا بعد میں طاقت ہونے پر عقیقہ کرے۔

(6)اگر کسی کو یہ معلوم ہو کہ اس کا عقیقہ نہیں ہوا ہے تو خود اپنا عقیقہ بھی کر سکتے ہیں۔

(7)اگر کوئی ایسے عیوب سے پاک جانور کا عقیقہ کرنے سے عاجز ہو جن کا قربانی میں اعتبار کیا جاتا ہے تو پھر عیب دار کا عقیقہ بھی کر سکتے ہیں بشرطیکہ ایسا عیب نہ ہو جو ضرر پہنچانے والا ہو۔

BACK

نبی ﷺ نے نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا تھا؟

اس مختصر مضمون میں جاننے کی کوشش کریں گے کہ نبی ﷺ نے اپنا عقیقہ کیا یا نہیں؟ چنانچہ السنن الکبری للبیہقی کی روایت سند و متن کے ساتھ پیش ہے۔

أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ دَاوُدَ الْعَلَوِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ ، أنبا حَاجِبُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ سُفْيَانَ الطُّوسِيُّ ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ حَمَّادٍ الأَبِيُورْدِيُّ ، ثنا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، أنبا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَرَّرٍ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ،أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنْ نَفْسِهِ بَعْدَ النُّبُوَّةِ (السنن الكبرى» كتاب الضحايا»جماع أبواب العقيقة» باب العقيقة سنة، رقم:18678)

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنا عقیقہ نبوت کے بعد کیا۔

بیہقی کی اس روایت پر بہت سارے محدثین نے ضعف کا حکم لگا ہے کیونکہ اس میں ایک راوی عبداللہ بن محرر کے ضعف پہ سب کا اتفاق ہے۔ بیہقی، نسائی، ابن ابی حاتم رازی (ایک قول)، ابن حجر، دار قطنی (ایک قول)، علی بن جنید رازی، عمرو بن علی فلاس نے متروک الحدیث کہا ہے۔ ابوزرعہ رازی اور ابن ابی حاتم زاری (دوسرا قول) نے ضعیف الحدیث کہا ہے۔ امام بخاری، ابن ابی حاتم رازی (تیسرا قول) اور ہلال بن علاء رقی نے منکر الحدیث کہا ہے۔ ابونعیم اصبہانی، دار قطنی (دوسرا قول)، محمد بن سعد کاتب الواقدی، یحی بن معین اور یعقوب بن سفیان الفسوی نے ضعیف کہا ہے۔

اب چند اہل علم کے حکم بیان کر دینا یہاں کافی ہو گا کیونکہ راوی کے ضعف کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔

☆ بیہقی نے کہا یہ حدیث منکر ہے اور وہ عبدالرزاق کے طریق سے بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث دوسرے طریق سے بھی مروی ہے قتادہ کے طریق سے اور انس کے طریق سے۔ ان تمام طرق سے یہ روایت باطل ہے۔

☆ امام نووی نے بیہقی کی روایت عن عبداللہ بن محرر بالحاء المھملۃ والراء المکررۃ عن قتادۃ عن أنس والی روایت کو باطل قرار دیا ہے۔ (المجموع:431/8)

* امام احمد نے بیہقی کی روایت عبداللہ بن محرر عن أنس والی روایت کو منکر قرار دیا ہے۔

☆ابن العراقی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں عبداللہ بن محرر ہے جس کے متعلق امام نووی نے کہا کہ اس کے ضعیف پہ اہل علم کا اتفاق ہے۔(طرح التثریب:209/5)

☆ حافظ ابن حجر نے اس روایت پہ کلام کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بزار نے کہا کہ اس میں عبداللہ منفرد ہے اور وہ ضعیف ہے۔(فتح الباری)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ابوالشیخ نے اس روایت کو مزید دو سندوں سے ذکر کیا ہے۔

پہلی سند اسماعیل بن مسلم عن قتادہ سے مروی ہے اور اسماعیل ضعیف ہے۔

دوسری سند أبي بكر المستملي عن الهيثم بن جميل وداود بن محبر قالا حدثنا عبداللہ بن المثنى عن ثمامة عن أنس ہے۔اس سند میں داؤد ضعیف ہے مگر ان کے ساتھ اسی طبقہ میں ہیثم بن جمیل ثقہ ہیں اور عبداللہ بن مثنی سے امام بخاری نے استدلال کیا ہے۔اس وجہ سے اس سند سے یہ روایت صحیح ہے،اس روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

أنَّ النبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم عقَّ عنِ نفسِهِ بعدَ ما بُعِثَ نبيًّا.

ترجمہ: نبی ﷺ نے بعثت کے بعد اپنی طرف سے عقیقہ کیا۔

ہیثمی نے کہا کہ اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے ہیثم بن جمیل کے کہ وہ ثقہ ہیں یعنی ہیثمی کی نظر میں یہ سند بالکل صحیح ہے،اس میں کوئی ضعیف راوی نہیں ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ نے عقیقہ والی روایت پہ سلسلہ صحیحہ میں طویل بحث کی ہے،اس کا خلاصہ وہی ہے جو اوپر پیش کیا گیا ہے کہ عبداللہ بن محرر کے طریق سے آنے والی روایت ضعیف ہے تاہم ہیثم بن جمیل کے طریق سے آنے والی روایت قوی الاسناد ہے اور شیخ نے اس سند کو حسن کا درجہ دیا ہے۔(السلسلة الصحيحة:2726)

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ یہ بات نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے بنوت کے بعد اپنا عقیقہ خود کیا تھا۔اس حدیث کی بنیاد پر ہم یہ مسئلہ استنباط کر سکتے ہیں کہ بڑی عمر میں بھی عقیقہ دیا جاسکتا ہے یعنی ساتویں دن جس کا عقیقہ نہ ہوسکے،بعد میں جب سہولت ہو اس کی طرف سے عقیقہ دیا جاسکتا ہے۔اسی طرح یہ مسئلہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ آدمی اپنی جانب سے خود بھی عقیقہ کر سکتا ہے یعنی اگر کسی کی جانب سے اس کے والد یا سرپرست نے عقیقہ نہ کیا ہو تو وہ خود ہی اپنی جانب سے عقیقہ کر سکتا ہے۔

یہاں دو اشکال کا جواب بھی جان لینا ضروری ہے۔

پہلا اشکال: اس حدیث سے بعض لوگ میلاد النبی منانے کی دلیل پکڑتے ہیں جبکہ یہ حدیث عقیقہ سے متعلق ہے ، میلاد اور عقیقہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یہ حدیث ہرگز میلاد کی دلیل نہیں بن سکتی ہے۔ عقیقہ میں مولود کی جانب سے جانور ذبح کیا جاتا ہے جبکہ میلاد النبی میں شرکیہ اور بدعیہ اعمال انجام دئے جاتے ہیں۔

دوسرا اشکال: بعض اہل علم نے نبی ﷺ کے اس عمل کو آپ کے ساتھ خاص مانا ہے جبکہ ہمیں معلوم ہے کہ خصوصیت کی دلیل چاہئے اور نبوت کے بعد آپ ﷺ کا عقیقہ کرنا آپ کے ساتھ خاص ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

BACK

عقیقہ کے جانور میں اشتراک کا شرعی حکم

عقیقہ کے مسائل میں لوگوں کی طرف سے یہ سوال بار بار دہرائے جاتے ہیں کہ کیا عیدالاضحی کے وقت یا دوسرے کسی مواقع سے بڑے جانور کی قربانی کرتے وقت اس میں عقیقہ کا حصہ لینا درست ہے یا نہیں؟

اس سوال کا جواب نیچے سطور میں دلائل کی روشنی میں دیا جارہا ہے اس سے پہلے ہم عقیقہ اور اشتراک کو جان لیتے ہیں؟

عقیقہ کسے کہتے ہیں؟ امام شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عقیقہ وہ ذبیحہ ہے، جو نومولود کی خاطر ذبح کیا جاتا ہے۔ اصل میں عَقَّ کا معنی پھاڑنا اور کاٹنا ہے اور عقیقہ کو عقیقہ کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ذبح کے وقت ذبیحہ کا حلق کاٹا جاتا ہے، نیز کبھی عقیقہ کا اطلاق نومولود کے بالوں پر بھی ہوتا ہے۔(نیل الأوطار:140/5)

اشتراک کسے کہتے ہیں؟ اشتراک یہ ہے کہ قربانی کے بڑے جانور میں نومولود کی جانب سے عقیقہ کے طور پر حصہ لینا۔

عقیقہ اور اشتراک دونوں الفاظ کی حقیقت جان لینے کے بعد عرض ہے کہ عقیقہ کا اصل مقصد خون بہانا ہے جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

معَ الغُلامِ عقيقةٌ فأَهريقوا عنهُ دَمًا وأميطوا عنهُ الأذَى۔

ترجمہ: لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے، لہٰذا اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے گندگی دور کرو۔

تخریج : صحيح النسائي:4225، صحيح الترمذي:1515، سنن أبي داود:2839، مجمع الزوائد:4-61، صحيح ابن ماجه:2579، صحيح الجامع:5877، صحيح ابن خزيمة:2067، السنن الكبرى للبيهقي:298/9، المعجم الأوسط:247/2، سنن الدارمی:1967، مسند الإمام أحمد:25542۔

جس طرح یہاں عقیقہ کی بابت شریعت نے صراحت کے ساتھ وضاحت کی ہے کہ بچہ کی طرف سے (ساتویں دن) خون بہا کر اسے گندگی سے پاک کیا جائے، اس طرح قربانی کے لئے وضاحت نہیں آئی ہے۔ حالانکہ دونوں قربانی ہیں مگر دونوں کے احکام مختلف ہیں۔ عقیقہ کے لئے خون بہانے کے متعلق یہاں تک وضاحت کردی گئی کہ لڑکا کی جانب سے دو خون یعنی دو جانور اور لڑکی کی جانب سے ایک خون یعنی ایک جانور ذبح کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

عنِ الغُلامِ شاتانِ مُكافئتانِ وعنِ الجاريةِ شاةٌ(صحيح أبي داود:2842)

ترجمہ: لڑکے کی طرف سے دو بکریاں برابر برابر اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (عقیقہ کرو)۔

قربانی عبادت کے قبیل ہے اور عبادت کے امور توفیقی ہیں یعنی عبادت کی جو صورت جس طرح وارد ہے اسی کیفیت وانداز میں ادا کی جائے گی۔ مختصرا یہ کہا جائے گا کہ چونکہ عقیقہ کے لئے مستقل طور پر جانور ذبح کرنے کا ذکر ہے اس لئے کسی جانور میں عقیقہ کا حصہ لینا جائز نہیں ہے بلکہ مستقل طور پر لڑکا کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے گی۔

اشتراک کے مسئلہ سے ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا بڑے جانور میں عقیقہ کرنا درست ہے؟

جمہور علماء کا قول ہے کہ اونٹ اور گائے میں عقیقہ دینا جائز ہے، ان کی دلیل ایک ضعیف روایت اور بعض صحابہ کا عقیقہ کے طور پر اونٹ ذبح کرنا ہے۔ وہ مندرجہ ذیل روایات ہیں۔

پہلی روایت : مَنْ وُلِدَ لَهُ غُلامٌ فَلْيَعُقَّ عنهُ مِنَ الإبِلِ والبقرِ والغنمِ(أخرجه الطبراني في المعجم الصغير:229)

ترجمہ: جس کے ہاں لڑکا پیدا ہو وہ عقیقہ میں اونٹ، گائے یا بکری ذبح کرے۔

اس روایت کو شیخ البانی نے موضوع کہا ہے (ارواء الغلیل:1168)

دوسری روایت: عن قتادة:أن أنس بن مالك كان يعق عن بنيه الجزور(رواه الطبراني)

ترجمہ: قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ انس بن مالکؓ اپنے بچوں کا عقیقہ اونٹ سے کیا کرتے۔ ہیثمی نے کہا کہ اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ (مجمع الزوائد:4-62)

تیسری روایت : عن أبي بكرة أنه نحر عن ابنه عبد الرحمن جزوراً فأطعم أهل البصرة(تحفة المودود ص :65)

ترجمہ: ابو بکرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کے عقیقہ پر اونٹ ذبح کیا تھا اور اس سے اہل بصرہ کی دعوت کی تھی۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے ان دونوں روایات کو اپنی کتاب "تحفۃ المودود فی احکام المولود" میں ذکر کرنے کے بعد اس عمل پہ بعض صحابہ کرام سے انکار کرناذکر کیا ہے یہ کہتے ہوئے کہ لڑکا کی طرف سے دو بکری اور لڑکی کی طرف سے

ایک بکری دینار سول اللہ ﷺ کا فرمان ہے اس کے علاوہ دوسرے کا عقیقہ جائز نہیں ہوگا۔ ساتھ ہی انکار پہ یوسف بن ماھک سے ایک اثر بھی ذکر کئے ہیں کہ جب انہوں نے حفصہ بنت عبدالرحمن سے لڑکے کی پیدائش پہ اونٹ ذبح کرنے کی بات کی تو انہوں نے کہا کہ میری پھوپھی (عائشہ رضی اللہ عنہا) کہتی ہیں کہ لڑکا کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے۔ یہ روایت ترمذی (ح:1513) میں ہے مگر وہاں اونٹ کا ذکر نہیں ہے البتہ سنن کبری میں اس کا ذکر ہے روایت دیکھیں:

عن ابن أبي مليكة قال: نفس لعبد الرحمن بن أبي بكر غلام فقيل لعائشة - رضي الله عنها -: يا أم المؤمنين، عقي عنه جزورا، فقالت: معاذ الله، ولكن , ما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: شاتان مكافأتان (سنن البيهقي الكبرى:19063)

ترجمہ: عبداللہ بن عبیداللہ بن ابوملیکہ بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو عائشہؓ صدیقہ سے کہا گیا: اے امّ المومنین! اسکی طرف سے ایک اونٹ عقیقہ کریں، اس پر اُنھوں نے کہا: معاذاللہ! بلکہ ہم وہ ذبح کریں گے جو رسول ﷺ نے فرمایا ہے: "لڑکے کی طرف سے دو ایک جیسی بکریاں۔

اس حدیث کو شیخ البانی نے حسن کہا ہے (ارواء الغلیل:1168)

ان ساری روایات کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ میں بڑے جانور کا ذبح کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہوتا ہے جہاں تک صحابہ کا عمل ہے تو اس بابت دوسرے صحابہ سے انکار ثابت ہے جس کی وجہ سے اونٹ میں عقیقہ کا جواز نہیں نکلتا ہے اور رہا جمہور اہل علم کا قول تو اس کی کوئی صحیح دلیل نہ ہونے کی وجہ سے تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

متعلقہ چند مسائل واحکام

☆ جن علماء نے بڑے جانور میں عقیقہ کا جواز پیش کیا ہے اس پہ ٹھوس دلیل وارد نہیں ہونے کی وجہ سے افضل واولی یہی ہے کہ آدمی چھوٹے جانور میں ہی عقیقہ کرے اور جنہیں چھوٹے جانور میں عقیقہ کرنے کی طاقت نہیں وہ اللہ کی طرف سے وسعت کا انتظار کرے تاوقتیکہ کوئی سبیل پیدا ہو جائے اور چھوٹے جانور میں عقیقہ کرے خواہ عمر طویل ہی کیوں نہ ہو جائے۔

☆ قربانی کے بڑے جانور مثلاً گائے، بیل، اونٹ وغیر میں عقیقہ کا حصہ لینا جائز نہیں ہے کیونکہ جب بڑے جانور میں

عقیقہ کا ثبوت نہیں ہے تو پھر اس میں اشتراک کیسے جائز ہوگا؟اگر تھوڑی دیر کے لئے بعض آثار کو بطور دلیل مان بھی لیتے ہیں تو اشتراک کی کوئی دلیل نہیں ہے، عقیقہ کا مقصد خون بہانا اور فدیہ دینا ہے، یہ مقصد تبھی حاصل ہوگا جب نومولود کی جانب سے مستقل طور پر جانور ذبح کیا جائے گا۔ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عقیقہ میں شراکت کفایت نہیں کرتی چنانچہ دو بچوں کی جانب سے نہ تو اونٹ کفائت کرتا ہے اور نہ ہی گائے اور بالاولی تین اور چار بچوں کی جانب سے کفایت نہیں کریگا،اس کی وجہ یہ ہے کہ:

اول:اس میں شریک ہونا ثابت نہیں،اور عبادات توقیف پر مبنی ہوتی ہیں.

دوم: یہ فدیہ ہے اور فدیہ کے حصے نہیں ہوتے؛ چنانچہ یہ جان کی طرف سے فدیہ ہے،تو جب جان کی جانب سے فدیہ ہوا تو پھر ضروری ہے کہ وہ بھی جان ہی ہو،اور پہلی علت بلاشک زیادہ صحیح ہے،کیونکہ اگر اس میں شرکت ثابت ہوتی تو دوسری تعلیل باطل تھی،تو اس کا ثبوت نہ ملنا ہی حکم پر مبنی ہے(بحوالہ الاسلام سوال وجواب)

☆ جن بعض علماء نے بڑے جانور میں عقیقہ کو جائز کہا ہے ان میں اکثر اشتراک کو جائز نہیں کہتے ہیں چنانچہ عبداللہ ناصح علوان فرماتے ہیں کہ عقیقہ میں اشتراک درست نہیں ہے جیساکہ سات افراد اونٹ میں اشتراک کرتے ہیں کیونکہ اگر اس میں اشتراک صحیح مان لیا جائے تو بچہ کی طرف سے "اِھراقۃالدم" کا مقصد پورا نہیں ہوتا،وجہ یہ ہے کہ عقیقہ کا ذبیحہ مولود کی جانب سے بطور فدیہ ہوتا ہے۔ بھیڑ، بکری کی جگہ اونٹ/گائے ذبح کرنا درست ہے اس شرط کے ساتھ کہ یہ ذبیحہ ایک مولود کے لئے ایک جانور کی صورت میں ہو۔(تربیۃالأولاد في الِاسلام: 98/1)

☆بہت سے لوگ باوجودیکہ وقت پر عقیقہ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں مگر بلاوجہ اسے کسی خاص موقع یا عموماعیدالاضحی تک موخر کرتے ہیں اور بڑے جانور میں حصہ لیکر قربانی کے ساتھ عقیقہ کرتے ہیں۔اولا: بغیر عذر ساتویں دن کے بعد عقیقہ کرنا خلاف سنت ہے،ثانیا: بڑے جانور میں عقیقہ کا ثبوت نہیں ہے،ثالثا: بڑے جانور میں اشتراک بالکل جائز نہیں ہے۔

☆اگر کسی کو لڑکا کی جانب سے عقیقہ کے وقت دو جانور میسر نہیں ہوسکا تو پہلے ایک ہی جانور عقیقہ کرلے اور جب بعد میں ایک دوسرا جانور مل جائے تو اس وقت دوسرا جانور ذبح کرلے۔

اس پورے مضمون کا خلاصہ کلام یہ ہوا کہ عقیقہ میں چھوٹا جانور ہی ذبح کیا جائے، اگر کسی نے بڑے جانور میں عقیقہ کر لیا تو بعض اہل علم کے قول کی روشنی میں جائز ہے مگر اس کی ٹھوس دلیل وارد نہیں ہونے کی وجہ سے آئندہ بڑے جانور میں عقیقہ کرنے سے بچنا افضل واولی ہے اور جس نے بڑے جانور میں عقیقہ کا حصہ لیکر کیا وہ کفایت نہیں کرے گا کیونکہ عقیقہ کے جانور میں اشتراک کی دلیل نہیں ہے۔

BACK

قمری مہینوں کا ذکر حدیث رسول میں

قمری مہینے اللہ کی طرف سے زمین وآسمان کی تخلیق سے ہی مقرر ہیں جن کی تعداد بارہ ہے۔ ان مہینوں کا تعلق سورج وچاند اوران کی آمد ورفت سے، لیل ونہار اور گردش ایام سے، عبادات ومعاملات سے اور حساب وکتاب سے لیکر متعدد علوم ومعارف سے متعلق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے ابتدائے آفرینش سے ہی انہیں مقرر کر رکھا ہے ۔ قرآن میں اللہ تعالی نے ذکر فرمایا ہے کہ کائنات کی تخلیق سے ہی بارہ مہینے مقرر ہیں، فرمان الہی ہے :

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ ۚ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (التوبة:36)

ترجمہ: مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے، اسی دن سے جب سے آسمان وزمین کو اس نے پیدا کیا ہے، ان میں سے چار حرمت وادب کے ہیں۔ یہی درست دین ہے۔ تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور تم تمام مشرکوں سے جہاد کرو جیسے کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ تعالی متقیوں کے ساتھ ہے۔

اس آیت سے ہمیں یہ معلوم ہوگیا کہ مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک بارہ ہے، ان بارہ مہینوں میں چار مہینے حرمت کے ہیں۔ آدم علیہ السلام لیکر اب تک جتنے واقعات وحادثات رونما ہوئے وہ سب انہی باروں مہینوں کے اندر محصور ہیں، یہاں ان کا دراسہ مقصود نہیں ہے بلکہ قمری مہینوں کا ذکر حدیث رسول میں آیا ہے ان کی ایک ایک دلیل ذکر کرنا مقصود ہے۔

قمری مہینوں کے اسماء ترتیب کے ساتھ اس طرح ہیں۔

(1) محرم (2) صفر (3) ربیع الاول (4) ربیع الثانی (5) جمادی الاولی (6) جمادی الآخرہ (7) رجب (8) شعبان (9) رمضان (10) شوال (11) ذوالقعدہ (12) ذوالحجہ۔

حرمت والے مہینے یہ ہیں : ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب۔ حرمت والے ان چار مہینوں کے نام بھی حدیث سے ثابت ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا۔

(1) محرم حدیث میں : یہ حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے، احادیث میں اس ماہ کی بڑی عظمت بیان ہوئی ہے، اسی میں عاشوراء کا روزہ ہے اور نبی ﷺ نے اس ماہ میں روزوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: أَفضلُ الصيامِ، بعد شهرِ رمضانَ ، صيامُ شهرِ اللهِ المُحرَّمِ(صحيح مسلم:1163)

ترجمہ: رمضان کے بعد سب سے افضل روزے ماہِ محرم کے روزے ہیں۔

(2) صفر حدیث میں : کفار و مشرکین صفر کے مہینے سے نحوست لیا کرتے تھے جبکہ نحوست جاہلانہ اور مشرکانہ تصور ہے اسلام میں نحوست کا کوئی تصور نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا عدوى ولا طِيَرَةَ ، ولا هامَةَ ولا صَفَرَ(صحيح البخاري:5707)

ترجمہ: مرض کا متعدی ہونا نہیں (یعنی اللہ کے حکم کے بغیر کوئی مرض کسی دوسرے کو نہیں لگتا) اور نہ بدفالی لینا درست ہے، اور نہ ہی صفر کا مہینہ منحوس ہے۔

(3) ربیع الاول حدیث میں: یہی وہ مہینہ ہے جس میں رسول رحمت کی ولادت ہوئی اور اسی ماہ میں آپ کی وفات بھی ہوئی، اس طرح اسلامی تاریخ وسیرت آپ کے ذکر مسعود سے معطر و مشکبار نظر آتی ہے۔ اس ماہ میں مکہ سے مدینہ کی ہجرت بھی ہوئی۔ صحیح بخاری کی ایک لمبی سی حدیث ہے، اس کا ایک ٹکڑا یہ ہے:

فلم يَمْلِكِ اليهوديُّ أن قال بأعلى صوته : يا معاشرَ العربِ، هذا جَدُّكم الذي تنتظرون، فثار المسلمونَ إلى السلاحِ، فتَلَقَّوْا رسولَ اللهِ بظَهْرِ الحَرَّةِ، فعدَل بهم ذاتَ اليمينِ، حتى نزل بهم في بني عمرو بنِ عوفٍ، وذلك يومُ الاثنينِ من شهرِ ربيعِ الأولِ(صحيح البخاري:3906)

ترجمہ: یہودی بے اختیار چلا اٹھا کہ اے عرب کے لوگو! تمہارے یہ بزرگ سردار آ گئے جن کا تمہیں شدت سے انتظار تھا۔ یہ سنتے ہی مسلمان ہتھیار لے کر آپ کے استقبال کو دوڑے چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کو مقام حرہ کے پیچھے ملے، انہیں ساتھ لئے دائیں مڑے، پھر انہوں نے بنو عمرو بن عوف کے ہاں پڑاؤ کیا۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الاول سوموار کے دن کا ہے۔

(4) ربیع الثانی حدیث میں : جب ربیع الاول کا ذکر حدیث سے معلوم ہو گیا تو یہ مہینہ خود بتلاتا ہے کہ ربیع الثانی بھی ہو گا کیونکہ اول کے ذکر سے ثانی کا ذکر آپ خود سامنے آتا ہے۔ احادیث میں خصوصیت کے ساتھ اس ماہ کا ذکر بہت

زیادہ نہیں آیا ہے(تواریخ وسیر میں تمام مہینوں کا غیر معمولی ذکر ہے)،ایک جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مدینہ سے سفر پہ نکلنے کا ذکر ہے جسے حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے:

خرج عليٌّ في آخرِ شهرِ ربيعٍ الآخرِ سنةَ ستٍ وثلاثينَ(فتح الباري لابن حجر:59/13)

ترجمہ: سیدنا علی چھتیس ہجری میں ربیع الآخر کے آخر میں نکلے۔

صحیح بخاری(6973)میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا شام کی طرف نکلنے کا ذکر ہے،وہاں مہینے کا ذکر نہیں ہے مگر اسلامی تاریخ سے ربیع الثانی کا مہینہ معلوم ہوتا ہے۔

(5) جمادی الاولی حدیث میں : صحیحین میں جنگ موتہ کا ذکر ہے جس میں مسلمانوں کے کئی سپہ سالار شہید ہوگئے ،آخر میں خالد بن ولید نے کمان سنبھالی،ان کا بیان ہے کہ جنگ موتہ میں میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں،ایک یمنی تیغہ میرے ہاتھ میں باقی رہ گیا۔ صحیحین میں مہینے کا ذکر نہیں ہے مگر مجمع الزوائد میں مہینے کی صراحت ہے۔اس کا ایک ٹکڑا دیکھیں:

ثم اصطلح المسلمونَ بعدَ أُمراءِ رسولِ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم على خالدِ بنِ الوليدِ فهزم اللهُ العدوَّ وأظهر المسلمين وبعثهم رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم في جمادَى الأُولَى(مجمع الزوائد:163/6 | رجاله ثقات)

ترجمہ: پھر مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے سپہ سالاروں کے بعد خالد بن ولید پر اتفاق کیا،پس اللہ نے دشمن کو ناکام بنادیا اور مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمایا،رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو جمادی الاولی میں بھیجا تھا۔

(6) جمادی الآخرہ حدیث میں : ایک حدیث میں مذکور ہے کہ سال کے سارے مہینے ہوتے ہیں۔قرآن میں بھی سال کا ذکر "سنہ"، "عام" اور "حول" کے لفظ سے آیا ہے۔ حدیث کے الفاظ دیکھیں جس میں اشہر حرم(حرمت والے مہینے)کا نام آیا ہے۔

السنةُ اثنا عشرَ شهرًا منها أربعةٌ حُرُمٌ : ثلاثةٌ مُتوالياتٌ : ذو القَعدةِ وذو الحَجَّةِ والمُحرَّمُ ، ورجبُ مُضرَ ، الذي بين جُمادَى وشعبانَ .(صحيح البخاري:4406)

ترجمہ: سال بارہ ماہ کا ہے۔اس میں چار مہینے حرمت والے ہیں، تین تو مسلسل ہیں: ذوالقعدہ،ذوالحجہ اور محرم اور ایک رجب ہے جو جمادی الآخرہ اور شعبان کے درمیان ہے۔

یہاں جمادی سے مراد جمادی الآخرہ ہے کیونکہ اس کے اور شعبان کے درمیان ہی رجب آتا ہے۔

مجمع الزوائد میں ہے: قُتِلَ الزُّبيرُ بنُ العَوَّامِ يومَ الجَمَلِ في جُمادى لا أدري الأولى أو الآخرةِ سنةَ ستٍّ وثلاثين(مجمع الزوائد:155/9)

ترجمہ: زبیر بن عوام جمل والے دن جمادی کو قتل کئے گئے، مجھے نہیں معلوم جمادی الاولی کو یا جمادی الآخرہ کو چھتیس ہجری میں۔

(7)رجب حدیث میں : اس ماہ میں نبی ﷺ نے کوئی عمرہ نہیں کیا ہے پھر بھی بدعتی اس ماہ میں کثرت سے عمرہ کرتے ہیں حالانکہ بطور خاص اس ماہ میں عمرہ کرنے کا حکم نہیں آیا ہے اور نہ ہی اس ماہ میں عمرہ کرنے کی کوئی علاحدہ فضیلت ثابت ہے، عمرہ کبھی بھی کرسکتے ہیں اور رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَجَبٍ(صحيح البخاري:1777)

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔

(8)شعبان حدیث میں : ترمذی شریف میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: ما رأيتُ النَّبيَّ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ يصومُ شَهرينِ متتابعينِ إلَّا شعبانَ ورمضانَ(صحيح الترمذي:736)

ترجمہ: میں نے نبی ﷺ کو لگاتار دو مہینوں کے روزے رکھتے نہیں دیکھا سوائے شعبان اور رمضان کے۔

(9)رمضان حدیث میں : اپنی فضیلت کے باعث اس ماہ مبارک کا قرآن میں بھی ذکر آیا ہے اور احادیث میں بہت ہی زیادہ مذکور ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: مَن صامَ رمضانَ إيمانًا واحتسابًا ، غُفِرَ لَهُ ما تقدَّمَ من ذنبِهِ (صحيح البخاري:2014)

ترجمہ: جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اس کے گزشتہ گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔

(10)شوال حدیث میں : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَن صامَ رمضانَ ثمَّ أتبعَه بستٍّ من شوَّالٍ فَكأنَّما صامَ الدَّهرَ(صحيح أبي داود:2433)

ترجمہ: جس نے رمضان کے روزے رکھے اوراس کے بعد چھ روزے شوال کے رکھے تو گویا اس نے پورے سال کے روزے رکھے۔

(11)ذوالقعدہ حدیث میں : حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ كُلُّهُنَّ فِي ذِي الْقَعْدَةِ إِلَّا الَّتِي مَعَ حَجَّتِهِ(صحيح مسلم:3033)

ترجمہ: اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کل) چار عمرے کئے اور اپنے حج والے عمرے کے سوا تمام عمرے ذوالقعدہ ہی میں کئے۔

(12)ذوالحجہ حدیث میں : یہ مہینہ متعدد عبادتوں کے ذکر سے بیحد معروف ہے، ان عبادتوں میں ایک حج بھی ہے جس کی ادائیگی کے لئے پوری دنیا کے مسلمان مکہ میں جمع ہوتے ہیں۔ ذوالحجہ سے متعلق ایک حدیث دیکھیں۔ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: شهرانِ لا ينْقُصَانِ ، شهرَا عيدٍ : رمضانُ وذو الحَجَّةِ .(صحيح البخاري:1912)

ترجمہ: عید کے دونوں مہینے یعنی رمضان اور ذوالحجہ کم نہیں ہوتے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ تعداد ایام کے اعتبار سے کم ہو سکتے ہیں لیکن کمال عبادت میں دونوں کا حکم ایک ہے۔ اگر کسی نے انیتس روزے رکھے تو اسے ثواب تیس روزوں ہی کا ملتا ہے۔ اس کے ثواب کے متعلق کسی کو شک نہیں ہونا چاہیے، اسی طرح وقوف عرفہ میں غلطی ہو جائے تو اس کا حج پورا ہے اس میں کوئی کمی نہیں ہے۔ (فتح الباری:161/4)

BACK

ئے عیسوی سال کی آمد اور قابل توجہ چند امور

ہر قوم اپنے کلینڈر کے حساب سے نئے سال کے پہلے دن کی بڑی اہمیت دیتی ہے اور اس دن کو بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ نیا اور پہلا دن بھی دوسرے ایام سے کچھ الگ نہیں ہوتا۔ ایسا نہیں ہے کہ نئے سال کے پہلے دن میں صرف خوشی ہی خوشی ہوتی ہے۔ دیکھا جاتا ہے غم میں ڈوبے لوگ آج بھی غمگیں ہی ہوتے ہیں۔ نئے سال پہ بھی لوگوں کو موت آتی ہے۔ ایکسڈنٹ ہوتا ہے۔ مصائب و مشکلات پیش آتے ہیں پھر آج کے دن خوشی کے طور پہ منانے کا سبب و محرک کیا ہے؟

اس کے جواب سے قطع نظر نئے عیسوی سال کی آمد پہ برصغیر میں عجیب قسم کا ماحول پایا جاتا ہے، اس ماحول کو ہم اسلامی تناظر میں دیکھتے ہیں۔

(1) نیا سال اور Happy New Year: پہلی جنوری کی آمد سے کئی دن پہلے سے میسیج، کارڈ اور زبانی طور پہ ہپی نیو ایئر (Happy New Year) کے کلمات جاری و ساری ہو جاتے ہیں۔ الحمد للہ عیسوی سال سے ہٹ کر مسلمانوں کا اپنا عربی کلینڈر پایا جاتا ہے اور یہ قمری / عربی کلینڈر صحابہ کرام کے زمانہ سے ہی پایا جاتا ہے، ان کی زندگی میں بھی نیا ہجری سال آیا مگر انہوں نے ایک دوسرے کو مبارکباد نہیں دی جو اس بات کی دلیل ہے کہ نئے سال کی مبارکبادی دینا خلاف سنت ہے۔ لہذا کسی مسلمان کے لئے روا نہیں کہ کسی کو ہپی نیو ایئر کا کارڈ بھیجے، یا میسیج لکھ کر ہپی نیو ایئر کی مبارکباد دے یا زبان سے کسی کو ہپی نیو ایئر کہے۔

(2) نیا سال اور Picnic: پہلی جنوری کو لوگ گاؤں / شہر سے نکل کر صحراء و جنگل میں جاکر مشترکہ دعوت کا اہتمام کرتے ہیں۔ اس میں کھانے پینے کے ساتھ شراب نوشی، آتش بازی اور رقص و سرود کی محفل قائم کی جاتی ہے۔ نیز مغربی تہذیب کی نقالی کرتے ہوئے مرد کے ساتھ نوجوان لڑکیاں بھی اس پکنک میں شامل ہوتی ہیں۔ پکنک دراصل موج مستی کا دوسرا نام ہے۔ اس میں پائے جانے والے امور اسلام مخالف ہیں۔ اس موقع سے میں تمام مسلمان

مردوخواتین کو نصیحت کرتاہوں کہ اس قسم کی دعوت اور پکنک سے پرہیز کریں۔ خصوصا گھر کے ذمہ دران سے التماس کرتاہوں کہ اپنی اولاد کو پکنک میں شرکت کی اجازت نہ دیں۔

(3) نیاسال اور آتش بازی: نئے سال کی آمد پہ آتش بازی کا بڑاہولناک منظر دیکھنے کو ملتاہے۔ گھر پہ، گلی میں، چوراہوں پہ، محفلوں میں اور عام گذرگاہوں پہ اس قدر آتش بازی کی جاتی ہے کہ اس سے جابجا حادثات واقع ہوتے ہیں۔ اس آتش بازی میں مسلمانوں کو دیکھ کر بہت دکھ ہوتاہے کہ دین محمدی کے نام لیوا کفار کی نقالی میں شانہ بشانہ کیونکر؟
آتش بازی میں فضول خرچی، جالی ومالی نقصان کا پہلو اور کفار کی مشابہت پائی جاتی ہے جو نئے سال کی مناسبت سے ہی نہیں بلکہ ہر مناسبت سے یہ حرام ہے۔

(4) نیاسال اور توہمات: نئے سال کے تعلق سے بہت ساری توہمات پائی جاتی ہیں۔ کچھ کا تعلق تو رسم ورواج سے مگر کچھ توہمات سیدھے عقائد سے ٹکراتے ہیں۔ اور تقریبا ہر ملک میں عجیب وغریب قسم کی روایات پائی جاتی ہے۔ ہندوستان تو عجائبات کے لئے ویسے بھی دنیابھر میں مشہور ومعروف ہے۔
کہیں نئے سال کی آمد پہ گھر کے پرانے فرنیچر کو نکال کر نئے فرنیچر کا اضافہ کیاجاتاہے تو کہیں پرانے سامان سے بدفالی لی جاتی ہے اور اسے پھینک کر نیا سامان لایاجاتاہے۔ کہیں کچڑا گھر سے نکالنا بدقسمتی نکالنے کے برابر سمجھا جاتاہے۔ تو کہیں پہ سکہ اچھال کر قسمتوں کا فیصلہ کیاجاتاہے۔ اسلام میں اس قسم کی روایات وتوہمات اور بدفالی کی کوئی گنجائش نہیں۔

نیاسال پہ ہم کیاکریں؟

یہاں یہ سوال پیداہوتاہے کہ اگر ہم نئے سال کی آمد پہ مذکورہ بالاامور انجام نہیں دیں تو پھر ہمیں نئے سال کی آمد پہ کیا کرناچاہئے؟
اس سوال کے تعلق سے میں سب پہلے یہ بتاناچاہتاہوں کہ ہم لوگ مسلمان ہیں اور مسلمانوں کا نیاسال عیسوی نہیں ہجری ہے۔ گویاہمیں پہلی جنوری سے کوئی سروکار نہیں اگر سروکار ہے تو اسلامی سال ہے۔

اسلام میں نئے سال کی آمد محرم الحرام سے ہوتی ہے۔اور محرم چار حرمت والے مہینوں میں سے ایک مہینہ ہے۔
ہمیں محرم کی آمد پہ سب سے پہلے یہ فکر کرنا ہے کہ یہ دنیا فانی ہے، یہاں کی ہر شی فانی ہے، ہمیں بھی ایک نہ ایک دن یہاں سے جانا ہے۔اس تصور سے ہمارے اندر یہ احساس جا گزیں ہو گا کہ ہم نے زندگی کا ایک قیمتی سال کھودیا۔ساتھ ساتھ یہ محاسبہ بھی کرنا ہے کہ گذشتہ مہینوں میں ہم سے کیا خطا ہوئی، کیا گناہ سرزد ہوئے اور کون سا نیک کام ہم نے سوچا اور نہیں کر سکا۔اس محاسبہ کے ساتھ آئندہ سال کے لئے نیکی کی راہ چلنے کے لئے مکمل منصوبہ بندی کریں۔اگر ہم نے نیکی کی راہ چلنے کے لئے کوئی ٹھوس لائحہ عمل تیار نہ کیا تو ایک ایک سال یونہی ہماری عمر سے کم ہوتا چلا جائے گا اور دامن میں برائی کے سوا کچھ نہ ہو گا۔اور جب عمر تمام کر کے خالق حقیقی سے ملیں گے تو کف افسوس ملنا پڑے گا۔
قبل اس کے کہ افسوس کرنا پڑے اپنا دامن نیکیوں سے بھر لیتے ہیں۔

BACK

عید عاشقاں اور اسلام

14/فروری کا موجودہ انگریزی نام ولنٹائن ڈے ہے، اسے اردو میں عید عاشقاں اور عربی میں عید الحب کے نام سے جانا جاتا ہے۔

اس کے تاریخی پس منظر میں متعدد باتیں منقول ہیں، ان تواریخ سے یہ بات تو بالکل ظاہر ہے کہ یہ ایک مذہبی عید ہے جس کا تعلق عیسائیت سے ہے۔ اس کی تاریخ میں ولنٹائن نامی شخص کا ذکر ہے جو عیسائی راہب تھا۔ یہ دن اسی کی یاد میں عشق و محبت کے نام پہ منایا جاتا ہے۔

انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں درج ہے کہ اسے عاشقوں کے تہوار کے طور پہ منایا جاتا ہے۔ اور انسائیکلوپیڈیا بک آف نالج کے حساب سے ولنٹائن ڈے محبوبوں کے لئے خاص دن ہے۔

یہ دن ایک طرف عیسائیوں کی مذہبی عید ہے تو دوسرے طرف عوام کے لئے عشق و محبت کے نام پہ فحاشی و عرنیت کے اظہار کا سنہرا موقع ہے۔

ولنٹائن ڈے منانا حرام ہے، اس کے متعدد اسباب و وجوہات ہیں۔

(1) نئی عید کی بدعت:

اسلام میں سالانہ دو عید کا تصور ہے جس نے کسی تیسری عید کا اعتقاد رکھا یا منایا اس نے بدعت والا کام کیا۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

وقد أبدلكم الله بهما خيرا منهما: يوم الفطر و يوم الأضحى۔ (صحيح سنن نسائی: 1465)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان دونوں تہواروں کے بدلہ میں دو اور تہوار عطا کر دیئے ہیں جو ان سے بہتر ہیں اور وہ ہیں: عید الفطر اور عید الاضحی۔

اور آپ کا فرمان ہے:

مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ ۔ (صحيح البخاري :2499 وصحيح مسلم :3242)

ترجمہ: جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسا کام ایجاد کیا جو اس میں سے نہیں ہے، تو وہ مردود ہے۔

(2)غیر قوم کی مشابہت :

اسلام نے ہمیں ہر اس کام سے منع کیا ہے جس میں کفار کی مذہبی مشاہت ہوتی ہو جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے :

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ(أبو داؤد ، ح : 4031وصححه البانى)

"جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔"

بلکہ دوسری احادیث میں صراحت کے ساتھ نبی ﷺ نے یہود و نصاری کی مخالفت کرنے اور ان کی مشابہت سے بچنے کا حکم فرمایا ہے۔

(3)زنا کا سبب:

ولنٹائن ڈے میں ناچ گانا، مرد وزن کا اختلاط، فحاشی و عریانیت، فسق و فجور، شراب و کباب اور شہوانیت و حوانیت کا ایسا مظاہرہ دیکھنے کو ملتا ہے جو زنا کے اسباب میں سے ہی نہیں بلکہ میں شمار ہوگا۔

اسلام نے زانی کے لئے بڑی سخت سزا رکھی ہے، سماج میں اگر کسی زانی کو ایسی سزا دی جائے تو پورا معاشرہ زنا کی برائی سے پاک رہے۔اسلام نے نہ صرف زنا کی سزا متعین کی بلکہ زنا میں وقوع کے اسباب کا بھی سد باب کیا۔

چنانچہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَلاَ تَقْرَبُواْ الزِّنَى إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاء سَبِيلاً(سوره اسرائیل : 32)

ترجمہ: خبردار زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا کیوں کہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے۔

اس آیت میں زنا کے قریب نہ جاؤ کا مطلب زنا کے اسباب سے بچو۔

یہاں یہ بھی جان لیں کہ ولنٹائن دے منانے کا مطلب

☆اجنبی مرد و عورت کا آزادانہ ربط تسلیم کرنا ہے۔

☆خاتون کی عفت وعصمت کی کوئی ضمانت نہیں۔

☆ہمیں مردوزن کا وہی اختلاط پسند ہے جو اہل مغرب کی پسند ہے۔

یہ باتیں اسلامی اعتبار سے حرام اور گناہ کبیرہ ہیں، ان باتوں سے مسلم معاشرہ یکسر مغربی معاشرہ بن جائے گا۔

(4)حرام لہو ولعب :

ولنٹائن ڈے دوجوڑے کا گھناؤنا کھیل ہے، اس کھیل میں عاشق ومعشوق کے لئے کچھ بھی رواہے۔ فسق وفجور سے لیکر زناکاری وشراب نوشی تک، اور ناچ گانے سے لیکر ہر قسم کی موج مستی تک۔

اس میں جہاں حرام کاری ہوتی ہے، وہیں بے پناہ فضول خرچی بھی کی جاتی ہے۔ سچ کہا اللہ تعالی نے کہ فضول خرچ شیطان کا بھائی ہے۔

إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُواْ إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا(اسراء : 27)

ترجمہ: بیجا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔

گویاایسے لوگ شیطان اوران کا عمل شیطانی ہے، اللہ تعالی ہمیں شیطان اور شیطانی دونوں سے بچائے۔ آمین

ان اسباب کے علاوہ دیگر غیر شرعی امور بھی انجام دئے جاتے ہیں مثلا

☆اس موقع سے محبت والا کارڈ عاشق ومعشوق کے درمیان تبادلہ کیا جاتا ہے، ولنٹائن ڈے کی برائی کی ابتداءاسی کارڈ سے ہوتی ہے۔

☆ایک دوسرے کو سرخ گلاب کا پھول پیش کرتے ہیں جو بت پرست کے یہاں حب الہی اور نصرانی کے یہاں عشق کی علامت مانی جاتی ہے۔

☆سرخ گلاب کی نسبت سے سرخ مٹھائیوں کی تقسیم ہوتی ہے۔

☆کارڈ پہ بسااوقات خدائے محبت کیوپڈ کی تصویر بنائی جاتی ہے اور کبھی گندے الفاظ، تو کبھی بے ہودہ تصویر بنی ہوتی ہے۔

☆اس موقع سے یورپ میں جنس پرست اپنی جنس پرستی کا اظہار کرتے ہیں۔

☆ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اہل یورپ کے یہاں مخصوص اعضاء پہ محبوب کا نام لکھا ہوتا ہے۔

بہر کیف ! ہم اسلامی بھائیوں اور بہنوں سے قرآن کی ایک آیت کی روشنی میں اس سے کنارہ کشی اختیار کرنے کی نصیحت کرتے ہیں جو نہ مانے اسے اللہ کی سخت وعید بھی بتلادیتے ہیں۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ أَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِيْ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِيْ الدُّنْيَا وَالاٰخِرَةِ﴾ (النور:١٩)

ترجمہ: یقیناًجو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش (وبے حیائی) پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔

BACK

بندوں کو سب سے زیادہ امید دلانے والی آیت

اللہ کی مکمل کتاب قرآن حکیم بندوں کے لئے سکون کا باعث ہے، ہدایت کا سامان ہے اور زندگی کے ہر موڑ پر انہیں امید دلاتی ہے۔اس لئے اسے سینے سے چمٹائے رکھنے، حرز جان بنائے رکھنے، پڑھنے، پڑھانے اور زندگی میں اتارے رکھنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں جب بھی بے چینی محسوس ہو اللہ کا کلام پڑھیں، پریشانی کا سامنا ہو کلام الٰہی کی تلاوت کریں، خوف وہراس کا منظر ہو ذکر خالق سے دل وزبان تروتازہ کریں یعنی ہمیں کبھی مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے خواہ حالات کچھ بھی ہوں۔آخر ہمارا کوئی خالق ہے وہ سب کچھ دیکھ اور سن رہا ہے، سب کی نگرانی کرنے والا ہے، سب کی حاجتیں پوری کرنے والا ہے، روزی روٹی سے لیکر زندگی کا ہر سامان مہیا کرنے والا ہے۔ ہم کیوں مایوس ہوتے ہیں جبکہ اللہ نے ہمیں ہر قسم کی پریشانی سے نکلنے کا راستہ بتلایا ہے، خیر وشر کی تمیز دی ہے، ایمان وکفر کا فرق دیا ہے، ایک روشن دین اور کھلی کتاب دی ہے جس کے ہر کلمہ میں روشنی، امید اور ہدایت ہے۔

ممکن ہے دیگر مذاہب میں مایوسی کی تعلیم دی گئی ہو مگر اسلام میں اس کو کوئی جگہ نہیں دی گئی ہے بلکہ مایوسی ایسا گناہ ہے جو کفر تک لے جاتا ہے اور بسا اوقات آدمی کافر بھی ہو جاتا ہے۔اللہ کا فرمان ہے: وَلَا تَيْأَسُوا مِن رَّوْحِ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ (يوسف:87)

ترجمہ: اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، یقیناً رب کی رحمت سے مایوس وہی ہوتے ہیں جو کافر ہوتے ہیں۔

دوسری جگہ اللہ کا فرمان ہے: قَالَ وَمَن يَقْنَطُ مِن رَّحْمَةِ رَبِّهِ إِلاَّ الضَّآلُّونَ(الحجر:56).

ترجمہ: کہا اپنے رب تعالی کی رحمت سے ناامید تو صرف گمراہ اور بھٹکے ہوئے لوگ ہی ہوتے ہیں۔

اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: الكبائرُ : الشِّركُ باللهِ ، والإِيَاسُ من رَوْحِ اللهِ ، و القُنوطُ من رَحمةِ اللهِ(صحيح الجامع:4603)

ترجمہ: اللہ کے ساتھ شریک کرنا اور اس کی رحمت سے ناامید ہونا کبیرہ گناہ ہے۔

یعنی اللہ کی رحمت سے مایوسی صریح گمراہی ہے، یہ راستہ گمراہ اور کافر ہی اختیار کرتا ہے، اگر کوئی مسلم مایوسی کا شکار ہے تو وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے اسے توبہ کرنا لازم ہے۔

قرآن حکیم کا ورق ورق اور سطر سطر بندوں کے لئے راحت کا سامان ہے، ہے کوئی جو قرآن پڑھکر اور سمجھ کر دیکھے ؟ ہے کوئی جو اپنی بیماریوں کا علاج اس کتاب میں تلاش کرے ؟تاریخ گواہ ہے جس نے بھی قرآن کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا اس کے حصے میں کامیابی ہی کامیابی آئی۔ آپ بھی کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو کتاب اللہ کو اپنا ساتھی بنائیں، اسے غور وفکر سے پڑھیں، اس پر عمل کریں اور اس کی طرف قوم مسلم وغیر مسلم کو بلائیں۔

علماء نے تلاش کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن کی وہ کون سی آیت ہے جو بندوں کو سب سے زیادہ امید دلاتی ہے، مایوسی سے بچاتی ہے اور گنہگار ہوکر بھی اپنے خالق ومالک سے عفو ودرگزر کی امید جگاتی ہے۔اس سلسلے میں کئی قرآنی آیات ذکر کی جاتی ہیں تاہم اکثر وبیشتر اہل علم نے سورہ زمر کی آیت نمبر ترپن کو سب سے زیادہ امید دلانے والی آیت قرار دیا ہے، اللہ کا فرمان ہے:

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (الزمر:53)

ترجمہ: (میری جانب سے کہہ دو) کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ جاو، بالیقین اللہ تعالی سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے۔

یہ قول حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی طرف بھی منسوب ہے مگر سندا یہ اقوال ثابت نہیں ہیں۔جب ہم مذکورہ آیت کی شان نزول تلاش کرتے ہیں تو صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی یہ روایت ملتی ہے کہ:

أنَّ نَاسًا، مِن أهْلِ الشِّرْكِ كَانُوا قدْ قَتَلُوا وأَكْثَرُوا، وزَنَوْا وأَكْثَرُوا، فأتَوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ فَقالوا: إنَّ الذي تَقُولُ وتَدْعُو إلَيْهِ لَحَسَنٌ، لو تُخْبِرُنَا أنَّ لِما عَمِلْنَا كَفَّارَةً فَنَزَلَ: {وَالَّذِينَ لا يَدْعُونَ مع اللَّهِ إلَهًا آخَرَ، ولَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتي حَرَّمَ اللَّهُ إلَّا بالحَقِّ، ولَا يَزْنُونَ} ونَزَلَتْ {قُلْ يا عِبَادِيَ الَّذِينَ أسْرَفُوا علَى أنْفُسِهِمْ، لا تَقْنَطُوا مِن رَحْمَةِ اللَّهِ}(صحيح البخاري:4810)

ترجمہ: مشرکین میں سے کچھ لوگوں نے بہت خون ناحق بہائے تھے اور بکثرت زنا کرتے رہے تھے، وہ حضرت محمد ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں اور جس کی دعوت دیتے ہیں وہ یقیناً اچھی چیز ہے لیکن اگر آپ ہمیں اس بات سے آگاہ کردیں کہ اب تک ہم نے جو گناہ کیے ہیں کیا وہ معافی کے قابل ہیں، تو اللہ تعالی نے یہ آیات

نازل فرمائیں: "وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی جان کو ناحق قتل بھی نہیں کرتے، جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ وہ زنا کرتے ہیں۔" اور یہ آیت بھی نازل ہوئی: "کہہ دیجیے! اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔"

گو کہ شان نزول میں خطاب مشرکین مکہ کو ہے مگر اس آیت کا حکم عام ہے، اس میں مشرکین و کفار اور ہر قسم کے گنہگار شامل ہیں جنہوں نے خوب خوب گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کئے ہوں۔ حافظ ابن کثیر رحمۃاللہ علیہ نے اس آیت کے متعلق لکھا ہے کہ یہ آیت تمام نافرمانوں خواہ کافر ہوں یا دوسرے توبہ اور انابت کی طرف دعوت دینے والی ہے، اور خبر دینے والی ہے کہ اللہ توبہ کرنے والے اور اس کی طرف رجوع کرنے والوں کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ گناہ کتنے بھی ہوں اور سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہو جائیں۔ اور اس آیت کو توبہ پر محمول نہ کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ شرک توبہ کے بغیر معاف نہیں کیا جاتا ہے۔ {تفسیر ابن کثیر}

اس آیت کو توبہ پر محمول کرنا ضروری ہے جیسا کہ حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے تا کہ قرآن کی اس آیت سے ٹکراو نہ ہو جس میں کہا گیا ہے کہ اللہ سارے گناہ معاف کر سکتا ہے سوائے شرک کے۔ اللہ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ ما دُونَ ذلِكَ لِمَنْ يَشاءُ﴾ (النساء: 48).

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے۔

آیت کی شان نزول اور اس کے معانی و مفاہیم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بندوں کے حق میں سب سے زیادہ امید والی آیت یہی ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ گنہگار بندوں کو کس طرح امید دلاتا ہے؟

- سب سے پہلے اللہ اپنے پیغمبر کو خطاب کرتا ہے کہ وہ اپنی امتی کو خبر کرے پھر یا عبادی کے ذریعہ بندوں کو شفقت و محبت بھرے نرالے انداز میں یاد کرتا ہے۔ تمہیں ڈرنے اور خوف کھانے کی ضرورت نہیں ہے، تم نے گناہ کر لئے تو کیا ہوا؟ بندے تو میرے ہی ہو۔ میں ہی تمہارا خالق و مالک ہوں۔ اور تو کوئی نہیں جس سے تمہیں گھبرانے کی ضرورت ہے۔
- جب اللہ اپنے بندوں کو پیار بھرے لہجے میں پکار کر ان کا احترام و اکرام کرتا ہے پھر معصیت و نافرمانی کی کثرت یاد دلاتا ہے کہ تم نے حد سے زیادہ معصیت کر لی، گناہوں کی حد پار کر دی، نافرمانی پہ نافرمانی کرتے رہے۔

• معاصی کی کثرت یاد دلانے کے بعد اب گنہگاروں کی ڈھارس بندھاتا ہے، ناامیدی سے روکتا ہے اور صاف لفظوں میں گنہگاروں سے کہتا ہے کہ گناہوں کی کثرت ہو جانے کی باوجود بھی تمہیں اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا ہے۔ اوپر آپ نے قرآن کی چند آیات بھی پڑھیں جن میں مایوسی گمراہ و کافر کی صفت قرار دی گئی ہے۔ مومن کو کسی بھی طور اور کبھی بھی مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ایسے موقع پر اللہ پر توکل بہت کام آتا ہے اور ایمان ویقین میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔

•اب سبحانہ وتعالی تاکیدی جملے کے ساتھ وہ کلام کرتا ہے جس سے گنہگاروں کی امید بلاشبہ جاگ جاتی ہے اور رحمت الہی سے دامن بھر جاتا ہے۔اللہ فرماتا ہے کہ تمہیں تمہارا گناہ یاد ہے، مجھے میری رحمت ومغفرت یاد ہے، جاو تمہارے سارے گناہ معاف کر دئے۔ سن لو! ایک دو گناہ نہیں، سارے گناہ بخش دئے۔ رب تعالی نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ آگے تاکید کے ساتھ یہ بھی خبر دیدی کہ بے شک میں ہی توسب سے زیادہ معاف کرنے والا اور سب سے زیادہ مہربانی کرنے والا ہوں، تم میرے علاوہ کس کو اس قدر معاف کرنے والا پاتے ہو؟ سبحان اللہ، اللہ واقعی بڑا معاف کرنے والا ہے۔

جب ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ بہت معاف کرنے والا اور بڑا مہربان ہے اور گنہگاروں کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے تو اس کے ساتھ مزید دو باتوں کو جاننے اور عمل میں لانے کی بھی ضرورت ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم اللہ کی رحمت کی امید میں عمدا گناہ کرتے رہیں، گناہوں پر اصرار کرتے رہیں، اللہ کی حدود کی پامالی اور فرائض وواجبات میں کوتاہی برتیں۔ یاد رہے کہ اللہ بہت معاف کرتا ہے تو بہت سخت سزا بھی دیتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ چھوٹے گناہ نیکیوں سے خود بخود مٹ جاتے ہیں مگر بڑے گناہوں کے لئے توبہ ضروری ہے جیسا کہ مذکورہ آیت بھی توبہ کو مستلزم ہے۔ بغیر توبہ کے کبیرہ گناہ معاف نہیں ہوتے اور توبہ کی قبولیت کی شرائط یہ ہیں کہ اولا گناہ پہ ندامت کا اظہار کیا جائے، ثانیا: اللہ کی طاعت میں گناہ ترک کر دیا جائے اور ثالثا آئندہ اس گناہ سے بچنے کا اللہ جل شانہ سے وعدہ کیا جائے۔ گناہ حقوق العباد سے متعلق ہو تو حق کی واپسی بھی توبہ کی شرط ہے۔

آخری بات تحریر کر کے مضمون ختم کرنا چاہتا ہوں کہ ایسا نہیں ہے کہ یہی آیت صرف گنہگاروں کو امید دلاتی ہے، ایک مومن کا ایمان ہونا چاہئے کہ اللہ کے دین میں ہی سراسر سکون وراحت کا سامان ہے، اللہ کا کلام سراپا امید ہے۔

اپنی زندگی کو مایوسی اور کفر سے بچانے کے لئے ہمیں قرآن کو سمجھ کر پڑھنا اور اس پر ٹھیک ٹھیک عمل کرنا چاہیئے۔ بعض اہل علم نے سورہ زمر کی مذکورہ آیت کے علاوہ دوسری آیت کو سب سے زیادہ امید والی آیت قرار دیا ہے، ان آیات میں بھی بلاشبہ مومنوں اور خصوصاً گنہگاروں کے واسطے رحمت و مغفرت کی امید ہے مگر سب سے زیادہ امید والی آیت سورہ زمر کی مذکورہ آیت ہی معلوم ہوتی ہے، اس آیت کے علاوہ سب سے زیادہ امید والی آیت کے متعلق اہل علم کا جو اختلاف ہے، اس میں بعض کے نزدیک سورہ فاطر کی 32 اور 33 آیت، سورہ نور کی 22 نمبر آیت سے، سورہ غافر 33، حجر 49، انعام 82، اعراف 156، رعد 6، سورہ طہ 48، احزاب 47، سورہ ضحی 5، سورہ شوری 30، سورہ نساء 110، سورہ محمد 11 اور 19، سورہ توبہ 102 وغیرہ ہیں۔

اللہ تعالی ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے اور اپنی رحمت سے نواز کر جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے۔ آمین

BACK

قیامت میں لوگوں کو ان کے (امام) نامہ اعمال کے ساتھ پکارا جائے گا۔

بلاشبہ ائمہ کے درجات بلند ہیں، وہ احترام و تقدس کے زیادہ اہل ہیں، ان کا احترام کرنا اسلامی اخلاق و آداب کا اہم حصہ ہے۔ تاہم بعض مسلمانوں نے احترام کے نام پر امت میں غلط بیانی کی، اس غلط بیانی میں قرآن و حدیث کے مفہوم تک کو بدل دیا۔ کہیں پر ان کی ہر بات ماننے کو واجب قرار دیا اور نہ ماننے کو ہتک عزت سمجھا گیا، تو کہیں پر بلاسند اقوال و واقعات ان کی طرف منسوب کر کے نبی سے اونچا درجہ دے دیا گیا، جو ان اقوال و واقعات کو قرآن و حدیث کے برخلاف ہونے پر تسلیم نہ کرے انہیں گستاخ ائمہ سے موسوم کیا گیا اور عوام میں خوب خوب بدنام کیا گیا تاکہ لوگوں کے دل پر اماموں کی عقیدت کا پردہ ڈال کر قرآن و حدیث کی اصل تعلیمات سے انہیں دور رکھا جا سکے۔

ہر انسان خطا کا پتلا ہے، غلطی کسی سے بھی ہو سکتی ہے، ائمہ سے بھی غلطیاں ہوئیں، ہم انہیں معصوم عن الخطاء نہیں سمجھتے کیونکہ وہ بھی ہماری طرح بشر تھے۔ جب ایک بشر سے غلطی ہو سکتی ہے تو پھر کسی متعین امام کی ہر بات کی تقلید کرنا دین نہیں ہے، ائمہ کرام نے جو دین کا کام کیا وہ قابل مبارک باد ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم ان سے ہونے والی غلطی کو بھی دین سمجھ کر اس پر عمل کریں۔ اللہ نے دین و شریعت اماموں پر نہیں نازل کیا بلکہ نبی پر نازل کیا ہے اور شریعت کا بیان بھی نبی کے ذمہ لگایا۔ اماموں کی ذمہ داری یہ ہے کہ جو دین اللہ نے نبی پر نازل کیا اور جس طرح آپ نے عملی نمونہ پیش کیا اور دین کی جس طرح تعبیر و تشریح کی اسی شکل میں دوسروں تک پہنچائیں۔ اہل حدیث صرف چار نہیں سارے ائمہ کا احترام کرتے ہیں جو چار سے پہلے گزرے یا ان کے بعد قیامت تک آئیں گے اور ان کی فقیہانہ بصیرت سے فائدہ اٹھاتے ہیں، جو لوگ ائمہ کے احترام اور ان کی تقلید کی بات کرتے ہیں وہ ہم سے زیادہ بخیل اور احترام ائمہ میں تنگ دل ہیں کیونکہ کہتے ہیں چار ائمہ برحق ہیں مگر یہ صرف کہنے تک ہی محدود ہے مانتے صرف ایک امام کی ہیں۔ مثلاً اگر چاروں ائمہ برحق ہیں اور چار میں سے تین امام کہیں کہ نماز میں چار مقامات پر رفع یدین کرنا سنت ہے تو پھر تقلید کرنے والوں کو یہ بات ماننی چاہئے مگر دیکھئے علمائے احناف نے رفع یدین کے رد میں کس قدر کتابیں لکھی ہیں، کس جرات سے اس سنت کا انکار کیا ہے اور کس دیدہ دلیرہ سے اس کا مذاق تک اڑایا ہے؟۔ کیا یہی ہے احترام ائمہ؟ کیا اسی کو کہتے ہیں چاروں امام برحق ہے؟ یہ ایک نکتہ احترام ائمہ اور تقلید کی حقیقت واضح کرنے کے لئے کافی ہے۔

اس تمہید کے بعد اب آتے ہیں موضوع کی طرف کہ قرآن کی ایک آیت سے استدلال کرتے ہوئے اماموں کی تقلید کرنے والے کہتے ہیں کہ ہم فلاں امام کی تقلید کرتے ہیں اور قیامت میں ان کے ساتھ ہوں گے اور اہل حدیث کے پاس کوئی امام نہیں اس لئے ان کا کوئی امام نہیں ہوگا، وہ دنیا میں بغیر امام کے رہے اور قیامت میں بغیر امام کے اٹھائے جائیں گے۔

آیئے قرآن کی اس آیت کو دیکھتے ہیں اور پھر اہل تقلید کی مذکورہ بات کی حقیقت بھی جانتے ہیں۔اللہ کا فرمان ہے :

يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ ۖ فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَٰئِكَ يَقْرَءُونَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا (الاسراء:71)

ترجمہ: جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے نامہ اعمال سمیت بلائیں گے۔پھر جن کا بھی اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دے دیا گیا وہ تو شوق سے اپنا نامہ اعمال پڑھنے لگیں گے اور دھاگے کے برابر (ذرہ برابر) بھی ظلم نہ کئے جائیں گے۔

اس آیت میں کہا گیا ہے کہ لوگوں کی جماعت کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے ،اب دیکھنا یہ ہے کہ یہاں امام سے کیا مراد ہے؟

جب اس آیت کی تفسیر اٹھاتے ہیں تو ہمیں امام کی تعیین میں تین اقوال ملتے ہیں۔

(1)ایک قول یہ ہے کہ امام سے مراد رسول ہے یعنی ہر امت کو اس کے رسول کے ساتھ پکارا جائے گا۔اس طرح پکارا جائے گا اے امت نوح،اے امت محمد وغیرہ، یہ قول مجاہد اور قتادہ وغیرہ کا ہے ان کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے۔

ولكل أمة رسول فإذا جاء رسولهم قضي بينهم بالقسط وهم لا يظلمون(یونس:47)

ترجمہ:اور ہر امت کے لئے ایک رسول ہے ، سو جب ان کا وہ رسول آچکتا ہے ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جاتا ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا ۔

(2)دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے انبیاء کی شریعت مراد ہے یعنی ہر جماعت کو شریعت کے ساتھ مثلا اے اہل تورات، اے اہل انجیل اور اے اہل قرآن کے ذریعہ مخاطب کیا جائے گا۔

(3) تیسرا قول یہ ہے کہ امام سے مراد نامہ اعمال ہے۔" باما مھم "ای بکتاب اعمالھم یعنی اپنے اعمال کی کتاب کے ساتھ بلائے جائیں گے۔اسی قول کی طرف بہت سے اہل علم گئے ہیں جن میں علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ بھی ہیں۔دلائل کی

روشنی میں یہی تیسرا راجح معلوم ہوتا ہے کہ ہر آدمی اپنے نامہ اعمال کے ساتھ پکارا جائے گا جیسا کہ مذکورہ آیت میں امام کے بعد کتاب کے ذکر سے واضح ہوتا ہے۔ قرآن میں دوسری جگہ بھی امام کا ذکر نامہ اعمال کے لئے آیا ہے، اللہ کا فرمان ہے:إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ (یس:12)

ترجمہ: بیشک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھتے جاتے ہیں وہ اعمال بھی جن کو لوگ آگے بھیجتے ہیں اور ان کے وہ اعمال بھی جن کو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب میں ضبط کر رکھا ہے۔

یہاں امام سے اعمال کی کتاب مراد ہے جیسا کہ آیت سے بالکل واضح طور پر پتہ چل رہا ہے کیونکہ اعمال جس میں درج کئے جائیں وہ اعمال نامہ یا دفتر اعمال ہی ہوگا۔ ایک دوسری آیت میں اللہ رب العزت نے تو واضح طور پر کتاب کا ذکر فرما کر بتلا دیا کہ لوگ اپنے اعمال کی کتاب (نامہ اعمال) کے ساتھ پکارے جائیں گے ، یعنی پکارے جانے کا بھی خصوصیت سے ذکر ہے، آیت دیکھیں، فرمان الہی ہے:

وَتَرَىٰ كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً ۚ كُلُّ أُمَّةٍ تُدْعَىٰ إِلَىٰ كِتَابِهَا الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (الجاثية:28)

ترجمہ: اور آپ دیکھیں گے کہ ہر امت گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی ہر گروہ اپنے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا آج تمہیں اپنے کئے کا بدلہ دیا جائے گا۔

یہ آیت جاثیہ، آیت اسراء کی واضح تفسیر ہے، گویا خلاصہ یہ ہوا کہ لوگ قیامت میں اپنے نامہ اعمال کے ساتھ جو ان کے دائیں یا بائیں ہاتھ میں ہوں گے بلائے جائیں گے، یہی بات قوی اور راجح ہے۔ کسی بھی مفسر نے یہ نہیں کہا ہے کہ لوگ امام ابو حنیفہؒ، یا امام شافعیؒ، یا امام مالکؒ، یا امام احمد بن حنبل کے ساتھ ہوں گے۔ یہ ائمہ تو ہم نے دنیا میں بنائے ہیں ، جن کو اللہ نے دنیا اور آخرت دونوں میں امام بنایا ہے وہ صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ یہ بڑے اعزاز کی بات ہے کہ اہل حدیث کا امام دنیا میں بھی محمد ﷺ ہیں اور آخرت میں بھی ان کا کوئی امام ہوگا تو محمد ﷺ ہوں گے ۔اسی لئے علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے پہلے قول کے ضمن میں (یعنی امام سے مراد نبی ہیں) بعض سلف کی طرف منسوب کرتے ہوئے ذکر کیا ہے: "ھذا أکبر شرف لأصحاب الحدیث لأن إمامھم النبي صلی اللہ علیہ وسلم "یعنی یہ اہل الحدیث کے لئے سب سے بڑے شرف کی بات ہے کہ ان کا امام نبی ﷺ ہیں۔

یہ تو لوگوں کو نامہ اعمال کے ساتھ پکارے جانے کی بات ہے اور میدان محشر میں تمام انسان بشمول انبیاء ورسل جمع کئے جائیں گے تب بھی ہر امتی اپنے نبی کے ساتھ ہوں گے ۔ وہاں پر دنیا کے اماموں کا کوئی جھنڈا نہیں ہوگا، سارے صدیقین، شہداء، صالحین، اولیاء، ائمہ، فقہاء، علماء، محدثین، دعاۃ ومبلغین اپنے اپنے نبی کے ساتھ ہوں گے یعنی جس نبی کا کلمہ پڑھنے والے ہوں گے ان کے ساتھ جمع ہوں گے۔اس سلسلہ میں آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر نازل شدہ آخری آسمانی وحی سے چند احادیث ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَجِيءُ نُوحٌ وَأُمَّتُهُ، فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى، هَلْ بَلَّغْتَ؟ فَيَقُولُ نَعَمْ أَيْ رَبِّ، فَيَقُولُ لِأُمَّتِهِ: هَلْ بَلَّغَكُمْ؟ فَيَقُولُونَ لاَ مَا جَاءَنَا مِنْ نَبِيٍّ، فَيَقُولُ لِنُوحٍ: مَنْ يَشْهَدُ لَكَ؟ فَيَقُولُ: مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمَّتُهُ، فَنَشْهَدُ أَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ، وَهُوَ قَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَالوَسَطُ العَدْلُ(صحيح البخاري:3339)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت آئے گی تو اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا: کیا تم نے انھیں میرا پیغام پہنچادیا تھا؟ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے: میں نے ان کو تیرا پیغام پہنچادیا تھا اسے رب العزت! اب اللہ تعالیٰ ان کی امت سے دریافت فرمائے گا: کیا انھوں نے تمھیں میرا پیغام دیا تھا؟ وہ جواب دیں گے: نہیں! ہمارے پاس تیرا کوئی نبی نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام سے دریافت فرمائے گا: تمہارا کوئی گواہ ہے؟ وہ کہیں گے حضرت محمد ﷺ اور آپ کی اُمت کے لوگ میرے گواہ ہیں، چنانچہ وہ (میری امت) اس امر کی گواہی دے گی کہ نوح علیہ السلام نے لوگوں کو اللہ کا پیغام پہنچادیا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اور اسی طرح ہم نے تمھیں امت وسط بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہی دو۔ وسط کے معنیٰ عدل کے ہیں، یعنی تم عدل وانصاف کے علم بردار ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نوح علیہ السلام کی امت اپنے نبی نوح کے ساتھ ہوگی اور اللہ تعالی تبلیغ رسالت کا سوال نوح علیہ السلام سے کریں گے، تصدیق کے لئے اللہ تعالی ساری امت نوح سے سوال کریں گے، نہ کہ اس امت میں سے کسی خاص عالم سے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجِيءُ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلَانِ وَيَجِيءُ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الثَّلَاثَةُ وَأَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ وَأَقَلُّ فَيُقَالُ لَهُ هَلْ بَلَّغْتَ قَوْمَكَ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيُدْعَى قَوْمُهُ فَيُقَالُ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُولُونَ لَا فَيُقَالُ مَنْ يَشْهَدُ لَكَ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهُ فَتُدْعَى أُمَّةُ مُحَمَّدٍ فَيُقَالُ هَلْ بَلَّغَ هَذَا فَيَقُولُونَ نَعَمْ فَيَقُولُ وَمَا عِلْمُكُمْ بِذَلِكَ فَيَقُولُونَ أَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا بِذَلِكَ أَنَّ الرُّسُلَ قَدْ بَلَّغُوا فَصَدَّقْنَاهُ قَالَ فَذَلِكُمْ قَوْلُهُ تَعَالَى وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا(البقرہ:143)(صحیح ابن ماجہ:3476)

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا(قیامت کے دن)ایک نبی آئے گا۔اس کے ساتھ صرف دو آدمی ہوں گے۔(جو اس پر ایمان لائے)اور ایک نبی آئے گا اس کے ساتھ صرف تین آدمی ہوں گے۔(اسی طرح تمام نبیوں ؑ کے ساتھ)زیادہ اور کم افراد ہوں گے۔نبی سے سوال کیا جائے گا کیا تم نے اپنی قوم کو(اللہ کے احکام)پہنچادیے تھے۔؟وہ نبی فرمائے گا!ہاں۔اس قوم کو بلا کر کہا جائے گا کیا اس نے تمھیں(اللہ کے احکام)پہنچادیے تھے؟وہ کہیں گے نہیں(نبی سے)کہا جائے گا آپ کا گواہ کون ہے۔؟وہ فرمائے گا۔حضرت محمد ﷺ اور ان کی اُمت۔محمد ﷺ نبی سے کہا جائے گا کہ کیا اس نبی نے(اپنی قوم کو اللہ کے)احکام پہنچائے تھے؟مومن کہیں گے ہاں۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمھیں کیا معلوم؟مومن کہیں گے ہمارے نبی ﷺ نے خبر دی تھی کہ انبیائے کرام ؑ نے(اپنی اپنی امت کو اللہ کے احکام)پہنچائے تھے۔ہم نے نبی ﷺ کو سچا تسلیم کیا۔اللہ کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے۔(وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَاکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَاءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا) اور(جیسے ہم نے تمھیں ہدایت دی۔اسی طرح ہم نے تمھیں افضل امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہوں۔

یہ حدیث بھی بالکل واضح ہے کہ ہر امتی اپنے اپنے نبی کے ساتھ آئے گا کیونکہ وہ اپنی قوم کے امام و پیشوا ہوں گے اور رسالت و تبلیغ کی بابت اللہ تعالیٰ انہیں سے سوال کرے گا۔

آخری بات اور آخری پیغام: دین نام ہے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا۔اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں پر شریعت نازل کی ہے اسی لئے اللہ نے اپنے ساتھ صرف رسولوں کی اتباع کا حکم دیا ہے۔جو اللہ اور اس کے رسول کی اتباع سے روگردانی کرتے ہیں وہ یقیناناکام ہونے والے ہیں۔نبی ﷺ کا واضح اعلان سنیں۔

وَعَن مَالك بن أنس مُرْسَلًا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ رَسُولِهِ « رَوَاهُ مالك فِي الْمُوَطَّأ»

ترجمہ: مالک بن انسؒ مرسل روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، پس جب تک تم ان دونوں پر عمل کرتے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے، (یعنی) اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔

اس حدیث کو شیخ البانی نے حسن کہا ہے۔(تخریج مشکاۃ المصابیح للالبانی:184)

اس حدیث کو پڑھنے کے بعد ہمیں اپنے عقائد و اعمال کا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا ہم کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق عمل کرتے ہیں یا اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ کر نبی کے امتی کی باتوں پر چلتے ہیں؟ کیا ہمارا امام و پیشوا محمد ﷺ ہیں یا آپ کے سوا کوئی اور ہمارا امام و پیشوا ہے؟ جب ہم نے عملی زندگی میں محمد ﷺ کا اپنا امام نہیں مانا تو یوم حساب محمد ﷺ کے ساتھ جمع ہوتے وقت کتنی شرمندگی محسوس ہو گی؟

اس سوال ساتھ میرا یہ آخری پیغام ہے کہ آپ دنیا میں اپنا امام محمد ﷺ کو بنالیں، آپ کے فرمان کے مطابق عمل کریں، آخرت میں بھی آپ کا امام محمد ﷺ ہوں گے اور آپ کو سنت رسول پر چلنے کی وجہ سے کامیابی ملے گا، ان شاءاللہ۔ یہ بات اپنے دامن میں گرہ لگا کر رکھ لیں کہ سنت رسول کے علاوہ اور کوئی راستہ کامیابی کا نہیں ہے۔

BACK

مدنی چینل کے ذریعہ بیان کئے گئے قرآنی سورتوں کے فضائل کی تحقیق

دعوت اسلامی جو بریلویوں کی دعوتی تنظیم کا نام ہے،اس کے مرکزی شوری کے رکن عبدالحبیب عطاری نے ایک کتاب "جنتی زیور" کے حوالے سے مدنی چینل کے واسطہ سے قرآنی سورتوں کے فضائل بیان کئے مندرجہ ذیل سطور میں ان کی تحقیق پیش کی گئی ہے۔

سب سے پہلے یہ جان لیں کہ قرآن خیر وبرکت ، فوزوفلاح، ایمان وہدایت اور ہر بیماری سے شفا کی کتاب ہے مگر یہ خوبیاں انہیں ملیں گی جو قرآن پر ایمان لاتا ہو، اسے تدبر کے ساتھ عمل کرنے کی نیت سے پڑھتا ہو اور قرآنی شاہراہ پر عمل پیرا ہو۔جو قرآن کو صرف مرض کی دوا سمجھ کر پڑھے ، گلے میں ، بازو میں، جسم کے کسی حصے میں لٹکائے، اسے دھودھو کر پئے مگر اس پر عمل نہ کرتا ہو تو قرآن اس کو فائدہ نہیں پہنچائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جس سورت کی کوئی مخصوص فضیلت کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں اسے بیان کرنا یا اس کے صحیح ہونے کا اعتقاد رکھ کر عمل کرنا گمراہی ہے۔ نیز یہ بات بھی ذہن نشیں رہے کہ کسی سورت کا متعین مرتبہ پڑھنا جو حدیث سے ثابت نہیں ہو بدعت کے زمرہ میں داخل ہے۔

اب آیئے بیان کئے گئے قرآنی سورتوں کے فضائل کا جائزہ لیتے ہیں۔

(1)سورۃ الفاتحہ: سورہ فاتحہ سومرتبہ پڑھ کر جو دعامانگی جائے قبول ہوگی۔

تحقیق: ایسی کوئی صحیح حدیث نہیں ہے جس میں مذکور ہو کہ سو بار سورہ فاتحہ پڑھنے سے دعا قبول ہوتی ہے، بیشک اس سورت کے بہت فضائل ہیں مگر مذکورہ فضیلت ثابت نہیں لہذا ایسا اعتقاد رکھ کر کوئی سومرتبہ سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔

(2)سورۃ البقرۃ : سورہ بقرہ کی تلاوت سے شیطان گھر سے بھاگ جاتا ہے۔

تحقیق: یہ بات صحیح ہے، مسلم شریف کی روایت ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

لا تجعلوا بيوتَكم مقابرَ . إنَّ الشيطانَ يَنْفِرُ من البيتِ الذي تُقرأُ فيه سورةُ البقرةِ(صحيح مسلم:780)

ترجمہ: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، جس گھر میں سورۃ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ھے شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ھے۔

(3)آیت الکرسی :آیت الکرسی پڑھنے سے محتاجی دور ہوتی ہے۔

تحقیق: یہ بات بھی کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

(4)سورۃالکھف: سورہ کہف کو ہمیشہ پڑھنے والا دجال کے فتنوں سے محفوظ رہے گا۔

تحقیق: حدیث میں سورہ کہف سے متعلق دجال کے فتنے سے بچنے کا ذکر ہے مگر اس طرح، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

من حفِظَ عشرَ آیاتٍ من أوَلِ سورةِ الکھفِ، عُصِمَ من الدَّجّالِ (صحیح مسلم :809)

ترجمہ: جو شخص سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات یاد کرے گا وہ دجال کے فتنہ سے بچالیا جائے گا۔

بعض روایات میں تین ابتدائی آیات کا بھی ذکر ہے مگر اسے علامہ البانی نے شاذ کہا ہے یعنی دس ابتدائی آیات صحیح ہیں۔

بعض روایات میں حفظ کے بجائے قرا یعنی پڑھنا آیا ہے مثلا مشکوۃ، صحیح ابن حبان اور مجمع الزوائد وغیرہ میں۔اس لئے حدیث سے جو ثابت ہے بس وہی بات اور اسی طرح سے بیان کی جائے۔

(5)سورۃ یاسین: والدین کی قبر پر ہر جمعہ سورہ یاسین کی تلاوت کرنے سے اس کے حروف کی تعداد کے برابر ان کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

تحقیق: اس سے ملتی جلتی ایک روایت ہے:

(من دخل المقابر فقرأ سورة (یٓس) خفف عنھم یومئذ، وکان لہ بعدد من فیھا حسنات)

ترجمہ: جس قبرستان جاکر سورہ یاسین پڑھے تو اس دن مردوں کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے اور اس کے لئے اس کی تعداد کے برابر نیکی ہے۔

اس روایت کو علامہ البانی نے موضوع کہا ہے۔(سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ/1246)

سورہ یاسین کے متعلق یہ جان لیں کہ اس کی فضیلت میں بے شمار روایات بیان کی جاتی ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے یا تو ضعیف ہے یا موضوع ہے۔

(6)سورۃالدخان :سورہ دخان پڑھنے سے مشکل دور ہو جاتی ہے۔

تحقیق: یہ بات بھی سورہ دخان کے متعلق کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ اس سورت کی فضیلت میں بعض روایات آئی ہیں مگر کوئی ثابت نہیں ہے۔

(7)سورۃ الجاثیۃ: جو قریب المرگ ہو اس پر سورہ جاثیہ کا دم کرنے سے اس کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے۔

تحقیق: یہ بات کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

(8)سورۃ الحجرات: سورہ حجرات کا پڑھنا اور دم کر کے پینا گھر میں خیر و برکت کے لئے مفید ہے۔

تحقیق: یہ بات کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

(9)سورۃ ق: سورہ ق پڑھنے سے باغ میں پھلوں کی کثرت ہوتی ہے۔

تحقیق: یہ بات بھی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

(10)سورۃ الرحمن: سورہ رحمن گیارہ بار پڑھنے سے تمام مقاصد پورے ہوتے ہیں۔

تحقیق: یہ بات بھی بلا دلیل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں۔

(11)سورۃ الواقعۃ: سورہ واقعہ جو شخص روزانہ پڑھے گا اس کو کبھی فاقہ نہ ہوگا۔

تحقیق: اس سے متعلق یہ روایت آتی ہے۔

مَن قرأ سورةَ (الواقعةِ) كلَّ ليلةٍ لم تُصِبْهُ فاقةٌ أبدًا

ترجمہ: جس نے ہر رات سورہ واقعہ کی تلاوت کی اسے کبھی فاقہ نہیں پہنچے گا۔

اس روایت کو شیخ البانی نے موضوع کہا ہے۔(السلسلۃ الضعیفۃ:290)

(12)سورۃ الملک: سورہ ملک کو ہر رات پڑھنے والا عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔

تحقیق: یہ بات ایک اثر سے ثابت ہے۔

عن عبدِ اللهِ بنِ مسعودٍ قال : من قرأ { تباركَ الذي بيدِه الملكُ } كلَّ ليلةٍ ؛ منعه اللهُ عز وجل بها من عذابِ القبرِ .

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس نے تبارک الذی بیدہ الملک کی تلاوت ہر رات کی تو اللہ اسے قبر کے عذاب سے بچائے گا۔

لیکن دھیان رہے، یہ فائدہ اسے ہی حاصل ہوگا جو اس پہ ایمان لائے، اس کی قرات پہ محافظت کرے، اس میں بیان عبرتوں سے سبق لے اور اس میں وارد شفاعت کے احکام پہ عمل پیرا ہو۔ (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ: 4 / 334،

(13)سورۃالمزمل: سورہ مزمل کو گیارہ بار پڑھنے سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔

تحقیق: گیارہ کی تعداد کے ساتھ کوئی روایت نہیں البتہ بغیر گیارہ کے اس طرح کی ایک روایت ملتی ہے۔

من قرأ سورة المزمل رُفع عنه العسر في الدنيا والآخرة.

ترجمہ: جس نے سورہ مزمل کی تلاوت کی تو اس سے دنیا و آخرت کی پریشانی اٹھالی جاتی ہے۔

اس روایت کو ابن جوزی رحمہ اللہ نے بلاشک بناوٹی کہا ہے۔(الموضوعات:391/1)

(14)سورۃالمدثر: سورہ مدثر کو پڑھ کر حفظ قرآن کی دعا مانگنے سے قرآن کریم کا یاد کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

تحقیق: یہ بات بھی کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، بناوٹی ہے۔

(15)سورۃالنازعات: سورہ نازعات پڑھنے سے جان کنی کی تکلیف نہیں ہو گی۔

تحقیق: یہ بات بھی کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

(16)سورۃالضحی: سورہ ضحی پڑھنے سے بھاگا ہوا آدمی واپس آجائے گا۔

تحقیق: یہ بھی گھڑی ہوئی بات ہے۔

(17)سورہ الم نشرح: سورہ الم نشرح کو جس مال پر پڑھ دیا جائے اس میں خوب برکت ہو گی۔

تحقیق: یہ بات بھی بلا دلیل ہے، اس لئے اس کے صحیح ہونے کا اعتقاد رکھنا ویسے ہی ہے جیسے اس قسم کی باتیں گھڑنا ہے۔

(18)سورۃالتین : سورہ تین، تین مرتبہ پڑھنے سے اخلاق و کردار بہترین ہوتے ہیں۔

تحقیق: یہ بات بھی سو فیصد غلط ہے کیونکہ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

(19)سورۃالعلق: سورہ علق میں جوڑوں کے درد کا علاج ہے۔

تحقیق: یہ بھی حدیث سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے غلط ہے۔

(20)سورۃالقدر: سورہ قدر جو صبح و شام پڑھے گا اللہ عزوجل اس کی عزت بڑھائے گا۔

تحقیق: یہ بات بھی غیر ثابت شدہ ہے۔

(21)سورۃالبینہ :سورہ بینہ برص اور یرقان کا علاج ہے۔

تحقیق: غیر ثابت شدہ ہے۔

(22)سورۃالزلزال: سورہ زلزال چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔

تحقیق: سورہ زلزال چوتھائی نہیں، نصف قرآن کے برابر ہے،اس کے متعلق ضعیف روایات ملتی ہے۔ مثلا

{ إِذَا زُلْزِلَتِ } تَعْدِلُ نِصفَ القُرآنِ.

ترجمہ: اذا زلزلت نصف قرآن کے برابر ہے۔

اسے علامہ البانی نے منکر کہا ہے۔(السلسلۃ الضعیفۃ:1342)

(23)سورۃالعادیات: جس آدمی یا جانور کو نظر لگ گئی ہو اس پر سورہ عادیات پڑھ کر دم کردیں بہت مفید ہے

۔

تحقیق: یہ بھی جھوٹی بات ہے۔

(24)سورۃالقارعۃ: سورہ قارعہ پڑھنے سے بلاؤں سے حفاظت رہتی ہے۔

تحقیق: یہ بھی ثابت نہیں ہے۔

(25)سورۃ التکاثر: سورہ تکاثر کو تین سو بار پڑھنے سے قرض بہت جلد ادا ہو جاتا ہے۔

تحقیق: یہ بھی غلط بیانی ہے۔

(26)سورۃقریش: سورہ قریش جان کی حفاظت کے لئے مجرب ہے۔

تحقیق: یہ بھی غیر ثابت ہے۔

(27)سورۃالماعون: سورہ ماعون بڑی مشکل کے وقت پڑھنا بہت مفید ہے۔

تحقیق: اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

(28) سورۃ الکوثر: سورہ کوثر کی تلاوت سے بے اولاد صاحب اولاد ہو جاتا ہے۔

تحقیق: جھوٹے عاملوں کا فرضی نسخہ ہے۔

(29)سورۃالکافرون: سورہ کافرون چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔

تحقیق: یہ بات صحیح ہے۔

وقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ تعدلُ رُبُعَ القرآنِ.

ترجمہ: اور قل یاایھاالذین الکافرون چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔

اسے علامہ البانی نے صحیح کہا ہے۔(صحيح الترمذي:2894)

(30)سورۃالاخلاص:سورہ اخلاص تہائی قرآن کے برابر ہے اور اس کے بہت سے فضائل ہیں۔

تحقیق: یہ بات بھی صحیح ہے۔

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ تعدلُ ثلُثَ القرآنِ۔

ترجمہ: قل ھواللہ احد تہائی قرآن کے برابر ہے۔

اسے البانی صاحب نے صحیح کہا ہے۔(صحيح الترمذي:2894)

(31،32)سورۃالفلق وسورۃالناس: سورہ فلق اور سورہ ناس سے جن وشیطان اور حاسدوں کے شر سے حفاظت رہتی ہے۔

تحقیق: یہ بات بھی صحیح ہے جو معوذتین کی تفسیر میں دیکھی جاسکتی ہے۔

یہاں 32 سورت وآیات کی فضیلت بیان کی گئی ہے ،ان میں سے صرف 6 سورتوں کی فضیلت ثابت ہے اور 24 سورت وآیات کی فضیلت سے متعلق باتیں ضعیف وموضوع اور گھڑی ہوئی ہیں۔ جس مدنی چینل کا یہ حال ہو اس کے ماننے والے اسلام سے کتنے دور ہوں گے اس کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ آخر میں عبدالحبیب عطاری صاحب (جنہیں اپنا صحیح نام نہیں رکھنے آتا) نے ہر مشکل آسان کرنے کا ایک فرضی نسخہ بیان کیا ہے۔ نسخہ یہ ہے۔

ہر مشکل دور کرنے کا مدنی مجرب نسخہ: قرآن کے چودہ آیات سجدہ (حنفی فقہ میں صرف چودہ سجدے ہیں) ایک ہی مجلس میں پڑھیں اور چودہ سجدے کریں اور اللہ سے جس مشکل کی دعا مانگیں وہ مشکل دور ہو جاتی ہے۔

انصاف سے اندازہ لگائیں یہاں جتنی باتیں بتائی جارہی ہیں ،ان میں کہیں عمل پہ ابھارنے کا کوئی پہلو نظر آرہا ہے یا لوگوں کو تعویذ ودم اور فرضی نسخے جات کی طرف بلایا جارہا ہے بلکہ یہ کہہ لیں "دعوت اسلامی والے" اور ان کے پیروکاروں نے بعض مخصوص اعمال گھڑ لئے گئے ہیں جن کے ذریعہ تمام مقاصد حاصل ہو جاتے ہیں، ہر قسم کی پریشانی دور ہو جاتی ہے، فقر ومحتاجی دور ہو جاتی ہے، خیر وبرکت کا حصول ہو جاتا ہے، حفظ وامان مل جاتا ہے، بے اولاد کو اولاد اور

بیمار و مریض کو شفا مل جاتی ہے۔دین پر عمل کرنے کی کوئی حاجت نہیں پڑتی۔

کیا قرآن کے نزول کا یہی مقصد ہے ؟قرآن کے نزول کا مقصد اسے حکمت وتدبر کے ساتھ پڑھنا ہے اور اس پر عمل کرنا ہے، جو ایسا کرے گا اس کے لئے قرآن شفا ہی شفا ہے اور یہ بھی سن لیں جس نے دین میں نئی بات ایجاد کی یا کوئی بات گھڑ کے محمد ﷺ کی طرف منسوب کیا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔اس لئے دین کے تئیں حساس رہیں جو بات مستند ہو اسے ہی پھیلائیں اور اسی پر عمل کریں۔

مدنی چینل کا بیان اس لنک پہ سماعت کریں۔

BACK

قرآن کا اصل قاری کون؟ حافظ قرآن یا صاحب قرآن

سماج میں لوگوں کے درمیان ایک غلط تصور رائج ہے جس کی اصلاح کے مقصد سے یہ مضمون لکھ رہا ہوں، اللہ سے دعا کرتے ہوئے کہ ہمارے سماج کی اور لوگوں کی اصلاح فرمادے۔

یوں تو دین کی طرف رجحان لوگوں کا کم ہے اس وجہ سے عملا دینداری، احکام شریعت کی پابندی، دین کا حصول اور دینی اداروں کی طرف لوگوں کا میلان کم نظر آتا ہے۔ طلباء کی دینی مراکز میں قلت اور عصری تعلیم گاہ میں کثرت لوگوں کے اندر اپنے تئیں اور اپنی اولاد کے تئیں دین سے دوری کا سبب ہے۔ زمانہ چاہے جس قدر ترقی کرلے، سائنس وٹکنالوجی کا جس قدر عروج ہوجائے علوم اسلامیہ کی اہمیت میں ذرہ برابر فرق نہیں آئے۔ یہ بات مبنی بر حقیقت ہے کہ دنیا کے تمام علوم کا یہیں سے سرچشمہ پھوٹتا ہے۔ قرآنی تعلیم دنیا وآخرت دونوں جہان میں کامیابی کا ذریعہ ہے جبکہ عصری علوم دنیا تک ہی محدود ہیں۔ اے کاش ہم مسلمانوں کو اس کی سمجھ آجائے۔

بعض لوگ دیندار ہیں، اپنے بچوں کی اخروی کامیابی کے لئے اسلامی علوم سے آراستہ کرتے ہیں گوکہ عموما ان کے سامنے معیشت او جھل ہوتی ہے مگر آخرت کی زندگی بہتر نظر آتی ہے۔ یہ جو بعض لوگ ہیں جن کے اندر اسلامی غیرت وحمیت ہے، جو جوش اسلام اور محبت دین میں اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے سرشار کرنا چاہتے ہیں۔ ان میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو فکر میں کوتاہ ہیں، اپنے بچوں کے لئے دور تک نہیں بس نزدیک تک ہی سوچتے ہیں۔ وہ کون لوگ ہیں؟ جو اپنے بچوں کو دو تین سالوں میں حافظ قرآن بنادئے اور بس اسی پہ بھروسہ کرلیتے ہیں۔ بچہ اس وقت سے لیکر جوانی تک، اور جوانی سے لیکر بڑھاپے تک حافظ قرآن ہی رہتا ہے۔

حفظ قرآن عمدہ تعلیم ہے اور حافظ قرآن ہونا بڑے اعزاز کی بات ہے مگر یہاں ہمارے لئے سوچنے کا مقام ہے۔ ان تمام سرپرستوں کے لئے غور وفکر کا مقام ہے جو احادیث کا صحیح مفہوم نہ جاننے کی وجہ سے اپنے بچوں کا حافظ قرآن ہونا اپنے لئے باعث جنت سمجھ کر بس اتنی ہی تعلیم پر بچے کو روک دیتے ہیں۔ وہ بچہ ساری عمر قرآن کے سہارے جیتا ہے مگر الحمدللہ کا نہ ترجمہ جان پاتا ہے، نہ اس کا مفہوم سمجھ پاتا ہے، پورے قرآن میں غور وفکر اور قرآنی آیات سے نصیحت پکڑنا، ہدایت حاصل کرنا بہت دور کی بات ہے۔ یہ بڑے افسوس کا مقام ہے۔

پہلے اس بات کی حقیقت جان لیتے ہیں جس پر لوگ تکیہ کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بچے کا حافظ قرآن ہونے سے گھر کے دس لوگوں کو جنت کا پروانہ مل جاتا ہے۔

لوگوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ ایک حافظ قرآن اپنے ساتھ دس آدمیوں کو یا دس رشتہ داروں یا دس جہنمیوں کو جنت میں لے جائے گا یہ بات نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ آیئے اس سے متعلق حدیث دیکھتے ہیں۔

پہلی حدیث : لِحامِلِ القرآنِ إذا عمِلَ بِهِ ، فأَحَلَّ حلالَهُ ، وحرَّمَ حرامَهُ ، يشفَعُ فِي عشرَةٍ مِنْ أهلِ بيتِهِ يومَ القيامَةِ ، كلُّهم قدْ وجبَتْ لَهُ النارُ۔(شعب الایمان)

ترجمہ: وہ حافظ قرآن جو اس کی حلال کردہ اشیاء کو حلال اور حرام کردہ اشیاء کو حرام کرتا ہے وہ اپنے گھرانے کے دس افراد جن پر جہنم واجب ہو چکی ہو گی سفارش کرے گا۔

☆اسے علامہ البانیؒ نے ضعیف کہا ہے۔(ضعیف الجامع:4662)

☆امام بیہقی نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔(شعب الإیمان2/1038)

دوسری حدیث : مَن قرأَ القرآنَ واستَظهرَهُ فأحلَّ حلالَهُ وحرَّمَ حَرامَهُ أدخلَهُ اللَّهُ بِهِ الجنَّةَ وشفَّعَهُ في عَشرةٍ من أهلِ بَيتِهِ كلُّهُم قَد وجبَت لَهُ النَّارُ(الترمذی:2905)

ترجمہ: جس نے قرآن پڑھا، اسے حفظ کیا، اس کی حلال کردہ اشیاء کو حلال اور حرام کردہ اشیاء کو حرام کرتا ہے وہ اپنے گھرانے کے دس افراد جن پر جہنم واجب ہو چکی ہو گی سفارش کرے گا۔

☆خود امام ترمذی نے اس کی سند کو صحیح نہیں بتلایا ہے۔

☆ شیخ البانیؒ نے اسے سخت ضعیف قرار دیا ہے۔(ضعیف الترمذی:2905)

☆ شارح ترمذی شیخ مبارکپوری نے ذکر کیا ہے اس میں حفص بن سلیمان ہیں جنہیں حافظ نے متروک الحدیث کہا ہے۔

مذکورہ بالا دونوں حدیث سے پتہ چلا کہ حافظ قرآن کا دس ایسے آدمیوں کی سفارش کرنا جس کے لئے جہنم واجب ہو گئی تھی ثابت نہیں ہے، اس لئے یہ بات بیان نہیں کرنی چاہئے اور نہ ہی کسی کو اپنے حافظ قرآن بچہ کی وجہ سے عمل ترک کر کے جنت کی امید لگانا چاہئے۔ انسان کو اپنے کئے کی سزا ملے گی اور اپنے ہی نیک اعمال کی بنیاد پر اللہ کی توفیق سے جنت

ملے گی۔

ایک تصور تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ حافظ قرآن کا دس لوگوں کی بخشش کرانا غلط ہے،اب یہ جانتے ہیں کہ کسی کا صرف حافظ قرآن ہونا ہی کافی ہے؟ یا قرآن کے کچھ حقوق و تقاضے ہیں؟ بلاشبہ قرآن کا حفظ کرنا اور اس کا پڑھنا اجر کا باعث ہے لیکن قرآن کے نزول کا مقصد بلا سمجھے قرآن پڑھنا نہیں ہے۔اللہ تعالی نے اس لئے قرآن نازل کیا کہ اسے سمجھ کر پڑھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔یہاں پر ایک اور فکر بھی درست کرتے ہیں۔لوگوں کے یہاں یہ بھی مشہور ہے کہ حافظ قرآن آخرت میں تلاوت کرتا جائے گا اور جنت کی سیڑیاں چڑھتا جائے گا۔حدیث ملاحظہ فرمائیں: نبی ﷺ کا فرمان ہے:

يقالُ لصاحِبِ القرآنِ: اقرأ، وارتَقِ، ورتِّل كَما كُنتَ ترتِّلُ في الدُّنيا، فإنَّ منزلتَكَ عندَ آخرِ آيةٍ تقرأُ بِها(صحيح الترمذي:2914، صحيح أبي داود:1464)

ترجمہ: (قیامت کے دن) صاحب قرآن سے کہا جائے گا: (قرآن) پڑھتا جا اور (بلندی کی طرف) چڑھتا جا۔اور ویسے ہی ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جس طرح تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر ترتیل کے ساتھ پڑھتا تھا۔پس تیری منزل وہ ہو گی جہاں تیری آخری آیت کی تلاوت ختم ہو گی۔

آخرت میں تلاوت قرآن کی جو فضیلت ہے وہ فضیلت صاحب قرآن کو حاصل ہو گی اور ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ صاحب قرآن کون ہے؟ چنانچہ قرآن کریم کے ہم پر پانچ حقوق ہیں۔

پہلا حق: اس پر ایمان لانا ہے، قرآن پر ایمان لانے میں اسے کلام الہی سمجھنا، عدل وانصاف پر مبنی سمجھنا، اس میں ذرہ برابر بھی شک نہ کرنا، اس کے حلال وحرام کو حلال وحرام سمجھنا اور اس کی تصدیق کرنا شامل ہے۔قبر میں جب مومن بندہ تین سوالات کا جواب دے دیگا تو منکر نکیر چوتھا سوال پوچھیں گے۔ومایدریک؟ فیقول: قرأتُ كتابَ اللَّهِ فآمنتُ بِهِ وصدَّقتُ(صحيح أبي داود: 4753)

ترجمہ: تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی تو وہ کہے گا: میں نے اللہ کی کتاب پڑھی، اس پہ ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔

دوسرا حق: اس کی تلاوت کرنا اور اسے پڑھنا ہے۔صاحب قرآن والی حدیث میں "اقرا" سے قرآن کا یہ دوسرا حق بھی مراد ہے جو دنیا میں آدمی ادا کیا کرتا تھا، اس کا فائدہ آخرت میں ہو گا۔

تیسرا حق: قرآن پڑھ کر اس کے مطابق عمل کرنا تیسرا حق ہے۔ قرآن پڑھ کر اس پر نہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے قرآن پڑھا ہی نہیں۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: وَهَذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُواْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (الأنعام :155)

ترجمہ: اور (اے کفر کرنے والوں) یہ کتاب بھی ہمیں نے اتاری ہے برکت والی تو اس کی پیروی کرو اور (خدا سے) ڈرو تاکہ تم پر مہربانی کی جائے۔

جو قرآن پڑھے، اسے سیکھے اور اس کے مطابق عمل کرے تو اس کے والدین کو قیامت میں نور کا تاج پہنایا جائے گا۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے: من قرأ القرآنَ وتعلَّمه وعمل به: أُلبِسَ والداه يومَ القيامةِ تاجًا من نورٍ (صحيح الترغيب: 1434)

ترجمہ: جس نے قرآن پڑھا، اسے سیکھا اور اس پہ عمل کیا تو اس کے والدین کو قیامت کے دن نور کا تاج پہنایا جائے گا۔

چوتھا حق: اس میں غور و فکر کرنا ہے یعنی قرآن کا تقاضہ ہے کہ اسے سمجھ کر اور غور و فکر کے ساتھ پڑھا جائے۔ جو بلا سمجھے قرآن کو پڑھے وہ قرآن کے پانچ حقوق میں سے چار حقوق کو نہیں ادا کر سکتے ہیں۔ اور اللہ تعالی نے نزول قرآن کے مقصد میں غور و فکر کرنا بھی بتلایا ہے۔ فرمان الہی ہے۔ كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُوْلُوا الْأَلْبَابِ (ص:29)

ترجمہ: (یہ) کتاب (قرآن) جو ہم نے تم پر نازل کی ہے بابرکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور اہل عقل نصیحت پکڑیں۔

پانچواں حق: قرآن کے حقوق میں پانچواں حق اس کی تبلیغ کرنا ہے۔ یعنی ہم نے جو قرآن پڑھ کر سمجھا ہے اس کا تقاضہ ہے کہ پہلے ہم اس کے مطابق عمل کریں پھر اس کی تبلیغ دوسروں کو بھی کریں۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: بلغوا عني ولو آيةً (صحيح البخاري:3461)

ترجمہ: میری طرف سے لوگوں کو پہنچاؤ خواہ ایک آیت کیوں نہ ہو۔

قرآن کے یہ پانچ حقوق جو ادا کرے گا کامل طور پر صاحب قرآن ہے، جہاں بھی حدیث میں صاحب قرآن کی فضیلت ہے وہ ایسے ہی شخص کو حاصل ہوگی جو قرآن کے جملہ حقوق ادا کرتا ہو۔

عن ابی امامه رضی الله عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم يقول: اقْرَؤوا القرآنَ . فإنه يأتي يومَ القيامةِ شفيعًا لأصحابه (صحیح مسلم:804)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: قرآن پڑھا کرو، اس لیے کہ قیامت کے دن یہ اپنے پڑھنے والے ساتھیوں کے لیے سفارشی بن کر آئے گا۔

یہ حدیث بھی حقوق ادا کرنے والوں کے لئے ہے۔ جوان سارے حقوق کی ادائیگی ترک کر دیتا ہے وہ تارک قرآن ہے یعنی جو قرآن پڑھنا، اس کی تلاوت سننا، اس پر ایمان لانا، اس کی تصدیق کرنا، اس کے اوامر کی بجاآوری اور منہیات سے اجتناب کرنا، اس میں غور وخوض کرنا، دوسروں کو اس کی تبلیغ کرنا چھوڑ دے وہ تارک قرآن ہے ایسے شخص کے بارے میں نبی ﷺ اللہ کے حضور مقدمہ درج کرائیں گے۔ اگر حفظ قرآن ہی ہمارے لئے کافی ہوتا تو نبی ﷺ حافظ قرآن کو اس مقدمہ سے علاحدہ کر دیتے۔ اللہ کا فرمان ہے: وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا (الفرقان:30)

ترجمہ: اور رسول کہے گا کہ اے میرے رب بے شک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔

مشرکین قرآن پڑھے جانے کے وقت خوب شور کرتے تاکہ قرآن نہ سنا جاسکے، یہ بھی ہجران ہے، اس پر ایمان نہ لانا بھی ہجران ہے۔ اس پر غور وفکر نہ کرنا اور اس کے اوامر پر عمل نہ کرنا اور نواہی سے اجتناب نہ کرنا بھی ہجران ہے اسی طرح اس کتاب کو چھوڑ کر کسی اور کتاب کو ترجیح دینا بھی ہجران ہے یعنی قرآن کا ترک اور اس کا چھوڑ دینا ہے جس کے خلاف قیامت والے دن اللہ کے پیغمبر اللہ کی بارگاہ میں استغاثہ دائر فرمائیں گے۔ (تفسیر احسن البیان)

ابوداؤد کی صاحب قرآن والی روایت کے تحت علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ بعض علماء کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جس نے قرآن کے مطابق عمل کیا گویا اس نے ہمیشہ قرآن پڑھا گرچہ وہ اسے نہیں پڑھتا ہو، اور جس نے قرآن پر عمل نہ کیا گویا کہ اس نے قرآن پڑھا ہی نہیں گرچہ وہ ہمیشہ اسے پڑھتا ہو۔ اور اللہ تعالی نے فرمایا: کتاب أنزلناه إلیک مبارک لیدبروا آیاته ولیتذکر أولوا الألباب (یہ کتاب یعنی قرآن مجید جو ہم نے تم پر نازل کی ہے بابرکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور اہل عقل نصیحت پکڑیں) پس صرف تلاوت کرنے یا صرف حفظ کرنے سے بلند درجات والی جنت میں اونچے مراتب نہیں ملیں گے۔ (عون المعبود شرح الحدیث رقم: 1464)

نہایت افسوس کا مقام ہے کہ بہت سارے حفاظ قرآن بھول گئے، بہت سارے حفاظ احکام قرآن سے کوسوں دور ہیں، بہت سارے احکام قرآن کے مخالف عمل کرتے ہیں جبکہ وہ قرآن کے حافظ ہیں۔ حفاظ کی اکثریت تو قرآن کے معانی ومفاہیم سے نابلد اور نری جاہل ہیں جبکہ انہیں جنت میں بلند درجات کی امید اور ان کے والدین وگھر والوں کو دس لوگوں کی بخشش کی امید ہے۔

اوپر آپ نے جتنے نصوص کا مطالعہ کیا کہیں پر قرآن کی قرات بغیر عمل کے نہیں ہے کیونکہ قرآن نازل ہی ہوا ہے عمل کرنے کے لئے اور کہیں پر اس کی تلاوت کرنا بغیر سمجھے نہیں ہے کیونکہ قرآن سمجھ کر پڑھنے کے لئے نازل ہوا ہے تاکہ اس کے حقوق ادا کئے جائیں اور مکمل قرآنی تعلیمات کو عملی زندگی میں نافذ کیا جائے۔ اللہ کا فرمان ہے: الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۗ(سورۃ البقرۃ:121)

ترجمہ: وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی وہ اس کتاب کی اس طرح تلاوت کرتے جس طرح اس کی تلاوت کا حق ہے، ایسے لوگ ہی اس پر صحیح معنوں میں ایمان لاتے ہیں۔

اس آیت میں تلاوت کی شرط "حق تلاوتہ" بتلائی گئی ہے اور ایسے ہی تلاوت کرنے والوں کو صحیح ایمان لانے والا قرار دیا ہے۔ تلاوت کا حق یہ ہے کہ قرآن کو غوروخوض کے ساتھ سمجھ کر پڑھا جائے تاکہ اس پہ عمل کیا جائے۔ لسان العرب میں تلاوت کا ایک معنی یہ بتلایا گیا ہے "پڑھنا عمل کرنے کی نیت سے"۔ عمل کرنے کی نیت سے قرآن پڑھنا اس وقت ممکن ہوگا جب اسے سمجھ کر غوروفکر کے ساتھ پڑھا جائے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ حافظ قرآن اور صاحب قرآن میں فرق ہے، اس کا اصل قاری صاحب قرآن ہے۔ ہم صرف قرآن کے حفظ پر اکتفا نہ کریں بلکہ صاحب قرآن کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے قرآن کے پانچوں حقوق ادا کریں۔ اپنے بچوں کو حافظ قرآن بنانا چاہتے ہیں تو محض حفظ قرآن تک ان کی تعلیم محدود نہ کریں بلکہ اتنی تعلیم دلائیں کہ وہ قرآن کو سمجھ کر، غوروفکر کے ساتھ پڑھ سکیں، اس کے مطابق عمل کر سکیں اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دے سکیں۔ ایسا کرنا آپ کے حق میں بہترین صدقہ جاریہ ہوگا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بلا سمجھے قرآن پڑھنے سے اجر نہیں ملتا، جو حافظ قرآن اس کا معنی نہیں جانتے اس کی کوئی فضیلت نہیں ہے۔ بلاشبہ قرآن پڑھنا اور اس کا حفظ کرنا اجر کا باعث ہے مگر آخرت میں نجات اس بات پر موقوف ہے کہ ہم قرآن کو سمجھ کر پڑھیں اور اس کے مطابق عمل کریں اور دوسروں

کواس کی دعوت بھی دیں۔اپنے سماج سے اس تصور کو ختم کریں کہ حافظ قرآن اپنے ساتھ دس لوگوں کو جنت میں لے جائے گااور اسی طرح اس رسم کو بھی تبدیل کریں جو اپنے بچوں کی زندگی محض حفظ قرآن اور قرآن خوانی تک محدود کردیتے ہیں۔

اللہ تعالی ہمیں قرآن کو سیکھنے،اس کے مطابق عمل کرنے اور دوسروں کو اس کی دعوت دینے کی توفیق دے اور ہمارے بچوں کو حفظ قرآن کے ساتھ اس کے معانی ومفاہیم بھی جاننے کی توفیق دے تاکہ وہ بھی عمل کریں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیں۔آمین

BACK

قرآن کی آیت سے میت کی زندگی پہ غلط استدلال

سورہ آل عمران کی ایک آیت سے غلط استدلال کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ سارے ولی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ یہ قرآن کی آیت کا غلط معنی ہے۔اس کا صحیح معنی و مطلب ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

آیت دیکھیں۔

ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله أمواتا بل أحياء عند ربهم يرزقون (آل عمران:169)

ترجمہ: جولوگ اللہ کے راستے میں شہید ہو جائیں، انہیں مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں لیکن تم (اے انسانو) شعور نہیں رکھتے۔

یہ آیت عام لوگوں سے متعلق نہیں بلکہ صرف اور صرف شہیدوں سے متعلق ہے جو اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے۔

اور قرآن کی اس آیت میں شہید کو جو زندہ کہا گیا ہے وہ دنیاوی اعتبار سے نہیں بلکہ اخروی اعتبار سے ،یعنی شہیدوں کی زندگی دنیاوی نہیں ,اخروی زندگی ہے۔ دنیاوی اعتبار سے شہید بھی وفات پا چکے ہیں۔ قرآن و حدیث میں سیکڑوں دلیلیں ہیں جو یہ بتلاتی ہیں کہ دنیا کی ہر شی فانی ہے اور ہر نفس کو موت آئے گی، کوئی بھی موت سے نہیں بچے گا خواہ نبی ہوں ،شہید ہوں یا ولی ہوں۔

قرآن کی مذکورہ بالا آیت میں زندگی سے مراد آخرت والی زندگی ہے، دنیاوی اعتبار سے شہید وفات پا چکے ہیں۔اس کی چند دلیل دیکھیں:

(1) لمَّا قُتِلَ عبدُ اللَّهِ ابن عَمرِو بنِ حرامٍ يومَ أُحُدٍ قالَ رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ: يا جابرُ، ألا أخبرُكَ ما قالَ اللَّهُ عزَّ وجلَّ لأبيكَ؟ قلتُ: بلَى، قالَ: ما كلَّمَ اللَّهُ أحدًا إلَّا من وراءِ حجابٍ، وَكَلَّمَ أباكَ كِفاحًا فقالَ: يا عَبدي تمنَّ عليَّ أُعطِكَ قالَ: يا ربِّ، تُحيِيني فأُقتَلُ فيكَ ثانيةً قالَ: إنَّهُ سبقَ منِّي أنَّهم إليها لا يرجِعونَ قالَ: يا ربِّ، فأبلِغْ مَن ورائي، فأنزلَ اللَّهُ عزَّ وجلَّ هذِهِ الآيةَ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا الآيةَ كلَّها(ابن ماجه:2800)

ترجمہ: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب جنگ احد میں (ان کے والد) عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ قتل کر دیے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جابر! اللہ تعالی نے تمہارے والد سے جو فرمایا ہے کیا میں تمہیں وہ

نہ بتاؤں؟"میں نے کہا: کیوں نہیں! ضرور بتایئے، آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالی نے جب بھی کسی سے بات کی تو پردہ کے پیچھے سے لیکن تمہارے والد سے آمنے سامنے بات کی، اور کہا: اے میرے بندے! مجھ سے اپنی خواہش کا اظہار کرو، میں تجھے عطا کروں گا" انہوں نے کہا: اے میرے رب! تو مجھے دوبارہ زندہ کر دے کہ میں دوبارہ تیرے راستے میں مارا جاؤں، اللہ تعالی نے فرمایا: اس بات کا پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہے کہ دنیا میں دوبارہ لوٹایا نہیں جائے گا، انہوں نے کہا: اے میرے رب! میرے پسماندگان کو (میرا حال) پہنچا دے، تو یہ آیت نازل ہوئی: {وَلا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا} (سورۃ آل عمران: ۱۶۹) جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں تم مردہ مت سمجھو۔

☆اس حدیث البانیؒ نے حسن قرار دیا ہے۔(صحیح ابن ماجہ:2276)

وضاحت: یہ حدیث صریح دلیل ہے کہ شہید بھی وفات پا چکے ہیں، شہید اللہ سے دوبارہ زندگی مانگتے ہیں مگر وفات پانے کے بعد دوبارہ کوئی دنیا میں نہیں آسکتا۔

(2) عَنْ أَبِي هُرَ يْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " مَا يَجِدُ الشَّهِيدُ مِنَ الْقَتْلِ إِلا كَمَا يَجِدُ أَحَدُكُمْ مِنَ الْقَرْصَةِ "۔

(ابن ماجه :2802)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: شہید کو قتل سے اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جتنی کہ تمہیں چیونٹی کاٹنے سے ہوتی ہے۔

*اسے شیخ البانیؒ نے حسن صحیح کہا ہے۔(صحیح ابن ماجہ:2278)

وضاحت: اس حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ شہید کو قتل کے ذریعہ جب وفات ہوتی ہے تو انہیں چیونٹی کاٹنے کے برابر تکلیف ہوتی ہے۔

(3)رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

مَن قُتِلَ في سبيلِ اللَّهِ فَهوَ شَهيدٌ ، ومن ماتَ في سبيلِ اللَّهِ فَهوَ شَهيدٌ ، ومَن ماتَ في الطَّاعونِ فَهوَ شَهيدٌ ، ومَن ماتَ في البَطنِ فَهوَ شَهيدٌ (مسلم :1915)

جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا وہ شہید ہے، اور جو اللہ کی راہ میں نکلا (اور کسی معرکہِ جہاد میں شامل ہوئے بغیر مر گیا، یا جو اللہ کے دِین کی کسی بھی خِدمت کے لیے نکلا اور اُس دوران) مر گیا وہ بھی شہید ہے، اور اور جو طاعون (کی بیماری) سے مر گیا وہ بھی شہید ہے، اور جو پیٹ (کی بیماری) سے مر گیا وہ بھی شہید ہے۔

وضاحت: اس حدیث میں اللہ کی راہ میں قتل ہونے والے کو کہا گیا جو اللہ کی راہ میں مر جاتے ہیں وہ شہید ہیں۔

مذکورہ بالا نصوص سے پتہ چلا کہ قرآن کی آیت میں مذکور "اللہ کی راہ میں قتل ہونے والے کو مردہ مت کہو" آخرت کی زندگی ہے، اور شہداء بھی قتل ہونے سے وفات پاجاتے ہیں۔ اس لئے صوفیوں اور بریلویوں کا اس آیت سے ولیوں کے اپنی قبروں میں زندہ ہونے پہ استدلال کرنا غلط ہے۔ باختصار چند اسباب ذکر کرتا ہوں۔

☆قرآن کی آیت شہید کے لئے خاص ہے ، اس لئے "اولیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں" کہنا خلاف شرع ہے۔

☆شہید بھی قتل ہونے سے وفات پاجاتے ہیں، ورنہ ان کی تدفین نہ کی جاتی ؟ جب شہید بھی وفات پاتے ہیں تو اولیاء بدرجہ اولی۔

☆آیت میں ذکر ہے شہیدوں کو روزی ,اللہ کے پاس دی جاتی ہے، اس لئے دنیاوی زندگی مراد لینا غلط ہے۔

☆سورہ آل عمران کی مذکورہ بالا آیت کی مزید وضاحت سورہ بقرہ کِی آیت نمبر 154 سے ہوتی ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۔(البقرہ:154)

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مرا ہوا نہ کہا کرو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔

یہ آیت صاف بتلاتی ہے کہ شہید کی زندگی برزخی ہے جس کے بارے میں ہمیں کچھ علم نہیں۔

☆اگر انبیاء، شہداء اور اولیاء وغیرہ زندہ ہوتے، ہماری بات سنتے، ہماری مدد کرتے تو دین و دنیا کا کوئی بھی کام مشکل نہیں ہوتا، اور خاص طور سے دین میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ لوگ ہر بات نبی سے یا اولیاء سے پوچھ لیتے اور وہ لوگ اپنی قبروں سے صحیح جواب دے دیتے مگر ایسا نہیں ہوتا۔

☆انبیاء بھی وفات پاتے ہیں جیسا کہ قرآن وحدیث میں بہت سارے دلائل موجود ہیں۔ جب انبیاء کو موت آتی ہے تو پھر دیگر لوگوں کو بدرجہ اولی موت آئے گی۔

اس لئے یہ کہنا کہ "اولیاءاپنی قبروں میں زندہ ہیں" غلط ہے البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اولیاء کو قبروں میں برزخی زندگی ملی ہے مگراس زندگی کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہیں جیسا کہ قرآن بتلاتا ہے ۔

BACK

حدیث: میری سنت اور خلفاء کی سنت کو لازم پکڑو — مفہوم و تقاضے

دین اسلام اسی وقت مکمل ہو چکا تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم باحیات تھے، اسلام کی تکمیل کے بعد اس میں ایک بات بھی اپنی جانب سے داخل کرنا نئے امور میں سے ہے جن کے متعلق نبی نے فرمایا کہ یہ بدعت ہے اور ہر قسم کی بدعت موجب جہنم ہے۔ جب آپ کے بعد دین میں کوئی نیا طریقہ ایجاد کرنا، نئی بات پیدا کرنا اور کسی قسم کی نئی فکر گھڑنا سراسر گمراہی ہے تو پھر ہدایت یافتہ خلفائے راشدین اور تمام صحابہ کرام اس معاملے میں کس قدر محتاط ہوں گے؟۔ ان کے متعلق جو کچھ اختلافات دیکھنے کو ملتے ہیں وہ نصوص کی فہم میں اختلاف اور اجتہاد کا نتیجہ ہے۔ آیئے ایک مشہور حدیث کا صحیح معنی و مفہوم جانتے ہیں جس کو سمجھنے میں بہت سے لوگوں نے یا تو خطا کی ہے یا جان بوجھ کر عوام میں غلط فہمی پیدا کی جا رہی ہے۔

حدیث اور اس کا ترجمہ:

حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ ، ثنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ ، ثنَا أَبُو عَاصِمٍ ، ثنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ ، ثنَا خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَمْرٍو السُّلَمِيِّ ، عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ ، قَالَ : صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلاةَ الصُّبْحِ ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ ، فَقُلْنَا : يَا رَسُولَ اللَّهِ كَأَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَأَوْصِنَا ، قَالَ : " أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ أُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ ، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلافًا كَثِيرًا ، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي ، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الأُمُورِ ، فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلالَةٌ " .

ترجمہ: عرباض بن ساریہ سے روایت ہے، انھوں نے یہ بیان کیا کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ایک نہایت موثر خطبہ دیا جس سے آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور دل کانپ اٹھے۔ مجمع میں سے کچھ اصحاب نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول: یہ تو ایک وداعی خطبہ معلوم ہوتا ہے تو ہمیں کچھ وصیت کیجیے۔ آپ نے فرمایا: میں تمھیں اللہ سے ڈرتے رہنے اور اپنے صاحب امر کی بات ماننے اور اس کی اطاعت کرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں، اگرچہ تمھارا صاحب امر کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ تم میں سے جو

لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے، وہ اب اور تب میں بڑا فرق محسوس کریں گے تو تم میری سنت کی اور ہدایت یافتہ خلفاے راشدین کی سنت کی پیروی کرنا، اس کو مضبوطی سے تھامنا اور دانت سے پکڑنا اور دین میں جو نئی باتیں گھسائی جائیں، ان سے خبر دار رہنا، کیونکہ ہر ایسی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

تخریج : سنن الترمذي: 2676، سنن أبي داود: 4607، صحیح ابن حبان: 5، ابن ماجہ :43،44، مسند احمد :16692،16694، مشکوۃ المصابیح 165، مستدرک علی الصحیحین: 334، سنن دارمی وغیرہ

حکم : جب حدیث بخاری و مسلم کے علاوہ کی کتاب سے ہو تو اس کا حکم جاننا ضروری ہوتا ہے کیونکہ صحیحین کے علاوہ تمام کتب حدیث میں صحیح کے ساتھ ضعیف احادیث بھی ہیں۔ عرباض بن ساریہ کی مذکورہ حدیث کی سند میں کوئی علت نہیں ہے اس لئے یہ حدیث صحیح ہے۔ اس حدیث کو شیخ البانی نے صحیح ترمذی، صحیح ابو داؤد، صحیح ابن ماجہ، سلسلہ صحیحہ وغیرہ میں، شیخ الاسلام نے مجموع الفتاوی میں، ابن الملقن نے البدر المنیر میں، ابن حبان نے اپنی صحیح میں، حافظ ابن حجر نے موافقۃ الخبر الخبر میں، ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم میں، شعیب ارناووط نے ابو داود، مسند احمد، صحیح ابن حبان اور ریاض الصالحین وغیرہ کی تخریج میں صحیح قرار دیا ہے۔ بعض محدثین نے اسے حسن بھی کہا ہے بہر حال یہ حدیث قابل حجت ہے۔

حدیث کی شرح: اس میں تین الفاظ وضاحت طلب ہیں، پہلے ان کی وضاحت کر دیتا ہوں تاکہ حدیث کا صحیح مفہوم سامنے آسکے۔

(1) سنت: سنت کا لغوی معنی 'راستہ' یا 'طریقہ' ہے۔

محدثین کے نزدیک سنت اور حدیث قریباً مترادف ہیں ۔سنت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، تقریرات اور پیدائشی و اکتسابی اوصاف کا نام ہے۔ جبکہ ان چاروں چیزوں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت حدیث کہلاتی ہے۔ گویا سنت صرف محمد ﷺ کے طریقہ حیات کا نام ہے۔

(2) بدعت : لغوی طور پر بدعت کا معنٰی ہے کسی چیز کا ایسے طریقے سے ایجاد کرنا جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو جبکہ اصطلاحاً بدعت کہتے ہیں شریعت میں کوئی نئی چیز گھڑ لینا جس کی قرآن و سنت میں کوئی دلیل نہ ہو۔

سنت کا حکم اسی حدیث میں ہے۔۔۔ علیکم بسنتی یعنی نبی کی سنت کو ہر حال میں لازم پکڑنا ہے خواہ اختلاف کا زمانہ ہو یا امن وسکون کا۔

بدعت کا بھی حکم اسی حدیث سے مل جاتا ہے: وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ ، فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ یعنی دین میں نئی بات ایجاد کرنا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

(3) خلافت: اس حدیث میں خلفائے راشدین سے مراد حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں جن کا زمانہ خلافت تیس سالوں کو محیط ہے جیساکہ صحیح حدیث میں مذکور ہے نبی ﷺ کا فرمان ہے:

خلافةُ النبوةِ ثلاثونَ سنةً، ثم يؤتي اللهُ الملكَ، أو ملكَه، من يشاءُ(صحيح أبي داود:4646) حسن صحيح

ترجمہ: نبوت والی خلافت تیس سال رہے گی پھر جسے اللہ چاہے گا (اپنی) حکومت دے گا۔

اس حدیث کو شیخ البانی نے صحیح ابوداؤد میں حسن صحیح قرار دیا ہے۔ راوی حدیث سفینہ ابو عبدالرحمن مولی رسول اللہ ﷺ تیس سال کی خلافت اس طرح بیان کرتے ہیں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دو سال، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دس سال، عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ سال اور علی رضی اللہ عنہ کے چھ سال ہیں۔

حدیث کا مفہوم: اللہ کا تقوی اختیار کرنے کے ساتھ اس حدیث میں اختلاف وانتشار اور گمراہی سے بچنے کا علاج بتلایا گیا ہے وہ یہ ہے ہر حال میں حاکم کی اطاعت کی جائے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو مضبوطی سے تھاما جائے، اسی طرح اللہ کی زمین پر اس کے دین کو قائم کرنے والے خلفاء راشدین یعنی خلفاء اربعہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عثمان کی سنت کو تھاما جائے کیونکہ یہ لوگ سنت رسول اللہ ﷺ پر ہی چلنے والے تھے اور دین میں نئی باتوں کو ایجاد سے بچیں کیونکہ ہر نئی چیز بدعت یعنی گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

سنت رسول اللہ اور سنت خلفاء: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا رسول اللہ ﷺ کی الگ سنت ہے اور خلفاء اربعہ کی الگ سنت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں ایک ہی سنت کا نام ہے جو سنت نبی ﷺ کی ہے وہی سنت خلفاء کی بھی ہے انہوں سے دین میں اپنے تئیں کوئی سنت ایجاد نہیں کی جو بعض امور خلفاء کی طرف سے نئے قسم کے ملتے ہیں وہ ان کے اجتہادات ہیں۔ خلفاء اربعہ کا بہت اونچا مقام ہے، اللہ تعالی نے ان چاروں کو عشرہ مبشرہ میں سے بنایا ہے مگر پھر بھی

انسان ہیں، بحیثیت انسان خلیفہ سے یا کسی بھی صحابی سے غلطی کا امکان ہے۔ان بعض غلطیوں کی وجہ سے ان کے مقام ورتبہ پر کوئی فرق نہیں پڑے گا جیسا کہ نبی ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: ما ضرَّ عثمانَ ما عَمِلَ بعدَ اليومِ مرَّتينِ(صحيح الترمذي:3701-حسن)

ترجمہ: آج کے بعد جو بھی عثمان کرے ان کو کوئی نقصان لاحق نہیں ہوگا۔دو مرتبہ فرمایا۔

اسے شیخ البانی نے صحیح ترمذی میں حسن کہا ہے۔

خلفاء کی سنت لازم پکڑنے سے متعلق محدثین اور اہل علم کے نظریات:

(1)علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے کہا: خلفاء کی اسی سنت کی اتباع کی جائے گی جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے ۔(السلسلۃ الضعیفۃ 1/51-53)

(2)علامہ صنعانی رحمہ اللہ نے کہا کہ خلفاء راشدین کی سنت سے مراد وہی طریقہ ہے جو نبی کریم ﷺ کے طریقہ سے موافقت رکھتا ہو دشمنوں سے جہاد کرنے اور شعائر اسلام کو تقویت پہنچانے کے لئے۔یہ حدیث ہر خلیفہ راشد کے لئے عام ہے اسے شیخین کے ساتھ خاص نہیں کیا جائے گا اور قواعد شرعیہ سے یہ بات معلوم ہے کہ کوئی بھی ایسا خلیفہ راشد نہیں ہے جو نبی ﷺ کے طریقہ سے ہٹ کر شریعت جاری کرے۔(سبل السلام 1/493)

(3)ابن حزم رحمہ اللہ نے الاحکام فی اصول الاحکام میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں تین باتوں کا احتمال ہے۔

☆خلفاء جن باتوں میں اختلاف کریں ساری باتیں سنت سمجھ کر لے لی جائیں اور یہ امر محال ہے کیونکہ کچھ موافق باتیں ہیں تو کچھ ان کے برعکس۔

☆یا یہ کہ ان مخالف باتوں میں جسے چاہیں اختیار کریں تو یہ ان کی سنت کی اتباع کے منافی ہے۔

☆اب ایک ہی راستہ بچا وہ یہ کہ جن میں صحابہ کا اجماع ہے انہیں لے لیا جائے اور خلفاء کا اجماع صحابہ کے اجماع سے الگ چیز نہیں ہے۔

(4)امام شوکانی رحمہ اللہ نے الفتح الربانی میں کہا ہے کہ سنت ہی طریقہ ہے کہا گیا کہ میرا طریقہ اور خلفاء راشدین کا طریقہ لازم پکڑو۔ان خلفاء کا طریقہ وہی تھا جو نبی ﷺ کا ہے وہ لوگ طریقہ نبوی کے بیحد حریص تھے اور ہر چیز میں سنت پر عمل کرتے، چھوٹے چھوٹے معاملات میں بھی سنت کی مخالفت سے ہر حال میں بچتے تو بڑے معاملات کا کیا حال

ہو گا؟اور جب ان کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے دلیل نہیں ملتی تو بحث و تحقیق، مشورہ اور تدبر کے بعد جو رائے ظاہر ہوتی اس پر عمل کرتے تو سنت کی عدم موجودگی میں یہ رائے بھی حجت ہے جیسا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث سے واضح ہے۔ {معاذ بن جبل والی یہ حدیث ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں ہے۔}

ان چند اقوال علماء سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ خلفاء کا طریقہ وہی ہے جو نبی ﷺ کا طریقہ ہے البتہ خلفاء راشدین کی وہ باتیں جن کی سنت سے دلیل نہیں یا جو قرآن وحدیث کے دیگر نصوص سے ٹکراتی ہوں اسے چھوڑ دیا جائے گا لیکن جن پر صحابہ کرام کا اجماع ہے وہ ہمارے لئے دلیل وحجت ہے، اسی طرح صحابہ کے وہ اقوال بھی ہمارے لئے حجت ہیں جو نصوص شرعیہ سے متصادم نہ ہوں۔

خلفاء کی سنت نبی ﷺ ہی کی سنت ہے؟

صحابہ کرام یا خلفاء راشدین کا طریقہ وہی ہے جو نبی ﷺ کا ہے، صحابہ زندگی کے تمام معاملات کا حل کتاب وسنت میں تلاش کرتے۔ کسی خلیفہ راشد نے الگ سے کوئی طریقہ ایجاد نہیں کیا ہے بلکہ وہ تو ہم سے کئی گنا زیادہ کتاب وسنت پر عمل کرنے کے حریص تھے۔ اس حدیث میں موجود سنتی اور سنۃ الخلفاء کے الفاظ سے بعض لوگوں کو یہ دھوکہ ہو گیا یا بعض لوگ جان بوجھ کر دھوکہ کھا رہے ہیں کہ دونوں الگ الگ سنتیں ہیں بلکہ سنۃ الخلفاء سے تقلید کی دلیل لی جاتی ہے جبکہ یہ مطلب بالکل غلط ہے۔

اس حدیث کو قرآن کی ایک آیت سے سمجھیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ (البقرة:133)

ترجمہ: کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب علیہ السلام کی موت کا وقت قریب آیا۔ جب اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے۔ تو انہوں نے کہا ہم آپکے الہ, اور آپکے آباء ابراہیم, اسماعیل اور اسحاق کے الہ کی عبادت کریں گے, جو کہ ایک ہی الہ ہے اور ہم اسکے لیے فرمانبردار ہونے والے ہیں۔

یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے باپ کو جواب دیا کہ ہم آپ کے معبود اور آپ کے آباء ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے، تو کیا یعقوب علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ اور اسحاق علیہ السلام کے معبود الگ

الگ تھے ؟ نہیں ہر گز نہیں ان سب کا معبود ایک تھا۔ ٹھیک اسی طرح سے خلفاء کی وہی سنت ہے جو نبی ﷺ نے پیش کی ہے۔

ہوبہو یہی بات سورہ فاتحہ میں کہی گئی ہے" اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ، صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" پہلے صراط مستقیم کہا گیا پھر اسی صراط کو انعمت علیھم سے جوڑا گیا یعنی وہ لوگ جن پر اللہ کی نعمت نازل ہوئی۔

ایک دوسری جگہ اللہ کا فرمان ہے:

وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (النساء : 115)

ترجمہ: اور جو رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ ہدایت اس پر واضح ہو چکی اور مومنوں کی راہ چھوڑ کر کسی اور راہ پر چلے تو ہم اسے وہیں پھیر دیتے ہیں جہاں وہ خود پھرتا ہے اور پھر اسے جہنم میں پہنچائیں گے، اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

اس آیت میں رسول کے طریقہ کو مومنوں کا طریقہ کہا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ خلفائے راشدین کا طریقہ رسول کا ہی طریقہ ہے کیونکہ تمام مومنوں کو وحی الہی کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔

اس بات کو حدیث عرباض بن ساریہ سے بھی بآسانی سمجھ سکتے ہیں جس میں مذکور ہے کہ دین میں نئی بات پیدا کرنا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ بھلا خلفائے راشدین اپنی طرف سے دین میں نئی بات کیسے گھڑیں گے جبکہ انہیں معلوم ہے کہ مومنوں کو وحی الہی کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیروی کے لئے کتاب اللہ اور سنت رسول چھوڑا تھا۔ فرمان الہی ہے:

اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۗ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ (الاعراف:3)

ترجمہ: تم لوگ اس کی اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر من گھڑت سرپرستوں کی اتباع مت کرو تم لوگ بہت ہی کم نصیحت پکڑتے ہو۔

فرمان نبوی ہے:

تركْتُ فيكم أمرينِ ، لَن تضلُّوا ما تمسَّكتُمْ بِهِما : كتابَ اللَّهِ وسنَّةَ رسولِهِ{أخرجه مالك في الموطأ:2/899)

ترجمہ: میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، تم ہرگز گمراہ نہیں ہوسکتے جب تک ان دونوں کو تھامے رہوگے، وہ ہے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔

اس حدیث کو شیخ البانی نے مشکوۃ کی تخریج میں حسن قرار دیا ہے۔{تخریج مشکاۃ المصابیح: ۱۸۴}

خلفائے راشدین ہدایت یافتہ تھے، وہ دین کے معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے تھے اور اپنے من سے ذرہ برابر بھی نہیں بولتے تھے۔ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ ابتدائے خلافت میں بعض لوگوں نے زکوۃ دینے سے انکار کیا تو حضرت ابو بکر نے فرمایا:

واللَّهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَن فَرَّقَ بيْنَ الصَّلَاةِ والزَّكَاةِ، فإنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ المَالِ، واللَّهِ لو مَنَعُونِي عِقَالًا كَانُوا يُؤَدُّونَهُ إلى رَسولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ علَى مَنْعِهِ{صحيح البخاري:۷۲۸۴}

ترجمہ: واللہ! میں تو اس شخص سے جنگ کروں گا جس نے نماز اور زکوۃ میں فرق کیا ہے کیونکہ زکوۃ مال کا حق ہے، واللہ! اگر وہ مجھے ایک رسی بھی دینے سے رکیں گے جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے تو میں ان سے ان کے انکار پر بھی جنگ کروں گا۔

ارتداد کے وقت اگر اپنی سنت جاری کرتے تو حضرت عمر کی طرح نرم گوشہ اختیار کرتے مگر انہوں نے رسول اللہ کی سنت جاری کی۔

اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کا وہ قول سونے سے لکھے جانے کے قابل ہے جس میں حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت فرمایا گیا ہے:

«أَمَ وَاللهِ، لَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّكَ حَجَرٌ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ»(صحيح مسلم:1270)

ترجمہ: ہاں، اللہ کی قسم! میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھا ہوتا کہ وہ تمھیں بوسہ دیتے تھے تو میں تمھیں (کبھی) بوسہ نہ دیتا۔

خلفاءراشدین اور سنت رسول کے درمیان اختلاف کا حکم

بلاشبہ خلفائے راشدین کے بعض اجتہادات سنت رسول کے مخالف نظر آتے ہیں،اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم انہیں مجتہد مانتے ہیں ، ہمارے لئے شارع صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ گویا معصوم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور خلفاء مجتہد ہیں جو معصوم نہیں ہیں۔ان سے خطا کا امکان ہوتا ہے اسی امکان کے سبب بعض معاملات میں اختلاف نظر آتا ہے۔دین کے معاملے میں جہاں اختلاف نظر آئے وہاں اختلاف کو اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کی طرف لوٹانا چاہیئے۔اللہ نے ہمیں ایسا ہی کرنے کا حکم دیا ہے۔فرمان باری تعالی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (النساء:59)

ترجمہ :اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبارِ انجام کے بہت اچھا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے صاف صاف فرمادیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کرو، کتاب وسنت کو نافذ کرنے والے حکام کی بھی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے۔اور اختلاف کے وقت حاکم وخلیفہ کی بات چھوڑ دی جائے گی،اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کی جائے گی۔

اجتہادی اقوال کی شرعی حیثیت:

اوپر ذکر کیا گیا کہ حدیث کہتے ہیں ہر وہ قول، فعل، تقریر یا صفت جو نبی ﷺ کی طرف منسوب ہو۔اگر نسبت صحیح ہوئی تو حدیث صحیح ہوتی ہے ورنہ ضعیف ہوتی ہے۔

اس تعریف میں تقریر کا لفظ آیا ہے اس سے مراد صحابہ کا قول یا فعل جس کا علم نبی ﷺ کو ہوا ہو اور آپ ﷺ نے اس قول یا فعل پر ناراضگی کا اظہار نہیں کیا بلکہ خاموشی اختیار کی۔ گویا ایسا کوئی عمل صحابی یا قول صحابی جس پر رسول اللہ ﷺ نے خاموشی اختیار کی ہو وہ حدیث ہی کہلاتی ہے اگر اس تقریری حدیث کی سند صحیح ہو تو دین میں حجت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالی نے صرف اپنی اور رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ان دونوں کے ماسوا دین میں کسی کی بات قابل حجت نہیں ہے تاہم محض وہ اجتہادی مسائل جن میں شریعت خاموش ہو اور صحابی کا قول یا فعل صحیح سند سے

ثابت ہو رہا ہو تو اسے اختیار کیا جائے گا بشرطیکہ شریعت کے کسی نص سے نہ ٹکراتا ہو، ان کا اجتہاد بعد والوں کے اجتہاد سے بہتر ہے بلکہ صحابہ کے وہ اقوال جن میں اجتہاد کا دخل نہ ہو تو وہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔

اجتہاد کا دائرہ تو وسیع ہے، اس کا دروازہ قیامت تک کھلا ہوا ہے، جدید قسم کے مسائل پیدا ہوتے رہیں گے اور علمائے امت ان میں اجتہاد کرتے رہیں گے جن کا اجتہاد دلائل سے قوی ہو گا اختیار کرنے میں کوئی تردد نہیں ہے۔ ائمہ اربعہ کے اجتہاد کا بھی یہی حکم ہے۔ ان کے جو اجتہاد کتاب وسنت کے خلاف ہیں انہیں رد کر دیں دراصل ان مسائل میں ائمہ کا بھی یہی موقف ہے اور جو مسائل کتاب وسنت سے نہیں ٹکراتے ان میں جس امام کا فتوی دلائل سے قوی معلوم ہو اختیار کر لیا جائے۔ ایسا نہیں ہے کہ ہم صرف ایک امام کے ہی اجتہاد لیں گے، نہیں۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ تقلید جائز نہیں ہے۔ سارے ائمہ ہمارے اپنے ہیں، ان سب کو اللہ نے دین میں بصیرت وفقاہت عطا فرمائی، استفادہ علم میں کسی ایک کی تخصیص اور دوسرے ائمہ سے صرف نظر کرنا سراسر زیادتی اور دوسرے ائمہ کی فقاہت وبصیرت اور حکمت ودانائی سے چشم پوشی کرنا ہے۔ تمام ائمہ کا احترام، ان کے اجتہادات سے استفادہ بلکہ ان کے علاوہ قیامت تک جو فقیہ ومجتہد پیدا ہوتے رہیں گے تمام سے فائدہ اٹھائیں گے۔ اللہ تعالی جسے چاہتا ہے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

BACK

روئے زمین پر اللہ کی دو ضمانتیں

سب سے پہلے اس مضمون کے لکھنے کا مقصد بیان کردوں تاکہ ضمنی پیغام کے ساتھ میرا اصل پیغام بھی عام وخاص تک پہنچے۔ نبی ﷺ کی وفات کا انکار کرکے دین میں ہزاروں بدعات وخرافات کو داخل کرلیا گیا ہے بلکہ بدعت کے راستے کفریہ عقائد اور شرکیہ اعمال بھی در آئے اور ان اعمال وافعال کی انجام دہی پر نازاں وفرحاں ہیں۔ وفات نبی کے انکار کی نوبت اس طرح پیش آئی کہ صوفیوں کے نزدیک صوفی وولی اور پیر ومرشد کبھی نہیں مرتے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ اور نہ صرف زندہ رہتے ہیں ہر کسی کی مدد بھی کرتے ہیں، لوگوں کے پاس آتے جاتے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے اور سنتے دیکھتے نظر آتے ہیں۔ جب یہ اولیاء اور پیر ومرشد کا حال ہے تو پھر نبی کی وفات کا انکار کرنا پڑے گا اور ماننا پڑے گا کہ وہ بھی زندہ ہیں۔ اس طرح مزار کی کمائی حلال کرنے کے لئے نبی ﷺ کی وفات کا انکار کیا گیا ہے جبکہ دنیا میں کسی کو بقا نہیں خواہ وہ نبی ہو یا ولی سوائے اللہ کے۔ صرف اللہ کی صفت الحہ اور القیوم ہے یعنی اللہ ہی ایک ایسی ذات ہے جو ہمیشہ سے زندہ اور قائم ہے، ہمیشہ باقی رہنے والی اور قائم رکھنے والی ہے۔ اللہ کے علاوہ ساری مخلوق کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اس پہ قرآن وحدیث کے بے شمار دلائل ہیں، ان کو یہاں طوالت کی وجہ سے ذکر نہیں کروں گا بلکہ قرآن کی صرف ایک آیت کے ذکر پر اکتفا کروں گا اور نہ ہی یہاں مزارات وقبے، کشف وکرامات، غیر اللہ سے امداد، مردوں کے نام پہ تجارت، نذر ونیاز کے نام پر سادہ لوح عوام سے مال اینٹھنا اور علاج ومعالجہ کے نام پر عورتوں کی عزت وآبرو سے کھیلنا وغیرہ ذکر کروں گا۔

سورہ انفال میں اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِيهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ (الانفال:33)

ترجمہ: اور اللہ ایسا نہ کرے گا کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے اور اللہ ان کو عذاب نہ دے گا اس حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے ہوں۔

قرآن کی اس آیت کی تفسیر میں بخاری شریف میں وارد ہے۔

حَدَّثَنِي أَحْمَدُ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ هُوَ ابْنُ كُرْدِيدٍ صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَبُو جَهْلٍ اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنْ السَّمَاءِ أَوْ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ فَنَزَلَتْ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ وَمَا لَهُمْ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنْ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الْآيَةَ (صحيح البخاري: 4648)

ترجمہ: مجھ سے احمد بن نضر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبیداللہ بن معاذ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے صاحب الزیادی عبدالحمید نے جو کردید کے صاحبزادے تھے، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ابوجہل نے کہا تھا کہ اے اللہ! اگر یہ کلام تیری طرف سے واقعی حق ہے تو ہم پر آسمانوں سے پتھر برسادے یا پھر کوئی اور ہی عذاب دردناک لے آ۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی "وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ وَمَا لَهُمْ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنْ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" (حالانکہ اللہ ایسا نہیں کرے گا کہ انہیں عذاب دے، اس حال میں کہ آپ ان میں موجود ہوں اور نہ اللہ ان پر عذاب لائے گا اس حال میں کہ وہ استغفار کررہے ہوں۔ ان لوگوں کے لئے کیا وجہ کہ اللہ ان پر عذاب ہی سرے سے نہ لائے درآں حالیکہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں)۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ روئے زمین پر اللہ کی دو ضمانتیں ہیں۔ پہلی ضمانت نبی ﷺ کا زندہ ہونا، دوسری ضمانت مومنوں کا استغفار کرنا۔

جب ابوجہل نے اللہ سے عذاب کا مطالبہ کیا تو اللہ نے بتلایا کہ جب تک نبی زندہ ہیں اس وقت تک قوم پر عذاب نہیں آئے گی۔ نبی ﷺ کی زندگی میں کفار بھی اللہ کے عذاب سے مامون ہوگئے تھے اب ابوجہل مرگیا اور نبی ﷺ کی اللہ کے حکم سے وفات پاگئے تو اللہ کی پہلی ضمانت روئے زمین سے اٹھ گئی۔

ترمذی میں بھی اس کی وضاحت ہے گوکہ روایت ضعیف ہے مگر معنی صحیح ہے۔

عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيَّ أَمَانَيْنِ لِأُمَّتِي وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ فَإِذَا مَضَيْتُ تَرَكْتُ فِيهِمْ الِاسْتِغْفَارَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ(سنن الترمذي:3082)

ترجمہ: ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے لئے اللہ نے مجھ پر دو امان نازل فرمائے ہیں (ایک) {وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ} (دوسرا) {وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ} اور جب میں (اس دنیا سے) چلا جاؤں گا تو ان کے لیے دوسرا امان استغفار قیامت تک چھوڑ جاؤں گا۔

ابن عباس رضی اللہ سے مروی اس معنی کا اثر تحفۃ الاحوذی اور ابن کثیر وغیرہ متعدد کتب حدیث وتفسیر میں مذکور ہے۔

أن الله جعل في هذه الأمة أمانين لا يزالون معصومين مجارين من طوارق العذاب ما دام بين أظهرهم فأمان قبضه الله إليه وأمان بقي فيكم قوله : وما كان الله ليعذبهم وأنت فيهم وما كان الله معذبهم وهم يستغفرون . (تحفة الاحوذی شرح حديث رقم: 3082)

ترجمہ: بے شک اللہ اس امت میں دو ضمانتیں رکھا ہے جب تک وہ ضمانتیں ان کے درمیان ہیں ان کی وجہ سے امت برابر عذاب سے محفوظ رہے گی۔ پس پہلا امان اللہ نے اٹھالیا اور دوسرا امان تمہارے درمیان باقی ہے۔ اللہ کا قول: وما كان الله ليعذبهم وأنت فيهم وما كان الله معذبهم وهم يستغفرون (اور اللہ ایسا نہ کرے گا کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے اور اللہ ان کو عذاب نہ دے گا اس حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے ہوں)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس روئے زمین سے اللہ کی ایک ضمانت اٹھ گئی وہ ہے نبی ﷺ کا وفات پاجانا۔ یہ جان لیں کہ آپ ﷺ کا اس دنیا سے اٹھ جانا امت کا بہت بڑا خسارہ ہے۔ بیحد افسوس ہے ان لوگوں پر جو دنیا کی دولت حاصل کرنے کے لئے نبی ﷺ کی وفات کا انکار کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ افسوس اس حرکت پہ ہے کہ آپ کی وفات سے روئے زمین کی ایک ضمانت اٹھ گئی مگر دنیا کی دولت وہوس کے پرستار ہر سال نبی ﷺ کے نام پہ جشن عید میلاد النبی مناتے ہیں۔ حیف صد حیف

ایک ضمانت چلی مگر اللہ کی ایک ضمانت ابھی بھی روئے زمین پر باقی ہے وہ ہے مومنوں کا استغفار کرنا۔ جو بدعتی ہیں وہ بدعت سے توبہ کرلیں اور کثرت سے استغفار کریں، جو بدچلن ہیں وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرلیں اور بکثرت اللہ سے استغفار کریں اور جو کفر ومعاصی میں ڈوبے ہوئے ہیں وہ اپنے ایمان کی اصلاح کریں، عمل صالح انجام دیں اور استغفار کو لازم پکڑیں۔ اللہ تعالی استغفار کی بدولت ہم سے عذاب ٹال دے گا۔ آج کل پوری دنیا میں مسلمانوں کے حالات بہت

ناگفتہ بہ ہیں،ان حالات میں من مانی، نفسانی خواہشات اور بے دینی و خرافات چھوڑ کر اللہ کی کتاب اور سنت رسول اللہ کی طرف رجوع کرنا،اپنے اعمال درست کرنا اور توبہ و استغفار کو لازم پکڑنا نہایت ضروری ہے۔

BACK

مردوں سے وسیلہ پکڑنے والی حدیث "اے اللہ کے بندو میری مدد کرو" ضعیف ہے۔

مردے زندوں کی کچھ بھی مدد نہیں کرسکتے ہیں بلکہ وہ خود زندوں کے محتاج ہیں تاکہ انہیں دعاواستغفار اور صدقہ وخیرات کے ذریعہ فائدہ پہنچائے۔اس قسم کے گھڑے ہوئے واقعات صوفی حضرات پیش بھی کرتے ہیں کہ جب کوئی زندہ، مردوں کی قبرپر جاتاہے تو مردے زندوں کو ایسے دیکھتے ہیں جیسے جمنوں کا پیاسا پانی کی طرف دیکھتا ہے تاکہ کچھ ایصال ثواب کردے اور مردوں کو راحت نصیب ہو۔اس بات پر کہ مردوں کو ہم نہیں سنا سکتے، وہ ہمارے کچھ بھی مدد نہیں کرسکتے، وہ کسی کے نفع ونقصان کا ذرہ برابر اختیار نہیں رکھتے قرآن کے بے شمار دلائل ہیں اور اسی طرح احادیث سے بھی ثابت ہے مگر قبر کے پجاری جنہیں قبر کی کمائی کھانی ہے اور اسی سے پشتوں کی پرورش بھی کرنی ہے وہ کب مانیں گے۔اس لئے قرآن وحدیث کے نصوص کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں اور زبردستی مردوں سے وسیلہ پکڑنا بلکہ مردوں سے استغاثہ کرنا ثابت کرنے کی ناروا کوشش کرتے ہیں اور خود تو بھٹکے ہوئے ہیں ہی سیدھی سادی عوام کو بھی صحیح راہ سے بھٹکاتے ہیں۔اگر عوام کو نہ بھٹکائیں تو ان کی کمائی کہاں سے ہوگی؟ معاذاللہ

مردوں سے مدد طلب کرنے سے متعلق صوفی اور قبوری حضرات بہت سارے دلائل پیش کرتے ہیں،ان میں بعض تو گھڑی ہوئی ہیں، بعض ضعیف احادیث ہیں جن سے استدلال نہیں کیا جاسکتا اور بعض دلائل کو ان کے اصل معنی ومفہوم سے ہٹا کر غلط سلط حجت پکڑی جاتی ہے۔یہاں میرا مقصود ایک دلیل کی وضاحت ہے جس کا قبوری بڑے زوروشور سے ڈنکا بجاتے ہیں اور مردوں سے امداد طلب کرنے پر بطور برہان وحجت پیش کرتے ہیں۔

وہ روایت سند کے ساتھ اس طرح ہے جسے طبرانی نے ذکر کیا ہے۔

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَائِلَةَ الْأَصْبَهَانِيُّ، ثنا الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ بْنِ شَقِيقٍ، ثنا مَعْرُوفُ بْنُ حَسَّانَ السَّمَرْقَنْدِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ أَحَدِكُمْ بِأَرْضِ فَلَاةٍ فَلْيُنَادِ: يَا عِبَادَ اللهِ، احْبِسُوا عَلَيَّ، يَا عِبَادَ اللهِ احْبِسُوا عَلَيَّ؛ فَإِنَّ لِلَّهِ فِي الْأَرْضِ حَاضِرًا سَيَحْبِسُهُ عَلَيْكُمْ "(رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ في المعجم الكبير)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کی سواری بیاباں میں چھوٹ جائے تو اس (شخص) کو (یہ) پکارنا چاہیے, اے اللہ کے بندو! میری سواری پکڑا دو، اے اللہ کے بندو! میری سواری پکڑا دو کیونکہ اللہ تعالٰی کے بہت سے (ایسے) بندے اس زمین میں ہوتے ہیں، وہ تمہیں (تمہاری سواری) پکڑا دیں گے۔

روایت کا حکم: یہ روایت طبرانی کے علاوہ دیگر اور کتب میں مذکور ہے جو سب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کے طریق سے ہے ،ہیثمی نے اس روایت پر کلام کرتے ہوئے کہا کہ اس کی سند میں معروف بن حسان ضعیف ہے ۔(مجمع الزوائد:135/10)۔ایک دوسری علت یہ ہے کہ قتادہ مدلس راوی ہیں جو عن سے روایت کرتے ہیں۔ تیسری علت حافظ ابن حجرؒ نے بیان کی وہ ابن بریدہ اور ابن مسعود کے درمیان انقطاع کا ذکر کرتے ہیں، اس وجہ سے ان کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے۔(شرح الاذکار:150/5)۔علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث پر ضعف کا حکم لگایا ہے۔(دیکھیں:السلسلۃ الضعیفۃ:655،ضعیف الجامع:404،الکلم الطیب:178)

اس حدیث کی ایک شاہد حدیث بھی ہے جسے دلیل کے طور پر صوفی پیش کرتے ہیں، آیئے اس حدیث کو بھی دیکھتے ہیں ۔اس حدیث کو بھی امام طبرانی نے معجم کبیر میں ذکر کیا ہے جسے مع سند پیش کرتا ہوں۔

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ إِسْحَاقَ التُّسْتَرِيُّ، ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى الصُّوفِيُّ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَهْلٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عِيسَى، عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ، عَنْ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِذَا أَضَلَّ أَحَدُكُمْ شَيْئًا أَوْ أَرَادَ أَحَدُكُمْ عَوْنًا وَهُوَ بِأَرْضٍ لَيْسَ بِهَا أَنِيسٌ، فَلْيَقُلْ: يَا

عِبَادَ اللهِ أَغِيثُونِي، يَا عِبَادَ اللهِ أَغِيثُونِي، فَإِنَّ لِلَّهِ عِبَادًا لَا نَرَاهُمْ " وَقَدْ جُرِّبَ ذَلِكَ(رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ في المعجم الكبير)

ترجمہ: حضرت عتبہ بن عزوان رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور وہ کوئی مدد چاہے اور وہ ایسی جگہ ہو کہ جہاں اس کا کوئی مددگار بھی نہ ہو تو اسے چاہیے کہ کہے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، یقیناً اللہ تعالٰی کے ایسے بھی بندے ہیں جنہیں ہم دیکھ تو نہیں سکتے (لیکن وہ لوگوں کی مدد کرنے پر مامور ہیں) اور یہ تجربہ شدہ بات ہے۔

روایت کا حکم: اس روایت میں بھی کئی علتیں ہیں جس کے سبب یہ بھی ضعیف ہے۔

پہلی علت: عبدالرحمن بن سہل ضعیف راوی ہے۔

دوسری علت: عبدالرحمن بن سہل کے باپ شریک بن عبداللہ نخعی کے حفظ وضبط پر کلام ہے۔

تیسری علت: زید بن علی اور عتبہ بن غزوان کے درمیان انقطاع پایا جاتا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے ذکر کیا ہے۔

اس لئے یہ روایت ضعیف ہے، اسے شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی ضعیف کہا ہے۔ (دیکھیں: السلسلۃ الضعیفہ: 656، ضعیف الجامع: 383)

ان دونوں روایتوں کی حقیقت سامنے آگئی اب اس کو مدنظر رکھتے ہوئے نیچے چند باتیں ملاحظہ فرمائیں۔

اولا: یہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں، ان روایتوں سے قطعی دلیل نہیں پکڑی جائے گی اس لئے مردوں پہ فٹ کرنا اور ان سے وسیلہ کے لئے حجت بنانا بالکل صحیح نہیں ہے۔

ثانیا: دوسری روایت کے آخری الفاظ ہیں "وَقَدْ جُرِّبَ ذَلِکَ" یعنی یہ تجربہ شدہ بات ہے جیسا کہ تجربے والی بات امام

احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی طرف بھی منسوب ہے تو یہاں یہ بات واضح رہے کہ اسلام میں کوئی بات تجربے کی وجہ سے ثابت نہیں ہوتی اور محض کسی کا تجربہ دین میں دلیل نہیں ہوگی، دلیل وہی ہے جو شارع علیہ السلام کی طرف سے آئی ہے۔

ثالثاً: اگر تھوڑی دیر کے لئے بحث کے طور پر نہ کہ استناد و حجت کے طور پر ان کو صحیح مان بھی لیا جائے تو یہاں جن کا پکارنا ہے وہ فرشتے ہیں نہ کہ جن، انسان یا ولی جیسا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بڑی جامع بات کہی ہے کہ حدیث میں عباد اللہ سے مراد بشر کے علاوہ مخلوق ہے جس پہ پہلی حدیث کے الفاظ " فَإِنَّ لِلَّهِ فِي الْأَرْضِ حَاضِرًا سَيَحْبِسُهُ عَلَيْكُمْ " اور دوسری حدیث کے الفاظ " فَإِنَّ لِلَّهِ عِبَادًا لَا نَرَاهُمْ " دلالت کرتے ہیں۔ یہ وصف فرشتے یا جن پر منطبق ہوتے ہیں اور چونکہ جن سے استعانت ممنوع ہے جس پہ واضح دلیل ہے، بچ گیا فرشتے تو یہاں صرف فرشتے مراد ہیں (شیخ البانیؒ کے کلام کا مفہوم ختم ہوا)

یہاں عباد اللہ سے فرشتوں کے علاوہ کسی اور کو مراد لے ہی نہیں سکتے ہیں، یہ ماننا ہوگا کہ اللہ تعالی نے فرشتوں کو اس کام پر مامور کر رکھا ہے، جب بیابان میں سامان گم ہونے والا مدد کے لئے اللہ کے بندے کو پکارتا ہے تو یہی فرشتے اللہ کے حکم سے مدد کرتے ہیں۔

جس قسم کی ضعیف حدیث سے بیابان میں غیر اللہ سے امداد کی دلیل پکڑتے ہیں اس قسم کی ایک ضعیف روایت جو کہ مسند بزار میں ہے اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ جنہیں پکارا جاتا ہے وہ فرشتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ لِلَّهِ مَلائِكَةً فِي الأَرْضِ سِوَى الْحَفَظَةِ ، يَكْتُبُونَ مَا سَقَطَ مِنْ وَرَقِ الشَّجَرِ ، فَإِذَا أَصَابَ أَحَدَكُمْ عَرْجَةٌ بِأَرْضٍ فَلاةٍ فَلْيُنَادِ : أَعِينُوا عِبَادَ اللَّهِ(مسند البزار:4922)

ترجمہ: اللہ کے کچھ ملائکہ زمین میں محافظوں کے علاوہ ہیں جن کا کام درختوں سے گرنے والے پتوں کو لکھنا ہے چنانچہ جب تم میں سے کسی کو دورانِ سفر بیابان میں کوئی مصیبت آپڑے تو اسے چاہیئے کہ ندا کرے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔

گو کہ یہ روایت بھی ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل حجت نہیں ہے لیکن اس سے ایک بات تو بالکل واضح ہو گئی اور اس میں اب کسی قسم کا اشکال نہ رہا کہ عباداللہ سے مراد فرشتے نہیں ہیں۔

بیابانوں میں فرشتے کی تعیناتی تو ایک الگ مسئلہ ہے، اس کے لئے تو کوئی حدیث ہی صحیح نہیں ہے یہاں تو صرف بطور بحث ضعیف احادیث کو مان کر بات سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن یہ بات تو صحیح ہے کہ اللہ تعالی نے بندوں کی نگہبانی اور ان کی حفاظت کے لئے فرشتوں کو متعین کر رکھا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ (الرعد: 11)

ترجمہ: اس کے پہریدار (فرشتے) انسان کے آگے پیچھے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم سے ان کی نگہبانی کرتے ہیں۔

رابعا: بیابانوں کے ان فرشتوں کو ان چیزوں میں پکارا جائے گا جن چیزوں میں ایک زندہ بشر دوسرے زندہ بشر سے مدد مانگتا ہے مثلاً مجھے بطور قرض چند روپے دو، میرا سامان فلاں جگہ پہنچادو، میری فلاں چیز گم ہو گئی ہے اس کو تلاشنے میں میری مدد کرو۔ وغیرہ تو فرشتوں کو بھی ایسے ہی کام پہ مدد کے لئے پکاریں گے اور حدیث میں بھی صراحت ہے کہ سامان گم ہونے پر ہمیں عباداللہ (فرشتے) کو مخاطب کرکے مدد کی پکار لگانی ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیں کہ اپنے گھر میں میرا چشمہ کھو جائے تو میں اپنے بچوں، بیوی اور گھر والوں کو چشمے کی تلاشی پر مدد کے لئے پکاروں گا ٹھیک یہی معاملہ حدیث میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

خامسا: کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ بیابانوں میں عام طور پر جنات رہا کرتے ہیں اس لئے یہاں عباداللہ سے جنات مراد ہے۔ سلف کے نزدیک یہ مسئلہ بھی تقریبا متفقہ ہے کہ مدد کے لئے جنات کو پکارنا شرک ہے۔ سعودی عرب کی علمی

تحقیقات اور فتاوی جات کی دائمی نے فتوی نمبر 433 میں کہا ہے:

جنوں سے مدد مانگنا اور ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے یا کسی کو نقصان یا فائدہ پہنچانے کی غرض سے ان کی پناہ ڈھونڈ ھنا عبادت میں شرک کرنا ہے، کیونکہ یہ جن سے فائدہ حاصل کرنے کے زمرے میں آتا ہے جیسے جن کا اس کے سوال کا جواب دینا اور اس کی ضرورت پوری کرنا اسی طرح انسان کی جانب سے جن کی تعظیم کرنے اور اس کا سہارا لینے نیز اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے اس کی مدد طلب کرنے سے جن کا مستفید ہونا لازم آتا ہے۔

ان باتوں کے استدلال کے لئے مندرجہ ذیل دلائل پیش کئے ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے:

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُم مِّنَ الْإِنسِ ۖ وَقَالَ أَوْلِيَاؤُهُم مِّنَ الْإِنسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ، وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ(الانعام : 128-129)

ترجمہ: اور جس روز اللہ تعالی تمام خلائق کو جمع کرے گا، (کہے گا) اے جماعت جنات کی! تم نے انسانوں میں سے بہت سے اپنا لئے جو انسان ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ حاصل کیا تھا اور ہم اپنی اس معین میعاد تک آپہنچے جو تو نے ہمارے لئے معین فرمائی، اللہ فرمائے گا کہ تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے جس میں ہمیشہ رہو گے، ہاں اگر اللہ ہی کو منظور ہو تو دوسری بات ہے۔ بے شک آپ کا رب بڑی حکمت والا بڑا علم والا ہے اور اسی طرح ہم بعض کفار کو بعض کے قریب رکھیں گے ان کے اعمال کے سبب۔

اللہ کا فرمان ہے:

وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا (الجن :6)

ترجمہ: بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے۔

اس فتوی سے بات واضح ہو گئی کہ یہاں عباداللہ سے جنات مراد نہیں کیونکہ جنات سے مدد طلب کرنے کی صریح

ممانعت ہے۔

سادسا: ان ضعیف احادیث کو بنیاد بنا کر قبوری حضرات وفات یافتہ ولیوں اور مردوں لوگوں کو پکارتے ہیں جبکہ حدیث ہی سرے سے قابل حجت نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے تو اس سے غیر اللہ (جن وانس) کو پکارنے پر حجت پکڑنا کسی بھی طرح صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن وحدیث میں غیر اللہ کو پکارنے سے منع کیا گیا اور یہ سراسر شرک ہے، صرف اور صرف اللہ تعالی کو ہی پکارا جائے گا۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظَّالِمِينَ (یونس:106)

ترجمہ: اور تم اللہ کو چھوڑ کر کسی کو مت پکارو جو تمھارا بھلا کر سکے نہ نقصان، اگر تم نے ایسا کیا تو تم ظالموں (یعنی مشرکوں) میں سے ہو جاؤ گے۔

اللہ کا فرمان ہے:

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ (الاحقاف:5)

ترجمہ: اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہو گا جو اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارے جو قیامت تک (اس کی پکار سن کر) اسے جواب نہیں دے سکتے اور وہ ان کی پکار سے غافل اور بے خبر ہیں۔

اللہ کا فرمان ہے:

وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ (فاطر:22)

ترجمہ: اور تم ان کو جو قبروں میں مدفون ہیں نہیں سنا سکتے۔

اللہ کا فرمان ہے:

فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ (روم : 52)

ترجمہ: بیشک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو (اپنی) آواز سنا سکتے ہیں جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر مڑ گئے ہوں۔

یہ ساری آیات بین ثبوت ہیں کہ مردے نہ تو ہماری بات سنتے ہیں اور نہ ہی ہم انہیں سنا سکتے ہیں بلکہ قیامت تک ہماری پکار سے غافل ہیں، اگر سن بھی لیں تو وہ نفع ونقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے لہذا معلوم یہ ہوا کہ صرف اللہ کو ہی پکارا جائے گا۔

آخر میں ایک بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں کہ کیرالہ اور کرناٹک وغیرہ میں مذکورہ بالا حدیث کو لیکر سلفیوں کے درمیان بھی یہ مسئلہ نزاع کا باعث بنا ہوا ہے جبکہ ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا۔ جب حدیث ہی سرے سے قابل استناد نہیں تو بات ہی ختم اور اگر اسلاف میں سے کسی نے اس حدیث پر عمل بھی کیا ہو تو انہوں نے نہ تو جن سے مدد طلب کی اور نہ ہی ولیوں اور قبر والوں کو پکارا بلکہ انہوں نے ویسے ہی پکارا جیسے پکارنے کا حدیث میں حکم ملا ہے اور وہ ہے فرشتوں کو پکارنا جیسا کہ میں نے وہ حدیث بھی پیش کر دی جس میں فرشتوں کی جماعت کا ذکر ہے۔

BACK\

اسم اعظم کیا ہے؟

ویسے تو سارے مسلمانوں میں اسم اعظم کا شہرہ ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ اس کا ذکر صحیح احادیث میں آیا ہے مگر برصغیر ہندوپاک میں جس طرح اس کا شہرہ اور استعمال ہے دنیا کے کسی کونے میں نہیں ہے بطور خاص پیشہ ورانہ جھاڑ پھونک، دم و تعویذ اور جناتی و سفلی علوم جاننے والوں کے درمیان ہے تاہم اس کی اصل حقیقت سے اکثر عوام و تمام جعلی عاملین نابلد ہیں۔ جعلی عاملین سمجھتے ہیں کہ ہم ہی اسم اعظم کی حقیقت جانتے ہیں اور اس زعم میں اس اسم اعظم کے نام پہ عوام کو مختلف طریقے سے ہیبت میں ڈالے ہوئے ہیں۔ ان کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ عوام کی ہر پریشانی کو جناتی اثرات کا نام دے کر ان کے دل میں ڈر پیدا کرتے ہیں اور پھر ان سے من مرضی کا مال وصول کرتے ہیں۔ بچہ بیمار ہو جائے تو جنات کا اثر، جانور مر جائے تو جنات کا اثر، گھر میں چوری ہو جائے تو جنات کا اثر، سفر سے لوٹنا پڑ جائے تو جنات کا اثر، کام نہ بنے تو جنات کا اثر یا کوئی انہونی واقعہ ہو جائے تو جنات کا اثر۔ اس طرح عوام ڈر جاتی ہے اور عاملوں کا سہارا لیتی ہے۔ اس قسم کی ڈری سہی عوام کے اندر یہی خیال عام ہے کہ اسم اعظم، کوئی الہی جادو یا خاص قسم کا سفلی یا کشف و کراماتی علم ہے جسے عاملوں کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اسی سبب آج یہاں آپ کو مختصر انداز میں اسم اعظم کی حقیقت بتانا چاہتا ہوں تاکہ کسی سے دھوکہ نہ کھائیں اور آپ خود بھی اس کا صحیح استعمال کریں اور فائدہ اٹھائیں۔

سب سے پہلے اسم اعظم سے متعلق چند احادیث پیش کرتا ہوں۔

پہلی حدیث : عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ الْأَسْلَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَدْعُو وَهُوَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنِّي أَشْهَدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ قَالَ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ سَأَلَ اللَّهَ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ الَّذِي إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ وَإِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطَى (صحیح الترمذي:3475)

ترجمہ: بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو ان کلمات کے ساتھ: "'اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ بِاَنِّی اَشْھَدُ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الاَحَدُ الصَّمَدُ الذِی لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَہُ کُفُوًا اَحَدٌ" دعا کرتے ہوئے سنا تو فرمایا: 'قسم ہے اس رب کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! اس شخص نے اللہ سے اس کے اس اسم اعظم کے

وسیلے سے مانگا ہے کہ جب بھی اس کے ذریعہ دعا کی گئی ہے اس نے وہ دعا قبول کی ہے، اور جب بھی اس کے ذریعہ کوئی چیز مانگی گئی ہے اس نے دی ہے۔

دوسری حدیث: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا يَعْنِي وَرَجُلٌ قَائِمٌ يُصَلِّي فَلَمَّا رَكَعَ وَسَجَدَ وَتَشَهَّدَ دَعَا فَقَالَ فِي دُعَائِهِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ إِنِّي أَسْأَلُكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ تَدْرُونَ بِمَا دَعَا قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ دَعَا اللَّهَ بِاسْمِهِ الْعَظِيمِ الَّذِي إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ وَإِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطَى(صحيح النسائي:1299)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا تھا اور ایک آدمی کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ جب اس نے رکوع اور سجدہ کر لیا اور تشہد بھی پڑھ لیا تو اس نے دعا کی اور اپنی دعا میں کہا: [اللھم !انی اسئلک بان لک الحمد......... الخ]"اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس بنا پر کہ تیرے لیے ہی تعریف ہے۔ تیرے سوا کوئی (حقیقی) معبود نہیں۔ تو بہت احسان کرنے والا ہے۔ آسمانوں اور زمینوں کو بلا مادہ پیدا کرنے والا ہے۔ اے بزرگی وعزت والے! اے زندہ وجاوید! اے سب کو قائم رکھنے والے! بے شک میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا: "تم جانتے ہو اس نے کن لفظوں سے دعا کی؟" انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بخوبی جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس نے اللہ تعالیٰ کے اس اسم اعظم کے ساتھ دعا کی ہے کہ جب اس کے ساتھ اللہ کو پکارا جائے تو وہ ضرور جواب دیتا ہے اور جب اس کے ساتھ کچھ مانگا جائے تو ضرور عطا فرماتا ہے۔'

تیسری حدیث: عَنِ الْقَاسِمِ قَالَ: اسْمُ اللَّهِ الْأَعْظَمُ الَّذِي إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ فِي سُوَرٍ ثَلَاثٍ: الْبَقَرَةِ، وَآلِ عِمْرَانَ، وَطه(صحيح ابن ماجه:3124)

ترجمہ: حضرت قاسم بن عبدالرحمٰن دمشقی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: اللہ کا عظیم ترین نام (اسم اعظم) جس کے ساتھ اللہ سے دعا کی جائے تو وہ قبول فرماتا ہے، تین سورتوں میں ہے: سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران اور سورۂ طٰہٰ میں۔

ابن ماجہ کی دوسری روایت میں دو سورتوں کی آیت کی بھی تحدید ہے، سورہ بقرہ " وَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ " (آیت:163)، سورہ آل عمران " اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ "(آیت:2)

وہ حدیث اس طرح سے ہے:

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْمُ اللَّهِ الْأَعْظَمُ فِي هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ: {وَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ} [البقرة: 163] ، وَفَاتِحَةِ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ (صحيح ابن ماجه:3123)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا عظیم ترین نام (اسم اعظم) ان دو آیتوں میں ہے: (وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ) تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں جو نہایت مہربان، بے حد رحم کرنے والا ہے۔اور سورۂ آل عمران کے شروع میں (یعنی) (الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ)۔

اور تیسری سورت طہ کی آیت علماء یہ آیت " وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ "(آیت:111) بتلاتے ہیں۔

اسم اعظم کیا ہے؟

اسم عربی لفظ ہے جو ایک اکیلے نام کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس کے ساتھ اعظم یہ بتلاتا ہے کہ اس نام سے مراد عظیم نام ہے۔ وہ نام کوئی ایک ہی ہوگا جیساکہ لفظ سے واضح ہے۔اوپر چند احادیث گزری ہیں جو اسم اعظم سے متعلق ہیں ۔اب یہاں اختلاف پایاجاتاہے کہ اسم اعظم کون سا کلمہ ہے؟ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس سے متعلق فتح الباری میں چودہ اقوال ذکر کئے ہیں۔ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کی نظر میں "الحی القیوم" ہے جو تین مواقع پر مذکور ہوا ہے ایک جگہ آیۃ الکرسی میں، دوسری جگہ شروع آل عمران میں اور تیسری جگہ سورہ طہ آیت نمبر 111 میں۔

میری نظر میں اسم اعظم لفظ جلالہ یعنی اللہ ہے۔اللہ ہی وہ نام ہے جو اللہ کے ناموں میں سب سے عظیم ہے اسی کو اسم اعظم کہاجاتاہے۔اس قول کو بہت سے علماء نے بھی اختیار کیا ہے۔اللہ اسم اعظم ہے اس کی متعدد وجوہات ہیں جن میں سے چند کو یہاں بیان کرتاہوں۔

(1) قرآن کریم میں اساسی طور پر اور کثرت کے ساتھ لفظ جلالہ اللہ کا ذکر ہوا ہے جو تقریبا ڈھائی ہزار سے زائد بار ہے۔

(2) نبی ﷺ نے جتنی دعائیں کی ہیں ان میں سب سے زیادہ اللہ کا ہی استعمال ہوا ہے اور کثرت سے اللھم کا بھی استعمال ہوا ہے جو یااللہ کے معنی میں ہے۔

(3) ہر کام کی ابتداء اللہ کے لفظ سے اور قرآن کی ہر سورت کا آغاز لفظ اللہ سے ہوا ہے۔

(4) اللہ وہ جامع لفظ ہے جس میں خالق ومالک کی تمام حمد وثنا، اور تمام صفات وخصوصیات جمع ہیں۔

(5) لفظ اللہ کا کوئی بدل نہیں اور نہ ہی کسی زبان میں یہ لفظ استعمال ہو کر ذرہ برابر متاثر ہی ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ جب پکار کے لئے حرف ندا لگاتے ہیں تب اللہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی یعنی شروع کا الف لام محفوظ رہتا ہے جبکہ دیگر تمام اسمائے الہی کے آگے "یا" لگانے سے الف لام گر جاتا ہے مثلا یا رحمن، یا رحیم، یا غفار وغیرہ

(6) اگر اللہ کے علاوہ اسم اعظم ہوتا تو نبی ﷺ اپنی دعاؤں میں ضرور اکثر ان الفاظ کا ذکر کرتے بطور خاص جب آپ کو اپنے لئے یا امت کے لئے نازک موڑ پر رب سے دعا کرنی پڑی۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب لفظ اللہ ہی اسم اعظم ہے تو پھر اسم اعظم سے متعلق دوسرے الفاظ کا کیا حکم ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اوپر مذکور تین احادیث میں اسم اعظم سے اصل اللہ ہی مقصود ہے۔ پہلی حدیث میں "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنِّي أَشْهَدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ" میں اللھم اور اللہ کا ذکر آیا ہے، دوسری حدیث میں "اللھم إِنِّي أَسْأَلُكَ" اللھم آیا ہے اور تیسری حدیث میں سورہ طہ کے علاوہ میں بھی لفظ جلالہ کا ذکر آیا ہے۔

اسم اعظم کا حاصل کلام:

یہ علم رکھتے ہوئے کہ اسم اعظم اللہ ہے، یہ علم بھی رکھیں کہ جو الفاظ اسم اعظم والی احادیث میں آئے ہیں انہیں بھی دعا سے پہلے پڑھا جائے تو بہتر ہے کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کے سنہرے الفاظ کا دعاؤں میں اہتمام کرنا اولی ہے۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1- اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنِّي أَشْهَدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ۔

2- اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ إِنِّي أَسْأَلُكَ۔

3- وَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ۔

4- الٓمّ اللهُ لآ اِلٰهَ اَلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔

5- وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ۔

ان الفاظ کے بعد کثرت سے اسم اعظم یااللہ کے ذریعہ سوال کیا جائے۔

اسم اعظم کے ذریعہ دعا کس طرح کی جائے؟

پہلے تین باتیں ذہن نشیں کرلیں، پہلی بات یہ کہ کچھ لوگ صرف اللہ اللہ کا ورد کرتے ہیں اس سے کچھ حاصل نہیں ہوگا اور نہ ہی یہ ذکر کا طریقہ ہے اور نہ دعا کا طریقہ کیونکہ اس قسم کا کوئی ذکر یا دعا رسول اللہ ﷺ سے وارد نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دعا میں شرکیہ الفاظ، غیر اللہ کا واسطہ اور ناجائز مراد نہ ہو۔ تیسری بات یہ ہے کہ دعا کرنے والا حلال کمائی کھانے والا اللہ پر پختہ ایمان ویقین رکھنے والا ہو۔

دعا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے رب ذوالجلال کے حضور ثنا بجالائے، پھر نبی ﷺ پر درود پاک پڑھا جائے، اس کے بعد اوپر مذکور اسم اعظم سے متعلق کلمات پڑھنا چاہیں تو پڑھ لیں پھر اللہ کے ذریعہ یا اسمائے حسنی کے واسطہ سے اپنے خالق کے سامنے اپنی حاجات وضروریات رکھیں۔

BACK

جنت میں نبی ﷺ کا نکاح مریم، کلثوم اور آسیہ سے متعلق روایات کی تحقیق

بعض احادیث اور بعض تفسیری روایات میں ذکر آیا ہے کہ نبی ﷺ کا نکاح جنت میں عیسی علیہ السلام کی ماں سیدہ مریم بنت عمران، فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم اور موسی علیہ السلام کی بہن کلثوم سے ہوگی۔ پہلے میں وہ روایات اور ان کا حکم ذکر کرتا ہوں۔

پہلی روایت: قرآن کی مندرجہ ذیل آیت کی تفسیر میں آئی ہے:

عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ مُؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ تَائِبَاتٍ عَابِدَاتٍ سَائِحَاتٍ ثَيِّبَاتٍ وَأَبْكَارًا(التحريم: 5)

ترجمہ: اگر وہ تمہیں طلاق دیدیں تو بہت جلد انہیں ان کا رب! تمہارے بدلے تم سے بہتر بیویاں عنایت فرمائے گا جو اسلام والیاں، ایمان والیاں، اللہ کے حضور جھکنے والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت بجالانے والیاں، روزے رکھنے والیاں بیوہ اور کنواریاں ہوں گی۔

اس آیت کی تفسیر میں وارد ہے جو بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

فوعَده مِن الثَّيِّباتِ آسيةَ بنتَ مُزاحِمٍ امرأةَ فِرْعَونَ وأُختَ نوحٍ ومِن الأبكارِ مَرْيَمَ بنتَ عِمرانَ وأُخْتَ موسى عليهم السَّلامُ۔

ترجمہ: پس اللہ نے آپ ﷺ سے بیوہ میں سے فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم اور نوح کی بہن کا وعدہ کیا ہے اور کنواریوں میں سے مریم بنت عمران اور موسی علیہ السلام کی بہن کا وعدہ کیا ہے۔

حکم: طبرانی کہتے ہیں کہ اس میں ہشام بن ابراہیم منفرد ہیں۔(المعجم الأوسط:13/3)

اس میں ایک راوی موسی بن جعفر ہے جو مجہول الحال ہونے کے سبب ضعیف ہے۔(مجمع الزوائد:129/7)

دوسری روایت: سعد بن جنادہ عوفی سے روایت ہے:

إنَّ اللَّهَ زَوَّجني في الجَنَّةِ مريمَ بنتَ عِمرانَ وَامرأَةَ فِرعونَ وأُختَ مُوسى۔

ترجمہ: بے شک اللہ نے جنت میں مریم بنت عمران، فرعون کی بیوی اور موسی کی بہن کو میری بیوی بنایا ہے۔

حکم: علامہ ابن کثیر نے کہا کہ اس کی سند محل نظر ہے۔(البدایۃ والنھایۃ:57/2)

ہیثمی نے کہا اس میں ایسے لوگ ہیں جنہیں میں نہیں جانتا۔(مجمع الزوائد:221/9)

شیخ البانی نے ضعیف کہا ہے۔(السلسلۃ الضعیفۃ:5885،ضعیف الجامع:1611)

تیسری روایت: ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سمِعْتُ النَّبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم يقولُ لعائشةَ أشعَرْتِ أنَّ اللهَ قد زوَّجَني في الجنَّةِ مريمَ بنتَ عِمرانَ وكَلْثَمَ أختَ موسى وامرأةَ فرعونَ

ترجمہ: میں نے نبی ﷺ سے سنا آپ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمارہے تھے کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالی نے جنت میں مریم بنت عمران، موسی کی بہن کلثم اور فرعون کی بیوی سے میرا نکاح کردیا ہے۔

حکم: ہیثمی نے کہا کہ اس میں خالد بن یوسف سمتی ضعیف ہے۔(مجمع الزوائد:221/9)

شیخ البانی نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔(السلسلۃ الضعیفۃ:7053)

چوتھی روایت: عبداللہ بن عباس سے روایت ہے:

أنَّ النبيَّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ دخلَ على خديجةَ وهيَ في المَوْتِ فقال : يا خديجةُ إذا لَقِيتِ ضَرَائِرَكِ فَأَقْرِئِهِنَّ مِنِّي السلامَ ، فقالتْ : يا رسولَ اللهِ وهل تَزَوَّجْتَ قَبلي ؟ قال : لا ولَكِنَّ اللهَ زَوَّجَنِي مريمَ بنتَ عِمْرَانَ وآسِيَةَ امرأةَ فرعونَ وكَلْثُمَ أُخْتَ مُوسَى

ترجمہ: بے شک نبی ﷺ خدیجہ کے پاس گئے جوان پر موت کا وقت قریب تھا۔آپ نے فرمایا:اے خدیجہ جب تم اپنی سوکنوں سے ملاقات کرنا توان سے میرا سلام کہنا۔خدیجہ نے پوچھا اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے مجھ سے پہلے بھی شادی کی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ نہیں لیکن اللہ تعالی نے مریم بنت عمران، فرعون کی بیوی آسیہ اور موسی کی بہن کلثم سے (جنت میں) میرا نکاح کردیا ہے۔

حکم: یہ روایت ضعیف ہے۔(تفسیر القرآن:193/8)

اس میں ابوبکر ہذلی نام کے راوی ہیں جس کے ضعف پر اتفاق ہے۔(تھذیب التھذیب:46/12)

پانچویں روایت: عبدالعزیز بن ابی رواد سے روایت ہے:

أمَا علِمْتِ أنَّ اللهَ عزَّ وجلَّ زوَّجَني معكِ في الجنَّةِ مريمَ بنتَ عِمرانَ وامرأةَ فرعونَ وكَلْثَمَ أختَ موسى قالت وقد فعَل اللهُ ذلك يا رسولَ اللهِ قال نعم فقالت بالرَّفاءِ والبنينَ۔

ترجمہ: (اے خدیجہ) کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالی نے تمہارے ساتھ جنت میں مریم بنت عمران، فرعون کی بیوی اور موسی کی بہن کلثم سے میرا نکاح کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ نے ایسا کیا ہے اے اللہ کے رسول؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ تو انہوں نے شادی کی مبارک باد دی کہا آپ میں اتفاق ہو اور بچے ہوں۔

حکم: ہیثمی نے کہا کہ اس میں انقطاع ہے اور ساتھ ہی اس میں محمد بن حسن بن زبالہ ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد: 221/9)

چھٹی روایت: عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

دخل علي رسول الله مسرورا ، فقال : يا عائشة ! إن الله عز وجل زوجني مريم بنت عمران ، وآسية بنت مزاحم في الجنة .

قالت : قلت : بالرفاء والبنين يا رسول الله .

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ میرے پاس خوشی خوشی آئے اور فرمایا: اے عائشہ، بے شک اللہ تعالی نے جنت میں مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم سے میرا نکاح کر دیا ہے۔ تو عائشہ نے کہا: مبروک، آپ میں اتفاق ہو اور بچے ہوں اے اللہ کے رسول۔

حکم: اسے ابن السنی نے عمل الیوم واللیۃ میں اور اور دیلمی نے مسند الفردوس میں ذکر کیا۔ اس کی سند میں ابواسحاق سبیعی مدلس راوی موجود ہے اس لئے یہ روایت ضعیف ہے۔

ساتویں روایت: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

جاء جبريل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم بموت خديجة فقال : إن الله يقرئها السلام ، ويبشرها ببيت في الجنة من قَصَب ، بعيد من اللهب ، لا نَصَب فيه ولا صَخَب ، من لؤلؤة جوفاء ، بين بيت مريم بنت عمران ، وبيت آسية بنت مزاحم.

ترجمہ: جبریل علیہ السلام خدیجہ رضی اللہ عنہا کی موت کے وقت تشریف لائے اور کہا کہ اللہ نے خدیجہ کو سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ انہیں خوشی ہو جنت کے ایک چاندی کے گھر کی جہاں نہ گرمی ہے نہ تکلیف ہے، نہ شور و غل جو چھدے

ہوئی موتی کا بنا ہوا ہے جس کے دائیں بائیں مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم کے مکانات ہیں۔

حکم: اس کی سند میں کئی راوی ضعیف ہونے کے سبب یہ روایت ضعیف ہے، اسی لئے حافظ ابن کثیر نے کہا کہ اس کی سند محل نظر ہے۔(البدایۃ والنھایۃ:57/2)

مذکورہ بالا تمام کی تمام روایات ضعیف ہیں، ان سے ہرگز ہرگز استدلال نہیں کیا جائے گا، اس لئے یہ کہنا کہ نبی ﷺ کا نکاح جنت میں مریم، کلثوم اور آسیہ سے ہوگا صحیح نہیں ہے۔

BACK

عقد نکاح کا مسنون طریقہ

جائز طریقے سے باہم ملنے کا نام نکاح ہے، اسلام میں اس نکاح کی بڑی اہمیت ہے اسی سے نسل انسانی آگے بڑھی اور بڑھ رہی ہے اور یہ مومن و مسلم کے ایمان کی تکمیل کا باعث ہے۔اس کا اہم مقصد عفت و عصمت کی حفاظت ہے۔ یہ انسانی زندگی کی اہم ترین ضرورت ہے اور اللہ کی طرف سے اس کے بندوں کے لئے نایاب تحفہ ہے۔اول و آخر سارے انبیاء نے شادی کی اور اپنی اپنی امت کو شادی کا پیغام دیا تاکہ انسان اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرے اور جائز طریقے سے اپنی خواہشات پوری کرے۔اللہ تعالی نے قرآن میں ذکر کیا ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً (الرعد:38)

ترجمہ: ہم آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ہم نے ان سب کو بیوی بچوں والا بنایا تھا۔

یہ دور بہت ہی پر فتن ہے ماں باپ کو چاہئے کہ اولاد کی جوان ہوتے ہی کہیں دینی اعتبار سے اچھا رشتہ دیکھ کر شادی کردے۔ شادی کا حکم دیتے ہوئے قرآن میں اللہ نے ارشاد فرمایا:

وَأَنكِحُوا الْأَيَامَى مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاء يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ(النور:32)

ترجمہ: تم میں سے جو مرد، عورت بے نکاح کے ہوں ان کا نکاح کردو، اور اپنے نیک بخت غلام لونڈیوں کا بھی۔اگر وہ مفلس بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو غنی بنادے گا۔اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنْ اسْتَطَاعَ منكم الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ(صحيح البخاري:5066و صحيح مسلم :1400)

ترجمہ: اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو کوئی استطاعت رکھتا ہو وہ ضرور شادی کرے کیونکہ یہ (شادی) نگاہوں کو بہت جھکانے والی اور شرمگاہ کی خوب حفاظت کرنے والی ہے اور جو شادی کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزہ رکھے، پس یہ اس کے لئے ڈھال ہوگا۔

یہاں میں نکاح کے مسائل پہ بات نہیں کروں گا بلکہ یہ بتلاؤں گا کہ نکاح کیسے منعقد ہوتا ہے؟، نکاح پڑھانے میں نبی ﷺ کا نمونہ اور اسوہ کیا ہے؟

نکاح جس قدر عظیم امر الٰہی ہے اس کا انعقاد بھی اسی قدر آسان ہے مگر لوگوں نے اسے تصنع اور رسم ورواج کا رنگ دے کر اسلامی رنگ سے بہت الگ کر دیا۔ایک حدیث پیش کرتا ہوں اس سے اندازہ لگائیں کہ نکاح کیا ہے اور کیسے کیا جاتا ہے؟ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

إذا خطبَ إليكم مَن ترضَونَ دينَه وخلقَه ، فزوِّجوهُ إلَّا تفعلوا تَكن فتنةٌ في الأرضِ وفسادٌ عريضٌ(صحيح الترمذي:1084)

ترجمہ: اگر تمہارے ہاں کوئی ایسا آدمی نکاح کا پیغام بھیجے جس کے دین اور اخلاق سے تم مطمئن ہو تو اس کے ساتھ (اپنی ولیہ) کی شادی کر دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں بہت بڑا فتنہ اور فساد پھیلے گا۔

اس میں نکاح کا طریقہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ کوئی آدمی اپنی شادی کا پیغام کسی لڑکی کے والد/سرپرست کو دے کہ میں فلانہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور لڑکی کے والد لڑکے میں دین واخلاق پائے تو اس سے لڑکی کی شادی کر دے یعنی لڑکی کا ولی لڑکے سے کہے کہ میں اپنی بیٹی کی شادی تم سے کرتا ہوں کیا تمہیں قبول ہے، لڑکا کہے ہاں مجھے قبول ہے۔شادی ہوگئی۔یہی شادی کا اسلامی طریقہ ہے جس میں کسی محفل، کوئی رسم ورواج اور کوئی تصنع کا ذکر نہیں۔جو اس طریقہ یا اس طرح سے شادی نہیں کرتا تو اس سے فتنہ پھیلتا ہے۔آج زمین پر فتنہ وفساد کی کثرت اس سبب سے بھی ہے کہ شادی میں ہم نے سنت کا دامن چھوڑ دیا اور غیروں کی روش اختیار کر لی حتی کہ آج فلمی ستاروں کو دیکھ دیکھ کر مسلمان لڑکے کافرہ سے یا مسلم لڑکیاں کافر لڑکوں سے شادی کر رہی ہیں ۔العیاذ باللہ

جو شادیاں مسلمانوں کی آپس میں ہوتی ہیں ان میں ذات وبرادری، رنگ ونسل، حسن وجمال، دولت ومنصب، رسم وراوج، ریاونمود، تکلف وتصنع اور بدعات ومنکرات کی آمیزش ہوتی ہیں جبکہ نبی ﷺ کے زمانے کی شادیاں بالکل سادہ اور عام ہوتی تھیں۔ایک طرف سے پیغام آیا دوسری طرف سے پیغام قبول کر کے شادی ہوگئی۔دیکھیں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی شادی۔بخاری شریف کی روایت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أنَّ النبيَّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ رأى عبدَ الرحمنِ بنِ عوفٍ أثرَ صُفرةٍ، قال :ما هذا؟ . قال : إني تزوجت امرأةً على وزنِ نواةٍ من ذهبٍ، قال :بارك لك اللهُ، أولمْ ولو بشاةٍ .(صحيح البخاري:5155)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف پر زردی کا نشان دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک عورت سے ایک گٹھلی کے وزن کے برابر سونے کے مہر پر نکاح کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے دعوت ولیمہ کر خواہ ایک بکری ہی کی ہو۔

اس شادی میں حضرت عبدالرحمن نے امام کائنات حضرت محمد ﷺ تک کو نہیں بلایا جبکہ دونوں ایک ہی جگہ موجود ہیں۔ کتنی سادگی ہوگی اس شادی میں؟۔ نبی ﷺ جنگ خیبر کے سفر پہ تھے مال غنیمت میں بنو قریظہ کے سردار کی بیٹی صفیہ آئیں ان سے نبی ﷺ کی شادی کا ذکر چند لفظوں میں دیکھیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أنَّ رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ أعتَقَ صفيَّةَ وتزوَّجَهَا وجعَلَ عِتْقَهَا صداقَهَا ، وأولمَ عليها بِحَيْسٍ(صحيح البخاري:5169)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا اور پھر ان سے نکاح کیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا اور ان کا ولیمہ ملیدہ سے کیا۔

بخاری شریف میں ایک عورت کی شادی کا اس طرح ذکر کیا جسے نبی ﷺ نے منعقد کروائی۔

جاءت امرأة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: إني وهبت منك نفسي. فقامت طويلا، فقال رجل: زوجنيها إن لم تكن لك بها حاجة، قال: (هل عندك من شيء تصدقها) قال: ما عندي إلا إزاري، فقال: (إن أعطيتها إياه جلست لا إزار لك، فالتمس شيئا). فقال ما أجد شيئا، فقال: (التمس ولو خاتما من حديد). فلم يجد، فقال: (أمعك من القرآن شيء). قال : نعم ، سورة كذا ، سورة كذا ، لسور سماها ، فقال : (زوجناكها بما معك من القرأن) .(صحيح البخاري:5135)

ترجمہ: ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ میں اپنے آپ کو آپ کے لئے ہبہ کرتی ہوں۔ پھر وہ دیر تک کھڑی رہی۔ اتنے میں ایک مرد نے کہا کہ اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی ضرورت نہ ہو تو اس کا نکاح مجھ سے فرمادیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس انہیں مہر میں دینے کے لئے کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا کہ میرے پاس اس تہمد کے سوا اور کچھ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم اپنا یہ تہمد اس کو دے

دوگے تو تمہارے پاس پہننے کے لئے تہمد بھی نہیں رہے گا۔ کوئی اور چیز تلاش کر لو۔ اس مرد نے کہا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ تو تلاش کرو، ایک لوہے کی انگوٹھی ہی سہی ! اسے وہ بھی نہیں ملی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ کیا تمہارے پاس کچھ قرآن مجید ہے ؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں ! فلاں فلاں سورتیں ہیں، ان سورتوں کا انہوں نے نام لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ہم نے تیرا نکاح اس عورت سے ان سورتوں کے کے بدلے کیا جو تم کو یاد ہیں۔

نکاح سے متعلق تمام احادیث کا حلاصہ یہ ہے کہ بس ایجاب وقبول کا نام نکاح ہے، نہ قاضی وامام کی ضرورت، نہ تقریب کا انعقاد، نہ بارات وجہیز کا تصور اور نہ ہی کسی قسم کے رسم ورواج کی ضرورت ہے۔ سطور ذیل میں اب اختصار سے نکاح پڑھانے کا ذکر کرتا ہوں تاکہ نکاح خواں کے لئے آسانی ہو اور مسنون طریقہ سے نکاح پڑھائے۔

نکاح سے پہلے شادی کا پیغام آچکا ہوتا ہے اور طرفین سے منگنی کے ذریعہ رضامندی کے ساتھ شادی کی بات پکی ہوچکی ہوتی ہے۔ اب مسجد، مدرسہ یا کسی گھر پہ لڑکے والے جمع ہیں جہاں لڑکی کا ولی (اگر ولی حاضر نہ ہو تو اس کی رضامندی کے ساتھ کوئی وکیل) اور اس کے رشتہ دار بھی جمع ہیں۔ نکاح کے ذریعہ لڑکا اور لڑکی کا عقد مسنون کیسے کیا جائے ؟

پہلی بات : بارات کا رواج غلط ہے لیکن نکاح کے موقع پر کچھ لوگوں کا جمع ہونا مستحب ہے اس سے نکاح کا اعلان ہوجائے گا جس کا حکم نبی ﷺ نے دیا ہے۔

أعلِنوا هذا النِّكاحَ واضرِبوا عليْهِ بالغربالِ(صحيح ابن ماجه:1549)

ترجمہ: اس نکاح کا اعلان کیا کرو اور اس موقع پر دَف بجایا کرو۔

☆ شیخ البانی نے اس حدیث صرف پہلا ٹکڑا ثابت مانا ہے۔

دوسری بات : اس وقت سماجی اور حکومتی سطح پہ نکاح نامہ کی بڑی سخت ضرورت بن گئی ہے اس لئے قاضی صاحب جنہیں نکاح پڑھانے کے لئے مدعو کیا گیا ہے انہیں چاہئے کہ نکاح نامہ اور دیگر کاغذی امور مکمل کرلیں۔

تیسری بات : مہر طے ہو تو بہتر ہے اور اسے بھی لکھ لیا جائے تاکہ زوجین یا ان کے خاندان والوں میں بعد میں کوئی تنازع نہ ہو اور مہر طے کرنے کی دلیل ملتی ہے، اللہ کا فرمان ہے:

وَإِن طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ(البقرة:237)

ترجمہ: اور اگر تم عورتوں کو ان کے پاس جانے سے پہلے طلاق دے دو لیکن مہر مقرر کر چکے ہو تو آدھا مہر دینا ہوگا۔

چوتھی بات: لڑکی کی طرف سے اس کے ولی کی رضامندی حاصل ہو اور وہ وہاں موجود ہو یا اس کی رضامندی سے اس کا کوئی وکیل موجود ہو کیونکہ بغیر ولی کے کوئی نکاح نہیں ہوگا۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے: لا نِكاحَ إلَّا بولِيٍّ(صحيح ابن ماجه :1537)

ترجمہ: بغیر ولی کے نکاح نہیں ہے۔

اسی طرح یہ بھی فرمان رسول ہے :أيُّما امرأةٍ نَكَحَت بغيرِ إذنِ مَواليها ، فنِكاحُها باطلٌ ، ثلاثَ مرَّاتٍ۔(صحيح ابوداؤد: 2083)

ترجمہ: جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے۔یہ بات آپ ﷺ نے تین بار کہی ۔

پانچویں بات: نکاح ہوتے وقت دو عادل گواہ کی بھی ضرورت ہے جو اللہ کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے۔

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ (الطلاق:2)

ترجمہ: پس جب یہ عورتیں اپنی عدت پوری کرنے کے قریب پہنچ جائیں تو انہیں یا تو قاعدہ کے ساتھ اپنے نکاح میں رہنے دو یا دستور کے مطابق انہیں الگ کر دو اور آپس میں سے دو عادل شخصوں کو گواہ کر لو۔

اس معنی کی کوئی صحیح مرفوع روایت نہیں ہے لیکن موقوفا صحیح ہے شیخ البانی نے حضرت عائشہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابوموسی اشعری اور حضرت حسن سے موقوفا صحیح کہا ہے۔

لا نكاحَ إلا بوليٍّ وشاهدَينِ(إرواء الغليل:1858)

ترجمہ: ولی اور دو گواہ کے بغیر نکاح نہیں ہوگا۔

☆یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ ولی گواہ نہیں بن سکتا۔

چھٹی بات: مذکورہ بالا کام ہو جانے کے بعد اب قاضی کو چاہئے کہ وہ لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کر کے خطبہ مسنونہ جسے خطبہ الحاجہ کہا جاتا ہے وہ پڑھیں ۔ یاد رہے خطبہ الحاجہ پڑھنا ضروری نہیں ہے اس کے بغیر بھی صرف ایجاب

وقبول سے نکاح منعقد ہو جائے گا تاہم اس کا پڑھنا مستحب ہے۔ خطبہ الحاجہ کے الفاظ بتحقیق شیخ البانی رحمہ اللہ جو نبی ﷺ سے منقول ہیں وہ اس طرح ہیں:

إن الحمد لله نحمده ، و نستعينه ، ونستغفره ، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ، ومن سيئات أعمالنا .من يهده الله فلا مضل له ، ومن يضلل فلا هادي له ، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له .وأ شهد أ ن محمداً عبدُه و رسولُه .يَاأَيها الذين آ مَنُوا اتقُوا اللّهَ حَق تُقَا ته ولاتموتن إلا وأنتم مُسلمُون.يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيراً وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَتَسَاءَلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيباً, يَا أ يها الذين آ منوا اتقوا الله وقولوا قَو لاً سَديداً يُصلح لَكُم أَ عما لكم وَ يَغفر لَكُم ذُ نو بَكُم وَ مَن يُطع الله وَ رَسُولَهُ فَقَد فَازَ فَوزاً عَظيماً[أ ما بعد] (خطبة الحاجة للالباني)

ساتویں بات: لوگوں کی کثرت ہو تو اما بعد کے بعد خطبہ میں مذکور تینوں آیات کی مختصر تشریح کردی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے مگر خطبہ کے بعد تقریر وبیان کو ضروری سمجھنا یا تقریر کرنے والے نکاح خواں کو بلانا تاکہ زوردار تقریر کرے سنت سے ایسی کوئی دلیل نہیں ملتی۔ عہد رسول میں نکاح کے موقع پر تقریر کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے، خطبہ میں اپنی جانب سے قرآنی آیات اور احادیث کا پڑھنا بھی نکاح خواں کی طرف سے زیادتی ہے جس کا ثبوت نہیں ہے۔

آٹھویں بات: خطبہ مسنونہ پڑھنے کے بعد امام / قاضی صاحب (جنہیں لڑکی کے ولی نے اپنا وکیل بنایا ہے) کو چاہئے کہ وہ لڑکے سے کہے کہ میں اپنی وکالت میں فلانہ بنت فلاں کا نکاح آپ سے کرتا ہوں کیا آپ کو قبول ہے؟ تو لڑکا کہے کہ مجھے قبول ہے۔ نکاح مکمل ہو گیا۔ ایجاب وقبول میں مہر کا ذکر ضروری نہیں ہے طے ہو جانا ہی کافی ہے۔

نویں بات: بعض جگہوں پر قاضی صاحب لڑکی سے بھی رضامندی لینے جاتے ہیں اس کی ضرورت نہیں ہے، لڑکی کی رضامندی اس کے ولی کو چاہئے جو کہ منگنی کے وقت ہی ہو چکی ہوتی ہے پھر لڑکی کی جانب سے اس کا ولی شادی کی رضامندی کا اظہار کرتا ہے۔ منگنی کے موقع سے چاہے تو لڑکا لڑکی کو دیکھ سکتا ہے سنت سے اس کی دلیل ملتی ہے۔

دسویں بات: ہاں شروع میں نکاح کا فارم پر کیا گیا تھا اس پہ زوجین کے دستخط لے لئے جائیں، لڑکی کے پاس اس کا ولی یا اس کا کوئی محرم جا کر دستخط کروائے۔

ہر نکاح خواں، ولی، دلہا اور دلہن کو چاہیئے کہ وہ نکاح کے ارکان وشروط کو جانے بلکہ ہر مسلمان کو جاننے کی ضرورت ہے۔

نکاح کے دو ارکان ہیں۔

(1) زوجین کا وجود اور ان دونوں کا آپس میں شادی جائز ہونا یعنی شادی میں رضاعت، نسب، عدت، حمل وغیرہ کی کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

(2) ولی یا اس کے وکیل کی طرف سے ایجاب یعنی تعیین کے ساتھ فلانہ کی شادی کرانے کا ذکر اور لڑکے کی جانب سے قبول کرنا حاصل ہو۔

اور نکاح کی دو شرطیں بھی ہیں۔

ایک ولی کی اجازت ورضامندی اور دوسری دو عادل گواہ کی موجودگی ہیں اور نکاح کا اعلان کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔دو ارکان اور دو شرطیں پائی گئیں تو نکاح درست ہے۔

نکاح کے بعد اجتماعی صورت میں دعا کرنا ثابت نہیں ہے بلکہ انفرادی طور پر دلہا اور دلہن کو مبارکبادی دینا چاہیئے۔ سیدنا ابوہریرہ رضي الله عنہ سے روایت ہے کہ رسول الله صلي الله علیہ وسلم جب کسی کو اس کي شادي کي مبارک باد دیتے تو فرماتے «بارک اللہ لک وبارک علیک وجمع بینکما في خیر» اللہ تمہیں برکت دے، تم پر اپنی برکت فرمائے اور تم دونوں کو خیر کے ساتھ اکٹھا رکھے۔(صحیح أبي داود:2130)

اور دلہا کو چاہئے کہ لڑکی کی رخصتی کے بعد ولیمہ کرے۔ولیمہ سے متعلق عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی شادی کی حدیث گزری جس میں نبی ﷺ نے کہا کہ ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کیوں نہ ہو۔

نکاح سے متعلق مزید چند باتوں کی وضاحت

(1) نکاح پڑھانے کے لئے کسی دوسری جگہ سے عالم یا قاضی بلانے کی ضرورت نہیں ہے لڑکی کا ولی لڑکا سے کہے میں فلانہ بنت فلاں کی شادی آپ سے کرتاہوں اور لڑکا کہے میں قبول کرتاہوں۔ شادی ہوگئی۔ گاؤں میں عالم موجود ہو تو ان سے نکاح پڑھا لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(2) نکاح کے وقت لڑکا یا لڑکی سے کلمہ پڑھانا، توبہ کرانا اور ایمان مجمل و ایمان مفصل بیان کرنا سنت سے ثابت نہیں ہے یہ دین میں نئی ایجاد ہے۔

(3) عقد نکاح کے لئے عربی کلمات مثلا زوجت، نکحت، قبلت کے الفاظ کہنا ضروری قرار دینا غلط ہے کسی بھی زبان میں ایجاب وقبول ہو سکتا ہے۔

(4) لازما تین دفعہ ایجاب وقبول کروانا ضروری نہیں ہے بلکہ ایک مرتبہ بھی کافی ہے۔

(5) نکاح کے بعد چھوہارا تقسیم کرنا رسول اللہ یا اصحاب رسول اللہ کی سنت نہیں ہے یہ محض رسم ہے اسے ہٹانا بہتر ہے کیونکہ اس کی وجہ سے اکثر جگہوں پر تنازع ہوتا ہے۔ بیہقی کی روایت اس روایت کو شیخ البانی نے موضوع کہا ہے۔: كان إذا زوَّج أو تزوَّج نثَر تمرًا. (السلسلة الضعيفة:4198)

ترجمہ: جب نبی ﷺ شادی کرتے یا کراتے تو کھجور تقسیم کرتے

(6) نکاح ہونے کے بعد آنگن یا صحن میں دلہا اور اس کے خواص کو طلب کرنا اور اجنبی لڑکیوں کا ان سب سے ہنسی مذاق، چوری چماری، نازیبا کلام و حرکات ناجائز و حرام ہے اس کا گناہ وہاں موجود دیکھنے سننے اور مدد کرنے والے تمام لوگوں کو ملے گا۔

(7) مہر نہ تو ارکان نکاح میں سے ہے اور نہ ہی شروط میں سے، اگر نکاح کے وقت مہر طے نہیں ہوا تو بھی نکاح صحیح ہے لیکن نکاح ہو جانے سے مہر مثل واجب ہو جاتا ہے۔

(8) مسجد میں نکاح کو سنت قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ مسجد میں نکاح سے متعلق روایت ضعیف ہے، نکاح مسجد، غیر مسجد کہیں بھی کر سکتے ہیں۔

(9) صرف چار لوگوں کی موجودگی ولی، لڑکا اور دو عادل گواہان سے شادی ہو جائے گی تاہم کچھ لوگ مزید جمع ہو جائیں تو اعلان نکاح ہو جائے گا مگر مروجہ بارات کا تصور اسلام میں نہیں ہے اس سے اجتناب کیا جائے۔

(10)اوپر بیان کئے نکاح کے ارکان و شرائط پائے جائیں تو ٹیلی فون پر بھی نکاح درست ہے مگر لڑکی کو بھگا کر ایک دوسرے کے گلے میں ہار ڈال دینے یا انگوٹھی پہنا دینے یا کورٹ میں رجسٹریشن کرا لینے یا پارک میں جھولہ چھاپ نکاح خواں سے نکاح پڑھوا لینے سے نکاح نہیں ہوگا جب تک کہ لڑکی کا ولی راضی نہ ہو۔

BACK

غموں کو دور کرنے سے متعلق ایک جھوٹی دعا

لوگوں میں غم دور کرنے کے متعلق ایک دعا بہت گردش کررہی ہے۔وہ دعا اس طرح سے ہے۔

"يا فارج الهم، ويا كاشف الغم، فرِّج همي، ويسِّر أمري، وارحم ضعفي، وقلَّة حيلتي، وارزقني من حيث لا أحتسب يا ربِّ العالمين"

ترجمہ:اے اللہ! مشکلات کو دور کرنے والے اور بادل کو ہٹانے والے، میرے غم کو دور کردے،اور میرے معاملہ کو آسان کردے، میری کمزوری اور میرے وسائل کی کمی پر رحمت فرما،اور مجھے ایسی جگہ سے عطا فرما جہاں سے میں گمان بھی نہ کروں،اے سارے جہاں کے پالنہار۔

اس میں یہ بھی ہے کہ جو اس دعا کو پڑھے اور دوسروں کو پہنچائے اللہ اس کے غموں کو دور کردیتا ہے۔

اصل میں یہ حدیث ہی نہیں ہے، جھوٹی بات گھڑ کر نبی ﷺ کی طرف منسوب کردی گئی ہے۔جو بات نبی ﷺ کی نہ ہو اسے آپ کی طرف منسوب کرنا موجب جہنم ہے۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے:

إنَّ كذبًا عليَّ ليس ككذِبٍ على أحَدٍ ، من كذبَ عليَّ متعمدًا فليتبوَّأْ مقعدَهُ من النارِ (صحيح البخاري:1291)

ترجمہ:میرے متعلق کوئی جھوٹی بات کہنا عام لوگوں سے متعلق جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے جو شخص بھی جان بوجھ کر میرے اوپر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

آج کل سوشل میڈیا پر اس طرح کی جھوٹی باتیں کافی نشر کی جاتی ہیں،آپ کا یہ عذر پیش کرنا مقبول نہ ہوگا کہ مجھے اس کا علم نہیں تھا اس لئے شیئر کردیا۔ہماری ذمہ داری ہے کہ کوئی بات ہمارے پاس آئے تو پہلے اس کی تحقیق کریں یعنی علماء سے اس بابت معلوم کریں، صحیح ہے تبھی شیئر کریں ورنہ غلط باتیں یا وہ باتیں جن کی آپ نے تحقیق نہ کی ہوں انہیں کہیں شیئر نہ کریں اور اللہ کا خوف کھائیں۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے: كفى بالمرءِ كذبًا أن يُحدِّثَ بكلِّ ما سمِعَ(مقدمه صحيح مسلم)

ترجمہ: کسی انسان کے جھوٹا ہونے کیلیئے اتنا ہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات یعنی بغیر تحقیق کے آگے بیان کر دے۔

یہ حدیث ہمیں بتلاتی ہے کہ بغیر تحقیق کے کوئی بات دوسروں کو شیئر نہیں کریں۔

مجھے تعجب اس بات پر ہے کہ غموں کو دور کرنے سے متعلق بہت ساری صحیح حدیث موجود ہیں تو پھر آدمی جھوٹی حدیث کا سہارا کیوں لیتا ہے اور کیوں اس قدر اسے شیئر کرتا ہے؟ مجھ سے سیکڑوں بار اس سے متعلق پوچھا گیا، میں مختصرا کہہ دیا کرتا یہ صحیح نہیں ہے، آج کچھ تفصیل ذکر کر دیا ہوں تاکہ بار بار لکھنا نہ پڑے اور دوسروں کو اس کے متعلق باخبر کیا جاسکے۔

غم کو دور کرنے کی چند صحیح دعائیں:

(1) اللَّهمَّ إنِّي عَبدُك ، وابنُ عبدِك ، وابنُ أمتِك ، ناصِيَتي بيدِكَ ، ماضٍ فيَّ حكمُكَ ، عدْلٌ فيَّ قضاؤكَ ، أسألُكَ بكلِّ اسمٍ هوَ لكَ سمَّيتَ بهِ نفسَك ، أو أنزلْتَه في كتابِكَ ، أو علَّمتَه أحدًا من خلقِك ، أو استأثرتَ بهِ في علمِ الغيبِ عندَك ، أن تجعلَ القُرآنَ ربيعَ قلبي ، ونورَ صَدري ، وجلاءَ حَزَني ، وذَهابَ هَمِّي (صحيح الترغيب:1822)

ترجمہ: اے میرے اللہ! میں تیرا بندہ، تیرے بندے کا بیٹا، تیری بندی کا بیٹا، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، تیرا حکم مجھ پر جاری وساری ہے، میرے متعلق تیرا فیصلہ عدل وانصاف پر مبنی ہے۔ میں تجھ سے تیرے سب اسماءِ حسنیٰ (کے وسیلے) سے سوال کرتا ہوں جو تو نے اپنی ذات کے لئے رکھے، یا کسی کتاب میں نازل کئے، یا کسی مخلوق کو سکھائے یا اپنے پاس ہی رکھنے پسند کئے، تو قرآن کو میرے دل کی بہار اور سینے کا نور بنادے اور اسے میرے غم واندوہ کا مداوا بنا دے۔۔

جو یہ کلمات کہے کبھی اسے کوئی غم اور کوئی مایوسی لاحق نہیں ہوگی۔

(2) اللهمَّ إني أعوذُ بك منَ الهمِّ والحزَنِ ، والعَجزِ والكسلِ ، والبُخلِ والجُبنِ ، وضلَعِ الدَّينِ ، وغلبَةِ الرجالِ(صحيح البخاري:2893)

ترجمہ: اے اللہ، میں غم اور حزن سے، عاجزی اور کسل مندی سے، بخیلی اور بزدلی سے، قرض کی کثرت اور قرض داروں کے دباؤ سے تیری پناہ میں آنا چاہتا ہوں۔

(3) لا إلهَ إلا اللهُ العظيمُ الحليمُ، لا إلهَ إلا اللهُ ربُّ العرشِ العظيمِ، لا إلهَ إلا اللهُ ربُّ السماواتِ وربُّ الأرضِ، وربُّ العرشِ الكريمِ(صحيح البخاري:6346)

ترجمہ: نہیں ہے کوئی معبود برحق مگر اللہ وہ اکیلا ہے نہیں کوئی شریک اس کا، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لیے ہر تعریف، اور وہ ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے۔

نبی ﷺ اسے غم کے وقت پڑھا کرتے تھے۔

(4) اللَّهمَّ رحمتَك أَرجو فلا تَكِلني إلى نَفسِي طرفةَ عينٍ ، وأصلِح لي شَأني كلَّه لا إلَه إلَّا أنتَ(صحيح أبي داود:5090)

ترجمہ: اے اللہ میں تیری ہی رحمت کی امید کرتا ہوں، مجھے لحظہ بھر بھی میرے نفس کے سپرد نہ کر، میری مکمل حالت درست فرمادے، تیرے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں۔

BACK

اہل بیت اوران کا مقام ومرتبہ

کائنات کی سب سے افضل ہستی، سید البشر اور امام الانبیاء کے گھرانے والوں کو اہل بیت کہا جاتا ہے۔اس نسب اور خاندان سے ہونا دنیا کا سب سے بڑا اعزاز واکرام ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سے عربی وعجمی مسلمان اس اعزاز واکرام کو پانے کے لئے بغیر ثبوت کو خود کو سیدی، ہاشمی اور ساداتی لکھتے اور بتلاتے ہیں۔اہل بیت کے نام پر صرف اعزاز واکرام پانے کی بات نہیں ہے بلکہ مسلم سماج کو بڑے افسوسناک مسائل بھی درپیش ہیں، آپس میں خلفشار، تنازع، سب وشتم اور تکفیر وتذلیل کے بھیانک اثرات پائے جاتے ہیں۔میں نے اس مضمون میں اختصار کے ساتھ اہل بیت کے مقام ومرتبہ کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے، دل میں ایک چھوٹی سی نیت یہ رکھی ہے کہ لوگ اہل بیت کو جانیں اوران کو صحیح مقام دیں اوراس بابت ناصبیت ورافضیت سے پرہیز کریں۔ناصبیت کیا ہے، اہل بیت کو تکلیف پہنچانا، ان کو سب وشتم کرنا اوران کے شان میں گستاخی کرنااور رافضیت نام ہے اہل بیت کے نام پر چند افراد کی محبت میں حد سے زیادہ غلو کرنااور دیگر اہل بیت اور بہت سارے صحابہ کو لعن وطعن کرنا۔

اہل بیت کون ہیں پہلے یہ بات جان لیتے ہیں کیونکہ عوام کی اکثریت کو اہل بیت کا بھی صحیح علم نہیں ہے۔اہل بیت کا معنی گھرانے والے، اس سے مراد نبی ﷺ کے وہ جملہ اہل خانہ جن پر صدقہ حرام ہے۔ان میں آپ کی اولاد (زینب، رقیہ ،ام کلثوم اور فاطمہ)، نواسے ،نواسیاں، آپ کے چچا (حمزہ وعباس) آپ کی پھوپھی (صفیہ)، آپ کی تمام بیویاں (خدیجہ ،عائشہ ،سودہ، حفصہ ،ام سلمہ ،زینب بنت خزیمہ ،جویریہ ،صفیہ ،ام حبیبہ ، میمونہ اور زینب بنت جحش) اور بنوہاشم کے سارے مسلمان مرد وعورت شامل ہیں۔

نبی ﷺ کی بیٹیاں اہل بیت میں ہیں اس کی دلیل کی ضرورت نہیں ہے تاہم چچا بھی اہل بیت میں سے ہیں، اس کی خاص دلیل ذکر کرتا ہوں۔ نبی ﷺ کے چچا حارث کے بیٹے ربیعہ اور ربیعہ کے بیٹے عبدالمطلب جو کہ صحابی ہیں اوران سے حدیث بھی مروی ہے۔ یہ (عبدالمطلب بن ربیعہ) اور نبی ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹے فضل دونوں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہمیں مال صدقہ پر عامل ومزدور مقرر کرلیں تاکہ اس کمائی سے شادی کی

تیاری کر سکیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ الصَّدَقَةَ لا تَنْبَغِي لِآلِ مُحَمَّدٍ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ(صحیح مسلم:1072)

ترجمہ: آل محمد کے لیے صدقہ روا نہیں، یہ تو لوگوں (کے مال) کا میل کچیل ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ خیبر کے خمس میں سے نبی ﷺ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو دیا اور دوسرے قریش کو نہ دیا تو جبیر بن مطعم اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کہ آپ نے بنو مطلب کو تو مال دیا مگر ہمیں نظر انداز کر دیا جبکہ ہم اور وہ آپ سے ایک ہی درجے کی قرابت رکھتے ہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّمَا بَنُو المُطَّلِبِ، وَبَنُو هَاشِمٍ شَيْءٌ وَاحِدٌ»(صحیح البخاری:3140)

ترجمہ: بنو مطلب اور بنو ہاشم تو ایک ہی چیز ہیں۔

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے بنو شمس اور بنو نوفل کو نہیں دیا تھا۔

بنو ہاشم، بنو مطلب، بنو شمس اور بنو نوفل یہ آپس میں چار بھائی تھے مگر آپ نے صرف دو کو خمس دیا اور ان دونوں کو ایک قرار دیا، اس وجہ سے بعض اہل علم نے یہ استدلال کیا ہے کہ اہل بیت میں جن پر صدقہ حرام ہے ان میں بنو ہاشم کے ساتھ بنو مطلب بھی ہیں یعنی بنو ہاشم کی طرح بنو مطلب بھی اہل بیت میں شامل ہیں۔

مسلم شریف میں ایک روایت ہے جس سے شیعہ، عوام کو یہ دھوکہ دیتے ہیں کہ ازواج مطہرات آل بیت میں سے نہیں ہیں۔ وہ روایت اس طرح سے آئی ہے۔ فَقُلْنَا: مَنْ أَهْلُ بَيْتِهِ؟ نِسَاؤُهُ؟ قَالَ: لَا(مسلم:2408)

اس ٹکڑے کا ترجمہ کیا جاتا ہے "ہم نے کہا آل بیت کون لوگ ہیں، نبی ﷺ کی بیویاں؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں۔

اس کا اصل ترجمہ اور مفہوم اس طرح ہے کہ ہم نے ان سے پوچھا: آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ (صرف) آپ کی ازواج؟ تو انھوں نے کہا کہ (صرف آپ کی ازواج) نہیں۔ یعنی آپ ﷺ کی ازواج کے علاوہ اور دوسرے بھی آل بیت میں شامل ہیں چنانچہ صحیح مسلم میں ہی اس سے پہلے والی حدیث کے کے الفاظ ہیں۔ "فَقَالَ لَهُ حُصَيْنٌ: وَمَنْ أَهْلُ بَيْتِهِ؟ يَا زَيْدُ أَلَيْسَ نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ؟ قَالَ: نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ "یعنی اور حصین نے کہا کہ اے زید! آپ ﷺ کے اہل بیت کون سے ہیں، کیا آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اہل بیت نہیں ہیں؟ سیدنا زیدؓ نے کہا کہ

ازواج مطہرات بھی اہل بیت میں داخل ہیں۔

صحیح مسلم کی ایک اور روایت سے دھوکہ دیا جاتا ہے کہ قرآن میں مذکور اہل بیت کی تفسیر میں صرف چار لوگ ہی شامل ہیں، وہ علی، فاطمہ اور حسن و حسین ہیں۔ روایت اس طرح سے ہے: ام المؤمنین عائشہ صدیقہ ؓ کہتی ہیں:

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ، مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ، فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَأَدْخَلَهُ، ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ، ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَدْخَلَهَا، ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَأَدْخَلَهُ، ثُمَّ قَالَ: "{إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا} [الأحزاب: 33] "(صحيح مسلم:2424)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ صبح کو نکلے اور آپ ﷺ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے جس پر کجاووں کی صورتیں یا ہانڈیوں کی صورتیں بنی ہوئی تھیں۔ اتنے میں سیدنا حسن ؓ آئے تو آپ ﷺ نے ان کو اس چادر کے اندر کر لیا۔ پھر سیدنا حسین ؓ آئے تو ان کو بھی اس میں داخل کر لیا۔ پھر سیدہ فاطمۃ الزہراء ؓ آئیں تو ان کو بھی انہی کے ساتھ شامل کر لیا پھر سیدنا علی ؓ آئے تو ان کو بھی شامل کر کے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی کو دور کرے اور تم کو پاک کرے اے گھر والو"۔

اس حدیث میں چار افراد کے ذکر کا ہرگز مطلب نہیں کہ اہل بیت میں ان چار کے علاوہ دوسرے افراد شامل نہیں ہیں، آیت میں اصلا خطاب ازواج مطہرات کو ہے اس وجہ سے وہ قطعی طور پر اہل بیت میں شامل ہیں جیسا کہ اوپر صحیح مسلم کی صریح حدیث بھی گزری ہے اور بھی دیگر دلائل و شواہد ہیں کہ آپ ﷺ کی بیویاں اور چچا سب بھی اہل بیت میں ہیں ۔سیدہ عائشہ کے پاس خالد بن سعید نے صدقہ کے طور پر گائے بھیجی تو انہوں نے کہا کہ بے شک ہم آل محمد کے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: 10708)اور عباس و ربیعہ کے بیٹوں کو نبی ﷺ نے صدقہ کی کمائی سے نکاح نہ کر کے مال خمس سے نکاح کرایا تھا جس کا ذکر بھی اوپر ہو چکا ہے۔

اہل بیت کے مقام و مرتبہ کو اجاگر کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (الأحزاب:33)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والیو! تم سے وہ ہر قسم کی گندگی کو دور کردے اور تمہیں خوب پاک کردے۔

اس آیت کی روشنی میں اہل بیت خصوصا ازواج مطہرات کی پاکیزگی، اعلی فضیلت اور بلند مقام ومرتبہ کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

إنَّ اللَّهَ اصْطَفَى كِنانَةَ مِن ولَدِ إسْماعِيلَ، واصْطَفَى قُرَيْشًا مِن كِنانَةَ، واصْطَفَى مِن قُرَيْشٍ بَنِي هاشِمٍ، واصْطَفانِي مِن بَنِي هاشِمٍ.(صحيح مسلم:2276)

ترجمہ: اللہ تعالی نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ میں سے قریش کو منتخب کیا اور قریش میں سے بنوہاشم کو منتخب کیا اور بنوہاشم میں سے مجھ کو منتخب کیا۔

غدیر خم کے مقام پر اپنے خطاب میں کتاب اللہ کی ترغیب وتمسک کے بعد آپ ﷺ کا تین مرتبہ یہ کہنا بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

أُذَكِّرُكُمُ اللَّهَ في أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللَّهَ في أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللَّهَ في أَهْلِ بَيْتِي(صحيح مسلم:2408)

ترجمہ: میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں تم کو اپنے اہل بیت کے باب میں، میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں تم کو اپنے اہل بیت کے باب میں، میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں تم کو اپنے اہل بیت کے باب میں۔

صحیح مسلم میں سعد بن وقاص سے مروی ہے: وَلَمَّا نَزَلَتْ هذِهِ الآيَةُ: {فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ} دَعَا رَسولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عليه وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقالَ: اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلِي.(صحيح مسلم:2404)

ترجمہ: اور جب یہ آیت اتری «نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ» "بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو۔" (یعنی آیت مباہلہ) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو، پھر فرمایا: یااللہ! یہ میرے اہل ہیں۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے: كلُّ سَبَبٍ و نَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يومَ القيامةِ ، إلَّا سَبَبِي و نَسَبِي(السلسلة الصحيحة:2036)

ترجمہ: قیامت کے دن ہر واسطہ اور نسبی تعلق ختم ہو جائے گا البتہ میرا واسطہ اور نسبی تعلق قائم رہے گا۔

قرآن کی آیت سے بھی یہ مفہوم واضح ہوتا ہے، اللہ کا فرمان ہے: فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ (المومنون:101)

ترجمہ: پس جبکہ صور پھونک دیا جائے گا اس دن نہ تو آپس کے رشتے ہی رہیں گے، نہ آپس کی پوچھ گچھ۔

اہل بیت کے بڑے فضائل ملتے ہیں، یہ منجملہ اہل بیت سے متعلق چند فضائل تھے، اگر فرداً فرداً رسول کے اہل بیت کے فضائل بیان کئے جائیں تو کئی کتب تیار ہو جائیں گی۔ اہل علم نے الگ الگ طریقے سے فضائل بیان بھی کئے ہیں۔ محدثین نے کتب حدیث میں ناموں سے باب قائم کیا ہے جبکہ سیرت نگاروں نے الگ الگ مستقل کتابیں بھی ترتیب دی ہیں۔

بہر کیف! اہل بیت روئے زمین پر پاک ہستیوں کا نام ہے، ان کی عزت وتوقیر، ان کا احترام وتقدس اور ان سے محبت وعقیدت مسلمانوں کا جزو ایمان ہے اور جو اہل بیت میں سے کسی فرد سے بھی عداوت رکھتا ہے، وہ منافق اور ناصبی ہے۔

قالَ عَلِيٌّ: والذي فَلَقَ الحَبَّةَ، وبَرَأَ النَّسَمَةَ، إنَّه لَعَهْدُ النبيِّ الأُمِّيِّ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلَّمَ إلَيَّ: أنْ لا يُحِبَّنِي إلَّا مُؤْمِنٌ، ولا يُبْغِضَنِي إلَّا مُنافِقٌ.(صحيح مسلم:78)

ترجمہ: سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اس کی جس نے دانہ چیرا (پھر اس نے گھاس اگائی) اور جان بنائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ نہیں محبت رکھے گا مجھ سے مگر مومن اور نہیں دشمنی رکھے گا مجھ سے مگر منافق۔

یہ مضمون جس مقصد کے تحت لکھا ہوں وہ یہ ہے کہ لوگ اہل بیت کو جانیں کہ کون کون لوگ اس میں داخل ہیں پھر ان نفوس قدسیہ کی توقیر اسی طرح بجالائیں جس طرح قرآن وحدیث میں ہماری رہنمائی کی گئی ہے۔ نہ تو ان کی شان میں گستاخی کریں جس طرح نواصب وخوارج کرتے ہیں اور نہ ہی غلو کریں جس طرح شیعہ وروافض کرتے ہیں۔ امت محمدیہ میں رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل ہستی ابوبکر پھر عمر پھر عثمان ہیں جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے:

كنا نقولُ ورسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّم حَيٌّ : أفضلُ أمةِ النبيِّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّم بعدَه أبو بكرٍ، ثم عمرُ، ثم عثمانُ(صحيح أبي داود:4628)

ترجمہ: ہم کہا کرتے تھے جبکہ رسول اللہ ﷺ حیات تھے: نبی کریم ﷺ کی امت میں آپ ﷺ کے بعد سب سے افضل ابوبکر ہیں، پھر عمر اور پھر عثمانؓ۔

یہ عقیدہ نہ صرف عام صحابہ کا تھا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی یہی مانتے اور عقیدہ رکھتے تھے چنانچہ سیدنا علیؓ کے بیٹے محمد بن حنفیہ سے مروی ہے کہ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد سے دریافت کیا: أَيُّ الناسِ خيرٌ بعد رسولِ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّم ؟ قال : أبو بكرٍ، قال : قلتُ : ثُمَّ مَن ؟ قال : ثم عمرُ، قال : ثم خَشِيتُ أن أقولَ : ثُمَّ مَن فيقولُ : عثمانُ . فقلتُ : ثم أَنْتَ يا أَبَةِ ؟ قال : ما أنَا إلا رجلٌ من المسلمينَ(صحيح أبي داود:4629)

ترجمہ: رسول اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل کون ہے؟انہوں نے کہا حضرت ابو بکرؓ۔میں نے کہا: پھر کون؟ کہا حضرت عمرؓ پھر مجھے اندیشہ ہوا اگر میں نے پوچھا ان کے بعد کون ہے تو وہ کہیں گئے حضرت عثمانؓ تو میں نے از خود کہ دیا: پھر آپ ہو تو ں گئے ابا جان! وہ کہنے لگے کہ میں تو مسلمانوں میں سے ایک عام آدمی ہوں۔

شیعہ کے یہاں یہ ترتیب نہیں ہے وہ علی رضی اللہ عنہ کو ہی پہلا نمبر دیدتے ہیں اور خلفائے ثلاثہ ابو بکر و عمر و عثمان کے خلاف بدزبانی کرتے ہیں، گالیاں دیتے ہیں، اس قدر عداوت ہے کہ ان ناموں پر اپنے بچوں کا نام بھی نہیں رکھتے، اور چار لوگ (علی، فاطمہ، حسن، حسین) کے علاوہ اہل بیت میں کسی کو تسلیم نہیں کرتے۔

امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیق کی اہل بیت سے محبت دیکھیں: والذي نَفْسِي بيَدِهِ لَقَرابَةُ رَسولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ أحَبُّ إلَيَّ أنْ أصِلَ مِن قَرابَتِي(صحيح البخاري:4240)

اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے ساتھ صلہ رحمی مجھے اپنی قرابت سے صلہ رحمی سے زیادہ عزیز ہے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ، اللہ سے دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں: اللَّهُمَّ إنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إلَيْكَ بنَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ فَتَسْقِينَا، وإنَّا نَتَوَسَّلُ إلَيْكَ بعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا۔(صحيح البخاري:3710)

ترجمہ: اے اللہ پہلے ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش کی دعا کراتے تھے تو ہمیں سیر ابی عطا کرتا تھا اور اب ہم اپنے نبی کے چچا (عباس بن عبد المطلب) کے ذریعہ بارش کی دعا کرتے ہیں۔

اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا حال دیکھیں، جب وہ اپنے گھر میں محصور کر دئے گئے تو اس وقت وہاں حسن آپ کی دفاع

کے لئے تلوار کے ساتھ موجود تھے اور لڑنا چاہتے تھے مگر حضرت عثمان نے اللہ کا واسطہ دے کر انہیں اپنے گھر بھیج دیا تاکہ ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اور حضرت علی کو بھی کوئی تکلیف نہ پہنچے۔(البدایہ والنہایہ 193/11)

بلاشبہ یہ لوگ اہل بیت سے محبت کرتے اور اہل بیت بھی ان سے محبت کرتے۔ حضرت علی کے بیٹوں میں حسن و حسین کے علاوہ ابو بکر، عمر اور عثمان بھی ہیں۔ حسن و حسین کی اولاد میں بھی ابو بکر و عمر موجود ہیں بلکہ کربلا میں حسین کے ساتھ علی کے بیٹے ابو بکر و عثمان، حسن کے بیٹے ابو بکر و عمر اور حسین کے بیٹے عمر بھی شہید ہوئے۔

شیعہ کی تو بات چھوڑیں، مسلمانوں کا ایک مخصوص طبقہ بھی شیعہ کی طرح حب علی اور حب حسین میں غلو کرتا ہے اور دوسرے مسلمانوں کو بالخصوص اہل حدیث کو اہل بیت کا گستاخ کہتا ہے اور اہل حدیث علماء کو ناصبی کہہ کر پکارتا ہے۔

اہل حدیث جماعت منہج سلف پر گامزن ہے، وہ نہ غلو کرتی ہے اور نہ ہی اہل بیت، اولیاء، صالحین اور ائمہ کی شان میں گستاخی کرتی ہے۔ یہ جماعت ان لوگوں کو وہی مقام دیتی ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے دیا ہے۔

حضرت علی کا مقام ابو بکر و عمر اور عثمان کے بعد ہے، اہل حدیث وہی مقام دیتے ہیں، یہ ایک انسان تھے، انسان ہی مانتے ہیں جبکہ غلو کرنے والے علی کو مشکل کشا کہتے ہیں اور الوہیت کے مقام پر فائز کردیتے ہیں، یہ سراسر شرک ہے، ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہوجاتا ہے۔

صحیح احادیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بے شمار فضائل ہیں مگر غلو کرنے والوں نے بالخصوص روافض نے آپ کی شان میں اس قدر جھوٹی احادیث گھڑی کہ اس قدر جھوٹی احادیث کسی اور صحابی کے بارے میں نہیں گھڑی گئیں۔ اس وجہ سے فضائل علی میں ہمیں جب بھی کوئی حدیث ملے تو پہلے اس کی صحت جانیں کہ کیا یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف ہے؟

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت فاطمہ اور حسن و حسین کے بارے میں نبی ﷺ فرماتے ہیں:

إنَّ هذا ملَكٌ لم ينزلِ الأرضَ قطُّ قبلَ اللَّيلةِ استأذنَ ربَّهُ أن يسلِّمَ عليَّ ويبشِّرَني بأنَّ فاطمةَ سيِّدةُ نساءِ أَهْلِ الجنَّةِ وأنَّ الحسَنَ والحُسَيْنَ سيِّدا شبابِ أَهْلِ الجنَّةِ(صحيح الترمذي:3781)

ترجمہ: یہ ایک فرشتہ تھا جو اس رات سے پہلے زمین پر کبھی نہیں اترا تھا، اس نے اپنے رب سے مجھے سلام کرنے اور یہ بشارت دینے کی اجازت مانگی کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے جوانوں (یعنی جو دنیا میں جوان تھے ان) کے سردار ہیں۔

ماں کی طرح ان کے دونوں بیٹے بھی جنتیوں کے سردار ہیں۔ یہ بہت بڑی فضیلت ہے۔ نیز ہمیں یہ بھی دھیان میں رکھنا چاہیئے کہ پیغمبر ﷺ نے مسلمانوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اور حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے محبت کی ترغیب دی ہے۔ حب علی والی حدیث اوپر گزر چکی ہے، فاطمہ سے متعلق آپ کا ارشاد گرامی ہے: إنَّما فَاطِمةُ بَضعَةٌ منِّي يؤذيني ما آذَاها وينصِبني ما أنصبَها(صحيح الترمذي:3869)

ترجمہ: فاطمہ میرے جسم کا ٹکرا ہے، مجھے تکلیف دیتی ہے وہ چیز جو اسے تکلیف دیتی ہے، اور «تعب» میں ڈالتی ہے مجھے وہ چیز جو اسے «تعب» میں ڈالتی ہے۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں ایک رات کسی ضرورت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تو آپ ایک ایسی چیز لپیٹے ہوئے تھے جسے میں نہیں جان پا رہا تھا کہ کیا ہے، پھر جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہوا تو میں نے عرض کیا: یہ کیا ہے جس کو آپ لپیٹے ہوئے ہیں؟ تو آپ نے اسے کھولا تو وہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کولہے سے چپکے ہوئے تھے، پھر آپ نے فرمایا:

هذانِ ابناي وابنا ابنتيَ ، اللَّهمَّ إنِّي أحبُّهما فأحبَّهما وأحبَّ مَن يحبُّهما(صحيح الترمذي:3769)

ترجمہ: یہ دونوں میرے بیٹے اور میرے نواسے ہیں، اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت کر اور اس سے بھی محبت کر جو ان سے محبت کرے۔

ان چاروں (علی، فاطمہ، حسن، حسین) سے جس طرح ہم محبت کریں گے اسی طرح اہل بیت کے دیگر افراد سے بھی محبت کرنا ایمان کہلائے گا۔ ایسا نہیں ہے کہ ان سے محبت کے اظہار میں زمین و آسمان کی قلابیں ملادیں اور فاطمہ کے علاوہ دیگر بنات رسول، امہات المومنین اور بنوہاشم وبنو مطلب کے دیگر مسلمان کے لئے دل میں تنگی محسوس کریں۔

اور آج ایسا ہی ہورہا ہے روافض ام المومنین سیدہ عائشہ کو گندی گالیاں دیتے ہیں فاطمہ کے علاوہ دوسری بنات رسول کی توہین کرتے ہیں، ابوبکر وعمر وعثان اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین پر لعن وطعن کرتے ہیں، ان سے متاثر

ہو کر بہت سارے مسلمان بھی اہل بیت کی آڑ میں صحابہ کرام کو نشانہ بناتے ہیں۔ان کے بارے میں نازیبا اور گستاخانہ کلمات استعمال کرتے ہیں۔اللہ تعالی تمام صحابہ سے راضی ہو گیا تو ہمیں بھی تمام صحابہ سے محبت کرنا چاہئے خواہ اہل بیت میں سے ہوں یا نہیں ہوں۔

صحابہ سے محبت کرنا ایمان کی علامت و پہچان ہے اور انہیں گالی دینے والا اللہ کی لعنت کا مستحق ہے،انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:آيَةُ الإيمانِ حُبُّ الأنْصارِ، وآيَةُ النِّفاقِ بُغْضُ الأنْصارِ.(صحيح البخاري:17)

ترجمہ:انصار سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے اور انصار سے کینہ رکھنا نفاق کی نشانی ہے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تسبوا أصحابي ، فوالذي نفسي بيدِه ، لو أنفقَ أحدُكم مثلَ أُحُدٍ ذهبًا ما بلغَ مدَّ أحدِهم ولا نَصِيفَه(صحيح أبي داود:4658)

ترجمہ:میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو،اس ذات کی قسم!جس کے ہاتھ میں میری جان ہے،اگر تم میں سے کوئی احد (پہاڑ) کے برابر سونا خرچ کر دے تو وہ ان کے ایک مد یا نصف مد کے برابر بھی نہ ہو گا۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے:لعَنَ اللهُ مَنْ سبَّ أصحابِي(صحيح الجامع:5111)

ترجمہ:اللہ تعالی کی لعنت ہو اس شخص پر جو میرے صحابہ کو بُرا بھلا کہے۔

کربلا ایک حادثہ ہے،بلاشبہ حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے لعنت کے مستحق ہیں مگر بغیر ثبوت کے اور تخصیص کر کے کسی مسلمان پر لعنت بھیجنا روا نہیں ہے،یزید ایک مسلمان تھا،اس پر بھی لعنت نہیں بھیجیں گے کیونکہ وہ قاتل تھا یا حسین کے قتل کا کسی کو حکم دیا تھا ایسا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ہاں اس طرح لعنت بھیج سکتے ہیں کہ قاتلوں پر اللہ کی لعنت ہو،ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔

اس سلسلے میں آخری بات یہ ہے کہ بہت سارے مسلمان بغیر ثبوت کے خود کو ہاشمی گردانتے ہیں اور اہل بیت سے ہونے کا دعوی کرتے ہیں وہ لوگ بڑی جرات دکھاتے ہیں،انہیں نبی ﷺ کے اس فرمان سے سبق لینا چاہئے۔ابوذر رضی

اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے: مَنِ ادَّعَى قَوْمًا ليسَ له فيهم، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.(صحيح البخاري:3508)

ترجمہ: جس شخص نے بھی اپنا نسب کسی ایسی قوم سے ملایا جس سے اس کا کوئی (نسبی) تعلق نہیں ہے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

BACK

اللہ کی صفت رحمن ورحیم میں فرق

اللہ کے اسمائے حسنی میں سے دو صفاتی نام رحمن اور رحیم ہیں۔ یہ دونوں کلمے عربی مادہ "رحم" سے مشتق اور مبالغہ کے صیغے ہیں اس لئے دونوں کے معنی میں کثرت ووحدت پایا جاتا ہے، وہ ہے بہت مہربان یا نہایت رحم کرنے والا۔ عربی قواعد کے اعتبار سے رحمن فعلان کے وزن پر وسعت رحمت پر دلالت کرتا ہے اور رحیم فعیل کے زون پر ایصال رحمت یعنی مخلوق تک رحم پہنچانے پر دلالت کرتا ہے۔

قرآن وحدیث کے دلائل سے واضح ہے کہ اللہ تعالی جس طرح دنیا میں مومنوں پر مہربان ہے اسی طرح کافروں اور عاصی ونافرن پر بھی مہربان ہے بلکہ وہ تو کائنات کی ساری مخلوقات پر از حد مہربان ہے۔ یہ بات تجربات ومشاہدات سے بھی واضح ہے۔ اگر اللہ کی مہربانی عام نہیں ہوتی تو کافروں، ملحدوں، مشرکوں، نافرمانوں، عاصیوں اور ظالموں کو کبھی رزق نہیں ملتا، انہیں کبھی دنیاوی سکون میسر نہیں ہوتا، انہیں اللہ کی نعمتوں مثلا سورج، چاند، ستارے، زمین، پانی، ہوا وغیرہ سے فائدہ اٹھانے کا کوئی حق نہیں ہوتا بلکہ یہ کہہ لیں انہیں سانس لینے کا بھی حق نہیں پہنچتا لیکن چونکہ یہ بھی اللہ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں اس وجہ سے اللہ کی دنیاوی نعمتوں سے فائدہ اٹھانا اللہ کی مہربانی عام ہونے کی دلیل ہے۔

بعض علماء کے نام سے یہ قول مشہور ہے کہ رحمن کی صفت عام ہے جس میں مومن وکافر دونوں شامل ہیں جبکہ رحیم کی صفت خاص ہے جو آخرت میں مومنوں کے لئے ہے اس لئے بعض لوگ اس طرح اللہ سے دعا کرتے ہیں: "یارحمن الدنیاویارحیم الآخرۃ"۔(اے دنیا کے رحمن اور اے آخرت کے رحیم)

بعض علماء کا یہ قول دلیل کی روشنی میں کمزور معلوم ہوتا ہے کیونکہ رحمن ورحیم دونوں ایک ہی مادے سے بنے، بہت مہربان کے معنی میں ہیں اور یہ دونوں صفتیں عام ہیں جن میں مومن وکافر شامل ہیں۔

قرآن میں رحمن ورحیم متعدد بار آیا ہے، بعض مقامات پر رحمن مومنوں کے لئے استعمال ہوا ہے تو بعض مقامات پر رحیم مومنوں کے لئے آیا ہے اور بعض مقامات پر یہ الفاظ عام ہیں جن کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ رحمن ورحیم دونوں کلمے

مہربانی کے معنی میں سارے بندوں (مومن وکافر) کے لئے عام ہیں جیسا کہ اوپر تجربات ومشاہدات کا بھی ذکر کیا گیا۔

چونکہ رحیم کے متعلق یہ قول ذکر کیا جاتا ہے کہ یہ مومنوں کے لئے آخرت میں خاص ہے اس لئے رحیم کے تعلق سے بعض دلائل ذکر کئے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کافروں پر بھی رحیم (مہربان) ہے۔

(1) ایک بات تو یہ ہے کہ رحمن رحمت سے بھرا ہوا اسم یعنی نام ہے اور رحیم ایصال رحمت یعنی بندوں تک رحمت پہنچانا فعل (کام) ہے تو بندوں تک اللہ کی مہربانی کا فیض رحمن ورحیم دونوں صفت سے جاری ہوتا ہے۔

(2) مشاہدات اپنی جگہ کہ اللہ کافروں کو بھی اپنی رحمت سے نوازتا ہے اور یہ نوازنا فعل ہے جو صفت رحیمی سے صدور ہوتا ہے۔

(3) نبی ﷺ نے ہرقل، بادشاہ روم کو خط لکھا تھا اس کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی لکھا جو اللہ کی مہربانی ہر خاص وعام کے لئے شامل ہونے پر دال ہے۔ (دلیل کے لئے بخاری میں ہرقل کے نام خط دیکھیں)۔

(4) صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اولا بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے کا حکم دیا تھا مگر صلح کرنے والے کے انکار کی وجہ سے نہیں لکھا گیا۔

(5) اسی طرح سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کو خط لکھا تو شروع میں لکھا " إِنَّهُ مِن سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ (النمل:30) "

(6) قرآن میں بعض مقامات پر رحیم کا لفظ آیا ہے جو عام ہے۔ مثلا

اللہ کا فرمان ہے : وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ (البقرة:163)

ترجمہ: تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ بہت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

اللہ کا فرمان ہے : نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (الحجر:49)

ترجمہ: میرے بندوں کو خبر دیدو کہ میں بہت ہی بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہوں۔

اللہ کا فرمان ہے: قُلْ أَنزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا (الفرقان:6)

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اسے تو اس اللہ نے اتارا ہے جو آسمان وزمین کی تمام پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے بیشک وہ بڑا ہی بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

اس آیت میں اللہ نے نبی ﷺ کو خطاب کیا کہ کافروں کو بتلادیں کہ یہ قرآن زمین وآسمان کا بھید جاننے والے کی طرف سے ہے جو بہت معاف کرنے والا بڑامہربان ہے۔

اللہ کافرمان ہے: ۚ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ (البقرة:143)

ترجمہ:اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ شفقت اور بہت مہربانی کرنے والا ہے۔

یہ آیت تو کھلی دلیل ہے کہ اللہ تمام لوگوں کے لئے رحیم (مہربان) ہے کیونکہ یہاں انسان کا لفظ آیا ہے جو سارے لوگوں کے لئے عام ہے،اس طرح یہ آیت فیصلہ کن ہے کہ اللہ کی صفت رحیمی مومن وکافر سارے لوگوں کے لئے عام ہے۔

(7)احادیث سے بھی بہت سارے دلائل ملتے ہیں کہ صفت رحیمی،رحمن کی طرح ہی عام ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

بخاری ومسلم میں ہے ایک عورت اپنے بچے کو سینے سے چمٹائے ہوئے دودھ پلارہی تھی،اسے دیکھ کر نبی ﷺ نے فرمایا:

لَلّهُ أرحَمُ بعبادِه من هذه بولَدِها .(صحيح البخاري:5999، صحيح مسلم:2754)

ترجمہ: اللہ اپنے بندوں پراس سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہے جتنا یہ عورت اپنے بچہ پر مہربان ہوسکتی ہے۔

یہ لفظ ارحم اسم تفضیل کا صیغہ ہے جس میں زیادتی کا معنی پایاجاتاہے اوراسے مادہ سے بناہے جس سے رحمن ورحیم بناہے ،نیز عباد کا لفظ عام ہے جس میں مومن وکافر دونوں شامل ہیں۔اس معنی کی اور بھی روایت ہے۔ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے رحمن ورحیم کے فرق سے متعلق لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے رحمن کو رحمت عامہ اور رحیم کو رحمت خاصہ مومنوں کے ساتھ کہاہے مگر جو معنی میں نے پہلے بیان کیاہے وہی بہتر واولی ہے۔(شرح عقیدہ الواسطیۃ:1/ 22)

یہاں ایک بات اور بھی جان لینے کی ہے کہ مومنوں پراللہ تعالیٰ دنیاوآخرت دونوں جہاں میں خاص مہربان ہے یعنی کافر اللہ کے خاص فضل وکرم سے محروم ہے۔قرآن کی مندرجہ ذیل آیت اس پردال ہے۔

اللہ تعالیٰ مجاہد کا مرتبہ واجر بیان کرتے ہوئے فرماتاہے: دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (النساء:96)

ترجمہ: اپنی طرف سے مرتبے کی بھی اور بخشش کی بھی اور رحمت کی بھی اور اللہ تعالی بخشش کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالی آخرت میں مومن کی نعمت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ (فصلت:32)

ترجمہ: غفور ور حیم (معبود) کی طرف سے یہ سب کچھ بطور مہمانی کے ہے۔

اللہ تعالی جس طرح دنیا میں رحمن ور حیم ہے ویسے ہی آخرت میں بھی رحمن ور حیم ہے، کفار کو عذاب دینا ان کے اپنے ظلم و کفر کے سبب ہے جس کا انہوں نے حق آنے کے بعد جان بوجھ کر ارتکاب کیا اور کفر و عصیان پر عذاب دینا اللہ کی صفت رحمانی ور حیمی کے خلاف نہیں ہے بلکہ عدل وانصاف کے عین مطابق ہے۔

BACK

جب نبی پر سحر کیا گیا تھا تو آپ ﷺ کو مسحور کہنے والا ظالم کیوں؟

کیسے ہیں شیخ ایک مسئلہ ہے وہ یہ کہ قرآن کے سورہ الفرقان آیت نمبر 8 میں ہے اور ان ظالموں نے کہا کہ تم ایسے آدمی کی تابعداری کر رہے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے اور دوسری جگہ بنی اسرائیل آیت نمبر 47 میں ہے کہ جب کہ یہ ظالم کہتے ہیں کہ تم اسکی تابعداری کرتے ہو جن پر جادو کر دیا گیا ہے سوال یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کا الزام لگانے والوں کو ظالم کہا تو پھر بخاری اور مسلم شریف کے ان احادیث کا کیا ہوگا جن میں یہ کہا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کیا گیا تھا ۔ ظاہری طور پر تو قرآنی آیات اور صحیح احادیث میں میں تعارض نظر آرہا ہے اسکی تطبیق کی کیا صورت ہوگی براے مہربانی مفصل جواب دیں ۔ جزاک اللہ خیرا کثیرا

سائل: محمد کامل،بتیا-مغربی چمپارن—بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ بات صحیح ہے کہ آپ ﷺ کو مسحور کہنے والوں کو دو مقامات پر ظالم کہا گیا ہے اور وہ ظالم مشرکین ہیں، وہ دو آیتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

1- اللہ کا فرمان ہے : نَّحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُونَ بِهِ إِذْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ وَإِذْ هُمْ نَجْوَىٰ إِذْ يَقُولُ الظَّالِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا (الاسراء:47)

ترجمہ: جس غرض سے وہ لوگ اسے سنتے ہیں ان (کی نیتوں) سے ہم خوب آگاہ ہیں، جب یہ آپ کی طرف کان لگائے ہوئے ہوتے ہیں تب بھی اور جب یہ مشورہ کرتے ہیں تب بھی جب کہ یہ ظالم کہتے ہیں کہ تم اس کی تابعداری میں لگے ہوئے ہو جن پر جادو کر دیا گیا ہے۔

2- اللہ کا فرمان ہے : أَوْ يُلْقَىٰ إِلَيْهِ كَنزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا ۚ وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا (الفرقان:8)

ترجمہ: یا اس کے پاس کوئی خزانہ ہی ڈال دیا جاتا یا اس کا کوئی باغ ہی ہوتا جس میں سے یہ کھاتا اور ان ظالموں نے کہا کہ تم ایسے آدمی کے پیچھے ہو لئے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے۔

اور یہ بات بھی صحیح ہے کہ نبی ﷺ پر سحر کیا گیا تھا، صحیح بخاری میں مذکور ہے:

سحَر رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم رجلٌ من بني زُرَيقٍ، يُقالُ له لَبيدُ بنُ الأعصَمِ، حتى كان رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم يُخَيَّلُ إليه أنه يَفعَلُ الشيءَ وما فعَله(صحيح البخاري:5763)

ترجمہ: بنی زریق کے ایک شخص لبید بن اعصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کر دیا تھااور اس کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کے متعلق خیال کرتے کہ آپ نے وہ کام کر لیا ہے حالانکہ آپ نے وہ کام نہ کیا ہوتا۔

اور مسلم شریف میں بھی اس جادو کا ذکر ہے:

سحر رسول الله صلى الله عليه وسلم يهودي من يهود بني زريق . يقال له : لبيد بن الأعصم . قالت : حتى كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يخيل إليه أنه يفعل الشيء ، وما يفعله .(صحيح مسلم:2189)

ترجمہ: بنی زریق کے ایک یہودی جسے لبید بن اعصم کہا جاتا ہے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کر دیا تھااور اس کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کے متعلق خیال کرتے کہ آپ نے وہ کام کر لیا ہے حالانکہ آپ نے وہ کام نہ کیا ہوتا۔

گویا اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو ہوا تھا، اس جادو کا اثر بھی مذکور ہے کہ کسی کام کے متعلق آپ کا خیال ہوتا کہ کر لیا ہوں مگر اسے انجام نہیں دئے ہوتے تھے۔ بخاری شریف کی دوسری روایت میں ہے: كان رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم سُحِرَ، حتى كان يَرى أنه يأتي النساءَ ولا يأتيهِنَّ(صحيح البخاري:5765)

ترجمہ: نبی ﷺ پر جادو کیا گیا تھا جس کا اثر یہ تھا کہ آپ یہ سمجھتے کہ آپ ﷺ اپنی بیویوں کے پاس آتے ہیں، حالانکہ آپ آتے نہ تھے۔

بخاری و مسلم کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں بھی آپ ﷺ پر جادو کئے جانے کا ذکر ہے، یہاں یہ بات جان لینی چاہئے کہ الحمدللہ جادو کا آپ ﷺ پر جسمانی اور عقلی کوئی اثر نہیں تھا اس لئے عبادت کی انجام دہی یا رسالت کی تبلیغ پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ اللہ تعالی آپ کا محافظ و نگراں تھا، فرمان الہی ہے:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (المائدۃ:67)

ترجمہ: اے رسول جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی اور آپ کو اللہ تعالیٰ لوگوں سے بچالے گا بے شک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

بعض لوگوں کا شبہ ہے کہ مذکورہ مسحور والی قرآنی آیات اور صحیحین کی حدیث کے درمیان تعارض نظر آرہا ہے حالانکہ دونوں میں کوئی تعارض و ٹکراؤ نہیں ہے کیونکہ قرآن کی دونوں آیات مکی ہیں یعنی مکہ میں نازل ہوئیں اور صحیحین کی روایات مدینے کی ہیں یعنی آپ ﷺ پر مدینے میں جادو کیا گیا تھا نہ کہ مکہ میں۔ اس لحاظ سے مکے کے سحر کا مدینے کے سحر سے کوئی تعلق ہی نہیں بنتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ مکہ کے مشرکین آپ ﷺ کو مختلف طعنے دیا کرتے تھے تاکہ آپ کو اور آپ کے اصحاب کو تکلیف پہنچے اور دوسرے لوگوں کو آپ کی باتوں کو سننے اور ماننے سے روکا جاسکے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کو مسحور کے علاوہ ساحر، مجنوں اور کاہن بھی کہا گیا۔ یہ سارے الفاظ یونہی بطور طنز کہا کرتے تھے اور آپ ﷺ کی ان الفاظ کے ساتھ لوگوں کے سامنے مثال بیان کرتے تھے جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل کی اگلی آیت میں مسحور کے بعد اللہ تعالی نے ذکر کیا:

انظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا (الاسراء :48)

ترجمہ: دیکھیں تو سہی، آپ کے لئے کیا کیا مثالیں بیان کرتے ہیں، پس وہ بہک رہے ہیں، اب تو راہ پانا ان کے بس میں نہیں رہا۔

یہ کوئی نیا معاملہ نہیں ہے، اس طرح سے پیغمبروں کی شان میں پہلے بھی کافروں نے ایسا معاملہ کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کے متعلق فرعون کا قول ذکر کیا ہے:

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۖ فَاسْأَلْ بَنِي إِسْرَائِيلَ إِذْ جَاءَهُمْ فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا مُوسَىٰ مَسْحُورًا (الاسراء:101)

ترجمہ: ہم نے موسیٰ کو نو معجزے بالکل صاف صاف عطا فرمائے، تو خود ہی بنی اسرائیل سے پوچھ لے کہ جب وہ ان کے پاس پہنچے تو فرعون بولا کہ اے موسیٰ! میرے خیال میں تجھ پر جادو کر دیا گیا ہے۔

دیکھیں یہاں بھی موسی علیہ السلام کو مسحور کہا گیا ہے،الفاظ قابل غور ہیں "انی لاظنک" میں تمہارے بارے میں گمان کرتا ہوں یعنی یہ فرعون اور اس جیسے کافروں کا گمان ہے کہ پیغمبر مسحور (جادو کئے ہوئے) ہوتے ہیں۔ نبی ﷺ کے متعلق بھی مشرکوں کا یہی گمان تھا۔

مکہ کے مشرکوں کے باطل گمان کا مدینے میں آپ ﷺ پر ہوئے جادو سے قطعا کوئی تعلق نہیں ہے۔جب کافروں نے آپ ﷺ کو ساحر اور مسحور کہا اس وقت آپ پر جادو ہوا ہی نہیں تھا اور جب آپ ﷺ پر مدینے میں جادو کا اثر ہوا تو اس جادو جادو گر نے آپ کو کچھ نہیں نقصان پہنچا سکا۔آپ کو جسمانی کوئی تکلیف نہیں ہوئی اور نہ ہی آپ ﷺ کی عقل میں ذرہ برابر فتور آیا جو مسحور کی علامت ہوتی ہے۔آپ جوں کے توں تھے،بس معمولی اثر تھا جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ مشرکوں اور کافروں نے تو آپ ﷺ کو مسحور قرآن کی وجہ سے کہا تھا نہ کہ سحر کی کسی بات کی وجہ سے جیسا کہ آیت کا یہ ٹکڑا" نَّحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا یَسۡتَمِعُوۡنَ بِہٖۤ اِذۡ یَسۡتَمِعُوۡنَ اِلَیۡکَ۔"(جس غرض سے وہ لوگ اسے سنتے ہیں ان (کی نیتوں) سے ہم خوب آگاہ ہیں،جب یہ آپ کی طرف کان لگائے ہوئے ہوتے ہیں) بتلاتا ہے کہ یہ لوگ آپ سے قرآن سنتے اور سن کر جب واپس ہوتے تو کہتے یہ تو ساحر ہے،یہ تو مسحور ہے ۔اللہ نے مشرکوں کو ظالم قرار دیا کیونکہ انہوں نے سچے پیغمبر پر تہمت لگایا اور جو حق بات لوگوں کو بتلاتے تھے انہیں مسحور کہا۔ ظلم کہتے ہیں: وضع الشی فی غیر محلہ یعنی کسی چیز کو اس کی اصل جگہ میں نہ رکھ کر دوسری جگہ رکھنا۔مشرکوں نے مسحور کا لفظ ایسی جگہ استعمال کیا جو صحیح نہیں تھی اس وجہ یہ ظالم قرار پائے۔اللہ تعالی جو بھی کہتا ہے حق کہتا ہے۔فرمان رب العالمین ہے:

وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ (الاحزاب:4)

ترجمہ:اللہ تعالی حق بات کہتا ہے اور سیدھی رات سمجھاتا ہے۔

BACK

عیسی علیہ السلام کا نزول اور شریعت محمدیہ کی پاسداری

قرآن و حدیث کے متعدد نصوص سے پتہ چلتا ہے کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا ہے۔آپ ہی اللہ کی طرف سے آخری نبی ہیں۔جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (الأحزاب : 40)

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین (آخری نبی) ہیں۔

عیسی علیہ السلام کی رسالت اپنے زمانے تک تھی جو کہ ختم ہوگئی، قرآن آتے ہی پچھلے ساری شریعتوں کو ملغی کردیا۔خود عیسی علیہ السلام اس بات کی بشارت دے کر گئے کہ میری رسالت ختم ہونے کے بعد احمد (ﷺ) کو رسالت ملے گی۔قرآن نے اس بات کو یوں بیان کیا ہے:

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ۔(الصف:6)

ترجمہ: اور جب مریم کے بیٹے عیسی نے کہا اے (میری قوم) بنی اسرائیل! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ مجھ سے پہلے کی کتاب تورات کی میں تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں تمہیں خوشخبری سنانے والا ہوں جن کا نام احمد ہے۔پھر جب وہ انکے پاس کھلی دلیلیں لائے تو یہ کہنے لگے، یہ تو کھلا جادو ہے۔

نبی ﷺ کی آمد سے عیسی علیہ السلام کی رسالت ختم ہوگئی اور تاقیام قیامت محمد ﷺ کی ہی رسالت چلے گی۔گویا جب عیسی علیہ السلام قرب قیامت میں نازل ہوں گے تو آپ شریعت محمدیہ کے پیروکار ہوں گے اور اسی کے مطابق فیصلہ کریں گے۔یہ باتیں مذکورہ بالا آیات سے بھی مترشح ہیں، نیز اس کے علاوہ بہت سے واضح اور صریح نصوص بھی ہیں۔

مزید چند دلائل دیکھیں:

(1) والذي نفسي بيدِه ، ليُوشكنَّ أن ينزلَ فيكم ابنُ مريمَ حكمًا مقسطًا ، فيكسرُ الصليبَ ، ويقتلُ الخنزيرَ ، ويضعُ الجزيةَ ، ويفيضُ المالُ حتى لا يقبلَه أحدٌ(صحيح البخاري: 2222)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ- میں میری جان ہے، عنقریب تمہارے مابین عیسی بن مریم حاکم وعادل بن کر نزول فرمائیں گے، صلیب توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ ختم کریں گے، اور مال کی اتنی فراوانی ہوگی کہ کوئی لینے والا نہ ہوگا۔

یہ حدیث بتلاتی ہے کہ عیسی بن مریم کا نزول بطور عادل حاکم ہوگا نہ کہ نبی ورسول کے۔

(2) والذي نفسي بيده لو أن موسى صلى الله عليه وسلم كان حيا ما وسعه إلا أن يتبعني(رواه أحمد 387/3)

ترجمہ: نبی ﷺ کا فرمان ہے: قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر موسی بھی زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہوتا۔

☆اس حدیث کو شیخ البانی نے حسن قرار دیا ہے۔(ارواء الغلیل:1589)

یہ حدیث بتلاتی ہے کہ موسی ہو یا عیسی جو بھی آپ کے عہد رسالت میں رہیں گے انہیں آپ کی ہی پیروی کرنی ہوگی۔

(3) لو كانَ بَعدي نبيٌّ لَكانَ عُمَرُ بنُ الخطَّابِ(صحيح الترمذي: 3686)

ترجمہ: نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا۔

یہ حدیث نام کے ساتھ بتلاتی ہے کہ اگر کوئی محمد ﷺ کے بعد نبی ہوتا تو عیسی بن مریم نہیں بلکہ عمر بن خطاب ہوتا۔

(4) لا تَزالُ طائفةٌ من أُمَّتي يُقاتِلونَ على الحقِّ ظاهِرينَ إلى يومِ القيامَةِ. قال، فيَنْزِلُ عيسَى ابنُ مَريَمَ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم فيقولُ أميرُهُم: تَعالَ صَلِّ لنا . فيقول : لا . إن بَعضَكُم علَى بعضٍ أُمَراءُ. تَكرِمَةَ اللهِ هذه الأُمَّةَ(صحيح مسلم: 156)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہتے ہوئے قتال کرتا رہے گا، وہ قیامت کے دن تک غالب رہیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر عیسی بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم نازل ہونگے، تو اس وقت کا امیر کہے گا: آگے بڑھیں اور ہمیں نماز پڑھائیں۔ تو عیسی علیہ السلام کہیں گے: نہیں، تم خود ہی آپس میں ایک دوسرے پر امیر ہو، یہ اللہ تعالی نے اس امت کو شان بخشی ہے۔

یہ حدیث بتلاتی ہے کہ عیسی بن مریم کی موجودگی میں بھی پہلے سے متعلق امام امامت کرائیں گے جو کہ اس امت (امت سے مراد بنواسرائیل نہیں، امت محمدیہ ہے) کے لئے اللہ کی طرف سے فضیلت ہے۔

اسی معنی کی شیخین کی تخریج کردہ ایک روایت اس طرح سے ہے۔

كيف أنتم إذا نزل ابنُ مريمَ فيكم ، وإمامُكم منكم .(صحيح البخاري:3449 ، صحيح مسلم:155)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہاری کیا کیفیت ہوگی جب ابن مریم تمہارے درمیان اتریں گے ،اور تمہاراامام تم ہی میں سے ہوگا۔

مذکورہ تمام دلائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عیسی علیہ السلام بطور امتی (امت محمدیہ میں سے) عادل حکمراں بن کر نازل ہوں گے اور شریعت محمدیہ کا پابند ہو کر فیصلہ کریں گے۔آپ کسی نومولود فرقے کی نسبت اور کسی معین امام کی تقلید سے پاک ہوں گے۔

BACK

اللہ کے اسمائے حسنیٰ اور ان کی معرفت و قواعد

شرعی علوم کی معرفت میں اللہ کی معرفت سب سے بنیادی اور شرف و عظمت والی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔ فرمان الہی ہے: فاعلم انہ لاالہ الا اللہ (محمد: 19) یعنی اس بات کی معرفت حاصل کرو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

اللہ کی معرفت کے ذریعہ ہی اس کائنات کی تخلیق اور اس کا مقصد معلوم ہوتا ہے، ساتھ ہی ہمیں اس معرفت سے اپنی حقیقت اور اپنی زندگانی کے حقائق و معارف سے آگاہی ملتی ہے۔ اللہ کی معرفت کا سب سے بڑا فائدہ دنیا و آخرت کی کامیابی ہے اس لئے جو لوگ اللہ کی معرفت نہیں حاصل کرتے وہ نہ صرف دونوں جہان کی سعادت سے محروم ہیں بلکہ ہر قسم کی ذلت و رسوائی کے مستحق بھی ہیں۔

اللہ کی معرفت میں اس کے اسمائے حسنیٰ کی معرفت شامل ہے۔ اسمائے حسنیٰ کہتے ہیں اللہ رب العالمین کے وہ پیارے نام جو اس نے اپنے لئے پسند فرمائے ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے:

وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (الاعراف: 180)

ترجمہ: اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کیلئے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں ان لوگوں کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی۔

اس آیت میں جہاں اللہ کو ہی پکارنے کا حکم ہوا ہے وہیں یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اس کے اسمائے حسنیٰ کا علم حاصل کریں جن کے ذریعہ ہمیں اسے پکارنا ہے۔ اور یہ جان لیں کہ اسماء وصفات توحید کی ایک قسم ہے جس کا علم توحید الوہیت اور توحید ربوبیت کے ساتھ ساتھ ضروری ہے۔

یہاں اسماء وصفات کے باب میں بنیادی طور پر یہ بات جان لیں کہ اللہ کے اسماء وصفات میں اسے یکتا مانا جائے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم یہ اعتقاد رکھیں کہ اللہ کے اسماء وصفات کی کوئی مثال نہیں یعنی جس طرح سے یہ اسماء وصفات کتاب و سنت میں وارد ہیں انہیں بغیر تحریف، تعطیل، تمثیل اور تکییف کے تسلیم کیا جائے۔

تحریف کہتے ہیں: اسماء وصفات کے جو معانی کتاب وسنت سے معلوم ہوتے ہیں انہیں معانی پر محمول کیا جائے، حقیقی معانی سے ہٹ کر دوسرا معنی بیان کرنا جس کی کوئی دلیل نہیں ہے تحریف میں داخل ہوگا۔

تعطیل: جو بھی اسماء وصفات اللہ کے لئے ثابت ہیں ان میں سے کسی اسم یا صفت کا انکار کرنا تعطیل کے زمرے میں آتا ہے۔

تمثیل: اللہ کی صفات کو مخلوق کی صفات سے مثال بیان کرنا تمثیل ہے۔

تکییف: اللہ کی صفات کی کیفیت بیان کرنا تکییف ہے۔ جس طرح اسماء وصفات میں تحریف وتعطیل کرنا منع ہے ویسے ہی صفات کی مثال اور اس کی کیفیت بیان کرنا بھی منع ہے۔

ایک امر کی وضاحت:

ہمارے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ کے اسمائے حسنی کون کون سے ہیں تاکہ ان کی معرفت حاصل کی جائے چنانچہ بخاری ومسلم کی روایت میں ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِنَّ لِلَّهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً إِلا وَاحِدًا مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ .(صحيح البخاري :2736 وصحيح مسلم :2677)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ تعالی کے ننانوے یعنی ایک کم سونام جس نے یاد کئے جنت میں داخل ہو جائے گا۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے ننانوے نام ہیں اور ایک دوسری حدیث میں جو ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ میں موجود ہے ان ننانوے ناموں کی تفصیل مذکور ہے مگر وہ ضعیف ہے۔ اللہ کے صرف ننانوے نام نہیں بلکہ لاتعداد ہیں جن میں سے کچھ ہم جانتے ہیں جن کا بیان کتاب وسنت میں ہوا ہے اور بہت کچھ نہیں جانتے ہیں جنہیں اللہ تعالی نے ہمیں نہیں بتلایا ہے۔ اس بات کی دلیل غم کے ازالے سے متعلق اس دعا میں ہے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ ، وَابْنُ عَبْدِكَ ، وَابْنُ أَمَتِكَ ، نَاصِيَتِي بِيَدِكَ ، مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ ، عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ ، أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ ، أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ ، أَوْ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ ، أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيعَ قَلْبِي ، وَنُورَ صَدْرِي ، وَجِلَاءَ حُزْنِي ، وَذَهَابَ هَمِّي(السلسلة الصحيحة: 199)

ترجمہ: یااللہ! میں تیرا بندہ ہوں،اور تیرے بندے اور باندی کا بیٹا ہوں میری پیشانی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، میری ذات پر تیرا ہی کا حکم چلتا ہے، میری ذات کے متعلق تیرا فیصلہ سراپا عدل وانصاف ہے، میں تجھے تیرے ہر اس نام کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ جو توں نے اپنے لیے خود تجویز کیا، یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو وہ نام سکھایا، یا اپنی کتاب میں نازل فرمایا، یا اپنے پاس علم غیب میں ہی اسے محفوظ رکھا، کہ تو قرآن کریم کو میرے دل کی بہار، سینے کا نور، غموں کیلئے باعث کشادگی اور پریشانیوں کیلئے دوری کا ذریعہ بنادے۔

بخاری ومسلم میں ننانوے کے حصر کا معنی جیسا کہ ابن القیم رحمہ اللہ نے لکھاہے کہ ان اسماء کو حفظ کیا جائے، ان کے معانی جانے جائیں، ان کا تقاضہ پورا کیا جائے اور ان کے ذریعہ اللہ تعالی سے دعا کی جائے۔

اسمائے حسنی کے قواعد وضوابط

اب یہاں چند قواعد وضوابط بیان کئے جاتے ہیں جن سے اسمائے حسنی کی تعیین ہوتی ہے۔

(1) اسمائے حسنی توقیفی ہیں اس لئے جو کتاب وسنت سے صراحۃ ثابت ہیں انہیں نام کو اسمائے حسنی کے طور بیان کیا جائے گا۔

(2) جو اسماء نقص وعیب سے بالکل پاک ہوں، اس لئے العاجز، الخائن وغیرہ اسمائے حسنی نہیں۔

(3) کچھ اسماء خاص پس منظر اور اخبار کے طور پر وارد ہوئے ہیں یعنی وہ مستقل طور پر نہیں آئے ہیں بلکہ اضافت کے ساتھ ہیں انہیں اسمائے حسنی نہیں قرار دیا جائے گا مثلا قابل التوبہ (توبہ قبول کرنے والا)، فالق الحب (دانے کا پھاڑنے والا)۔اسی طرح ذو سے شروع ہونے والے اسماء بھی اسمائے حسنی نہیں جیسے ذوالعرش، ذوالقوۃ، ذوالرحمۃ

(4) بعض اسماء ذاتی صفات پر دلالت کرتے ہیں مثلاالحہ (زندہ) اور بعض اسماء افعال سے متعلق ہیں جو مشیت سے وابستہ ہیں مثلا خالق (پیدا کرنے والا)۔

(5) قرآن وحدیث میں اللہ کے لئے بہت سے افعال کا ذکر ہے مثلا یفعل، یذکر، تعز، تذل وغیرہ توان افعال سے اللہ کی صفت کی دلیل بنے گی نہ کہ ان کے اسماء کو اسمائے حسنی قرار دیا جائے گا جیسا کہ پہلے نمبر پر گزر چکا ہے کہ اسمائے حسنی توقیفی ہیں۔

(6) جو اللہ تعالی کے افعال کی صفات ہیں وہ بھی اسمائے حسنی میں سے نہیں مثلا شدید العقاب (سخت عذاب دینے والا)۔

(7)اسی طرح وہ اسماء جو متساوی المعنی اور مختلف الالفاظ ہوں اور اسمائے حسنی کے طور پر وارد ہوں تو یہ سب الگ الگ مستقل اسمائے حسنی قرار پائیں گے مثلاً القدیر، القادر، المقتدر، یہ تینوں الگ الگ اسم الٰہی ہیں۔

(8)اسمائے جامدہ بھی اسمائے حسنی میں سے نہیں ہیں مثلاً الدھر (زمانہ)۔

(9)جو اسم تفضیل کے طور پر بغیر اضافت کے آیا ہے وہ اسمائے حسنی میں سے ہے جیسے الاعلی اور جو اضافت کے ساتھ آیا ہے وہ اسمائے حسنی میں سے نہیں ہے جیسے ارحم الراحمین۔ اسی طرح وہ اسمائے صفاتی جو اللہ کے لئے ثابت ہیں ان کا اسم تفضیل استعمال کرنا بہتر ہے مثلاً الاعظم، الاقوی وغیرہ لیکن وہ بھی اسمائے حسنی میں سے نہیں ہوں گے۔

(10)آخری بات یہ ہے کہ عبدیت کا انتساب صرف اسمائے حسنی کی طرف ہی کرنا چاہئے جیسے عبدالخالق، عبدالباری وغیرہ اور جو اسمائے حسنی میں سے ثابت نہیں ہیں ان کی طرف عبدیت کا انتساب نہیں کرنا چاہئے جیسے عبدالنور، عبدالمعز وغیرہ

BACK

کیا فرشتوں کو موت آئے گی؟

یہ بات اہل علم کے درمیان اختلاف کا باعث ہے کہ فرشتوں کو موت آئے گی کہ نہیں؟ دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ فرشتوں کو بھی موت آئے گی، اس لئے یہ موقف قوی ہے۔

فرشتوں کو موت آئے گی، اس بات کے چند دلائل قرآن سے۔

پہلی دلیل : كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (القصص:88)

ترجمہ: ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے اس (اللہ) کی ذات کے۔

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے یہاں تک کہ فرشتے بھی، اس لئے اللہ تعالی نے صرف اپنی ذات کا استثناء کیا یعنی بس رب العالمین کی ذات باقی رہنے والی ہے اور ساری مخلوق فنا ہونے والی ہے۔ جن وانس، حیوان، ملائکہ سب کو موت آئے گی۔

دوسری دلیل : كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (الرحمن :26-27)

ترجمہ: زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں، صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے باقی رہ جائے گی۔

اس آیت کے ذریعہ بھی اللہ تعالی نے ہمیں یہ خبر دی کہ اس کے سوا دنیا کی ہر چیز فنا ہو جائے گی، صرف اسی کی ذات جو الحی القیوم (ہمیشہ زندہ رہنے والا اور ہمیشہ ساری کائنات کو قائم رکھنے والا) ہے، باقی رہنے والی ہے۔

تیسری دلیل : كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۗ(آل عمران :185)

ترجمہ: ہر نفس (جان) موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔

اس آیت میں بھی اللہ نے کسی کو مستثنی نہیں، بتلایا کہ ہر جاندار کو موت آئے گی۔

حدیث سے دلیل: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :فمن كان منكم يَعْبُدُ محمدًا صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ فإنَّ محمدًا صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ قد ماتَ ، ومن كان يَعْبُدُ اللهَ فإنَّ اللهَ حيٌّ لا يموتُ (صحيح البخاري:1242)

ترجمہ: اگر کوئی شخص تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی اور اگر کوئی اللہ تعالی کی عبادت کرتا ہے تو اللہ تعالی باقی رہنے والا ہے۔ کبھی وہ مرنے والا نہیں۔

بخاری شریف کی اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ عبادت اسی ذات کی کی جائے گی جو ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ زندہ رہے گی، اسے کبھی موت نہیں آئے گی اور باقی جتنی چیزیں ہیں ان میں سے کسی کی عبادت نہیں کی جائے گی کیونکہ ان سب چیزوں کو فنا ہے۔ یہی مفہوم بخاری کی ایک دوسری روایت سے بھی نکلتا ہے۔

أعوذُ بعِزَّتِك ، الذي لا إلهَ إلا أنت الذي لا يموتُ ، والجنُّ والإنسُ يموتون(صحيح البخاري:7383)

ترجمہ: تیری عزت کی پناہ مانگتا ہوں کہ کوئی معبود تیرے سوا نہیں، تیری ایسی ذات ہے جسے موت نہیں اور جن وانس فنا ہو جائیں گے۔

یعنی نبی ﷺ اللہ تعالی سے پناہ طلب کیا کرتے تھے کیونکہ ایک وہی ذات ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والی اور باقی ساری چیز فنا ہونے والی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے علاوہ سب کو موت آئے گی، فرشتے بھی موت سے نہیں بچیں گے کیونکہ اللہ نے ساری مخلوق کے لئے موت مقرر کر دی ہے۔ اس بات پہ مناوی ؒ نے فیض القدیر میں نے اجماع کا ذکر کیا ہے۔

ایک اشکال کا جواب

ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ملک الموت کو کیسے موت آئے گی جبکہ وہی موت پہ مامور ہیں؟ اسی طرح اسرافیل علیہ السلام کو کیسے موت آئے گی جبکہ ان کے صور پھونکنے سے لوگوں کو موت آئے گی ؟ اور اسی طرح مزید کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ جو فرشتے اللہ کا عرش اٹھائے ہوئے ہیں ان کا کیا ہوگا؟ جو جنت و جہنم کے داروغہ ہیں ان کا کیا ہوگا؟ وغیرہ

اولا: ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ اللہ تعالی تمام چیزوں پر قادر ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں، سارے اس کے محتاج ہیں جیساکہ نص قرآنی سے یہ بات معلوم ہے۔

ثانیا: اللہ نے بعض امور پر فرشتوں کو متعین کیا ہے، موت کے لئے بھی فرشتہ کو مقرر کر رکھا ہے جبکہ کوئی کام اللہ کے لئے مشکل نہیں ہے اور جس کو بھی موت آتی ہے وہ اللہ کے حکم سے آتی ہے، ملک الموت فقط اللہ کے حکم کی تعمیل

کرتے ہیں گویا موت دینا اللہ کا کام ہے جیسا کہ رب کا فرمان ہے :

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ۖ (الزمر: 42)

ترجمہ: اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی انہیں ان کی نیند کے وقت قبض کرلیتا ہے۔

جب موت کا فیصلہ کرنے والا اللہ ہے تو وہ فرشتوں کو بھی موت دینے پر قادر ہے۔ فرمان الہی ہے :

أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (البقرة:259)

ترجمہ: میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

فرشتوں کو موت دینے کی کیفیت جو بھی ہے وہ اللہ کے علم میں ہے، اس سلسلے میں کوئی صراحت نہیں ملتی سوائے عمومی دلائل کے البتہ بعض روایات میں چند فرشتوں کی موت کی تفصیل بیان کی جاتی ہے جسے ابن الجوزی نے ذکر کیا ہے وہ ثابت نہیں ہے بس قرآن وحدیث کے عمومی دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ فرشتوں کو بھی موت آئے گی۔

ثالثا: جس طرح اللہ تعالی فرشتوں کی موت سے پہلے کسی کا محتاج نہیں تھا اسی طرح فرشتوں کی موت کے بعد بھی وہ کسی کا محتاج نہیں ہے ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالی بے نیاز ہے۔

رابعا: اسرافیل علیہ السلام صور پھونکنے کے بعد ہی وفات پائیں گے کیونکہ اللہ نے انہیں اس کام پہ مامور کیا ہے جو صحیح احادیث سے ثابت ہے، اسی طرح عرش اٹھانے کا معاملہ وفات کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر ہے نیز جنت وجہنم کے داروغہ کا بھی یہی معاملہ ہے اس لئے اس میں اشکال نہیں۔

خامسا: فرشتوں کے احوال کا معاملہ امور غیبیہ میں سے ہے اسے زیادہ کریدنے کی ضرورت نہیں ہے، بس جس قدر علم ہمیں دیا گیا ہے اسی پہ اکتفا کریں۔

BACK

نیکیاں اور برائیاں لکھنے والے فرشتے

ہر شخص کے ساتھ کئی فرشتے لگے ہوئے ہیں،ان فرشتوں میں سے دو فرشتے جنہیں کراما کاتبین کہا جاتا ہے وہ لوگوں کی اچھی بری بات لکھنے پہ اللہ کی طرف سے مامور ہیں۔یعنی لوگوں میں سے کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جس کے ساتھ اس کے چھوٹے بڑے اور برے اعمال کو لکھنے کے دو فرشتے نہ ہوں۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

{ وإن عليكم لحافظين ، كراماً كاتبين ، يعلمون ما تفعلون } [الانفطار/10 -12] .

ترجمہ: یقیناتم پر حفاظت کرنے والے عزت دار لکھنے والے مقرر ہیں جو کچھ تم کرتے ہو وہ جانتے ہیں۔

یہ فرشتے انسان کی اچھائی برائی جانتے ہیں اور اسے ہمیشہ لکھتے رہتے ہیں،اس لئے انسان کو ہر عمل سے پہلے سوچ لینا چاہئے کہ وہ اچھا ہے یا برا؟

ایک دوسری جگہ اسی بات کا اللہ تعالی نے اس طرح ذکر فرمایا ہے:

{ ولقد خلقنا الإنسان ونعلم ما توسوس به نفسه ونحن أقرب إليه من حبل الوريد ، إذ يتلقى المتلقيان عن اليمين وعن الشمال قعيد ، ما يلفظ من قول إلا لديه رقيب عتيد } [ق/16-18]

ترجمہ: ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم اس کے دل میں جو خیالات اٹھتے ہیں ان سے واقف ہیں اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں جس وقت دو لینے والے جا لیتے ہیں ایک دائیں اور ایک بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے انسان منہ سے کوئی لفظ نہیں پاتا مگر کہ اس کے پاس نگہبان تیار رہتا ہے۔

اس آیت میں صراحت کے ساتھ ذکر ہوا ہے کہ دو فرشتے دائیں اور بائیں موجود ہیں جو ہماری ہر بات لکھتے رہتے ہیں۔ دائیں طرف والا نیکیاں اور بائیں طرف والا برائیاں لکھتا ہے۔

مذکورہ بالا نصوص سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کی نیکی اور بدی لکھنے پہ دو فرشتے مامور ہیں۔ایک دائیں کندھے پہ جو نیکی لکھتا ہے اور ایک بائیں کندھے پہ جو بدی لکھتا ہے۔احادیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ دن کے دو فرشتے الگ اور رات کے دو فرشتے الگ ہیں۔

فرشتے کی بدلی کا علم مندرجہ ذیل آیت سے ہوتا ہے۔

لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ وَمَا لَهُم مِّن دُونِهِ مِن وَالٍ (رعد : 11)

ترجمہ: اس کے پہرے دار انسان کے آگے پیچھے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔ کسی قوم کی حالت اللہ تعالی نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے۔ اللہ تعالی جب کسی قوم کی سزا کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ بدلہ نہیں کرتا اور سوائے اس کے کوئی بھی ان کا کارساز نہیں۔

اس آیت میں معقبات کا لفظ استعمال ہوا ہے جو معقبۃ کی جمع ہے۔ اس کا معنی ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے۔ اس سے مراد فرشتے ہیں جو باری باری ایک دوسرے کے بعد آتے ہیں۔ دن کے فرشتے جاتے ہیں تو شام کے آجاتے ہیں ، شام کے جاتے ہیں تو دن کے آجاتے ہیں۔ (تفسیر احسن البیان)

اللہ تعالی اپنے بندوں پہ کس قدر مہربان ہے کہ دل میں پیدا ہونے والے غلط خیالات معاف کر دیتا ہے مگر کسی نے نیکی کا ارادہ کیا اور نہ کر سکا پھر بھی نیکی لکھ دی جاتی ہے۔ سبحان اللہ العظیم

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : إن الله تجاوز عن أمتي ما حدَّثت به أنفسَها ما لم تعمل أو تتكلم ـ(رواه البخاري :4968 ومسلم :127) .

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالی میری امت سے اس وقت تک درگذر کر دیا ہے جو اس کے دل میں (برا) خیال پیدا ہوتا ہے جب تک کہ اس پہ عمل نہ کرے یا بول نہ دے۔

اور دوسری حدیث ہے:

يقول اللهُ : إذا أراد عبدي أن يعمل سيئةً فلا تكتُبوها عليه حتى يعملَها ، فإن عملَها فاكتبوها بمثلِها ، وإن تركها من أجلي فاكتبوها له حسنةً ، وإذا أراد أن يعملَ حسنةً فلم يعملْها فاكتبوها له حسنةً ، فإن عملَها فاكتبوها له بعشرِ أمثالِها إلى سبعمائةِ ضِعفٍ(صحيح بخارى : 7501)

ترجمہ: حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالی (فرشتوں سے) فرماتا ہے کہ: جب میرا کوئی بندہ برائی کرنے کا ارادہ کرے تو اسے اس کے خلاف اس وقت تک نہ لکھو جب تک کہ وہ اس سے سرزد نہ ہو جائے۔ اگر وہ اس برائی کا ارتکاب کرلے تو اسے ایک ہی (گناہ) لکھو۔ اور اگر اس نے

اسے میری خاطر چھوڑ دیا تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دو، اور جب وہ نیکی کرنے کا ارادہ کرے لیکن اسے نہ کر سکے تو اس کے حصے میں ایک نیکی لکھ دو، پھر اگر وہ وہ نیکی کر لے تو اس کے لیے دس سے سات سو گنا تک لکھو۔

ایک اور حدیث میں مذکور ہے:

عن أبي أمامة : أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : إن صاحب الشمال ليرفع القلم ست ساعات عن العبد المسلم المخطئ ، فإن ندم واستغفر الله منها ألقاها ، وإلا كتبت واحدة .(رواه الطبراني في المعجم الكبير 8 / 158) .

ترجمہ: ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بائیں طرف والا غلطی کرنے والے مسلمان سے چھ گھنٹے تک قلم اٹھائے رکھتا ہے تو اگر وہ اپنے کئے پر نادم ہو اور اللہ تعالی سے استغفار کرے اسے ختم کر دیتا ہے اگر نہ کرے تو ایک گناہ لکھتا ہے۔

☆اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الجامع (212/2) میں صحیح کہا ہے۔

BACK

نمازِ اوابین کے فضائل واحکام

عوام میں اوابین کی نماز کا بہت چرچا ہے مگر بیشتر اس کی اصل حقیقت سے ناواقف ہیں اور احناف کے یہاں عموما لوگ یہ نماز   مغرب کے بعد چھ رکعات ادا کرتے ہیں جبکہ اوابین کی نماز کا وقت یہ نہیں ہے۔ عوام اور احناف کی اسی غلطی پہ متنبہ کرنے کے لئے میں نے یہ مضمون لکھا ہے۔

اوابین کا معنی:

اواب مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنی کثرت سے اللہ کی طرف رجوع کرنے والا، ذکر و تسبیح کرنے والا، گناہوں پر شرمندہ ہونے والا اور توبہ کرنے والا ہے۔ اوابین اسی اواب کی جمع ہے۔ قرآن میں اواب اور اوابین دونوں استعمال ہوا ہے، اللہ کا فرمان ہے:

هَٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ (ق:32)

ترجمہ: یہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہر اس شخص کے لئے جو رجوع کرنے والا اور پابندی کرنے والا ہو۔

اللہ کا فرمان ہے: رَّبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ ۚ إِن تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا (الاسراء:25)

ترجمہ: جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے تمہارا رب بخوبی جانتا ہے اگر تم نیک ہو تو وہ تو رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

ایک دوسری جگہ اللہ کا فرمان ہے: وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ مِنَّا فَضْلًا ۖ يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ ۖ وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ (سبا:10)

ترجمہ: اور ہم نے داؤد پر اپنا فضل کیا اے پہاڑو! اس کے ساتھ رغبت سے تسبیح پڑھا کرو اور پرندوں کو بھی (یہی حکم ہے) اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کر دیا۔

نمازِ اوابین اور چاشت کی نماز دونوں ایک ہیں:

نمازِ اوابین اور چاشت کی نماز دونوں ایک ہی ہیں، ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس سے متعلق کئی احادیث اور

ائمہ و محدثین کے متعدد اقوال ہیں مگر ایک حدیث ہی اس کے ثبوت کے لئے کافی ہے اور قول محمد ﷺ کے سامنے دنیا کے سارے اقوال اور لوگوں کی ساری باتیں مردود ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أوصاني خليلي بثلاثٍ لستُ بتاركهنَّ ، أن لا أنامَ إلا على وترٍ ، و أن لا أدَعَ ركعتي الضُّحى ، فإنها صلاةُ الأوّابينَ ، و صيامِ ثلاثةِ أيامٍ من كلِّ شهرٍ۔(صحيح الترغيب:664، صحيح ابن خزيمة:1223)

ترجمہ: مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کی وصیت کی کہ میں انہیں کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ بغیر وتر پڑھے نہ سوؤں، چاشت کی دوگانہ نہ چھوڑوں کیونکہ یہی اوابین کی نماز ہے اور ہر ماہ تین روزے نہ ترک کروں۔

☆اس حدیث کو شیخ البانی نے صحیح الترغیب اور صحیح ابن خزیمہ میں صحیح قرار دیا ہے۔(حوالہ سابق)

اس حدیث میں نبی ﷺ نے واضح طور پر بتلادیا کہ صلاۃ الضحی (چاشت کی نماز) ہی صلاۃ الاوابین (اوابین کی نماز) ہے ۔

یہاں ایک اہم بات یاد رکھیں کہ فجر کے بعد سے ظہر کے پہلے تک تین نمازوں کا ذکر ہے۔ ایک اشراق کی نماز، دوسری چاشت کی نماز اور تیسری اوابین کی نماز۔ ان تینوں نمازوں میں چاشت اور اوابین کی نماز دونوں ایک ہی ہیں اور اشراق کی نماز اول وقت پر ادا کرنا چاشت کی نماز ہے یعنی اشراق اور چاشت کی نماز بھی دونوں ایک ہی ہیں۔ ہم نے اول وقت پر ادا کرلیا تو اشراق کہلایا اور ظہر کی نماز سے پہلے وسط یا آخر وقت میں ادا کئے تو چاشت کی نماز کہلائی۔ گویا طلوع آفتاب کے چند منٹ بعد اشراق کا وقت ہے اور یہی وقت چاشت کا بھی ہے مگر اسے ظہر سے پہلے پہلے کسی بھی ادا کرسکتے ہیں، ظہر سے پہلے وسط یا آخر وقت میں ادا کی گئی نماز کو چاشت کہیں گے پھر اشراق نہیں کہیں گے۔

نماز اوابین کے فضائل:

چونکہ چاشت کی نماز اور اوابین کی نماز دونوں ایک ہیں اس وجہ سے چاشت کی فضیلت سے متعلق جو بھی احادیث وارد ہیں وہ سبھی اوابین کی بھی فضیلت میں ہیں۔ چند ایک احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی حدیث: عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يُصْبِحُ عَلَى كُلِّ سُلَامَى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ وَأَمْرٌ

بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنْ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَيُجْزِئُ مِنْ ذَلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنْ الضُّحَى(صحيح مسلم: 1701)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا: صبح کو تم میں سے ہر ایک شخص کے ہر جوڑ پر ایک صدقہ ہوتا ہے۔پس ہر ایک تسبیح (ایک دفعہ "سبحان اللہ" کہنا) صدقہ ہے۔ہر ایک تحمید (الحمد للہ کہنا) صدقہ ہے، ہر ایک تہلیل (لاالہ الااللہ کہنا) صدقہ ہے ہر ایک تکبیر (اللہ اکبر کہنا) بھی صدقہ ہے۔(کسی کو) نیکی کی تلقین کرنا صدقہ ہے اور (کسی کو) برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔اور ان تمام امور کی جگہ دو رکعتیں جو انسان چاشت کے وقت پڑھتا ہے کفایت کرتی ہیں۔

دوسری حدیث: عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَوْ أَبِي ذَرٍّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنَّهُ قَالَ ابْنَ آدَمَ ارْكَعْ لِي مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ أَكْفِكَ آخِرَهُ(الترمذي: 486)

ترجمہ: ابوالدرداءؓ یا ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تم دن کے شروع میں میری رضا کے لیے چار رکعتیں پڑھا کرو، میں پورے دن تمہارے لیے کافی ہوں گا۔

اس حدیث کو شیخ البانی نے صحیح کہا ہے۔(صحیح الترمذي: 475)

تیسری حدیث: عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ مُتَطَهِّرًا إِلَى صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ، فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ، وَمَنْ خَرَجَ إِلَى تَسْبِيحِ الضُّحَى لَا يَنْصِبُهُ إِلَّا إِيَّاهُ، فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْمُعْتَمِرِ، وَصَلَاةٌ عَلَى أَثَرِ صَلَاةٍ لَا لَغْوَ بَيْنَهُمَا، كِتَابٌ فِي عِلِّيِّينَ (ابوداؤد:558)

ترجمہ: سیدنا ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" جو آدمی اپنے گھر سے وضو کر کے فرض نماز کے لیے نکلتا ہے تو اس کا اجر و ثواب ایسے ہے جیسے کہ حاجی احرام باندھے ہوئے آئے اور جو شخص چاشت کی نماز کے لیے نکلے اور اس مشقت یا اٹھ کھڑے ہونے کی غرض صرف یہی نماز ہو تو ایسے آدمی کا ثواب عمرہ کرنے والے کی مانند ہے۔

اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کہ ان دونوں کے درمیان کوئی لغو نہ ہو علیین میں اندراج کا باعث ہے۔

چوتھی حدیث: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:من صلى الغداة في جماعة، ثم قعد يذكر الله حتى تطلع الشمس، ثم صلى ركعتين كانت له كأجر حجة وعمرة تامة تامة تامة۔ (صحيح الترمذي: 586)

ترجمہ: جس نے جماعت سے فجر کی نماز پڑھی پھر اللہ کے ذکر میں مشغول رہا یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا پھر دو رکعت نماز پڑھی، تو اس کے لئے مکمل حج اور عمرے کے برابر ثواب ہے۔

نماز اوابین کا حکم:

اس نماز کے حکم کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے اسے سبھی نماز کہا کیونکہ اس قسم کے بھی دلائل وارد ہیں جیسا کہ کسی نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا: کیا نبی اکرم ﷺ چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں الا یہ کہ سفر سے واپس آئے ہوں۔ (صحیح مسلم: 1691)

بعض نے سرے سے اس نماز کا انکار کیا بلکہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے بدعت کہہ دیا ہے، یہ بات راوی کی عدم رویت پر محمول کی جائے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے کہا ہے۔ بعض علماء نے کبھی کبھار پڑھنے کا جواز ذکر کیا ہے جبکہ شیخ ابن باز نے چاشت کی نماز کا حکم بیان کرتے ہوئے اسے سنت مؤکدہ کہا ہے اور بیشتر علماء اوابین کی نماز کو استحباب پر محمول کرتے ہیں۔ میری نظر میں بھی استحباب کا حکم اولی واقوی ہے۔ اس سلسلے میں چند دلائل دیکھیں:

(1) ایک دلیل اوپر سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی تین ہمیشگی والی وصیتیں ہیں جن میں چاشت کی نماز بھی مذکور ہے۔

(2) نبی ﷺ کا فرمان ہے: لا يُحَافِظُ على صلاةِ الضُّحَى إلا أَوَّابٌ وهي صلاةُ الأَوَّابِينَ(صحيح الجامع:7628)

ترجمہ: نمازِ اشراق کی صرف اوّاب [رجوع کرنے والا، توبہ کرنے والا] ہی پابندی کرتا ہے، اور یہی صلاۃ الاوّابین ہے۔

یہ حدیث جہاں اس بات کی دلیل ہے کہ چاشت کی نماز اوابین کی نماز ہے وہیں اس میں چاشت واوابین کی نماز پر ہمیشگی کرنے کی بھی دلیل ہے، اس لئے اس نماز کا انکار کرنا یا اسے بدعت کہنا صحیح نہیں ہے، بڑے اجر وثواب کا عمل ہے اس پہ ہمیں مداومت برتنی چاہئے۔

نماز اوابین کی رکعات:

اوابین کی نماز کم سے کم دو اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعات ہیں، نبی ﷺ سے دو رکعت، چار رکعت اور فتح مکہ کے موقع پر ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں آٹھ رکعت پڑھنا ثابت ہے۔ ان تمام احادیث کی روشنی میں مسلم شریف میں باب

ہے(بَابُ اسْتِحْبَابِ صَلَاةِ الضُّحَى، وَأَنَّ أَقَلَّهَا رَكْعَتَانِ، وَأَكْمَلَهَا ثَمَانِ رَكَعَاتٍ، وَأَوْسَطُهَا أَرْبَعُ رَكَعَاتٍ، أَوْ سِتٍّ، وَالْحَثُّ عَلَى الْمُحَافَظَةِ عَلَيْهَا)یعنی باب ہے نماز چاشت کا استحباب' یہ کم از کم دو رکعتیں، مکمل آٹھ رکعتیں اور درمیانی صورت چار یا چھ رکعتیں ہیں' نیز اس نماز کی پابندی کی تلقین کے بارے میں۔

بارہ رکعات صلاۃ الضحی والی روایت ثابت نہیں ہے، الترغیب والترھیب (320/1) للمنذری میں ہے جو دو رکعت نماز چاشت ادا کرے اسے غافل میں نہیں لکھا جاتا، اس میں آگے یہ ٹکڑا بھی ہے "مَن صلَّی ثِنتَیْ عَشرۃَ رَکعۃً بَنی اللہُ لہ بیتًا في الجنَّۃ" کہ جو بارہ رکعات (چاشت کی نماز) ادا کرے اللہ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔اس حدیث کو شیخ البانی نے ضعیف الترغیب میں (405) میں درج کیا ہے۔اور اسی طرح ترمذی میں یہ روایت ہے: "مَن صلَّی الضُّحی ثنتَی عشرۃَ رَکعۃً بنی اللہُ لہ قصرًا من ذھبٍ في الجنَّۃِ" یعنی جو چاشت کی بارہ رکعات ادا کرے گا اللہ اس کے لئے جنت میں سونے کا ایک محل تعمیر کرے گا۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو ضعیف الترمذی (473) میں درج کیا ہے۔

نماز اوابین کا وقت:

نماز اوابین کے وقت سے متعلق مسلم شریف میں ایک واضح حدیث ہے۔

عَنْ أَيُّوبَ عَنْ الْقَاسِمِ الشَّيْبَانِيِّ أَنَّ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ رَأَى قَوْمًا يُصَلُّونَ مِنْ الضُّحَى فَقَالَ أَمَا لَقَدْ عَلِمُوا أَنَّ الصَّلَاةَ فِي غَيْرِ هَذِهِ السَّاعَةِ أَفْضَلُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ الْأَوَّابِينَ حِينَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ(صحيح مسلم:1777)

ترجمہ: ایوب نے قاسم شیبانی سے روایت کی کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ لوگوں کو چاشت کے وقت نماز پڑھتے دیکھا تو کہا: ہاں یہ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ نماز اس وقت کی بجائے ایک اور وقت میں پڑھنا افضل ہے۔ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اوابین (اطاعت گزار، توبہ کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے لوگوں) کی نماز اس وقت ہوتی ہے جب (گرمی سے) اونٹ کے دودھ چھڑائے جانے والے بچوں کے پاؤں جلنے لگتے ہیں۔

مسلم شریف میں اس حدیث پہ صلاۃ الاوابین کا باب ہے جبکہ صحیح ابن خزیمہ میں صلاۃ الضحی کا باب ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ چاشت اور اوابین دونوں ایک ہی نماز ہیں جیسا کہ اسی حدیث میں مذکور ہے کہ لوگ چاشت کی نماز ادا کر رہے

تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اوابین کی نماز یعنی چاشت کی نماز فلاں وقت میں ہے۔

اوابین کی نماز کا وقت طلوع آفتاب کے چند منٹ بعد سے شروع ہوتا ہے اور ظہر کی نماز سے کچھ دیر پہلے تک رہتا ہے اور گرمی تک مؤخر کرنا افضل ہے جیسا کہ اوپر والی حدیث میں مذکور ہے۔

ترمض کا معنی ہے سورج کی گرمی لگنا اور الفصال کا معنی اونٹ کا بچہ یعنی اوابین کا افضل وقت وہ ہے جب گرمی کی شدت سے اونٹ کا بچہ اپنے پاؤں اٹھائے اور رکھے۔ یہ دن کا چوتھائی حصہ یعنی طلوع شمس اور ظہر کے درمیان نصف وقت ہے۔

مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان نفل پڑھنا:

مغرب کے بعد دو، چار، چھ، آٹھ اور بیس رکعات نوافل پڑھنے کی متعدد روایات آئی ہیں، ان پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

پہلی حدیث: من صلَّى ستَّ رَكعاتٍ ، بعدَ المغرِبِ ، لم يتَكلَّم بينَهُنَّ بسوءٍ ، عدَلَت لَه عبادةَ اثنتَي عَشرةَ سنةً۔ (ترمذی: 435، ابن ماجہ: 256)

ترجمہ: جس نے مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھیں اور ان کے درمیان کوئی بری بات نہ کی تو ان کا ثواب بارہ سال کی عبادت کے برابر ہوگا۔

یہ حدیث سخت ضعیف ہے، علامہ ابن القیم نے تو موضوع کہا ہے اور شیخ البانی نے متعدد جگہوں پر ضعیف جدا (سخت ضعیف) کہا ہے۔ حوالہ کے لئے دیکھیں: (المنار المنیف: 40، ضعیف الترغیب: 331، السلسلۃ الضعیفۃ: 469، ضعیف الجامع: 5661، ضعیف ابن ماجہ: 220، ضعیف ابن ماجہ: 256)

دوسری حدیث: مَن صلَّى ستَّ ركعاتٍ بعدَ المغربِ قبل أن يتكلَّمَ ,غُفرَ لهُ بها ذنوبُ خمسينَ سنةٍ۔

ترجمہ: جس نے مغرب کے بعد بغیر بات کئے چھ رکعتیں پڑھیں تو اس کے پچاس سال کے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔

اس حدیث کو شیخ البانی نے بہت ہی ضعیف کہا ہے۔ (السلسلۃ الضعیفۃ: 468)

تیسری حدیث: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رأَيْتُ حبيبي رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم صلَّى بعدَ المغرِبِ ستَّ ركَعاتٍ وقال مَن صلَّى بعدَ المغرِبِ ستَّ ركَعاتٍ غُفِرَتْ له ذُنوبُه وإنْ كانت مِثْلَ زَبَدِ البحرِ(المعجم الأوسط:191/7, مجمع الزوائد:233/2)

ترجمہ: میں نے اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس نے مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھیں تو اس کے گناہ معاف کردیے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

امام طبرانی نے اسے معجم اوسط میں ذکر کرنے کے بعد کہا کہ اس حدیث کو عمار سے بیان کرنے والا اکیلے صالح بن قطن ہے وہ بھی صرف اسی سند سے۔اور ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اسے ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس میں صالح بن قطن البخاری ہے جس کا ترجمہ مجھے نہیں مل سکا۔ابن الجوزی نے اس حدیث کو العلل المتناھیۃ(453/1) میں شامل کرکے کہا کہ اس کی سند میں کئی مجہول راوی ہیں۔

چوتھی حدیث: مَن صلَّى ، بينَ المغربِ والعِشاءِ ، عشرينَ رَكْعةً بنى اللَّهُ لَه بيتًا في الجنَّةِ(ابن ماجه: 1373)

ترجمہ: جس نے مغرب اور عشاء کے درمیان بیس رکعت نماز ادا کی اللہ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔

اس حدیث کو شیخ البانی نے موضوع کہا ہے۔(ضعیف ابن ماجہ:255)

پانچویں حدیث: مَن صَلَّى بعدَ المغرِبَ قبلَ أنْ يَتَكَلَّمَ ركعتيْنِ - وفي روايةٍ : أربعَ رَكعاتٍ – ؛ رُفِعَتْ صلاتُه في عِلِّيِّينَ.(مسند الفردوس، مصنف عبدالرزاق:4833، مصنف ابن أبي شيبة:5986)

ترجمہ: جس نے مغرب کی نماز کے بعد بغیر بات کئے دو رکعت،اور ایک روایت میں ہے چار رکعت پڑھی تو اس کی نماز علیین میں اٹھائی جاتی ہے۔

اس حدیث کو شیخ البانی نے ضعیف کہا ہے۔(ضعیف الترغیب:335)

چھٹی حدیث: من صلى أربعَ ركعاتٍ بعد المغربِ كان كالمعقبِ غزوةً بعد غزوةٍ في سبيلِ اللهِ(شرح السنة للبغوى:474/3)

ترجمہ: جس نے مغرب کے بعد چار رکعات ادا کی گویا وہ اللہ کی راہ میں پہ درپہ ایک غزوہ کے بعد دوسرا غزوہ کرنے والا ہے۔

علامہ شوکانی نے کہا کہ اس کی سند میں موسی بن عبیدہ الزبدی بہت ہی ضعیف ہے۔(نیل الاوطار: 67/3)

ابن القیسرانی نے کہا کہ اس میں عبداللہ بن جعفر متروک الحدیث ہے۔(تذکرۃ الحفاظ: 335)

ابن حبان نے کہا کہ اس میں عبداللہ بن جعفر (علی بن مدینی کے والد) ہے جسے آثار کی روایت میں وہم ہو جاتا ہے اسے الٹ دیتا ہے، اس میں خطا کر جاتا ہے۔(المجروحین: 509/1)

ساتویں حدیث: منْ ركع عشرِ ركعاتٍ بينَ المغربِ والعشاءِ، بُنِيَ له قصرٌ في الجنةِ۔(الجامع الضعیر: 8691)

ترجمہ: جس نے مغرب وعشاء کے درمیان دس رکعات نماز ادا کی اس کے لئے جنت میں ایک محل بنایا جائے گا۔

شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔(السلسلۃ الضعیفۃ: 4597)

سیوطی نے اسے مرسل کہا ہے۔(حوالہ سابق)

ان ساری روایات کے بیان کرنے کے بعد اب دو باتیں جان لیں:

پہلی بات یہ ہے کہ یہ تمام احادیث عام ہیں، ان میں عام نفل نماز کا ذکر ہے ان کا اوابین کی نماز سے کوئی تعلق نہیں ہے بطور مثال اس عنوان کے تحت مذکور پہلی حدیث کو دیکھیں۔ ترمذی میں اس حدیث کے اوپر باب ہے: "باب مَا جَاءَ فِي فَضْلِ التَّطَوُّعِ وَسِتِّ رَكَعَاتٍ بَعْدَ الْمَغْرِبِ" یعنی باب ہے مغرب کے بعد نفل نماز اور چھ رکعت پڑھنے کی فضیلت کے بیان میں۔

اور ابن ماجہ میں اس حدیث پر باب ہے۔"بَابُ: مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ" یعنی باب ہے مغرب اور عشاء کے درمیان کی نماز کے بیان میں۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ تمام روایات ناقابل اعتماد اور ضعیف ہیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مغرب وعشاء کے درمیان متعین رکعات کے ساتھ جو بھی احادیث آئی ہیں کوئی بھی صحیح نہیں ہے، ایک دوسرے سے ضعف میں شدید ہیں۔ اس وقت میں بغیر تعیین کے نماز پڑھنا نبی ﷺ کے عمل کی وجہ سے صحیح ہے۔(الضعیفہ: 481/1)

خلاصہ یہ ہوا کہ مغرب کے بعد رکعات متعین کرکے کوئی نماز نہیں پڑھ سکتے ورنہ بدعت کہلائے گی کیونکہ اس سلسلہ میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے البتہ بغیر تعیین کے مغرب وعشاء کے درمیان نوافل پڑھ سکتے ہیں۔

نماز اوابین اور احناف:

احناف کے یہاں اوابین کی نماز مغرب کے بعد چھ رکعات ہیں اور جن احادیث سے استدلال کرتے ہیں ان کا حال اوپر گزرچکا ہے کہ سبھی ضعیف ہیں اور ان میں سے کوئی بھی نماز اوبین سے متعلق نہیں ہے۔ بعض آثار سے پتہ چلتا ہے کہ اوابین کی نماز مغرب وعشاء کے درمیان ہے مگر وہ بھی ضعیف ہیں مزید برآں نبی ﷺ کی صریح احادیث کے ہوتے ہوئے ضعیف اقوال کی طرف التفات بھی نہیں کیا جائے گا۔

(1) محمد بن المنکدر سے روایت ہے: من صلى ما بين صلاةِ المغربِ إلى صلاةِ العشاءِ ؛ فإنها صلاةُ الأوابينَ۔

ترجمہ: جس نے مغرب اور عشاء کے درمیان نماز ادا کی وہ اوابین کی نماز ہے۔

اسے شیخ البانی نے ضعیف کہا ہے۔ (السلسلۃ الضعیفۃ: 4617)

علامہ شوکانی نے اسے مرسل کہا ہے۔ (نیل الأوطار: 66/3)

(2) عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں: صَلَاةُ الْأَوَّابِينَ مَا بَيْنَ أَنْ يَلْتَفِتَ أَهْلُ الْمَغْرِبِ إِلَى أَنْ يَثُوبَ إِلَى الْعِشَاءِ۔ (مصنف ابن ابی شیبه)

ترجمہ: اوابین کی نماز کا وقت اس وقت سے ہے جب نمازی نماز مغرب پڑھ کر فارغ ہوں اور عشاء کا وقت آنے تک رہتا ہے۔

اس کی سند میں موسی بن عبیدہ الزبدی ضعیف ہے۔

عبد اللہ بن عمر سے یہ بھی مروی ہے: مَنْ صلَّى المغربَ في جماعةٍ ثم عقَّبَ بعشاءِ الآخرةِ فهِيَ صلاةُ الأوَّابينَ۔

ترجمہ: جس نے مغرب کی نماز جماعت سے پڑھی پھر اسے عشاء کی نماز سے ملایا یہی اوابین کی نماز ہے۔

ابن عدی نے کہا کہ اس میں بشر بن زاذان ضعیف راوی ہے جو ضعفاء سے روایت کرتا ہے۔(الکامل في الضعفاء: 180/2)

(3)ابن المنکدر اور ابو حازم سے تتجافی جنوبھم عن المضاجع کی تفسیر میں مغرب وعشاء کے درمیان اوابین کی نماز ہے۔ اسے بیہقی نے سنن میں روایت ہے اور اس کی سند میں مشہور ضعیف راوی ابن لھیعۃ ہے جبکہ صحیح حدیث میں بغیر لفظ اوابین کے مغرب وعشاء کے درمیان نماز پڑھنا مذکور ہے۔

(4)ابن عباس فرماتے ہیں: الملائكة لتحف بالذين يصلون بين المغرب والعشاء وهي صلاة الأوابين۔ (شرح السنة للبغوی ج 2ص439)

ترجمہ: فرشتے ان لوگوں کو گھیر لیتے ہیں جو مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھتے ہیں اور یہ اوابین کی نماز ہے۔

(5)بعض مفسرین نے سورہ اسراء میں وارد اوابین کے تحت بھی مغرب وعشاء کے درمیان نماز پڑھنے والے کو ذکر کیا ہے تفسیر ابن کثیر میں بھی کئی اقوال میں ایک یہ قول ہے۔

یہ سارے محض اقوال ہیں جبکہ صریح صحیح مرفوع روایات میں اوابین کی نماز وہی ہے جو چاشت کی نماز ہے اور چاشت و اوابین کا وقت طلوع آفتاب کے بعد سے لیکر ظہر سے پہلے تک ہے تاہم گرمی کے وقت ادا کرنا افضل ہے بنا بریں نبی ﷺ کے ثابت شدہ فرمان کے سامنے ضعیف احادیث اور غیر مستند اقوال کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور تحقیق سے بس یہی ثابت ہوتا ہے کہ اوابین کی نماز چاشت کی نماز ہے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

BACK

سجدہ تلاوت اور اس کے احکام و مسائل۔

اسلام میں سجدے کی بڑی اہمیت ہے، عبادت میں اس کا خاص مقام ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بندہ اس حالت میں رب کے لئے انتہائی عاجزی کا اظہار کر رہا ہوتا ہے۔ عبادت کی یہی وہ اہم کیفیت ہے جس سے بندہ اللہ سے بیحد قریب ہوتا ہے، اس سے سرگوشی کرتا ہے اور خوب خوب دعائیں کرتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ، وَهُوَ سَاجِدٌ، فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ(صحيح مسلم:482)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب اس حالت میں ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہوتا ہے، لہٰذا اس میں کثرت سے دعا کرو۔

اللہ کو یہ ادا بیحد پسند آتی ہے اور لوگوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ (الحجر:98)

ترجمہ: آپ اپنے پروردگار کی تسبیح بیان کرتے رہیں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔

اللہ نے ابلیس کو آدم علیہ السلام کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیا تو انکار کرنے کی وجہ سے راندہ درگاہ ہو گیا۔ اس لئے خالص ہو کر اللہ کے لئے سجدہ بجالائیں اور ہرگز ہرگز کسی غیر اللہ کو سجدہ نہ کریں۔

سجدے کے مقامات چودہ یا پندرہ؟

یہاں پر اس موضوع میں سجدہ سے مراد نماز کا دو سجدہ نہیں بلکہ قرآن کریم کے پندرہ مقامات کی تلاوت پہ ایک سجدہ کرنا ہے جسے سجدہ تلاوت کہتے ہیں خواہ وہ مقام نماز کے دوران آئے یا بغیر نماز کے۔

احناف کی طرح شافعیہ کے نزدیک بھی چودے سجدے ہیں البتہ سورہ حج میں شافعیہ کے نزدیک دو سجدے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایک سجدہ ہے۔

اہل الحدیث پندرہ سجدے مانتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ابوداؤد میں حدیث ہے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرَأَهُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَجْدَةً فِي الْقُرْآنِ، مِنْهَا ثَلَاثٌ فِي الْمُفَصَّلِ، وَفِي سُورَةِ الْحَجِّ سَجْدَتَانِ (سنن ابی داؤد: 1401)

ترجمہ: عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قرآن مجید میں (۱۵) سجدے پڑھائے: ان میں سے تین مفصل میں اور دو سورۃ الحج میں۔

اس حدیث کو امام نووی نے الخلاصہ میں حسن، ابن الملقن نے تحفۃ المحتاج میں صحیح یا حسن، ابن القیم نے اعلام الموقعین میں صحیح اور صاحب تحفۃ الاحوذی نے حسن کہا ہے۔

حنفی کے مشہور عالم علامہ بدرالدین عینی نے بخاری کی شرح عمدۃ القاری میں مندرجہ ذیل روایت کو نقل کر کے صحیح کہا ہے۔

عن عمرِو بنِ العاصِ أنَّ رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ أقرأَهُ خمسَ عشرةَ سجدةً في القرآنِ العظيمِ مِنْهَا ثلاثةٌ في المُفَصَّلِ(عمدة القاري:139/7)

ترجمہ: عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قرآن مجید میں (۱۵) سجدے پڑھائے: ان میں سے تین مفصل میں۔

گویا حنفی عالم سے پندرہ سجدوں کا ثبوت مل رہا ہے اور سورہ حج میں دو سجدے ہونے کا صحیح حدیث سے ثبوت ملتا ہے۔

ان عقبة بن عامر حدثه، قال : قلت لرسول الله صلى الله عليه وسلم : افي سورة الحج سجدتان ؟ قال : " نعم ، ومن لم يسجدهما فلا يقراهما ".

ترجمہ: عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ `میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اللہ کے رسول! کیا سورۃ الحج میں دو سجدے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اور جو یہ دونوں سجدے نہ کرے وہ انہیں نہ پڑھے۔

اس حدیث کو شیخ البانی نے حسن کہا ہے۔(صحيح أبي داود:1402)

ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ابواسحاق السبیعی کا قول نقل کیا ہے: أدركت الناس منذ سبعين سنة يسجدون في الحج سجدتين(المصنف: كتاب الصلاة ، في الحج سجدتان)

ترجمہ: میں نے ستر سال سے لوگوں کو سورہ حج میں دو سجدے ہی کرتے پایا ہے۔

یہ قول حنفی تالیف اوجز المسالک الی موطامالک میں بھی موجود ہے جس پر کوئی کلام نہیں کیاہے۔

سجدہ تلاوت کے پندرہ مقامات وآیات :

1- إن الذين عند ربك لا يستكبرون عن عبادته ويسبحونه وله يسجدون(الأعراف/206)

ترجمہ: یقیناجوآپ کے رب کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اوراس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کو سجدہ کرتے ہیں.

2-ولله يسجد من في السماوات والأرض طوعاً وكرهاً وظلالهم بالغدو والآصال (الرعد:15).

ئے ترجمہ: اللہ ہی کے لیے زمین اور آسمان کی سب مخلوق خوشی اور ناخوشی سے سجدہ کرتی ہے اور صبح وشام ان کے سا بھی۔

3-ولله يسجد ما في السماوات وما في الأرض من دابة والملائكة وهم لا يستكبرون (النحل:49).

ترجمہ: یقیناآسمان وزمین کے کل جاندار اور تمام فرشتے اللہ تعالی کے سامنے سجدہ کرتے ہیں اور ذرا بھی تکبر نہیں کرتے۔

4-قل آمنوا به أو لا تؤمنوا إن الذين أوتوا العلم من قبله إذا يتلى عليهم يخرون للأذقان سجدا(الإسراء:107) .

، جنہیں اس سے پہلے علم دیا گیاہے ان کے پاس توجب بھی اس یانہ لاؤ ترجمہ: کہہ دیجئے ! تم اس پر ایمان لاؤ کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سحدہ میں گر پڑتے ہیں۔

5- إذ تتلى عليهم آيات الرحمن خروا سجداً وبكياً(مريم:58) .

ترجمہ: ان کے سامنے جب اللہ رحمان کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی تھی تو یہ سجدہ کرتے روتے گڑگڑاتے گرپڑتے تھے۔

6- ألم تر أن الله يسجد له من في السماوات ومن في الأرض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وكثير من الناس وكثير حق عليه العذاب ومن يهن الله فما له من مكرم إن الله يفعل ما يشاء(الحج:18) .

ترجمہ: کیاتو دیکھ نہیں رہا کہ سب آسمان والے اور زمین والے، اور سورج چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان بھی اللہ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں ہاں بہت سے وہ بھی ہیں جن پر عذاب کا مقولہ ثابت ہو چکا ہے، جسے اللہ تعالی ذلیل کرے اسے کوئی بھی عزت دینے والا نہیں، یقیناً اللہ تعالی جو چاہتا کرتا ہے۔

7-یا أیها الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون (الحج:77)

ترجمہ: اے ایمان والو! رکوع وسجدہ کرتے رہو اور اپنے رب کی عبادت میں لگے رہو اور نیک کام کرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

8-وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا(الفرقان:60) .

ترجمہ: اور جب بھی ان سے رحمن کو سجدہ کرنے کا کہا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں رحمن کیا ہے؟ کیا ہم اسے سجدہ کریں جس کا تو ہمیں حکم دے رہا ہے اور اس (تبلیغ) نے ان کی نفرت میں مزید اضافہ کر دیا۔

9- ألا یسجدوا لله الذي یخرج الخبء في السماوات والأرض ویعلم ما تخفون وما تعلنون (النمل:25) .

ترجمہ: کہ اسی اللہ تعالی کے لیے سجدے کریں جو آسمانوں اور زمینوں کی پوشیدہ چیزوں کو نکالتا ہے، اور جو کچھ تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو وہ سب جانتا ہے۔

10- إنما یؤمن بآیاتنا الذین إذا ذکروا بها خروا سجداً وسبحوا بحمد ربهم وهم لا یستکبرون(السجدة:15) .

ترجمہ: ہماری آیتوں پر وہی ایمان لاتے ہیں جنہیں جب کبھی اس کی نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔

11- وظن داود أنما فتناه فاستغفر ربه وخر راکعاً وأناب(ص:24) .

ترجمہ: اور داود علیہ السلام سمجھ گئے کہ ہم نے انہیں آزمایا ہے ، پھر تو وہ اپنے رب سے استغفار کرنے لگے اور عاجزی کرتے ہوئے گر پڑے اور پوری طرح رجوع کیا۔

12-ومن آياته الليل والنهار والشمس والقمر لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا لله الذي خلقهن إن كنتم إياه تعبدون(فصلت:37) .

ترجمہ: اور دن رات اور سورج چاند بھی اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ہیں، تم سورج کو سجدہ نہ کرو اور نہ ہی چاند کو بلکہ اللہ تعالی کو سجدہ کرو جس نے ان سب کو پیدا فرمایا ہے، اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

13-فاسجدوا لله واعبدوا(النجم:63) .

ترجمہ: تو اللہ ہی کو سجدہ کرو اور اس کی ہی عبادت کرو۔

14-وإذا قرء عليهم القرآن لا يسجدون(الانشقاق:21) .

ترجمہ: اور جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے۔

15- كلا لا تطعه واسجد واقترب(العلق:19) .

ترجمہ: خبردار! اس کا کہنا ہر گز نہ ماننا اور سجدہ کر اور قریب ہو جا۔

(فقہ السنہ)

ان جگھوں کی تلاوت کرتے وقت سجدہ کرنا مشروع ہے خواہ تلاوت نماز میں ہو یا نماز سے باہر۔ نبی ﷺ جب سجدہ کی ان آیات سے گزرتے تو سجدہ کرتے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ:أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَيَقْرَأُ سُورَةً فِيهَا سَجْدَةٌ، فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهُ، حَتَّى مَا يَجِدُ بَعْضُنَا مَوْضِعًا لِمَكَانِ جَبْهَتِهِ(صحيح مسلم:575)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی کہ نبی کریم ﷺ قرآن مجید کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ آپ اس سورت کی تلاوت فرماتے جس میں سجدہ ہوتا اور سجدہ کرتے تو ہم (سب) بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے، حتی کہ ہم میں سے بعض کو پیشانی رکھنے کے لیے بھی جگہ نہ ملتی تھی۔

سجدہ تلاوت کا حکم:

سجدہ تلاوت کے مقامات پر سے جب گزر ہو تو سجدہ کرنا سنت ہے واجب نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قرأَ يومَ الجمعةِ على المنبرِ بسورةِ النحلِ ، حتى إذا جاءَ السجدة نزل فسَجَدَ ، وسَجَدَ الناسُ ، حتى إذا كانت الجمعةُ القابلةُ ، قرأَ بها ، حتى إذا جاءَ السجدةُ ، قال : يا أيُّها الناسُ ، إنا نَمُرُّ بالسجودِ ، فمَن سَجَدَ فقد أصابَ ، ومَن لم يَسْجُدْ فلا إثمَ عليه . ولم يَسْجُدْ عمرُ رضي اللهُ عنه . وزادَ نافعٌ ، عن ابنِ عمرَ رضي الله عنهما : إن اللهَ لم يَفْرِضْ السجودَ إلا أن نشاءَ .(صحيح البخاري:1077)

ترجمہ: انہوں نے جمعہ کے دن منبر پر سورہ نحل تلاوت فرمائی۔ جب آیت سجدہ پر پہنچے تو منبر سے نیچے اترے اور سجدہ کیا اور لوگوں نے بھی آپ کے ہمراہ سجدہ تلاوت کیا۔ جب آئندہ جمعہ آیا تو آپ نے منبر پر پھر اسی سورت کی تلاوت فرمائی۔ جب آیت سجدہ پر پہنچے تو فرمایا: لوگو! ہم آیت سجدہ پڑھ رہے ہیں، جس نے اس پر سجدہ کیا اس نے ٹھیک اور درست کام کیا اور جس نے سجدہ نہ کیا اس پر کوئی گناہ نہیں، تاہم حضرت عمرؓ نے سجدہ نہ کیا۔ حضرت نافع نے ابن عمرؓ کے واسطے سے حضرت عمرؓ سے ان الفاظ کا اضافہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سجدہ تلاوت ہم پر فرض نہیں کیا ہے، ہاں! اگر ہم چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

صحیحین میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

قرأتُ على النبيِّ صلى الله عليه وسلم : والنجم . فلم يَسْجُدْ فيها(صحيح البخاري:1073، صحيح مسلم:577)

ترجمہ: میں نے ایک دفعہ نبی ﷺ کے حضور سورہ نجم تلاوت کی تھی تو آپ نے اس میں سجدہ نہیں کیا تھا۔

سنت ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اسے چھوڑ دیا جائے بلکہ اس پہ ہمیشگی برتنا چاہئے اور کوئی امر مانع نہ ہو سجدہ والی آیت پہ فوراً سجدہ کرنا چاہئے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إذا قرأ ابنُ آدمَ السجدةَ فسجد ، اعتزل الشيطانُ يبكي . يقول : يا وَيْلَهْ (وفي رواية أبي كريب يا وَيْلي) . أُمِرَ ابنُ آدمَ بالسجود فسجد فله الجنَّةُ . وأُمِرتُ بالسجود فأَبَيْتُ فلي النارُ . وفي رواية : فعَصَيتُ فلي النَّارُ(صحيح مسلم:81)

ترجمہ: جب ابن آدم سجدے کی آیت تلاوت کر کے سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتے ہوئے وہاں سے ہٹ جاتا ہے، وہ کہتا ہے: ہائے اس کی ہلاکت! (اور ابو کریب کی روایت میں ہے، ہائے میری ہلاکت!) ابن آدم کو سجدے کا حکم ملا تو اس نے سجدہ کیا، اس پر اسے جنت مل گئی اور مجھے سجدے کا حکم ملا تو میں نے انکار کیا، سو میرے لیے آگ ہے۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے: عليك بكثرةِ السجودِ للهِ، فإنك لا تسجدُ للهِ سجدةً إلا رفعَك اللهُ بها درجةً وحطَّ عنك بها خطيئةً(صحيح مسلم:488)

ترجمہ: تم اللہ کے حضور کثرت سے سجدے کیا کرو کیونکہ تم اللہ کے لیے جو بھی سجدہ کروگے اللہ اس کے نتیجے میں تمہارا درجہ ضرور بلند کرے گا اور تمہارا کوئی گناہ معاف کردے گا۔

سجدہ تلاوت کرنے کا طریقہ:

سجدہ تلاوت نماز ہی کی طرح سات اعضاء پر کرنا ہے مگر اس میں نماز کی طرح شرائط نہیں ہیں۔ سجدہ تلاوت کے لئے طہارت شرط نہیں ہے، باوضو ہو تو اچھی بات ہے اور ممکن ہو تو افضل ہے قبلہ رخ ہو جائے تاہم بغیر قبلہ رخ کیا گیا سجدہ بھی ادا ہو جائے گا۔ سجدہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ میں جائے اور سجدے کی دعائیں کرے۔ مثلا "سبحان ربي الأعلى" اور "سبحانک اللھم ربنا وبحمدک، اللھم اغفرلي"۔ سجدہ تلاوت کی دعا بھی کافی ہے تاہم سجدوں کی دعاؤں کے ساتھ دیگر مسنون دعائیں بھی کر سکتے ہیں۔ سجدہ میں دعا کرنے کے بعد بغیر تکبیر کے سر اٹھالے، بس ایک ہی سجدہ کرے۔ سجدہ کے لئے نہ تو یہ ضروری ہے کہ بغیر وضو والا ضروری طور پر وضو کرے اور نہ ہی سجدہ کے لئے کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہنا یا سجدہ سے اٹھتے وقت تکبیر کہنا یا سجدہ کر کے سلام پھیرنا ثابت ہے۔

تلاوت کی دعائیں:

پہلی دعا:

عن عائشةَ رضيَ اللَّهُ عنها قالَت : كانَ رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليْهِ وسلَّمَ يقولُ في سجودِ القرآنِ باللَّيلِ يقولُ في السَّجدةِ مرارًا سجدَ وجْهي للَّذي خلقَهُ وشقَّ سمعَهُ وبصرَهُ بحولِهِ وقوَّتِهِ(صحيح أبي داود:1414)

ترجمہ: ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو سجدہ قرآن میں یہ دعا تکرار سے پڑھا کرتے تھے (سجد وجھي للذي خلقه وشق سمعه وبصره بحوله وقوته) میرا چہرہ اس ذات کے لیے سجدہ ریز ہے جس نے اس کو پیدا کیا اور اپنی طاقت اور قوت سے اس کے کان اور آنکھ بنائے۔

ابوداؤد، ترمذی، سنن دار قطنی، سنن نسائی، مسند امام احمد، مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ دعا بطور سجدہ تلاوت وارد ہے ان

مقامات میں " فتبارک اللہ أحسن الخالقین " کے الفاظ نہیں ہیں البتہ مستدرک حاکم میں یہ روایت تین جگہوں پر ہے ایک جگہ ان الفاظ بھی زیادتی ہے۔اس روایت کو حاکم نے شیخین کی شرط پہ صحیح کہا ہے۔الفاظ کی زیادتی مسلم میں بھی بطور عام سجدہ کی دعا وارد ہے روایت آگے آرہی ہے اور یہ سورہ مومنون آیت نمبر چودہ کا حصہ بھی ہے۔

دوسری دعا:

ایک شخص خواب میں ایک درخت کے پیچھے نماز میں سجدہ کرتے ہوئے اس درخت کو یہ کہتے سنا اور رسول اللہ ﷺ سے وہ آواز بیان کیا جو یہ ہے۔

اللهم اكتُبْ لِي بها عندَك أَجْرًا، وضَعْ عني بها وِزْرًا، واجعلْها لي عندك ذُخْرًا، وتَقبَّلْها مِنِّي كما تَقبَّلْتَها من عبدِكَ دَاوُدَ(صحيح الترمذي:579)

ترجمہ: اے اللہ! اس کے بدلے تو میرے لیے اجر لکھ دے، اور اس کے بدلے میرا بوجھ مجھ سے ہٹا دے، اور اسے میرے لیے اپنے پاس ذخیرہ بنا لے، اور اسے مجھ سے تو اسی طرح قبول فرما جیسے تو نے اپنے بندے داود سے قبول کیا تھا۔

ترمذی کی روایت میں آگے مذکور ہے۔ حسن بن محمد بن عبید اللہ بن أبی یزید کہتے ہیں: مجھ سے ابن جریج نے کہا کہ مجھ سے تمہارے دادا نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے آیت سجدے کی تلاوت کی اور سجدہ کیا، ابن عباس کہتے ہیں: تو میں نے آپ کو ویسے ہی کہتے سنا جیسے اس شخص نے اس درخت کے الفاظ بیان کئے تھے۔

تیسری عام دعا:

صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ نبی ﷺ جب سجدہ کرتے تو کہتے: اللهمَّ ! لك سجدتُ . وبك آمنتُ . ولك أسلمتُ . سجد وجهي للذي خلقَه وصوَّره ، وشقَّ سمعَه وبصرَه . تبارك اللهُ أحسنُ الخالقِين(صحيح مسلم:771)

ترجمہ: اے اللہ! میں نے تیرے ہی حضور سجدہ کیا اور تجھ ہی پر ایمان لایا اور اپنے آپ کو تیرے ہی حوالے کیا، میرا چہرہ اس ذات کے سامنے سجدہ ریز ہے جس نے اسے پیدا کیا، اس کی صورت گری کی اور اس کے کان اور اس کی آنکھیں تراشیں، برکت والا ہے اللہ جو بہترین خالق ہے۔

سنن دار قطنی اور صحیح ابن حبان وغیرہ میں رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا فرض نماز میں کرنے کی بابت منقول ہے جبکہ

دوسری احادیث سے رات کی نفل نماز کے سلسلے میں بھی وارد ہے۔ چونکہ سجدہ تلاوت میں سجدہ سے متعلق ساری دعائیں کر سکتے بلکہ دیگر ماثورہ دعائیں بھی کر سکتے ہیں اس دعا کو بھی سجدہ تلاوت میں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سجدہ تلاوت کے مزید چند احکام:

☆ نماز میں سجدہ تلاوت کرتے وقت امام تکبیر کہتے ہوئے سجدہ کرے گا اور مقتدی کو الزامی طور پر امام کے ساتھ سجدہ کرنا ہوگا پھر تکبیر کہتے ہوئے کھڑا ہوگا، سجدہ سے اٹھتے وقت تکبیر نماز کے ساتھ خاص ہے، بغیر نماز والے سجدہ میں اٹھتے وقت تکبیر نہیں ہے۔

☆ بہتر یہ ہے کہ امام سری نماز میں لوگوں میں تشویش ہونے کی باعث سجدہ تلاوت نہ کرے البتہ منفرد کے لئے کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

☆ قاری کے علاوہ سامع پر بھی سجدہ تلاوت مسنون ہے یعنی نے جس نے قاری کو آیت سجدہ تلاوت کرتے سنا اس کو سجدہ کرنا چاہئے جیسا کہ نبی ﷺ جب کوئی سجدہ کی آیت تلاوت کرتے تو سجدہ کرتے اور آپ کے ساتھ موجود صحابہ بھی سجدہ کرتے۔

☆ کوئی گاڑی چلاتے ہوئے ٹیپ رکارڈ سے تلاوت کی آیت سنے تو ممکن ہو تو سجدہ کرلے ورنہ چھوڑ بھی سکتا ہے کیونکہ واجب نہیں ہے، عدم وجوب کی دلیل اوپر گزری ہے۔ ٹرین، جانور کی سواری اور جہاز وغیرہ پر سفر کرتے وقت آیت سجدہ پڑھنے یا سننے یا لاؤڈ سپیکر سے آیت سجدہ سننے کا بھی یہی حکم ہے۔ سواری پہ سجدہ نہ کر سکنے کی صورت میں ہاتھ کے اشارے کے ساتھ تھوڑا سا جھک جائے اور دعا پڑھ لے یہ بھی کافی ہے۔

☆ سجدہ تلاوت کرتے وقت کوئی اونچی چیز نہ ملے تو قرآن پاک فرش پہ رکھ سکتے ہیں، کوئی موجود ہو تو اس کو تھما دے اور اگر ریحل، ٹیبل یا طاق وصندوق وغیرہ ہو تو اس پر رکھ دے یا خود اپنے ہاتھ میں تھام کر بھی سجدہ کر سکتا ہے اس حال میں کہ ہاتھ زمین پر ہو۔

☆ دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ حائضہ بھی قرآن پڑھ سکتی ہے وہ اگر سجدہ تلاوت سے گزرے تو شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حیضاء اور نفساء کے سجدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

☆عورت سجدہ کرے تو سر ڈھانپنا ضروری نہیں ہے تاہم بہتر ہے اور بعض اہل علم نے ضروری قرار دیا ہے مگر اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

☆جب قاری یا حفظ کرنے والا بار بار سجدہ والی آیت پڑھے تو ایک بار سجدہ کرنا کافی ہے اور چھوڑ دینے میں گناہ نہیں ہے کیونکہ واجب نہیں ہے۔

☆جس طرح اسباب والی نمازیں مکروہ اوقات میں بھی ادا کر سکتے ہیں اسی طرح سجدہ تلاوت بھی کر سکتے ہیں خواہ سورج ڈوب رہا ہو یا نکل رہا ہو۔

☆کوئی تلاوت کرے اور تھوڑی دیر بعد سجدہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن آیت سجدہ کی تلاوت پہ طویل وقت گزر جائے اور سجدہ نہیں تھا تو اب سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

☆ قرآن کریم میں سورہ حج کے آخر میں باہری صفحہ پر "السجدة عند الشافعي" (یعنی امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہاں سجدہ تلاوت ہے) لکھا ہوتا ہے۔ یہ فقہی مسلک کے اعتبار لکھا ہوا ہے کہ اسے امام شافعی یہاں سجدہ مانتے ہیں جبکہ امام ابو حنیفہ نہیں مانتے۔ میں نے اوپر حدیث کا حوالہ دیا ہے کہ سورہ حج میں دو سجدے ہیں اس لئے حدیث رسول کے بعد کسی چیز کی ضرورت نہیں رہتی یعنی ہمیں اس بات کو محمد ﷺ کی جانب نسبت کرنے کی ضرورت ہے۔

سجدہ تلاوت کے متعلق رائج چند غلط طریقے:

1/ بعض لوگ سجدہ کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، زبان سے نیت بھی کرتے ہیں اور سجدہ سے اٹھتے ہوئے تکبیر کہتے ہیں سو ان کاموں کی کوئی دلیل نہیں ہے اس لئے ایسا نہیں کرنا چاہئے، سجدہ کرنے کا طریقہ اوپر بیان ہوا ہے اس کے مطابق کریں۔

2/ بعض لوگوں میں یہ طریقہ رائج ہے کہ مکمل قرآن ختم کرکے اکٹھے سارے سجدے کرتے ہیں بطور خاص تراویح پڑھانے والے آخر رمضان میں ختم قرآن کے دن ساری سجدہ والی آیتیں اکٹھے پڑھ کر اکٹھے سجدہ کرتے ہیں۔ یہ دین میں نئی ایجاد ہے۔اسی طرح بعض لوگ تلاوت مکمل کرکے سجدے کرتے ہیں یہ بھی غلط ہے۔

3/ تلاوت کرتے ہوئے سجدہ والی آیت کو چھوڑ دینا اور آگے تلاوت کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ بعض حفاظ کرتے ہیں ،بھلے سجدہ نہ کرے مگر آیت سجدہ کی تلاوت ترک نہ کرے۔

4/بعض لوگ سجدہ کی جگہ بجائے سجدہ کرنے کے بعض قسم کے اذکار کرتے ہیں مثلا "سمعنا وأطعنا غفرانک ربنا وإلیک المصیر" یا "سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر" یا چار دفعه "لا إله إلا الله وحده لا شريك له ، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير" یہ بھی دین میں نئی ایجاد ہے، ذکر سجدہ کا بدل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اسلاف میں سے کسی نے ایسا کیا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ایسی کوئی دعا نہیں ہے جو سجدہ تلاوت سے مستغنی کردے۔

5/بعض لوگ سورج ڈوبتے اور نکلتے وقت سجدہ تلاوت نہیں کرتے ایسے لوگ اس معاملہ میں خطا پر ہیں، صحیح بات یہی ہے کہ ایسے وقتوں میں سجدہ کر سکتے ہیں۔

6/احناف کے یہاں لکھا ہے کہ کلاس میں جتنے طالب علم سجدہ کی آیت پڑھے استاد کو اتنی دفعہ واجبی طور پر سجدہ کرنا ہوگا۔ یہ تکلیف مالا یطاق ہے۔ اولا سجدہ تلاوت واجب ہے ہی نہیں، ثانیا ایسی حالت میں ایک بار سجدہ کافی ہے۔

7/قرآن خوانی میں ایک شخص دوسرے کی طرف سے سجدہ کرتا ہے۔ معلوم رہے قرآن خوانی کا مروجہ طریقہ شریعت کے خلاف ہے اور یہ بھی خلاف سنت ہے کہ کوئی دوسرے کی جانب سے سجدہ تلاوت کرے۔

BACK

عورتوں کے لئے اذان واقامت کا حکم

نماز میں اذان واقامت صرف مردوں کے حق میں مشروع ہے کیونکہ مردوں پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے جبکہ عورتوں کی نماز اپنے گھر میں ادا کرنا بہتر ہے۔ یہ الگ مسئلہ ہے کہ عورت اگر مردوں کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتی ہے شریعت نے اجازت دی ہے۔

جب عورت کو اکیلے گھر میں نماز پڑھنا ہے تو اذان کی ضرورت ہی نہیں اور نہ ہی اقامت کی، جیسے ہی کسی نماز کا وقت ہو جائے بغیر اذان کا انتظار کئے اپنی نماز انفرادی طور پر پڑھ سکتی ہے بخلاف مردوں کے کہ ان کے لئے اذان مشروع ہے پہلے اذان دے پھر اقامت کہہ کر جماعت سے نماز ادا کرے ،آگے اس بات کی دلیل بھی ذکر کی جائے گی۔ اذان دوسروں کو نماز کی اطلاع دینے اور مسجد میں حاضر ہونے کے لئے دی جاتی ہے اور اقامت بھی نماز کی جماعت کھڑی ہونے کی اطلاع دینے کے لئے ہے۔ یہاں یہ مسئلہ بھی واضح رہے کہ مردوں کے حق میں بھی اذان واقامت فقط مشروع ہے یعنی اگر کسی نے بغیر اذان کے نماز ادا کر لیا یا کسی نے بغیر اقامت کے نماز پڑھ لیا تو نماز اپنی جگہ درست ہے اسے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے تاہم قصدا اذان یا اقامت چھوڑ کے نماز نہیں ادا کرنا ہے۔

ہاں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر کئی عورتیں مل کر جماعت سے فرض نماز ادا کریں اس صورت میں ان کے حق میں اذان واقامت کا کیا حکم ہے ؟ مثلا نسواں ادارہ ہے وہاں پنج وقتہ عورتوں کی جماعت ہوتی ہے اس جگہ عورتوں کو ہر نماز کے لئے اذان دینا چاہئے اور جماعت کھڑی ہونے سے پہلے اقامت کہنا چاہئے کہ نہیں ؟

نماز کا معاملہ توقیفی ہے ہمیں اس سلسلے میں اپنے من سے کچھ نہیں کہنا ہے اور نہ ہی لوگوں کے اقوال یا ضعیف وموضوع احادیث سے استدلال کیا جائے گا۔ جب ہم عورتوں کی نماز اور ان کی جماعت کے سلسلے میں صحیح احادیث تلاش کرتے ہیں تو یہ ثبوت ضرور ملتا ہے کہ ایک عورت دوسری عورتوں کی جماعت کرا سکتی ہے خواہ فرض نماز ہو یا نفل نماز لیکن عورتوں کے حق میں اذان واقامت کی کوئی صحیح مرفوع حدیث نہیں ملتی ہے تاہم صحیح دلائل سے اس بات کا اشارہ ضرور ملتا ہے کہ عورتوں کے حق میں اذان واقامت نہیں ہے۔ سیدہ ام ورقہ بنت عبداللہ بن حارث سے روایت ہے :

كانَ رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ يَزورُها في بَيتِها ، وجعلَ لَها مؤذِّنًا يؤذِّنُ لَها ، وأمرَها أن تؤمَّ أهلَ دارِها(صحيح أبي داود:592)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ ان کے گھر میں ملنے کے لیے آیا کرتے تھے اور انکے لیے ایک مؤذن مقرر کیا تھا جو ان کے لیے اذان دیتا تھا اور آپ نے انہیں (ام ورقہ کو) حکم دیا تھا کہ اپنے گھر والوں کی امامت کریں۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ اگر عورتوں کا اذان دینا مشروع ہوتا تو آپ ﷺ ام ورقہ اور ان کے گھر کی عورتوں کے لئے مرد مؤذن کا انتخاب نہیں کرتے بلکہ انہیں میں سے کسی ایک عورت کو یا ام ورقہ کو اذان دینے پر مامور کرتے مگر آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔

اسی طرح سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

أتيتُ النَّبيَّ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ أنا وصاحِبٌ لي فلمَّا أردنا الانصرافَ قالَ لنا إذا حضرَتِ الصَّلاةُ فأذِّنا وأقيما وليؤمَّكما أكبرُكُما(صحيح ابن ماجه:806)

ترجمہ: میں اور میرا ایک ساتھی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب ہم نے واپس (وطن) جانے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا: جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم لوگ اذان اور اقامت کہنا اور تمہارا امام وہ بنے جو تم دونوں میں سے زیادہ بڑا ہے۔

اس حدیث میں جس طرح نبی ﷺ نے مردوں کو مخاطب ہو کر اذان واقامت اور جماعت کا حکم دیا ہے اس طرح کسی مرفوع حدیث سے عورتوں کے حق میں اذان واقامت کا ثبوت نہیں ملتا ہے البتہ یہ اثر " ليس على النِّساءِ أذانٌ ولا إقامةٌ" کہ عورتوں پر اذان واقامت نہیں ہے ثابت نہیں ہے۔

اس مسئلے میں بعض علماء نے عورتوں کے حق میں اذان واقامت دونوں اور بعض نے صرف اقامت کو مباح کہا ہے اور استدلال کے طور پر نبی ﷺ کا ایک یہ فرمان پیش کیا جاتا ہے:

إنَّما النِّساءُ شقائقُ الرِّجالِ(صحيح أبي داود:236)

ترجمہ: ہاں! عورتیں (بھی) بلاشبہ مردوں ہی کی مانند ہیں۔

بلاشبہ عورتیں بھی مردوں کی مانند ہیں مگر تمام چیزوں میں نہیں جیسا کہ ہم ان کی فطرت، جنس اور خلقت مردوں سے

مختلف پاتے ہیں۔ جس حدیث میں عورتوں کو مردوں کی مانند قرار دیا گیا ہے وہاں مسئلہ احتلام کا ہے کہ احتلام ہو جانے پر مردوں کی طرح عورتوں پر بھی غسل ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ عورتوں کے حق میں اذان و اقامت مشروع نہیں ہے۔

BACK

اقامت کے وقت مسواک کرنے کا حکم

احادیث میں مسواک کی بڑی تاکید آئی ہے، نبی ﷺ اس کا بڑااہتمام کرتے تھے اور آپ نے اپنی امت کو بھی اس کی ترغیب دلائی ہے لیکن ٹوتھ پیسٹ اور ٹوتھ برش نے مسواک کی سنت کو لوگوں کی نظروں سے اوجھل کردیا اس وجہ سے برصغیر ہندوپاک میں مسواک کا استعمال نہ کے برابر ہے جبکہ طبّی اعتبار سے اس کے جو فوائد ہیں اپنی جگہ مسلم ہیں شرعا یہ سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ سعودی عرب میں اس کا استعمال بہت عام ہے یہی وجہ ہے کہ ہر دوکان میں اور تقریبا اکثر مساجد کے پاس مسواک دستیاب ہوتی ہے اور یہاں کے باشندے وضو کے وقت، اذان کے وقت اور اقامت کے وقت اس کا بڑااہتمام کرتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا نماز کے وقت یا اقامت ہوتے وقت یا اقامت ہوجانے کے بعد مسواک کرنا کیسا ہے؟

احادیث سے کئی اوقات میں نبی ﷺ سے مسواک کرنے کا پتہ چلتا ہے بطور خاص وضو کے وقت اور نماز کے وقت مسواک کرنے کی بڑی ترغیب دلائی گئی ہے۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لولا أن أشقَّ على أمتي، أو على الناسِ لأمَرتُهم بالسواكِ معَ كلِّ صلاةٍ(صحيح البخاري:887)

ترجمہ: اگر مجھے اپنی امت یا لوگوں کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے لیے ان کو مسواک کا حکم دے دیتا۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ نمازی کو چاہئے کہ وہ ہر نماز کے لئے مسواک کرلیا کرے۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب وضو کرنے لگے تو پہلے مسواک کرے اگر وضو کے وقت مسواک نہیں کرسکا تو نماز سے پہلے کسی وقت مسواک کرلے خواہ اقامت ہی کیوں نہ ہورہی ہو۔ نماز سے پہلے پہلے کسی بھی وقت مسواک کرنا نماز کے لئے مسواک کرنا ہے،اس سے رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل ہوجاتا ہے۔

زیدبن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

لَولا أن أشقَّ علَى أمَّتي لأمرتُهُم بالسِّواكِ عندَ كلِّ صلاةٍ ، ولأخَّرتُ صلاةَ العشاءِ إلى ثلثِ اللَّيلِ(صحيح الترمذي:23)

ترجمہ: اگر مجھے اپنی امت کو حرج ومشقت میں مبتلا کرنے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا، نیز میں عشاء کو تہائی رات تک مؤخر کرتا۔

ترمذی کی اس روایت میں راوی ابوسلمہ ،زید بن خالد رضی اللہ عنہ کا اس حدیث پر عمل کرنے کی کیفیت ذکر کرتے ہیں۔

فَكَانَ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ يَشْهَدُ الصَّلَوَاتِ فِي الْمَسْجِدِ وَسِوَاكُهُ عَلَى أُذُنِهِ مَوْضِعَ الْقَلَمِ مِنْ أُذُنِ الْكَاتِبِ،لاَيَقُومُ إِلَى الصَّلاَةِ إِلاَّأَسْتَنَّ ثُمَّ رَدَّهُ إِلَى مَوْضِعِهِ.

ترجمہ: زید بن خالد رضی اللہ عنہ نماز کے لئے مسجد آتے تو مسواک ان کے کان پر بالکل اسی طرح ہوتی جیسے کاتب کے کان پر قلم ہوتا ہے، وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو مسواک کرتے پھر اسے اس کی جگہ پر واپس رکھ لیتے۔

صحابی کے عمل سے واضح ہوتا ہے کہ ہم مسواک مسجد لا سکتے ہیں اور نماز کھڑی ہوتے وقت اس کا استعمال کر سکتے ہیں۔

نماز کے وقت مسواک کا استحباب کمال نظافت، شرف عبادت اور تقرب الی اللہ کا باعث ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

السِّواكُ مَطهرةٌ للفمِ ، مَرضاةٌ للرَّبِّ (صحيح النسائي:5)

ترجمہ: مسواک منہ کی صفائی وپاکیزگی اور رب تعالیٰ کی رضامندی کا ذریعہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ علماء نے پانچ اوقات میں مسواک کرنے کو زیادہ فضیلت دی ہے گو کہ اس کا استعمال عام ہے کبھی بھی کر سکتے ہیں۔

وضو کے وقت، نماز کے لئے کھڑا ہوتے وقت، قرآن کی تلاوت کے وقت، بیدار ہوتے وقت اور منہ میں بدبو آنے کے وقت۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جس بندے نے وضو میں مسواک نہ کیا ہو وہ اقامت کے وقت مسواک کر سکتا ہے، اسی طرح وہ بھی بوقت اقامت مسواک کر سکتا ہے جنہوں نے بہت پہلے وضو میں مسواک کیا تھا اور نماز کھڑی ہونے کے وقت مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اقامت کا جواب دینے کا حکم

اقامت کا جواب دینے کے سلسلے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، صحیح بات یہ ہے کہ اقامت کا جواب دینا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی صحابہ کرام سے اقامت کا جواب دینا ہی ثابت ہے۔ اگر اقامت کا جواب دینا مسنون ہوتا تو نبی ﷺ اور صحابہ کرام سے ضرور اس کا جواب دینا منقول ہوتا مگر ایسا نہیں ہے اور اسی طرح اذان کے بعد درود پڑھنا اور دعا کرنا ثابت ہے جبکہ اقامت کے متعلق ایسا کچھ بھی ثابت نہیں ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اقامت کا جواب نہیں دینا چاہئے۔ اقامت تو اذان کی آواز سن کر مسجد میں حاضر ہوئے نمازیوں کو نماز کے لئے تیار کرنے کی غرض سے ہے، یہاں بجائے اس کے کہ اقامت کا جواب دیا جائے خاموشی بہتر ہے اور اقامت ختم ہوتے ہوئے امام کو صفیں درست کرنا چاہئے اور نماز کھڑی کر دینی چاہئے اس میں اقامت کے بعد دعا کرنے کا وقت بھی نہیں موجود ہے اور نہ ہی اقامت کے بعد تکبیر تحریمہ سے پہلے کوئی دعا پڑھنا ثابت ہے۔ اقامت کے فوراً بعد نبی ﷺ صفیں درست کرتے اور نماز کھڑی کر دیتے تھے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أقيمتْ الصلاةُ ، فأقبَلَ علينا رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ بوجهِهِ ، فقالَ : أقِيمُوا صفُوفَكُم وتَرَاصُّوا ، فإنِّي أرَاكُم من وراءِ ظَهْرِي .(صحيح البخاري:719)

ترجمہ: نماز کے لئے اقامت کہی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا چہرہ ہماری طرف کیا اور فرمایا کہ اپنی صفیں برابر کر لو اور مل کر کھڑے ہو جاؤ، میں تم کو اپنی پیٹھ پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ اقامت کا جواب نہیں دینا ہے۔ اس کی مزید وضاحت مندرجہ ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كان رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ يسوي صفوفَنا . حتى كأنما يسوي بها القداحَ . حتى رأى أنا قد عقلنا عنه . ثم خرج يومًا فقام حتى كاد يكبِّر . فرأى رجلًا باديًا صدرُه من الصفِّ . فقال عبادِ اللهِ ! لتسوُّن صفوفَكم أو ليخالفنَّ اللهُ بين وجوهِكم .(صحيح مسلم:436)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو (اس قدر) سیدھا اور برابر کراتے تھے، گویا آپ ان کے ذریعے سے تیروں کو سیدھا کر رہے ہیں، حتیٰ کہ جب آپ کو یقین ہو گیا کہ ہم نے آپ سے (اس بات کو) اچھی طرح سمجھ لیا ہے تو اس کے بعد ایک دن آپ گھر سے نکل کر تشریف لائے اور (نماز پڑھانے کی جگہ) کھڑے ہو گئے اور قریب تھا کہ آپ تکبیر کہیں (اور نماز شروع فرمادیں کہ) آپ نے ایک آدمی کو دیکھا، اس کا سینہ صف سے کچھ آگے نکلا ہوا تھا، آپ نے فرمایا: اللہ کے بندو! تم لازمی طور پر اپنی صفوں کو سیدھا کرو ورنہ اللہ تمہارے رخ ایک دوسرے کے خلاف موڑ دے گا۔

ان احادیث کا جواب جن سے اقامت کا جواب دینے کی دلیل پکڑی جاتی ہے:

جو لوگ اقامت کو اذان پر قیاس کرتے ہیں اور اذان کی طرح اقامت کا جواب دینا مسنون کہتے ہیں وہ چند احادیث سے دلیل پکڑتے ہیں ان احادیث کا یہاں جواب دے رہا ہوں۔

پہلی دلیل: اس سلسلے میں سب سے قوی دلیل وہ روایت ہے جس میں اذان واقامت کو اذانین کہا گیا ہے۔ بخاری شریف میں ہے:

بين كلِّ أذانين صلاةٌ، بين كلِّ أذانينِ صلاةٌ . ثم قال في الثالثةِ : لمن شاءَ (صحيح البخاري:627)

ترجمہ: ہر دو اذانوں (اذان واقامت) کے بیچ میں نماز ہے۔ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ پھر تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی پڑھنا چاہے۔

جواب: یہاں اقامت کو اذان عربی کے مشہور قاعدے تغلیب کے تحت کہا گیا ہے جیسے ماں باپ کے لئے ابوین، سورج وچاند کے لئے قمرین، پانی وکھجور کے لئے اسودان (دو کالے) اور ابو بکر وعمر کے لئے عمران کبھی کبھی بول دیا جاتا ہے۔ تو اذان الگ چیز ہے اور اقامت الگ چیز یعنی اقامت کو اذان کے زمرے میں نہیں رکھا جائے گا۔

دوسری دلیل: ایک دوسری دلیل بخاری کی یہ روایت ہے جس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ نداء کا لفظ عام ہے جو اذان واقامت دونوں پر اطلاق ہو گا۔

إذا سمعتُمُ النداءَ ، فقولوا مثلَ ما يقولُ المؤذنُ .(صحيح البخاري:611)

ترجمہ: جب تم ندا (اذان) سنو تو جس طرح مؤذن کہتا ہے اسی طرح تم بھی کہو۔

جواب : یہاں نداء سے مراد صرف اذان ہے نہ کہ اذان واقامت جیسا کہ آگے والا لفظ مؤذن اس بات کا ثبوت ہے ۔ بخاری شریف کی ایک دوسری روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

من قال حين يسمعُ النداءَ : اللهمَّ ربَّ هذه الدعوةِ التامةِ ، والصلاةِ القائمةِ ، آتِ محمدًا الوسيلةَ والفضيلةَ ، وابعثْه مقامًا محمودًا الذي وعدته ، حلَّت له شفاعتي يومَ القيامةِ(صحيح البخاري:4719)

ترجمہ: جو شخص ندا(اذان) سننے کے بعد یہ دعا پڑھے: اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ،والصلاۃ القائمۃ، آت محمداً الوسیلۃ والفضیلۃ، وابعثہ مقاماً محموداً الذي وعدتہ (اے اللہ! یہ دعوت تامہ اور قائم شدہ نماز ہے، تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما، اور انہیں مقام محمود پر فائز فرما، جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے) تو قیامت کے دن اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

اس حدیث میں نداء کا لفظ وارد ہے جس سے اذان مراد ہے کیونکہ اس میں مذکور دعا اذان کے بعد کی دعا ہے۔

جہاں تک اقامت کہنے کا مستحق کون ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مؤذن اور امام و مصلی میں سے کوئی بھی اقامت کہہ سکتا ہے۔اور وہ حدیث ضعیف ہے جس میں ذکر ہے کہ جو اذان دے وہی اقامت کہے۔

تیسری دلیل: ایک خاص قسم کی روایت ہے جس میں اقامت کے الفاظ قد قامت الصلاۃ کا جواب دینا وارد ہے، وہ اس طرح سے ہے۔

أنَّ بلالًا أخذ في الإقامةِ فلما أن قال قد قامتِ الصلاةُ قال النَّبيُّ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ أقامَها اللهُ وأدامَها(ضعيف أبي داود:528)

ترجمہ: بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت شروع کی، جب انہوں نے «قد قامت الصلاۃ» کہا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «أقامھا اللہ و أدامھا» اللہ اسے قائم رکھے اور اس کو دوام عطا فرمائے۔

جواب: یہ روایت ضعیف ہے، اس میں محمد بن ثابت اور شہر بن حوشب ضعیف راوی ہیں اور اس میں ایک مجہول راوی بھی ہے۔لہذا اس روایت سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دلائل کی روشنی میں اقامت کا جواب دینا مسنون نہیں ہے یہی راجح مسلک ہے۔ شیخ محمد بن صالح

عثیمین رحمہ اللہ سے اقامت کے جواب کے بارے میں سوال کیا گیا تو شیخ نے جواب دیا کہ اقامت کا جواب دینے کے متعلق حدیث آئی ہے ابوداؤد نے جس کی تخریج کی ہے مگر وہ ضعیف ہے اس سے حجت نہیں پکڑی جائے گی۔راجح یہی ہے کہ اقامت کا جواب نہیں دیا جائے گا۔(مجموع فتاوی الشیخ العثیمین 12/السؤال رقم 129) .

BACK

نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے پہ عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث عام ہے

(احناف کے ایک شبہ کا رد)

بخاری ومسلم سمیت مختلف کتب احادیث میں موجود عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث موجود ہے جس میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس شخص نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوتی۔ حدیث اس طرح سے ہے۔

حدثنا علي بن عبد الله قال حدثنا سفيان قال حدثنا الزهري عن محمود بن الربيع عن عبادة بن الصامت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب(صحيح البخاري:756، صحيح مسلم:394)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں۔

صحیحین کی یہ حدیث عام ہے اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے اپنی نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوتی خواہ وہ امام ہو، منفرد ہو یا مقتدی۔ اسی سبب امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر بایں الفاظ باب باندھا ہے۔

باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كلها في الحضر والسفر وما يجهر فيها وما يخافت(امام ومقتدی کے لئے سب نمازوں میں سورہ فاتحہ کی قرات واجب ہے، نماز حضر والی ہو یا سفر والی، جہری ہو یا سری)

چونکہ احناف کے یہاں مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنا منع ہے اس وجہ سے وہ صحیح احادیث کا یا تو انکار کرتے ہیں یا ان میں من مانی تاویل کرتے ہیں۔

عبادہ والی اس حدیث میں بھی احناف متعدد قسم کی تاویلیں کرتے ہیں ان میں سے ایک غلط تاویل یہ ہے کہ عبادہ والی حدیث کے تمام طرق جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث صرف امام یا منفرد کے ساتھ خاص ہے مقتدیوں کو شامل نہیں ہے۔ اور پھر دلیل میں یہ روایت پیش کرتے ہیں۔

پہلی دلیل: لاَ صلاةَ لمن لم يقرأ بفاتحةِ الْكتابِ فصاعدًا(صحيح النسائي:910)

ترجمہ: جو شخص سورۂ فاتحہ اور کچھ مزید نہ پڑھے اسکی نماز نہیں۔

دوسری دلیل: عن أبي هريرةَ قالَ أمَرَني رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليْهِ وسلَّمَ أن أناديَ أنَّهُ لا صلاةَ إلَّا بقراءةِ فاتحةِ الْكتابِ فما زادَ(صحيح أبي داود:820)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں اعلان کردوں کہ قرآت فاتحہ اور کچھ مزید کے بغیر نماز نہیں۔

تیسری دلیل: عن أبي سعيدٍ قالَ أُمِرنا أن نقرأَ بفاتحةِ الكتابِ وما تيسَّرَ(صحيح أبي داود:818)

ترجمہ: سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم (نماز میں) فاتحہ اور جو میسر ہو (یعنی قرآن میں سے) پڑھا کریں۔

چوتھی دلیل: سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا صلاةَ لِمَن لم يقرَأْ في كلِّ رَكْعةٍ بِ الحَمْدُ للَّهِ وسورةٍ في فَريضةٍ أو غيرِها(ضعيف ابن ماجه:160)

ترجمہ: اس شخص کی کوئی نماز نہیں جو فرض اور نفل نماز کی ہر رکعت میں (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ) اور اس کے ساتھ کوئی اور سورت نہیں پڑھتا۔

☆ یہ حدیث ضعیف ہے، اسے علامہ ناصرالدین البانی، علاءالدین مغلطائی، ابن الملقن، حافظ ابن کثیر، حافظ ابن حجر عسقلانی اور الرباعی وغیرہم نے اسے ضعیف قرار دیا ہے ۔ دیکھیں : (ضعيف ابن ماجه:160، ضعيف الجامع:5266، ضعيف الجامع:6299، شرح ابن ماجه لعلاء :3/395، البدر المنير:3/551،تفسير القرآن:1/26، التلخيص الحبير:1/380، فتح الغفار:1/333،الأحاديث الموضوعة للموصلي:88)

احناف کا غلط استدلال: مذکورہ بالا احادیث سے یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ ان حادیث سے سورہ فاتحہ اور قرآن کی دوسری سورتوں کی قرات کا وجوب ثابت ہوتا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے "لاصلاۃ لمن یقرا بفاتحہ الکتاب" کا مخاطب مقتدی نہیں بلکہ امام اور منفرد ہیں۔

دراصل یہ احناف کا ایک شبہ اور ایک اشکال ہے جس کا کئی طریقے سے جواب تحریر کررہا ہوں ۔

پہلا جواب: عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ہی مروی دوسری احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کو بھی اپنے نفس میں سورہ فاتحہ پڑھنا ہے۔

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ الصَّلَوَاتِ الَّتِي يُجْهَرُ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ لَا يَقْرَأَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ إِذَا جَهَرْتُ بِالْقِرَاءَةِ إِلَّا بِأُمِّ الْقُرْآنِ۔(سنن نسائی:921، دارقطنی:1207، جزءالقراءۃ:65)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک ایسی نماز پڑھائی جس میں بلند آواز سے قراءت کی جاتی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: "جب میں بلند آواز سے قراءت کروں تو تم میں سے کوئی آدمی سورۂ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھے۔

☆اس حدیث کو بیہقی نے صحیح اور دار قطنی نے حسن کہا ہے۔

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا:

كنَّا خلفَ رسولِ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ في صلاةِ الفجرِ فقرأَ فثقُلتْ عليهِ القراءةُ فلمَّا فرغَ قالَ: لعلَّكم تقرؤون خلفَ إمامِكم ؟ قلنا : نعم هذا يا رسولَ اللَّهِ . قالَ : لا تفعلوا إلَّا أن يقرأَ أحدُكم بفاتحةِ الكتابِ فإنَّهُ لا صلاةَ لمن لم يقرأ بها(أصل صفة الصلاة للالبانی:327/1)

ترجمہ: ہم لوگ نبی ﷺ کے پیچھے فجر کی نماز میں تھے تو آپ نے قراءت کی اور آپ پہ قراءت بوجھل ہوگئی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا: شاید تم لوگ امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو؟ تو صحابہ نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول ۔تو آپ نے فرمایا: فاتحہ کے علاوہ کچھ مت پڑھو کیونکہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو فاتحہ نہیں پڑھتا۔

☆ترمذی، دار قطنی نے اس کی سند کو حسن اور بیہقی نے صحیح قرار دیا ہے۔ شیخ البانی نے جید اور حافظ ابن حجر نے ثابت کہا ہے۔ اور بھی کئی محدثین اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں جیسے ابن حبان، ابن خزیمہ اور خطابی وغیرہ۔

یہ دونوں احادیث اس بات کا ثبوت ہیں کہ عبادہ والی حدیث میں مقتدی بھی شامل ہے لہذا بغیر سورہ فاتحہ کے کسی کی نماز نہیں ہوگی مقتدی کی بھی نہیں۔

دوسرا جواب: سورہ فاتحہ کے ساتھ قرآن کی دوسری سورت ملانا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔ عطاء بن ابی رباح نے خبر دی کہ انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرماتے تھے:

في كلِّ صلاةٍ يقرأُ ، فما أسْمَعَنا رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أسْمَعْناكم ، وما أخْفَى عنا أخفيْنا عنكم ، وإن لم تزدْ على أمِّ القرآنِ أَجْزَأَتْ ، إن زدتْ فهو خيرٌ.(صحيح البخاري:772)

ترجمہ: ہر نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کی جائے گی۔ جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قرآن سنایا تھا ہم بھی تمہیں ان میں سنائیں گے اور جن نمازوں میں آپ نے آہستہ قرات کی ہم بھی ان میں آہستہ ہی قرات کریں گے اور اگر سورہ فاتحہ ہی پڑھو جب بھی کافی ہے، لیکن اگر زیادہ پڑھ لو تو اور بہتر ہے۔

یہی روایت مسلم شریف میں اس طرح سے آئی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

في كلِّ صلاةٍ قراءةٌ ، فما أَسْمَعَنَا النبيُّ صلى الله عليه وسلم أَسْمَعْناكم ، وما أخفى منا أَخْفَيْناه منكم ، ومَن قرَأَ بأمِّ الكتابِ فقد أَجْزَأَتْ عنه ، ومَن زادَ فهو أفضلُ .(صحيح مسلم:396)

ترجمہ: ہر نماز میں قراءت ہے۔ تو جو (قراءت) نبی ﷺ نے ہمیں سنائی ہم نے تمہیں سنائی اور جو انہوں نے ہم سے پوشیدہ رکھی، ہم نے وہ تم سے پوشیدہ رکھی اور جس نے ام الکتاب پڑھ لی تو اس کے لیے وہ کافی ہے اور جس نے (اس سے) زائد پڑھا تو وہ بہتر ہے۔

بخاری و مسلم کی ان دونوں حدیث کی روشنی میں معلوم یہ ہوا کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ پڑھنا بہتر وافضل ہے، اگر کوئی نہ پڑھے تو نماز ہو جائے لیکن سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو نماز نہیں ہوگی یعنی سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری اور کافی ہے۔

تیسرا جواب: بسا اوقات رسول اللہ ﷺ نے نماز میں صرف سورہ فاتحہ پڑھی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن خزیمہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔

عن بن عباس أن النبي صلى الله عليه و سلم قام فصلى ركعتين لم يقرأ فيهما إلا بفاتحة الكتاب(فتح البارى :243/2)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی، ان دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے علاوہ کچھ نہیں پڑھا۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوگی لیکن سورہ فاتحہ کے علاوہ نہ پڑھے تو نماز ہو جائے گی اس کا مطلب یہ ہوا کہ عبادہ کی روایت عام ہے اور امام و مقتدی سب کو شامل ہے۔

چوتھا جواب: نحو کے امام سیبویہ نے لکھا ہے کہ فاء کے بعد جو لفظ ذکر ہو وہ ضروری نہیں ہوتا، اس کی مثال بخاری شریف کی یہ روایت ہے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تقطعُ اليدُ في ربعِ دينارٍ فصاعدًا (صحيح البخاري:6789)

ترجمہ: چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ پر ہاتھ کاٹ لیا جائے گا۔

جس طرح فصاعدا کا لفظ یہاں غیر ضروری کے لئے استعمال ہوا ہے اسی طرح سورہ فاتحہ والی روایت بھی استعمال ہوا ہے یعنی سورہ فاتحہ پڑھنا تو ضروری ہے مگر اس سے زیادہ پڑھنا ضروری نہیں ہے۔

پانچواں جواب: امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے سے متعلق ساری روایات بھی اس بات پر شاہد ہیں کہ عبادہ والی روایت عام ہونے کے سبب اس میں مقتدی بھی شامل ہے۔ یہی اکثر صحابہ، اکثر تابعین اور اکثر علماء کا موقف ہے چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کے متعلق لکھا ہے۔

وَهَذَا أَصَحُّ، وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا الْحَدِيثِ فِي الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِينَ، وَهُوَ قَوْلُ: مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاق يَرَوْنَ الْقِرَاءَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ.

ترجمہ: یہ سب سے صحیح روایت ہے، صحابہ اور تابعین میں سے اکثر اہل علم کا امام کے پیچھے قرأت کے سلسلے میں عمل اسی حدیث پر ہے۔ ائمہ کرام میں سے مالک بن انس، ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق بن راہویہ کا قول بھی یہی ہے، یہ سبھی لوگ امام کے پیچھے قرأت کے قائل ہیں۔

BACK

کیاعورت مردوں کی امامت کراسکتی ہے؟

سوشل میڈیاپہ کئی دفعہ عورت کامردوں کی امامت کرنے کی تصویر دیکھنے کو ملی مگر تصنع بھری دنیامیں اس قسم کی چیزوں پراعتبار مشکل سے ہوتاہے البتہ دومواقع پر خبروں کے مطابق عورتوں کامردوں کی امامت کامعاملہ سامنے آیاتھااوراس پرعالم اسلام کی جانب سے سخت نقد وتبصرہ بھی کیاگیا تھا۔ پہلا موقع جب افریقہ نژاد نومسلمہ ڈاکٹر امینہ ودود نے نیویارک میں سوسے زائد لوگوں کی امامت کرائی تھی جس میں مردوعورت اوربچے شامل تھے۔دوسراموقع جب کنیڈا میں راحیل رازانامی عورت نے آکسفورڈسٹی کے ایک اسلامی مرکزمیں نمازجمعہ پڑھائی تھی،اس میں بھی عورت ومرد شامل تھے۔ابھی اخبارات کی سرخیوں میں ایک تیسراموقع سامنے آیاہے جب کسی مسلم خاتون نے مردوں کی امامت کرائی ہے۔خبروں کے مطابق قرآن وسنت سوسائٹی کی جنرل سیکریٹری 34 سالہ مسلم خاتون جمیتہ نے کیرلا کے مسلم اکثریتی ضلع میں عورت ومرد کی نمازجمعہ میں امامت کرائی ہے جس میں عورت ومرد کی تعداداسی کے قریب تھی۔

جمیتہ نے جس طرح اخباری نمائندوں سے بات کرتے ہوئے کہاکہ قرآن مساوات کی تعلیم دیتاہے اورعورت کو کہیں بھی امامت کرنے سے نہیں روکاہے،کچھ ایسی ہی بات ڈاکٹرامینہ ودودنے بھی اپنے انٹرویومیں کہی تھی۔ گویاکہ عورت کی امامت کرنے کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ عورت ومرد میں مساوات پایاجاتاہےاوراسلام نے عورتوں کوامامت کرنے سے نہیں روکاہے۔

اس مسئلہ کی وضاحت سے قبل یہ بات جان لی جائے کہ عورتوں کافتنہ دنیامیں سب سے زیادہ بھیانک اور غیر معمولی نوعیت کاہے۔جب کوئی فتنہ عورت جنم دے یاکوئی عورت کافتنہ پھیلائے تواس فتنے کے ذریعہ آنے والی تباہی کوروک پانامشکل ترین امرہوجاتاہے۔نبی ﷺ کافرمان ہے:

ما تَركتُ بَعدي فِتنَةً أضرَّ على الرجالِ منَ النساءِ(صحيح البخاري:5096)

ترجمہ: میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ خطرناک کوئی فتنہ نہں چھوڑا۔

اسلام نے مردوں کی طرح عورتوں کے حقوق واختیارات کی رعایت کی ہے، کہیں بھی انہیں اجر وثواب سے، عمل ومحنت سے،جودوسخاسے،زہدوورع سے اورعبادت ومعاملہ سے نہیں روکاہے مگر جس طرح اللہ نے عورت کی جسمانی

ساخت اور بعض فطری اوصاف مردوں سے جداگانہ رکھے ہیں اسی طرح عبادات واحکام سے لیکر حقوق و معاملات تک بعض مسائل میں فرق رکھاہے جو ان کے شایان شان ہے۔

ہم میں سے اکثر لوگ نعرہ لگاتے ہیں اسلام دین مساوات ہے جبکہ اصل نعرہ ہونا چاہئے اسلام دین عدل ہے جیسا کہ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ عورت و مرد میں بعض چیزوں میں مساوات ہے اور بعض چیزوں میں اختلاف پایا جاتاہے اس لئے مکمل مساوات کا نعرہ نہیں لگایا جائے گا۔ اور جہاں تک روشن خیال مغرب زدہ لوگوں کا خیال ہے کہ عورت و مرد میں ہر قسم کی برابری ہو، عورت خود مختار ہو، عورت سربراہ ہو، عورت ہر محکمہ، تنظیم، ادارہ اور جماعت میں موجود ہو، ہر کام میں مردوں کی طرح عورتوں کی نصف شمولیت ہو۔ یہ ایک غیر فطری سوچ ہے دنیا میں شراب وکباب، رقص و سرود، اباحیت پسندی، فحاشیت و عریانیت اور خواہشات کا ننگا ناچ سب اسی سوچ کی دین ہے۔

سربراہی صرف مردوں کا حق ہے لہذا کوئی عورت ملک و قوم کی سربراہ یا مردوں کا قائد ور ہنما نہیں ہوسکتی ہے۔ گواہی میں دو عورت ایک مرد کے قائم مقام ہے، میراث میں مردوں کے آدھا ہے، عورت مکمل پردہ اور مرد کے لئے صرف ناف سے گھٹنہ تک ستر ہے۔ مرد بیک وقت چار شادی کر سکتاہے مگر عورت ایک وقت میں صرف ایک مرد کی زوجیت میں رہے گی۔ عورت کے لئے ریشم و سونا حلال ہے اور یہی چیز مردوں پر حرام ہے۔ عورت پر جمعہ کی نماز فرض نہیں، نہ ہی جماعت سے مسجد حاضر ہونا لازم ہے بلکہ اس کی افضل نماز گھر میں ہے۔ ان سارے فرقوں کے ساتھ مردوزن میں عبادات و معاملات کی بہت ساری چیزوں میں مساوات پایا جاتاہے مثلا وضو، غسل، نماز، روزہ، حج، زکوۃ۔ ان میں صرف بعض احکام میں فرق ہے اور اکثر چیزیں مماثل ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے:

وَلا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيماً(النساء:32)

ترجمہ: اور اس چیز کی آرزو نہ کرو جس کے باعث اللہ تعالٰی نے تم میں سے بعض کو بعض پر بزرگی دی ہے۔ مردوں کا اس میں سے حصّہ ہے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لئے ان میں سے حصّہ ہے جو انہوں نے کمایا، اور اللہ تعالٰی سے اس کا فضل مانگو، یقیناً اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

یہاں ایک مسئلہ حل ہو گیا کہ عورت و مرد میں مکمل مساوات نہیں ہے، یہی فطرت ہے جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ

فطرت سے بغاوت کرتا ہے اور ساری دنیا مل کر بھی جتنی طاقت لگالے عورت و مرد میں مکمل یکسانیت پیدا نہیں کی جاسکتی۔ حیض عورت کو ہی آئے گا مرد کو نہیں، بچہ عورت ہی پیدا کرے گی مرد نہیں، حمل عورت کا خاصہ ہے مرد کا نہیں اور ساخت کا جو فرق ہے اپنی جگہ مسلم ہے بڑے سے بڑا سائنس داں اس فرق کو ختم نہیں کر سکتا۔ مغربی ممالک میں مساوات کے علم برداروں نے کتنے مردوں کو داڑھی اگنے سے روک لیا یا کتنی عورتوں کے چہرے پر ڈارھی کے ابال اگائے ؟ کس کس چیز میں مساوات قائم کریں گے ؟ مر جائیں گے مگر فطرت کو بدل نہیں سکتے۔ اور جو سکون ازدواجی زندگی میں مرد کو عورت سے ہے اسی سبب ہے کہ مرد مرد ہے اور عورت عورت۔ ہم جنس پرستی سوائے جنون و پاگل پن کے اور کچھ نہیں۔

یہ بات نصوص سے ثابت ہے کہ ایک عورت دوسری عورتوں کی جماعت کرا سکتی ہے خواہ فرض ہو یا نفل مگر کوئی عورت کسی مرد کی امامت نہیں کر سکتی حتی کہ بیوی اپنے شوہر کی بھی امامت نہیں کر سکتی تو اجنبی عورت، اجنبی مرد کی کہاں سے امامت کر سکتی ہے ؟۔

مرد ہی عورتوں کا سربراہ ہے اور جس طرح دنیاوی معاملات میں عورت مرد کا سربراہ نہیں ہو سکتی اسی طرح نماز میں بھی وہ امام و پیشوا نہیں بن سکتی۔ مسجد میں عورتوں کی حاضری صرف مقتدی کی حیثیت سے ہوتی ہے اور عورتوں کے لئے الگ سے کوئی مسجد قائم نہیں ہو سکتی ہے۔ مسجد میں حاضری کے مزید اصول یہ ہیں کہ جن سے فتنے کا اندیشہ ہو وہ عورتوں کے لئے ممنوع ہے مثلا عطر لگا کر آنا، آواز نکالنا حتی کہ امام کی غلطی پر تنبیہ کرنے کے لئے آواز نہیں نکالنا ہے بلکہ ایک ہاتھ دوسرے پر مارنا ہے۔ عورتوں کا اول صف میں ہونا شر اور آخری صف میں ہونا خیر ہے۔

عورت مردوں کی امامت نہیں کرا سکتی ہے یہی حکم الہی اور فرمان نبوی ہے، اس پر چودہ صدیوں سے مسلمانوں کا عمل رہا ہے جو لوگ عورتوں کے حقوق کی بات کرتے ہیں اور مساوات کا بہانہ بنا کر عورتوں کے ذریعہ دین اسلام میں فتنہ پھیلانا چاہتے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ عبادت توقیفی معاملہ ہے اس کے کرنے کی دلیل چاہئے نہ کہ نہ کرنے کی۔ اگر شریعت اسلامیہ نے عورت کو صریح لفظوں میں مردوں کی امامت کرانے سے منع نہیں کیا ہے تو کیا ہوا اسلام کی واضح تعلیمات سے روشن و عیاں ہے کہ عورت مردوں کی امامت نہیں کرا سکتی۔ اس کے لئے صرف ایک حدیث کافی ہے۔

التسبيحُ للرجالِ، والتصفيحُ للنساءِ (صحيح البخاري:1204)

ترجمہ: تصفیق (خاص طریقے سے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارنا) عورتوں کے لیے ہے اور تسبیح (سبحان اللہ کہنا) مردوں کے لیے ہے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ عورت مردوں کی موجودگی میں نماز میں آواز نہیں نکال سکتی، امام کو غلطی پر متنبہ کرنے کے لئے جب عورت معمولی سی آواز نہیں نکال سکتی تو مکمل نماز کی امامت کیسے کرسکتی ہے؟

مجھے حیرت ہے کہ امامت کا معاملہ خالص مسلمانوں کا ہے اور غیر مسلموں سے اس مسئلہ کا کوئی تعلق نہیں ہے اور سارے فقہی علماء بشمول ائمہ سلف وخلف سبھی کا اس بات پر اجماع ہے کہ عورت مردوں کی امامت نہیں کراسکتی۔ پھر کس قسم کے مسلمان عورتوں کے ذریعہ ایسا فتنہ پھیلاتے ہیں؟ کیاان کا کوئی مذہب نہیں یا یہ عورتیں خود ہی غیروں کی فتنہ سامانیوں کا شکار ہورہی ہیں؟ اللہ کی پناہ

امام نووی رحمہ اللہ نے المجموع شرح المھذب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے عورتوں کا مردوں کی امامت پر ممانعت سے متعلق ضعیف حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کا اتفاق ہے کہ کسی عورت کے پیچھے بچے اور بالغ مرد کی نماز جائز نہیں ہے،،، آگے لکھتے ہیں خواہ ممانعت عورت کی امامت مردوں کے لئے فرض نماز سے متعلق ہو یا تراویح سے متعلق ہو یا سارے نوافل سے۔ یہی ہمارا مذہب ہے اور سلف وخلف میں سے جمہور علماء کا۔اور بیہقی نے مدینہ کے تابعین فقہائے سبعہ سے بیان کیا ہے اور وہ امام مالک، امام ابوحنیفہ، سفیان، امام احمد اور داؤد ہیں۔ (المجموع شرح المھذب، کتاب الصلاۃ›› فصل إمامة المرأة في الصلاة)

ام ورقہ رضی اللہ عنہا اپنے قوم کی عورتوں کی امامت کراتی تھیں اس سے دلیل پکڑی جاتی ہے کہ ان کی امامت میں محلے کے مرد اور مؤذن بھی شامل ہوا کرتے تھے۔ یہ غلط بیانی ہے، ابوداؤد میں صراحت نہیں ہے مگر دار قطنی میں نساء کا لفظ وارد ہے کہ ام ورقہ عورتوں کی امامت کراتی تھیں اس میں کوئی مرد شامل نہیں ہوتا تھا حتی کہ مؤذن بھی نہیں۔ لہذا کسی مسلمان عورت کے لئے روا نہیں کہ وہ مردوں کی امامت کرائے۔ کیرلا میں جو کچھ ہوا ہمیں اس پہ سخت کاروائی کرنے کی ضرورت ہے تاکہ یہ فتنہ مزید سر نہ اٹھا سکے۔

عورت کی نماز مسجد سے افضل گھر میں ہے۔

دین میں عورت ومرد کے بہت سے مسائل مختلف ہیں، یہ اس وجہ سے ہیں کہ اللہ تعالی نے دونوں کی تخلیق میں نمایاں فرق رکھا ہے۔ عورت سراپا پردہ ہے اسے گھروں کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ (الاحزاب :33)

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں سکونت اختیار کرو اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کرو۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ نے عورت کی کفالت مردوں کے ذمہ رکھا ہے اور انہیں زمین میں نکل کر روزی حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (الجمعة:10)

ترجمہ: پھر نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بکثرت اللہ کا ذکر کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

عورت ومرد کی نماز سے متعلق یہاں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ اس وقت عام طور سے عورت اپنے گھر میں اکیلی نماز پڑھتی ہے جبکہ عاطور سے مرد حضرات مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں، مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرنا اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیں گنا افضل ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

صلاةُ الجماعةِ تَفضُلُ صلاةَ الفَذِّ بسبعٍ وعشرين دَرَجَةً .(صحيح البخاري:645)

ترجمہ: باجماعت نماز ادا کرنا تنہا نماز ادا کرنے سے ستائیس گنا افضل ہے۔

اسی طرح مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا اجر بہت زیادہ ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

صلاةٌ في مسجِدي أفضلُ من ألفِ صلاةٍ فيما سواهُ إلَّا المسجدَ الحرامَ وصلاةٌ في المسجدِ الحرامِ أفضلُ من مائةِ ألفِ صلاةٍ فيما سواهُ(صحيح ابن ماجه:1163)

ترجمہ: میری مسجد میں نماز مسجد حرام کے سوا کسی بھی مسجد کی ہزاروں نمازوں سے افضل ہے۔ اور مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنا کسی دوسری مسجد کی ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے۔

ان احادیث کی روشنی میں عورت مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کی بے پناہ فضیلت سے محروم نظر آتی ہے لیکن حقیقت میں عورت کہیں پر بھی فضیلت و فوائد سے محروم نہیں ہے۔اسلام نے مردوں کی طرح عورت کو بھی بے پناہ فضیلت سے نوازا ہے اور اجر و ثواب میں زیادتی کے ہر قسم کے مواقع اور سہولت فراہم کیا ہے۔وہ مواقع و سہولت کیفیت کے اعتبار سے بسا اوقات مردوں سے مختلف ہو سکتے ہیں۔

جس طرح عورتوں کی شایان شان اللہ نے انہیں اپنے گھروں میں سکونت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ان کی شان و احترام کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:لا تمنعوا نساءَكمُ المساجدَ وبيوتُهنَّ خيرٌ لَهنَّ(صحيح أبي داود:567)

ترجمہ:اپنی عورتوں کو مساجد سے مت روکو،مگر ان کے گھر ان کے لیے بہتر ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرد کو مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے سے جو فضیلت ملتی ہے وہی فضیلت عورت کو اپنے گھروں میں نماز پڑھنے سے مل رہی ہے۔عورت پہ نہ مسجد جانا لازم ہے اور نہ ہی جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے۔ہاں یہ مسئلہ اپنی جگہ مسلم ہے کہ عورت پنج وقتہ اور جمعہ کی نماز مردوں کے ساتھ مسجد میں جس طرح خواتین اسلام عہد رسول اللہ ﷺ میں ادا کرتی تھی اسی طرح آج بھی ادا کرسکتی ہے۔مذکورہ حدیث اس کی بین دلیل ہے اور اس کے علاوہ بے شمار دلائل ہیں۔

نبی ﷺ کے زمانے میں صحابیات نماز جمعہ میں بھی شریک ہوتی تھیں اس کی دلیل ذیل کی روایت ہے۔

عن أم هشام بنت حارثة بن النعمان: وما أخذت (ق والقرآن المجيد) إلا عن لسان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرؤها كل يوم جمعة على المنبر إذا خطب الناس.(صحيح مسلم : 873)

ترجمہ:سیدہ اُم ہشام بنت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے سورۂ ق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے (سن کر) ہی تو یاد کی تھی،آپ اسے ہر جمعہ کے دن منبر پر لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

اس حدیث میں دلیل ہے کہ صحابیہ ام ہشام رضی اللہ عنہا جمعہ کی نماز میں شریک ہوتی تھی، جمعہ میں شرکت کی وجہ سے خطبہ نبوی میں پڑھی جانے والی سورت ق انہیں یاد ہو گئی۔

جو لوگ آج کے زمانے میں عورتوں کو مسجد میں نماز ادا کرنا ناجائز کہتے ہیں وہ صحیح احادیث کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کے فرامین کی صراحتا مخالفت کرتے ہیں۔

عورت اول وقت میں پنج گانہ نماز اپنے گھر میں ادا کرے، اخلاص کے ساتھ نماز میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی کرے، خشوع وخضوع اور حضور قلبی کے ساتھ نماز ادا کرے، نماز میں اعتدال وسکون برقرار رکھے، ایک نماز ادا کرکے دوسری نماز کا خیال اسی وقت سے کرنے لگے اور گھر میں بھی نماز کے لئے مزید اندرونی کوٹھری کا انتخاب کرے زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

صلاةُ المرأةِ في بيتِها أفضلُ من صلاتِها في حجرتِها وصلاتُها في مَخدعِها أفضلُ من صلاتِها في بيتِها(صحيح أبي داود:570)

ترجمہ: عورت کی نماز اس کے اپنے گھر میں صحن کے بجائے کمرے کے اندر زیادہ افضل ہے، بلکہ کمرے کی بجائے (اندرونی) کوٹھری میں زیادہ افضل ہے۔

اس سے زیادہ واضح روایت میں ذکر ہے کہ ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی خواہش ظاہر کرتی ہیں تو آپ انہیں گھر میں نماز پڑھنے کی تعلیم دیتے ہیں اور اسے افضل قرار دیتے ہیں۔ بھلا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے زیادہ افضل عمل کیا ہو سکتا ہے مگر روایت دیکھیں اور گھر میں عورتوں کی نماز کی افضلیت کا اندازہ لگائیں اور صحابیہ کا قابل قدر ادائیگی نماز دیکھیں۔ سبحان اللہ

امام احمد نے اپنی مسند میں، ابن حبان وابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور ہیثمی نے مجمع الزوائد میں ذکر کیا ہے۔

عن أم حميد امرأة أبي حميد الساعدي رضي الله عنهما :أنها جاءت النبي صلى الله عليه وسلم فقالت : يا رسول الله إني أحب الصلاة معك قال : قد علمت أنك تحبين الصلاة معي ، وصلاتك في بيتك خير لك من صلاتك في حجرتك ، وصلاتك في حجرتك خير من صلاتك في دارك ، وصلاتك في دارك خير لك من صلاتك في مسجد قومك ، وصلاتك في مسجد قومك خير لك من صلاتك في

مسجدي ، قال : فأمرت فبني لها مسجد في أقصى شيء من بيتها وأظلمه فكانت تصلي فيه حتى لقيت الله عز وجل۔

ترجمہ: ابو حمید ساعدی کی بیوی ام حمید رضی اللہ عنھا سے روایت کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور پوچھا: اے اللہ کے رسول میں آپ کے ساتھ- نماز پڑھنا پسند کرتی ہوں، کہا: میں جانتا ہوں کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہو {لیکن} بہتر ہے تمہارا اپنے گھر میں نماز پڑھنا اپنے کمرے میں نماز پڑھنے سے اور بہتر ہے تمہارا اپنے کمرے میں نماز پڑھنا اپنے گھر میں نماز پڑھنے سے اور بہتر ہے تمہارا اپنے گھر میں نماز پڑھنا اپنی قوم کی مسجد میں نماز پڑھنے سے اور بہتر ہے تمہاری اپنی قوم کی مسجد میں نماز پڑھنا میری مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ کہا: مجھے حکم دیا کہ گھر کے آخری کونے میں اس کے لئے مسجد بناؤں اور اسے تاریک رکھوں، قسم بخدا مرنے تک اسی گھر میں نماز پڑھتی رہی۔

اس حدیث کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے حسن لغیرہ کہا ہے۔(صحیح الترغیب والترہیب: 340/1)

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ عورت کی نماز اس کے اپنے گھر میں پڑھنا افضل ہے اور اسی میں اس کے لئے زیادہ خیر و بھلائی ،عفت و عصمت سے حفاظت اور فتنہ و فساد سے عافیت ہے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رہے کہ مسجد میں نماز پڑھنے کا جو اضافی ثواب ہے اگر عورت مسجد میں نماز ادا کرے مثلا مسجد نبوی یا مسجد حرام تو وہ اضافی ثواب کا مستحق ہو گی۔ ان شاء اللہ

BACK

گرم پانی سے وضواور غسل کا حکم

ٹھنڈی کے موسم میں گرم پانی اور گرمی کے موسم میں ٹھنڈا پانی میسر ہونا اللہ کی نعمت میں سے ہے، اس پہ اللہ کا شکر بجا لانا چاہئے۔ پانی ٹھنڈا یا گرم ہونا یہ موسم کی طبیعت پہ ہے، موسم سرد ہوا تو پانی سرد ہو جائے گا اور گرم موسم سے پانی گرم ہو جائے گا۔ اللہ نے بندوں کو ایسی سہولت میسر کی کہ موسم کے ٹھنڈے پانی کو مختلف طریقوں سے گرم کر لیتے ہیں اور طبعی گرم پانی کو سرد بنا کر اللہ کی اس بیش قیمت نعمت سے محظوظ ہو رہے ہیں۔

گرم پانی سے وضو کی بابت کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ٹھنڈے پانی سے وضو زیادہ اجر کا باعث ہے اس لئے وضو کی خاطر گرم پانی نہیں استعمال کرنا چاہئے ۔ یہ خیال غلط ہے، نبی ﷺ نے اچھی طرح سے وضو کرنے کا حکم دیا ہے اور ٹھنڈی کے موسم میں بعض کو دیکھا جاتا ہے کہ اچھی طرح سے وضو نہیں کرتے جبکہ گرم پانی کامل وضو پر مددگار ہے، اس سے بندہ مکمل طور پر بلا حرج وضو کر سکتا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ألا أدلُكم على ما يمحو اللهُ بِهِ الخطايا ويرفعُ بِهِ الدرجاتِ ؟ قالوا : بلى . يا رسولَ اللهِ ! قال إسباغُ الوضوءِ على المكارهِ(صحيح مسلم:251)

ترجمہ: کیا میں تمہیں ایسی چیزیں نہ بتاؤں جن سے اللہ گناہوں کو مٹاتا اور درجات کو بلند کرتا ہے؟'لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیوں نہیں، آپ ضرور بتائیں، آپ نے فرمایا: ناگواری کے باوجود مکمل وضو کرنا۔

شدت برد میں گرم پانی نہ ملنے پہ ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا بلاشبہ زیادہ اجر کا باعث ہے مگر گرم پانی میسر ہو تو اچھی طرح وضو کے لئے زیادہ معاون ہے اور اس سے اجر میں کمی نہیں ہوگی۔ یہ اللہ کی طرف سے سہولت ہے۔

اسی طرح کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے قرآن میں پانی نہ ملنے پر یا بیمار کو پانی مضر ہونے پر تیمم کا حکم دیا ہے پھر وضو اور غسل کے لئے پانی گرم کرنے کی بات کہاں سے پیدا ہوتی ہے؟ ان کی نظر میں خاص طور سے ایسے شخص کا مسئلہ ہوتا ہے جو سخت ٹھنڈی کے موسم میں رات کو جنبی یا محتلم ہو گیا وہ فجر کے وقت کیا کرے جبکہ سرد پانی اس کو نقصان پہنچا رہا ہو؟ اس سلسلے میں علماء کی رائے یہ ہے کہ وہ پانی گرم کر کے غسل کرے، اگر پانی گرم کرنے کی سہولت نہ ہو تو

تیمم کرلے۔اس مسئلہ کی وجہ سے بعض لوگوں کے ذہن میں جو مذکورہ اشکال پیدا ہوا ہے اس کے کئی جوابات ہیں۔

پہلا جواب: علماء کا اس بات پہ اجماع ہے کہ جب تک پانی کا رنگ، بو اور مزہ نہ بدلے اس وقت تک پانی پاک ہے جیسا کہ علامہ نووی رحمہ اللہ نے حدیث "الماء طھور لاینجسہ شيء" (پانی پاک ہے، اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی) کے تحت اجماع پہ ابن المنذر کا قول نقل کیا ہے۔

أجمع العلماء على أن الماء القليل والكثير إذا وقعت فيه نجاسة فغيرت له طعما أو لونا أو ريحا فهو نجس(نيل الاوطار 45/1)

ترجمہ: علماء کا اس بات پہ اجماع ہے کہ پانی خواہ کم ہو یا زیادہ اگر اس میں نجاست گر گئی اور اس کا مزہ یا رنگ یا بو بدل گئی تو وہ نجس ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر پانی گرم کرنے سے اس تینوں صفات میں سے کوئی صفت نہیں پیدا ہو تو وہ پاک ہے، اس سے وضو اور غسل کیا جائے گا۔

دوسرا جواب: اللہ کا فرمان ہے:

وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا (النساء:43)

ترجمہ: اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اپنے منہ اور اپنے ہاتھ مل لو، بے شک اللہ تعالی معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ نے مطلق پانی کا ذکر کیا ہے جو ٹھنڈا پانی، گرم پانی اور عام پانی سبھی کو شامل ہے۔اور یہ تینوں قسم کے پانی تخلیق کائنات سے ہی پائے جاتے ہیں۔ایک تو قدرتی طور پر ٹھنڈ سے پانی ٹھنڈا اور گرمی سے گرم ہوتا ہے، دوسرے یہ کہ شروع زمانے سے لوگ بھی اپنے طور پر پانی کو ٹھنڈا اور گرم کرتے رہے ہیں لیکن اس میں پہلے دقت رہی ہوگی تاہم آج سائنس کی ترقی سے پانی ٹھنڈا اور گرم کرنا نہایت ہی آسان ہو گیا ہے۔اس لئے آج لوگوں کا معمول یہ ہے کہ ہر کام کے لئے گرمی میں ٹھنڈا پانی اور ٹھنڈی میں گرم پانی استعمال کرتے ہیں۔جب آج کل ٹھنڈی

میں گرم پانی کا استعمال معمول بنا ہوا ہے تو ظاہر سی بات ہے جسے وضو یا غسل کرنے کی ضرورت ہو اور اس کے لئے ٹھنڈا پانی نقصان دہ ہو تو وہ پانی گرم کرکے وضو اور غسل کرے گا، بلانقصان کے بھی گرم پانی سے وضو اور غسل میں کوئی حرج نہیں۔

تیسرا جواب : سمندر، تالاب، کنواں اور نہر وغیرہ کا پانی گرمی میں دھوپ کی وجہ سے گرم ہوتا ہے اور اس سے وضو اور غسل کر سکتے ہیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم سمندر کا سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا پانی لے جاتے ہیں، اگر ہم اس سے وضو کرلیں تو پیاسے رہ جائیں گے، تو کیا ایسی صورت میں ہم سمندر کے پانی سے وضو کر سکتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

هو الطَّهورُ ماؤهُ ، الحلُّ ميتتُه(صحيح الترمذي:69)

ترجمہ: سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ جب سمندر کے ٹھنڈے اور گرم پانی سے ہم وضو کر سکتے ہیں تو اپنے طور پر پانی گرم کرکے بھی وضو کر سکتے ہیں، اسی طرح غسل بھی۔

چوتھا جواب: بندوں پر اللہ کی طرف سے یہ ایک بڑی سہولت ہے یعنی ٹھنڈی کے موسم میں گرم پانی اللہ کی طرف سے بڑی سہولت و بڑی نعمت ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس قسم کی ہزاروں نعمتیں ہیں جنہیں گن نہیں سکتے۔ ان نعمتوں سے فائدہ اٹھا کر رب کا شکریہ بجالانا چاہئے۔

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (الجاثية:13)

ترجمہ: اور آسمان و زمین کی ہر ہر چیز کو بھی اس نے اپنی طرف سے تمہارے لئے تابع کر دیا، جو غور کریں یقیناً وہ اس میں بہت سی نشانیاں پالیں گے۔

موسم سرما میں ہیٹر، گرم کپڑے، گرم مکان، گرم گاڑیاں اور استعمال کی گرم گرم دیگر چیزیں سب اللہ کی نعمت ہیں اور یہ اس زمانے کی سہولیات میں شمار ہوں گی اور جب سہولت آجائے تو اسے اختیار کرنا چاہئے، اس کے متعدد دلائل ہیں

چند ایک نیچے درج کئے جاتے ہیں۔

(1) اللہ تعالی کا فرمان ہے: يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرة:185)

ترجمہ: اللہ تعالی کا ارادہ تمہارے ساتھ سہولت کا ہے سختی کا نہیں۔

(2) اللہ تعالی کا فرمان ہے : يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُخَفِّفَ عَنكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْإِنسَانُ ضَعِيفًا (النساء:28)

ترجمہ: اللہ چاہتا ہے کہ تم سے تخفیف کردے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

(3) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إن الدينَ يُسرٌ ، ولن يُشادَّ الدينَ أحدٌ إلا غلبه ، فسدِّدوا وقاربوا ، وأبشروا ، واستعينوا بالغدوَةِ والرَّوْحةِ وشيءٍ من الدُّلْجَةِ .(صحيح البخاري:39)

ترجمہ: بے شک دین آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی اختیار کرے گا تو دین اس پر غالب آجائے گا (اور اس کی سختی نہ چل سکے گی) پس (اس لیے) اپنے عمل میں پختگی اختیار کرو۔ اور جہاں تک ممکن ہو میانہ روی برتو اور خوش ہو جاؤ اور صبح اور دوپہر اور شام اور کسی قدر رات میں (عبادت سے) مدد حاصل کرو۔

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يا أيُّها الناسُ ، خُذوا مِن الأعمالِ ما تُطِيقُون ، فإن اللهَ لا يَمَلُّ حتى تَمَلُّوا(صحيح البخاري:5861)

ترجمہ: لوگو! عمل اتنے ہی کیا کرو جتنی کہ تم میں طاقت ہو کیونکہ اللہ تعالی نہیں تھکتا جب تک تم (عمل سے) نہ تھک جاؤ۔

(5) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے :أنَّ رسولَ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ رأى رجلًا يظلَّلُ عليهِ والزِّحامُ عليهِ فقالَ ليسَ منَ البرِّ الصِّيامُ في السَّفرِ(صحيح أبي داود:2407)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ایک شخص کو سایہ کیا جارہا ہے اور لوگ اس پر ازدحام کیے ہوئے ہیں۔ (روزے اور گرمی کے باعث وہ غش کھا گیا تھا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی کا کام نہیں ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں جس طرح مشقت ہونے والے شخص کے لئے سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے اسی طرح ٹھنڈے پانی سے مشقت ہونے پر گرم پانی سے وضو کرنا افضل ہے۔

مذکورہ بالا تمام دلائل سے ٹھنڈی میں وضو اور غسل کے لئے گرم پانی کی سہولت اختیار کرنے کا پتہ چلتا ہے۔
نبی ﷺ اور صحابہ کرام کی عملی زندگی سے بھی اس قسم کی سہولت کا پتہ چلتا ہے۔
ایک شبہ کا ازالہ: ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج سے گرم ہوئے پانی کا استعمال برص کا سبب ہے۔اس سلسلے میں بعض مرفوع روایات اور بعض آثار بیان کئے جاتے ہیں۔کوئی بھی روایت سندا ثابت نہیں ہے۔مثلا

(1)عن عائشةَ قالت أسخنتُ لرسولِ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ ماءً في الشَّمسِ ليغتسِلَ به فقال لي يا حُمَيراءُ لا تفعلي فإنَّهُ يورِثُ البرَصَ.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کے لئے دھوپ سے پانی گرم کیا تاکہ آپ غسل کریں تو آپ نے مجھ سے کہا اے حمیراء! ایسامت کرو، یہ برص (ایک بیماری) کا سبب ہے۔
اس روایت کو ابن عدی نے موضوع کہا ہے۔(الکامل فی الضعفاء:475/3)

(2)قال عمرُ بنُ الخطابِ - رضيَ اللهُ عنهُ - : لا تغتسلوا بالماءِ المشمسِ ، فإنَّهُ يُورثُ البرصَ.

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ نے فرمایا: دھوپ سے گرم کئے ہوئے پانی سے غسل نہ کرو کیونکہ یہ برص کا سبب ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ اثر ضعیف ہے اور دھوپ سے گرم پانی کے متعلق کچھ بھی ثابت نہیں ہے ۔(الخلاصہ:69/1)
اور بھی کئی دلائل ہیں لیکن کوئی بھی ثابت نہیں ہے اس لئے عقیلی نے کہا ہے کہ دھوپ سے ہوئے گرم پانی کے متعلق کچھ بھی سندا صحیح ثابت نہیں ہے۔(الضعفاء:176/2)
اس کا مطلب یہ ہوا کہ دھوپ سے ہوئے گرم پانی کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔

گرم پانی سے وضوو غسل اور طب: آجکل اطباء حضرات خود ہی لوگوں کو گرم پانی سے نہانے کا مشورہ دیتے ہیں بطور خاص مریض کو جو اس بات کا ثبوت ہے کہ گرم پانی سے نہانا صحت کے لئے نقصان دہ نہیں ہے بلکہ سردی سے

متاثر ہونے والی جلد کے لئے فائدہ مند ہے۔ہاں مسلسل زیادہ گرم پانی سے غسل طبّی اعتبار سے نقصان دہ بتلایا گیا ہے اس لئے ہلکا گرم پانی سے نہائیں۔جب غسل میں کوئی حرج نہیں تو وضو میں بدرجہ اولی کوئی حرج نہیں۔

BACK

تحیۃ الوضوء اور ان کے مسائل

تحیۃ الوضوء جسے صلاۃ سنۃ الوضوء بھی کہتے ہیں مستقل نماز نہیں بلکہ یہ ایک نفل نماز ہے جو وضو کرنے کی وجہ سے پڑھی جاتی ہے۔

تحیۃ الوضوء کی حدیث:

(1) من توضأَ نحو وُضوئِي هذا ، ثم صلى ركعتين لا يُحدِّثُ فيهما نفسَه غُفِرَ له ما تقدَّمَ من ذنبِه.(صحيح البخاري:159)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میرے اس طریقہ کے مطابق وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے اور دورانِ نماز سوچ بچار نہ کرے تو اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

(2) أنَّ النبيَّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ قال لبلالٍ عندَ صلاةِ الفجرِ : يا بلالُ ، حدِّثْني بأَرْجَى عملٍ عَمِلْتَهُ في الإسلامِ ، فإنِّي سمعتُ دُفَّ نعليْكَ بينَ يديَّ في الجنةِ . قال : ما عملتُ عملًا أَرْجَى عندي : أنِّي لم أَتطَهَّرَ طَهورًا ، في ساعةِ ليلٍ أو نهارٍ ، إلا صلَّيتُ بذلكَ الطَّهورِ ما كُتِبَ لي أن أُصلِّي .(صحيح البخاري:1149)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالی عنہ سے فجر کی نماز کے وقت فرمایا کہ اے بلال! تم مجھے امید کا کام بتاؤ جو تم نے حالت اسلام میں کیا ہو کیونکہ میں نے رات جنت میں اپنے آگے تمہارے جوتوں کی آواز سنی ہے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اسلام میں جو عمل بھی میں نے کئے ہیں اُن میں سب سے زیادہ جس عمل سے مجھے نفع کی توقع ہے وہ یہ کے جب بھی میں نے دن یا رات میں پوری پاکی حاصل کی تو جتنے نوافل میرے لئے مقدر تھے وہ میں نے ادا کئے۔

(3) مَا مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ يُقْبِل بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ عَلَيْهِمَا إِلاَّ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ(صحيح مسلم:234)

ترجمہ: جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور ظاہر و باطن کے ساتھ متوجہ ہو کر (دل لگا کر) دو رکعت پڑھے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

مسائل

☆ یہ نماز مرد و عورت دونوں کے لئے ہے یکساں ہے۔

☆ یہ نماز کسی بھی وقت پڑھ سکتے ہیں خواہ نماز کے ممنوعہ اوقات ہی کیوں نہ ہوں۔

☆ تحیۃ المسجد پڑھ لینے سے یہ نماز بھی ادا ہو جائے گی۔

☆ فجر کی اذان کے بعد صرف فجر کی سنت پڑھے جیسا کہ احادیث سے پتہ چلتا ہے۔

☆ فجر کی نماز کے علاوہ دیگر اوقات میں یہ نفل ادا کر سکتے ہیں۔ تاہم جب مسجد پہنچے اور اذان ہو گئی ہو تو سنت مؤکدہ کی ادائیگی کے ساتھ تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضوء کی نیت کر لینے سے تینوں کے لئے کفایت کر جائے گی۔

☆ یہ نماز وضو کے فوراً بعد پڑھی جائے جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہوتا ہے، تاخیر کی صورت میں نماز سنت الوضوء کا وقت فوت ہو جائے گا۔

☆ مسجد میں داخل ہوتے وقت اذان ہو رہی تو اذان کا جواب دے پھر تحیۃ الوضوء پڑھے۔

عام لوگوں کو اس نماز کا علم نہیں ہے لہذا نبی ﷺ کی بے پناہ ثواب والی نماز تحیۃ الوضوء کے متعلق خبر دی جائے اور انہیں بھی اس عمل عظیم پہ ابھارا جائے۔

BACK

سخت سردی کے موسم میں جنبی شخص کا تیمم کرنا

ٹھنڈی کے موسم میں عام طور سے لوگ یہ سوال بار بار پوچھتے ہیں کہ جسے فجر کی نماز کے لئے غسل کی ضرورت ہے مثلا جنبی یا محتلم تو کیا ایسا آدمی سخت ٹھنڈی کے سبب غسل کی بجائے تیمم کر سکتا ہے اس حال میں کہ پانی گرم کرنے کی سہولت نہ ہو؟

یہ سوال میری نظر میں کافی اہم ہے خاص طور پر اس جہت سے کہ ٹھنڈے پانی سے غسل کا خوفناک تصور کرکے لوگ غسل چھوڑ دیتے ہیں حتی کہ نماز فجر جیسی اہم عبادت بھی ترک کر دیتے ہیں۔اس لئے یہ اہم مسئلہ جان لینا ضروری ہے۔

اللہ تعالی نے بندوں کو طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں بنایا ہے اور دین مشکل کا نام نہیں،اس میں بندوں کے لئے آسانی ہے۔اگر کوئی آدمی رات کو جنبی ہو گیا یا اسے فجر سے پہلے احتلام ہو گیا۔پانی موجود ہے مگر اسے گرم کرنے کی کوئی صورت نہیں اور ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے پر بیمار ہو جانے یا پہلے سے بیمار ہو تو اس کی بیماری میں اضافہ ہو جانے کا سبب ہو تو اس صورت حال میں غسل کی بجائے تیمم کرنا کافی ہو گا جو غسل اور وضو دونوں کے لئے کفایت کرے گا۔اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا (النساء:43)

ترجمہ: اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اپنے منہ اور اپنے ہاتھ مل لو، بے شک اللہ تعالی معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے۔

اس آیت میں بیمار اور مسافر کو پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کی اجازت دی گئی ہے۔بیمار سے وہ آدمی مراد ہے جسے وضو اور غسل سے نقصان یا بیماری میں اضافہ کا اندیشہ ہو۔اس بیمار میں وہ مقیم بھی داخل ہے جس نے رات میں بیوی سے

جماع کیا یا اسے احتلام ہو گیا، گرم پانی میسر نہیں، ٹھنڈ پانی سے غسل باعث ضرر یا ضرر میں اضافہ کا سبب ہے۔ حدیث سے اس کی خاص دلیل بھی ملتی ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

احتلَمتُ في ليلةٍ باردةٍ في غزوةِ ذاتِ السُّلاسلِ فأشفَقتُ إنِ اغتَسَلتُ أن أَهْلِكَ فتيمَّمتُ، ثمَّ صلَّيتُ بأصحابي الصُّبحَ فذَكَروا ذلِكَ للنَّبيِّ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ فقالَ: يا عَمرو صلَّيتَ بأصحابِكَ وأنتَ جنُبٌ ؟ فأخبرتُهُ بالَّذي مَنعَني منَ الاغتِسالِ وقُلتُ إنِّي سَمِعْتُ اللَّهَ يقولُ:(وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا) فضحِكَ رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ ولم يَقُلْ شيئًا(صحيح أبي داود:334)

ترجمہ: غزوہ ذات سلاسل میں مجھے ایک ٹھنڈی رات احتلام ہو گیا، مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں نے غسل کیا تو ہلاک ہو جاؤں گا، چنانچہ میں نے تیمم کر لیا اور اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھائی، انہوں نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے عمرو! کیا تو نے جنبی ہوتے ہوئے اپنے ساتھیوں کی جماعت کرائی تھی؟ میں نے بتایا کہ کس وجہ سے میں نے غسل نہیں کیا تھا اور میں نے یہ بھی کہا کہ میں نے اللہ کا فرمان سنا ہے «ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيما» (اپنے آپ کو قتل نہ کرو، اللہ تم پر بہت ہی مہربان ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور کچھ نہ کہا۔

اس حدیث کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

وفي هذا الحديث جواز التيمم لمن يتوقع من استعمال الماء الهلاك سواء كان لأجل برد أو غيره ، وجواز صلاة المتيمم بالمتوضئين .(فتح الباري 1 / 454) .

ترجمہ: اس حدیث میں اس کا جواز پایا جاتا ہے کہ سردی وغیرہ کی بنا پر اگر پانی استعمال کرنے سے ہلاکت کا خدشہ ہو تو تیمم کیا جا سکتا ہے، اور اسی طرح تیمم کرنے والا شخص وضوء کرنے والوں کی امامت بھی کروا سکتا ہے۔

چند مزید مسائل:

(1) آج کل اکثر جگہ پانی گرم کرنے کی سہولت موجود ہے، اکثر و بیشتر گھروں میں اسٹوو اور گیس چولہا پایا جاتا ہے جس

سے بآسانی پانی گرم کر سکتے ہیں، تین چار لیٹر پانی گرم کر کے ایک بالٹی پانی میں ملا کر بدن دھویا جاسکتا ہے مگر دوسروں سے شرم وحیا محسوس کرتے ہوئے پانی گرم کر کے نہیں نہایا جاتا ہے۔ یہ سراسر غلط ہے۔

(2) سردی میں عام طور سے لوگ زکام میں مبتلا ہوتے ہیں، اگر زکام مسلسل چلا آرہا ہو اور غسل سے طبیب نے منع کیا ہو جنابت سے طہارت کے لئے بس تیمم کر لے لیکن معمولی سردی وزکام ہو اور پانی سے خواہ سرد ہو یا گرم نقصان نہ ہو تو غسل واجب ہے۔ (بیماری کے وقت پانی کے استعمال سے متعلق طبیب سے مشورہ لیں)

(3) اگر واقعی گرم پانی دستیاب نہیں ہے اور ٹھنڈے پانی سے بدن دھونا ممکن ہو تو جہاں تک ہو سکے دھولیں، سر دھونا نقصان دہ ہو تو سر چھوڑ دیں اور ساتھ ہی تیمم بھی کر لیں۔

(4) اگر کوئی فجر کی نماز شروع ہونے کے وقت بیدار ہوا اس حال میں کہ غسل کرنا ضروری ہے اور پانی گرم کرنے اور نہانے میں نماز باجماعت فوت ہونے کا اندیشہ ہے پھر بھی غسل کرے کیونکہ طہارت کے بغیر نماز نہیں، ہاں اگر نماز قضا ہونے کا خطرہ ہے یعنی سورج نکلنے میں چند منٹ باقی رہ گئے ہیں تو پانی گرم کرنے اور نہانے کا انتظار نہ کرے بلکہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔

(5) اگر عورت نے بال کو مضبوطی سے باندھ کر لٹیں بنائی ہو تو غسل جنابت کے وقت بال کھولنے کی ضرورت نہیں بلکہ تین لپ سر پہ پانی ڈالنا کافی ہے۔ اس کی دلیل مسلم شریف کی وہ روایت ہے جس میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بال مضبوطی سے گوندھنے کی وجہ سے نبی ﷺ نے سر پہ تین لپ پانی ڈالنے کا حکم دیا ہے۔

(6) تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر صرف کلائی تک پھیرے اور پھر چہرے پر پھیر لے۔ تیمم سے وضو اور غسل دونوں ایک ساتھ ہو جائے گا۔

(7) تیمم پاک مٹی سے کیا جائے گا، زمین اور دیوار بھی پاک مٹی کے حکم میں ہے خواہ اس پہ دھول لگی ہو یا نہ لگی ہو۔ ہاں اگر دیوار مٹی/اینٹ کی بجائے اس پہ لکڑی یا ٹائلس لگی ہو تو اس پہ تیمم نہ کرے کیونکہ یہ مٹی کے حکم میں نہیں ہے، اس پہ دھول مٹی جمی ہو تب اس سے تیمم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

BACK

بغیر عذر کے موزہ یا جراب پہ مسح کرنا

اسلام دین رحمت ہے اس میں بندوں کی طاقت اور زمانے وحالات کی نزاکت کی رعایت بھی پائی جاتی ہے ۔ ٹھنڈے موسم میں موزوں پر مسح کی اجازت ہمارے لئے باعث رحمت ہے ۔نبی رحمتﷺ سے موزہ اور جراب دونوں پہ مسح کرنا ثابت ہے ۔ عمرو بن امیہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں:

رأيتُ النبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ يمسح على عمامته و خفَّيه .(صحيح مسلم:205)

ترجمہ: میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے (وضو میں) اپنی پگڑی اور موزوں پر مسح کیا۔

مسلم شریف کی یہ حدیث موزہ پر مسح کرنے کی دلیل ہے اور جراب (اونی یا سوتی موزے) پر مسح کرنے کی دلیل حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں :

توضَّأَ النَّبيُّ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ ومسحَ على الجَورَبينِ والنَّعلينِ(صحيح الترمذى:99، صحيح ابن ماجه :460)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور اپنی جرابوں اور جوتوں پر مسح فرمایا۔

مذکورہ دونوں احادیث سے ہر قسم کے موزوں (چمڑے، اونی، سوتی) پر مسح کرنے کی واضح دلیل مل گئی، ساتھ ہی مسح سے متعلق دیگر تمام نصوص کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ احادیث میں موزہ یا جراب پہ مسح کا حکم عام ہے، اس کی کوئی علت نہیں بیان کی گئی ہے کہ صرف مجبوری میں یا ٹھنڈ کی وجہ سے یا مرض کی وجہ سے مسح کر سکتے ہیں۔اس وجہ سے آدمی بیمار ہو یا تندرست، مقیم ہو یا مسافر، معذور ہو یا غیر معذور موزے پہ مسح کر سکتا ہے خواہ گرمی کا موسم ہو یا سردی کا اور چاہے گرم پانی موجود ہو یا پھر سردی کم ہو یعنی بلا کسی عذر اور بغیر کسی مجبوری کے کسی بھی موسم میں اور کہیں بھی موزہ اور جراب پر مسح کر سکتے ہیں۔

میرے اس موقف کی تائید میں چند احادیث پیش ہیں جن کی روشنی میں صراحت کے ساتھ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ بلا کسی عذر کے بھی موزہ/جراب پر مسح کرنا جائز ہے۔

پہلی دلیل : حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

كنتُ معَ النبيِّ صلَّى اللَّهُ عليه وسلَّم في سفَرٍ ، فأهوَيتُ لأنزِعَ خُفَّيهِ، فقال : دَعْهما، فإني أَدخَلتُهما طاهِرتَينِ . فمسَح عليهما .(صحيح البخاري:23193)

ترجمہ: میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا کہ (وضو کے وقت) میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں سے موزوں نکالنے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں مت نکالو کیوں کہ میں نے انھیں باوضو ہو کر پہنا ہے ،پھر آپ نے ان پر مسح کیا۔

دوسری دلیل: زر بن حبیش کے متعلق وارد ہے: سألتُ صفوانَ بنَ عسَّالٍ عنِ المسحِ علَى الخفَّينِ ؟ فقالَ: كانَ رسولُ اللَّهِ يأمرنا إذا كنَّا مسافرينَ ، أن نمسحَ علَى خفافنا ، ولا ننزعَها ثلاثةَ أيَّامٍ من غائطٍ وبولٍ ونومٍ إلَّا من جنابةٍ(صحيح النسائي:127)

ترجمہ: (زر بن حبیش) نے صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے موزے پہ مسح کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ حکم دیا کرتے تھے کہ ہم حالت سفر میں اپنے موزوں پہ مسح کریں۔اور اسے تین دن، تین رات تک پیشاب، پاخانہ اور نیند سے نہ اتاریں الا یہ کہ جنابت کی حالت (درپیش) ہو۔

تیسری دلیل: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: لو كانَ الدِّينُ بالرَّأيِ لَكانَ أسفلُ الخفِّ أولى بالمسحِ من أعلاهُ، وقد رأيتُ رسولَ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ يمسَحُ على ظاهرِ خُفَّيهِ . (صحيح أبي داود:162)

ترجمہ: اگر دین کا دارومدار عقل پر ہوتا تو موزوں کے ظاہری حصے پر مسح کرنے سے بہتر ہوتا کہ باطنی حصہ پر مسح کیا جاتا، میں نے رسول اللہ ﷺ موزے کے ظاہری حصے پہ مسح کرتے دیکھا۔

یہ سارے نصوص بتلاتے ہیں کہ بغیر کسی عذر کے بھی موزہ اور جراب پہ مسح کر سکتے ہیں۔ مسافر کے لئے تین دن اور تین رات اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات مسح کرنے کی اجازت ہے۔ مسافر و مقیم کے درمیان مسح کی مدت کے اس فرق کو دھیان میں رکھنا چاہئے۔اب یہاں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ مسح کرنا افضل ہے یا پاؤں دھونا افضل ہے؟ اس سلسلے میں شیخ الاسلامؒ اور ان کے شاگرد ابن القیمؒ نے بہترین بات لکھی ہے کہ افضل صورت انسان کے لئے وہ ہے جو اس کے قدم کے موافق ہے یعنی اگر وہ موزہ پہنے ہوا ہے تو مسح کرنا افضل ہے اور اگر قدم کھلا ہوا ہے تو دھونا افضل ہے اور موزہ اس لئے نہ پہنے کہ اس پہ مسح کرنا ہے۔(الانصاف:378/1 وزادالمعاد:199/1)

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ موزوں پر مسح کیلئے چار شرطیں پائی جانی چاہئے:

(1)دونوں موزے/جراب وضو کر کے پہنے گئے ہوں۔

(2)موزے/جراب پاک ہوں۔

(3) مسح حدث اصغر یعنی پیشاب و پاخانہ سے کیا جائے، حدث اکبر یعنی غسل سے نہیں۔

(4) مسح مدت کے اندر کیا جائے۔

BACK

اذان دینے کا اجر و ثواب

بہت سے نمازی اذان دینے سے کتراتے ہیں، اس میں اپنی کسر شان سمجھتے ہیں جبکہ حدیث کی روشنی اذان دینے کی بڑی فضیلت وارد ہے۔ چند فضائل آپ کے سامنے رکھتا ہوں تاکہ اذان کی فضیلت جان سکیں اور اس نیکی میں بڑھ کر حصہ لینے کی کوشش کریں۔

(1)عبدالرحمن مازنی اپنے والد عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نے انہیں خبر دی:

أن أبا سعيدٍ الخدريَّ قال له : إني أراك تحبُّ الغنمَ والباديةَ ، فإذا كنتَ في غنمِك أو باديتِك ، فأذَّنت بالصلاةِ فارفعْ صوتَك بالنداءِ ،فإنَّه لا يَسْمَعُ مدى صوتِ المؤذنِ ، جنٌّ ولا إنسٌ ولا شيءٌ إلا شَهِدَ له يومَ القيامةِ .(صحيح البخاري:609)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں بکریوں اور جنگل میں رہنا پسند ہے۔ اس لیے جب تم جنگل میں اپنی بکریوں کو لیے ہوئے موجود ہو اور نماز کے لیے اذان دو تو تم بلند آواز سے اذان دیا کرو کیونکہ جن وانس بلکہ تمام ہی چیزیں جو مؤذن کی آواز سنتی ہیں قیامت کے دن اس پر گواہی دیں گی۔

اس حدیث کا آخری ٹکڑا ہے "قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" یعنی حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ بات میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں مؤذن کے لئے قیامت میں گواہی کا ذکر ہے۔ قیامت میں آدمی ایک ایک نیکی کے لئے پریشان ہوگا ایسے میں یہ گواہی آدمی کے لئے نجات کا راستہ ہموار کرے گی۔ اس لئے مؤذن بلند آواز سے اذان دے تاکہ دور تک جن وانس اور ساری چیزوں کو سنائی دے اور وہ گواہی کے کام آسکے۔

(2)ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

المؤذِّنُ يُغفرُ لَه مدَى صوتِه . ويستغفرُ لَه كلُّ رطبٍ ويابسٍ . وشاهدُ الصَّلاةِ يُكتبُ لَه خمسٌ

وعشرونَ حسنةً ويُكفَّرُ له ما بينَهما(صحيح ابن ماجه:598)

ترجمہ: موذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے اس کی مغفرت کردی جاتی ہے،اور ہر خشک وتر اس کے لئے مغفرت طلب کرتا ہے اور اذان سن کر نماز میں حاضر ہونے والے کے لئے پچیس (25) نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دو نمازوں کے درمیان کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

فائدہ: اس روایت میں ذکر ہے کہ ہر خشک وتر چیز گواہی دے گی گویا اس میں جن وانس، حیوانات، نباتات، جمادات سبھی شامل ہیں یہ بات بخاری شریف کی مذکورہ بالا روایت سے مزید واضح ہوگئی۔

(3)معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

المُؤَذِّنون أطولُ الناسِ أعناقًا يومَ القيامةِ .(صحيح مسلم:387)

ترجمہ: موذنوں کی گردنیں قیامت کے دن سب سے زیادہ لمبی ہوں گی۔

فائدہ: لمبی گردن کے کئی معانی ہیں، کسی نے لمبی گردن کا مفہوم لیتے ہوئے کہا اللہ کی رحمت کی طرف دیکھنے والا یعنی زیادہ اجر کا باعث۔ کسی نے اس کا حقیقی معنی مراد لیا ہے جب قیامت میں لوگ پسینے میں شرابور ہوں گے تو ان کی گردن لمبی کردی جائے گی۔ قاضی عیاض نے اعناق میں الف کو زیر کے ساتھ کہا ہے جس کا معنی جنت کی طرف جلدی جانے والا۔

(4)ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو يعلمُ الناسُ ما في النداءِ والصفِّ الأولِ ، ثم لم يجدُوا إلا أن يستهِموا عليه لاسْتهَموا عليه (صحيح البخاري:615)

ترجمہ: اگر لوگوں کو اذن اور پہلی صف کے اجر وثواب کا علم ہو تو اور اگر انہیں اس کے لیے قرعہ اندازی بھی کرنا پڑے تو وہ قرعہ اندازی ضرور کریں۔

فائدہ: اس حدیث میں بھی اذان کے بے پناہ اجر کا ذکر ہے وہ اس طرح کہ اگر لوگوں کو اذان کا اجر معلوم ہو جائے اور اذان دینے کے لئے اپنا نام قرعہ اندازی سے نکالنا پڑے تو بھی ایسا کرنے میں پیچھے نہ ہٹیں۔

(5)عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من أذَّنَ ثِنتَي عشرةَ سنةً ، وجبَتْ لَه الجنَّةُ ، وَكُتبَ لَه بتأذينِهِ في كلِّ يومٍ ستُّونَ حسَنةً ، ولِكُلِّ إقامةٍ ثلاثونَ حَسنةً(صحيح ابن ماجه: 600)

ترجمہ: جس شخص نے بارہ سال اذان دی، اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور اس کے لئے ہر روز کی اذان کے بدلے ساٹھ نیکیاں اور ہر اقامت پہ تیس نیکیاں لکھ دی گئیں۔

فائدہ: یہ حدیث بالکل واضح ہے جو بارہ سال تک اذان دے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

کام بہت سہل ہے اور انعام بہت بڑا ہے۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ اذان ہی سے لوگوں کو نماز کی خبر ملتی ہے اور لوگ کام کاج چھوڑ کر مسجد کی طرف دوڑ پڑتے ہیں جس کا ذکر اللہ تعالی نے جمعہ کے تعلق سے سورہ جمعہ میں کیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (الجمعه: 9)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے حق میں بہت ہی بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

مزید برآں جو بارہ سال تک اذان دیتا رہے گویا اس سے بارہ سال کی نماز بھی کبھی نہیں چھوٹے گی وہ ہمیشہ تکبیر اولی کے ساتھ نماز ادا کرتا رہے گا بلکہ خود انہوں نے ہی اقامت کہی ہوگی۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے۔

مَن صلَّى للَّهِ أربعينَ يومًا في جماعةٍ يدرِكُ التَّكبيرةَ الأولَى كُتِبَ لَه براءتانِ : براءةٌ منَ النَّارِ ، وبراءةٌ منَ النِّفاقِ(صحيح الترمذي: 241)

ترجمہ: جس نے چالیس یوم تک نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اور تکبیر تحریمہ کے ساتھ ملا تو اس کے لیے دو قسم کی برات لکھی جاتی ہے، آگ سے برات، اور نفاق سے برات۔

اذان دینے والوں کے لئے نبی ﷺ نے بطور خاص دعا بھی کی ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الإمامُ ضامنٌ والمؤذنُ مؤتمنٌ اللهم أرشدِ الأئمةَ واغفرْ للمؤذنِين.(صحيح أبي داود:517)

ترجمہ: امام ضامن اور ذمہ دار ہے اور مؤذن امین اور قابل اعتماد ہے۔ اے اللہ! اماموں کو (صحیح علم و عمل) کی توفیق دے اور مؤذنوں کو بخش دے۔

گویا مؤذن کو اذان کی برکت سے بہت ساری نیکیاں کرنے کا موقع ملتا ہے، نماز کے وقت سے پہلے مسجد میں حاضر ہونا، مسجد کی صفائی وغیرہ کا اہتمام کرنا، اذان دے کر سنتوں کی ادائیگی پھر نماز کے لئے انتظار کرنا، نماز بعد بھی سب سے آخر میں جانا، ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا شدت سے انتظار کرنا، باجماعت نماز ادا کرنا وغیرہ۔ ان سب نیکوں کے لئے مؤذن کو گناہوں سے مغفرت مل جاتی ہے اور کیوں نہ ہو نبی ﷺ نے ان کے حق میں جو دعا فرمائی ہے۔

اے اللہ! تو ہمیں بھی ان لوگوں میں بنا جن کے لئے جنت واجب کر دی جاتی ہے۔ اللھم آمین

BACK

سورہ کہف اور فتنہ دجال سے حفاظت

سورہ کہف قرآن کی ایک عظیم سورت ہے، جمعہ کے دن اس کی تلاوت مستحب ہے۔ جو آدمی روز جمعہ سورہ کہف کی تلاوت کرے گا اللہ تعالی اس کے لئے نور فراہم کرتا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے۔

من قرأ سورةَ الكهفِ يومَ الجمعةِ أضاء له النُّورُ ما بينَه و بين البيتِ العتيقِ(صحيح الجامع: 6471)

ترجمہ: جس نے جمعہ کے دن سورۃ الکھف پڑھی اس کے اور بیت اللہ کے درمیان نور کی روشنی ہو جاتی ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ سورةَ الكهفِ في يومِ الجمعةِ ، أضاء له من النورِ ما بين الجمُعتَينِ(صحيح الجامع:6470)

ترجمہ: جو جمعہ کے دن سورۃ الکھف پڑھے، اس کیلئے دونوں جمعوں (یعنی اگلے جمعے تک) کے درمیان ایک نور روشن کر دیا جائے گا۔

«مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْكَهْفِ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، أَضَاءَ لَهُ مِنَ النُّورِ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ الْعَتِيقِ» [صحيح الترغيب للالبانی : 736]۔

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جمعہ کی رات سورۃ الکھف پڑھی اس کے اور بیت اللہ کے درمیان نور کی روشنی ہو جاتی ہے۔

رات ودن کی دونوں روایات کے ملا کر یہ کہا جائے گا کہ سورہ کہف پڑھنے کا وقت جمعرات کے سورج غروب ہونے سے لیکر جمعہ کے سورج غروب ہونے تک ہے۔

لہذا مسلمانوں کو اس عظیم سورت کی ہر جمعہ تلاوت کرنی چاہئے۔ اس سورت کی عظمت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ یہ فتنے دجال سے نجات کا باعث ہے۔ خروج دجال قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ایک ہے اور فتنہ دجال زمانے کے شر وفتن میں سب سے بڑا فتنہ ہے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے علاوہ دجال پوری دنیا کو روند ڈالے گا اور بے شمار لوگوں کو اپنے فتنوں کا شکار بنا لے گا۔ اس فتنے کا مقابلہ مومنوں کے لئے ایک چیلنج کی طرح ہوگا۔ نبی ﷺ نے اس فتنے سے

بچنے کے متعدد طرق واسباب بیان کئے ہیں۔ منجملہ ان طریقوں میں سے ایک طریقہ سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات کی قرات وحفظ بھی ہے۔

دجال کے فتنے سے بچنے کے لئے سورہ کہف سے متعلق چار قسم کی روایات ملتی ہیں۔

پہلی قسم: سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات حفظ کرنے سے فتنہ دجال سے حفاظت ہوتی ہے۔اس کی دلیل مسلم شریف کی مندرجہ ذیل روایت ہے۔

من حفِظ عشرَ آياتٍ من أولِ سورةِ الكهفِ ، عُصِمَ من الدَّجَّالِ(صحيح مسلم:809)

ترجمہ: جو شخص سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات یاد کرے گا وہ دجال کے فتنہ سے بچالیا جائے گا۔

اس حدیث میں ابتدائی دس آیات حفظ کرنے کی بات ہے، مسلم کی ایک دوسری روایت میں مطلقا ابتدائی آیات پڑھنے کا ذکر ہے جس سے دس آیات ہی مراد ہیں۔

فمن أدركه منكم فليقرأ عليه فواتح سورةِ الكهفِ (صحیح مسلم:2937)

ترجمہ: تم میں سے جو شخص دجال کو پائے،اسے چاہیے کہ وہ سورہ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے۔

دوسری قسم: سورہ کہف کی آخری دس آیات پڑھنے سے دجال کے فتنے سے حفاظت ہوتی ہے۔

مَنْ قرأَ سورةَ الكهفِ [كما أُنْزِلَتْ] كانَتْ لهُ نُورًا يومَ القيامةِ ، من مَقَامِهِ إلى مكةَ ، و مَنْ قرأَ عشرَ آياتٍ من آخِرِها ثُمَّ خرجَ الدَّجَّالُ لمْ يَضُرَّهُ (السلسلة الصحيحة:2651)

ترجمہ: جس نے سورہ کہف پڑھی تو اس کے لئے قیامت میں نور ہوگا اس جگہ سے مکہ تک اور جس نے (سورہ کہف) کی آخری دس آیات تلاوت کی اور دجال کا خروج ہوا تو اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

شیخ البانیؒ نے کہا کہ اس کی سند بخاری ومسلم کی شرط پر ہے۔

تیسری قسم: سورہ کہف کی ابتدائی تین آیات پڑھنے سے بھی فتنہ دجال سے حفاظت کا ذکر ہے مگر یہ ضعیف ہے۔

من قرأَ ثلاثَ آياتٍ من أوَّلِ الكهفِ عُصِمَ من فتنةِ الدَّجَّالِ(ضعيف الترمذي:2886)

ترجمہ: جس نے سورہ کہف کی ابتداء سے تین آیات کی تلاوت کی وہ دجال کے فتنے سے بچا لیا جائے گا۔

ترمذی کی اس روایت کے متعلق شیخ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ تین کا لفظ شاذ ہے صحیح لفظ ہے "من حفظ عشر آیات" یعنی جس نے دس آیات یاد کیا۔

چوتھی قسم: مکمل سورہ کہف کی تلاوت سے دجال کے فتنے سے حفاظت کا ذکر بھی ضعیف ہے۔

مَن قرأ سورَةَ الكهفِ يومَ الجمعةِ، فهو مَعصومٌ إلى ثمانيةِ أيَّامٍ من كلِّ فتنةٍ تكونُ، فإنَّ خرجَ الدَّجالُ، عُصمَ منهُ (السلسلة الضعيفة:2013)

ترجمہ: جس نے جمعہ کے دن سورہ کہف کی تلاوت کی وہ آٹھ دن تک ہر فتنے سے بچا رہے گا، اگر دجال کا بھی خروج ہو جائے تو اس سے بھی بچ جائے گا۔

یہ روایت ضعیف ہے، دیکھیں سلسلہ ضعیفہ، حدیث نمبر 2013۔

ان چاروں اقسام کی روایت میں دو قسموں کی روایت صحیح ہیں، وہ ہیں سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات اور آخری دس آیات۔

ان دونوں صحیح روایات کو سامنے رکھتے ہوئے ابن القیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے بعض راویوں نے سورہ کہف کی ابتدائی آیات کہا ہے تو بعض راویوں نے آخری آیات، وہ دونوں صحیح میں ہیں لیکن دونوں میں ترجیح ان کو ہے جنہوں نے سورہ کہف کی ابتدائی آیات کہا ہے اس لئے کہ صحیح مسلم میں نواس بن سمعان کی حدیث میں دجال کے قصے کا ذکر ہے کہ جب اسے تم دیکھو تو سورہ کہف کی ابتدائی آیات پڑھو اور اس میں اختلاف نہیں کیا جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس راوی نے اول سورت ذکر کیا ہے انہوں نے حدیث کو یاد رکھا اور جس نے آخر سورت ذکر کیا ہے انہوں نے حدیث کو یاد نہیں رکھا۔(المانع)

دلائل کی رو سے فتنہ دجال سے حفاظت کا تعلق سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات سے ہے، یہی مسلک راجح و قوی ہے۔ اس کے متعدد ترجیحی اسباب میں سے ایک اہم وجہ ابن القیمؒ کی بیان کردہ اوپر گزر چکی ہے۔ایک دوسری اہم وجہ یہ بھی ہے کہ اس سورت کے ابتدائی دس آیات میں فتنے دجال سے حفاظت کی قربت و مماثلت نظر آتی ہے، وہ مماثلت

آخری آیات میں اس طرح دیکھنے کو نہیں ملتی۔ جیسا کہ اصحاب کہف کا قصہ جو دین اور جان بچانے کی غرض سے پہاڑ میں چلے گئے، ایسے ہی مومن لوگ دجال کے شر سے بچنے کے لئے پہاڑوں میں چلے جائیں گے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے :

لَيفرنَّ الناسُ من الدجالِ في الجبالِ(صحيح مسلم:2945)

ترجمہ: لوگ دجال سے (بچنے کے لیے) پہاڑوں میں بھاگ جائیں گے۔

اسی اس میں اصحاب کہف کی دعا ہے: (رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا) اس وقت مومن بھی فتنہ دجال سے بچنے کے رب سے رحمت کی دعا کریں گے اور اس کی پناہ طلب کریں گے۔

اس کا اندازہ لگانے کے لئے ابتدائی دس آیات مع ترجمہ و مختصر شرح پیش خدمت ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَل لَّهُ عِوَجَا (1)

ترجمہ: تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے سزاوار ہیں جس نے اپنے بندے پر یہ قرآن اتارا اور اس میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی ۔

شرح: اس میں بتلایا گیا ہے کہ اللہ کی کتاب میں کسی قسم کی کسر نہیں ہے یعنی وہ بالکل محفوظ کتاب ہے، اس محفوظ کتاب کو یاد کرنے والا اور اس کی قرات کرنے والا اسی طرح فتنے دجال سے محفوظ رہے گا۔

قَيِّمًا لِّيُنذِرَ بَأْسًا شَدِيدًا مِّن لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا (2)

ترجمہ: بلکہ ہر طرح سے ٹھیک ٹھاک رکھا تاکہ اپنے پاس کی سخت سزا سے ہوشیار کردے اور ایمان لانے اور نیک عمل کرنے والوں کو خوشخبریاں سنادے کہ ان کے لئے بہترین بدلہ ہے۔

شرح: اس میں ذکر ہے کہ اللہ تعالی مومنوں کو عمل صالح کے بدلے سزاؤں پہ مطلع کرکے عذاب سے حفاظت کرتا ہے اور مزید اجر وثواب کی خوشخبری سناتا ہے۔

مَاكِثِينَ فِيهِ أَبَدًا (3)

ترجمہ: جس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

شرح:اس میں مومنوں کے اجر وثواب کے تسلسل کا ذکر ہے جو فتنہ دجال کے زوال کے بالمقابل ہے۔

وَيُنذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا (4)

ترجمہ:اوران لوگوں کو بھی ڈرادیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالی اولاد رکھتا ہے۔

شرح:یہود ونصاری اور کفار ومشرکین جنھوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور اس کے لئے اولاد ٹھہرایا ایسے ہی جھوٹے لوگ کا نادجال کی پیروی کریں گے۔

مَّا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ وَلَا لِآبَائِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِن يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا (5)

ترجمہ:در حقیقت نہ تو خود انہیں اس کا علم ہے نہ ان کے باپ دادوں کو۔یہ تہمت بڑی بری ہے جو ان کے منہ سے نکل رہی ہے وہ نرا جھوٹ بک رہے ہیں۔

شرح:یہ آیت ,مذکورہ بالا آیت کے سیاق میں ہے یعنی یہ نرا جھوٹے ہیں، حقیقت کا نہ انہیں علم ہے،نہ ہی ان کے آباء واجداد کو۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَى آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا (6)

ترجمہ:پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اسی رنج میں اپنی جان ہلاک کرڈالیں گے؟۔

شرح:اس میں مومنوں کو دلاسہ ہے کہ جب فتنہ دجال سے لوگ پریشان ہوں گے اور بے ایمان اس کے فتنے کا شکار ہوتے جائیں گے تو انہیں کوئی غم لاحق نہ ہوگا۔

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (7)

ترجمہ:روئے زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اسے زمین کی رونق کا باعث بنایا ہے کہ ہم انہیں آزمالیں کہ ان میں سے کون نیک اعمال والا ہے۔

شرح:اس آیت میں فتنے کا ذکر کے اللہ تعالی نے فتنہ دجال کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ ہم لوگوں کو فتنہ کے ذریعہ آزمائیں گے تاکہ ایمان والے کی پہچان کرسکیں۔

وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا (8)

ترجمہ:اس پر جو کچھ ہے ہم اسے ایک ہموار صاف میدان کرڈالنے والے ہیں۔

شرح: اس آیت کے ذریعہ اللہ تعالی زمین میں رونما ہونے والے تمام قسم کے فتنے اور تغیرات کی طرف اشارہ کررہاہے مثلا طوفان، زلزلہ، فتنہ دجال وغیرہ۔ان سارے فتنوں اور تغیرات کے بعد زمین ہموار میدان کی طرح کردی جائے گی جس میں نیک وبد کا فیصلہ ہوگا۔

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا (9)

ترجمہ: کیاتو اپنے خیال میں غار اور کتبے والوں کو ہماری نشانیوں میں سے کوئی بہت عجیب نشانی سمجھ رہا ہے ؟۔

شرح: اس میں اصحاب کہف کا ذکر ہے جنہوں نے اپنے دین کی حفاظت کے لئے غار (پہاڑ کی کھوہ) میں پناہ لی، انہیں اصحاب کی طرح مومن فتنہ دجال سے بچنے کے لئے پہاڑ میں چھپیں گے اور اللہ ان مومنوں کو فتنہ دجال سے بچائے گا۔

ِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوارَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا (10)

ترجمہ: ان چند نوجوانوں نے جب غاز میں پناہ لی تو دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار ! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لئے راہ یابی کو آسان کردے۔

شرح: غار میں پناہ لینے والوں نے رب سے یہ دعا تو اللہ نے اس کے ایمان کی حفاظت کی، ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ہر نماز میں فتنہ دجال سے پناہ مانگنے کی دعا بتلائی ہے، مومن رب سے اسی طرح دجال کے شر سے پناہ طلب کریں گے اور اللہ انہیں اپنی پناہ میں لے لیگا۔

اس مختصر مضمون کا لب لباب یہ نکلتا ہے سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات اگر ہمیں یاد نہ ہوں تو انہیں ازبر کرلیں اور اس کی تلاوت کرتے رہا کریں کیونکہ مسلم شریف کی روایت میں حفظ کرنے کا ذکر ہے بلکہ سب سے اچھا ہے کہ سورہ کہف مکمل حفظ کرلیا جائے تاکہ ہر جمعہ کو بغیر قرآن دیکھے اس کی تلاوت کرنے کی سہولت میسر ہو جائے۔ کبھی کبھی آدمی سستی میں یا نماز جمعہ میں تاخیر سے آنے کی وجہ سے سورہ کہف کی تلاوت نہیں کرپاتا یا مصحف کی عدم موجودگی بھی اس کی قرات میں رکاوٹ بنتی ہے ان سب کا آسان حل اس سورت کا یاد کرلینا ہے، حفظ ہونے کے سبب مختصر وقت

میں بآسانی اس کی تلاوت کر سکیں گے نیز دجال کے فتنے سے حفاظت کے لئے جب بھی چاہیں گے ابتدائی آیات زبانی پڑھتے رہیں گے۔

BACK

یوم جمعہ اور قرآن کی تلاوت کے مقامات

جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار اور ہفتے کی عید ہے۔اس کی فضیلت میں یہ حدیث وارد ہے .

خيرُ يومٍ طلعت عليه الشَّمسُ ، يومُ الجمعةِ . فيه خُلِق آدمُ . وفيه أُدخل الجنَّةَ . وفيه أُخرج منها . ولا تقومُ السَّاعةُ إلَّا في يومِ الجمعةِ(صحيح مسلم:854)

ترجمہ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہترین دن جب سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے۔اس دن اللہ نے آدم کو پیدا کیا۔اسی دن جنت میں ان کو داخل کیا اور اسی دن ان کو جنت سے نکالا گیا۔

جہاں متعدد آیات و صحیح احادیث سے جمعہ کی بڑی فضیلت اور اہمیت ثابت ہوتی ہے وہیں صحیح احادیث سے قران کی تلاوت کا جمعہ کے دن سے بڑا تعلق نظر آتا ہے۔

جمعہ کے دن قرآن کی تلاوت کے مقامات:

(1)جمعہ کی رات مغرب میں تلاوت: نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ جمعہ کی رات مغرب کی نماز میں سورہ کافرون اور سورہ اخلاص کی تلاوت کرتے تھے۔

كان النبيُّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ يقرأُ في صلاةِ المغربِ ليلةَ الجمعةِ : قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ، وَ قَلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ(مشكوة)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جمعہ کی رات مغرب کی نماز میں قل یاایھاالکافرون اور قل ھواللہ احد پڑھتے تھے۔

☆اس روایت کو شیخ البانی نے مشکوۃ کی تخریج میں صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔(تخریج مشکاۃ المصابیح:812)

☆حافظ ابن حجرؒ نے حسن قرار دیا ہے۔(تخریج مشکاۃ المصابیح:1/388)

(2)جمعہ کے دن فجر میں تلاوت: نبی ﷺ جمعہ کے دن فجر کی فرض نماز میں سورہ سجدہ اور سورہ دھر کی تلاوت کرتے تھے۔

أنَّ النبيَّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ كان يقرأُ في الصبحِ ، يومَ الجمعةِ ، بالم تَنْزِيلُ ، في الركعةِ الأولى . وفي الثانيةِ : هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَذْكُورًا .(صحيح مسلم:880)

ترجمہ: نبی ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز کی پہلی رکعت میں "الم تنزیل" اور دوسری رکعت میں "هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَذْكُورًا قرات" کرتے تھے ۔

(3)جمعہ کے دن سورہ کہف کی تلاوت: جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھنے کی بڑی فضیلت وارد ہے۔ بعض روایات میں جمعہ کے دن کا ذکر ہے اور بعض میں جمعہ کی رات کا۔

من قرأ سورةَ الكهفِ يومَ الجمعةِ أضاء له النُّورُ ما بينَه و بين البيتِ العتيقِ(صحيح الجامع: 6471)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن سورۃ الکھف پڑھی اس کے اور بیت اللہ کے درمیان نور کی روشنی ہو جاتی ہے۔

من قرأ سورةَ الكهفِ في يومِ الجمعةِ ، أضاء له من النورِ ما بين الجمُعتَينِ(صحيح الجامع:6470)

ترجمہ: رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جمعہ کے دن سورۃ الکھف پڑھے۔اس کیلئے دونوں جمعوں (یعنی اگلے جمعہ تک) کے درمیان ایک نور روشن کر دیا جائے گا۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: «مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْكَهْفِ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، أَضَاءَ لَهُ مِنَ النُّورِ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ الْعَتِيقِ» [صحيح الترغيب للالبانی : 736]۔

ترجمہ: ابو سعید خدری رضي الله تعالى عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جمعہ کی رات سورۃ الکھف پڑھی اس کے اور بیت اللہ کے درمیان نور کی روشنی ہو جاتی ہے۔

رات ودن کی دونوں روایات کے ملا کر یہ کہا جائے گا کہ سورہ کہت پڑھنے کا وقت جمعرات کے سورج غروب ہونے سے لیکر جمعہ کے سورج غروب ہونے تک ہے۔

(4)جمعہ کے خطبہ میں سورہ ق کی تلاوت: نبی ﷺ ہر جمعہ خطبہ میں سورہ ق کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

دلیل: عن أم هشام بنت حارثة بن النعمان: وما أخذت (ق والقرآن المجيد) إلا عن لسان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرؤها كل يوم جمعة على المنبر إذا خطب الناس.(صحيح مسلم : 873)

ترجمہ: سیدہ اُم ہشام بنت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے سورۂ ق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے (سن کر) ہی تو یاد کی تھی، آپ اسے ہر جمعہ کے دن منبر پر لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

(5) خطبہ میں قرآن کی تذکیر: نبی ﷺ خطبہ جمعہ میں قرآن کی تلاوت کرتے اور وعظ ونصیحت فرماتے تھے چنانچہ مسلم شریف کی روایت ہے:

عن جابر بن سمرة قال كانت للنبيِّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ خُطبتانِ يجلسُ بينهما . يقرأ القرآنَ ويُذكِّرُ الناسَ .(صحيح مسلم:862)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن دو خطبے دیا کرتے تھے ان دونوں خطبوں کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھتے تھے اور آپ ﷺ خطبہ میں قرآن مجید پڑھتے تھے اور لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے تھے۔

(6) جمعہ کی نماز میں تلاوت: جمعہ کی نماز میں آپ ﷺ کبھی سورہ اعلی اور سورہ غاشیہ تلاوت کرتے اور کبھی سورہ جمعہ وسورہ منافقون تلاوت کرتے تھے۔

سورہ اعلی اور غاشیہ کی دلیل: كان رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ يقرأُ ، في العيدينِ وفي الجمعةِ ، بسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ، وهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ .(صحيح مسلم:878)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ عیدین اور جمعہ کی نماز میں "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى" اور "هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ" تلاوت کرتے تھے۔

سورہ جمعہ اور منافقون کی دلیل : وأنَّ النبيَّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ كان يقرأُ ، في صلاةِ الجمعةِ ، سورةُ الجمعةِ والمنافقينَ .(صحيح مسلم:879)

ترجمہ: اور نبی ﷺ جمعہ کی نماز میں سورہ جمعہ اور سورہ منافقون کی تلاوت کرتے تھے۔

جمعہ کے دن قرآن کی تلاوت سے متعلق چند ضعیف وموضوع احادیث

(1)عن جابر بن سمرة .رضي الله عنه . أن النبي صلى الله عليه وسلم :" كان يقرأ في صلاة المغرب ليلة الجمعة (قل يا أيها الكافرون) و (قل هوالله أحد) ، ويقرأ في العشاء الآخرة ليلة الجمعة (الجمعة) و (المنافقين) .قال الشيخ الباني" ضعيف جداً . (سلسلةالاحاديث الضعيفة برقم: 559) .

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جمعہ کی رات مغرب کی نماز میں قل یاایھاالکافرون اور قل ھواللہ احد پڑھتے۔اور جمعہ کی رات عشاء کی نماز میں سورہ جمعہ اور سورہ منافقون پڑھتے تھے۔

*اس روایت کو شیخ البانی نے بہت ضعیف قرار دیا ہے دیکھیں:(سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ:559)

*شعیب ارناؤط نے بھی اسے ابن حبان کی تعلیق میں ضعیف قرار دیا ہے۔

(2) عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قرأ حم الدخان في ليلة الجمعة غُفر له(ضعيف الترمذي:2889)

ترجمہ: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس نے جمعہ کی رات حم الدخان کی تلاوت کی اسے بخش دیا جاتا ہے۔

☆اس حدیث کو شیخ البانی نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(3) عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قرأ ليلة الجمعة حم الدخان، ويس، أصبح مغفوراً له(أخرجه البيهقي في شعب الايمان)

ترجمہ: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس نے جمعہ کی رات حم الدخان اور یس کی تلاوت کی تو وہ معاف کردیا جائے گا۔

☆ بیہقی نے کہا اس میں ہشام نام کے ضعیف راوی ہیں۔(شعب الإیمان:969/2)

(4) مَنْ قَرَأَ سُورَةَ يس في لَيلةٍ أصبَحَ مَغفُورًا له . ومَنْ قَرأَ الدُّخَانَ لَيلةَ الجمعةِ أصبحَ مَغفُورًا لَهُ(ضعيف الترغيب:978)

ترجمہ: جس نے رات میں سورہ یس پڑھی وہ بخش دیا جاتاہے اور جس نے جمعہ کی رات الدخان کی تلاوت کی وہ بھی بخش دیا جاتاہے۔

☆اس حدیث کو شیخ البانی نے ضعیف کہاہے۔

(5) مَن قرأَ سورةَ (يس) في ليلةِ الجُمعةِ ؛ غُفرَ له .(السلسلة الضعيفة: 5111)

ترجمہ: جس نے جمعہ کی رات سورہ یس کی تلاوت کی وہ بخش دیا گیا۔

☆اس کو شیخ البانی نے بہت ضعیف کہاہے۔

(6) مَنْ قرأَ السُّورةَ التي يُذكرُ فيها آلُ عِمْرانَ يومَ الجمعةِ ؛ صلَّى عليه اللهُ وملائِكتُهُ حتى تَغيبَ الشمسُ(ضعيف الترغيب:451)

ترجمہ: جس نے جمعہ کے دن آل عمران کی تلاوت کی توسورج ڈوبنے تک اس پراللہ اور فرشتوں کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

☆اس روایت کو شیخ البانی نے موضوع قرار دیاہے۔

*ابن حجر نے اسے موضوع قرار دیاہے۔

(7) اقرؤوا سورة هود يوم الجمعة۔(ابن مردويه)

ترجمہ: تم لوگ جمعہ کے دن سورہ ھود پڑھو۔

☆اس روایت کوابن حجر نے مرسل کہاہے۔

(8) من قرأ سورة البقرة وآل عمران في ليلة الجمعة كان له من الأجر كما بين البيداء أي الأرض السابعة وعروباً أي السماء السابعة " .(رواه التيمي في الترغيب)

ترجمہ: جس نے جمعہ کی رات سورہ بقرہ اور آل عمران پڑھی تو اس کے لئے ساتوں زمین اور ساتوں آسمان کی وسعت کے برابر ثواب ملے گا۔

☆اسے مناوی نے بہت ضعیف کہاہے۔(فیض القدیر:6 / 199) .

(9)من قرأ سورة يس والصافات ليلة الجمعة أعطاه الله سؤله"،(ابوداؤد)

ترجمہ: جس نے جمعہ کی رات سورہ یس اور صافات کی تلاوت کی تو اللہ تعالی اس کی حاجت پوری کرتا ہے۔

☆یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ایک تنبیہ :

ایک بات یہ عرض کرنی ہے کہ صحیح احادیث کی روشنی میں جمعہ کے دن جو سورتیں پڑھنے کا میں نے ذکر کیا ہے اگر اس کا التزام کیا جائے تو بہت بہتر ہے اور احیائے سنت بھی ہے کیونکہ بہت جگہ سے یہ سنتیں مٹتی جارہی ہیں۔اور اگر کوئی کبھی کبھار نماز میں مذکوہ سورتوں کے علاوہ دیگر سورتوں کی قرات کرلے یا کسی کو وہ سورتیں یاد نہ ہوں تو جو میسر ہو تلاوت کرسکتا ہے۔اللہ کا فرمان ہے:

فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ. {المزمل:20}.

ترجمہ: جو میسر ہو قرآن سے اس کی تلاوت کرو۔

BACK

نماز جمعہ کی رکعات اوراس کے چند مسائل

اسلام میں نماز جمعہ کی بڑی اہمیت، اس کے بے شمار فضائل اوراس دن کے بے پناہ فیوض وبرکات ہیں، اس اہمیت وفضیلت کے پیش نظراس کی تیاری کا خصوصی حکم دیا گیا ہےاوراس نماز کے واسطے آنے کے آداب اوراس سے متعلق متعدداحکام بھی بیان کئے گئے ہیں۔خوش نصیب وہ ہے جو جمعہ کی عمدہ تیاری کرے،وقت سے پہلے مسجد میں حاضر ہو،توفیق الہی کے بقدر نوافل کی ادائیگی کرے،خطبہ غور سے سنے اور فرائض وسنن کی ادائیگی سے لیکراس دن سے متعلق مسنون اعمال وافعال انجام دے مثلاً غسل،خوشبو،مسواک،سورہ کہف کی تلاوت،کثرت درود اور قبولیت کی ساعت سے استفادہ وغیرہ ۔

اس جگہ صحیح احادیث میں وارد نماز جمعہ کی رکعات کو بیان کرنا مقصود ہے تاکہ عوام کواس نماز کی اصل رکعات سے آگاہی ہواور لوگوں میں پھیلے نماز جمعہ سے متعلق غلط خیال کا سد باب ہو۔نماز جمعہ کی رکعات کو میں تین صورتوں میں بیان کروں گا۔

پہلی صورت: اس صورت میں تین باتیں ذکر کرنا مفید سمجھتاہوں۔

(1) یہ بات جانتے ہوئے کہ نماز جمعہ سے قبل جمعہ کی کوئی مخصوص سنت نہیں ہے پھر بھی خطبہ سے قبل جس قدر نوافل پڑھنا چاہیں ہم پڑھ سکتے ہیں۔نبی ﷺ کا فرمان ہے:

من اغتسل ، ثمَّ أتَى الجمعةَ ، فصلَّى ما قُدِّر له . ثمَّ أنصت حتَّى يفرَغَ من خطبتِه . ثمَّ يصلِّي معه ، غُفر له ما بينه وبين الجمعةِ الأخرى ، وفضلُ ثلاثةِ أيَّامٍ(صحيح مسلم:857)

ترجمہ: جس نے غسل کیا،پھر جمعے کے لئے حاضر ہوا،پھراس کے مقدر میں جتنی نفل نماز تھی پڑھی،پھر خاموشی سے خطبہ سنتا رہا حتیٰ کہ خطیب اپنے خطبے سے فارغ ہو گیا،پھراس کے ساتھ نماز پڑھی،اس کے اس جمعے سے لے کر ایک اور جمعے تک کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور مزید تین دنوں کے بھی۔

تو یہ نماز نوافل شمار ہوں گی اوراس کی کوئی تحدید نہیں ہے جس کو جتنی رکعت پڑھنے کی خواہش ہو پڑھے ۔دو،چار،چھ، آٹھ، بارہ کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔صحابہ کرام سے نماز جمعہ سے قبل متعدد رکعات پڑھنا منقول ہے مثلاً قتادہ

رضی اللہ عنہ سے چار اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بارہ رکعات تو اس سے ہم یہ دلیل نہیں اخذ کریں گے کہ یہ نماز جمعہ سے قبل کی سنن مؤکدہ ہے بلکہ نوافل کے ہی زمرے میں داخل ہے اس لئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ جمعہ کی نماز سے قبل کچھ بھی سنت نماز ثابت نہیں ہے۔

(2) خطبہ سے پہلے آنے والا نوافل نہ ادا کرنا چاہے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن پھر بھی کم از کم دو رکعت اسے تحیۃ المسجد ادا کرنا چاہئے جیسا کہ فرمان نبوی ہے:

إذا دخَل أحدُكم المسجدَ، فلا يَجلِسْ حتى يصلِّيَ ركعتينِ .(صحيح البخاري:1167)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو دو رکعت نماز پڑھے بغیر نہ بیٹھے۔

(3) بسا اوقات ہم میں سے کسی کو جمعہ کے دن اس وقت آنا ممکن ہوتا ہے جب امام ممبر پر خطبہ کے لئے آجائے یا خطبہ دے رہا ہوں۔ یاد رہے جان بوجھ کر جمعہ کے دن تاخیر سے آنا بڑی محرومی کا سبب ہے۔ جب امام ممبر پر بیٹھ جائے یا خطبہ دے رہا ہوں تو اس حالت میں مسجد میں داخل ہونے والا دو رکعت تحیۃ المسجد ہلکے انداز میں پڑھ کر بیٹھے گا۔ اس کی دلیل جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی سلیک غطفانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کے دن اس وقت آئے جب رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے تو وہ بیٹھ گئے۔ آپ نے ان سے مختصرا دو رکعت نماز ادا کرنے کو کہا اور فرمایا:

إذا جاء أحدكم ، يومَ الجمعةِ ، والإمامُ يخطبُ ، فليركع ركعتينِ ، وليتجوَّزْ فيهما(صحيح مسلم:875)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی جمعہ کے دن آئے جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ دو رکعتیں پڑھے اور ان میں اختصار کرے۔

اس دلیل سے ہمیں یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ جو لوگ خطبہ کے وقت آنے والے کو دوگانہ ادا کرنے سے منع کرتے ہیں دراصل وہ لوگ سنت کی مخالفت کرتے ہیں۔

دوسری صورت: اس صورت میں یہ ذکر کرنا مقصود ہے کہ نماز جمعہ کے طور پر صرف دو رکعت فرض ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

مَن أدرَكَ منَ الجمعةِ رَكْعةً فليصلِّ إليها أخرَى . (صحيح ابن خزيمة للالبانى:1851)

ترجمہ: جو شخص جمعہ سے ایک رکعت پالے تو اسکے ساتھ دوسری آخری رکعت ملالے۔

ایک دوسری روایت میں اس طرح سے وارد ہے:

من أدرَكَ رَكعةً منَ الجمعةِ أو غيرِها فقد تمَّت صلاتُهُ(صحيح النسائي:556)

ترجمہ: جس نے جمعہ کی یا کسی اور نماز کی ایک رکعت پالی تو اس کی نماز پوری ہو گئی۔

مذکورہ پہلی حدیث سے نماز جمعہ کے طور پر دو رکعت فرض ہونا ثابت ہوتا ہے وہ اس طرح کہ نماز جمعہ میں دیر سے آنے والے کسی مسبوق کو ایک رکعت امام کے ساتھ ملے تو اسے نبی ﷺ نے قضا کے طور پر صرف ایک رکعت مزید پڑھنے کا حکم دیا ہے گویا کل دو رکعتیں ہی ہوئیں۔ دوسری حدیث سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ جس نے جمعہ کی ایک رکعت بھی پالی تو اس نے جمعہ کی نماز پالی البتہ جو ایک رکعت بھی نہ پاسکے وہ جمعہ کی نماز سے محروم ہو گیا اسے اب جمعہ کی جگہ ظہر کی چار رکعت نماز ادا کرنا پڑے گا۔ مثال سے یوں سمجھ لیں کہ کوئی امام کو دوسری رکعت کے سجدہ میں یا تشہد میں پائے تو اس سے نماز جمعہ فوت ہو گئی اسے ظہر کی نماز ادا کرنی ہو گی۔

ایک امر کی وضاحت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ جس سے خطبہ جمعہ چھوٹ جائے وہ چار رکعت نماز ادا کرے۔

كانتِ الجمعةُ أربعًا فجُعِلَتْ ركعتينِ من أجلِ الخُطبةِ فمن فاتتهُ الخطبةُ فليُصَلِّ أربعًا۔(رواه ابن أبي شيبة :461/1)

ترجمہ: جمعہ کی نماز چار رکعت تھی پس خطبہ کی وجہ سے دو رکعت کر دی گئی تو جس سے خطبہ فوت ہو جائے وہ چار رکعت ادا کرے۔

اسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس روایت کو شیخ البانی نے منقطع کہا۔(إرواء الغليل:72/3)

تیسری صورت: اب یہاں نماز جمعہ کے بعد وارد شدہ روایات بیان کی جاتی ہیں جن میں تین قسم کی باتیں منقول ہیں۔

(1)ایک قسم نماز جمعہ کے بعد دو رکعت پڑھنے کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ نبی

ﷺ کے متعلق بیان کرتے ہیں:

وكان لا يُصلِّي بعدَ الجمُعةِ حتى يَنصَرِفَ، فيُصلِّي ركعتَينِ .(صحيح البخاري:937)

ترجمہ: جمعہ کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے تا آنکہ گھر لوٹ آتے، واپس آکر دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

(2) دوسری قسم جس میں چار رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إذا صلَّى أحدُكم الجمعةَ فليصلِّ بعدها أربعًا(صحيح مسلم؛881)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی جمعہ پڑھ چکے تو اس کے بعد چار رکعتیں پڑھے۔

(3) اور تیسری قسم میں چھ رکعات کا ذکر آیا ہے۔

عنِ ابنِ عمرَ قالَ : كانَ إذا كانَ بمَكةَ فصلَّى الجمعةَ تقدَّمَ فصلَّى رَكعتَينِ ثمَّ تقدَّمَ فصلَّى أربعًا وإذا كانَ بالمدينةِ صلَّى الجمعةَ ثمَّ رجعَ إلى بيتِه فصلَّى رَكعتَينِ ولم يصلِّ في المسجدِ فقيلَ لَه فقالَ كانَ رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ يفعلُ ذلِك(صحيح أبي داود:1130)

ترجمہ: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق عطاء کہتے ہیں کہ وہ جب مکے میں ہوتے، اور جمعہ پڑھتے تو آگے بڑھ کر دو رکعتیں پڑھتے، پھر آگے بڑھتے اور چار رکعتیں پڑھتے اور جب مدینے میں ہوتے اور جمعہ پڑھتے تو اس کے بعد گھر لوٹ جاتے اور دو رکعتیں ادا کرتے اور مسجد میں نہ پڑھتے۔ آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو کہا کہ رسول اللہ ﷺ ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

ان ساری روایات کو سامنے رکھتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور دیگر بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر مسجد میں جمعہ کے بعد سنت ادا کریں تو چار رکعت اور گھر میں ادا کرنا چاہیں تو صرف دو رکعت پڑھیں۔ مسجد میں چھ رکعت بھی سنت ادا کر سکتے ہیں جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے تاہم گھر میں ادا کرتے وقت دو رکعتیں ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ نماز جمعہ سے پہلے کوئی سنت نہیں ہے صرف دو رکعت تحیۃ المسجد ہے البتہ نفل کے طور پر کوئی جس قدر چاہے پڑھے اس کی تحدید نہیں ہے اور نماز جمعہ کے بعد سنت نماز دو، چار اور چھ رکعات تک پڑھنا ثابت ہے لہذا کوئی دو پڑھ لے یا کوئی چار اور کوئی چھ پڑھ لے سارے طریقے درست ہیں۔

بعض تنبیہات واصلاحات:

پہلی بات: احناف کے یہاں نماز جمعہ سے قبل چار سنت موکدہ اور بعد میں چار یا چھ سنت موکدہ بیان کیا جاتا ہے سو معلوم ہونا چاہئے کہ نماز جمعہ سے قبل سنت نماز ثابت نہیں ہے اور اس سے متعلق جن آثار صحابہ کو بنیاد بنا کر سنت موکدہ کا حکم لگایا جاتا ہے وہ دراصل نوافل ہیں سنن نہیں۔

دوسری بات: یہ کہ نماز جمعہ کو نماز ظہر پر قیاس نہیں کیا جائے گا، نہ ہی اس کی طرح رکعات ادا کئے جائیں گے۔ نماز جمعہ الگ نماز ہے اور اس کے احکام ورکعات بھی مستقل طور پر بیان کئے گئے ہیں۔

تیسری بات: یہ ہے کہ جو لوگ گاؤں دیہات میں نماز جمعہ کے بعد ظہر احتیاطی کے طور چار رکعت پڑھتے ہیں وہ سراسر سنت کی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ اس کی کوئی دلیل سنت میں موجود نہیں ہے۔

BACK

جمعہ کے دن زوال کے وقت نفل پڑھنا

پہلے یہ جان لیں کی نماز جمعہ سے قبل سنت مؤکدہ نہیں، نوافل ہیں۔ جمعہ کے دن مسجد میں حاضر ہو کر جس قدر نوافل پڑھنا چاہے دو دو کر کے پڑھ سکتا ہے۔ کم از کم دو رکعت پڑھنا چاہئے جو تحیۃ المسجد کے حکم میں ہے۔ یہاں مسئلہ یہ ہے کہ کیا جمعہ کے دن زوال کا وقت نہیں ہوتا؟ اگر زوال ہوتا ہے تو جمعہ کے دن زوال کے وقت نوافل پڑھنا کیسا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسے عام دنوں میں زوال ہوتا ہے جمعہ کے دن بھی زوال ہوتا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ زوال کے وقت نوافل کی ادائیگی ممنوع ہے۔

عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے : ثلاثُ ساعاتٍ كان رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ ينهانا أن نُصلِّيَ فيهنَّ . أو أن نَقبرَ فيهن موتانا : حين تطلعُ الشمسُ بازغةً حتى ترتفعَ . وحين يقومُ قائمُ الظهيرةِ حتى تميلَ الشمسُ . وحين تَضيَّفُ الشمسُ للغروبِ حتى تغربَ .(صحيح مسلم:831)

ترجمہ: نبی ﷺ نے ہمیں تین اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا: جب سورج طلوع ہو رہا ہو یہاں تک کہ بلند ہو جائے۔ جب سورج نصف آسمان پر ہو یہاں تک کہ وہ ڈھل جائے (یعنی عین زوال کا وقت) اور جس وقت سورج غروب ہونا شروع ہو جائے۔

اس حدیث کی روشنی میں زوال کے وقت نفل نماز ادا کرنا ممنوع ہے مگر اسباب والی نمازیں زوال کے وقت ادا کرنی جائز ہے مثلا تحیۃ المسجد، سنۃ الوضو، نماز طواف وغیرہ۔ اسی طرح جمعہ کے دن زوال کے وقت نوافل ادا کرنا جائز ہے۔ اس کی واضح دلیل بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيبِ بَيْتِهِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَهُ ، ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى ۔(صحيح البخاري :883 وصحيح مسلم:857)

ترجمہ: سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی جمعہ کے دن غسل کرتا ہے، اور ممکن حد تک پاکی حاصل کرتا ہے، اور تیل لگاتا ہے، یا اپنے پاس جو خوشبو میسر ہو اسکو لگاتا ہے، پھر نماز کے لئے جاتا ہے، دو شخصوں کے درمیان جدائی نہیں کرتا، (یعنی اپنے لئے راستہ بنا کر آگے جانے کی غرض سے دو آدمیوں کو نہیں ہٹاتا، بلکہ جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جاتا ہے) پھر توفیق کے مطابق نماز پڑھتا ہے، پھر خاموشی سے خطبہ سنتا ہے تو اس جمعہ سے آئندہ جمعہ تک اس کے ہونے والے گناہ معاف کرئے جاتے ہیں -

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فوائد کے طور پہ لکھا ہے کہ اس میں جمعہ کے دن نصف النہار کے وقت نوافل ادا کرنے کا جواز ملتا ہے۔

یہ روایت واضح طور پہ دلالت کرتی ہے کہ جمعہ کے دن نمازی مسجد میں داخل ہو کر جس قدر چاہے دو، چار، چھ، آٹھ، دس، بارہ رکعت نماز ادا کرے اور جب امام خطبہ شروع کرنے لگے تو خاموشی سے خطبہ سنے۔ گویا بوقت خطبہ نماز سے رکنا ہے، اس سے پہلے مسلسل نماز ادا کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی امام کے خطبہ دیتے وقت مسجد آئے تو دو رکعت ہلکی ادا کر کے بیٹھے ۔

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا:

متى كان رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ يصلي الجمعةَ ؟ قال : كان يصلِّي . ثم نذهبُ إلى جِمالِنا فنُريحُها . زاد عبدُ اللهِ في حديثِه : حين تزولُ الشمسُ ، يعني النَّواضحَ .(صحيح مسلم:858)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس وقت نماز جمعہ ادا کرتے تھے ؟ "تو انہوں نے کہا: آپ نماز جمعہ پڑھاتے پھر ہم اپنے اونٹوں کے پاس جاتے اور انہیں آرام کے لئے چھوڑتے، اسی وقت سورج ڈھلنے کا وقت ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن سیدان سلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

شهدتُ الجمعةَ مع أبي بكرٍ الصِّدّيقِ فكانت خطبتُه وصلاتُه قبل نصفِ النهارِ ، ثم شهِدْنا مع عمرَ فكانت خطبتُه وصلاتُه إلى أن أقولَ : انتصف النهارُ ، ثم شهدنا مع عثمانَ فكانت خطبتُه

وصلاتُه إلى أن أقولَ : زال النهارُ ، فما رأيتُ أحدًا عاب ذلك ولا أنكَرَه(الأجوبة النافعة للالبانی :23
اسناده جسن)

ترجمہ: میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطبہ میں حاضر ہوا،ان کا خطبہ اور نماز نصف النہار سے پہلے ہوتی تھی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خطبہ میں حاضر ہوا،ان کا خطبہ اور نماز نصف النہار کے وقت ہوتی تھی پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خطبہ میں حاضر ہوا،ان کا خطبہ اور نماز زوال کے وقت ہوتی تھی۔میں نے کسی بھی صحابی کوان حضرات کے فعل پر اعتراض یا احتجاج کرتے نہیں دیکھا۔

یہ ساری روایات زوال سے پہلے یا زوال کے وقت نوافل کی ادائیگی کے لئے دلیل ہیں۔
جمعہ کے دن زوال کے وقت نوافل ادا کرنے کا موقف بہت سے اہل علم نے اختیار کیا ہے جن میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ، علامہ ابن القیم، علامہ ناصرالدین البانی اور شیخ ابن عثیمین رحمہم اللہ کا ہے۔متعدد صحابہ کرام کے عمل سے بھی اس موقف کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ ایک روایت اوپر گذری چکی ہے۔اس کے علاوہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے زوجہ رسول ﷺ کے عمل سے متعلق روایت ذکر کی ہے۔رأيتُ صفيةَ بنتَ حُيَيٍّ (وهي من أزواجِ النبيِّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّم ماتت في ولايةِ معاويةَ) صلت أربعًا قبل خروجِ الإمامِ ، وصلتِ الجمعةَ مع الإمامِ ركعتيْنِ۔

ترجمہ: راوی حدیث (صافیہ) بیان کرتی ہیں کہ میں نے صفیہ بنت حی (یہ نبی ﷺ کے ازواج مطہرات میں سے ہیں جو معاویہ رضی اللہ عنہ دور میں وفات پاتی ہیں) کو امام کے (خطبہ دینے کے لئے) نکلنے سے پہلے چار رکعت نماز پڑھتے دیکھا اور انہوں نے امام کے ساتھ دو رکعت نماز جمعہ ادا کیں۔

اس کی سند مسلم کی شرط پہ ہے۔(الاجوبۃالنافعہ للالبانی:35)
خلاصہ یہ کہ جمعہ کے دن زوال کے وقت بھی نوافل ادا کی جاسکتی ہے البتہ اس عمل کی کوئی حیثیت نہیں کہ مسجد میں دیر تک بیٹھے رہے اور امام کی آمد سے چند لحظہ قبل نفل ادا کرے۔اسی طرح یہ عمل بھی ثابت نہیں ہے کہ لوگ مسجد میں

آکر بیٹھے رہیں اور جب اذان ہو تو نماز کے لئے کھڑے ہوں۔ حنفیہ کے یہاں ایسا طریقہ رائج ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں ۔یہ بات بھی واضح رہے کہ دو اذانوں کے درمیان جو دو رکعت پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے اس سے مراد اذان و اقامت کے دران نماز پڑھنا ہے اور جمعہ کی پہلی اذان نبی ﷺ کے دور میں نہیں تھی۔ لہذا ان دو عملوں سے بچنا چاہئے۔

BACK

جمعہ کے دن عورت کیسے فائدہ اٹھاسکتی ہے؟

جمعہ کادن تمام دنوں میں سب سے بہتر دن ہے، یہ دن جہاں مرد کے لئے بہتر ہے وہیں عورتوں کے لئے بھی بہتر ہے مگرافسوس ہمارے یہاں جمعہ کے متعلق عورتوں کوتاریکی میں رکھا گیاہے۔انہیں یہی تعلیم دی جاتی ہے کہ جمعہ کادن صرف مرد کے لئے ہے عورتوں کے لئے کچھ نہیں۔اس وجہ سے عورتیں جہاں عام دنوں میں غافل ہوتی ہیں سیدالایام میں بھی غفلت کی رداواوڑھے رہتی ہیں۔میں آپ کی خدمت میں احادیث صحیحہ کی روشنی میں مختصرا بیان کرتاہوں کہ خاتون اسلام کس طرح جمعہ کے بابرکت دن سے فائدہ اٹھاسکتی ہے۔

(1) غسل جمعہ:

جمعہ کے دن غسل کرناواجب نہیں بلکہ مستحت ہے،یہی بات درست ہے۔

اور وہ حدیث جس میں جمعہ کا غسل واجب بتایا گیاہے جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

الغُسْلُ يومَ الجمعةِ ، واجِبٌ على كلِّ مُحْتَلِمٍ(صحيح مسلم : 846)

ترجمہ: جمعہ کے دن غسل کرناہر بالغ پرواجب ہے۔

اس کے متعلق جمہور علماءنے کہاہے کہ اس سے سنت کی تاکید مراد ہے۔

عورت اگرجمعہ کی نماز میں حاضر ہوتی ہے تواس کے لئے بھی غسل کرنامسنون ہے جیساکہ ایک روایت میں وارد ہے۔

من أتى الجمعةَ منَ الرِّجالِ والنِّساءِ فليغتسِلْ , ومن لم يأتِها فليسَ عليهِ غُسلٌ منَ الرِّجالِ والنِّساءِ(ابن خزيمة و ابن حبان)

ترجمہ: مرداورعورت میں سے جوجمعہ کی نماز کے لئے آئے وہ غسل کرے،اور جوجمعہ کی نمازنہ پڑھے اس مردوعورت پہ غسل نہیں ہے۔

☆امام نوویؒ نے الخلاصہ اور المجموع دونوں کے اندر ان الفاظ کے ساتھ اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔(الخلاصۃ 774/2 والمجموع 534/4)

☆حافظ ابن حجر نے کہا "رجالہ ثقات"۔(فتح الباري لابن حجر 417/2)

(2)جمعہ کے دن درود پڑھنا:

إنَّ من أفضلِ أيامِكم يومَ الجمعةِ ، فيه خُلِقَ آدمُ ، و فيه قُبِضَ ، و فيه النفخةُ ، و فيه الصعقةُ ، فأكثِروا عليَّ من الصلاةِ فيه ، فإنَّ صلاتَكم معروضةٌ عليَّ ، إنَّ اللهَ حرَّم على الأرضِ أن تأكلَ أجسادَ الأنبياءِ.(صحيح الجامع للالباني: 2212)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ کا دن تمہارے تمام دنوں میں سب سے افضل دن ہے۔اس دن آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے،اسی دم وفات پائے،اسی صور پھونکا جائے گا اور اسی دن بے ہوشی طاری ہو گی۔پس اس دن تم مجھ پر بکثرت درود بھیجو،اس لیے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے،اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جسموں کو مٹی پر حرام قرار دیا ہے۔

جمعہ کے دن نبی ﷺ پہ درود پڑھنے والی یہ حدیث مرد وعورت دونوں کو شامل ہے،اس لئے عورت بھی جمعہ کے دن درود کا خاص اہتمام کرے۔

(3)سورہ کہف کی تلاوت کرنا:

خواتین کو جمعہ کے دن سورہ کہف کی تلاوت کرنی چاہئے۔نبی ﷺ کا عام فرمان ہے جس میں مرد کے ساتھ عورت بھی شامل ہے:

من قرأ سورةَ الكهفِ في يومِ الجمعةِ ، أضاء له من النورِ ما بين الجمُعتَينِ(صحيح الجامع للالبانى: 6470)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھی تو اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اس کے لئے نور کو روشن کر دیا جاتا ہے۔

(4) عورتوں کے لئے نماز جمعہ:

اس پہ بات سب کا اتفاق ہے کہ جمعہ کی نماز صرف مردوں پہ فرض ہے، عورتوں پہ فرض نہیں ہے۔اس کی دلیل:

الجمعةُ حقٌّ واجبٌ على كلِّ مسلمٍ في جماعةٍ ؛ إلا أربعةً : عبدًا مملوكًا ، أو امرأةً ، أو صبيًّا ، أو مريضًا(صحيح الجامع للالباني : 3111)

ترجمہ: جمعہ کی نماز ہر مسلمان پہ جماعت کے ساتھ واجب ہے سوائے چار لوگوں کے، غلام، عورت، بچہ اور بیمار۔

لیکن یہاں یہ بات بھی جان لینی چاہئے کہ اگر عورت جمعہ کی نماز میں شامل ہو جاتی ہے تو اس کی نماز جمعہ صحیح ہے اور اس سے ظہر کی نماز ساقط ہو جائے گی۔ نبی ﷺ کے زمانے میں صحابیات جمعہ میں شریک ہوتی تھیں۔

دلیل: عن أم هشام بنت حارثة بن النعمان: وما أخذت (ق والقرآن المجيد) إلا عن لسان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرؤها كل يوم جمعة على المنبر إذا خطب الناس.(صحيح مسلم : 873)

ترجمہ: سیدہ اُم ہشام بنت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے سورۂ ق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے (سن کر) ہی تو یاد کی تھی، آپ اسے ہر جمعہ کے دن منبر پر لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے تلاوت فرمایا کرتے تھے

۔

اس حدیث میں دلیل ہے کہ صحابیہ ام ہشام رضی اللہ عنہا جمعہ کی نماز میں شریک ہوتی تھی، جمعہ میں شرکت کی وجہ سے خطبہ نبوی میں پڑھی جانے والی سورت ق انہیں حفظ ہو گئی۔

یہاں ایک اور بات یاد رکھنی چاہئے کہ عورتوں کا اکٹھا ہو کر الگ سے عورتوں کے لئے جمعہ کی نماز قائم کرنے کی دلیل نہیں ملتی۔

(5) دعا کی قبولیت:

جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہے جس میں دعا کی جائے تو قبول کی جاتی ہے، اس لئے عورت کو جمعہ کی اس گھڑی میں دعا کرنی چاہئے۔

أنَّ رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم ذكَر يومَ الجمُعةِ، فقال : فيه ساعةٌ، لا يُوافِقُها عبدٌ مسلمٌ، وهو قائمٌ يُصلِّي، يَسألُ اللهَ تعالى شيئًا، إلا أعطاه إياه . وأشار بيدِه يُقَلِّلُها .(صحيح البخاري:935)

ترجمہ: نبی ﷺ نے جمعہ کے دن کا ذکر کیا اور فرمایا: اس میں ایک ایسی گھڑی ہے کوئی مسلمان بندہ نماز کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے جو کچھ طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو ضرور عنایت کرتا ہے - اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے اس وقت کے تھوڑے ہونے کا اشارہ کیا۔

قبولیت کی یہ گھڑی کونسی ہے اس میں اختلاف ہے، دو اقوال زیادہ معروف ہیں۔

☆جمعہ کی آذان سے لیکر نماز مکمل ہونے تک ہے۔

☆عصر کے بعد سے لیکر سورج غروب ہونے تک ہے۔

ویسے علماء کا زیادہ رحجان دوسرے قول کی طرف ہے، اگر جمعہ کے وقت بھی دعا کر لی جائے تو زیادہ مناسب ہے جیسا کہ علامہ ابن القیمؒ نے ذکر کیا ہے۔

(6)جمعہ کے دن حسن خاتمہ:

جیسا کہ میں نے اوپری سطور میں بتلایا ہے کہ اکثر عورتیں جانکاری نہ ہونے کے باعث جمعہ کے دن بھی خیر کے کاموں سے دور رہتی ہیں جبکہ آج کا دن افضل ہے، اس دن نیکی کرنا چاہیئے اور گناہ سے بچنا چاہیئے۔ جمعہ کے دن وفات پانا حسن خاتمہ کی علامت ہے۔

عبداللہ بن عمر عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما مِن مسلمٍ يموتُ يومَ الجمعةِ أو ليلةَ الجمعةِ إلَّا وقاهُ اللَّهُ فِتنةَ القبرِ(صحیح الترمذی: 1074)

ترجمہ: جو کوئی مسلمان جمعہ کی رات یا دن میں وفات پاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عذاب قبر سے بچاتا ہے۔

اندازہ کیجئے کہ کوئی عورت جمعہ کے دن بھی گناہ کے کام میں ملوث ہے تو کیا اسے یہ فضیلت ملے گی اور اس کا حسن خاتمہ مانا جائے گا؟

اللہ تعالی ہمیں اچھے اعمال کی توفیق دے۔آمین یارب

BACK

جہری نماز میں تعوذ وبسملہ کا مسئلہ

(1) تعوذ: نماز میں قراءت سے پہلے نبی ﷺ سے تعوذ کرنا ثابت ہے۔ وہ تعوذ "أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" اس طرح نہیں بلکہ اس میں تھوڑی زیادتی کے ساتھ تعوذ کے دو صیغے آپ ﷺ سے ثابت ہیں۔

پہلا صیغہ: أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم من ھمزہ ونفخہ ونفثہ۔

دلیل: عن أبي سعيد رضي الله عنه قال : كان رسول الله - صلى الله عليه وسلم - إذا قام من الليل كبَر, ثمَ يقول : (لا إله إلا الله ثلاثا)، ثمَ يقول : (الله أكبر كبيرا، ثلاثا، أعوذ بالله من الشيطان الرجيم، من همزه ونفخه ونفثه، ثم يقرأ). [إرواء الغليل 341]

ترجمہ: ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قیام اللیل کرتے تو تکبیر کہتے پھر تین مرتبہ لاالہ الااللہ کہتے، پھر تین مرتبہ اللہ اکبر کبیرا کہتے اور کہتے "أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، من ھمزہ ونفخہ ونفثہ" پھر قرات کرتے۔

دوسرا صیغہ: أعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم من ھمزہ ونفخہ ونفثہ۔

دلیل: عن أبي سعيد الخدري قال : " كان رسول الله - صلى الله عليه وسلم - إذا قام من الليل كبر ثم يقول : (سبحانك اللهم وبحمدك، وتبارك اسمك، وتعالى جدك، ولا إله غيرك، ثم يقول : لا إله إلا الله ثلاثا ثم يقول : الله أكبر كبيرا ثلاثا، أعوذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم من همزه ونفخه ونفثه ثم يقرأ) (صحيح أبي داود:775)

ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب قیام اللیل کرتے تو تکبیر کہتے اور پڑھتے "سبحانک اللھم وبحمدک، وتبارک اسمک، وتعالی جدک، ولاإلہ غیرک" پھر تین مرتبہ لاالہ الااللہ کہتے، پھر تین مرتبہ اللہ اکبر کبیرا کہتے اور کہتے "أعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم من ھمزہ ونفخہ ونفثہ" پھر قرات کرتے۔

اور صرف "أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" کے متعلق شیخ البانی نے تمام المنۃ میں لکھا ہے کہ یہ مراسیل حسن بصری میں سے ہے۔

(2) بسملہ: نماز میں قرات سے پہلے بسملہ یعنی بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھنا بھی نبی ﷺ سے ثابت ہے۔ یہاں اس بات میں اختلاف ہے کہ جہری نماز میں بسم اللہ جہراً پڑھا جائے گا یا سراً؟

تو اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ بسم اللہ سراً پڑھا جائے گا۔

پہلی دلیل: عن أبي هريرة رضي الله عنه: "عن النبي صلى الله عليه وسلم من صلى صلاة لم يقرأ فيها بأم القرآن فهي خداج ثلاثاً غير تمام"، فقيل لأبي هريرة رضي الله عنه: إنا نكون وراء الأمام فقال: اقرأ بها في نفسك، فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ((قال الله تعالى قسمت الصلاة بيني وبين عبدي نصفين، ولعبدي ما سأل، فإذا قال العبد: {الْحَمْدُ للّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ} قال الله تعالى: حمدني عبدي، وإذا قال:{الرَّحْمنِ الرَّحِيمِ} قال الله تعالى: أثنى علي عبدي، وإذا قال: {مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ} قال: مجدني عبدي، (وقال مرة: فوض إلى عبدي)، فإذا قال: {إِيَّاكَ نَعْبُدُ وإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ} قال هذا بيني وبين عبدي ولعبدي ما سأل، فإذا قال: {اهدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِيمَ * صِرَاطَ الَّذِينَ أَنعَمتَ عَلَيهِمْ غَيرِ المَغضُوبِ عَلَيهِمْ وَلاَ الضَّالِّينَ}، قال: هذا لعبدي ولعبدي ما سأل)) (صحيح مسلم :395)

ترجمہ: حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے کہ جس نے کوئی نماز پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو وہ ناتمام ہے، ناتمام ہے، ناتمام ہے۔ پس ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ اپنے نفس میں پڑھو۔ کیونکہ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: میں نے نماز (یعنی سورۃ الفاتحہ) کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کر دیا ہے۔ پس اس کا نصف حصہ میرا ہے اور نصف میرے بندے کا ہے۔ اور میرے بندے نے جو سوال کیا وہ اسے ملے گا۔" (پھر بات جاری رکھتے ہوئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا: "(سورۃ فاتحہ) پڑھو، جب بندہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کہتا ہے تو اللہ عزوجل فرماتا ہے "میرے بندے نے میری حمد بیان کی" (بندہ) کہتا ہے الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ، تو اللہ عزوجل فرماتا ہے "میرے بندے نے میری ثنا بیان کی"۔ بندہ کہتا ہے مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ، تو اللہ عزوجل فرماتا ہے "میرے بندے نے میری عظمت بیان کی" بندہ کہتا ہے اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ، تو اللہ فرماتا ہے "یہ (حصہ) میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے نے جو سوال کیا وہ اسے ملے گا" بندہ کہتا ہے اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ

عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ، تو اللہ فرماتا ہے "یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کو وہ ملے گا جس کا اس نے سوال کیا"۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ سورہ فاتحہ کی قرات کرتے، بسم اللہ کی قرات مذکور نہیں۔

دوسری دلیل: عن أنس رضي الله عنه قال: "صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وعمر وعثمان فلم أسمع أحداً منهم يقرأ بسم الله الرحمن الرحيم" (صحيح مسلم :399)،

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضي اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر، عمر، اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی ہے، اور ان میں سے کسی کو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے نہیں سنا ہے۔

تیسری دلیل: عن أنس رضي الله عنه"أن النبي صلى الله عليه وسلم وأبا بكر وعمر رضي الله عنهما كانوا يفتتحون الصلاة بالحمد لله رب العالمين" (صحيح البخاري:710)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز کی ابتداء الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے۔

امام احمد کی روایت میں ہے:"وكانوا لا يجهرون ببسم الله الرحمن الرحيم"(12868)

یعنی وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم جہرا نہیں پڑھتے تھے۔

اس کے علاوہ مزید دلائل ہیں جن سے جہری نماز میں بسم اللہ سراپڑھنے کی دلیل ملتی ہے۔اس کے بر خلاف جہری طور پہ بسم اللہ پڑھنے کی کوئی مرفوع صریح روایت نہیں ملتی۔

جو لوگ جہرا بسم اللہ کے قائل ہیں ان کی ایک دلیل یہ ہے کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کا حصہ ہے اور سورہ فاتحہ بلند آواز سے پڑھی جاتی ہے اس لئے بسم اللہ بھی بلند آواز سے پڑھی جائے گی۔ یہ استدلال غلط ہے بسم اللہ کے بارے میں راجح قول یہی ہے کہ وہ سورہ فاتحہ کا حصہ نہیں بلکہ وہ ایک مستقل آیت ہے۔اس کی سب سے بڑی دلیل اوپر مذکور ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت جو مسلم شریف کی ہے۔

سراپڑھنے کی ایک دوسری دلیل:

عن نعيم بن المجمر قال: صليت وراء أبي هريرة - رضي الله عنه - فقرأ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ،

ثم قرأ بأم القرآن حتى إذا بلغ وَلَا الضَّالِّينَ قال: آمين، ويقول كلما سجد وإذا قام من الجلوس: الله أكبر، ثم يقول إذا سلم؛ والذي نفسي بيده إني لأشبهكم صلاة برسول الله صلى الله عليه وسلم"(صحيح ابن خزيمة برقم :688)

ترجمہ: نُعَیم بن مجمر سے روایت ہے کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی پھر سورہ فاتحہ پڑھی حتیٰ کہ جب آپ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین پر پہنچے تو آمین کہی اور آپ ہر سجدہ کرتے وقت اللہ اکبر کہتے اور دو رکعتوں کے تشہد سے اٹھتے وقت اللہ اکبر کہتے اور جب سلام پھیرتے تو فرماتے: اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ ہوں۔

حکم: اولا اس حدیث کی طرف ضعف کا اشارہ ہے وہ بھی ہلکا ضعف ہے۔ ثانیا، اسے کبھی کبھار پہ محمول کیا جائے گا یعنی آپ ﷺ کبھی کبھار بسم اللہ جہر کرتے تھے، اس لئے اگر کوئی کبھی کبھار نماز میں بسم اللہ جہر کرلے تو کوئی حرج نہیں۔

جہر کے اور بھی دلائل ہیں مگر کسی میں ضعف ہے تو کسی میں جہر کی اس حیثیت سے صراحت نہیں ملتی کہ یہ نماز کی حالت میں ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جہری نماز میں قرات سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم سری طور پہ پڑھا جائے گا، اکثریت کی یہی رائے ہے۔

علامہ البانیؒ کہتے ہیں کہ حق یہی ہے کہ جہر ا بسم اللہ کے سلسلے میں کوئی صریح اور صحیح حدیث نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ سے حدیث انس سے سرا ثابت ہے۔ اور میں اس کے دس طرق پہ مطلع ہوا جس کا ذکر صفۃ صلاۃ النبی ﷺ کی تخریج میں کیا ہے۔(13 تمام المنۃ:169).

شیخ ابن بازؒ سے پوچھا گیا کہ فاتحہ ودیگر سورت کی قرات پہ جہرا بسم اللہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

تو شیخ نے جواب دیا: اس میں علماء کا اختلاف ہے جہرا بسملہ مستحب قرار دیتے ہیں تو بعض اسے ناپسند کرتے ہیں لیکن سرا ہی زیادہ پسندیدہ ہے اور یہی راجح اور افضل ہے کیونکہ انس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے وہ کہتے ہیں:

(صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم، وخلف أبي بكر وعمر؛ وكانوا لا يجهرون ببسم الله الرحمن الرحيم)(مسلم)

ترجمہ: میں نے نبی ﷺ ،ابو بکر اور عمر کے پیچھے نماز پڑھی وہ لوگ بسم اللہ الرحمن الرحیم جہرا نہیں پڑھتے تھے۔

(مجموع فتاوی ابن باز 119/11)

BACK

کیا سورہ اخلاص معوذات میں سے ہے؟

سورہ اخلاص کی بہت فضیلت آئی ہے، ان ہی میں سے ہے کہ ایک صحابی رسول نماز کی ہر رکعت میں اس سورت کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أنَّ النبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم بعَث رجلًا على سَرِيَّةٍ، وكان يَقرأُ لأصحابِه في صلاتِه فيَختِمُ ب-: {قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ} . فلمَّا رجَعوا ذكَروا ذلك للنبيِّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم فقال : (سَلوهُ لِأَيِّ شيءٍ يَصنَعُ ذلك) . فسَأَلوه فقال : لأنها صِفَةُ الرحمنِ، وأنا أُحِبُّ أن أقرَأَ بها، فقال النبيُّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم : (أخبِروه أنَّ اللهَ يُحِبُّه) .(صحيح البخاري:7375)

ترجمہ: نبی ﷺ نے ایک لشکر کو کہیں بھیجا جس وقت وہ پلٹے تو انہوں نے آپ ﷺ سے کہا کہ آپ نے ہم پر جسے سردار بنایا تھا وہ ہر نماز کی قرات کے خاتمہ پر سورۃ قل ھواللہ پڑھا کرتے تھے، آپ نے فرمایا ان سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتے تھے؟ پوچھنے پر انہوں نے کہا یہ سورۃ اللہ کی صفت ہے مجھے اس کا پڑھنا بہت ہی پسند ہے، حضور ﷺ نے فرمایا انہیں خبر دو کہ اللہ بھی اس سے محبت رکھتا ہے۔

اس حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس سورت میں اللہ کی صفت کا ذکر ہے، اس کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ اس میں تعوذ واستعاذہ نہیں ہے۔ تعوذ یا استعاذہ کا مطلب ہوتا ہے کسی شر سے اللہ کی پناہ مانگنا جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ(الاعراف: 200)

ترجمہ: اور اگر تمہیں کوئی شیطانی وسوسہ لاحق ہونے لگے تو اللہ کی پناہ مانگو بے شک وہ خوب سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

گویا یہ سورت معوذات میں شامل نہیں ہے بلکہ صفات رحمن پر مشتمل ہے ۔

بعض احادیث میں معوذات جمع کا لفظ آیا ہے اور وہاں معوذات میں سورہ اخلاص بھی داخل ہے۔ مثلا

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أنَّ رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ كان إذا أخذ مضجعَه نفثَ في يدَيه، وقرأ بالمعوِّذاتِ، ومسح بهما جسدَه .(صحيح البخاري:6319)

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹتے تو اپنے ہاتھوں پر پھونکتے اور معوذات پڑھتے اور دونوں ہاتھ اپنے جسم پر پھیرتے۔

یہ متفقہ بات ہے کہ یہاں اس حدیث میں معوذات میں سورہ اخلاص بھی داخل ہے جیسا کہ بخاری شریف کی دوسری روایت ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أنَّ النبيَّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ كان إذا أوى إلى فراشِه كلَّ ليلةٍ، جمع كفَّيه ثم نفث فيهما، فقرأ فيهما : {قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ } . و{ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ } . و{ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ } . ثم يمسحُ بهما ما استطاعَ من جسدِه، يبدأُ بهما على رأسِه ووجهِه، وما أقبل من جسدِه، يفعل ذلك ثلاثَ مراتٍ .(صحيح البخاري:5017)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات جب بستر پر آرام فرماتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس (تینوں سورتیں مکمل) پڑھ کر ان پر پھونکتے اور پھر دونوں ہتھیلیوں کو جہاں تک ممکن ہوتا اپنے جسم پر پھیرتے تھے۔ پہلے سر اور چہرہ پر ہاتھ پھیرتے اور سامنے کے بدن پر۔ یہ عمل آپ تین دفعہ کرتے تھے۔

جب ہمیں یہ معلوم ہوگیا کہ سورہ اخلاص میں اللہ کی صفات کا ذکر ہے تو پھر یہاں معوذات کے ضمن میں کیوں ذکر کیا گیا ہے؟ یہ ایک سوال ذہن میں ابھر کر آتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تعوذ والی سورتیں دو ہی ہیں اس لئے انہیں معوذتین (تثنیہ کے ساتھ) یعنی دو تعوذ والی سورتیں کہا جاتا ہے۔ معوذات کے ضمن میں جو سورہ اخلاص کو ذکر کیا گیا ہے وہ عربی کے قاعدہ تغلیب کے تحت ہے اور یہ عربی زبان و اسلوب میں بہت معروف ہے جیسا کہ شمس و قمر کو تغلیب کے طور پر کبھی شمسین تو کبھی قمرین کہا جاتا ہے۔

اس بات کی بالکل واضح اور صریح دلیل کہ سورہ اخلاص معوذات میں سے نہیں ہے بخاری شریف کی یہ حدیث ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

كان رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم إذا أوى إلى فراشِهِ، نَفَثَ في كَفَّيْهِ ب {قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ} وبالمُعَوِّذَتَينِ جَميعًا، ثم يَمسَحُ بهِما وجْهَهُ، وما بَلَغتْ يَداهُ من جَسَدِهِ، قالت عائشَةُ : فلمَّا اشتَكَى كان يأمُرُني أنْ أفعَلَ ذلكَ بِهِ . قال يونُسُ : كُنتُ أرَى ابنَ شِهابٍ يَصنَعُ ذلك إذا أتَى إلى فِراشِهِ (صحيح البخاري:5748).

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر آرام فرمانے کے لیے لیٹتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں پر '' قل ھواللہ احد'' اور معوذتین یعنی'' قل اعوذ برب الناس اور الفلق'' سے پڑھ کر دم کرتے پھر دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرہ پر اور جسم کے جس حصہ تک ہاتھ پہنچ پاتا پھیرتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر جب آپ بیمار ہوتے تو آپ مجھے اسی طرح کرنے کا حکم دیتے تھے۔ یونس نے بیان کیا کہ میں نے ابن شہاب کو بھی دیکھا کہ وہ جب اپنے بستر پر لیٹتے اسی طرح ان کو پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔

اس حدیث میں معوذتین یعنی سورہ فلق اور سورہ ناس کو الگ سے ذکر کیا گیا ہے اور سورہ اخلاص کو الگ جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ سورہ اخلاص معوذات میں سے نہیں ہے۔

BACK

فرض نمازوں کے بعد سورہ اخلاص پڑھنا ثابت ہے

ہمیشہ سے اہل حدیث کا اس پر عمل رہا ہے کہ فرض نمازوں کے بعد سورہ فلق اور سورہ ناس کے ساتھ سورہ اخلاص بھی پڑھتے رہے ہیں، اس عمل کے خلاف پہلے کسی میں اختلاف دیکھنے کو نظر نہیں آتا ہے، اب کچھ لوگ اس مسئلہ میں یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ فرض نمازوں کے بعد سورہ اخلاص پڑھنا ثابت نہیں ہے جبکہ دلائل کی روشنی میں فرض نمازوں کے بعد سورہ اخلاص پڑھنا بھی ثابت ہے۔

قبل اس کے کہ میں اس مسئلہ کی وضاحت کروں یہ بات جان لیں کہ سورہ اخلاص معوذات میں سے نہیں ہے یعنی یہ سورہ پناہ مانگنے والی نہیں ہے کیونکہ شر سے پناہ مانگنے والی کوئی بات اس سورت میں ذکر نہیں ہے، اس میں اللہ کی صفات کا ذکر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک صحابی اس سورت میں صفت رحمن کا ذکر ہونے کے سبب نماز کی ہر قرات میں یہ سورت پڑھا کرتے تھے۔ یہ حدیث بخاری شریف میں ہے۔ اس پہ مختصر انداز میں اپنے ایک مضمون میں روشنی ڈالا ہوں جو میرے بلاگ میں "کیا سورہ اخلاص معوذات میں سے ہے؟" کے تحت دیکھ سکتے ہیں۔

اب چلتے ہیں نفس مسئلہ کی طرف کہ فرض نمازوں کے بعد سورہ اخلاص پڑھنا ثابت ہے۔

عن عُقبةَ بنِ عامرٍ، قالَ: أمرَني رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ أن أقرأَ بالمعوِّذاتِ دُبُرَ كلِّ صلاةٍ(صحيح أبي داود:1523، صحيح النسائي:1335)

ترجمہ: سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا کہ ہر نماز کے بعد معوذات پڑھا کروں۔

اس حدیث میں معوذات کا لفظ آیا ہے جو کہ جمع کا صیغہ ہے کیونکہ یہاں معوذات سے مراد سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ ناس ہیں ، اور یہ عام سی بات ہے کہ جمع کا اطلاق دو سے زائد پر ہوتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح سے معوذات کا لفظ تین سورتوں (سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ ناس) کے لئے رات میں سونے کے وقت دم کرنے سے متعلق وارد ہے۔

حدیث ملاحظہ فرمائیں:

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أنَّ رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ كان إذا أخذ مضجعَه نفثَ في يدَيه، وقرأ بالمعوِّذاتِ، ومسح بهما جسدَه .(صحيح البخاري:6319)

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹتے تو اپنے ہاتھوں پر پھونکتے اور معوذات پڑھتے اور دونوں ہاتھ اپنے جسم پر پھیرتے۔

سونے کے وقت دم کرنے سے متعلق معوذات کا لفظ تین سورتوں (سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ ناس) کو شامل ہے ۔معوذات میں تین سورتوں کے شامل ہونے کی دلیل مندرجہ ذیل روایت ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أنَّ النبيَّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ كان إذا أوى إلى فراشِه كلَّ ليلةٍ، جمع كفَّيه ثم نفث فيهما، فقرأ فيهما : {قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ } . و{ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ } . و{ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ } . ثم يمسحُ بهما ما استطاعَ من جسدِه، يبدأُ بهما على رأسِه ووجهِه، وما أقبل من جسدِه، يفعل ذلك ثلاثَ مراتٍ .(صحيح البخاري:5017)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات جب بستر پر آرام فرماتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر قل ھواللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس (تینوں سورتیں مکمل) پڑھ کر ان پر پھونکتے اور پھر دونوں ہتھیلیوں کو جہاں تک ممکن ہوتا اپنے جسم پر پھیرتے تھے۔پہلے سر اور چہرہ پر ہاتھ پھیرتے اور سامنے کے بدن پر۔یہ عمل آپ تین دفعہ کرتے تھے۔

اب بات بالکل واضح ہوگئی کہ نبی ﷺ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو ہر نماز کے بعد معوذات پڑھنے کا جو حکم دیا تھا اس میں تین سورتیں داخل ہیں یعنی سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ ناس۔

چند اشکالات واوامر کی وضاحت

(1) ایک دوسری صحیح حدیث میں ہر نماز کے بعد معوذ تین کا ذکر ہے یعنی دو سورتوں (سورہ فلق اور سورہ ناس) کے پڑھنے کا ذکر ہے۔ترمذی میں ہے۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقْرَأَ بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ(صحيح الترمذي:2903)

ترجمہ: عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ ہر نماز کے بعد معوذتین پڑھا کروں۔

یہاں معوذتین کا لفظ آیا ہے اور اوپر والی حدیث میں معوذات کا لفظ آیا ہے۔اس میں کوئی اشکال نہیں ہے کہ ایک حدیث میں دوسورتوں کا ذکر ہے تو دوسری حدیث میں تین سورتوں کا کیونکہ نماز کے بعد اذکار میں صرف اتنی ہی زیادتی نہیں ہے بلکہ دیگر احادیث سے اور بھی بہت سے اذکار ثابت ہیں۔تو جو زیادتی صحیح حدیث سے ثابت ہوگی وہ سب قابل قبول ہیں۔

(2) بعض لوگوں نے معوذتین کے لفظ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہاں دوسورتوں کا ہی ذکر ہے اس لئے معوذات سے بھی مراد دوصورتیں ہی ہیں۔یہ استدلال غلط ہے۔میں نے اوپر واضح کردیا ہے کہ معوذات جمع کا صیغہ ہے اس لئے اس سے دوسورتیں نہیں، تین سورتیں مراد ہیں اور دم والی حدیث اس کی واضح دلیل ہے۔کوئی دم والی حدیث کے معوذات سے تین سورتیں مراد لے اور نماز بعد ذکر والی حدیث کے معوذات سے دوسورتیں مراد لے قطعا صحیح نہیں ہے۔یہ واضح تضاد ہے۔

(3) یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب سورہ اخلاص صفات الرحمن پر مشتمل ہے تو اس کے لئے معوذات کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا ہے ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عربی کا قاعدہ تغلیب کے تحت معوذات کا استعمال ہوا ہے ۔ چونکہ دوسورتیں تعوذ والی تھیں تو تیسری صفات الرحمن والی سورت کو معوذتین پر غلبہ دیتے ہوئے معوذات کہا گیا ہے ۔ اوراس بات کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں بھی ذکر کیا ہے اور اسے معتمد قرار دیا ہے۔رقمطراز ہیں:

وَيُحْتَمَلُ أَنَّ الْمُرَادَ بِالْمُعَوِّذَاتِ هَاتَانِ السُّورَتَانِ مَعَ سُورَةِ الْإِخْلَاصِ وَأَطْلَقَ ذَلِكَ تَغْلِيبًا وَهَذَا هُوَ الْمُعْتَمَدُ۔

ترجمہ: اوراس بات کا احتمال ہے کہ معوذات سے ان دوسورتوں (سورہ فلق اور سورہ ناس) کے ساتھ سورہ اخلاص بھی مراد ہو اور جمع کا صیغہ بطور تغلیب استعمال کیا گیا ہو اور یہی بات معتمد ہے۔

(4) ایک صحیح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح وشام تین تین دفعہ سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ ناس پڑھنا چاہئے ۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خُبَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ خَرَجْنَا فِي لَيْلَةٍ مَطِيرَةٍ وَظُلْمَةٍ شَدِيدَةٍ نَطْلُبُ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي لَنَا قَالَ فَأَدْرَكْتُهُ فَقَالَ قُلْ فَلَمْ أَقُلْ شَيْئًا ثُمَّ قَالَ قُلْ فَلَمْ أَقُلْ شَيْئًا قَالَ قُلْ فَقُلْتُ مَا أَقُولُ قَالَ قُلْ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ حِينَ تُمْسِي وَتُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ(صحيح الترمذي:3575)

ترجمہ: عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم ایک بارش والی سخت تاریک رات میں رسول اللہ ﷺ کو تلاش کرنے نکلے تاکہ آپ ہمیں نماز پڑھادیں، چنانچہ میں آپ کو پا گیا، آپ نے کہا: پڑھو تو میں نے کچھ نہ کہا: کہو آپ نے پھر کہا مگر میں نے کچھ نہ کہا۔ آپ نے پھر فرمایا: کہو میں نے کہا: کیا کہوں؟ آپ نے کہا: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اور الْمُعَوِّذَتَيْنِ (سورہ فلق اور سورہ ناس) صبح و شام تین مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ سورتیں تمہیں ہر شر سے بچائیں گی اور محفوظ رکھیں گی۔

اس حدیث سے پہلی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ بطور اذکار تین سورتیں (سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ ناس) پڑھنا ثابت ہیں، اس بات سے معوذات سے تین سورتیں مراد ہونے کو تقویت ملتی ہے۔ نیز اس حدیث میں صحابی کا نبی ﷺ کے ساتھ باجماعت نماز پڑھنے اور معوذات (سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ ناس) پڑھنے کا ذکر ہے، گویا ان اذکار کا صرف صبح و شام کے اذکار کے ساتھ تعلق نہیں بلکہ نماز سے بھی تعلق ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اہل علم نے لکھا ہے کہ تین تین دفعہ تینوں سورتوں کا پڑھنا نماز سے متعلق نہیں ہے بلکہ صبح و شام کے اذکار سے متعلق ہے۔

تیسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بہت سے اہل علم نے نماز فجر اور نماز مغرب کے بعد ان تینوں سورتوں کو تین تین دفعہ پڑھنا اور بقیہ نمازوں کے بعد ایک ایک دفعہ پڑھنا ذکر کیا ہے، اس پر اکثر لوگوں کا عمل بھی ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اگر کوئی تین تین دفعہ فجر اور مغرب کی نمازوں کے بعد پڑھ لیتا ہے تو بھی صحیح ہے کیونکہ وہ بھی صبح اور شام کا وقت ہے اور چاہے تو فجر اور مغرب کی نماز کے بعد ان سورتوں کو ایک ایک دفعہ پڑھ لے اور جب صبح و شام کے اذکار پڑھے تو اس وقت تین تین دفعہ پڑھ لے۔

فرض نماز کے وقت سنت پڑھنا

اسلام میں فرض کادرجہ سنت سے اوپر کا ہے جس کا واضح مطلب یہ نکلتا ہے کہ فرض نماز کے وقت سنت نہیں پڑھی جائے گی۔یہی آپ ﷺ کا واضح فرمان بھی ہے۔

چند دلائل دیکھیں :

(1) عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:إذا أُقيمتِ الصلاةُ فلا صلاةَ إلا المكتوبةُ(صحيح مسلم:710)

ترجمہ:ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاجب جماعت کھڑی ہو جائے (یعنی اقامت ہو جائے)پھر کوئی نماز نہیں سوائے نماز فرض کے یعنی وہی نماز جس کی تکبیر کہی جائے۔

یہ حدیث اپنے معنی اور مفہوم کے اعتبار سے بالکل واضح،صاف اور عام ہے لہذااس کا معنی بدلنا یااس میں معنوی تحریف کرنایااسے کسی وقت سے خاص کرنا کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ نے "اذااقیمت الصلاۃ"کا معنی لکھاہے کہ نفل کے ذریعہ فرض نماز سے غافل نہ ہو جائے چاہے ایک رکعت ملنے کا خوف ہو یانہ ہو۔یہی بات حضرت ابو ھریرۃ،حضرت ابن عمر, عروۃ,ابن سیرین , سعید بن جبیر,امام شافعي,اسحاق اورابوثور رحمہم اللہ نے کہی ہے۔(المغني:272/1)

ابن قدامہ نے ایک رکعت والی بات کااشارہ امام ابوحنیفہؒ وغیرہم کی طرف کیاہے۔

امام صاحب کا کہنا ہے کہ جو شخص مسجد میں داخل ہو اور فجر کی نماز جاری ہو اگر اسے یہ امید ہو کہ وہ امام کے ساتھ صرف ایک رکعت پالے گااور دوسری رہ بھی جائے تووہ فجر کی دوسنتیں ضرورپڑھ لے اوراس کے بعد وہ امام کے ساتھ مل جائے۔(المحلی بالآثار:147/2)

(2) إذا أقيمتِ الصلاةُ فلا صلاةَ إلا المكتوبةَ ، قيل يا رسولَ اللهِ : ولا ركعتي الفجرِ ؟ قال : ولا ركعتي الفجرِ۔

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز جماعت کھڑی ہو جائے تو پھر کوئی نماز نہیں مگر وہی فرض نماز (جس کے لیے تکبیر کہی گئی) صحابہ رضی اللہ عنہ میں سے کسی نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا نہ پڑھیں دو رکعت سنت فجر کی بھی، آپ نے فرمایا نہ پڑھو دو رکعت سنت فجر کی بھی۔

☆حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔(فتح الباري لابن حجر:174/2)

یہ حدیث اپنے معنی و مفہوم کے اعتبار سے اور بھی واضح ہے۔

(3) أنَّ رسولَ اللّهِ صلَّى اللّهُ عليه وسلَّمَ مرَّ برجُلٍ يصلِّي . وقد أُقيمت صلاةُ الصبحِ . فكلَّمه بشيءٍ ، لا ندري ما هو . فلما انصرفْنا أَحطْنا نقول : ماذا قال لك رسولُ اللّهِ صلَّى اللّهُ عليه وسلَّمَ ؟ قال : قال لي " يوشِكُ أن يُصلِّيَ أحدُكم الصبحَ أربعًا " (صحيح مسلم:711)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے آدمی کے پاس سے گذرے جو نماز پڑھ رہا تھا جبکہ فجر کی نماز کی اقامت ہو چکی تھی پس آپ نے کچھ کہا مگر پتہ نہیں کیا کہا۔ جب ہم لوگ نماز سے فارغ ہوئے تو سارے اس شخص کے ارد گرد جمع ہو گئے اور پوچھ رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں کیا کہا؟ تو انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کیا صبح کی چار رکعتیں ہو گئیں؟

یہ حدیث بتلاتی ہے کہ اقامت کے بعد کوئی نماز نہیں پڑھنا چاہئے سوائے فرض کے کیونکہ نبی ﷺ نے اس صحابی کو منع کیا جو اقامت کے بعد بھی نماز پڑھ رہا تھا۔

(4)رأى النَّبيُّ صلَّى اللَّه عليْهِ وسلَّمَ رجلاً يصلِّي بعدَ صلاةِ الصُّبحِ رَكعتينِ فقالَ النَّبيُّ صلَّى اللَّه عليْهِ وسلَّمَ أصلاةَ الصُّبحِ مرَّتينِ فقالَ لَهُ الرَّجلُ إنِّي لم أَكن صلَّيتُ الرَّكعتينِ اللَّتينِ قبلَها فصلَّيتُهما , قالَ فسَكتَ النَّبيُّ صلَّى اللَّه عليْهِ وسلَّم(صحيح ابن ماجه: 954)

ترجمہ: نبی ﷺ نے ایک آدمی کو فجر کی نماز کے بعد دو رکعت پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا فجر کی نماز دو مرتبہ ہے؟ تو اس آدمی نے کہا کہ فجر کی نماز سے پہلی والی دو رکعت سنت نہیں پڑھ سکا تھا جسے ادا کیا ہوں۔ تو آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔

یہ حدیث بتلائی ہے کہ جب کوئی مسجد میں اس وقت آئے جب فجر کی اقامت ہو گئی ہو یا فجر کی جماعت ہو رہی ہو تو وہ جماعت میں شریک ہو جائے اور فرض پڑھنے کے بعد دو رکعت سنت ادا کر لے۔

(5) مَن لم يصلِّ رَكْعتيِ الفجرِ فليُصلِّهما بعدَ ما تطلعُ الشَّمسُ(صحيح الترمذي: 423)

ترجمہ: نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے فجر کی دو سنت نہ پڑھی ہو وہ سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھ لے۔

یہ صحیح حدیث بھی بتلاتی ہے کہ سنت چھوٹ جانے پہ طلوع شمس کے بعد اسے کر لے، اس کا دوسرا مطلب یہ ہوا کہ فرض چھوڑ کے سنت نہ پڑھے۔

فجر کی چھوٹی سنت کی ادائیگی فرض کے بعد ہی کر لے تو بہتر ہے تاکہ سستی سے یہ سنت رہ نہ جائے اور اگر سستی کا امکان نہ ہو تو طلوع شمس کے بعد بھی ادا کر سکتا ہے۔

ان احادیث کے برخلاف بعض لوگوں کے یہاں اقامت ہونے کے بعد بھی یعنی فجر کی جماعت ہوتے وقت بھی فجر کی سنت پڑھنا جائز ہے۔

ان کے دلائل کا جائزہ ۔

پہلی دلیل: لا تدَعوهُما وإن طردَتكُمُ الخيلُ (يعني ركعتي سُنَّةَ الفجرِ)(ابوداؤد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فجر کی دو رکعت (سنت) نہ چھوڑو اگرچہ گھوڑوں سے تم کو روندیا جائے۔

اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ فجر کی سنت کی اتنی اہمیت ہے کہ اسے کسی بھی حال میں نہیں چھوڑی جائے گی چہ جائیکہ فجر کی جماعت قائم ہو گئی ہو جبکہ یہ روایت قابل استدلال نہیں ہے۔ اسے شیخ البانی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (ضعيف أبي داود:1258)

دوسری دلیل: إذا أُقيمَت الصَّلاةُ فلا صلاةَ إلَّا المكتوبةَ إلَّا ركعتَي الفجرِ (بیہقی)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: جب نماز جماعت کھڑی ہو جائے تو سوائے نماز فرض کے اور کوئی نماز نہیں مگر دو رکعت سنت فجر۔

☆اس روایت کے متعلق امام بیہقی خود ہی فرماتے ہیں کہ اس میں زیادتی کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (فوائد مجموعہ: 24)

تیسری دلیل: من أدرك ركعة من الصلاة مع الإمام ، فقد أدرك الصلاة (صحيح مسلم:607)

ترجمہ: جس نے امام کے ساتھ ایک رکعت پالی تو اس نے نماز پالی۔

اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ سنت فجر پڑھنے سے ایک رکعت بھی چھوٹ جائے تو کوئی حرج نہیں۔

اولا نبی ﷺ کا حکم ہی اولی ہے اور آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ جب اقامت ہو جائے تو کوئی نماز نہیں سوائے فرض نماز کے۔

ثانیا: فرض نماز کا فوت ہونا مصلی کے لئے بہت خسارے کا باعث ہے گو کہ ایک رکعت ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

إن أحدكم ليصلي الصلاة وما فاته من وقتها أشد عليه من أهله وماله۔

ترجمہ: تم میں سے جس کسی کی نماز کا وقت فوت ہو جاتا ہے وہ اس کے اہل وعیال اور اس کی مال ودولت سے بھی سخت (خسارہ) ہے۔

☆اس حدیث کو ابن عبدالبر نے قوی السند بتلایا ہے۔ (فتح البر 4 / 167)۔

چوتھی دلیل : نهى عن الصلاةِ بعدَ الفجرِ حتى تَطلُعَ الشمسُ، وبعدَ العصرِ حتى تغرُبَ الشمسُ (صحيح البخاري:584)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے دو وقتوں میں نمازوں سے منع فرمایا۔ فجر کی نماز کے بعد یہاں تک کہ سورج نکل آئے اور عصر کی نماز کے بعد یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔

فجر کی سنت فجر کی نماز کے بعد پڑھنا حدیث سے ثابت ہے، اس لئے فجر کی سنت پڑھ سکتے ہیں۔

پانچویں دلیل: عن ابن مسعود ، أنه دخل المسجد وقد أقيمت الصلاة فصلى إلى أسطوانة في المسجد ركعتي الفجر ثم دخل في الصلاة(رواه ابن أبي شيبة 2 \ 251)، وعبد الرزاق في مصنفه 2 \ 444 رقم 4021، وابن المنذر في الأوسط (5 \ 231) .

ترجمہ: روایت کی جاتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مسجد میں داخل ہوئے اس حال میں کہ نماز کے لئے اقامت ہو چکی تھی تو آپ نے مسجد مین ایک ستون کے قریب فجر کی دو سنتیں ادا فرمائیں پھر نماز میں شامل ہوئے۔

اس کے علاوہ بھی صحابہ کے بعض آثار ملتے ہیں۔ان تمام اثر کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ ان صحابیوں کو نبی ﷺ کے اقامت کے بعد نماز نہ پڑھنے کی خبر نہیں تھی اگر ہوتی تو صحابہ نبی ﷺ کے عمل کے خلاف عمل نہ کرتے۔

صحابہ سے تو یہ ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے اقامت کے بعد سنت پڑھنے والے کو مارا کرتے۔

بیہقی شریف کی روایت ہے:

إنه كان إذا رأى رجلاً يُصلّي وهو يسمع الاقامة ضرب۔

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی آدمی کو دیکھتے کہ نماز پڑھتا ہے حالانکہ تکبیر سن چکا ہے تو آپ اس کو مارتے۔

یہ سزا خلیفہ کی طرف سے تعزیرا تھی۔

اسی طرح بیہقی کی روایت ہے:

عن ابن عمر أنه أبصر رجلا يصلي الركعتين والمؤذن يقيم ، فحصبه۔(السنن الكبرى للبيهقى: 4551)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ نے دیکھا ایک شخص کو کہ وقت اقامت مؤذن کے سنت فجر کی پڑھنے لگا تو اس کو کنکر مارا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فجر نماز کی اقامت ہوتے ہوئے، یا اقامت ہونے کے بعد یا فرض نماز کی جماعت ہوتے وقت نفل وسنت پڑھنا خلاف سنت ہے۔

لہذا ان تمام لوگوں کا موقف غلط ہے جنہوں نے کہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(1) اگر امام کے ساتھ فجر کی ایک رکعت پا سکتا ہو تو وہ سنت پڑھ لے۔

(2) مسجد کے کسی کونے میں یا مسجد سے باہر فرض ہوتے وقت سنت ادا کرلے۔

(3)فرض نماز کے وقت صرف فجر کی سنت پڑھنا جائز ہے بقیہ بقیہ سنت نہیں۔

(4)فرض کے وقت سنت پڑھنا صحابہ کا عمل ہے اس لئے یہ عمل سنت ہے۔

میں تمام مسلمان بھائیوں سے گذارش کرتا ہوں کہ ہمارے یہاں سنت رسول ﷺ کی صریح خلاف ورزی ہو رہی ہے لہذا اسے مضمون کو کثرت سے شیئر کریں تاکہ عوام تک یہ بات پہنچے اور اقوال رجال کو چھوڑ کر سنت کو گلے لگائے۔

BACK

مقتدیوں کا بعض قرآنی آیات کا جواب دینا

بعض جگہوں پہ مقتدی قرآن کی بعض آیات کا جواب دیتے ہیں، اور بعض جگہ یہ عمل نہیں پایا جاتا ہے۔اس وجہ سے لوگوں میں یہ بات جاننے کی فکر ہے کہ صحیح کیا ہے؟قرآنی آیات کا جواب دیا جائے گا یا نہیں دیا جائے گا؟

آیئے ان آیات کی طرف چلتے ہیں جن کا نماز میں بعض جگہوں پہ جواب دیا جاتا ہے۔

(1)اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں کہ جب امام "غیر المغضوب علیہم ولاالضالین" کہے تو مقتدی آمین کہے۔اختلاف آہستہ اور زور سے کہنے میں ہے۔دلائل سے زور سے آمین کہنا ثابت ہے۔دلیل:

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال إذا أمن الإمامفأمنوا، فانه من وافق تأمينه تأمين الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه۔ (صحيح بخارى مع الفتح 2 / 262)

ترجمہ:ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو،اس لئے کہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں،اور جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل جائے،تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

وضاحت:اس حدیث پہ امام بخاری نے باب قائم کیا ہے" باب جهر الإمام بالتأمين "یعنی یہ باب ہے امام کے آمین بالجہر کہنے کا۔اس حدیث سے پتہ چلا کہ جب امام زور سے آمین کہے گا تو مقتدی اسے سن کے وہ بھی زور سے آمین کہے گا۔

(2) رَبَّنَا لاَ تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَارَبَّنَا وَلاَ تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلاَ تُحَمِّلْنَا مَا لاَ طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّاوَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنتَ مَوْلاَنَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔[البقرة:286]

جب امام قرآن کی اس آیت کی تلاوت کرتے ہیں تو بعض لوگ آمین کہتے ہیں مگر کسی حدیث سے یہاں مقتدی کا آمین کہنا ثابت نہیں ہے،اس لئے یہاں آمین نہیں کہا جائے گا۔

(3) فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ (مرسلات :50)

سورہ مرسلات کی آخری آیت پہ "آمنا باللہ" کہنے سے متعلق حدیث وارد ہے مگر وہ ضعیف ہے۔روایت اس طرح ہے

۔

مَن قرأَ منكُم (وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ) فانتَهَى إلى آخرِها (أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ) فليقل بلى وأَنا على ذلِكَ منَ الشَّاهدينَ ومن قرأَ (لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ) فانتَهَى إلى (أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى) فليقُلْ بلَى ومَن قرأَ (والْمُرْسَلاتِ) فبلغَ (فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ) فليقُل آمنَّا باللَّهِ۔

ترجمہ: تم میں سے جو "وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ" پڑھے اور اس آیت پہ پہنچے "أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ" تو کہے "بلی وَأَنا على ذلك منَ الشَّاهدينَ"۔ اور جو "لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ" کی تلاوت کرے اور اس آیت "أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى" پہ پہنچے تو وہ کہے "بلی"۔ اور جو مرسلات کی تلاوت کرے اور یہاں پہنچے "فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ" تو کہے "آمنَّا باللَّهِ"۔

☆اسے شیخ البانی نے ضعیف الجامع اور ضعیف ابوداؤد میں ذکر کیا ہے۔

(4) أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَى۔(سورة القيامة:40)

اس آیت کے جواب میں "سبحانک فبلی کہنے" کا ثبوت ملتا ہے۔ روایت یہ ہے۔

كانَ رجلٌ يصلِّي فوقَ بيتِهِ وَكانَ إذا قرأَ أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى قالَ سبحانَكَ فبلى فسألوهُ عن ذلِكَ فقالَ سمعتُهُ من رسولِ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليْهِ وسلَّمَ۔

ترجمہ: ایک آدمی اپنے گھر کی چھت پہ نماز پڑھ رہا تھا، جب اس نے "أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى" کی تلاوت کی تو کہا "سبحانک فبلی"۔ پس لوگوں نے اس سے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔

اس حدیث کو البانیؒ نے صحیح قرار دیا ہے۔(صحیح ابوداؤد:884)

اس حدیث سے مقتدی کا جواب دینا ثابت نہیں ہوتا۔ یہ امام یا منفرد کے متعلق ہے۔

(5) سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى(سوره الاعلى:1)

اس کے جواب میں "سبحان ربی الاعلی" کہنے کی دلیل ملتی ہے، روایت دیکھیں:

أنَّ النَّبيَّ صلَّى اللَّهُ عليْهِ وسلَّمَ كانَ إذا قرأَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى قالَ سبحانَ ربِّيَ الأعلى

ترجمہ: نبی ﷺ جب "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى" کی تلاوت کرتے تو آپ کہتے "سبحانَ ربِّيَ الأعلى"۔

اس کو شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔(صحیح ابوداؤد:883)

اس حدیث سے بھی امام/منفرد کا جواب دینا ثابت ہوتا ہے۔

(6) سورہ غاشیہ کے آخر میں "اللھم حاسبني حسابا یسیرا" پڑھنے سے متعلق کوئی روایت نبی ﷺ سے مجھے نہیں ملی۔

ایک روایت اس طرح آتی ہے: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں: كان النبي، صلى الله عليه وسلم ، يقول في بعض صلاته: "اللهم حاسبني حساباً يسيراً".فقالت عائشةرضي الله عنها:ما الحساب اليسير؟قال:أن ينظر في كتابه فيتجاوز عنه (رواه أحمد وقال الألباني : إسناده جيد)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ اپنی بعض نمازوں میں "اللھم حاسبني حسابا یسیرا" پڑھا کرتے تھے۔ سیدہ عائشہ نے دریافت کیا کہ آسان حساب سے کیا مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ اعمال نامہ کو دیکھے اور بندے سے درگزر کردے۔

اس حدیث سے بس یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک دعا ہے جسے نبی ﷺ اپنی بعض نمازوں میں پڑھا کرتے تھے، اسے سورہ غاشیہ یا اس کی آخری آیت "إن إلینا إیابھم، ثم إن علینا حسابھم" سے خاص کرنا صحیح نہیں ہے۔

(7) فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (سورہ رحمن)

اس آیت کے جواب سے متعلق حسن درجے کی ایک روایت ہے جس میں "لا بشَيءٍ من نِعَمِکَ ربَّنا نُکَذِّبُ فلَکَ الحمدُ" کہنا مذکور ہے۔ روایت دیکھیں:

خرجَ رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ على أَصحابِهِ،فقرأَ عليهم سورةَ الرَّحمنِ من أوَّلِها إلى آخرِها فسَكَتوا فقالَ: لقد قرأتُهاعلى الجنِّ ليلةَ الجنِّ فَكانوا أحسَنَ مردودًا منكم، كنتُ كلَّما أتيتُ علىقولِهِ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ قالوا: لا بشَيءٍمن نِعَمِكَربَّنا نُكَذِّبُ فلَكَ الحمدُ

ترجمہ: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر سورہ رحمن شروع سے آخر تک پڑھی اور صحابہ خاموش رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سورہ میں نے جنوں والی رات جنوں پر پڑھی، وہ تم سے اچھا جواب دیتے تھے۔ جب ہر بار میں اس آیت پر پہنچتا تھا "فبای الاء ربکما تکذبن" تو وہ جواب میں کہتے "لا بشیء من نعمک ربنا نکذب فلک الحمد" (اے ہمارے رب تیری نعمتوں میں سے ہم کسی چیز کو نہیں جھٹلاتے۔ پس تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں)۔

یہ روایت شیخ البانیؒ کے نزدیک حسن ہے۔ (صحیح الترمذی: 3291)

اس روایت میں نماز کا ذکر نہیں ہے، لہذا اسے نماز سے خاص نہیں کیا جائے گا بلکہ عام حالات پہ محمول کیا جائے گا۔

(8) أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ۔(سورہ التین: 8)

اس کے جواب میں "بلی. وأنا علی ذلک من الشاھدین" کہنے کی روایت آئی ہے مگر وہ قابل استدلال نہیں ہے جیسا کہ تین نمبر میں بتلایا گیا ہے۔

خلاصہ کلام:

☆مذکورہ بالا کلام کی روشنی میں سورہ فاتحہ کے آخر میں آمین کہنے کے سوا مقتدی کے لئے قرآن کی کسی آیت کا جواب دینا ثابت نہیں ہے۔

☆مقتدی کو نماز میں سورہ فاتحہ کے علاوہ کچھ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

☆جن بعض صحیح روایات سے قرآن کی بعض آیات کا جواب دینا ثابت ہے وہ سب امام کے لئے ہے۔

☆مسلم شریف میں ہے کہ نبی ﷺ تسبیح والی آیت پڑھتے تو تسبیح فرماتے، دعا والی آیت پڑھتے تو دعا فرماتے اور جب تعوذ والی آیت پڑھتے تو اللہ تعالی سے پناہ مانگتے تھے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ فَقُلْتُ يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ ثُمَّ مَضَى فَقُلْتُ يُصَلِّي بِهَا فِي رَكْعَةٍ فَمَضَى فَقُلْتُ يَرْكَعُ بِهَا ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ فَقَرَأَهَا ثُمَّ افْتَتَحَ آلَ عِمْرَانَ فَقَرَأَهَا يَقْرَأُ مُتَرَسِّلًا إِذَا مَرَّ بِآيَةٍ فِيهَاتَسْبِيحٌ سَبَّحَ وَإِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ وَإِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍتَعَوَّذَ۔(مسلم:772)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں ایک رات میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے سورہ بقرہ شروع فرمائی، میں نے دل میں کہا: سو آیات پر ایک رکعت فرمائیں گے، لیکن آپ نے جاری رکھا، پھر میں نے خیال کیا کہ آپ ایک رکعت میں پوری سورت پڑھیں گے لیکن آپ نے جاری رکھا، پھر میں نے خیال کیا کہ آپ سورہ مکمل کرکے رکوع فرمائیں گے لیکن آپ نے اس کے بعد سورہ نساء شروع کی، اور پھر سورہ آل عمران شروع کردی اور اسے بھی مکمل کیا، آپ ٹھہر ٹھہر کر پڑھ رہے تھے، آپ جب کسی ایسی آیت سے گذرتے جس میں تسبیح ہو تو اللہ کی پاکی بیان فرماتے، اور جب کسی سوال والی آیت سے گذرتے تو اللہ سے سوال کرتے اور جب پناہ والی آیت سے گذرتے تو اللہ کی پناہ طلب کرتے۔

یہ حدیث بتلا رہی ہے کہ آپ کی نماز فرضی نہیں تھی بلکہ نفلی تھی۔

☆ نفل نماز میں امام یا مقتدی بھی قرآنی آیات کا جواب دے سکتا ہے جیسا کہ نبی ﷺ سے ثابت ہے لیکن فرض نماز میں ایسا کرنا صحیح نہیں کیونکہ فرض نماز میں اگر آپ ﷺ قرآنی آیات کا جواب دیتے تو صحابہ کرام سے حرف وہ باتیں منقول ہوتیں مگر ایسا نہیں ہے۔

واللہ اعلم

BACK

فجر کی اذان کے بعد نوافل اور تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم

فجر کی اذان اور اقامت میں کافی وقت ہوتا ہے اس لئے مسجد میں پہلے حاضر ہونے والے نمازی سنت کی ادائیگی کے بعد نوافل پڑھنا چاہتے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ کیا فجر کی اذان کے بعد اگر ہم سنت ادا کرلیں تو نوافل ادا کر سکتے ہیں؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام سے فجر کی اذان کے بعد اور فرض نماز سے قبل صرف دو رکعت سنت پڑھنا منقول ہے۔اس لئے فجر کی اذان کے بعد اور فرض نماز سے قبل دو رکعت فجر کی سنت کے علاوہ نوافل پڑھنا مکروہ ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے : لَا صَلَاةَ بَعْدَ الْفَجْرِ إِلَّا سَجْدَتَيْنِ وَمَعْنَى هَذَا الْحَدِيثِ إِنَّمَا يَقُولُ لَا صَلَاةَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلَّا رَكْعَتَيْ الْفَجْرِ (سنن الترمذي:427)

ترجمہ: طلوع فجر کے بعد سوائے دو رکعت (سنت فجر) کے کوئی صلاۃ نہیں۔اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ طلوعِ فجر کے بعد (فرض سے پہلے) سوائے دو رکعت سنت کے اور کوئی صلاۃ نہیں۔

اس حدیث کو شیخ البانی،احمد شاکر اور شعیب ارناؤط نے صحیح کہا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں:كان رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ ، إذا طلع الفجرُ ، لا يُصلِّي إلا ركعتَينِ خفيفتَينِ .(صحيح مسلم:723)

ترجمہ: جب فجر طلوع ہو جاتی تو رسول اللہ ﷺ صرف دو ہلکی رکعتیں پڑھتے تھے۔

ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی اذان کے بعد فرض سے پہلے صرف دو رکعت سنت ادا کرنا چاہئے اور نبی ﷺ صحابہ کرام کو دو سے زائد رکعت پڑھنے سے منع کیا کرتے تھے۔جناب یسار مولیٰ ابن عمر کہتے ہیں:

رآني ابنُ عمرَ وأنا أصلِّي ، بعدَ طلوعِ الفجرِ ، فقالَ : يا يَسارُ ، إنَّ رسولَ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليْهِ وسلَّمَ خرجَ علينا ونحنُ نصلِّي هذِهِ الصَّلاةَ ، فقالَ : ليبلِّغ شاهدُكم غائبَكم ، لا تصلُّوا بعدَ الفجرِ إلَّا سجدتينِ(صحيح أبي داود:1278)

ترجمہ: سیدنا ابن عمرؓ نے مجھے دیکھا کہ میں طلوع فجر کے بعد نماز پڑھ رہا تھا تو انہوں نے فرمایا:اے یسار! رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم یہ نماز پڑھا کرتے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا حاضر (موجود) شخص اپنے غائب کو بتادے کہ سوائے دو رکعتوں کے طلوع فجر کے بعد نماز نہ پڑھا کرو۔

عبداللہ بن بحینہ بیان کرتے ہیں:

أنَّ رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ مرَّ برجُلٍ يصلِّي . وقد أُقيمت صلاةُ الصبحِ . فكلَّمه بشيءٍ ، لا ندري ما هو . فلما انصرفْنا أَحطْنا نقول : ماذا قال لك رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ ؟ قال : قال لي " يوشِكُ أن يُصلِّيَ أحدُكم الصبحَ أربعًا " (صحيح مسلم:711)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے آدمی کے پاس سے گذرے جو نماز پڑھ رہا تھا جبکہ فجر کی نماز کی اقامت ہو چکی تھی پس آپ نے کچھ کہا مگر پتہ نہیں کیا کہا۔ جب ہم لوگ نماز سے فارغ ہوئے تو سارے اس شخص کے ارد گرد جمع ہوگئے اور پوچھ رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں کیا کہا؟ تو انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کیا صبح کی چار رکعتیں ہوگئیں؟

یہ حدیث بتلاتی ہے کہ اقامت کے بعد کوئی نماز نہیں پڑھنا چاہئے سوائے فرض کے کیونکہ نبی ﷺ نے اس صحابی کو منع کیا جو اقامت کے بعد بھی نماز ادا کر رہے تھے اور اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ فرض سے پہلے صرف دو رکعتیں ہیں۔

شیخ البانی ارواء الغلیل میں فرمایا ہیں کہ صحیح سند کے ساتھ بیہقی نے روایت ہے:

عن سعيد بن المسيب أنه رأى رجلا يصلي بعد طلوع الفجر أكثر من ركعتين يكثر فيها الركوع والسجود فنهاه فقال : يا أبا محمد ! أيعذبني الله على الصلاة ؟ ! قال : لا ولكن يعذبك على خلاف السنة(إرواء الغليل :2 / 236)

ترجمہ: سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو فجر کے طلوع ہونے کے بعد دو رکعتوں سے زیادہ رکوع اور سجود کرتے دیکھا تو اس کو منع کیا۔ اس شخص نے کہا کہ اے ابو محمد! کیا اللہ مجھے نماز پڑھنے پر عذاب دے گا؟ تو ابن مسیب نے کہا کہ نہیں، لیکن سنت کی مخالفت پر اللہ تمہیں عذاب دے گا۔

شیخ البانی نے اس ضمن میں لکھا ہے کہ ابن المسیب ایسے بدعتیوں کے لئے مضبوط ہتھیار تھے جو نماز وروزہ سے متعلق بدعتیوں کو اچھا کر پیش کرتے تھے۔

ان تمام ادلہ سے معلوم ہو گیا کہ جنہوں نے فجر کی اذان کے بعد سنت کی ادائیگی کرلی ہو وہ مزید کوئی نفل نہ پڑھے بلکہ فجر کی جماعت کا انتظار کرے یہاں تک کہ فجر پڑھ لے۔ امام ترمذی نے اذان فجر کے بعد نوافل کی ادائیگی پر کراہت لکھا

ہے بلکہ اس کراہت پر اجماع ذکر کیا ہے اور صاحب تحفہ نے بھی کہا کہ اس باب میں صراحت کے ساتھ احادیث کی دلالت کی وجہ سے میری نظر میں ان لوگوں کا قول راجح ہے جو مکروہ قرار دیتے ہیں۔

یہاں ایک دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جنہوں نے گھر میں فجر کی سنت ادا کرلی ہو اور مسجد آئے اس حال میں کہ ابھی جماعت میں کچھ وقت باقی ہے کیا وہ تحیہ المسجد پڑھ سکتا ہے؟

فجر کی اذان کے بعد دو رکعت سنت کے علاوہ عام نفلی نماز نہیں ادا کر سکتے ہیں مگر تحیۃ المسجد سبب والی نماز ہے جنہوں نے گھر میں سنت ادا کرلی ہو وہ مسجد آئے اور دو رکعت پڑھنے کا وقت پائے تو تحیۃ المسجد ادا کرے گا۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

إذا دخَل أحدُكمُ المسجدَ، فلا يَجلِسْ حتى يصلِّيَ ركعتينِ(صحيح البخاري:1167)

ترجمہ: تم میں سے جب کوئی مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہئیے کہ دو رکعات نماز پڑھنے کے بغیر نہ بیٹھے۔

اس حدیث کی روشنی میں علماء نے ممنوع اوقات میں بھی تحیۃ المسجد پڑھنا جائز کہا ہے لہذا جو آدمی گھر میں فجر کی سنت پڑھ چکا ہو وہ مسجد میں تحیۃ المسجد کی دو رکعت پڑھ کر بیٹھے گا۔ شیخ ابن باز رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لو صلى الراتبة في بيته صلى سنة الفجر في بيته ثم جاء إلى المسجد قبل أن تقام الصلاة؛ فإنه يصلي تحية المسجد حينئذ قبل أن يجلس؛ لأنه حينئذ ليس عنده سنة الفجر قد صلاها في بيته، فيصلي تحية المسجد ثم يجلس.(موقع شيخ ابن باز)

ترجمہ: اگر کوئی اپنے گھر میں فجر کی سنت ادا کرلے پھر مسجد آئے اس حال میں کہ ابھی نماز کھڑی ہونے میں وقت ہے تو وہ اس وقت بیٹھنے سے قبل تحیۃ المسجد پڑھے گا اس لئے کہ اس وقت اس پر فجر کی سنت پڑھنا باقی نہیں ہے کیونکہ اس نے گھر میں ادا کرلیا ہے پس وہ تحیۃ المسجد ادا کرے گا پھر بیٹھے گا۔

نماز عصر کا ضیاع، مال و اولاد کا ہی نہیں سارے نیک اعمال کا ضیاع ہے۔

ایک مسلمان کے اوپر دن ورات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں جنہیں اپنے اپنے وقتوں پر ادا کرنا ہے، ان کا تارک قرآن وحدیث کی روشنی میں کافر ہے۔ پنج وقتہ نمازیں فریضہ ہونے کے ساتھ اپنے دامن میں نمازی مومنوں کے لئے ہزاروں فیوض وبرکات لئے ہوئے ہیں۔ دل کا سکون، پریشانی کا حل، بیماری سے شفا، آنکھوں کی ٹھنڈک، مال ،اولاد اور زندگی میں برکت، گناہوں کی مغفرت، درجات کی بلندی، خالق ومالک کی قربت اور اس کی نصرت ومہربانی، شر وفساد سے پناہ، دنیا میں عزت وراحت اور آخرت میں کامیابی وکامرانی یہ سب اور ان کے علاوہ بے شمار خوبیاں نماز میں ہیں۔ اس کا سب سے عظیم فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کو جہنم سے دور کردے گا اور جنت ان کا ٹھکانہ بنائے گا۔

پنج وقتہ نمازوں میں نماز عصر کا ایک خاص مقام ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں اسے صلاۃ وسطی (درمیانی نماز) سے تعبیر کی گئی ہے اور اس پہ محافظت ومداومت کا الگ سے حکم دیا گیا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے :

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ (البقرة:238)

ترجمہ: نمازوں کی حفاظت کرو، بالخصوص درمیان والی نماز (عصر) کی اور اللہ تعالیٰ کے لئے باادب کھڑے رہا کرو۔

مسلمانوں کی اکثریت اس کی اہمیت وفضیلت سے غافل اور اس کے ترک کے نقصان سے بے بہرا ہے۔ اس مضمون میں مختصرا اسی پہلو کو اجاگر کیا جائے گا تاکہ نماز عصر کے تئیں ہمارے دل میں اشتیاق پیدا ہو اور ہمیشہ اس کے ترک سے خوف کھاتے رہیں۔ اس بات کے علم کے ساتھ کہ عصر کے ماسوا چار نمازیں بھی اپنی جگہ مسلم اور فرض ہیں جنہیں ادا کئے بغیر ایک مسلم کے لئے کوئی چارہ کار نہیں۔

پہلے یہاں نماز عصر کے چند فضائل ملاحظہ فرمائیں تاکہ اس کی ادائیگی کی فضیلت اور اسکے ترک سے نقصان کا بخوبی اندازہ ہوسکے۔

(1) حضرت فضالہ لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

علَّمَني رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فكان فيما عَلَّمَني: وحافِظْ على الصلواتِ الخمسِ. قال: قلتُ: إن هذه ساعاتٌ لي فيها أشغالٌ، فمُرْني بأمرٍ جامعٍ إذا أنا فعَلْتُه أجزَأَ عنّي. فقال: حافِظْ على العَصْرَيْنِ، وما كانت مِن لُغَتِنا. فقلتُ وما العَصْرانِ؟ فقال: صلاةٌ قبلَ طلوعِ الشمسِ، وصلاةٌ قبلَ غروبِها.(صحيح أبي داود:428)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جو باتیں سکھائیں ان میں یہ بات بھی تھی کہ پانچوں نماز پر محافظت کرو، میں نے کہا: یہ ایسے اوقات ہیں جن میں مجھے بہت کام ہوتے ہیں، آپ مجھے ایسا جامع کام کرنے کا حکم دیجئیے کہ جب میں اس کو کروں تو وہ مجھے کافی ہو جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عصرین پر محافظت کرو، عصرین کا لفظ ہماری زبان میں مروج نہ تھا، اس لیے میں نے پوچھا: عصرین کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو نماز: ایک سورج نکلنے سے پہلے، اور ایک سورج ڈوبنے سے پہلے (فجر اور عصر)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی نماز اور عصر کی نماز بہت ساری چیزوں سے کافی ہو جائے گی (اس کا یہ مطلب نہیں کہ بقیہ تین نمازیں ظہر، مغرب وعشاء نہیں پڑھنی ہے)۔

(2) جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

إنَّكم ستُعرَضونَ على ربِّكم فترَونَه كما ترونَ هذا القمرَ لا تُضامونَ في رؤيتِه ، فإن استطعتُم أن لا تُغلَبوا على صلاةٍ قبلَ طُلوعِ الشَّمسِ وصلاةٍ قبل غروبِها فافعَلوا . ثمَّ قرأ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ(صحيح الترمذي:2551)

ترجمہ: تم لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کئے جاؤ گے اور اسے اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو، اسے دیکھنے میں کوئی مزاحمت نہیں ہو گی۔ پس اگر تم ایسا کر سکتے ہو کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے والی نماز (فجر) اور سورج غروب ہونے سے پہلے والی نماز (عصر) سے تمہیں کوئی چیز روک نہ سکے تو ایسا ضرور کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ترجمہ: پس اپنے مالک کی حمد وتسبیح کر سورج طلوع ہونے اور غروب ہونے سے پہلے۔

فائدہ: اس حدیث سے نماز فجر اور نماز عصر کے لئے شدت اہتمام کا پتہ چلتا ہے کہ کسی صورت یہ دونوں نمازیں چھوٹنے نہیں پائے، نیز اسی طرح بقیہ تین نمازیں بھی ادا کرنی ہیں۔

(3) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَتعاقَبونَ فيكُم: ملائِكَةٌ بالليلِ وملائِكةٌ بالنهارِ، ويجتمعونَ في صلاةِ الفجرِ وصلاةِ العصرِ، ثم يَعْرُجُ الذينَ باتوا فيكُم، فيَسألُهُم وهو أعلَمُ بِهِم: كيفَ تَركتُم عِبادي ؟ فيقولون : تَركْناهُم وهُم يُصلونَ، وأتَيناهُم وهُم يُصلونَ .(صحيح البخاري:555)

ترجمہ: رات اور دن میں فرشتوں کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں۔ فجر اور عصر کی نمازوں میں (دونوں قسم کے فرشتوں کا) اجتماع ہوتا ہے۔ پھر تمہارے پاس رہنے والے فرشتے جب اوپر چڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان سے بہت زیادہ اپنے بندوں کے متعلق جانتا ہے کہ میرے بندوں کو تم نے کس حال میں چھوڑا۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نے جب انہیں چھوڑا تو وہ (فجر کی) نماز پڑھ رہے تھے اور جب ان کے پاس گئے تب بھی وہ (عصر کی) نماز پڑھ رہے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح فرشتہ اللہ کو نماز فجر پڑھنے والوں کی خبر دیتا ہے ویسے نماز عصر پڑھنے والوں کی بھی خبر دیتا ہے، اس لئے فجر وعصر کا اہتمام کریں تاکہ اللہ کے یہاں ہمارا ذکر جمیل ہو۔

(4) حضرت عمارہ بن رویبہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

لن يلجَ النارَ أحدٌ صلى قبل طلوعِ الشمسِ وقبل غروبها يعني الفجرَ والعصرَ(صحيح مسلم:634)

ترجمہ: وہ شخص ہرگز آگ میں داخل نہیں ہوگا جو سورج نکلنے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے نماز پڑھتا ہے یعنی فجر اور عصر کی نمازیں۔

فائدہ: ویسے نماز جہنم سے نجات دلانے والی ہے مگر یہاں فجر وعصر کا ذکر خاص اس نماز کی خاص فضیلت پر دال ہے۔

(5) ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

من صلى البردَيْنِ دخل الجنةَ(صحيح مسلم:635)

ترجمہ: جو شخص دو ٹھنڈی نمازیں (فجر وعصر) پڑھتا رہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

فائدہ: یہاں بھی بطور خاص دو نمازوں کی اہمیت کا ذکر ہے جو جنت میں لے جانے کا سبب ہے وہ ہے نماز فجر وعصر۔

(6) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

إذا دخلَ الميِّتُ القبرَ ، مُثِّلَتِ الشَّمسُ عندَ غُروبِها ، فيجلسُ يمسحُ عَينَيهِ ، ويقولُ : دَعوني أصلِّي(صحيح ابن ماجه:4272)

ترجمہ: جب میت قبر میں پہنچتی ہے تو اسے سورج ڈوبتا نظر آتا ہے۔ وہ آنکھیں ملتا ہوا اٹھا بیٹھتا ہے اور کہتا ہے مجھے چھوڑ و نماز پڑھ لینے دو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب میت کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے اور فرشتے سوال کے لئے اسے اٹھاتے ہیں تو مومن میت کو محسوس ہوگا کہ سورج ڈوب رہا ہے اور وہ نماز عصر سے سویا رہ گیا اس لئے فرشتے سے کہے گا ہٹو پہلے مجھے نماز عصر پڑھنے دو۔ جو لوگ دنیا میں نماز عصر کا اہتمام کرتے رہے ان شاءاللہ انہیں قبر میں بھی نماز کی فکر ہوگی گو کہ وہاں نماز نہیں پڑھنی ہے۔

ان ساری احادیث سے عصر کی نماز کی بڑی تاکید اور بیحد اہمیت وفضیلت کا علم ہوتا ہے اس لئے مومن بندہ جہاں پانچوں نمازوں کا اہتمام کرے وہیں بطور خاص فجر کی نماز اور عصر کی نماز کا شدت اہتمام کرے۔ فجر بندوں پر نیند کی وجہ سے بھاری ہے تو عصر کام کاج میں مشغولیت کی وجہ سے۔ اللہ کے نیک بندے اپنے خالق کی عبادت کے لئے نیند سے بھی بیدار ہوتے ہیں اور کام کاج بھی روک دیتے ہیں۔

نماز عصر کی اسی اہمیت کے پیش نظر اس کے ترک کرنے کی وجہ سے اسی قدر سخت ترین وعید ہے۔ ایک مرتبہ نبی ﷺ نماز عصر سے روک دئے گئے (آپ نے چھوڑا نہیں تھا) تو جن کی طرف سے نماز عصر سے روک دئے گئے آپ نے انہیں بددعا دیدی۔

عن عبدِاللهِ ؛ قال : حَبسَ المشركونَ رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ عن صلاةِ العصرِ . حتى احمرَّتِ الشمسُ أوِ اصفرَّتْ . فقال رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ شغلونا عن الصلاةِ الوُسطى صلاةِ العصرِ . ملأ اللهُ أجوافَهم وقبورَهم نارًا أو قال حشا اللهُ أجوافَهم وقبورَهم نارًا(صحيح مسلم:628)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ مشرکوں نے (جنگ میں مشغول رکھ کر) رسول اللہ ﷺ کو عصر کی نماز سے روکے رکھا یہاں تک کہ سورج سرخ یا زرد ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انھوں نے ہمیں درمیانی نماز، عصر کی نماز سے مشغول رکھا، اللہ تعالیٰ ان کے پیٹوں اور قبروں میں آگ بھر دے ۔یا فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کے پیٹوں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔

اس حدیث کی روشنی میں ذرا اندازہ لگائیں کہ طائف میں آپ ﷺ پر بے پناہ ظلم ہوا، احد میں آپ کا دندان مبارک شہید کیا گیا، آپ کو اور آپ کے اصحاب کو مکہ سے نکال دیا گیا مگر آپ نے بددعا نہیں مگر نماز عصر سے مشغول کردینے والوں کے حق میں بددعا دی، اس لئے ہم نبی ﷺ کی محبت میں اس نماز سے ہم بھی اسی طرح محبت کریں اور کبھی کسی عذر کی بناپر چھوٹ جائے تو اسی طرح افسوس کا ظہار کریں۔

جب نماز سے مشغول کردینے والوں کے حق میں رسالت مآب کی بددعا ہے تو جو مسلمان ہو کر اس نماز کو پڑھتے ہی نہیں اس کے حق میں کیا ہوگا؟ آیئے حدیث ملاحظہ کریں۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

من فاتَتْه العصرُ فكأنما وَتِرَ أهلَه ومالَه(صحيح مسلم:626)

ترجمہ: جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی گویا اس کے اہل وعیال اور مال و دولت (سب کچھ) تباہ و برباد ہوگئے۔

اس حدیث کو پڑھیں اور اپنا محاسبہ کریں، کیا ہماری غربت، بے چینی، بے برکتی، نافرمان اولاد یا مال واولاد کی تباہی وبربادی کہیں نماز عصر چھوڑنے کے سبب تو نہیں؟ اگر نمازوں سے غافل ہیں تو اللہ کی طرف رجوع کریں اور پنج وقتہ نمازوں پہ محافظت کریں بطور خاص نماز عصر کا اہتمام کریں۔

اس سے بھی زیادہ سخت وعید نماز عصر چھوڑنے والوں کے لئے ایک دوسری حدیث میں ہے جس میں سارے اعمال ہی ضائع ہوجانے کی خبر دی گئی ہے۔

ابوالملیح سے روایت ہے انہوں نے کہا:

كنا مع بُرَيْدَةَ في غَزوَةٍ، في يومٍ ذي غَيمٍ، فقال : بَكِّرُوا بصلاةِ العصرِ فإن النبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم قال : من ترك صلاةَ العصرِ فقد حَبِطَ عملُه(صحيح البخاري:553)

ترجمہ: ہم بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر جنگ میں تھے۔ ابر و بارش کا دن تھا۔ آپ نے فرمایا کہ عصر کی نماز جلدی پڑھ لو۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی، اس کا نیک عمل ضائع ہو گیا۔

یہاں نماز چھوڑنے سے مراد جان بوجھ کر نماز چھوڑنا ہے جیسا کہ ایک دوسری روایت سے پتہ چلتا ہے۔

ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَن تَرَكَ صلاةَ العَصرِ مُتعمِّدًا فقد حَبِطَ عَمَلُهُ(صحيح الترغيب:479)

ترجمہ: جس نے جان بوجھ کر عصر کی نماز چھوڑ دی، اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

متعدد احادیث ایسی ملتی ہیں جن میں بہت سارے کام پر سارے اعمال ضائع ہونے کا ذکر ملتا ہے، یہاں میں صرف قرآن کی روشنی میں بتلانا چاہتا ہوں کہ اسے کفر اور شرک کے مقابل میں گردانا گیا ہے یعنی نماز عصر کا ترک کرنا صریح کفر ہے اس سے سارا عمل ضائع ہو جاتا ہے جس طرح ایمان کے انکار (کفر) سے سارا عمل ضائع ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَمَنْ يَكْفُرْ بِالإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الخَاسِرِينَ (المائدة:5)

ترجمہ: منکرین ایمان کے اعمال ضائع اور اکارت ہیں اور آخرت میں وہ ہارنے والوں میں سے ہیں ۔

اسی طرح تارک صلاۃ عصر کی سزا مشرکین کے برابر ہے، اللہ کا فرمان ہے:

وَلَقَدْ أُوحِي إِلَيْكَ وَإِلَى الذين مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الخَاسِرِينَ(الزُّمَر:65)

ترجمہ: یقیناً تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے (کے تمام نبیوں) کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں سے ہو جائے گا۔

ان کے علاوہ قرآن میں نبی ﷺ کی آواز سے اونچی بولنے، کفر کرنے کے ساتھ مومنوں کو اللہ کی راہ سے روکنے اور رسول کی مخالفت کرنے، اللہ کی رضا کی راہ چھوڑ کر اس کی ناراضگی کی راہ چلنے، اللہ کی نازل کردہ شریعت سے کراہت محسوس کرنے، رب کی آیات اور اس سے ملاقات کا انکار کرنے، مومنوں کے ساتھ نہ رہنے اور دین سے پھر جانے پر سارے اعمال ضائع ہونے کی اللہ تعالی نے خبر دی ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بقیہ نمازیں بھی جان بوجھ کر چھوڑنے سے نیکیاں رائیگاں ہو جاتی ہیں کیونکہ یہ بھی کفر ہے لیکن بطور خاص عصر کی نماز کا ذکر اس کے تارک کے لئے شدید قسم کا گناہ اور بدترین قسم کی سزا کا ضامن ہے جبکہ دوسری طرف اس نماز کی محافظت کرنے والوں کے لئے عظیم اجر و ثواب ہے۔

اے اللہ! تو ہمیں پنج وقتہ نمازی بنا اور اپنی توفیق سے نماز عصر ترک کرنے سے بچا۔ آمین

BACK

بیٹھ کر نماز پڑھنے کے احکام

اللہ تعالی نے دین آسان بنایا ہے، یہی وجہ ہے کہ اپنے بندوں کو دین پر عمل کرنے کے لئے ان کی طاقت وقدرت سے زیادہ مکلف نہیں بنایا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: لایکلف اللہ نفساًالا وسعھا(البقرۃ:286)ترجمہ: اللہ تعالی کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔

اور اللہ کا فرمان ہے: فاتقوااللہ مااستطعتم(التغابن:16)ترجمہ: جس قدر طاقت ہے اس قدر اللہ سے ڈرو۔

اور اللہ کا فرمان ہے: یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر(البقرۃ:185)ترجمہ: اللہ کا ارادہ تمارے ساتھ آسانی کا ہے سختی کا نہیں۔

انسانوں کے لئے جسمانی حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے، موسم کی تبدیلی، حالات کے بدلاؤ اور تقدیر میں لکھی بیماری وپریشانی کے سبب اٹھنے بیٹھنے میں فرق پڑتا رہتا ہے۔ نماز چونکہ جسمانی عبادت ہے لہذا اٹھنے بیٹھنے میں پریشانی کے سبب اس کی ادائیگی میں بھی انسانی طاقت کا اعتبار ہوگا اور جس کیفیت میں نماز کی ادائیگی کا متحمل ہوگا اس کیفیت میں نماز ادا کرے گا۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ مجھے بواسیر کا مرض تھا اس لئے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ.(صحيح البخاري:1117)

ترجمہ: کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرو اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر اس کی بھی نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر پڑھ لو۔

یہ حدیث ہمیں بتلاتی ہے کہ جسے نماز میں کھڑے ہونے کی استطاعت نہیں وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے گا اور جو بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا وہ لیٹے لیٹے پہلو پر نماز ادا کر سکتا ہے۔

میں یہاں اس مضمون میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کا طریقہ اور اس سے متعلق چند احکام بیان کرنے والا ہوں، اس لئے اسی مناسبت سے مختصر بات ہوگی اور پہلے دو اہم مسئلے پھر چند احکام ہوں گے۔

پہلا اہم مسئلہ: زمین پر بیٹھ پر نماز پڑھنے کی صورت

اس مسئلے میں سب سے پہلا یہ سوال ہوگا کہ وہ کون سی حالت ہے جب نمازی زمین پر بیٹھ کر نماز ادا کرے گا؟ تو اس کا جواب اوپر گزری حدیث میں موجود ہے کہ جب کوئی اپنے پیروں پر کھڑے ہونے سے عاجز و معذور ہو تو وہ زمین پر بیٹھ کر نماز ادا کرے گا۔ اب اس بابت دوسرا سوال یہ ہے کہ زمین پر بیٹھنے، رکوع کرنے اور سجدہ کرنے کی کیفیت کیا ہوگی؟

زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ نمازی حالت قیام میں سرین کے بل چار زانوں ہو کر بیٹھے یعنی اپنی دونوں پنڈلیوں کو رانوں کے ساتھ اکٹھی کرے۔ یہی کیفیت رکوع اور رکوع کے بعد قیام میں ہوگی کیونکہ یہ قیام کے محل میں ہے پھر زمین پر سجدہ کرے اور دو سجدہ میں بیٹھتے وقت افتراش پر عمل کرے جس طرح قعدہ اولی میں بیٹھتے ہیں بلکہ قعدہ بھی اسی طرح کرے۔

دوسرا اہم مسئلہ: کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت

کرسی پر نماز پڑھنے کی مختلف صورتیں ہیں، یہ صورتیں مریض کی استطاعت پر منحصر ہیں۔ نماز میں قیام، رکوع اور سجدہ یہ تینوں ارکان ہیں۔ کرسی پر نماز پڑھنے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ اگر مریض کھڑے ہونے سے معذور ہے مگر رکوع وسجدہ کر سکتا ہے تو قیام کے وقت کرسی پر بیٹھے، رکوع اور سجدہ کو اپنی اصل صورت میں بجالائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مریض قیام کی استطاعت رکھتا ہے مگر رکوع وسجود کی ادائیگی اصل صورت میں ادا نہیں کر سکتا ہے تو کھڑے ہو کر قیام کرے، رکوع اور سجود کی جگہ کرسی کا استعمال کرے۔ رکوع میں سر کو تھوڑا جھکائے اور سجدہ میں سر کو رکوع سے زیادہ جھکائے۔ اس میں مزید تفاصیل ہیں جو مفصل کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

صف میں کرسی رکھنے کی کیفیت:

جب نمازی شروع سے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھے اس وقت کرسی صف کی جگہ میں ایسے رکھے کہ اس کی پشت نمازیوں کے قدموں کے برابر ہو گویا کرسی کا پچھلا حصہ نمازیوں کی ایڑی کے برابر ہو لیکن اگر نمازی قیام اصلی صورت میں کرے اور رکوع وسجود کرسی پر کرے تو کرسی پیچھے کرنی ہوگی تاکہ سارے نمازیوں کی طرح قدم سے قدم ملا کر کھڑا ہو سکے۔ یہ صورت کرسی کی وجہ سے ذرا مشکل ہے اس لئے نماز پڑھنے کے لئے ایسی جگہ کھڑے ہونے کا انتخاب کرے جہاں پیچھے نمازی کو تکلیف نہ ہو۔

زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنا افضل ہے یا کرسی پر؟

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ بیمار کے لئے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا افضل ہے یا زمین پر بیٹھ کر؟ میرے علم کی حد تک اس مسئلے میں افضلیت کا سوال پیدا نہیں ہوتا بلکہ جواز وعدم جواز کا مسئلہ ہے۔ اگر کوئی قیام کی طاقت نہ رکھے مگر اصلی شکل میں رکوع اور سجدہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو اس کے لئے رکوع و سجود کے لئے کرسی کا استعمال جائز نہیں ہے اور اسی طرح رکوع و سجود میں معذور ہے مگر قیام کر سکتا ہے تو قیام کے لئے کرسی کا استعمال جائز نہیں ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ کرسی پر نماز اپنی اصلی صورت میں نہیں ہے بلکہ عدم قدرت کی وجہ سے شریعت کی جانب سے سہولت وبدیل ہے بطور خاص سجدہ جس میں سات اعضاء زمین پر ہونا چاہیئے، یہ کیفیت نہیں پائی جاتی۔ اگر کوئی کرسی پر بیٹھ کر نماز ادا کرے اور زمین پر سجدہ کی استطاعت کے باوجود اشارے سے سجدہ کرے تو یہ عمل جائز نہیں ہے۔

امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی کیسے نماز پڑھے؟

بہتر ہے کہ مریض امامت نہ کرائے تاکہ اس مریض کو اور اس کے پیچھے دیگر نمازی کو تکلیف نہ ہو تاہم اس کی امامت میں نماز جائز ہے۔ جب کوئی امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھائے تو اس کے پیچھے نمازی بھی بیٹھ کر نماز پڑھے کیونکہ مقتدی کو امام کی متابعت کا حکم دیا گیا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: وإذا صلى قاعدًا فصلوا قعودًا أجمعون (صحیح مسلم: 411) ترجمہ: اور جب امام نماز بیٹھ کر پڑھائے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔

بعض علماء مقتدی کے لئے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے قائل ہیں مگر قوی موقف بیٹھ کر پڑھنا ہی جیسا کہ فرمان رسول سے ظاہر ہوتا ہے البتہ مقتدی نے کھڑے ہو کر بھی نماز ادا کرلی تو اس کی نماز صحیح ہے۔

قدرت رکھتے ہوئے نفل بیٹھ کر پڑھنا اور اس کا اجر

جس کو قدرت ہے وہ فرض نماز بیٹھ کر ادا نہیں کر سکتا ہے، اور اگر ایسا کرے گا تو اس کی وہ نماز نہیں ہوگی لیکن قدرت رکھنے کے باوجود نفل نماز بیٹھ کر ادا کی جاسکتی ہے اور اس صورت میں کھڑے ہونے کے مقابلے میں آدھا اجر ملے گا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خرج فرأى أُناسًا يصلُّونَ قعودًا فقال صلاةُ القاعدِ علَى النِّصفِ من صلاةِ القائمِ (صحیح ابن ماجہ: 1022)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم گھر سے نکلے تو دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھ کر نماز ادا کررہے ہیں تو فرمایا بیٹھ کر نماز ادا کرنے والے کو قیام کرنے والے کی نسبت آدھا اجر ملے گا۔

اس لئے بندوں کو چاہئے کہ نوافل کھڑے ہو کر ادا کریں تاکہ پورا پورا اجر ملے۔

بیمار اگر فرض نماز بیٹھ کر پڑھے تو کیا آدھا اجر ملے گا؟

بیمار اگر بیٹھ کر نماز پڑھے تو اسے مکمل اجر ملے گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے : إذا مرضَ العبدُ ، أو سافرَكُتِبَ له مثلُ ما كان يعملُ مُقيمًا صحيحًا (صحيح البخاري:2996)

ترجمہ: جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر کرتا ہے تو اس کے لیے ان تمام عبادات کا ثواب لکھا جاتا ہے جنہیں اقامت یا صحت کے وقت یہ کیا کرتا تھا۔

سجدہ سے متعلق دو سوالوں کے جواب

پہلا سوال: آج کل مساجد میں مریضوں کے لئے نماز کی ادائیگی کی خاطر کرسیاں رکھی ہوتی ہیں اور اس کے آگے تختی لگی ہوتی ہے، نمازی جب سجدہ کرتا ہے تو وہ اس تختی پر سجدہ کرلیتا ہے, اس عمل کی شرعی حثیت کیا ہے؟

جواب: شیخ صالح فوزان نے ایسی کرسی پر سجدہ کرنا ناجائز کہا ہے جس میں سجدہ کے لئے آگے تختی لگی ہو۔ان کا استدلال ہے کہ نبی ﷺ نے ایک مریض کو تکیہ پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو اسے پھینک دیا۔اس لئے کرسی پر نماز پڑھنے والے مریض کو چاہئے کہ اگر زمین پر سجدہ کرنے کی قدرت رکھتا ہو تو زمین پر سجدہ کرے ورنہ کرسی پر ہی رکوع کے مقابلے میں ذرا زیادہ جھک کر سجدہ کرے۔

دوسرا سوال: ایسا گدا جو نرم ملائم اور اونچا ہو اس پر نماز پڑھنا جائز ہے کہ نہیں؟

جواب: گرمی وسردی یا دھول مٹی سے بچنے کے لئے قالین، چٹائی اور ہلکے گدے پر نماز پڑھنا جائز ہے۔ نبی ﷺ سے چٹائی پر نماز پڑھنا اور صحابہ کرام کا اپنے دامن پر سجدہ کرنا صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:كان النبيُّ صلى الله عليه وسلم يُصلِّي على الخُمْرَةِ (صحيح البخاري:381)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کھجور کی چٹائی پر نماز پڑھتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:كنا نُصلي مع النبيِّ صلى الله عليه وسلم ، فيضعُ أحدُنا طَرَفَ الثوبِ ، من شدةِ الحرِّ ، في مكانِ السجودِ.(صحيح البخاري:385)

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تو ہم میں سے ہر آدمی گرمی سے بچنے کے لیے اپنے کپڑے کے دامن پر سجدہ کرتا۔

زیادہ اونچے اور اسفنج کے موٹے گدا سے پرہیز کرے یعنی خفیف قسم کا گدا استعمال کرے جس پر سجدہ کرنے سے پیشانی کو زمین پر استقرار ہو۔

ایک اہم انتباہ

آج کل مساجد میں بڑی تعداد میں کرسیاں رکھی ہوتی ہیں، لوگوں کو کرسی کے مسائل کا علم کم ہوتا ہے اور محض معمولی پریشانی میں بھی دیکھا دیکھی مکمل نماز کرسی پر ہی ادا کرتے ہیں اس لئے ائمہ مساجد لوگوں کو کرسی پر نماز پڑھنے کی کیفیت و مسائل سے آگاہ کرے اور اس سلسلے میں دوسری صف اور دائیں و بائیں نمازیوں کو تکلیف نہ ہو اس کے لئے مناسب کرسی اور مناسب جگہ متعین کرے۔

BACK

سجدے کی حالت میں دونوں پیر کو ہٹائے رکھنا سنت ہے

نماز چونکہ تعبدی امر ہے اور رات و دن میں پانچ وقت فرض ہے، ان کے علاوہ بہت ساری سنن و نوافل ہیں۔ اس لئے احادیث میں نماز کی مکمل تفصیلات ملتی ہیں۔ قیام، رکوع، سجود کے مسائل بالکل واضح ہیں۔ کہیں کہیں فہم نصوص میں اختلاف کے سبب بعض مسائل میں اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے جیسا کہ سجدے کی حالت میں قدموں کو ملانے اور نہ ملانے کا مسئلہ ہے۔

سجدے کی حالت میں پیر ملانے کے متعلق اہل علم کے درمیان دو رائیں پائی جاتی ہیں۔

(1) ایک تو یہ ہے کہ دونوں پیر ملا کے رکھنا چاہئے۔

(2) دوسری یہ کہ دونوں پیر کو جدا رکھنا چاہئے۔

کیفیت نماز خصوصاً صف بندی اور سجدے کے مسائل کا جب احادیث کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ سجدے کی حالت میں دونوں پیر کو جدا جدا رکھنا ہی مسنون ہے۔ اس کے مختلف دلائل ہیں۔

(1) نماز کی اس قدر اہمیت وفضیلت اور دن ورات میں بار بار نماز آنے کی وجہ سے صحابہ کرام نے نبی ﷺ کی نماز کی مکمل کیفیت بتلائی ہیں جن میں کہیں یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ ﷺ نماز میں سجدے کی حالت میں دونوں پیر ملا کے رکھا کرتے تھے۔

(2) جس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ سجدے میں دونوں پیر ملانا چاہئے اس میں پیر ملانے والے الفاظ کی زیادتی راوی کی طرف سے ہے جو نا قابل استدلال ہے۔

(3) نماز میں قدم سے قدم اور ٹخنے سے ٹخنہ ملانے والی احادیث دلالت کرتی ہیں کہ سجدے کی حالت میں پیر جدا جدا رکھا جائے، حدیث دیکھیں۔

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف اپنا رخ کیا اور فرمایا:

أقيموا صفوفكم ثلاثا والله لتقيمن صفوفكم أو ليخالفن الله بين قلوبكم قال فرأيت الرجل يلزق

منكبه بمنكب صاحبه وركبته بركبة صاحبه وكعبه بكعبه(صحيح أبي داود: 662)

ترجمہ: اپنی صفیں برابر کرلو۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تین بار فرمایا۔ قسم اللہ کی ! (ضرور ایسا ہوگا کہ) یا تو تم اپنی صفوں کو برابر رکھوگے یا اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں مخالفت پیدا کردے گا۔سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے کے ساتھ ،اپنے گھٹنے کو اپنے ساتھی کے گھٹنے کے ساتھ اور اپنے ٹخنے کو اپنے ساتھی کے ٹخنے کے ساتھ ملا کر اور جوڑ کر کھڑا ہوتا تھا۔

یہ حدیث تقاضہ کرتی ہے کہ نمازی جس طرح قیام میں قدم کو الگ الگ رکھا تھا اسی طرح رکوع میں بھی الگ الگ رکھے لہذا سجدہ میں بھی یہی کیفیت رہے گی کیونکہ سجدے میں الگ سے کوئی حکم نہیں ہے۔

(4)سجدے کی سنت میں سے ہے کہ دونوں بازو پہلو سے الگ رہے، پیٹ رانوں سے الگ رہے اور دونوں ہاتھوں کے درمیان کشادگی رہے جو پہلو اور ران سے الگ ہو۔اس سے لازم آتا ہے کہ دونوں قدم بھی جدا جدا رہے۔

بخاری شریف کی حدیث ہے:

كان النبيُّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم إذا سَجَدَ فَرَّجَ بين يَدَيهِ حتى نَرَى إبْطَيْهِ.(صحيح البخاري: 3564)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو اپنے بازوؤں کے درمیان اس قدر کشادگی کردیتے کہ دونوں بغلوں کی سفیدی ظاہر ہونے لگتی تھی۔

عباس بن سہل ساعدی نے سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی اور کہا:

وإذا سجدَ فرَّجَ بينَ فخِذيْهِ غيرَ حاملٍ بطنَهُ على شيءٍ من فخذيْه(ابوداؤد: 735)

ترجمہ: جب سجدہ کیا تو اپنی رانوں کو کشادہ رکھا اور پیٹ کو رانوں سے نہ لگایا۔

گوکہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر سجدے میں دونوں رانوں کو الگ الگ اور پیٹ سے جدا رکھنا مسنون ہے،اس سنت پہ شوکانی رحمہ اللہ نے اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے۔

علامہ شوکانی نے کہا ہے "فرّج بین فخذیہ "یعنی دونوں رانوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں کے درمیان تفریق کرے۔اور اصحاب شافعی نے کہا کہ دونوں پیر کے درمیان ایک بالشت جدائی رکھے۔(نیل الأوطار:2/297) .

نووی رحمہ اللہ نے کہا: امام شافعی اور اصحاب شافعی نے کہا کہ سجدہ کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ دونوں گھٹنوں

اور دونوں قدموں کے درمیان جدائی کرے۔ قاضی ابوالطیب نے اپنی تعلیق میں کہا: ہمارے اصحاب نے کہا کہ دونوں قدم کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہے۔(المجموع:407/3)

(5) نبی ﷺ نے سجدہ میں اعتدال کا حکم دیا ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

اعْتَدِلوا في السُّجودِ، ولا يَبسُطْ أحَدُكم ذِراعَيهِ انبِساطَ الكَلبِ .(صحيح البخاري:822)

ترجمہ: سجدہ میں اعتدال کو ملحوظ رکھو اور اپنے بازو کتوں کی طرح نہ پھیلایا کرو۔

یہ اعتدال پیر سے پیر ملانے پر نہیں پیدا ہوگا بلکہ جس طرح قیام ورکوع میں تھا اسی طرح باقی رہنے پر ہوگا۔

قدم ملانے والی حدیث کا جواب

سجدہ کی حالت میں دونوں پاؤں کو ملا کر رکھنے والی ایک حدیث ملتی ہے اس کے الفاظ اس طرح سے ہیں۔

فوجَدْتُه ساجدًا راصًّا عقِبَيْه مستقبِلًا بأطرافِ أصابعِه للقِبلةِ۔

ترجمہ: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدے کی حالت میں اس طرح پایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایڑیوں کو ملانے والے اور اپنی انگلیوں کے سروں کو قبلہ رخ کرنے والے تھے۔

اس حدیث امام ابن خزیمہ، امام حاکم، امام بیہقی اور امام ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

اولا: یہ حدیث صحیح احادیث کے مخالف ہے، شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث محل نظر ہے، بظاہر یہ شاذ اور صحیح احادیث کے مخالف ہے۔(فتاوی نور علی الدرب لابن باز:294/8)

یہی وجہ ہے کہ صحیح مسلم میں یہ روایت موجود ہے مگر قدم ملانے کی زیادتی نہیں ہے۔روایت دیکھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

فقدتُ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم ليلةً من الفراشِ فالتمستُه فوقعتْ يدي على بطنِ قدميْه وهو في المسجدِ وهما منصوبتانِ وهو يقول:" اللهم أعوذُ برضاك من سخطِك, وبمعافاتِك من عقوبتِك , وأعوذُ بك منك لا أُحْصى ثناءً عليك أنت كما أثنيتَ على نفسِك " .(صحيح مسلم:486)

ترجمہ: ایک رات میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ نہ پایا تو میں نے اپنے ہاتھوں سے آپ کو تلاش کرنا شروع کر دیا، چنانچہ میرا ہاتھ آپ کے پاؤں کو لگا جو سیدھے کھڑے تھے، جب کہ آپ سجدے میں تھے اور پڑھ رہے

تھے "اللھم أعوذُ برضاک من سخطِک, وبمعافاتِک من عقوبتِک, وأعوذُبک منک لا اُحصی ثناءً علیک أنت کما أثنیتَ علی نفسِک"۔

ثانیا: ان ساری روایت میں یحی بن ایوب ضعیف راوی ہیں جن سے کافی منکرات مروی ہیں، لھذا یہ قابل حجت نہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سجدے کی حالت میں دونوں پیر کو الگ الگ رکھا جائے، یہی مسنون عمل ہے۔

[BACK](#)

آخری تشہد کی دعائیں اور احناف

مجھے لوگوں کے ذریعہ معلوم ہوا کہ احناف کے یہاں آخری قعدہ میں دعا کے طور پر قرآن کی صرف یہ آیت پڑھی جاتی ہے:

رَبِّ اجْعَلْنِی مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِی رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَا رَبَّنَا اغْفِرْلِی وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُوْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابِ.(ابراہیم : 40، 41)۔

میں نے بہت تلاش کیا کہ یہ قرآنی آیت کسی حدیث میں مل جائے جو آخری قعدہ میں پڑھنا ہے مگر نہیں ملی۔ فقہ حنفی کی کتاب فتاوی ہندیہ میں دوسری حنفی فقہ "تتارخانیہ" سے نقل کرکے لکھا ہے۔

ویستحب أن یقول المصلي بعد ذکر الصلاۃ في آخر الصلاۃ: رب الجعلني مُقیمَ الصلاۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء ربنا اغفر لي ولوالدي وللموٴمنین یومَ یقومُ الحساب، کذا في التتارخانیہ ناقلاً عن الحجۃ (ہندیۃ: 76/1)

یعنی نمازی کے لئے مستحب ہے کہ وہ نماز کے آخر میں نماز کے ذکر کے بعد "رب الجعلني مُقیمَ الصلاۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء ربنا اغفر لي ولوالدي وللموٴمنین یومَ یقومُ الحساب" پڑھے۔

اس فقہی قول کی بنیاد پہ احناف اپنی عوام کو آخری تشہد میں مذکورہ قرآنی دعا پڑھنے کی تعلیم دیتے ہیں۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ نبی ﷺ اور صحابہ کی نماز میں آخری قعدہ میں کون سی دعا ثابت ہے؟ اس سے پہلے یہ جان لیں کہ آخری قعدہ میں پہلے التحیات پھر درود ابراہیمی پڑھنا ہے۔ اس کے بعد مختلف دعائیں احادیث سے ثابت ہیں انہیں پڑھنا ہے۔ چنانچہ بخاری ومسلم میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے کہا:

علِّمْني الدعاءَ أدْعو به في صلاتي. قال: قل:" اللهمَّ إني ظلمتُ نفسي ظلمًا كثيرًا، ولا يغفرُ الذنوبَ إلا أنت، فاغفرْ لي مغفرةً من عندِك، وارحمْني، إنك أنت الغفورُ الرحيمُ .(صحيح البخاري:834)

ترجمہ: مجھے کوئی دعا سکھا دیں جسے میں اپنی نماز میں مانگا کروں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کہو: " اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَلا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي إِنَّك أَنْت الْغَفُورُ الرَّحِيمُ"(یااللہ! میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم ڈھائے ہیں، اور گناہوں کو تو ہی بخشنے والا ہے، تو میرے

گناہوں کو اپنی طرف سے معاف کر دے، اور مجھ پر رحم فرما، بیشک تو بخشنے والا، اور نہایت رحم کرنے والا ہے)۔

ایک دوسری حدیث میں ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إذا تشهد أحدُكم فليستعذْ باللهِ من أربعٍ . يقولُ : اللهم ! إني أعوذُ بك من عذابِ جهنمَ . ومن عذابِ القبرِ . ومن فتنةِ المحيا والمماتِ . ومن شرِّ فتنةِ المسيحِ الدجالِ (صحيح مسلم:588)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی تشہد پڑھے (بعض روایت میں ہے جب تم میں سے کوئی آخری تشہد سے فارغ ہو) تو چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگے، اور کہے: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ" (یا اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں عذاب جہنم سے، عذاب قبر سے، فتنہ زندگی و موت سے، اور دجال کے فتنے سے)

اوپر تشہد کی دو دعائیں ہو گئیں ایک تیسری دعا مسلم شریف میں وارد ہے کہ نبی ﷺ سب سے آخر میں سلام اور تشہد کے درمیان یہ پڑھتے:

اللهمَّ ! اغفرْ لي ما قدَّمتُ وما أخَّرتُ . وما أسررتُ وما أعلنتُ . وما أسرفتُ . وما أنت أعلمُ به منِّي . أنت المُقدِّمُ وأنت المُؤخِّرُ . لا إله إلا أنتَ(صحيح مسلم:771)

ترجمہ: اے اللہ! میرے اگلے اور پچھلے گناہوں کو بخش دے اور میرے پوشیدہ و ظاہر گناہوں کو بھی بخش دے اور جو میں نے زیادتی کی اور جسے تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے اس کو بھی بخش دے۔ تو ہی پہلے کرنے والا، تو ہی پیچھے کرنے والا، تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

مذکورہ احادیث کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ آخری تشہد میں چار چیزوں سے پناہ مانگا کرتے تھے اور اپنے اصحاب کو اس کا حکم دیتے تھے اس لئے ہمیں بھی آخری تشہد میں التحیات و درود کے بعد چار چیزوں سے اس طرح پناہ مانگنا چاہئے۔

"اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ" (یا اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں عذاب جہنم سے، عذاب قبر سے، فتنہ زندگی و موت سے، اور دجال کے فتنے سے)

اس کے بعد دیگر دعائیں جو میں نے ذکر کی ہیں انہیں پڑھے، ویسے ایک دعا کا پڑھنا بھی کفایت کر جائے گا۔ نیز ان دعاؤں کے بعد دیگر ماثورہ دعائیں بھی پڑھنے کا جواز ملتا ہے۔ چار چیزوں سے پناہ مانگنے والی روایت جو بخاری و مسلم کی ہے ،یہی روایت بیہقی اور سنن نسائی میں بھی ہے جس میں کچھ زیادتی ہے۔ روایت دیکھیں:

چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إذا تشَهدَ أحدُكم فليتعوَّذْ باللَّهِ من أربعٍ ، مِن عذابِ جَهنَّمَ وعذابِ القبرِ وفتنةِ المَحيا والمماتِ ومن شرِّ المَسيحِ الدَّجَّالِ ، ثمَّ يَدعو لنفسِه بما بدا لَه(صحيح النسائي:1309)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی تشہد بیٹھے تو چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگے، عذاب جہنم سے، عذاب قبر سے، زندگی و موت کے فتنے سے، اور مسیح دجال کے شر سے، اسکے بعد اپنے لئے جو چاہے مانگ لے۔

ثمَّ يَدعولنفسِهِ بمابدالَه (اسکے بعد اپنے لئے جو چاہے مانگ لے) کی زیادتی صحیح سند سے ثابت ہے اس لئے قابل استدلال ہے، اس کے علاوہ اور بھی روایات ملتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ہم تشہد میں ماثورہ دعائیں پڑھ سکتے ہیں۔ سب سے اوپر جو قرآنی دعا (رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَا رَبَّنَا اغْفِرْلِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابِ) وہ بھی پڑھ سکتے ہیں مگر احناف نے تشہد اخیر کے لئے جو صرف یہی قرآنی دعا متعین کر دیا ہے اور ان کے متبعین اسی پر تکیہ کئے ہوئے ہیں وہ نماز نبوی ﷺ کے اسوہ کے خلاف ہے۔

BACK

نماز میں سلام پھیرنے کے آداب واحکام

سلام یہ دعائے سلامتی ورحمت ہے اور صرف مسلمانوں کے لئے عام ہے۔کافروں کو سلام نہیں کیا جائے گا۔یہی سلام نماز کا آخری کام ہے،اس کے بعد نماز ختم ہو جاتی ہے۔ نماز میں جو آخری کام سلام ہے نیچے اس کے چند آداب واحکام بیان کئے جارہے ہیں۔

(1)سلام کا حکم:

حنفیہ نے سلام کو واجب کہا ہے مگر جمہور کے نزدیک رکن ہے۔ دلیل سے سلام کا رکن ہونا ہی قوی ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

سیدنا علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مِفتاحُ الصَّلاةِ الطُّهورُ وتحريمُها التَّكبيرُ وتحليلُها التَّسليمُ(صحيح أبي داود:618)

ترجمہ: نماز کی کنجی وضوہے،اس کی تحریم «اللہ اکبر» کہنااوراس کی تحلیل «السلام علیکم» کہنا ہے۔

اللہ اکبر کہنے ہی سے نماز شروع ہوتی ہے اوراس دوران باتیں کرنا یا نماز کے منافی دوسرے اعمال حرام ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اسے تکبیر تحریمہ کہا جاتا ہے اوراس کا اختتام سلام پر ہوتا ہے یعنی سلام سے پابندی ختم ہو جاتی ہے اس لئے اسے تحلیل حلال ہونا کہا گیا ہے۔

اس حدیث کی بنیاد پر نماز میں تکبیر تحریمہ بھی رکن ہے،اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی اور سلام پھیرنا بھی رکن ہے اس کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوگی۔

(2)سلام پھیرنے کا طریقہ:

نماز ایک رکعت والی ہو یا ایک سے زائد رکعت والی،آخری تشہد میں التحیات،درود اور ماثورہ دعائیں پڑھنے کے بعد،سلام شروع کرتے وقت قبلہ رخ ہو اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے دائیں جانب اچھی طرح مڑے اس طرح کہ دائیں جانب والا نمازی اس کے رخسار کو دیکھ لے اور پھر قبلہ رخ ہو کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے بائیں جانب اچھی

طرح مڑے اس طور پر کہ بائیں جانب والا نمازی اس کے بائیں رخسار کو دیکھ لے ،اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ التفات کے وقت نمازی کی نظر اپنے دائیں اور بائیں کندھے پر ہو یا دائیں و بائیں نمازی کی طرف ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے:

أنَّ رسولَ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليْهِ وسلَّمَ كانَ " يسلِّمُ عن يمينِهِ: السَّلامُ عليْكم ورحمةُ اللَّهِ حتَّى يُرى بياضُ خدِّهِ الأيمنِ، وعن يسارِهِ: السَّلامُ عليْكم ورحمةُ اللَّهِ حتَّى يرى بياضُ خدِّهِ الأيسرِ(صحيح النسائي:1324)

ترجمہ: نبی ﷺ اپنے دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرتے (اور کہتے:)[السلام علیکم ورحمۃ اللہ،السلام علیکم ورحمۃ اللہ] حتی کہ دائیں طرف بھی آپ کے رخسار کی سفیدی نظر آتی اور بائیں طرف بھی آپ کے رخسار کی سفیدی نظر آتی۔

بعض لوگوں کا یہ عمل ہے کہ السلام علیکم قبلہ رخ کہتے ہیں اور ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے التفات کرتے ہیں۔ شیخ ابن عثیمین نے اس عمل کو بے بنیاد کہا ہے اور شیخ صالح فوزان نے بھی کہا کہ سلام کے ساتھ ہی التفات ہوگا۔

(3)سلام پھیرتے وقت بعض غلطیاں:

جب سلام کیا جائے تو بدن کو دائیں اور بائیں موڑنے کی ضرورت نہیں ہے جبکہ یہ عمل بعض لوگوں میں پایا جاتا ہے، بالخصوص خواتین میں۔اس عمل کی کوئی حقیقت نہیں ہے، سلام پھیرتے وقت صرف چہرے کا التفات ہے۔ سلام کے وقت ہاتھوں کا اشارہ کرنا بھی غلط ہے جیسا کہ بعض صحابہ کرام بھی ایسا کرتے تھے تو نبی ﷺ نے انہیں منع کیا۔

ایک اہم غلطی یہ ہے کہ عموما برصغیر ہندوپاک میں مقتدی حضرات امام کے ساتھ ہی سلام پھیرنے لگ جاتے ہیں یعنی جیسے ہی امام سلام پھیرنا شروع کرتا ہے مقتدی بھی شروع کردیتے ہیں جبکہ مقتدی کو امام کی متابعت کا حکم ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ امام کے پیچھے پیچھے چلے ،امام کے ساتھ ساتھ یا آگے آگے نہیں۔ بعض لوگ اس عجلت میں سلام پھیرتے ہیں کہ امام کا دوسرا سلام مکمل بھی نہیں ہوتا کہ مقتدی کا دوسرا سلام ختم ہوچکا ہوتا ہے۔سنت یہ ہے کہ جب امام سلام پھیرلے تب مقتدی سلام پھیرے۔

اسی طرح یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ امام جیسے سلام پھیرنا شروع کرے مسبوق (جس کی رکعت چھوٹی ہو) فورا چھوٹی ہوئی

رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے بلکہ جب امام دونوں طرف سلام پھیر لے تب کھڑا ہو۔ بعض اہل علم نے دوسرے سلام کو مستحب کہا ہے ان کی نظر میں اگر کوئی امام کے دوسری جانب سلام پھیرنے سے قبل اتمام رکعت کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے تو اس کی نماز درست ہے مگر اوپر میں نے ذکر کیا ہے سلام پھیرنا نماز کا رکن ہے لہذا جو کوئی امام کے دوسری جانب سلام پھیرنے سے قبل کھڑا ہو جائے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ اس وجہ سے مسبوق کو چاہئے کہ امام کے دونوں سلام کا انتظار کرے پھر کھڑا ہو۔

مقتدی کی ایک غلطی یہ بھی ہے کہ جب امام سلام پھیر رہا ہوتا ہے اس وقت بعد میں آنے والا نمازی جماعت میں شامل ہو جاتا ہے حالانکہ سلام کے ساتھ نماز ختم ہو جاتی ہے اور سلام سے قبل امام کو پائے تو جماعت میں شامل ہونے میں کوئی حرج نہیں تاکہ جماعت سے نماز پڑھنے کا بقیہ اجر حاصل کر سکے گو کہ جماعت کا ثواب پانے کے لئے کم از کم امام کے ساتھ ایک رکعت پانا ضروری ہے۔ جب کوئی نمازی مسجد میں داخل ہو اس حال میں کہ امام سلام پھیر رہا ہے تو رک جائے یہاں تک کہ امام سلام سے فارغ ہو جائے اور وہ الگ سے نماز ادا کرے یا کوئی دوسرا بھی نماز پڑھنے والا ہو تو جماعت بنالے۔

(4) سلام پھیرنے میں التفات کا حکم:

نبی ﷺ سے دائیں اور بائیں دونوں جانب سلام کرتے وقت التفات کرنا ثابت ہے، آپ ﷺ کے اس عمل سے التفات کا مسنون ہونا معلوم ہوتا ہے۔ یہاں ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی سلام کرتے وقت التفات نہ کرے یا التفات کرنا بھول جائے تو نماز ہو گی کہ نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تسلیم (السلام علیکم کہنا) نماز کا رکن ہے، یہ حاصل ہو گیا تو نماز صحیح ہے لیکن چونکہ نبی ﷺ نے حکم فرمایا ہے کہ میری طرح نماز پڑھو اور سلام میں التفات کرنا سنت ہے اس لئے اس کو عمداً نہیں چھوڑا جائے گا۔

(5) فرض نماز میں ایک سلام یا دو سلام؟

شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے کسی نے سوال کیا کہ میں نے ایک شخص کے پیچھے نماز پڑھی، اس نے صرف دائیں جانب سلام پھیرا، کیا ایک سلام پر اکتفا کرنا جائز ہے اور کیا یہ سنت میں وارد ہے؟ تو شیخ نے جواب دیا کہ جمہور اہل علم ایک سلام کو

کافی سمجھتے ہیں اس لئے کہ بعض احادیث ایسی وارد ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں اور بہت سے اہل علم اس جانب گئے ہیں کہ دونوں طرف سلام پھیرنا ضروری ہے کیونکہ نبی ﷺ سے ایسا ہی ثبوت ملتا ہے۔آپ ﷺ کا فرمان ہے: صلوا كما رأيتموني أصلي رواه البخاري في صحيحه۔ ترجمہ: تم اسی طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔اسے بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

یہی قول درست ہے۔اور ایک طرف سلام پھیرنے کو کافی کہنا ضعیف ہے کیونکہ اس بابت وارد احادیث یا تو ضعیف ہیں یا غیر صریح ہیں۔اگر صحیح بھی مان لیں تو شاذ ہو گی اس لئے کہ یہ زیادہ صحیح، زیادہ ثابت اور زیادہ صریح کے مخالف ہو گی، البتہ جو جہالت یا احادیث کی صحت کا اعتقاد رکھتے ہوئے ایسا کرلے تو اس کی نماز درست ہے۔(مجموع فتاوی ومقالات الشیخ ابن باز 166/11)

اور شیخ ابن عثیمین نے کہا کہ اگر ایک سلام پر اکتفا کیا جائے تو کیا کفایت کرے گا؟ شیخ کا جواب یہ ہے علماء کے درمیان اس میں اختلاف ہے، بعض نے کہا کفایت کرے گا اور بعض نے کہا کہ کفایت نہیں کرے گا اور بعض نے کہا کہ نفل میں کفایت کرے گا مگر فرض نماز میں کفایت نہیں کرے گا۔یہ تین اقوال ہیں اور احتیاط اسی میں ہے کہ دونوں طرف سلام پھیرا جائے اس لئے کہ اگر دونوں طرف سلام پھیرا جائے تو کوئی نہیں کہے گا کہ تمہاری نماز باطل ہے اور اگر ایک طرف سلام کرے تو بعض اہل علم کہیں گے کہ تمہاری نماز باطل ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ نبی ﷺ نے اس امر میں احتیاط کرنے کا حکم دیا جس میں دلیل واضح نہ ہو۔(الشرح الممتع 3 /211-212) .

خلاصہ یہ ہوا کہ نماز میں دونوں طرف سلام پھیرا جائے گا اور اگر ایک طرف سلام پھیرنا کفایت نہیں کرے گا۔

لوگوں میں ایک غلط فہمی یہ ہے کہ بائیں جانب شیطان ہوتا ہے اس لئے صرف دائیں جانب ہی سلام کیا جائے، یہ قول مردود و باطل ہے۔

(6)سلام پھیرتے وقت ہم کس سے سلام کرتے ہیں؟

جب آدمی نماز سے سلام پھیرے تو وہ نماز سے باہر ہونے کی نیت کرے، ساتھ ہی حفاظت کرنے والے فرشتوں اور مسجد میں موجود نمازیوں پر سلام کی نیت کرے۔اس طرح یہ سلام نماز سے باہر ہونے کے ساتھ فرشتوں اور نمازیوں کے لئے ہو گا۔اپنے دائیں بائیں بھائی کو سلام کرنے کی دلیل یہ ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الْجَانِبَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَلَامَ تُومِئُونَ بِأَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ؟ إِنَّمَا يَكْفِي أَحَدَكُمْ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى فَخِذِهِ ثُمَّ يُسَلِّمُ عَلَى أَخِيهِ مَنْ عَلَى يَمِينِهِ، وَشِمَالِهِ»(صحيح مسلم: 431)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو ہم کہتے: السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے دونوں جانب اشارہ کیا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے ہاتھوں کے ساتھ اشارہ کیوں کرتے ہو، جیسے وہ بدکتے ہوئے سرکش گھوڑوں کی دُمیں ہوں؟ تم میں سے ہر ایک کے لیے بس یہی کافی ہے کہ اپنے ہاتھ اپنی ران پر رکھے، پھر اپنے بھائی کو سلام کرے جو دائیں جانب ہے اور جو بائیں جانب ہے۔

شیخ ابن عثیمین کہتے ہیں کہ اگر کہا جائے کہ سلام کس کے اوپر ہے تو جواب یہ ہے کہ اگر جماعت سے نماز پڑھنے والے ہوں تو یہ سلام ان کے لئے ہے اور اکیلے بغیر جماعت کے ہو تو یہ سلام دائیں بائیں موجود فرشتوں کے لئے ہے۔ (الشرح الممتع:3/208).

ایک شبہ کا ازالہ: مسلم شریف کی مذکورہ حدیث سے احناف نماز میں عدم رفع یدین کی دلیل پکڑتے ہیں جبکہ یہ حدیث سلام کے باب میں سلام کرنے سے متعلق ہے۔ اس کا رکوع میں جاتے ہوئے یا اٹھتے وقت رفع یدین سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے امام نسائی اور امام ابوداؤد وغیرہ نے یہ حدیث سلام کے باب میں لایا ہے۔

(7) سلام کے وقت ہوا خارج ہونا:

اگر سلام پھیرنے سے قبل ہوا خارج ہوگئی تو نماز باطل ہوگئی پھر سے وضو بنا کر نئے سرے سے نماز ادا کرنی ہوگی لیکن اگر پہلا سلام پھیرنے کے بعد دوسرے سلام سے قبل ہوا خارج ہوئی تو اس میں اختلاف ہے جنہوں نے نماز میں ایک سلام کو کافی مانا ہے تو ان کی نظر میں نماز صحیح ہے اور جنہوں نے نماز میں ایک سلام کو کافی نہیں مانا ہے ان کی نظر میں نماز باطل ہوگئی۔ دلائل سے قوی یہی معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں ایک سلام کفایت نہیں کرے گا اس وجہ سے پہلے

سلام کے بعد دوسرے سلام سے قبل ہوا خارج ہونے پر وضو بنا کر پھر سے نماز دہرائے۔ سنت کے خلاف احناف کا فتوی یہ ہے کہ سلام کے وقت یا اس سے قبل ہوا خارج ہونے یا نماز کے منافی کام کرنے سے نماز ہو جاتی ہے۔

(8)صرف السلام علیکم کہنا یا آخر میں برکاتہ کا اضافہ کرنا:

تسلیم کا اطلاق کم سے کم السلام علیکم پر ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے نماز کی تحریم اللہ اکبر ہے اور اس کی تحلیل تسلیم یعنی السلام علیکم کہنا ہے اس لئے کوئی محض السلام علیکم بھی کہتا ہے تو بھی کفایت کر جائے گا۔ مسلم شریف کے الفاظ ہیں : وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلَاةَ بِالتَّسْلِيمِ(صحیح مسلم :783)یعنی اور نماز کو سلام پر ختم کرتے تھے۔

اس بات کی ایک واضح دلیل سنن نسائی میں ہے جس میں صرف السلام علیکم کا ذکر ہے۔ حضرت جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے ،انھوں نے فرمایا:

كنَّا نصلِّي خلفَ النَّبيِّ صلَّى اللَّهُ عليْهِ وسلَّمَ فنسلِّمُ بأيدينا فقالَ ما بالُ هؤلاءِ يسلِّمونَ بأيديهم كأنَّها أذنابُ خيلٍ شُمسٍ أما يَكفي أحدُهم أن يضعَ يدَهُ على فخذِهِ ثمَّ يقولَ السَّلامُ عليْكُم السَّلامُ عليْكُم(صحيح النسائي:1184)

ترجمہ: ہم نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو ہاتھوں سے سلام کرتے تھے۔آپ نے فرمایا:انھیں کیا ہوا ہے کہ ہاتھوں سے سلام کر رہے ہیں گویا کہ وہ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں؟ کیا انھیں کافی نہیں کہ اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر رکھے رہیں اور (زبان سے) کہہ دیں:[السلام علیکم،السلام علیکم]۔

یہ روایت نیل الاوطار میں بھی ہے،اس میں علامہ شوکانیؒ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ "ثمَّ يقولَ السَّلامُ عليْكُم" دلیل ہے کہ کوئی ورحمۃ اللہ نہ کہے تو بھی کفایت کر جائے گا۔

جہاں تک وبرکاتہ کی زیادتی ہے تو وائل بن حجر سے ابوداؤد میں دائیں جانب سلام پھیرنے میں مکمل جملہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور بائیں جانب سلام پھیرنے میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ آیا ہے۔ چنانچہ جناب علقمہ بن وائل اپنے والد سے بیان کرتے ہیں:

صلَّيتُ معَ النَّبيِّ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ فَكانَ يسلِّمُ عن يمينِهِ السَّلامُ عليكم ورحمةُ اللَّهِ وبرَكاتُهُ وعن شمالِهِ السَّلامُ عليكم ورحمةُ اللَّهِ(صحيح أبي داود:997)

ترجمہ: میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ ﷺ اپنی دائیں طرف سلام پھیرتے تو «السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ» کہتے اور اپنی بائیں طرف «السلام علیکم ورحمۃ اللہ» کہتے۔

اسی حدیث کی بنیاد پر بعض اہل علم نے ورحمۃ اللہ کی زیادتی کا جواز تسلیم کیا ہے کیونکہ یہ حدیث علامہ البانی سمیت حافظ ابن حجر اور علامہ نووی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانی نے صرف دائیں جانب وبرکاتہ کی زیاتی کو صحیح کہا ہے۔(دیکھیں تمام المنۃ: 171)جبکہ بلوغ المرام اور المجموع میں جس روایت کو حافظ اور امام نووی نے صحیح کہا ہے وہاں دونوں جانب وبرکاتہ ہے۔ بہر کیف افضل واولی یہی ہے کہ سلام پھیرتے وقت السلام علیکم ورحمۃ اللہ پر اکتفا کرے کیونکہ آپ ﷺ کا اکثر وبیشتر عمل یہی ہے لیکن کبھی کبھار وبرکاتہ بھی کہہ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(9)نماز جنازہ میں ایک سلام اور دو سلام:

شیخ البانی احکام الجنائز میں عطاء بن سائب سے روایت لائے ہیں اور اس کی سند کو حسن قرار دئے ہیں :

أنَّ رسولَ اللَّهِ صلَّى اللهُ علَيهِ وسلَّمَ صلَّى علَى جنازةٍ ، فكَبَّرَ عليها أربعًا ، وسلَّمَ تسليمةً واحدةً ۔(احکام الجنائز:163)

ترجمہ: نبی ﷺ نے جنازہ کی نماز پڑھی پس اس میں چار تکبیرات کہی اور صرف ایک طرف سلام پھیرا۔

ایک سلام والی روایات کی وجہ سے بعض اہل علم نے نماز جنازہ میں صرف ایک طرف سلام پھیرنے کو سنت کہا ہے تاہم یہ بھی کہتے ہیں دونوں جانب سلام پھیرنا بھی جائز ہے۔ شیخ ابن عثیمین کہتے ہیں کہ نماز جنازہ میں صرف دائیں جانب ہی سلام پھیرنا ہے لیکن اگر کوئی دائیں اور بائیں دونوں جانب سلام پھیرتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے اس معاملہ میں وسعت ہے اس بابت نبی ﷺ کے متعلق اثر آیا ہے کہ آپ بائیں طرف بھی سلام پھیرتے تھے۔(فتاوی نور علی الدرب)

شیخ البانی نے کہا ہے کہ نماز جنازہ میں دو سلام ہے اور بعض لوگوں نے جو ایک سلام کو نماز جنازہ کے ساتھ خاص کیا ہے سنت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ وہ فرض نمازوں اور جنازہ کے سلام میں فرق نہیں کرتے البتہ مزید یہ کہتے ہیں

فرض نمازوں کی طرح جنازہ کی نماز میں ایک طرف سلام پھیرنے پر اکتفا کرنا جائز ہے لیکن فرض نماز اور نماز جنازہ میں افضل دو سلام ہے۔(فتاوی الالبانی، جمع و ترتیب ابو عبدالرحمن عادل بن سعد)

خلاصہ یہ ہے کہ نماز جنازہ میں ایک طرف اور دونوں طرف سلام پھیرنا جائز ہے۔

BACK

عیدین کی نماز کا مسنون وقت

عیدالفطر کی نماز یکم شوال اور عیدالاضحی کی نماز دس ذوالحجہ کو ادا کی جائے گی،ان دونوں نمازوں کا وقت فجر کی نماز کے بعد جواز کا وقت ہے جو سورج نکل جانے کے بعد سے شروع ہوتا ہے زوال تک یعنی ظہر کے وقت سے کچھ پہلے تک رہتا ہے۔دونوں عید کی نماز کا وقت ایک ہی ہے اور ان دونوں کے اوقات میں صحیح حدیث سے کوئی فرق ثابت نہیں ہوتا ہے۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ جب سورج ایک یا دو نیزہ بلند ہو جائے تو نماز ادا کریں،یہ حکم جہاں عام نفل نمازوں کے لئے ہے وہیں نماز عیدین کے لئے بھی ہے۔

سیدنا عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قلتُ يا رسولَ اللَّهِ أيُّ اللَّيلِ أسمَعُ قالَ جوفُ اللَّيلِ الآخرُ فصلِّ ما شئتَ فإنَّ الصَّلاةَ مشْهودةٌ مَكتوبةٌ حتَّى تصلِّيَ الصُّبحَ ثمَّ أقصر حتَّى تطلعَ الشَّمسُ فترتفعَ قيسَ رمحٍ أو رمحينِ فإنَّها تطلعُ بينَ قرني شيطانٍ ويصلِّي لَها الْكفَّارُ ثمَّ صلِّ ما شئتَ فإنَّ الصَّلاةَ مشْهودَةٌ مَكتوبةٌ حتَّى يعدلَ الرُّمحُ ظلَّهُ(صحيح أبي داود:1277)

ترجمہ:میں نے کہا:اے اللہ کے رسول!رات کا کون سا حصہ زیادہ مقبول ہوتا ہے؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:آخر رات کا درمیانی حصہ،سو جس قدر جی چاہے نماز پڑھو۔بیشک نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور اس کا اجر لکھا جاتا ہے حتیٰ کہ فجر پڑھ لو۔پھر رک جاؤ حتیٰ کہ سورج نکل آئے اور ایک یا دو نیزوں کے برابر اونچا آجائے۔بیشک یہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور اس وقت کفار اس کی عبادت کرتے ہیں۔پھر نماز پڑھتے رہو،بیشک نماز میں فرشتے حاضر ہوتے اور اس کا اجر لکھا جاتا ہے حتیٰ کہ نیزے کا سایہ اس(نیزے)کے برابر ہو جائے(یعنی دوپہر ہو جائے اور کوئی زائد سایہ باقی نہ رہے)

مذکوہ بالا حدیث کے چند اہم مستفادات مندرجہ ذیل ہیں۔

(1)اس حدیث میں قیس رمح کا لفظ سمجھنے والا ہے، کہیں پر یہی لفظ قید رمح اور کہیں قدر رمح آیا ہے، معانی ایک ہی ہیں۔ رمح کا اردو ترجمہ نیزہ کیا جاتا ہے جس کی لمبائی بارہ بالشت بتائی جاتی ہے۔ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ رمح والی بحث پہ لکھتے ہیں کہ جب سورج طلوع ہو تو اسے دیکھو جب وہ "قدر رمح" یعنی ایک میٹر آنکھوں سے لمبائی کے برابر بلند ہو جائے تو ممانعت کا وقت نکل گیا۔ وقت کے حساب سے اس کا اندازہ بارہ منٹ سے دس منٹ تک ہو گا بس، زیادہ لمبا نہیں۔ تاہم احتیاطا پونہ گھنٹہ (پندرہ منٹ) زیادہ کر لیا جائے تو ہم کہیں گے کہ سورج نکلنے کے پندرہ منٹ بعد ممنوع وقت ختم ہو جاتا ہے۔(الشرح الممتع:113/4)

(2)اس حدیث سے ایک بات یہ بھی معلوم ہو رہی ہے کہ فجر کے بعد نمازوں کا وقت یہ ہے کہ سورج نکل کر کم از کم ایک میٹر بلند ہو جائے جس میں دس سے پندرہ منٹ لگتا ہے خواہ نفلی ہو یا عیدین کی البتہ چھوٹی ہوئی نماز یا اسباب والی نماز ممنوع اوقات میں بھی ادا کر سکتے ہیں۔

(3)سورج ایک نیزہ بلند ہو جانے سے ممنوع وقت ختم ہو جاتا ہے اب اس وقت سے لیکر زوال تک نوافل ادا کر سکتے ہیں ،اسی طرح اس درمیان عیدین کی نماز بھی ادا کر سکتے ہیں۔

(4)نماز عید کا اول وافضل وقت اس کا ابتدائی وقت ہے جو کہ سورج کا ایک نیزہ بلند ہونا ہے تاہم اس سے متاخر کر کے پڑھنے سے بھی نماز ہو جائے گی یعنی عیدین کی نماز پڑھنے کا انتہائے وقت (وقت جواز) زوال تک ہے۔

(5)سورج کے طلوع کا وقت شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع کا وقت ہوتا ہے جب شیطان کے پجاری اس کی پوجا کر رہے ہوتے ہیں اس لئے نبی ﷺ نے سورج طلوع ہونے کے وقت کوئی نماز ادا کرنے سے منع کیا ہے۔

مذکورہ حدیث سے ہمیں اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ عیدین کی نماز کو اول وقت یعنی سورج ایک نیزہ بلند ہو جانے کے وقت ادا کرنا افضل ہے،اس کی صراحت ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

جناب یزید بن خمیر الرجی بیان کرتے ہیں:

خرجَ عبدُ اللَّهِ بنُ بُسْرٍ صاحبُ رسولِ اللَّهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ معَ النَّاسِ في يومِ عيدِ فطرٍ أو أضحَى فأنكرَ إبطاءَ الإمامِ فقالَ إنَّا كنَّا قد فرغنا ساعتَنا هذِه وذلِك حينَ التَّسبيحِ(صحيح أبي داود:1135)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ صحابئ رسول لوگوں کے ساتھ عید فطر یا عید اضحیٰ کے لیے تشریف لائے تو امام کے تاخیر کردینے کو انہوں نے ناپسند کیا اور کہا کہ ہم تو اس وقت فارغ ہوچکے ہوتے تھے یعنی اشراق کے وقت۔

اس حدیث سے جہاں اول وقت میں عید کی نماز ادا کرنے کا علم ہوتا ہے وہیں اس بات کا بھی علم ہوتا ہے کہ زوال سے قبل اول وافضل وقت کے بعد بھی ادا کی گئی نماز ہوجاتی ہے کیونکہ کچھ تاخیر سے عید کی نماز ادا کرنے کو عبداللہ بن بسر رضی اللہ نے بس ناپسند کیا۔ یہاں ایک اور بات یہ معلوم ہوئی کہ عیدالفطر اور عیدالاضحی کا وقت رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک ہی تھا۔

بعض علماء نے عیدالفطر کی نماز معمولی تاخیر سے اور عیدالاضحی کی نماز جلدی ادا کرنے کو کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عید الفطر کے دن اہم کاموں میں سے ایک کام فطرانہ کی ادائیگی ہے جس کا وقت نماز عیدالفطر سے قبل ہے، اگر اس نماز میں کچھ تاخیر کردی جائے تو فطرانہ کی ادائیگی میں لوگوں کو سہولت ہوجائے گی۔ اور عیدالاضحی کے دن اہم کاموں میں سے ایک اہم کام قربانی کرنا ہے جس کا وقت عیدالاضحی کی نماز کے بعد ہے۔ اگر جلدی اول وقت پہ اس نماز کو ادا کرلی جائے تو قربانی دینے اور اس کا گوشت کھانے کھلانے اور تقسیم کرنے میں لوگوں کو آسانی ہوگی۔

یہ فرق جید علماء سے بھی منقول ہے، اس پہ عمل کرنے میں حرج کی بات نہیں ہے کیونکہ نماز اس کے جواز کے وقت میں ہی ادا کی جاتی ہے تاہم میری ناقص نظر سے عیدالفطر میں تاخیر سے خاصا فرق نہیں پڑتا کیونکہ فطرانہ کا افضل وقت عید کا چاند نکلنے سے ہی شروع ہوجاتا ہے جبکہ وقت جواز کے حساب سے عید سے ایک دودن پہلے ہی لوگ فطرانہ دے سکتے ہیں۔ نماز میں تاخیر کرنے سے لوگ فطرانہ ادا کرنے میں قصدا تاخیر کرتے ہیں، اگر نماز میں تاخیر نہ ہو تو لوگ وقت سے ادا کردیں گے اس لئے عیدالفطر کی نماز بھی اول وقت پر ہی ادا کی جائے تو اولی وافضل ہے۔ اوپر نماز عید میں تاخیر کرنے پر صحابی رسول عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی ناپسندیدگی آپ نے پڑھی ہی ہے۔ عیدالفطر اور عیدالاضحی کے وقتوں میں فرق سے متعلق مجھے کوئی صحیح روایت نہیں ملی۔

(1)ایک روایت اس طرح سے آئی ہے۔

كان النبيُّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ يُصلِّي بنا يومَ الفطرِ والشمسُ على قيدِ رُمحيْنِ والأضحَى على قيدِ رُمْحٍ(ارواء الغليل: 101/3)

ترجمہ: نبی ﷺ ہمیں عیدالفطر کی نماز دو نیزے کے برابر سورج ہونے پر پڑھاتے اور عیدالاضحی کی نماز اس وقت پڑھاتے جب سورج ایک نیزہ پر ہوتا۔

شیخ البانی اس حدیث کے متعلق کہتے ہیں کہ اس میں معلی بن ہلال کے کذب پر سارے نقاد کا اتفاق ہے۔ دیکھیں ارواء الغلیل کا مذکورہ حوالہ۔

(2)ایک دوسری روایت اس قسم کی ہے۔

أنَّ رسولَ اللهِ - صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّم - كتب إلى عمرو بنِ حَزْمٍ وهو بِنَجْرانَ : عَجِّلِ الأضحى وأَخِّرِ الفِطرَ وذَكِّرِ الناسَ۔

ترجمہ: بے شک اللہ کے رسول ﷺ نے والی نجران عمرو بن حزم کو لکھا کہ وہ عیدالاضحی میں جلدی اور عیدالفطر میں تاخیر کریں اور لوگوں کو (خطبہ میں) نصیحت کریں۔

یہ مرسل روایت ہے جسے امام شافعی نے بیان کیا ہے اور شیخ البانی نے کہا کہ اس میں مہتم روای ہے۔ دیکھیں (تخریج مشکاۃ المصابیح: 1394)

کبھی کبھی عید کی اطلاع زوال کے بعد ہوتی ہے اور ہمیں اوپر معلوم ہوا کہ نماز عیدین زوال تک ہی پڑھی جاسکتی ہیں لہذا اس صورت میں روزہ توڑ دینا چاہئے اور اگلے دن نماز عید پڑھنا چاہئے۔

جناب ابوعمیر بن انس اپنے چچوں سے، جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تھے، بیان کرتے ہیں:

أنَّ رَكبًا جاءوا إلى النَّبيِّ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ يشهدونَ أنَّهم رأوا الهلالَ بالأمسِ فأمرَهم أن يفطروا وإذا أصبحوا أن يغدوا إلى مصلَّاهم(صحيح أبي داود:1157)

ترجمہ: ایک قافلے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے شہادت دی کہ ہم نے کل شام کو چاند دیکھا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ روزہ افطار کر لیں اور اگلے دن صبح کو عید گاہ میں پہنچیں۔

BACK

صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنا

یہ ایک اہم مسئلہ ہے کہ اگر اگلی صف مکمل ہوگئی ہو اور پیچھے سے کوئی اکیلا نمازی آئے تو وہ صف کے پیچھے اکیلے کھڑا ہو یا پھر اگلی صف سے کسی کو پیچھے کھینچ لے؟

بعض اہل علم نے اگلی صف سے آدمی کھینچنے کا فتوی دیا ہے تو بعض نے صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہونے کا۔

یہاں پہلے اس بات کا ذکر کرنا مناسب ہے کہ صف کے پیچھے اکیلے کھڑا ہونا حدیث کی رو سے منع ہے۔

علی بن شیبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا:

خرَجنا حتَّى قدِمنا علَى النَّبيِّ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ، فَبايعناهُ، وصلَّينا خلفَهُ، ثمَّ صلَّينا وَراءَهُ صلاةً أُخرى، فقَضى الصَّلاةَ، فرأى رجلًا فَردًا يصلِّي خلفَ الصَّفِّ، قالَ: فوقَفَ عليهِ نبيُّ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ حينَ انصرَفَ قالَ: استقبِلْ صلاتَكَ، لا صلاةَ للَّذي خَلفَ الصَّفِّ(صحيح ابن ماجه: 829)

ترجمہ: ہم (اپنے علاقے سے) روانہ ہوئے (اور مدینہ منورہ تک سفر کیا) حتی کہ ہم نبی ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوگئے اور آپ ﷺ کی بیعت کی۔ ہم نے آپ ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا کی، پھر آپ کے پیچھے ایک اور نماز پڑھی۔ آپ نے نماز مکمل کی تو دیکھا کہ ایک آدمی صف کے پیچھے اکیلا کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔ (جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو) اللہ کے نبی ﷺ اس کے پاس گئے اور فرمایا: شروع سے نماز پڑھو۔ صف کے پیچھے (اکیلا کھڑے ہونے والے) کی کوئی نماز نہیں۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ ایک آدمی اکیلا صف کے پیچھے نماز پڑھا تو نبی ﷺ نے انہیں نماز دہرانے کا حکم دیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ صف کے پیچھے اکیلے شخص کی نماز نہیں ہوتی۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ جب دو آدمی جماعت بنا کر نماز ادا کر رہے ہوں تو تیسرا آنے والا نمازی حسب سہولت یا تو امام کو آگے کر دے گا یا مقتدی کو پیچھے کھینچ لے گا ان دونوں میں جو سہولت ہو اس پہ عمل کیا جاسکتا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے دو سے زیادہ کی جماعت ہے اور اگلی صف مکمل ہے تو بعد میں آنے والا کیا کرے گا؟

جن علماء نے کہا کہ اگلی صف سے آدمی کھیچ لے گا انہوں نے ایک امام اور ایک مقتدی پر قیاس کیا مگر یہ قیاس صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ بھری ہوئی صف سے ایک کو پیچھے کھینچنے سے صف میں نقص پیدا ہوتا ہے جبکہ دو لوگوں کی جماعت سے ایک آدمی کھینچنے سے صف میں خلل اور نقص پیدا نہیں ہوتا ہے ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَن وصلَ صفًّا وصلَهُ اللَّهُ ، ومَن قطعَ صفًّا قطعَهُ اللَّهُ عزَّ وجلَّ(صحيح النسائي:818)

ترجمہ: جو کوئی صف کو ملائے گا اللہ تعالیٰ اسے (اپنے ساتھ) ملائے گا اور جو صف کو کاٹے (توڑے) گا اللہ تعالیٰ اسے کاٹے (توڑے) گا۔

"من وصل صفا" کا معنی جو صف میں شامل ہو کر یا صف کے خلل کو پورا کر کے صف ملائے اور "ومن قطع صفا" کا معنی جو غائب ہو کر یا خلا کو پر نہ کر کے یا کوئی مانع چیز رکھ صف کاٹے۔(عون المعبود:366/2)

ہمیں جہاں ایک طرف یہ دیکھنا ہے کہ صف کے پیچھے اکیلے نماز نہ پڑھی جائے وہیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ اگلی صف سے آدمی کھیچ کر صف میں نقص و خلل نہ پیدا ہو۔

اس وجہ سے بعد میں آنے والا آدمی اگر اکیلے ہو اس حال میں کہ اگلی صف مکمل نظر آئے تو یہاں ایک صورت تو یہ ہے کہ اگر اگلی صف کے اندر شامل ہونے کا امکان ہو تو اگلی صف میں شامل ہو جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر بغیر تشویش کے امام کے دائیں جانب کھڑا ہونے کا امکان ہو تو امام کے دائیں جانب کھڑا ہو جائے (کئی صفیں ہوں تو نمازیوں کے درمیان سے گذرنا تشویش کا باعث ہوگا)۔ تیسری صورت یہ ہے کہ اگر مذکورہ بالا دونوں صورتیں نظر نہ آئے تو صف کے پیچھے اکیلے کھڑا ہو جائے، اس حال میں یہ آدمی معذور ہوگا اور اس کی نماز درست ہوگی۔

صف بندی کی اصل یہ ہے کہ لوگ مل مل کھڑے ہوں اس طرح کہ درمیان میں بالکل جگہ باقی نہ رہے گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں۔ پہلے پہلی صف مکمل کریں پھر دوسری، تیسری۔ پہلی والی صفوں میں کسی طرح خلا باقی نہ رہے، آخری صف میں خلا رہ جاتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں یعنی صفوں میں نقص آخری صف میں ہونی چاہئے نہ کہ اگلی صفوں میں۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

أتمُّوا الصَّفَّ المقدَّمَ ثُمَّ الَّذي يليهِ فما كانَ من نقصٍ فليَكن في الصَّفِّ المؤخَّرِ(صحيح أبي داود: 671)

ترجمہ: پہلی صف کو مکمل کرو پھر جو اس کے ساتھ ملتی ہے اور جو کوئی نقص ہو پس وہ آخری صف میں ہو۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جب آدمی مسجد میں آئے اور اگلی صف مکمل پائے پھر بھی جگہ بنا کر اس صف میں شامل ہونے کی کوشش کرے، اگر یہ ممکن نہ ہو اور امام کے ساتھ دائیں جانب بآسانی کھڑے ہونے کا امکان ہو تو امام کے ساتھ کھڑا ہو جائے وگرنہ صف کے پیچھے اکیلے کھڑا ہو جائے۔اس حال میں مقتدی معذور ہے۔ صف کے پیچھے اکیلی عورت کی نماز درست ہے۔اس سے یہ استدلال صحیح نہیں ہے کہ مرد بھی صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھے الا یہ کہ اگلی صف میں شامل ہونے کی گنجائش نہ ہو لیکن (اگر دو سے زیادہ آدمی کی جماعت ہو تو) اگلی صف سے آدمی پیچھے کھینچنا صحیح نہیں ہے۔

واللہ اعلم

BACK

مسافر کا مقیم کی جماعت کروانا

جس طرح مسافر مقیم کے پیچھے نماز ادا کر سکتا ہے اسی طرح وہ مقیم کی جماعت بھی کرواسکتا ہے۔ یہ بات دلائل سے واضح ہے مگر کچھ لوگوں نے اس مسئلہ میں شدت برتی ہے اور ناسمجھی کی بنیاد پر مسافر کا مقیم کی جماعت کروانا غلط قرار دیا ہے۔ پہلے دلائل دیکھیں جن سے مسافر کا مقیم کی جماعت کروانا ثابت ہوتا ہے پھر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب بھی دیتا ہوں۔

اس مسئلہ کو جاننے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ کیا نبی ﷺ نے کسی مسلمان کو خواہ مسافر ہو یا مقیم، چھوٹا ہو یا بڑا، بیمار ہو یا صحت مند امامت کرنے سے منع کیا ہے؟

جب قرآن وحدیث میں اس کا جواب ڈھونڈتے ہیں تو پتہ چلتا ہے نبی ﷺ کا ایسا کوئی فرمان نہیں کہ اس قسم کے کسی مسلمان کو امامت کرنے سے روکا ہو۔ امامت کے لئے متفقہ شروط ہیں کہ جو مسلمان ہو، تمیز رکھنے والا ہو (خواہ نابالغ ہی کیوں نہ ہو)، قوم اسے پسند کرتی ہو وہ مسلمان امامت کراسکتا ہے البتہ جو امامت کے زیادہ مستحق ہیں ان کا ذکر مندرجہ ذیل حدیث میں ہے۔

ابو مسعود (عقبہ بن عمرو) رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَؤُمُّ القومَ أقرؤُهم لكتابِ اللهِ . فإن كانوا في القراءةِ سواءً . فأعلمُهم بالسُّنَّةِ . فإن كانوا في السُّنَّةِ سواءً . فأقدمُهم هجرةً . فإن كانوا في الهجرةِ سواءً ، فأقدمُهم سِلْمًا . ولا يَؤُمنَّ الرجلُ الرجلَ في سلطانِه . ولا يقعدُ في بيتِه على تكرِمتِه إلا بإذنِه قال الأشجُّ في روايتِه (مكان سِلمًا) سِنًّا .(صحيح مسلم:673)

ترجمہ: لوگوں کی امامت وہ کرے جسے اللہ کی کتاب (قرآن مجید) سب سے زیادہ یاد ہو، اور سب سے اچھا پڑھتا ہو اور اگر قرآن پڑھنے میں سب برابر ہوں تو جس نے ان میں سے سب پہلے ہجرت کی ہے وہ امامت کرے، اور اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو جو اسلام لانے میں پہلے ہو وہ امامت کرے، اور تم ایسی جگہ آدمی کی امامت نہ کرو جہاں اس کی

سیادت وحکمرانی ہو،اور نہ تم اس کی مخصوص جگہ پر بیٹھو،اِلا یہ کہ وہ تمہیں اجازت دے دے۔اشج نے کہا کہ "سلما" کی جگہ اس کی روایت میں سنا(عمر) کالفظ آیا ہے۔

اس حدیث کی روسے سب سے پہلے امامت کا مستحق سب سے زیادہ قرآن یادرکھنے والا۔

اس کے بعد جسے سنت کازیادہ علم ہو۔

اس کے بعد جنہوں نے پہلے ہجرت کی ہو۔

اس کے بعد جو پہلے مسلمان ہوا ہو بعض روایت کے اعتبار سے جن کی عمر زیادہ ہو۔

ان صفات کے حامل،لوگوں کی امامت کرا سکتے ہیں خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر۔گویا اصلاامامت کرانے میں تمام مسلمان شامل ہیں اگر کوئی مسافر کا مقیم کی امامت سے انکار کرے اس کے ذمہ شرع سے دلیل دینی لازم ہے۔

فتح مکہ کے موقع سے نبی ﷺ نے مکہ میں انیس دن قیام کیا تھاان دنوں میں آپ نے قصر نماز پڑھی یعنی آپ نے بحیثیت مسافر لوگوں کی امامت کرائی اوراہل مکہ آپ کے پیچھے مکمل نماز پڑھتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

أقام النبيُّ صلى الله عليه وسلم تسعةَ عشرَ يَقْصُرُ ، فنحن إذا سافَرْنا تسعةَ عشرَ قصَرْنا ، وإن زِدْنا أَتْمَمْنا .(صحيح البخاري:1080)

ترجمہ: نبی ﷺ (فتح مکہ کے موقع سے)انیس دن قیام کیااوران دنوں میں آپ نے قصر کیا توجب ہم انیس دن کے لئے سفر کرتے توان دنوں میں قصر کرتے اوراگر اس سے زیادہ کاسفر کرتے تو مکمل(نماز)پڑھتے۔

اس بات کی دلیل کہ نبی ﷺ قصرپڑھتے اوراپنے پیچھے نماز پڑھنے والے اہل مکہ کوا تمام کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

عن عمرانَ بنَ حصينٍ قال : غزوتُ مع رسولِ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّم وشهدتُ معه الفتحَ ، فأقام بمكةَ ثمانيَ عشرةً لا يُصلِّي إلا ركعتيْنِ ، يقول : يا أهلَ البلدِ صلُّوا أربعًا فإنَّا قومٌ سَفْرٌ(ترمذی)

ترجمہ: عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ غزوہ کیااور آپ کے ساتھ فتح مکہ میں شامل ہوا پس آپ ﷺ نے مکہ میں اٹھارہ دن قیام کیاان دنوں دودورکعت نماز ادا کرتے رہے (یعنی قصر کرتے رہے)اور فرماتے:اے شہر والو! تم لوگ چار رکعت ادا کرو،ہم لوگ مسافر ہیں۔

☆حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں ترمذی نے اس حدیث کو شواہد کی وجہ سے حسن قرار دیا ہے۔(التلخیص الحبیر:552/2)

☆ابن حجر نے خود بھی اسے مشکوۃ کے مقدمہ میں حسن کہا ہے۔(تخریج مشکاۃ المصابیح:87/2)

صحابہ کرام بھی نبی ﷺ کی اس سنت پہ چلتے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مسافر کی حیثیت سے نماز پڑھاتے تو دو رکعت پڑھتے اور اہل مکہ کو اپنی نماز مکمل کرنے کا حکم دیتے۔اثر ملاحظہ ہو۔

وعن عمر أنه كان إذا قدم مكة صلى بهم ركعتين ، ثم قال : يا أهل مكة أتموا صلاتكم فإنا قوم سفر . (رواه مالك في الموطأ) .

ترجمہ:اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ جب مکہ آتے تو ان کو دو رکعتیں پڑھاتے پھر کہتے اے اہل مکہ !تم اپنی نماز مکمل پڑھو کیونکہ ہم مسافر ہیں۔

☆امام شوکانی رحمہ اس کے متعلق لکھتے ہیں "وأثر عمر رجال إسناده أئمة ثقات "یعنی عمر رضی اللہ تعالی کے اثر کی سند کے رجال ثقہ ہیں ملاحظہ کریں(نیل الاوطار:3 / 177)۔

☆امام نووی رحمہ اللہ اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔(المجموع:92/8)

☆محمد امین شنقیطی نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔(أضواء البیان:281/5)

☆علامہ عینی نے کہا کہ یہ اثر پانچ صحیح طرق سے مروی ہے۔(نخب الافکار:355/6)

☆علامہ ابن تیمیہ نے اسے صحیح کہا ہے۔(مجموع الفتاوی:125/24)

ایک اعتراض کا جواب:

زائر والی ایک روایت کی بنیاد پر بعض اہل علم یہ کہتے ہیں کہ مسافر مقیم کی امامت نہیں کرا سکتا۔روایت اور اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا زَارَ أَحَدُكُمْ قَوْمًا، فَلا يُصَلِّيَنَّ بِهِمْ ۔(صحيح النسائي:786)

ترجمہ: مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا ہے: جب تم میں سے کوئی کسی قوم کی زیارت کے لئے جائے تو وہ انہیں ہر گز نماز نہ پڑھائے۔

اس روایت میں زائر (مہمان) کو مقیم کی جماعت کرانے سے منع کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ گھر والا ہی امامت کا زیادہ مستحق ہے تاہم اگر بستی والے اجازت دیدیں تو زائر بھی امامت کرا سکتے ہیں۔ چنانچہ سب سے اوپر صحیح مسلم کی روایت میں اس بات کا ذکر موجود ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے "ولا يَؤمنَّ الرجلُ الرجلَ في سلطانِه. ولا يقعدُ في بيتِه على تكرمتِه إلا بإذنِه "یعنی اور تم ایسی جگہ آدمی کی امامت نہ کرو جہاں اس کی سیادت و حکمرانی ہو، اور نہ تم اس کی مخصوص جگہ پر بیٹھو، اِلا یہ کہ وہ تمہیں اجازت دے دے۔ گویا اجازت ملنے پہ زائر مقیم کی امامت کرا سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے بحیثیت زائر و مہمان گھر والوں کی امامت بھی کرائی ہے، صحیح بخاری کی حدیث ہے

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أنَّ النبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلم أتاه في منزلِه، فقال:

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے اور فرمانے لگے: أين تُحِبُّ أن أُصلِّيَ لك من بيتِك. قال:

فأشَرْتُ له إلى مكانٍ، فكبَّر النبيُّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم، وصفَفْنا خلفَه، فصلَّى ركعتين .(صحيح البخاري:424)

ترجمہ: آپ اپنے گھر کی کونسی جگہ پسند کرتے ہیں میں وہاں نماز پڑھتا ہوں، چنانچہ میں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور ہم نے ان کے پیچھے صف بنائی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسافر مقیم کی امامت کرا سکتا ہے اور جس حدیث میں زائر کی امامت ممنوع ہے وہ بغیر اجازت کی امامت ہے یعنی زائر بغیر اجازت جماعت نہ کرائے، اجازت مل جائے تو امامت کرا سکتا ہے۔

BACK

حدود حرم میں پڑھی جانے والی نماز کا ثواب ایک لاکھ ہے

ہر سال حج کے موقع سے یہ بحث چھڑ جاتی ہے کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ایک لاکھ ثواب کیا حدود حرم میں پڑھی جانے والی ہر نماز کے لئے ہے یا صرف مسجد حرام کے ساتھ ہی خاص ہے؟ عموماً یہ بحث اس وجہ سے چھڑتی ہے کہ آفاق سے آئے سبھی حجاج مکہ میں قیام کے دوران مسجد حرام میں ہی پنج وقتہ نمازیں ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر چند اسباب کی وجہ سے سبھی حاجیوں کو پنج وقتہ نمازیں مسجد حرام میں ادا کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ مثلا

☆ضعیفی کی وجہ سے ہر نماز کے وقت آمد ورفت کرنا مشکل ہے۔

☆رہائش مسجد حرام سے دور ہونے کے سبب آمد ورفت کی دقت ہے۔

☆مسجد حرام میں نفلی طواف اور عبادت وتلاوت کی کثرت سے تھک جانے کی وجہ سے آرام چاہئے اس وجہ سے مسجد حرام کی ہر نماز میں شامل ہونا باعث مشقت ہے۔

☆سواری کی عدم سہولت، راستے کی عدم معلومات یا ضعیفی میں تعاون کرنے والا نہ ملنے کے سبب دشواری کا سامنا ہے۔

☆بعض لوگ بھیڑ کی وجہ سے مسجد حرام کی ہر نماز میں شامل نہیں ہو پاتے۔

☆بعض حجاج یہ سوچتے ہیں کہ دنیا کے کونے کونے سے حجاج مکہ میں پہنچے ہیں اس لئے سب کو مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا حق ہے، یہ سوچ کر دوسروں کے لئے وسعت دیتے ہیں اوران کے لئے تنگی کا سبب نہیں بنتے۔

ان وجوہات کی بناپر سبھی حجاج مسجد حرام کی ہر نماز میں شامل نہیں ہو پاتے، اس وجہ سے یہ حجاج اہل مکہ اور اپنے جاننے والے علماء سے رابطہ کرتے ہیں کہ اگر ہم مسجد حرام میں کوئی نماز نہیں پڑھ سکتے ہیں تو کیا اپنی رہائش کے قریب مسجد میں اس نماز کو ادا کرلیں ؟اور کیا ہمیں اس مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ملے گا؟۔

یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے، اس میں علماء کی کئی رائیں ہیں ان میں دو اہم ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ ایک لاکھ کا ثواب مسجد حرام کے ساتھ ہی خاص ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حدود حرم میں موجود کسی مسجد میں نماز پڑھنے سے ایک لاکھ ثواب ملے گا کیونکہ یہ خصوصیت مسجد حرام کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ حدود حرم کی تمام مساجد کے لئے عام ہے

۔اس کے قائلین میں جمہور حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ، حافظ ابن حجرؒ، علامہ ابن القیمؒ، ابن حزمؒ، امام نوویؒ، عطاء بن ابی رباحؒ، حسن بصریؒ، شیخ ابن بازؒ اور شیخ صالح فوزانؒ وغیرہم ہیں۔

جب دلائل کا جائزہ لیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ حدود حرم میں واقع تمام مساجد میں ہر نماز کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

صلاةٌ في مسجِدي أفضلُ من ألفِ صلاةٍ فيما سواهُ إلَّا المسجدَ الحرامَ وصلاةٌ في المسجدِ الحرامِ أفضلُ من مائةِ ألفِ صلاةٍ فيما سواهُ(صحيح ابن ماجه:1163)

ترجمہ: میری مسجد میں نماز مسجد حرام کے سوا کسی بھی مسجد کی ہزاروں نمازوں سے افضل ہے۔اور مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنا کسی دوسری مسجد کی ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔ مسجد حرام کا نام حرم میں واقع ہونے کی وجہ ہے تو حرم میں جتنی مساجد ہیں معنوی طور پر ان سب پر مسجد حرام کا اطلاق ہوگا کیونکہ وہ سب حدود حرم میں واقع ہیں۔

بخاری شریف کی حدیث ہے:

عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد المسجد الحرام ومسجد الرسول صلى الله عليه وسلم ومسجد الأقصى(صحيح البخاري : 1189)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین مسجدوں کے سوا اور کسی کے لئے سفر نہ کیا جائے۔ ایک مسجد حرام، دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد اور تیسرے مسجد اقصیٰ۔

اس حدیث کے تحت حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہاں المسجد الحرام سے مراد پورا حرم ہے۔ اور اس کی تائید میں عطاء کے طریق سے طیالسی کی روایت ذکر کی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ یہ فضیلت صرف اسی مسجد کے ساتھ خاص ہے یا پورے حرم کے لئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ پورے حرم کے لئے کیونکہ یہ سب مساجد ہیں۔(فتح الباری ،کتاب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ)

یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مذکورہ حدیث کو فضل الصلاۃ فی مسجد مکہ کے تحت ذکر کیا ہے یعنی مکہ کی

مسجد میں نماز کی فضیلت۔

اسی طرح اللہ تعالی کا فرمان ہے : سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (الاسراء:1)

ترجمہ: پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے اس لئے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں یقیناً اللہ تعالیٰ ہی خوب سننے دیکھنے والا ہے۔

یہ بہت معروف واقعہ ہے کہ اسراء کا واقعہ ام ہانی کے گھر سے شروع ہوا تھا اور یہاں آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے ام ہانی کے گھر کو مسجد حرام سے تعبیر کیا ہے کیونکہ یہ گھر حرم کے حدود میں واقع تھا۔ ابن المفلح حنبلی نے لکھا ہے کہ ابن الجوزی نے ذکر کیا ہے کہ اکثر مفسرین کے نزدیک اسراء ام ہانی کے گھر سے ہوا تھا، اس بنیاد پر المسجد الحرام کا معنی ہو گا کہ سارا حرم مسجد ہے۔ (الفروع لابن مفلح)

اسی طرح اللہ تعالی کا یہ فرمان:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا ۚ وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ إِن شَاءَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (التوبة:28)

ترجمہ: اے ایمان والو! بیشک مشرک بالکل ہی ناپاک ہیں وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں اگر تمہیں مفلسی کا خوف ہے تو اللہ تمہیں دولت مند کر دے گا اپنے فضل سے اگر چاہے اللہ علم و حکمت والا ہے۔

یہاں بھی مسجد حرام سے پورا حدود حرم مراد ہے اس لئے آج بھی کسی مشرک کو حدود حرم میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ یہ حدود پاک ہیں اور مشرک نجس۔ ابن حزمؒ نے بلا اختلاف یہ بات ذکر کی ہے کہ اس آیت میں مسجد حرام سے مقصود پورا حرم ہے نہ کی صرف مسجد۔ (المحلی:243/4)

اسی طرح اللہ کا یہ فرمان بھی دلیل ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَن قَتَلَهُ مِنكُم مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ ۗ (المائدة: 95)

ترجمہ: اے ایمان والو! (وحشی) شکار کو قتل مت کرو جب کہ تم حالت احرام میں ہو اور جو شخص تم میں سے اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر فدیہ واجب ہوگا جو کہ مساوی ہوگا اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں خواہ وہ فدیہ خاص چوپایوں میں سے ہو جو نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچایا جائے اور خواہ کفارہ مساکین کو دے دیا جائے اور خواہ اس کے برابر روزے رکھ لئے جائیں تاکہ اپنے کیئے کی شامت کا مزہ چکھے۔

فدیہ کے متعلق فتح القدیر اور احسن البیان میں ہے کہ یہ فدیہ، جانور یا اس کی قیمت کعبہ پہنچائی جائے گی اور کعبہ سے مراد حرم ہے یعنی ان کی تقسیم حرم مکہ کی حدود میں رہنے والے مساکین پر ہوگی۔

مسند احمد میں ایک روایت ہے کہ نبی ﷺ حدیبیہ میں حل (حدود حرم سے باہر) کے مقام پر رہائش پذیر تھے لیکن جب نماز پڑھنا ہوتا تو آپ حدود حرم میں آجاتے۔(مسند احمد: 326/4، ابن ابی شیبہ ص: 274،275)

اصل میں حدیبیہ کا کچھ حصہ حل ہے اور کچھ حصہ حرم۔ اس حدیث سے بھی واضح اشارہ ملتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حرم کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے حل سے حرم میں آجاتے اور پھر نماز ادا کرتے تھے۔ ابن القیمؒ نے مسند احمد کی اس روایت کے متعلق لکھا ہے کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مکہ میں نماز کی زیادتی کا ثواب پورے حرم کو شامل ہے یہ اس مسجد کے ساتھ خاص نہیں ہے جو طواف کی جگہ ہے۔(زادالمعاد: 303/3)

کئی صحابہ کرام بھی نبی ﷺ کی طرح حرم کے حدود میں نماز پڑھنے کا اہتمام کرتے تھے جیسا کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی رہائش عرفہ میں حل میں ہوتی اور آپ کا مصلی حرم کے حدود میں ہوتا، پوچھا کہ اس کی وجہ کیا ہے تو انہوں نے کہا اس میں عمل کرنا افضل ہے اور گناہ بھی عظیم ہے۔ (مصنف عبدالرزاق، کتاب الحج، باب الخطیئة في الحرم: 5/ 27: 8870)

حرم میں اجر کی زیادتی پہ شیخ عبداللطیف بن عوض قرنی کا "الحرم المکی و مضاعفة الاجر فیه" کے نام سے عربی میں ایک مقالہ ہے۔ اس میں انہوں نے ذکر کیا ہے کہ قرآن میں پندرہ مقامات پہ مسجد حرام کا ذکر ہے اور ابن القیمؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مسجد حرام سے اللہ کی کتاب میں تین مراد ہیں۔ ایک نفس البیت، دوسری وہ مسجد جو اس کے ارد گرد ہے اور

تیسری مراد پورا حدود حرم ہے۔(احکام اھل الذمہ: 189/1)امام نوویؒ نے چوتھی مراد مکہ لیا ہے۔(المجموع شرح المھذب:189/3)

شیخ عبداللطیف نے تیسری مراد کے ماننے والوں میں احناف بحوالہ (بدائع الصنائع 301/2)،مالکیہ بحوالہ (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی.1275/3)، شافعیہ بحوالہ (مغني المحتاج 67/6)، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ بحوالہ (الفتاوی 207/22)،ابن القیمؒ بحوالہ(زادالمعاد 303/3)،اور شیخ ابن باز بحوالہ(مجموع فتاوی ومقالات 198/17)ذکر کیا ہے۔

ان سطور بالا کا ماحصل یہ ہے کہ حدود حرم کی کسی مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب کعبہ کے گرد نماز پڑھنے کے برابر ہے سوائے مسجد نبوی کے کہ اس کا ثواب اسی مسجد کے ساتھ خاص ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اوراس کی فضیلت اس مسجد کے ساتھ لفظ ھذا(یعنی میری یہ مسجد) کے ذریعہ خاص کردی ہے۔

محمد بن عبدالرحمن مبارک پوری رحمہ اللہ نے مسجد نبوی میں نماز کے اجر والی حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قوله : (صلاة في مسجدي هذا) قال النووي : ينبغي أن يحرص المصلي على الصلاة في الموضع الذي كان في زمانه صلى الله عليه وسلم دون ما زيد فيه بعده ; لأن التضعيف إنما ورد في مسجده ، وقد أكده بقوله (هذا) بخلاف مسجد مكة فإنه يشمل جميع مكة بل صح أنه يعم جميع الحرم كذا ذكره الحافظ في الفتح وسكت عنه۔ (سنن الترمذی، كتاب الصلاة،باب ما جاء في أي المساجد أفضل ص:237)

ترجمہ: نبی ﷺ کا فرمان "صلاۃ فی مسجدی ھذا"،اس کے متعلق امام نوویؒ نے کہا کہ نمازیوں کواس بات کا حریص ہونا چاہئے کہ وہ اسی جگہ نماز ادا کرے جو نبی ﷺ کے زمانے میں تھی نہ کہ اس جگہ جو بعد میں بڑھائی گئی ہے ،اس لئے کہ اجر میں زیادتی کا ثواب اسی مسجد کے ساتھ خاص ہے جس کی تائید لفظ ھذا سے ہوتی ہے۔ برخلاف مکہ کی مسجد کے کہ اس میں پورا مکہ داخل ہے بلکہ صحیح یہی ہے کہ یہ پورے حرم کو عام ہے،اس طرح حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے اوراس پہ سکوت اختیار کیا ہے۔

شیخ صالح فوزانؒ سے سوال کیا گیا کہ کیا مکہ کے حدود حرم میں نماز کا ثواب مسجد حرام میں نماز پڑھنے کے برابر ہے؟ تو شیخ نے جواب دیا کہ ہاں مسجد حرام میں نماز پڑھنے کے برابر ہے کیونکہ مسجد حرام ان تمام کو شامل ہے جو حدود حرم

میں ہے اور حدود کے اندر داخل تمام مسجد ہیں۔(ویب سائٹ شیخ صالح فوزان) شیخ نے ایک دوسرے فتوی میں ذکر کیا ہے کہ ایک عورت اگر مکہ میں اپنے گھر میں نماز پڑھتی ہے تو اسے اضافی ثواب ملے گا البتہ مدینہ میں اضافی ثواب صرف مسجد نبوی کے ساتھ مخصوص ہے۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا بھی واضح فتوی ہے کہ ایک لاکھ کا ثواب مکہ کے تمام حدود حرم کو شامل ہے، یہی فتوی سعودی کے لجنہ دائمہ کا بھی ہے جس کی کمیٹی میں شیخ ابن باز کے علاوہ بکر ابوزید، عبدالعزیز آل شیخ، صالح فوزان اور عبداللہ بن غدیان ہیں۔

بات واضح ہوگئی کہ حرم میں داخل تمام مساجد میں نماز کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے لیکن یہ دھیان رہے کہ بیت اللہ کے شرف کی وجہ سے افضلیت اسی مسجد حرام کو ہے اس لئے آدمی حریص ہو کہ مسجد حرام میں جاکر نماز ادا کرے لیکن اگر وہاں نماز ادا کرنے سے قاصر ہو تو حدود حرم میں داخل کسی بھی مسجد میں نماز ادا کرلے،ان شاءاللہ مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ثواب ملے گا بلکہ اگر مسجد حرام میں کبھی زیادہ ازدحام ہو تو دوسروں کو موقع دیں اور آپ حدود حرم میں واقع کسی مسجد میں نماز ادا کرلیں گرچہ پہلے آپ نے بار بار مسجد حرام میں نماز ادا کی ہو۔

BACK

انسانی خیالات اور شیطانی وسوسے

آج کل لوگوں کے حالات اس قسم کے ہیں کہ ہمیشہ تفکرات وخیالات میں گم ہوتے ہیں۔ یہ خیالات عبادات میں بھی مخل ہوتے ہیں۔اور یہ تفکرات زیادہ تر دنیاوی ہوتے ہیں، جن کے باعث ہم ہمیشہ الجھے ہوتے ہیں، کسی سے سنجید گی سے بات بھی نہیں کر پاتے، مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے جبکہ ہمیں دنیا کی فکر کم اور آخرت کی فکر زیادہ کرنی چاہیئے تھی ۔ یہ فکر کتاب اللہ کو سمجھ کر پڑھنے، ذکر واذکار کرنے، پابندی سے پنج وقتہ نماز پڑھنے، قبروں کی زیارت کرنے، کثرت سے صدقہ وخیرات کرنے، دینی محفلوں، دیندار لوگوں اور دینی کتابوں سے رغبت رکھنے اور آخرت کو بکثرت یاد کرنے سے پیدا ہو گی۔ جب ہمارے پاس دنیاوی خیالات کم ہوں گے تو عبادت میں بھی کم ہی اس قسم کے خیالات آئیں گے۔ اگر نماز میں خیال آ بھی جائے تو اس سے نماز خراب یا باطل نہیں ہوتی، نماز اپنی جگہ درست ہے۔ ممنوع یہ ہے کہ کسی خیال کے آنے پر اسی پر مکمل توجہ کر دی جائے مثلاروپے کا خیال نماز میں آیا تو ہمیں چاہیئے کہ اس پہ مزید دھیان نہ دیں مگر نماز ہی میں کچھ لوگ اس روپے کا مکمل حساب کرنے لگ جاتے ہیں، فلاں سے پیسہ لینا ہے، فلاں کو پیسہ دینا ہے، اس بار کی تنخواہ فلاں فلاں کام میں لگانا ہے۔ یہ ممنوع ہے۔

خیالات انسان کا حصہ ہیں، انسان ہونے کے ناطے خیالات آئیں گے، اور یہ خیالات برے بھی ہو سکتے ہیں ان سے بچنا مشکل ہے، اس لئے اللہ تعالی اس مشکل کو ہم سے معاف کر دیا ہے کیونکہ یہ انسانی طاقت سے باہر کی چیز ہے البتہ اپنے خیالات کو اچھے بنا سکتے ہیں۔ برے خیالات اصل میں ہمارے برے کردار کا نتیجہ ہیں، اگر ہم نیک کام کریں گے تو خیالات بھی نیک ہوں گے۔ تو اچھے خیالات پیدا کرنے کے لئے برائی کو ترک کرنا پڑے گا اور اچھائی کو اپنانا ہو گا۔

اللہ تعالی ہمارے اوپر کتنا بڑا احسان مند ہے کہ برے خیالات پر مواخذہ نہیں کرتا جب تک کہ برائی کا ارتکاب نہ کر لیں لیکن اگر خیالات اچھے ہوں، انہیں عملی جامہ نہ بھی پہنا سکیں تو بھی اللہ کی طرف سے اس پہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

إنَّ اللَّهَ تجاوزَ لي عن أُمَّتِي ما وسوستْ بهِ صدورها ، ما لم تعملْ أو تكلَّمْ .(صحيح البخاري:2528)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالی میری امت سے اس وقت تک در گذر کر دیا ہے جو اس کے دل میں (برا) خیال پیدا ہوتا ہے

جب تک کہ اس پہ عمل نہ کرے یا بول نہ دے۔

اور ایک دوسری حدیث ہے حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يقول اللهُ : إذا أراد عبدي أن يعمل سيئةً فلا تكتُبوها عليه حتى يعملَها ، فإن عملَها فاكتبوها بمثلِها ، وإن تركها من أجلي فاكتبوها له حسنةً ، وإذا أراد أن يعملَ حسنةً فلم يعملْها فاكتبوها له حسنةً ، فإن عملَها فاكتبوها له بعشرِ أمثالِها إلى سبعمائةِ ضِعفٍ(صحيح بخارى : 7501)

ترجمہ: اللہ تعالی (فرشتوں سے) فرماتا ہے کہ: جب میرا کوئی بندہ برائی کرنے کا ارادہ کرے تو اسے اس کے خلاف اس وقت تک نہ لکھو جب تک کہ وہ اس سے سرزد نہ ہو جائے۔ اگر وہ اس برائی کا ارتکاب کر لے تو اسے ایک ہی (گناہ) لکھو۔ اور اگر اس نے اسے میری خاطر چھوڑ دیا تو اس اس کے لیے ایک نیکی لکھ دو، اور جب وہ نیکی کرنے کا ارادہ کرے لیکن اسے نہ کر سکے تو اس کے حصے میں ایک نیکی لکھ دو، پھر اگر وہ وہ نیکی کر لے تو اس کے لیے دس سے سات سو گنا تک لکھو۔

ایک اور حدیث میں مذکور ہے ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عن أبي أمامة : أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : إن صاحب الشمال ليرفع القلم ست ساعات عن العبد المسلم المخطئ ، فإن ندم واستغفر الله منها ألقاها ، وإلا كتبت واحدة .(رواه الطبراني في المعجم الكبير 8 / 158) .

ترجمہ:: بائیں طرف والا غلطی کرنے والے مسلمان سے چھ گھنٹے تک قلم اٹھائے رکھتا ہے تو اگر وہ اپنے کئے پر نادم ہو اور اللہ تعالی سے استغفار کرے اسے ختم کر دیتا ہے اگر نہ کرے تو ایک گناہ لکھتا ہے۔

☆اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الجامع (212/2) میں صحیح کہا ہے۔

یہ تو خیالات کا معاملہ ہے جو کبھی برائی کے اثر سے دل میں اچھے خیالات پیدا ہوتے ہیں تو کبھی اچھائی کی وجہ سے اچھے خیالات، اور کبھی یونہی دل میں طرح طرح کے خیالا تا پیدا ہوتے ہیں تو اللہ تعالی نے ہم سے برے خیالات کو معاف کر دیا ہے۔ اگر نماز پڑھتے ہوئے اچھے یا برے کوئی خیال پیدا ہو جائے تو ذہن اس طرف مرکوز نہ کریں بلکہ نماز کی طرف ذہن ہو اس سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا جیسا کہ نماز کے دوران نبی ﷺ کے دل میں خیال پیدا ہو گیا تھا۔

عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا:

صَلَّيْتُ وراءَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم بالمدينةِ العصرَ ، فسلَّمَ ثم قام مُسْرِعًا ، فتخطَّى رقابَ الناسِ ، إلى بعضِ حُجَرِ نسائِه ، ففَزِعَ الناسُ مِن سرعتِه ! فخرَجَ عليهم ، فرأى أنهم عَجِبوا مِن سُرْعَتِه ، فقال : ذَكَرْتُ شيئًا مِن تِبْرٍ عندَنا ، فكَرِهْتُ أن يَحْبِسَني ، فأمرتُ بقِسْمَتِه .(صحيح البخاري:851)

ترجمہ: میں نے مدینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ایک مرتبہ عصر کی نماز پڑھی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور صفوں کو چیرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی بیوی کے حجرہ میں گئے۔ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تیزی کی وجہ سے گھبرا گئے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور جلدی کی وجہ سے لوگوں کے تعجب کو محسوس فرمایا تو فرمایا کہ ہمارے پاس ایک سونے کا ڈلا (تقسیم کرنے سے) بچ گیا تھا مجھے اس میں دل لگا رہنا برا معلوم ہوا، میں نے اس کے بانٹ دینے کا حکم دے دیا۔

اب رہا مسئلہ شیطانی وسوسہ کا ہے جو لوگوں کے لئے بیحد پریشان کن ہے خاص طور سے نمازی حضرات کے لئے۔ وضو سے ہی یہ وسوسے پیدا ہونے لگتے ہیں۔ کبھی یہ خیال آتا ہے کہ ناک میں پانی ڈالا کہ نہیں، کبھی عدم کلی کا خیال پیدا ہوتا ہے تو کبھی عدم مسح کا۔ اس سے زیادہ مسئلہ نماز کے دوران پیش آتا ہے خاص طور سے سجدہ کے متعلق ایک مرتبہ کیا کہ دو مرتبہ، سورہ فاتحہ پڑھی کہ نہیں، تین رکعات ہوئی کہ چار رکعات۔ اس قسم کے وسوسے کی وجہ سے انسان نماز میں ہی الجھ جاتا ہے، کچھ لوگ اس الجھن اور نماز میں اکثر گندے خیالات آنے کی وجہ سے نماز بھی چھوڑ دیتے ہیں۔

اسلام نے ہمیں ہر مشکل کا حل بتلایا ہے۔ اس لئے الجھن کے سبب نماز چھوڑ دینا کسی طور پر جائز نہیں ہے۔ اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات کی روسے چند امور پیش کرتا ہوں جو ہمارے لئے مدد و معاون ہوں گے۔

(1) اگر وضو میں کسی عضو کے دھونے یا نہ دھونے کا خیال آئے تو اس عضو کو دیکھ لیں اگر وہ گیلا ہے تو نہ دھونے کا خیال دل سے نکال دیں۔ اور کلی، ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق نہ دھونے کا خیال ہو تو یہ بھی دل سے نکال دیں۔ اگر ناک اور کلی سے متعلق اکثر ایسا خیال آئے تو ایک نصیحت یہ کروں گا کہ جب کلی کریں تو منہ کو تھوڑا حرکت دے کر اور ہلکی آواز کے ساتھ کلی کریں، اسی طرح ناک میں پانی ڈالتے اور صاف کرتے وقت ہلکی آواز کے ساتھ ناک کریں تاکہ بعد

میں بھی آپ کو کلی کرنے اور ناک صاف کرنے کا احساس رہے،اس طرح یہ وسوسہ ختم ہو جائے گا۔ان شاءاللہ

(2) نماز میں وسوسہ پیدا ہو کہ سورہ فاتحہ میں نے پڑھی کہ نہیں تو ایک مرتبہ مزید فاتحہ پڑھ لیں کیونکہ ایسا بھی ممکن ہے کہ آپ نے فاتحہ نہ پڑھی ہو لیکن اگر ہمیشہ نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کا خیال پیدا ہو تو یہ یقینا شیطان کی طرف سے ہے جو آپ کو نماز سے غافل کر دینا چاہتا ہے۔یہی چیز اور کوئی ذکر یا دعا پڑھنے یا نہ پڑھنے کے متعلق منطبق کر سکتے ہیں۔

(3) اگر آپ کے دل میں ایک سجدہ کم کرنے، یا ایک رکعت کم یا زیادہ کرنے کا خیال آرہا ہے تو یہ شک کا معاملہ ہے۔ یہاں یقین پر اعتماد کرتے ہوئے صرف ایک ہی سجدہ شمار کریں اور ایک سجدہ مزید کریں۔آخر میں سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو بھی کر لیں۔اگر آپ کے ساتھ ایسا معاملہ اکثر ہوتا ہے تو ہلکی تیز آواز کے ساتھ تکبیر کہا کریں حتی کہ سجدہ میں جاتے ہوئے بھی تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ میں ابھی ایک سجدہ کر لیا ہوں اب دوسرا کرنا ہے۔

(4) کسی کو اکثر پہلے قعدہ کے متعلق شک ہو جاتا ہے کہ قعدہ کیا کہ نہیں ؟۔اگر شک ہو جائے تو آخر میں سجدہ سہو کر لے کیونکہ قعدہ اولی واجب ہے اگر چھوٹ جائے تو سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو کرنے سے وجوب کی تلافی ہو جائے گی۔

(5) نماز میں ان ہی مذکورہ چیزوں کا وسوسہ زیادہ تر پیدا ہوتا ہے۔اگر یہ وسوسے ہمیشہ آیا کریں،یعنی ہر نماز میں ہمیشہ اس قسم کا شبہ پیدا ہو تو یقینا یہ شیطان کی طرف سے ہے جو انسان کو نماز سے غافل کر دینا چاہتا ہے بلکہ اس طرح نماز سے ہی دور کرنا چاہتا ہے۔اس سلسلے میں چند باتیں ملحوظ رہیں۔

اولا: یہ دھیان رہے کہ شیطانی وسوسے سے نماز باطل نہیں ہوتی، نماز اپنی جگہ درست ہے اس لئے اس وسوسے سے پریشان ہو کر نماز چھوڑ دینا بہر صورت غلط ہے کیونکہ نماز دین کا ستون ہے اور اسے قائم کئے بغیر ہم مسلمان نہیں ہو سکتے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ صحابہ تشریف لائے اور آپ سے پوچھا:

إنَّا نَجِدُ في أنفُسِنا ما يتعاظَمُ أحدُنا أن يتَكَلَّمَ بِهِ . قالَ: وقَد وجدتُموهُ ؟ قالوا: نعَم، قالَ: ذاكَ صَريحُ الإيمانِ (صحيح مسلم:132)

ترجمہ: ہم اپنے دلوں میں ایسی باتیں محسوس کرتے ہیں جنھیں ہم بیان کرنا بہت بڑا(گناہ یا غلط کام) سمجھتے ہیں۔آپ نے

فرمایا: کیا تم نے ایسا محسوس کر لیا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: یہ صریح ایمان ہے۔

اس حدیث سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ وسوسہ کی وجہ سے نماز درست ہے، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ دل میں وسوسہ پیدا ہونے کی وجہ سے بے چین ہونا اور اس وسوسہ سے نفرت کرنا ایمان کا حصہ ہے۔

ثانیا: شیطانی وسوسے کا علاج یہ ہے کہ اللہ کی پناہ طلب کریں اور بائیں جانب تین مرتبہ ہلکا سا تھوکیں۔

أنَّ عثمانَ بن أبي العاصِ أتى النبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ فقال : يا رسولَ اللهِ . إنَّ الشيطانَ قد حال بيني وبين صلاتي وقراءَتي . يُلَبِّسُها عليَّ . فقال رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ " ذاك شيطانٌ يُقالُ له خَنزَبٌ . فإذا أحسستَه فتعوَّذْ باللهِ منه . واتفُل على يسارِك ثلاثًا " فقال : ففعلتُ ذلك فأذْهَبَه اللهُ عني .(صحيح مسلم:2203)

ترجمہ: عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میرے اور میری نماز کے درمیان شیطان حائل ہو جاتا اور میری قرت کو مجھ پر خلط ملط کر دیتا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شیطان ہے اسے خنزب کہتے ہیں جب آپ محسوس کریں تو اس سے اللہ تعالی کی پناہ طلب کریں اور بائیں طرف تین دفعہ تھوکیں تو صحابی کہتے ہیں کہ میں نے یہ عمل کیا تو اللہ تعالی نے یہ وسوسے ختم کر دئے۔

ایک دوسری حدیث میں آمنت باللہ ورسلہ (میں نے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا) کہنے کی دلیل ملتی ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إنَّ أحدَكم يأتيه الشيطانُ فيقول : من خلقَك ؟ فيقول اللهُ ، فيقول : فمن خلق اللهُ ؟ فإذا وجد أحدُكم ذلك فلْيقْرأْ آمنتُ باللهِ و رُسُلِه ، فإنَّ ذلك يَذهَبُ عنه(السلسلة الصحيحة:116)

ترجمہ: تم میں کسی کے پاس شیطان آتا اور اسے کہتا ہے کہ تجھے کس نے پیدا کیا تو وہ جواب دیتا ہے اللہ تعالی نے تو شیطان کہتا ہے کہ اللہ تعالی کو کس نے پیدا کیا ہے تو جب تم میں سے کوئی اس طرح کی بات پائے تو یہ پڑھے (آمنت باللہ ورسلہ) میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا۔ پس اس سے وسوسہ ختم کر دے گا۔

ثالثا: اکثر لوگ نماز پڑھتے ہیں مگر انہیں نماز کی لذت نہیں محسوس ہوتی، اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم نماز میں اللہ کا تصور کرنے کی بجائے ادھر ادھر دھیان رکھتے ہیں جبکہ ہمیں حکم ہوا ہے کہ اس طرح نماز پڑھیں گویا اللہ کو دیکھ رہے ہیں، اگر اللہ کو نہیں دیکھ سکتے تو یہ تصور کریں وہ ہمیں دیکھ رہا ہے جیسا کہ حدیث جبریل میں مذکور ہے:

الإحسانُ : أنْ تعبدَ اللهَ كأنكَ تراهُ ، فإنْ لم تكنْ تراهُ فإنَّهُ يراكَ (صحيح البخاري:4777)

ترجمہ: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر تم اسے نہیں دیکھ سکتے تو یہ تصور کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

احسان کی یہ صفت پیدا کرنے کے لئے اولا ضروری یہ ہے کہ نماز میں پڑھے جانے والے ذکر ودعا کا معنی ومفہوم معلوم ہو تاکہ اذکار کو معنوی تصور کے ساتھ اللہ کو ناظر جانتے ہوئے عبادت کریں۔ثانیا یہ بھی ضروری ہے کہ عبادت میں اخلاص پیدا کیا جائے اور اخلاص ختم کرنے والے امور سے بچا جائے یعنی عبادت خالص اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ہو اس میں دنیاوی کوئی غرض ومنفعت شامل نہ ہو۔ثالثا: عبادت میں خشوع وخضوع پیدا کریں تو ان شاءاللہ ہمیں عبادت کی لذت محسوس ہوگی، شیطانی وسوسے اور اس کی تدابیر سے بھی بچ سکیں گے،اور ہماری عبادت اللہ کے یہاں مقبول ہوگی۔

BACK

آج کے ظالم مسلمان

اس کائنات کا خالق عظیم عادل ومنصف ہے، وہ اپنے عدل وانصاف سے دنیاوالوں کی نگرانی کررہاہے بلکہ کائنات کی ساری مخلوقات کے ساتھ انصاف کرتاہے اور کسی پر بھی ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا مگرانسان ہے کہ ایک دوسرے پر ظلم کرکے دنیاکاماحول مکدر بنادیاہے۔آج کل کی صورت حال ایسی ہے کہ شریف انسانوں،نیک دل مسلمانوں اور عدل وانصاف کرنے والے آدمیوں کایہاں جینادشوار ہوگیاہے۔نبی ﷺ نے مومن کاوصف بیان کرتے ہوئے فرمایاہے : المؤمنُ غرٌّ كريمٌ ، والفاجرُ خِبٌّ لئيمٌ(صحيح أبي داود:4790)

ترجمہ:مومن بھولابھالااور شریف ہوتاہےاور فاجر فسادی اور کمینہ ہوتاہے۔

آج اکثر مسلمان اس حدیث کے مخالف اور ظلم وعدوان کی راہ اختیار کرتے نظر آتے ہیں۔اللہ نے ظلم کواپنے لئے اور اپنی مخلوق کے لئے حرام ٹھہرایاہے۔حدیث قدسی میں ذکر ہے: يا عِبَادِي إنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ علَى نَفْسِي، وَجَعَلْتُهُ بيْنَكُمْ مُحَرَّمًا، فلا تَظَالَمُوا(صحيح مسلم:2577)

ترجمہ:اے میرے بندو! میں نے ظلم کواپنےاوپر حرام کیااور تم پر بھی حرام کیا،توتم مت ظلم کروآپس میں ایک دوسرے پر۔

اللہ نے اپنے اوپر ظلم حرام کرلیااور اپنی ذات سے بھی ظلم کی یکسر نفی کردی،فرمان باری تعالی ہے: إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ(النساء:40)

ترجمہ:اللہ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتاہے۔

ظلم کہتے ہیں کسی چیز کواس کی جگہ سے ہٹاکر دوسری جگہ رکھنا۔اس کا مطلب یہ ہواکہ کسی کواس کا حق نہ دینا،ناحق طریقے سے کسی کا حق مارنا،بغیر قصور کے کسی پر زیادتی کرنا،معاملات میں ناحق طرفداری کرناوغیرہ ظلم کہلائے گا۔یہ ظلم اس قدر بھیانک جرم ہے کہ اسے قیامت کی تاریکی سے موسوم کیاگیاہے۔نبی ﷺ کافرمان ہے: اتَّقُوا الظُّلْمَ، فإنَّ الظُّلْمَ ظُلُماتٌ يَومَ القِيامَةِ(صحيح مسلم:2578)

ترجمہ: تم ظلم سے بچو کیونکہ یہ قیامت کی تاریکیوں سے ہے یعنی ظالم کو قیامت کے دن بوجہ تاریکی اور اندھیرے کے راہ نہ ملے گی۔

میں اس مضمون میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آج دنیا ظلموں سے بھر گئی ہے اور ظلم کا انجام تباہی وبربادی ہے یہی وجہ ہے کہ لوگ اللہ کی طرف سے قسم قسم کے عذاب میں مبتلا ہیں۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان تو اللہ پر ایمان لانے والے ہیں پھر وہ کیوں پریشان حال ہیں ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آج کے اکثر مسلمان ظالم ہیں اور وہ اپنے کرتوت کی وجہ سے اللہ کے عذاب میں مبتلا ہیں۔ جواب کچھ حیران کرنے والا ہے مگر حقیقت بر مبنی ہے۔ اس جواب کو اچھے سے سمجھنے کے لئے ظلم کی تعریف ذہن میں رکھتے ہوئے اس کی اقسام کو جاننا ہوگا۔

قرآن نے ظلم کو مختلف طریقے سے بیان کیا ہے اور متعدد قسم کی نافرمانیوں کو ظلم قرار دیا ہے، ان سب کا ذکر طویل ہو جائے گا۔ اختصار کے ساتھ ہم تمام قسم کے ظلموں کو تین اصناف میں بیان کر سکتے ہیں۔

(1) ظلم کی پہلی قسم اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ اللہ اس کائنات کا تن تنہا خالق ومالک ہے، وہ محض اپنی عبادت کے لئے انس وجن کو پیدا کیا ہے اس وجہ سے جو رب کی بندگی چھوڑ کر غیر اللہ کی بندگی کرے یا اس کی بندگی میں غیر اللہ کو شامل کرے وہ اللہ کی نظر میں ظالم ہی نہیں بہت ہی بڑا ظالم ہے کیونکہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا بھاری ظلم ہے۔ اللہ کا فرمان ہے :وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (لقمان:13)

ترجمہ: اور جبکہ لقمان نے وعظ کہتے ہوئے اپنے لڑکے سے فرمایا کہ میرے پیارے بچو! اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا بیشک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔

ظلم کی اس قسم کو دنیا کے مسلمانوں میں تلاش کریں تو معلوم ہوگا کہ اکثر مسلمان ظالم ہیں ۔ گاؤں گاؤں شہر شہر درگاہوں اور مزاروں پر غیر اللہ کے لئے سجدے ہو رہے ہیں، اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ سے مدد طلب کی جارہی ہے اور جن کو خود اللہ نے پیدا کیا ہے ان محتاج وکمزور بندوں کو مشکل کشا/ غوث/ داتا اور غریب نواز سمجھا جارہا ہے۔ رب العالمین نے سچ فرمایا ہے کہ اللہ پر ایمان لانے والے اکثر مشرک ہیں۔ فرمان الٰہی ہے :

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ (يوسف:106)

ترجمہ: ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہی ہیں۔

قرآن کی یہ آیت صاف صاف بتلارہی ہے کہ کلمہ پڑھنے والے بھی شرک میں مبتلا ہیں بلکہ ایسے لوگوں کی دنیا میں کثرت ہے۔جب اس درجے کے مسلمانوں کی اکثریت ہوگی پھر کیسے نہ ابتلاء وآزمائش میں ہوں گے ؟

(2) ظلم کی دوسری قسم بھی حقوق اللہ سے متعلق ہے اور یہاں پر اس سے مراد اللہ کی وہ معصیت ہے جو شرک کے علاوہ ہو۔اس کو مثال سے یوں سمجھیں کہ ہمیں اللہ نے آنکھ سے جائز چیز دیکھنے کا حکم دیا، کان سے اچھی بات سننے کا حکم دیا مگر ہم اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے آنکھوں سے گندی تصویر دیکھتے ہیں اور کانوں سے گانا سنتے ہیں تو یہ اپنی آنکھوں اور کانوں پر ظلم کرنا ہوا، اسی کو اپنے نفس پر ظلم کرنا بھی کہا جاتا ہے یعنی جب بھی انسان اللہ کی معصیت ونافرمانی کا کوئی کام کرتا ہے تو وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرتا ہے۔اس بات کو اللہ تعالی نے قرآن مقدس میں کئی جگہ بیان کیا ہے، پہلے وہ آیت دیکھیں جس میں اللہ بیان کرتا ہے کہ انسان اپنے نفس پر خود ہی ظلم کرتا ہے، اللہ فرماتا ہے: إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَٰكِنَّ النَّاسَ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ(یونس:44)

ترجمہ: یہ یقینی بات ہے کہ اللہ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

اور اب وہ آیت دیکھیں جس میں اللہ بتلا رہا ہے کہ اللہ کی نافرمانی اور اس کے حدود سے تجاوز کرنا اپنے نفسوں پر ظلم کرنا ہے۔فرمان رب العالمین ہے:

وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ(الطلاق:44)

ترجمہ: جو شخص اللہ کی حدوں سے آگے بڑھ جائے اس نے یقینا اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

ظلم کی اس قسم کو مسلمانوں میں تلاش کرتے ہیں تو گھر گھر اور اکثر مسلمانوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔

ان دونوں قسموں کے ظلم کا حکم یہ ہے کہ اللہ تعالی توبہ کے ذریعہ شرک اور اپنے حق میں ہونے والی تمام معصیت کو معاف فرمادیتا ہے لیکن شرک پر کسی کا خاتمہ ہو جائے تو پھر اللہ کے دربار سے اس ظلم کی معافی نہیں ملتی ہے، ہمیشہ ہمیش کے لئے اس ظلم کے بدلے جہنم میں جانا پڑے گا تاہم شرک کے علاوہ گناہ کو اللہ چاہے تو معاف کرے اور چاہے تو سزادے۔اللہ فرماتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا

عَظِيمًا(النساء:48)

ترجمہ: یقیناًاللہ تعالی اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتااور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے اور جو اللہ کے ساتھ شریک مقرر کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا۔

(3) ظلم کی تیسری قسم حقوق العباد سے متعلق ہے یعنی ایک آدمی کسی دوسرے آدمی پر کسی قسم کا ظلم کرے مثلا لوگوں کا ناحق خون کرنا، باطل طریقے سے کسی کا حق مارنا، کسی کا سامان چھین لینا یا چوری کرلینا، بلاوجہ کسی کو گالی دیدینا، معصوم آدمی پر بہتان لگانا، لوگوں کا دل دکھانا، کسی کی غیبت اور چغلی کرنا، کمزوروں کو پریشان کرنا، حق کے داعیوں کے لئے مشکلات پیدا کرنا اور مظلوم کے خلاف ظالم کی مدد کرنا وغیرہ۔

ظلم کی تینوں اقسام میں یہ وہ بھیانک جرم ہے جس کو اللہ معاف نہیں کرتا اور نہ ہی نماز وروزہ اور حج وعمرہ جیسی نیکی سے تلافی ہوتی ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

مَن كَانَتْ له مَظْلَمَةٌ لأخِيهِ مِن عِرْضِهِ أَوْ شيءٍ، فَلْيَتَحَلَّلْهُ منه اليَومَ، قَبْلَ أَنْ لا يَكونَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ، إنْ كانَ له عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ منه بقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ، وإنْ لَمْ تَكُنْ له حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِن سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عليه(صحيح البخاري:2449)

ترجمہ: اگر کسی شخص کا ظلم کسی دوسرے کی عزت پر ہو یا کسی طریقہ (سے ظلم کیا ہو) تو آج ہی، اس دن کے آنے سے پہلے معاف کرالے جس دن نہ دینار ہوں گے، نہ درہم بلکہ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اس کے ظلم کے بدلے میں وہی لے لیا جائے گا اور اگر کوئی نیک عمل اس کے پاس نہیں ہوگا تو اس کے (مظلوم) ساتھی کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔

اس معنی کی ایک مفصل روایت صحیح مسلم میں یوں وارد ہے، نبی ﷺ فرماتے ہیں:

أَتَدْرُونَ ما المُفْلِسُ؟ قالوا: المُفْلِسُ فِينا مَن لا دِرْهَمَ له ولا مَتاعَ، فقالَ: إنَّ المُفْلِسَ مِن أُمَّتي يَأْتي يَومَ القِيامَةِ بصَلاةٍ، وصِيامٍ، وزَكاةٍ، ويَأْتي قدْ شَتَمَ هذا، وقَذَفَ هذا، وأَكَلَ مالَ هذا، وسَفَكَ دَمَ هذا، وضَرَبَ هذا، فيُعْطَى هذا مِن حَسَناتِهِ، وهذا مِن حَسَناتِهِ، فإنْ فَنِيَتْ حَسَناتُهُ قَبْلَ أنْ يُقْضَى ما عليه أُخِذَ مِن خَطاياهُمْ فَطُرِحَتْ عليه، ثُمَّ طُرِحَ في النَّارِ.(صحيح مسلم:2581)

ترجمہ: تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: مفلس ہم میں وہ ہے جس کے پاس روپیہ اور اسباب نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مفلس میری امت میں قیامت کے دن وہ ہوگا جو نماز لائے گا، روزہ اور زکوۃ لیکن اس نے دنیا میں ایک کو گالی دی ہوگی، دوسرے پر بدکاری کی تہمت لگائی ہوگی، تیسرے کا مال کھالیا ہوگا، چوتھے کا خون کیا ہوگا، پانچویں کو مارا ہوگا، پھر ان لوگوں کو (یعنی جن کو اس نے دنیا میں ستایا) اس کی نیکیاں مل جائیں گی اور جو اس کی نیکیاں اس کے گناہ ادا ہونے سے پہلے ختم ہو جائیں گی تو ان لوگوں کی برائیاں اس پر ڈالی جائیں گی آخر وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

ظلم کی اس قسم کو مسلمان میں تلاش کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے گھر گھر ظالم ہے، ہر کوئی دوسرے کے لئے ظالم ہے اور افسوسناک صورت حال تو یہ ہے کہ تقلیدی مسالک میں بٹے مسلمان ایک دوسرے پر ظلم کی انتہا کر چکے ہیں۔ اندھی تقلید اور گروہی عصبیت میں اس قدر ڈوبے ہوئے ہیں کہ دین کے سچے داعیوں اور معصوم علماء کو دہشت گرد قرار دے کر کافروں کے ہاتھوں میں تھمارہے ہیں تاکہ اہل کفر انہیں قتل کردے یا جیل کی سلاخوں میں بند کر کے انہیں دعوت دین سے روک دے۔ العیاذ باللہ

اے کاش! خود کو مسلمان کہنے والے اس حدیث کو عمل میں لائے ہوتے تو آج ہم کافروں سے مغلوب نہ ہوتے اور یوں زمانے میں ذلیل وخوار نہ ہوتے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تَحاسَدُوا، ولا تَناجَشُوا، ولا تَباغَضُوا، ولا تَدابَرُوا، ولا يَبِعْ بَعْضُكُمْ علَى بَيْعِ بَعْضٍ، وكُونُوا عِبادَ اللهِ إخْوانًا المُسْلِمُ أخُو المُسْلِمِ، لا يَظْلِمُهُ ولا يَخْذُلُهُ، ولا يَحْقِرُهُ التَّقْوَى هاهُنا ويُشِيرُ إلى صَدْرِهِ ثَلاثَ مَرّاتٍ بحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أنْ يَحْقِرَ أخاهُ المُسْلِمَ، كُلُّ المُسْلِمِ علَى المُسْلِمِ حَرامٌ، دَمُهُ، ومالُهُ، وعِرْضُهُ.(صحيح مسلم:2564)

ترجمہ: مت حسد کرو، مت دھوکے بازی کرو، مت بغض رکھو، مت دشمنی کرو، کوئی تم میں سے دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے اور ہو جاؤ اللہ کے بندو بھائی بھائی۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے، نہ اس کو ذلیل کرے، نہ اس کو حقیر جانے، تقویٰ اور پرہیز گاری یہاں ہے۔ اور اشارہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینے کی طرف تین بار (یعنی ظاہر میں عمدہ اعمال کرنے سے آدمی متقی نہیں ہوتا جب تک سینہ اس کا صاف نہ ہو)، کافی ہے آدمی کو یہ برائی کہ اپنے

مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے، مسلمان کی سب چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں اس کا خون، مال، عزت اور آبرو۔

آج ایک مسلمان خود دوسرے مسلمان کے لئے مصیبت بنا ہوا ہے اور ایک گروہ دوسروں کے خون کا پیاسا ہے، یہ سب کچھ دشمنان اسلام کو معلوم ہیں اور وہ خوب خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ کیا ہو گیا آج کے مسلمانوں کو کہ وہ اپنے بھائیوں کی مدد کرنے کی بجائے ان کی پیٹھ میں چھورا گھونپ رہے ہیں اور اللہ کے دشمنوں کی مدد کر رہے ہیں۔ اللہ نے ہمیں اپنے بھائیوں کے جھگڑے ختم کرنے اور ان کی اصلاح کرنے کا حکم دیا جبکہ ہم اس کے برخلاف آپس میں مسلمانوں کو لڑانے میں لگے ہیں اور اپنے بھائیوں کو مٹانے پر تلے ہیں۔ کیا ظالم مسلمان اس آیت کی تلاوت نہیں کرتے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (الحجرات:10)

ترجمہ: بے شک سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں پس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

ظالم لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ ان کے کرتوت سے غافل ہے، ہرگز نہیں بلکہ وہ ظالموں کے عملوں سے بخوبی واقف ہے، بس تھوڑی مہلت دیتا ہے اور جب تباہی کا وقت آجاتا ہے تو پھر کوئی بچانے والا نہیں ہوتا۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ۚ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ (ابراهيم:42)

ترجمہ: ظالموں کے اعمال سے اللہ کو غافل نہ سمجھ وہ تو انہیں اس دن تک مہلت دیے ہوئے ہے جس دن آنکھیں پھٹی پھٹی رہ جائیں گی۔

اور اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے: إنَّ اللَّهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ حتَّى إذا أخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ(صحيح البخاري:4686)

اللہ تعالیٰ ظالم کو چند روز دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔

قرآن ظالموں کی بے شمار داستانیں ہم سے بیان کرتا ہے، بڑے بڑے ظالم دنیا سے نیست و نابود کئے گئے، کہیں ان کا اتہ پتہ اور نام و نشان نہیں ملتا۔

نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا — مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

کیا نمرود اور کیا فرعون؟ اللہ نے بستیوں کی بستی ہلاک کر دیا، اللہ کا فرمان ہے: وَكَمْ قَصَمْنَا مِن قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَأَنشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا آخَرِينَ (الانبياء:11)

ترجمہ: اور بہت سے بستیاں ہم نے تباہ کر دیں جو ظالم تھیں اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوم کو پیدا کر دیا۔

ظلم کی ہولناکی دیکھیں کہ مظلوم کی آہ وبکا اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور پھر مظلوم فاسق وفاجر ہو حتی کہ کافر ہو تب بھی اس کی بددعا ظالم کے خلاف اللہ قبول کرلیتا ہے۔ اس سے متعلق تین قسم کی احادیث وارد ہیں۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

اتَّقِ دَعْوَةَ المَظْلُومِ، فإنَّهَا ليسَ بيْنَهَا وبيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ. (صحيح البخاري:2448)

ترجمہ: مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان پردہ نہیں ہوتا۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

دعوةُ المظلومِ مُستجابةٌ ، وإن كان فاجرًا ففُجورُه على نفسِه(صحيح الترغيب:2229)

ترجمہ: مظلوم کی دعا قبول کرلی جاتی ہے، اگر وہ فاجر ہوگا تو اس کی برائی اسی کے نفس پر ہوگی۔

نبی ﷺ فرمان ہے:

اتَّقوا دعوةَ المظلومِ ، و إن كان كافرًا ، فإنه ليس دونها حجابٌ(صحيح الجامع:119)

ترجمہ: مظلوم کی بددعا سے بچو اگرچہ کافر ہو کیونکہ اس کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔

ظلم کا سب سے بھیانک انجام یہ ہے کہ ظالموں کو آخرت میں سزا ملنی ہی ملنی ہے، دنیا میں بھی یقینی طور پر اور ہر حال میں اللہ کے عذاب میں گرفتار ہوتا ہے، اللہ کا فرمان ہے:

ما من ذنبٌ أجدرُ أن يُعجِّلَ اللهُ لصاحبِه العقوبةَ في الدنيا مع ما يدَّخِرُ له في الآخرةِ من البغيِ وقطيعةِ الرحمِ(صحيح ابن ماجه:3413)

ترجمہ: ظلم اور قطع رحمی سے بڑھ کر کوئی گناہ ایسا نہیں جس کا مرتکب زیادہ لائق ہے کہ اس کو اللہ کی جانب سے دنیا میں بھی جلد سزا دی جائے اور آخرت کے لئے بھی اسے باقی رکھا جائے۔

آخر میں بیان کرنا چاہتا ہوں کہ بلاشبہ ہم سب اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں، اس گناہ کو اللہ معاف کر سکتا ہے مگر جو گناہ موجب جہنم ہے اس سے تو ہر حال میں بچنا ہوگا۔ آیئے اپنا محاسبہ کرتے ہیں کہ ہم نے کس کس کے حق میں ظلم کیا ہے، اولاد، رشتے دار، پڑوسی، علماء، ان سب سے اپنے جرم کی تلافی کروالیں اور آئندہ مسلمانوں کے حق میں ظلم کرنے

سے بچیں حتی کہ کسی کافر یا کسی جانور پر بھی ظلم نہ کریں اور میری بات کا یقین کریں کہ اگر مسلم اپنی زندگی سے ظلم ختم کرلیں اور آپس میں ایمان والے بھائی بن جائیں تو دشمن پر پھر سے غالب آجائیں گے۔اللہ کا فرمان ہے:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (آل عمران:139)

ترجمہ: اور تم سستی نہ کرو اور نہ غمگیں ہو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان والا رہو۔

اور ایک آخری بات آپ سب سے ادباواحتراما عرض کرنا ہے کہ مظلوم مسلمان جو جیلوں اور کافروں کے نشانے پر ہیں ان کی مدد کریں خواہ وہ کسی طبقہ اور مسلک سے ہوں اور مسلمانوں میں جو ظالم ہیں ان کو ظلم سے روکیں، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا، قالوا: يا رَسُولَ اللَّهِ، هذا نَنْصُرُهُ مَظْلُومًا، فَكيفَ نَنْصُرُهُ ظَالِمًا؟ قالَ: تَأْخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ.(صحيح البخاري:2444)

ترجمہ: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! ہم مظلوم کی تو مدد کر سکتے ہیں۔ لیکن ظالم کی مدد کس طرح کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم سے اس کا ہاتھ پکڑ لو (یہی اس کی مدد ہے)۔

BACK

ترک دعوت موجب ہلاکت ہے

اسلام اللہ کا پیارا دین ہے، یہ پیارا دین خوبصورت باتوں، حسین تعلیمات، پاکیزہ عقائد اور عمدہ فکر وخیال پر مشتمل ہے، دراصل اسی دین میں تمام دنیا والوں کے لئے امن وراحت اور سکون واطمینان ہے۔ جس کو بھی زندگی کا اور جینے کا سلیقہ چاہئے وہ اسلام کے سایہ تلے آجائے پھر اللہ کی رحمت اسے ڈھانپ لے گی اور وہ خوشگوار زندگی گزار سکے گا۔

ایک سوال ذہن میں ابھر کر سامنے آتا ہے کہ جب اسلام کے دامن میں امن ہے تو پھر مسلمان آج کیوں پریشان حال ہیں؟ جس کے لئے عروج وارتقا مقدر تھی وہ مظلوم قوم بن کر کیوں رہ گئی ہے؟ ہر طرف مسلمانوں کا قتل عام کیوں ہو رہا ہے؟ آج اللہ ہم سے کیوں ناراض ہے اور وہ کیوں ہمیں آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم صرف دعوی میں مسلمان رہ گئے ہیں، عملا تعلیمات محمدی سے کوسوں دور ہیں۔اللہ نے ہمیں سب سے پیارا دین دیا، ہم نے اس دین کی نہ حفاظت کی، نہ اسے صحیح سے سمجھا اور نہ دین پر صحیح سے عمل کرنے کی کوشش کی یعنی ہم نے اپنے دین کی مدد نہیں کی جس کی وجہ سے اللہ کی مدد ہم سے دور ہوگئی۔اللہ نے ہمیں امت محمدیہ میں سے بنایا ہے اور امت کے ہر فرد کی ذمہ کی داری ہے کہ وہ دین اسلام کا علم حاصل کرے، اس پر عمل کرے اور دوسروں کو اس کی تبلیغ بھی کرے، اگر تبلیغ کے راستے میں مشکلات پیش آئیں تو صبر کا دامن تھامے۔ سورہ عصر کا خلاصہ یہی باتیں ہیں اور انہیں باتوں کو عملی جامہ پہنانے کے بعد ہم دنیا وآخرت میں نجات پانے والے ہیں ورنہ نہیں۔

اللہ تعالی نے مسلمانوں کو دعوت کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ(آل عمران:104)

ترجمہ: تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف بُلائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور بُرے کاموں سے روکے، اور یہی لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں۔

اور دوسری جگہ اللہ کا ارشاد گرامی ہے: ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ(النحل:125)

ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے۔

دعوت وتبلیغ حسب استطاعت اور بقدر علم ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

بَلِّغُوا عَنِّي ولو آيَةً، وَحَدِّثُوا عن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ، وَمَن كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.(صحيح البخاري:3461)

ترجمہ: میرا پیغام لوگوں کو پہنچاؤ! اگرچہ ایک ہی آیت ہو اور بنی اسرائیل کے واقعات تم بیان کر سکتے ہو، ان میں کوئی حرج نہیں اور جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ باندھا تو اسے اپنے جہنم کے ٹھکانے کے لیے تیار رہنا چاہئے۔

اللہ تعالی نے آخری نبی بھیج کر انبیاء کی آمد کا سلسلہ منقطع فرمادیا، اب قیامت تک محض آخری نبی محمد ﷺ کا پیغام ہی دنیاوالوں کے لئے راہ نجات ہے۔ اس پیغام کو دنیا کے ہر فرد تک اور دنیا کے کونے کونے سے پہنچانا ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔ یہاں یہ بھی حقیقت ہے کہ لوگوں تک صحیح دعوت نہ پہنچنے کی وجہ سے اسلام اجنبی ہوتا جارہا ہے۔ مسلمانوں کے لئے ناگفتہ بہ حالات پیدا ہوتے جارہے ہیں۔ مجھے یہ بات کہنے میں ذرا برابر بھی تردد نہیں کہ اس امت کے اکثر افراد نے اصل دعوت کا فریضہ چھوڑ رکھا ہے جس کی وجہ سے تباہی ہماری مقدر بن گئی ہے۔ ایسے موقع سے اللہ کی تباہی نیک وبد سب کو شامل ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں قرآن وحدیث کے چند دلائل دیکھتے ہیں جن میں ترک دعوت پہ تباہی وبربادی کا ذکر ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرائيلَ عَلى لِسانِ دَاودَ وعيسى بن مَرْيَمَ ذلكَ بِما عَصَوْا وكَانُوا يَعْتَدونَ.كَانُوا لا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ(المائدۃ: 78- 79)

ترجمہ: بنی اسرائیل کے کافروں پر داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی زبانی لعنت کی گئی اس وجہ سے کہ وہ نافرمانیاں کرتے تھے اور حد سے آگے بڑھ جاتے تھے۔ آپس میں ایک دوسرے کو برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے روکتے نہ تھے جو کچھ بھی یہ کرتے تھے یقیناً وہ بہت برا تھا۔

جو منکر سے لوگوں کو نہیں روکتے وہ لعنت کے مستحق ہوتے ہیں اور منکر والے تو عذاب سے دوچار ہوتے ہی ہیں اور بچتے

وہی ہیں جو نیکی کرتے ہیں، برائی سے رکتے ہیں اور لوگوں کو بھی نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔اللہ کا فرمان ہے:

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ(الأعراف:165)

ترجمہ: سوجب وہ اس کو بھول گئے جو ان کو سمجھایا جاتا تھا تو ہم نے ان لوگوں کو تو بچا لیا جو اس بری عادت سے منع کیا کرتے تھے اور ان لوگوں کو جو کہ زیادتی کرتے تھے ایک سخت عذاب میں پکڑ لیا اس وجہ سے کہ وہ بے حکمی کیا کرتے تھے۔

ایک جگہ اللہ نے صراحت سے ذکر کیا ہے کہ پہلے زمانوں میں فساد اور منکر سے روکنے والے کم تھے اور ہم نے سب کو ہلاک کر دیا اور ان میں سے چند اچھے لوگوں کو بچا لیا جو لوگوں کو فساد فی الارض اور شر سے منع کیا کرتے تھے چنانچہ فرمان الہی ہے:

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِن قَبْلِكُمْ أُولُو بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّنْ أَنجَيْنَا مِنْهُمْ ۗ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ(هود:116)

ترجمہ: پس کیوں نہ تم سے پہلے زمانے کے لوگوں میں سے ایسے اہل خیر لوگ ہوئے جو زمین میں فساد پھیلانے سے روکتے، سوائے ان چند کے جنہیں ہم نے ان میں سے نجات دی تھی ظالم لوگ تو اس چیز کے پیچھے پڑ گئے جس میں انہیں آسودگی دی گئی تھی اور وہ گنہگار تھے۔

اب چند احادیث ذکر کرتا ہوں جن میں ترک دعوت پہ ہلاکت خیزی کا ذکر ہے۔سیدنا جریر بن عبداللہ بجلیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا:

ما من رجلٍ يكونُ في قومٍ يعملُ فيهم بالمعاصي يقدِرون على أن يُغيِّروا عليه فلا يُغيِّروا إلَّا أصابهم اللهُ بعذابٍ من قبلِ أن يموتوا(صحيح أبي داود:4339)

ترجمہ: جو کوئی ایسی قوم میں ہو کہ ان میں اللہ کی نافرمانیاں کی جارہی ہوں اور وہ لوگ ان کی اصلاح اور ان کے بدلنے پر قادر ہوں، اس کے باوجود وہ ان کی اصلاح نہ کریں اور انہیں نہ بدلیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو ان کے مرنے سے پہلے عذاب دے گا۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا:

يا أيُّها النَّاسُ إنَّكُم تَقرؤونَ هذهِ الآيةَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ، وإنِّي سَمِعْتُ رسولَ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ يَقولُ: إنَّ النَّاسَ إذا رأوا ظالِمًا، فلم يأخُذوا على يَدَيهِ أوشَكَ أن يعُمَّهُمُ اللَّهُ بعِقابٍ منهُ(صحيح الترمذي:3057)

ترجمہ: :اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ } اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا بھی ہے کہ جب لوگ ظالم کو (ظلم کرتے ہوئے) دیکھیں پھر بھی اس کے ہاتھ پکڑ نہ لیں (اسے ظلم کرنے سے روک نہ دیں) تو قریب ہے کہ ان پر اللہ کی طرف سے عمومی عذاب آجائے (اور وہ ان سب کو اپنی گرفت میں لے لے)۔

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

والَّذي نَفسي بيدِهِ لتأمُرُنَّ بالمعروفِ ولتَنهوُنَّ عنِ المنكرِ أو ليوشِكَنَّ اللَّهُ أن يبعثَ عليكُم عقابًا منهُ ثمَّ تَدعونَهُ فلا يَستجيبُ لَكُم(صحيح الترمذي:2169)

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم بھلائی کا حکم دو اور برائی سے روکو، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیج دے پھر تم اللہ سے دعا کرو اور تمہاری دعاء قبول نہ کی جائے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

مَثَلُ القائِمِ علَى حُدُودِ اللَّهِ والواقِعِ فيها، كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوا علَى سَفِينَةٍ، فأصابَ بَعْضُهُمْ أعْلاها وبَعْضُهُمْ أسْفَلَها، فَكانَ الَّذِينَ في أسْفَلِها إذا اسْتَقَوْا مِنَ الماءِ مَرُّوا علَى مَن فَوْقَهُمْ، فقالوا: لو أنَّا خَرَقْنا في نَصِيبِنا خَرْقًا ولَمْ نُؤْذِ مَن فَوْقَنا، فإنْ يَتْرُكُوهُمْ وما أرادُوا هَلَكُوا جَمِيعًا، وإنْ أخَذُوا علَى أيْدِيهِمْ نَجَوْا، ونَجَوْا جَمِيعًا.(صحيح البخاري:2493)

ترجمہ: اللہ کی حدود پر قائم رہنے والے اور اس میں گھس جانے والے (یعنی خلاف کرنے والے) کی مثال ایسے لوگوں کی سی ہے جنھوں نے ایک کشتی کے ذریعہ قرعہ تقسیم کرلیا۔ بعض لوگوں کے حصے میں اوپر والا طبقہ آیا جبکہ کچھ لوگوں نے نچلا حصہ لے لیا۔ اب نچلے حصے والوں کو جب پانی کی ضرورت ہوتی تو وہ اوپر والوں کے پاس سے گزرتے۔ انھوں نے خیال کیا کہ اگر ہم اپنے نچلے حصے ہی میں سوراخ کرلیں تو اچھا ہوگا۔ اس طریقے سے ہم اوپر والوں کے لیے اذیت

کا باعث نہیں ہوں گے۔اب اگراوپر والے نیچے والون کوان کے ارادے کے مطابق چھوڑدیں توسب ہلاک ہوجائیں گے اوراگروہ ان کاہاتھ پکڑلیں تووہ بھی بچ جائیں گے اوردوسرے بھی محفوظ رہیں گے

۔

ان آیات واحادیث سے جو بات صاف صاف سمجھ میں آرہی ہے وہ یہ ہے کہ اکثر مسلمانوں نے دعوتی فریضہ چھوڑرکھا ہے جس کے نتیجے آج وہ قسم قسم کے دنیاوی عذاب میں مبتلاہیں،دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ دعوت دینے والوں کی بھی کچھ کمی نہیں ہے ، بڑے پیمانے پر اور بڑے بڑے اجلاس منعقد ہورہے ہیں ، بسااوقات ایک ایک پروگرام کی فہرست میں سوسو مقررین ومقالہ نگار کے اسمائے گرامی ہوتے ہیں،ان افراد کی کوششوں میں صرف ایک ایک فائدہ تلاش کیاجائے توسماج کے لئے اس پروگرام سے سو فائدے بنتے ہیں مگر حقیقت میں سماج کوان جیسے پروگراموں سے آج کوئی فائدہ ہوتا نظر نہیں آرہاہے۔ دنیا کی ان ساری دعوتوں کو دیکھتے ہوئے ہمیں لگتا ہے کہ دعوت کاکام نہیں ہورہاہے یااگرکچھ دعوتی کام ہورہاہے تواس میں بہت ساری خامیاں پیداہوگئی ہیں۔آیئے ڈھونڈتے ہیں کمیاں کہاں ہیں ؟

☆ایک بڑی خامیاں تو یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد جامعات ومدارس سے فارغ ہوتی ہے اور کثیر تعداد میں دین کاعلم رکھنے والے علم حاصل کرنے کے بعددوسرامیدان اختیار کرلیتے ہیں اور سرے سے تبلیغ ہی نہیں کرتے۔

☆دوسری خامی یہ ہے کہ جب اہل علم نے دین کی تبلیغ میں کوتاہی کی،لوگوں تک دین پہنچانے میں سستی سے کام لیاتو ان کی جگہ جاہلوں نے لے لی،یہی وجہ ہے کہ آج کم علم والے مفتی وعالم بنےامت کوگمراہی کی طرف لے جارہے ہیں۔

☆جولوگ فرقہ پرستی کی دعوت دے رہے ہیں وہ لوگوں سے حق چھپاتے ہیں اور باطل کی دعوت دیتے ہیں،میرے کہنے کامطلب یہ ہے کہ وہ دین کے نصوص کو توڑمروڑکراپنے مسلک پر منطبق کرتے ہیں اور لوگوں سے حق چھپاکر اپنے خودساختہ اقوال کی طرف بلاتے ہیں۔

☆ایک خامی تو یہ ہے کہ امت کے پڑھے لکھے افراددعوت میں اصل چیز کی دعوت سے کنارہ کشی اختیار کررہے ہیں ،انبیاء کی اصل دعوت "توحید" کی نشرواشاعت اور "شرک" کی بیخ کنی تھی جس سے آج کے اکثر علماء کترارہے ہیں الا ماشاءاللہ۔

☆آج علم تجارت بن گیا، وقت اور عالم کے قدر کے حساب سے تقریر کا پیسہ متعین کیا جاتا ہے، ایسے میں دعوت کہاں ہوگی، وہ تو تجارت بن گئی اور جب دعوت تجارت بن جائے تو امت کو کیا خود کو بھی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

☆دعوت کا دائرہ بالکل محدود ہو کر رہ گیا ہے، دین تو مسلمانوں کے پاس ہے ہی، علماء کے لئے تبلیغ کا اصل میدان غیروں پر اسلام پیش کرنا ہے مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس میدان میں عصری تعلیم یافتہ کچھ ڈاکٹر وانجینئر تو کام کر رہے ہیں مگر انبیاء کے اصل وارثین نظر نہیں آتے۔

☆دعوت کا دائرہ اس معنی میں بھی تنگ ہو گیا ہے کہ مسلمان مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوئے ہیں، ہر فرقہ والا صرف اپنے دائرے میں دعوت دے کر مگن ہے اور سمجھ رہا ہے کہ ہم دعوت کا بڑا کام کر رہے ہیں جبکہ نہ ہی غیر مسلموں تک پہنچ رہے ہیں اور نہ ہی اپنے سوا دوسرے مسلمانوں کے پاس جا پاتے ہیں۔

☆جو چند دعاۃ پائے جاتے ہیں، ان میں اکثر اپنے نفس کی دعوت سے بالکل غافل ہیں، سمجھتے ہیں کہ قرآن وحدیث کو دوسروں پر پیش کر دینا ہی دعوت ہے، ہمارے لئے ان باتوں کا عمل میں لانا کوئی ضروری نہیں ہے۔ یہ بات خود سے کہتے نہیں ہیں مگر عملا ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے۔ ایسے دعاۃ کی تقریر میں اثر کہاں سے پیدا ہوگا؟۔

☆دعوت میں ایک پہلو امر کا ہے اور دوسرا پہلو نہی کا یعنی جس طرح ہم پر بھلی باتوں کا حکم دینا واجب ہے اسی طرح بری باتوں سے روکنا بھی واجب ہے۔ آج اچھی اچھی باتوں کی بڑی تبلیغ ہوتی ہے مگر منکرات پہ کوئی کسی کو ٹوکنے والا نہیں ہے۔

☆بعض دعاۃ نافرمانوں کو تبلیغ نہیں کرتے، یہ سوچتے ہیں کہ تبلیغ سے ان کو کیا فائدہ ہوگا، یہ بڑی بھول ہے جس کا ارتکاب پہلے بنی اسرائیل بھی کر چکی ہے۔ برائی کرنے والوں کو جب صالحین نصیحت کرتے تو کچھ لوگ کہتے کہ ان پر عذاب تو آنا ہی انہیں نصیحت کر کے کیا فائدہ؟

ان باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ دعوت ہم مسلمانوں کا اہم فریضہ ہے، اس کی ادائیگی میں امانتداری کا ثبوت دیں، دین کی اتنی ہی دعوت دیں جتنی معلومات یقین وبرہان کے ساتھ ہے نیز دعوت کے میدان میں صادر ہونے والی مذکورہ بالا خامیاں

اپنے درمیان سے دور کریں تبھی ہماری دعوت کامیاب اور ہمارا یہ عمل نجات کا باعث بن سکتا ہے۔اللہ تعالی ہم سب کو اخلاص وللہیت کے ساتھ دعوت دینے کی توفیق دے۔آمین

BACK

مسلمانوں کے موجودہ حالات—اسباب وعلاج

مسلمانوں کی موجودہ صورت حال بیحد افسوس ناک اور ناقابل تحریر ہے۔ ہر جگہ مسلمان ظلم وزیادتی، خوف ودہشت، قتل وفساد، جبر وتشدد اور ذلت وپستی کے شکار ہیں۔ کہیں پر داڑھی رکھنے پر پابندی، کہیں پر اذان پر پابندی، کہیں پر تعمیر مسجد ومدرسہ پر پابندی، کہیں پر حجاب پر پابندی، کہیں پر اسلامی ادارہ پر پابندی، کہیں پر اسلامی فنکشن پر پابندی تو کہیں پر اسلامی قانون واسلامی شعائر پر پابندی پائی جاتی ہے گویا ہم اپنی پستی کی وجہ سے چہار دانگ عالم میں مظلوم ومقہور ہیں۔ ان حالات سے نمٹنے کے لئے مسلمانوں کی طرف سے کوئی عالمی اقدام نہیں۔ یہ سب سے حیرت ناک ہے

۔

آج سے چند سالوں پہلے ہماری اپنی الگ پہچان، اپنا الگ رعب ودبدبہ، اپنی الگ شان وشوکت، اپنی الگ بے مثال زندگی اور اپنا الگ خاص اسلامی طرہ امتیاز تھا۔ کس قدر روشن اور تابناک تھا ہمارا ماضی؟ کس قدر عروج پر ہم تھے؟ کیا ہی شان وشوکت تھی؟ کیا عظمت وسطوت تھی؟ سب چلی گئی۔ اب چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا، پستی ہی پستی، ناکامی ہی ناکامی، افسوس ہی افسوس، فریاد ہی فریاد۔

آخر کیا وجہ ہے کہ آج ذلت وپستی کے اس عمیق غار میں گر پڑے ہیں؟ وہ کون سے اسباب وعوامل ہیں جن کی وجہ سے ہماری یہ گت بنی ہوئی ہے؟ گہرائی سے جائزہ لینے پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب اپنے کئے کرائے کا نتیجہ ہے جنہیں چند نکات میں نیچے بیان کیا جاتا ہے۔

ہماری ذلت وپستی کے اسباب

(1) ترک قرآن: قرآن نور وہدایت اور کامیابی وکامرانی کا سرچشمہ ہے، اس کا ترک ہر قسم کی ذلت وناکامی کا سبب ہے آج ہماری پستی کی سب سے اہم وجہ قرآن کو ترک کردینا ہی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے: وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوراً (الفرقان: 30).

ترجمہ: اور رسول کہے گا کہ اے میرے پروردگار! بیشک میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔

مشرکین قرآن پڑھے جانے کے وقت خوب شور کرتے تاکہ قرآن نہ سنا جاسکے ، یہ بھی ہجران ہے ، اس پر ایمان نہ لانااور عمل نہ کرنا بھی ہجران ہے، اس پر غور وفکر نہ کرنااور اس کے اوامر پر عمل اور نواہی سے اجتناب نہ کرنا بھی ہجران ہے۔اسی طرح اس کو چھوڑ کر کسی اور کتاب کو ترجیح دینا، یہ بھی ہجران ہے یعنی قرآن کا ترک اور اس کا چھوڑ دینا ہے جس کے خلاف قیامت والے دن اللہ کے پیغمبر اللہ کی بارگاہ میں استغاثہ دائر فرمائیں گے۔(تفسیر احسن البیان)

ابن القیم رحمہ اللہ نے کہاہے کہ ہجر قرآن کی چند اقسام ہیں۔

☆قرآن کو سننے اور اس پر ایمان لانے کو ترک کردینا

☆قرآن پر عمل اور حلال وحرام کی جانکاری چھوڑ دینا گرچہ اس کو پڑھتا ہو اور اس پر ایمان بھی لاتا ہو۔

☆ قرآن کو فیصل بنانا ترک کردینا اور دین کے اصول وفروع میں اس سے فیصلہ ترک کردینا اور اعتقاد رکھنا کہ یہ یقین کا فائدہ نہیں دے گا اور اس کے لفظی دلائل سے علم حاصل نہیں ہوگا۔

☆ قرآن میں فہم وتدبر کرنے اور اس کی معرفت حاصل کرنے کو ترک کردینا

☆ ہر قسم کے قلبی امراض میں اس سے شفا اور علاج ترک کردینا اور غیروں سے بیماری میں شفا طلب کرنا اور قرآن سے علاج ترک کردینا۔

یہ پانچوں قسمیں قرآن کی مذکورہ آیت میں داخل ہیں۔(الفوائد لابن القیم)

(2)ایمان سے محرومی: اللہ تعالی نے ہم سے وعدہ کیاہے کہ اگر تمہارے پاس ایمان رہا تو تم غالب رہوگے۔آخ ہماری پسپائی اس بات پہ غماز ہے کہ ہم ایمان سے محروم ہوگئے۔اللہ کا فرمان ہے: وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (آل عمران:139)

ترجمہ: تم نہ سستی کرو اور نہ غمگیں ہو، تم ہی غالب رہوگے اگر تم ایمان والے رہو۔

اللہ تعالی اس آیت میں صحابہ کو خطاب کررہاہے کہ جنگ احد میں جو نقصان تمہیں لاحق ہوا اس سے غم نہ کھاؤ، اگر تم ایمان والے رہے تو تم ہی غالب رہوگے۔آج ہم کہنے کو تو مسلمان ہیں مگر ایمان کے تقاضے پورے نہیں کررہے ہیں جس کی وجہ سے ذلت وخواری ہمارا مقدر بن گئی۔

ایک چھوٹی سورت میں اللہ نے کامیابی کے چار صفات ذکر کئے ہیں،ان میں سے پہلی صفت ایمان ہے۔

وَالْعَصْرِ ، إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ، إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (العصر:1-3)

ترجمہ: بیشک سارے انسان گھاٹے میں ہیں، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور جنہوں نے آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی۔

اگر ہم ان چاروں صفات (ایمان، عمل، دعوت، صبر) کو جمع کرلیں تو ہر قسم کی ناکامی، ذلت اور ظلم سے بچ سکتے ہیں۔

(3) اللہ کے احکام اور سنت رسول کی نافرمانی: اللہ کی رحمت سے دوری کا ایک اہم سبب احکام اللہ اور احکام رسول سے روگردانی ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ، كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَن مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (المائدة:78-79)

ترجمہ: بنی اسرائیل کے کافروں پر داؤد علیہ السلام اور عیسی علیہ السلام کی زبانی لعنت کی گئی، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانیاں کرتے تھے اور حد سے آگے بڑھ جاتے تھے۔ آپس میں ایک دوسرے کو برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے روکتے نہ تھے، جو کچھ بھی یہ کرتے تھے یقیناً وہ بہت برا تھا۔

آیت بتلا رہی ہے کہ بنی اسرائیل کے لئے لعنت کی وجہ نافرمانی اور حد سے تجاوز کرنا ہے۔ آج کے مسلمانوں میں بھی بنی اسرائیل کی یہ صفات پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالی کے غضب کے شکار ہوگئے اور رحمت الہی سے محروم کردئے گئے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ (محمد:7)

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔

یہاں اللہ کی مدد کرنے سے مراد اللہ کے دین کی مدد کرنا ہے یعنی ہم اللہ کے دین پر چلیں گے تو اللہ تعالی ہماری مدد کرے گا، کافروں پر غلبہ دے گا اور مصیبت و پریشانی سے نجات دے گا۔

(4) مسلک پرستی: مسلکی اختلاف نے ہمیں ٹکڑوں میں تقسیم کردیا بلکہ یہ کہیں جسم مسلم کو کاٹ کاٹ کر الگ کردیا۔ ہمارا سر الگ اور دھڑ الگ ہے۔ دشمنوں کے ہتھکنڈوں نے اتنا نقصان نہیں پہنچایا جس قدر مسلک پرستی نے دین

اسلام اور قوت مسلم کو پہنچا۔ ایک دوسرے کو کافر قرار دینا، ایک دوسرے مسلمان سے شادی بیاہ، لین دین اور قطع تعلق کرنا، ایک دوسرے کو نیچا اور غلط ثابت کرنے کے لئے تلوار و نیزے اٹھانا بلکہ کافروں سے بدتر سلوک کرنا آپس میں اس قدر شدید ہے کہ یہودیت و نصرانیت کی دشمنی ماند پڑ گئی۔ الحفظ والاماں

جب مسلمانوں میں متعدد فرقے پیدا ہو جائیں اور ہر فرقے کا مقصد اپنے خاص مسلک کی ترویج و اشاعت اور دوسرے مسلک پر کیچڑ اچھالنا، اس کی توہین کرنا ہو تو پھر مسلمانوں میں خیر و بھلائی، اتحاد اتفاق، اخوت و محبت اور عظمت و سطوت کہاں سے ہوگی؟ مسلک پرستی کی بیماری نے ہماری صفوں میں دراڑ پیدا کر دیا، بھائی کو بھائی سے الگ کر دیا، آپس میں ایک دوسرے کو دشمن بنا دیا، مسلم قوم کی عظمت کو تار تار اور رعب و دبدبہ کو پارہ پارہ کر دیا اور قوت دین اسلام کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔

(5) دنیا سے محبت: دنیا کی محبت نے ہمیں دین سے غافل کر دیا، مقصد حیات بھلا دیا اور موت کا ڈر دل میں پیدا کر دیا۔ بے ایمانی، رشوت خوری، حرام کاری، قمار بازی، شہوت رانی، کالا بازاری، جہل و نادانی، کفر و عصیاں اور دولت کی کثرت سے عیش و شہوت کی زندگی ہمارا مشغلہ بن گیا۔ یاد رکھیں جب تک دل سے دنیا کی محبت دور نہ ہوگی ہمارے اندر سے مذموم صفات کا خاتمہ ناممکن ہے۔

ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يُوشِكُ الأممُ أن تداعَى عليكم كما تداعَى الأكَلةُ إلى قصعتِها . فقال قائلٌ : ومن قلَّةٍ نحن يومئذٍ ؟ قال : بل أنتم يومئذٍ كثيرٌ ، ولكنَّكم غُثاءٌ كغُثاءِ السَّيلِ ، ولينزِعنَّ اللهُ من صدورِ عدوِّكم المهابةَ منكم ، وليقذِفَنَّ اللهُ في قلوبِكم الوهْنَ . فقال قائلٌ : يا رسولَ اللهِ ! وما الوهْنُ ؟ قال : حُبُّ الدُّنيا وكراهيةُ الموتِ(صحيح أبي داود:4297)

ترجمہ: قریب ہے کہ دیگر قومیں تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں جیسے کھانے والے پیالوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں، تو ایک کہنے والے نے کہا: کیا ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ تم اس وقت بہت ہوگے، لیکن تم سیلاب کی جھاگ کے مانند ہوگے، اللہ تعالی تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہارا خوف نکال دے گا، اور تمہارے دلوں

میں "وہن" ڈال دے گا، تو ایک کہنے والے نے کہا: اللہ کے رسول! وہن کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دنیا کی محبت اور موت کا ڈر ہے۔

شام، مصر، لبنان، عراق، فلسطین، لیبیا اور برما وغیرہ کے حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کا مذکورہ فرمان صادق آرہا ہے۔ ایسا نہیں ہیں کہ ہم کمزور ہیں یا ہماری تعداد کم ہے بلکہ ہمارے اندر دنیا کی محبت پیدا ہو گئی جس نے دین سے غافل کر دیا، کثرت کے باوجود ہماری طاقت ختم ہو گئی اور ہم ریزہ ریزہ ہو گئے۔

موجودہ صورت حال کا علاج

ان کے علاوہ بھی دیگر وجوہات ہیں ان میں یہی پانچوں سب سے اہم ہیں۔ اگر ہم پھر سے اپنی عظمت رفتہ بحال کرنا چاہتے ہیں اور ذلت ورسوائی ختم کرنا چاہتے تو مذکورہ بالا کمزوریوں کی اصلاح کرنی پڑے گی اور ساتھ ساتھ دشمنوں سے نمٹنے، ان کے ظلم کا خاتمہ کرنے، ان پر اپنا رعب ودبدبہ قائم کرنے کے لئے تین اہم کام کرنے ہیں۔

(1) سب سے پہلے ہمیں اپنے حالات کا گہرائی سے جائزہ لینا ہوگا اور جن کمزوریوں کی وجہ سے نقصان اٹھا رہے ہیں انہیں دور کرنا ہوگا کیونکہ اللہ کا فرمان ہے:

وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ (الشوری :30)

ترجمہ: تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے اور وہ تو بہت سی باتوں سے در گزر فرما دیتا ہے۔

اس لئے اپنے اعمال کا جائزہ لے کر غلطی کی اصلاح کرنی ہے، ساتھ ہی یہ بات دھیان میں رہے کہ دین سے لاتعلقی تمام مصائب ومشکلات کی جڑ ہے۔ آج ہماری مایوسی، آلام، مظالم، قتل وخون، ہر پریشانی کا سبب دین سے بیزاری اور لاتعلقی ہے۔ ہمارے سامنے اس کی قرآنی مثال موجود ہے جب بنی اسرائیل نے دین سے تغافل برتا اور زمین میں فتنہ وفساد مچایا تو اللہ تعالی نے اس پر مجوسی کافروں کو مسلط کر دیا جنہوں نے اس پر بیحد مظالم ڈھائے اور گھروں میں تباہی مچادی۔ تو ہمیں بھی بنی اسرائیل کی اس مذموم صفت سے جو اس کی تباہی کا سبب بنی بچنا ہوگا اور دین اسلام سے گہرا تعلق پیدا کرنا ہوگا۔ صرف نام کے مسلمان بن کر دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکتے چہ جائیکہ ہاتھ میں توپ وبندوق ہو، اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ہمارے اندر "اصل اسلحہ" ایمانی قوت وطاقت موجود ہو۔

(2)اپنے حالات کو بہتر بنانے اور ظالموں سے مقابلہ کے لئے ہمیں بہترین فوج، بہترین اسلحہ (زمانے کے لحاظ سے)اور کار گر قوت مدافعت کی ضرورت ہے۔ اللہ کے کلام سے ان باتوں کا اشارہ ملتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ(الانفال : 60)

ترجمہ: تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کے تیار رکھنے کی کہ اس سے تم اللہ تعالی کے دشمنوں کو خوفزدہ رکھ سکو اور ان کے سوا اوروں کو بھی، جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ تعالی انہیں خوب جانتا ہے۔

نبی ﷺ کے زمانے میں جنگوں میں تیر و تلوار، نیزے اور گھوڑے استعمال ہوتے تھے، ابھی کی قوت وطاقت توپ، بم، ٹینک، میزائل، بندوق اور ماہر فوجی و جنگی طیارے وغیرہ ہیں۔ مقابلہ کے لئے ایمانی قوت کے ساتھ دنیاوی طاقت بھی چاہئے۔

(3)ایک تیسراا اہم کام سارے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا ہے۔ جب تک ہم ایک نہیں ہوں گے پسپائی ہی مقدر ہوگی۔ قوت وطاقت اور کامیابی وکامرانی کا راز اتحاد واتفاق میں مضمر ہے۔ اس بات کا اندازہ ایک چھوٹی سی مثال سے لگا سکتے ہیں کہ ایک آدمی ایک لکڑی کو بآسانی توڑ سکتا ہے لیکن جب لکڑیوں کو جمع کرکے توڑے تو نہیں توڑ سکتا کیونکہ اب لکڑیاں متحد ہو گئیں۔ اسی لئے اللہ تعالی نے ہم سب کو مجتمع ہونے کا حکم دیا ہے۔ فرمان رب العالمین ہے: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران: 103)

ترجمہ: اور تم سب مل کر اللہ تعالی کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور تفرقہ بازی نہ کرو۔

یہاں ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں متعدد فرقے ہیں ان سارے فرقوں کو کیسے جمع کیا جائے؟ واقعی یہ ایک دشوار کن مرحلہ ہے لیکن اس کا طریقہ اور حل ہے۔

اولا: آپسی تنازعات کو ختم کریں کیونکہ جب آپس میں ہی ہم ایک دوسرے کے دشمن رہیں گے تو ہمارے اصل دشمن ہمیں میں سے آدمی خرید کر ہمارے خلاف استعمال کرے گا اور کر بھی رہے ہیں۔ آپسی اختلاف کمزوری کی بڑی وجہ ہے ۔اللہ نے ہمیں آپس میں تنازع کرنے سے منع کیا ہے:

وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ(الانفال: 46)

ترجمہ: اور آپس میں تنازع نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر سے کام لو بے شک اللہ تعالی صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ثانیا: ہم سب ایک عقیدہ بنائیں جو قرآن و حدیث کا عقیدہ ہو اس میں مسلک کا، ذات کا، کسی خاص فقہ کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔ یعنی شریعت الٰہیہ سے ثابت شدہ عقائد پر ایمان لائیں اور اپنے تمام تر مسائل و امور میں شریعت کی طرف ہی التفات کریں جیسا کہ اللہ تعالی نے حکم دیا ہے:

فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (النساء : 59)

ترجمہ: تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ اگر تمہیں اللہ تعالی پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔

ثالثا: عقیدہ میں یکسانیت کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ہمارا مشن وہدف ایک ہو اور وہ ہے اعلائے کلمۃ اللہ۔

ہمارے یہاں یہ تینوں خرابیاں پائی جاتی ہیں، آپسی تنازعات شدید ہیں، قسم کے قسم کے عقائد پائے جاتے ہیں اور ہم میں متعدد فرقے پائے جاتے ہیں جن میں سب کے اہداف و مقاصد مختلف ہیں، کوئی تقلید کو ہوا دے رہا ہے، کوئی بدعات کی نشرواشاعت میں لگا ہے تو کوئی صوفیت کو پھیلانا مقصد زندگی بنالیا ہے۔

مذکورہ بالا تین اہم کام اگر ہم کرلیں تو پھر سے ہماری شان و شوکت بحال ہو سکتی ہے، ذلت وپستی سے ابھر سکتے ہیں اور اللہ کی طرف سے رحمتوں، نصرتوں، برکتوں کا نزول ہو سکتا ہے اور دشمنوں کو منہ کی کھانی پڑے گی۔

اے اللہ ہم سب کو ایک کردے، نیک بنادے اور دشمنوں پر غلبہ عطا فرما۔ آمین

BACK

طالبان علوم نبوت کے نام

آج بڑی تعداد میں اسلام کے دعویدار ملت اسلامیہ سے خارج نظر آتے ہیں۔ توحید سے منحرف، دین حنیف کی دعوت دینے سے قاصراور عملا شریعت سے کوسوں دور ہیں جبکہ انہیں گمان ہے کہ وہی اسلام کے حقیقی علمبرداراوردین کے اصل محافظ ہیں۔ان گمراہ فرقوں میں شیعہ،صوفی ٹولہ اور خوارج ہیں۔

اللہ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں خالص دین اور خالص توحید سے نوازا بلکہ اس کی ہی توفیق وہدایت سے اہل توحید کی ایک مختصر جماعت انبیاء کے مشن پہ کماحقہ قائم ہیں اور دعوت دین کا اہم فریضہ سرانجام دے رہی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو زبان وبیان سے توحید کی نشرواشاعت میں کوشاں ہیں۔ گوکہ آج لوگوں کی چاہت ہے کہ نئی نئی باتیں سنائی جائیں، عجیب وغریب واقعات ذکر کئے جائیں، عقل کو حیران کردینے والے کشف وکرامات بیان کئے جائیں مگر اہل توحید نے ہمیشہ لوگوں پر توحید کی دعوت پیش کی۔اللہ ہمیں تاعمر اس مشن کو شوق وجذبے، اخلاص وللہیت اور جہد پیہم کے ساتھ تھامے رہنے کی توفیق دے۔یقین کریں جو فرقہ توحید سے منحرف ہے اوراس کی دعوت سے روگرداں ہے وہ بلاشک وشبہ گمراہ فرقوں میں سے ہے، اہل السنہ والجماعت کی اصل پہچان اوران کی اہم ترین دعوت ،توحید کی دعوت اوراس کی نشرواشاعت ہے۔

عزیز طلبہ ! اللہ نے ہمیں نہ صرف مسلمان بنایاہے بلکہ اہل توحید میں سے ہونے کا شرف بخشا، یہ اللہ کا ہم پہ خاص فضل واحسان ہے ورنہ کتنے فرقے اسلام کا دعویدار ہونے کی باوجود گمراہوں میں سے ہے۔اس واسطے ہمارے اوپر اللہ کا شکر عظیم لازم ہے۔

آپ طالبان علوم نبوت ہیں، اس چشمہ صافی سے سیراب ہورہے ہیں جس سے روح کی تطہیر ہوتی ہے، انسانیت زندہ ہوتی ہے، شعوروآگہی کو لذت حیات ملتی ہے، قوموں کو عروج، معاشرے کو پاکیزگی اور فرد کو حقیقی سعادت نصیب ہوتی ہے۔آپ ان خوش نصیبوں میں سے ہیں جن کو اللہ اپنا محبوب بناتا ہے، آپ کی قسمت میں علوم نبوت سے سیراب ہونا، سیرت وکردار میں محمدی تصویر بننا اور انبیائی مشن قائم رکھنا ہے۔ سبحان اللہ

آج آپ طالب علم ہیں، کل معلم انسانیت بنیں گے، آج چٹائی پہ بیٹھتے ہیں کل درس وتدریس کی کرسی پہ بیٹھیں گے، آج علم نبوت کے خوشہ چیں ہیں کل علوم نبوت کے وارث بنیں گے۔ آپ بڑے خوش نصیب ہیں، اپنے اندر احساس کمتری، معاشی پریشان خیالی، مادیت کا غلبہ، عصر حاضر کی جھوٹی رونقیں، جدید ادب اور جدید کلچر کے نام پہ لغو، بے حیائی اور جہالت کو داخل ہونے کا کوئی راستہ نہ دیں۔

چونکہ آپ علم نبوت کے طالب ہیں، آپ کے سر انبیائی مشن آنے والا ہے، اس وجہ سے یہاں آپ سے چند اہم اور ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں تاکہ یہ شعور پہلے سے ذہن میں پختہ رہے اور عمر بھر اس شعور کو کبھی ماند نہ ہونے دیں۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

من سلك طريقًا يطلبُ فيه علمًا ، سلك اللهُ به طريقًا من طرقِ الجنةِ ، وإنَّ الملائكةَ لتضعُ أجنحتَها رضًا لطالبِ العِلمِ ، وإنَّ العالِمَ ليستغفرُ له من في السماواتِ ومن في الأرضِ ، والحيتانُ في جوفِ الماءِ ، وإنَّ فضلَ العالِمِ على العابدِ كفضلِ القمرِ ليلةَ البدرِ على سائرِ الكواكبِ ، وإنَّ العلماءَ ورثةُ الأنبياءِ ، وإنَّ الأنبياءَ لم يُورِّثُوا دينارًا ولا درهمًا ، ورَّثُوا العِلمَ فمن أخذَه أخذ بحظٍّ وافرٍ(صحيح أبي داود:3641)

ترجمہ: جو شخص علم دین کی تلاش میں کسی راستہ پر چلے، تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اسے جنت کے راستہ پر لگا دیتا ہے۔ بیشک فرشتے طالب علم کی خوشی کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور عالم کے لیے آسمان وزمین کی ساری مخلوقات مغفرت طلب کرتی ہیں یہاں تک کہ پانی کے اندر کی مچھلیاں بھی، اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی ہے جیسے چاند کی فضیلت سارے ستاروں پر، بیشک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء نے کسی کو دینار و درہم کا وارث نہیں بنایا بلکہ انہوں نے علم کا وارث بنایا ہے۔ اس لئے جس نے اس علم کو حاصل کر لیا، اس نے (علم نبوی اور وراثت نبوی سے) پورا پورا حصہ لیا۔

ذرا اس حدیث پہ غور کریں کہ کتنا بڑا مقام ہے نبوت کا علم حاصل کرنے والے اور علم حاصل کرکے عالم بننے والوں کا۔ آپ ڈاکٹر وانجینئر نہیں بنے تو پستی کا احساس نہیں کرنا ہے، علم نبوت سے بڑھ کو دنیا کا کوئی علم نہیں ہے۔ دنیاوی علوم، دنیا میں محض دنیا کمانے تک محدود ہے جبکہ علم نبوت کا دنیا میں، مرنے کے بعد اور آخرت تک اس کا اجر وفائدہ پہنچاتا ہے۔

اس حدیث کی گہرائی میں جاکر غور کریں تو انبیاء کی زندگی میں تین قیمتی سرمایہ ملتا ہے۔ پہلا سرمایہ علم، دوسرا سرمایہ عبادت اور تیسرا سرمایہ دعوت یعنی انبیاء سب سے بہترین عالم ہوتے ہیں، کثرت کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنے والے ہوتے ہیں (عبادت میں اللہ کی رضا کا ہر کام داخل ہے) اور اپنی امت تک اللہ کا پیغام پہنچانے میں تمامتر کوشش صرف کردیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت محمدیہ میں علم اور عالم، عبادت اور عابد، دعوت اور داعی کے بڑے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ اور علم، عالم، عبادت، عابد، دعوت اور داعی کے الفاظ انبیاء کے لئے خصوصی طور پر وارد ہوئے ہیں۔

پڑھنے کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالی نے نبی محمد ﷺ کو مخاطب فرمایا: اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (العلق:1)

ترجمہ: پڑھیئے اپنے اس رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

وحی کی تلاوت کے ساتھ اپنی عبادت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

اتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ ۖ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۗ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ (العنكبوت:45)

ترجمہ: جو کتاب آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اسے پڑھئے اور نماز قائم کریں یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے بیشک اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے اللہ خبردار ہے۔

عبادت پہ جہد کثیر کا ذکر کرتے ہوئے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صلَّى رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليه وسلم حتَّى انتفختَ قدماهُ، فقيلَ لَهُ: أتتَكَلَّفُ هذا وقد غُفِرَ لَكَ ماتقدم من ذنبِكَ وما تأخَّرَ، قالَ: أفلا أَكونُ عبدًا شَكورًا(صحيح الترمذي:412)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی یہاں تک کہ آپ کے پیر سوج گئے تو آپ سے عرض کیا گیا: کیا آپ ایسی زحمت کرتے ہیں حالانکہ آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے گئے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟۔

اللہ کی طرف اس کی وحدانیت کی دعوت دینے کا ذکر کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا جو کہ اصلا تمام انبیاء کی دعوت ہے:

قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي ۖ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (يوسف:108)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے میں اور میرے متبعین اللہ کی طرف بلا رہے ہیں پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ ۔اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں نہیں۔

بلکہ اللہ نے اپنے پیغمبر محمد ﷺ کو بطور خاص تبلیغ کرنے کا حکم دیا:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (المائدة:67)

ترجمہ: اے رسول جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی اور آپ کو اللہ تعالیٰ لوگوں سے بچا لے گا بے شک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

پھر اللہ نے رسول اللہ کی شدید دعوتی فکر و بے چینی کا ذکر فرماتے ہوئے کہا:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا (الكهف:6)

ترجمہ: پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اسی رنج میں اپنی جان ہلاک کر ڈالیں گے ؟

ہم انبیاء کے وارث بنیں گے تو ظاہر سی بات ہے ان کی زندگی کے جو اہم ترین اوصاف ہیں انہیں اپنانا پڑے گا تاکہ وراثت کی ذمہ داری ٹھیک ٹھیک نبھا سکیں بلکہ دیکھا جائے تو تمام اہل ایمان کو اللہ اور اس کے رسول ان اوصاف سے متصف ہونے کا حکم دیتے ہیں۔

نبوت کا علم سیکھنا فریضہ قرار دیتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

طلبُ العلمِ فريضةٌ على كلِّ مسلمٍ ، وإنَّ طالبَ العلمِ يستغفرُ له كلُّ شيءٍ ، حتى الحيتانِ في البحرِ(صحيح الجامع:3914)

ترجمہ: علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور بے شک طالب علم کے لئے ہر چیز مغفرت کی دعا کرتی ہے حتی کہ مچھلیاں سمندر میں۔

عبادت تو تخلیق انسانی کا مقصد ہی ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاريات:56)

ترجمہ: میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔

اور قرآن کی مندرجہ ذیل آیت کا خصوصیت سے مخاطب آپ طالبان علوم نبوت ہیں، ارشاد الٰہی ہے :
وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران:104)

ترجمہ: تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے، اور یہی لوگ فلاح و نجات پانے والے ہیں۔

اوپر کی باتوں کا خلاصہ نکالنا چاہیں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ عمومی طور پر عام مسلمانوں کو بھی علم حاصل کرنے، مقصد حیات پورا کرنے یعنی رب کی بندگی کرنے اور دعوت الی اللہ کا کام کرنے کی ضرورت ہے مگر وارثین انبیاء کے سر سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ انہیں نبوت کی صحیح معرفت ہونی چاہیئے تاکہ پختہ علم سے لیس راسخ عالم بنیں جن کا ذکر اللہ نے کیا ہے:

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ(آل عمران:7)

ترجمہ: ان کی حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور پختہ و مضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لاچکے، یہ ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو صرف عقلمند حاصل کرتے ہیں۔

جب راسخ علم نہیں ہوگا تو نہ صرف عبادت میں کجی ہوگی بلکہ اپنی کج علمی سے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ اسی طرح زمانہ طالب علمی سے ہی عبادت کی پابندی کریں مگر طلبہ میں اس وصف کی بڑی کمی محسوس کی جاتی ہے۔ جب ابھی سے عبادت میں کمزوری ہوگی تو آگے بھی کمزوری لاحق رہے گی اور تصور کریں جب نبوت کا عالم وداعی عبادت میں کوتاہ ہو پھر اسکے علم اور دعوت میں اثر کہاں سے پیدا ہوگا۔ کلام میں تاثیر اللہ کی جانب سے ہے جو بغیر صالحیت اور بندگی کے کیسے آسکتی ہے ؟

اب تیسرے وصف پہ غور کریں کہ ایک طالب علم، فارغ ہو کر عالم تو بن گیا، عبادت پہ پابندی بھی کرنے والا ہے مگر دعوت دین کا فریضہ ترک کردیا ہے، اس نے یکسر اپنا میدان بدل لیا؟ کیا وہ وارث انبیاء ہے ؟ کیا اس کے علم کا کوئی فائدہ خود اس کی ذات کو یا دوسروں کو پہنچے گا یا پھر کسی کا خود عمل کر لینے اور دوسروں کو اس کی دعوت نہ دینے سے اللہ کے

یہاں اس کی عبادت مقبول ہو گی جبکہ وہ عالم دین ہو۔ہر گز اس کی عبادت مقبول ہو گی۔ان ساری باتوں کا ایک جملے میں خلاصہ یہ ہے کہ طلبہ محنت ومشقت کے ساتھ پختہ علم حاصل کر کے مثالی عالم بنیں، عالم بھی ایسا کہ جملہ قسم کی عبادات میں بھی کثرت اجتہاد کریں اور قوم وملت کو لوٹنے والے تو بہت مگر آپ دین کے بے لوث خام بنیں۔ اللہ کا فرمان ہے:

قُلْ مَا سَأَلْتُكُم مِّنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (سبا:47)

ترجمہ: کہہ دیجئے! کہ جو بدلہ میں تم سے مانگوں وہ تمہارے لئے ہے میرا بدلہ تو اللہ تعالیٰ ہی کے ذمے ہے۔وہ ہر چیز سے باخبر اور (مطلع) ہے۔

گرامی قدر عزیز طلبہ! اپنے مقام ومرتبہ کو پہچانیں اور اپنے اندر انبیاء کے تینوں اہم اوصاف پیدا کریں۔دنیا آپ کی پیاسی ہے، کفر وشرک کے عہد میں صدائے حق بلند کرنے والے بہت تھوڑے ہیں۔ان قلیل افراد میں بھی اپنے فریضے سے برگشتگی اختیار کرنے لگیں تو پھر کون امت کی اصلاح کرے گا؟عزم مصمم پیدا کریں،زمانے کا رخ موڑنے کا تہیہ کریں،لوگوں کو شرک وکفر کے دلدل سے نکالنے کی فکر کریں اور اپنے ساتھ ساتھ افراد امت کے لئے بھی نجات کا راستہ ہموار کریں۔

عزیز طلبہ! آج کے سوشل میڈیا کے دور میں آپ سے ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جامعہ میں رہتے ہوئے اپنے اساتذہ سے علم حاصل کریں، لائبریری کی کتابوں سے استفادہ کریں۔میرے پاس بہت سارے طلبہ کے سوالات آتے ہیں میں انہیں اپنے اساتذہ کی طرف رجوع کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔آپ علم کے سمندر میں ہیں،وہاں سے علم لیں۔یاد رکھیں سوشل میڈیا کا علم پائیدار نہیں ہے،کتابی علم ہی پختہ ہے۔صرف اونچی جماعت کے طلباء سوشل میڈیا کا استعمال کریں وہ بھی بقدر ضرورت اور بطور تعاون اور اساس کے طور پر اپنے اساتذہ اور لائبریری سے استفادہ کریں۔ جس قدر ممکن ہو قرآن بھی حفظ کرتے رہیں،حفظ متون حدیث کا خصوصی اہتمام کریں۔یہی چیزیں آگے دعوت دین، تقریر وتحریر اور استشہاد وبیان میں کام آئیں گی۔

اللہ سے تمام سلفی اداروں کی حفاظت،ان کے ذمہ داروں کے حوصلوں میں بلندی، طلباء اور اساتذہ کے لئے علم وعمل میں پختگی اور اخلاص کی عاجزانہ ومخلصانہ دعا کرتا ہوں۔جو بھی سلفی اداروں کے لئے کسی شکل میں تعاون پیش کر رہے

ہیں اللہ جل شانہ ان جملہ احباب کے لئے جنت کا راستہ آسان بنائے اور تا قیام قیامت سلفی اداروں کا فیض ساری دنیا میں جاری وساری رکھے۔ آمین یارب العالمین۔

BACK

کس کی دعا قبول ہوتی ہے؟

دعا مومن کی زندگی کا اہم ترین حصہ ہے۔ مومن ہر آن وہر لمحہ اس سے جڑا رہتا ہے اور زندگی کے تمام مسائل اپنے خالق ومالک کے سامنے بیان کرتا رہتا ہے۔ خالق اپنے بندوں کی پکار سے خوش ہوتا ہے اور ہر وہ چیز عطا کرتا ہے جس کے لئے اس کے بندے نے ندا لگائی ہے۔ آج لوگوں کی اکثریت نے ضعیف الاعتقادی اور ایمان میں کمزور ہونے کے باعث دعا کی اہمیت اور اس کی قبولیت سے اپنا اعتماد اٹھالیا ہے۔ دعا تو لوگ کرتے ہیں مگر عدم قبولیت کا رونا روتے ہیں، اپنی دعاؤں پر اعتماد کرنے کے لئے پھر غیر اللہ کا وسیلہ لگاتے ہیں۔ پتہ نہیں لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ براہ راست اللہ کو پکارنے میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا مگر مزارات پہ دعا کرکے بڑے خوش ہوتے ہیں، مردوں کا وسیلہ لگا کر دعاؤں کی قبولیت پہ اعتماد بندھ جاتا ہے۔

ابتدائے آفرینش سے اللہ کی مخلوق نے ہمیشہ اللہ کو پکارا ہے، انبیاء کی بعثت کا عظیم مقصد ایک رب کو پکارنے کی طرف بلانا ہے۔ انبیاء نے خود بھی اللہ کو پکار کر اپنی اپنی امت کو اس کی تعلیم دی۔ قرآن میں کتنے پیغمبروں کا ذکر ہے جو اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ہر مومن بلکہ اللہ کا ہر ولی جو واقعی اللہ کا ولی ہوا انہوں نے ہمیشہ اللہ کو ہی پکارا۔

دعا خالص عبادت کا نام ہے، تمام نبیوں کے سردار، تمام انسانوں میں اشرف، تمام اولیاء میں سب سے مکرم ہم سب کے امام اعظم حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا: الدُّعاءَ هوَ العِبادَةُ، ثمَّ قرأَ: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ(صحيح الترمذي:3372)

ترجمہ: دعا ہی عبادت ہے، پھر آپ نے آیت پڑھی: «وقال ربكم ادعوني أستجب لكم إن الذين يستكبرون عن عبادتي سيدخلون جهنم داخرين» تمہارا رب فرماتا ہے، تم مجھے پکارو، میں تمہاری پکار یعنی دعا کو قبول کروں گا، جو لوگ مجھ سے مانگنے سے گھمنڈ کرتے ہیں، وہ جہنم میں ذلیل وخوار ہو کر داخل ہوں گے۔

آج مسلمانوں کا ایمان کس قدر گیا گزرا ہے کہ جعلی پیر وفقیر اور پاکھنڈی باباؤں کی بات پہ تو شک نہیں ہوتا مگر انہیں نہ اللہ کے کلام پہ اعتماد ہے اور نہ ہی کائنات کی سب سے عظیم ہستی کے فرمان پہ اعتماد ہے۔ مذکورہ بالا حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے بتلایا کہ دعا عبادت ہے اور آپ ﷺ نے دلیل میں قرآن کی آیت پیش کی کہ رب کا فرمان ہے تم

صرف مجھے پکارو، میں تمہاری پکار کا جواب دیتاہوں، ہاں اللہ نے مزید فرمایا کہ لوگو! سن لو اگر تم نے مجھے چھوڑ کر غیر کو پکارا تو پھر تمہارا اٹھکانہ جہنم ہوگا وہ بھی ذلت ورسوائی کے ساتھ۔الحفظ والاماں۔

باری تعالی نے ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے: وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (البقرة:186)

ترجمہ: جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب بھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں اس لئے لوگوں کو بھی چاہیے وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے۔

اللہ نے اس قدر واضح کر کے بتلادیا کہ ناسمجھوں کو بھی سمجھ آجائے۔اللہ قریب ہے اور ہمیشہ آدمی قریبی کو ہی پکارتا ہے، اس طرح کی مثال دے کر اللہ نے اپنے بندوں کو بتلایا کہ مجھے ہی پکارا کرو، مجھے جو بھی پکارتا ہے میں اس کی پکار سنتا ہوں ۔آگے اللہ نے نشانی بھی ذکر فرمائی ہے کہ جو اپنے حقیقی معبود کو پکارتے ہیں ان کا شعار اپنے رب پر صحیح معنوں میں ایمان لانا اور اپنے خالق کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا ہے۔جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو پکارتے ہیں وہ نہ رب پر صحیح ایمان لانے والے ہیں اور نہ رب کی اطاعت بجالانے والے ہیں۔

اللہ ہر جگہ سے اور ہر لمحہ بندوں کی پکار سنتا ہے مگر اس کی شان کریمی اور بندوں پر عظیم مہربانی دیکھیں کہ وہ فریاد سننے ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے: يَتَنَزَّلُ رَبُّنا تَبارَكَ وتَعالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إلى السَّماءِ الدُّنْيا، حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ، يقولُ: مَن يَدْعُونِي فأسْتَجِيبَ له، مَن يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ، مَن يَسْتَغْفِرُنِي فأغْفِرَ له.(صحيح البخاري:6321)

ترجمہ: ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے، اس وقت جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے اور فرماتا ہے کون ہے جو مجھ سے دعا کرتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اسے دوں، کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرتا ہے کہ میں اس کی بخشش کروں۔

دعا سے متعلق قرآن وحدیث میں بہت سارے نصوص ہیں جن کے ذکر کا یہ مقام نہیں ہے، یہاں میرا مقصد ان لوگوں کا ذکر کرنا ہے جن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، مذکورہ باتیں بطور تمہید تھیں تاکہ اگر کسی کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہماری

دعائیں قبول نہیں ہوتیں تو عدم قبولیت کی وجہ تلاش کرے اور اپنی اصلاح کرلے۔

تین قسم کے لوگوں کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی، رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ثلاثُ دعَواتٍ مستجاباتٌ دعوةُ المظلومِ ودعوةُ المسافرِ ودعوةُ الوالدِ على ولدِهِ(صحيح الترمذي:3448)

ترجمہ: تین طرح کی دعائیں مقبول ہوتی ہیں: مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا، اور باپ کی بددعا اپنے بیٹے کے حق میں۔

مظلوم پر ظلم کرنے والا اللہ سے بے خوف ہوتا ہے یا یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت اپنے ذہن سے خالق کا تصور نکال چکا ہوتا ہے۔ جس کے ذہن میں خالق کا تصور ہو وہ کبھی دوسروں پر ظلم نہیں کرسکتا کیونکہ خالق اس کائنات کا خالق ہی نہیں منصف بھی ہے، اس کی عدالت میں حق کے ساتھ فیصلے ہوتے ہیں۔ اگر اس کے یہاں انصاف نہ ہوتا تو فرعون جیسے لوگ کمزوروں کو دنیا میں زندہ نہیں چھوڑتے۔ دنیا میں لوگوں کی عدالت محض دھوکہ ہے، انصاف تو اللہ کی عدالت میں ہے۔ جب کبھی کوئی کسی پر ظلم کرتا ہے اور مظلوم اپنے خالق سے اس ظالم کے خلاف فریاد کرتا ہے تو پھر دنیا میں ظالم کو بچانے والا کوئی نہیں ہوتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو جب عامل بنا کر یمن بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت فرمائی:

اتَّقِ دَعْوَةَ المَظْلُومِ، فإنَّهَا ليسَ بيْنَهَا وبيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ.(صحيح البخاري:2448)

ترجمہ: مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہنا کہ اس (دعا) کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔

مظلوم کافر بھی ہو تو اس کی دعا رد نہیں کی جاتی ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: دعوةُ المظلومِ مُستجابةٌ ، وإن كان فاجرًا ففُجورُه على نفسِه(صحيح الترغيب:2229)

ترجمہ: مظلوم کی دعا قبول کی جاتی ہے، چاہے فاجر ہی کیوں نہ ہو، فجور (کا خمیازہ) اسی کی جان پر ہوگا۔

ظلم وزیادتی دربار الٰہی میں اس قدر سنگین جرم ہے کہ اس کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں بھی دی جائے گی۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

ما من ذنبٌ أجدرُ أن يُعجِّلَ اللهُ لصاحبِه العقوبةَ في الدنيا مع ما يدَّخِرُ له في الآخرةِ من البغيِ وقطيعةِ الرحمِ(صحيح ابن ماجه:3413)

ترجمہ: ظلم اور قطع رحمی سے بڑھ کر کوئی گناہ ایسا نہیں جس کا مرتکب زیادہ لائق ہے کہ اس کو اللہ کی جانب سے دنیا میں

بھی جلد سزا دی جائے اور آخرت کے لئے بھی اسے باقی رکھا جائے۔

مظلوم کی طرح مسافر کی دعا اور والد کی اپنے اولاد کے حق میں دعا کبھی رد نہیں ہوتی۔اس پس منظر میں آپ سے یہ عرض کرنا ہے کہ ظلم کا بدلہ لے لینے سے کوئی مظلوم نہیں رہ جاتا، سفر میں برائی کرنے سے دعا بے اثر ہو جائے گی اور باپ کا نیک وصالح نہ ہونا دعا کی تاثیر چھین لے گا۔

ان تین لوگوں کے علاوہ حدیث میں صالح اولاد کی دعا کا ذکر ہے جو باپ کے حق میں قبول کی جاتی ہے۔ایک روایت مسلم میں ہے جس میں تین چیزوں کے صدقہ جاریہ کا ذکر ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

إِذَا مَاتَ الإِنْسَانُ انْقَطَعَ عنه عَمَلُهُ إِلَّا مِن ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِن صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو له.(صحيح مسلم:1631)

ترجمہ: جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے (جن کا فیض اسے برابر پہنچتا رہتا ہے): ایک صدقہ جاریہ، دوسرا علم جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے، تیسرا صالح اولاد جو اس کے لیے دعائیں کرتی رہے۔

ابن ماجہ کی حسن درجے کی روایت میں ہے، نبی ﷺ فرماتے ہیں: إنَّ الرَّجلَ لتُرفَعُ درجتُه في الجنةِ فيقولُ : أنَّى هذا ؟ فيقالُ : باستغفارِ ولدِك لكَ(صحيح ابن ماجه:214/3)

ترجمہ: آدمی کا درجہ جنت میں بلند کیا جائے گا، پھر وہ کہتا ہے کہ میرا درجہ کیسے بلند ہو گیا (حالانکہ ہمیں عمل کا کوئی موقع نہیں رہا) اس کو جواب دیا جائے گا کہ تیرے لئے تیری اولاد کے دعا واستغفار کرنے کے سبب سے۔

باپ کا اپنے بیٹے پر زندگی بھر کا احسان ہوتا ہے بطور خاص طفولت سے جوانی تک۔اولاد کے لئے والدین کی قربانی کا دنیا میں کوئی صلہ ممکن نہیں ہے تاہم ان کی قربانیوں اور احسان وسلوک کے تئیں کثرت سے ان کے لئے دعا واستغفار کرنا چاہئے۔

ایک حدیث میں غازی، حاجی اور معتمر ان تین قسم کے آدمیوں کی دعا قبول ہونے کا ذکر ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

الغازي في سبيلِ اللَّهِ، والحاجُّ والمعتمِرُ، وفْدُ اللَّهِ، دعاهُم، فأجابوهُ، وسألوهُ، فأعطاهُم(صحيح ابن ماجه:2357)

ترجمہ: اللہ کی راہ میں نکلے ہوئے غازی اور حج وعمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں، اللہ نے انہیں بلایا تو وہ آگئے لہذا اب وہ اللہ سے سوال کریں گے تو اللہ انہیں عطا فرمائے گا۔

اللہ جنہیں غزوہ یا حج وعمرہ کی سعادت بخشے وہ اپنے عمل میں اخلاص پیدا کرے اور کثرت سے اللہ کو پکارے، اللہ ان کی مرادیں پوری فرمائے گا۔

اپنے بھائیوں کی پیٹھ پیچھے دعا کرنا بھی قبولیت کا باعث ہے نیز دعا کرنے والے کے حق میں بھی وہ دعا قبول ہوتی ہے۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں:

دَعْوَةُ المَرْءِ المُسْلِمِ لأَخِيهِ بظَهْرِ الغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ، عِنْدَ رَأْسِهِ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّما دَعَا لأَخِيهِ بخَيْرٍ، قالَ المَلَكُ المُوَكَّلُ بهِ: آمِينَ وَلَكَ بمِثْلٍ(صحيح مسلم:2733)

ترجمہ: مسلمان کی اپنے بھائی کے لیے اس کی پیٹھ پیچھے کی گئی دعا مستجاب ہوتی ہے، اس کے سر کے قریب ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے، وہ جب بھی اپنے بھائی کے لیے دعائے خیر کرتا ہے تو مقرر کیا ہوا فرشتہ اس پر کہتا ہے: آمین، اور تمہیں بھی اسی کے مانند عطا ہو۔

اللہ تعالی توبہ کرنے والی کی بھی دعا قبول کرتا ہے بلکہ توبہ کرنے والا اللہ کے نزدیک محبوب وپسندیدہ بندہ ہے، فرمان الہی ہے:

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ (الشوري:25)

ترجمہ: وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو سب جانتا ہے۔

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے:

إنَّ عَبْدًا أصابَ ذَنْبًا - ورُبَّما قالَ أذْنَبَ ذَنْبًا - فقالَ: رَبِّ أذْنَبْتُ - ورُبَّما قالَ: أصَبْتُ - فاغْفِرْ لِي، فقالَ رَبُّهُ: أعَلِمَ عَبْدِي أنَّ له رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ ويَأْخُذُ بهِ؟ غَفَرْتُ لِعَبْدِي(صحيح البخاري:7507)

ترجمہ: ایک بندے نے بہت گناہ کئے اور کہا: اے میرے رب! میں تیرا ہی گنہگار بندہ ہوں تو مجھے بخش دے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا: میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ضرور ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور گناہ کی وجہ سے سزا بھی دیتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔

بلکہ اس حدیث میں ہے کہ بندہ بار بار گناہ کرتا ہے اور بار بار اللہ سے توبہ کرتا ہے اور اللہ اپنے بندے کو بخش دیتا ہے۔

اللہ کبھی کبھار گنہگار کی بھی دعا قبول کرلیتا ہے حتی کہ شرک کرنے والی کی دعا بھی قبول کرلیتا ہے، یہ اللہ کی مہربانی ہے۔ ممکن ہے عاصی اپنے گناہوں سے پلٹ جائے، توبہ اور استغفار کرلے۔ اللہ تعالی مشرکوں کی دعا کے بارے میں ذکر کرتا ہے:

وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَن تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ ۖ فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ ۚ وَكَانَ الْإِنسَانُ كَفُورًا (الاسراء:67)

ترجمہ: اور سمندروں میں مصیبت پہنچتے ہی جنہیں تم پکارتے تھے سب گم ہو جاتے ہیں صرف وہی اللہ باقی رہ جاتا ہے پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔

اللہ نے تو شیطان کی بھی دعا قبول کی ہے، فرمان باری تعالی ہے: قَالَ أَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ، قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ (الاعراف:14-15)

ترجمہ: [شیطان نے] کہا: میرے پروردگار! مجھے دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک مہلت دے دے، [تو اللہ تعالی نے] فرمایا: تجھے مہلت [دے دی] ہے۔

دعا اصل میں مومن و متقی بندوں کی قبول کی جاتی ہے، گنہگاروں کی دعا کبھی قبول ہو جائے تو اس کا مطلب نہیں کہ گناہ کا دعا پہ کوئی اثر نہیں پڑتا۔ گناہ کا دعا پہ بہت اثر پڑتا ہے اور حرام کمائی کا تو بیحد اثر پڑتا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں وارد ہے:

ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ، يا رَبِّ، يا رَبِّ، ومَطْعَمُهُ حَرامٌ، ومَشْرَبُهُ حَرامٌ، ومَلْبَسُهُ حَرامٌ، وغُذِيَ بالحَرامِ، فأنَّى يُسْتَجابُ لذلكَ؟(صحيح مسلم:1015)

ترجمہ: پھر آپ ﷺ نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، پریشان حال اور غبار آلود ہے۔ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر دعائیں مانگتا ہے۔ میرے رب! اے میرے رب! اور حال یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام کا ہے، اس پینا حرام ہے، اس کا پہننا حرام کا ہے اور اس کی پرورش ہی حرام سے ہوئی ہے۔ پھر اس کی دعا کیوں کر قبول ہوگی۔

اگر کبھی مزار پہ دعا کرنے سے قبول ہو جائے، اگر کبھی غیر اللہ کو پکارنے سے دعا قبول ہو جائے، اگر کبھی اولیاء کے وسیلے سے دعا قبول ہو جائے تو مسلمان کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اس طرح دعا کرنا صحیح ہے یا ایسے دعا کرنے سے جلد قبول ہوتی ہے۔ ہر گز نہیں۔ اولا: ہمارا عقیدہ یہ ہو کہ دینے والا صرف اللہ ہے خواہ مانگنے والا کہیں بھی جا کر مانگے۔ ثانیا: اللہ تعالی بندوں کو طرح طرح سے آزماتا ہے اور آزمائش میں مبتلا کر کے گناہ سے پلٹنے اور توبہ کرنے کی مہلت دیتا ہے۔

کوئی مسلمان یہ عقیدہ رکھے کہ قبر والا بھی دیتا ہے تو پھر ہندؤں کا عقیدہ پتھر سے مانگنا بھی صحیح ہو جائے گا کیونکہ کبھی کبھی اس کی بھی مراد پوری ہو جاتی ہے جبکہ ایک ادنی مسلمان بھی کہے گا کہ پتھر نفع ونقصان کا مالک نہیں ہے تو پھر یہ بھی عقیدہ رکھیں کہ قبر والا بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں ہے۔یہی عقیدہ قرآن ہمیں سکھلاتا ہے،اللہ کا فرمان ہے:

وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۖ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِينَ (يونس:106)

ترجمہ:اور اللہ کو چھوڑ کر کسی ایسے کو مت پکارو جو تجھ کو نہ نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی نقصان پہنچا سکے، پھر اگر ایسا کیا تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

اپنے مومن وموحد بھائیوں سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ سے دعا کرتے رہیں وہ ہر نیک بندے کی دعا قبول کرتا ہے،دعا کی قبولیت پہ یقین بھی رکھیں،کیا آپ نے شروع مضمون میں اللہ کا کلام نہیں پڑھا جس میں ذکر ہے کہ اللہ ہر پکارنے والے کی پکار سنتا ہے بشرطیکہ وہ صحیح معنوں میں اس پر ایمان لانے والا ہو اور اس کے احکام کی تابعداری کرنے والا ہو۔اللہ کے نزدیک دعا سب سے معزز چیز ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

ليسَ شيءٌ أَكْرَمَ على اللَّهِ تعالى منَ الدُّعاءِ(صحيح الترمذي:3370)

ترجمہ:اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ معزز ومکرم کوئی چیز نہیں ہے۔

اسی لئے اللہ تعالی دعا کرنے والوں کو کبھی مایوس نہیں کرتا، نبی ﷺ فرمان ہے:

إنَّ اللَّهَ حيِيٌّ كريمٌ يستحي إذا رفعَ الرَّجلُ إليْهِ يديْهِ أن يردَّهما صفرًا خائبتينِ(صحيح الترمذي:3556)

ترجمہ:اللہ «حيي كريم» ہے یعنی زندہ وموجود ہے اور شریف ہے اسے اس بات سے شرم آتی ہے کہ جب کوئی آدمی اس کے سامنے ہاتھ پھیلا دے تو وہ اس کے دونوں ہاتھوں کو خالی اور ناکام ونامراد واپس کردے۔

ہاں یہ بات جان لینے کی ضرورت ہے کہ دعا کی قبولیت کی شکلیں مختلف ہوسکتی ہیں چنانچہ نبی ﷺ کا یہ فرمان ملاحظہ فرمائیں:

ما من مسلمٍ يدعو بدعوةٍ ليس فيها إثمٌ ، ولا قطيعةُ رَحِمٍ ؛ إلا أعطاه بها إحدى ثلاثَ : إما أن يُعجِّلَ له دعوتَه ، وإما أن يدَّخِرَها له في الآخرةِ ، وإما أن يَصرِفَ عنه من السُّوءِ مثلَها . قالوا : إذًا نُكثِرُ . قال : اللهُ أكثرُ .(صحيح الترغيب:1633)

ترجمہ: جب بھی کوئی مسلمان ایسی دعا کرے جس میں گناہ یا قطع رحمی نہ ہو، تو اللہ ربّ العزت تین باتوں میں سے ایک ضرور اُسے نوازتے ہیں: یا تو اس کی دعا کو قبول فرما لیتے ہیں یا اس کے لئے آخرت میں ذخیرہ کر دیتے ہیں اور یا اس جیسی کوئی برائی اس سے ٹال دیتے ہیں۔ صحابہؓ نے کہا: پھر تو ہم بکثرت دعا کریں گے۔ تو نبیؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ بخشنے (عطا کرنے) والا ہے۔

گویا دعا کبھی رائیگاں نہیں جاتی، کبھی فوراً قبول کر لی جاتی ہے، کبھی اس کی قبولیت میں تاخیر ہو سکتی ہے، کبھی اسے آخرت کے لئے ذخیرہ بنا دی جاتی ہے تو کبھی اس کے بدلے برائی دفع کی جاتی ہے۔

بہر کیف! دعا عبادت ہے اس لئے عاجزی اور اخلاص کے ساتھ صرف اپنے خالق کو پکاریں، دعا کرتے ہوئے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، براہ راست اسی سے مانگیں، دعا کرتے ہوئے زندہ یا مردہ کسی کا وسیلہ نہ لگائیں بلکہ اللہ کے اسمائے حسنیٰ اور اپنے اعمال صالحہ کا وسیلہ لگائیں، گناہوں سے بچیں، صحیح طور پر اللہ پر ایمان لائیں، اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی پاسداری کریں، توبہ کے ساتھ دعا کریں، حرام کمائی سے بالکل دور رہیں، لوگوں کا حق نہ ماریں، نہ ہی کسی پر ناحق ظلم کریں اور دعا میں افضل اوقات کا خیال رکھیں۔ ان باتوں کا پاس و لحاظ ہو گا تو رب العالمین بے شک ہماری دعا قبول فرمائے گا۔

BACK

مشکلات کا سامنا کیسے کریں؟

آج ہر کوئی اپنی مشکلات کا رونا روتا ہے، جہاں دیکھوں دوسروں سے دکھ پریشانی بیان کر رہا ہوتا ہے۔ مشکلات کو اپنے دل میں دبا نہیں پاتا، حزن وملال کا ہر جگہ برملا اظہار کرتا ہے۔ ہم کیوں سمجھتے ہیں کہ زندگی میں کوئی پریشانی نہ ہو، کبھی کوئی غم لاحق نہ ہو، ہمیشہ ہنستے کھیلتے رہیں، زندگی میں خوشیاں ہی خوشیاں ہوں۔ حیرت ان بھائیوں پر ہے جو مشکلات کا سامنا نہیں کر پاتے۔ بے صبری کا اظہار کر بیٹھتے ہیں، جہاں تہاں اپنے غم کا اظہار کرتے ہیں، بزدل ہو کر مشکلات کے سامنے اپنی ہمت ہار جاتے ہیں، کچھ تو حد درجہ جزع فزع کرتے ہیں، اپنے چہرے اور اعضائے جسم کو غم والم کی تصویر بنا لیتے ہیں، بعض لوگ مشکلات سے نحوست لیتے ہیں، دوسروں کو اپنی مشکلات کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں، جہالت کی وجہ سے کتنے اس عالم میں اللہ کو بھول جاتے ہیں اور غیروں کی در پہ نجات کی آس لئے بیٹھ جاتے ہیں، اور وہ آدمی مجرم ہے جو غموں کی تاب نہ لاکر موت کے منہ خود کو دھکیل دیتا ہے۔ آئے روز ہم اخبارات میں لوگوں کی خودکشی کرنے، چھت سے کودنے، ٹرین سے کٹنے، بم سے مرنے، بندوق سے ہلاک ہونے کی خبریں پڑھتے ہیں۔ جو خود کو ہلاک کرے گا وہ جہنم میں داخل ہوگا اور وہاں بھی خود کو ہلاک کرتا رہے گا۔ اللہ کی پناہ اس خطرناک شر سے۔

مشکلات زندگی کا حصہ ہیں، دارالامتحان میں پریشانی نہ ہو ایسا ممکن ہی نہیں۔ یہاں قدم قدم پر مشکلات ہیں، ایمان کے ساتھ مشکلات جڑی ہوئی ہیں، اس لئے یہاں ایمان والوں کی سخت ترین آزمائشیں ہوتی ہیں۔ یہ زندگی آزمائش کا ہی دوسرا نام ہے، اس لئے مومن کی دنیاوی زندگی قید خانہ اور کافروں کی جنت ہے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ (صحيح مسلم:2956)

ترجمہ: دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔

بھلا قید خانے میں کوئی آرام سے زندگی گزارتا ہے وہ تو دکھوں سے بھری ہوتی ہے۔ کافروں کی دنیا جنت ہے پھر بھی انہیں یہاں بھی تکلیف ہوتی ہے یعنی کافروں کو اپنی جنت میں بھی تکلیف پہنچتی ہے جبکہ مومنین جب آخرت میں اپنی جنتوں میں جائیں گے تو نہ صرف وہاں عیش وآرام ہوگا بلکہ دنیا کی تمام مشکلات بھول جائیں گے۔ کافروں کی بے آرامی کے متعلق رب ذوالجلال نے فرمایا:

إِن تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ ۖ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (النساء:104)

ترجمہ: اگر تمہیں بے آرامی ہوتی ہے تو انہیں بھی تمہاری طرح بے آرامی ہوتی ہے اور تم اللہ تعالیٰ سے وہ امیدیں رکھتے ہو، جو امید انہیں نہیں اور اللہ تعالیٰ دانا اور حکیم ہے۔

روئے زمین پر سب سے افضل انسانی ہستیاں انبیائے کرام کی ہیں، ان کی آزمائشیں سب سے زیادہ سخت ہوتی ہیں۔ سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا:

أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ فَيُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ فَإِنْ كَانَ دِينُهُ صُلْبًا اشْتَدَّ بَلَاؤُهُ وَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ رِقَّةٌ ابْتُلِيَ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ فَمَا يَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتَّى يَتْرُكَهُ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ مَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ (صحیح الترمذی:2398)

ترجمہ: انبیاء ورسل پر، پھر جوان کے بعد مرتبہ میں ہیں، پھر جو ان کے بعد ہیں، بندے کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے، اگر بندہ اپنے دین میں سخت ہے تو اس کی مصیبت بھی سخت ہوتی ہے اور اگر وہ اپنے دین میں نرم ہوتا ہے تو اس کے دین کے مطابق مصیبت بھی ہوتی ہے، پھر مصیبت بندے کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے، یہاں تک کہ بندہ روئے زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

ابراہیم علیہ السلام کی سیرت ابتلاء وآزمائش سے پر ہے، ایوب علیہ السلام کو اللہ نے لمبی مدت تک بیماری میں مبتلا رکھا، یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے، یعقوب علیہ السلام نے مدتوں اپنے لخت جگر کی جدائی برداشت کیں، یوسف علیہ السلام کو جیل کی سزا بھگتنی پڑی، موسی علیہ السلام کو وقت کے ظالم بادشاہ کا سامنا کرنا پڑا اور محمد ﷺ کی زندگی یتیمی اور فقر وفاقہ میں گزری۔ یہ سب انبیاء ہیں اور روئے زمین پر پاکباز ہستیاں تھیں مگر وہ بھی آزمائشوں سے نہیں بچ سکے تو ہم آپ کیسے مصائب ومشکلات سے بچ سکتے ہیں وہ بھی پر فتن دور میں۔ یہاں ہر کسی کو آزمائشوں سے گزرنا ہے کیونکہ ایمان کی آزمائش کے بدلے آخرت میں بڑا انعام رکھا گیا ہے۔ جنت کا حصول بغیر محنت ومشقت اور بغیر تکلیف جھیلے کیسے ممکن ہے؟

اللہ کا فرمان ہے: أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ (العنکبوت:2)

ترجمہ: کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف اس دعوے پر کہ ہم ایمان لائے ہیں ہم انہیں بغیر آزمائے ہوئے ہی چھوڑ دیں گے ؟

اللہ کا فرمان ہے:

أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُم ۖ مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ ۗ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ (البقرة:214)

ترجمہ: کیا تم یہ گمان کئے بیٹھے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ اب تک تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے اگلے لوگوں پر آئے تھے انہیں بیماریاں اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ یہاں تک جھنجھوڑے گئے کہ رسول اور اس کے ساتھ کے ایمان والے کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سُن رکھو کہ اللہ کی مدد قریب ہی ہے۔

اللہ کا فرمان ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ (155)

ترجمہ: اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال وجان اور پھلوں کی کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے۔

ان تمام آیات سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ایمان والوں کو اللہ دنیا میں طرح طرح سے آزماتا ہے اور قسم قسم کی مشکلات سے دوچار کرتا ہے۔ بیماری دے کر، بھوک وپیاس بھیج کر، غربت وافلاس کا شکار بنا کر، تجارتی خسارے میں گرفتار کرکے، غم والم اور حزن وملا نازل کر کے، دشمن کے تسلط اور حاسد ومنافق کے پروپیگنڈے کے ذریعہ، مال واولاد اور دین ودنیا کے مختلف امتحان میں ڈال کر آزماتا ہے۔ ایسے حالات میں کمزور ایمان والے اور جاہل ونادان مسلمان مشکلات کا سامنا کرنے کی بجائے غیر اسلامی طریقے اختیار کرتے ہیں اور بجائے مشکلات سے نجات پانے کے مزید مشکلات میں گھر کر اپنی زندگی تباہ کر لیتے ہیں۔

حقیقت میں مومن کو مشکلات میں زیادہ مزہ آتا ہے، جب جب کوئی مصیبت آتی ہے خوش ہوتا ہے کیونکہ یہی وہ ایک حالت ہے جس میں رب کی حقیقی معرفت حاصل ہوتی ہے، اس پر اعتماد مزید پختہ ہوتا ہے، دل مضبوط ہوتا ہے، طبیعت

میں نرمی پیدا ہوتی ہے، اخلاق کے بلند معیار پر فائز ہوتا ہے، اسی کو نفع ونقصان کا مالک سمجھتا ہے، اسی کو مشکلیں دینے والا اور اسے ہی ٹالنے والا سمجھتا ہے، اسی سے اپنی پریشانی کا سوال کرتا ہے، دنیا کی بے رغبتی کا خیال راسخ ہوتا ہے، اس دار فانی کو حقیر اور دار بقا کو بہتر سمجھتا ہے، اپنے اندر پہلے سے کہیں زیادہ عاجزی پیدا کرتا ہے اور ہر قسم کی بڑائی کے لائق اپنے خالق ومالک کو سمجھتا ہے۔

بسا اوقات عام انسان یا ظالم وجابر کو بھی بھیانک مشکلات سے سبق ملتا ہے۔ذرا غور فرمائیں جب کسی کو لاعلاج بیماری لاحق ہوتی ہے ، دوست واحباب کی مدد کام نہیں آتی ، اطباء اور ان کے نسخے بے سود ہوجاتے ہیں تو اس عالم میں خالق کائنات کا تصور پیدا ہوتا ہے کیونکہ اپنے سامنے پیسے، طاقت، عہدہ، مرتبہ اور نام وشہرت کا غرور ماند نظر آتا ہے۔ایسے عالم میں کچھ لوگوں کی زندگی کی کایاپلٹ جاتی ہے اور خالق حقیقی کی طرف لوٹ کر اپنی زندگی پاکیزہ بنالیتے ہیں۔

بہرکیف! زندگی آزمائش کا دوسرا نام ہے، یہاں صرف خوشیوں کی تمنا کرنا بے سود ہے، کانٹوں بھری زندگی ہے نباہ کرنا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

إن العيشَ عيشُ الآخرةِ (صحيح البخاري:3795)

ترجمہ: اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔

اس لئے مومن دنیاوی زندگی کو حقیر سمجھ کر آخرت کو ترجیح دیتا ہے اور یہاں کی مشکلات کو پل بھر کی مشکلات سمجھ کر آخرت میں رب سے جنت کی امید لگاتا ہے مگر ہم ہیں کہ دنیا کو ہی سب کو سمجھنے لگے اور آخرت کو بھلا بیٹھے۔اللہ تعالی کا فرمان ہے:

بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَاوَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى (الاعلی:16،17)

ترجمہ: لیکن تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت بہت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔

دل کے اندر سے دنیا، دنیاوی عیش اور یہاں کے مال ومنال کی محبت نکال پھینکیں، رب کی طرف لوٹ جائیں، وہ رب معافی مانگنے والوں کے سارے گناہ معاف کردیتا ہے۔آیئے نیچے چند امور بیان کرتا ہوں جن کے ذریعہ مشکلات ختم بھی ہوسکتی ہیں، ہلکی بھی محسوس ہوسکتی ہیں اور مشکلات پہ صبر کرنے میں لذت کا احساس بھی ہوسکتا ہے۔

(1) پہلے تو اپنا عقیدہ بنائیں کہ جو بھی مشکل آتی ہے اس کا نازل کرنے والا اللہ ہے۔ اپنی پریشانی کو کسی آدمی کی طرف منسوب نہ کریں کہ فلاں کی وجہ سے مشکل آئی ہے۔ اللہ بیان کرتا ہے:

مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (التغابن:11)

ترجمہ: کوئی مصیبت اللہ کی اجازت کے بغیر نہیں پہنچ سکتی جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

(2) مشکلات درپیش ہونے پر غم نہ کریں، جزع فزع نہ کریں، آنکھوں سے آنسو نہ بہائیں، اپنے چہرے پہ حزن وملال کے آثار ظاہر نہ ہونے دیں اور اللہ سے امید لگائے رکھیں، اللہ تعالی ہمیں حکم دیتا ہے:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (آل عمران:139)

ترجمہ: تم نہ سُستی کرو اور نہ غمگیں ہو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایماندار ہو۔

جب کفار مکہ نبی ﷺ کی تلاش میں غار ثور تک چلے آئے تھے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ انہیں دیکھ کر گھبرائے اور کہا کہ اے اللہ کے ! اگر یہ لوگ اپنے قدموں کی طرف دیکھیں تو وہ ہمیں دیکھ لیں گے، اس وقت رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر سے فرمایا: لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا(التوبة:40)

ترجمہ: غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

(3) مشکلات کو زندگی کا حوصلہ سمجھیں، اسے رب کی طرف سے بخشش وعطا سمجھیں اور مشکلوں میں گھر کر بھی اس کو یاد کریں وہ آپ کو یاد کرے گا اور آپ کی مشکلیں آسان بنائے گا کیونکہ وہ مصیبت دے کر آپ کو اپنا محبوب بنانا چاہتا ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ(صحيح البخارى:5645)

ترجمہ: اللہ تعالی جس کے ساتھ خیر وبرکت کا ارادہ کرتا ہے اسے مصائب وآلام میں مبتلا کر دیتا ہے۔

(4) مشکلات گناہوں کو مٹاتی ہیں، ان سے بندے کا مقام ومرتبہ بلند ہوتا اور گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سائب یا ام مسیب سے فرمایا جنہوں نے بخار کو برا بھلا کہی تھی:

لا تسُبِّي الحُمَّى فإنها تُذهِبُ خطايا بني آدمَ كما يُذهبُ الكِيرُ خبثَ الحديدِ(صحيح مسلم:2575)

ترجمہ: بخار کو برا بھلا مت کہو کیونکہ یہ انسان کے گناہوں کو اس طرح دور کردیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو۔

(5) مشکلات کے نزول کے وقت صبر کو اپنا ہتھیار بنائیں، صبر کا مطلب یہ ہے کہ جیسے ہی کوئی پریشانی آئے صبر کا دامن تھامیں۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى (صحيح البخارى:1283)

ترجمہ: صبر تو صدمے کے آغاز میں ہوتا ہے۔

(6) صبر کے ساتھ مشکل ٹالنے والے سے اسمائے حسنی اور اپنے نیک اعمال کا واسطہ دے کر خوب دعائیں کریں، جب بندہ رب سے سوال کرتا ہے، اے میرے رب تو ہی مشکلیں دینے والا اور مشکلوں کو ٹالنے والا ہے، مری مشکلات دور فرمادے۔ رب خوش ہوتا ہے اور خالی ہاتھ لوٹانے میں شرم آتی ہے کیونہ بندے نے عاجزی سے اپنے خالق کو پکارا ہے۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے: إنَّ اللَّهَ حيِيٌّ كريمٌ يستحي إذا رفعَ الرَّجلُ إليْهِ يديْهِ أن يردَّهما صفرًا خائبتينِ (صحيح الترمذي:3556)

ترجمہ: اللہ حی و کریم ہے یعنی زندہ و موجود ہے اور شریف ہے اسے اس بات سے شرم آتی ہے کہ جب کوئی آدمی اس کے سامنے ہاتھ پھیلادے تو وہ اس کے دونوں ہاتھوں کو خالی اور ناکام و نامراد واپس کردے۔

(7) بسااوقات کسی گناہ کی وجہ سے رب کی طرف سے مصیبت نازل ہوتی ہے، ایسے میں اپنے گناہوں کا احساس کریں اور شرمندی کے ساتھ اپنے رب سے توبہ کریں، وہ تو یونہی بہت سے گناہ معاف کرنے والا ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے:

وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ (الشورى:30)

ترجمہ: تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے، اور وہ تو بہت سی باتوں سے درگزر فرمادیتا ہے۔

(8) گناہوں پہ گناہ کرتے ہیں مگر ہمارے دل میں خوف نہیں پیدا ہوتا، فرائض و واجبات ترک کرنے پہ بھی کوئی خوف نہیں آتا جبکہ اللہ سے خوف کھانے پہ وہ مشکلات میں بھی ہماری مدد کرتا ہے، اللہ کا فرمان ہے: وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا (الطلاق:2)

ترجمہ: جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے۔

(9)دل کے اندھیرے اللہ کے ذکر، اس کی یاد، بندگی، تلاوت، مناجات اور تقدیس سے دور کریں اور اس میں سکون پیدا کریں، جب تک دل اللہ کی یاد سے غافل ہو گا اور اس میں سکون نہیں ہو گا زندگی مشکل و دشوار نظر آئے گی۔ دل کے سکون کے بعد کائنات کی ہر مشکل چھوٹی ہو جائے گی۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (الرعد:28)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔

یہ بھی یاد رکھیں جو جان بوجھ کر اللہ کے ذکر اور اس کی بندگی سے اعراض کرتا ہے اللہ اسے تنگی میں ڈال دیتا ہے، فرمان الہی ہے: وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ (طه:124)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔

(10)ایمان کے ساتھ عمل صالح کی انجام دہی سے خوشگوار زندگی نصیب ہوتی ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (النحل:97)

ترجمہ: جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت، لیکن باایمان ہو تو ہم اُسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور ضرور دیں گے۔

(11)بے جا آرزوئیں ختم کریں اور اپنی ضروریات کم کریں، اکثر دنیا کی ہوس اور ہر تمنا پوری کرنے کی خواہش انسان کو دین سے دور کر دیتی ہے، ایسے انسان کے پاس دنیا تو ہوتی ہے مگر دین نہیں ہوتا۔ پھر مشکلات میں اس طرح گھر جاتا ہے جہاں دولت و شہرت کام نہیں آتی، اس وقت بھی رب ہی یاد آتا ہے لہذا قناعت کرنا سیکھیں۔

اللہ تعالی فرماتا ہے: مَن كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ۖ وَمَن كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِن نَّصِيبٍ (الشورى:20)

ترجمہ: جس کا ارادہ آخرت کی کھیتی کا ہو ہم اسے اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کی طلب رکھتا ہو ہم اسے

اس میں سے ہی کچھ دے دیں گے ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں: قد أفلحَ من أسلمَ ، ورُزِقَ كفافًا ، وقنَّعَه اللهُ بما آتاهُ(صحيح مسلم:1054)

ترجمہ: وہ انسان کامیاب و بامراد ہوگیا جو مسلمان ہوگیا اور اسے گزر بسر کے بقدر روزی ملی اور اللہ تعالیٰ نے اسے جو دیا اس پر قناعت کی توفیق بخشی۔

(12) کم ہی کمائیں مگر حلال طریقے سے، اس میں برکت ہوگی اور اللہ پر بھروسہ کریں روزی سے لیکر زندگی کے تمام معاملات میں خواہ آسانی ہو یا پریشانی۔ وہ اپنے بندوں کے لئے کافی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے: وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۚ(الطلاق:3)

ترجمہ: اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔

ایک آخری بات یہ بھی یاد رکھیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر پوری دنیا مل کر بھی آپ کا بال بیکا نہیں کرسکے گی، اس لئے دنیا کو خوش نہ کریں، اعمال صالحہ سے رب کو راضی کریں، اگر ہم نے اپنے خالق ومالک کو راضی کرلیا تو مشکلات آپ خود ٹل جائیں گی اور مشکلات میں اگر رہیں گے بھی تو مسکرائیں گے، غم والم محسوس نہیں ہوگا کیونکہ رب جو ساتھ ہوگا۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں:

واعلَم أنَّ الأمَّةَ لو اجتَمعت علَى أن ينفَعوكَ بشَيءٍ لم يَنفعوكَ إلَّا بشيءٍ قد كتبَهُ اللَّهُ لَكَ ، وإن اجتَمَعوا على أن يضرُّوكَ بشَيءٍ لم يَضرُّوكَ إلَّا بشيءٍ قد كتبَهُ اللَّهُ عليكَ(صحيح الترمذي:2516)

ترجمہ: اور یہ بات جان لو کہ اگر ساری امت بھی جمع ہوکر تمہیں کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تمہیں اس سے زیادہ کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے اور اگر وہ تمہیں کچھ نقصان پہنچانے کے لئے جمع ہوجائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔

BACK

ضیافت کی اہمیت اور اس کے آداب

مہمان نوازی کی اسلام میں بڑی قدر و منزلت ہے مگر آج کے مادی دور میں مسلمان اس صفت سے عاری ہوتے نظر آرہے ہیں۔ تھوڑے بہت ہوں گے جنہیں اللہ کی توفیق سے مہمان نوازی کا شرف حاصل ہو جاتا ہے جبکہ اکثر کے حصے میں محرومی آتی ہے۔ایسا نہیں ہے کہ آج کھانے پینے کی کمی ہے یا دعوتیں اور تقریبات منعقد نہیں ہوتیں۔اس معاملے میں تو ہم سب بہت آگے ہیں مگر وہ دعوت کہاں نظر آتی ہے جس میں کوئی بھوکا شامل ہو، کوئی فقیر و مسکین شریک ہوا ہو یا اس میں کسی یتیم کو بلایا گیا ہو۔آج کل کی اکثر دعوتیں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کے مصداق ہیں۔

عن أبي هريرةَ أنه كان يقول : بئسَ الطعامُ طعامُ الوليمةِ يُدعى إليه الأغنياءُ ويُترك المساكين،فمن لم يأتِ الدَّعوةِ ، فقد عصى اللهَ ورسولَه .(صحيح مسلم:1432)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ برا کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں امیر بلائے جائیں اور مساکین نہ بلائے جائیں تو جو دعوت میں نہ حاضر ہوا اس نے نافرمانی کی اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

قرآن میں ایک انصاری صحابی کی ضیافت کا ذکر ہے،آیئے اسے پڑھ کے اپنا ایمان تازہ کرتے ہیں ، فرمان الٰہی ہے :

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (الحشر:9)

ترجمہ: اور وہ اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کتنی ہی سخت تنگی میں ہو اور جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا لیا گیا وہی اصل کامیاب ہے۔

اس آیت کی شان نزول میں صحیح بخاری میں نہایت ہی ایمان افروز واقعہ مذکور ہے چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب خود حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں فاقہ سے ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ازواج مطہرات کے پاس بھیجا کہ وہ آپ کی دعوت کریں لیکن ان کے پاس کوئی چیز کھانے کی نہیں تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا کوئی شخص ایسا نہیں جو آج رات اس مہمان کی

میز بانی کرے؟ اللہ اس پر رحم کرے گا۔ اس پر ایک انصاری صحابی (ابو طلحہ) کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! یہ آج میرے مہمان ہیں پھر وہ انہیں اپنے ساتھ گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں، کوئی چیز ان سے بچا کے نہ رکھنا۔ بیوی نے کہا اللہ کی قسم میرے پاس اس وقت بچوں کے کھانے کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے۔ انصاری صحابی نے کہا اگر بچے کھانا مانگیں تو انہیں سلا دو اور آؤ یہ چراغ بھی بجھا دو، آج رات ہم بھوکے ہی رہ لیں گے۔ بیوی نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہ انصاری صحابی صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں (انصاری صحابی) اوران کی بیوی (کے عمل) کو پسند فرمایا۔ یا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ) اللہ تعالیٰ مسکرایا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی «ویؤثرون علی أنفسهم ولو كان بهم خصاصة» یعنی اور اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود فاقہ میں ہی ہوں۔ (صحیح البخاري:4889)

سبحان اللہ کتنے عظیم ہیں وہ میزبان جن کی تعریف اللہ کرے اوران کا ذکر قرآن میں کرے؟

کھانا کھلانے اور میز بانی کرنے کے بڑے فضائل ہیں اور یہ بڑے ثواب کا کام ہے، نبی ﷺ فرماتے ہیں:

خيرُكُمْ مَنْ أَطْعَمَ الطعامَ ، وردَّ السلامَ(صحيح الجامع:3318)

ترجمہ: تم میں سے سب سے بہتر آدمی وہ ہے جو کھانا کھلاتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔

اور جو ضیافت نہیں کرتا وہ خیر سے محروم ہے، نبی ﷺ فرماتے ہیں:

لا خيرَ فِيمَنْ لا يُضِيفُ(صحيح الجامع:7492)

ترجمہ: اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں ہے جو میز بانی نہ کرے۔

یہاں تک رسول اللہ ارشاد فرمادیا کہ اگر کوئی ضیافت سے انکار کرے تو جبرا اپنی ضیافت وصول کرو، فرمان نبوی ہے:

إن نزلتم بقومٍ ، فأُمِرَ لكم بما ينبغي للضيفِ فاقْبَلُوا ، فإن لم يَفعلوا ، فخذوا منهم حقَّ الضيفِ(صحيح البخاري:2461)

ترجمہ: اگر تمہارا اقیام کسی قبیلے میں ہو اور تم سے ایسا برتاؤ کیا جائے جو کسی مہمان کے لیے مناسب ہے تو تم اسے قبول کرلو، لیکن اگر وہ نہ کریں تو تم خود مہمانی کا حق ان سے وصول کرلو۔

اسی لئے متعدد علماء نے میزبان پر ضیافت کو واجب کہا ہے، یہ استدلال مذکورہ حدیث کے علاوہ اور احادیث سے کیا جاتا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے، نبی ﷺ فرماتے ہیں:

مَن كان يُؤمِنُ باللهِ واليومِ الآخِرِ فلْيُكرِمْ جارَهُ، ومَن كان يُؤمِنُ باللهِ واليومِ الآخِرِ فلْيُكرِمْ ضَيْفَهُ جائِزَتَه. قال : وما جائِزَتُه يا رسولَ اللهِ ؟ قال : يومٌ وليلةٌ، والضِّيافَةُ ثلاثةُ أيامٍ، فما كان وَراءَ ذلك فهو صدَقَةٌ عليه(صحيح البخاري:6019)

ترجمہ: جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کا اکرام کرے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی دستور کے موافق ہر طرح سے عزت کرے۔ پوچھا: یارسول اللہ! دستور کے موافق کب تک ہے۔ فرمایا ایک دن اور ایک رات اور میزبانی تین دن کی ہے اور جو اس کے بعد ہو وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔

اس حدیث میں مہمان کے میزبان پر تین مراتب کا ذکر ہے۔ پہلا مرتبہ یہ ہے کہ ایک دن اور ایک رات مہمان کی ضیافت کرنا واجب ہے، دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ دوسرے اور تیسرے دن کی ضیافت مستحب ہے، اس بات کو دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کامل ضیافت تین دن ہے اور تیسرا مرتبہ تین دن کے بعد کی میزبانی صدقہ ہے۔

یہاں پر ایک اہم بات یہ بھی جان لی جائے کہ حدیث میں موجود ضیف (مہمان) سے مراد سفر سے آنے والا کوئی مسافر ہے خواہ رشتہ دار ہو یا غیر رشتہ دار اجنبی ہی کیوں نہ ہو۔ جو قریب سے زیارت کرنے آئے یا یونہی ملنے جلنے والے لوگوں کے لئے میزبان پر ضیافت کرنا واجب نہیں ہے۔ رشتہ داروں کی ضیافت صلہ رحمی اور دیگر لوگوں کی دعوت احسان وسلوک کے درجے میں ہے۔

میزبان ضیافت کے چند آداب:

(1) گھر آنے والا مہمان پہلے اجازت طلب کرے اور میزبان خندہ پیشانی سے ان کا استقبال کرے، علیک سلیک کے بعد حالات دریافت کرے۔

(2) مہمان کے رہنے کے لئے مناسب انتظام کرے جہاں آرام حاصل کرنے میں نہ مہمان کو دقت ہو اور نہ ہی گھر والوں کو۔

(3)ضیافت میں عجلت سے کام لے کیونکہ سفر کا تھکاماراکھاپی کرآرام کی خواہش کرے گا،انتظام میں تاخیر ہونے پر عذر پیش کردے۔

(4)پہلے دن کی ضیافت حیثیت کے مطابق پر تکلف یعنی دستور کے مطابق ہو پھر دوسرے اور تیسرے دن کی ضیافت روزمرہ کی طرح ہوناکافی ہے۔

(5)مہمان کو میزبان خود سے کھاناکھلائے یعنی ساتھ کھاناکھائے،اس میں نہ صرف برکت ہے بلکہ یہ سراپاخلوص وپیار ہے جسے مہمان کبھی بھول نہ پائے گا۔کھانے میں آخر تک ساتھ دیناچاہئے۔

(6)ہر ممکن کوشش ہو کہ مہمان کو زبان یاہاتھ وپیر سے کسی قسم کی کوئی ایذارسانی نہ ہو۔

(7)جب مہمان رخصت ہونے لگے توگھر سے باہر نکل کر کچھ دور رخصت کرنے جایاجائے۔

مہمان کے لئے چند آداب:

(1)کسی کے گھر مناسب وقت میں جانے کی کوشش کرے تاکہ میزان پر گراں نہ گزرے۔

(2)رہائش یاکھانے میں فرمائش نہ کرے جونصیب سے مل جائے اس پہ خوش ہو جائے۔

(3)کھاناکھاتے وقت یابعد میں عیب نہ نکالے اور پوچھاجائے توماشاءاللہ کہہ دے۔

(4)کھانے کے بعد اللہ کاشکر بجالائے جس نے اسے ضیافت کی توفیق دی اور پھر گھر والوں کاشکریہ اداکرے جنہوں نے خاطر ومدارات کیں۔

(5)تین دن سے زیادہ کسی کے یہاں نہ رکے،نبی ﷺ نے فرمایاہے کہ:

الضيافة ثلاثة ايام وجائزته يوم وليلة، ولا يحل لرجل مسلم ان يقيم عند اخيه حتى يؤثمه، قالوا: يا رسول الله وكيف يؤثمه؟، قال: يقيم عنده ولا شيء له يقريه به(صحيح مسلم:4514)

ترجمہ:ضیافت تین دن تک ہے اور اس کاتکلف ایک دن رات تک چاہیے اور کسی مسلمان کو درست نہیں کہ اپنے بھائی کے پاس ٹھہرا رہے یہاں تک کہ اس کو گناہ میں ڈالے۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:یارسول اللہ !کس طرح اس کوگناہ میں ڈالے گا؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اس کے پاس ٹھہرا رہے اور اس کے پاس کچھ نہ ہو کھلانے کے لیے۔

تین دن سے زیادہ ٹھہرنے میں گھر والوں کے لئے دقت ہے اور اس سے خود کی شخصیت بھی مجروح ہوتی ہے اس لئے کسی کو مشقت میں ڈال کر گنہگار نہیں بننا چاہئے۔

(6) مہمان کو چاہئے کہ میزبان اور پورے اہل خانہ کی زندگی اور مال میں برکت کے لئے کثرت سے دعائیں کرے ،یہ دعائیں بھی دے سکتے ہیں۔

اللهمَّ ! بارِكْ لهم في ما رزقتَهم . واغفرْ لهم وارحمْهم(صحيح مسلم:2042)

ترجمہ:اللہ برکت دے ان کی روزی میں اور بخش دے ان کو اور رحم کر ان پر۔

اللهمَّ ! أطعِمْ مَن أطعَمني . وأسْقِ من أسقاني(صحيح مسلم:2055)

ترجمہ:اے اللہ ! جس نے مجھے کھلایا تو اس کو بھی پلا اور جس نے مجھے پلایا اس کو بھی پلا۔

(7) جانے لگیں تو گھر والوں سے اجازت طلب کریں پھر جائیں،بغیر گھر والوں کی اطلاع کے نہ جائیں۔

آخری بات یہ ہے کہ صرف مسافر کو کھلانا ہی اجر کا باعث نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے کو دعوت دینا اور کھانا مسنون عمل ہے،اس سے محبت میں زیادتی پیدا ہوتی ہے۔جو کوئی ہمارے گھر زیارت کو آئے بغیر تکلف کے جو بن سکے پیش کرنا چاہئے خواہ ایک گلاس پانی ہی سہی ۔ غریب ومسکین ، نادار ویتیم ،قلاش ومفلس اور فقیر وحاجتمند کو کھلانا اجر وثواب کا کام ہے۔اللہ ہم سب کو دین کی سمجھ دے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق دے۔

BACK

دعوت دین اور راستے کی مشکلات

شولا پور سے شیخ معین شیخ سمیع نے ہمیں لکھا ہے کہ ہمارے معاشرے میں داعی و مبلغین کی کثرت ہے۔ جس میں کچھ علماء وواعظین نماز کے پابند نہیں ہیں۔ تمبا کو کا پر تکلف استعمال کرتے ہیں۔ منصب کیلئے توڑ جوڑ کی سیاست کرتے ہیں۔ کردار کشی، بہتان تراشی، غیبت، حسد و جلن، جی حضوری اور چاپلوسی ان کا شیوہ ہے۔ الغرض عمل سے کورے اور وعظ کرنے میں ماہر سمجھے جاتے ہیں۔

سوال یہ ہیکہ کیا ایسے لوگوں کو وعظ و نصیحت کیلئے بلانا چاہیئے؟۔ کیا ان علماء کی حوصلہ افزائی یا عزت افزائی کرنا چاہیئے؟۔ کیا ایسے لوگوں کو منصب دینا چاہیئے؟۔ براہ کرم اس سلسلے میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔

واقعی اس وقت ہر علاقے میں علماء، واعظین، دعاۃ، مبلغین اور مدرسین کی کثرت ہے۔ تعلیمی ادارے سے لیکر تربیتی کیمپ کی کوئی کمی نہیں۔ اصلاحی تنظیموں کے ساتھ علمی اور دعوتی مراکز نے جہالت کا اندھیرا کافور سا کر دیا ہے۔ اس حقیقت کے ساتھ ساتھ یہ بھی اپنی جگہ ناقابل انکار سچائی ہے کہ آج کل اکثر دعاۃ و مبلغین اور علماء وواعظین میں ہزاروں خامیاں ہیں۔ کردار سے عاری، میدان گفتار کے بے تاج بادشاہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سماج میں علم کی روشن کرنیں تو پھوٹی ہیں مگر بے عملی کا اندھیرا اپنی جگہ باقی ہے۔

داعی و مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم کے ساتھ عمل کا پر تو ہو کیونکہ اسی بات میں وزن واثر ہوتا ہے جسے عملی تطبیق کے ساتھ پیش کی جائے۔ اخلاص نیت، تقوی، اجرت سے بے اعتنائی، محاسبہ نفس، نرم وخوش اسلوبی دعاۃ کے ضروری اوصاف ہیں مگر شہرت اور دنیا طلبی کی وجہ سے ہمارے اندر، فساد، نفرت، حسد، کینہ، غیبت، جی حضوری جیسی بدترین صفات پیدا ہو گئی ہیں۔ ان برے اوصاف نے دیگر بدترین خصلت کو جنم دیا۔ مثلاً عبادت سے دوری، دین کے نام پہ سیاست، تنظیم کے نام پہ منصب کا تنازع۔ جب اس قسم کی خصلت کے داعی تبلیغ کرنے لگے تو آگے کا مجرمانہ مرحلہ اور بھی بھیانک ہو گیا۔ اسی بھیانک مرحلے کی پیداوار سود، جوا، اکل حرام، نشہ خوری، جائز و ناجائز کی عدم تفریق، کافروں سے دوستی مسلمانوں سے عداوت، حقوق العباد کی پامالی بلکہ لوٹ مار اور غصب کا بازار گرم ہے۔

دعوت، درس، بیان، وعظ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے نام پہ جو لوگ تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اس حال میں کہ ان کا دامن سود، بے ایمانی، غیبت، تمباکو نوشی، الزام تراشی، چاپ لوسی، حسد، منصب طلبی اور دنیا طلبی جیسی قبیح صفات سے ملوث ہے ایسے لوگوں کو تبلیغ کی ذمہ داری دینا نہ صرف دعوت دین کے اصول کے خلاف ہے بلکہ رسالت کی توہین ہے۔ ایسے علماء سوء کی پہلے اصلاح درکار ہے پھر انہیں میدان دعوت میں موعو کیا جائے۔ آج ایسے عالموں کی وجہ سے ہمارے وہ علماء بھی مشکوک نظروں سے دیکھے جا رہے ہیں جن کے عمل میں اخلاص اور دل میں تقوی موجود ہے۔ اگر کردار کش واعظین کی اصلاح نہ کی گئی، انہیں ہر جگہ بلایا گیا، عزت و توقیر کی گئی تو مخلص واعظین و دعاۃ سے گلہ شکوہ ہوتا ہی رہے گا۔ عام لوگ علماء سوء کی مثال تمام علماء و خطباء پہ فٹ کرتے ہیں۔

اگر ہم دعوت و تبلیغ کا اثر دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں صرف مخلص اور با عمل اہل علم کو دینی ذمہ داری دینی ہوگی اور برے اوصاف کے لوگوں سے دینی مراکز، تبلیغی ادارے اور تربیتی تنظیموں کو پاک کرنا ہوگا۔ یا پہلے ان کی اصلاح کرنی ہوگی پھر کوئی عہدہ و منصب دیا جائے گا۔

اللہ رب العزت سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں گفتار کے ساتھ کردار کا بھی غازی بنا۔ آمین

BACK

راز چھپانے کے فوائد اور اس کو ظاہر کرنے کے نقصانات

ایک مسلمان کی دینی اور اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی دوسرے کا راز فاش نہ کرے، کسی کی پوشیدہ بات جاننے کی کوشش بھی نہ کرے اور ایک دوسروں کے عیوب کی پردہ پوشی کرے۔ ہم سب کے کندھوں پر یہ ایک بڑی قسم کی ذمہ داری ہے۔ کہا جاتا ہے کہ راز چھپانے سے زیادہ آسان ہے مال چھپانا۔ اس لئے یہ عظیم ذمہ داری ہے۔ افسوس کہ ہمارے اندر اس ذمہ داری کی ادائیگی میں بڑی کوتاہی ہے اس کوتاہی کو دور کرنے اور اپنے اندر اس گناہ کے تئیں اللہ کا خوف پیدا کرنے کی غرض سے یہ مضمون لکھ رہا ہوں، اللہ تعالی سے دعا کرتے ہوئے وہ ہمارے اندر اپنا خوف پیدا کردے۔

ہم میں سے کوئی معصوم نہیں ہے، گناہ ہر ایک سے سرزد ہوتا ہے، سارے لوگوں میں عیوب ونقائص ہیں۔ ایک اللہ کی ذات ہے جو ہر قسم کے عیب سے پاک وصاف اور ہر قسم کی خوبی اس میں بدرجہ کمال ہے۔ جب کوئی انسان غلطی سے مبرا نہیں تو پھر کوئی دوسرے کے عیوب کو بیان کرکے انہیں لوگوں کے سامنے رسوا کرنے کی کیوں کوشش کرتا ہے؟ ایسے لوگوں کے لئے سخت قسم کی سزا ہے جو اپنے عیوب جانتے ہوئے دوسروں کے عیوب ظاہر کرتا ہے کبھی اپنی جھوٹی برتری دکھانے کے لئے تو کبھی دوسروں کو ذلیل کرنے کے لئے یا کبھی دنیاوی منفعت کے حصول کے لئے۔ یادرکھئے، آج ہم کسی کو رسوا کرتے ہیں تو کل قیامت میں اللہ تعالی ہمیں بھی لوگوں کے سامنے ذلیل ورسوا کرے گا۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں انسانی راز سے متعلق چند امور بیان کئے جاتے ہیں۔

(1) اپنے راز کسی سے نہ بیان کریں: پہلے مرحلہ میں ہمیں خود ہی اپنے اسرار ورموز کی حفاظت کرنی ہے یعنی جو باتیں رازداری کی ہیں ہمیں کسی سے بیان نہیں کرنا چاہئے الا یہ کہ ہمارا کوئی خاص ہو اور اس سے بیان کرنا کسی مقصد وحکمت کے تحت ہو۔ ہم اپنے اسرار کی حفاظت کریں گے تو بہت ساری پریشانیوں سے بچے رہیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بڑا قیمتی قول ہے: سِرُّك أسيرك، فإن تكلمت به، صرت أسيره(ادب الدنيا والدين للماوردی)

ترجمہ: راز اس وقت تک آپ کا غلام ہے جب تک آپ نے اسے کسی سے بیان نہیں کیا ہے لیکن جب اسے بیان کر دیا تو اب آپ اس کے غلام ہو گئے۔

اللہ کی طرف سے کوئی خاص فضل وکرم ہو جس کے بیان کرنے سے بغض وحسد کا اندیشہ ہو تو نعمت وفضل کا ذکر لوگوں میں خصوصیت کے ساتھ نہ کریں بلکہ عمومی انداز میں کریں تاکہ آپ کی اس خاص نعمت کا حاسد کو پتہ نہ چلے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر کیا ہے۔قَالَ يَا بُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلَى إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا(يوسف:5)

ترجمہ:یعقوب علیہ السلام نے کہا پیارے بچے! اپنے اس خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا،ایسا نہ ہو کہ وہ تیرے ساتھ کوئی فریب کاری کریں۔

اس آیت میں خواب کی نعمت وبشارت کو اپنے حاسد بھائی سے چھپانے کا ذکر ہے اور فرمان نبوی ہے۔

استعينوا على إنجْاحِ الحوائِجِ بالكتمانِ ؛ فإنَّ كلَّ ذي نعمةٍ محسودٌ(صحيح الجامع:943)

ترجمہ:لوگوں سے چھپا کر اپنے مقاصد کی کامیابی پر مدد طلب کرو کیونکہ ہر نعمت والا حسد کیا جاتا ہے۔

(2)دوسروں کے عیوب کی پردہ پوشی: پھر دوسروں کی باری آتی ہے کہ اگر ان کے پاس کسی مسلمان بھائی کا کوئی راز ہے تو اسے لوگوں میں بیان نہ کرے خواہ وہ راز اس کے گھر،اس کی ذاتی برائی، عیب اور نقص سے متعلق ہو۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: مَن سترَ مُسلِمًا سترَهُ اللَّهُ في الدُّنيا والآخِرةِ(صحيح ابن ماجه:2078)

ترجمہ: جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی تو اللہ دنیا وآخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

حافظ ابن حجر نے کہا کہ پردہ پوشی سے مراد ہے کسی نے کوئی برائی دیکھی تو اسے لوگوں کے سامنے بیان نہ کرے۔

اس حدیث کی مزید وضاحت نبی ﷺ کے دوسرے فرمان سے ہوتی ہے جس میں پردہ پوشی نہ کرنے والوں کے لئے سخت وعید بھی ہے۔

مَن سترَ عورةَ أخيهِ المسلمِ سترَ اللَّهُ عورتَهُ يومَ القيامةِ ومن كشفَ عورةَ أخيهِ المسلمِ كشفَ اللَّهُ عورتَهُ حتَّى يفضحَهُ بِها في بيتِهِ(صحيح ابن ماجه:2079)

ترجمہ:جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی برہنگی چھپائے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی برہنگی چھپائے گا اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی کا پردہ فاش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا پردہ فاش کرے گا حتی کہ اسے اس کے گھر کے اندر رسوا کردے گا۔

منذری نے کہا کہ ستر المسلم سے مراد انسان کے عیوب کی پردہ پوشی اور اس کے زلات وہفوات کو چھپانا ہے۔

اللہ تعالی بھی پردہ پوشی کرنے والا ہے تو ہم کیوں نہ اس صفت سے متصف ہوں جس میں اپنی بھلائی کے ساتھ دوسروں کی بھلائی ہے۔اس سے روگردانی کا نقصان یہ ہے کہ اس میں اپنے ساتھ دوسرے شخص کے لئے بھی پریشانی کا باعث ہے۔نبی ﷺ کا فرمان ہے:

إنَّ اللهَ عزَّ وجلَّ حيِيٌّ سِتِّيرٌ يُحبُّ الحياءَ والسِّترَ فإذا اغتسل أحدُكم فلْيستترْ(صحيح أبي داود:4011)

ترجمہ: اللہ عزوجل انتہائی حیاء والا اور پردہ پوش ہے، حیاء اور پردہ پوشی کو پسند کرتا ہے سو تم میں سے جب کوئی غسل کرنے لگے تو پردہ کرلے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ انسان میں کوئی اخلاقی، معاملاتی، عائلی برائی دیکھے تو ذلیل کرنے کی نیت سے اسے لوگوں سے بیان نہ کرے بلکہ انہیں برائی سے باز رہنے کی نصیحت کرے اور اللہ سے ڈرنے اور توبہ کرنے کی تلقین کرے۔

(3)عمداً کسی کا راز جاننا: بعض لوگ جان بوجھ کر کسی کے عیوب کو جاننے کی کوشش کرتا ہے، ٹوہ میں لگا رہتا ہے، جاسوسی کرتا ہے بلکہ چھپ چھپ کر لوگوں کی باتیں سنا کرتا ہے ایسے لوگوں کے لئے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔اللہ تعالی نے کسی کی جاسوسی کرنے، اس کے ٹوہ میں لگنے سے منع کیا ہے۔جو چھپ چھپ کر دوسروں کی باتیں سنتا ہے دیکھیں کس قدر شدید وعید آئی ہے، نبی ﷺ فرماتے ہیں:

من استمع إلى حديثِ قومٍ ، وهم له كارهون ، أو يفرُّون منه ، صُبَّ في أذنِه الآنكُ يومَ القيامةِ(صحيح البخاري:7042)

ترجمہ: جس شخص نے کسی قوم کی باتوں پر کان لگایا حالانکہ وہ اسے ناپسند سمجھتے ہوں یا وہ اس سے راہ فرار اختیار کرتے ہوں تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔

یہ عیب عورتوں میں بہت زیادہ ہے، اللہ کی پناہ اس بری خصلت ورذیل حرکت سے۔لوگوں کی باتیں چھپ چھپ کر اس لئے سنی جاتی ہیں تاکہ انہیں لوگوں میں عام کیا جائے اور اسے رسوا کیا جائے۔ایسے لوگ خود اس دن اور اس جگہ رسوا ہوں جس دن اور جس جگہ سارے جہان والے جمع ہوں گے۔

(4) بغیر ثبوت کے کسی کی برائی بیان کرنا: اللہ اور اس کے رسول نے تو انسانوں کے عیوب پر پردہ ڈالنے کی ترغیب دی ہے اور جو لوگ یونہی دوسرے مسلمانوں کو بدنام کرتے ہیں، سرے عام ان کی عزت اچھالتے ہیں، بغیر کسی ثبوت کے طرح طرح کے الزامات عائد کرتے ہیں، ایسا کرنا بہتان کے زمرے میں ہے اور ایسے لوگ جہنمیوں کے پیپ پئیں گے۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

مَن قالَ في مؤمنٍ ما ليسَ فيهِ أسكنَهُ اللَّهُ رَدغةَ الخبالِ حتَّى يخرجَ مِمَّا قالَ(صحيح أبي داود:3597)

ترجمہ: جس نے کسی مومن کے بارے میں کوئی ایسی بات کہی جو اس میں نہیں تھی تو اللہ اسے جہنمیوں کی پیپ میں ڈالے گا (وہ اسی کا مستحق رہے گا) حتی کہ اپنی بات سے باز آجائے۔

لوگوں کے بھید کھولنے اور راز فاش کرنے کی سزائیں:

نبی ﷺ نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما سے راز کی ایک بات کی اور ان کو اس بات پر امین بنایا مگر انہوں نے رسول اللہ کے راز کو فاش کر دیا تو اللہ تعالی نے ان دونوں امہات المومنین کی سرزنش کی اور توبہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

إِن تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا ۖ وَإِن تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ (التحريم:4)

ترجمہ:۔(اے نبی کی دونوں بیویو!) اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کر لو (تو بہت بہتر ہے) یقیناً تمہارے دل جھک پڑے ہیں اور اگر تم نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی پس یقیناً اس کا کارساز اللہ ہے اور جبرائیل ہیں اور نیک اہل ایمان اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں۔

راز ایک امانت ہے اس کا بیان کرنے والا خائن ہے اور جو خائن کی سزا ہے وہ راز افشاء کرنے والے کو بھی ملے گی۔

حسن بصری سے مروی ہے: إِنَّ مِنَ الْخِيَانَةِ أَنْ تُحَدِّثَ بِسِرِّ أَخِيكَ(الصمت وآداب اللسان لابن ابي الدنيا:404)

ترجمہ: خیانت میں سے یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کا راز فاش کر دو۔

اور نبی ﷺ کا فرمان بھی ہے: إذا حدَّثَ الرَّجلُ الحديثَ ثمَّ التفتَ فَهِيَ أمانةٌ(صحيح الترمذي:1959)

ترجمہ: جب کوئی آدمی تم سے کوئی بات بیان کرے پھر (اسے راز میں رکھنے کے لیے) دائیں بائیں مڑ کر دیکھے تو وہ بات تمہارے پاس امانت ہے۔

اس امانت میں خیانت کرنے کی سزا جہنم بھی ہوسکتی ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقا بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: الخديعة في النار یعنی دھوکہ دینا جہنم میں لے جائے گا۔ شیخ البانی نے بھی " المكرُ والخديعةُ في النارِ" کو صحیح کہا ہے کہ مکروفریب جہنم میں لے جانے کا سبب ہے۔(السلسلة الصحيحة:1057)

راز ایک امانت ہے اس کا ظاہر کرنا گویا چغلی کرنا ہے اور چلغوروں کی سزا جہنم ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: لا يدخل الجنة قتات(صحيح البخاري:6056)

ترجمہ: چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔

زوجیت کے متعلق راز فاش کرنے والا خواہ شوہر ہو یا کوئی دوسرا چغلخور قیامت میں اللہ کے نزدیک سب سے برا انسان ہوگا۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الرَّجُلَ يُفْضِي إِلَى امْرَأَتِهِ، وَتُفْضِي إِلَيْهِ، ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا(صحيح مسلم:1437)

ترجمہ: قیامت کے دن، اللہ کے ہاں لوگوں میں مرتبے کے اعتبار سے بدترین وہ آدمی ہوگا جو اپنی بیوی کے پاس خلوت میں جاتا ہے اور وہ اس کے پاس خلوت میں آتی ہے پھر وہ (آدمی) اس کا راز افشا کردیتا ہے۔

اس سلسلے میں بہت سارے نصوص ہیں سب کو یہاں اکٹھا کرنا مشکل ہے، ہمیں صرف اصل ہدف جاننا ہے اس کے لئے یہ سارے نصوص کافی ہیں اب مسئلہ یہ رہ جاتا ہے کہ کسی کے راز کی حفاظت کا طریقہ کیا ہے؟ بہت آسان طریقہ ہے اپنی زبان کی حفاظت کریں اور لوگوں کے معاملات میں خاموشی اختیار کریں۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: مَن صَمت نَجا(صحيح الترمذي:2501)

ترجمہ: جس نے خاموشی اختیار کی اس نے نجات پالیا۔

خاموشی بہت ہی عمدہ علاج ہے زبان کی مشکلات وصعوبات کا،اسی لئے اس کی حفاظت پر جنت کی ضمانت دی گئی ہے، نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

من توكَّل لي ما بين رجليه وما بين لحييه توكَّلْتُ له بالجنةِ(صحيح البخاري:6807)

ترجمہ: جس نے مجھے اپنے دونوں پاؤں کے درمیان (شرمگاہ)اوراپنے دونوں جبڑوں کے درمیان(زبان) کی ضمانت دی تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا نہایت ہی عمدہ قول ہے: القلوب أوعية الأسرار، والشفاه أقفالها، والألسن مفاتيحها، فليحفظ كلُّ امرئ مفتاح سرِّه(ادب الدنیا والدین للماوردی)

ترجمہ: دل رازوں کا برتن ہے،دونوں ہونٹ اس کا تالا ہیں اور زبان اس کی کنجی ہے پس ہر آدمی اپنے راز کی کنجی کی حفاظت کرے یعنی اپنی زبان کی حفاظت کرے۔

جس نے کسی کا راز فاش کیا اس کا حکم:

ہمیں معلوم ہو گیا کہ راز امانت ہے اس کا ظاہر کرنا خیانت اور گناہ کبیرہ ہے۔ جس نے کسی کے ساتھ اس قسم کا معاملہ کیا اسے چاہئے کہ اللہ تعالی سے سچی توبہ کرے اور راز فاش کرنے والے کو اس کے متعلق خبر ہو گئی ہو تو اس سے بھی معافی مانگے ساتھ ہی اگلے سے کسی اور سے اس کے عدم اظہار کا وعدہ لے نیز الزامی امر ہو تو اس کی تردید کرے اور حقوق کا معاملہ ہو تو تصفیہ کرے۔

وہ امور جن کو ظاہر کرنا ہے:

اوپر جن مسائل کا ذکر ہے ان میں انسان کے کسی مخفی راز کی بات، برائی کی بات یا ہر وہ بات جسے وہ چھپانا پسند کرتا ہے اس کا اظہار کرنا راز فاش کرنے میں شامل ہے تاہم کچھ ایسے بھی کام ہیں جن کو بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے،ان میں کئی باتیں ہیں۔

(1)علانیہ برائی کرنے والا: کوئی شخص علانیہ طور پر برائی کا ارتکاب کرتا ہے،اسے لوگوں کے سامنے فخر سے بیان کرتا ہے تو یہ ایسا شخص ہے جس سے اللہ تعالی معافی کو بھی اٹھالیتا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

كلُّ أمَّتي مُعافًى إلَّا المُجاهِرينَ ، وإنَّ منَ المُجاهرةِ أن يعمَلَ الرَّجلُ باللَّيلِ عملًا ، ثُمَّ يصبحَ وقد سترَه اللَّهُ ، فيقولَ : يا فلانُ ، عمِلتُ البارحةَ كذا وَكذا ، وقد باتَ يسترُه ربُّهُ ، ويصبِحُ يَكشِفُ سترَ اللَّهِ عنهُ(صحيح البخاري:6069)

ترجمہ: میری تمام امت کو معاف کیا جائے گا سوا گناہوں کو کھلم کھلا کرنے والوں کے اور گناہوں کو کھلم کھلا کرنے میں یہ بھی شامل ہے کہ ایک شخص رات کو کوئی (گناہ کا) کام کرے اور اس کے باوجود کہ اللہ نے اس کے گناہ کو چھپا دیا ہے مگر صبح ہونے پر وہ کہنے لگے کہ اے فلاں! میں نے کل رات فلاں فلاں برا کام کیا تھا۔ رات گزر گئی تھی اور اس کے رب نے اس کا گناہ چھپائے رکھا، لیکن جب صبح ہوئی تو وہ خود اللہ کے پردے کو کھولنے لگا۔

ایسے شخص کی پردہ پوشی نہیں کی جائے گی جو دوسروں کے سامنے برائی کا اظہار کرے مثلاً ڈھٹائی سے لوگوں کے سامنے شراب پیئے یا زنا کر کے مزے لیکر لوگوں میں بیان کرے، اس نے تو خود اپنی معصیت ظاہر کر دی۔

(2) گواہی دینا: اسی طرح کسی کے حق میں گواہی طلب کی جائے تو جو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اسے بیان کرے ،یہاں پر چھپانا جائز نہیں ہے ۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے : وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ(البقرة:283)

ترجمہ: اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو اسے چھپا لے وہ گنہگار دل والا ہے۔

کیا مصلحت کے تئیں راز کھولنا جائز ہے؟

کسی کا ایسا راز ظاہر کرنا جس سے اس کو ضرر لاحق ہو سکتا ہو جائز نہیں ہے اور ضرر رساں نہ ہو تو بھی اہانت کی وجہ سے جائز نہیں ہے البتہ کبھی بامقصد مصلحت کے تئیں راز فاش کیا جاسکتا ہے جیسا کہ یوسف علیہ السلام پر عزیز مصر کی بیوی نے برائی کا الزام لگایا تو یوسف علیہ السلام نے اس عورت کی پول کھولتے ہوئے کہا، اللہ کا فرمان ہے: هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَفْسِي(يوسف: 26)

ترجمہ: یوسف نے کہا یہ عورت ہی مجھے پھسلا رہی تھی۔

ایسا کوئی آدمی جو فرد و سماج کے لئے خطرہ کا باعث ہو، اس کی شرانگیزی کسی شخص کو یا پورے سماج کو نقصان پہنچا رہی ہو تو ایسے شرانگیز آدمی کی حقیقت سے پردہ اٹھانے میں حرج نہیں تاکہ اس کے شر سے محفوظ رہا جا سکے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دوسروں کے راز کی حفاظت، ان کے عیوب کی پردہ پوشی کرنے کی توفیق دے اور ہمارے اندر اپنا خوف پیدا کر کے اعمال صالحہ کی رغبت اور برائی سے تنفر پیدا کر دے۔ آمین

BACK

گناہوں کے مضر اثرات انسانی زندگی پر

دین اسلام ایک کامل نظام ہے۔اس نے انسانی زندگی کے تمام شعبہ جات پر روشنی ڈالی ہے۔اس کے ماننے والے اللہ کی توفیق سے دنیا کے تمام نقصانات سے بچ سکتے ہیں،انسانی زندگی پر برے اثرات ڈالنے والے عناصر کو پہنچان کر اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں۔ جسم کو ضرر پہنچانے اسباب سے پرہیز کر کے تندرست و توانارہ سکتے ہیں۔

آج مسلمان کی زبوں حالی، معاشی پریشانی، سماجی فساد، زیست کی صعوبت اور جسم و جاں کی کسمپرسی سے دوچار ہونے کی وجہ خود کی بے راہ روی، بے دینی، بد عملی، ترک قرآن اور عبادت و مناجات سے خالی زندگی گزارنا ہے۔ ہم نے دینی راہ چھوڑدی جو صاف، سہل، سیدھی، سچی اور روشن ہے اور شیطانی ڈگر، گناہوں کی پر خطر پگڈنڈی اور بے ایمانی کی خاردار وادی سے گزر اپنی زندگی کا ہدف بنالیا۔ بالآخر شیطان نے ہم سے وہ کام لیا جو اس کا ہدف تھا پھر زمانے میں شر وفساد کا ظہور ہوا، قہرالٰہی نے زمین میں انسانی آہ وبکا اور چیخ وپکار پھلادی،انسان کے گناہوں نے ہماری زندگیاں تباہ، ہمارے گھر برباد اور سماج و معاشرہ کو تہ وبالا کردیا۔

شیطان ہمیں، ہمارے اہل وعیال، ہمارے گھروں، ہمارے سماج اور پوری دنیا کو تباہ کرنا چاہتا ہے اور ہم اس کا آلہ کار بن کر اپنی تباہی آپ کر رہے ہیں۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ, إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ (ص:82-83)

ترجمہ: کہنے لگا پھر تو میں تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو یقینا بہکادوں گا بجز تیرے ان بندون کے جو چیدہ اور پسندیدہ ہوں۔

نیچے "گناہوں کے مضر اثرات انسانی زندگی پر" اس موضوع کی وضاحت کرنی ہے۔اوپر شیطان اور اس کے فریب کا ذکر اس لئے کیا ہوں کہ انسان، گناہ کرنے کی وجہ سے شیطان کا محبوب اور اللہ کا ناپسندیدہ بندہ بن جاتا ہے۔ گناہگاروں کو بہکانا اوران سے شیطینت کروانا شیطان کے لئے آسان ہے۔ جو مخلص بندے ہیں، دین پر مضبوطی سے عمل کرتے ہیں،

عقائد وایمان مستحکم بنائے ہوئے ہیں اور رب کی بندگی میں صبح وشام کرتے ہیں ایسے مخلص بندوں کو بہکانا شیطان کے لئے مشکل ہے۔اس لئے ہمیں دین پر جم جانا ہے اور گناہوں سے اپنا دامن بچانا ہے۔

گناہ کہتے ہیں "ترک الماموارت وفعل المحظورات "(جن کا حکم دیا گیا ہے انہیں چھوڑ دینا اور جن سے منع کیا گیا ہے انہیں انجام دینا)۔

گناہ کے لئے عربی میں مختلف الفاظ وارد ہیں مثلاذنب،معصیہ،سیئۃ،خطیئۃ،اثم،فسق،فجور،فساد وغیرہ

گناہوں کے دواقسام ہیں۔ایک گناہ کبیرہ اور دوسری گناہ صغیرہ۔

گناہ کبیرہ اسے کہتے ہیں جس کام پر وعید،سزا،لعنت،جہنم،آگ وغیرہ کی سزاسنائی گئی ہو اور گناہ صغیرہ جن کاموں پر اس قسم کی کوئی وعید وارد نہ ہو۔تاہم چھوٹے گناہوں کے بھی بھیانک انجام ہیں خصوصاجب انہیں ہلکا سمجھ لیا جائے یا مسلسل انجام دیا جائے یااعلانیہ طورپران کاارتکاب کیاجائے۔

آج امت کے گناہوں نے انسانی زندگی کو بھیانک اور پرخطر موڑپر لاکھڑا کیاہے۔ہماراکوئی پرسان حال نہیں،ہم مارے کاٹے اور گاجرمولی کی طرح ذبح کئے جارہے ہیں مگر کہیں سے مدد نہیں آرہی ہے۔آغاحشر کاشمیری کا شعر موجودہ صورت حال کی عکاسی کررہاہے۔

حق پرستوں کی اگر کی تونے دلجوئی نہیں

طعنہ دیں گے بت کہ مسلم کاخداکوئی نہیں

امت میں تفرقہ،فساد،رشوت خوری،زناکاری،سودبازاری،لوٹ کھسوٹ، قتل وغارت گری،ظلم وجور،کسب معاش میں حلت وحرمت کا فقدان،ذکرالٰہی اور عبادت رحمن سے غفلت،برائی کا شوق اور نیکی سے نفرت،ایمان بلاعمل اور مسلمان بلاکردار اسی کا نتیجہ ہے۔ترقی یافتہ دور میں جہاں دنیاسمٹ گئی ہے وہیں برائی کااثرورسوخ بھی گہرا اور کافی وسیع ہوگیا ہے۔لمحوں میں برائی کااثر دنیاپر مرتب ہوجاتاہے۔گناہ کے اثر سے فردتوفرد جماعت محفوظ نہیں حتی بحروبر کی ساری چیزیں اس سے متاثر ہیں۔اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (الروم:41)

ترجمہ: خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا اس لئے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالی چکھادے (بہت) ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں۔

اس معنی کی بہت ساری آیات قرآن میں موجود ہیں۔ چند ایک یہاں پیش کرتا ہوں۔ اللہ کا فرمان ہے:

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ(الشورى: 30)

ترجمہ: تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ اور وہ تو بہت سی باتوں سے در گزر فرمادیتا ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:

أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّى هَذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ(آل عمران: 165)

ترجمہ: (کیا بات ہے) کہ جب تمہیں ایک ایسی تکلیف پہنچی کہ تم اس جیسی دو چند پہنچا چکے تو یہ کہنے لگے یہ کہاں سے آگئی ؟آپ کہہ دیجئے کہ یہ خود تمہاری طرف سے ہے بیشک اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ کا فرمان ہے:

مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ(النساء: 79)

ترجمہ: تجھے جو بھلائی ملتی ہے وہ اللہ تعالی کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچتی ہے وہ تیرے اپنے نفس کی طرف سے ہے۔

اللہ فرماتا ہے:

وَلَوْلَا أَنْ تُصِيبَهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ...(القصص: 47)

ترجمہ: اگر یہ بات نہ ہوتی کہ انہیں ان کے اپنے ہاتھوں آگے بھیجے ہوئے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچتی۔۔۔

اللہ فرماتا ہے:

ذَلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ(آل عمران: 182)

ترجمہ: یہ تمہارے پیش کردہ اعمال کا بدلہ ہے اور اللہ تعالی اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

اللہ فرماتا ہے:

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ (الروم: 36)

ترجمہ: اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ خوب خوش ہو جاتے ہیں اور ما گرا نہیں ان کے ہاتھوں کے کرتوت کی وجہ سے کوئی برائی پہنچے تو ایک دم وہ محض ناامید ہو جاتے ہیں۔

ان ساری آیات سے صاف صاف ظاہر ہے کہ زمانے میں فساد کی وجہ ہمارے برے کرتوت اور گندے اعمال ہیں۔ انسانی زندگی میں پریشانی کا سبب خود کے برے اوصاف ہیں۔

گناہوں کے مضر اثرات انسانی زندگی پر بے شمار ہیں ان میں سے چند ایک کا ذکر سطور ذیل میں کیا جاتا ہے تاکہ ہم انسان عبرت پکڑیں اور گناہوں سے توبہ کرنے اور آئندہ ان سے بچنے کا پختہ عزم کریں۔

(1) حافظہ کی کمزوری: گناہ کا انسانی زندگی پر اس قدر شدید برا اثر پڑتا ہے کہ آدمی کی عقل تک متاثر ہو جاتی ہے۔ سوچنے سمجھنے میں خطا کرنے لگتا ہے اور حافظہ پر تو برا سے برا اثر پڑتا ہے۔ بھولنے کی بیماری لاحق ہو جاتی ہے۔ یاد کیا ہوا بھی ذہن سے اڑنے لگ جاتا ہے اور کوئی چیز یاد کرنے میں بہت گراں گزرتی ہے۔ دیوان شافعی میں اس سے متعلق بہت ہی نصیحت آموز شعر موجود ہے جسے میں یہاں درج کر رہا ہوں۔

شَكَوتُ إِلَى وَكيعٍ سوءَ حِفظي فَأَرشَدَني إِلى تَركِ المَعاصي
وَأَخبَرَني بِأَنَّ العِلمَ نورٌ وَنورُ اللهِ لا يُهدى لِعاصي

اشعار کا ترجمہ: میں نے اپنے استاد حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے قوت حافظہ کی کمی کی شکایت کی جس پر میرے استاد نے مجھے گناہوں کو ترک کر دینے اور ان سے مکمل اجتناب کی نصیحت فرمائی اور فرمایا: علم اللہ رب العزت کے نور میں سے ھے اور اللہ تعالی کا نور گناہ گار کو عطاء نہیں کیا جاتا۔

(2) رزق سے محرومی: گناہگار رب کی رحمت سے دور ہوتا ہے۔ اس کی زندگی پریشانی سے گھری ہوتی ہے وہ اپنے گناہوں کے سبب رزق سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

إن العبدَ ليحرمُ الرزقَ بالذنبِ يصيبُه (حاشية بلوغ المرام لابن باز:778)

ترجمہ: بے شک انسان اپنے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

علم و عمل والے نیک لوگوں کی وجہ سے رزق دیا جاتا ہے اور جاہل و بد عمل لوگ اللہ کے فضل و کرم سے دور کئے جاتے

ہیں چنانچہ امام ترمذی نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے انہوں نے بیان کیا:
كانَ أخَوانِ على عَهْدِ النَّبيِّ صلَّى اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ فكانَ أحدُهما يأتي النَّبيَّ صلَّى اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ والآخرُ يحترِفُ، فشَكَى المحترفُ أخاهُ إلى النَّبيِّ صلَّى اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ فقالَ: لعلَّكَ ترزقُ بِهِ(صحيح الترمذي:2345)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دو بھائی تھے ایک حصول علم کی خاطر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور دوسرا حصول معاش کے لئے جدوجہد کرتا۔ حصول معاش کے لئے جدوجہد کرنے والے نے نبی ﷺ سے اپنے بھائی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "لعلک ترزق بہ" شاید تمہیں اسی کی وجہ سے رزق دیا جارہا ہے۔

(3) گناہ کا خوف مٹ جانا: مومن وہ ہوتا ہے جسے گناہ پر ڈر محسوس ہوتا ہے۔ اللہ سے خوف کھاتا ہے اور اس کی سزا کا خوف کھا کر توبہ کرتا ہے اور اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو کر آئندہ نہ کرنے کا عزم مصمم کرتا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول سے اندازہ لگائیں کہ مومن گناہوں سے کس قدر خوف کھاتا ہے اور منافق کا حال کیسا رہتا ہے؟

إنَّ المؤمنَ يرى ذنوبَه كأنه قاعدٌ تحت جبلٍ يخاف أن يقعَ عليه، وإن الفاجرَ يرى ذنوبَه كذبابٍ مر على أنفه(صحيح البخاري:6308)

ترجمہ: مومن اپنے گناہوں کو ایسا خیال کرتا ہے جیسے پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہوا شخص یہ خوف کرتا ہے کہ کہیں پہاڑ اس پر نہ گر پڑے اور فاجر گناہ کو ایسا سمجھتا ہے کہ ناک پر سے مکھی اڑ گئی۔

ہم گناہوں کو پہاڑ جیسا سمجھیں خواہ وہ صغیرہ ہی کیوں نہ ہو۔ بسا اوقات چھوٹے گناہ پر بھی سخت آزمائش آجاتی ہے اور چھوٹے چھوٹے گناہ مل کر پہاڑ بن جاتے ہیں۔

(4) گناہگار کی ذلت: گناہ کرنے والا کبھی کبھار دنیا والوں کے سامنے ہی ذلیل ورسوا ہو جاتا ہے اور آخرت میں جو رسوائی ہے وہ اپنی جگہ برحق ہے۔ اللہ تعالی نہ دنیا میں اور نہ ہی آخرت میں اہل فسق وفجور کو عزت دے گا۔ جو اللہ سے ڈرتا ہے، گناہوں کا خوف کھاتا ہے۔ برائی سے بچتا رہتا ہے اللہ ایسے شخص کو عزت دیتا ہے۔ فرمان الہی ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (الحجرات :13)

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو کنبے قبیلے بنا دیئے ہیں، اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے۔

(5) گناہگاروں کا معاملہ سخت تنگ ہے: اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ سختی کا معاملہ کرتا ہے جن کی زندگی گناہوں میں ملوث ہو اور گناہوں سے بے خوف ہو کر برائی پہ برائی کر رہا ہو بلکہ ایسوں کے لئے زندگی کی پریشانیوں سے نکلنے کا راستہ تک مسدود فرما دیتا ہے۔ امن و راحت کا طریق اور زندگی کی آسان گزرگاہ صرف مومن کو نصیب ہوتی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا (الطلاق:2)

ترجمہ: جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے۔

(6) آسمانی بلائیں گناہوں کے باعث نزول کرتی ہیں: دنیا میں کہیں زلزلے، کہیں طوفان، کہیں شدید سیلاب، کہیں شدید قحط، کہیں بھوک مری، کہیں وبائیں اور کہیں لاعلاج بیماریاں گناہوں اور اپنے اعمال کے سبب ہیں۔ ہم جس قدر شدید گناہ کرتے ہیں اسی قدر شدید قہرِ الٰہی نازل ہوتا ہے۔ ایسی بیماریوں میں ہم گرفتار ہوتے جن کا علاج میسر نہیں ہوتا اور نشانِ عبرت بنے دنیا سے چلے جاتے ہیں۔

(7) گناہوں کے باعث دل کی سختی: دنیاوی مشاہدہ بھی ہے کہ جو جس قدر برائی کا رسیا ہے وہ اسی قدر لوگوں کے لئے سخت دل ہے۔ اسے کسی سے پیار نہیں ہوتا، معمولی بات پہ ہنگامہ آرائی اس کی فطرت بن جاتی ہے اور لوگوں کے ساتھ کبھی بھی نرمی کا برتاؤ نہیں کرتا حتی کہ سختی میں اپنے اور بیگانوں کا فرق بھی یاد نہیں رہتا۔ سچ کہا ہے رب العالمین نے:

فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُم بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا وَلَٰكِن قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (الانعام:43)

ترجمہ: سو جب ان کو ہماری سزا پہنچی تھی تو انہوں نے عاجزی کیوں نہیں اختیار کی، لیکن ان کے قلوب سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے خیال میں آراستہ کر دیا۔

(8) بے حیائی کا پیکر: بے حیائی کا ایک برا پہلو یہ ہے کہ اس کا خوگر بے حیا بن جاتا ہے۔اس کے پاس خوف کا نام نہیں شرم تک کھو بیٹھتا ہے اور نہایت بے شرمی سے ڈھیٹ بن کر برائی کرتا ہے جیسے کوئی اس کا خالق و مالک نہیں، کسی کو اپنے کئے کا حساب نہیں دینا ہے اور نہ ہی دنیا میں اور آخرت میں کسی ملامت ورسوائی کا ڈر ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إنَّ ممَّا أدرَك النَّاسُ من كلامِ النُّبوَّةِ : إذا لم تَستَحْيِ فاصنَعْ ما شِئْتَ(صحيح البخاري:3484)

ترجمہ: اگلے پیغمبروں کے کلام میں سے لوگوں نے جو پایا یہ بھی ہے کہ جب تجھ میں حیاء نہ ہو پھر جو جی چاہے کر۔

بدلے کے اعتبار سے گناہوں کا جو نقصان ہے بلاحد وحساب ہے یہاں انسانی زندگی پر ان کے مضر اثرات میں سے چند گہرے اور برے اثرات بیان کئے گئے ہیں۔

بنی آدم سے گناہ ہو جانا بعید نہیں ہے، گناہ کر کے نہ پچھتانا یہ قابل افسوس ہے۔ جو لوگ گناہ کر کے شرمندہ ہوتے ہیں، اللہ سے ڈرنے لگتے ہیں اور مارے خوف کے توبہ واستغفار کرتے ہیں دراصل ایسے ہی بندے اللہ کو پسند ہیں۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

كلُّ بني آدمَ خطَّاءٌ وخيرُ الخطَّائينَ التوَّابونَ(صحيح ابن ماجه:3447)

ترجمہ: بنی آدم کی تمام اولاد گناہگار ہیں اور بہترین گناہگار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔

گناہ سے متعلق ایک پیاری سی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

لولا أنكم تذنبون لخلقَ اللَّهُ خلقًا يذنبون ، يغفرُ لهم(صحيح مسلم:2748)

ترجمہ: اگر تم لوگ گناہ نہ کرو تو اللہ ایک ایسی مخلوق پیدا کر دے جو گناہ کرتی پھر اللہ انہیں بخشتا۔

اوپر میں نے گناہوں کی دو اقسام بیان کیا ہے۔اب یہ جان لیں کہ گناہوں کی کیفیات اور ان کے اشکال مختلف ہیں، ان کیفیات کے بقدر جرم ومعصیت میں تفاوت ہے۔ کچھ گناہ انجانے میں ہو جاتے ہیں، کچھ عمدا ہوتے ہیں، کچھ گناہ اصرار کے ساتھ کئے جاتے ہیں اور کچھ اعلانیہ طور پر۔ان سب کے متعلق شریعت کا حکم بھی جان لیں۔

جو گناہ انجانے میں ہو جائے اس کے متعلق نبی ﷺ کا فرمان ہے:

إنَّ اللَّهَ وضعَ عن أمَّتي الخطَأَ والنِّسيانَ وما استُكرِهوا عليهِ(صحيح ابن ماجه:1677)

ترجمہ: اللہ تعالی نے میری امت سے (انجانے میں ہونے والی) غلطی، بھول چوک اور زور زبردستی کے نتیجہ میں ہونے والے خلاف شرع کاموں کو معاف کر دیا ہے۔

قصداً اور عمداً گناہ کرنے کی بابت حق جل شانہ کا فرمان ہے:

وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُم بِهِ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (الاحزاب:5)

ترجمہ: تم سے بھول چوک میں جو کچھ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں البتہ گناہ وہ ہے جسکا تم ارادہ دل سے کرو اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

اصرار کے ساتھ گناہ کرنا بہت ہی سنگین ہے۔ گناہوں کو حقیر سمجھنا بھی گناہوں پر اصرار ہے اور جو گناہ مسلسل کئے جائیں وہ تو ہیں ہی۔ اس گناہ کا معاملہ سخت ترین ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ تسلسل کے ساتھ کیا جانے والا چھوٹا گناہ چھوٹا نہیں ہے بڑا ہو جاتا ہے۔ مومن بندہ گناہ کر کے شرمندہ ہوتا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں آکر سچی توبہ کرتا ہے اور اس گناہ پر مداومت نہیں کرتا۔ اللہ کا فرمان ہے:

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿آل عمران : 35﴾

ترجمہ: جب ان سے کوئی ناشائستہ کام ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کا ذکر اور اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرتے ہیں، فی الواقع اللہ تعالیٰ کے سِوا اور کون گناہوں کو بخش سکتا ہے؟ اور وہ لوگ باوجود علم کے کسی بُرے کام پر اَڑ نہیں جاتے۔

اعلانیہ طور پر گناہ کرنا یہ گزشتہ گناہ سے بھی خطرناک ہے۔ ایسا شخص اللہ کے غیظ وغضب کا شکار ہو جاتا ہے اس کے حق سے معافی اٹھالی جاتی ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

كلُّ أمَّتي مُعافًى إلَّا المُجاهِرينَ ، وإنَّ منَ المُجاهرةِ أن يعمَلَ الرَّجلُ باللَّيلِ عملًا ، ثُمَّ يصبحَ وقد سترَه اللَّهُ ، فيقولَ : يا فلانُ ، عمِلتُ البارحةَ كذا وَكذا ، وقد باتَ يسترُه ربُّهُ ، ويصبحُ يَكشِفُ سترَ اللَّهِ عنهُ(صحيح البخاري:6069)

ترجمہ: میری تمام امت کو معاف کیا جائے گا سوا گناہوں کو کھلم کھلا کرنے والوں کے اور گناہوں کو کھلم کھلا کرنے میں یہ بھی شامل ہے کہ ایک شخص رات کو کوئی (گناہ کا) کام کرے اور اس کے باوجود کہ اللہ نے اس کے گناہ کو چھپا دیا ہے مگر صبح ہونے پر وہ کہنے لگے کہ اے فلاں! میں نے کل رات فلاں فلاں برا کام کیا تھا۔ رات گزر گئی تھی اور اس کے رب نے اس کا گناہ چھپائے رکھا، لیکن جب صبح ہوئی تو وہ خود اللہ کے پردے کو کھولنے لگا۔

اللہ تعالی کھلے پوشیدہ تمام احوال سے باخبر ہے، کوئی تنہائی میں گناہ کرکے یا رات کے اندھیرے میں جرم کا ارتکاب کرکے کسی خوش فہمی میں مبتلا نہ ہو اللہ سینوں کے راز تک سے بے خبر ہے اور روئے زمین پر ایسی کوئی جگہ نہیں جہاں برائی کرنے سے زمین و آسمان کا خالق و مالک نہیں دیکھ سکتا ہے۔

آج انٹرنیٹ کا زمانہ ہے، موبائل سے لوگ تنہائی میں بڑے بڑے فواحش و منکرات انجام دے رہے ہیں اور انہیں بڑی بے باکی سے لوگوں میں نشر بھی کر رہے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ کا خوف کھانا چاہئے۔ اور جان لینا چاہئے کہ جو گناہ ہم سے سرزد ہوا ہے اس کا وبال بھی ہمارے ہی سر پر آئے گا اور سزا بھی ہمیں ہی بھگتنی پڑے گی۔ اللہ کا فرمان ہے:

مَّنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ(فصلت:46)

ترجمہ: جو شخص نیک کام کرے گا وہ اپنے نفع کے لئے اور جو برا کام کرے گا اس کا وبال بھی اسی پر ہے۔ اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

گناہ کی لذت چند لمحوں کی ہے جبکہ اس کی سزا دیرپا ہے، قیامت کے دن لذت اندوز ہونے والے اعضاء ہمارے خلاف گواہی دیں گے۔ اللہ کا فرمان ہے:

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (النور: 24)

ترجمہ: جبکہ ان کے مقابلے میں ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

گناہوں کی وجہ سے اللہ بستیاں تباہ کر دیتا ہے اور قوموں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیتا ہے۔ اللہ نے قرآن مقدس میں ایسی تباہ شدہ بستیوں کی مثال بیان کیا ہے تاکہ دوسری بستیاں عبرت حاصل کریں۔

وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا نُّكْرًا (الطلاق:8)

ترجمہ: اور بہت سی بستی والوں نے اپنے رب کے حکم سے اور اس کے رسولوں سے سرتابی کی تو ہم نے بھی ان سے سخت حساب کیا اور انہیں عذاب دیا ان دیکھا (سخت) عذاب۔

عذاب شدہ ایک اور بستی کی مثال بیان کرتے ہوئے اللہ فرماتا ہے:

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّن كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ (النحل:112)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جو پورے امن واطمینان سے تھی اس کی روزی اس کے پاس بافراغت ہر جگہ سے چلی آ رہی تھی۔ پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور ڈر کا مزہ چکھایا جو بدلہ تھا ان کے کرتوتوں کا۔

یہاں سوال یہ ہے کہ آدمی گناہ کیوں کرتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اپنے خالق ومالک کو صحیح سے نہیں پہچانتا، اس سے نہیں ڈرتا، اس کی عبادت نہیں کرتا، اس کے دین پہ صحیح سے نہیں چلتا اور اخروی زندگی پر پختہ یقین نہیں رکھتا۔

یہاں ایک دوسرا سوال یہ ہے کہ ہم سے انجانے میں یا جان بوجھ کر بہت سارے گناہ ہوگئے، اب اپنے خالق ومالک کے دین کی طرف پلٹنا چاہتے ہیں اور اپنے کئے پہ شرمندہ ہو کر سابقہ گناہوں سے دامن چھڑانا چاہتے ہیں اس کے لئے کیا طریقہ اختیار کرنا ہوگا؟

ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اولا مایوس ہونے سے منع کرتا ہے اور بڑے دلنشین انداز میں بندوں کو معاف کرنے کی بشارت دیتا ہے:

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (الزمر:53)

ترجمہ: (میری جانب سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو جاؤ بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے واقعی وہ بڑی، بخشش بڑی رحمت والا ہے۔

ثانیا اللہ کی ذات وحدہ لاشریک پر کامل یقین رکھتے ہوئے، اسے بڑا مہربان، بہت ہی رحم کرنے والا اور بہت زیادہ معاف کرنے والا سمجھ کر سچے دل سے توبہ کرنا چاہئے۔ اللہ کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ(التحريم:8)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی خالص توبہ کرو قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

ثالثاً کثرت سے اعمال صالحہ انجام دینا تاکہ برائی کا دھیان مٹ جائے اور بطور خاص ان اعمال کی طرف التفات کرنا چاہئے جن پر جنت کی بشارت، گناہوں کی مغفرت اور بے پناہ اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔

رابعاً یہ دھیان رہے کہ نیکی کرنے یا توبہ کرنے سے حقوق العباد معاف نہیں ہوتے حتی کہ حج کرنے سے بھی صغیرہ اور کبیرہ گناہ ہی معاف ہوتے ہیں اس لئے بندوں کے حقوق لوٹانے سے ہی حقوق العباد معاف ہوں گے۔ امت کا مفلس ہے وہ شخص جس نے نماز وروزہ اور زکوۃ کی پابندی کیا ہو اور ساتھ ساتھ بندوں کو ستایا بھی ہو۔ قیامت کے دن ایسے لوگوں کی نیکی مظلوموں میں تقسیم کردی جائے گی۔ اگر ظالم کی نیکیاں ختم ہوجائیں تو مظلوم کے گناہ اس کے سر پر لاد دیئے جائیں گے یہاں تک کہ اسے گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم)

اللہ تعالی سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں، ایمان و عمل پہ قائم رہنے کی عاجزی کرتے ہیں اور اپنے فضل وکرم سے جنت الفردوس میں داخلہ نصیب فرمانے کی التجا کرتے ہیں۔

BACK

منبر: افادیت ومقاصد اور موجودہ صورت حال

تبلیغ دین اور ارسال رسالت میں منبروں کا بہت بڑا رول ہے۔ شروع اسلام سے لیکر آج تک منبر مسلمانوں کو اتحاد واتفاق، تعلیم وتربیت، ادب واخلاق، وعظ ونصیحت، پیغام رسالت ودعوت اسلام سے باخبر کرتے آرہا ہے۔ دو لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام میں جس قدر اہمیت خطبہ جمعہ کی ہے منبر کی اس سے کم نہیں۔جمعہ کا دن خیر وبرکت اور اہمیت وفضیلت والا ہے دوسری امتوں کو اللہ نے اس دن کی برکات سے محروم کرر کھا تھا،اس دن کے فضائل وبرکات سے امت محمدیہ فیضیاب ہوئی۔یوم جمعہ کی خصوصیات میں خطبہ جمعہ بھی شامل ہے جسے منبر پر کھڑے ہو کر دیا جاتا ہے۔ جس طرح یوم جمعہ کی فضیلت اور نماز جمعہ کی فضیلت ہے اسی طرح خطبہ جمعہ کی بھی بڑی فضیلت ہے۔اس فضیلت کا اندازہ اس حدیث سے لگائیں جس میں ذکر ہے کہ جس نے خطبہ جمعہ کے دوران کسی کو چپ ہونے کو کہا تو وہ سارے اجر سے محروم ہو گیا۔خطبہ عبادت ہے اس لئے اسے ہمہ تن گوش ہو کر سننے کا حکم آیا ہے تاکہ خطیب جن باتوں کی طرف نمازیوں کی توجہ مبذول کرانا چاہے وہ پوری طرح ذہن میں نقش ہو جائے اور پھر انہیں عملی زندگی میں برتے۔

منبر کا خطبہ سے گہرا ربط ہے اس وجہ سے خطبہ کی اہمیت سے منبر کی اہمیت بھی ظاہر ہوتی ہے۔یہاں سب سے پہلے منبر رسول ﷺ کا بارے میں جانتے ہیں تاکہ ممبر کیا ہے اس کے تقاضے کیا ہیں اور اس کا استعمال کس لئے اور کس طرح کرنا چاہئے اچھے سے پتہ چل سکے۔

اسلام کا پہلا منبر: منبر رسول، خصوصیات وکردار

شروع میں جمعہ کے دن نبی کریم ﷺ کھجور کے تنے کا سہارا لیکر جو چھت کو تھامے ہوئے تھا کھڑے ہو کر خطبہ دیتے ،اس حال میں کہ آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور ایک عصا کا سہارا لئے ہوئے ہوتے، وقت گزرتا گیا یہاں تک کہ آٹھ ہجری میں رسول اللہ ﷺ کے لئے سب سے پہلا منبر تیار کیا گیا جو اسلام میں سب سے پہلا منبر ہے۔یہ تین سیڑھیوں والا تھا خطبہ دیتے وقت رسول اللہ ﷺ اوپری حصے پر تشریف رکھتے اور دوسری سیڑھی پر پاؤں رکھتے۔بخاری شریف میں آپ ﷺ کے لئے منبر بنائے جانے کی تفصیل ہے:

أنَّ رجالًا أتَو سهلَ بنَ سعدِ الساعديِّ ، وقد امترُوا في المِنبرِ ممَّ عودُهُ ، فسألُوهُ عن ذلكِ ، فقالَ : واللهِ إني لأعرِفُ ممَّا هوَ ، ولقدْ رأيتُهُ أوَّلَ يومٍ وُضِعَ ، وأوَّلَ يومٍ جلَسَ عليهِ رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلمَ ، أرسلَ رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلمَ إلى فلانةٍ ، امرأةً قد سمَّاها سهلٌ : مُرِي غلامَكِ النجارَ ، أن يعملَ لي أعوادًا ، أجلِسُ عليهِنَّ إذا كلَّمْتُ الناسَ . فأمرَتْهُ فعملهَا من طَرفاءِ الغابةِ ، ثم جاءَ بها ، فأرسلَتْ إلى رسولِ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلمَ، فأمرَ بها فوُضِعَت ها هنَا ، ثم رأيتُ رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلمَ صلَّى عليهَا وكبَّرَ وهوَ عليهَا ، ثم ركعَ وهوَ عليهَا ، ثم نزلَ القَهقَرى ، فسجدَ في أصلِ المنبرِ ثم عادَ ، فلمَّا فرَغَ أقبلَ على الناسِ فقالَ : أيُّهَا الناسُ ، إنمَا صنعتُ هذَا لتَأْتَمُّوا ولتَعْلَموا صلاتِي .(صحيح البخاري:917)

ترجمہ: کچھ لوگ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ ان کا آپس میں اس پر اختلاف تھا کہ منبر کی لکڑی کس درخت کی تھی۔ اس لیے سعد رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا خدا گواہ ہے میں جانتا ہوں کہ منبر نبوی کس لکڑی کا تھا۔ پہلے دن جب وہ رکھا گیا اور سب سے پہلے جب اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تو میں اس کو بھی جانتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی فلاں عورت کے پاس جن کا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے نام بھی بتایا تھا۔ آدمی بھیجا کہ وہ اپنے بڑھئی غلام سے میرے لیے لکڑی جوڑ دینے کے لیے کہیں تاکہ جب مجھے لوگوں سے کچھ کہنا ہو تو اس پر بیٹھا کروں چنانچہ انہوں نے اپنے غلام سے کہا اور وہ غابہ کے جھاؤ کی لکڑی سے اسے بنا کر لایا۔ انصاری خاتون نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہاں رکھوایا میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پر (کھڑے ہو کر) نماز پڑھائی۔ اسی پر کھڑے کھڑے تکبیر کہی۔ اسی پر رکوع کیا۔ پھر الٹے پاؤں لوٹے اور منبر کی جڑ میں سجدہ کیا اور پھر دوبارہ اسی طرح کیا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کو خطاب فرمایا۔ لوگو! میں نے یہ اس لیے کیا کہ تم میری پیروی کرو اور میری طرح نماز پڑھنی سیکھ لو۔

نبی ﷺ کے منبر کی بڑی فضیلت وخصوصیات ثابت ہیں۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے: إنَّ قوائمَ مِنبري هذا رواتِبُ في الجنَّةِ(صحيح النسائي:695)

ترجمہ: بے شک میرے منبر کے پائے بہشت کی سیڑھی ہوں گے۔

ما بين بيتي ومنبري روضةٌ من رياضِ الجنةِ ، ومِنبري على حوضِي(صحيح البخاري:6588)

ترجمہ: میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

اس منبر سے نبی ﷺ نے اپنی امت کو دین کی تعلیم دی ہے، وعظ و نصیحت کی ہے، منبر پر نماز پڑھ کر سکھایا ہے، قرآن کی تعلیم دی ہے، لوگوں کو جہاد پر ابھارا ہے، اعلائے کلمۃ اللہ کا درس دیا ہے، امت مسلمہ کی خیر و بھلائی کے لئے دعائیں کی ہیں، دشمنوں کے لئے بددعا کی ہیں۔ نبی ﷺ کے خطبہ کے موضوعات میں جنت و جہنم، توحید و ایمان، صفات الٰہیہ کا بیان، تفاصیل و اصول ایمان کا بیان، عمل صالح کا بیان، آخرت کے احوال اور امم ماضیہ کے حالات کا بیان ہوتا تھا۔

منبر اونچا ہونے کی حکمت: منبر "نبر" سے بنا ہے جس کے معنی بلندی کے ہے۔ منبر یعنی اونچائی سے کوئی بات کہنے پر سب کو برابر سنائی دیتی ہے خطیب کے اشارے بھی بالکل بآسانی نظر آتے ہیں، خطیب کی نگاہ مصلی کی طرف اور مصلی کی نگاہ خطیب کی طرف مرکوز ہو۔ گویا منبر افہام و تفہیم کے لئے نہایت ہی اہم وسیلہ ہے۔ نبی ﷺ کو نماز کی تعلیم دینی تھی تو منبر پر چڑھے تاکہ سب کو نماز کی کیفیت اچھے سے نظر آئے، ایک صحابی دوران خطبہ مسجد میں آئے اور بغیر دوگانہ پڑھے بیٹھ گئے آپ نے انہیں دیکھا تو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

منبر کی اہمیت و افادیت: جمعہ کے دن تمام اہل اسلام کا ایک جگہ اجتماع ہوتا ہے، یہ اجتماع اللہ کی عبادت کی غرض سے ہوتا ہے، غسل کرکے، عمدہ لباس پہن کر، خوشبو استعمال کرکے مسلمان جامع مسجد میں حاضر ہوتے ہیں۔ ذہن نشاط و قبول سے معمور، دل و نگاہ عبادت الٰہی کا جذبہ لئے ہوئے اور جسم و جاں اللہ کے حکم کی تعمیل پر فدا ہونے کے لئے تیار ہے۔ ایسی صورت میں خطیب ایسے مسلمانوں میں جس قدر چاہیں صفات حمیدہ پیدا کریں، خدمت خلق کا جذبہ بیدار کریں، تعلیم و تربیت سے سجا سنوار دیں، قرآن و حدیث کی خوشبوؤں سے مشکبار کردیں، ایمان و عمل کے ہتھیار سے لیس کردیں، جہاد فی سبیل اللہ کا سبق پڑھائیں، دین اسلام پر مر مٹنے کا ذوق و شوق پیدا کردیں یعنی منبر انسان کو مومن کامل بنانے کا بہترین وسیلہ ہے، اس قدر افادیت سے بھرپور دنیا کا کوئی اسٹیج نہیں ہے۔

منبر کے مقاصد و تقاضے: منبر کا وہی مقصد ہے جو خطبہ کا مقصد ہے اور خطبہ کے اہم مقاصد میں ایک مقصد لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا ہے۔ سارے انبیاء نے اپنی امت کو ایک اللہ کی طرف بلایا، یہی حکم نبی آخر الزمان محمد عربی ﷺ کو

بھی ملا کہ آپ لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت کے ساتھ بلائیں۔آج امت میں طرح طرح کے اختلاف وانتشار، شرک وبدعات اور رسم ورواج کا دور دورہ ہے، ایک اکیلا مثالی خطیب ان کے ازالے میں اہم رول ادا کر سکتا ہے اور سماج سے شر وفساد، ظلم وجور، شرک وبدعت، کفر وضلالت، غفلت وسستی، جہل ونادانی، افعال قبیحہ، اعمال شنیعہ، بے دینی وبے ایمانی کا خاتمہ کر سکتا ہے۔ منبر کا اہم مقصد ہے کہ لوگوں کو ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلائیں، برائی کا حکمت سے اور نادانی کا علم سے مقابلہ کریں، امت مسلمہ کی اصلاح ہوگی تو ہمارے گفتار و کردار سے خود اسلام کا غیروں میں بھی تعارف ہوگا اور کفار ومشرکین ہمیں دیکھ کر ہی اسلام میں داخل ہوتے رہیں گے۔افسوس کہ گفتار وکردار کے ایسے خطباء سے منبر محروم ہے اور ساتھ ساتھ منبر کا جو اصل مقصد ہے وہی بروئے کار نہیں لایا جاتا۔

موجودہ دور میں منبر کا استحصال: آج اکثر جگہ مسلم خطوں میں منبروں کا استحصال ہو رہا ہے۔موجودہ زمانے میں ذاتی مقاصد، دنیاوی فائدے، سیاسی منفعت، ذاتی رنجش ونزاع، بغض وحسد، دل کی بھڑاس، مسلکی تشدد، فقہی تنازعات، فروعی مسائل، ذات وبرادری کی عصبیتیں، تجارتی منافع، منصب کی مصلحتیں جیسے کام منبروں سے لیا جارہا ہے جبکہ دوسری طرف ممالک اسلامیہ خاک وخون میں ڈوبے ہوئے ہیں، کفر کی ساری خدائی ایک ہو چکی ہے، ہم مسلمان پوری طرح کفار کے نرغے میں پھنسے ہوئے ہیں، جگہ جگہ مسلمانوں کا خون رائیگاں، عزتیں نیلام اور طاقتیں کمزور ہو رہی ہیں اور ہمارے خطباء وواعظین اپنے ہی کاشانے جلانے پہ مستمر ہیں۔ منبروں سے اشتعال انگیز اور پر تشدد بیانوں سے مسلمانوں کے آپس کے گھر گھر تباہ ہو رہے ہیں، فرد وجماعت میں ایک دوسرے مسلک والوں کے تئیں تشدد و تنفر پیدا ہو رہا ہے، اسلامی اتحاد پارہ پارہ اور مسلمانوں کی طاقت پاش پاش ہو رہی ہے۔جب منبر بھی تنازعات، تنافرات، تباغضات، تعصبات، تشددات سے پاک نہ رہے تو ہماری کون سی جگہ پاک رہے گی۔فوری طور پر ہمیں ہوش کے ناخن لینا ہے، منبروں کو استحصال سے بچانا ہے، ایسے کم علم وبے عمل خطیب سے انہیں پاک کرنا ہے جو منبروں پر داغ لگے ہوئے ہیں اور ایمان وتوحید کے منافی خطبوں سے فرزندان توحید کے گھروں اور دلوں کو تباہ کرتے ہیں۔اور جو باصلاحیت وباعمل علماء ہیں صرف انہیں ہی خطابت کے لئے بحال کئے جائیں، ایسے ہی علماء کو اسٹیج واجلاس کی زینت بنائی جو صلاحیت کے ساتھ ساتھ عمل صالح سے لیس ہوں اور امت اسلامیہ کی اصلاح کا درد اپنے دلوں میں رکھتے ہوں، گھروں، بستیوں، ملکوں اور دلوں کو جوڑنے کا کام عقیدہ توحید کی بنیاد پر کرتے ہوں۔بازار

کفر میں ایمان کا سودا ہو رہا ہے، منکرات و سیئات کی آماجگاہ میں حسن و شباب کے ننگے ناچ سے قلب و ضمیر پر کار عصیاں کے زنگ لگائے جا رہے ہیں۔ ایسے میں جہاں عوام کو بیدار ہونا ہے اور کفر و عصیاں سے دامن بچانا ہے وہاں خطیب و واعظ کی ذمہ داری عوام سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ خطیب تو لوگوں کے لئے نمونہ ہے، انہیں اپنے گفتار و کردار سے عوام کی اصلاح کرنی ہے۔ خطیب کو اصلاح کی ابتداء منبروں کو تشدد و استحصال اور غیض و غضب سے پاک کر کے کرنا ہے۔

BACK

عصر حاضر میں علم دین کی اہمیت وضرورت

اسلام میں علم دین کی بڑی اہمیت ہے، یہ جہل کے مقابلے میں ہے۔ علم دین سراپا نور وہدایت ہے اور جہل سراپا کفروضلالت ہے۔اسلام نے ہمیں علم دین کے حصول کا حکم دیا ہے،قرآن وحدیث میں علم دین کی بڑی اہمیت وفضیلت بیان کی گئی ہے اوران میں علم کی فضیلت اوراہل علم کا بڑادرجہ ومقام اجاگر کیا گیا ہے۔اللہ تعالی کافرمان ہے: يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ (المجادلة:11)

ترجمہ:اوراللہ تعالی تم میں ان لوگوں کوجوایمان لائے اورجو علم دیے گئے ہیں درجے بلند کردے گا۔

یہاں انفرادی طورپر اللہ نے بتلایاہے کہ جو بھی ایمان والااور علم والاہے اس کے درجات بلند کردئے جاتے ہیں۔ نبی ﷺ نے قرآن کو قوموں اورملتوں کی بلندی کا سبب قرار دیاہے: إنَّ اللهَ يرفعُ بهذا الكتابِ أقوامًا ويضعُ به آخرِينَ(صحيح مسلم:817)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالی اس کتاب کے ذریعہ قوموں کواٹھاتاہےاوراسی کتاب کے بدلے قوموں کونیچے بھی گراتاہے۔

یعنی جو قوم قرآن کوپڑھتی ہےاوراس پر عمل کرتی ہے اللہ اسے بلند کرتاہےاور جو قوم قرآن سے اعراض کرتی ہےاور اس کے مقتضیات پر عمل کرنے سے گریز کرتی ہیں اللہ اسے ذلیل ورسوا کرتاہےاورنیچے گرادیتاہے۔

ان دونوں قرآنی آیت وحدیث سے معلوم یہ ہوا کہ قرآن ہی انفرادی طورپراور اجتماعی طورپر ترقی کازینہ ہے اسی لئے قرآن کو سیکھنے اور سکھانے والے کوسب سے بہتر کہا گیاہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: خيرُكم مَن تعلَّم القرآنَ وعلَّمه(صحيح البخاري:5027)

ترجمہ: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

إنَّ فضلَ العالمِ على العابدِ كفضلِ القمرِ ليلةَ البدرِ على سائرِ الكواكبِ ، وإنَّ العلماءَ ورثةُ الأنبياءِ(صحيح أبي داود:3641)

ترجمہ: بلاشبہ عالم کی عابد پر فضیلت ایسے ہی ہے جیسے کہ چودھویں کے چاند کی سب ستاروں پر ہوتی ہے، بلاشبہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

علم دین کے حصول سے جنت کے راستے آسان ہوتے ہیں، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

من سلكَ طريقًا يلتمسُ فيه علمًا ، سهَّل اللهُ له به طريقًا إلى الجنةِ(صحيح مسلم:2699)

ترجمہ: جو علم دین کی تلاش میں نکلتا ہے اللہ اس کے لئے جنت کے راستے آسان کر دیتا ہے۔

ان چند نصوص سے نہ صرف علم دین کی اہمیت وفضیلت معلوم ہوتی ہے بلکہ اس کی اشد ضرورت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

علم دین کی اہمیت وضرورت سدا سے رہی ہے ، نبی ﷺ کا فرمان ہے: طلب العلم فريضة على كل مسلم (حديث)

ترجمہ: علم دین کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ علم دین کا سیکھنا ہمارے اوپر فرض ہے جو اسے نہیں سیکھتا وہ اسلامی فریضے سے غافل ہے جس کے متعلق آخرت میں سوال کیا جائے گا اور دنیا میں جہل کے جو نقصانات سے واسطہ پڑے گا وہ اپنی جگہ۔

دور حاضر میں علم دین کی اہمیت اور اس کی ضرورت شدید ترین حد تک بڑھ جاتی ہے۔ اس بات کا حالات حاضرہ اور موجودہ صورت حالات کے تئیں بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

اس وقت اسلام کو بہت سارے چیلنجز کا سامنا ہے، یہ فتنے کا دور ہے، اپنی جگہ ہزاروں قسم کے فتنے بھی سر اٹھا چکے ہیں۔ برائیوں کے عروج کا فتنہ، اولاد کی بے دینی ونافرمانی کا فتنہ، عورت کا فتنہ، مال ودولت کا فتنہ، کفر اور اہل کفر کا فتنہ، شرک وبدعت کا فتنہ، عیش پرستی کا فتنہ، الحاد کا فتنہ وغیرہ۔

علم دین کے حصول کے راستے میں عوام کے لئے بڑی رکاوٹ ملحدوں کو علمائے کرام سے بدظن کرنا ہے۔ علماء کو طرح طرح کے طعنے دینا، ان پر کفر کے فتوے لگانا، ان کے متعلق شکوک وشبہات پیدا کرنا اس وقت سوشل میڈیا بلکہ پورے الکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پر عام ہے۔ جاہل لوگ اور ٹی وی چینل والے دین اور علمائے دین پر ملحدانہ تبصرے کر رہے ہیں۔ وارثین انبیاء سے متعلق عوام میں شبہات اور غلط فہمیاں پیدا کرنے کا مقصد انہیں اصل دین سے دور رکھنا اور دین اسلام کی شبیہ بگاڑ کر دنیا والوں کے سامنے خود ساختہ اسلام پیش کرنا ہے۔

کبھی آپ نے جاہل انجینئر، جاہل ڈاکٹر اور جاہل اسکالر نہیں سنا ہوگا مگر جاہل مولوی بہت سنا ہوگا۔ ہوں گے کچھ جاہل قسم کے ملا مگر اس کی وجہ سے سارے وارثین انبیاء کو جاہل کہنا یا ان کی تضحیک کرنا دراصل عام مسلمانوں کو علم و عالم سے دور کرنا اور دوسری عوام کے لئے اسلام میں دخل اندازی کا شوشہ چھوڑنا ہے۔ حصول علم کے لئے راسخ فی العلم علماء کی ہمیشہ ضرورت ہے۔ ملحدوں کی طرف سے علماء کے متعلق یہ بہت ہی خطرناک مہم ہے اس کا ہمیں حکمت عملی سے مقابلہ کرنا ہوگا۔ اس کے علاوہ اسلامی تہذیب کو ختم کرنے کے لئے مغربی تہذیب کو ہر طریقے سے مسلمانوں میں فروغ دیا جارہا ہے۔ اسلامی تعلیم کو ختم کرکے اس کی جگہ الحادی تعلیم کی راہ ہموار کی جارہی ہے۔ کھانے پینے کی چیزوں میں حرام اشیاء کی ملاوٹ کرکے مسلمانوں کو کھلایا جارہا ہے، اس وقت بازار میں ہزاروں قسم کی کھانے پینے والی چیزوں میں جیلاٹین کی ملاوٹ ہے جو سور، کتا وغیرہ کی ہڈیوں سے بنا ہوتا ہے۔ بہت ساری ادویہ میں نشہ، انسانی خون، جانور کا پیشاب، سور کی چربی اور دیگر حرام چیزوں کی ملاوٹ ہوتی ہے، ان ادویہ کا استعمال مسلمان بھی کرتے ہیں۔ آج کے دور میں ناچ گانا کو ادب اور عریانیت و فحاشیت کو فیشن قرار دیا جاتا ہے، اس ادب و فیشن کے نام پر اچھے اچھے مسلمان مرد و عورت قربان ہوگئے۔

سوشل میڈیا پہ اسلام کے خلاف جو پروپیگنڈے کئے جارہے وہ تو بیان سے باہر ہے۔ کوئی بھی لیپ لیکر، موبائل لیکر کچھ بھی لکھ کر یا کارڈ کرکے سوشل نٹ ورک پر ڈال دیتا ہے اور وہ لمحوں میں پوری دنیا میں گردش کرنے لگتا ہے۔ ایک نے کہہ دیا ڈاکٹر ذاکر نائیک دہشت گرد ہے بات کونے کونے میں پھیل گئی اور اس وقت ڈاکٹر صاحب کو دہشت گردوں کے زمرہ میں شامل کرلیا گیا، قریب ہے کہ ان پر شکنجہ کس کر سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا جائے اور ہمیشہ ہمیش کے لئے انہیں خاموش کردیا جائے۔ ڈاکٹر صاحب جیسے کتنے معصوم مسلمان دہشت گردی کے الزام میں سلاخوں کی ہوا کھارہے ہیں جن کی کوئی گنتی نہیں اور جن کا کوئی پرسان حال نہیں۔

کوئی لکھ دیتا ہے قرآن دہشت کی تعلیم دیتا ہے اور جہاد کی آیات کو اس پر زبردستی فٹ کرنے کی کوشش کرتا ہے، یہ پروپیگنڈا سوشل میڈیا پر چھا جاتا ہے۔ یہ سبھی کو معلوم ہے کہ عام طور سے داڑھی والے مسلمان شریف النفس اور بلند کردار کے حامل ہوتے ہیں مگر میڈیا کی کرم فرمائی کہ ہر داڑھی والے کو دہشت گرد کہنے پر تلا ہے۔ نتیجتا مسلم داڑھی رکھنے سے گھبراتا ہے بلکہ اچھے اچھے علم والے داڑھی رکھنے سے خوف کھاتے ہیں۔ غیر تو غیر اپنے کہے جانے

والے جدید ذہن کے مسلمان اس پروپیگنڈا کو سچ مان لیتے ہیں پھر ایسے جدید ذہن والے مسلمانوں کی طرف سے اسلام سے متعلق قسم قسم کے شبہات سامنے آنے لگتے ہیں۔اس کی بہت سی مثالیں جدید ذہن کے شبہات کے موضوع پر مل جائیں گی۔

الغرض اس وقت ہر جانب سے قرآن کے نام پر، حدیث کے نام پر لوگوں کو گمراہ کیا جارہا ہے، جھوٹی باتیں گھڑ گھڑ کر اسے نبی ﷺ کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔آپ یہ سمجھ لیں کہ ملحدوں اور اہل کفر نے سوشل میڈیا کو جھوٹ ، شہوت، فریب، اور فسق وفجور کی نشر واشاعت کا ذریعہ بنالیا ہے۔حد تو یہ ہے کہ بدعتیوں کے بھی دن اچھے آگئے وہ بھی بدعت اور شرک کے پرچار میں دن رات منہمک ہیں، کشف و کرامات، جھوٹے قصے کہانیوں کے فروغ میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے۔ان صورت حال کے زیر اثر مسلمانوں میں تیزی سے کفر وشرک پھیلنے لگا،الحادی تعلیم کو گلے لگایا جانے لگا، اسلامی تہذیب پر مغربی تہذیب کو ترجیح دی جانے لگی، مسجدیں سنسان، مدرسے ویران ہونے لگے اور شباب وکباب کی محفلیں آباد ہونے لگیں۔ پھر مسجدیں مسمار ہونے لگیں، آذانوں پر پابندی عائد ہونے لگی، داڑھی کو دہشت گردوں کی علامت قرار دی جانے لگی، حجاب کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ کا نام دے کر ممنوع قرار دیا جانے لگا اور مسلم بچوں کو قرآن کی تلاوت سے دور کر کے اسکولوں میں طاغوتی ترانے اگلنے والے لگے بلکہ اسلام کا نام ونشان تک مٹانے کی کوشش کی گئی۔

ان صورت حال سے مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں علم دین سے آراستہ ہونا پڑے گا۔الحمد للہ علم دین عمر کے کسی حصے میں بھی سیکھ سکتے ہیں۔ مرد وعورت اور بچے سبھی عمر والے علماء کی رہنمائی میں علم دین بآسانی سیکھ سکتے ہیں۔ ہمارا دین نہایت ہی آسان ہے۔اس بات کو رب العالمین نے قرآن مجید میں اور ہادی اعظم ﷺ نے حدیث پاک میں کئی مقامات پر واضح کیا ہے۔اس وقت یقین کریں علم دین کی سخت سے سخت ضرورت ہے۔قرآن کو فہم وتدبر سے جاننے کی ضرورت ہے تاکہ ہم دین پر صحیح سے عمل کر سکیں، اسلام اور مسلمانوں کے سامنے جو چیلنجز ہیں ان کا دندان شکن جواب دے سکیں، سوشل میڈیا کے ذریعہ اسلام کی جس طرح غلط ترجمانیاں کی جارہی ہیں ان کا خاتمہ کر سکیں اور دنیا وآخرت میں زندگی کی اصل ترقی سے ہمکنار ہو سکیں۔یاد رکھیں یہ سب اس وقت ممکن ہے جب ہم کتاب اللہ اور سنت

رسول اللہ کا علم حاصل کریں گے۔ میں آپ کو عصری علوم سے نہیں روکتا، بلاشبہ ہمارے لئے عصری علوم کی بھی ضرورت ہے لیکن اس سے کہیں زیادہ علم دین کی ضرروت ہے۔اس لئے علم دین کا ہر حال میں حصول کریں جو کہ ہمارا اسلامی فرئضہ ہے۔

BACK

فرقہ پرستی: نقصانات—وجوہات- حل

اسلام ایک صاف ستھرا دین ہے اس پہ کسی قسم کا داغ دھبہ، میل کچیل نام کی کوئی چیز نہیں۔ اسلام کا ہر معاملہ واضح، تعلیمات روشن اور افکار و نظریات سے لیکر عقائد و عبادات تک سارے کے سارے ٹھوس اور مستند معیار پر قائم ہیں۔ یہ دین اپنے ماننے والوں کو اتحاد و اتفاق کی تعلیم دیتا ہے اس لئے نماز، روزہ، حج جیسے ارکان اسلام میں وحدانیت نظر آتی ہے۔

اللہ تعالی نے قرآن میں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرامین میں لوگوں کو تفرقہ بازی کرنے، اختلاف وانتشار پھیلانے، نفرت ودشمنی کو ہوا دینے سے منع کیا ہے اور الفت و محبت، اتحاد واتفاق اور بھائی چارہ کو قائم کرنے اور اسے بڑھانے کا حکم دیا ہے۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے جہاں عوام کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں میں یگانگت کی فضا قائم رکھے وہیں گفتار و کردار کے ذریعہ علماء کی بھی ذمہ داری ہے کہ اتحاد ملت کا دامن تھامے رہے، اس کے لئے جو بھی جائز صورت اپنانی پڑے اپنائے خواہ تنظیمی شکل ہو یا خلافت کا قیام۔

جو لوگ دین میں تفرقہ پھیلاتے ہیں یا تفرقہ بازی کا حصہ بنتے ہیں خواہ علماء ہوں یا عوام دونوں ہی اتحاد اسلامی کے دشمن، تعلیمات اسلامیہ کے مخالف اور اللہ، اس کے رسول کے باغی ہیں۔

آج دین و مسلک کے نام پر ہمارے اختلاف نے عوام کو بڑے مشکلات میں ڈال رکھا ہے، عام آدمی صحیح دین کو سمجھنے سے قاصر ہے، دین پر عمل کرنے کے لئے بہت سارے مسائل میں تذبذب کا شکار ہے حتی کہ عبادات کی انجام دہی میں اس قدر کٹھنائی کا سامنا کر رہی ہے کہ اکثریت تو عبادت سے ہی روگراں ہوگئی ہے۔ ایک دوسرے کی تکفیر کرنا، ایک دوسرے سے نفرت وبغض رکھنا، ایک دوسرے کے خلاف مکروفریب کرنا، دوسرے مسلک والوں کی مسجدوں، قبرستانوں اور مدارس پر قبضہ کرنا، اپنی عبادت گاہوں، کتابوں، اماموں اور عقائد و نظریات کو تقسیم وخاص کرلینا، شادی بیاہ اور لین دین میں مسلکی منافرت برتنا، بے قصور مسلمانوں پر جھوٹے الزامات لگانا اور ان پر جھوٹے مقدمات درج کراکے ہراساں وپریشاں کرنا بلکہ اس پر فخر کرنا اور مزے لینا، ایک دوسرے کے مکاتب ومدارس کے خلاف سازش رچنا، انہیں بند کرنے کی ناروا کوشش کرنا، مخلص دعاۃ و مبلغین کے خلاف پروپیگنڈے کرنا، اسلاف و بزرگان

دین کے متعلق ہرزہ سرائی کرنا، اپنے اپنے مسلکی قوت وشان بڑھانااور اس کے لئے جائز وناجائز ہر قسم کے ذرائع استعمال کرنا، مسلکی عصبیت، مسلکی انارکی، مسلکی تنازع، مسلکی تشدد وفساد مچانا مسلمانوں میں بطور خاص ہندوپاک، نیپال، بنگلہ دیش وغیرہ میں عام ہے۔

یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین وتبع تابعین کے دور میں بھی اختلاف کانمونہ ملتاہے مگر وہ اختلاف نصوص آیات واحادیث میں فہم وبصیرت کا اختلاف ہے جس کا امکان کل بھی تھا، آج بھی ہے اور کل بھی رہے گا۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام دین پر عمل کرنے کے لئے نبی ﷺ کی سنت تلاش کرتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے ۔صحابہ کے بعد تابعین واتباع تابعین کا بھی یہی منہج رہاہے۔ائمہ اربعہ کے درمیان اختلاف کا باعث یاتو نص کی عدم معرفت یانص میں فہم کااختلاف ہے۔یہ اختلاف ہوتے ہوئے بھی ائمہ کے دور میں تفرقہ بازی نہیں تھی۔آج لوگوں نے ان کے نام پر الگ الگ فرقہ بنارکھاہے اور ان ائمہ کے اختلاف کو بنیاد کر آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر میں مبتلا ہیں۔جہاں تک کسی امام سے نص کی عدم معرفت کی وجہ سے کسی مسئلہ میں خطاہوئی تو اس خطا کو چھوڑدی جائے گی اور یہ خطا جو آج ہمیں اختلاف نظر آرہی ہے دراصل اس وقت کے لحاظ سے اس امام کا اجتہاد تھا جو انہوں نے اللہ کی دی ہوئی دینی بصیرت کی بنیاد پر اخذ کیا تھا، ان کے سامنے کوئی خاص مسلک، کوئی خاص دنیاوی غرض یا کوئی شخصیت پرستی نہیں تھی، وہ ہم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے تھے، اپنی زبان سے وہی بات کہتے جو وہ اپنی دینی بصیرت سے حق سمجھتے تھے۔آج دلیل واضح ہوجانے کے بعد بھی لوگ امام کی بشری خطاؤں پہ مصر ہیں اور یہ اصرار اس قدر شدید ہے کہ آپس میں جدل وجدال کاماحول بناہواہے۔اور جہاں پر ائمہ سے نص کی معرفت کے باوجود فہم وبصیرت میں اختلاف ہواتو اس اختلاف کو کتاب وسنت پر لوٹایاجائے جو موافق ہو اسے اختیار کیاجائے جو مخالف ہو چھوڑدیاہے۔اس سے کسی امام کی اہانت مقصود نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی ان کے حق میں کسر شان شمار ہوگی۔چاروں ائمہ ہمارے ہی ہیں، کسی غیر کے نہیں ہیں۔ہم ان سے بہت محبت کرتے ہیں، ان سے محبت کاتقاضہ ہے کہ ان کی خطا یااختلاف پہ گرفت نہ کی جائے اور نہ ہی ان کے نام پہ فرقہ بنایاجائے۔ مجتہد ہونے کے ناطے ان سے جو خطا یااختلاف ہوا وہ اللہ کے نزدیک اجر کا باعث ہے لیکن ہم جان بوجھ کران کے اختلاف کو ہوادیں، ان کے اختلاف کی بنیادپر ائمہ کو چار حصوں اور چار فرقوں میں تقسیم کردیں اوران کی بشری خطا کو بھی جبرا صحیح ثابت کریں یہ مذموم ہے۔یہی تفرقہ بازی کی جڑ ہے۔معلوم یہ ہوا

کہ نصوص میں فہم وتدبر سے جو مختلف معانی اخذ ہوں وہ مذموم نہیں بلکہ مختلف معانی کو بنیاد بناکر تفرقہ بازی کرنا یہ مذموم ہے۔یقین جانئے اگر آج بھی امت اس نقطہ نظر ہی جمع ہو جائے تو سارے فرقے مٹ سکتے ہیں کیونکہ اسلام ایک طریقہ حیات اور دستور زندگی کا نام ہے اس میں تفرقہ بازی کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔

ہمیں اگر امام ابو حنیفہؒ سے محبت ہے تو محبت کا ظہار کر سکتے ہیں، فرط محبت میں نسبت بھی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ کوئی امام مالک سے فرط محبت کے طور پر اپنے نام کے ساتھ مالکی لکھے۔لوگوں کا صدیقی، فاروقی اور عثمانی لکھنا بھی بطور محبت ہے۔کوئی کسی مدرسے سے فارغ ہوتا ہے تو اس کی محبت میں خود کو اس طرف انتساب کرتا ہے۔ محبت کے اظہار کے لئے کی اچھی نسبتوں میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر نسبت کا مطلب الگ فرقہ بنانا ہے تو مذموم ہے خواہ نسبت کسی شخص کے نام پر ہو،ادارے کے نام پر یا قوم وعلاقہ کے نام پر ہو۔

BACK

منشیات شرعی و طبی نقطہ نظر سے

مذاہب عالم میں فوقیت و برتری کا حامل دین صرف اسلام ہے جس میں شعبہائے حیات کے تمام تر پہلوؤں کو واشگاف کیا گیا ہے اور انسان کے لئے مہلک ترین عناصر کی طرف واضح اشارات کردئے گئے ہیں جو ایک عام ذہن کے لئے بھی قابل قبول ہے۔

انسانی زندگی کو متاثر اور بدترین نتیجہ خیز دہانے تک پہنچانے والے عناصر میں منشیات کا غیر معمولی دخل ہے۔یہ بنی نوع آدم کے لئے سراپا سوہان روح ہے۔اس کے تلخ تجربات و مشاہدات کا دنیا کو اچھی طرح سے اندازہ ہوچکا ہے۔اس نے کتنے انسانوں کی خوشگوار شام پر آہ وزاری کی برسات کردی، کتنے آباد گھروں میں ویرانی کا سماں پیدا کردیا، کتنے مہکتے پھولوں کو مرجھا کر گلستاں کی شادابی و دلکشی پر اپنی سیاہ نشانیاں چھوڑدی۔مذہب اسلام کا حتمی فیصلہ ہے کہ جن باتوں سے بھی اسلام اور مسلمانوں پہ حرف آتا ہو اسے ممانعت کے دائرے میں رکھا ہے۔چونکہ منشیات سے انسانی جسم و روح کے لئے بگاڑ و فساد کا سبب بنتا ہے بلکہ بسا اوقات آدمی کی جان بھی چلی جاتی ہے اس بنا پر منشیات کا استعمال شریعت کی رو سے حرام ہے۔

منشیات کا دائرہ کار:

منشیات یہ نشہ سے مشتق ہے جس کے لئے عربی زبان میں "خمر" کا لفظ عام طور سے استعمال کیا جاتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خمر کی وضاحت بایں الفاظ کی ہے:

والخمرُ ما خامر العقلَ .(صحيح البخاري: 5581و صحيح مسلم:3032)

یعنی خمر کا اطلاق ہر نشہ آور چیز پر ہوتا ہے۔اس کی تائید مسلم شریف کی ایک اور روایت سے ہوتی ہے۔

كلُّ مُسكِرٍ خَمرٌ . وَكُلُّ خَمرٍ حرامٌ(صحيح مسلم:2003)

کہ ہر نشہ آور چیز خمر کہلاتی ہے اور ہر قسم کا خمر حرام کردیا گیا ہے۔

یہاں یہ اعتراض پیدا کرنا بے جا ہو گا کہ گر کم مقدار میں نشہ والی اشیاء استعمال کرنے سے نشہ نہ پیدا ہونے پر اتنی مقدار پینا جائز ٹھہرے گا۔اس اعتراض کی گنجائش بایں طور نہیں ہے کہ نشہ کے سلسلے میں اسلام کا دوسرا اصول یہ ہے۔

ما أسكرَ كثيرُهُ ، فقليلُهُ حرامٌ(صحيح الترمذي:1865)

جس کا زیادہ حصہ نشہ آور اور مفتر ہو اس کا کم مقدار میں بھی استعمال کرنا حرام ہے۔

مذکورہ تعریف کو اصول بنانے سے منشیات کے زمرے میں شراب، تمباکو، بیڑی، سگریٹ، گل، گٹکھا، گانجہ، بھنگ، چرس، کوکین، حقہ، افیم، ہیروئین، وہسکی، سیمپین، بئر، ایل ایس ڈی، حشیش اور مخدارت کی تمام اشیاء شامل ہیں۔

منشیات شریعت کی رو سے:

قرآن کریم کا ایک بڑا معجزہ یہ ہے کہ اس کے الفاظ کم ہوتے ہیں مگر اپنے اندر بہت سارے معانی پوشیدہ رکھتے ہیں۔منشیات کے تعلق سے قرآن کریم میں "خمر" کا استعمال حکمت عملی سے کم نہیں جس نے قیامت تک پیدا ہونے والی ساری نشہ آور چیزوں کو حرمت میں شامل کر لیا اور کسی کو اعتراض کرنے کی گنجائش نہ چھوڑی کہ شراب کے لئے حرمت ثابت ہے مگر بیڑی سگریٹ گٹکھا وغیرہ کے لئے حرمت منصوص نہیں۔چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ(المائدۃ:90)

ترجمہ: اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں۔اان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم فلاح یاب ہو۔

یہ آیت کریمہ منشیات کی ساری قسموں کو حرام ٹھہرانے کے لئے کافی ہے اور اس آیت سے علماء وفقہاء کی ایک جماعت نے چودہ طریقوں سے منشیات کی حرمت ثابت کیا ہے۔مثلا

(1)منشیات کے لئے رجس کا لفظ استعمال کیا گیا اور ہر قسم کے "رجس"(گندی) چیز کا استعمال اسلام میں حرام ہے۔

(2)منشیات کو شیطانی عمل قرار دیا گیا اور ہر شیطانی عمل حرام ہے۔

(3)منشیات سے اجتناب کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور اجتناب اسی چیز سے کیا جاتا ہے جو شریعت کی نظر میں حرام ہو۔

(4)فلاح کا انحصار ترک منشیات پر ہے گویا منشیات کا استعمال حرام ہے ورنہ فلاح کو ترک منشیات پہ موقوف نہ کیا جاتا۔ وغیرہ

نشہ کی حالت اسلام کی نظر میں اتنا مبغوض ہے کہ راس العباد(نماز) سے نشہ باز کو روک دیا گیا چنانچہ قرآن حکیم میں وارد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ(النساء :43)

ترجمہ:اے ایمان والو! جب تم نشے میں مست ہو نماز کے قریب بھی نہ جاؤجب تک کہ اپنی بات کو سمجھنے نہ لگو۔

اسلام کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ ضرررساں اشیاء کو حرام ٹھہرانے میں غیرواضح الفاظ کا استعمال نہیں کرتا تاکہ مکلفین اعمال اس کے استعمال اور ترک کے متعلق تردد میں رہے گرچہ ان ضرررساں اشیاء میں کچھ فائدہ کیوں نہ پوشیدہ ہو۔ گویا اسلام نے خالص مفید اور بارآور اشیاء کو حلال ٹھہرایا ہے اسی نکتہ کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا ۗ(البقرة:219)

ترجمہ:لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا مسئلہ پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو اس سے دنیاوی فائدہ بھی ہوتا ہے لیکن ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت زیادہ ہے۔

حدیث کے شہ پاروں میں بھی منشیات کی حرمت کے بے شمار دلائل ہیں۔ مثلا منشیات کو "مسکر" کہکر اس کی حرمت کا اعلان کیا۔

كلُّ مُسكِرٍ خَمرٌ . وَكُلُّ مُسكِرٍ حَرامٌ(صحيح مسلم:2003)

ترجمہ:ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ والی چیز حرام ہے۔

اسی طرح مسلم کی دوسری روایت میں ہے۔

ولا تشرَبوا مُسْكِرًا(صحيح مسلم:977)

ترجمہ:اور نشہ آور چیز کا استعمال مت کرو۔

آدمی جب بیماری سے دوچار ہوتا ہے تو اپنے آپ کو موت کی دہلیز پر محسوس کرتا ہے یعنی ہر آن اسے موت کا کھٹکا لگا رہتا ہے۔ مریض اور اس کے رشتے دار کی کوشش ہوتی ہے کہ جتنا جلد ممکن ہو شفا مل جائے اور جب اضطراری حالت درپیش ہو اور خنزیر کی حاجت پڑ جائے تو اسلام نے اس کی اجازت دی ہے پر موت وحیات کی کشمکش میں منشیات سے جان بچانے کی قطعی اجازت نہیں۔ایک صحابی طارق بن سوید الجعفی رضی اللہ عنہ نے شراب کو بطور دوا استعمال کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی تو آپ نے ان سے فرمایا:

إنه ليس بدواءٍ . ولكنه داءٌ (صحيح مسلم:1984(

کہ شراب دوا تو نہیں ہے مگر بیماری ضرور ہے یعنی یہ بیماری کا سبب بنتی ہے۔نشہ باز کے لئے بڑی سخت وعیدیں ہیں۔نشہ باز کی عبادت قبول نہیں ہوتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ لَمْ يُقْبَلِ لَهُ صَلَاةُ أَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا، فَإِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، فَإِنْ عَادَ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهُ صَلَاةَ أَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا، فَإِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، فَإِنْ عَادَ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهُ صَلَاةَ أَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا، فَإِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، فَإِنْ عَادَ الرَّابِعَةَ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهُ صَلَاةَ أَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا، فَإِنْ تَابَ لَمْ يَتُبِ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَقَاهُ مِنْ نَهْرِ الْخَبَالِ- قِيْلَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَمَا نَهْرُ الْخَبَالِ؟ قَالَ: نَهْرٌ مِنْ صَدِيْدِ أَهْلِ النَّارِ-(صحيح سنن الترمذي، رقم: ١٥١٧)

ترجمہ:"جس نے شراب پی تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دنوں کی نمازیں قبول نہیں کرتا اور اگر توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اگر دوبارہ لوٹا (شراب پی) تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دنوں کی نمازیں قبول نہیں فرماتا اور اگر توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اور اگر (تیسری مرتبہ) پھر لوٹا تو اللہ تعالیٰ پھر اس کی چالیس دنوں کی نمازیں قبول نہیں فرماتا اور اگر توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرلیتا ہے اور اگر چوتھی مرتبہ لوٹا تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دنوں کی نمازیں قبول نہیں فرماتا اور اگر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہیں فرماتا اور اسے نہر الخبال سے پلائے گا۔کہا گیا:اے ابوعبدالرحمن!(حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی کنیت ہے)نہر خبال کیا ہے؟انہوں نے فرمایا: جہنمیوں کی پیپ کی نہر ہے۔"

ایک دوسری روایت میں ہے "جس نے شراب پی، اللہ تعالیٰ اس سے چالیس راتیں راضی نہیں ہوتا۔ اگر وہ (اسی حالت میں) مر گیا تو کفر کی موت مرا اور اگر توبہ کرلی تو اللہ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے اور اگر دوبارہ یہ حرکت کی (شراب پی) تو اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ اسے طینۃ الخبال سے پلائے۔ سیّدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! طینۃ الخبال کیا چیز ہے؟ فرمایا: جہنمیوں کی پیپ ہے۔"

(مسند احمد ح 27475) اس کی سند جید ہے۔

شراب نوشی سی ایمان نکل جاتا ہے۔

لا يزني الزَّاني حينَ يزني وهوَ مؤمِنٌ ولا يسرقُ السَّارقُ حينَ يسرقُ وهوَ مؤمنٌ ولا يشرَبُ الخمرَ حين يشربُها وهوَ مؤمنٌ (صحيح مسلم:57)

ترجمہ: زانی جب زنا کررہا ہوتا ہے تو وہ زنا کرتے وقت مومن نہیں ہوتا اور چوری کے وقت چور مومن نہیں رہتا اور شرابی جب شراب نوشی کرتا ہے وہ بھی اس وقت مومن نہیں ہوتا۔

نشہ کی حرمت پہ تمام مکاتب فکر کے علماء کا اتفاق ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ تمام مذاہب میں بھی اس کی تباہ کاری کا تذکرہ ملتا ہے۔ سائنسداں سے لیکر سبھی اطباء اس کو جسم کے لئے نقصان دہ بتلاتے ہیں۔ نشہ والی چیزوں کے پیکٹ پہ اس کی ہلاکت خیزی کا انتباہ ضرور ہوتا ہے جو اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ نشہ باتفاق مذاہب عالم ضرر رساں ہے اس لئے اس کے حرام ہونے میں کوئی تردد نہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ:

مجھے اس بات پہ حیرت ہے کہ تمام اطباء منشیات کی ساری قسموں کو جسم کے لئے نقصان دہ بتلاتے ہیں جبکہ کچھ نشہ خور مولوی گل منجن، سورتی، زردہ اور بیڑی سگریٹ وغیرہ کو جائز بتلا کر اپنے لئے نشہ خوری کی حلت کا راستہ ہموار کرتے ہیں۔ اس حال میں کہ قرآن وحدیث کے نصوص سے اس کی حرمت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ علمائے اسلام نے نام لے لے کر مزید اس کو واضح کیا۔ اس کے باجود بعض منشیات کی حرمت کا انکار کرنے والے کم علمی کے شکار یا نشہ خوری کو شہ دینے کی خاطر یہ حربہ اپنائے ہوئے ہیں۔ منشیات کو جہاں شیطانی کام قرار دیا گیا وہیں اسے رجس یعنی خبیث چیز بھی کہا گیا اور قرآن کی ایک دوسری آیت سے ہر خبیث چیز کو حرام کردیا گیا ہے۔

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ(الاعراف : 157)

ترجمہ: اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں۔

اسی طرح یہ فضول خرچی کا بھی باعث ہے اور فضول خرچی پہ کوئی کلام ہی نہیں۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا (الاسراء :29)

ترجمہ: اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اسے بالکل ہی کھول دے کہ پھر ملامت کیا ہوا درماندہ بیٹھ جائے۔

منشیات کی حرمت کے مصالح:

کسی بھی چیز کے استعمال یا ترک کے کچھ مصالح ہوا کرتے ہیں اور منشیات کی حرمت کے لئے جو مصلحتیں ہیں ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) نشہ ایک طرح کا اندھا پن ہے، اس حالت میں آدمی قتل کا ارتکاب کر سکتا ہے اس لئے انسانی جان کے تحفظ کی خاطر قتل تک پہنچانے والے ذریعہ کا سد باب کیا گیا۔

مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ۚ(المائدہ: 32)

ترجمہ: جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو، قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی ایک کی جان بچا لے اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کر دیا۔

(2)عزت و آبرو اور مال و دولت کا تحفظ اسلام کی اساسی تعلیمات میں سے ہے اور نشہ کی حالت میں کوئی بعید نہیں کہ اسلام کی اساسی تعلیم پر آنچ آجائے۔اس بنا پر نشہ کو حرام قرار دیا گیا۔

كلُّ المسلمِ علَى المسلمِ حرامٌ ، دمُهُ ، ومالُهُ ، وَعِرْضُهُ(صحیح مسلم:2564)

ترجمہ: ہر مسلمان کا خون، مال اور عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔

(3)نشہ کے عالم میں آدمی خودکشی جیسا سنگین جرم کا ارتکاب بھی کر سکتا ہے جو شریعت کی نظر میں حرام ہے۔

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ(البقرة:195)

ترجمہ: اپنا ہاتھ ہلاکت میں مت ڈالو۔

(4)اس حالت میں نشہ باز کے اندر دوسرے آدمی کے لئے عداوت ودشمنی کی آگ بھڑک سکتی ہے جو آپس میں ایک دوسرے لئے خون خرابے کا باعث ہے۔

إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ (المائدۃ:91)

ترجمہ: شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کرادے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو اب بھی باز آجاؤ۔

منشیات طب کی روشنی میں:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اور اس کے اندر حرف حرف سچائی ہے۔ اسلام نے جس چیز کو حرام کہہ دیا وہ انسانیت کے لئے بلاشک نقصان دہ ہوگا اور ایک مسلمان کے لئے اسلام کی حرمت کے بعد کسی دوسرے مذہب یا طبقہ سے حرمت کی تائید کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہمارے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حلال کردہ حلال اور حرام کردہ حرام کافی شافی ہے۔ پھر بھی بر سبیل تذکرہ ہم یہ بتادیتے ہیں کہ طب کی روشنی میں بھی منشیات کے بے شمار نقصانات سامنے آئے ہیں جو شمار سے باہر ہیں۔

منشیات سے پیدا ہونے والے امراض:

منشیات کی حقیقت کا اندازہ اس امر سے اچھی طرح لگایا جاسکتا ہے کہ اس سے سیکڑوں امراض پیدا ہوتے ہیں جو انسانیت کے لئے سم قاتل ہے۔ شراب، تمباکو، بیڑی، سگریٹ، گٹکھا، گانجہ، چرس وغیرہ سے پیدا ہونے والی بیماریوں میں حلق کی خرابی، جگر کی خرابی، امراض قلب، اسقاط حمل، قلت عمر، زخم معدہ، خون فاسد، تنفس کی خرابی، ہچکی، کھانسی، پھیپھڑوں کی سوجن، کینسر، سردرد، بے خوابی، دیوانگی، ضعف اعصاب، فالج، مراق، ہارٹ اٹیک، ضعف بصارت، دمہ، ٹی وی، سل، خفقان، ضعف باہ، بواسیر، دائمی قبض، گردے کی خرابی، ذیابطیش وغیرہ اہم بیماریاں ہیں۔ ان میں بعض ایسی بیماریاں ہیں جن ک انجام سرعت موت ہے۔ اطباء کے قول کی روشنی میں تمباکو میں

تین خطرناک قسم کے زہریلے اجزاء کی ملاوٹ ہوتی ہے۔ان اجزاء میں ایک روغنی اجزاء سے بناہوانیکوٹین ہے۔اگراس روغن کونکال کراس کاصرف ایک قطرہ کتے،بلی یاکسی بھی جانور کوکھلایاجائے توفوراوہ موت کے منہ میں چلاجائے گا۔

مذکورہ بیانات کی روشنی میں بالبداہت منشیات کی حرمت کااندازہ ہوجاتاہے لہذااس حقیقت کاانکار کرناویسے ہی ہے جیسے سورج چاندستارے کاانکار کرنا۔

BACK

منشیات کے دنیاوی اور اخروی نقصانات (ایک سبق آموز تحریر)

مذاہب عالم میں فوقیت و برتری کا حامل دین صرف اسلام ہے جس میں شعبہائے حیات کے تمام تر پہلوؤں کو واشگاف کیا گیا ہے اور انسان کے لئے مہلک ترین عناصر کی طرف واضح اشارات کر دئے گئے ہیں جو ایک عام ذہن کے لئے بھی قابل قبول ہیں۔

انسانی زندگی کو متاثر اور بد ترین نتیجہ خیز دہانے تک پہنچانے والے عناصر میں منشیات کا غیر معمولی دخل ہے۔ یہ بنی نوع آدم کے لئے سراپا سوہان روح ہے۔ اس کے تلخ تجربات و مشاہدات کا دنیا کو اچھی طرح سے اندازہ ہو چکا ہے۔ اس نے کتنے انسانوں کی خوشگوار شام پر آہ وزاری کی برسات کر دی، کتنے آباد گھروں میں ویرانی کا سماں پیدا کر دیا، کتنے مہکتے پھولوں کو مرجھا کر گلستاں کی شادابی و دلکشی پر اپنی سیاہ نشانیاں چھوڑ دی۔ مذہب اسلام نے حفظان صحت پر بہت دھیان دلایا ہے جن کی وجہ سے جن اشیاء کے استعمال سے جسم و صحت پر برا اثر پڑتا ہے یا کسی طرح سے بھی جسمانی نقصان کا باعث ہے وہ ممنوع و ناجائز ہے۔ چونکہ منشیات انسانی جسم و روح کے لئے بگاڑ و فساد کا سبب بنتا ہے بلکہ بسا اوقات آدمی کی جان بھی چلی جاتی ہے اس بنا پر منشیات کا استعمال شریعت کی رو سے حرام ہے خواہ وہ نشہ کسی قسم کا ہو۔

نبی ﷺ کا صاف صاف اعلان ہے:

كلُّ مُسكِرٍ خَمرٌ . وَكُلُّ مُسكِرٍ حَرامٌ(صحيح مسلم:2003)

ترجمہ: ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ والی چیز حرام ہے۔

منشیات کے استعمال سے دنیا میں بھی بہت سارے گھاٹے اور نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں اور دینی اعتبار سے اس کا جو برا انجام ہے وہ اپنی جگہ پر۔ دنیاوی خسارے اور نقصانات کا اندازہ اس امر سے اچھی طرح لگایا جا سکتا ہے کہ اس سے سیکڑوں امراض پیدا ہوتے ہیں جو انسانیت کے لئے سم قاتل ہیں ۔ شراب، تمباکو، بیڑی، سگریٹ، گٹکھا، گانجہ، چرس وغیرہ سے پیدا ہونے والی بیماریوں میں حلق کی خرابی، جگر کی خرابی، امراض قلب، اسقاط حمل، قلت عمر، زخم معدہ، خون فاسد، تنفس کی خرابی، ہچکی، کھانسی، پھیپھڑوں کی سوجن، کینسر، سردرد، بے خوابی، دیوانگی، ضعف اعصاب، فالج، مراق، ہارٹ اٹیک، ضعف بصارت، دمہ، ٹی وی، سل، خفقان، ضعف باہ، بواسیر، دائمی قبض، گردے

کی خرابی، ذیابطیش وغیرہ اہم بیماریاں ہیں۔ ان میں بعض ایسی بیماریاں ہیں جن کا انجام سرعت موت ہے۔ اطباء کے قول کی روشنی میں تمباکو میں تین خطرناک قسم کے زہریلے اجزاء کی ملاوٹ ہوتی ہے۔ ان اجزاء میں ایک روغنی اجزاء سے بنا ہوا نیکوٹین ہے۔ اگر اس روغن کو نکال کر اس کا صرف ایک قطرہ کتے، بلی یا کسی بھی جانور کو کھلایا جائے تو فوراً وہ موت کے منہ میں چلا جائے گا۔

نشہ خوری اس قدر مرض مہلک ہے کہ نشہ خور عالم نشہ میں کوئی بھی حد پار سکتا ہے۔ تصور کریں آپ کی نظر میں دنیا میں سب سے برا کام کیا ہو سکتا ہے؟۔ شاید آپ میری اس بات سے متفق ہوں گے کہ اپنی ماں بہن کے ساتھ زنا کرنا دنیا میں سب سے بدترین گناہ اور لوگوں کی نظر میں سب سے رذیل حرکت ہے۔ نشے کا عادی ورسیا اس حد کو بھی پار کر جاتا ہے۔ نشہ خوروں کے گھر میں عورتیں سہمی سہمی سی رہتی ہیں، کہے تو کس سے، سنائے تو کس کو؟ پھر بھی جو حالات وواقعات اخبارات وجرائد کی سرخیاں بنتے ہیں وہ ہماری نظروں کے سامنے ہیں۔ میرے ہاتھ میں ایک چھوٹا عربی پمفلیٹ ہے۔ اس میں نشہ خوروں کے بہت سے واقعات درج ہیں ان میں ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک نوجوان لڑکی گھر سے بھاگ کر مسجد کے امام صاحب کے پاس آتی ہے۔ امام صاحب نے پوچھا کیا ہوا؟ تو لڑکی کہتی ہے کہ میرا باپ نشے کا عادی ہے اور مسلسل انیس دن سے مجھ سے بدفعلی کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ آج زیادہ خطرہ محسوس کر رہی تھی تو بھاگ کر آپ کے پاس چلی آئی تاکہ آپ میری کچھ مدد فرمائیں۔

نشہ خوروں کے ایسے واقعات پڑھ کر آنکھوں سے خون کے ٹپکتے ہیں۔ اے شرابیو! خدارا اپنے گھر کو، اپنے تن کو اور اپنی عاقبت کو اس طرح برباد نہ کرو۔

نشہ کا استعمال دینی اعتبار سے بہت سے خسارے کا باعث ہے۔ اسے بہت بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ(البقرة: 219)

ترجمہ: لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے۔

یہ بڑے گناہ ہونے کے ساتھ ساتھ ہر گناہ وشر کی چابھی ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

اجتنِبوا الخمرَ ؛ فإنَّها مِفتاحُ كلِّ شرٍّ(صحيح الترغيب:2368)

ترجمہ: شراب نہ پی کیونکہ یہ ہر برائی کی چابی ہے۔

اس لئے اس کو ام الخبائث یعنی خبیث گناہوں کی جڑ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ اس سے ہزاروں گناہوں کے دروازے کھلتے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک سبق آموز واقعہ ذکر کرتے ہیں اس سے عبرت ونصیحت حاصل کریں اور شراب ونشہ کی خباثت سے توبہ کریں۔

عن عثمانَ بنِ عفانَ قال : اجتنِبوا الخمرَ فإنها أمُّ الخبائثَ ، إنه كان رجلٌ ممن خلا قبلَكم تعبَّدَ ، فعلِقَته امرأةٌ غويَّةٌ ، فأرسلتْ إليه جاريتَها ، فقالتْ له : إنَّا ندعوكَ للشهادةِ ، فانطلق مع جاريتِها ، فطفِقَت كلما دخل بابًا أغلقتْهُ دونَهُ ، حتَّى أفضَى إلى امرأةٍ وضيئةٍ ، عندها غلامٌ وباطيةُ خمرٍ ، فقالت : إني واللهِ ما دعوتُكَ للشَّهادةِ ، ولكنْ دعوتُك لتقعَ عليَّ ، أو تشربَ من هذه الخمرةِ كأسًا ، أو تقتلَ هذا الغلامَ ، قال : فاسقيني من هذا الخمرِ كأسًا ، فسقَتْهُ كأسًا ، قال : زيدوني ، فلم يرِمْ حتَّى وقع عليها ، وقتلَ النفسَ ، فاجتنِبوا الخمرَ ، فإنها واللهِ لا يجتمعُ الإيمانُ وإدمانُ الخمرِ ، إلَّا لَيوشكُ أنْ يُخرجَ أحدُهما صاحبَهُ !(صحيح النسائي:5682)

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: شراب سے بچو کیونکہ یہ خباثتوں کی جڑ ہے، پہلے زمانہ میں ایک عابد انسان تھا۔اسے ایک عورت نے اپنے دام فریب میں گرفتار کرنا چاہا اور ایک لونڈی کو اس شخص کے پاس اس بہانے سے بھیجا کہ میں تجھے گواہی کے لیے بلا رہی ہوں، تو وہ شخص اس لونڈی کے ساتھ چلا آیا۔جب وہ شخص اندر جاتا تو وہ لونڈی مکان کے ہر دروازے کو بند کر دیتی حتیٰ کہ وہ ایک عورت کے پاس پہنچا جو نہایت حسین و جمیل تھی اور اس عورت کے پاس ایک لڑکا اور شراب کا ایک برتن تھا۔اس عورت نے کہا: خدا کی قسم! میں نے آپ کو گواہی کے لیے نہیں بلایا بلکہ اس لیے بلایا ہے تاکہ تو مجھ سے صحبت کر لے یا اس شراب میں سے ایک گلاس پیے یا اس لڑکے کو قتل کر ڈالے۔وہ شخص بولا: مجھے اس شراب کا ایک گلاس پلا دو۔اس عورت نے ایک گلاس اسے پلا دیا۔جب اسے لطف آیا تو وہ بولا: اور دو،اور پھر وہاں سے نہ ہٹا جب تک کہ اس عورت سے صحبت نہ کر لی اور اس لڑکے کا ناحق خون نہ کر لیا۔تو تم شراب سے بچو کیونکہ اللہ کی قسم شراب اور ایمان ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ ایک دوسرے کو نکال دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ایسے خبیث آدمی کو جہنم میں زانی عورتوں کی شرمگاہ سے جاری ہونے والی نہر سے سیراب کیا جائے گا۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے: مَن ماتَ مُدمِنًا للخمرِ سقاه اللهُ جلَّ وعلا مِن نهرِ الغُوطةِ قيل: وما نهرُ الغُوطةِ ؟ قال: نهرٌ يجري مِن فُروجِ المومِساتِ يُؤذي أهلَ النَّارِ رِيحُ فُروجِهِنَّ ۔(أخرجه ابن حبان :1380 و1381 والحاكم :146/4 وأحمد :399/4)

ترجمہ: ہمیشہ شراب پینے والا جو مرا اللہ تعالیٰ اس کو نہر غوطہ پلائے گا۔ پوچھا گیا کہ نہر غوطہ کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا: زانیہ عورتوں کی شرمگاہوں سے جاری ہوئی نہر ہے ان کی بدبو سے دوزخیوں کو تکلیف دی جائے گی۔

اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح الاسناد کہا اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ ہیثمی نے اس کے رجال کو صحیح کہا ہے اور منذری نے صحیح یا حسن یا ان کے قریب بتلایا ہے۔

اللہ کی پناہ، جنہیں زانیہ عورت کی شرمگاہ سے جاری شدہ نہر سے سیراب ہونا ہے وہ شراب پیئے ورنہ اس سے فوراً توبہ کرلے، پتہ نہیں موت کب اور کس عالم میں آئے ؟۔ اللہ بہت معاف کرنے والا ہے۔

شرابی کی یہ درگت اس وجہ سے ہے کہ اس نے ام الخبائث کا ارتکاب کیا جو شیطانی عمل ہے، اللہ کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ(المائدۃ:90)

ترجمہ: اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں۔ ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم فلاح یاب ہو۔

اس شیطانی عمل پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی لعنت ہے، انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لعنَ رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ في الخمرةِ عشرةً عاصرَها ومعتصرَها وشاربَها وحاملَها والمحمولةَ إليهِ وساقيَها وبائعَها وآكلَ ثمنِها والمشتري لَها ، والمشتراةَ لَهُ(صحيح الترمذي: 1295)

ترجمہ: شراب کی وجہ سے دس آدمیوں پر لعنت بھیجی: اس کے نچوڑوانے والے پر، اس کے پینے والے پر، اس کے لے جانے والے پر، اس کے منگوانے والے پر، اور جس کے لیے لے جائی جائے اس پر، اس کے پلانے والے پر، اور اس کے بیچنے والے پر، اس کی قیمت کھانے والے پر، اس کو خریدنے والے پر اور جس کے لیے خریدی گئی ہو اس پر۔

ذرا غور کریں، شراب کی لعنت کس قدر بری ہے کہ نہ صرف پینے والے ملعون ہیں بلکہ ان سے جڑے مزید نو آدمی ملعون ہیں۔

شراب پینے سے ایمان نکل جاتا ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

لا يزني الزَّاني حينَ يزني وهوَ مؤمِنٌ ولا يسرقُ السَّارقُ حينَ يسرقُ وهوَ مؤمنٌ ولا يشرَبُ الخمرَ حينَ يشربُها وهوَ مؤمنٌ (صحيح مسلم:57)

ترجمہ: زانی جب زنا کررہا ہوتا ہے تو وہ زنا کرتے وقت مومن نہیں ہوتا اور چوری کے وقت چور مومن نہیں رہتا اور شرابی جب شراب نوشی کرتا ہے وہ بھی اس وقت مومن نہیں ہوتا۔

شراب پینے سے چالیس دن عبادت قبول نہیں ہوتی، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

الخَمرُ أُمُّ الخبائِثِ ، فَمن شَرِبَها لم تُقبلْ صلاتُه أربعينَ يومًا ، فإنْ ماتَ و هي في بَطنِه ماتَ مِيتةً جاهِليةً(صحيح الجامع:3344)

ترجمہ: شراب ام الخبائث ہے جو اسے پیتا ہے چالیس دن تک اس کی عبادت قبول نہیں ہوتی اور اگر وہ اس حال میں مرا کہ اس کے پیٹ میں شراب تھی تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

شراب پینے سے کوڑے کی حد واجب ہوجاتی اور اگر چوتھی بار شراب پی لے تو قتل کا مستحق ہوجاتا ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

من شربَ الخمرَ فاجلِدوهُ فإن عادَ في الرَّابعةِ فاقتُلوهُ(صحيح الترمذي:1444)

ترجمہ: جس نے شراب پیا تو اس کو کوڑے لگاؤ اور جس نے چوتھی بار شراب پیا اسے قتل کردو۔

یہی فرمان نبوی نسائی میں اس طرح ہے۔

مَن شربَ الخمرَ فاجلِدوهُ ، ثمَّ إن شربَ فاجلِدوهُ ، ثمَّ إن شربَ فاجلِدوهُ ، ثمَّ إن شرِبَ فاقتُلوهُ(صحيح النسائي:5677)

ترجمہ: جس نے شراب پی تو اسے کوڑے لگاؤ، اگر پھر پیئے تو کوڑے لگاؤ، اگر پھر پیئے تو کوڑے لگاؤ، اگر پھر پیئے تو اسے قتل کرڈالو۔

دنیا میں شراب پینے والا آخرت کی شراب سے محروم ہوگا، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

مَن شرِبَ الخمرَ في الدُّنيا ، ثمَّ لم يتُبْ منها ، حُرِمَها في الآخِرَةِ(صحيح البخاري:5575)

ترجمہ: جس نے دنیا میں شراب پی اور پھر اس نے توبہ نہیں کی تو آخرت میں وہ اس سے محروم رہے گا۔

ہمیشہ شراب پینے والا جہنم رسید کیا جائے گا، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

ثلاثةٌ لا يَدخلُونَ الجنةَ أبدًا : الدَّيُّوثُ ، و الرَّجِلَةُ من النِّساءِ ، و مُدمِنُ الخمْرِ(صحيح الجامع:3062)

ترجمہ: تین شخص کبھی جنت میں داخل نہ ہونگے، ایک دیوث -بے غیرت مرد)دوسرا مردانی شکل بنانے والی عورت اور تیسرا ہمیشہ شراب پینے والا۔

ان کے علاوہ بے شمار نقصانات ہیں جنہیں خوف طوالت کی وجہ سے ذکر نہیں کیا جارہاہے تاہم ایک مسلمان کے ضمیر کو جھنجھوڑنے اور اسے نیکی پر ابھانے کے لئے اتنی باتیں ہی کافی ہیں۔اللہ تعالی سے دعا کرتاہوں کہ ہمیں نشہ آور چیزوں سے بچا، ایسے لوگوں سے دور رکھ جو کسی بھی طور پر منشیات پر مدد کرتے ہیں اور ہمیں آخرت میں جنت نصیب فرما کر وہاں کی شراب سے سیراب کر۔آمین

BACK

رشتہ داروں سے قطع تعلق—ایک سماجی قہر

یہ ایک اہم مسئلہ ہے، لوگ آئے دن پوچھتے ہیں کہ میرے فلاں رشتے دار نے مجھ پہ زیادتی کی ہے یا فلاں رشتہ دار کی طرف سے مجھے تکلیف پہنچ رہی وہ مجھ سے علیک سلیک بند کر چکے ہیں بلکہ رشتہ بھی توڑ چکے ہیں۔ صورت حال ایسی ہو کہ رشتہ نبھانا مشکل ہو یعنی ایک طرف سے بیحد زیادتی ہے اس سے اپنی رشتہ داری کیسے نبھائی جاسکتی ہے یا یہاں ہمیں کیا کرنا چاہیئے ؟

یہ ایسے مسائل ہیں جن سے اکثر لوگ جوجھ رہے ہیں، دراصل یہی مسائل گھروں کی تباہی، گھریلو تنازعات، رشتے کے خون، صلہ رحمی کے خاتمہ اور فرد وجماعت کی بربادی کا سبب بنے ہوئے ہیں۔

میں اپنی ناقص نظر سے یہ کہنا چاہتاہوں کہ ایسے مسائل میں اکثر یک طرفہ نہیں بلکہ دوطرفہ زیادتی ہوتی ہے جو عام طور سے مشاہدے میں ہے اور منطق بھی یہی کہتی ہے کہ اگر ایک طرف سے ظلم وزیادتی ہو تو معاملہ شدت نہیں پکڑے گا اور تنازع کی صورت نہیں اختیار کرے گا۔اس کی مثال میں یہ واقعہ پیش کرنا سبق آموز ہوگا۔

ساس وبہو کی نوک جھونک کسے معلوم نہیں۔ایک ساس ہمیشہ اپنی بہو کو کڑوی کسیلی کہا کرتی، بہو روز ساس کی گالی اور طعنے سنا کرتی۔ بہوایک دن مولوی صاحب کے پاس گئی اور کہی کہ ایسا کوئی تعویذ لکھ دیں جس سے ساس مجھے گالی نہ دے ۔ مولوی صاحب نے ایک تعویذ لکھ دیا اور کہا کہ جب ساس گالی دینے لگ جائے اس وقت یہ تعویذ منہ ڈال لینا اور کس کے منہ بند کرلینا، خیال رہے منہ کھلنے نہ پائے۔ بہو تعویذ لیکر گھر آگئی۔اب ہمیشہ کا معمول یہ تھا کہ ساس جب بھی گالی دینے لگ جاتی بہو منہ میں تعویذ لیکر منہ کو کس کے بند کرلیتی۔ایک دن ہوا، دودن ہوا، روز بروز ساس کی گالیاں کم ہوتی گئیں۔ یہاں تک کچھ دنوں کے بعد گالی نہ کے برابر تھی اور دھیرے دھیرے وہ گالی بھی ختم ہوگئی اور ساس وبہو میں الفت ومحبت پیدا ہوگئی۔

کہیں میرے اس واقعہ سے یہ نہ سمجھ لیں کہ تعویذ نے اپنا کوئی اثر دکھایا/یا تعویذ استعمال کرنا جائز ہے۔ نہیں یہاں کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر آپ کو کوئی گالی دے اور آپ اپنا منہ بند رکھیں یعنی گالی کا جواب نہ دیں تو معاملہ آگے نہیں بڑھے گا، وہیں ختم ہوجائے گا۔

گالی گلوج دینا، ظلم کرنا، کینہ کپٹ رکھنا، بغض وحسد کرنا، غرور وتمکنت کرنا، کسی کو حقارت سے دیکھنا، امیری پر اترانا، عہدہ ومنصب کا بڑکپن ظاہر کرنا، رشتہ داروں کو غریبی، بیماری، یتیمی، کم مائگی اور بے سروسامانی کی وجہ سے حقیر سمجھنا۔ یہ سب سماجی وبائیں ہیں جو قہر بن کر ہمارے سماج وسوسائٹی کے صالح عناصر کا خاتمہ کردیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں اسلام ان تمام باتوں سے روکتا ہے جن سے سماجی بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور مثالی معاشرہ کے لئے رکاوٹ بنتی ہیں۔ ہمیں اگر پاکیزہ اسلامی معاشرہ چاہئے تو وہاں سے مذکورہ وباؤں کو ختم کرنا ہوگا اور ان کی جگہ الفت ومحبت، اخوت ومروت، حسن ظن وحسن تعامل، بلند کردار وپاکیزہ خیالات، صلہ رحمی وکنبہ پروری ، اکرام واحترام، نرمی وبردباری، احسان وسلوک ، انفاق وارمغان کو اپنانا، اوامر کی بجاآوری کرنا اور منہیات کا سدباب کرنا ہوگا۔

سماج میں صرف دوطرفہ ہی زیادتی نہیں ہے بلکہ بہت سی یک طرفہ زیادتیاں بھی ہیں۔ ساس وبہو کے مسائل، بھائی وبہن کے مسائل، والدین کے مسائل، زوجین کے مسائل، اولاد کے مسائل، سسرالی مسائل، گھریلو مسائل، رشتہ داروں کے مسائل۔ ان مسائل میں بعض دفعہ ایک کی طرف سے دوسرے کے اوپر بہت زیادہ ظلم ہوتا ہے، بلا کسی سبب کے زیادتی کی جاتی ہے، دوسری طرف سے مکمل سکوت ہے، کوئی جوابی کاروائی نہیں پھر بھی ایک طرف سے ستم بالائے ستم ہوتے جارہا ہے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کوئی کتنا صبر کرے، صبر کی کیا انتہا ہے؟ یا کیا ایسی صورت میں کسی رشتہ دار سے قطع تعلق کیا جاسکتا ہے؟

میرا جواب یہ ہے کہ صورت حال کچھ بھی ہو اسلام نے اپنے رشتہ داروں سے کبھی بھی قطع تعلق کا حکم نہیں دیا ہے۔ ہمارے رشتے دار ایک جسم کے مختلف اعضاء کی حیثیت سے ہیں۔ اگر یہ الگ الگ ہوگئے تو جسم باقی نہیں بچے گا ٹکرا ٹکرا ہوجائے گا۔

آیئے ایک نظر رشتے داری سے متعلق اسلامی احکام دیکھتے ہیں۔

اولا: اسلام نے ہمیں صلہ رحمی کا حکم دیا یعنی رشتہ داروں سے رشتہ قائم کئے رکھیں۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

ومن كان يؤمن بَّالله واليوم الآخر فليصل رحمه (صحيح البخاري:6138)

ترجمہ: جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنی چاہئے۔

ثانیا: صلہ رحمی کی ترغیب کے ساتھ اجر کا وعدہ کیا گیا کیونکہ کبھی کبھار آدمی نفس کی پیروی میں آکر اپنے رشتہ داروں سے مقاطعہ کرلیتا ہے، ایسے لوگوں کو صبر اور ایذاء برداشت کرنے کا اجر نیکی کی طرف راغب کرے گا۔اس سے متعلق بہت ساری احادیث ہیں چند ایک آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

(1) نبی ﷺ نے فرمایا:

أَحَبُّ الأعمالِ إلى اللهِ إيمانٌ باللهِ ، ثم صِلَةُ الرَّحِمِ ، ثم الأمرُ بالمعروفِ و النَّهيُ عن المنكرِ . (صحيح الجامع:166)

ترجمہ: اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اس پر ایمان لانا، پھر صلہ رحمی کرنا، پھر بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

(2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من سَرَّهُ أن يُبسطَ له في رزقِه ، أو يُنسأَ له في أَثَرِه ، فليَصِلْ رحِمَه(صحيح البخاري:2067)

ترجمہ: جو شخص اپنے رزق میں وسعت اور عمر میں اضافہ پسند کرے وہ صلہ رحمی کرے۔

(3) ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أن رجلًا قال للنبيِّ صلى الله عليه وسلم : أَخبِرْني بعملٍ يُدْخِلُني الجنةَ . قال : ما له ؟ ما له ؟ وقال النبيُّ صلى الله عليه وسلم : أَرَبٌ ما له ! تَعْبُدُ اللهَ ولا تُشْرِكْ به شيئًا ، وتُقِيمُ الصلاةَ ، وتُؤْتِي الزكاةَ ، وتَصِلُ الرَّحَمَ .(صحيح البخاري:1396)

ترجمہ: ایک آدمی نے نبی ﷺ سے عرض کیا، آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں لے جائے۔اس پر لوگوں نے کہا کہ آخر یہ کیا چاہتا ہے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو بہت اہم ضرورت ہے۔(سنو اللہ کی عبادت کرو اور اس کا کوئی شریک نہ ٹھہراؤ۔ نماز قائم کرو۔ زکوۃ دو اور صلہ رحمی کرو۔

ثالثا: دوسری طرف جو لوگ صلہ رحمی نہیں کرتے، رشتہ داریاں توڑتے ہیں انہیں ڈرایا گیا، سزائیں سنائی گئیں تاکہ دل میں خوف پیدا ہو اور قطع تعلق سے رک جائے۔

(1)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وأبغضُ الأعمالِ إلى اللهِ الإشراكُ باللهِ ثم قطيعةُ الرَّحِمِ(صحيح الجامع:166)

ترجمہ:اوراللہ کے نزدیک سب سے بُرا عمل رب کائنات کے ساتھ شرک کرنا،پھر رشتہ داری توڑنا ہے۔

(2)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما من ذنبٌ أجدرُ أن يُعجِّلَ اللهُ لصاحبِه العقوبةَ في الدنيا مع ما يدَّخِرُ له في الآخرةِ من البغيِ وقطيعةِ الرحمِ(صحيح ابن ماجه:3413)

ترجمہ: کوئی گناہ ایسا نہیں کہ اس کا کرنے والا دنیا میں ہی اس کا زیادہ سزاوار ہو اور آخرت میں بھی یہ سزا اسے ملے گی سوائے ظلم اور رشتہ توڑنے کے۔

(3)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إنَّ أعمالَ بَني آدمَ تُعْرَضُ كلَّ خميسٍ ليلةَ الجمعةِ ، فلا يُقْبَلُ عملُ قاطعِ رحمٍ(صحيح الترغيب:2538)

ترجمہ:اولاد آدم کے اعمال جمعرات کی شام اور جمعہ کو اللہ تعالیٰ کو پیش کئے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ رشتہ توڑنے والے شخص کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا۔

(4)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا يدخلُ الجنةَ قاطعُ رحمٍ(صحيح مسلم:2556)

ترجمہ: جنت میں رشتہ توڑنے اور کاٹنے والا نہ جائے گا۔

رابعا: بشر ہونے کے ناطے انسان جذبات میں آسکتا ہے، غصہ کے عالم میں کسی سے رشتہ توڑ سکتا ہے۔اگر ایسا کبھی ہو جائے تو ایک مومن کو دوسرے مومن سے خواہ رشتہ دار ہوں یا عام مسلمان تین دن سے زیادہ قطع کلام کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ قطع کلام اور قطع تعلق میں بہت فرق ہے،اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کسی سے تین دن تک قطع کلام کر سکتے ہیں مگر قطع تعلق کبھی نہیں کر سکتے۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا يحلُّ لمسلمٍ أن يَهْجرَ أخاهُ فوقَ ثلاثِ ليالٍ ، يلتقيانِ فيُعرِضُ هذا ويُعرِضُ هذا ، وخيرُهُما الَّذي يبدأُ بالسَّلامِ(صحيح مسلم:2560)

ترجمہ: کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین راتوں سے زیادہ چھوڑے رکھے وہ دونوں ملیں تو یہ اس طرف منہ پھیر لے اور وہ(اس طرف) منہ پھیر لے اور ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔

خامسا: رشتہ توڑنا موجب جہنم ہے، لہذا کوئی کسی سے رشتہ نہ توڑے، یہی وجہ ہے کہ دو لوگوں میں قطع تعلق ہو تو دوسرے مسلمان ان دونوں بھائیوں کو آپس میں ملانے کی غرض سے جھوٹ بول سکتے ہیں۔

سیدہ ام کلثوبنت عقبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں : میں نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کی کہیں اجازت دی ہو مگر تین مواقع پر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے :

لا أعدُّه كاذبًا الرجلُ يصلحُ بين الناسِ يقولُ القولَ ولا يريدُ به إلا الإصلاحَ ، والرجلُ يقولُ في الحربِ ، والرجلُ يحدثُ امرأتَه ، والمرأةُ تحدثُ زوجَها.(صحيح أبي داود:4921)

ترجمہ: میں ایسے آدمی کو جھوٹا شمار نہیں کرتا جو لوگوں میں صلح کرانے کی غرض سے کوئی بات بناتا ہو اور اس کا مقصد سوائے صلح اور اصلاح کے کچھ نہ ہو، اور جو شخص لڑائی میں کوئی بات بنائے اور شوہر جو اپنی بیوی سے یا بیوی اپنے شوہر کے سامنے کوئی بات بنائے۔

سادسا: آخری مرحلے میں یہ آتا ہے کہ آدمی دوسری طرف سے تکلیف جھیلتا ہے اور اس تکلیف پر صبر کرتا اور خاموشی اختیار کرتا ہے دراصل ایک مومن سے یہی مطلوب ہے جو صبر کا دامن چھوڑ دیتے ہیں اور قطع تعلق کا راستہ اپناتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں انہیں نبی کریم ﷺ کی اس حدیث پر عمل کرنا چاہئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں :

أنَّ رجلًا قال : يا رسولَ اللهِ ! إنَّ لي قرابةً . أصِلُهم ويقطَعوني . وأُحسِنُ إليهم ويُسيئون إليَّ . وأحلمُ عنهم ويجهلون عليَّ . فقال " لئن كنتَ كما قلتَ، فكأنما تُسِفُّهمُ الملَّ . ولا يزال معك من اللهِ ظهيرٌ عليهم ، ما دمتَ على ذلك " .(صحيح مسلم:2558)

ترجمہ: میرے رشتہ دار ہیں لیکن ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں وہ لوگ قطع رحمی سے کام لیتے ہیں، میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں، میں بردباری کا معاملہ کرتا ہوں اور وہ میرے

ساتھ زیادتی کا معاملہ کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم ایسے ہی ہو جیسا کہا، تو گویا ان پر قوموں کا افسوس ہے، جب تک تم اپنی اسی حالت پر رہو گے اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے شامل حال رہے گی۔

آخر میں خلاصہ کے طور پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جہاں ایک ساتھ کئی افراد رہتے ہیں وہاں آواز پیدا ہونا فطری امر ہے۔ کسی بات پر اختلاف ہو جائے گا، کسی بات سے رنجش ہو سکتی ہے، کبھی یونہی غلط فہمی پیدا ہو سکتی، کبھی کسی کے بہکاوے کے شکار ہو سکتے ہیں۔ ہمارے لئے یہ مناسب ہے کہ جہاں زیادتی ہو جائے وہاں کسی ثالث کے ذریعہ معاملہ حل کر لیں، جہاں غلط فہمی اور بہکاوے کا امکان ہو وہاں بغیر ثبوت کے کوئی بات تسلیم نہ کریں اور اپنے رشتہ دار کے متعلق حسن ظن ہی رکھیں، اگر جھگڑا لڑائی کی نوبت آجائے تو آپس میں صلح و صفائی کر لیں، حقوق کا معاملہ ہو تو پنچایت کر کے حقوق طلب کریں مگر ہمیں کسی بھی صورت میں کسی بھائی سے قطع تعلق نہیں کرنا ہے خواہ ستم پر ستم کرے۔ جو صبر کا دامن تھامے گا اور کسی رشتہ دار کی طرف سے ایذاء برداشت کرے گا اللہ اس کے ساتھ ہے اور اس وقت تک اس کے نامہ اعمال میں اجر لکھتا رہے گا جب تک زیادتی پر صبر کرتا رہے گا۔

نوٹ: رشتہ داروں سے قطع تعلق —ایک سماجی قہر ہے، اس لئے جو لوگ رسائل و جرائد اور اخبارات والے ہیں ان سے گذارش ہے کہ اس مضمون کو اپنے شمارے میں جگہ دیں، آپ کو اگر ورڈ فائل چاہئے تو مجھے ایمیل فراہم کریں بھیج دیتا ہوں۔ دیگر احباب سے اسے شیئر کرنے کی التماس ہے۔

BACK

چاپلوسی: ایک سماجی ناسور

تملق و چاپلوسی صالح معاشرہ کے لئے کینسر ہے۔ چاپلوسی میں ایک چاپلوس کی انفرادی منفعت ہوتی ہے جبکہ پورے سماج کے لئے نقصان ہی نقصان ہوتا ہے۔ یہ اتنی مذموم حرکت ہے کہ اسے سماج میں گندے اور گھناؤنے القاب سے جانا جاتا ہے مثلا تلوے چاٹنا، خصیہ برداری کرنا اور چمچہ گری کرنا وغیرہ

چاپلوسی کے اسباب و مقاصد سے اس کا منفی پہلو واضح ہونے کے ساتھ اس کا علاج بھی مل جاتا ہے۔

پہلا: آرام پسندی:-

کبھی کبھار آرام پسندی آدمی کو چاپلوس بنادیتی ہے وہ بغیر محنت کے چاپلوسی کی کمائی کھانا چاہتا ہے جبکہ ہمیں اسلام نے کسب معاش کے لئے جدوجہد پہ ابھارا ہے۔ حدیث رسول ﷺ ہے:

ما أَكَلَ أَحَدٌ طعامًا قطُّ ، خيرًا من أن يأكلَ من عملِ يدِه ، وإنَّ نبيَّ اللهِ داودَ عليهِ السلامُ كان يأكلُ من عملِ يدِه(صحيح البخاري:2072)

ترجمہ: کسی آدمی کے لیے اس سے بہتر کوئی کھانا نہیں ہے کہ اپنے ہاتھ سے محنت کرکے کھائے اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔

یہ حدیث ہمیں معاش کے لئے محنت کرنے پہ ابھارتی ہے جو بغیر محنت کے چاپلوسی کی کمائی کھانا پسند کرتے ہیں وہ حرام کاری میں مبتلا ہیں اسے توبہ کے ساتھ ساتھ رزق حلال کمانے کی ضرورت ہے ۔

دوسرا: شہرت طلبی:-

چاپلوسی کی ایک دوسری وجہ جھوٹی شہرت حاصل کرنا تاکہ لوگوں میں اس کی قدر و منزلت بڑھے اور جس کی چاپلوسی کرتا ہے اس کی نظر میں معتبر گردانا جائے۔ واضح رہے اس کے بڑے خطرات ہیں ان میں جھوٹی تعریف یا کسی کے سامنے تعریف کرنا بھی ہے جو اسلام کی نظر میں معیوب ہی نہیں شدید قسم کا منکر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

إذا رأيتم المدَّاحينَ ، فاحْثُوا في وجوهِهم التُّرابَ.(صحيح مسلم:3002)

ترجمہ: جب تم تعریف کرنے والوں سے ملو تو ان کے چہروں پر مٹی ڈال دو۔

یہ حال ان لوگوں کا ہے جو سامنے صحیح تعریف کرتے ہیں تو جو جھوٹی تعریف کرے ان کا کیا حال ہو گا؟

ایک بار نبی ﷺ نے بنی عامر کے وفد کو اپنے لئے سید استعمال کرنے پہ ٹوک دیا اور فرمایا: ولا يَسْتَجْرِيَنَّكُم الشيطانُ (صحيح أبي داود:4806) یعنی شیطان تمہیں میرے سلسلے میں جری نہ کر دے کہ تم ایسے کلمات کہہ بیٹھو جو میرے لئے زیبا نہ ہو۔

اس کے علاوہ اس میں منافقت اور دنیا طلبی بھی ہے جو ایمان کے لئے بہت خطرناک ہے۔

تیسرا: ماحول کا اثر:-

کچھ لوگ ماحول سے ماثر ہو کر اس بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اچھے ماحول میں رہنا، اچھا ساتھی بنانا اور ہمیشہ اللہ کی بندگی کرتے رہنا انسان کو ہمیشہ ذلت و رسوائی سے بچائے گا۔

چوتھا: دوسروں کی ایذا رسانی:-

بسا اوقات دوسروں سے بدلہ لینے یا نقصان پہنچانے یا دوسروں کی چغلخوری انسان کو چاپلوسی کے راستے پہ لگا دیتی ہے۔ مومن بندہ کبھی بھی کسی مومن کو تکلیف نہیں دیتا۔ اور وہ مسلمان ہی نہیں جو دوسرے بھائی کو تکلیف دیتا ہے یا نقصان پہنچاتا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

المسلمُ من سلِم المسلمون من لسانِه ويدِه(صحيح البخاري:6484)

ترجمہ: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہے یعنی جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ نہ رہیں وہ مسلمان ہی نہیں۔

جو غیبت و چغلی کرتا ہے وہ بھی دوسرے بھائی کو تکلیف دیتا ہے اس کا بھی اسلام سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے لہذا مسلمان کو

اپنی زبان اور ہاتھ کو غلط استعمال سے بچائے۔اس غلط استعمال سے دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو سکتی ہے۔

پانچواں: عیب پوشی:-

اپنی عیب پوشی کی خاطر بھی چاپلوسی کی جاتی ہے۔اس قسم کا علاج یہ ہے کہ اگر رب کا گنہگار ہے تو رب سے معافی مانگ لے اور سچی توبہ کر لے۔اور انسان اگر انسان کا گنہگار ہے تو پھر اس سے معافی طلب کر لے۔یہ بڑا سخت مرحلہ ہوتا ہے۔رب سے معافی مانگی آسان ہے مگر بندوں سے معافی ذلت تصور کیا جاتا ہے۔بندہ یہ بھول جاتا ہے کہ کل قیامت میں آج سے کہیں زیادہ ذلیل ورسوا ہونا پڑے گا جہاں رشتے ناطے اور دوست واحباب سے لیکر پوری دنیا والے ہوں گے۔ دانا وبینا وہی ہے جو بڑی ذلت سے بچنے کے لئے چھوٹی ذلت برداشت کر لے۔ حقیقت میں اپنی غلطی کی معافی مانگنا ذلت نہیں بڑکپن ہے،اس بڑکپن سے اللہ تعالی بھی خوش ہو جاتا ہے۔

چھٹا: عہدہ ومنصب کی حرص:-

منصب بھی کیا چیز ہے جس کے دل میں اس کی حرص پیدا ہو جائے وہ اس کے حصول کے لئے چاپلوسی تو کیا قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔زمانہ قدیم سے زمانہ حال تک اس کے بے شمار واقعات تاریخ میں مرقوم ہیں،ہم اس کا مشاہدہ بھی کرتے ہیں۔چاپلوسی انسان کو سکون نہیں دیتی۔اس کے ذریعہ عہدومنصب پا تو سکتا ہے مگر سکون نہیں پا سکتا کیونکہ اس کا منصب معیاری بنیاد پہ نہیں چاپلوسی پہ قائم ہے۔ہمیں اگر سکون سے زندگی گذارنا ہے تو اولا: منصب کی چاہت اپنے دل سے نکالنی ہوگی۔ گر خود سے مل جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ثانیا: منافقت کی تنگ وتاریک راہوں سے نکلنا پڑے گا۔ چاپلوسی ایسی وبا ہے جو منافقت کی ساری قسمیں اپنے اندر سمو لیتی ہے یعنی ایک بیماری سے ہزار بیماریاں جنم لے لیتی ہیں اس لئے ہمیں کسی بھی مفاد کی خاطر کسی قسم کی چاپلوسی نہیں کرنی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ:

بعض لوگ چاپلوسی کو وقت کی نزاکت اور مجبوری کا نام دیتے ہیں،یہ کہتے ہوئے کہ نوکری/عہدہ بچانے کے لئے کبھی ایسا کرنا مجبوری بن جاتی ہے اس لئے ایسے حالات میں چاپلوسی کرنا کوئی حرج کی بات نہیں۔دلیل میں مضطر کے لئے خنزیر کی حلت پیش کرتے ہیں۔

اگر چاپلوسی کو مجبوری کا نام دے کر جائز ٹھہرالیا جائے تو پھر بغیر حلت و حرمت کے کسب معاش کے لئے کوئی بھی پیشہ اختیار کیا جاسکتا ہے جبکہ اسلام میں ایسی کوئی دلیل نہیں۔ جہاں تک مضطر کے لئے خنزیر کی حلت کا مسئلہ ہے تو یہ صرف جان بچانے کے لئے اور چاپلوس کو جان کی کوئی پرواہ نہیں کرسی و معاش بچانے کی فکر ہے اور کرسی و عہدہ بچانے والا مضطر نہیں ہے۔ ہزاروں ذرائع ہیں کسی بھی جائز ذریعہ سے معیشت حاصل کی جاسکتی ہے۔

BACK

بدمذہب کے فریبی لفظ سے عوام کو گمراہ کرنے کی ناپاک کوشش

مسلمانوں کا ایک مخصوص طبقہ میری مراد بریلوی فرقہ خود کو پکا مسلمان اور دوسرے مسلمانوں کے متعلق بدمذہب ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے۔ بدمذہب کی مخصوص اصطلاح میں اس طبقہ میں اہل حدیث و دیوبندی کو قادیانی و شیعہ جیسا گمراہ تصور کیا جاتا ہے اس وجہ ہے جو چیزیں قادیانی اور شیعہ پر فٹ کرتا ہے ان دونوں پر بھی فٹ کرتا ہے اور عوام کو ان سے دور رہنے، سلام کرنے، لین دین کرنے، دوستی کرنے، شادی بیاہ کرنے سے منع کرتا ہے بلکہ ہر قسم کا مقاطعہ کرنے کی تعلیم دیتا ہے، یہ باتیں ان کی اکثر کتابوں میں بھری پڑی ہیں۔ اس طبقہ کے گرو اعلی حضرت نے ہی ان باتوں کی داغ بیل ڈالی ہے اور اپنے فتاوی میں جابجا ذکر کر کے اپنے مقلدوں کو اس پر ورغلایا ہے۔ بعد میں گرو کی تعلیم پر چلتے ہوئے چیلوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ فتاوی رضویہ گیارہویں جلد کی چند سطریں دیکھیں اور اس کے بعد گرو کے پیچھے چلنے والے اندھے چیلوں کو دیکھیں۔

جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی اس نے اسلام کو ڈھادینے میں مدد کی۔(فتاوی رضویہ ج11ص:396)

غیر مقلدوں کا گمراہ و بدمذہب ہونا بروجہ احسن ثابت ہے۔(فتاوی رضویہ ج11ص:373)

شیعہ وغیرہ بدمذہبوں سے شادی کرنا کیسا ہے۔(فتاوی رضویہ ج11ص:367)

بدمذہب کتّا ہے بلکہ کتّے سے بھی بدتر ہے۔(۔(فتاوی رضویہ ج11ص:399)

بدمذہب لوگ دوزخیوں کے کتّے ہیں۔(۔(فتاوی رضویہ ج11ص:399)

یہ چند جملے فتاوی رضویہ سے، اب ایک چیلہ کی عبارت دیکھیں، قصبہ بھوجپور ضلع مراد آباد سے چند بریلویوں نے اپنے ایک عالم سے تیس سوالات کئے، ان کے جوابات میں سے من وعن ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔

((پھر چونکہ قادیانی، وہابی، دیوبندی، غیر مقلد، ندوی، مودودی تبلیغی یہ سب کے سب حکم شریعت اسلامیہ گمراہ، بد عقیدہ بددین، بدمذہب ہیں اس لئے حدیث و فقہ کے ارشاد کے مطابق اس شرعی دینی مسئلہ سے سب کو آگاہ کردیا جاتا ہے کہ قادیانیوں، غیر مقلدوں، وہابیوں، دیوبندیوں، مودودیوں وغیرہ بدمذہبوں کے پیچھے نماز پڑھنا سخت حرام ہے۔ ان سے شادی بیاہ کا رشتہ قائم کرنا اشد حرام ہے۔ ان کے ساتھ نماز پڑھنا سخت گناہ کبیرہ ہے۔ ان سے اسلامی تعلقات

قائم کرنا اپنے دین کو ہلاک اور ایمان کو برباد کرنا ہے جو ان باتوں کو مان کر ان پر عمل کرے گا اس کے لئے نور ہے اور جو نہیں مانے گا اس کے لئے نار ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ))

شہزاد قادری ترابی اپنے ایک مضمون "ہم اپنی بیٹی کا نکاح کس سے کریں؟" کے تحت لکھتے ہیں۔

"موجودہ دور کے گستاخ فرقے جن میں دیوبندی، وہابی (اہلحدیث)، شیعہ، بوہری، قادیانی اور مودودی شامل ہیں، یہ تمام بدمذہب ہیں۔ ان سے رشتہ ناطہ جوڑنا منع ہے۔ یہ تمام بدمذہب ہم اہلسنت وجماعت سنی حنفی بریلوی مسلک سے تعلق رکھنے والوں بدعتی اور مشرک کہتے ہیں۔"

بلال برکاتی نام کا کوئی بریلوی "نظم وہابی دیوبندی بدعقیدہ" کے عنوان سے نظم لکھا ہے اس کا دو شعر آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

شرافت کے لبادے میں بڑے عیّار پھرتے ہیں
وہابی بدعقیدے ہر طرف مکار پھرتے ہیں
پڑوسی کے حوالے کر کے اپنے بال بچوں کو
ملے کھانا تو چلے کیلئے تیار پھرتے ہیں

گویا بدمذہب کی اصطلاح بریلوی حضرات اہل حدیث اور دیوبندی کے لئے بھی یکساں طور پر کرتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس اصطلاح سے کافروں کی طرح گمراہ مسلمان تصور کیا جاتا ہے۔ اپنے متبعین کو یہی تعلیم دیتے ہیں کہ اہل حدیث اور دیوبندی گمراہ، بدعقیدہ اور جہنمی ہیں، العیاذ باللہ۔

اب یہاں دیکھیں کہ بریلوی طبقہ کس طرح کفار وبدعتی سے متعلق حدیث کو اہل حدیث اور دیوبندیوں پر فٹ کر کے اپنی عوام کو بدمذہب کے لفظ سے فریب دے کر ان سے دوری اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے؟۔

اپنی بات کو باوزن کرنے کے لئے یہ لوگ ضعیف حدیث، جھوٹی بات حتی کہ گھڑی ہوئی حدیث سے بھی دلیل پکڑتے ہیں۔ اس موضوع سے متعلق اس قسم کے بے شمار ان کے فراڈ ہیں مگر چند ایک زیادہ مشہور بات ذکر کرنے پر اکتفا کرتا ہوں جن سے ان کے مکروفریب کا پردہ چاک ہو جاتا ہے۔

شہزاد قادری ترابی اسی مضمون میں لکھتے ہیں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اصحاب البدع کلاب اھل النار) ''بد مذھبی والے جہنمیوں کے کتے ہیں''

(التدوین فی اخبار قزوین ۲/۴۵۸، مطبوعہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۸۷ء، فیض القدیر، ۱/۵۲۸ المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر، ۱۳۵۶ھ رقم الحدیث ۱۰۸۰، کنز العمال، رقم الحدیث ۱۰۹۴)

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بد مذھب سے شادی کرنے کے بارے میں فرمایا: ایحب احدکم ان تکون کریمتہ فراش کلب فکرھتموہ

''کیا تم میں کسی کو پسند آتا ہے کہ اس کی بیٹی یا بہن کسی کتے کے نیچے بچھے! تم اسے بہت برا جانو گے'' (سنن ابن ماجہ ،ابواب النکاح ص ۱۳۹، مسند احمد ۱/۸۶ دار الفکر بیروت، لبنان)

یعنی بد مذھب جہنمیوں کے کتے ہیں اور انہیں بیٹی یا بہن دینا ایسا ہے جیسے کتے کے تصرف میں دیا، بہر حال ان عبارات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بد مذھب سے میل جول، ان کے یہاں جانا، انہیں بلانا، اھل سنت و جماعت کی مسجد میں درس و تبلیغ کی اجازت دینا، شادی کرنا جائز نہیں ہے نیز وہ وھابی، دیوبندی لوگ جن کی گمراہی و بد مذھبی حد کفر کو پہنچ چکی ہے ان کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، نیز ایسا شخص جو خود تو کفریہ عقائد نہیں رکھتا مگر جن لوگوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کی ہیں انہیں مسلمان جانتا ہے وہ بھی یقیناً اجماعاً کافر ہے۔ (ترابی کی بات ختم ہوئی)

اس میں ترابی نے دو احادیث ذکر کی ہے پہلی حدیث اس طرح سے ہے۔ "أصحابُ البِدَعِ کلابُ النارِ" اسے احمد اور دار قطنی نے روایت ہے۔

اولا: ترجمہ میں خیانت کی ہے، اس میں بد مذہب کا کوئی لفظ نہیں بلکہ بدعتی کا ذکر ہے، ترجمہ ہوگا بدعتی جہنم کے کتے ہیں ۔چونکہ اس حدیث سے اپنے اوپر مار پڑ رہی تھی اس لئے ترجمہ اپنی خواہش کے مطابق کر لیا۔

ثانیا: یہ حدیث ضعیف ہے، اسے اعلامہ سیوطی، علامہ البانی، ابن الجوزی اور علامہ ذہبی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (دیکھیں: الجامع الصغیر:1074، السلسلة الضعیفة:2792، العلل المتناهیة:169/1، تلخیص العلل المتناهیة:56)

ثالثا: صحیح حدیث میں ہے "الخوارج کلاب النار" یعنی خوارج جہنم کے کتے ہیں۔ (دیکھیں: صحیح ابن ماجہ:143)

جہاں تک دوسری حدیث کی بات ہے تو یہ مذکورہ حوالے میں نہیں ملی بلکہ کسی بھی مستند حدیث کی کتاب میں نہیں ملی اور ترابی کا ایمان فروش تبصرہ پڑھ کر حیرت واستعجاب کے سمندر میں ڈوب جائیں۔یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائے یہود

ترابی آگے لکھتے ہیں:

اور بدمذھبوں کی نسبت حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(و لا تجالسوھم و لا تواکلو ھم و لا تشاربوھم و لا تناکحوھم و لا تخالطوھم ولا تعودوا مرضاھم و لا تصلوا معھم و لا تصلوا علیھم)

" اوران کے ساتھ نہ بیٹھو،ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤاور پانی نہ پیواور بیاہ شادی نہ کرو،اور میل جول نہ کرو،اوران کے بیماروں کی عیادت نہ کرو،اوران کے ساتھ نمازنہ پڑھو،اور مرجائیں توان کا جنازہ نہ پڑھو"

(صحیح ابن حبان،۱/۲۷۷،سنن البیھقی الکبری،۲۰۵/۱۰،السنۃ لعبد اللہ بن احمد،۱۲۶/۱،اعتقاد اھل السنۃ،۱۳۴/۱،مسند الربیع،۳۰۲/۱،السنۃ لابن ابی عاصم،۱۴۴/۱،الجرح و التعدیل،۵۲/۷،میزان الاعتدال، ۳۱/۲،لسان المیزان، ۵۲/۲،المجروحین،۱۸۷/۱،تھذیب الکمال،۴۹۹/۶، العلل المتناھیہ، ۱۶۸/۱،تغلیق التعلیق،۱۲۵/۵،الجامع لاخلاق الراوی و السامع،۱۱۸/۲،المغنی،۱۱/۹ الضعفاء للعقیلی ۱۲۶/۱ دار الکتب العلمیۃ ،بیروت،۱۴۰۴ھ۔ تاریخ بغداد ۱۴۳/۸، الکفایۃ فی علم الروایۃ ۴۸/۱ ،المکتبۃ العلمیۃ،المدینۃ المنورۃ،خلق افعال العباد ۳۰/۱،دار المعارف السعودیۃ،الریاض،۱۳۹۸ھ۔)(ترابی کی بات ختم ہوئی)

یہ روایت اہل ہواوہوس میں بہت زیادہ شیئر کی جاتی ہے اور دوسرے مسلمانوں پر فٹ کر کے اپنے ماننے والوں کو ان سے دور رہنے کی تعلیم دی جاتی ہے جیسا کہ ترابی کی تحریر میں اوپر دیکھا جاسکتا ہے۔

اس حدیث کے شروع کے الفاظ جن میں اس قوم کا ذکر ہے جس کے متعلق یہ بات مذکور ہے اسے حذف کر دیا گیا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ حوالہ دینے والے نے حوالے کا ذخیرہ جمع کر دیا مگر عقل میں اتنی سی بات نہیں آئی کہ ان حوالوں میں ان کتاب کو بھی نام ہے جن میں ضعیف احادیث ورواۃ کو بطور خاص جمع کیا گیا ہے تا کہ لوگوں کو اس بات پر مطلع کیا

جا سکے کہ فلاں فلاں حدیث اور راوی ضعیف ہے ،ان سے استدلال نہ کیا جائے۔ان ہی کتابوں میں المجروحین، العلل المتناھیہ، الضعفاء للعقیلی ہے جن کا ترابی نے حوالہ ذکر کیا ہے۔

حقیقت میں یہ روایت ضعیف ہے اور بالکل بھی حجت کے قابل نہیں ہے، ضعیف سے متعلق یہاں چند محدثین کے حوالے بھی ذکر کر دیتا ہوں۔

شیخ البانی نے ضعیف الجامع میں اسے ضعیف کہا ہے،اس میں بایں الفاظ روایت ہے۔

إنَّ اللهَ اختارني واختار لي أصحابي وأصهاري، وسيأتي قومٌ يَسُبُّونَهُم ويُبْغِضُونَهم فلا تُجالِسُوهُم ولا تُشارِبُوهُم ولا تُواكِلُوهُم ولا تُناكِحُوهُم (ضعیف الجامع:1537)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے الصارم المسلول میں ذکر کر کے اسے محل نظر قرار دیا ہے،وہاں پہ اس طرح ذکر ہے۔

إنَّ اللهَ اختارني واختار لي أصحابي فجعلهم أنصاري وجعلهم أصهاري وإنه سيجيءُ في آخرِ الزمانِ قومٌ ينتقصونَهم ألا فلا تُواكِلوهم ولا تشاربوهم ألا فلا تُناكحوهم ألا فلا تُصلُّوا معهم ولا تُصلُّوا عليهم عليهم حلتِ اللعنةُ(الصارم المسلول:1099/3)

العقیلی نے الضعفاء میں ذکر کر کے اس کے ایک راوی احمد بن عمران کو امام بخاری کے حوالے سے منکر الحدیث کہا ہے۔

روایت بایں الفاظ ہے۔

إنَّ اللهَ اختارَني فاختار لي أصحابي وأصهاري، وسيأتي قومٌ يسُبُّونَهم وينتقِصونَهم؛ فلا تُجالِسوهم ولا تُشارِبوهم ولا تُؤاكِلوهم ولا تُناكِحوهم.(الضعفاء الكبير:126/1)

ابن حبان نے المجروحین میں ذکر کر کے کہا یہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے،روایت اس طرح مذکور ہے۔

إنَّ اللهَ عزَّ وجلَّ اتَّخَذَ لي أصحابًا وأصهارًا وإنهُ سيكونُ في آخرِ الزمانِ قومٌ يَبغضونهم فلا تُؤاكلوهم ولا تُشاربوهمْ ولا تُصلُّوا عليهمْ ولا تُصلُّوا معهم(المجروحين:212/1)

ذہبی نے میزان الاعتدال میں ذکر کے "منکر جدا" بہت زیادہ نکارت والی حدیث کہا ہے،وہاں پر اس طرح مذکور ہے۔

إن الله اتخذ لي أصحابًا وأصهارا وأنه سيكون في آخر الزمان قوم يبغضونهم فلا تواكلوهم ولا تصلوا عليهم ، ولا تصلوا معهم(ميزان الاعتدال:319/1)

السنہ میں بایں سند و متن مذکور ہے۔

أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ سُفْيَانَ الْفَارِسِيُّ ، قَالَ : ثَنَا الْحَسَنُ بْنُ سُفْيَانَ الْمُحَارِبِيُّ ، قَالَ : أنبا الْمُحَارِبِيُّ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُحَمَّدٍ ، عَنْ عُبَيْدَةَ الْحَذَّاءِ ، عَنْ عُمَرَ أَبِي حَفْصٍ ، عَنْ أَنَسٍ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " إِنَّ اللَّهَ اخْتَارَنِي وَاخْتَارَ لِي أَصْحَابًا ، فَجَعَلَهُمْ أَصْحَابِي ، وَأَصْهَارِي ، وَأَنْصَارِي ، وَسَيَأْتِي قَوْمٌ مِنْ بَعْدِكُمْ يَسُبُّونَهُمْ ، أَوْ ، قَالَ : يَنْتَقِصُونَهُمْ ، فَلا تُجَالِسُوهُمْ ، وَلا تُؤَاكِلُوهُمْ ، وَلا تُشَارِبُوهُمْ ، وَلا تُنَاكِحُوهُمْ ، وَلا تُصَلُّوا مَعَهُمْ ، وَلا تُصَلُّوا عَلَيْهِمْ ".(السنة لأبي بكر بن الخلال » ذِكْرُ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وسلم،رقم الحديث: 773)

اس کی سند میں عُمَرَ أَبِي حَفْصٍ جو کہ عمرو بن خالد الأسدي ہے اس پر حدیث گھڑنے کا الزام ہے۔اسے حافظ ابن حجر اور ابواحمد نے منکرالحدیث کہا ہے، احمد بن حنبل، دار قطنی، ذہبی وغیرہ نے متروک اور اسحاق بن راہویہ نے حدیث گھڑنے والا کہا ہے۔

اس تفصیل سے اولا یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے اس میں ایک قوم کا ذکر ہے جو آخری زمانے میں آئے گی جو رسول اللہ اور اصحاب رسول اللہ کو گالی دے گی اور ان سے بغض رکھے گی۔ اہل الحدیث متبع سنت اور منہج سلف پر عہد نبوت سے چلے آرہے ہیں، یہ کوئی نیا فرقہ نہیں ہے جو پیدا ہوا ہے اور نہ ہی ایسا فرقہ ہے جو آخری زمانے میں پیدا ہوگا بلکہ یہ ایک جماعت ہے جو عہد رسول سے چلی آرہی ہے البتہ بریلوی ایک نیا فرقہ ہے جس کے بانی احمد رضا ہیں۔احمد رضا سے پہلے اس جماعت کا کوئی وجود نہیں تھا۔

اس نئے فرقے بریلوی کا اسی طرح استدلال ہوتا ہے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ خواہش نفس کی پیروی میں کس درجہ گر جاتے ہیں، نہ ضعیف حدیث کا پتہ اور نہ ہی استدلال کا۔

اسی طرح ایک اور حدیث بیان کی جاتی ہے جیسا کہ اوپر فتاوی رضویہ کا حوالہ موجود ہے کہ جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی اس نے اسلام کو ڈھادینے میں مدد کی۔(فتاوی رضویہ ج11ص:396)

آیئے اس بات کی بھی حقیقت جان لیتے ہیں۔ دراصل یہ ایک حدیث کا ترجمہ ہے مگر خواہش کے پجاری اپنے من کے مطابق ہی ترجمہ کریں گے۔ حدیث دیکھیں اور حدیث رسول ﷺ کا کس طرح ترجمہ کرکے خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں اندازہ لگائیں۔

دراصل اس معنی کی روایت عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ، عائشہ، عبداللہ بن بسر المازني اور ابراهيم بن ميسرة الطائفی وغیرہ سے مروی ہے سب کی سب ضعیف ہیں۔بطور نمونہ چند محدثین کا حکم بیان کیا جاتا ہے۔

(1)من وقَّر أهلَ البِدَعَ فقد أعان على هدمِ الإسلامِ۔

ترجمہ: جس نے اہل بدعت کی توقیر کی اس نے اسلام کوڈھانے میں مدد کی۔

ابن عدی نے کہا کہ یہ محل نظر ہے کیونکہ اس حدیث میں بھلول بن عبید کی کسی نے متابعت نہیں کی ہے۔(الكامل في الضعفاء:249/2)

ابن القيسراني نے کہا کہ اس میں بھلول بن عبید ہے اپنی اس روایت کی وجہ سے وہ ترک کئے جانے کا مستحق ہے۔(ذخيرة الحفاظ:2432/4)

ابن الجوزی نے کہا یہ موضوع باطل ہے۔(موضوعات ابن الجوزي:444/1)

(2)مَنْ وقَّر صاحبَ بدعةٍ فقد أعان على هدمِ الإسلامِ۔

ترجمہ: جس نے بدعتی کی توقیر کی اس نے اسلام کو گرانے میں مدد کی۔

ابن حبان نے اسے باطل کہا ہے۔(المجروحين:286/1)

ابن الجوزی نے باطل موضوع کہا ہے۔(موضوعات ابن الجوزي:444/1)

عراقی نے کہا جابر بن عبداللہ، عائشہ اور عبداللہ بن بسر سے مروی تمام اسانید ضعیف ہیں۔(تخريج الإحياء:111/2)

سخاوی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔(المقاصد الحسنة:482)

(3)من أكرم فاسقًا فقد أعان على هدمِ الإسلامِ۔

ترجمہ: جس نے فاسق کی تکریم کی اس نے اسلام کو گرانے پر مدد کی۔

اس کی سند کو سخاوی نے ضعیف کہا ہے۔(الأجوبة المرضية:884/2)

ان کے علاوہ جو قرآن وحدیث کے صحیح دلائل ہیں اور کفار وفرق ضالہ کے متعلق وارد ہونے والی ہیں انہیں اہل حدیث پر فٹ کیا جاتا ہے مثلاً قرآن میں مذکور ہے کہ کافروں سے دوستی نہ کرو تو اس آیت کو اہل حدیث پر منطبق کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ

اس طرح بریلوی طبقہ بدمذہب کی اصطلاح گھڑ کر دوسروں کو گمراہ قرار دیتا ہے اور اس بات کو اپنی عوام کے ذہن ودماغ میں پیوستہ کرتا ہے تاکہ اس کی عوام قرآن وحدیث کے ماننے والوں کی قریب نہ جائے، ان کی بات نہ سنے، ان سے لین دین اور شادی بیاہ نہ کرے۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ جب عوام کو قرآن وحدیث کا پتہ چلے گا تو بدعات وخرافات اور شرکیات ومنکرات سے باز آجائیں گے اور اس طرح اس کے لوگ دن بدن جماعت اہل حدیث میں داخل ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالی جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔ الحمدللہ بہت سے لوگ جن کی قسمت میں اللہ کی طرف سے ہدایت لکھی ہے وہ قرآن وسنت کے قریب آرہے ہیں۔ اللہ تعالی سے مزید دعا ہے کہ شرک وبدعت میں ڈوبی قوم کو ہدایت دے اور اصل اسلام کی سمجھ دے کر منہج سلف صالحین کے مطابق دین پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔

BACK

غصہ اور اس کے اسباب و علاج

غصہ ایک نفسیاتی کیفیت کا نام ہے، یہ انسانی فطرت کا حصہ ہے، اس وجہ سے ہر شخص کے اندر اس فطرت کا وجود ہے اور مشاہدہ میں بھی آتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ غصہ امیروں کی دولت ہے، اور فقیر و مسکین کو کبھی غصہ نہیں آتا۔ یہ ہر انسان کی صفت ہے، بچپن سے لیکر بڑھاپے تک اس کا ظہور ہوتا ہے جو اس بات کی ناقابل تردید علامت ہے کہ غصہ انسانی فطرت و طبیعت کا جزء لاینفک ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے کلام سے بھی واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالی مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (آل عمران:134)

ترجمہ: جو لوگ آسانی میں اور سختی کے موقع پر بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، غصّہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ان نیک کاروں سے محبت کرتا ہے۔

اور نبی ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ.(صحیح البخاری:6114)

ترجمہ: پہلوان وہ نہیں ہے جو کشتی لڑنے میں غالب ہو جائے بلکہ اصلی پہلوان تو وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے آپ پر قابو پائے بے قابو نہ ہو جائے۔

قرآنی آیت اور حدیث سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے غصہ انسانی فطرت ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس فطرت کو اسلام نے دبا کر اور قابو میں رکھنے کا حکم دیا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَوْصِنِي ، قَالَ : لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَارًا ، قَالَ : لَا تَغْضَبْ۔(صحیح البخاری:6116)

ترجمہ: ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے آپ کوئی نصیحت فرما دیجئیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غصہ نہ ہوا کر۔ انہوں نے کئی مرتبہ یہ سوال کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غصہ نہ ہوا کر۔

ایک بات واضح ہوگئی کہ غصہ فطرت انسانی ہے تاہم اس پہ قابو نہ رکھنے سے بھیانک نتائج سامنے آتے ہیں۔ میاں بیوی میں جدائی، اولاد ووالدین میں دوری، بہن وبھائی میں اختلاف، فرد ومعاشرہ میں بگاڑ، دنیا میں ظلم وبربریت اور فتنہ وفساد کی جڑ غصہ ہے۔ جب تک غصہ دبا ہوتا ہے تب تک فتنہ دبا ہوتا ہے اور جب غصہ بے قابو ہو جاتا ہے تو فتنہ وفساد بھی اپنا منہ کھول لیتا ہے۔ ایسے موقع سے شیطان کافی فائدہ اٹھاتا ہے۔ وہ دو فریق میں نفرت وانتقام کی آگ بھڑکاتا ہے اور انسان بلادریغ ایک دوسرے کا خون کر بیٹھتا ہے۔ غصہ کے برے اثرات انسانی جسم وروح پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔ چہرہ دیکھ کر ہم بھانپ سکتے ہیں کہ آدمی غصے میں ہے، رگیں پھول جانا، چہرہ سرخ ہو جانا اور سانسوں میں تیزی پیدا ہونا غصہ ہونے کی علامت ہے۔

یہ معدے کی شکایت، کولیسٹرول کی زیادتی، آنتوں کی پریشانی، قوت مدافعت کی کمی، فالج کا خطرہ اور دل کے امراض کا سبب ہے۔ اسی طرح مرض یرقان سے لیکر سر، یادداشت، غور وفکر اور نظام اعصاب تک متاثر کرتا ہے بلکہ موت کا بھی راستہ ہموار کر سکتا ہے۔

جب سماج ومعاشرہ کی تباہی کا اصل سبب غصہ ہے تو پھر ہمیں اس کے اسباب معلوم کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ان اسباب سے پہلو تہی اختیار کرکے غصہ پر قابو پایا جاسکے۔

(1) غصہ بھڑکنے کا ایک اہم سبب تکبر ہے، جس کے پاس تکبر ہو گا وہ بات بات پر غصہ ہو گا اور لوگوں کو حقیر سمجھتے ہوئے اس پر زیادتی کرے گا۔ اس لئے اسلام نے تکبر کی مذمت بیان کی ہے اور متکبر شخص پر جنت ممنوع کر دیا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

لا يَدْخُلُ الجَنَّةَ مَن كانَ في قَلْبِهِ مِثْقالُ ذَرَّةٍ مِن كِبْرٍ.(صحيح مسلم:91)

ترجمہ: وہ شخص جنت میں داخل نہ ہو گا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی کبر وغرور ہو گا۔

جسے اپنی آخرت کی فکر ہو گی وہ کبھی تکبر کی نجاست میں ملوث ہو کر جہنم میں داخل نہیں ہو گا۔

(2) بدگوئی، لفاظی، بلاضرورت طول کلامی، کٹھ حجتی، استہزا، سخت کلامی، ایڑیل پن، غیبت، بدمزاجی، چڑچڑاپن یعنی بداخلاقی کے جتنے اوصاف ہیں ان سے غصہ جنم لیتا ہے اور آپس میں نفرت پیدا ہوتی ہے اس لئے مومن کی شان یہ ہوتی

ہے کہ وہ نہایت سیدھا سادا اور شریف النفس ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: المؤمنُ غرٌّ كريمٌ ، والفاجرُ خِبٌّ لئيمٌ.(صحيح أبي داود:4790)

ترجمہ: مومن بھولا بھالا اور شریف ہوتا ہے اور فاجر فسادی اور کمینہ ہوتا ہے۔

ہم کم سے کم بات کریں، خود کو اخلاق حسنہ سے مزین کریں اور زبان کی آفتوں سے بچیں کہ یہی بڑی سے بڑی مشکلات لانے والی ہے اسی لئے تو رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَن يَضْمَن لي ما بيْنَ لَحْيَيْهِ وما بيْنَ رِجْلَيْهِ أضْمَن له الجَنَّةَ.(صحيح البخاري:6474)

ترجمہ: جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کی ضمانت دے تو میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے: من حسنِ إسلامِ المَرءِ تركُه ما لا يعنيه(صحيح الترمذي:2317)

ترجمہ: فضول باتوں کو چھوڑ دینا، آدمی کے اسلام کی اچھائی کی دلیل ہے۔

ان تمام دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ میں اخلاق و کردار والا، ضرورت بھر نرمی اور ادب سے بات کرنے والا، زبان کا صحیح استعمال کرنے والا اور حجت کے وقت خاموش ہونے والا ہو وہ غصہ کی آفات سے بچ جائے گا۔

(3) سماج میں کئی طبقے ہیں، ان میں جاہل و نادان بڑی کثرت سے موجود ہیں، ان احمقوں کا کام شریف لوگوں کو چھیڑنا اور ان کے جذبات برانگیختہ کرکے فساد برپا کرنا ہوتا ہے۔ ایسے موقع پر ایک شریف انسان کا شعار جاہلوں کی جہالت وبدتمیزی پہ صبر وخاموشی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا (الفرقان:63)

ترجمہ: اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے۔

یہاں سلام کہنے سے مراد ہے جہالت پہ خاموشی اختیار کرنا۔ اسی سورت میں آگے اللہ کا ارشاد ہے:

إِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا (الفرقان:72)

ترجمہ: اور جب کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہوتا ہے تو شرافت سے گزر جاتے ہیں۔

یہاں بھی شرافت سے گزر جانے کا مطلب ہے بدکلامی پہ خاموشی اختیار کرنا اور جو بدکلامی پہ خاموشی اختیار کرلے وہ فتنے سے محفوظ ہوجائے گا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:مَن صمت نَجا(صحيح الترمذي:2501)

ترجمہ: جس نے خاموشی اختیار کی اس نے نجات پالی۔

(4) کبھی ہم انتقام لینے میں حق بجانب ہوتے ہیں کیونکہ ہم پر ظلم کیا گیا ہوتا ہے مگر انتقام مزید بگاڑ وفساد اور غیض وغضب کا پیش خیمہ ہے اس وجہ سے اسلام نے معاف کرنے والے کو سراہا ہے۔اللہ تعالی فرماتا ہے: وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ (الشورى: 37)

ترجمہ: وہ لوگ جو بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور جب غصے میں آتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں۔

نبی ﷺ نے فرمایا: مانَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِن مالٍ، وما زادَ اللَّهُ عَبْدًا بعَفْوٍ، إلَّا عِزًّا، وما تَواضَعَ أحَدٌ لِلَّهِ إلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ.(صحيح مسلم:2588)

ترجمہ: صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور بندے کے معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے اور جو آدمی بھی اللہ کے لئے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ اس کا درجہ بلند فرما دیتا ہے۔

(5) غصہ کا ایک بھیانک سبب، تشدد پر مبنی حالات سے دوچار ہونا یا پر تشدد افلام کا مشاہدہ کرنا یا شدت والے ماحول اور دوستی استوار کرنا ہے۔ ہمیں ایسے شدت پسند ماحول، شدت پسند دوست اور پر تشدد مناظر وافلام دیکھنے سے باز رہنا چاہئے ورنہ ایسی شدت اور اس کا ردعمل غصہ کی شکل میں ہمارے جسم وروح میں سرایت کرے گا۔

(6) شیطان ہماری رگوں میں گردش کرتا ہے اسے معلوم ہے کہ انسانی طبیعت میں غصہ موجود ہے بس اس میں اشتعال پیدا کرنا ہے اس کے بعد خود ہی شیطانی عمل ظہور پذیر ہوتا ہے۔اس بات کو اچھی طرح محسوس کریں اور شیطانی حملے سے بچتے رہیں۔اس کے لئے نمازوں کی پابندی، اذکار پہ مداومت اور جلوت وخلوت میں اللہ کا خوف پیدا کرنا ہے۔

(7) اللہ سے بے خوف ہونا، معصیت پہ اصرار کرنا اور دینی تعلیمات کے حصول اور ان پر عمل کرنے سے گریز کرنا بھی انسانی طبیعت میں غصہ بھڑکانے کا کام کر سکتا ہے۔ آدمی جس قدر متقی ہوگا، گناہوں سے پرہیز کرے گا، دین کا علم حاصل کرے گا اور اسے عملی جامہ پہنائے گا وہ اللہ کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ بندوں کے حقوق بھی عمدگی کے ساتھ ادا کرے گا اور کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کرے گا۔

(8)موجودہ زمانے میں کسی کے خلاف بات کرنا بھی غصہ کا سبب ہے، حد تو یہ ہے کہ حق گوئی پر بھی غصہ کیا جاتا ہے۔ ان دونوں امور میں حکمت وبصیرت لازم ہے یعنی بات کرنے میں سلیقہ اور حکمت چاہئے اور اپنے خلاف حق بات سننے پر بجائے غصہ ہونے کے اسے قبول کرنا چاہئے۔

(9)ذہنی تناؤ اور الجھن کا شکار ہونا بھی غصہ پیدا کرنے کا سبب ہے۔آج کے زمانے میں اکثریت ٹینشن کا بوجھ پال رہی ہے۔کسی کو دولت توکسی کو غربت، کسی کو تجارت توکسی کو سیاست، کسی کو گھریلو توکسی کو سماجی تناؤ نے ٹینشن کی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔اس کے نتیجے میں چہار دانگ عالم میں لوٹ مار،اختلاف وانتشار، قتل وغارت گری، فتنہ وفساد اور ظلم وتعدی عروج وانتہا کو ہے۔اسلام نے ہمیں زندگی گزارنے کے سنہرے اصول دئے ہیں،انہیں برتنے والا ہر طرح کی مایوسی،پریشان خیالی اور فکر واضطراب سے بچا رہے گا۔

(10)جہاں عصبیت ہوگی وہاں غصہ بھی اپنی جگہ بنائے گا اور موقع بموقع ظاہر ہوکر بگاڑ پیدا کرتا رہے گا،آج کے دور میں فساد کی بڑی وجہ عصبیت بھی ہے۔کہیں پر قومی عصبیت نے تو کہیں پر قبائلی عصبیت نے تباہی مچار کھی ہے۔ خاندانی عصبیت یا لسانی عصبیت نے بھی صالح سماج کا خون کیا ہے۔مسلمانوں کے درمیان مسلکی عصبیت نے تو اس قوم کو کئی ٹکڑوں میں بانٹ دیا اور یہ قوم اپنی طاقت واتحاد کھو کر بھی خوش ہے۔اسلام نے جسے اپنا بھائی کہا ہے عصبیت میں مسلمان اسے اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور جسے دشمن کہا گیا ہے اسے اپنا دوست بنا رہے ہیں۔اے کاش ہمیں عصبیت سے چھٹکارا مل جائے تو سماج کی بہتری کے ساتھ ساتھ دینی اعتبار سے بھی ہماری ترقی ہوگی۔

غصہ کے وقت فوری تدابیر

اوپر چند اسباب بیان کئے گئے ہیں جو غصہ لانے کا سبب بنتے ہیں اگر ان سے بچا جائے تو غصہ پر انسان قابو پالے گا اور اس کے برے انجام سے زندگی بھر بچتا رہے گا۔اگر خدانخواستہ غصہ آجائے تو ہمیں فوری طور پر کیا کرنا چاہئے؟

(1)سب سے پہلے شیطان سے اللہ کی پناہ مانگنا چاہئے کیونکہ وہی اصل محرک ہے جو دل میں وسوسہ ڈال کر طبیعت کے اندرونی حصے سے غصہ کو باہر نکال دیا ہے۔اللہ کا فرمان ہے: وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ(الأعراف:200)

ترجمہ: اگر تمہیں شیطان کی طرف سے چوکا لگے (یعنی شیطان غصے کو مشتعل کردے) تو اللہ کی پناہ مانگ یقیناوہی سننے والا، جاننے والا ہے۔

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے :إذا غَضِبَ الرجلُ فقال أعوذُ باللهِ سَكَنَ غضبُه(صحيح الجامع:695)

ترجمہ: جب آدمی کو غصہ آئے اور اللہ سے پناہ مانگ لے تو اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔

صحیحین میں دو شخص کے گالی گلوج کا ذکر ہے، ان میں سے ایک کا چہرہ غصے میں سرخ ہو جاتا ہے اور رگیں پھول جاتی ہیں، آپ ﷺ نے اس غصہ ہونے والے شخص کے پاس آکر فرمایا: إني لأعلم كلمة لو قالها لذهب عنه : أعوذ بالله من الشيطان الرجيم (صحيح البخاري: 3282،صحيح مسلم:2610)

ترجمہ: میں ایک کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ اسے کہہ لے تو اس کی یہ کیفیت دور ہو جائے، وہ کلمہ ہے "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم "(میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں)۔

(2)اس کے بعد فوراً زبان پہ خاموشی اختیار کرلینی چاہئے کیونکہ جس قدر زبان کھولے گا، غلط الفاظ نکلیں گے اور غصہ میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا ، اسی لئے نبی ﷺ نے فرمایا: إذا غَضِبَ أحدُكم فلْيسكتْ(صحيح الجامع:693)

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے خاموشی اختیار کرنا چاہئے۔

(3)اپنی حالت تبدیل کرلینا چاہئے یعنی کھڑے ہوں تو بیٹھ جائیں اور بیٹھے ہوں یا بیٹھنے سے غصہ دور نہ ہو تو لیٹ جائیں۔

نبی ﷺ فرماتے ہیں:

إذا غضبَ أحدُكم وهو قائمٌ فلْيجلسْ، فإن ذهبَ عنه الغضبُ وإلاَّ فلْيَضْطَجِعْ.(صحيح أبي داود:4782)

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو چاہئے کہ بیٹھ جائے، اب اگر اس کا غصہ رفع ہو جائے تو بہتر ہے ورنہ پھر لیٹ جائے۔

(4)غصہ کے وقت بعض حدیث میں وضو کرنا اور بعض حدیث میں غسل کرنا آیا ہے ان دونوں قسم کی احادیث کو شیخ البانی نے ضعیف کہا ہے، اس لئے غصہ کے وقت وضو یا غسل کرنے کو نبی ﷺ کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا

تاہم اہل علم نے لکھا ہے کہ غصہ کے وقت ٹھنڈے پانی کا استعمال مفید ہے،اس لئے غصہ کے وقت پانی پی لیا جائے یا ہاتھ منہ دھل لیا جائے تو بہتر ہی ہو گا۔

غصہ روکنے والے اسباب:

غصہ اور نرمی دونوں اوصاف ہر انسانی فطرت میں موجود ہے، کوئی غصہ زیادہ کرتا ہے اور نرمی کا دامن چھوڑ دیتا ہے اور کوئی نرم مزاجی اپناتا ہے اور غصہ کم رکھتا ہے۔گویا ایک انسان اپنی فطرت کو بدل نہیں سکتا مگر غصہ کو کم ضرور کر سکتا ہے۔پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ جب غصہ آجائے تو اس کا فوری علاج کیا ہے ؟اب یہاں بتانا چاہتا ہوں کہ آپ غصہ کو ہمیشہ کنڑول میں کیسے رکھ سکتے ہیں ؟

سب سے پہلے نمبر پہ ان تمام اسباب سے بچنا ہے جو غصہ بھڑکانے اور غصہ میں زیادتی پیدا کرنے والے ہیں۔پہلے غصہ دلانے والے اسباب ذکر کئے جاچکے ہیں۔ان میں تکبر، برے اخلاق، لوگوں کی جہالت ونادانی، بے صبری، انتقام کا جذبہ، تشدد پہ مبنی فلم بینی، شیطانی عمل، ذہنی تناؤ، عصبیت وغیرہ ہیں۔

اسی طرح طبیعت میں نرمی پیدا کرنا، عبادت پہ اجتہاد کرنا، کثرت سے روزہ رکھنا، زبان کو ذکر الہی سے تر رکھنا، فضول گوئی سے بچنا بلکہ خاموشی کی صفت اختیار کرنا، صدقہ وخیرات کرنا، فقراء ومساکین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، گناہ کبیرہ اور فحش کاموں سے بچنا غصہ کم کرنے میں معاون ہے۔

اللہ کا فرمان ہے: وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ (الشورى:37)

ترجمہ: اور کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور غصے کے وقت (بھی) معاف کر دیتے ہیں۔

اس آیت میں کبیرہ گناہوں سے بچنے اور فحش کاموں سے رکنے کا ذکر کرکے اللہ نے مومن کی ایک صفت یہ بھی بیان کی کہ وہ غصہ کے وقت معاف کردیتے ہیں۔مزید ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ اللہ نے ہمیں غصہ کا انتقام لینے کی طاقت دی ہے مگر معاف کرنے والا اللہ کے نزدیک بہتر انسان ہے۔ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالی نے خرچ کرنے والے، غصہ روکنے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے کی تعریف کی ہے۔فرمان الہی ہے:

الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (آل عمران:134)

ترجمہ: جو لوگ آسانی میں اور سختی کے موقع پر بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، غصّہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ان نیک کاروں سے محبت کرتا ہے۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ غصہ روک سکتے ہیں، یہ کوئی ایسی صفت نہیں ہے جس پہ بندوں کا اختیار نہ ہو۔ اگر غصہ پہ قابو نہیں پایا جا سکتا تو پھر ہر کمزور اپنے سے طاقتور سے بدلہ لے لیتا، اس طرح دنیا میں کوئی ظلم نہیں کرتا مگر ظالم سے کمزوروں کا بدلہ نہ لینا اس بات کی دلیل ہے کہ کمزور نے اپنے غصہ پہ قابو رکھ لیا تاکہ کہیں وہ ظالم سے مزید ظلم کے شکار نہ ہو جائے۔ قدرت رکھتے ہوئے معاف کردینے والا جنت میں من پسند حور منتخب کرنے کا اختیار دیا جائے گا۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں:

من كظمَ غيظًا وَهوَ يستطيعُ أن ينفذَه دعاهُ اللَّهُ يومَ القيامةِ علَى رءوسِ الخلائقِ حتَّى يخيِّرَه في أيِّ الحورِ شاءَ(صحيح الترمذي:2021)

ترجمہ: جو شخص غصہ ضبط کرلے حالانکہ وہ اسے کر گزرنے کی استطاعت رکھتا ہو، تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ وہ جس حور کو چاہے منتخب کرلے۔

غصہ اختیاری معاملہ ہے، کوئی غصے میں کسی کا قتل کردے تو دنیا کی عدالت بھی اس کی سزا معاف نہیں کرے گی اور اللہ کے یہاں سزا تو ہوگی ہی۔ ایک انسان جب اس حیثیت سے کہ غصہ کا انجام برا ہے، اس پہ اللہ کے یہاں مواخذہ ہوگا، سوچے گا تو اس کا غصہ نرم ہوگا اور غصے میں بھی معصیت کا کوئی کام کرنے سے بچے گا۔ نبی ﷺ نے غصہ کے وقت حق گوئی کی اللہ سے دعا مانگی ہے، فرمان رسول ﷺ ہے:

أسألُكَ كلمةَ الحقِّ في الرِّضا والغضَبِ(صحيح النسائي:1304)

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے خوشی اور غصہ دونوں حالتوں میں کلمہ حق کہنے کی توفیق مانگتا ہوں۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں ڈرنے پر یہ کلمات کہنے کو سکھلاتے تھے:

أعوذُ بِكَلماتِ اللَّهِ التَّامَّةِ ، من غَضبِهِ وشرِّ عبادِهِ ، ومن هَمزاتِ الشَّياطينِ وأن يحضُرونِ(صحيح أبي داود:3893)

ترجمہ: میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے پورے کلموں کی اس کے غصہ سے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیاطین کے وسوسوں سے اور ان کے میرے پاس آنے سے۔

اللہ اور اس کے رسول کا غصہ:

غصہ ہونا اللہ اور اس کے رسول کی بھی صفت ہے، اس لئے ہر قسم کا غصہ معیوب نہیں ہے بلکہ بعض جگہوں پر اعتدال کے ساتھ غصہ امر مستحسن ہے۔اللہ تعالی کے غصہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

لَمَّا قَضَى اللَّهُ الخَلْقَ كَتَبَ فِي كِتابِهِ فَهو عِنْدَهُ فَوْقَ العَرْشِ إنَّ رَحْمَتي غَلَبَتْ غَضَبِي.(صحيح البخاري:3194)

ترجمہ: جب اللہ تعالی مخلوق کو پیدا کر چکا تو اپنی کتاب (لوح محفوظ) میں، جو اس کے پاس عرش پر موجود ہے، اس نے لکھا کہ میری رحمت میرے غصہ پر غالب ہے۔

اللہ اپنے بندوں پر یونہی ناراض نہیں ہوتا بلکہ اللہ کے احکام کی نافرمانی ہوتی ہے تو اللہ غصہ ہوتا ہے اور بندوں کو سزا دیتا ہے، کبھی دنیا میں دیتا ہے اور کبھی آخرت میں دے گا اور کبھی دنیا و آخرت دونوں جگہ سزا دیتا ہے۔اللہ کے غصے سے متعلق قرآن کی چند آیات ملاحظہ کریں۔

اللہ کا فرمان ہے:وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ (البقرة:61)

ترجمہ: ان پر ذلت اور مسکینی ڈال دی گئی اور اللہ کا غضب لے کر وہ لوٹے یہ اسلئے کہ وہ اللہ تعالٰی کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے یہ ان کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کا فرمان ہے: وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا (النساء:93)

ترجمہ: اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کر ڈالے اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ تعالٰی کا غضب ہے، اسے اللہ تعالٰی نے لعنت کی ہے اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اللہ کا فرمان ہے:كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي ۖ وَمَن يَحْلِلْ عَلَيْهِ

غَضَبِي فَقَدْ هَوَىٰ (طه:81)

ترجمہ: تم ہماری دی ہوئی پاکیزہ روزی کھاؤ، اور اس میں حد سے آگے نہ بڑھو ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا اور جس پر میرا غضب نازل ہو جائے وہ یقیناً تباہ ہوا۔

اس قسم کی کئی آیات ہیں طوالت کی وجہ سے صرف نظر کرتا ہوں۔ یاد رکھیں، اللہ کا غصہ دوزخ میں لے جانے کا سبب ہے۔ نبی ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

إنَّ العَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بالكَلِمَةِ مِن رِضْوانِ اللَّهِ، لا يُلْقِي لها بالًا، يَرْفَعُهُ اللَّهُ بها دَرَجاتٍ، وإنَّ العَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بالكَلِمَةِ مِن سَخَطِ اللَّهِ، لا يُلْقِي لها بالًا، يَهْوِي بها في جَهَنَّمَ.(صحيح البخاري:6478)

ترجمہ: بندہ اللہ کی رضامندی کے لیے ایک بات زبان سے نکالتا ہے اسے وہ کوئی اہمیت نہیں دیتا مگر اسی کی وجہ سے اللہ اس کے درجے بلند کر دیتا ہے اور ایک دوسرا بندہ ایک ایسا کلمہ زبان سے نکالتا ہے جو اللہ کی ناراضگی (غصہ) کا باعث ہوتا ہے اسے وہ کوئی اہمیت نہیں دیتا لیکن اس کی وجہ سے وہ جہنم میں چلا جاتا ہے۔

اللہ کے غیظ وغضب سے بچنے کے لئے بندہ اس کی نافرمانی سے بچتا رہے اور صدقہ کا خصوصی الزام کرے کہ یہ اللہ کا غصہ بجھا دیتا ہے ۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں : إنَّ الصدقةَ تُطفِئُ غضبَ الربِّ ، وتَدْفَعُ مِيتةَ السُّوءِ(الترمذی:667)

ترجمہ: صدقہ رب کے غصے کو بجھا دیتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔

یہ حدیث سنداً ضعیف ہے مگر اس کے پہلے حصے کو شیخ البانی نے کثرت شواہد کی بنیاد پر قوی کہا ہے۔(تمام المنۃ:390)

نبی ﷺ بھی غصہ ہوتے تھے، وعظ ونصیحت کے وقت غصہ ہوتے، کسی کو جھگڑتے دیکھتے تو غصہ ہوتے، کسی کے بارے میں غلط سنتے یا کسی کو غلطی کرتے دیکھتے تو غضبناک ہو جاتے۔ اس سلسلے میں احادیث میں بے شمار واقعات موجود ہیں جن سب کا ذکر اس چھوٹے مضمون میں ممکن نہیں ہے۔ تاہم چند مثالیں آپ کے سامنے پیش کر دیتا ہوں۔

(1)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں داخل ہوئے، گھر میں ایک پردہ لٹکا ہوا تھا جس پر تصویریں تھیں، اس کی وجہ سے نبی ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔(صحیح البخاری:6109)

(2)ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ! میں فجر کی نماز میں تاخیر کر کے اس لئے شریک ہوتا ہوں کہ فلاں صاحب فجر کی نماز بہت طویل کر دیتے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں: "فما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم قطُّ أشد غضبًا في موعظة منه يومئذ" یعنی اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر غصہ ہوئے کہ میں نے نصیحت کے وقت اس دن سے زیادہ غضب ناک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا۔(صحیح البخاری:6110)

(3) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ریشمی دھاریوں والا ایک جوڑا، حلہ عنایت فرمایا۔ میں اسے پہن کر نکلا تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر غصہ کے آثار دیکھے۔ چنانچہ میں نے اس کے ٹکڑے کر کے اپنی عزیز عورتوں میں بانٹ دیئے۔(صحیح البخاری:5840)

(4)حضرت ابوہرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

خرجَ علَينا رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ ونحنُ نتَنازعُ في القَدرِ فغَضبَ حتَّى احمرَّ وجهُهُ ، حتَّى كأنَّما فُقِئَ في وجنتيهِ الرُّمَّانُ(صحيح الترمذي:2133)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف نکلے، اس وقت ہم سب تقدیر کے مسئلہ میں بحث و مباحثہ کر رہے تھے، آپ غصہ ہو گئے یہاں تک کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور ایسا نظر آنے لگا گویا آپ کے گالوں پر انار کے دانے نچوڑ دیئے گئے ہوں۔

ممنوع اور مطلوب غصہ:

ہر وہ غصہ ممنوع ہے جسے اللہ اور اس کے رسول ناپسند کریں۔ اس بات کو دوسرے لفظوں میں ایسے بھی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت میں غصے والا کوئی بھی کام کرنا ممنوع ہے مثلا کسی پر بغیر غلطی کے غصہ ہونا، حق بات بولنے والے پر غصہ ہونا، ناحق پر ہوتے ہوئے بھی غصہ کرنا، انتقام کی آگ میں جلنا، کمزوروں کو دبانے کے لئے غصے کا اظہار کرنا، غصہ کے وقت فیصلہ کرنا، زبردستی دھونس جما کر دوسروں کا حق چھیننا، طاقت و مال کے زعم میں تکبر کرنا، عہد و مناصب کا ناجائز فائدہ اٹھانا، ماتحتوں پر رعب جمانا وغیرہ۔ بیجا غصہ والا کام تو منع ہے ہی، معصیت کا کوئی کام بھی اللہ کے غصہ کا سبب ہے۔ ہم سے مطلوب ہے کہ منکر کے مٹانے میں حد اعتدال میں رہتے ہوئے غصہ کا اظہار کریں

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بچوں کو ترک نماز پہ مارنے کا حکم دیا ہے، سرکشی پہ بیوی کو ہلکی مار مارنے کا ذکر ہے، برائی دیکھنے پر پہلے ہاتھ سے مٹانے کا حکم ہوا ہے،ان سارے کام میں غصہ کا عنصر شامل ہے۔اس وجہ سے ہمیں حق ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی پر غصہ کا اظہار کریں اور غصہ بھی اس قدر نہ ہو کہ فائدہ کی بجائے الٹا نقصان ہو جائے اور اظہار غصہ میں مناسب وقت اور حکمت ودانائی بھی ضروری ہے۔ بات بات پہ غصہ، بے محل غصہ، حد اعتدال سے بڑھا ہوا غصہ تباہی کا سبب ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔ مطلوب غصہ میں معیار یہ فرمان رسول ہے: ما انْتَقَمَ رَسولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ لِنَفْسِهِ في شيءٍ قَطُّ، إلَّا أنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللَّهِ، فَيَنْتَقِمَ بهَا لِلَّهِ.(صحيح البخاري:6126)

ترجمہ: نبی ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کسی سے بدلہ نہیں لیاالبتہ اگر کوئی شخص اللہ تعالی کی حرمت وحد کو توڑتا تو آپ اس سے محض اللہ کی رضامندی کے لئے بدلہ لیتے۔

BACK

اہل تقلید کو سلفیت سے خوف کیوں؟

سلفیت رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کا طریقہ و منہج ہے، سلفی حضرات اسی منہج اور طریقہ کے عین مطابق اپنی زندگی گزارتے ہیں۔امت مسلمہ میں سلفی کے علاوہ تمام فرقے، جماعتیں اور مسالک احکام و مسائل میں منہج نبوی اور منہج صحابہ سے منحرف ہیں بلکہ بہت سارے فرق میں عقائد کی گمراہیاں بھی پائی جاتی ہیں اور شرک وبدعات سے تو صرف سلفی ہی پاک وصاف ہیں۔ کوئی مانے یا نہ مانے مگر میرا یہ ماننا ہے کہ اگر کوئی جماعت دین اسلام کے لئے مخلص ہے، وہ قرآن وحدیث پر چلنے کا دعوی کرتی ہے اور وہ اپنے دعوی میں سچی اور پکی ہے تو اس جماعت کو بھی سلفی، اہل الحدیث اور محمدی کہہ سکتے ہیں مگر کیا آپ کو معلوم ہے کہ اہل تقلید اور خاص مسلک کی تقلید کرنے والے خود کو محمد ﷺ کی طرف، صحابہ کی طرف اور محدثین کی طرف نسبت کرکے محمدی، سلفی اور اہل الحدیث کیوں نہیں کہلواتے؟ کیونکہ وہ قرآن وحدیث کی تعلیمات سے دور ہیں، اگر وہ دعوی بھی کریں کہ ہم قرآن وحدیث کے ماننے والے ہیں تو وہ اپنے دعوی میں جھوٹے ہیں۔ سبھی جانتے ہیں کہ دعوی بغیر دلیل کے باطل ہے۔

اسلام کا ایک اہم اصول ہے کوئی دعوی ہم بغیر دلیل کے تسلیم نہیں کریں گے کیونکہ ہمارا دین دلیل وثبوت پر قائم ہے ۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

لو يُعطى الناس بدعواهُم ، لادّعَى ناسٌ دماءَ رجالٍ وأموالهُم . ولكن اليمينَ على المدّعَى عليهِ(صحيح مسلم:1711)

ترجمہ: اگر صرف دعویٰ کی وجہ سے لوگوں کا مطالبہ مان لیا جانے لگے تو بہت سوں کا خون اور مال برباد ہو جائے گا لیکن قسم مدعیٰ علیہ پر ہے۔

یہ حدیث ہمیں بتلاتی ہے کہ دعوی کرنے والے پر لازما دلیل دینی ہے بغیر دلیل کے کوئی دعوی تسلیم نہیں کیا جائے اور جو کسی معاملہ میں انکار کرے تو اسے قسم کھانی ہے۔ مدعی کے ذمہ دلیل وبرہان دینا ہے اس کی ایک واضح حدیث یہ ہے ۔

البيِّنةُ على المدَّعي واليَمينُ علَى مَن أنكرَ(إرواء الغليل:2685)

ترجمہ: دلیل دینااس کے اوپر ہے جو دعوی کرے اور قسم کھانااس کے اوپر ہے جو انکار کرے۔

الغرض، یہ بات صاف ہوگئی کہ اہل تقلید خود کو سلفی، اہل الحدیث اور محمدی نہیں کہہ سکتے، وجہ صاف ظاہر ہے۔ایک ادنی اور معمولی جگہ کی طرف نسبت کرکے دیوبندی اور بریلوی کہلانے پر فخر کرتے ہیں مگر سلفی و محمدی کہلانے میں خوف کیوں ہے؟ دراصل سلفیت سے انہیں بیر ہے۔ سلف کی تعلیمات سے کوسوں دور ہیں اور قرآن وحدیث کے نام پر خودساختہ ملفوظات پر کاربند ہیں۔

سلفیت ایک صاف وشفاف منہج ہے جو ہمیں رسول اللہ ﷺ نے عطافرمایاہےاور جس پہ خیر القرون کے مسلمان چل کر دکھائے ہیں۔ زہے نصیب جو خیر القرون کا منہج اختیار کرتے ہیں اور وائے بدنصیبی جو بعد کے زمانے والوں کی تقلید کرتے ہیں۔

نبی ﷺ کا فرمان صادق آرہاہے:اتَّخذ النَّاسُ رؤوسًا جُهَّالًا ، فسُئِلوا فأفتَوْا بغيرِ علمٍ . فضلُّوا وأضلُّوا(صحيح مسلم:2673)

ترجمہ: لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، ان سے سوالات کئے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے اس لئے خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

آج کے زمانے میں اہل تقلید کے سلفیوں کے ساتھ متعصبانہ سلوک، جاہلانہ رویہ، پرتشدد معاملہ اور مجرمانہ کردار سے ایک بات توروزروشن کی طرح عیاں ہوکر ہرکس وناکس پر واشگاف ہوگئی ہے کہ ان کے دل میں منہج سلف پر چلنے والوں کے لئے وہی نفرت وعداوت ہے جو کافروں کواسلام کے تئیں ہے۔اہل حدیث مساجد کاانہدام، اللہ کے پاکیزہ گھروں پر قبضہ، مساجد ومدراس میں موحدوں کے خلاف ناپاک منصوبے، بستی کے سلفی مسلمانوں کے ساتھ ظلم وزیادتی، دن ورات وہابی کا طعنہ، ان کا سوشل بائیکاٹ، حکومت کے ناپاک عزائم میں امداد، معصوموں پر فرضی مقدمات، اہل حدیث کے خلاف عوام کو مشتعل کرنا، کافروں سے جہاد کی طرح اپنے طلبہ کو مناظرہ بازی کا فن سکھانا، سلفیوں سے لین دین، شادی بیاہ حتی کہ ان کے مساجد ومدارس اوران کی کتابوں سے کلی طور پر عوام وخواص کو

دور رہنے کی تعلیم دینا، سلفی مسلمان اور سلفی تنظیم کی طرف دہشت گردی کا انتساب کرنا، خالص کتاب وسنت کی تعلیم ،ان کی نشر واشاعت اور دعوت وتبلیغ میں رخنہ ڈالنا۔ یہ سارے گھناؤنے کام اگر کافر کرتے تو اس قدر حیرانی نہیں ہوتی جس قدر حیرانی ان لوگوں پر ہے جو اکرام مسلم کا درس دینے والے، نبوی مشن تبلیغ کے نام پر دن ورات، گلی کوچے گھومنے والے ہیں۔

ڈاکٹر ذاکر نائک کو دعوت وتبلیغ سے روکنے، ہندوستان میں ان پر عرصہ حیات تنگ کرنے، انہیں دہشت گرد قرار دینے،ان کے مشن کو دہشت گردی سے جوڑنے اور خالص کتاب وسنت کی تعلیم عام ہونے سے روکنے والے اہل تقلید ہی ہیں۔ انہوں نے نہ کسی پر ڈاکہ ڈالا، نہ کسی کی دوکان بند کی، نہ کسی پر ظلم وستم کیئے، نہ کسی کا گھر اجاڑا، نہ کسی کا قتل کیا۔ توحید کی دعوت دینا اگر جرم ہے تو بس ایک یہی جرم کیا جو انبیاء نے بھی کیا۔ خالص توحید کی دعوت دی، لوگوں کو ایک اللہ کا سجدہ کرنے کی طرف بلایا۔ اس کام کی سزا جس طرح انبیاء کو کافروں نے دی اسی طرح کی سزا ڈاکٹر صاحب کو ہندوستان کے سلفیوں سے خائف مسلمانوں نے دی۔ کس قدر کافروں کے اطوار اور آج کے جھوٹے مسلمانوں کے کردار میں مساوات پایا جاتا ہے ؟۔

خیر ،اللہ کا دین کسی کا محتاج نہیں ہے، کسی ایک کو دعوت سے روک دینے پر یہ دین مٹے گا بھی نہیں ،اللہ جس سے چاہتا ہے اپنے دین کا کام لیتا ہے اور یہ دین غالب ہو کر رہے گا اگرچہ لوگ دین حق اور منہج سلف سے دشمنی کرتے رہیں۔

انگریزوں نے وطن کا سچا پاسبان اور صحیح معنوں میں اصلی مسلمان سلفیوں کو ہی سمجھا اسی لئے انہیں ہی اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھ کر خاص نشانہ بنایا اور وہابی کہہ کر پکارا۔ اس وقت نہ صرف ہندوستان میں بلکہ چہار دانگ عالم میں سلفیوں سے کافروں کی اور تمام مسالک کے مسلمانوں کی کھلی اور سخت ترین دشمنی ظاہر کرتی ہے کہ ہم سلفی ہی سچے پکے مسلمان ہیں جو حقیقی طور پر صراط مستقیم پر گامزن ہیں۔ ہماری خالص توحید کی دعوت سے جہاں کفار خائف ہیں وہیں خود ساختہ مسالک پر بھی خوف کا گہرا اثر ہے۔ ایک طرف کلمہ توحید پڑھ کر نئے نئے مسلمان اسلام میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں تو دوسری طرف تقلید اور شرک وبدعت سے توبہ کر کے بہت سارے لوگ سچے پکے سلفی بن رہے ہیں۔

کیوں نہ کافروں کو سلفی سے خوف ہو اور کیوں نہ ہم اہل تقلید کی نظر میں دہشت گرد قرار پائیں ؟۔ اپنے ساتھ اس قدر

ظلم وزیادتی ہونے کے باوجود ہم نے اہل تقلید کو دشمن کہہ کر نہیں پکارا، نہ کوئی الزام لگایا اور نہ کبھی طعنہ کشی کی، کسی مسجد یا مدرسہ پر قبضہ نہیں کیا، کورٹ کچہری میں فرضی کیس درج نہیں کیا، حکومت کے لئے کسی معصوم کو آلہ کار نہیں بنایا۔ ہم نے ہمیشہ اپنے صبر کا دامن وسیع رکھا، طعنہ پہ طعنہ کھا کے بھی زبان پہ حرف شکایت نہیں آنے دیتا ہم آج جب ہندوستانی پارلمنٹ میں مدرسہ سے فارغ التحصیل، سلفی ممالک کے ریالوں سے بدن کا گوشت وپوست بڑھانے والا ،اپنے چہرہ پہ داڑھی کی سنت سجانے والا بدرالدین اجمل نے سربراہان ملک کے سامنے سلفیوں کو دہشت گرد قرار دے کر اپنے مسلکی بغض وعناد کو دوٹوک انداز میں ظاہر کردیا۔ ہم تو جانتے ہی ہیں کہ انہیں سلفیت سے خدا واسطے کا بیر ہے، کافروں نے بھی اس کا نظارہ دیکھا۔ مسلمانوں کے ایسے ہی خوبصورت نظاروں سے کافروں کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے اور ضمیر فروش ملاؤں کے ضمیر کا سودا کر کے پھر سچے مسلمانوں کا قتل عام کرتے ہیں۔

میں آخر میں سلفیت سے بغض رکھنے والوں کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ ایک دن تمہارا سامنا اللہ سے ہونے والا ہے، اسلام کا دعویدار ہو کر مسلمانوں کی ذلت ورسوائی کا سامان بہم پہنچانے والے اس دن کو یاد کرو جب تمہارے کالے کرتوت شرمندگی کے بوجھ تلے تمہیں دبادے گی۔ کچھ تو رب سے ملاقات کا خوف کھاؤ، اپنے بھائیوں کی گردن پہ کب تک چھری چلاتے رہوگے؟ کب تک مسلمانوں کو مسلمانوں سے جدا کرتے رہوگے؟ کب تک اپنے بھائیوں کو کافروں کے ظلم کے حوالے کرتے رہوگے؟ کب تک منہج سلف سے دشمنی نبھاتے رہوگے؟ اللہ نے تمہیں ایک امت بنا کر بھیجا ہے۔ اپنے بھائیوں کی مدد کرنے کے لئے بھیجا ہے، کافروں سے جہاد کرنے اور ان پر دین حق پیش کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول کو مضبوطی سے تھامنے کے لئے بھیجا ہے۔ ذرا اپنی تخلیق کا مقصد یاد کرو جسے تم بھول بیٹھے ہو۔ دین میں اپنے ہی بھائیوں کے خلاف سیاسی بازی گری کرنے سے باز آجاؤ۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو ہماری طرح اپنا معیار زندگی بنالو پھر دیکھو ہماری طاقت کتنی مضبوط بن جاتی ہے اور کیسے کافر حکومت ہم سے تھراتی ہے؟۔ اے کاش کہ تم جس طرح محمد ﷺ سے محبت کا نعرہ لگاتے ہو ان سے سچی محبت کرتے اور ان کے پیغام کو اپنی زندگی میں نافذ کرتے۔

ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کو دین حق کی سمجھ دے، انہیں مسلکی منافرت سے دور کرے، عقائد و اعمال کی اصلاح فرمادے اور سب کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے کفار و مشرکین پر غلبہ عطا فرمائے۔ آمین

BACK

گوشت خوری انسانیت کے لئے عین فطرت ہے۔

ہندوستان میں گئوکشی یا کھانے کے لئے جانور کا ذبح کرنا ایک بڑا مسئلہ بنا ہوا ہے۔ یہ مسئلہ چند سالوں سے ہے، قدیم تاریخ میں یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں رہا۔ مسلم و غیر مسلم بغیر کسی تفریق کے جانور کا گوشت کھاتے رہے بلکہ اندازہ لگایا جائے تو ہمیشہ سے ہندو قوم کے یہاں وافر مقدار میں گوشت کھانے اور کثیر تعداد میں جانوروں کی بلی (قربانی) دینے کا تصور پایا جاتا ہے۔ زمانے کا سب سے بھروسے مند ذریعہ ریسرچ، علوم سائنس کے علم طب نے کبھی گوشت خوری کو صحت کے لئے مضر نہیں قرار دیا، بعض خاص قسم کے مریضوں کو بعض خاص خالات میں ہی صرف منع کیا جاتا ہے، عام طور سے گوشت خوری انسان کے لئے طاقت و قوت، صحت و تندرستی، مفید وذائقہ دار اور جسم کے لئے غذائیت سے بھرپور مختلف ضروری عناصر کی تکمیل کا اہم ترین وسیلہ قرار دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کھانے پینے میں ساگ سبزیوں کی طرح عمدہ سے عمدہ گوشت کا اہتمام کرتا ہے بلکہ انسانی طبیعت سبزی خوری سے زیادہ گوشت خوری کی طرف مائل ہے بطور خاص اہم مواقع اور مناسبات سے۔ کوئی فنکشن ہو، کسی کے یہاں شادی ہو، عام سے عام پارٹی یا اخص الخاص تقریب ہو لازما گوشت کا اہتمام کیا جاتا ہے، دعوت کی کامیابی اور لوگوں کی پسندیدگی کا مرکز اصیل گوشت ہی قرار پاتا ہے۔

ہندو مذہب اصلا کوئی دین ہی نہیں ہے۔ یہ شیطانی خواہشات، من مانی افکار و نظریات، گھڑے ہوئے عقائد وخیالات، فسفسے فلسفہ حیات اور مصنوعی معبودات و مصنوعی طریقہ عبادات واحکام کا مجموعہ ہے۔ ہندو مذہب میں معبودوں کے غلط تصورات و نظریات اور عجیب و غریب قصے کہانیاں یا کہہ لیں ہزاروں، لاکھوں اور کروڑوں بھگوان کا ڈرامائی تصور ہی اس کے بطلان کا واضح ثبوت ہے۔ ایسے دین ودھرم والوں میں کچھ لوگ گوشت خوری کا بائیکاٹ کرے اور جانور کے ذبح کو انسان کے قتل کے برابر سنگین جرم قرار دے کوئی حیرت واستعجاب کی بات نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ لاکھوں میں کوئی ایک فطرتا گوشت کھانا پسند نہیں کرتا جیسے کہ کوئی بعض قسم کا گوشت کھاتا ہے اور بعض قسم کا نہیں۔

سبزی خوروں کا بھی وہی معاملہ ہے کچھ لوگ بعض سبزیاں پسند کرتے ہیں اور بعض سبزیاں نہیں پسند کرتے اور نہیں کھاتے ہیں، تو جو سبزی بعض لوگ نہیں پسند کرتے یا نہیں کھاتے ان سبزیوں سے کھانے والوں کو روکنا نرا بے وقوفی ہے۔ ایسے لوگوں کا کوئی خاص مذہب یا سماج نہیں ہے بلکہ ہر سماج اور ہر قوم میں موجود ہیں۔ جیسے مسلمانوں میں اس طبیعت کے حامل کچھ لوگ رہے ہندوؤں میں بھی ایسے کچھ لوگ ہمیشہ سے رہے لیکن ہندوؤں کے ان چند نادانوں نے اس فطری طبیعت کو مذہبی معاملہ کہہ کا پکارنا شروع کر دیا اور زیادہ تقوی دکھانے کے لئے اپنی قوم کے سامنے گوشت خوری سے پرہیزی اختیار کر کے خود کو ان لوگوں سے زیادہ دیندار ثابت کرنے کی کوشش کی جو جانوروں کا قتل کرتے ہیں اور اس کا گوشت کھاتے ہیں۔ یہ معاملہ ہندو قوم میں اس قدر زیر بحث آیا کہ گوشت خور اور سبزی خور کی دو الگ الگ جماعت بن گئیں جبکہ طبیعت کے اعتبار سے گوشت نہ کھانے والے چند افراد ہر قوم و سماج میں آج بھی موجود ہیں ،ان کے یہاں دو جماعتیں نہیں بنیں۔ مسلم قوم میں بھی ایسے کچھ لوگ ہیں جو فطرتا گوشت کھانا پسند نہیں کرتے بچپن سے سبزی کی طرف میلان رہا تو سبزی ہی کھانا اپنی عادت بنا لیا مگر وہ نہ تو گوشت سے گھن محسوس کرتے، نہ ہی خود کو گوشت کھانے والوں پر ترجیح دیتے اور نہ ہی اسے نہ کھائی جانے والی چیز تصور کرتے ہیں یعنی اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسلام نے گوشت خوری سے منع کیا ہے۔ ٹھیک یہی مسئلہ ہندو قوم کا بھی ہے مذہبی اعتبار سے اس کے یہاں بھی کسی کتاب میں گوشت خوری کی ممانعت نہیں آئی ہے، محض بعض انسانی طبیعت کی ناپسندیدگی کا معاملہ ہے بس، جس کو آج سیاسی سے زیادہ مذہبی بنا لیا گیا جبکہ یہ سیاسی معاملہ ہے، گوشت خوری کے نام پر گندی سیاست کھیلی جا رہی ہے۔ پوری کی پوری جمہوریت اسلام مخالف ہے یہی حال جمہوری سیاست کا بھی ہے۔ یہاں لوگ کرسی حاصل کرنے کے لئے کبھی بھی اور کچھ بھی کر سکتے ہیں مثلاً انسان کا قتل ہو، عدل و انصاف کا گلا گھونٹنا ہو، دین و مذہب کو سیاست کی بھینٹ چڑھانی ہو اور جھوٹ و فریب تو اس سیاست کا اصل ہتھکنڈہ ہے۔ ہندوستان میں ہندوؤں کی اکثریت ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ مذہب کے نام پر آج ووٹ بنک کرنا زیادہ موثر ہو گیا ہے، اس لئے سیاستدانوں نے مذہبی امر کو سیاست کو مدعا بنا کر اقتدار حاصل کی۔ جیسا کہ میں نے کہا ہندوؤں نے گوشت و سبزی کے مسئلہ کو مذہبی بنا دیا جبکہ فی الواقع ایسا نہیں تھا ،اس غیر منصفانہ تقسیم کا فائدہ اٹھا کر ہندومت کے نام پر گندی سیاست کرنے والوں نے اپنے سماج کا ووٹ حاصل کر کے

بر سر اقتدار آیا اور اب پورے ہندوستان میں گوشت خوری پر پابندی لگانے کی کوشش کر رہے ہیں کیونکہ اسی بل پر کرسی حاصل کی تھی اور اپنے سماج سے اس کی پابندی کا وعدہ کیا تھا۔

آج جب گوشت پر بطور خاص گائے کے ذبیحے پر حکومتی پابندی کی بات ہو رہی ہے بلکہ لگ چکی ہے تو کچھ مسلمانوں کا بھی کہنا ہے کہ ملک کی سالمیت اور گنگا جمنی تہذیب کو برقرار رکھنے کے لئے گائے کے ذبیحے یا گائے کی قربانی سے مسلمانوں کو رک جانا چاہئے۔ ذرا گوشت خوری کی تاریخ پہ غور کریں کہ بات کہاں سے اٹھی تھی اور کہاں پہنچ گئی؟ ہندوستان میں گائے کی قربانی سے متعلق مولانا مودودی صاحب کا ایک فتوی میری نظر سے گزرا کہ جس ملک میں گائے کی پوجا نہ ہوتی ہو اور گائے کو معبودوں میں شامل نہ کیا گیا ہو اور اس کے تقدس کا بھی عقیدہ نہ پایا جاتا ہو وہاں تو گائے کی قربانی ایک جائز فعل ہے جس کو اگر نہ کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن جہاں گائے معبود ہو اور تقدس کا مقام رکھتی ہو وہاں تو گائے کی قربانی کا حکم ہے جیسا کہ بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا تھا۔ اگر ایسے ملک میں کچھ مدت تک مسلمان مصلحتاً گائے کی قربانی ترک کر دیں اور گائے کا گوشت بھی نہ کھائیں تو یہ یقینی خطرہ ہے کہ اگر چل کر اپنی ہمسایہ قوموں کے گاؤپرستانہ عقائد سے وہ متاثر ہو جائیں گے اور گائے کے تقدس کا اثر ان کے قلوب میں اسی طرح بیٹھ جائے گا جس طرح مصر کی گاؤپرست آبادی میں رہتے رہتے بنی اسرائیل کا حال ہوا تھا۔ (رسائل ومسائل 136/1)
کسی بھی جگہ صرف گائے کی قربانی کی تخصیص اسلامی حکم نہیں ہے مگر سید ابوالاعلی مودودی صاحب کے خدشات سے میں بہت حد تک اتفاق رکھتا ہوں۔ ایک وقت ایسا بھی تھا جب ہندو گائے ذبح کرتے تھے، کھاتے اور کھلاتے تھے اور اپنے خیالی دیوی دیوتاؤں کے لئے کثیر تعداد میں عمدہ سے عمدہ جانور کی بلی چڑھاتے تھے۔ اس بات کا انکار کرنے کی کسی ہندو کو جرات نہیں ہو سکتی جس کی کتابوں میں گوشت خوری عبادت لکھی ہو اور جانوروں کی بلی چڑھانے کی عبادت کو عادت بنا لیا ہو۔ یقیناً اس وقت ہندوؤں کے یہاں گائے معبود کے درجے میں ہے جسے کل تک کاٹ کر کھایا کرتے تھے۔ ہندوؤں کے یہاں گائے کو معبود سمجھنے کے پیچھے اس جانور کا فائدہ مند ہونا بتلایا جاتا ہے کہ اس کا دودھ اور پیشاب پینے کے قابل اور اس کا گوبر لپائی کے قابل ہے۔ عموماً اسی وجہ سے ہندو خداؤں پر یقین کرتے ہیں، جہاں کچھ فائدہ دیکھا اسے بھگوان سمجھ لیا جبکہ ان کے یہاں بھی اصلا ایک ہی خدا کا تصور ہے۔ بے شک گائے مفید جانور ہے اور اس کی نسل

ختم ہونے سے انسانوں کا خسارہ ہے مگر اس کی حفاظت کے لئے گائے کو بھگوان سمجھ لینا، اس کے ذبیحہ پر مکمل پابندی لگانا ، اس کا قتل انسان کا قتل اور مذہب مخالف قرار دینا بالکل غلط ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں مرغیوں کی بڑی تعداد ذبح کی جاتی ہے مگر کہیں کم نہیں ہوتی کیونکہ اسے پالنے کا ہر جگہ اور بڑے پیمانے پر انتظام کیا جاتا ہے۔

آج جہاں ملک سے قتل و غارت گری، زنا، چوری، لوٹ مار، بے انصافی، غریبی، رشوت خوری، بے ایمانی اور گندی سیاست ختم کرنے کی ضرورت ہے وہیں حکومت ہند کے اولین فرائض میں یہ بات شامل ہونی چاہئے کہ تمام شہروں اور گاؤں دیہات میں بڑے پیمانے پر گائے فارم تیار کرے جہاں کثرت سے گائے تیار کئے جائیں اور جس طرح پہلے ہندو گائے کھایا کرتے تھے اسی طرح پھر سے ہندوؤں میں بھی گائے خوری کا چلن عام کیا جائے، اسی میں عالمی بھائی چارہ، ملک گیر سالمیت اور گنگا جمنی تہذیب مضمر ہے۔ میں جہاں عام مسلمانوں کو مخاطب کر رہا ہوں وہیں سیاسی مسلم لیڈرانوں کو بھی بطور خاص توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ آج اسی طرح بات سمجھانے اور اسی طرح حکومتی سطح پر منوانے کی ضرورت ہے نہ کہ گنگا جمنی کی رٹ لگا کر گائے نہ کھانے اور اس کی قربانی سے رکنے کی ضرورت ہے۔ گائے کشی نہ مذہب مخالف ہے، نہ انسانیت مخالف ہے اور نہ ہی طب و سائنس مخالف ہے تو پھر اس کے کھانے پر پابندی لگانا اور پابندی لگانے والوں کا ساتھ دینا اور پابندی کو پورے ملک میں بشمول غریب و امیر نافذ کرنا جہاں بکرے کا گوشت اور مچھلی کی قیمت عام ہندوستانیوں کے لئے بار گراں ہو ملک کی ترقی و خوشحالی میں رکاوٹ، گنگا جمنی تہذیب کا تصادم اور عوام بالخصوص غریبوں کے لئے مشکلات کا سبب ہے۔ مجھے عام ہندوؤں سے کوئی گلہ نہیں، جو گوشت نہیں کھاتے ان سے بھی کوئی شکایت نہیں۔ مجھے تو اس آدمی سے بھی کوئی سروکار نہیں جو گائے کا پیشاب پیتے ہیں یا جو اس کا گوبر اپنے دماغ میں بھرتے ہیں۔ شکایت ان لوگوں سے جو جائز اور حلال چیز پر کھانے والوں کے لئے پابندی لگانے کی بات کرتے ہیں یا اپنی من مانی کو مذہب کا نام دیتے ہیں۔ ارے پابندی لگانا ہے تو شراب اور جوئے پر لگاؤ جو متفقہ طور پر خبیث چیز ہے اور جس سے انسانیت کا قتل اور حیوانیت کو فروغ مل رہا ہے۔ جسم فروشی کے اڈے بند کرو جس سے قوم ایڈس کا شکار ہو کر موت کے منہ میں جا رہی ہے۔ دہشت گردی کو لگام لگاؤ جس نے لاکھوں لوگوں کی زندگی تباہ کردی۔ غربت و افلاس کا علاج کرو کہ اس نے بہت سے معصوموں کو خودکشی پر مجبور کیا اور بہت سے تو اپنی زندگی جینا چاہ رہے تھے مگر

افلاس کے قہر نے جان لے لی۔ وائے افسوس کھائے جانے والے پاکیزہ جانور کے ذبح کرنے کو قتل کا نام دے دیا گیا اور جو اصل میں قاتل، مہلک اور اسباب ہلاکت ہیں انہیں فیشن، آرٹ اور ترقی کا درجہ دے گیا۔

BACK

ایک مخلصانہ پیغام الیاس قادری کے نام

دعوت اسلامی پاکستان کے مؤسس وبانی الیاس قادری بریلوی نے کہیں سے باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی ہے۔ان کے پاس کوئی ڈگری نہیں مگر علم کے نام پر بڑے بڑے کارخانے چلارہے ہیں۔ سب سے بڑا کارخانہ تنظیم دعوت اسلامی ہے جس میں درس وتدریس، تصنیف وتالیف ،بحث و تحقیق، فتوی نویسی، دعوت و تبلیغ، کشف وکرامات، روحانی علاج ومعالجہ، چلہ ومراقبہ، حلقہ ذکرجماعی، تعلیم تصوف، محفل وجد، مجلس عشاق ، بیعت وارادت اور مجلس مکتوبات وتعویذات عطاریہ جیسے علوم وفنون کے دریا بہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے اس کارخانے میں سنتوں کی خدمت کے لئے 81 سے زائد شعبہ جات ہیں جن کی سرپرستی مفتی وقارالدین قادری کے اکلوتے خلیفہ ،ٹی ٹی ایس کے مصنوعی امیر (مصنوعی اس لئے کہ خودان کی جماعت کے لوگ ہی کہتے ہیں کہ جب یہ بریلوی کے دوسرے اسٹیج پر کبھی نہیں دکھے نہ ہی کسی انتخاب کے ذریعہ انہیں امیر بنایا گیا تو امیر کیسے ہوگئے جبکہ پاکستان میں بریلویوں کی متعدد تنظیمیں ہیں)، علمی اسناد سے معدوم الیاس قادری کررہے ہیں۔اس امیر کے القاب پرایک نظر ڈالیں تو ہم حیرت کے سمندر میں ڈوب جائیں گے۔ لیجئے ملاحظہ ہو بلا سند امیر کے القاب۔

(عالمِ نبیل، فاضلِ جلیل، عاشق رسولِ مقبول۔ یادگارِ اسلاف، نمونہءاسلاف۔ مبلغ اسلام رہبر قوم۔ عاشقِ مدینہ، فدائے مدینہ۔ فدائےءغوث الورٰی، فدائےءسیدُنا امام احمد رضا، صاحبِ تقوی۔ مسلکِ اعلی حضرت کے عظیم ناشر و مبلغ وپاسبان وترجمان۔ صاحبُ المجدِ والجَاہ، فیضِ رساں، عمیمُ الجود والاِحسان۔ امیر دعوت اسلامی، امیر اہلسنت محسن دین وملت، ترجمانِ اھل سنت، مخدومِ اھل سنت، فخر اھلِ سنت۔ نائبِ غوثِ اعظم، نائب اعلی حضرت، پیکرِ سنت، حامِی سنت، ماحِی بدعت، شیخِ وقت، پیرِ طریقت، امیر ملت وغیرھا۔)

باعتبار جہل مجھے تبلیغی جماعت کے امیر اور دعوت اسلامی کے امیر میں کوئی فرق نہیں لگتا ہے، جیسے وہ لوگوں میں تبلیغ کے نام پر اندھی تقلید اور نرا جہل پھیلارہے ہیں ویسے ہی یہ امیر دعوت کے نام پر لوگوں میں جہل کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔ دعوت اسلامی اور مدنی چینل کے ذریعہ لوگوں میں پھیلائے جارہے شکوک وشبہات، جہل ونادانی، شرک وبدعات، ہندوانہ رسم ورواج، کفروالحاد، تصوف وطریقت، شرکیہ نعتین، نظمیں، تعلیمات و تعویذات کو دیکھ کر

گمراہی کے بھیانک انجام سے ڈراتے ہوئے میں الیاس قادری صاحب کو سیدھے راستے پر آنے کا مخلصانہ پیغام دیتا ہوں
۔

(مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے انشاءاللہ عزوجل۔۔۔۔الیاس قادری)

اگر الیاس قادری کے اس جملے میں ذرہ برابر بھی سچائی ہو گی تو میرے پیغام پہ غور کرتے ہوئے پہلے اپنی اصلاح کریں گے اور پھر ساری دنیائے بریلویت کی اصلاح کی فکر کریں گے۔اس امید کے ساتھ "فَوَ اللَّهِ لَأَنْ يُهْدَى بِكَ رَجُلٌ وَاحِدٌ خَيْرٌلَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ" ۔ (صحيح البخارى :2942)

ترجمہ: اللہ کی قسم (یادرکھو) کہ اللہ تعالی تمہارے ذریعہ سے کسی کو ہدایت دیدے، یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔

مزار پرستی : مدنی چینل کے سبب آج براہ راست گھر گھر شرک عام ہورہاہے ، لوگوں کی بھیڑ مسجدوں ے بجائے مزاروں پہ جمع ہونے لگی ہے۔ مردوں استغاثہ، میت کے لئے نذرونیاز، نیک اعمال کے بجائے اموات کا وسیلہ، قبروں پہ چڑھاوے، قبروں پہ چراغاں، قبروں سے تبرک، قبروں کو سجدہ، قبروں پہ تعمیر، قبروں سے تجارت یعنی بریلویت کے سارے امور قبروں سے جڑے ہیں۔ کچھ بھی ہو قبروں سے حل کرنا ہے۔ایک آدمی نے مجھے خبر دی ہے کہ جسے کسی لڑکی سے زنا کرنا ہو اور لڑکی قابو نہیں آرہی ہو تو مزار پہ جاکر بابا سے مدد مانگی جاتی ہے۔ فلم ہٹ نہیں ہورہی ہے، کسی لڑکی سے عشق نہیں ہو پارہاہے، کسی کے درمیان نفرت پیدا کرنی ہے، کسی کی جائیداد و دولت ہڑپنا ہے، ڈانس کلب اور فلمی دنیا میں نوکری نہیں مل پارہی ہے، نشے کی تجارت میں فائدہ نہیں ہورہاہے۔ان سبھی کاموں کے لئے مزار کا رخ کیا جاتا ہے اور عوام کی عقیدت ہے کہ باباان سارے کاموں کو حل کردیتے ہیں۔اللہ کی پناہ۔

اسلام نے قبروں کو اونچی کرنے اور پکی کرنے سے منع ہے تاکہ کہیں اسے سجدہ گاہ نہ بنالیا جائے۔ بریلویوں نے قبریں پختہ اور اس پہ بلند عمارت بناکے اسے سجدہ گاہ اور تجارت کا مرکز بناڈالا۔ تو جہاں قبرپرستی کو ختم کرنے کی ضرورت ہے وہیں مدنی چینل کی بھی اصلاح کی ضرورت ہے۔ یہاں سے اسلام کی سچی تصویر پیش کرنا چاہئے نہ کہ شرک وبدعات اور توہمات و باطل خیالات کی اشاعت کرنی چاہئے۔

الیاس قادری کے خواب: قادری صاحب کے یہاں باقاعدہ خواب اور کشف و کرامات کا ایک مستقل شعبہ ہے جہاں لوگ اپنی مرضی سے جب چاہیں اور جیسے چاہیں خواب دیکھتے ہیں شرط یہ ہے کہ خواب قادری صاحب کے حق میں دیکھے جائیں ورنہ سخت عتاب ہے۔ مفتی ابوداؤد قادری نے الیاس قادری کے نام ایک مکتوب میں ان کی پول کھول دی ہے اور مخالفات بریلویہ پہ زبردست سرزنش کی ہے۔اس مکتوب میں خواب سے متعلق لکھتے ہیں کہ امیر دعوت اسلامی کی تشہیر و نمائش کے لئے خوابوں اور کشف و کرامات کا بھی باقاعدہ شعبہ ہے جہاں سے بکثرت اور مسلسل اس قسم کی نمائشی چیزوں کی اشاعت ہوتی رہی ہے۔دعوت اسلامی کے ایک مبلغ نے خواب دیکھا کہ حضور ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا: الیاس قادری کو مجھ رحمۃ للعالمین کا سلام فرمانا اور ان سے کہنا کہ تم خود ابراہیم قادری کو گلے لگالو، جب الیاس قادری سے یہ خواب بیان کیا تو کہا اسے لوگوں میں بیان مت کرو ورنہ امت میں فساد پھیلے گا جب دعوت اسلامی کے اراکین میں یہ بات آئی تو کہا معاذاللہ کیا سرکار ﷺ امت میں فساد ڈالنے کے لئے پیغام بھیج رہے ہیں؟

الیاس قادری کی بہن نے خواب دیکھا کہ ایک بار اس کے والد نورانی چہرے والے ایک بزرگ کے ساتھ تشریف لائے، میرا ہاتھ پکڑ کر کہا بیٹی ! تم ان کو پہنچانتی ہو؟ یہ ہمارے میٹھے میٹھے مدنی آقا ﷺ ہیں۔ پھر شہنشاہ رسالت مجھ پر شفقت کرنے لگے اور کہا تم نصیب دار ہو۔

اسی بہن نے ایک اور خواب سنایا کہ بڑے بھائی جان نے مجھے خواب میں اپنی قبر کے حالات کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا جب مجھے قبر میں رکھا گیا اور میری طرف عذاب بڑھا تو بھائی الیاس کا ایصال میرے عذاب کے درمیان حائل ہو گیا۔ ایک بار خود الیاس قادری نے خواب دیکھا ایک مجلس سجی ہوئی ہے، جس میں صحابہ کرام حاضر خدمت ہیں، اعلی حضرت بھی حاضر خدمت ہیں، آپ یعنی الیاس کے سر پر عمامہ ہے۔ حضور نے اعلی حضرت کے سر سے عمامہ اتار کر الیاس قادری کے سر پر رکھ دیا۔ نعوذ باللہ من ذلک

الیاس قادری کی کتاب فیضان سنت میں مذکور ہے ایک شخص نے خواب دیکھا کہ حضور ﷺ الیاس عطار کے والد سے اس کا تعارف کرا رہے ہیں، الیاس عطار کے والد نے اس شخص سے کہا الیاس عطار کو کہنا اس کی امی نے بھی سلام بھیجا ہے۔اس واقعہ پر مفتی ابوداؤد قادری نے لکھا ہے کہ خواب دیکھنے والا فخر سے کہہ رہا ہے کہ میں نے الیاس عطار کے

والد سے مصافحہ کرنے کی سعادت حاصل کی جبکہ فخر تو اسے حضور ﷺ سے مصافحہ کر کے کرنا چاہئے تھا۔ حضور ﷺ کو اس نے اہمیت نہیں دی۔ مزید آگے لکھتے ہیں: کیا الیاس عطار کی امی کا سلام بھیجنا اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ الیاس عطار منگھڑت خوابوں کے ذریعہ اپنے سارے خاندان کے تعلقات حضور ﷺ سے دکھانا چاہتے ہیں؟

یہ ہے الیاس قادری کا اصل چہرہ۔ عام قصے اور عام خوابوں میں کشش نہیں ہے اس لئے نبی ﷺ کی طرف منسوب کر کے جھوٹے خواب بیان کر کے خود کو امیر اہلسنت کہلاتا ہے اور لوگوں میں اسی قسم کی جھوٹی باتیں نشر کرتا ہے۔ ان کا مذہب جھوٹے خواب وخیال پہ مبنی ہے، سنت کے نام پر بنے جھوٹے کارخانوں میں چیلے چمچوں کے ذریعہ باتیں گھڑتا ہے اور مدنی چینل کے ذریعہ دنیا میں عام کر کے سیدھے سادے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ الیاس قادری کو میرا پیغام ہے ہی قارئین کی بھی ذمہ داری ہے کہ اس گمراہ شخص کی گمراہی بند کریں۔ ورنہ ابھی جو ہے، ہے ہی، مرنے کے ان کے مریدین مصنوعی کارخانے سے نہ جانے کون کون سا خواب اور قصہ تراش تراش کرلائیں گے۔ مزار کی بات ہی چھوڑیں ،ان کے سامنے شہباز قلندر کی درگاہ بھی پھیکی پڑ جائے گی۔

پاکپتن میں واقع جنتی دروازے کے متعلق الیاس قادری ذکر کرتے ہیں کہ نظام الدین اولیاء نے نبی ﷺ کو بیداری میں خلفاء اربعہ کے ساتھ اس دروازے سے گزرتے دیکھا۔ اصل میں یہ لوگ خود کو مصنوعی ولی بنانے کے لئے خواب نبی کا سہارا لیتے ہیں، خواب کا سہارا لینا بہت ہی آسان ہے، نہ کوئی گواہی نہ ثبوت۔ نبی کو خواب میں اس طرح پیغام دیتے سنا، نبی کو بیداری میں دیکھا۔ عوام بھی کالانعام، فوراً مان لیا اور ولی کا درجہ دینے لگی۔ اللہ ھوالمستعان

الیاس قادری کی کرامات: خواب کی طرح الیاس قادی کی کرامت بھی گھڑی جاتی ہے، فیکٹری اپنی ہے، چیلے چمچے زر خرید غلام کی طرح ہیں، جیسی کرامت چاہئے گھڑ ڈالی اور الیاس قادری کی طرف منسوب کر دیا۔ نہ جانے الیاس قادری کے مرنے کے بعد کرامات کا کیا طوفان برپا ہوگا؟

ایک پیدائشی نابینا کے چہرے پر الیاس قادری نے اپنی نگاہ ولایت ڈالی اس کی آنکھ روشن ہوگئی۔ الیاس قادری کی کرامت سے موبائل بغیر الیکٹری اور چارجر کے آپ خود چارج ہونے لگتا ہے۔ ایک مرتبہ الیاس قادری کا بیان جاری تھا۔ دوران بیان الیاس صاحب نے کہا ابھی بارش ہوگی مگر معمولی ہوگی لہذا کوئی فکر مند نہ ہو، لوگوں نے دیکھا مطلع صاف ہے، کہیں بارش کے آثار نہیں مگر ولی کامل کی زبان مبارک سے نکلے الفاظ کی تائید میں بارش ہونے لگی۔

اسی طرح دو مدنی منے کی کہانی ہے اسے کچڑا چننے والا کچھ سنگا کر بیہوش کر کے بوری میں ڈال کر لے بھاگا۔ جب بچوں کو ہوش آیا تو دیکھا کچڑا والا ایک جگہ بیہوش پڑا ہے اور ایک سبز عمامے والا بزرگ جن کے چہرے پر نور برس رہا تھا اس نے بچے کو تسلی دی اور گھر چھوڑ دیا، بچے کی ماں حیران تھی وہ بزرگ کون تھا چنانچہ جب وہ سوتے وقت مکتبۃ المدینہ کی وی سی ڈی "عوامی وسوسے اور امیر اہلسنت کے جوابات" لگایا اور شیخ طریقت امیر اہلسنت ظاہر ہوئے تو مدنی منے نے کہا یہی تو وہ بزرگ ہیں۔ ان کے والد صاحب بھی کرامت میں کچھ کم نہ تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب وہ قصیدہ غوثیہ پڑھتے تو چارپائی زمین سے بلند ہو جاتی۔

اس قسم کے واقعات گھڑ گھڑ کر عطاری لوگوں کے دلوں میں اپنے تئیں عقیدت بنا رہا ہے تاکہ دنیا میں بھی خود ساختہ امیر اور باپا جانی بنا رہے اور مرنے کے بعد تو مزار فکس ہے ہی۔

مدینہ کا سفر: الیاس قادری کا سفر مدینہ بڑے عجیب و غریب انداز میں بیان کیا جاتا ہے۔ خاکساری، رقت، اشک اور حب مدینہ کا وہ نقشہ کھینچا جاتا ہے کہ الیاس آدمی نہیں کوئی دوسری ہی مخلوق ہو۔ مکہ گیا تو کعبہ کو پیٹھ نہیں کی، مدینہ آیا تو نزلہ کے باوجود ناک نہ سنکی بلکہ ہر لحاظ سے ادب ظاہر کیا۔ بغیر چپل کے چلا، مدینے کی گلیوں میں جھاڑو لگانے کی سعادت حاصل کی بلکہ حرم مدنی میں بھی اجازت طلب کر کے جھاڑو لگایا۔ جب بریلوی شریف کے مزار پہ قادری کی حاضری ہوئی تھی تو زمین پر لوٹ پوٹ ہو کر مزار تک پہنچے، حاضرین نے اس قدر حب اعلی حضرت دیکھ کر پورے بدن کا بوسہ لینا شروع کر دیا۔ الیاس قادری کہتے ہیں مجھے اعلی حضرت کے ذریعہ میٹھے ﷺ کی پہچان ہوئی۔ بہر کیف! مدینہ سے واپسی پر ایسے الوداعی اشعار کہے کہ آج بھی اس کا پڑھنے والا اشکبار ہو جاتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حیدر آباد (باب الاسلام سندھ) کے مبلغ دعوتِ اسلامی عبدالقادر عطاری نے ایک بار خواب میں سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لب ہائے مبارکہ جو جنبش ہوئی اور رحمت کے پھول جھڑنے لگے اور الفاظ کچھ یوں ترتیب پائے:۔ الیاس قادری کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ جو تم نے الوداع تاجدارِ مدینہ والا قصیدہ لکھا ہے وہ ہمیں بہت پسند آیا ہے اور کہنا کہ اب کی بار جب مدینے آؤ تو کوئی نئی الوداع لکھنا اور ممکن نہ ہو تو وہی الوداع سنا دینا۔

یہ بریلوی حضرات اپنی خواہش کو دین کا نام دیتے ہیں اور خواہشات نفس پر چلنا سنت کی پیروی اور نبی ﷺ سے عشق و محبت گردانتے ہیں۔ صحیح سند سے حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں آدمی کا اہم مقصد پیٹ پالنا ہوگا اور اپنی خواہش پر چلنا اس کا دین ہوگا۔ آج الیاس قادری اور ان کا ٹولہ ہو بہو اس قول کا مصداق ہے۔ اپنی خواہشات کو دین کا نام دے کر مزار اور مختلف قسم کے گورکھ دھندوں کے نذرانے کی کمائی ان کا مقصد حیات ہو گیا ہے۔

الیاس قادری کے اشعار میں شرک، بیان میں شرک، تصنیف میں شرک بلکہ اکثر اقوال وافعال میں شرک کی دعوت، مخصوص چیلوں کے ذریعہ اپنی فضیلت سازی، عمامہ کی نمائش، عربی تمدن و معاشرت کی نقالی کا فریب، ضعیف وموضوع روایات کے ذریعہ اپنے مسلک کی تائید کی جاتی ہے بلکہ جھوٹی جھوٹی باتیں گھڑ کر عوام کو گمراہ کیا جاتا ہے۔ محمد اویس عالم لاہوری نے "تعارف بانی دعوت اسلامی اور ان کی خدمات" کے نام سے پانچ حصوں میں خود ساختہ امیر کے جھوٹے مناقب وفضائل اور جھوٹے خدمات کا ذکر کیا ہے جو ہماری ویب ڈاٹ کام پر موجود ہے۔

میں نے جہاں تک الیاس قادری کو پہچانا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کی رمق دمق جھوٹے اور منگھڑت خواب پر مبنی ہے جس کی پول ان کی ہی جماعت کے مفتی ابوداؤد نے کھول کر رکھ دی ہے۔ جھوٹے خواب کے ذریعہ اپنی فضیلت، والد کی فضیلت، والدہ کی فضیلت، بھائی اور بہن کی فیضلت بیان کرکے اپنے پورے خاندان کی نسبت رسول سے جوڑلی اور لوگوں کے اذہاب وقلوب پر اپنی عقیدت کا مکر ڈال دیا ہے۔ یہ آج جتنے بڑے ولی تصور کئے جاتے ہیں مرنے کے بعد اس کے سوگنے ولی وداتا بن جائیں گے اور آج جس قدر ان کے شان میں غلو کی جاتی ہے، الیاس قادری موجود ہوتے ہوئے بھی کسی کو نہیں روکتے، روکیں گے کہاں سے کیوں بناوٹ کا حکم اسی قادری فیکٹری سے صادر ہوتا ہے تو کیا حال ہوگا جب عالیشان بنگلے میں دفن کیا جائے گا اور کمائی کے لئے سو کرشائی کارخانے کھولے جائیں گے؟۔
میں تو ایک خیر خواہ کی حیثیت سے نبی ﷺ کا یہ فرمان سنا نا دینا چاہتا ہوں، ہدایت دینے والا اللہ ہے۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں۔

من دعا إلى هدًى ، كان له من الأجرِ مثلُ أجورِ من تبِعه ، لا يُنقِصُ ذلك من أجورِهم شيئًا . ومن دعا إلى ضلالةٍ ، كان عليه من الإثمِ مثلُ آثامِ من تبِعه، لا يُنقِصُ ذلك من آثامِهم شيئا(صحيح مسلم:2674)

ترجمہ: جس نے کسی کو ہدایت کی طرف بلایا تو اس کے لئے اتنا ہی اجر و ثواب ہے جتنا ہدایت کی اتباع کرنے والے کو ہے،اس کے اجر میں سے ذرہ برابر کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے کسی کو گمراہی کی طرف بلایا تو اس کے لئے اتنا ہی گناہ ہے جتنا اس کی گمراہی کی پیروی کرنے والے کے لئے ہے،اس کے گناہ میں سے ذرہ برابر کمی نہیں کی جائے گی۔

بالخصوص الیاس قادری اور بالعموم ان کے ماننے والے تمام لوگوں کو میرا یہ پیغام ہے کہ امت کو گمراہ کرنے سے باز آجائیں،دین کے نام پر جہالت،توحید کی جگہ شرک،سنت کی جگہ بدعت اور حقیقت کی جگہ مصنوعی خواب وخیال بیان کرنا چھوڑدیں۔اللہ کے سامنے ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے۔آج لوگوں میں رسوا ہو جانے میں کوئی بات نہیں لیکن کل کی رسوائی بہت ذلت آمیز ہے۔اس وقت کوئی پیر طریقت کام نہیں آئے گا۔اگر کام آئے گا تو اعمال صالحہ۔اگر روپیہ پیسہ ہی کمانا ہے تو اسلام کو رسوا وبدنام کرکے کیوں ؟ قبروں کی تجارت چھوڑیں ہزاروں راستے ہیں جن سے بآسانی پیسہ کمایا جاسکتا ہے مگر پیسہ ہی زندگی کا مقصد ٹھہرا ہے۔دنیا کی چمک دمک بہت تھوڑے دنوں کی ہے پھر وہی قبر کا اندھیرا اور اس کے بعد کی سختیاں ہیں۔اس لئے دنیا کی بجائے آخرت کی فکر کریں اور اپنی اصلاح کے ساتھ لوگوں میں آپ حضرات نے جو غلط عقائد و نظریات پھیلائے ہیں ان کی بیخ کنی کریں۔عقیدہ توحید ٹھیک کریں،جب تک عقائد میں اختلاف رہے گا مسلمان ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے چاہے لاکھ کوشش کرلیں۔

ساتھ ساتھ میں اللہ تعالی سے بالخصوص الیاس قادری کی ہدایت کے لئے دعا کرتا ہوں جس طرح اللہ کے رسول ﷺ نے دعا کی۔

اللَّهمَّ أعزَّ الإسلامَ بأحبِّ هذينِ الرَّجُلَيْنِ إليكَ بأبي جَهْلٍ أو بعُمرَ بنِ الخطَّابِ قالَ: وَكانَ أحبَّهما إليهِ عمرُ(صحيح الترمذي:3681)

اے اللہ ! ان دونوں یعنی ابو جہل اور عمر بن خطاب میں سے جو تجھے محبوب ہو اس کے ذریعہ اسلام کو طاقت و قوت عطا فرما، آپ ﷺ نے فرمایا: تو ان دونوں میں سے عمر اللہ کے محبوب نکلے۔

BACK

تبلیغی جماعت اور مساجد

مساجد روئے زمین پر اللہ کے گھر ہیں جن میں خالص اس خالق ومالک کی عبادت کی جاتی ہے جس نے ہمیں محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالی نے تین مقامات پر (سورہ بقرۃ:114، سورہ توبہ:17اور سورہ توبہ :18) مساجد اللہ اور ایک جگہ (سورہ جن:18) المساجد للہ یعنی مساجد اللہ کے لئے ہیں ذکر کیا ہے۔ روئے زمین پر یہ واحد اللہ کا گھر ہے جو آسمان والوں کو ستاروں کی طرح چمکتا نظر آتا ہے۔ طبرانی نے المعجم الکبیر میں ایک روایت نقل کی ہے۔

عن ابنِ عبَّاسٍ قالَ المساجدُ بيوتُ اللَّهِ في الأرضِ تضيءُ لأهلِ السَّماءِ كما تضيءُ نجومُ السَّماءِ لأهلِ الأرضِ(رواه الطبراني)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مساجد روئے زمین پر اللہ کے گھر ہیں جو آسمان والوں (فرشتوں) کو اس طرح چمکتی نظر آتی ہیں جس طرح زمین والوں کو آسمان کے ستارے چمکتے نظر آتے ہیں۔

☆ہیثمی نے اس کے رجال کو ثقہ کہا ہے۔(مجمع الزوائد:2/10)

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی کو پورے روئے زمین پر سب سے زیادہ پسندیدہ یہی اپنے گھر مساجد ہیں۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

أحبُّ البلادِ إلى اللهِ مساجدُها . وأبغضُ البلادِ إلى اللهِ أسواقُها(صحيح مسلم:671)

ترجمہ: اللہ تعالی کو شہروں میں سب سے زیادہ محبوب جگہیں مساجد ہیں اور شہروں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ جگہیں بازار ہیں۔

مساجد اللہ کے گھر ہونے کی وجہ سے ان کا احترام وتقدس بھی بہت ہے۔ مساجد میں دنیاوی باتیں کرنا، شوروغل مچانا، گم شدہ چیز کا اعلان کرنا، خرید وفروخت کرنا، بلاضرورت فضول آواز بلند کرنا، بلا مقصد شعر گوئی کرنا، مسجد میں دوڑ کر آنا، اسے گزرگاہ بنانا حتی کہ لہسن پیاز کی بو لیکر آنا بھی منع ہے، کسی نمازی کو ادنی سے تکلیف پہنچانا بھی منع کیا گیا ہے۔ نیز اللہ

کا گھر تعمیر کرنا بڑے اجر کا کام ہے، اس پہ نبی ﷺ نے اپنی امت کو ابھارا ہے اور مسجد کی تعمیر کرنے والوں کے لئے جنت میں ایک محل کی بشارت سنائی ہے۔

مذکورہ بالا تمام باتوں کو اپنے ذہن میں رکھیں اور اب مزید دو باتوں کی جانکاری حاصل کریں کہ جو مساجد اللہ کے گھر ہیں اور روئے زمین پر اللہ کو سب سے زیادہ پیارے ہیں ان کو آباد کرنے والے، ان کی تعمیر کرنے والے کون لوگ ہیں اور وہ کون لوگ ہیں جو اللہ کے محبوب گھر کو مسمار کرتے ہیں، ان کی کیا سزا ہے؟ آیئے جانتے ہیں قرآن کی روشنی میں،،،،

(1) اللہ کے محبوب گھروں (مساجد) کو آباد کرنے والے: اللہ کا فرمان ہے:

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ ۖ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَن يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ (التوبة:18)

ترجمہ: اللہ کی مسجدوں کی رونق و آبادی تو ان کے حصے میں ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں نمازوں کے پابند ہوں زکٰوۃ دیتے ہوں، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں تو قع ہے کہ یہی لوگ یقیناً ہدایت یافتہ ہیں۔

اس آیت کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور نماز وروزہ کی پابندی نہیں کرتے اور نہ ہی اللہ سے ڈرتے ہیں وہ نہ تو مساجد آباد کرنے والے ہیں اور نہ ہی ہدایت یافتہ ہیں۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ جو مساجد آباد نہیں ویران کرتے ہیں، یا انہیں توڑتے ہیں وہ لوگ بھی نہ ہدایت یافتہ ہیں، نہ ایمان والے ہیں اور نہ عمل صالح والے۔

(2) اللہ کے محبوب گھروں (مساجد) کو مسمار کرنے والے: اللہ کا فرمان ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَن يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا ۚ أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَن يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (البقرة:114)

ترجمہ: اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کئے جانے کو روکے ان کی بربادی کی کوشش کرے ایسے لوگوں کو خوف کھاتے ہوئے ہی اس میں جانا چاہیے ان کے لئے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے۔

یہ آیت ہمیں بتلاتی ہے کہ جو اللہ کے گھر میں لوگوں کو نماز پڑھنے اور ذکر قرآن وحدیث کرنے سے روکتے ہیں وہ ظالم ہیں بلکہ بڑے ظالم ہیں جو مساجد برباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور انہیں منہدم کرتے ہیں، یہ اتنا بھیانک اور عظیم جرم ہے کہ اللہ نے ایسے بدبختوں کے لئے دنیا سے ہی سزا شروع کردی ہے۔ آخرت میں دردناک عذاب تو ہے ہی۔

یہ مساجد اللہ کے گھر ہیں، ہمیں ان کی تعمیر کرنے میں، انہیں آباد کرنے میں اور ان میں اللہ کا ذکر بلند کرنے میں زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہئے مگر روئے زمین پر ایک ایسی بھی جماعت ہے جو تبلیغی جماعت سے موسوم ہے۔ یہ جماعت نہ صرف مساجد میں اہل حدیث کو درس قرآن اور درس حدیث دینے سے روکتی ہے بلکہ ان میں نماز ادا کرنے سے بھی روکتی ہے۔ اس جماعت کی پوری تاریخ میں اہل حدیث مساجد، اہل حدیث ائمہ اور اہل حدیث عوام کو گزند پہنچانا لکھا ہے۔ اخبار اہل حدیث امرتسر یکم جولائی 1932ء کا ایک پیج کسی بھائی نے سوشل میڈیا پر شیئر کیا ہے اس میں لکھا ہے کہ دشمنوں کے بھڑکاوے میں آکر احناف نے اہل حدیث امام ومقتدیوں پر حملہ کرکے انہیں بے تحاشا زدوکوب کیا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ اہل حدیث نے بالکل مقابلہ نہ کیا۔ اہل حدیث کے نزدیک مسجد کا تقدس دیکھیں کہ انہوں نے مقدس جگہ پر ظالموں کو کچھ نہ کہا بلکہ مسجد کا احترام کیا اور دوسری طرف احناف نے نہ مسجد دیکھی، نہ نمازی کا خیال کیا اور نہ ہی اللہ کے گھر میں امامت کرنے والے امام صاحب کا پاس ولحاظ کیا۔

تبلیغی جماعت، وہ جماعت ہے جس پر دنیا بھر کی مسجد کا بڑا احسان ہے، اس جماعت کے پاس نہ کوئی آفس ہے، نہ کوئی مطبخ ہے، نہ سونے کا انتظام ہے اور نہ ہی تبلیغی اڈے ہیں۔ یہی مسجد ان کا گھر ہے، اسی میں کھانا پکاتے ہیں، اسی میں ڈکار لے کر کھاتے پیتے ہیں اور کھا کر یہیں پیر پسار پسار کر خراٹے لیتے ہیں۔ اٹھتے ہیں اسی کے حمام میں غسل اور استنجا کرتے ہیں۔ یہیں چلہ کشی ہوتی ہے، یہیں سے گشت ترتیت دئے جاتے ہیں، گاؤں کے پاک وناپاک سارے افراد کو زبردستی پکڑ پکڑ کر یہیں جمع کیا جاتا ہے، دراصل یہ جہال کی جماعت ہوتی ہے، ان میں سے کوئی ان جاہلوں کو دین سکھاتا ہے۔ چند گشتوں اور دو چار چلوں سے یہ بڑے فقیہ ومفتی بن جاتے ہیں، جو ان کی طرح چلہ کشی نہ کرے، ان کے خلاف تبلیغیوں کو بھڑکاتے ہیں، یہاں تک کہ جہاں جہاں ان کا گزر ہوتا ہے وہاں کے اہل حدیث عوام پر اپنی نفرت ظاہر کرتے ہیں، کہیں پر خوب ستاتے ہیں، بریلویوں کے طرح کڑوی کسیلی باتیں سناتے ہیں اور بات بات پر وہابی کا طعنہ دیتے ہیں جبکہ اہل حدیث ان تمام مرحلوں میں صبر سے کام لیتے ہیں اور اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کردیتے ہیں۔

یہ لوگ اللہ کے گھر پر بھی قبضہ کرتے پھرتے ہیں، اہل حدیث اتنے شریف ہوتے ہیں کہ اپنی مساجد میں تبلغیوں کو پناہ دیتے ہیں اور یہ چلہ کش اتنے ظالم ہوتے ہیں کہ مساجد پر قبضہ ہی شروع کر دیتے ہیں۔ ہندوستان میں کتنی جگھوں پر ان بہروپیوں نے اہل حدیث مساجد پر قبضہ کرنے کی ناپاک کوشش کی۔

15/ ستمبر 2018 کا ہفتہ تاریخ میں نہ بھولنے والا دن ہے جب اندھیرے میں اللہ سے بے خوف ہو کر آندھرا پردیش کے ضلع چتور کے ایک گاؤں پلمنیر میں رات کے تین بجے تبلیغی جماعت کے غنڈے، دہشت گرد مبلغین نے اہل حدیث کی مسجد گرادی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وہ مسجد جس نے انہیں پالا، پوسا، جوان کیا، دنیا میں وجود باقی رکھنے کا سہارا دیا، اس کا سہارا لیکر نگر نگر اور ڈگر ڈگر کی خاک چھانا، اسی کے سہارے جیتا رہا، اسی کے سہارے اپنے چھ نمبری کام کرتا رہا۔ اسی کے رحم وکرم پر عام لوگوں کو حنفی بناتا رہا اور اپنی تعداد بڑھاتا رہا۔ آج اتنے سارے احسان کا بدلہ مسجد منہدم کر کے دیا۔

اس المناک حادثے پر غیر مسلم کا بابری مسجد منہدم کرنا کوئی تعجب خیز امر معلوم نہیں ہورہا ہے، ایک کافر کو اللہ کے گھر کی عظمت کا کیا احساس مگر خود کو تبلیغ کے اصل ٹھیکیدار کہنے والے اور مسجدوں کو بڑی تعداد میں آباد کرنے پر گھمنڈ کرنے والے جب ابرہہ کے شرمناک فعل جیسا گھناؤنا فعل انجام دینے لگیں تو پھر تعجب نہیں ان کے ایمان میں شبہ لگ رہا ہے۔ اور پھر یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت 114 میں ظالم سے مراد اسی قسم کے تبلیغی غنڈے ہیں جو بظاہر نماز کی دعوت دیتے ہیں، مسجدوں کو آباد کرتے نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں ان کے دل میں ایمان نہیں ہے، یہ اللہ سے اور آخرت میں اس کی پکڑ سے بھی بے خوف ہیں۔ ایسے لوگ دنیا میں بھی رسوا کن ذلت کے مستحق ہیں اور آخرت میں بھی دردناک عذاب سے دوچار کئے جائیں گے۔

اس موقع سے ہندوستان کے دو اہم احناف کے تدریسی ادارے دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں سے مخاطب ہوں۔ تعلیمی ادارہ آپ کے پاس ہے، قرآن وحدیث کی جس انداز میں بھی تعلیم دیتے ہیں مجھے اس پہ کوئی سوال نہیں ہے مگر انہدام مسجد کا واقعہ آپ کی نظر میں کیسا ہے اور جن ظالموں نے ایسا کیا ہے ان پر کیا حکم عائد ہوتا ہے؟ میں نے قرآن کے حوالے سے اپنا نظریہ بیان کر دیا ہے مجھے آپ کے دارالعلوم کا علوم سے بھرا ہوا فتوی چاہئے۔

ان دوواداروں کے علاوہ حنفی تحریکات میں صرف مسلم پرسنل لابورڈ کے حنفی ذمہ دار سے میرا سوال ہے کہ اس بورڈ کے اہم ایشوز میں بابری مسجد کیس بھی ہے۔ آپ نے اس مسجد کی تعمیر نو کے لئے قابل قدر جتن کیا ہے، آج آپ کی تبلیغی جماعت کے دعاۃ و مبلغین نے اللہ کے گھر کو مسمار کیا ہے، آپ کو اس کا بخوبی علم ہوگا مگر ابھی تک آپ کی خاموشی نہ صرف بورڈ پہ سوالیہ نشان ہے بلکہ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔آپ سے مسجد بنوانے کی اپیل نہیں کروں گا، یہ اللہ کا گھر ہے، اللہ جس سے چاہتا ہے اپنا گھر بنوالیتا ہے۔آپ خاموش کیوں ہیں؟اس انہدام پہ آپ کی زبان مبارک سے آپ کا نظریہ جاننا چاہتے ہیں اور بس۔

اہل حدیث عوام آندھرا پردیش کے لوگوں سے میری گزارش ہے کہ جس طرح ہم پہلے صبر کے پیکر تھے آج بھی اس طرہ امتیاز کا اظہار کریں، اس حادثہ کی وجہ سے کہیں پر اشتعال انگیزی نہ کریں، ویسے بھی ملکی حالات ہمیں کسی قسم کے مظاہرے اور انتشار کی اجازت نہیں دیتے۔ البتہ یہ وقت تبلیغی جماعت کی شر انگیزی عیاں کرنے کا ہے۔انہدام مسجد سے بڑھ کر میری نظر میں اور کوئی شر انگیزی نہیں ہوسکتی۔ ہم اپنے زبان و قلم سے پرامن طریقے پر تبلیغی جماعت کی شر انگیزی بیان کریں اور اپنی عوام کو بالخصوص ان کے شر سے محفوظ رہنے کی تاکید کریں۔ اللہ ہمارا حامی وناصر ہو ۔

BACK

مصیبت یا فتنے سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا

یہ فتنے کا زمانہ ہے، مصائب ومشکلات بھی عام ہیں۔ ویسے کوئی زمانہ فتنہ، مصیبت، تکلیف، آفت اور مشکل سے خالی نہیں رہا مگر زمانے کے حالات ہمیشہ بدلتے رہے ہیں۔ یہ دور واقعی پر فتن اور ایمان آزما ہے۔ اس وقت ایمان والوں کو جہاں فتنوں سے نبرد آزمائی مشکل ہے وہیں برائیوں بچنا بہت دشوار ہو رہا ہے۔ کہیں کہیں مسلمانوں کو دین اسلام کی بعض تعلیمات پہ چلنا آگ کے انگاروں پہ چلنے جیسا ہے۔

ایسے عالم میں بعض غیور قسم کے مسلمان مرد وخاتون سوال اٹھاتے ہیں کہ اگر ہم مصائب ومشکلات اور زمانے کے شر وفتن کا سامنا نہ کر سکیں تو کیا موت کا راستہ اختیار کر سکتے ہیں یا کم از کم موت کی تمنا کر سکتے ہیں؟

اسلام نے زندگی کا جو قانون دیا ہے اس کے دامن میں امن وسکون اور راحت واطمینان ہے۔ اس سے تجاوز کرنا شریعت الٰہیہ سے بغاوت ورو گردانی کے ساتھ فتنہ وفساد کا راستہ ہے۔

اسلام نے ہمارے لئے شر وفتن، مصائب ومشکلات اور رنج والم کا معقول حل پیش کیا ہے اس لئے اللہ کے بندے کو کبھی بھی زمانے کے کسی قسم کے حالات سے خوف نہیں کھانا چاہئے۔

ان حالات سے متعلق اسلام کے چند اصول:

(1) سب سے پہلے ایک مسلمان کسی بھی مصیبت کو تقدیر کا حصہ سمجھے اور کاتب تقدیر کے اس فیصلے پہ راضی ہو کر اپنے اعمال کا محاسبہ کرے کیونکہ کبھی مصیبت آزمائش کے لئے ہوتی ہے تو کبھی مصیبت بداعمالی کی وجہ سے۔ اگر اس نے خطا کی ہے تو رب العالمین سے معافی مانگے مصیبت دور ہو جائے گی۔

(2) فتنہ کسی برائی سے شدید تر ہوتا ہے، اس کی تاب لانا سب کے بس میں نہیں ہوتا۔ اس مرحلے میں ایمان کا اصل امتحان شروع ہوتا ہے۔ اس لئے مومن کو فتنے کے زمانے میں صبر سے کام لینا ہے اور راہ ایمان پہ جمے رہنا ہے کیونکہ فتنے کے زمانے میں دین پہ عمل کرنے کا ثواب پچاس صحابی عمل کے برابر ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

(إِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامًا الصَّبْرُ فِيهِنَّ مِثْلُ الْقَبْضِ عَلَى الْجَمْرِ ، لِلْعَامِلِ فِيهِنَّ مِثْلُ أَجْرِ خَمْسِينَ رَجُلًا يَعْمَلُونَ مِثْلَ عَمَلِكُمْ ، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَزَادَنِي غَيْرُ عُتْبَةَ : قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَجْرُ خَمْسِينَ مِنَّا أَوْ مِنْهُمْ ؟! قَالَ بَلْ أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْكُمْ)(سنن الترمذي :3058)

ترجمہ: تمہارے بعد ایام صبر ہونگے اس دور میں صبر کرنا ایسے ہی ہوگا جیسے انگارہ پکڑنا۔ان (لوگوں کی موجودگی) میں عامل کے لئے پچاس آدمیوں کے عمل کے مطابق اجر ہوگا جو اس کے عمل کی طرح کرتے ہونگے انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ان میں سے (اُس دور کے) پچاس آدمیوں کا اجر۔آپؐ نے فرمایا: تم میں سے پچاس آدمیوں کا اجر (یعنی پچاس صحابہ کرام کے عمل کے برابر اجر ہوگا)۔

حکم:اس حدیث پہ کلام ہے مگر کثرت طرق کی وجہ سے قابل احتجاج ہے۔(دیکھیں:السلسلہ الصحیحۃ:494)

(3)موت کا ایک وقت متعین وہ کسی کے مانگنے سے نہیں آتی پھر بھی اسلام نے لوگوں پہ واضح کردیا کہ موت کی کوئی تمنا نہ کرے۔اس کہ وجہ بھی بتلادی گئی کہ نیک ہوگا تو مزید نیکی کا موقع ملے گا اور بد ہوگا تو توبہ کا موقع میسر ہوگا۔

لا يتمنَّى أحدُكمُ الموتَ، إما محسِنًا فلعلَّه يَزداد، وإما مُسيئًا فلعلَّه يَستَعتِبُ(صحيح البخاري:7235)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص تم میں سے موت کی آرزو نہ کرے۔اگر وہ نیک ہے تو ممکن ہے نیکی میں اور زیادہ ہو اور اگر برا ہے تو ممکن ہے اس سے توبہ کرلے۔

(4)اسلام نے حفظان صحت پہ خاصا دھیان دیا ہے اور اپنے ماننے والے کو صحت کا خیال کرنے اور خود کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع کیا ہے۔فرمان ربانی ہے: وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرة:195)

ترجمہ: اور اپنے ہاتھ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔

موت کی تمنا کرنا، خودکشی کرنا یا موت کے لئے کوئی بھی راستہ اختیار کرنا اسلام کے حفظان صحت کے خلاف ہے۔

(5)ہاں ایک صورت ہے کہ اگر فتنہ شدید ترین ہو، اس کی تاب لانا جوئے شیر لانے کے مترادف ہو یعنی جان کے لالے پڑ گئے ہوں تو اس وقت موت کی دعا کرسکتے ہیں جیسا کہ حدیث میں فتنے کے وقت کی دعا آئی ہے:

وإذا أردتَ فتنةً في قومٍ فتوفَّني غيرَ مفتونٍ(صحيح الترمذي:3235)

ترجمہ: اے اللہ اگر تو قوم کو فتنہ میں مبتلا کرے تو مجھے بغیر آزمائے ہوئے وفات دیدے۔

صحیحین کی ایک روایت میں ہے:

لا تقومُ الساعةُ حتى يمرَّ الرجلُ بقبرِ الرجلِ فيقول : يا ليْتَنِي مكانَه(بخاری :7115 ومسلم:157)

ترجمہ: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ آدمی، قبر کے پاس سے نہ گذرے اور کہے: اے کاش میں اس کی جگہ ہوتا۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ خروج دجال کے وقت ایک شخص کسی قبر پر گذرے گا اور فتن و زلزلے دیکھ کر کہے گا "یالیتنی مکانہ "(اے کاش میں اس کی جگہ ہوتا)۔

فتنے کے وقت موت کی دعا کرنے کے لئے اسلامی رو سے چند ہدایات ہیں۔

(الف) فتنے سے گھبرا کر موت کا راستہ اختیار کرنا خودکشی ہے اور اسلام میں خودکشی حرام ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

مَن قتل نفسه بشيء في الدنيا عذب به يوم القيامة (رواه البخاري :5700 ومسلم: 110) .

ترجمہ: جس نے دنیا میں اپنے آپ کو کسی چیز سے قتل کیا اسے قیامت کے روز اسی کا عذاب دیا جائیگا۔

(ب) موت کی تمنا اور آرزو بھی نہ کرے کیونکہ موت کا وقت متعین ہے وہ وقت پہ ہی آئے گی۔ اللہ کا فرمان ہے:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ (اعراف:34)

ترجمہ: ہر گروہ کے لئے ایک متعین مدت کی زندگی ہے جب اسکا متعینہ وقت آجاتا ہے تو ایک لمحہ وہ وقت پیچھے ہوتا ہے نہ آگے۔

(ج) اس طرح کی شدت فتن کی تاب نہ لاکر صرف موت کی دعا کرسکتے ہیں جو متعدد آیات و صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔

فتنے کے وقت موت کے لئے مختلف دعائیں:

(1) ساحرین فرعون کی دعا: رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ (اعراف:126)

(2)یوسف علیہ السلام کی دعا:فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ (يوسف:101)

(3)اللَّهمَّ أحيني ما كانتِ الحياةُ خيرًا لي ، وتوفَّني إذا كانتِ الوفاةُ خيرًا لي(صحيح البخاري:6351)

(4)وإذا أردتَ فتنةً في قومٍ فتوفَّني غيرَ مفتونٍ(صحيح الترمذي:3235)

(5)حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا:اللهمَّ ارزقْنِي شهادَةً في سبيلِكَ ، واجعلْ موتِي في بلَدِ رسولِكَ صلى اللهُ عليهِ وسلَّمَ .

(6) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعا:اللهم خذني إليك، فقد سئمتهم وسئموني(رواه عبد الرزاق في المصنف:18670وابن أبي شيبة في المصنف :38255) واسناده صحيح

(7)امام بخاریؒ کی دعاجب امیر خراسان سے جھگڑا پیش آیا:اللهم توفني إليك (تفسیرابن کثیر)

BACK

ہندوستانی مسلمان اور غیر مسلم تہوار دیوالی کی مٹھائی

دنیا میں اسلام کے علاوہ بہت سے مذاہب ہیں اور اسلام سمیت تمام مذاہب میں مذہبی تہوار منایا جاتا ہے، شاید ہی ایسی کوئی قوم یا ایسا کوئی مذہب ہے جس میں تہوار نہ منایا جاتا ہو۔ اپنے اپنے رنگ ڈھنگ میں سبھی قوم تہوار مناتی ہے۔ ہندوستان میں دیوالی کے موقع پر مٹھائی کھانے کھلانے کی رسم بہت مشہور ہے ۔ ویسے ہندوستان کثیر الادیان، کثیر اللسان اور کثیر الاقوام ہے۔ یہاں مختلف قسم کی بولیاں بولنے والے، مختلف قسم کی تہذیب ماننے والے اور مختلف قسم کے ادیان وملل پر چلنے والے لوگ پائے جاتے ہیں۔ صرف مسلمانوں میں یہاں کئی فرقے ہیں اور ان میں مسلکی اختلاف اس قدر شدید ہے کہ اتنی شدت شاید پوری دنیا کے مسلمانوں میں کہیں نہیں پائی جاتی۔ مسلمانوں کے باہمی تنازعات کا یہ حال ہے تو پھر مختلف ادیان کے درمیان کیسا معاملہ ہوگا سمجھ سکتے ہیں۔ صرف ہندو قوم کی شدت منافرت اور اسلام کے تئیں بغض وعناد کی مثال دینا چاہتا ہوں کہ یہاں مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر میں بے شمار علماء، خطباء اور واعظین ہیں ۔ اپنے اپنے مسلک ومذہب کی ترویج واشاعت میں رات دن کوشاں ہیں ، بڑے بڑے اجتماعات، کانفرنسیں، سیمنار، تبلیغی دورے اور گشت وچلہ کشی ہوتی رہتی ہیں مگر کسی میں کیا مجال کہ ہندؤں میں بھی تبلیغ کرسکے ؟الا ماشاءاللہ

اہل حدیث جماعت میں ایک شیر دل مرد آہن ڈاکٹر ذاکر نائک پیدا ہوا جنھوں نے پورے ہندوستان کی ہندو قوم کو اپنے پر رونق اسٹیج سے للکارا، ہزاروں کو حلقہ بگوش اسلام بھی کیا مگر ہند کی اکثریتی قوم ہندو اپنی کافرانہ طاقت کے بل بوتے ان کے سامنے بند باندھنے اور انہیں دعوت اسلام سے روکنے میں کامیاب ہوگئے، ان کے عالمی دعوتی ادارے پر پابندی عائد کردی گئی۔ مجھے حیرت دعوت حق کی روک اور ڈاکٹر صاحب کی بندش پہ کم اور مسلکی بغض وعناد میں ڈوبے عیار ومکار علماء سوء پر زیادہ ہے جن میں سے بہت سے کھلے اور بہت سے درپردہ اپنے ہی دین اسلام کی اشاعت روکنے میں شازشیں رچتے رہے اور بالآخر دیار ہند میں غیر مسلموں میں تیزی پھیل رہی دعوت اسلام پہ بندش لگوانے میں کامیاب ہوگئے۔ کل قیامت میں اللہ تعالی کو ایسے علماء کیا جواب دیں گے ؟

ہندوستان میں اس وقت اسلام اور مسلمانوں کے حالات خراب سے خراب تر ہورہے ہیں، گائے حلال ہے مگر ذبح نہیں کر سکتے، قربانی نہیں دے سکتے، حالات کا تقاضہ ہے کہ جس طرح اللہ نے تبلیغ میں حکمت وبصیرت کو مد نظر رکھنے کا حکم دیا ہے یہاں رہنے سہنے میں بھی مومنانہ فراست، حکیمانہ طور طریق اور بصیرت اندوز بودوباش اختیار کی جائے۔ ہندوستانی علماء کے سامنے مسلم عوام دیوالی کے موقع سے عام طور پر سوال کرتے ہیں کہ کفار کی دیوالی پہ ہم ان کی پیش کی ہوئی مٹھائی کھا سکتے ہیں کہ نہیں؟۔اس سوال کے جواب میں بعض علماء ان کی مٹھائی کھانے سے سخت انداز میں منع کرتے ہیں اور بعض کے یہاں حکمت وبصیرت کے مد نظر کھانے کا حکم ملتا ہے۔ذیل میں اسی مسئلہ کی مختصر وضاحت مقصود ہے۔

غیر مسلم سے اس کے تہوار پہ ہدیہ قبول کرنے سے متعلق علماء کے دو نظریے سامنے آتے ہیں۔

(1)ایک نظریہ تو یہ ہے کہ اس کی طرف سے ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس موقع سے ہدیہ قبول کرنا اس کے تہوار میں تعاون ہوگا۔

(2)دوسرے نظریہ کے حساب سے کفار کی طرف سے ان کی عید کی مناسبت سے ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔

پہلے نظریہ کے حاملین عمومی دلائل پیش کرتے ہیں جن میں کفر وشرک پر تعاون پیش کرنے کی ممانعت آئی ہے۔

یہ اپنی جگہ مبنی بر حقیقت ہے کہ کفار اپنے تہوار پہ اکثر غیر اللہ کی عبادت بجالاتے ہیں، ہم مسلمانوں کو ان کے کسی ایسے تہوار پر تعاون نہیں پیش کرنا چاہئے جس میں غیر اللہ کی عبادت کی جاتی ہے۔ساتھ ہی یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بطور پڑوسی اور میل جول کی وجہ سے اگر کوئی ایسا ہدیہ پیش کرے جو غیر اللہ پہ نہ چڑھایا گیا ہو اور نہ ہی وہ ہدیہ شرعا حرام ہو تو اس کے قبول کرنے میں میری نظر سے کوئی قباحت نہیں ہے۔یہ احسان وسلوک کے درجہ میں ہوگا۔اور اس کا حکم عام ہدیہ کی طرح ہوگا جس کی قبولیت کا ثبوت ملتا ہے البتہ جو مٹھائیاں مسلمانوں کی تضحیک ورسوائی، ان کو نیچا دکھانے، یا کسی طرح اپنی برتری ثابت کرنے کے لئے تقسیم کرے تو اسے قبول نہیں جائے، اس میں سراسر اسلام اور مسلمانوں کی توہین ہے مثلا

☆راستے میں تہوار کی نسبت سے تقسیم ہونے والی مٹھائی قبول نہ کی جائے۔

☆ محفل قائم کرکے مسلمانوں کے نام پر یا عام محفل میں تقسیم ہونے والی مٹھائی اور ہدیے قبول نہ کئے جائیں۔

☆بلا پہچان گھر آنے والی مٹھائی بھی تسلیم نہ کی جائے۔

☆اسلام اور مسلمانوں کو برا بھلا کہنے والے کافر سے بھی مٹھائی قبول نہ جائے اور نہ ہی اس سے کسی قسم کا رشتہ رکھا جائے۔

☆ہندوں کے ساتھ بیٹھ کر ایک جگہ مسلمانوں کو مٹھائی نہیں کھانی چاہئے۔

☆جو اہانت و حقارت سے مٹھائی پیش کرے اس کی مٹھائی بھی قبول نہ کی جائے۔

ان باتوں کو دھیان میں رکھتے ہوئے یہ جانیں کہ اسلام امن و سلامتی اور الفت و محبت کا درس دیتا ہے اپنے اسی خوبی سے دنیا میں پھیلا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسلام غیر مسلموں کے ساتھ نرمی برتنے،احسان وسلوک کرنے اور خاص طور سے اسلام کی طرف مائل لوگوں کی تالیف قلب کرنے کا حکم دیا ہے۔زکوۃ کا ایک مصرف ایسے ہی قسم کے لوگ ہیں ۔اللہ تعالی غیر مسلموں سے احسان کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے:

لا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ(الممتحنه: 8)

ترجمہ:اللہ تعالی تمہیں ان لوگوں کیساتھ نیکی اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے دین کی وجہ سے تم سے لڑائی نہیں کی،اور تمہیں تمہارے گھروں سے بے دخل نہیں کیا،بیشک اللہ تعالی انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

تمام کافروں کے ساتھ یکساں سلوک نہیں کیا جائے گا۔وہ کافر جو بے ضرر ہوں، یا اسلام کی طرف مائل ہوں ، یا مسلمانوں کی مدد کرنے والے ہوں ایسے لوگ ہمارے احسان کے مستحق ہیں۔

بعض کافروں نے عہد رسالت میں بھی اسلام اور مسلمانوں کا ساتھ دیا،تاریخ اٹھا کر دیکھیں، شعب ابی طالب کا تین سال کا ظالمانہ محاصرہ بعض کافروں کی مدد سے ختم ہوا۔

اسی طرح اسیران بدر سے متعلق نبی ﷺ کا فرمان ہے:

لو كان الْمُطْعَمُ بنُ عَدَيٍّ حيًّا ، ثم كلَّمَني في هؤلاء النُّتْنَى لتركْتُهم له.(صحيح البخاري:4024)

ترجمہ:اگر مطعم بن عدی آج زندہ ہوتا اور مجھ سے ان گندے قیدیوں کو رہا کرنے کی درخواست کرتا تو میں انہیں اس کی خاطر رہا کر دیتا۔

مطعم بن عدی مشرک تھا لیکن اس نے رسول اللہ ﷺ کی اس وقت مدد کی تھی جب آپ طائف سے زخمی حالت میں واپس تشریف لائے۔اس نے آپ ﷺ کو اپنی پناہ میں لیکر مکہ میں داخل کیا۔آپ ﷺ نے اس کے احسان کا بدلہ اتارنے کے لئے یہ الفاظ ادا فرمائے تھے۔

آج بھی ایسے کفار ہر جگہ موجود ہیں جو مسلمانوں کے لئے نفع بخش ہیں،ہندوستان میں اکثر مسلمان ظلم کے شکار ہیں اور دردر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں، ان میں سے بعض مسلمانوں کو کافروں کی امداد مل جاتی ہے جبکہ مسلمان وکلاء، مسلمان وزراء اور مسلمان امراء ورؤساء ہاتھ پہ ہاتھ دھرے رہتے ہیں۔

اس قسم کے اچھے لوگ کافر ہونے کے باوجود مسلمان کا درد محسوس کرتے ہیں اور انہیں ظلم سے نجات کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔اس بات کو وہ مسلمان جس کو کسی کافر نے مدد کی ہو اچھی طرح محسوس کر سکتے ہیں۔

ہندوستان والوں کو یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ یہاں ہندؤں کی اکثریت کی بنا پر مسلمانوں کے ہزاروں قسم کے دنیاوی معاملات ہندؤں سے وابستہ ہیں، بلکہ کثیر تعداد میں مسلمانوں کے دوست واحباب ہندو ہیں۔کافروں سے قلبی دوستی اسلام میں جائز نہیں ہے لیکن دینی غرض سے کافروں سے تعلق رکھنا جائز ہے۔ ان سے ملنے جلنے اور معاملات کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ایسے ماحول میں کافروں سے سارے معاملات کرنا اور خوشی کے موقع پر اپنے ملاقاتی جو اسلام اور مسلمانوں کی قدر کرتا ہو بلکہ مسلمانوں کا تعاون کرنے والا ہو تحفہ قبول نہ کرنا اس کے دل میں اسلام کے تئیں تنافر پیدا کر سکتا ہے اور یہ اسلام کے حسن سلوک اور تالیف قلب کے خلاف ہے۔ہم سبھی جانتے ہیں کہ ہندوستان میں غیر مسلموں کو دین کی دعوت دینا کتنا دشوار ہے، عید کا موقع ایک سنہرا موقع ہے جب ہم مائل بہ دین اسلام اور معاون ہندؤں سے حسن سلوک کے ساتھ کچھ کہہ سنا سکتے ہیں۔ساتھ ہی اوپر مذکور میرے چند موانع کو بھی ذہن میں رکھنا چاہئے۔میں سرے سے کفار کے تہوار پہ مٹھائی اور ہدیہ تسلیم کرنے کا قائل نہیں ہوں تاہم سرے سے انکار بھی نہیں کر سکتا۔جیسے ہم مسلمان اپنی عید وبقر عید پہ کافروں کو تحائف دے سکتے ہیں بلکہ قربانی کا گوشت دے سکتے ہیں اسی طرح کافر پڑوسی، میل جول والا، معاملات والا، احسان وسلوک والا، اسلام کی طرف رغبت رکھنے والا، مسلمانوں کا تعاون کرنے والا، اچھے اخلاق والا جسے اسلام کی دعوت دی جاسکے وغیرہ سے ان کے تہوار دوالی پہ مٹھائی یا وہ تحفہ اور کھانا قبول کر سکتے ہیں جو اسلام میں اصلا حلال ہو۔

ساتھ ہی یہ بات بھی واضح رہے کہ کفار کے تہوار پہ مبارک باد دینا جائز نہیں ہے،ان کے تہوار پہ خود تحفہ دینا جائز نہیں ہے،ان کے تہوار میں کسی کفر وشرک والے کام پر تعاون کرنا جائز نہیں ہے اور ان کے تہوار میں استعمال ہونے والی مخصوص مذہبی اشیاء کی تجارت جائز نہیں ہے۔

بعض علماء نے بھی تہوار پہ غیر مسلم سے ہدیہ قبول کرنے کی بات کی ہے جن شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بھی ہیں۔
ان کے علاوہ امام احمد بن حنبل اور سعودی عرب کے مشہور عالم شیخ محمد بن صالح المنجد کی یہی رائے ہے۔

BACK

علمائے اہل حدیث پاکستان کی خدمات قابل تحسین

دین اسلام بالکل صاف شفاف ہے ، اس کی تعلیمات روشن، اس کے احکام واضح ، اس کے اصول و نظریات صاف ستھرے اور اس کی بنیاد وعقائد ٹھوس و مضبوط دلائل پر استوار ہیں مگر سدا سے اسلام دشمن طاقتین اسے مشکوک کرنے کی کوشش میں لگی رہیں۔ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ غیر تو غیر ہے ان سے کیا امید وفا ہو اپنوں نے اسلام کا چولا پہن کر اسلام اور مسلمانوں کو جس قدر لوٹا بیان کئے جانے کے قابل نہیں ہے۔ خود پہ اہل سنت کا لیبل لگانے والے صوفیوں نے کوئی ایسی بدعت نہیں چھوڑی جسے اسلام میں نہ رواج دیا ہو بلکہ شرک تک کا دروازہ کھول دیا اور ڈھٹائی سے شرک وبدعت کی راہ پر گامزن ہیں، بزعم خویش انہیں اپنے ہر شرک اور ہر بدعت پہ اسلام سے دلیل مل جاتی ہے جس سے اپنی عوام کو بہلائے پھسلائے ہوئے ہیں اور اپنی سنی (دل ودماغ سے سن) جماعت میں حصار باندھے ہوئے ہیں کہ اپنی جماعت کے ماسوادیگر جماعتوں سے سلام و نکاح جائز نہیں ہے۔ اللہ کا فضل ہے ایسے حصار سے ہی لوگ نکل نکل کر بڑی تعداد میں صحیح اسلام اور صحیح منہج کی طرف آرہے ہیں۔ مجھے سعودی عرب میں سالوں کام کرتے اس کا بیحد تجربہ ہوا۔

مجھے جس قدر غیروں کی ناشائستہ حرکتوں پہ جتنا افسوس نہیں ہے اس سے زیادہ کہیں اپنے کہلائے جانے والے ان زبانی کلمہ گو کی حرکتوں اور اسلام کے نام پر بازی گری پر تعجب وافسوس ہے۔ یہ لوگ نبی ﷺ کے عہد کی تمدنی ومعاشرتی چیزوں پر عمل کرکے لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں کہ اصل سنت کی پیروی کرنے والے ہم ہیں جبکہ ہر زمانے میں تمدن وحضارت بدلتی رہتی ہے۔ مثلا نبی ﷺ کے زمانے میں مٹی کے برتن میں پانی پیا جاتا تھا آج اگر کوئی مٹی کے برتن میں پانی پیئے اور کہے کہ صرف ہم ہی اس سنت کو زندہ کررہے ہیں باقی لوگ نہیں تو یہ کج فہمی ہے، کوئی عمامہ لگاکر کہے ہم ہی اصل سنت کی پیروی کرنے والے ہیں جیسے کہ الیاس عطار قادری اور ان کا ہمنوا تو کہ یہ کرشمہ رہا ہے۔ یہ اس وقت کی تہذیب وثقافت تھی جسے اس وقت کے مسلمان وکافر سب استعمال کرتے تھے۔ اسلام کی اصل دین جو توحید وعبادت اور تخلیق انسانی کا مقصد ہے یعنی عبادت صرف اللہ کی جائے، اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں کیا جائے اور عبادت کا طریقہ صرف محمد ﷺ کا ہی اختیار کیا جائے اس میں یہ لوگ بالکل صفر ہیں۔ اللہ کی عبادت میں غیر اللہ کو شریک کرتے ہیں ۔ مزار کو سجدہ، غیر اللہ سے امداد، دعا میں اموات کا وسیلہ ، غیر اللہ کے لئے

نذر و نیاز وغیرہ شرک اکبر کے مرتکب ہیں اور سنت کی جگہ بدعات و خرافات انجام دینا ان کی امتیازی شان و پہچان ہے۔

جیسے مجھے ہندوستان کے علمائے اہل حدیث کی خدمات پہ فخر ہے ویسے ہی پاکستان کے علمائے اہل حدیث کی خدمات پہ بھی بڑا ناز ہے جنہوں نے صوفیت وشیعیت اور رافضیت وخارجیت کے سدباب میں نمایاں کردار ادا کیا اور پاکستان سمیت دیگر ممالک میں منہج اہل حدیث کا تعارف کروایا۔اس وقت بھی پنجاب، لاہور، فیصل آباد اور ملتان وغیرہ میں دعوتی سرگرمیاں عام ہیں۔ان صوبوں اور دیگر اضلاع کی باوقار شخصیات مثلا شیخ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ ، شیخ قاری صہیب احمد میر محمدی حفظہ اللہ، شیخ حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ، شیخ رفیق طاہر حفظہ اللہ، شیخ الحدیث محدث عصر ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ ، پروفیسر سید طالب الرحمن حفظہ اللہ ، شیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ ، پروفیسر سینیٹر ساجد میر حفظہ اللہ، ڈاکٹر حافظ عبدالکریم حفظہ اللہ، شیخ حافظ محمد عمر صدیق حفظہ اللہ، شیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ، شیخ عبدالسلام بن محمد بھٹوی حفظہ اللہ، حافظ سعید حفظہ اللہ وغیرہ بہت سے جلیل القدر اسمائے گرامی ہیں،اللہ تعالی ان سے زیادہ سے زیادہ دین کی خدمت لے۔ میں شیخ عبدالمالک مجاہد حفظہ اللہ کا بھی بہت ہی قدردان ہوں کہ انہوں نے سلفی کتب کی اشاعت کرکے پوری دنیا میں سلفی منہج کو عام کرنے کی قابل قدر کوشش کی،ان مطبوعات سے فیضیاب ہونے والوں کا ثمرہ آپ کو بھی سدا ملتا رہے گا۔ان شاءاللہ

میرے ہر دلعزیز ساتھی اور دعوتی میدان میں متعاون خاص شیخ افتخار احمد سلفی ابھی پاکستان کے دورے پر ہیں،انہوں نے مجھ سے تفصیل سے پاکستان کے علمائے اہل حدیث کی حالیہ سرگرمیوں اور خدمات کا ذکر کیا۔کئی صوبے جات اور اضلاع کا انہوں نے دعوتی دورہ کیا۔الحمدللہ موصوف دعوت سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں اور علمائے اہل حدیث کے بہت ہی قدرداں اور بیحد ثناخواں ہیں۔ میں جو سوشل میڈیا پر کچھ دعوتی کام کررہا ہوں یہ دراصل صوفی ٹولہ کی کرم فرمائی ہے ، جب میں نے لوگوں میں خاص طور سے فیس بوک اور واٹس ایپ پر صوفیت ، رضاخوانیت، مریدیت، قبوریت، بریلویت اور شرک وبدعت پھیلتے دیکھا اور سیدھے سادے لوگوں کو کشمکش کا شکار ہوتے دیکھا بلکہ کتنوں کو گھڑی ہوئی اور خودساختہ روایات وخرافات پہ یقین کرتے دیکھا تو اس وجہ سے مجھے اندر سے احساس ہوا کہ اپنی بساط بھر سوشل میڈیا پہ لوگوں کی رہنمائی کرنی چاہئے، کم ازکم اپنے حلقہ میں جو لوگ ہیں ان کی رہنمائی تو ہوسکے گی۔اسی احساس

کے تناظر میں کچھ لکھتا رہا ہوں اور ان شاءاللہ وقت نکال کر کچھ نہ کچھ لکھتا رہوں گا،اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت سوشل میڈیا سے جڑی ہے یہاں ایک تحریر یا تقریر لاکھوں اور کڑوروں میں پھیل جاتی ہے۔ اگر میری ان کاوشوں سے کسی کا کچھ بھلا ہورہا ہے تو یہ اللہ کی توفیق ومہربانی ہے اور اس کے بعد مخلص احباب جماعت کی میرے لئے پر خلوص دعائیں ہیں۔ برادرم شیخ افتخار احمد سلفی نے مجھ تک بہت سے علماء ومشائخ کے سلام پہنچائے ، اللہ تعالی ان سارے پیکر خلوص علماء کو دین ودنیا کی ہر بھلائی نصیب کرے۔بطور خاص شیخ عبیدالرحمن محمدی مدنی صاحب، شیخ ثناء اللہ مدنی صاحب، محترم عبدالرحمن صاحب، ڈاکٹر عتیق الرحمن صاحب، شیخ الحدیث محمدامین صاحب، محترم عمراثری صاحب، شیخ نصیر احمد عثمانی صاحب، شیخ اشرف سلفی صاحب، شیخ علم الدین صاحب، مولانایوسف پسروری صاحب، شیخ ابراہیم محمدی صاحب، شیخ عبدالعزیز مدنی صاحب، ڈاکٹر عبیدالرحمن صاحب ، قاری عامر صاحب، قاری محمد رفیق صاحب، شیخ الحدیث محمدایوب مدنی صاحب جامعہ محمدیہ اور فیصل آباد کے دیگر احباب کا بیحد مشکور وممنون ہوں اور اللہ عزوجل سے آپ تمام لوگوں کے لئے صحت وسلامتی اور آخرت میں جنت الفردوس میں ایک جگہ جمع ہونے کی دعا کرتاہوں۔

میں سعودی عرب کے تاریخی شہر وادی طائف میں بحیثیت داعی و مبلغ دعوتی فریضہ انجام دے رہاہوں، یہاں پاکستانی کمیونیٹی کی اکثریت ہے ان لوگوں کی رہنمائی میں جہاں یہاں کے دعوتی مراکز کا ہاتھ ہے وہیں گاہے بگاہے عمرہ اور سعودی عرب آنے والے پاکستان کے معروف ومشہور علماء وخطباء کا بھی بڑا کردار رہاہے۔میرے علم کی حدتک قاری عبدالرحیم کلیم صاحب، قاری خالد مجاہد صاحب، شیر پنجاب مولانا منظور صاحب، مولانا یوسف پسروری صاحب، شاعر اسلام مولانا منظور صاحب، مفتی کفایت اللہ شاکر صاحب، عبدالرحمن شاہین صاحب، شاعر اسلام عبدالوہاب صدیقی صاحب، قاری محمد حنیف ربانی صاحب، جاوید اقبال سیالکوٹی صاحب، طارق محمود یزدانی صاحب، ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب ،عبدالغفار آف ڈسکہ صاحب، حافظ سلمان اعظم صاحب وغیرہ تشریف لاچکے ہیں اور اپنے علم سے طائف کی سرزمین کو فیضیاب کرچکے ہیں۔ایک سال پہلے میں نے حافظ ابتسام الہی ظہیر صاحب کو خطبہ جمعہ کی دعوت دی تھی ان کے خطبہ میں لوگوں کا بڑا ہجوم تھا۔اسی طرح دوسالوں سے شیخ توصیف الرحمن راشدی کو اپنے دعوتی مرکز کے پلیٹ فارم سے سالانہ کانفرنس میں بلاتا رہاہوں، حسن اتفاق گزشتہ سال کانفرنس کے موقع سے شیخ طیب الرحمن زیدی صاحب

سعودی عرب میں موجود تھے انہیں بھی شریک ہونے کا موقع مل گیا ، توحید کے موضوع پہ آپ کے ایمان افروز اور ولولہ انگیز خطاب نے سامعین کو مسحور کر دیا۔ ابھی جلد ہی کراچی سے انڈورائیڈ اپلیکیش (اسلام 360) کے ذمہ دار زاہد حسین چھیپا صاحب کو بلایا تھا۔ ان کی اس بہترین کارکردگی پر جو طلباء، علماء اور عوام سبھی کے لئے مفید ہے تہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

پاکستان کے سلفی نوجوان بھی دعوتی، علمی اور جماعتی سرگرمیوں میں پیش پیش ہیں، عوامی اٹیج سے لیکر سوشل میڈیا اور عرب جامعات ودعوتی مراکز تک یہ نوجوان علمی بحث ومناظرے اور دعوت اہل حدیث میں سرگرداں وکوشاں ہیں۔ اردو مجلس فورم، محدث فورم اور اس کے دیگر ویب یعنی محدث فتوی، محدث لائبریر، محدث میگزین، حدیث پروجیکٹ قابل تحسین علمی کارنامہ ہے جہاں سے دنیا کے کونے سے اردو جاننے والے حضرات ان فورمز اور ویبس سے مستفید ہورہے ہیں۔ ان کے ذمہ داران اور منتظمین کے لئے دنیا وآخرت میں خیر وبھلائی کے لئے اللہ سے دعا گوہوں۔

[BACK](#)

جن کا انسانی بدن میں داخل ہونا

جن وشیاطین انسان کو طرح طرح سے ستاتے اور انہیں تکلیف دیتے ہیں۔ مثلا لوگوں کو خوف وہراس کا شکار بنانا، نفسیاتی اور اعصابی امراض (پاگل پن، غم، قلق، بے چینی، مرگی ووسوسے وغیرہ) میں مبتلا کرنا، نگاہ اچک لینا، وہم میں مبتلا کرنا، دو آدمیوں کے درمیان تفریق پیدا کردینا، بعض جنسی اور بعض نسوانی امراض کا مریض بنانا، جانی اور مالی نقصان پہنچانا وغیرہ وغیرہ۔ ان کے علاوہ بے شمار امراض ہیں جن کے ذریعہ شیطان اولاد آدم کو تکلیف دیتا ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے:

ثُمَّ لآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَآئِلِهِمْ وَلاَ تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ(سوره الاعراف آیه:17)

ترجمہ: پھر ان کے پاس ان کے آگے ان کے پیچھے ان کے دائیں اور ان کے بائیں سے آؤں گا اور تو اکثر کو ان میں سے شکر گزار نہیں پائے گا۔

مذکورہ بالا جنی تکالیف کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ جنات انسانوں کو دو طرح سے تکلیف دیتے ہیں۔

(1) اس کے جسم سے باہر رہتے ہوئے۔

(2) اس کے جسم میں داخل ہو کر۔

پہلی قسم کی ہزاروں مثالیں ہیں، اس سے صرف نظر کرتے ہوئے دوسری قسم پر نظر ڈالتے ہیں جو ہمارا موضوع ہے۔

جنات کا انسانی بدن میں داخل ہونا:

یہ بات دلائل کی روشنی میں اظہر من الشمس ہے کہ جن انسان کے بدن میں داخل ہوتا ہے۔ اسے عربی میں "الصرع "یعنی آسیب لگنا، سحر لگنا کہتے ہیں اور اس آسیب زدہ شخص کو "المصروع" (پچھاڑا ہوا) کہتے ہیں۔

مصروع کی وضاحت: جب انسانی عقل میں خلل واقع ہو اور اسے یہ شعور باقی نہ رہے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے یا ابھی کیا کہا ہے اور آئندہ کیا کہے گا۔ یعنی اس کے اقوال کے مابین کوئی ربط نہ ہو یا اس کا حافظہ باقی نہ رہا ہو، یا عقل میں خلل کے باعث

اس کی حرکات وتصرفات میں خبطی پن پایا جائے، یا اس میں سیدھے قدم رکھنے کی قدرت موجود نہ رہے یا اس کے جسم کا توازن ختم ہو گیا ہو۔(عالم الجن فی ضوء الکتاب والسنہ)

اردو میں اسے ہم آسیب زدہ یا سحر زدہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

انسان کو جن لگنے کی قرآنی دلیل:

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ (سورة البقرة : 275)

ترجمہ: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ نہ کھڑے ہوں گے مگر اس طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی بنا دے۔

اس آیت میں صریح دلیل ہے کہ شیطان انسان کے بدن میں داخل ہو کر اسے خبط الحواس بنا دیتا ہے ۔آیئے چند مشاہر علماء ومفسرین کی طرف رجوع کرتے ہیں جن سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ جن انسان کے بدن میں واقعتاداخل ہو جاتا ہے۔

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سود خور کو روز قیامت اس مجنوں کی طرح اٹھایا جائے گا جس کا گلا گھونٹا جا رہا ہو۔(ابن ابی حاتم)

عوف بن مالک، سعید بن جبیر، سدی، ربیع بن انس، قتادہ اور مقاتل بن حیان سے اسی طرح مروی ہے۔(تفصیل کے لئے دیکھیں تفسیر قرطبیؒ)

(2)امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: اس آیت میں ان لوگوں کے خلاف دلیل ہے جو جنات کے لگنے کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس فعل کا تعلق طبیعت سے ہے، نیز شیطان انسان کے اندر نہ تو داخل ہو سکتا ہے، نہ لگ سکتا ہے۔(تفسیر قرطبیؒ 255/3)

(3)حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: آیت کریمہ (الذین یاکلون الربا،،،،) کا مطلب یہ ہے کہ سود خور اس طرح کھڑے ہوں گے جس طرح وہ مریض کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان لگا ہو اور اسے خبطی بنا دیا ہو، یعنی وہ عجیب وغریب حالت میں کھڑا ہوتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر 326/1)

(4)امام طبریؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ سود کھانے والے اس طرح حواس باختہ ہو کر اٹھیں گے جس طرح دنیا میں وہ شخص تھا جسے شیطان نے آسیب میں مبتلا کر کے مجنوں بنا دیا ہو۔

(5)امام آلوسی فرماتے ہیں: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ اس طرح کھڑے ہوں گے جس طرح دنیا میں جن زدہ شخص کھڑا ہوتا ہے۔

لفظ "تخبط" تفعل کے وزن پر فعل (یعنی خبط) کے معنی میں ہے۔اور اس کی اصل مختلف انداز کی مسلسل ضرب ہے۔ اور ارشاد الٰہی (من المس) کا مطلب جنون اور پاگل پن ہے۔ کہا جاتا ہے "مس الرجل فھو ممسوس" یعنی وہ پاگل ہو گیا، اور مس کا اصل معنی ہاتھ سے چھونا ہے۔(تفسیر قرطبی)

(6)امام شوکانیؒ نے فتح القدیر میں لکھا ہے: یہ آیت ان لوگوں کے خلاف دلیل ہے جنھوں نے جن چڑھنے کا انکار کیا اور گمان کیا کہ اس فعل کا تعلق طبیعت سے ہے۔

(7) ابوالحسن اشعری نے اپنی کتاب "مقالات اہل السنہ والجماعہ" میں ذکر کیا ہے: وہ کہتے ہیں کہ جن مصروع (آسیب زدہ) کے بدن میں داخل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ (سورة البقرة : 275)

ترجمہ: سود خور لوگ نہ کھڑے ہوں گے مگر اس طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی بنا دے۔

(مجموع الفتاوی 12/19)

(8) امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں: اللہ کا قول "کالذی یتخبطہ الشیطان من المس" میں مصروع میں شیطان کی تاثیر کا ذکر ہے اور یہ چھونے سے ہوتا ہے۔

(9) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: جن کا انسان کے بدن میں داخل ہونا بھی اہل سنت و جماعت کے اتفاق سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ (سورة البقرة : 275)

ترجمہ: سود خور لوگ نہ کھڑے ہوں گے مگر اس طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی بنا دے۔

اور نبی ﷺ کی حدیث سے صحیح ثابت ہے۔"شیطان اولاد آدم کے رگ وپے میں خون کی جگہ دوڑتا ہے۔(مجموع الفتاوی 276/24)

اسی لئے شیخ الاسلامؒ فرماتے ہیں ہیں: ائمہ مسلمین میں کوئی ایسا نہیں جو مرگی والے انسان میں داخل ہونے کا انکار کرتا ہو۔اور جس نے اس کا انکار کیا اور یہ دعوی کیا کہ شریعت بھی اس کو جھٹلاتی ہے،اس نے شرع پر جھوٹ بولا،اور شرعی دلائل میں کوئی ایسی دلیل نہیں جو اس کی نفی کرتی ہو۔(مجموع الفتاوی 277/24)

جن لگنے کے دلائل احادیث سے:

(1) ان الشيطان يجرى من ابن آدم مجرم الدم (صحيح بخارى ح 2175)

ترجمہ: شیطان ابن آدم میں اس طرح گردش کرتا ہے جس طرح خون۔

☆اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ شیطان انسان کے خون میں گردش کرتا ہے اور خون بدن کے اندر رہتا ہے اسی لئے ابن حجر ہیثمیؒ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے جو شیطان کے انسانی بدن میں دخول کا انکار کرتے ہیں۔

☆امام نوویؒ شرح مسلم میں لکھتے ہیں کہ قاضی وغیرہ نے کہا یہ اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے۔اللہ تعالی نے شیطان کو قوت وطاقت دی ہے جس سے انسان کے اندر خون کے راستے سے داخل ہو سکتا ہے۔

(2) عن عثمان بن ابي العاص ، قال: لما استعملني رسول الله صلى الله عليه وسلم على الطائف ، جعل يعرض لي شيء في صلاتي حتى ما ادري ما اصلي ، فلما رايت ذلك رحلت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فقال:"ابن ابي العاص"، قلت: نعم يا رسول الله ، قال:"ما جاء بك"، قلت: يا رسول الله ، عرض لي شيء في صلواتي حتى ما ادري ما اصلي ، قال:"ذاك الشيطان ادنه"، فدنوت منه ، فجلست على صدور قدمي ، قال: فضرب صدري بيده ، وتفل في فمي ، وقال:"اخرج عدو الله"، ففعل ذلك ثلاث مرات ثم قال:"الحق بعملك"، قال: فقال عثمان: فلعمري ما احسبه خالطني بعد.(صحيح ابن ماجة ح 2858)

ترجمہ: عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا عامل مقرر کیا، تو مجھے نماز میں کچھ ادھر ادھر کا خیال آنے لگا یہاں تک کہ مجھے یہ یاد نہیں رہتا کہ میں کیا پڑھتا ہوں،جب میں نے یہ

حالت دیکھی تو میں سفر کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا، تو آپ نے فرمایا: ''کیا ابن ابی العاص ہو''؟ میں نے کہا: جی ہاں، اللہ کے رسول! آپ نے سوال کیا: ''تم یہاں کیوں آئے ہو''؟ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھے نماز میں طرح طرح کے خیالات آتے ہیں یہاں تک کہ مجھے یہ بھی خبر نہیں رہتی کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ شیطان ہے، تم میرے قریب آؤ، میں آپ کے قریب ہوا، اور اپنے پاؤں کی انگلیوں پر دو زانو بیٹھ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ سے میرا سینہ تھپتھپایا اور اپنے منہ کا لعاب میرے منہ میں ڈالا، اور (شیطان کو مخاطب کر کے) فرمایا: «اخرج عدو اللہ» ''اللہ کے دشمن! نکل جا'' یہ عمل آپ نے تین بار کیا، اس کے بعد مجھ سے فرمایا: ''اپنے کام پر جاؤ'' عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: قسم سے! مجھے نہیں معلوم کہ پھر کبھی شیطان میرے قریب پھٹکا ہو۔

☆اس حدیث میں دلیل ہے کہ صحابی رسول کے بدن میں شیطان داخل ہو گیا تھا، اسی وجہ سے نبی ﷺ نے اس شیطان کو اندر سے نکلنے کا حکم دیا۔ اگر شیطان اندر نہیں ہوتا تو نکلنے کا حکم دینا لغو اور عبث ٹھہرتا۔ اور ہمارے نبی ﷺ نے کبھی کوئی لغو بات نہیں کی۔

☆علامہ البانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صریح دلیل ہے کہ کبھی شیطان انسان کی شکل اختیار کرتا ہے اور اس میں داخل ہو جاتا ہے، گرچہ مومن اور صالح آدمی ہی کیوں نہ ہو۔ (دیکھیں: سلسلہ الاحادیث الصحیحہ 2918)

(3) عن يعلى بن مرة رضى الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : أنه أتته إمرأة بإبن لها قد أصابه لمم- اى طرف من الجنون , فقال النبي صلى الله عليه وسلم: "أخرج عدو الله أنا رسول الله". قال فبرأفاهدت له كبشين و شيئا من إقط و سمن فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يايعلي خذ الإقط والسمن و خذ أحد الكبشين ورد عليها الآخر(سلسلة الأحاديث الصحيحة (874/1

ترجمہ: یعلی بن مرہ سے روایت ہے کہ کہ نبی ﷺ کے پاس ایک عورت اپنے بچے کے ساتھ آئی جسے جنون ہو گیا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "اے اللہ کے دشمن نکل جاؤ، میں اللہ کا رسول ہوں"۔ وہ کہتے ہیں کہ بچہ ٹھیک ہو گیا تو اس

عورت نے آپ کو دو مینڈھا، کچھ دودھ اور گھی ہدیہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے یعلی دودھ، گھی اور ایک مینڈھا لے لو اور ایک مینڈھا اسے واپس کر دو۔

☆ یہ حدیث بہت سارے طرق سے مروی ہے۔

☆اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے شیطان کو مخاطب کیا جو بچہ میں داخل ہو کر اس کی عقل میں فتور پیدا کر دیا تھا جب شیطان کو نبی ﷺ نے رسول ہونے کا واسطہ دے کر بچے کے اندر سے نکلنے کا حکم دیا تو بچہ درست ہو گیا۔

(4) عن عم خارجة بن الصلت التميمي - رضي الله عنه - : (أنه أتي رسول الله صلى الله عليه وسلم فأسلم ، ثم أقبل راجعا من عنده ، فمر على قوم عندهم رجل مجنون موثق بالحديد ، فقال أهله : إنا حدثنا أن صاحبكم هذا ، قد جاء بخير ، فهل عندك شيء تداويه ؟ فرقيته بفاتحة الكتاب ، فبرأ ، فأعطوني مائة شاة ، فأتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فأخبرته ، فقال : (هل إلا هذا) وقال مسدد في موضع آخر : (هل قلت غير هذا) ؟ قلت : لا ! قال : (خذها ، فلعمري لمن أكل برقية باطل ، لقد أكلت برقية حق)(السلسلة الصحيحة – 2027)

ترجمہ: خارجہ بن صلت تمیمی رضی اللہ عنہ کے چچا سے مروی ہے: وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا۔ پھر آپ ﷺ کے پاس سے واپس لوٹ گئے۔ ان کا گذر ایک قوم کے پاس سے ہوا جن کے پاس ایک آدمی جنوں کی وجہ سے لوہے سے بندھا تھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ بتلایا گیا ہے کہ تمہارے ساتھی (نبی ﷺ) نے بھلائی لایا ہے۔ تو کیا آپ کے پاس کچھ ہے جس کے ذریعہ آپ اس کا علاج کر سکیں؟ تو میں نے اس پر سورہ فاتحہ کے ذریعہ دم کر دیا۔ پس ٹھیک ہو گیا تو انہوں نے مجھے ایک سو بکریاں دی۔ میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو خبر دی۔ پس آپ نے کہا: کیا یہی تھا۔ مسدد نے کہا دوسری جگہ ہے: کیا اس کے علاوہ بھی پڑھا تھا؟ تو میں نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: اسے لے لو۔ میری عمر کی قسم! جس نے باطل دم کے ذریعہ کھایا (اس کا بوجھ اور گناہ اس پر ہے)، تو نے تو صحیح دم کے ذریعہ کھایا (تم پر کوئی گناہ نہیں)۔

☆ یہاں ایک آدمی کا ذکر ہے جسے جنون ہو گیا تھا جو آسیب (جن سوار ہونے) کی وجہ سے تھا۔ جب اس پر فاتحہ کے ذریعہ دم کیا گیا تو درست ہو گیا۔

(5) اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَدْمِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ التَّرَدِّي، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْغَرَقِ، وَالْحَرَقِ، وَالْهَرَمِ، وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ يَتَخَبَّطَنِيَ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ، وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أَمُوتَ فِي سَبِيلِكَ مُدْبِرًا، وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أَمُوتَ لَدِيغًا۔(صحيح سنن أبي داود، 5/ 275و صححه الألباني في صحيح النسائي، 1123/3،)

ترجمہ: اے اللہ میں گرنے، ڈوبنے، جلنے، بڑھاپے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔اور تیری پناہ مانگتا ہوں کہ مجھے شیطان موت کے وقت خبطی نہ بنادے، اور تیری پناہ طلب کرتا ہوں کہ راہ جہاد سے پیٹھ پھیرتے ہوئے مارا جاؤں، اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ ڈسنے سے مارا جاؤں۔

* ابن اثیر کہتے ہیں کہ " وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ يَتَخَبَّطَنِيَ الشَّيْطَانُ" یعنی شیطان مجھے پچھاڑدے اور میرے ساتھ کھیلے ۔ (النہایة فی غریب الحدیث 8/2)

☆ مناوی نے اپنی کتاب فیض (ج2ص148) میں عبارت کی شرح میں کہا ہے (اور میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ شیطان مجھے موت کے وقت خبطی کردے) کہ وہ مجھ سے چمٹ جائے اور میرے ساتھ کھیلنا شروع کردے اور میرے دین یا عقل میں فساد برپا کردے۔(موت کے وقت) یعنی نزع کے وقت جس وقت پاؤں ڈگمگا جاتے اور عقلیں کام کرنا چھوڑ دیتی اور حواس جواب دے جاتے ہیں۔اور بعض اوقات شیطان انسان پر دنیا کو چھوڑتے وقت غلبہ پالیتا ہے تو اسے گمراہ کردیتا یا پھر اسے توبہ سے روک دیتا ہے۔۔۔) الخ

(6) عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ الْجُنُونِ، وَالْجُذَامِ، وَالْبَرَصِ، وَسَيِّئِ الأَسْقَامِ" (صحيح ابو داؤد)

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے: "اے اللہ! جنون (پاگل پن)، جذام، برص اور برے امراض سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

☆امام قرطبیؒ کہتے ہیں: کہ مس ہی جنون ہے۔(الجامع لاحکام القرآن 230/3)

(7) عن أبي سعيد - رضي الله عنه - قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :(إذا تثاءب أحدكم فليضع يده على فيه ، فإن الشيطان يدخل مع التثاؤب) (صحيح أبو داوود 1375 و صحيح الجامع 426)

ترجمہ: ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو جماہی آئے تو اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لیا کرو کیونکہ شیطان جماہی کے ساتھ اندر داخل ہو جاتا ہے۔

☆حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس کے تحت لکھا ہے کہ یہاں دخول حقیقی معنی پر محمول ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ دخول سے تمکن مراد ہو۔(فتح الباری 628/10)

(8) عن عطاء بن رباح قال : قال لي ابن عباس - رضي الله عنه – : (ألا أريك امرأة من أهل الجنة ؟ قلت : بلى ، قال هذه المرأة السوداء أتت النبي صلى الله عليه وسلم فقالت : إني أصرع وإني أتكشف فادع الله لي ، قال : إن شئت صبرت ولك الجنة ، وإن شئت دعوت الله أن يعافيك ؟ فقالت : أصبر ، فقالت : إني أتكشف فادع الله لي أن لا أتكشف ، فدعا لها) (صحيح البخاري ح 5652)

ترجمہ: عطاء بن رباح سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا، مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں تم کو جنت کی ایک عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں۔ تو انہوں نے کہا، یہ کالی عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور کہی: میں پچھاڑ دی جاتی ہوں اور میں ننگی ہو جاتی ہوں پس آپ میرے لئے اللہ سے دعا کر دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم صبر کرو گی تو تمہارے لئے جنت ہے، اور اگر تم چاہوں میں اللہ سے دعا کر دوں تاکہ ٹھیک ہو جاؤ؟ تو اس عورت نے کہا: میں صبر کروں گی، کہی: میں ننگی ہو جاتی ہوں میرے لئے اللہ سے دعا کیجئے تاکہ ننگی نہ ہو سکوں، تو نبی ﷺ نے اس کے لئے دعا کی۔

☆اس حدیث میں صراع کا لفظ ہے جو آسیب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

☆ بعض روایات میں ذکر ہے عورت کہتی ہے میں خبیث سے ڈرتی ہوں اور خبیث کی صراحت شیطان ملتی ہے۔(فتح الباری 115/10)

☆ابن عبد البرؒ نے الاستیعاب میں اور ابن الاثیرؒ نے اسد الغابہ میں ام زفر کی سوانح میں لکھا ہے کہ یہ وہی عورت ہے جسے جن نے چھوا تھا۔

☆ابن القیمؒ نے لکھا ہے یہ کالی عورت خبیث روح کی جانب سے پچھاڑی گئی تھی۔

☆اس حدیث میں عورت کے اندر جن کے دخول کا واضح ثبوت موجود ہے۔

جن لگنے کی عقلی دلیل:

(1) شیخ محمد حامد کہتے ہیں: جب جنات لطیف اجسام ہیں تو انسان کے جسم میں ان کا جاری و ساری ہونا عقلا و شرعا محال نہیں، کیونکہ باریک چیز موٹی چیز کے اندر سرایت کر جاتی ہے مثلا ہوا ہمارے جسم میں داخل ہو جاتی ہے، آگ انگارے میں گھس جاتی ہے اور بجلی تار کے اندر چلی جاتی ہے۔(بحوالہ جادو اور آسیب کا کامیاب علاج ص 50)

(2) ایک جگہ غازی عزیر صاحب لکھتے ہیں: چونکہ یہ مخلوق جسم لطیف کی مالک ہیں لہذا ہم مادی طور پر نہ انہیں دیکھ پاتے ہیں اور نہ ہی محسوس کر پاتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جنات اور شیاطین انسانوں کے بدن میں داخل ہو کر بالکل جذب ہو جاتے ہیں۔ اس بات کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ جس طرح جلتے ہوئے کوئلہ میں آگ، یا گیلی ریت، یا کپڑے میں، یا بجلی کے تاروں، یا مقناطیس میں برقی، اور مقناطیسی لہریں، یا دودھ میں پانی، یا پانی میں نمک اور شکر، یا ہوا میں خوشبو اور بدبو وغیرہ مکمل طور پر جذب ہو جاتی ہے اسی طرح جن اور شیاطین بھی انسان کے جسم میں داخل ہو کر جذب ہو جاتے ہیں۔(جادو کی حقیقت کتاب وسنت کی روشنی میں از غازی عزیر ص 165)

تجرباتی اور مشاہداتی دنیا:

اس شق کی اگر وضاحت کی جائے تو ایک بڑی ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی۔ دنیا کے چپے چپے میں جن کا انسانوں میں داخل ہو کر کھلواڑ کرنے اور تکلیف دینے کا واقعہ پایا جاتا ہے۔ برصغیر میں تو اس کی انتہا ہے، یہاں شاید کوئی ایسا گاؤں یا شہر ہوگا جہاں آئے روز یہ واقعہ نہ رونما ہوتا ہو؟

اس کی وجہ سے گھر کے گھر تباہ ہوئے، کتنے افراد کی زندگیاں خاکستر ہو گئیں اور کتنے مصروع کو اللہ تعالی نے شفا بھی دی۔ میں نے اپنے ہی گھر میں اس کا تجربہ کیا، چار مہینے تک میرے گھر کے ایک فرد پر جن کا اثر رہا، میرا پورا گھرانہ پڑھا لکھا ہونے کے باوجود گھر کے سارے لوگ ہراساں و پریشان تھے اور زندگی دوبھر ہو گئی تھی۔ متواتر شرعی دم کرتے رہنے کی وجہ سے اللہ تعالی نے مریض کو شفا دی اور پھر گھر میں رونق بحال ہوئی۔

اللہ تعالی ہر کسی کو اس بلا سے محفوظ رکھے۔ آمین

آسیب کا علاج کرنا بھی اپنے سماج میں ایک پیشہ کی حیثیت اختیار کر لیا ہے، اس پر عاملین بے تحاشہ لوگوں کا مال لوٹتے ہیں۔ کچھ اللہ کے نیک اور مخلص بندے بھی ہیں جو بغیر اجرت طے کئے کتاب وسنت کی روشنی میں جن اتارنے کا علاج

کرتے ہیں۔اسلاف کرام سے بھی اس قسم کے بے شمار صحیح واقعات کتابوں میں مرقوم ہیں۔ان کے یہاں اس چیز کا بھی ذکر ملتا ہے کہ آسیب کا علاج کرتے وقت جن وشیاطین کو وعظ ونصیحت کرتے، اسلام کی دعوت دیتے، ظلم سے منع کرتے اور بھلائی کے ساتھ مریض کے بدن سے چلے جانے کا حکم دیتے۔

ابن القیمؒ نے زادالمعاد میں اپنے شیخ ابن تیمیہؒ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ جن سے مخاطب ہوتے،اس کو نصیحت کرتے اور ظلم کرنے سے منع کرتے -)" زاد المعاد" 68/4، 69(

بعض جن وعظ ونصیحت سے متاثر ہو کر اسلام بھی قبول کرلیتا ہے۔ شیخ ابن بازؒ کے ہاتھ پر ایک جن کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ ملتا ہے جو ایک لڑکی کے بدن میں داخل ہو گیا تھا،اس واقعہ کو شیخ محمد بن صالح المنجد نے ذکر کیا ہے۔

المہم ! میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں عام عاملین کی باتوں کی پرواہ کئے بغیر بعض جید اور زہد وورع والے علماء ومشائخ جنھوں نے انسانی بدن میں جن کے دخول،اس کا نکلنا یا نکالنا،بعض کا مسلمان ہو جانا لکھا ہے وہ حق بجانب ہیں اور ان کی باتیں کتاب وسنت کی روشنی میں صحیح ہیں۔

جن لگنے سے متعلق چند علماء کے بیانات وفتاوے

(1)عبداللہ بن امام احمد بن حنبلؒ بیان کرتے ہیں کہ "میں نے اپنے والد سے کہا،بہت سے لوگ ایسا کہتے ہیں کہ کوئی جن کسی مصروع (جس پر جن سوار ہو) کے بدن میں داخل نہیں ہو سکتا تو آپ نے فرمایا: اے بیٹے ! وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں،اصلا یہ شیطان ہی ہے جو ان کی زبان سے (یہ جھوٹ) بولتا ہے۔(مجموع الفتاوی 277/24،رسالۃ الجن 8/)

(2) شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فرمایا: انسان کے جسم میں جنات کا داخل ہونا باتفاق اہل سنت ثابت ہے اور یہ بات غور وفکر کرنے والے کے مشاہدے میں ہے۔ جن مریض کے جسم میں داخل ہوتا ہے اور ایسی بات بولتا ہے جسے مریض نہیں جانتا بلکہ اسے اس کے بولنے کا پتہ نہیں ہوتا۔(مختصر الفتاوی 584)

(3) حسن بصریؒ کا قول ہے: کہ اللہ تعالی جس پر چاہے انہیں مسلط کر دیتا ہے اور جس پر نہ چاہے اس پر مسلط نہیں کرتا اور وہ اللہ کے حکم کے بغیر کسی پر طاقت نہیں رکھتے۔

(4)ابن القیمؒ کہتے ہیں: جاہل، گھٹیا اور نچلے درجے کے اطباء اور زندیقیت پر یقین رکھنے والے، روحوں کے جنوں کا انکار کرتے ہیں اور اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ روحیں مجنوں کے جسم پر اثر انداز ہوسکتی ہیں اور ان کا یہ انکار جہالت کی وجہ سے ہے کیونکہ فن طب میں بھی اسکی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ہے اور پھر حس اور وجود اس کے شاہد عدل ہیں۔(زادالمعاد 67/4)

(5)ابوالحسن اشعریؒ کہتے ہیں کہ اہل السنہ والجماعہ کا کہنا ہے کہ جن مصروع(آسیب زدہ) کے بدن میں داخل ہوتا ہے۔

(6)علامہ محمود آلوسیؒ لکھتے ہیں: بعض اجسام میں ایک بدبو داخل ہوتی ہے۔اور اس کے مناسب ایک خبیث روح اس پر قابو پالیتی ہے اور انسان پر مکمل جنون طاری ہوجاتا ہے۔بسااوقات یہ بخارات انسان کے حواس پر غالب ہوکر حواس معطل کردیتے ہیں اور وہ خبیث روح انسان روح کے جسم پر تصرف کرتی ہے اواس کے اعضاء سے کلام کرتی ہے۔ چیزوں کو پکڑتی ہے اور دوڑتی ہے حالانکہ اس شخص کو بالکل پتہ نہیں چلتا اور یہ بات عام مشاہدات سے ہے جس کا انکار کوئی ضدی شخص ہی کرسکتا ہے۔(روح المعانی، ج ۳، ص 28)

(7) شیخ البانیؒ لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم جن کا انسان پر تسلط قائم کرنے کا انکار نہیں کرتے کیونکہ سنت سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے بعض ایسے لوگوں کا علاج کیا جن کو جن نے چھوا تھا۔(شریط:518)

(8) دائمی کمیٹی کے فتوی سے (انسانی جسم میں کسی جن کے داخل ہونے کے مسئلہ کے بارے میں بیان نمبر: 21518)"جن کے انسان میں داخل ہونے کے جواز پر شرعی دلائل اور علماء اہل سنت کے اجماع کا ہم نے جو ذکر کیا ہے اس سے قارئین پر اس کے انکار کرنے والوں کے اقوال کا غلط و باطل ہونا واضح ہوجاتا ہے "۔(علمی تحقیقات اور فتاوی جات کی دائمی کمیٹی)

(9) شیخ محمد بن صالح المنجد نے محمد حمود النجدی کے حوالے سے لکھا ہے: جن کا انسان کے بدن میں داخل ہونا یقینی طور پر کتاب وسنت اور بالاتفاق اہل وسنت والجماعت اور حسی اور مشاہداتی طور پر ثابت ہے اور اس معاملہ میں سوائے معتزلہ کے جنھوں نے اپنے عقلی دلائل کو کتاب وسنت پر مقدم کیا ہے کسی اور نے اختلاف نہیں کیا۔(الاسلام سوال وجواب فتوی نمبر 1819)

(10) شیخ ابو بکر الجزائری مدرس حرم نبوی نے ایک واقعہ ذکر کیا ہے۔ مختصرا عرض ہے کہ ان کی بڑی بہن سعدیہ ایک دن چھت سے زمین پر گر پڑی، جس جگہ گری تھی وہاں کوئی جن تھا۔اس سبب وہ جن اس پر سوار ہو کر طرح طرح سے اسے ستانے لگا۔ متعدد بار ان کی زبان سے صراحت کے ساتھ اس جن نے یہ بات کہلوائی کہ میں ایسا اس لئے کرتا ہوں کہ فلاں دن، فلاں جگہ اس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔ اذیت کا سلسلہ تقریبا دس سال تک چلتا رہا یہاں تک کہ اسی نتیجے میں ایک دن موت واقع ہوگئی۔(جادو کی حقیقت کتاب وسنت کی روشنی میں از غازی عزیر) اناللہ وانا الیہ راجعون

(11) شیخ ابن عثیمینؒ کا قول ہے: اور ایسے ہی بعض اوقات جن انسان کے بدن میں داخل ہو جاتا ہے یا تو عشق کی بنا پر یا پھر تکلیف دینے کے لئے یا کسی اور سبب کی بنا پر۔

اور اسی طرف اللہ تعالی کا یہ فرمان اشارہ کر رہا ہے۔

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ (سورة البقرة : 275)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو کہ سود خور ہیں کھڑے نہیں ہونگے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی بنادے۔

(مجموع فتاوی از ابن عثیمین 288/1)

(11) احمد رضاؒ بریلوی فتاوی افریقہ میں لکھتے ہیں کہ حاضرات (شریر جنات مختلف روپ میں آکر مسلمانوں کو ستاتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات تو انسانی جسم میں ظاہر ہو کر کسی بزرگ کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور پھر لوگوں کے سوالات کے الٹے سیدھے جوابات دیتے ہیں، بیماریوں کا علاج بتاتے ہیں وغیرہ۔ اسی کو فی زمانہ حاضری کا نام دیا جاتا ہے) کرکے موکلاں جن سے پوچھتے ہیں فلاں مقدمہ میں کیا ہوگا؟ فلاں کام کا انجام کیا ہوگا؟ یہ حرام ہے۔(تو اب جن غیب سے نرے جاہل ہیں ان سے آئندہ کی بات پوچھنی عقلاً حماقت اور شرعاً حرام اور ان (جنات) کی غیب دانی کا اعتقاد ہو تو کفر۔ (فتاویٰ افریقہ، ص 177)

مذکورہ کلام کی روشنی میں جن کا انسان کے بدن میں داخل ہونا واضح ہو جاتا ہے، ان سارے ناقابل تردید دلائل وحقائق کے بعد انکار کی جرات کرنا نری جہالت اور حماقت ہے، دراصل کتاب وسنت سے ثابت شدہ ایک واضح دینی امر کا کھلا

انکار کرنا ہے۔اور جو حق واضح ہو جانے کے باوجود عناد و تکبر میں پڑا رہے تو ایسے لوگوں کے لئے میری زبان حال و قال سے یہ دعا نکلتی ہے۔

اللهم اهد قومي فإنهم لا يعلمون

BACK

حرام خوری کی سزا

وہ مال جو ناجائز طریقے سے حاصل کیا گیا ہو مثلا سود، چوری، رشوت، خیانت، غصب، دھوکہ، ظلم اور حرام پیشے کے ذریعے سب حرام ہیں۔ ایسی کمائی اسلام میں سخت منع ہے، اور یہ گناہ کبیرہ ہے جو ان حرام کاری کے ذریعہ زندگی گذارتا ہے ان کے لئے دنیا و آخرت میں رسوا کن عذاب ہے۔

اس بات کا اندازہ ایک حدیث سے لگائیں:

عن ابن عُمر رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال:لا تزالُ المسألةُ بأحدكم حتى يلقى الله تعالى وليس في وجههِ مزعةُ لحمٍ۔ (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: تم میں سے ایک شخص مانگتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالی سے جاملتا ہے (قیامت میں اس حال میں آئے گا) کہ اس کے چہرے پر گوشت کا کوئی ٹکڑا نہیں ہوگا۔

جب بھیک مانگنے کی اتنی بڑی سزا ہے تو حرام خوری کرنے اور حرام کاری میں زندگی بسر کرنے کی کیا سزا ہوگی؟ اللہ تعالی ہمیں کسب حرام اور اکل حرام سے بچائے۔ آمین

(1) حرام خور کی سب سے بدترین سزا یہ ہے کہ وہ جنت سے محروم ہو جاتا ہے۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ ، النَّارُ أَوْلَى بِهِ(السلسله الصحيحة: 2609)

ترجمہ: "وہ گوشت جنت میں نہ جاسکے گا جس کی نشو نما حرام مال سے ہوئی ہو (اور ایسا حرام گوشت) دوزخ کا زیادہ مستحق ہے۔

☆ سحت: اس میں ہر وہ مال شامل ہے جو حرام طریقے سے کمایا گیا ہو۔

فائدہ: اگر اللہ تعالی نے دنیا میں ہی اپنی رحمت سے معاف کردیا، یا اس سے متعلق سچی توبہ قبول کرلی تو پھر معاملہ الگ ہے ورنہ اگر مسلمان ہو کر حرام خوری کی تو اس کی سزا پہلے جہنم میں ملے پھر وہ جنت میں جائے گا۔

(2) اگر کسی نے زمین غصب کر لی ہو تو اسے قیامت کے دن زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

مَنْ ظَلَمَ مِنْ الْأَرْضِ شَيْئًا طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ. (رواه البخاري: 2452)

ترجمہ: جس نے کسی کی زمین ظلم سے لے لی، اسے قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ یعنی ساتوں طبقوں میں اسے دھنسا دیا جائے گا۔

(3) حرام کمائی کھانا، قبولیتِ دعا کیلئے سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " أيها الناس ، إن الله طيب لا يقبل إلا طيبا ، وإن الله أمر المؤمنين بما أمر به المرسلين ، فقال : (يا أيها الرسل كلوا من الطيبات واعملوا صالحا إني بما تعملون عليم) وقال : (يا أيها الذين آمنوا كلوا من طيبات ما رزقناكم) ثم ذكر الرجل يطيل السفر ، أشعث أغبر ، يمد يديه إلى السماء ، يا رب ، يا رب ، ومطعمه حرام ، ومشربه حرام ، وملبسه حرام ، وغذي بالحرام فأنى يستجاب لذلك ". (رواه مسلم)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (لوگو! بیشک اللہ تعالی پاک ہے، اور پاکیزہ اشیاء ہی قبول کرتا ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے متقی لوگوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو دیا، فرمایا: ترجمہ: اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ، اور نیک عمل کرو، بیشک تم جو بھی کرتے ہو میں اسکو بخوبی جانتا ہوں۔ (المؤمنون/51) اور مؤمنین کو فرمایا: ترجمہ: اے ایمان والو! ہم نے جو تم کو پاکیزہ اشیاء عنائت کی ہیں ان میں سے کھاؤ۔ (البقرہ/172) پھر اسکے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کا ذکر فرمایا: جس کے لمبے سفر کی وجہ سے پراگندہ، اور گرد و غبار سے اَٹے ہوئے بال ہیں، اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی جانب اٹھا کر کہتا ہے: یارب! یارب! اسکا کھانا بھی حرام کا، پینا بھی حرام کا، اسے غذا بھی حرام کی دی گئی، ان تمام اسباب کی وجہ سے اسکی دعا کیسے قبول ہو؟

(4) صدقہ کی عدم قبولیت:

وعن عبد الله بن عمر رضي الله عنه أنّ رسول الله صلى الله عليه آله وسلم قال : لاَ تُقْبَلُ صَلاَةٌ بِغَيْرِ طُهُورٍ وَلاَ صَدَقَةٌ مِنْ غُلُولٍ . (رواه مسلم)

ترجمہ: اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی نماز بغیر طہارت کے قبول نہ کی جائے گی اور نہ ہی حرام مال کا کوئی صدقہ قبول کیا جائے گا۔

☆غلول کہتے ہیں ہر وہ مال جس میں حرام عنصر داخل ہو۔

(5) حرام مال کا اثر عبادت پہ بھی ہوتا ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

لا يقبل الله صلاة امرىء في جوفه حرام(جامع العلوم والحكم لابن رجب)

ترجمہ: اللہ اس آدمی کی عبادت قبول نہیں کرتا جس کے پیٹ میں حرام داخل ہو۔

(6) حرام مال کھانا عذاب قبر کا موجب ہے جیسا کہ بخاری کی حدیث میں سود خور کے متعلق ہے خون کا ایک دریا ہے، جس میں ایک آدمی (تیر رہا) ہے، اس نہر کے ایک کنارے ایک آدمی کھڑا ہے، اس کے پاس پتھروں کا ایک ڈھیر ہے، خون کے دریا میں جو آدمی ہے، وہ کوشش کرتا ہے کہ اس دریا سے باہر نکل جائے، جب وہ کنارے کے قریب آتا ہے، تو کنارے پر کھڑا شخص اس کے منہ میں زور سے پتھر دے مارتا ہے، پھر وہ شخص خون کے دریا کے وسط میں چلا جاتا ہے، پھر وہ کوشش کرتا ہے کہ باہر نکل جائے، لیکن کنارے پر کھڑا شخص اس کے منہ پر پھر زور سے ایک پتھر مارتا ہے۔ اس کے ساتھ مسلسل یہی سلوک ہو رہا ہے۔

سود خور کی اور بھی سزائیں احادیث میں مذکور ہیں۔

(7) حرام مال کھانے والا ملعون ہے جیسا کہ رشوت خور کے متعلق آیا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ .

{ سنن ابو داود ، ترمذی ، ابن ماجه }

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

(8) حرام مال عدم برکت اور زوال نعمت کا سبب ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ سَمِعْتُ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ - رضى الله عنه - عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ : الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا (رواه البخارى)

ترجمہ: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بائع اور مشتری کو اختیار ہے (بیع کو توڑنے کا یا اس کو باقی رکھنے کا) جب تک کہ وہ جدا نہ ہو جائیں، پس اگر ان دونوں نے (بیع و شراء کرتے ہوئے) سچ بولا اور (صاف صحیح) بیان کیا (تو) ان دونوں کو بیع و شراء میں برکت دی جائے گی اور اگر ان دونوں نے جھوٹ بولا اور چھپایا (یعنی سودے یا قیمت کے عیوب کو بیان نہ کیا) تو ان کی اس بیع و شراء میں برکت ختم کر دی جائے گی۔

(9) قیامت میں رسول اللہ اس کے دشمن ہوں گے اور اس سے نمٹیں گے جو مزدور کا حق مارتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ كُنْتُ خَصْمَهُ خَصَمْتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُوفِهِ أَجْرَهُ (رواه البخارى)

ترجمہ: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تین اشخاص ایسے ہیں (جن کا روز قیامت میں دشمن ہو جاؤنگا) اور میں ان سے اچھی طرح نمٹوں گا، ان میں ایک وہ مرد جس نے میرا نام لے کر وعدہ کیا پھر اس نے وعدہ پورا نہ کیا، دوسرا وہ شخص ہے جس نے آزاد مرد یا عورت کو بیچا اور اس کی قیمت کو کھا گیا، تیسرا وہ شخص جس نے اجرت پر مزدور لیا اس سے کام تو پورا کرایا مگر مزدوری پوری نہیں دی۔

میں نے اختصار سے حرام خوری سے متعلق چند سزاؤں کا تذکرہ کیا ورنہ اس سے متعلق بے شمار سزائیں ہیں، اس کے لئے تفصیل کی ضرورت ہے جس کا موقع یہاں نہیں۔

بالاختصار یہ بھی جان لیں کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو حلال کمائی کی ترغیب دی اور حرام کمائی سے منع کیا لہذا حلال طریقے سے ہی روزی کمائی جائے۔ سلف صالحین حرام کمائی بلکہ مشتبہ امور سے بھی بچتے تھے جس کا اسلام نے حکم دیا

ہے مگر آج کا زمانہ نبی ﷺ کے فرمان کا مصداق ہے کہ ایک ایسا زمانہ آئے جب لوگ حلال و حرام کی پرواہ نہیں کریں گے۔

BACK

اسلام میں احسان جتلانے کی سزا

احسان کرنا بڑی نیکی ہے مگر احسان کر کے کسی پر احسان جتلانا گندی صفت ہے۔ ایسے لوگوں کو عربی میں منان اور اردو میں احسان جتلانے والا کہتے ہیں۔

منّان: سے مراد وہ شخص ہے جو کسی کو کچھ دینے کے بعد احسان جتلاتا ہے۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے احسان جتلانے کی تعریف یوں کی ہے:

ذکر النعمۃ علی معنی التعدید لھا والتقریع بھا، مثل ان یقول: قد احسنت إلیک (تفسیر قرطبیؒ: 3، 308)

"کسی کو جتلانے اور دھمکانے کے لیے اس پر کیے ہوئے احسان کا تذکرہ کرنا۔ مثلاً یہ کہنا کہ میں نے (تیرے ساتھ فلاں نیکی کی ہے) تجھ پر فلاں احسان کیا ہے، وغیرہ۔"

بعض لوگوں نے 'احسان' کی تعریف یوں بھی کی ہے:

التحدث بما اعطی حتی یبلغ ذلک المُعطی فیوذیہ

"کسی کو دی گئی چیز کا تذکرہ اسطرح کرنا کہ اس کو جب یہ بات پہنچے تو اس کیلئے تکلیف دہ ہو۔"

اور احسان جتلانا گناہ کبیرہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

گناہ کبیرہ کی تعریف: ہر وہ گناہ جس کو قرآن وحدیث یا اجماعِ امت نے کبیرہ گناہ قرار دیا ہو، جس گناہ کو عظیم قرار دیتے ہوئے اس پر سخت سزا کا حکم سنایا گیا ہو یا اس پر کوئی حد مقرر کی گئی ہو یا گناہ کے مرتکب پر لعنت کی گئی ہو یا جنت کے حرام ہونے کا حکم لگایا گیا ہو۔

کبیرہ گناہ بغیر توبہ معاف نہیں ہوتے: فرمانِ الٰہی ہے:

إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيمًا (النساء:31)

ترجمہ: اگر تم کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرو تو ہم تمہارے (صغیرہ) گناہوں کو (ویسے ہی) معاف کر دیں گے اور تم کو باعزت مقام (جنت) میں داخل کریں گے۔

مزید فرمایا:

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى ۝ الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۚ (النجم:31)

ترجمہ: اچھے کام کرنے والوں کو اچھی جزا دی جائے گی۔ وہ لوگ جو بڑے گناہوں سے دور رہتے اور فحاشی سے اجتناب کرتے ہیں، سوائے (فطری) لغزشوں کے، بے شک آپ کا رب بڑی مغفرت والا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ.(مسلم: ح 344)

ترجمہ: پانچ نمازیں، ایک جمعہ، دوسرے جمعہ اور رمضان دوسرے رمضان تک (یہ تمام اعمال) صغیرہ گناہوں کو مٹاتے رہتے ہیں، بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا أَخْطَأَ خَطِيئَةً نُكِتَتْ فِي قَلْبِهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فَإِذَا هُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَ سُقِلَ قَلْبُهُ وَإِنْ عَادَ زِيدَ فِيهَا حَتَّى تَعْلُوَ قَلْبَهُ وَهُوَ الرَّانُ الَّذِي ذَكَرَ اللَّهُ : (كَلاَّ بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ)(ترمذی: ح 2334)

ترجمہ: بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے، مگر جب وہ اس گناہ کو چھوڑ دے اور توبہ و استغفار کرے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر دوبارہ گناہ کرے تو نقطہ بڑھ جاتا ہے، حتیٰ کہ اس کا دل مکمل سیاہ ہو جاتا ہے۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ لوگ احسان کرنے کے بعد احسان جتلاتے ہیں، بعض سماجی ادارے جو خیراتی کام کرتے ہیں وہ غریبوں کو طعنہ دیتے ہیں، اسی طرح بعض اہل ثروت فقراء و مساکین پر احسان کر کے جابجا انہیں بے عزت کرتے ہیں اور احسان کا بدلہ تلاش کرتے ہیں اور احسان جتلا کر گھڑی گھڑی
بے عزت کرتے ہیں۔ جو آدمی اس رویے کو اختیار کیے رکھے گا، وہ صدقات اور خیرات کی تمام نیکیوں سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے کا حکم دیتا ہے لیکن احسان جتانے پر سخت وعید فرماتا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تُبْطِلُواْ صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالأذَى كَالَّذِي يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاء النَّاسِ وَلاَ يُؤْمِنُ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا لاَّ يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُواْ وَاللّهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِين -- (البقرة:264)
"اے ایمان والو اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذاء پہنچا کر برباد نہ کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے نہ قیامت پر، اس کی مثال اس صاف پتھر کی طرح ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو پھر اس پر زوردار مینہ برسے اور وہ اس کو بالکل صاف اور سخت چھوڑ دے ان ریاکاروں کو اپنی کمائی میں سے کوئی چیز ہاتھ نہیں لگتی اور اللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کو (سیدھی) راہ نہیں دکھاتا۔ (ترجمہ مولانا جونا گڑھی)

مقصود یہ کہ جو کام تم اپنی دنیا اور آخرت کی بھلائی کے لئے کر رہے ہو اس پر احسان جتانا کیسا؟

احسان جتلانے والے کے بارے میں حدیث مصطفی ﷺ میں بھیانک سزا سنائی گئی ہے۔

عن ابی ذر رضی الله عنه، عن النبی صلی الله علیه وسلم، قال: ثلاثة، لا یکلمهم الله یوم القیامة، ولاینظر الیهم، ولایزکیهم، ولهم عذاب عظیم. المنان لایعطی شیأا الا منه، [والمنفق سلعته بعد العصر بالحلف الفاجر[١]] والمسبل ازاره [لا یرید الاالخیلاء[٢]].(مسلم،کتاب الایمان)

ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین لوگ ایسے ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ بات کریں گے، نہ ان پر نظر کرم فرمائیں گے، اور نہ ان کو پاک کریں گے، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ ایک، احسان جتانے والا کہ جب بھی کسی کو کچھ دے، احسان جتائے۔ دوسرا، عصر کے وقت جب بازار ختم ہو رہا ہو، جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچنے والا۔ اور تیسرا، اپنے تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا، جس سے اس کا مقصد سوائے تکبر و نخوت کے کچھ نہ ہو۔

لہذا جو لوگ احسان کرتے ہیں انہیں کسی طرح اپنے احسان کا اظہار نہیں کرنا چاہئے، اور اگر کسی سے احسان جتلا دیا ہے تو اپنے گناہ سے توبہ کرے اور اس بندے سے معافی طلب کرے ورنہ اللہ کے یہاں نیکی کرنے کے باوجود ذلیل و رسوا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں احسان و سلوک کرنے کی توفیق دے اور احسان جتلانے سے بہر طور بچائے۔ آمین

BACK

کسب معاش کے حرام ذرائع

اسلام نے حصول معاش کے لئے قواعد وضوابط مرتب کیا ہے، کسی بھی تاجر یا معاشی مسابقت میں حصہ لینے والے کو آزاد نہیں چھوڑا کہ جب چاہے اور جس طرح چاہے مال حاصل کر کے اپنی تجوری بھرتا چلا جائے اور دوسرے لوگ اس میدان میں پیچھے رہ جائیں یا نقصان اٹھاتے رہیں بلکہ ہر ایک کو حق عطا کیا گیا کہ معاش کے لئے کوشش کرے اور جائز قسم کا کوئی بھی ذریعہ معاش اختیار کرے جس میں دھوکہ، خیانت، سود، نقصان، رشوت، کالا بازاری، قمار بازی، حرام کاری اور بے ایمانی کا دخل نہ ہو۔ ساتھ ہی دو باتوں کا ضرور خیال کرنا چاہئے پہلی تو یہ کہ اگر ذریعہ آمدنی جائز ہے تو کسی بھی پیشہ و عمل کو حقیر نہیں سمجھنا چاہئے اور دوسری یہ کہ اللہ تعالی پر روزی کے تئیں مکمل اعتماد کر کے دولت دنیا کی حرص لئے بغیر جائز طریقے سے کسب معاش میں جدوجہد کرنا چاہئے۔ عام طور سے حصول زر میں ناجائز ذرائع اپنانے کی اہم وجہ حرص مال ہوتی ہے۔

ان بنیادی باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل سطور میں ان ذرائع کا ادراک کریں جو اسلامی نظام معیشت کے خلاف ہے۔

سودی کاروبار:

سود قطعی طور پر حرام ہے ٗسود کو قرآن کریم نے اتنا سنگین گناہ قرار دیا ہے کہ کسی اور گناہ کو اتنا سنگین گناہ قرار نہیں دیا، شراب نوشی، خنزیر کھانا، زناکاری، بدکاری وغیرہ کے لیے قرآن کریم میں ایسی سخت وعید نہیں آئی جو سود کے لیے آئی ہے.

چنانچه الله تعالی نے فرمایا:يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِنَ اللهِ وَرَسُولِهِ(سورة البقرة:279/278)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سود کا جو حصہ بھی رہ گیا ہو اس کو چھوڑ دو، اگر تمہارے اندر ایمان ہے۔ اگر تم سود کو نہیں چھوڑو گے، تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو یعنی ان کے لیے اللہ کی طرف سے لڑائی کا اعلان ہے۔

مسند امام احمد بن حنبل، سنن دار قطنی، مشکوۃ المصابیح اور زجاجۃ المصابیح میں حدیث پاک ہے: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْظَلَةَ غَسِيلِ الْمَلَائِكَةِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْهَمٌ رِبًا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ أَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ زَنْيَةً -

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما (جن کے والد حضرت حنظلہ غسیل ملائکہ ہیں) سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جانتے بوجھتے سود کا ایک درہم کھانا چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے۔

اس کی سند کو شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔ (تخریج مشکاۃ المصابیح: 2754)

لہذا ایمان والوں کو ہر اس پیشے سے دور رہنا ہے جس میں سود کی آمیزش ہو۔ سودی کام پہ کسی کی مدد کرنا بھی ویسے ہی جیسے سودی کاروبار کرنا اس لئے سود پہ کسی طرح کا تعاون بھی نہیں پیش کرنا ہے۔

جوا کا کاروبار کرنا:

جوا ایک مذموم کھیل ہے اس کھیل میں ایک کو زبردست خسارہ ہوتا ہے جبکہ دوسرا فریق بغیر کسی محنت وتعب کے بہت سارا مال ومتاع جیت لیتا ہے اس میں لوگ نہ جانے کیا کیا ہار جاتے ہیں، مال ومتاع، گھر اور بیوی تک ہار کر شرمندگی اٹھاتے ہیں، یہی شرمندگی اگر ابتداء ہی میں محسوس کرے تو پھر جوا کھیلنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ جوا ایک طرح کا نشہ ہوتا ہے جو بمشکل ختم ہوتا ہے یہ نشہ اس وقت تک شیطان بن کر اس کی کھوپڑی میں گھسا رہتا ہے جب تک کہ اس کی لٹیا نہ ڈوب جائے۔ یہ ایک طرح کا دھوکہ اور فریب کاری ہے اسلام میں فریب کاری تو ممنوع ہے ہی جوا کی بھی منصوص طور پر حرمت ثابت ہے۔

یاایھاالذین اٰمنواانماالخمروالمیسروالانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون(المائدۃ : 90)

ترجمہ: اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم فلاحیاب ہو۔

جوا کی حرمت کے مندرجہ ذیل مقاصد ہیں۔

۱۔اسلام چاہتا ہے کہ اکتساب مال کے سلسلہ میں مسلمان سنن الٰہی کا متبع ہو اور نتائج کو اسباب کے ذریعہ حاصل کرے اور جوا جس کی ایک قسم لاٹری ہے انسان کو بخت واتفاق اور خالی آرزؤں پر بھروسہ کرنا سکھاتا ہے جبکہ اسلام عمل، جدوجہد اور ان اسباب پر بھروسہ کرنا سکھاتا ہے جنہیں اللہ نے پیدا فرمایا ہے اور ان کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

۲۔اسلام انسان کے مال کو محترم ٹھہراتا ہے اور اس کے لینے کی جائز صورت یہ ہے کہ یا تو جائز طریقہ پر لین دین ہو یا کوئی شخص اپنی رضامندی سے ہبہ یا صدقہ کرے ۔رہا قمار کے ذریعہ مال حاصل کرنا تو وہ باطل طریقہ پر مال کھانے کے مترادف ہے۔

۳۔اس سے جوا کھیلنے والوں کے درمیان بغض وعداوت پیدا ہوتی ہے اگرچہ وہ زبانی طور پر رضامندی کا اظہار کرتے ہوں کیونکہ ان کا معاملہ ہمیشہ غالب اور مغلوب کے درمیان رہتا ہے اور جب مغلوب خاموشی اختیار کرتا ہے تو اس کی خاموشی غیظ وغضب لئے ہوئے ہوتی ہے کیونکہ وہ نقصان اٹھا چکا ہوتا ہے۔

۴۔بازی ہار جانے کی صورت میں مغلوب دوبارہ جوا کھیلنے پر آمادہ ہو جاتا ہے اس امید پر کہ شاید اب کی بار نقصان کی تلافی ہو گی،اسی طرح غالب کو غلبہ کی لذت دوبارہ بازی لگانے اور مزید نفع بٹورنے پر آمادہ کرتی ہے۔

۵۔بنابریں یہ شوق جس طرح فرد کے لئے خطرہ کا باعث ہے اسی طرح سماج کے لئے بھی خطرہ کا شدید باعث ہے،یہ ایسا شوق ہے جس میں محنت اور قوت کی بربادی ہے۔

غرض یہ کہ یہ کھیل جوئے بازوں کو بالکل معطل کر کے رکھ دیتا ہے جو زندگی کی محنت سے تو فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن اس کی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کرتے۔

قمار باز ہمیشہ اپنے رب کی عائد کردہ ذمہ داریوں سے غفلت برتتا ہے نیز اپنے نفس اپنے خاندان اور اپنی ملی ذمہ داریوں سے بھی بے پرواہ ہو جاتا ہے۔

ایسے لوگوں سے کچھ بعید نہیں کہ وہ اپنے دین،اپنی عزت اور اپنے وطن کو بھی اپنے مفاد کی خاطر بیچ دیں۔(اسلام میں حلال وحرام)

لاٹری بھی جوا ہی کی ایک قسم ہے مگر بعض لوگوں نے اسے ضرورتاً جائز قرار دیا ہے یہ ان کی بڑی بھول ہے اس میں کوئی

شک نہیں کہ لاٹری جوا کی ایک قسم ہی ہے اور جب یہ متحقق ہے کہ لاٹری جوا کی قسم ہے تو پھر اس کی حرمت پر کوئی کلام نہیں۔اسکے ذریعہ کمائی ہوئی دولت بھی حرام ہو گی،اس کی بدولت آدمی اللہ کے عتاب سے نہیں بچ سکتا۔

شراب کا پیشہ اختیار کرنا:

شراب کو"ام الخبائث"کہا گیا ہے کیونکہ آدمی شراب کی حالت میں کچھ بھی کر سکتا ہے زنا کاری کا ارتکاب کر سکتا ہے، کسی کی حرمت پر ڈاکہ زنی کر سکتا ہے اور وہ خود کشی بھی کر سکتا ہے۔مشہور واقعہ ہے،ایک آدمی کو تین کاموں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا گیا چاہے وہ شراب نوشی کرے یا زنا کری کرے یا ایک آدمی کو موت کی گھاٹ اتار دے۔اس نے تین کام میں شراب نوشی کو پسند کیا اور وہ جب پی لیا تو نشہ کی حالت میں زناکاری کا بھی ارتکاب کر لیا اور آدمی کو بھی قتل کر دیا۔اور یہ حقیقت ہے کہ اس سے بہت ساری خرابیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں، بیماریاں بھی وقوع پذیر ہوتی ہیں،رسول اکرم ﷺ نے اللہ کی طرف سے شراب کی حرمت کا اعلان کر دیا ہے: كلُّ مُسكِرٍ خَمرٌ . وَكُلُّ مُسكِرٍ حَرامٌ(صحيح مسلم:2003)

ہر نشہ آور چیز خمر (شراب) ہے اور ہر نشہ آور حرام ہے۔

إنَّ اللهَ حَرَّمَ الخمرَ ، و حَرَّمَ المَيْتَةَ و ثمنَها ، و حَرَّمَ الخِنْزِيرَ و ثَمَنَهُ(صحيح الجامع: 1746)

ترجمہ: اللہ نے شراب حرام کیا ہے،مردار اور اس کی قیمت کو بھی حرام قرار دیا،سور اور اس کی قیمت کو حرام قرار دیا ہے۔

لعن اللهُ الخمرَ ، وشارِبَها ، وساقِيَها ، وبائِعَها ، و مُبْتَاعَهَا ، وعاصرَهَا ، ومُعْتَصِرَها ، وحامِلَها ، و المحمولَةَ إليهِ ، وآكِلَ ثَمَنِها(صحيح الجامع: 5091)

ترجمہ: اللہ تعالی نے شراب پہ،اس کے پینے والے،پلانے والے۔اسے نچوڑنے والے،جس کے لیے نچوڑی گئی،اس کے بیچنے والے،خریدنے والے،اٹھانے والے،جس کی طرف اٹھائی گئی ہو،اور اس کی قیمت کھانے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔

شراب پینے سے جہاں اسلامی نقطہ نظر سے بہت ساری خرابیاں ہوتی ہیں وہیں طبّی نقطہ نظر سے بھی آدمی متعدد خرابیوں اور بیماریوں کا شکار ہوتا ہے مثلاً۔محنت کرنے کی صلاحیت ولیاقت ختم ہونے لگتی ہے۔مالی حالت خراب تر ہو جاتی

ہے۔خون کی رفتار کافی تیز ہو جاتی ہے۔دل کی دھڑکن بند ہو جاتی ہے۔آدمی اپنا ہوش کھو بیٹھتا ہے اور اسے کسی چیز کا علم نہیں رہ جاتا۔آدمی کے اندر گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔خاندانی انتشار بڑھ جاتا ہے۔دل سے متعلق امراض نمودار ہو جاتے ہیں اور اسی شراب کے استعمال سے کینسر بھی ہو جاتا ہے۔

زناکاری کا دھندا کرنا:

زناکاری ایک بدترین کام ہے،اسلام نے اس فعل کو ناجائز اور حرام بتلایا،جو بھی اس کا ارتکاب کرے گا اس پر اسلامی قانون کی رو سے حد جاری کی جائیگی۔

اگر وہ شادی شدہ ہے تو سنگسار کیا جائے گا اور غیر شادی شدہ ہے تو اسے سو کوڑا ما جائیگا اور ایک سال کے لئے شہر بدر کیا جائے گا یہ قرآن کا حکم ہے۔

الزانیۃوالزانی فاجلدواکل واحدمنھماماءۃجلدۃ(النور:2)

ترجمہ:زناکار عورت اور مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔

دوسری جگہ زناکاری پر ضرب کاری لگاتے ہوئے قرآن گویا ہے۔

ولاتقربوالزنی فانہ کان فاحشۃوساء سبیلا(الاسراء :32)

ترجمہ: خبردار زنا کے قریب بھی نہ بھٹکنا کیونکہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

إذا زنى الرجلُ خَرَجَ منه الإيمان، كان عليه كالظُّلَّةِ ، فإذا انقطَعَ رَجَعَ إليه الإيمانُ(صحيح أبي داود:4690)

ترجمہ:جب آدمی زناکا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے دل سے ایمان خارج ہو جاتا ہے گویا اس کے اوپر سایہ کی طرح رہتا ہے اور جب اس سے باز آجاتا ہے تو ایمان اسکی طرف لوٹ جاتا ہے۔

آج زنا کے لائسنس والے اڈے چلتے ہیں،اس سے خطیر رقم حاصل کی جاتی ہے۔میں مسلمانوں کو اس سنگین و بھیانک جرم کو بطور پیشہ اختیار کرنے سے دور رہنے کی صلاح دیتا ہو۔زناکاری سے جیسے دنیا اور آخرت تباہ ہوتی ہے ویسے ہی اس کی کمائی سے دونوں جہان برباد ہو جائے گا۔

یتیم کا مال ہڑپنا:

رسول اللہ ﷺ نے یتیم کی اچھی پرورش وپرداخت کرنے کی تلقین کی اوراس کی اچھی طرح خبر گیری کرنے والے کو جنت کی بشارت سنائی، ساتھ ہی ان لوگوں کے لئے وعید بھی سنائی جو یتیم کے مال پر ناجائز قبضہ جمانے کی کوشش کرتے ہیں، ان کا مال ہڑپ کرانہیں گھر سے بے گھر کردیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالی نے اس سے منع کیا ہے: ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن حتی یبلغ اشدہ(الانعام:152)

ترجمہ: اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن رشد کو پہنچ جائے۔

اوررسول اللہ ﷺ نے فرمایا:أنا وَكافلُ اليتيمِ في الجنَّةِ هَكَذا . وأشارَ بالسَّبَّابةِ والوُسطى ، وفرَّجَ بينَهما شيئًا .(صحيح البخاري:5304)

ترجمہ: کہ میں اور یتیم کی پرورش وپرداخت کرنے والا جنت میں ایسے رہوں گا جیسے میرے ہاتھ کی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی۔

رشوت بازاری کرنا:

رشوت یہ ہے کہ مال صاحب اقتدار یاسرکاری ملازم کو پیش کیاجائے تاکہ وہ اس کے حق میں یااس کے حریف کے خلاف فیصلہ یااس کاکام کرے، یااس کے حریف کے کام کو مؤخر کردے۔یہ بھی کسب معاش کے باطل طریقوں میں سے ہے، قرآن میں مذکور ہے :ولاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوابھاالی الحکام لتاکلوافریقامن اموال الناس بالاثم و انتم تعلمون۔(البقرۃ : 188)

ترجمہ: اورایک دوسرے کامال ناحق طریقہ سے نہ کھاؤ، نہ حاکموں کورشوت پہچاکر کسی کاکچھ مال ظلم وستم سے اپناکرلیاکروحالانکہ تم جانتے ہو۔

اورنبی کریم ﷺ نے فرمایا:لعنَ رسولُ اللهِ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ الرَّاشي والمُرْتَشي في الحكمِ(صحيح الترمذي:1336)

ترجمہ: کسی بھی معاملہ میں رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے دونوں پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت کی ہے ۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں رشوت ستانی کی حرمت میں کوئی امر مشتبہ نہیں رہا، رشوت کی خرابی یہ ہوتی ہے کہ حکام کے نزدیک جس کا کام پہلے ہوتا ہے وہ مؤخر کر دیا جاتا ہے اور بعد والے کام کو مقدم کر دیا جاتا ہے اس سے دونوں فریق میں نزاع پیدا ہو جاتا ہے اور اگر پہلے سے دونوں میں کشیدگی کا معاملہ ہو تو پھر باہمی نزاع کا رنگ گاڑھا ہو جاتا ہے۔

یہاں ایک بات اور غور کرنے کی ہے کہ کچھ لوگ رشوت کو ہدیہ کے طور پر پیش کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ رشوت ستانی میں داخل نہیں ہے بلکہ یہ تو ہدیہ ہے اور اسلام ہدیہ دینے کی کلی آزادی دیتا ہے، یہ ایک قسم کی منافقانہ چال ہے اس سے اسلامی تعلیمات پر ضرب پڑتی ہے، رشوت کا نام ہدیہ رکھنے سے کبھی ہدیہ نہیں کہلائے گا، اگر کوئی زہر کو قند سمجھ کر پی جائے تو یہ ضروری نہیں کہ اس کا ذائقہ میٹھا ہو جائے اور نہ ہی اس کی موت کی کوئی ضمانت ہو گی۔

مال میں خیانت کرنا:

کسی کے مال میں خیانت کر کے اپنی معیشت بڑھانا اور اپنے لئے سامان تعیش مہیا کرنا حرام ہے، اس کو قرآن وحدیث دونوں نے مذموم ٹھہرایا ہے قرآن کا بیان ہے: فان امن بعضكم بعضافليؤدالذى أوتمن امانته وليتق الله ربه(البقرة : 283)

ترجمہ: اگر آپس میں ایک دوسرے سے مطمئن ہو تو جسے امانت دی گئی ہے وہ اسے ادا کر دے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے جو اس کا رب ہے۔

اسی مفہوم کو قرآن نے دوسری جگہ بایں الفاظ بیان کیا ہے: ومن یغلل یات بما غل یوم القیامۃ ثم توفی کل نفس ماکسبت(آل عمران:161)

ترجمہ: ہر خیانت کرنے والا خیانت کو لئے ہوئے قیامت کے دن حاضر ہو گا پھر ہر شخص اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

اور رسول اللہ نے بھی اس کی مذمت بیان کی ہے اور خیانت کرنے والے کے متعلق یہ فرمایا: آيةُ المنافقِ ثلاثٌ : إذا حدَّثَ كذبَ ، وإذا وعَدَ أخلفَ ، وإذا اؤتُمِنَ خان.(صحيح البخاري:33)

ترجمہ: منافق کی تین نشانیاں ہیں پہلی نشانی یہ ہے کہ جب وہ کسی سے وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور تیسری نشانی یہ ہے کہ جب اس کے پاس کوئی امانت رکھی جاتی ہے تو خیانت کرتا ہے۔

دوسری حدیث ہے: منِ استعملناهُ على عملٍ فرزقناهُ رزقًا فما أخذَ بعدَ ذلِكَ فَهوَ غُلولٌ(صحيح أبي داود:2943)

ترجمہ: جس کو ہم نے کسی کام پر مقرر کردیا اور اس کے معاش کا بھی انتظام کردیا اسکے بعد جو کچھ لے گا وہ خیانت ہوگی۔ اور خیانت کا انجام تو واضح ہے اس کو مزید واضح کرنے کی ضرورت نہیں۔

چوری کرنا:

معیشت کے لئے یہ طریقہ بھی غلط ہے کہ آدمی کسی کے گھر پر شب خوں مارے اور مال و جائداد پر قبضہ جمالے، یارات کی تاریکی کا فائدہ اٹھاکر لوگوں کا مال لوٹے، ایسے شخص کو اسلام مجرمین کی فہرست میں شمار کرتا ہے اور اس پر حد جاری کرتا ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے : والسارق والسارقةفاقطعواايديهماجزاء بماكسبانكالامن الله والله عزيزحكيم(المائدة : 38)

ترجمہ: چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو یہ بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا، عذاب اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ قوت و حکمت والا ہے۔

حدیث رسول میں اس کی صراحت ہے کہ کلائی سے ہاتھ کاٹا جائے گا، اس بارے میں رسول اللہ ﷺ بہت سختی کرتے تھے کیونکہ چوری کرلینا اور بات ہے اور چوری کا پیشہ اختیار کرلینا یہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ جو رہزنی اور قزاقی کو اپنی صنعت و تجارت بنالے تو پھر اس سے کسی بھی خیر کی امید بعید از قیاس ہے، آپ ﷺ کا فرمان عالیشان ہے :والذي نفسي بيدِه ! لو أنَّ فاطمةَ بنتَ محمدٍ سرقت لقطعتُ يدَها (صحيح مسلم:1688)

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ لیتا۔

اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں مال چوری کا ہے اور پھر اس مال کو خرید لے تو ایسا شخص بھی گنہگار ہو گا۔ لہذا چوری کا مال بھی کسی سے جانتے بوجھتے نہیں خریدنا چاہیئے۔

رقص و سرود کا پیشہ اختیار کرنا:

موجودہ زمانے میں دولت حاصل کرنے کا ایک اچھا راستہ لوگوں کو یہ مل گیا ہے کہ وہ رقص و سرو کی بزم آرائیاں کرتے ہیں اس کے ذریعہ لوگوں کی جنسی خواہشات کا انتظام کرتے ہیں، غلط قسم کی حرکتیں کرتے ہیں اور لبھانے والے اکٹنگ سے لوگوں کو اپنی جانب مائل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔

طرفہ تماشا یہ کہ اسے ''فن'' (Art) کا نام دیا جاتا ہے، ماتم ہے بے غیرت انسانوں پر جو معاشرہ کے تباہ کن عناصر کو ترقی کا جزء لاینفک قرار دیتے ہیں۔

اس کام میں فاحشہ عورتیں اور ذلیل و خوار انسان دونوں مشترک ہیں، مگر صنف نازک کی کثرت ہوتی ہے۔ عورتوں کی بہتات کا سبب بھی ظاہر ہے۔ قرآن تو اس کے قریب بھٹکنے سے بھی منع کرتا ہے اور ایسا کام کرنا اسے ذریعہ معاش بنانا تو دور کی: ومن الناس من یشتری لھوالحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیرعلم ویتخذھاھزوا، اولئک لھم عذاب مھین۔ (لقمان :6)

ترجمہ: اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لغو باتوں کو مول لیتے ہیں کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں، یہی لوگ ہیں جن کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔

امام جریر طبری فرماتے ہیں کہ ''لہوالحدیث'' سے مراد غنا، رقص اور ہر وہ کھیل جس کے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کیا جاتا ہو۔

تفسیر جوناگڈھی میں ہے کہ ''لھوالحدیث'' سے مراد گانا بجانا، اس کا ساز و سامان اور آلات، ساز و موسیقی اور ہر وہ چیز ہے جو انسانوں کو خیر اور معروف سے غافل کر دے، اس میں رقص کہانیاں، افسانے، ڈرامے، ناول اور جنسی سنسنی خیز لٹریچر، رسالے اور بے حیائی کے پرچارک اخبارات سبھی آتے ہیں، اور جدید ترین ایجادات ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر، ویڈیو فلمیں وغیرہ بھی۔ مزید لکھتے ہیں ''عہد رسالت میں بعض لوگوں نے گانے بجانے والی لونڈیاں بھی اسی مقصد کے لئے خریدی تھیں کہ وہ لوگوں کا دل گانے سنا کر بہلاتی رہیں تا کہ قرآن اور اسلام سے وہ دور رہیں، اس

اعتبار سے گلوکارائیں بھی آجاتی ہیں جوآج کل فنکار،فلمی ستارہ اورثقافتی سفیراورپتہ نہیں کیسے کیسے مہذب،خوشنمااوردلفریب ناموں سے پکاری جاتی ہیں''۔

قرآن کی دوسری آیت ہے:ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃفی الذین امنوالھم عذاب الیم فی الدنیاوالاخرۃ واللہ یعلم وانتم لاتعلمون۔(النور:19)

ترجمہ:جو مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں ان کے لئے دنیاوآخرت میں دردناک عذاب ہے اللہ سب کچھ جانتاہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے۔

اس آیت میں بھی''فاحشہ''سے مراد وہی ہے جو مذکورہ آیت کے لفظ''لھوالحدیث''سے مراد ہے۔

نرخ چڑھنے پر مال فروخت کرنا:

یہ بھی معیشت کے لئے غلط راہ ہے کہ تاجراس وقت کاانتظار کرے جب بازار میں اشیاء کی قیمت بڑھنے لگے پھراپنے گھروں سے سامان بازار میں لائے۔ایسے لوگوں کے متعلق حدیث میں آتاہے کہ وہ محض گنہگار ہے۔نبی ﷺ کا فرمان ہے :لا یَحْتَكِرُ إِلَّا خاطِئٌ(صحیح مسلم:1605)

ترجمہ: اورذخیرہ اندوزی کرنے والا گنہگار ہے۔

بازار میں مال درآمد کرنے والے کورزق دیاجاتاہے اورذخیرہ اندوزی کرنے والارزق اوراس کی برکت سے محروم رہتا ہے ۔بڑے سے بڑاتاجرہویہ نہیں کہہ سکتاکہ اس کی روزی اس کے ہاتھ میں ہے اللہ چاہے تومشتری خودبخوددوکاندار تک پہنچ جائے،نہیں چاہے توکسی تاجرکایہ بس نہیں کہ مشتری کواپنی تجارت گاہ تک کھینچ لائے اورجب یہ متعین ہوگیاکہ روزی دینے والااللہ ہی ہے اس کے سواکسی کے بس میں نہیں کہ روزی دے سکے توپھرتجارت میں امانتداری کامعاملہ کرناچاہئے،اس امانت داری سے اللہ کی رضامندی بھی ملے گی اور خریدار میں امانتداری کاشہرہ ہوگاجس سے خریدارپراچھااثرپڑے گااورزیادہ مقدار میں تجارت کامال فروخت ہوگا،ایسی صورت میں نرخ چڑھنے کاانتظار کرتے ہوئے مال روکے رہنااورضرورت مندلوگوں کوفاقوں پرمجبور کرناخصوصاًمعاشرہ کے غریب ومحتاج اورنادارقسم کے لوگوں پربھوک مری سی حالت وکیفیت طاری کردیناکہاں کی دانشمندی ہے اورکون دانشمند اس حماقت کی تصویب کرے گا؟اس لئے بہترصورت وہی ہے جس کواسلام نے پیش کیا ہے۔

کسب محارم کے مہلک اثرات:

جیسے ہی معاشی بھاگ دوڑ کی راہ ٹیڑھی ہوتی ہے معاشیات میں پیچ پڑنے لگتے ہیں اخلاقی گراوٹ پیدا ہو جاتی ہے، سماجی خرابیاں رونما ہو جاتی ہیں، اسلام کی معاشی حکمت و مصلحت کا خون ہونے لگتا ہے، سارا کا سارا معاشرہ ضلالت کے عمیق غار پر پہنچ جاتا ہے اس کے مزید نقصانات اور مہلک اثرات پر غور کیجئے۔

(1) کسب معاش کیلئے باطل طریقے اختیار کرنے والوں کی دین و دنیا دونوں برباد ہو جاتی ہیں اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوتا ہے۔

(2) معاشرے میں چوروں اور رہزنوں کی زیادتی ہو جاتی ہے اور چوروں کا حوصلہ بڑھتا ہے۔

(3) جس نے کبھی چوری نہ کی ہو اس کے اندر بھی چوری کرنے کا داعیہ پیدا ہونے لگتا ہے۔

(4) کچھ ایسے بھی پیشے ہیں جن سے متعدد امراض پیدا ہوتے ہیں جو آدمی کے لئے سم قاتل اور زہر ہلاہل ہیں۔

(5) باطل طریقے سے مال حاصل کرنا دراصل مال ضائع کرنے کے مترادف ہے کیونکہ اس کے بدلے آدمی اپنی عاقبت خراب کرتا ہے۔

(6) بازاری حالت میں ابتری پھیل جاتی ہے اور اسکا سارا نظام درھم برھم ہو جاتا ہے۔

(7) زناکاری ویسے بھی بدترین خصلت ہے مزید اس سے انسانی نسل تباہ ہو جاتی ہے اور اسکے اثرات خاندان پر بھی برے ثابت ہوتے ہیں۔

(8) بیع و شراء میں طرفین کے مابین باہمی رنجش وعداوت اور دائمی نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

(9) معاشرے میں غلط قسم کے عناصر رواج پایا جاتے ہیں اور انہیں پھلنے پھولنے کا بہترین موقع مل جاتا ہے۔

(10) حلت و حرمت کا معیار ختم ہو جاتا ہے اور بغیر کسی تفریق کے لوگ حصول رزق میں سرگرداں رہتے ہیں۔

(11) جنسی شہوت ابھرتی ہے اور صالح افراد اس سے بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں جو ان کی ایمانی پہچان بھی مٹا دیتی ہے۔

(12) اسلامی تعلیمات کے فروغ واشاعت میں ایک بڑی رکاوٹ پیدا کر دیتی ہے۔

حرام طریقے سے کمائے ہوئے مال کا حکم:

لوگوں کی اکثریت حرام کمائی میں ملوث ہے جس کے بھیانک اثرات سماج وسوسائٹی پہ نمایاں ہیں۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی کے پاس حرام طریقے سے کمائی ہوئی دولت ہواور اپنی غلطی کا احساس ہو جائے تو اسے کیا کرنا چاہئے ؟

اگر مسلمان کو اپنے کئے پہ شرمندگی محسوس ہو جائے تو رب اس کے گناہ کو معاف کر دیتا ہے سوائے حقوق العباد کے۔ اگر ہم نے غبن، چوری، دھوکہ ،رشوت یا کسی دوسرے طریقے سے مال لوٹا ہے تو توبہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی بھی ضروری ہے۔ حقوق العباد کی ادائیگی کے بعد جو پیسہ حرام کمائی کا بچ جائے اسے محتاجوں میں صدقہ کر دے ۔اگر حرام کمائی سے سامان خریدا یا مکان بنایا ہو تو اسے بھی بیچ کر صدقہ کر دینا چاہئے الا یہ کہ وہ خود اس سامان کے لئے مضطر ہو۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں حرام طریقے سے مال کمانے سے بچائے اور رزق حلال کی توفیق بخشے۔ آمین

BACK

ڈاکٹر ذاکر نائیک کا متنازعہ جملہ "محمد ﷺ کو بھی ماننا حرام ہے"

ذاکٹر ذاکر نائیک صاحب سے ایک ہندو نے سوال کیا کہ بت پرستی غلط ہے میں بھی مانتا ہوں مگر مزار کی پوجا کرنا کیسا ہے ؟ڈاکٹر صاحب نے سائل کے اس سوال کے جواب میں قبر سے متعلق دو احادیث پیش کیں۔ایک یہ کہ نبی ﷺ کا حکم ہے قبروں کو زمین کے برابر کردو اور دوسری یہ کہ قبر کی زیارت سے آخرت یاد آتی ہے۔ساتھ میں یہ بھی کہا کہ باباؤں کو چھوڑو آج کی تاریخ میں ہم محمد ﷺ سے بھی نہیں مانگ سکتے۔آگے ایک جملہ بولتے ہوئے سبقت لسانی کے طور پر زبان سے نکل گیا" محمد ﷺ کو بھی ماننا ہمارے لئے حرام ہے "۔

ڈاکٹر صاحب آگے بیان کرتے ہیں کہ جو شخص مر چکا ہے ہم انہیں عزت کرتے ہیں، محمد ﷺ سے محبت کرتے ہیں، ان سے پیار کرتے ہیں لیکن ان کی پوجا نہیں کرتے،ان کی عبادت نہیں،عبادت صرف اللہ کی۔

اس ویڈیو کلپ کا مذکورہ جملہ کہ محمد ﷺ کو بھی ماننا ہمارے لئے حرام ہے اس پہ بریلوی طبقہ نے بڑی افسوسناک حد تک گرفت کی اور جب سے یہ جملہ بولا گیا ہے اس وقت سے اب تک اس کا حوالہ دے کر ڈاکٹر صاحب کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا جاتا ہے بلکہ اس کے ذریعہ پوری جماعت اہل حدیث کو مطعون کیا جاتا ہے۔

جب متنازعہ جملہ کو پورے ویڈیو کلپ کے پس منظر میں دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے زبان کی سبقت کی وجہ سے مانگنے کی جگہ ماننا کہا گیا ہے،اصلا وہ وہی بات کہنا چاہ رہے تھے جو انہوں نے پہلے کہی کہ آج کی تاریخ میں ہم محمد ﷺ سے بھی نہیں مانگ سکتے۔اور یہ سہوا "ماننا حرام "کہا جانا سوفیصد سبقت لسانی ہے کیونکہ وہی شخص اس کلپ میں نبی ﷺ کی دو احادیث بطور دلیل پیش کرتے ہیں پھر آپ ﷺ سے محبت وپیار کرنے کا واسطہ دیتے ہیں مزید برآں انہوں نے پہلے صحیح جملہ استعمال بھی کیا ہے کہ آج کی تاریخ میں ہم محمد ﷺ سے بھی نہیں مانگ سکتے۔یہ چیز کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے کوئی بھی یوٹیوب پر ڈاکٹر صاحب کا متنازلہ بیان سن سکتا ہے اور حقیقت جان سکتا ہے۔

کہاوت ہے "چور مچائے شور"۔جب چور کو خطرہ محسوس ہوتا ہے تو وہی شور مچانے لگتا ہے بعینہ ایسا ہی بریلوی طبقہ ڈاکٹر صاحب کے متعلق کررہا ہے۔ان میں سے اکثریت کو پتہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی زبان سے سہوا ایسا جملہ نکل گیا ہے مگر چونکہ ڈاکٹر صاحب نے مزارات کی کمائی پر کاری ضرب لگائی ہے جس سے اس طبقہ کی تجارت میں خاصا نقصان ہوا

ہے،اس نقصان کا بدلہ چکانے کے لئے اس جملے سے بہتر اور کوئی گرفت نہیں ملی اور نہ مل سکتی ہے اس لئے سالوں سے اس سبقت لسانی کو پکڑے ہوئے ہیں جبکہ یہی طبقہ بڑی بڑی گستاخی پر صرف اپنے مفاد کے لئے شیعوں کی حمایت کرتا ہے۔حال ہی کا واقعہ ہے جب عامر لیاقت نے پاکستان میں مذہبی منافرت پھیلانے کی کوشش کی تو لوگوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا، عامر لیاقت کی حقیقت عوام کے سامنے لائی،پیمرا نے اس پر پابندی بھی لگائی۔اسی پابندی کے دوران ایک ویڈیو میں کوکب نورانی (بریلوی عالم)عامر لیاقت کا صحابی سے متعلق گستاخی پر دفاع کرتے ہیں کہ انہوں نے توبہ کرلی ہے اس لئے توبہ کے بعد کوئی مسئلہ ہی نہیں رہ جاتا مزید توبہ کے دلائل بھی پیش کرتے ہیں۔یہاں چونکہ اس بریلوی عالم کو چینل پہ آنے کا مکمل معاوضہ لینا ہے بلکہ مزید کمانا بھی ہے تو ایسے گستاخ کی تائید نہیں کرے گا تو کیا کرے گا؟۔

اب آیئے میں پوچھتا ہوں کیا اس کوکب نورانی کو ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب کا متنازعہ بیان پر توبہ کرنا معلوم نہیں ہے جبکہ یہ سبقت لسانی ہے اس پہ توبہ کی ضرورت ہی نہیں پھر بھی ڈاکٹر صاحب کی اعلی ظرفی کہ ملت اسلامیہ کے سامنے اپنے بیان کئے الفاظ کو غیر ارادی اور سبقت لسانی کہتے ہیں اور ساتھ ساتھ توبہ بھی کرتے اور اپنے الفاظ واپس لیتے ہیں۔ صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ طبقہ اپنے جرم کو چھپانے ، شرک وبدعت کی شاعت پہ پردہ پوشی کرنے اور اپنے عیوب کو مخفی رکھنے کے لئے کچھ بھی بول سکتا ہے، کسی سے مدد لے سکتا ہے اور کسی کی بھی حمایت وتائید کر سکتا ہے چہ جائیکہ مسلمان میں سے ہو یا غیروں میں سے۔الحفظ والامان

ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب نے جو غلط جملہ اپنی زبان سے غیر ارادی طور پر ظاہر کیا جس کی انہوں نے بعد میں وضاحت کی اور اس پہ کھلے دل سے توبہ بھی کیا پھر بھی مسلمانوں میں سے بعض لوگ اس پہ گرفت کرتے اور اس جملے کی وجہ سے ان کی تکفیر کرتے ہیں حتی کہ انسانوں سے بھی خارج کیا جارہا ہے۔آیئے ڈاکٹر صاحب کے مقدمہ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عدالت میں پیش کرتے ہیں تاکہ کم ازکم صاحب فہم وبصیرت پر حق واضح ہو اور وہ جانے انجانے میں غلط فہمی کا شکار نہ ہو۔

صحابی رسول عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إنَّ اللَّهَ وضَعَ عن أمَّتي الخطأَ والنِّسيانَ وما استُكرِهوا عليهِ(صحیح ابن ماجه:1677)

ترجمہ: اللہ تعالی نے میری امت سے (انجانے میں ہونے والی) غلطی، بھول چوک اور زور زبردستی کے نتیجہ میں ہونے والے خلاف شرع کاموں کو معاف کردیا ہے۔

گویا نبی ﷺ کے فرمان کی روشنی میں اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ جب کسی بندہ سے غیر ارادی طور پر بھول چوک ہوجائے تو اللہ کے نزدیک وہ معاف ہے اس وجہ سے کسی کی بھول چوک پر مواخذہ نہ دنیا میں ہوگا اور نہ ہی حساب وکتاب کے دن ہوگا۔

اب یہاں پر رسول رحمت ﷺ کی زبانی ایک پیارا سا واقعہ ملاحظہ فرمائیں جو سب کی آنکھیں کھولنے والا ہے۔ مسلم شریف کی حدیث ہے اس لئے اس حدیث کی صحت میں شک کی گنجائش نہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَلّهُ أشدُّ فرحًا بتوبةِ عبدِه ، حين يتوبُ إليه ، من أحدِكم كان على راحلتِه بأرضِ فلاةٍ . فانفلتت منه . وعليها طعامُه وشرابُه . فأيس منها . فأتى شجرةً . فاضطجع في ظلِّها . قد أيس من راحلتِه . فبينا هو كذلك إذا هو بها ، قائمةٌ عنده . فأخذ بخطامِها . ثم قال من شدةِ الفرحِ : اللهم ! أنت عبدي وأنا ربُّك . أخطأ من شدةِ الفرحِ۔(صحيح مسلم:2747)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر، جب وہ (بندہ) اس کی طرف توبہ کرتا ہے، تم میں سے کسی ایسے شخص کی نسبت کہیں زیادہ خوش ہوتا ہے جو ایک بے آب وگیاہ صحرا میں اپنی سواری پر (سفر کررہا) تھا تو وہ اس کے ہاتھ سے نکل (کرگم ہو) گئی، اس کا کھانا اور پانی اسی (سواری) پر ہے۔ وہ اس (کے ملنے) سے مایوس ہوگیا تو ایک درخت کے پاس آیا اور اس کے سائے میں لیٹ گیا۔ وہ اپنی سواری (ملنے) سے ناامید ہوچکا تھا۔ وہ اسی عالم میں ہے کہ اچانک وہ (آدمی) اس کے پاس ہے، وہ (اونٹنی) اس کے پاس کھڑی ہے، اس نے اس کو نکیل کی رسی سے پکڑ لیا، پھر بے پناہ خوشی کی شدت میں کہہ بیٹھا، اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ خوشی کی شدت کی وجہ سے غلطی کرگیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب سوار کو کھوئی ہوئی اپنی سواری مل گئی تو مارے خوشی کے اس کی زبان سے کفریہ جملہ "تو میرا بندہ میں تیرا رب" نکل جاتا ہے مگر چونکہ وہ بندہ کہنا یہ چاہ رہا تھا کہ میں تیرا بندہ تو میرا رب۔ اس وجہ سے اللہ غلطی کرنے کے باوجود خوش ہوتا ہے۔ اس واقعہ کو پڑھنے کے بعد بھی کوئی سبقت لسانی پر گرفت کرتا ہے تو میں کہوں

گا کہ اسے ڈاکٹر صاحب سے نہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی ہے۔

ڈاکٹر صاحب سے حسد و دشمنی میں کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ نہیں جی !ذاکر نائیک نے جان بوجھ کر ایسا کہا ہے،اس کا عقیدہ ہی ایسا ہے۔ یہ بات گلے سے نہیں اترے گی کیونکہ اس ویڈیو کو سن کر دشمن سے دشمن ایسا الزام لگانے سے ڈرے گا مگر بیحد افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کچھ لوگ مسلکی حسد میں اس قدر اندھا ہوگئے کہ حق سجھائی نہیں دیتا یا زبان پر ایسی مہر لگ گئی کہ حق ادا نہیں ہوتا۔

تھوڑی دیر کے لئے محض بحث کے طور پر مان لیتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب نے یہ بات جان بوجھ کہی،اب اس مقدمہ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عدالت میں پیش کرتے ہیں۔اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ(الشوری: 25)

ترجمہ: وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور (ان کی) برائیوں کو معاف کرتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے جانتا ہے۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

التائبُ من الذنبِ كمن لا ذنبَ لهُ(صحيح ابن ماجه:3446)

ترجمہ: گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا اس نے سرے سے کوئی گناہ ہی نہیں کیا۔

یہاں بھی عدالت الٰہیہ کا فیصلہ ہے کہ توبہ کرنے سے گناہ معاف ہو جاتا ہے، نبی ﷺ کی عدالت نے توبہ کرنے والے کو گناہوں سے پاک وصاف کر دیا۔اس سلسلے میں بہتیرے نصوص ہیں اور صحابہ وتابعین کے بے شمار واقعات جن میں توبہ کرنے سے معافی کا ذکر ہے۔

اس کے باوجود کوئی اس مسئلے میں ہٹ دھرمی کرے،ڈاکٹر صاحب کو طعنہ دے، تکفیر کا فتوی لگائے،انہیں مسلمانوں سے خارج گردانے،انسانوں میں بھی شمار نہ کرے، بری بری گالیاں دے ایسے سارے لوگوں کو کل قیامت میں اللہ کے یہاں حساب دینا ہے اور یہ حقوق العباد ہیں جو نیکیاں کرنے سے معاف نہیں ہوتیں بندوں کا حق لوٹانے سے معاف ہوتی ہیں۔آج برائیوں کے غلبے نے لوگوں کے دل سیاہ کر دئے،اللہ کا خوف دل سے نکل گیا،ایمان میں آمیزش کر لی، عقیدہ خراب کر لیا،مسائل خود سے وضع کر لئے، مسلمانوں پر طعن و تشنیع اور ان کی تکفیر معمولی مشغلہ بن گیا۔

اللہ کے بندو! کسی کا خوف ہو نہ ہو اللہ کا تو خوف کرو، کسی کا دل دکھاؤ گے، اللہ ناراض ہو گا، گالیاں بکو گے ان کے بدلے اعمال برباد ہوں گے۔ ایک دن اللہ کا سامنا ہو گا اس دن ذرہ ذرہ کا حساب ہو گا ، اس وقت سوائے ندامت ورسوائی کے اور کچھ نہ ملے گی۔ اگر خود کو مومن کہتے ہو تو فرمان مصطفی ﷺ کا پیکر بن جاؤ۔

المسلمُ من سلِم المسلمون من لسانِه ويدِه ، والمهاجرُ من هجر ما نهى اللهُ عنه(صحيح البخاري:6484)

ترجمہ: مسلمان وہ ہے جو مسلمانوں کو اپنی زبان اور ہاتھ سے (تکلیف پہنچنے سے) محفوظ رکھے اور مہاجر وہ ہے جو ان چیزوں سے رک جائے جس سے اللہ نے منع کیا ہے۔

ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے آج ہم یہ عہد کرتے ہیں کہ ہمیں ایسا مسلمان بننا ہے جس شر سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں بلکہ ہمیں مسلمان مہاجر بننا ہے اللہ تعالی نے جن چیزوں سے منع کیا ہے ان تمام چیزوں سے رک جانا ہے۔

BACK

ڈاکٹر ذاکر نائک غیر مسلموں کی نظر میں

ڈاکٹر ذاکر نائک نے کہا کہ "ہندو مسلم جھگڑا کرے میں جھگڑا ہونے دیتا ہی نہیں ہوں۔ میرے خلاف چند، خال ہی کوئی ہندو ملے گا، اکثر جو میرے خلاف ہیں وہ مسلمان ہی ہیں"۔ ڈاکٹر صاحب نے اس بات کا بھی خلاصہ کیا کہ مسلمان کیوں آپ کے خلاف ہیں؟ چونکہ میرے متعلق باسٹھ لاکھ ویب سائٹ پہ معلومات دی گئیں ہیں، اتنی تعداد میں کسی کے متعلق نہیں۔ اس وجہ سے نام نہاد مسلمانوں کی دوکان بند ہو رہی تھی۔

جب ہم ڈاکٹر صاحب کی اس بات کو عوام کے فکر وخیال سے مقارنہ کرتے ہیں تو واقعی پتہ چلتا ہے کہ ہندؤں یا یہ کہیں کافروں کی کثیر تعداد آپ کا مداح اور حامی ہے۔ ہندؤں کے بڑے سے بڑے سماجی، سیاسی، مذہبی، اور رفاہی کارکن بشمول سرکاری وغیر سرکاری آپ کے ساتھ کاندھے سے کاندھا ملائے آپ کے پروگراموں میں شمولیت کرتا ہے، علی الاعلان اسٹیج پہ آکر نہ صرف ڈاکٹر صاحب کی تعریف کے پل باندھتا ہے بلکہ اسلام کی سچائی کو بھی تسلیم کرتا ہے۔

سوشل میڈیا پہ شلپی پٹیل نام کی ایک ہندو لڑکی نے کہا کہ "ذاکر نائک اکیلا شخص ہیں جنھوں نے ہندؤں کو وید سکھایا ورنہ پنڈتوں نے تو یہی سکھایا تھا کہ مرے، پیدا ہو، شادی ہو، برسی ہو وغیرہ وغیرہ میں بس پنڈتوں کو بھر پیٹ کھانا کھلانا اور پنڈتوں کو نذرانہ دینا ہی ثواب ہے اور یہی ہندو مذہب ہے۔ بس اسی بات کی سزا ذاکر نائک کو مل رہی ہے۔ اپنی عقل لگاؤ، دکھاوے پہ مت جاؤ۔ اس لئے برہمن کو ذاکر نائک سے بہت زیادہ خطرہ ہے"۔

ایک دوسرے ہندو شبھم کمار کا کہنا ہے کہ میں ڈاکٹر ذاکر نائک کا اس لئے احترام کرتا ہوں کیونکہ انہوں نے بہت حد تک اسلام کا اصل مفہوم سمجھایا ہے۔

اسی پس منظر میں ایک ہندو نے کہا کہ بھارت نے جتنا اسلام کے خلاف طاقت خرچ کیا ہے اگر اتنا ملک کے لئے خرچ کرتا تو چین سے آگے ہوتا۔

اسلام اور ڈاکٹر صاحب کے متعلق ہندؤں کے اچھے خیالات اس قدر ہیں جن کا ادراک واحاطہ مشکل ہے۔ ثبوت کے طور پہ ٹیوٹر، فیس بوک اور یوٹیوب چینل کے فالوورز اور سبسکرائبرز کو دیکھا جاسکتا ہے۔ ساتھ ہی جتنی بڑی تعداد میں آپ کا پیس چینل ہندؤں میں دیکھا جاتا ہے اتنی تعداد میں ہندؤ مذہب کا بھی چینل نہیں دیکھا جاتا۔

عام ہندؤں کے علاوہ اس طبقے کے خواص بھی آپ کے مداحوں میں ہیں۔ پولیس افسران سے لیکر کورٹ کچہری کے وکلاء کے علاوہ سیاسی و سماجی تمام قسم کے رہنما آپ کے اس کام سے بیحد خوش اور آپ کو عوام کے لئے انمول تحفہ سمجھتے ہیں۔

ہندؤں کے مذہبی رہنما شنکر آچاریہ نے ڈاکٹر ذاکر نائک کے پروگرام میں برملا اظہار کیا کہ مجھے خوشی ہے کہ ڈاکٹر صاحب وقت نکال کر ہمارے بیچ آئے، میں ان کا شکریہ کیا ادا کروں، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اللہ اسے طاقت دے کہ اسی طرح ہم سب لوگوں کو ایسے ہی بڑے پروگراموں میں خطاب کرتے رہیں اور وہ ہم لوگوں پر عنایت کرتے رہیں اور ہم ان کے ساتھ رہیں گے۔ جہاں بھی لڑائی ہوگی سدا ان کا ساتھ دیتے رہیں گے۔

شولاپور پولیس کمشنر بھوشن کمار اپادھیائے نے کہا کہ جس طرح اسلامک ریسرچ سنٹر نے اسلام کو بڑے ہی سائنٹفک ڈھنگ سے سامنے لایا، ان کی کتابیں بھی جو نکلی ہیں کہ وہ کتابیں جب کوئی آدمی پڑھتا ہے تو اس کے من میں ایک صحیح پکچر آتا ہے۔ کہیں بھی کسی کے بارے میں کوئی نفرت نہیں، کہیں بھی کسی کے بارے میں من میں دشمنی پیدا نہیں ہوتی ۔اس لئے میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ ان کا جو مقصد ہے وہ کامیاب ہو، ہمارے ہندوستان میں، پوری دنیا میں امن پھیلے ، قومی یکجہتی پھیلے، قومی آہنگی پھیلے۔

ہندو پولیس کمشنر کی اس صراحت کے بعد بھی اگر کوئی ڈاکٹر صاحب پہ دہشت گردی کا الزام لگاتا ہے وہ نرا متصب، حاسد، دشمن اور ملک کا فسادی عنصر ہے۔

کمشنر صاحب نے جس سچائی کا اعتراف کیا ہے وہ عین حق ہے۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ سن 2003 میں اٹل بہاری کے دور میں جموں و کشمیر میں جہاں بے جے پی کے پسندیدہ شخص ایس کے سنہا گورنر تھے ڈاکٹر ذاکر نائک کو کشمیر بلایا گیا تھا تاکہ وہاں کے نوجوانوں کے اندر سے دہشت گردی کی ذہنیت ختم کی جائے اور خالص امن کا راستہ دکھایا جائے۔ اس ہندو گورنر نے راج بھون میں آپ کا والہانہ استقبال کیا، وہاں انہیں روک کر مزید پروگرام کرایا گیا۔ جس بے جے پی سرکار نے آپ کو امن کا رہنما سمجھ کر امن قائم کرنے کے لئے بلایا ہو وہی لوگ آج دہشت گردی کا الزام دے۔ بدیہی طور پہ سمجھ میں آتا ہے کہ انہیں پھنسایا جا رہا ہے۔ یہ حقیقت نہیں افسانہ ہے۔

دلائل و براہین ہزاروں ہیں مگر بطور استشہار ایک ہی دلیل کافی ہوتی ہے۔ اور مجھے قوی امید ہے کہ اس بہانے نہ صرف

ڈاکٹر صاحب کے لئے بلکہ اسلام کی نشرواشاعت کے لئے ہندوستان سمیت پوری دنیامیں فضاہموار ہو گی۔ان شاءاللہ ہم مسلمانوں کو ایک ساتھ ہو کر تشدد پسند ہندو تنظیموں (آر ایس ایس، شیو سینا، بجرنگ دل وغیرہ) کے خلاف آواز اٹھانی چاہئے جہاں واقعی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بغاوت، دشمنی، خون خرابے کی تعلیم دیجاتی ہے،اپنے کارکنوں کو زہر افشا تعلیم کے ساتھ اسلحہ بازی سے بھی مسلح کیا جاتا ہے۔ آج اگر سادھوی پراچی ڈاکٹر صاحب کے خلاف سر کاٹنے کی بات کر کے ہندو عوام کو اسلام کے خلاف دہشت گردی پہ ابھارتی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ سادھوی کی تنظیم اسی بات کی تربیت دیتی ہے ورنہ مذہبی رہنما کا بیان ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔اور ایسی زبان بولنے والے تمام لوگوں پہ پابندی لگائی جائے جو امن کے خلاف تحریک پیدا کرتے ہیں۔

BACK

پچاس سال پہلے کا قرض کس طرح چکائیں؟

قرض میں بے ایمانی اور ٹال مٹول کی وجہ سے آج بہت سے لوگ ایک دوسرے کو قرض دینے سے انکار کرتے ہیں مگر ایمانداروں کی بھی کسی زمانے میں کمی نہیں رہی ہے وہ بے ایمانی اور ٹال مٹول کی پرواہ کئے بغیر ضرورتمندوں کو قرض دیتے رہے ہیں۔ یہ مومن کی ایک اچھی صفت ہے۔ ہم میں سے جسے بھی اللہ نے ضرورت سے زائد مال دیا ہے اس سے ضرورتمندوں کی مدد کرے۔ زکوۃ وخیرات تو اپنی جگہ ہے ہی، سماج میں بہت سے ایسے افراد ہیں جو فقراء ومساکین میں شمار نہیں ہوتے، وہ محنت کرکے کھا سکتے ہیں ایسے لوگ اگر تجارت یا ضرورت کے تحت مالداروں سے قرض مانگے تو قرض دینا چاہئے۔ اگر قرض دینے میں اطمینان قلب چاہئے تو ضمانت کے طور پر کچھ رکھ لے یا کسی بھروسے مند آدمی کو گواہ بنالے۔ اس مضمون میں آپ کو ایک سائلہ کا جواب بیان کررہا ہوں جو پچاس سال پہلے لئے گئے قرض کی واپسی کا طریقہ پوچھ رہی ہیں۔

سائلہ نے پوچھا ہے کہ " آج سے پچاس سال پہلے ایک فوت شدہ انسان نے کسی سے ساڑھے آٹھ ہزار روپے کی رقم ادھار لی تھی اب اس کے لواحقین اس کا قرض اتارنا چاہتے ہیں اور ان کا سوال یہ ہے کہ آج سے پچاس سال پہلے اس رقم کی ویلیو یقیناً کم تھی اور آج کے دور میں اس رقم کی ویلیو بڑھ چکی ہے تو کیا قرض اتنا ہی ادا کرنا ہے جتنی رقم تھی یا پھر زمانے کی ویلیو کے مطابق ادا کرنا ہوگا؟"

اس سوال میں کئی پہلو ہیں ان سب کا جواب جاننا یہاں ضروری ہے۔

(1) پہلی بات یہ ہے کہ قرض لینے والا جس قدر ہو جلدی سے جلدی قرض واپس کردے۔ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں ممکن ہے قرض کی واپسی کئے بغیر دنیا سے رخصت ہوجائے اور اس کے ذمہ یہ قرض رہ جائے، اس صورت میں یوم حساب اس میت کی نیکی (قرض کے برابر) لے کر قرض دینے کو دے دی جائے گی اور یہ بھی جالیں کہ جان بوجھ کر قرض میں ٹال مٹول کرنے والا ظالم ہے، اگر بروقت قرض کی واپسی میں دشواری ہورہی ہو تو قرض دینے والے سے مہلت طلب کرے۔ قرض دینے والے کو بھی مقروض کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے مہلت اور عفو سے کام لینا چاہئے۔

(2)دوسری بات یہ ہے کہ جس کسی نے قرض لیا ہو اس کی وفات پہ سب سے پہلے قرض کی ادائیگی ہونی چاہئے ، نبی ﷺ نماز جنازہ پڑھانے سے پہلے پوچھتے کہ کیا اس پہ کوئی قرض ہے ؟ کیا اس نے ترکہ چھوڑا ہے ؟ قرض ہوتا تو ترکہ سے پہلے قرض کی ادائیگی کا حکم دیتے ، ایک شخص کا جنازہ لایا گیا اس کے ذمہ قرض تھا مگر ترکہ میں کچھ نہیں چھوڑا تھا آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا جب ایک صحابی نے اپنے ذمہ قرض کی ادائیگی لے لی تو آپ نے جنازہ پڑھایا۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

ثُمَّ أُتِيَ بِالثَّالِثَةِ فَقَالُوا صَلِّ عَلَيْهَا قَالَ هَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوا لَا قَالَ فَهَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قَالُوا ثَلَاثَةُ دَنَانِيرَ قَالَ صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ قَالَ أَبُو قَتَادَةَ صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَعَلَيَّ دَيْنُهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ(صحيح البخاری: 2289)

ترجمہ: پھر تیسرا جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس کی نماز پڑھا دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق بھی وہی دریافت فرمایا، کیا کوئی مال ترکہ چھوڑا ہے ؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، اور اس پر کسی کا قرض بھی ہے ؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں تین دینار ہیں۔ آپ نے اس پر فرمایا کہ پھر اپنے ساتھی کی تم ہی لوگ نماز پڑھ لو۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بولے اے اللہ کے رسول ! ان کی نماز پڑھا دیجئے، ان کا قرض میں ادا کر دوں گا۔ تب آپ نے اس پر نماز پڑھائی۔

صورت مسئولہ میں میت کی تدفین سے قبل ہی قرض کی ادائیگی کا اعلان ہو جانا چاہئے تھا، اگر اس وقت لواحقین میں سے کسی کو قرض کا علم نہیں تھا تو اللہ معاف کرنے والا ہے لیکن علم ہوتے ہوئے بھی تاخیر کی گئی تو قرض دینے والے سے میت کے حق میں معافی طلب کرے۔

(3)تیسری بات یہ ہے کہ قرض کی صورت میں جتنا پیسہ لیا ہے وہی لوٹانا چاہئے ، پیسے کی ویلیو زمانہ طویل ہونے سے زیادہ نہیں ہوتی بلکہ کم ہوتی جا رہی ہے مثلا پہلے سو روپے میں ایک گائے خرید لیتے تھے تو اب ایک گائے کے لئے آٹھ دس ہزار روپئے چاہئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیسے کی ویلیو دن بدن زیادہ نہیں کم ہو رہی ہے۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ پیسے کی ویلیو کم ہونے سے قرض دار نے جتنی رقم قرض لیا تھا اس میں اپنے زمانے کے حساب سے زیادہ سامان خرید سکتا تھا جبکہ آج پچاس سال بعد وہ پیسہ قرض دینے والے کو لوٹانے سے کم سامان خرید سکتا ہے۔ اس صورت

میں قرض دینے والا کا نقصان ہو رہا ہے۔قرض دینے کا احسان اور تاخیر سے قرض لوٹانے پر نقصان کا اجر اللہ کے پاس ہے۔ایک مدت کے بعد ہو بہو قرض لوٹانے سے متعلق بخاری شریف میں نبی اسرائیل کا واقعہ مذکور ہے جس کا مفہوم بیان کرتا ہوں۔

نبی ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی اسرائیل کے ایک آدمی نے نبی اسرائیل کے دوسرے آدمی سے ایک ہزار دینار قرض مانگا،اس قرض پہ قرض مانگنے والے نے اللہ کو گواہ بھی اور ضامن بھی بنایا۔قرض ایک مدت کے لئے طے کرکے قرض دار دریائی سفر پہ نکل گیا جب ضرورت پوری ہوگئی تو دریائی سفر سے واپسی کے لئے کشتی وغیرہ تلاش کیا تاکہ متعین وقت پہ قرض لوٹا سکے مگر سواری کا انتظام نہ سکا۔اس نے ایک لکڑی میں سوراخ کرکے ایک ہزار دینار اور ایک خط اس میں ڈال کر دریا کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ اے اللہ ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیا تھا۔اس نے مجھ سے ضامن مانگا تو میں نے کہہ دیا تھا کہ میرا ضامن اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بھی تجھ پر راضی ہوا۔اس نے مجھ سے گواہ مانگا تو اس کا بھی جواب میں نے یہی دیا کہ اللہ پاک گواہ کافی ہے تو وہ مجھ پر راضی ہوگیا اور تو جانتا ہے کہ میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی سواری ملے جس کے ذریعہ میں اس کا قرض اس تک مدت مقررہ میں پہنچا سکوں لیکن مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی اس لیے اب میں اس کو تیرے ہی حوالے کرتا ہوں۔

قرض دینے والا دریا کنارے آیا کہ شاید کوئی جہاز آئے اور قرض لینے والا مجھے میرا پیسہ لوٹا دے۔اسے کوئی جہاز تو نہیں ملا مگر ایک لکڑی ملی جس میں دینار اور ایک خط تھا۔ادھر قرض دار برابر اس کوشش میں تھا مجھے کسی طرح شہر جانے کا موقع ملے کہ قرض لوٹا سکوں،بہت دن بعد اسے شہر لوٹنے کا موقع مل گیا۔جب اس آدمی سے ملاقات ہوئی تو قرض دینے والے نے پوچھا کہ اچھا یہ تو بتاؤ کوئی چیز کبھی تم نے میرے نام بھیجی تھی؟ مقروض نے جواب دیا بتا تو رہا ہوں آپ کو کہ کوئی جہاز مجھے اس جہاز سے پہلے نہیں ملا جس سے میں آج پہنچا ہوں۔اس پر قرض خواہ نے کہا کہ پھر اللہ نے بھی آپ کا وہ قرض ادا کر دیا جسے آپ نے لکڑی میں ڈال کر بھیجا تھا چنانچہ وہ صاحب اپنا ہزار دینار لے کر خوش خوش واپس لوٹ گئے۔(صحیح البخاری:2291)

اگر ایسے قرض دار ہوں تو کسی کو قرض دینے میں کوئی حرج محسوس نہ ہو۔

(4)چوتھی بات یہ ہے کہ قرض وہی آدمی دیتا ہے جس کے پاس ضرورت سے زیادہ مال ہو ایسے آدمی مقروض پر احسان کرتا ہے،اس کا صلہ اللہ کے یہاں بہتر سے بہتر ہے لہذا کچھ دنوں یا کچھ سالوں میں ہو بہو قرض کی واپسی پہ قرض کی ویلیو کم ہو جانے سے مایوس نہیں چاہئے،قرض دینے کا صلہ اللہ کے یہاں ملے گا۔ان شاءاللہ

نبی ﷺ نے فرمان ہے:

دخل رجلٌ الجنَّةَ ، فرأى مكتوبًا على بابِها : الصدقةُ بعشرِ أمثالِها ، والقرضُ بثمانيةَ عشرَ(صحيح الترغيب:900)

ترجمہ:ایک آدمی جنت میں داخل ہوا،اس نے جنت کے دروازے پر لکھا دیکھا کہ صدقہ کا بدلہ دس گنا اور قرض کا بدلہ اٹھارہ گنا ہے۔

(5)پانچویں بات یہ ہے کہ اگر قرض لینے والے نے قرض کا مال تجارت میں لگایا اور اس سے نفع کمایا تو مناسب ہے کہ اس نفع سے کچھ نہ کچھ قرض دینے والے کو بھی دے جبکہ قرض کی واپسی میں کافی تاخیر بھی ہوئی اور قرض خواہ نے تنگ نہیں کیا ہو۔یہ قرض پہ تھوڑا زائد دینا بلا مشروط اور غیر ضروری ہے، نہیں دینا چاہے تو کوئی جبر نہیں۔اس کے لئے میں تین دلائل پیش کرتا ہوں۔

پہلی دلیل:قرض دینے والے کو بلا مشروط(پہلے سے زیادہ دینے کی شرط نہ لگی ہو)قرض سے کچھ زیادہ مال لوٹا سکتے ہیں، یہ کچھ زیادہ دینا ضروری نہیں ہے تاہم جائز ہے اس کی دلیل بخاری شریف کی یہ حدیث ہے۔جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں:

أتَيتُ النبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم وهو في المسجدِ ، قال مِسعَرٌ : أُراه قال : ضُحًى ، فقال : صلِّ ركعتَينِ . وكان لي عليه دَينٌ ، فقَضاني وزادَني .(صحيح البخاري:443)

ترجمہ:میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا,آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔مسعر نے کہا میرا خیال ہے کہ محارب نے چاشت کا وقت بتایا تھا۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (پہلے)دو رکعت نماز پڑھ اور میرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ قرض تھا جسے آپ نے ادا کیا اور کچھ زیادہ دیا۔

دوسری دلیل:تین غار والوں کا واقعہ ہے جس میں تیسرا شخص ایک آدمی کی مزدوری واپس نہیں کر پاتا اور وہ اس

مزدوری سے کاروبار کرتا ہے جب کچھ دنوں بعد مزدور واپس آکر اپنی اجرت کا مطالبہ کرتا ہے تو اس نے اجرت سے منافع شدہ تمام مال لوٹادیا۔ بخاری شریف کی اس لمبی حدیث کا یہ ٹکڑا دیکھیں:

وقال الثالثُ : اللهمَّ إني استأجَرتُ أُجَراءَ فأعطيتُهم أجرَهم غيرَ رجلٍ واحدٍ ترَك الذي له وذهَب ، فثمَّرتُ أجرَه حتى كثُرَتْ منه الأموالُ ، فجاءني بعد حينٍ ، فقال : يا عبدَ اللهِ أَدِّ إليَّ أجري ، فقلتُ له : كلُّ ما تَرى من أجرِك ، منَ الإبلِ والبقرِ والغنمِ والرقيقِ ، فقال : يا عبدَ اللهِ لا تَستَهزِئْ بي ، فقلتُ : إني لا أستَهزِئُ بك ، فأخَذه كلَّه فاستاقَه فلم يترُكْ منه شيئًا (صحيح البخاري:2272)

ترجمہ: اور تیسرے شخص نے دعا کی۔ اے اللہ! میں نے چند مزدور کئے تھے۔ پھر سب کو ان کی مزدوری پوری دے دی، مگر ایک مزدور ایسا نکلا کہ وہ اپنی مزدوری ہی چھوڑ گیا۔ میں نے اس کی مزدوری کو کاروبار میں لگا دیا اور بہت کچھ نفع حاصل ہو گیا پھر کچھ دنوں کے بعد وہی مزدور میرے پاس آیا اور کہنے لگا اللہ کے بندے! مجھے میری مزدوری دے دے، میں نے کہا یہ جو کچھ تو دیکھ رہا ہے۔ اونٹ، گائے، بکری اور غلام یہ سب تمہاری مزدوری ہی ہے۔ وہ کہنے لگا اللہ کے بندے! مجھ سے مذاق نہ کر۔ میں نے کہا میں مذاق نہیں کرتا، چنانچہ اس شخص نے سب کچھ لیا اور اپنے ساتھ لے گیا۔ ایک چیز بھی اس میں سے باقی نہیں چھوڑی۔

یہ مال قرض کا نہیں تھا بلکہ اجرت بطور امانت تھی اس امانت سے جو منافع ہوا سب مال والا لے گیا، یہ بھلائی کا بڑا معیار ہے۔ اس واقعہ سے مال والے کو زیادہ دینے کا پہلو نکلتا ہے۔

تیسری دلیل: قرض دینا ایک احسان ہے اور قرض کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائے اور قرض خواہ تنگ نہ کرے تو یہ بڑا احسان ہے اس احسان کا بدلہ دینا چاہئے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

مَنِ استعاذَ باللَّهِ فأعيذوهُ ومن سألَ باللَّهِ فأعطوهُ ومَن دَعاكم فأجيبوهُ ومن صنعَ إليكُم معروفًا فَكافئوهُ فإن لم تجِدوا ما تُكافئونَه فادعوا لَه حتَّى تَروا أنَّكُم قد كافأتُموهُ(صحيح أبي داود:1672)

ترجمہ: جو شخص اللہ کے واسطے سے پناہ مانگے اس کو امان دو اور جو شخص اللہ کے نام سے سوال کرے اس کو دو اور جو

تمہاری دعوت کرے اس کی دعوت قبول کرو اور جو تمہارے ساتھ احسان کرے اس کا بدلہ دو۔ اگر بدلہ دینے کے لیے کوئی چیز نہ پاؤ تو اس کے حق میں دعا کرو یہاں تک کہ تم سمجھ لو کہ اس (کے احسان) کا بدلہ دے دیا ہے۔

اللہ تعالی ہم سب کو حقوق العباد ادا کرنے اور حقداروں کو زائد مال میں سے خرچ کرنے کی توفیق دے۔ آمین

BACK

مسلمانوں کی بڑھتی آبادی کا تجزیاتی مطالعہ

کفار کے یہاں بیٹی کی پیدائش منحوس مانی جاتی ہے، نتیجۃً اسے ماں کے پیٹ میں ہی مار دی جاتی ہے جو زندہ در گور کرنے کے مترادف ہے۔ اسی طرح خاندانی منصوبہ کے تحت ایک دو بچوں پہ اکتفا کفار کی عالمی پہچان بن گئی ہے۔ ان دو وجوہات کی بنا پر عالمی اعتبار سے غیر مسلموں کا تناسب دن بدن کم ہو جا چلا جا رہا ہے۔ اباحیت پسندی کی گرم بازاری نے نکاح جیسے مقدس رشتے کو بے معنی کر دیا۔ اب بغیر شادی کے ہوس ناکی عام ہو گئی ہے جس میں بیوی بچوں کی کفالت و نگرانی کا کوئی جھنجھٹ نہیں۔ اس مغربی شعور و کلچر نے تو آبادی کیا انسانیت کا ہی گلا گھونٹ کر رکھ دیا۔

عیسائیت کی تعداد عالمی پیمانے پہ سب سے زیادہ ہے مگر خاندانی منصوبہ بندی اور اباحیت پسندی نے عیسائیوں کو بھی اپنی آبادی کے متعلق فکر مندی میں مبتلا کر دیا ہے اور مستقبل میں مسلمانوں کی کثرت کا اندازہ لگایا جا رہا ہے۔ ساتھ ہی ابھی سے ہی مسلمانوں کو کم کرنے کے متعدد حربے استعمال کئے جا رہے ہیں۔

بین الاقوامی سطح پر مجموعی اعتبار سے مسلمانوں کی تعداد گرچہ کم ہو مگر یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ مسلمان ممالک کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی مسلمانوں کی تعداد تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ ان کے مختلف اسباب ہیں۔

پہلا: اسلام نے آبادی بڑھانے کی ترغیب دی جس پہ مسلمانوں کا دیندار طبقہ سدا سے عمل پیرا ہے۔

دوسرا: نئے مسلمانوں کی روز بروز بڑھتی تعداد نے مسلمانوں کی کثرت میں مزید اضافہ کیا۔

تیسرا: اسلامی غیرت رکھنے والے مسلمان فیملی پلاننگ اور اسقاط حمل سے الحمدللہ دور ہیں کیونکہ انہیں اللہ کا خوف اور آخرت میں حساب و کتاب کا ڈر ہے۔

چوتھا: صحیح ایمان رکھنے والے مسلمان نکاح چھوڑ کر کبھی بھی اباحیت پسندی کا طریقہ نہیں اختیار کر سکتے۔

ان چند اسباب کی وجہ سے عالم نائیدار میں مسلمانوں کی آبادی بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ یہ بڑھتی آبادی جہاں مسلمانوں کے لئے باعث اضطراب ہے وہیں اہل کفر و شرک کی خاطر بھی تشویش ناک ہے۔

حقیقت میں مسلمان کی آبادی مسلمانوں کے لئے کوئی مسئلہ نہیں ہے مگر مسلم اسٹیٹ اور ذمہ دار طبقات کی عدم توجہی نے اسے مسئلہ بنا دیا۔

مسلمانوں کی بڑھتی آبادی کی وجہ سے دو قسم کے مسائل ہیں۔ پہلی قسم کا تعلق کفار و مشرکین کے ناپاک ہتھکنڈے سے ہے اور دوسری قسم مسلمانوں کے اندرونی مسائل سے ۔

ہندوستان کے متعدد صوبے اور علاقے جات مثلا آسام اور نارتھ ایسٹ وغیرہ میں مسلمانوں کی اکثریت کی بناپر ہندووادی، حکومت سے مسلمانوں کے لئے خاندانی منصوبہ بندی کی مانگ کررہے ہیں۔ ہندوستانی حکومت مسلمانوں کے تئیں کس قدر منصف ہے وہ سب کو پتہ ہے وہ زبردستی اس منصوبے کو ہر مسلمان پہ فانذ نہیں کرسکتی تو اس کا بدل اختیار کرتی ہے جس سے مسلمانوں کی تعداد آپ خود کم ہو جائے گی۔

ہندوستان میں مسلمانوں پہ بے جا ظلم وتشدد اور قتل وغارت گری، مسلمانوں کے ساتھ دنگے فساد، مسلمانوں کے لئے جیل کی آہنی سلاخیں، مسلمانوں کے لئے وسائل کی عدم دستیابی اور ان کے لئے نوکری کا فقدان ، بے جا مقدمات وغیرہ اسی کا شاخسانہ ہیں۔

اگر آپ ہندوستان کا سروے کریں تو معلوم ہوگا جیلوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ بھوک مری میں زیادہ تعداد مسلمانوں کی ہے۔ غربت ولاچاری مسلمانوں کا نصیبہ ہے۔ کوٹ کچہری میں زیادہ معصوم مسلمان پھنسے ہیں۔ فرقہ واریت کے نام پہ مسلمانوں کا قتل عام کیا جاتا ہے۔ دہشت گردی کے نام پہ دنیا بھر میں صرف مسلمانوں کو ہی پکڑا جارہاہے جیسا کہ لگتا ہے باقی کسی قوم ومذہب میں کوئی دہشت گرد ہے نہیں۔ خود جرم کرکے مسلمانوں کو پھنسانے کا بہانہ تلاش کیا جاتا ہے۔ ان سب کے پیچھے اہم مقصد مسلمانوں کی نسل کشی ہے۔ بھارت کی تشدد پسند تنظیم وشوہندو پریشد کے متشدد رہنما پروین تگڑیا نے ہندو جوڑے کو زیادہ سے زیادہ بچے پیدا کرنے کی صلاح دی ہے تاکہ مسلمانوں کا مقابلہ ہوسکے۔ اسی تنظیم کے جوائنٹ جنرل سکریٹری سریندر کمار نے کہا ہے کہ مسلمانوں کے یہاں شرح پیدائش روز بروز بڑھ رہی ہے، ہندؤں کی آبادی میں گراوٹ روکنے کے لئے اقدامات کی ضرورت ہے۔

میں نے قادیانیوں کے ایک گروہ کے متعلق سنا جو مسلمانوں میں ایڈس پھیلا کر مجبورا قادیانی بناتا ہے۔ یہ لوگ دوستی کے نام پہ لڑکیوں کے موبائل نمبر اخبارات وجرائد کے ذریعہ مشہور کرتے ہیں۔ یہ لڑکیاں دوستی کرکے لڑکوں کو زناکاری کے گروہ میں شامل کرتی ہیں جو ایڈس زدہ ہوتی ہیں۔ جب ایڈس کا روگ لگ جاتا ہے تو اس گروہ کے لئے کام کرنا مجبوری بن جاتی ہے۔ پھر مذہب تبدیل کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اس طرح نہ جانے کتنی اور کس کس قسم کی

تنظیمیں خفیہ طور پہ مسلمانوں کو دین سے بیزار کرتی ہوں گی؟۔عیسائی طاقت افزائش نسل پہ جتنا دھیان نہیں دیتی اس سے کہیں زیادہ مسلم قوم کی نسل کشی اور مذہب بیزاری پہ دیتی ہے۔

غیر اقوام ہمیں آپس میں لڑا کر ہماری تعداد اور طاقت ختم کر رہی ہے جسے ہم سمجھنے سے اب تک قاصر ہیں۔فرقہ بندی کے نام پہ بہت ساری جگہوں پہ مسلمان آپس ہی میں لڑ کر ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں۔یہ ہمارے دشمن کی چال ہے۔

دہشت گردی کے نام پہ نہ جانے کیا کیا کھیل کھیلا جارہا ہے۔دنیا بھر لاکھوں مسلمان تہ تیغ ہو چکے اور ہمیشہ ہوتے رہیں گے جب تک کہ مسلمان ایک نہ ہو جائیں۔قضیہ فلسطین، مسئلہ کشمیر، عراق اور افغانستان کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔

داخلی طور پہ مسلمانوں کے اندر بھی بہت سے مسائل ہیں جن کی بدولت ہماری طاقت کو گھن لگ رہا ہے۔مسلمانوں کی آبادی کے مسائل کو حل کرنے کا سب سے اہم ذریعہ اتفاق واتحاد ہے۔مسلک پرستی اور گروہ بندی سے چشم کشی کر کے ایک پلیٹ فارم پہ آنا ہوگا تاکہ داخلی مسائل کا حل تلاش کریں اور خارجی طور پہ استعمال کئے جانے والے باطل ہتھکنڈے کا منہ توڑ جواب دے سکیں۔آدمی جو کچھ سنتا، دیکھتا اور پڑھتا ہے زندگی پہ اس کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔آج میڈیا نے مسلمانوں کو بھی بڑھتی آبادی سے خوف زدہ کر دیا ہے۔بنابریں کچھ مسلمان خاندانی منصوبہ بندی کے قائل ہیں تو کچھ اسقاط حمل کے۔کچھ کے نظریات تو بڑے بھیانک ہیں۔پیٹ اور بھوک کے لئے حلال وحرام کی تمیز کئے بغیر آرٹ اور فیشن کے نام پہ حرام کاری میں ملوث ہیں۔ قتل، فساد، چوری، عیاشی اور کالا بازاری بڑھتی آبادی کے مسائل ہیں جن کی طرف بعض مسلمان جہالت ونادانی میں مائل ہو جاتے ہیں۔اور اپنی زندگی کے ساتھ ساتھ صالح معاشرہ کا گلا گھونٹ دیتے ہیں۔یہ داخلی مسائل خود اپنے پیدا کردہ ہیں۔ کہیں والدین کی غفلت، کہیں اسلامی حکمراں کی بے توجہی، کہیں علماء ودعاۃ سے سستی تو کہیں خدام خلق کی لاپرواہی سبب بن رہی ہے۔جب تک داخلی مسائل ختم نہ ہوں گے خارجی چیلنجز سے مکمل طور پر نبرد آزما نہیں ہو سکتے۔اس لئے ذمہ دار طبقوں کو پہلے اندرونی مسائل کے سدباب کے لئے فضا ہموار کرنی ہوگی پھر اس راہ کی کافرانہ دشواریوں کا مقابلہ کیا جائے گا۔یہ بھی ممکن ہے کہ داخلی اور خارجی دونوں

محاذ پہ یکساں کام کیا جائے اس کے لئے گروہ بندی سے بالاتر ہو کر محض اسلام اور مسلمانوں کا مفاد پیش نظر رکھنا ہو گا۔
کاش کے مسلمان ان مسائل کو محسوس کرے اور ان کے حل کے لئے یک جوٹ ہو کر میدان میں آئے۔

BACK

مقلدین کا وسوسہ "اہل حدیث انگریز کی پیداوار" اور اس کا علاج

کئی سالوں سے مقلدین کی طرف سے اہل حدیث کے وجود کو ہندوستان میں انگریز کی آمد سے جوڑنے کی ناپاک کوشش کی جارہی ہے تاکہ اپنے نئے وجود کو لوگوں کی نظروں سے بچا سکے۔ یہ کام وہی کرتا ہے جسے اپنے وجود پہ بھروسہ نہیں ہوتا۔

درحقیقت اہل حدیث ہندوستان میں ہی نہیں پوری دنیا میں اس وقت سے ہیں جب سے اسلام ہے، یہ الگ بات ہے ہم حق پرستوں کی تعداد ہمیشہ کم رہی ہے ، اس کی وجہ اللہ رب العزت نے خود بتلادی ہے ۔ وقلیل من عبادی الشکور (القرآن) شکر گذار بندے تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔

اہل حدیث کو انگریز کی آمد سے جوڑنے کے واسطے مقلدوں کی عقل کا جنازہ نکل گیا۔ایک طرف تو اہل حدیث کو انگریز کی پیداوار کہتے ہیں دوسری طرف اہل الحدیث محدثین کی جماعت کہہ کر شروع اسلام سے اس کا وجود بھی مانتے ہیں۔ ان کی عقل پہ ماتم کیا جائے اور کیا کیا جائے ؟۔

اہل حدیث کا صحیح معنی اور اس کی صحیح تاریخ سمجھ لیں۔

جیسے اہل السنہ سے سنت والے یعنی تمام مسلمان خواہ پڑھا ہو یا جاہل مراد ہیں اسی طرح اہل الحدیث سے حدیث پہ عمل کرنے والے تمام مسلمان خواہ پڑھا لکھا ہو، غیر پڑھا لکھا مراد ہیں۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

"صاحب الحدیث عندنا من یستعمل الحدیث" ہمارے نزدیک اہلحدیث وہ ہے جو حدیث پر عمل کرتا ہے۔

(مناقب الامام احمد بن حنبل لابن الجوزی ص ۲۰۹ وسندہ صحیح)

میں دیوبندی یا بریلوی کو انگریز کی اولاد یا اس کی پیداوار نہیں کہہ سکتا اللہ تعالی کے سامنے میری پوچھ ہوگی مگر ان دونوں کا وجود انگریزی دور سے ہے یہ بالیقن کہہ سکتا ہوں۔ مجھے تعجب اس بات پہ ہے اہل حدیث کو کیسے انگریز کی پیداوار کہا جاتا ہے ؟، ذرہ برابر اللہ کا خوف نہیں ہوتا۔ ہند پہ راج کرنے والا انگریز تو سراپا کافر تھا، مسلمان ان کافر کی پیداوار کیسے ہو سکتے ہیں؟ شرم نہیں آتی یہ بات کہتے ہوئے۔

؎ یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائے یہود

اہل حدیث کے مختلف نام ہیں،ان میں سلفی، محمدی،اہل السنہ اوراثری وغیرہ ہیں۔ یہ سب اہل حدیث کے صفاتی نام ہیں جس کی پہچان حدیث میں طائفہ منصورہ بتلائی گئی ہے۔ طائفہ منصورہ بھی ایک وصفی نام ہے یعنی نجات پانے والی جماعت۔اس نام کا بھی یہ مطلب نہیں کہ اسلام سے ہٹ کر یہ ایک الگ فرقہ ہے۔

گویااہل الحدیث میں بشمول عوام وخواص صحابہ ،تابعین، تبع تابعین،ائمہ اور قیامت تک آنے والے حامل کتاب وسنت شامل ہیں۔اس کا دوٹوک مطلب یہ ہوا کہ اہل حدیث سدا سے ہیں۔ائمہ و محدثین نے انگریز کی آمد سے سیکڑوں سال پہلے طائفہ منصورہ کواہل حدیث بتلایا ہے۔امام احمد بن حنبل،امام بخاری,امام علی بن المدینی اور بہت سے اہل علم نے طائفہ منصورہ اہل حدیث ہی کو قرار دیا ہے۔

حوالے کے طور پہ دیکھیں:(معرفۃعلوم الحدیث للحاکم:2 وصحیحہ ابن حجر العسقلانی فی فتح الباری ج13، ص293 تحت ح7311، مسالۃالاحتجاج بالشافعی للخطیب ص47، سنن ترمذی مع عارضۃالاحوزی ج9، ص74ح2229)

طوالت کے خوف سے اس بات کے ذکر کا موقع نہیں وگرنہ ہزاروں اہل علم کے اقوال پیش کئے جاسکتے ہیں جنھوں نے انگریز سے سیکڑوں سال پہلے جماعت اہل حدیث کا تذکرہ اس کی مدح سرائی کی ہے۔

ایک عام طالب علم یاعام آدمی بغیر کتاب اٹھائے اور بغیر تاریخ کا پتہ کئے یہ بات کہہ سکتا ہے کہ ☆دیوبندی کی ابتداء مدرسہ دیوبند کے قیام سے ہے۔

☆بریلوی کی ابتداءاحمد رضابریلوی کی پیدائش کے بعد سے ہے۔

☆اوراہل حدیث کی ابتداءاس وقت سے ہے جب سے حدیث اور عاملین بالکتاب والحدیث پائے جاتے ہیں۔

ارے میاں! تم اہل حدیث کی بات کرتے ہو۔انگریز سے ہماری کوئی نسبت ہی نہیں،ہم تواصل مسلمان سمجھ کر آزادی ہند میں گاجر مولی کی طرح کاٹے گئے اور تم تووفاداران انگریز تھے، گوکہ اس نے تمھیں جنم نہیں دیا مگر تمہارا وجود اسی وفادار نے باقی رکھا کیونکہ اس کا ساتھ جو نبھاتے تھے۔

مدرسہ دیوبند کا قیام 1867 اور احمد رضا بریلوی کی پیدائش 1865 –ان دونوں کے معرض وجود میں آنے سے پہلے یعنی انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی سے پہلے فرقہ دیوبندیہ اور فرقہ بریلویہ کا کوئی وجود ہی نہیں تھا۔ہندوستان میں گوکہ پہلے ہی انگریز کی آمد ہوگئی تھی مگر 1857 کے بعد یہاں اس کا راج قائم ہوگیا۔جس نے اس راج کا ساتھ دیا

انگریز کا وفادار کہلایا اور جس نے مخالفت کی اسے غدار سمجھا گیا اور اسے قسم قسم کی سزا دی گئی۔ ہمیں تو مخالف سمجھ کر وہابی کہا گیا اور ہم نے سینوں میں انگریز کی گولیاں کھائیں اور الحمد للہ اسلام بچایا مگر ملک کا غدار ہونے کے ساتھ، دین سے بھی کچھ مسلمانوں نے غداری کی جنہیں اسلامی تاریخ کبھی معاف نہیں کر سکتی۔

میں پورے دیوبندی مسلمان کو مطعون نہیں کرتا اور نہ ہی کر سکتا ہوں۔ خاص طور سے جو ابھی کے دیوبندی ان کا کوئی قصور نہیں مگر تاریخی حقائق کا انکار بھی نہیں کیا جاسکتا جس میں دیوبند اور آل دیوبند کا انگریزی سرکار سے دوستانہ تعلقات ملتے ہیں۔

(1) مدرسہ دیوبند اور انگریزی سرکار: جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے۔ جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے۔ یہ مدرسہ خلافِ سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد معاونِ سرکار ہے۔ (مولانا محمد احسن نانوتوی، ص 217)

(2) مدرسہ دیوبند کے کارکنان اور انگریز: مدرسہ دیوبند کے کارکنوں میں اکثریت ایسے بزرگوں کی تھی جو گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حال پینشنرز تھے جن کے بارے میں گورنمنٹ کو شک وشبہ کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی۔ (حاشیہ سوانح قاسمی، ج2، ص 247)

(3) مدرسہ دیوبند کے بانی اور انگریز: مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب کا انگریزی مدرسہ دہلی سے بھی تعلق رہا (تذکرہ علمائے ہند فارسی ص ۲۱۰ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۱٤)

اس انگریزی کالج کا مقصد بھی جان لیں۔

"عربی کالج (دہلی) کی مشین میں جو کل پرزے ڈھالے جاتے تھے ان کے متعلق طے کیا گیا تھا کہ صورت وشکل کے اور بیرونی لوازم کے حساب سے تو وہ مولوی ہوں اور مذاق ورائے اور سمجھ کے اعتبار سے آزادی کے ساتھ حق کی تلاش کرنے والی جماعت ہو"۔ (سوانح قاسمی، ج۱، ص 97-96)

اسی کالج کے تربیت یافتہ مولوی قاسم، ان کے استاد مملوک علی اور مولوی احسن نانوتوی وغیرہ تھے۔ دیکھیں۔ ((مولانا احسن نانوتوی، ص 25، 77)، (ارواحِ ثلاثہ، ص 301) اور (تذکرہ علماء ہند، ص 210)

(4) مولوی رشید احمد گنگوہی اور انگریز: دیوبندی حلقے کے ممتاز مصنف مولوی عاشق الٰہی میرٹھی اپنی کتاب تذکرۃ

الرشید میں انگریزی حکومت کے ساتھ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے نیاز مندانہ جذبات کی تصویر کھینچتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں آپ سمجھے ہوئے تھے کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا فرماں بردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بیکانہ ہوگا اور اگر مارا بھی آگیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔(تذکرۃ الرشید ج 1 ص 80 ادارہ اسلامیات لاہور)

(5)مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کو سرکار برطانیہ (انگریز) سے چھ سو روپے ماہوار ملا کرتے تھے-(مکالمۃ الصدرین صفحہ نمبر 9 دارالاشاعت دیوبند ضلع سہانپور)

(6) تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس کاندھلوی کو سرکار برطانیہ (انگریز) سے بذریعہ لیٹر پیسے ملتے تھے-(مکالمۃ الصدرین صفحہ نمبر 8)

(7)جمعیت علمائے اسلام کو حکومت برطانیہ (انگریز) نے قائم کیا اور ان کی امداد کی-(مکالمۃ الصدرین صفحہ نمبر 7)

حجت قائم کرنے کے لئے ایک ہی ثبوت کافی ہوتا ہے مگر یہاں اس قدر ثبوت موجود ہیں کہ آنکھیں بند کرنے سے بھی حقائق اوجھل نہیں ہوتے۔

حلاصہ بیان کرتے ہوئے یہ کہہ سکتا ہوں کہ دیوبندی فرقہ انگریز کے دور سے معرض وجود میں آیا، اس فرقے کے سرکردہ علماء و مشائخ کی تربیت انگریزی اسکول میں ہوئی، اس فرقے پہ انگریزوں کے بے پناہ احسانات ہیں یا یہ کہہ لیں کہ انگریزی ساتھ نبھانے سے انہیں خوب خوب انگریزی انعامات ملے۔

ے آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

بہت معذرت کے ساتھ ان نادانوں کے نام جو لوگوں میں وسوسہ پیدا کرتے ہیں کہ اہل حدیث انگریز کی اولاد ہیں۔

BACK

تقلید پہ دی جانے والی ڈاکٹر و انجینئر کی مثال کی حقیقت

عام طور سے تقلید کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ " دنیا کے ہر علم میں جس کو جتنا علم ہوتا ہے اتنا وہ مجتہد ہوتا ہے اور جتنا نہیں ہوتا اس مقدار میں وہ دوسرے کی پیروی کرتا ہے۔انجینئر ڈاکٹر کی پیروی کرتا ہے اور ڈاکٹر سائنسدان کی۔اسی طرح ایم بی بی ایس ڈاکٹر اعلی تعلیم والے ریسرچ کی صلاحیت رکھنے والے ڈاکٹر کی دواپر تحقیق میں پیروی کرتا ہے اور مریض کے لیے دوا کی تعیین میں مجتہد ہوتا ہے، علم دین میں بھی ایسے ہی ہے"۔

ڈاکٹر اور انجینئر والی دنیا کی مثال بڑی پیاری معلوم ہوتی ہے ،میرے خیال سے تقلید کرنے والے عام طور سے یہی مثال پیش کرتے ہیں اور تقلید کی خوش فہمی میں مبتلا ہیں حالانکہ شرعی اعتبار سے نص کے مقابلے میں اس قسم کی مثال اور قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

دین اسلام میں صحیح حدیث کی روشنی میں ہر مسلمان کے لئے علم کا حصول فرض ہے،یہ حدیث ہمیں واضح طور پر بتلاتی ہے کہ کسی بھی ادنی یا اعلی،عالم یا جاہل خواہ کوئی بھی ہو،کسی کو کسی متعین شخص کی تقلید نہیں کرنی ہے بلکہ براہ راست شریعت کا علم حاصل کرنا ہے۔ حصول علم کے متعدد طریقے ہو سکتے ہیں یہ الگ بحث ہے۔اسی وجہ سے قرآن نے ہر جگہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت واتباع کا حکم دیا ہے۔جو لوگ نہیں جانتے انہیں جاننے والوں سے پوچھنے کا حکم دیا ہے نہ ان کی تقلید کا۔اسی طرح قرآن میں اہل کتاب کے متعلق وارد ہے انہوں نے اپنے علماء کو رب بنالیا۔یہ رب بنانا اس وجہ سے ہے کہ وہ لوگ اپنے عالم کی بات بغیر دلیل پوچھے حلال وحرام مان لیتے۔گویا ہمیں اہل کتاب کی طرح اپنے کسی بھی عالم کی بات بغیر دلیل جانے نہیں ماننا چاہئے۔دلیل کے ساتھ کسی عالم کی بات قبول کرنی چاہئے اسی کا نام طلب علم ہے جس کا ہر مسلمان کو حکم ہوا۔اسے تقلید نہیں اتباع واطاعت کہا جاتا ہے۔

جیسا کہ اوپر ڈاکٹر کی مثال کے ذریعہ لا علم کو عالم کی تقلید کرنا ثابت کیا گیا ہے۔سوال یہ ہے کہ دین میں ایک جاہل آدمی کتنے عالم کی تقلید کر سکتا ہے،علم نحو کے لئے نحوی،علم تفسیر کے لئے مفسر،علم الحدیث کے محدث،علم فقہ کے لئے فقیہ و مجتہد وغیرہ؟اس سوال سے یہ شوشہ نکلتا ہے کہ تقلید میں صرف ایک امام کی تقلید پہ مجبور کیا جاتا ہے،اس کا

مطلب یہ ہوا کہ حق صرف ایک امام میں محصور ہے تو لازما دوسرے اماموں کی تقلید سے روکنا ہو گا جبکہ یہاں تو چار ائمہ کو بر حق کہا جاتا ہے۔ تو اس سوال کا جواب تشنہ رہ جاتا ہے کہ دین میں ایک ہی امام کی تقلید کرے یا متعدد علماء کی؟

اگر ایک ہی امام کی تقلید کرنی ہے تو ڈاکٹر انجینئر کی مثال دینا لغو ہے کیونکہ مریض مسلک دیکھ کر کسی ڈاکٹر سے علاج نہیں کراتا بلکہ اگر ایک ڈاکٹر سے شفا نہیں ملی تو دوسرے ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے اور جہاں جہاں شفا کی امید ہوتی ہے وہاں وہاں سے علاج کراتا ہے جبکہ یہاں تو امام سے خطا بھی ہوئی ہو بہر صورت تقلید اسی ایک امام کی کرنی ہے۔

دوسری بات یہ کہ اگر امام کی ہی تقلید کرنی ہے، ان کی فقہ کا علم حاصل کرنا ہے تو ایک جاہل کے لئے بجائے اس کے کہ وہ مخصوص و متعین امام کی مخصوص فقہ کا علم لے اور فقہ کے لاکھوں مسائل حفظ واز بر کرے، اسے شریعت کا علم لینا چاہئے جس کا شریعت سے حکم ملا ہے۔

تیسری بات یہ کہ ایک متعین امام کی تقلید سے ائمہ ثلاثہ کے علاوہ ہزاروں، لاکھوں علماء کے علم و حکمت، فقہ و بصیرت، فہم و تدبر، معرفت و اجتہاد سے بے نیازی ہے اور اللہ تعالی جب جسے چاہتا ہے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ نبی ﷺ کے بعد صرف ایک ہی امام نے دین کو مکمل طور پر سمجھا ہو اور باقی نے کچھ سمجھا ہی نہیں۔ جس مسئلے میں اللہ چاہتا ہے جس کو رہنمائی کر دیتا ہے۔ ہو سکتا ہے کسی مسئلہ میں امام ابو حنیفہ صحیح ہوں اور ائمہ ثلاثہ خطا پہ، کس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ خطا پہ ہو اور دیگر امام صحیح پر۔

ان باتوں کے پس منظر میں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہمیں صرف اور صرف قرآن و حدیث کی اتباع کرنی ہے، یہ اتباع جہاں ایک عالم کے لئے ہے وہیں ایک جاہل کے لئے بھی ہے۔ اور دین میں تقلید کا کہیں نام و نشان نہیں ہے، مجھے تو ایک شازش لگتی ہے جس سے مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ کیا گیا ہے۔

جو بھی عالم دین، فقیہ و محدث اور بزرگان دین گذرے ہیں اور قیامت تک آتے رہیں گے، ان کا احترام اپنی جگہ مسلم ہے، کسی کی شان میں نازیبا کلمات کہنا میں ان کی توہین اور گستاخی سمجھتا ہوں لیکن جہاں تک ان کی بات ماننے اور نہ ماننے کا سوال ہے اس مسئلے میں قرآن و حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث کے نصوص ہوتے ہوئے اس کے خلاف ہر گز کسی کی بات قبول نہیں کی جائے گی چاہے وہ کتنے بڑے عالم کیوں نہ ہو اور جس مسئلے میں قرآن و حدیث میں واضح نص نہیں ہے وہاں صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین کی طرف رجوع کریں جن کی بات دلائل کی رو سے

قوی ہوان کی بات قبول کی جائے گی۔اس سے نہ صرف ایک عالم کی بلکہ تمام علماء کی شان بھی قائم رہتی ہے اور قرآن وحدیث کی اتباع بھی ہوتی ہے۔

BACK

قادیانیت کے بڑھتے قدم اور ہماری ذمہ داریاں

عقیدہ ختم نبوت، عقائد کے باب میں ایک اہم ترین عقیدہ ہے۔ عہد رسول سے ہی اس عقیدہ کی حفاظت کی گئی ہے اور آج تک بلکہ یہ کہہ لیں قیامت تک منہج سلف پر چلنے والے کما حقہ اس کی حفاظت کرتے رہیں گے، اس سلسلے میں مناظر اسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ کا نام ہمیشہ سرفہرست رہے گا۔ اسلام اللہ کا نظام اور اس کے دستور کا نام ہے اس لئے اللہ کے دشمن ہمیشہ سے اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتے رہے مگر اسلام سدا پھلتا پھولتا رہا اور زمانے میں پھیلتا رہا۔ اللہ نے اس دین کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کرنے کا عہد کر لیا ہے اور ان شاءاللہ یہ ہو کر رہے گا چاہے کفر کی ساری خدائی اس کے خلاف آپس میں دوست و معاون ہی کیوں نہ بن جائے۔

نبوت کے نام پر جس طرح عہد رسالت میں جھوٹے دعویدار پیدا ہوتے رہے آج بھی نت نئے رنگ وروپ لے کر ظاہر ہورہے ہیں ۔ ان کے اہم مقاصد میں مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنا، غیروں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکنا اور دنیا والوں پر اسلام کی شبیہ بگاڑ پر پیش کرنا ہے۔ اس کے بالمقابل ایسے نظریات پیش کرنا ہے جس سے ظاہر ہو کہ امن اسلام میں نہیں ہے بلکہ ہمارے پاس ہے، یا دوسرے الفاظ میں یوں سمجھیں کہ اسلام وہ نہیں جو پرانے خیال کے دقیانوس مسلمان پیش کر رہے ہیں بلکہ روشن خیالی، بین الاقوامی امن وسلامتی، عالمی مراسم وروابط اور اصل اسلام تو ہمارے پاس ہے۔ یہی وجہ تھی کہ استعماری قوت کے لئے ہندوستان میں جب مسلمانوں کو جہاد سے روکنے کا مسئلہ درپیش ہوا تو مرزا غلام احمد جیسا وفادار غلام ملا۔ اس نے انگریزی وفاداری میں نہ صرف جہاد کا انکار کیا بلکہ دھیرے دھیرے نبوت کا دعوی بھی کر بیٹھا۔ مرزا غلام احمد کل انگریزوں کی ضرورت تھا اور آج مسلمانوں کے لئے بڑا چیلنج بن کر سامنے آگیا ہے۔ مولانا ثناءاللہ امرتسری رحمہ اللہ سے مباہلہ کے بعد مرزا بدترین موت مر تو گیا مگر پیچھے چھوڑی گئیں درجنوں نجس کتاب اور پلید آقاؤں کی مدد سے مرزائی فرقہ زندہ رہا جس کے ماننے والے ہندوپاک میں کثیر تعداد میں اور چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں دنیا کے اکثر حصے میں موجود ہیں۔ یہ عرب ممالک سمیت افریقی اور مغربی ممالک میں بھی پائے جاتے ہیں حتی کہ اسرائیل سے گہرے روابط ہیں۔ جس طرح ہندوستان میں انگریزی سرکار نے اس شجرہ خبیثہ کی آبیاری کی اسی طرح آج بھی کر رہی ہے۔ اسرائیل کی طرف اسے بڑا فنڈ ملتا ہے جس کے ذریعہ یہ

اپنی دعوتی مشنریاں، رفاہی ادارے، تعلیمی سنٹرز چلا رہے ہیں، انہیں پیسوں کو مبلغین اور قادیانی کتب اور ان کی نشر واشاعت پر صرف کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں ربوہ، ہندوستان میں قادیان اور اسرائیل میں حیفا قادیانیوں کا مرکز ہے، اسرائیل کی طرح ہند کی سنگھی تنظیم آر ایس ایس سے بڑے گہرے تعلقات اور ایک دوسرے کا دست و بازو ہیں۔ آر ایس ایس کی ذیلی سنگھی تنظیم "راشٹریہ مسلم منچ" میں اصل کردار مسلمانوں کا نہیں قادیانیوں کا ہے۔

بالآخر ہمارے سامنے جو نتائج ہیں وہ نہایت ہی افسوسناک ہیں۔ دن بدن یہ فرقہ اپنی جڑیں مضبوط کرتا چلا رہا ہے اور اسلام کے راستے میں اور عقیدہ ختم نبوت کے باب میں ہمارے لئے بڑی مشکلات پیدا کر رہا ہے۔ سب سے بڑی فکر مندی تو یہ ہے کہ آج تک جتنے بھی لوگ اس کے آلہ بنے یا بن رہے ہیں ان کی اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ یہ فرقہ مسلمانوں کو گمراہ کر کے قادیانی بنا رہا ہے کیونکہ یہ خود کو مسلمان ظاہر کرتا ہے، اپنا نام احمدی یا احمدی مسلمان یا احمدیہ مسلم کمیونٹی بتلاتا ہے۔ جس ملک میں بھی یہ فرقہ موجود ہے اس ملک میں حکومتی طور پر خود کو مسلمانوں کی فہرست میں داخل کروانے کی کوشش کرتا ہے۔ ہندوستان میں مسلم پرسنل لاء بورڈ میں شیعہ کی بھی رکنیت ہے، آر ایس ایس کے زیر اثر مقامات پر وقف بورڈ اور حج کمیٹی کے اصل ذمہ دار ہوتے ہیں جبکہ انگریزی دور حکومت میں مرزا غلام احمد نے خود کو مسلمانوں سے الگ ایک مستقل فرقہ کی حیثیت سے متعارف کروایا تھا لیکن آزادی کے بعد کانگریس پارٹی مسلم دشمنی میں 2011 کی پہلی بار مردم شماری کے وقت مسلمانوں کے ساتھ شمار میں لائی اور بروقت تو بی جے پی حکومت ہے جس کے منشور میں مسلم دشمنی کے علاوہ کچھ ہے ہی نہیں۔ پاکستان میں قادیانی اپنا قدم مضبوط اور حکومتی سطح پر اپنی پکڑ بنا لیا تھا اس وجہ سے وہاں بطور آئین غیر مسلم اقلیت قرار دینے میں کافی وقت لگ رہا، 1953 کی تحریک ختم نبوت میں ہزاروں مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا پھر بھی قادیانی غیر مسلم ہونے کا مطالبہ پورا نہ ہو سکا تاہم قادیانی وزیر خارجہ ظفر اللہ خان کی برطرفی ہو گئی جس کی وجہ سے ربوہ میں ایک بڑی اراضی قادیانی مرکز کے لئے الاٹ کی گئی تھی۔ ستر ہزار سے زائد کی آبادی والے شہر ربوہ کی 97 فیصد آبادی قادیانیوں پر محیط ہے اور اس جگہ کا استعمال قادیانیت کی تبلیغ میں بڑے شد و مد کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ آزاد کشمیر کی اسمبلی نے 1973 میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جبکہ اپریل 1974 میں رابطہ عالم اسلامی نے مکہ مکرمہ میں ایک بڑا اجلاس منعقد کیا جس میں دنیا بھر سے مسلم تنظیمیں اور علمائے کرام نے شرکت کیں اور اس اجلاس میں مرزائی کو غیر مسلم قرار دے کر تمام مسلمانوں

سے اس کا بائیکاٹ کرنے،اس سے متنبہ رہنے اور اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی اپیل کی۔اسی سال 7 ستمبر کو مسلمانوں کی مشترکہ کوششیں رنگ لائیں اور پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو کے عہد حکومت میں طویل بحث و مناظرہ کے بعد قادیانی کو دستوری طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے کر تاریخ رقم کی گئی۔وہاں عوامی طور پر آج بھی 7 ستمبر کو یوم ختم نبوت کے طور پر منایا جاتا ہے۔

تمہیدی باتیں کچھ طویل ہو گئیں،اب آتے ہیں اصل مقصد کی طرف کہ مرزائی ٹولہ کس طرح اپنا قدم بڑھا اور جمارہا ہے اسے سمجھنے کی ضرورت ہے تاکہ اس کا بڑھتا قدم روکا جاسکے اور فتنہ ارتداد کا سدباب کیا جاسکے۔یہ کام مسلمانوں کے کسی مخصوص فرد یا مخصوص تنظیم کا نہیں ہے بلکہ ہر موحد کا ہے،تمام مسلمانوں کا ہے بالخصوص بااثر مسلم شخصیات ،زیر قیادت مسلم حکمراں اور عالمی پیمانے پر اثر و نفوذ والی مسلم تنظیمات کا ہے۔

☆ قادیانی فرقہ عوام میں خود کو مسلمان مشتہر کرتا ہے اور سرکاری طور پر مسلمان کا خطاب پانے کے لئے سیاسی ہتھکنڈے اپناتا ہے،ذرا سا کہیں موقع ملا قادیانی میڈیا کو بروئے کار لاتے ہوئے دنیا بھر میں اس کا پرچار کرتا ہے۔اس کی ایک بڑی مثال 2017 میں ابوظبی میں منعقد ہونے والے بین الاقوامی کانفرنس سے لیں۔یہ کانفرنس شیخ عبداللہ بن بیہ کی قیادت میں "تعزیز السلم فی المجتمع المسلم" کے عنوان سے ہوئی،اس میں نہ جانے کیسے دو قادیانی بھی شریک ہو گئے،انہوں نے اس میں شرکت کی اپنی ویڈیو بنائی اور اسے قادیانی چینل ربوہ ٹائمس کو بھیج دیا جس نے مختلف طریقے سے کئی دن تک نمک مرچ لگا کر اس خبر کی اشاعت کی،لوگوں میں غلط فہمیاں پھیلاتا رہا حتی کہ ایک شیعہ چینل نے کہہ دیا کہ سعودی مفتی نے قادیانی کو مسلم قرار دے دیا۔اس واقعہ میں ہمارے لئے نصیحت یہ ہے کہ اپنی مخصوص مجالس سے انہیں دور رکھیں،یہ کسی بھیس میں بھی ہو سکتے ہیں اور ہمارے ہی پروگرام کو ہمارے خلاف مورچہ بنا سکتے ہیں۔

☆ سرکاری عہدوں کی حصولیابی اہم ترین ہتھکنڈہ ہے،قیادت ملنے کے بعد زہریلا قطرہ سماج میں گھولنا شروع کر دیتا ہے جس کے زیر اثر کمزور ایمان والوں کا دل قادیانیت کی وبا سے بیمار ہو جاتا ہے۔محمد ظفراللہ خان کے دور میں پاکستانی حکومت کی طرف سے ربوہ نامی جگہ کی فراہمی اس کی زندہ مثال ہے۔1034 ایکڑ پر مشتمل یہ جگہ آج قادیانیت کی تبلیغ کا مرکز ہے اور قادیانیوں کا شہر کہلاتا ہے۔یہاں قادیانیت کی اشاعت کا کون سا وسیلہ موجود نہیں ہے۔تعلیمی ادارے،تبلیغی مراکز،عبادت گاہیں،قادیانی میڈیا کا بہتر انتظام ہے اور یہ دنیا بھر کے قادیانیوں کی توجہ کا نہ صرف

مرکز ہے بلکہ اس کے سالانہ اجتماع میں ہندوپاک کے علاوہ تمام ممالک سے قادیانی شریک ہوتے ہیں۔ماضی کی اس خطا سے ہمیں سبق لینا ہے اور آئندہ یہ منصوبہ بنانا ہے کہ حکومت کے ایسے عہدوں پر کسی قادیانی کو برداشت نہ کیا جائے جس سے اسلام اور مسلمانوں کو خطرہ لاحق ہو۔

☆انتشار اور بلوی کے مواقع سے فائدہ اٹھانا بھی قادیانی ہتھکنڈہ ہے،ایسے حالات میں یہ لوگ بڑی عیاری سے اپنے افکار و خیالات پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں،لوگوں کا ذہن انتشار میں مبتلا ہوتا ہے اور قادیانی اپنے مشن میں مصروف ہوتے ہیں تاکہ ایسے حالات میں کوئی ان پر شک بھی نہ کرسکے۔

☆آپ یہ سمجھیں کہ ہر قادیانی مبلغ ہے، طلبہ کے بھیس میں، روزگار کی تلاش میں، بیمار کی شکل میں، اخباری نمائندہ ہونے کے بہانے سے یعنی وہ جس روپ میں بھی ہو ایک مبلغ ہے، ہمیں ہر قادیانی سے بچنا ہے اور اپنا ایمان بچانا ہے اور دوسروں کو اس کا آلہ کار بننے سے روکنا ہے۔

☆ قادیانی کا خطرناک جال جس میں بڑے بڑے پھنس جاتے ہیں، کلمہ کی تبلیغ، نرم اخلاق کا مظاہرہ، شعائر اسلام کا استعمال اور خود کو مسلمان بتلانا ہے۔جب کوئی قادیانی تبلیغ کرے گا تو کہے گا ہم بھی مسلمان ہیں،لاالاالله محمد رسول الله کی تبلیغ کرتے ہیں، مساجد میں نماز ادا کرتے ہیں اور مرزا غلام احمد کو فقط ایک مبلغ اور مجدد مانتے ہیں جبکہ مرزا کو اپنا نبی مانتا ہے اور کلمہ میں محمد سے مراد بھی مرزا ہی لیتا ہے، اس طرح شروع میں میٹھا زہر دیں گے پھر موت کے گھات اتار دیں گے۔اس لئے کوئی مسلمان قادیانی سے دھوکہ نہ کھائے، نہ کلمہ سے، نہ اس کے شعائر سے اور نہ ہی اچھے اخلاق سے۔

☆ایک بڑے بھیانک فریب کا پتہ چلاہے کہ قادیانیت کی تشہیر میں ایڈز سے بھی کام لیا جاتا ہے۔اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ دوستی کے نام پہ لڑکیوں کے موبائل نمبر اخبارات و جرائد کے ذریعہ مشہور کئے جاتے ہیں۔یہ لڑکیاں دوستی کے بہانے لڑکوں کو زناکاری کے گروہ میں شامل کرتی ہیں جو ایڈس زدہ ہوتی ہیں۔جب لڑکوں کو ایڈس کا روگ لگ جاتا ہے تو اس گروہ کے لئے کام کرنا مجبوری بن جاتی ہے۔قادیانیت کی تشہیر میں لڑکیوں کا استعمال کسی بھی طرح ہو سکتا ہے مثلا روزگار، شادی، تعلیم، معاملات، تجارت وغیرہ

☆ قادیانی کی طرف سے مختلف قسم کے محرف تراجم وتفاسیر موجود ہیں، اسی سے زائد زبانوں میں قادیانی تراجم اور 200 سے زائد ممالک میں ان کی توزیع اس فرقے کے بڑھتے وسیع قدم کی طرف اشارہ کناں ہیں۔اب تو انڈورائیڈ موبائل میں قادیوں کی طرف سے مختلف زبانوں میں مختلف قسم کے قرآنی آیپ بھی ڈال دئے گئے ہیں، ایسے بھی ایپ ہیں جن کی مدد سے 24 گھنٹے ان کی مذہبی نشریات سن سکتے ہیں۔اب تو قادیانی گھر گھر اور ہر فرد تک پہنچ گیا، ایسے میں ہمیں کیا کرنا ہے سوچنے کا مقام ہے؟ جانتے ہیں سوشل میڈیا پہ قادیانی گروپ اور پیج چلانے والے باتنخواہ رکھے گئے ہیں۔

☆ایک ہتھکنڈہ جو ہر باطل مذہب کا ہے،مادیت کا فریب،اسنے بھی اپنار کھا ہے۔اس ہتھکنڈے سے ناخواندہ، نیم خواندہ اور مجبور وحاجتمند کو تعلیم،نوکری، مکان، علاج،پیسہ، خارجی ممالک کا سفر اور دوسرے ممالک کی نشنلٹی کی خدمات مہیا کرکے بدلے میں دین کا سودا کرتا ہے۔

☆ہندوستان میں آر ایس ایس اور ہندوتوا کے منصوبوں کی تکمیل میں شامل اور مسلمانوں کے خلاف ہر قسم کے مواد فراہم کرنے والا خطرناک ایجنٹ قادیانی ہے۔آپ کو حیرت ہوگی غیر مسلم کو اسلامی تعلیمات میں شک کرنے،ان پر اعتراض کرنے اور مذاق اڑانے کا موقع کیسے ملتا ہے؟ یہی غدار ہیں جو ہماری باتیں ان تک پہنچاتے ہیں اور قرآن وحدیث سے مواد تلاش تلاش کردیتے ہیں، قرآن سے جہاد کی آیات نکالنے کا شوشہ دیتے ہیں۔ قادیانی کا یہ ہتھیار نہ صرف ہندوستان میں چلایا جارہا ہے بلکہ ہر جگہ اسے آزمایا جارہا ہے۔خود کو سنی مسلمان کہنے والا ناپاک انسان طارق فتح کا کردار آپ کے سامنے ہے۔

دنیا میں قادیانیت کے بڑھتے وسیع قدم اور ان کے اسباب آپ کے سامنے ہیں،ایک مسلمان ہونے کے تئیں اس فتنے کا سدباب اور عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ ہر فرد بشر کی اولین ذمہ داری ہے۔آیئے آج عزم مصمم کرتے ہیں کہ ہم میں سے جو محرر ہے وہ تحریر سے، جو مقرر ہے وہ تقریر سے، جو بااثر ہے وہ اپنے اثر سے، جو صاحب اقتدار ہے وہ قوت واقتدار سے اور جو مالدار ہے اپنے مال سے کلمہ توحید کو سربلندی اور عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کرتے ہوئے فتنہ ارتداد کو روکے گا۔ ہم میں سے ہر پڑھا لکھا جس کے گرد قادیانی رہتا ہے پوری زندگی میں کم از کم ایک قادیانی کو اسلام میں داخل کرنے کی خالص نیت کرے، مدد کرنے والا اللہ تعالی ہے۔عام آدمی کم از کم اس ذمہ داری کا احساس کرے کہ جب بھی اسے کسی

قادیانی مکروفریب کی خبر ہو فورا مسلم شخصیات کو اطلاع کرے۔ اتنا تو ہر آدمی کر ہی سکتا ہے کہ اپنے اپنے گھر میں قادیانی الحاد و کفراور اس کی چالبازیوں سے باخبر کرے جس کا فائدہ یہ ہو گا کہ آپ کے گھر کا مسلم اس فرقہ کا آلہ کار بننے سے بچ سکے گا۔ گفت وشنید سے معلوم ہوا ہے کہ بہت سے وہ مسلمان جو کسی مجبوی کے تحت قادیانی کا شکار ہو گئے ہیں اور انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے وہ واپس پلٹنا چاہتے ہیں مگر کوئی مددگار نہیں ملتا، خود میں اتنی جسارت محسوس نہیں کرپاتے کہ وہ قادیانی چنگل سے نکل سکیں کیونکہ اس فرقہ کی طرف سے تشدد یا اپنے قادیانی رشتہ داروں سے تکلیف کا سامنا ہو سکتا ہے۔ ایک اہم کام جو سمجھ میں آرہا ہے ،وہ مخصوص مسلم تنظیم ہی کر سکتی ہے،اس کی شکل یہ ہو گی کہ جہاں جہاں قادیانیت عروج پر ہے وہاں ہماری بھی ایک مخصوص ٹیم ہو جس میں مختلف علوم وفنون کے ماہرین شامل ہوں اور مختلف محاذ پر کام کی نوعیت تقسیم کرکے رد قادیانیت پر مخلصانہ کوشش کرے۔ اس سلسلے میں صاحب ثروت بھی آگے آئیں اور اس نوعیت کا کام شروع کروائیں یا جہاں کام کیا جارہا ہے اس کا سپورٹ کریں۔ یہ کام آپ کے حق میں اور اس میں شامل تمام افراد کے حق میں صدقہ جاریہ ہو گا۔ اللہ تعالی سے دعاہیکہ ہمارے ایمان وعقیدے کی حفاظت فرمائے اور ہمیں احقاق حق اور ابطال باطل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

BACK

مشترکہ خاندانی نظام: نقصانات وحل

ہمارے سماج میں جوائنٹ فیملی سسٹم (مشترکہ خاندانی نظام) کا رواج ہے۔اس سسٹم کے سبب مسلم سماج وسوسائٹی میں ہزاروں مسائل اٹھ کھڑے ہوگئے ہیں جن کا یہاں احاطہ کرنا بہت مشکل ہے۔ان میں سے چند اہم مسائل اور ان کا تدارک پیش کیا جاتا ہے۔

(1)ساس وسسر کی خدمت کا مسئلہ

(2)ساس وبہو کے تنازعات

(3)دیور وبھابھی کا رنگین فسانہ

(4)غیر محرم سے بے پردگی

(5)فیملی ممبرس اور رشتہ داروں کے درمیان ناچاقی

(6)مالی نظام کی گربڑی

(7)والدین کا اولاد کے درمیان عدم مساوات (نتیجہ میں اولاد کی نافرمانی ملتی ہے)

(8)اولاد کی ترقی میں رکاوٹ

(9)صالح معاشرہ کی تشکیل میں رخنہ

(10) سماج پہ برے اثرات (طلاق،غیبت،بے پردگی،خیانت،تنازع،استہزاء،عدم تعاون وغیرہ) کا سبب رئیسی

ان جیسے ہزاروں مسائل نے مسلمانوں کے عائلی نظام کو نہ صرف درہم برہم کرر کھا ہے بلکہ صالح معاشرے کی بساط ہی الٹ دی ہے ۔ میرے خیال سے جوائنٹ سسٹم کی وجہ برصغیر کا ہندوانہ ماحول ہے جس کے عائلی قانون میں مشترکہ خاندانی نظام پایا جاتا ہے۔

اسلام میں اس سسٹم کی نظیر نہیں ملتی،اس لئے اسلامی روسے خاندانی اشتراکی سسٹم نہ چلانے میں ہی عائلی مسائل کا حل،خاندان کے ہر فرد کی بھلائی اوران سب کی ترقی کا راز مضمر ہے۔

قرآن وحدیث کے بے شمار دلائل ہمارے جوائنٹ فیملی سسٹم کے خلاف ہیں۔چند دلائل ملاحظہ ہوں۔

(1)پردے سے متعلق سارے نصوص اس پہ دلالت کرتے ہیں کہ ہمارا گھریلو نظام الگ الگ ہوتا کہ جہاں خواتین کی عفت وعصمت محفوظ رہے وہیں گھر میں اخوت سے لیکر عدل وانصاف تک کی میزان قائم رہے۔

(2)اللہ کا فرمان ہے: وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ۖ (الاحزاب : 33)

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو، اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کرو۔

اس آیت میں عورت کو اپنے گھر یعنی شوہر کے گھر کو لازم پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(3) نبی ﷺ کا فرمان ہے: إياكم والدخولَ على النساءِ . فقال رجلٌ من الأنصارِ : يا رسولَ اللهِ ! أفرأيتَ الحموَ ؟ قال : الحموُ الموتُ(صحيح مسلم:2172)

ترجمہ: اجنبی عورتوں کے پاس جانے سے بچو، ایک انصاری نے عرض کیا: یارسول اللہ حمو(دیور) کے بارے میں آپ ﷺ کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حمو(دیور) تو موت ہے۔

یہ حدیث بتلاتی ہے ایسا عائلی نظام صحیح نہیں ہے جس میں دیور وبھابھی کا اختلاط ہو کیونکہ دیور عائلی نظام کے لئے موت ہے۔

(4) نبی ﷺ کی متعدد ازواج مطہرات تھی جنہیں ایک چولہے پہ جمع کیا جاسکتا تھا کیونکہ ان سب کا شوہر ایک ہی تھا پھر بھی سب کا رہن سہن، اکل وشرب اور ساز وسامان الگ الگ تھا۔

(5)اگر اسلام میں جوائنٹ فیملی کا تصور ہوتا تو گھریلو اعتبار سے سب کے الگ الگ حقوق کا بیان موجود ہوتا جبکہ ہم دیکھتے ہیں اسلام میں ساس ، سسر، بہو، نند، دیور، بھابھی، جیٹھ وغیرہ کے حقوق کا الگ سے ذکر نہیں ہے۔

(6)اسلام میں شادی کے بعد سے عورت کی کفالت کا ذمہ دار اس کا شوہر ہوتا ہے۔اس لئے شوہر کے ذمہ ہے بیوی کی رہائش، خوراک اور پوشاک کا بندوبست کرے۔

جوائنٹ فیملی کے کچھ فوائد بھی ہیں جس کی وجہ سے کچھ لوگوں نے اس سسٹم کی پرزور وکالت کی ہے مگر اس کے نقصانات فوائد پہ غالب ہیں۔کچھ لوگوں نے کہا مشترکہ خاندان کے جو نقصانات ہیں ان سے جوائنٹ فیملی سسٹم ہوتے

بھی بچا جاسکتا ہے مگر میرا کہنا ہے کہ جوائنٹ فیملی کے ساتھ کماحقہ اس کے نقصانات سے تو بچنا دشوار کن ہے تاہم منفرد رہ کر سارے لوگوں کے حقوق کی بحالی کماحقہ ممکن ہے گر آدمی پابند شرع ہو۔

عرب ممالک میں نئی رہائش کے بغیر شادی کا تصور ہی نہیں پایا جاتا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ نئے مکان کے بغیر شادی نہیں ہوتی مگر پرانے مکان میں ہی سہی جوائنٹ فیملی سسٹم نہ ہو۔ عرب ممالک کے انفرادی نظام سے جہاں ان کے یہاں بھائی بہنوں میں تاحیات الفت و محبت قائم رہتی ہے وہیں والدین کی نگہداشت کا بھی اعلی نمونہ دیکھنے کو ملتا ہے جبکہ ہمارے سماج میں اس کے برعکس ماحول ہے۔

آخر میں کہنا چاہتا ہوں کہ میں واجبی طور پہ الگ الگ رہنے کی بات نہیں کررہا ہوں۔ جہاں اسلامی اقدار وروایات کو بروئے کار لاتے ہوئے مشترکہ نظام چل سکتا ہے تو مجھے ایسے نظام اور سسٹم پہ اعتراض نہیں ہے مگر جن خاندان میں ناچاقی کی انتہا ہوگئی ہو اور بھائی بہنوں سے الگ رہنے والوں کو بڑا مجرم گردانا جاتا ہو، حالات کے تئیں الگ ہونے والے کو پنچایتی لوگ زبردستی پھر سے ایک ساتھ رہنے کی قرارداد پاس کرتے ہوں، اس کی خلاف ورزی کرنے والے کا سوشل بائیکاٹ کیا جاتا ہو میں اس سسٹم کے سخت خلاف ہوں۔

BACK

موجودہ زمانے کی دعوتیں (پارٹیاں) اوران کی دینی ودنیاوی مشکلات

دعوتیں، ضیافتیں اور تقریبات اخوت و محبت کا مظہر، انسانی زندگی کا جزء لاینفک اور اسلامی سنت و شعار ہے۔ عموماً انسان اپنی خوشی کے اظہار میں تقریب کا اہتمام کرتا ہے اور لوگوں سے اپنی خوشیاں بانٹتا ہے۔ آج سے پہلے دعوت و تقریب کا ماحول و منظر کچھ اور تھا آج مغربی تہذیب و تمدن کی نقالی، مسلمانوں میں قسم قسم کے رسوم و رواج کی ایجاد اور مختلف طور طریقے رواج پاجانے سے دعوتوں میں نہ صرف تکلفات و مشکلات پیدا ہو گئیں ہیں بلکہ یہ دعوتیں دین اسلام کے لئے بھی نقصان دہ ثابت ہورہی ہیں۔ ایک طرف میزبان میں ہزار خامیاں تو دوسری طرف مہمان میں سیکڑوں قابل گرفت باتیں پائی جاتی ہیں۔ دونوں طرف مختلف قسم کی خامیاں ہیں جس کی وجہ سے نہ صرف دعوت دینے میں پریشانیاں ہیں بلکہ دعوت میں شریک ہونے میں بھی بیحد مشکلات کا سامنا ہے۔ کہیں پر اچھے مسلمان کو کسی دوسرے مسلمان کی ناجائز دعوت مثلاً بیٹے کی یوم پیدائش یا تیجہ وفاتحہ کی دعوت میں شرکت کرنا دینی اعتبار سے مشکل کا سبب بنا ہوا ہے، جائے تو دین کی مشکل اور نہ جائے تو رشتہ داری کی مشکل۔ اور کہیں کوئی جائز دعوت مثلاً ولیمہ کا اہتمام کرتا ہے تو اس میں دنیا بھر کی خرافات موجود ہوتی ہیں۔ عورتوں کا بن سنور کر، زیب و زینت کا اظہار کرکے مردوں کے ساتھ میل جول، گانے بجانے، آلات لہو دوسری طرف، کھڑے کھڑے کھانا اور پینا اپنی جگہ، اختلاط مرد و زن کی عریاں تصویر کشی اس پر مستزاد، کیا کیا گنایا جائے آج کل کی پر تکلف و فضول خرچ ضیافت کے حالات و کیفیات کون نہیں جانتا؟۔ اللہ کی پناہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ آج کل واقعی کھانے کی دعوت میں اس قسم کی ہزاروں دینی و دنیاوی مشکلات ہیں ،گلوبلائزیشن کی وجہ سے بڑی تیزی سے حالات بد سے بدتر ہورہے ہیں۔ دعوت میں فضول خرچی، دکھاوا، عریانیت، رسم و رواج، بدعات و خرافات، رقص و سرود اور اختلاط عام سی بات ہے۔ کوئی اس میں جائے تو کیسے جائے ؟ اس پہ مستزاد ان لوگوں کی دعوت جو رشتہ دار ہوں اور سودی کاروبار کرتے ہوں یا شرک وبدعات میں ملوث ہوں یا فسق وفجور کے عادی ورسیا ہوں۔

اسلام ہر موڑ پہ ہماری رہنمائی کرتا ہے، دعوت کے سلسلے میں بھی اس کے واضح اصول و نظریات ہیں، مسلمان کے باہمی چھ حقوق میں سے ایک حق دعوت قبول کرنا ہے مگر ان اصولوں کو سختی سے برتنا آج کے زمانے میں بیحد مشکل ہے یا یہ کہہ لیں کہ اگر کوئی خالص اسلام پہ چلے تو اکثر دعوت میں شریک نہیں ہو سکتا۔ دعوت کے سلسلے میں اسلام کے چند اصول سامنے رکھیں تو ہمارے لئے اس میں آسانی ہو گی۔ ان شاءاللہ

سب سے اہم اور اعلی قسم کی بات ذہن نشیں کرلیں کہ حرام دعوتیں یعنی فسق وفجور ،کفروشرک، شراب وکباب، رقص وسرود ، عریانیت وفحاشیت اور حرام کھانے کی کوئی دعوت دے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، دوست ہو یا دشمن، رشتہ دار ہو یا غیر ایسی دعوت میں شرکت کرنے کی اسلام قطعی اجازت نہیں دیتا۔ اس دعوت میں شریک نہ ہونے پر رشتہ دار ناراض ہو جائیں کوئی پرواہ نہ کی جائے، مقاطعہ کرلے آپ کو کوئی گناہ نہیں، آپ اپنی طرف سے علیک سلیک جاری رکھیں اور اس راہ میں کچھ ایذارسانی سہنی پڑے تو اجر ملے گا۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ کچھ دعوتیں اسلام کے نام پر انجام دی جاتیں ہیں مثلا میت کے نام سے تیجہ، فاتحہ، گیارہویں، تیرہویں اور نذرونیاز وغیرہ یہ بھی مذکورہ بالا دعوت کی طرح حرام دعوتیں ہیں ان میں شرکت کرنا جائز نہیں ہے۔ کچھ دعوتیں حرام کی قبیل سے نہیں ہیں مثلا شادی کے موقع سے بارات کا اہتمام کرنا مگر اس سے بھی پرہیز ہزار گنا بہتر ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ بدعتی و مشرک کی دعوت مسلمانوں کے باہمی چھ حقوق میں سے نہیں ہے یعنی اگر شرک وبدعت کرنے والے دعوت دیں تو اس میں شرکت نہ کرنا گناہ کا باعث نہیں ہے کیونکہ آپ کی عدم شرکت اللہ کی رضا کے لئے ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ ان لوگوں کی دعوت میں شریک نہ ہونا بھی گناہ کا باعث نہیں ہے جو کسب مال میں حلال وحرام کی پرواہ نہیں کرتے یا حرام ذرائع سے دھن دولت جمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اسی طرح فاسق وفاجر کی فسق وفجور والی دعوت کا حکم ہے جیسا کہ پہلے شق میں عرض کیا جاچکا ہے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ اگر کافر یا مشرک حلال کمائی سے ایسی دعوت دے جس میں شرعاً قباحت نہیں تو اسلامی رواداری کے تئیں اس میں شرکت کرنا جائز ہے لیکن اگران سب سے خیر کی کوئی توقع نہ ہو بلکہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے برے ہوں تو پھر اس میں شرکت نہ کی جائے۔

چھٹی بات یہ ہے کہ اگر کوئی سود خور، حرام خور، بدعتی اور فاسق وفاجر کلمہ گو مسلمان دعوت دے تو بطور عبرت اس کی دعوت میں شریک نہ ہونا ہی بہتر ہے تاکہ لوگوں کو عبرت اور ان کی حوصلہ شکنی ہو۔ گوکہ دنیاوی اعتبار سے اسے کوئی فرق نہیں پڑے گا مگر دینی اعتبار سے اس میں ان لوگوں کی حوصلہ شکنی ہے۔ اگر اس میں شامل ہونا کسی مجبوری یا مصلحت کے تحت ہو تو مزید چند باتیں ملحوظ خاطر رکھیں۔

☆ دعوت میں کھانے کی حیثیت سے شامل ہوں اور برے امور، برے لوگ اور برائی والی جگہوں سے دور رہیں مطلب کھانے سے سروکار ہو اور شر پہ معاون نہ بنیں۔

☆ خالص سود یا حرام کی کمائی سے کھلانے والے کی دعوت ہرگز ہرگز قبول نہ کریں، ہاں کچھ مچھ ملا ہو تو کھالینے میں حرج نہیں ہے جیسا کہ نبی ﷺ سے یہودی کی دعوت کھانا ثابت ہے جو لوگ سودی کاروبار کرتے تھے۔

☆ دعوت میں پکی وہی چیزیں استعمال کریں جو شرعاً حلال ہوں۔

☆ ایسی دعوت میں جہاں منکر دیکھیں ہم اس کے خاتمہ کی کوشش کریں، اس کام پہ اپنے موافق ساتھیوں سے بھی تعاون لیں، کم از کم زبان سے منکر پہ لوگوں کی نصیحت ضرور کریں خواہ رشتہ دار ہوں، دوست واحباب ہوں یا بڑے گھرانے کے رئیس ونواب۔

یہ آخری نکتہ میری نظر سے زیادہ اہم ہے کہ آپ ایسی دعوت میں جہاں خلاف شرع کچھ باتیں پائے جانے کا اندیشہ محسوس کرتے ہیں اور وہاں جانے کی مجبوری بھی ہے تو آپ وہاں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی حیثیت سے شریک ہونے کی نیت کرلیں، اللہ کی طرف سے ثواب ہی ثواب ملے گا اور اس فریضہ کو حکمت ومصلحت کے ساتھ انجام دینے

کی کوشش کریں۔ میری اس بات کا ہر گز یہ مطلب نہ نکالا جائے کہ فحش و حرام والی دعوت میں شامل ہوا جا سکتا ہے ، ہر گز نہیں میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ بسا اوقات جائز قسم کی دعوت میں بھی کچھ منکرات پائے جاتے ہیں، آدمی چاہے تو سب کو نہیں کچھ کو ضرور سمجھا سکتا ہے اور ہمارا کام بس تبلیغ کر دینا ہے، ہدایت اللہ کی جانب سے ہے۔

BACK

اسلام میں غیبت کی اجازت کہاں تک ہے؟

ایک بہن کا دکھ بھرا سوال ہے کہ اسلام میں غیبت کی اجازت کہاں تک ہے؟ وہ یہ بات گھریلو پریشانی اور سسرالی کلفت کے تناظر میں کر رہی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ بعض اوقات انسان انتہائی مجبور ہو جاتا ہے وہ اپنے حالات سے تنگ ہو کر کسی کو اپنے حالات سے آگاہ کرنا چاہتا ہے۔ ایسے حالات کبھی اپنے ہی گھر والوں کی طرف سے پریشان کن ہوتے ہیں تو کبھی ایک عورت کو اپنے سسرال والوں کی طرف سے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ خواتین اپنے سسرال کی شکوہ بھری باتیں اپنی کسی سہیلی سے کیا کرتی ہیں اب مسلہ یہ ہے کہ یہ ہے تو غیبت مگر پھر انسان اسطرح تو گھٹ گھٹ کر جئے گا پھر ایسی صورت میں سسرال میں تکلیف وپریشانی جھیل رہی خواتین یا اپنے گھر والوں کے ظلم وجور سہنے والوں کو کیا کرنا چاہیے؟

سماج میں غیبت عام ہے، چھوٹی سی چھوٹی تکلیف پر ہم ایک انسان کی گھنٹوں برائی کرتے ہیں اور جابجا مختلف لوگوں سے اس کی غیبت کرکے دل کی بھڑاس نکالتے ہیں۔ یہ تو تکلیف کا معاملہ ہے، بغیر تکلیف کے بھی غیبت کرنا ہمارا شیوہ بناہوا ہے۔ کچھ لوگوں کی زندگی کا مقصد ہی دوسروں کی غیبت کرنا ہے۔ اس معاملہ میں عورتیں مردوں سے کہیں آگے ہیں۔ ہمیں جان لینا چاہئے کہ غیبت کا انجام بہت ہی برا اور بھیانک ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ بہت سے لوگ دن بھر غیبت کرتے ہیں اور غیبت کیا ہے اس کا انجام کیا ہے جانتے ہی نہیں۔

عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: أتدرون ما الغيبة؟ قالوا: الله ورسوله أعلم، قال: ذكرك أخاك بما يكره. قيل أفرأيت إن كان في أخي ما أقول؟ قال: إن كان فيه ما تقول، فقد اغتبته، وإن لم يكن فيه فقد بهته(صحيح مسلم: 2589)

ترجمہ: حضرت أبوہریرہ رضي اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: تمہارا اپنے بھائی کا تذکرہ کرنا ایسی بات سے جو اسے ناپسند ہے، ایک صحابي نے عرض کیا: اگر میرے بھائی میں وہ بات ہو جو میں کہوں تب بھی یہ غیبت ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر اس میں وہ بات ہے جو تم کہہ رہے ہو تو یقیناً تم نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ بات نہیں

ہے جو تم کہہ رہے ہو تو یقیناً تم نے اس پر بہتان لگایا۔

اس حدیث کی روشنی میں کسی آدمی کا اس کی پیٹھ پیچھے ناپسندیدہ تذکرہ کرنا، وہ تذکرہ خواہ اس کی برائی، مال و دولت، خاندان، اوصاف، غربت و ناداری، تمسخر یا دین و دنیا سے متعلق کسی سبب سے ہو ساری باتیں غیبت کے زمرے میں آتی ہیں۔

غیبت کے اسباب میں ایک سبب بدظنی ہے، آدمی دوسروں کے بارے میں برا گمان کر کے اس کی غیبت شروع کر دیتا ہے جبکہ اللہ تعالی ہمیں کسی کے متعلق برا گمان کرنے سے منع کرتا ہے۔ اکثر غیبت کے پیچھے بغض و حسد کام کرتا ہے، دوسروں کی نعمت اور اس کی دنیاوی یا دینی شان و شوکت سے جل بھن کر لوگوں کے سامنے ان کی غیبت کیا کرتا ہے۔ اسلام نے ہمیں حسد کرنے اور کسی سے بغض رکھنے سے منع کیا ہے۔ اسی طرح دوسروں کا خواہ مخواہ مذاق اڑانا اور کسی دوسرے کو غیروں کے سامنے بے وجہ ذلیل و رسوا کرنا بھی غیبت کا سبب ہے اور یہ سبب بڑے گناہ کا باعث ہے۔ اسلام ہمیں اپنی زبان اور ہاتھ کے شر سے دوسروں کو محفوظ رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ کبھی انسان اپنا عیب چھپانے کے لئے دوسرے کو معطون کرنا شروع کر دیتا ہے جبکہ اسلام نے ہمیں دوسروں کا عیب چھپانے کا حکم دیا ہے، اگر وہ عیب اس میں موجود نہیں اور الزام لگائیں تو یہ انسانیت سے گری ہوئی بات ہے اور اللہ کے نزدیک شدید عتاب کا باعث ہے۔ کبھی کبھی غصہ بھی غیبت کا سبب بن جاتا ہے، ہمیں اپنے غصے کو قابو میں رکھنا چاہئے اور انسان مالی یا جسمانی اعتبار سے کمزور ہو یا طاقتور اس کا احترام کرنا چاہئے، اسلام نے ہمیں دوسروں کے خون، مال اور اس کی عزت و آبرو کا خیال رکھنے کا حکم دیا ہے۔ کچھ لوگ دوسروں کو غیبت کرتا دیکھ کر وہ بھی غیبت شروع کر دیتا ہے، ایسے میں ہمیں غیبت والے ماحول سے دور رہنا چاہئے اور مقدور بھر چغلخوروں کی اصلاح بھی کرنی چاہئے۔

معاشرتی طور پر ایک ایسا موڑ بھی آتا ہے جہاں آدمی کو حق بیانی کی ضرورت پڑتی ہے اس وقت غیبت کرنا جائز ہے۔ جائز غیبت کا تین ہی مقصد ہے ایک تو یہ کہ ظلم سے نجات حاصل کرنا ہو، دوسرا اصلاح مقصد ہو اور تیسرا ضرورت کے تحت ہو۔

ظلم سے نجات کے لئے غیبت اس طرح کی ہو سکتی ہے مثلاً کوئی عورت سسرال میں ظلم و ستم برداشت کرتی آرہی ہے، شوہر سے ظلم روکنا مشکل ہے یا ظلم میں شوہر بھی شریک ہے تو اس وقت گھر والوں سے سسرال کی پریشانی ذکر کرنا گناہ

کا باعث نہیں ہے بلکہ یہاں مقصد ظلم سے نجات حاصل کرنا ہے مگر یاد رہے کہ عورتیں معمولی معمولی باتوں پہ شوہر کی یا سسرال والوں کی شکوے شکایات کرنا شروع کر دیتی ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔ عورتوں کو معمولی مشکلات پہ صبر سے کام لینا چاہیئے اور اگر ایسی مشکل درپیش ہو جائے جس پہ صبر کرنا محال ہو تو پھر اس کے ازالے کا راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔

اصلاح کے مقصد سے غیبت کی صورت یہ ہوگی کہ کوئی شراب پینے والے ہو، مال میں خیانت کرنے والا ہو، ذمہ داری میں کوتاہی برتنے والا ہو یا جرم و گناہ کا ارتکاب کرنے والا ہو تو اولا ہمیں صاحب معاملہ سے ہی اس کا ذکر کر کے اصلاح کی صورت نکالنی چاہیئے، اگر صاحب معاملہ سے ملنا مشکل نہ ہو یا اس کو نصیحت کر کے فائدہ نہ پہنچا ہو تو پھر یہ بات ذمہ دار تک پہنچانی چاہیئے اور مناسب کاروائی کرنی چاہیئے تاکہ اس قسم کے جرائم اور برائیوں کا سدباب ہو سکے۔

ضرورت کے وقت غیبت کی صورت یہ ہوگی کہ کوئی ہم سے کسی شخص کے اخلاق و کردار سے متعلق پوچھے اور اس شخص کا پوچھنا کسی ضرورت کے تحت ہو مثلا نکاح کا معاملہ ہو یا کسی پر الزام تراشی کا معاملہ ہو تو ہمارے لئے اس وقت مطلوبہ آدمی کے اوصاف و عادات بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ضرورت کی اور بھی کئی صورت ہو سکتی ہے عدالت میں گواہی یا فتوی کے وقت استفسار وغیرہ

اللہ تعالی ہمیں غیبت سے بچائے۔ آمین

BACK

فون اٹھانے والا پہلے سلام کرے یا کلام؟

مسئلہ یہ ہے کہ جب کسی کو فون کیا جائے تو فون اٹھانے والا پہلے سلام کرے یا تخاطب کا کوئی کلمہ استعمال کرے؟.اس سلسلے میں راجح بات یہی ہے کہ فون اٹھانے والا تخاطب کا کوئی بھی کلمہ جو اس کے ماحول و معاشرہ میں رائج ہے بولے،اس سلسلے میں شیخ البانی کا موقف یہی ہے۔پھر فون کرنے والا اپنے مخاطب کو سلام کرے۔

اس بات کو دوسرے الفاظ میں یوں سمجھیں کہ جب ہم کسی کو فون کرتے ہیں تو بسا اوقات مشکل سے رابطہ ہوتا ہے، کنکشن کا پرابلم ہوتا ہے، یا کبھی ایک جانب فون رسیو کرنے والا یا فون کرنے والا غیر مسلم ہوسکتا ہے جس سے اسلام میں سلام کرنا منع ہے۔پھر یہاں ایک الجھن یہ بھی ہے کہ فون کرنے والا سلام کرے یا اٹھانے والا؟ کون پہل کرے اور کس بنیاد پر؟

اس لئے بہتر یہ ہے کہ جب ہم کسی کو فون کریں تو اپنا فون دوسرے سے مربوط ہوجانے کا انتظار کریں،اس کی صورت یہ ہے کہ جس نے فون رسیو کیا ہے اسے چاہئے کہ تخاطب کا کوئی جملہ مثلا ہیلو،اھلا وسھلا، مرحبا، فرمایئے، ھلا، نعم وغیرہ بول کر پہلے آپس میں مربوط ہوجائے پھر فون کرنے والا سلام سے اپنی بات کا آغاز کرے۔اگر نمبر نیا ہو تو سلام سے پہلے تعارف بھی کرلے تاکہ پتہ چل جائے مسلمان بھائی ہے یا کوئی اور؟۔یہ مسئلہ حرام وحلال کا نہیں ہے بلکہ افضلیت اور احتیاط کا تقاضہ ہے۔تاہم میری نظر میں اس مسئلہ میں بھی کوئی زیادہ قباحت نہیں ہے کہ فون اٹھانے والے کو اگر یقین ہو کہ فون کرنے والا ہمارا مسلمان بھائی ہے تو بجائے تخاطب کے براہ راست سلام سے اپنی بات کا آغاز کرے۔تاہم احتیاط اور افضلیت کے پیش نظر قوی مسلک یہی معلوم ہوتا ہے کہ فون اٹھانے والا پہلے تخاطب کے کلمہ کے ذریعہ فون کرنے والے سے رابطہ قائم کرلے پھر فون کرنے والا سلام کرے،آگے حدیث آرہی ہے جس سے اس موقف کی تائید ہوتی ہے۔

اب یہاں چند ایک شبہات کا ازالہ بھی کردیتا ہوں کہ جنہوں نے یہ کہا کہ کلام کے آغاز میں ہیلو نہیں کہنا چاہئے کیونکہ اس کا معنی جہنمی کا ہے تو یہ مسئلہ میں نے الگ مضمون میں واضح کیا ہے،ہیلو کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس کا معنی جہنمی نہیں ہوتا ہے۔اور جنہوں نے کہا کہ ہیلو کے معنی میں کچھ تو ہے جس کی وجہ سے انگریزوں نے اسے استعمال کرنا

چھوڑ دیا تو یہ قطعی غلط ہے، یہ کس نے کہا کہ انگریز یا انگریزی بولنے والے ہیلو استعمال کرنا چھوڑ دیے، ہر جگہ انگریزی بولنے والوں میں یہ لفظ عام ہے حتی کہ انگریزوں میں بھی جس طرح دوسرے الفاظ عام ہیں۔

جنہوں نے کہا کہ ہیلو بولنے سے سلام مٹ جائے گا کیونکہ انگریزوں کی کوشش ہی اسلامی تہذیب وثقافت کو مٹانا ہے، ان کے لئے جواب یہ ہے کہ ہیلو بولنا کس نے ضروری کہا ہے؟ ہم اس لفظ کا استعمال ضروری نہیں کہتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی نے اس لفظ کا استعمال کر لیا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ البتہ جنہوں نے یہ کہا کہ سلام سے ہی اپنی بات کا آغاز کرنا ضروری ہے اور دلیل میں "السلام قبل الکلام" یعنی بات کرنے سے پہلے سلام کرنا ہے، اس حدیث کو پیش کرتے ہیں۔ اس حدیث کی حقیقت آگے بیان کی جائے گی پہلے ان کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ پہلے سلام کے متعلق اسلامی حکم سمجھ لیں۔ اسلام میں سلام کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مسنون ہے، اگر کوئی سلام کرتا ہے تو پھر جواب دینا واجب ہو جاتا ہے۔

مزید برآں فون پر تخاطب والا کوئی جملہ کہنا سلام سے پہلے یہ اسی طرح ہے جیسے کہ کوئی کسی کے دروازے پہ جاکر دروازہ کھٹکھٹا کر اس سے اجازت طلب کرے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: "إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ"

ترجمہ: تین مرتبہ اجازت طلب کرو اگر اجازت مل جائے تو ٹھیک ورنہ واپس لوٹ جاؤ۔ (صحیح مسلم، کتاب الاستئذان والادب، رقم الحدیث ۲۱۵۳)

دروازے پہ اولا سلام نہیں اجازت طلب کرنا ہے جب اجازت مل جائے تو گھر میں داخل ہوتے ہوئے سلام کرنا ہے۔ ہاں اگر آدمی بالمشافہ ملاقات کرے تو اپنی بات کا آغاز سلام کرے۔

پہلی روایت، کلام سے پہلے سلام والی روایت:

حدثنا الفضل بن الصباح بغدادي حدثنا سعيد بن زكريا عن عنبسة بن عبد الرحمن عن محمد بن زاذان عن محمد بن المنكدر عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم السلام قبل الكلام وبهذا الإسناد عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا تدعوا أحدا إلى الطعام حتى يسلم قال أبو عيسى هذا حديث منكر لا نعرفه إلا من هذا الوجه وسمعت محمدا يقول عنبسة بن

عبد الرحمن ضعيف في الحديث ذاهب و محمد بن زاذان منكر الحديث (سنن ترمذی: ٢٦٩٩)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلام کلام سے پہلے کیا جانا چاہیے۔اور اسی سند سے یہ بھی منقول ہے کہ کسی کو اس وقت تک کھانے کے لیے نہ بلاؤ جب تک وہ سلام نہ کرے۔

امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث منکر ہے۔ہم اسے اسی سند سے جانتے ہیں اور میں نے محمد (امام بخاری) سے سنا کہ عنبسہ بن عبد الرحمن ضعیف اور ذاہب الحدیث ہے اور محمد بن زاذان منکر الحدیث ہے۔

گویا امام ترمذی نے بھی اسے منکر قرار دیا ہے۔ شیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے (انوار الصحیفہ، ضعیف سنن ترمذی، ٢٦٩٩)

شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو (ضعیف الجامع: ٣٣٧٣، ٣٣٧٤) میں موضوع کہا ہے۔

دوسری روایت: "من بدأبالكلام قبل السلام؛ فلا تجيبوه" ترجمہ: جو بغیر سلام کے بات کرے اس کا جواب نہ دو۔

☆ابو حاتم نے اس روایت کو "العلل "(2 / 294 / 2390) باطل قرار دیا ہے۔

☆ابوزرعہ نے "العلل ""(2 / 332 / 2517) میں اس حدیث کی کوئی اصل تسلیم نہیں کی ہے۔

☆ہیثمی نے "المجمع "(8 / 32) میں کہا کہ اس کی سند میں ھارون بن محمد أبو الطيب نامی راوی کذاب ہے۔

گویا یہ حدیث بھی ضعیف ہے اور اس سے بھی استدلال نہیں کیا جائے گا۔اگر صحیح بھی مان لیتے ہیں جیسا کہ شیخ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے، پھر بھی فون اٹھاتے وقت ہیلو یا مرحبا وغیرہ کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ مثل دروازہ کھٹکھٹانے اور اجازت طلب کرنے کے ہے۔ یہی موقف شیخ البانی رحمہ اللہ کا ہے جبکہ ان کے سامنے یہ حدیث تھی پھر بھی وہ معنی نہیں لیتے جو سلام سے ابتداء کرنے والے لوگ لیتے ہیں۔

فون رسیو کرنے والا کیا کہے اس سے متعلق شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ یہاں ذکر کرنا مفید ہو گا جسے شیخ صالح بن طہ ابو سلام نے اپنی کتاب المانع الجمیل (1/16-17) میں ذکر فرمایا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے ٹیلیفون سے مجھ سے رابطہ قائم کیا اور میں موجود نہیں تھا تو میری چھوٹی بیٹی نے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھاتے ہی کہا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ "۔ شیخ نے میرے متعلق استفسار کیا پھر اس بچی سے کہا کہ اپنے والد کو خبر دینا کہ محمد ناصر الدین البانی نے فون کیا تھا۔اور انہوں نے اپنے لئے شیخ کا لفظ استعمال نہیں کیا یہ ان کا تواضع تھا،

اللہ تعالی جنت میں ان کے درجات کو بلند فرمائے۔

جب میں گھر لوٹا تو میری بچی نے خبر دی کہ ایک آدمی نے فون کیا تھا ان کا نام محمد ناصر الدین البانی ہے، میں نے فوراً شیخ کو فون لگایا تو شیخ جو چاہ رہے تھے مجھ سے پوچھا اس کے متعلق مجھ سے کہا: اے ابو سلام! جب میں نے آپ سے اتصال کیا تو آپ کی چھوٹی بیٹی نے فون اٹھایا اور کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کیا یہ عمل علم ویقین کے ساتھ ہے یا بچی کی طرف سے ذاتی تصرف ہے ؟، اے ابو سلام ہم اس معاملہ میں استفادہ چاہتے ہیں۔

یہ بات بھی شیخ رحمہ اللہ کے تواضع اور دعوت کی حکمت میں سے ہے۔

میں شیخ سے کہا: یہ بچی کی طرف سے پہلی بار تصرف ہوا ہے اور جہاں تک اس مسئلہ میں مجھے معلوم ہے وہ یہ کہ ٹیلیفون کا ریسیور اٹھانے والا "نعم" کہے۔ اور جس نے فون کیا ہے وہ اس سے سلام کرے تب وہ فون کرنے والے کو سلام کا جواب لوٹائے، نہ یہ کہ (فون اٹھانے والا) سلام سے ابتداء کرے۔

شیخ رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ یہی صحیح ہے جو میں جانتا ہوں، اس لئے کہ فون کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو دروازہ کھٹکھٹا کر (اجازت) طلب کرتا ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

BACK

آزادی نام ہے سوچ و عمل کی آزادی کا

آزادی کیا ہے؟سوچ کی آزادی، عمل کی آزادی۔اگرکسی کی سوچ پہ پابندی ہو تو قید سے باہر ہوتے ہوئے بھی قید ہے اور سوچ وفکر کے اعتبار سے جو آزاد ہو اسے کبھی قیدی نہیں کہیں گے۔اس پیرگراف کی کیا ہی عمدہ ترجمانی درج ذیل شعر میں کی گئی ہے۔

کاٹ کر زباں میری کہہ رہا ہے یہ ظالم
اب تجھے اجازت ہے درد دل سنانے کی

اسی طرح عمل کا بھی معاملہ ہے۔عمل کے دائرے میں ذاتی،عائلی، معاشرتی، معاشی، مذہبی، حکومتی ہر قسم کے کاز داخل ہیں۔کسی بھی وطن میں ایک محب وطن کو ان تمام آزادیوں کی سہولیت میسر ہونی چاہیئے جن کی انہیں ضرورت ہے خواہ نظام جمہوری ہو یا بادشاہی یا پھر کوئی اور۔اور عموما پورے عالم میں جمہوری نظام ہی رائج ہے جس میں قانونی اعتبار سے ہر شخص کو اتنی ہی حیثیت ہے جتنی کہ دوسرے کو۔یہاں امیر وغریب کا فرق،استاد وشاگرد کا فرق،عوام وخواص کا فرق،کالے گورے کا فرق، چھوٹے بڑے کا فرق اور پڑھے وانپڑھ کا فرق بالکل نہیں ہے۔بس فرد کو گنا اور شمار کیا جاتا ہے۔علامہ اقبال نے اس بات کی کیا خوب ترجمانی کی ہے۔

جمہوریت ایک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

کسی بھی جمہوری ملک میں دستور جمہوریت کے اعتبار سے ذات وپات کا فرق کرنا،رنگ ونسل کے ساتھ امتیاز برتنا، مذہب کے نام پہ بٹوارے کرنا،سماج وسائٹی کے امیر وغریب کے درمیان فرقت کی خلیج پاٹنا،عوام ولیڈر کے درمیان

اونچی دیوار قائم کرنا جرم گردانا جانا چاہئے۔اس جرم کا جو بھی ارتکاب کرکے اس کے ساتھ بغیر امتیاز برتے دستور کے عین مطابق سزا دینی چاہئے مگر آزاد جمہوری ممالک میں ہوتا یہ ہے کہ غنڈا سے غندا شخص انتخاب جیتنے کے لئے غریب ومسکین کے گھر گھر جاتا ہے،اس کے بچوں سے پیار کرتا ہے،بوسیدہ گھر میں زمین پر بیٹھ کر بھکاری کی طرح ووٹ کی اپیل کرتا ہے اور جب یہ لوگ ان کے دم پر جیت جاتے ہیں تو پھر ان کی حکومت میں سے کسی کو انکاؤنٹر کے نام پر قتل کیا جاتا ہے، کسی کو بلا ثبوت کے دہشت گردی کے الزام میں سالوں جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا جاتا ہے، کسی کو مذہب کے نام پر لڑایا جاتا ہے تو کہیں ذات و پات اور کہیں رنگ ونسل کو مدعا بنا کر عوام کو بٹوایا جاتا ہے غرض ان کے درمیان قتل وخون کا گھناؤنا کھیل کھیلا جاتا ہے۔

یہ کھیل کون کھیلتا ہے؟ سیاسی لیڈر، مجرم کی پشت پناہی کون کرتا ہے؟ عدالت اور منصف، مذہب کے نام پر لوگوں میں قتل عام کون کرواتا ہے؟ سیاسی حکمراں،نیتا،دوٹکے کا لیڈر جسے انہی مقتول ومظلوم نے اپنے ووٹ سے لیڈر بنایا ہے۔ جمہوری ملک میں کوئی ایسا مائے کا لال نہیں جو عوام کے ووٹ کے بغیر جیتا ہو، ممکن ہی نہیں پھر جیت کے بعد یہ حکمراں بدل کیوں جاتے ہیں؟

ووٹ مانگنے کے لئے غریب کے گھر آنے والا آج اس کے بچے کا آپریشن ہے پچیس پچاس ہزار روپئے چاہئے کیوں مدد کے لئے اس کے گھر نہیں آتا؟ کیا اس کے گھر کا راستہ بھول جاتا ہے؟

عوام کے ووٹ سے جیتنے والا لیڈر کیوں لوگوں کو مذہب کے نام پر لڑاتا ہے جبکہ ووٹ حاصل کرنے میں کسی کا مذہب نہیں دیکھا، کیا انہیں اس بات کا پتہ نہیں ہے؟

جب کسی جمہوری ملک میں حقوق کی بات کی جاتی ہے تو انصاف کے نام پر ووٹ مانگنے والے یہی حکمراں اہل وطن کے درمیان ناانصافی کا بیج بوتے ہیں، کیا یہی جمہوریت،انصاف اور آزادی کا مطلب ہے؟

اہم سوال یہی ہے کہ ہم عوام کو ووٹ کے وقت بھروسہ دینے والے، دلاسہ دینے والے، حقوق دینے والے، مطالبہ پورے کرنے والے، نوکریاں، وظائف اور آزادی دینے والے ہمیں بھول کیسے جاتے ہیں؟ وہ ہمارے لئے یکسر بدل کیوں جاتے ہیں؟ وہ ہمارے ساتھ انصاف کرنے کی بجائے زیادتی کیوں کرتے ہیں؟ ناحق ہمارا خون کیوں کرتے ہیں؟ بغیر جرم کے ہمیں جیل کی سزا کیوں دیتے ہیں؟ ہماری عورتوں کی عزتوں کو پامال کیوں کرتے ہیں؟ ہماری غربت وافلاس مٹانے کی بجائے اس پہ طنز بلکہ اس سے فائدہ کیوں اٹھایا جاتا ہے؟ ہمارے زخموں پر مرہم لگانے کی بجائے اس پر نمک کیوں چھڑکتے ہیں؟

ان سوالوں کا جواب یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ یہ بات صرف ہندوستان ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ ہر جمہوری ملک میں مسلمانوں کے ساتھ کافروں، یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکوں کا یہی شیوہ ہے۔

ان سوالوں کے ساتھ کیا کوئی ہندوستانی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ ہم یہاں آزاد ہیں جبکہ ہماری سوچ وفکر کے ساتھ عمل پر بھی پابندی عائد کی گئی ہے۔ نہیں، ہرگز نہیں، کوئی مسلمان اپنے آپ کو آزاد نہیں کہہ سکتا ہے۔ اس لئے بلا جھجھک یہ کہیں گے ملک انگریزوں کی غلامی سے آزاد تو ہو گیا مگر ملحدوں اور کافر و مشرک کی غلامی سے آزاد نہیں ہے۔

آج ملک ہندوستان کو ہندو راشٹر بنانے کی مکمل شازش چل رہی ہے، قتل عام اور نسل کشی کے ذریعہ ہماری آبادی ختم کی جارہی ہے، ہندوانہ رسومات وعقائد کی انجام دہی پر مجبور کیا جارہا ہے، ہمیں اپنے مسلم پرسنل لا پر عمل کرنے سے روکا جارہا ہے۔ مساجد و مدارس اور اذان و نماز کو دہشت گردی باور کرایا جارہا ہے، پرامن اہل وطن مسلمانوں کی شہریت ملغی کی جارہی ہے، امن کے داعی اور مبلغ پر دہشت گردی کے مقدمات درج کئے جارہے ہیں۔
دوسری طرف دہشت گردی کرنے والے اور پھیلانے محب وطن، امن پسند، ملک کے نگراں، عدالت وانصاف کے محافظ اور قوم ووطن کے اصل ٹھکیدار کہے جارہے ہیں۔ ہاتھ میں بندوق و تلوار ہے پھر بھی دہشت گرد نہیں، بدن پہ معصوموں کے خون کے دھبے ہیں پھر باعزت بری ہیں، کھلے عام بیچ سڑکوں پر مل کر مسلمان کو بے رحمی سے قتل کیا

جاتا ہے پھر بھی کوئی بات نہیں، مسلمان لڑکی کے ساتھ اجتماعی عصمت دری کر کے اور درندگی کے ساتھ قتل کر کے پھیک دیا جاتا ہے پھر بھی یہ ملک کے محافظ ہیں ان کا کوئی جرم جرم نہیں عین امن وشانتی ہے۔

ان سب باتوں کے پس منظر میں یہ جان سکتے ہیں کہ ہمارا ملک آزاد نہیں ہے، ہم آزاد نہیں ہیں۔ ہماری سوچ پابند سلاسل ہے، ہمارا اسلامی طرز عمل کافروں کے یہاں پابند حکومت وعدالت ہے۔ جب ہم آزاد نہیں تو پھر سے ہمیں ایک بار آزاد ہونے کی ضرورت ہے، پھر سے ملک کی سالمیت اور اہل ملک کے تحفظ کے لئے اصل لٹیروں سے لڑ کر آزادی حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ کب تک ہاتھ پہ ہاتھ دھرے مار کھاتے رہیں گے، اپنی عزتیں نیلام کرتے رہیں گے، اپنے حقوق ومراعات سے محروم ہوتے رہیں گے، اپنے مذہب کا خون بہتے دیکھتے رہیں گے ؟

آج تمام مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی ضرورت ہے کیونکہ کفر کی ساری طاقتیں ہمارے خلاف یکجا ہو چکی ہیں۔ جب تک ہم متحد نہیں ہوں گے انتشار کے نقصان سے ابھر نہیں سکتے۔ جس طرح مل کر وطن کو انگریزوں سے آزاد کیا تھا اسی طرح ملکر باطل طاقتوں سے مقابلہ کر کے اپنی آزادی حاصل کر سکتے ہیں اور یہ بھی ایک اٹل حقیقت ہے کہ جب تک ہم مسلمان آزاد نہیں ہوں گے کبھی ملک میں امن نہیں رہے گا۔ امن کے اصل پیغامبر صرف اور صرف مسلمان ہیں۔

BACK

مسلم پرسنل لاء اور یکساں سول کوڈ پہ ہمارا موقف

اسلام نے ہمیں زندگی کے تمام امور کی طرف رہنمائی کی ہے،اس نے ہمیں عائلی قانون اور پرسنل لاء بھی دیا ہے۔ہمارا یہ پرسنل لاء انسانوں کا وضع کیا ہوا نہیں ہے بلکہ اللہ کا بنایا ہوا قانون ہے،ہم مسلمان اللہ کے فطری قانون یعنی پرسنل لاء کو کبھی نہیں چھوڑ سکتے یا اس میں ذرہ برابر بھی تبدیلی برداشت نہیں کر سکتے یا کوئی مسلم پرسنل لاء کی جگہ یکساں سول کوڈ کی بات کرے تو قطعی اسے منظور نہیں کر سکتے۔اللہ کا حکم ہے: الا له الخلق والامر تبارک الله رب العالمین(الاعراف:54)

ترجمہ: یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا، بڑی خوبیوں سے بھرا ہوا ہے اللہ جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

یہاں سب سے پہلے ایک اہم چیز جان لیں کیونکہ میں نے اکثریت کو اس سے غافل دیکھا ہے۔جب میں نے این ڈی ٹی وی پہ طلاق ثلاثہ کا ایک ڈیبیٹ دیکھا جس میں نئی دنیا کا ایڈیٹر شاہد صدیقی نے بیان دیا ہے کہ مسلم پرسنل لاء انگریزوں کا بنایا ہوا قانون ہے تو مجھے کافی دکھ ہوا اور ایسے صحافی کی جہالت پہ بہت افسوس بھی ہوا۔اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ کو ایک اہم جانکاری دیتا چلوں۔

مسلم پرسنل لاء: مسلم قوم کے معنی میں، پرسنل کا معنی شخصی وذاتی اور لاء کا معنی ہے قانون یعنی مسلمانوں کا شخصی قانون۔اس سے مراد ہمارے خاندانی اور عائلی زندگی کے مسائل۔اس کے دائرے میں نکاح، طلاق، عدت، نان ونفقہ، خلع، ظہار، ایلاء، فسخ، مہر، حق پرورش، ولایت، میراث، رضاعت، حضانت، وصیت، ہبہ، والدین، اولاد اور زوجین کے حقوق، تعدد ازدواج، شفعہ، وقف وغیرہ جو عائلی امور ہیں اس میں سب داخل ہیں۔اسی کو اردو میں اسلامی عائلی قانون، عربی میں احوال شخصیہ اور انگریزی میں مسلم پرسنل لاء کہا جاتا ہے۔

تو مسلم پرسنل لاء ہمارا شرعی عائلی قانون ہے۔اور ایک ہے مسلم پرسنل لاء بورڈ، اس کا پورا نام آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ ہے۔یہ ایک تنظیم ہے جو مسلم پرسنل لاء(جو کہ ہمارا عائلی قانون ہے)اس کے تحفظ کے لئے تمام مسلمانوں نے مل کر قائم کیا ہے۔1973 میں یہ بورڈ قائم ہوا، اب تک اس بورڈ کے چوالیس سال ہوگئے، شروع سے آج تک اس

پہ حنفیت کی اجارہ داری رہی۔ بورڈ کی ذیلی شاخیں، اس کا سہ ماہی رسالہ "خبر نامہ "سب فقہ حنفی کی ترجمانی میں منہمک ہیں۔اس بورڈ نے عائلی قانون پہ ایک مجموعہ ترتیب دیا ہے" مجموعہ قوانین اسلامی "کے نام سے جو خالص فقہ حنفی کی روشنی میں ہے۔جب کورٹ میں مسلمانوں کا کوئی مقدمہ کیا جاتا ہے تو مسلم وکلاء اسی مجموعہ کی روشنی میں اپنا بیان دیتے ہیں۔یہ بورڈ ایک مجلس کی تین طلاق کو تین ہی مانتا ہے جو کہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے،اسی طرح حلالہ کو بھی تسلیم کرتا ہے جو کہ ایک لعنتی فعل ہے۔بورڈ کے اس موقف سے ہم اتفاق نہیں رکھتے۔باوجود کہ یہ بورڈ حنفیت کا شکار ہے جبکہ اس بورڈ پہ سارے مسلمانوں کا حق ہے پھر بھی ہم مسلمان اس کے ساتھ ہیں البتہ اس بورڈ کے جو مسائل قرآن وحدیث کے خلاف ہیں مثلا طلاق ثلاثہ اور حلالہ تو ہم ان مسائل میں اس بورڈ کے ساتھ اتفاق نہیں رکھتے۔

خلاصہ یہ کہ مسلم پرسنل لاء ہمارا شرعی عائلی قانون ہے اور مسلم پرسنل لاء بورڈ ایک تنظیم کا نام ہے جو دراصل مسلم پرسنل لاء کے تحفظ کے لئے ہی قائم کیا گیا ہے۔کتاب وسنت سے مخالف مسائل میں ہم بورڈ کے ساتھ نہیں لیکن مجموعی اعتبار سے اس بورڈ کے ساتھ ہیں۔

یہاں اب یکساں سول کوڈ کا مفہوم بھی واضح کرتا چلوں۔

ہندوستانی قوانین کی دو اہم قسمیں ہیں۔

(1) دیوان سے متعلق قانون کو سول کوڈ کہا جاتا ہے۔

(2) جرم کی سزا اور بعض انتظامی امور سے متعلق قانون کو کریمنل کوڈ کہا جاتا ہے۔

دوسری قسم میں تمام ملک والوں کے لئے یکساں قانون ہے، رنگ ونسل اور مذہب کی بنیاد پر کسی قسم کی تفریق نہیں رکھی گئی ہے البتہ پہلی قسم سول کوڈ جس کا تعلق معاشرتی، تمدنی اور معاملاتی مسائل سے ہے اس کا ایک حصہ پرسنل لاء ہے۔اس کے تحت بعض اقلیتوں جن میں مسلمان بھی داخل ہیں اختیار ہے کہ نکاح، طلاق، عدت، خلع، وقف، میراث وغیرہ سے متعلق کورٹ میں اگر مقدمہ کیا گیا اور دونوں فریق مسلمان ہیں تو اسلام کے مطابق فیصلہ ہوگا اسی کا نام مسلم پرسنل لاء ہے۔

دو لفظوں میں یہاں یہ جان لیں کہ بھارتیہ لاء کمیشن چاہتی ہے کہ ہندوستان میں ایک جیسا قانون نافذ ہو یعنی کسی

مذہب کے ماننے والے کا کوئی قانون نہ ہوگا، سب کے لئے نکاح و وراثت وغیرہ کا قانون ایک جیسا ہوگا خواہ وہ قانون کسی کے مذہب کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

ہندوستان میں مسلمانوں نے پانچ سو سال حکومت کی اس دوران کسی ہندو کو مسلم پرسنل لاء یا یکساں کوڈ کا پابند نہیں بنایا گیا بلکہ ہندو اپنے مذہب کے مطابق عمل کرتے تھے۔ اسی طرح انگریز کے ایک سو پچھتر سالہ (175) نظام حکومت میں ہندو کو ہندو پرسنل لاء اور مسلم کو مسلم پرسنل لاء پر عمل کرنے کی آزادی رہی مگر ملک کی آزادی کے بعد مسلمانوں کے پرسنل لاء میں بارہا مداخلت کی کوشش کی گئی بلکہ آزادی سے پہلے سے ہی مسلمانوں کو اپنے پرسنل لاء کے متعلق کافی تشویش لاحق تھی۔ اس لئے اس تشویش کو ختم کرنے کی غرض سے 1931 میں کانگریس ورکنگ کمیٹی نے ایک قرار داد منظور کیا کہ آزاد ہندوستان میں پرسنل لاء کو خصوصی تحفظ دیا جائے مگر آزادی سے لیکر آج تک مسلم پرسنل لاء کو کوئی خصوصی تحفظ فراہم نہیں ہو سکا، آئے روز مسلم پرسنل لاء میں مداخلت اور یکساں سول کوڈ کی بات اٹھا کر مسلمانوں میں بے چینی پھیلائی جاتی ہے جبکہ دستور ہند کے دفعہ (25) کی روشنی میں ہر مذہب والے کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہے۔

یکساں سول کوڈ اور آئین ہند: آئین ہند کے دفعہ (44) میں یوں لکھا گیا ہے کہ ریاست کوشش کرے گی کہ پورے ملک میں یکساں شہری قانون ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائے آزادی سے ہی ملک میں یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی راہ ہموار کی جا رہی ہے جو سراسر اسلام سے متصادم ہے اور دفعہ (25) کے مخالف بھی۔

یکساں سول کوڈ کے نفاذ کا بہانہ: کامن سول کوڈ کے نفاذ کی اصل وجہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانا ہے مگر بہانے کے طور پر یہ بات کہی جاتی ہے کہ یکساں سول کوڈ سے قومی یک جہتی پیدا ہوگی اور یورپ کی مثال کی پیش کی جاتی ہے کہ جب وہاں تمام اقوام کے لئے یکساں قانون ہو سکتا ہے تو ہندوستان میں کیوں نہیں؟

ہندوستان کثیر المذاہب اور مختلف تہذیب و ثقافت کا حامل ہے جس کی نظیر نہ یورپ میں ہے نہ افریقہ میں۔ یہاں یکساں سول کوڈ کی بات کرنا پاگل پن ہوگی۔ اس سے قومی یک جہتی نہیں فرقہ وارانہ فساد پھیلے گا جو ملک و قوم کو تباہ و برباد کر دے گا۔

یکساں سول کوڈ کے تدریجی مراحل اور مسلم پرسنل لاء میں مداخلت: ملک میں شروع سے یکساں سول کوڈ کی بات کی گئی اس وجہ سے مسلم دشمن پارٹی اور حکومت اس قانون کو نافذ کرنے کے لئے ہمیشہ راہ ہموار کرتی رہی۔ 1950 میں جب ہندو کوڈ بل پاس کیا گیا تو اس وقت کے وزیر قانون مسٹر پائسکر نے کہا تھا کہ ہندو قوانین میں جو اصلاحات کی جارہی ہیں وہ مستقبل قریب میں ہندوستان کی تمام اقوام پر نافذ کی جائے گی۔ 1963 میں مرکزی حکومت نے مسلم پرسنل لا میں اصلاح کے لئے کمیشن بٹھایا یہاں تک کہ 1972 میں متبنی کا اسلام مخالف بل پاس ہوا۔ متبنی بل کی روسے اگر کسی کوئی بچہ گود لیا تو اسے اصل اولاد کی حیثیت حاصل ہوگی اور میراث میں برابر کا شریک ہوگا۔ مسلمانوں نے اس کے خلاف ملک گیر آواز اٹھائی بالآخر جنتا پارٹی کی حکومت میں 1978 کو یہ بل مسترد کیا گیا۔ پھر پانچ ماہ بعد کانگریس کی حکومت میں 1978 ہی کو دوبارہ یہ بل پیش کیا گیا مگر منظور نہ ہوسکا۔ 1985 میں شاہ بانو کیس میں سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ دیا کہ جس مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دیا ہے اسے عدت کے بعد بھی دوسری شادی ہونے تک نان ونفقہ برداشت کرنا پڑے گا۔ مسلمانوں کے جدوجہد سے ایک سال بعد 1986 کو یہ قرارداد ختم ہوئی۔

کچھ دنوں پہلے اتراکھنڈ کی سائرہ بانو جسے اس کے شوہر نے بذریعہ خط تین طلاق دیا تھا اس کے ردعمل میں اس نے سپریم کورٹ میں تین طلاق اور حلالہ کو ختم کرنے کی اپیل کی ہے۔ سائرہ بانو کے اس اقدام سے ملک میں ایک بار پھر یکساں سول کوڈ کی بات بڑے شد ومد سے اٹھنی شروع ہوگئی ہے۔ حکومت کو ایک بار پھر یکساں سول کوڈ کے نفاذ کا بہانہ مل گیا۔ عوامی سطح پر یکساں کوڈ کے متعلق کانفرنسیں ہورہیں، کہیں پر ہندو مسلمان سارے اس کے متعلق سیمنار کررہے ہیں۔ پورے ملک میں ایک بار پھر بے چینی کی لہر پھیل گئی ہے۔

یکساں سول کوڈ کے پیچھے حکومت کا مقصد: حکومت اس قسم کا موقع تلاش کررہی ہے کہ کس طرح یکساں سول کوڈ کے نفاذ کا جواز فراہم کیا جاسکے۔ یکساں سول کوڈ اسلام دشمن کوڈ ہے اسے ہم مسلمان کسی بھی قیمت پر تسلیم نہیں کریں گے جو لوگ اسے نافذ کرنا چاہتے ہیں وہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں، اس کے پیچھے ان کا مقصد مسلمانوں کو اپنے دین سے دور کرنا ہے، کفر والحاد کو مسلمانوں میں داخل کرنا ہے تاکہ مسلمان اپنا ایمان واسلام کھو بیٹھے، ان میں اور ہندو قوم میں کوئی فرق نہ رہ جائے۔ گویا یکساں سول کوڈ مسلمانوں کو ہندو بنانے کی ایک گہری شازش ہے۔ مسلمانوں کی

بڑھتی آبادی سے کفار کو خطرہ لاحق ہے اس لئے وہ کبھی ہمارے اوپر زبردستی فیملی پلاننگ تھوپنا چاہتے ہیں تو کبھی فرقہ پرستی کو ہوا دے کر مسلمانوں کا قتل عام کر رہے ہیں جیسے گجرات میں کیا۔ آج ہندوتو کا ایجنڈا مسلمانوں کو ہندو بنانے کا ہے۔ وی ایچ پی اور بجرنگ دل کا دعوی ہے کہ 2020 تک ہم سارے مسلمانوں کو ہندو بنا دیں گے۔ بی جے پی جوان جیسے تمام متشدد ہندو تنظیموں کی سرپرستی کر رہی ہے اس نے بھی ہندوتو کے اس مقصد کی برآوری کے لئے اپنے ایجنڈے میں یکساں سول کوڈ کا نفاذ رکھا ہے۔ اور جب سے یہ حکومت برسرے اقتدار ہوئی ہے اسی وقت سے مسلم پرسنل لاء میں مداخلت اور یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی پوری کوشش کر رہی ہے۔ گجرات ہائی کورٹ نے مرکزی حکومت کو باقاعدہ حکم دے دیا ہے کہ وہ یکساں سول کوڈ نافذ کرے۔

یکساں سول کوڈ کی خرابیاں: ہندوستان مختلف اقوام وملل کا مجموعہ ہے، اس ملک میں ہندو، مسلم، سکھ، یہودی، عیسائی، شیعہ، قادیانی، بودھ، جین، پارسی سیکڑوں قومیں رہتی ہیں پھر ان قوموں میں بھی کئی کئی فرقے ہیں، ان سب قوموں اور فرقوں کا مذہبی طور طریقہ اور عائلی ومعاشرتی قانون الگ الگ ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک جیسا عائلی قانون ان ساری قوموں پر تھوپ دیا جائے۔ نہ ہی اس کا امکان ہے اور نہ ہی یہ اقوام یکساں خاندانی قانون چاہیں گی۔ اور اگر بالجبر نافذ بھی کر دیا گیا تو ملک کی یکجہتی پارہ پارہ ہو کر رہ جائے گی، قوموں کے درمیان اختلاف وانتشار پھیلے گا، فرقہ پرستی کو ہوا ملے گی اور قتل وغارت گری کا بازار گرم ہو جائے گا کیونکہ یکساں سول کوڈ مذہب کے خلاف ہے، یکساں سول کوڈ آئین ہند کے خلاف ہے، یکساں سول کوڈ ملک کی یکجہتی اور سالمیت کے خلاف ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مذہب کا لڑکا دوسرے مذہب کی لڑکی سے شادی کر لیتا ہے تو پورے سماج میں تناؤ پیدا ہو جاتا ہے، قتل وخون تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ ہندوستان مختلف قوم، مختلف تہذیب، مختلف زبان اور مختلف رنگ ونسل کا گہوارہ ہے یہی اس کا حسن ہے۔ یکساں سول کوڈ اس حسن کے خاتمہ کا نام ہے۔ یکساں سول کوڈ کے متعلق میری یہ حتمی رائے ہے کہ وہ کوڈ ہندوانہ ہوگا جیسا کہ 1950 میں اس وقت کے وزیر قانون مسٹر پائسکر نے کہا تھا کہ آج جو اصلاحات ہندو قوانین میں کی جا رہی ہیں وہ عنقریب ہندوستان کے تمام لوگوں پر نافذ کیا جائے گا۔ اس کی رو سے ہمیں صبح صبح اللہ کا نام لینے کی بجائے وندے ماترم کا مشرکانہ ترانہ گانا پڑے گا، سوریہ نمسکار کرنا ہوگا، گائے، زمین، سورج، چاند، ستارے ساری

چیزوں کو معبود ماننا پڑے گا اور ان کی بھگتی کرنی پڑے گی، اسپیشل میر یج ایکٹ، انڈین سیکشین ایکٹ کے ماتحت کوئی کسی بھی مذہب میں بلا روک ٹوک شادی کر سکتا ہے پھر اسلامی نکاح، طلاق، خلع، عدت، مہر، نان ونفقہ وغیرہ کا کوئی اسلامی تصور نہیں رہ جائے گا۔ لے پالک اصل اولاد مانی جائے گی، میراث میں حصہ دار ہوگا۔ ہم جنسی کا فروغ ہوگا۔ اسلامی حجاب، عورتوں کے حقوق، مرد وعورت کے درمیان فرق ساری چیزیں بے معنی ہو جائیں گی۔ ہمارے مذہبی ادارے، مقدس مقامات سب کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔

اس لئے مسلمان ہونے کے ناطے کبھی بھی ہم یکساں سول کوڈ کو قبول نہیں کر سکتے، اسے قبول کر کے ہم مسلمان ہی نہیں رہ سکتے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

فَلاَ وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَہُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ أَنْفُسِہِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا(النساء: 65)

ترجمہ: نہیں! تیرے رب کی قسم لوگ بالکل مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ آپ کو اپنے درمیان کے جھگڑوں میں فیصل تسلیم نہ کرلیں۔ پھر جو آپ فیصلہ کریں اس کے بارے اپنے دل میں کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں اور اسے دل وجان سے تسلیم کرلیں۔

اللہ کا فرمان ہے:

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ (آل عمران:85)

ترجمہ: جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہوگا۔

اللہ کا فرمان ہے:

وَمَا آتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَہٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَہُوْہُ(الحشر:7)

ترجمہ: اور جو آپ ﷺ دیں اسے لے لو اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔

سر کٹا دیں گے مگر جس قانون سے اللہ کی نافرمانی ہوتی ہے اس کے آگے سر نہیں جھکائیں گے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

لاطاعة فی معصية الله ،انما الطاعة فی المعروف(صحيح مسلم: 1840)

ترجمہ: اللہ کی معصیت میں کسی قسم کی اطاعت قبول نہیں کی جائے گی، اطاعت تو صرف بھلی باتوں میں ہے۔

حکومت ہند کو چاہئے کہ ملک میں ترقی کا کام کرے اور جن چیزوں سے ملک کھوکھلا ہو رہا ہے یا ملک میں تباہی پھیلی ہوئی ہے ان کا سد باب کرے۔ آج پورے ملک میں اسقاط حمل، زنا، رشوت، قتل، گھوٹالہ، ناانصافی، ظلم، تشدد، بھوک مری، بے روزگاری، غریبی، خودکشی اور فرقہ پرستی عام ہے، حکومت کو ان چیزوں کی اصلاح کرنی چاہئے۔

اس وقت ملک میں کم از کم بارہ کروڑ افراد بے روزگار ہیں، جرائم کا ستر فیصد حصہ بے روزگاری کی وجہ سے ہے۔ بھارت میں ہر ایک گھنٹے کے بعد ایک عورت جہیز کی وجہ سے ماری جاتی ہے یا مر جاتی ہے۔ ماں کے پیٹ میں ہر سات سکنڈ میں ایک بچے کا قتل ہوتا ہے، بعض رپورٹ کے مطابق ہر روز 2000 بچیوں کا قتل کیا جارہا ہے۔ ایک سروے کے مطابق ہر پندرہ منٹ پہ ایک زنا ہوتا ہے اور ہمارا مہان ملک ان دس بڑے ملکوں میں سے ایک ہے جہاں زنا کی شرح سب سے زیادہ ہے۔ ہندوستان کی سوا ارب کی آبادی میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً چودہ فیصد ہے لیکن ایک تازہ سرکاری رپورٹ کے مطابق ملک میں بھیک مانگنے والا ہر چوتھا شخص مسلمان ہے۔ اسی طرح مسلمانوں پر اس قدر مظالم ڈھائے جارہے ہیں کہ انہیں بغیر ثبوت کے سالوں جیل میں قید کر دیا جاتا ہے، جب ان کی آدھی عمر ختم ہو جاتی ہے، ان کے بال بچے اور گھر پریوار تہس نہس ہو جاتے ہیں تو انہیں بری قرار دے کر جیل سے رہا کیا جاتا ہے۔ لگ بھگ پچیس فیصد مسلمان جیل میں بند ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق ہر چوتھا مسلمان جیل میں ہے۔ ہندوستان میں ہر آٹھ گھنٹے میں ایک کسان خودکشی کرنے پر مجبور ہے۔

حکومت ان جیسے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرے نہ کہ یکساں سول کوڈ کا نفاذ کر کے ہندوستانی کرائم میں مزید اضافہ کرے۔ ہم مسلمانوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ آئین ہند کے تحت ہمیں جو حقوق و اختیارات ملے ہیں ان میں تصرف نہ کرنے دیں اور نہ ہی ہم کسی طور پر یکساں سول کوڈ کو منظور کریں گے۔

BACK

اہل حدیث میں مختلف جماعتیں کون حق پر؟

لوگوں کے ذہن ودماغ میں آج کل یہ شبہ ڈالا جاتا ہے کہ اہل حدیث میں بھی مختلف جماعتیں ہیں، اس لئے یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اہل حدیث کی کون سی جماعت حق پر ہے ؟

اس بات کو سمجھنے کے لئے پہلے یہ جاننا ہوگا کہ اہل حدیث کسے کہتے ہیں اوران کی کیا پہچان ہے ؟

اہل حدیث قرآن وحدیث پہ عمل کرنے والے کو کہتے ہیں یعنی اسلاف کی فہم کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن وحدیث کی روشنی میں دین محمدی کی حقیقی شکل پیش کرتے ہیں، اس میں شخصیت پرستی یاذاتیات کا کوئی دخل نہیں جو قرآن وحدیث سے ثابت ہو اسے مان لینے والا اہل الحدیث ہے چاہے وہ کسی روزگار سے جڑا ہو، کسی دینی نشریاتی ادارے جڑا ہو یا کسی جماعتی تنظیم سے وابستہ ہو۔اصل چیز ہے اس کا منہج۔

اسی لئے اہل حدیث کو مختلف ناموں سے جانا جاتا ہے مثلا سلفی، محمدی، اہل السنہ، اثری اور طائفہ منصورہ وغیرہ۔

اہل حدیث جماعت قرآن وحدیث کی روشنی میں دین محمدی کی سچی تصویر عوام کے سامنے پیش کرنے کے لئے مختلف محاذپہ دینی کام کرتی ہے۔

دین محمدی کی سچی تصویر پیش کرنے کا سب سے مضبوط ذریعہ مدارس ہیں جہاں سے علماء وفضلاء نکل کر پھر نئے نئے ذرائع سے دین محمدی کی اصل صورت پیش کرتے ہیں۔

جماعتی تنظیمیں جو مختلف علاقوں میں مختلف ناموں سے بنائی جاتی ہیں، یہی اہل مدارس ان تنظیموں کے ذریعہ عوام الناس کو طرح طرح کے وسائل اپنا کر دین محمدی سے روشناس کراتے ہیں۔یہ تنظیمیں جس قدر پھیلی ہوں گی اسی قدر دین کی نشرواشاعت بھی ہوگی۔

لہذا جماعت کی مختلف تنظیموں سے اہل حدیث کی فعالیت اوران کی سرگرمیوں کا پتہ چلتا ہے۔ہندوستان میں جمعیت اہل حدیث کے نام سے جماعتی تنظیم چلتی ہے، پورے ہندوستان میں اس کا جال بچھا ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ اہل حدیث جماعت ہندوستان کی پوری عوام کو صحیح دین سے روشناس کرارہی ہے، تبھی تو آج دن بدن عوام اس جماعت کی طرف توجہ بڑھاتی جارہی ہے۔اس جمعیت کے علاوہ اہل حدیث کی کچھ دوسری جمعیت اور تنظیم بھی ہیں، ان کا بھی مشن اور

منہج وہی ہے جو مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے جتنے مدرسے ہوں گے اتنی تعلیم بڑھے گی ویسے ہی جتنی مذہبی تنظیم ہو گی عوام اتنا فائدہ اٹھائے گی۔

یہاں ایک بات واضح رہے کہ اگر کوئی مذہبی تنظیم قرآن وحدیث کی راہ سے ہٹی ہوئی ہے یا وہ قرآن وحدیث کے نام پہ تقلید پرستی یا شخصیت پرستی پھیلاتی ہے یا پھر قرآن وحدیث کی تعلیم سلف صالحین کی فہم کی روشنی میں نہیں پیش کرتی تو وہ اہل حدیث، سلفی، محمدی، اہل السنہ، اثری اور طائفہ منصورہ سے ہٹی ہوئی تنظیم ہے۔

BACK

کیا وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے؟

لوگوں میں مشہور ہے کہ وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے اس لئے ایمان کا تقاضہ ہے کہ وطن سے محبت کی جائے اور جو وطن سے محبت نہیں کرتا وہ وطن مخالفت ہے۔ دراصل اس بات کی بنیاد ایک حدیث پر ہے، وہ حدیث اس طرح ہے: "حب الوطن من الإیمان"۔اس کا معنی ہے کہ وطن سے محبت کرنا ایمان میں سے ہے یعنی ایمان کا حصہ ہے۔

یہ حدیث عوام میں کثرت سے پھیلی ہے اور عوام اس حدیث کو صحیح سمجھتی ہے جبکہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔اس حدیث پہ محدثین کے چند احکام درج کرتا ہوں جس سے اندازہ ہو جائے گا کہ یہ حدیث ہے یا بناوٹی بات؟

(1)صغانی نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔(موضوعات الصغانی:53)

(2)سخاوی نے کہا کہ میں اس حدیث پر مطلع نہیں ہوں۔(المقاصدالحسنۃ:218)

(3)سیوطی نے بھی وہی کہا جو سخاوی نے کہا۔(الدررالمنتثرۃ:65)

(4) ملا علی قاری نے کہا کہ کہا گیا ہے اس کی کوئی اصل نہیں یا اس کی اصل موضوع ہونا ہے۔(الاسرار المرفوعۃ: 189)

(5)محمد بن محمد الغزی نے کہا یہ حدیث ہی نہیں ہے۔(اتقان مایحسن:222/1)

(6)زرقانی نے کہا کہ میں اس حدیث کو نہیں جانتا۔(مختصر المقاصد:361)

(7)وداعی نے کہا کہ یہ نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔(الفتاوی الحدیثیۃ:56/1)

(8)محمد جاراللہ الصعدی نے کہا کہ ایسی حدیث نہیں آئی ہے۔(النوافح العطرۃ:120)

(9)شیخ ابن عثیمین کہتے ہیں کہ یہ مشہور ہے مگر اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(شرح النزھۃلابن عثیمین:55)

(10)شیخ البانی رحمہ اللہ کا بھی حکم ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔(السلسلۃالضعیفۃ:36)

اس حدیث پہ اتنی لمبی بحث لکھنے کا مقصد صرف یہی ہے کہ لوگ یہ بات جان لیں کہ وطن سے محبت کرنا ایمان نہیں ہے، اگر کوئی وطن کے لئے جان دیتا ہے تو ایمان واسلام کے لئے نہیں جان دیتا ہے وہ محض وطن کے لئے جان دیتا ہے

۔اس لئے وطن کے لئے جان دینے والوں کو وطن پر قربان ہونے والا یا وطن کے لئے جان دینے والا کہیں گے مگر انہیں شہید نہیں کہیں گے۔

ہاں وطن سے محبت فطری چیز ہے، جو جہاں پیدا ہوتا ہے فطرتا اس سے محبت ہو جاتی ہے اور یہ محبت جائز ہے۔ نبی ﷺ کو بھی اپنے وطن سے محبت تھی اور آپ نے محبت کا اظہار بھی فرمایا ہے، آپ دعا کرتے تھے:

اللهمَّ حَبِّبْ إلينَا المدينةَ كحُبِّنَا مكةَ أو أَشَدَّ(صحيح البخاري:5654)

ترجمہ: ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت اسی طرح پیدا کردے جس طرح مکہ کی محبت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

مکہ سے محبت پر آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی دلالت کرتا ہے:

قالَ رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ لمكَّةَ ما أطيبَكِ من بلدٍ وأحبَّكِ إليَّ، ولولا أنَّ قومي أخرجوني منكِ ما سَكَنتُ غيرَكِ(صحيح الترمذي:3926)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے مکہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: کتنا پاکیزہ شہر ہے تو اور تو کتنا مجھے محبوب ہے، میری قوم نے مجھے تجھ سے نہ نکالا ہوتا تو میں تیرے علاوہ کہیں اور نہ رہتا۔

اسی طرح آپ ﷺ مدینہ سے بھی بیحد محبت کرتے تھے۔ بخاری شریف میں ہے کہ جب آپ سفر سے واپس ہوتے اور مدینہ نظر آنے لگتا تو مدینہ سے محبت میں سواری تیز کردیتے چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا:

كان رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إذا قَدِمَ مِن سفرٍ ، فأَبْصَرَ درجاتِ المدينةِ ، أَوْضَعَ ناقتَه ، وإن كانت دابَّةً حرَّكَها .(صحيح البخاري:1802)

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے مدینہ واپس ہوتے اور مدینہ کے بالائی علاقوں پر نظر پڑتی تو اپنی اونٹنی کو تیز کردیتے، کوئی دوسرا جانور ہوتا تو اسے بھی ایڑ لگاتے۔

آگے ابوعبداللہ امام بخاری نے کہا کہ حارث بن عمیر نے حمید سے یہ لفظ زیادہ کئے ہیں کہ مدینہ سے محبت کی وجہ سے سواری تیز کردیتے تھے۔

حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:

وفي الحديث دلالة على فضل المدينة ، وعلى مشروعية حب الوطن والحنين إليه . (فتح البارى)

ترجمہ: یہ حدیث مدینہ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے اور اسی طرح یہ وطن سے محبت کی مشروعیت پر بھی دلالت کرتی ہے۔

گویا یہاں اس بات کی صراحت ہو جاتی ہے کہ نبی ﷺ کو مکہ اور مدینہ سے بیحد محبت تھی۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ مکہ سے نبی ﷺ کی محبت اس لئے تھی کہ مکہ اللہ کے نزدیک محبوب ہے، اس لئے نہیں کہ یہ آپ کا وطن تھا۔ یہاں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ نبی ﷺ کو مکہ وطن ہونے اور اللہ کو محبوب ہونے یعنی دونوں حیثیت سے محبوب تھا کیونکہ دلائل سے دونوں قسم کی محبت کا پتہ چلتا ہے۔ انسان کو جیسے اپنی جان سے محبت ہے، اپنے مال سے محبت ہے اسی طرح اس جگہ سے محبت ہوتی ہے جہاں پیدا ہوتا اور سکونت اختیار کرتا ہے۔ اس محبت میں شرعا کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ اس محبت کا تعلق فطرت ہے۔ ہاں یہ فطری محبت، اللہ اور اس کے رسول یا ان کے احکام کی محبت پر غالب آجائے تو اس پہ سخت وعید ہے۔

BACK

اسقاط والے بچوں کا جنتی ہونا اور والدین کے لئے شفارش کرنا

جامعہ ہمدرد سے تعلق رکھنے والے ایک بھائی کا پوچھنا ہے کہ اگر تین مہینے کا بچہ خراب ہو جائے اور ابارشن (abortion) کروادیا جائے تو کیا وہ جنت میں باقی نابالغ بچوں کی طرح رہیگا اور اپنے والدین کے لئے شفارش کا باعث بنے گا؟ مندرجہ ذیل سطور میں اسی بات کا جواب دیا گیا ہے۔

اس مسئلہ میں سب سے پہلی بات یہ جان لینی ہے کہ مصیبت تقدیر کا حصہ ہے، جو لکھ دی گئی ہے وہ آکر رہے گی۔ ماں کے پیٹ میں بچے کا مر جانا بھی اللہ کی طرف سے مقدر ہے، اس پر آدمی کو صبر سے کام لینا چاہئے۔ آج سائنس اس قدر ترقی کر گیا ہے کہ الٹراساؤنڈ سے پتہ لگالیا جاتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں بچہ کس کیفیت میں ہے جو کہ کچھ سالوں پہلے یہ سہولت میسر نہیں تھی۔ اسلام ہمیں جدید طبّی سہولیات سے منع نہیں کرتا اگر شرعا کوئی قباحت نہ ہو تو۔ جب کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ تین ماہ کا ماں کے پیٹ میں مر گیا ہے تو آپریشن کے ذریعہ اس بچے کو نکال لینا چاہئے۔ اس میں شرعا کوئی قباحت نہیں بلکہ ماں کی صحت کے ضروری ہے ورنہ مردہ بچے کا زہر اندر پھیل کر عورت کی ہلاکت کا سبب بن سکتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مومن کو کوئی غم لاحق ہوتا ہے، کوئی پریشانی درپیش ہوتی ہے اور اس پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو اللہ کی طرف سے اس کو اجر ملتا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

ما مِن مصيبةٍ تصيبُ المسلِمَ إلَّا كفَّرَ اللَّهُ بِها عنهُ ، حتَّى الشَّوكةِ يُشاكُها(صحيح البخاري:5640)

ترجمہ: جو مصیبت بھی کسی مسلمان کو پہنچتی ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہ کا کفارہ کر دیتا ہے (کسی مسلمان کے) ایک کانٹا بھی اگر جسم کے کسی حصہ میں چبھ جائے۔

نیز نبی ﷺ کا فرمان ہے:

ما يُصيبُ المُسلِمَ، مِن نَصَبٍ ولا وَصَبٍ، ولا هَمٍّ ولا حُزْنٍ ولا أذًى ولا غَمٍّ، حتى الشَّوْكَةِ يُشاكُها، إلا كَفَّرَ اللهُ بِها مِن خَطاياهُ(صحيح البخاري:5641)

ترجمہ: مسلمان جب بھی کسی پریشانی، بیماری، رنج وملال، تکلیف اور غم میں مبتلا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر اسے کوئی

کانٹا بھی چبھ جائے تواللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنادیتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ جب کوئی بچہ بلوغت سے پہلے مر جاتا ہے تو وہ جنت میں جاتا ہے کیونکہ اس کی پیدائش فطرت اسلام پہ ہوتی ہے اور وہ اسی فطرت پہ مر جاتا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

النَّبيُّ صلَّى اللَّهُ عليْهِ وسلَّمَ في الجنَّةِ والشَّهيدُ في الجنَّةِ والمولودُ في الجنَّةِ والوئيدُ في الجنَّةِ(صحيح أبي داود: 2521)

ترجمہ: نبی جنت میں ہوں گے، شہید جنت میں جائے گا، چھوٹا بچہ جنت میں جائے گا اور زندہ دفن کیا گیا بچہ جنت میں جائے گا۔

اس بچہ کی وفات پہ جب والدین صبر کرتے ہیں تو جنت میں اس کے لئے بیت الحمد کے نام سے ایک گھر بنادیا جاتا ہے۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

إذا ماتَ ولَدُ العبدِ قالَ اللَّهُ لملائِكتِهِ قبضتم ولدَ عبدي فيقولونَ نعم فيقولُ قبضتُم ثمرةَ فؤادِهِ فيقولونَ نعم فيقولُ ماذا قالَ عبدي فيقولونَ حمِدَكَ واسترجعَ فيقولُ اللَّهُ ابنوا لعبدي بيتًا في الجنَّةِ وسمُّوهُ بيتَ الحمْدِ(صحيح الترمذي: 1021)

ترجمہ: جب کسی بندے کا بچہ فوت ہو جاتا ہے تواللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے پوچھتا ہے: تم نے میرے بندے کے بیٹے کی روح قبض کرلی؟ تو وہ کہتے ہیں: ہاں، پھر فرماتا ہے: تم نے اس کے دل کا پھل لے لیا؟ وہ کہتے ہیں: ہاں۔ تواللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں: اس نے تیری حمد بیان کی اور 'إنا للہ وإنا إلیہ راجعون' پڑھا تواللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے کے لیے جنت میں ایک گھر بنادو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔

چوتھی بات اس بچے سے متعلق ہے جو یا توماں کے پیٹ میں پیدائش سے پہلے مر جاتا ہے اور اسے آپریشن کے ذریعہ نکالا جاتا ہے یا از خود کسی سبب سے قبل از ولادت گر جاتا ہے۔ اس کے متعدد احکام ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

☆جو بچہ از خود گر جائے یا پیٹ میں مر جانے کے سبب اس کا اسقاط کیا جائے ایسے بچے کی عمر چار ماہ یا اس سے زیادہ ہو تو وہ بچہ انسان کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اس میں روح پھونکی جاچکی ہے اور وہ قیامت میں دوبارہ اٹھایا جائے گا۔

☆چار ماہ یا اس سے زائد عمر کے بچے (جس کے اعضاء بدن ظاہر ہو گئے ہوں) سقط ہو جانے یا شرعی عذر کے تحت اسقاط کیا گیا ہو ایسے بچے جنت میں جائیں گے اور اپنے والدین کے لئے شفارش کا سبب بنیں گے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے۔

والَّذي نفسي بيدِه إنَّ السِّقطَ ليَجرُّ أمَّهُ بسَرَرِه إلى الجنَّةِ إذا احتَسبَتهُ(صحيح ابن ماجه:1315)

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ناتمام بچہ اپنی ماں کو آنول کے ذریعے سے کھینچ کر جنت میں لے جائے گا جب کہ اس نے اس پر صبر کیا ہو۔

☆ چار ماہ یا اس سے زائد عمر کے بچے کی میت کو غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔

☆ علمائے طب کی روشنی میں تقریبا ایک سو بیس دن یعنی چار ماہ پہ بچے کے اعضاء ماں کے پیٹ میں بن جاتے ہیں اور پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے ایسے بچے سقط کے حکم میں ہیں۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

والسِّقطُ يصلَّى عليهِ ، ويُدعى لوالديهِ بالمغفرةِ والرَّحمةِ(صحيح أبي داود:3180)

ترجمہ: ساقط شدہ (یعنی نامکمل حمل گر جانے والے بچے) کی نماز جنازہ ادا کی جائیگی، اور اس کے والدین کے لیے مغفرت ورحمت کی دعا کی جائیگی۔

جو حمل (بچہ) چار ماہ سے پہلے گر جائے تو اسے نہ غسل دیا جائے گا اور نہ ہی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی بلکہ اسے کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا کیونکہ اس میں روح ہی نہیں، اس کی دلیل مندرجہ ذیل روایت ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِذَا اسْتَهَلَّ الصَّبِيُّ، صُلِّيَ عَلَيْهِ وَوُرِثَ(سنن الترمذی و ابن ماجه)

ترجمہ: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بچہ (پیدائش کے وقت) زندگی کے آثار پائے جائیں، تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اور وہ وارث بھی ہو گا۔

☆ اس حدیث کو علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔

اس حدیث سے اس طرح استدلال کیا جاتا ہے چونکہ چار ماہ سے قبل بچے میں روح ہی نہیں ہوتی تو پھر زندگی کے آثار کہاں سے پائے جائیں گے، اس لئے چار ماہ سے پہلے گرنے والے بچے کی نماز جنازہ نہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ تین ماہ کا جو بچہ پیٹ میں خراب ہونے کی وجہ سے ابارشن کے ذریعہ نکالا گیا اس کے جنت میں جانے کی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی والدین کی شفارش کی دلیل ہے گویا اس پر انسان کا اطلاق نہیں ہوگا۔ جنت میں جانے کی دلیل چار ماہ یا اس سے زائد عمر کے لئے ہے،یہی بچے جب ساقط ہو جائیں تو والدین کی شفارش بھی کریں گے۔

BACK

ایام بیض کے روزوں کی فضیلت اور خواتین کے لئے خصوصی فائدہ

روزہ روحانی قوت کا اہم مظہر ہے، اللہ تعالی نے قرآن میں روزہ کو تقوی کا سبب قرار دیا ہے۔ آج کے پر فتن دور میں قدم قدم پر آزمائشیں ہیں، برائیاں بام عروج پر ہیں۔ آنکھ بند ہونے تک ہی دل ودماغ اور ہاتھ وپیر محفوظ رہتے ہیں ،آنکھ کھلتے ہیں انسان گناہوں میں ڈوب سا جاتا ہے۔ سترہ اٹھارہ گھنٹے بیداری کے عالم میں آنکھوں سے، کانوں سے، زبانوں سے، ہاتھ وپیر سے اور دل ودماغ سے نہ جانے کس قدر گناہوں کا صدور ہوتا ہے۔ تنہائیوں کے گناہ اور بھی رسوا کن ہیں، اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

روزہ ایمانی قوت فراہم کرتا ہے۔ زبان ودل، ہاتھ وپیر، آنکھ وکان اور جسم وروح کو پاکیزہ بناتا ہے اور اعضائے بدن کو روزے کی حالت میں رب کی رضا کا طالب بناتا ہے۔ اس لئے روزہ کا خاص اہتمام کرنے سے آج کے پر فتن دور میں خود کو شیطانی حملے اور زمانے کے شر وفتن سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ رمضان کا فرض روزہ اپنی جگہ سال میں ایک بار آتا ہی ہے۔ اس کے علاوہ ایک مسلمان جس قدر ہو سکے اپنی سہولت کے حساب سے نفلی روزے کا اہتمام کرتا رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے متعدد قسم کے نفلی روزے رکھے ہیں، ان میں ایک قسم ایام بیض کے روزوں کی ہے جن کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ روزہ کے عمومی فضائل اپنی جگہ خصوصیت کے ساتھ بھی ایام بیض کے روزوں کے فضائل وارد ہیں۔ نبی ﷺ نے ان پر ہمیشگی برتی ہے اور اپنی امت کو بھی اس کی تاکید فرمائی ہے۔ ایام بیض کے روزوں کی فضیلت سے متعلق نبی ﷺ کا فرمان ہے:

صومُ ثلاثةِ أيامٍ صومُ الدهرِ كلِّه(صحيح البخاري:1979)

ترجمہ: ہر مہینے میں تین دن روزے رکھ لینا اس سے زمانے بھر کے روزے رکھنے کا ثواب ملتا ہے۔

ایام بیض کے روزے ان عبادات اور روزوں میں سے ہے جن کی رسول اللہ ﷺ نے وصیت فرمائی ہے چنانچہ ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أوصاني خليلي بثلاثٍ، لا أدعُهنَّ حتى أموتَ : صومُ ثلاثةِ أيامٍ من كلِّ شهرٍ، وصلاةُ الضحى، ونومٌ على وِترٍ .(صحيح البخاري:1178)

ترجمہ: مجھے میرے جانی دوست (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین چیزوں کی وصیت کی ہے کہ موت سے پہلے ان کو نہ چھوڑوں۔ ہر مہینہ میں تین دن روزے۔ چاشت کی نماز اور وتر پڑھ کر سونا۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضي اللہ تعالي عنهما بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلي اللہ نے مجھے فرمایا:

وإن بحَسْبِك أن تصومَ كلَّ شهرٍ ثلاثةَ أيامٍ، فإن لك بكلِّ حسنةٍ عشْرَ أمثالِها، فإن ذلك صيامُ الدهرِ كلِّه .(صحيح البخاري:1975)

ترجمہ: ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھ لیا کرو، کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ملے گا اور اس طرح یہ ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا۔

دل کی صفائی اور اس کی پاکیزگی کے لئے یہ روزے نہایت ہی اہم ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

أَلا أُخْبِرُكُمْ بِمَا يُذْهِبُ وَحَرَ الصَّدْرِ صَوْمُ ثَلاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ(صحيح النسائي:2384)

ترجمہ: کیا میں تمہیں سینہ کے دھوکہ اور وسوسہ کو ختم کردینے والی چیز کے متعلق نہ بتاؤں؟ ہر ماہ کے تین روزے رکھنا۔

اس حدیث میں "وَحَرَالصَّدْرِ" سے مراد دل کا وسوسہ یا بغض وکینہ یا عداوت ودشمنی یا شدید غصہ ہے۔

سبحان اللہ کتنی اہم ترین حدیث ہے دلوں کی پاکیزگی کے لئے، جو مومن ہمیشہ ان تین روزوں کا اہتمام کرے اس کا دل صاف ستھرا رہے گا، وہ جھگڑے لڑائی سے دور رہے گا۔ دل کے خطرناک امراض بغض وحسد، کینہ وکپٹ، غیض وغضب اور چغلی وغیبت سے اللہ کی توفیق سے بچتا رہے گا۔

حضر کے علاوہ سفر میں بھی رسول اللہ ﷺ یہ روزے رکھا کرتے تھے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

كان لا يُفْطِرُ أيامَ البيضِ في حَضَرٍ و لا سفرٍ(السلسلة الصحيحة:580)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضر وسفر میں ایامِ بیض (13۔14۔15) کا روزہ نہیں چھوڑا کرتے تھے۔

ایام بیض کے روزے قمری تاریخ کے حساب سے ہر ماہ تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو رکھنا ہے، آپ ﷺ نے ابوذر رضی اللہ سے فرمایا: يا أبا ذرٍّ إذا صُمتَ منَ الشَّهرِ ثلاثةَ أيَّامٍ ، فصُم ثلاثَ عشرةَ ، وأربعَ عشرةَ وخمسَ عشرةَ(صحيح الترمذي:761)

ترجمہ: ابوذر! جب تم ہر ماہ کے تین دن کے صیام رکھو تو تیر ہویں، چودھویں اور پندرہویں تاریخ کو رکھو۔

اگر کوئی وسط ماہ میں ایام بیض کے روزہ رکھا کرے تو بہتر ہے ورنہ کسی وجہ سے شروع ماہ یا آخر میں بھی تین روزے رکھنا بھی جائز ہے۔

معاذہ عدویہ نے پوچھا ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے:

أكان رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ يصوم من كلِّ شهرٍ ثلاثةَ أيامٍ ؟ قالت : نعم . فقلتُ لها : من أيِّ أيامِ الشهرِ كان يصوم ؟ قالت : لم يكن يُبالي من أيِّ أيامِ الشهرِ يصومُ .(صحيح مسلم:1160)

ترجمہ: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ میں تین روزے رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، پھر پوچھا کن دنوں میں؟ انہوں نے فرمایا: کچھ پرواہ نہ کرتے تھے کسی دن بھی روزہ رکھ لیتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک ماہ میں تین روزے رکھنا ایام بیض کے روزے کہلائے گے، یہ تین روزے شروع میں بھی رکھے جاسکتے ہیں، درمیان میں بھی رکھے جاسکتے ہیں اور آخر بھی رکھے جاسکتے ہیں نیز اکٹھے یا متفرق طور پر دونوں طرح رکھے جاسکتے ہیں۔

ایام بیض کے روزوں سے متعلق چند مسائل واحکام:

☆ ایام بیض کے روزے رکھنا مستحب ہے یعنی ان روزوں کی تاکید آئی ہے کوئی انہیں رکھے تو بڑا اجر پائے گا اور کوئی چھوڑدے تو گناہ نہیں ہے۔

☆ تین روزوں کا اجر زمانے بھر روزہ رکھنے کے برابر ہے۔

☆ ایام بیض کے روزے میں انگریزی کلینڈر کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ قمری تاریخ کا اعتبار ہوگا اور افضل یہی ہے کہ مہینے کے تیسرہویں، چودھویں اور پندرہویں تاریخ کا روزہ رکھے تاہم شروع یا آخر میں بھی متفرق یا اکٹھے رکھے جائیں تو کفایت کرے گا۔

☆ کوئی ہر ماہ تین روزے رکھنے کی نذر مان لے اور اسے یہ نذر پوری کرنا دشوار گزرے تو قسم کا کفارہ ادا کردے نذر ختم ہوجائے گی۔

☆رمضان کے قضا کی نیت سے ایام بیض کے دنوں میں روزہ رکھنا محض قضا کہلائے گی یعنی قضا اور ایام بیض کے روزوں کی ایک ساتھ نیت نہیں کی جائے گی، پہلے قضا کے روزے مکمل کریں پھر جب وقت ملے تو ایام بیض کے روزے رکھیں۔

☆، صوم عاشوراء، شوال کے روزے، صوم عرفہ اور ایام بیض کے روزے کی ایک ساتھ نیت سے تمام روزوں کا اجر ملے گا، ان شاءاللہ

☆اگر کوئی ہر ماہ ایام بیض کے روزے رکھتا رہا اور کسی دشواری کے سبب یا یونہی سستی سے کسی ماہ کا روزہ نہیں رکھ سکا تو کوئی گناہ نہیں ہے۔

خواتین اور ایام بیض کے روزے :

عورتوں کو اللہ تعالی نے گھروں کو لازم پکڑنے کا حکم دیا ہے۔ گھر میں رہتے ہوئے بچوں کی تربیت، گھر کی دیکھ ریکھ اور شوہر کے سامان کی حفاظت بیوی کے ذمہ ہے۔ اکثر عورتیں گھریلو کام کاج سے جلد ہی فراغت حاصل کرلیتی ہیں پھر ادھر ادھر جاکر غیبت، چغلی، لایعنی باتیں، گھروں کے قصے کہانیاں ایک دوسرے سے کرتی ہیں، اس طرح وہ اپنا گھر بھی توڑتی ہیں اور دوسروں کا گھر بھی برباد کرتی ہیں۔ یہ مرض عورتوں میں عام ہے جبکہ مرد دن بھر کام میں مصروف ہونے کے باعث بہت حد تک اس سے بچا رہتا ہے۔ جو مسلم عورت پانچ اوقات نمازوں کی پابندی کرے اور اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع پیدا کرے تو ہرگز زبان ودل کے مہلک امراض میں مبتلا نہیں ہوگی۔ دلوں کی طہارت وپاکیزگی کے واسطے ایام بیض کے روزے بہت مفید ہیں، خصوصیت کے ساتھ رسول اکرم ﷺ نے ان روزوں کو سینے کے دھوکے اور وسوسے کے ازالہ کا سبب بتلایا ہے، اوپر حدیث موجود ہے۔ لہذا تمام مسلمان عورتوں کو ایام بیض کے روزوں کا اہتمام کرنا چاہئے، ان کے پاس فرصت بھی ہے، گھروں میں رہتی ہیں اور ضرورت بھی ہے زبان پر تالا لگانے اور ذہن ودماغ کو روحانی سکون دلانے کی ہے۔ زبان، ضمیر، کان، ہاتھ، پیر وغیرہ پر قابو پانے کے لئے روزہ سے بڑھ کر کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ الحمد للہ کتنی عورتیں ایام بیض کے روزے رکھتی ہیں اور خود کو امراض لسان، امراض

قلب اور امراض بدن سے محفوظ رکھتی ہیں۔ اگر کسی کو وسط ماہ میں ماہواری آتی ہو تو وہ شروع یا آخر ماہ میں تین روزے رکھ لیں، یہ بھی کافی ہو جائے گا۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ روزہ عورتوں کے ساتھ ہی خاص ہے بلکہ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ عورتوں کے حق میں اپنے روز مرہ کے مشاغل و عادات کی وجہ سے زیادہ مفید ہے۔ اللہ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین

BACK

خواتین پر شیطانی حملے: اسباب وتدابیر

ایک بہن نے دکھ بھرے لہجے میں ہمیں لکھا ہے کہ نماز پڑھنے اور تلاوت کرنے میں سارادن شیطان اس پر حملہ کرتا ہے ایسی صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ آپ یقین کریں میرے پاس اسلامی بہنوں کے جتنے مسائل آتے ہیں ان میں اکثر کا خیال ہوتا ہے ان پر یا ان کے گھر پر یا ان کے گھر کے کسی فرد پر جنات کا سایہ ہے۔ عورتوں کے ان تمام مسائل، الجھنوں اور پریشانیوں کو سامنے رکھتے ہوئے میں پہلے شیطان کے دام فریب کا شکار بنانے والے اسباب واضح کیا ہوں پھر شیطانی حملوں سے بچنے کی چند احتیاطی تدابیر ذکر کیا ہوں، مجھے امید ہے کہ اگر اسلامی بہن شیطانی اسباب سے پرہیز کرے اور احتیاطی تدابیر کو اپنالے تو اللہ کے فضل وکرم سے شیطانی اثرات سے پاک گھر اور نہایت پاکیزہ ماحول ملے گا۔

بلاشبہ شیطان انسانوں کو گمراہ کرتا ہے اور گمراہی کی طرف لے جانے کے لئے مختلف ہتھکنڈے اپناتا ہے مگر مکمل طور پر شیطان کو یہ الزام دینا کہ ہم اس کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتے یا تلاوت نہیں کرتے غلط ہے کیونکہ وہ ہمارا ہاتھ پکڑ کر برائی کی طرف کھینچ کر نہیں لے جاتا بلکہ وہ ہمیں شیطانی وسوسے میں مبتلا کرتا ہے، دل میں گندے خیالات ڈالتا ہے اور شر کے راستوں کی طرف چلنے میں روحانی فوائد ولذت اذہان میں پیوست کرتا ہے، اس کے بعد انسان خود ہی برائی کا راستہ چن لیتا ہے۔ اللہ نے خیر اور شر دونوں واضح کردیا ہے اور انسانوں کو خیر اور شر میں تمیز کرنے کی صلاحیت دے کر انہیں اپنانے کا اختیار بھی دیا ہے یعنی انسان چاہے تو خیر کا راستہ اپنائے اور چاہے تو شر کا راستہ اپنائے، اللہ کا فرمان ہے

:إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا(الدهر:3)

ترجمہ: ہم نے تو اسے راہ دکھائی تو اب وہ خواہ شکر گزار بنے خواہ ناشکرا۔

گویا کوئی نماز چھوڑتا ہے تو وہ اپنی مرضی سے چھوڑتا ہے، اس میں اس کے ارادہ اور اس کے عمل کا دخل ہے اسی لئے ترک نماز پہ اللہ نے جہنم کی وعید کا ذکر کیا ہے اور اگر کوئی نماز پڑھتا ہے تو اس میں بھی انسان کے ارادے اور عمل کا دخل ہے۔ ارتکاب معاصی اور اجتناب خیر پہ محض شیطان کو اگر مورد الزام ٹھہرایا جائے تو پھر گنہگار کو اللہ کا سزادینا انصاف کے خلاف ٹھہرے گا، اسے یکسو ہو کر سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اس بات کو ایک مثال سے ایسے سمجھیں کہ کوئی شرابی آدمی کہے کہ مجھے شراب مجبور کرتی ہے کہ پیو، ظاہر سی بات ہے کہ کوئی عقل ودانش والا اسے نہیں تسلیم کرے

گا۔

اللہ نے انسان کو جو اختیار دیا ہے وہ خیر وشر پر عمل کے لئے ، خیر کے راستے پر ہم کیسے چلیں اور کن باتوں سے خیر پر استقامت ہوگی اور کیسے شیطان کے شر سے محفوظ رہیں گے ؟ ہم سے اللہ اس کے رسول اللہ ﷺ نے کھول کھول کر بیان کردیا۔ سراسر ہماری غلطیاں ہیں کہ ہم اللہ اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات سے دور ہوکر برائی کی طرف لے جانے والے اسباب اپناتے ہیں اس وجہ سے ہم پر شیطان کا حملہ آسان ہوجاتا ہے یا یوں کہیں کہ شیطان اپنے مکروفریب میں کامیاب ہوجاتا ہے اور ہم اس کے دام فریب کا شکار ہوجاتے ہیں جس کے نتیجہ میں کفرومعصیت کرتے ہیں اور عبادت سے غافل ہوجاتے ہیں ورنہ اللہ نے قرآن میں ذکر کردیا ہے کہ اس کے مخلص بندوں پر شیطان کبھی حاوی نہیں ہوگا۔

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ,إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ (ص:82-83)

ترجمہ: (ابلیس) کہنے لگا پھر تو تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو یقیناً بہکادوں گا بجز تیرے ان بندوں کے جو مخلص (چیدہ اور پسندیدہ) ہوں۔

ہمیں معلوم ہے کہ شیطان بنی آدم کا کھلا دشمن ہے، یہ جانتے ہوئے بھی ہم ہمیشہ اسے بہکانے اور ورغلانے کا پورا پورا موقع دیتے ہیں۔ عورت کی مثال لے لیں جب گھر سے نکلتی ہے تو وہ تمام اسلحہ جات سے مصلح ہوتی ہے جو شیطان کے بہکانے اور حملہ کرنے کے کام آتا ہے۔ عریاں لباس لگانا، خوشبو لگانا، دلفریب زینت اختیار کرنا، زینت کی نمائش کرنا، جسم کے نشیب وفراز ظاہر کرنا، راہگیروں اور اجنبی مردوں کے سامنے نازوادا دکھانا، بغیر محرم کے نکلنا، اجنبی سے خلوت کرنا، مردوں کے ساتھ اختلاط کرنا، دلنشیں انداز میں مردوں سے بات کرنا ، فلمی ہال جانا، بازاروں میں بلاضرورت گھومنا وغیرہ وغیرہ۔ عورت جب گھروں میں ہو تو فلمیں دیکھنا، گانے سننا، عورتوں کے درمیان غیبت کرنا، جھگڑے لگانا، عیب جوئی کرنا، گھروں میں جاندار تصویر لٹکانا، نماز کے لئے کام کاج اور بچوں کے بہانے بنانا اور سوتے جاگتے کبھی اللہ کا نام تک نہ لینا حتی کہ کھانے پینے میں بھی اللہ کو بھول جانا، سوتے وقت گانے سنتے ہوئے یا فلم دیکھتے ہوئے سونا، اجنبی مردوں (بشمول دیور) سے ہنسی مذاق کرنا، سوشل میڈیا کے ذریعہ غیروں سے لذت اندوز چیٹ اور فضول کاموں میں بلکہ اکثر برے کاموں میں قیمتی اوقات ضائع کرنا وغیرہ۔

معلوم یہ ہوا کہ عورتیں خود ہی باہروں سے شیطان بلا کر گھروں میں آنے کی دعوت دیتی ہیں اوراپنی مرضی سے اس کا شکار بنتی ہیں ۔ ہم مسلمان ہیں ، اسلامی تعلیمات اپنی زندگی اور گھر وسماج میں نافذ کریں، شیطان کبھی اپنے مکر میں کامیاب نہیں ہوگا، وہ جتنے ہتھکنڈے ہمارے خلاف اپنائے سوائے نامرادی کے کچھ اس کے ہاتھ نہیں لگے گا۔اوپر عورتوں کے متعلق جن داخلی وخارجی برائیوں کاذکر کیا گیاہے وہ تمام اوران کے علاوہ جن میں آپ ملوث ہیں وہ بھی سبھی چھوڑدیں اور گھر میں رہتے ہوئے اور باہر نکلتے ہوئے اسلامی احکام کی پاسداری کریں شیطان آپ کے قریب نہیں آئے گا وہ آپ کو دیکھ کر اپنا راستہ بدل لے گا۔ جی ہاں ، راستہ بدل لے گا۔ اب آپ کو شیطان سے بچنے کی چند احتیاطی تدابیر بتلاتاہوں۔

(1) عورتوں میں ضعیف الاعتقادی بہت پائی جاتی ہیں، انہیں اپنے اندر سے ختم کریں۔ہر مصیبت کو جنات سے جوڑتی ہیں اوراس کا حل تلاش کرنے کے لئے بے دین عاملوں اور گجیڑی باباؤں کے پاس جاتی ہیں۔اس کمزوری کو دور کریں اور نحوست لینا چھوڑ دیں ۔ کپڑا گر گیا، پیسہ چوری ہو گیا، سامان گم ہو گیا، بچہ بیمار ہو گیا، جانور مر گیا، شادی میں تاخیر ہورہی ہے، میاں بیوی میں جھگڑا ہورہاہے، ان سب چیزوں کو جنات سے جوڑا جاتاہے۔

یہ اعتقاد رکھیں کہ اللہ کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ مصیبت اللہ کی طرف سے ہے یہ اعتقاد رکھتے ہوئے جسمانی بیماری ہوتواس کا جائز علاج کرائیں یعنی ماہر طبیت سے دکھائیں اور گھروں کی پریشانی کو دور کرنے کے لئے اللہ کی طرف رجوع کریں، کثرت سے توبہ واستغفار کریں، گھروں اور انسانی زندگی میں برکتوں والے اعمال کریں مگر ہرگز کسی کاہن، جعلی پیر وعامل کے پاس اپنی مصیبت لے کر نہ جائیں۔اسلام میں خود سے دم کرنااور صالح انسان سے دم کروانا جائزہے لہذا کسی آفت کے نزول پہ اولا خود سے ادعیہ ماثورہ کے ذریعہ دم کریں، ٹھیک نہ ہونے پر صالح اور متقی انسان کے پاس جائیں، پیشہ ور مکار عاملوں سے تو بالکلیہ اجتناب کریں اور خدارا ! ہربات کو جنات سے نہ جوڑیں، یہ ڈھونگی بابا لوگوں کوڈرانے اور مال لوٹنے کے لئے ہر مشکل پہ کہتے ہیں آپ پر یاآپ کے گھر پر جنات کا سایہ ہے۔ایسے موقع سے اللہ کا فرمان یاد کرلیں کہ جواس پر بھروسہ کرلیتااسے کسی چیز کاڈر نہیں، اللہ اس کے لئے کافی ہے: وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۚ (الطلاق:3) ترجمہ: اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتاہے اللہ اس کے لئے کافی ہے۔

اس لئے ضعیف الاعتقادی ختم کریں اوراپنا عقیدہ صحیح کرتے ہوئے اللہ پر مکمل اعتماد بحال کریں۔

(2)اپنے اندر اللہ کا تقوی پیدا کریں۔اس وقت برائی گھر گھر اور چاروں طرف ہے،ان سے دامن بچانا ہے۔شوہر کی غیر حاضری پہ اس کے مالوں کی حفاظت کے ساتھ اپنی عزت وآبرو کو بچانا ہے۔آپ بڑی آسانی سے اس وقت برائی کے شکار ہوسکتی ہیں اس لئے اتنا ہی محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔آج انٹرنیٹ بھی ایک بڑی آزمائش ہے،اس کا استعمال کرتے ہوئے اللہ کا خوف کھائیں بلکہ کم سے کم اس کا استعمال کریں۔دل میں اللہ کا خوف ایسا ہو جو ہمیں عبادت کی طرف لائے اور برائی سے بچائے۔اللہ تعالی ڈرنے والوں اور ڈرنے والیوں کے لئے آزمائش کے وقت نجات کا راستہ نکال دیتا ہے۔

(3)اسلامی عقیدہ کی تعلیم لیکر اسے اپنے اندر جاگزیں کرنے کے بعد اللہ کا خوف کھاتے ہوئے اور رسول اللہ کی سنت کی اتباع کرتے ہوئے نماز کی پابندی اپنے وقتوں پر کرنا نہایت ہی ضروری ہے۔خود بھی نماز پڑھیں،بچوں کو بھی نماز پڑھائیں اور گھر کے مرد لوگ بھی نماز کی پابندی کریں یعنی ہمارا گھر نماز وتعلیم کی روشنی سے منور ہو۔نماز سے ہمارے بڑے بڑے مسائل حل ہوتے ہیں۔اللہ کی مدد ملتی ہے،دلوں کو سکون ملتا ہے،گھروں میں برکت نازل ہوتی ہے، برائیوں سے تحفظ فراہم ہوتا ہے اور شیطانی مکر وفریب سے بچاؤ ہوتا ہے۔

(4) اذکار کی پابندی کی جائے،نمازوں کے بعد اور صبح وشام کے اذکار پر ہمیشگی کریں،بچوں کو بھی اس کی تعلیم دیں اور غسل جنابت کی ضرورت ہو تو اس میں تاخیر نہ کریں۔ساتھ ہی جوان عورتوں کو ماہواری آتی ہے،استحاضہ اور نفاس کا خون آتا ہے،ان ایام میں دین سے کافی غفلت پیدا ہو جاتی ہے اور شیطان کو ورغلانے کا موقع مل جاتا ہے،وہ اس طرح کہ وہ خود کو نجس سمجھتے ہوئے زبان پر کئی روز تک اللہ کا نام تک نہیں لاتیں جبکہ ہر حال میں اللہ کا ذکر کرنا چاہئے اور کرسکتی ہیں حتی جنابت کے علاوہ حیض ونفاس میں دستانے سے پکڑ کر یا بغیر چھوئے قرآن کی تلاوت بھی کرسکتی ہیں اور استحاضہ میں نماز ادا کرنا بھی ضروری ہے۔صبح وشام اور نماز کے اذکار کے ساتھ سونے جاگنے،کھانے پینے،حمام میں داخل ہونے نکلنے،کام کاج کرنے،جماع کرنے،اور نظر بد کی دعا کرنے کا اہتمام کریں۔

(5)گھر میں خصوصی طور پر قرآن کی تلاوت کریں بطور خاص سورہ بقرہ۔سونے کے وقت دیگر مسنون اذکار کے ساتھ سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں،آیت الکرسی،سورہ سجدہ،سورہ ملک،سورہ اخلاص،سورہ کافرون،معوذتین،سورہ فاتحہ

وغیرہ اور جمعہ کو سورہ کہف پڑھیں اور گھر میں نماز پڑھتے وقت بدل بدل سورتیں پڑھا کریں،اس سے گھروں کی حفاظت ہو گی اور شیطانی شر انگیزی سے بچ سکیں گے۔

(6) ترجمہ وتفسیر کے ساتھ قرآن پڑھنے کے لئے ایک وقت مقرر کرلیں اور قرآن کے علاوہ حدیث کا ترجمہ بھی تھوڑا تھوڑا پڑھا کریں، سیرت واحکام کا بھی مطالعہ کریں۔یہ کام ایک دم آج ہی اور پورا دن اور پوری رات نہیں کرنی ہے،اپنی فرصت اور مناسب اوقات کے حساب سے کریں۔جوں جوں علم زیادہ ہو گا دین پر عمل کرنے کا جذبہ بڑھتا جائے گا اور بے دینی کی وجہ سے شر میں واقع ہونے کے خطرات کم ہوں گے اور شیطان کے جہالت آمیز دجل سے آپ بچ سکیں گی۔

(7) گھروں میں جن چیزوں سے فرشتے نہیں آتے اور اللہ کی رحمتوں کا نزول بند ہو جاتا ہے انہیں گھر سے باہر نکالیں۔کتے، دیواروں پر آویزاں جاندار تصویر، موسیقی، آلات لہو ولعب اور کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کی حرام چیزیں سب ترک کردیں۔

(8) بلاوجہ اور اکیلے خصوصا رات میں باہر نہ نکلیں اور بری جگہوں مثلا ناچ گانے، سنیما گھر، بازار، میلے ٹھیلے، ہوٹلوں اور رقص گاہوں سے دور رہیں۔سورج ڈوبنے کے بعد بچوں کو بھی گھر سے باہر نہ نکلنے دیں۔گھر سے باہر نکلنے پر فتنہ پیدا کرنے والے تمام اسباب سے بچیں مثلا بھڑکیلا لباس، خوشبو، بناؤ سنگار، زینت کا اظہار وغیرہ بلکہ اسلامی حجاب اپناتے ہوئے سادگی میں نکلیں اور اگر عازم سفر ہوں تو محرم کو ساتھ لیں۔

(9) گھر میں اسلامی ماحول بنانے کے ساتھ اپنے روابط نیک خواتین سے رکھیں۔فاحشہ، بدگوئی کرنے والی، غیبت وچغلی کرنے والی، بدکردار، عورتوں میں فتنہ وفساد پیدا کرنے والی، ناچنے گانے والی، شراب وکباب میں مست، شوہروں کی نافرمان اور مکار عورتوں سے دور رہیں۔اگر ان کی اصلاح کر سکیں تو بہتر ہے ورنہ ان کی مجلسوں سے کوسوں دور رہیں۔ایسی عورتوں کی صحبت سے آپ پر برا اثر پڑے گا اور ان کا شر آپ کے گھر میں داخل ہو گا۔

(10) شیطان ہر لمحہ گھات لگا کر بیٹھا ہے جیسے ہی اسے موقع ملتا ہے اپنا وار کرنے میں نہیں چوکتا اس لئے اس کے حملوں سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ طلب کریں، بچوں کے لئے پناہ مانگیں اور گھر میں خیر وبرکت کے نزول کی دعائیں مانگیں۔دعا مومن مرد وعورت کا ہتھیار ہے۔دعا کے ذریعہ بڑی سے بڑی بلا ٹل جائے گی بشرطیکہ آپ کے اندر تقوی

ہو،اللہ کی حرام کردہ کاموں سے بچتی ہوں اوراس کے اوامر کی بجاآوری کرتی ہوں۔

آخری بات یہ ہے کہ شیطان انسان کو پریشان بھی کرتا ہے، تکلیف بھی دیتا ہے اور نوجوان لڑکیوں کو طرح طرح سے ستاتا بھی ہے، گھر والوں کو پریشان کرنے کے لئے گھر میں سکونت اختیار کرلیتا ہے،راتوں کو ڈراتا ہے اور گھر کے کسی فرد پر سوار بھی ہوتا ہے۔ یہاں آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس شیطان کو اپنے گھر کس نے بلایا اور اپنے اوپر سوار ہونے کا موقع کس نے دیا؟ خود ہم نے موقع دیا۔ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ خود کو شیطان سے کیسے محفوظ رکھیں اور گھر میں شیطان کو داخل ہونے سے کیسے روکیں ؟ اگر ان باتوں کو عمل میں لائیں گی تو شیطان آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ شیطان ہمارا کھلا دشمن ہے پھر بھی وہ سب کو تکلیف نہیں دے سکتا، سب کو سیدھے راستہ سے نہیں بھٹکا سکتا۔ اگر شیطان ہر کسی کو نقصان پہنچا سکتا اور نیکی کی راہ سے روک سکتا اور ہر کسی کو برائی کرنے پر مجبور کردیتا تو روئے زمین پر کوئی اللہ کا نام لیوا نہ بچتا، سبھی سے برائیاں کرواتا، سبھی کو نقصان پہنچاتا۔اس نے تو تمام انسان کو گمراہ کرنے کی قسم اٹھائی ہے اور دائیں بائیں اوپر نیچے تمام جہات سے اس کا مکروفریب بھی ازل سے جاری ہے لیکن اللہ والے ہر دور میں اس کی چال سے بچتے رہے ہیں اور قیامت تک بچتے رہیں گے۔

انسان کی ہر پریشانی کو جنات سے جوڑنے والے عاملوں کی حقیقت جاننے کے لئے ایک بات بتادوں کہ نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق ہر آدمی کے ساتھ ایک شیطان ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ یہ جناتی عاملین صرف سایہ کی کیوں بات کرتے ہیں مکمل شیطان ہر کسی کے ساتھ ہے لیکن کیا ہر کسی کو نقصان پہنچاتا ہے ؟ نہیں۔ اس لئے یہ جان لیں کہ ہر مصیبت اللہ کی طرف سے ہے، کبھی مصیبت آزمائش ہوتی ہے تو کبھی اپنے گناہوں اور ہاتھوں کا کرتوت ہوتی ہے۔ ایسے میں صبر کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے۔ جسمانی بیماری ہو تو اسے دفع کرنے کے جائز اسباب اپنانے سے اسلام ہمیں نہیں روکتا۔ اچھے اچھے طبیب سے مراجعہ کریں اور بہتر سے بہتر علاج کرائیں، اللہ نے کوئی ایسی بیماری نازل نہیں کی جس کا علاج نہیں ہے۔ اور اگر آپ کو لگتا ہے کہ کوئی خاتون جسمانی مرض کا شکار نہیں بلکہ واقعی اس پر جنات سوار ہو کر اسے پریشان کررہا ہے تو گھر والوں کو چاہئے کہ ایسے متقی اور نیک آدمی کے پاس جائیں قرآن اور صحیح دعاؤں کے ذریعہ علاج کرتے ہوں۔ ممکن ہے آپ کا مریض جعلی پیر، نقلی بابا، بے دین عامل، جادو گر

اور کسی مزار پر جاکر ٹھیک ہو جائے مگر اس سے آپ کا ایمان و عمل ضائع ہو جائے گا۔اسلام نے ہمیں جائز طریقے سے اور حلال دواؤں کے ذریعہ علاج کرنے کا حکم دیا ہے۔

BACK

ایک مظلومہ مطلقہ کا گھر دوبارہ کیسے بسا؟

سوشل میڈیا نے فاصلہ کم دیا، پیغام رسانی نہایت آسان تر کر دیا، روابط کا دائرہ وسیع سے وسیع تر کر دیا۔ آج ایک جگہ تنہائی میں بیٹھا شخص دنیا کے کونے کونے تک اپنا پیغام پہنچا سکتا ہے، جس سے چاہے لمحوں میں رابطہ کر سکتا ہے اور اس تک اپنی بات برق جیسی تیز رفتاری کے ساتھ پہنچا سکتا ہے۔ یہ سوشل میڈیا کی حیرت انگیز قوت وطاقت ہے۔ اس سے ساری دنیا فائدہ اٹھا رہی ہے، سیاست داں سے لیکر عام آدمی تک اپنے اپنے مقاصد کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال کر رہا ہے۔ یہ کمال ہی تو ہے کہ ایک مظلوم جس کی کوئی سننے والا نہیں تھا، خصوصا مظلوم جب مسکین ولاچار ہو تو اس کی آواز صدا بصحراء ثابت ہوتی مگر آج سوشل میڈیا نے مظلوموں کی آواز دور دور تک پہنچائی حتی کہ اب اس کی گونج سیاسی ایوانوں سے لیکر عوامی حلقوں میں سنائی دی جاتی ہے۔ ایک ایسی ہی مظلومہ کی دکھ بھری ایک داستان آپ کو سنانے لگا ہوں جس کا اجڑا گھر بسنے میں تین سال لگ گیا۔ کہانی ہے پاکستان کی ایک دکھیاری سمیرا رحمن کی جس کا نکاح 24/ مئی 2015 کو ہوا اور تقریبا پانچ ماہ بعد عدالت کے ذریعہ شوہر کی طرف سے طلاق کا ایک نوٹس ملا جس پہ 2015/10/15 کی تاریخ مرقوم ہے اور اس میں لکھا ہے کہ آئے دن جھگڑا کی وجہ سے من مقر اس فیصلے پر مجبور ہے کہ اپنی بیوی کو شریعت محمدی کے مطابق طلاق ثلاثہ دیتا ہے۔

طلاق کے بعد بہت کم لوگ ہوں گے جو پچھتاتے نہ ہوں، اکثریت افسوس کرتی ہے مگر جس کے یہاں امام متعین کی اندھی تقلید ہو اور کسی نے اپنی بیوی کو طلاق ثلاثہ دے دیا ہوں اس کے یہاں پچھتانے اور افسوس کرنے کے علاوہ نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اسی سبب سماج پر طلاق ثلاثہ کے بھیانک نتائج واثرات مرتب ہیں، طلاق ثلاثہ کا قہر میں نے اپنے ایک مضمون میں بیان کیا، اس داستان خونچکاں کو پڑھنے والا میرے بلاگ میں قہر والا مضمون ضرور پڑھے۔

یہاں پر مجھے ہندو قوم کی قدیم تہذیب ستی یاد آتی ہے جس تہذیب میں مظلوم بیوہ کو شوہر کے آگ میں زبردستی جھونک دی جاتی ہے، بیوہ تکلیف در تکلیف پر روتی، بلبلاتی، چیختی اور چلاتی ہے اور تہذیب کے علمبردار اس چیخ کو عورت کی رسم اور آگ میں پھینکنے کو دین ومذہب سمجھتے ہیں۔ ٹھیک اسی کیفیت میں مطلقہ ثلاثہ پہ حلالہ کا جبر ہوتا ہے، عورت چیختی ہے، مدد کی گہار لگاتی ہے مگر تقلید کے علمبردار حلالہ کرکے ہی دم لیتے ہیں اور تقلید پر کسی طرح آنچ نہیں

آنے دیتے ہیں بلکہ ایسے ہی جبر سے تو تقلید کو قوت و حفاظت نصیب ہوتی ہے۔ واہ رے ستی کے علمبردار اور حلالہ کے ٹھیکیدار و چوکیدار۔

میری اس کہانی میں شوہر کو اپنے کئے پر افسوس ہوتا ہے اور وہ اپنی بیوی کے پاس لوٹ کر آنا چاہتا ہے۔ بیوی حد درجہ اپنے شوہر سے محبت کرتی ہے اور وہ بھی پھر سے اپنا گھر بسانا چاہتی ہے۔ شوہر نامدار حنفی علماء سے فتوی پوچھتے رہے، ان کی طرف سے جواب آتا رہا کہ اب اس بیوی کی طرف لوٹنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، ہاں ایک حیلہ اختیار کرو حلالہ کا تو پھر واپس بیوی کے پاس جا سکتے ہو۔ واقعی حلالہ ایک حیلہ ہے جس سے عورت کی عزت و ناموس تار تار کیا جاتا ہے۔ غیرت مند مرد اور غیرت مند عورت کبھی اس حیلے سے عزت نیلام نہیں کرتے۔ انہیں غیرت مندوں میں سے اس کہانی کا مرد اور اس کہانی کی عورت بھی ہے۔ شوہر اپنے مسلک کے علماء سے فتوی پوچھتے پوچھتے طلاق پہ تین سال کا لمبا عرصہ گزر گیا مگر گھر بسنے کا کسی نے راستہ نہیں بتلایا۔

ادھر مظلومہ مطلقہ کی داستان بڑی دلخراش ہے، اس کے پاس ایک شادی شدہ بہن ہے، کینسر کی مریض والدہ ہے، بچپن میں والد فوت ہو گیا، گھر میں نہ بھائی اور نہ کوئی مرد۔ خالو ہیں جو کبھی پریشانی میں دیکھ سن لیتے آجاتے ہیں۔ جب اس عورت کو طلاق ہوئی تو میکے چلی آئی، اس لڑکی کی ماں نے شوہر کی وفات کے بعد دوسری شادی کر لی تھی، جب طلاق کے بعد جوان بیٹی گھر آئی تو اس مرد کو جلن ہونے لگا، اپنی بیوی کو بے عزت کرنے لگا اور اسے گھر سے نکالنے کی دھمکی دی، ماں آخر کار ماں ہوتی ہے وہ جوان بیٹی کو بھلا گھر سے کیسے بھگائے گی اور وہ مظلوم بیٹی ابھی سہارے کے قابل ہے نہ کہ مزید اس پہ ظلم کرنے کے۔ افسوس کہ معاشرے میں طلاق کے بعد عورت گھر کا بوجھ اور سماج کا طنز و تمسخر بن کر رہ جاتی ہے۔ گھر سے لیکر باہر تک تکلیف دہ باتوں سے مطلقہ کا دل چیرا جاتا ہے، عورت ہی ہے کہ اس قدر کانٹوں بھرے لمحوں میں بھی صبر کا پہاڑ بن جاتی ہے، مردوں سے ایسا صبر محال ہے۔

بہرکیف! لڑکی کی ماں نے اپنے دوسرے شوہر کو دوٹوک الفاظ میں جواب دیا کہ میرے ساتھ رہنا ہو تو رہو ورنہ میرے پاس سے چلے جاؤ، میری بیٹی کہیں نہیں جائے گی، یہیں میرے ساتھ رہے گی۔ شوہر کب اپنی بے عزتی برداشت کر سکتا ہے وہ بھی کمزور صنف یعنی عورت سے۔ شدید غصے کا اظہار کرتا ہے، آدھی رات میں بیوی کو مارتا ہے اور بیوی ایک غمگسار ماں بن کر دکھیاری بیٹی کے لئے غم غلط کرنے کا سامان مہیا کرتی ہے۔ بزدل مرد نے بیوی کو مارا، بیٹی کی طرف

چھری لیکر دوڑا،اسے بھی مارا، بہت ہی لعن طعن کیااور سارے رشتے توڑ کر گھر سے ہمیشہ کے لئے نکل گیا۔قربان جائیں ماں کی ممتاپہ،ایک ماں نے مظلوم بیٹی کا سہارا بننے کے لئے اپنا گھر اجاڑ لیا۔اللہ نے ماں کے دل میں رحم کا جذبہ کس قدر موجزن کیاہے؟سبحان اللہ

دوسرے شوہر کے جانے کے بعد ماں نے بیٹی کو سہارا دیا، بیٹی اپنا گھر بسانے کے لئے دن رات اللہ سے دعائیں کرتی رہی،اللہ سے نیک آدمی سے ملاقات کی دعا کرتی جس کے ذریعہ اس کا معاملہ درست ہو جائے۔ وہ دیر تک ماں پہ بوجھ نہیں بننا چاہتی اور سماج کے طعنے سے بھی کافی خوف زدہ ہوچلی تھی، باپ کے چلے جانے کا طعنہ ،ماں کی طرح دوسری شادی کرے گی اس بات کا طعنہ۔لڑکی کہتی ہے کہ وقت اتنا سنگین تھا اگر والدہ نہ ہوتی تو میری بہن بھی شاید میرا سہارا نہ بن پاتی۔

وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ تین سال گزر گئے۔ اتفاق سے لڑکی کی ہمنام سہیلی کے ذریعہ اسے میرا واٹس ایپ نمبر ملا،اس نے طلاق نامہ بھیجااور اپنا مسئلہ بیان کیااور مجھ سے اس کا حل پوچھا۔میں نے بڑی وضاحت کے ساتھ آڈیو میں صرف ایک طلاق واقع ہونے کا ذکر کیااور بتلایا کہ وہ اپنے سابق شوہر سے نکاح کرکے دوبارہ اس کے پاس جاسکتی ہے ۔میری بات پہ بہت ہی اطمینان ہوا جیسے اندھیرے کے مسافر کو شمع مل گئی ہو۔جب اپنے سابق شوہر سے ملنے کی امید جاگی تو والدہ سے بات کی جس کے دل میں بھی یہ خیال گھر کر گیا تھا کہ میری بیٹی دوبارہ اپنا گھر نہیں بسا سکتی ہے۔لڑکی نے اپنی ماں کو میرا آڈیو میسج سنایا تو انہوں نے مجھ سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی، میں نے ایک وقت طے کیااور اس وقت لڑکی کی ماں نے واٹس ایپ کال پہ مجھ سے رابطہ کیا۔آواز میں مدد کی آہ سنائی دے رہی تھی، گوکہ مجبور ماں پنجابی زبان میں اپنی داستان سنا رہی تھی اور میں سمجھنے سے قاصر تھا مگر میری باتیں پوری سمجھ رہی تھی، میری باتوں پہ ان کا دل مطمئن ہو گیااور اب ماں کو بھی اپنی بیٹی کا گھر بسنے کی امید نظر آئی۔فرط محبت میں بولی بیٹاا گر کچھ لکھ کر دیتے تو کسی کو دکھا سکتی، میری بات کون مانے گا۔میں نے بھی اسی وقت اپنے دعوہ سنٹر کے لیٹر ہیڈ پہ فتوی تیار کیااور واٹس ایپ پر بھیج دیا۔اب بچے تھے سابق شوہر جو تین سال سے علمائے احناف کے فتوؤں تلے دبے تھے،اس بوجھ سے اوپر اٹھنے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔لڑکی سے ہوئی میری بات اس نے پوری سنی اور فتوی پر بھی غور وخوض کیا۔اب شوہر

نے بھی مجھ سے بات کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ایک دن بعد ظہر کی اذان کے وقت مجھ سے رابطہ کیا اس نے سے تین سوالات مجھ سے کئے۔

اس نے کہا کہ میں حنفی ہوں اور تین سال سے اس مسئلے کا حل اپنے علماء سے پوچھ رہا ہوں سبھی نے کہا کہ اب اس بیوی کے پاس ہم نہیں جاسکتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے کہا کہ اس کی ایک ہی وجہ ہے وہ ہے ان علماء کا حنفی ہونا، اگر وہ حنفیت سے باہر آکر کتاب وسنت کی روشنی میں فتوی دیں تو پھر ان کا بھی وہی فتوی ہوگا جو میں نے دیا ہے اور آپ پاکستان میں کسی بھی اہل حدیث عالم کے پاس جائیں وہ قرآن وحدیث کی روشنی میں وہی جواب دیں گے جو میں نے دیا ہے۔

اس نے دوسرا سوال کیا کہ اگر میں نے اپنی بیوی سے دوبارہ نکاح کر لیا تو آخرت میں کوئی پکڑ تو نہیں ہوگی؟ میں نے کہا کہ اگر قرآن وحدیث پر عمل کرنے سے آخرت میں پکڑ ہوگی تو ان سارے علماء کی پکڑ ہوگی جو ایسا فتوی دیتے ہیں، خود میری بھی پکڑ ہوگی۔اگر آپ کی پکڑ ہوئی تو میں آخرت میں آپ کے ساتھ ہوں گا۔

تیسری سوال یہ تھا کہ اگر میں ایک مسئلے میں آپ کے مطابق عمل کرتا ہوں تو کیا حنفیت پر کوئی فرق پڑے گا یا میرے اوپر کوئی پابندی ہوگی؟ میں نے جواب دیا کہ میں نے آپ کو اللہ اور اس کے رسول کی بات کی طرف بلایا ہے، اللہ اور اس کے رسول کی بات پر عمل کرنے والا اللہ کے نزدیک بہترین انسان ہے۔ہاں آپ کو علمائے احناف یا حنفی عوام کی طرف سے طعنہ سننا پڑ سکتا ہے، آپ پر ظلم بھی ہوسکتا ہے۔آپ لوگوں سے یہ کہیں کہ جس طرح امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام محمدؒ نے اپنے استاد کے سیکڑوں مسائل کو نہیں مانا ہے اور اپنے استاد کے خلاف فتوی دیا ہے، میں بھی اسی طرح احناف کی ایک بات پہ مطمئن نہیں ہوں اور اس مسئلے میں قرآن وحدیث کی پیروی کرتا ہوں۔

اتنی باتیں ہوئیں اور وہ بھی مطمئن ہوتے محسوس ہوئے۔یہ ساری باتیں لڑکی کے خالو کو بھی معلوم ہوئیں، ان کو بھی اس معاملے میں حل نکلتا نظر آیا۔آخر کار 11/مارچ 2019 کو لڑکی کے خالو اس کے شوہر کے ساتھ اس کے گھر جمع ہوئے، سبھی کا دل اس بات پہ مطمئن ہو چکا ہے کہ یہ ایک طلاق ہوئی ہے، خالو نے بھی کچھ جگہوں سے بذات خود اس بات کی تصدیق کی بلکہ شوہر نے صاف دل ہو کر کہا کہ مجھے تو اطمینان ہو چکا ہے اسی لئے تمہارے گھر آیا ہوں۔اس بیٹھک میں طے پا گیا کہ 21/ 22مارچ کو دوبارہ نکاح ہو جائے گا اور لڑکی اپریل میں اپنا گھر بسانے سسرال چلی جائے گی۔ان شاء اللہ

ادھر رات یہ فیصلہ ہوا، رات بھر لڑکی کے گھر خوشی سے کسی کو نیند نہیں آئی، لڑکی سویرا ہونے کا انتظار کر رہی تھی کہ سب سے پہلے وہ مجھے اس کی خوشخبری سنائے، صبح جب میں فجر کی نماز کے بعد واٹس ایپ کھولتا ہوں تو اس کی خوشخبری سن کر آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکل پڑتے ہیں۔اس نے دعاؤں کے ساتھ بیٹھک کی بہت ساری مزید باتیں بیاں کی، یہ بھی کہی کہ میرے گھر بسنے کا سب سے پہلا کریڈٹ آپ کو جاتا ہے اس لئے اپنوں میں سب سے پہلے آپ کو خبر دے رہی ہوں، اب اس بہن کو خبر دیتی ہوں جس نے آپ کا نمبر دے کر مجھ پر نہ بھولنے والا احسان کیا ہے۔

اس طرح اللہ کی توفیق سے ایک مظلومہ مطلقہ کا گھر جو تین برس سے سونا پڑا رہا، اب وہ آباد اور بسنے جا رہا ہے۔الحمدللہ ثم الحمدللہ

اللہ سے دعا ہے کہ بغیر کسی رکاوٹ کے جلد سے جلد اسلامی بہن کا گھر آباد کر دے، میاں بیوی میں زندگی بھر محبت قائم رکھے، انہیں دین پر استقامت نصیب فرمائے، گھر کی ساری مشکلات دور فرمائے، دنیا میں جہاں بھی ایسی مظلوم بہن ہے اس کی غیبی مدد فرمائے، اس کی والدہ کو صحت و تندرستی دے اور ہم سب کو صراط مستقیم پر گامزن رکھے۔آمین

آخر کار اللہ کی توفیق سے طلاق یافتہ بہن کا گھر بس گیا

پہلی قسط میں ذکر کیا گیا تھا کہ 11/مارچ 2019 کو لڑکی کے گھر میں اس کی شادی کے سلسلے میں بیٹھک ہوئی تھی جس میں یہ بات طے ہو گئی تھی کہ لڑکی کی شادی واپس اسی لڑکے سے ہوگی۔لڑکا اس بیٹھک میں موجود تھا اور شادی کے فیصلے پر راضی تھا بلکہ صراحت کے ساتھ اس سے بیان لیا گیا کہ اگر آپ کے من میں کوئی بات ہو تو ابھی بتلا دو۔انہوں نے کہا کہ مجھے جب اس مسئلے پہ اطمینان ہو گیا ہے تبھی آج آپ لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوں۔

اس بیٹھک کے بعد شادی کے چرچے لڑکی کے رشتہ داروں میں ہونے لگے، دور و نزدیک تک باتیں پھیل گئیں، جو دوبارہ نکاح نہیں چاہتے تھے وہ رشتہ دار ایک دوسرے کو اکسانے لگے اور لڑکی اور اس کی ماں کو بہکانے کا کام کرنے لگے۔لڑکی کی مامی کا بھائی عامران دنوں سعودی عرب سے عمرہ کر کے لوٹا تھا، اس کے کان بھرے گئے، اس نے لڑکی کو بہکانے کے لئے فون کیا، بہکانے والی طرح طرح کی باتیں کی مثلا یہ شادی حرام ہے، اس سے جو بچے پیدا ہوں گے وہ

حرام کے ہوں گے، تم اپنی آخرت خراب کر رہی ہو، اس سے بہن بھائی اور دوسرے رشتہ داروں کی ناک کٹ جائے گی۔ قسم قسم کے بہکاوے بلکہ اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے سنا ہے تم کو کسی سعودی والے نے فتوی دیا ہے۔ ارے پتہ نہیں وہ عالم ہے یا کوئی شیعہ یا سنی؟

بہت دیر تک بہکاتا رہا، پھر آخر میں مشورہ دیا کہ ایسا کرو پنڈی چلی جاؤ، وہاں رواتہ میں ایک بڑے مفتی صاحب ہیں، بڑے پہنچے ہوئے ہیں، ان کو سعودی کا فتوی بھی دکھانا اور وہ جو فتوی مہر لگا کر دیں اس کے مطابق عمل کرنا۔ اس کے بعد سماج کو تمہارے بارے میں باتیں کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ ان باتوں سے لڑکی ذہنی طور پر پریشان ضرور ہوئی مگر اس کے چند جملوں نے عامر کی بولتی بند کر دی۔ لڑکی نے کہا تین سالوں جب میں مشکلات میں گھری تھی اس وقت تمہیں میری یاد نہیں آئی، آج جب میں نے اپنی زندگی کا خود فیصلہ کر لیا اور الحمد للہ مجھے اپنی آخرت کی فکر ہے، اپنے فیصلے پر اعتماد ہے تب تمہیں میری یاد آئی۔ میں نے جہاں سے فتوی لیا ہے وہ پاک سرزمین پہ بیٹھے نیک لوگ ہیں، الحمد للہ وہاں دن ورات اللہ کی رحمت برستی ہے، انہوں نے مجھے قرآن وحدیث کا حوالہ دے کر اس مسئلے کا حل بتلایا ہے، مجھے ان کے فتوے پہ اعتماد ہے مگر تمہارے مفتی پر نہیں کیونکہ تین سال تمہارے مفتیوں کے چکر کاٹے اور پتہ چلا کہ یہ لوگ ایسے نازک وقت میں محض اپنی ہوس پوری کرتے ہیں۔

پھر لڑکی نے مجھ سے سارا واقعہ بیان کیا، میں نے اسے کہا یقیناً ابھی برساتی میڈک کی طرح اپنے اپنے بلوں سے غمگساری کے بڑے بڑے دعویدار نکلیں گے، ان سے اپنا دامن بچانا ہے۔ کسی سے اس موضوع پہ بات نہیں کرنی ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کی امی کینسر کی مریض ہیں، ہر تین ماہ پہ ان کے علاج کے لئے پچاس ہزار روپئے چاہئے، جب کوئی آپ سے طلاق اور شادی پہ بات کرے تو ان سے کہیں میرے پاس طلاق ونکاح کا مسئلہ نہیں ہے، میرا پاس جو مسئلہ ہے وہ والدہ کے علاج کا ہے، اگر اس کام میں میری مدد کر سکتے ہیں تو مدد کر دیں اور جہاں تک مشورہ کا تعلق ہے تو جب مجھے اس کی ضرورت پڑے گی اور آپ سے پوچھا جائے گا تب ہی مشورہ دیں گے۔

میں نے پہلے کہا تھا کہ لڑکی کو بہن بھائی نہیں ہے، یہ میری عدم معلومات تھی، اس کو بہن بھائی بھی ہیں جو اپنی اپنی زندگی اپنے اپنے طریقے سے علاحدہ بسر کر رہے ہیں بلکہ بہن اور بہنوئی نے طلاق کے وقت سے لیکر اب تک سوائے تکلیف وبدنامی کے اور کچھ نہیں دیا۔ عامر کو اکسانے والی بھی یہی بہن تھی۔ تین سال کی المناک صورت حال لوگوں

سے بیان کئے جانے کے قابل نہیں ہے۔ جاتے جاتے سوتیلے باپ نے رہی سہی عزت بھی نیلام کر دی تھی۔ گلی گلی لڑکی کی عزت اچھالتے گیا، طرح طرح کے الزامات لوگوں میں عام کرتے گیا۔ ایسے حالات میں لڑکی نے عدت کے دوران بیمار ماں اور گھر چلانے کی خاطر نوکری جوائن کر لی، مجبوری میں وہ نوکری بھی چھوڑنی پڑی بلکہ الزام کے خوف سے گھر سے قدم نکالنا دشوار ہو گیا۔ کئی ماہ بعد ایک دن وہ سبزی لینے باہر گئی تو سبزی والے نے کہا کہ میں نے سنا ہے تمہاری طلاق ہو گئی ہے۔ اتنا سننا تھا گویا پیروں تلے سے زمین کھسک گئی۔ اس طرح گھٹ گھٹ کر جیتی رہی، ہر کوئی سوچ سکتا ہے کہ جس لڑکی کو طلاق ہو جائے، طلاق کے نام سے اس پہ من مانی الزام تراشی کی جائے، اس حال میں کہ اسے دلاسہ دینے والا نہ باپ ہو اور نہ بھائی بہن، اس کی کیفیت کیا ہو سکتی ہے؟

دن گزرتے رہے، تین سال گزر گئے، اتفاق سے مجھ سے رابطہ ہوا، سارا مسئلہ واضح کیا، فتوی لکھ کر میں نے بھیجا، شوہر کو فتوی بھیجا گیا، لڑکی کی ماں کو سمجھایا گیا۔ سب متفق ہو گئے تو ایک دن گھر میں جمع ہو کر لڑکی کی دوبارہ اسی لڑکا سے شادی پہ سب کا اتفاق ہو گیا۔ اس میٹنگ میں اکیس یا بائیس مارچ کو نکاح کرنے کا اندازہ لگایا گیا تھا مگر لڑکے کی مصروفیت اور کچھ دیگر مسائل کی وجہ سے ان دنوں جمع ہونا میسر نہیں ہوا۔ بالآخر 25/مارچ 2019 بروز سوموار لڑکا، لڑکی کے خالو اور کئی کچھ افراد جمع ہوئے اور دن کے بارہ بجے عقد ثانی ہو گیا۔ کمال کی بات یہ ہے کہ دوبارہ نکاح اسی مولوی نے پڑھا جس نے پہلا نکاح پڑھایا تھا، ان کے سامنے میرا فتوی پیش کیا گیا، انہوں نے کہا کہ الحمدللہ یہ فتوی وہاں سے آیا ہے جہاں کی بات کاٹی ہی نہیں جا سکتی۔ انہوں نے لڑکا سے بھی مزید تفتیش کی کہ تم نے کورٹ سے کتنی بار طلاق کا نوٹس بھیجا نے تو اس نے کہا کہ میں نے ایک بار نوٹس بھیجا ہے۔ اس پہ مولوی صاحب نے کہا کہ خواہ مخواہ تم نے تین سال گنوا دئے، پہلے ہی تم دونوں میاں بیوی اکٹھا ہو سکتے تھے۔

اس مولوی کے نکاح پڑھانے سے ایک بڑا فائدہ یہ ہو گا کہ پیچھے باتیں کرنے والوں کو وہ جواب دے سکیں گے یا بہت سے لوگ یہ سوچ کر بھی باتیں نہیں بنائیں گے کہ فلاں مولوی نے نکاح پڑھایا ہے تو صحیح ہی ہو گا۔

بہر کیف! میں نے اس بہن کی آنکھوں میں آنسو تو نہیں دیکھا مگر آواز میں انتہائی کرب و اضطراب محسوس کیا، مجھے لگا اسے میری مدد کی ضرورت ہے، میں نے ہر ممکن طور پر اس کے مسئلے کو سلجھانے کے لئے کوشش کی، اس کام کی وجہ سے مجھے کچھ نقصان بھی اٹھانا پڑا مگر کچھ نقصان کے بدلے کسی کو بڑا فائدہ ہوتا ہو تو مدد کرنے سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہئے۔

اللہ سب کی سنتا اور سب کی مدد کرتا ہے۔ بہن کی دعا اور کوشش قبول ہوئی اور اس کا گھر آباد ہو گیا۔ اس طرح طلاق ثلاثہ کے نام پہ نہ جانے کتنے گھر برباد ہوں گے، انہیں بھی اسی طرح آباد کرنے کی ضرورت ہے۔

اولاد کی خوشی باپ سے کہیں زیادہ ماں کو ہوتی ہے، آخر وہ اپنی کوکھ میں پالتی ہے، شدت الم کے ساتھ جنم دیتی ہے اور دو سال تک سینے سے چمٹائے خوراک کا انتظام کرتی رہتی ہے۔ اس بہن نے لوگوں سے اولاد کی درخواست کی ہے، میں اس کے توسط سے آپ سب سے اس کی سلامتی اور اولاد کے لئے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔

BACK

حاملہ میت کے پیٹ میں زندہ بچہ کا حکم

اگر عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں غیر متحرک یعنی مردہ بچہ ہو تو بلا اختلاف عورت کو مردہ بچہ سمیت دفن کیا جائے گا لیکن اگر بچہ زندہ ہو یعنی پیٹ میں حرکت کر رہا ہو تو کیا بچے کو ماں سمیت دفن کر دیا جائے گا یا بچہ باہر نکالا جائے گا؟

یہ اختلاف کا موضوع ہے۔

☆حنفیہ کا کہنا ہے کہ جب حاملہ عورت مر جائے اور بچہ ماں کے پیٹ میں حرکت کر رہا ہو تو بائیں سے پیٹ کو چاک کرنا جائز ہے تاکہ زندہ بچہ نکالا جا سکے۔

☆شافعیہ کے نزدیک بھی یہی حکم ہے۔

☆امام مالک کہتے ہیں کہ میتہ کا پیٹ چاک کر کے بچہ نہیں نکالا جائے گا گرچہ بچہ حرکت کرتا ہو۔ایک دوسرا قول یہ ہے کہ جس طرح زندگی میں بچہ پیدا ہوتا تھا اس طرح نکالنے کا امکان ہو تو نکالا جائے۔ لیکن سحنون کہتے ہیں کہ جب زندگی مکمل ہو گئی ہو اور بچنے کی امید ہو تو پیٹ چاک کیا جائے گا۔

☆حنابلہ میں ایک قول ہے کہ بچے کے مرنے کا انتظار کیا جائے گا پھر ماں کو بچہ سمیت دفن کیا جائے گا جبکہ ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ میت کے بعض جزء کا نقصان پہنچانا ایک زندگی کو بچانے کے لئے ہے۔

ابن حزم نے بڑی اچھی بات کی کہ اگر حاملہ عورت مر جائے اور بچہ پیٹ میں حرکت کر رہا ہو اور حمل چھ مہینے کا ہو گیا ہو تو لمبائی میں ماں کا پیٹ چاک کیا جائے گا اور بچے کو نکالا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا۔(المائدۃ: 32)

ترجمہ: جس نے کسی نفس کی جان بچائی گویا اس نے پورے انسان کی جان بچائی۔

پھر اس کے بعد ابن حزم لکھتے ہیں کہ جس نے قصدا چھوڑ دیا یہاں تک کہ بچہ مر گیا تو وہ اس بچے کا قاتل ہے۔

چاروں مسلک کی روشنی میں ابن حزم کی بات اقرب الی الصواب ہے، میں اسی کو ترجیح دیتا ہوں۔

یہاں ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ میت کا پیٹ چاک کرنا لاش کی بے حرمتی ہے۔

یہ بات صحیح ہے کہ لاش کا چیر پھاڑ کرنا مثلہ ہے اور رسول اللہ ﷺ نے مثلہ سے منع فرمایا ہے:

وعن عبد الله بن يزيد - رضي الله عنه - عن النبي - صلى الله عليه وسلم - أنه نهى عن النهبة والمثلة۔ (رواه البخاري)

ترجمہ: عبداللہ بن یزید روایت کرتے ہیں نبی ﷺ نے لوٹ مار اور مثلہ سے منع فرمایا ہے۔

لہذا کسی میت کے ساتھ چیر پھاڑ نہیں کیا جائے گا لیکن اگر شدید ضرورت پڑے تو میت کو چیرا جا سکتا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا صورت حال ہے، پوسٹ مارٹم بھی جواز کے قبیل سے ہے جب شدید ضرورت کے باعث ہو۔ گویا بلا ضرورت یا میت کی توہین کی خاطر چیر پھاڑ حرام ہے کیونکہ ایک مسلمان کا احترام جس طرح زندگی میں تھا وفات کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔

عن أم المؤمنين عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:كَسْرُ عَظْمِ المَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا۔(صحيح ابو داؤد للالبانى : 3207)

ترجمہ: میت کی ہڈی توڑنا، زندہ انسان کی ہڈی توڑنے جیسا ہے۔

☆اس حدیث کو البانی صاحب نے صحیح قرار دیا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:وَيُستَفَادُ مِنهُ أن حُرمَةَ المؤمِنِ بَعدَ مَوتِهِ بَاقِيَة كَمَا كَانَت فِي حَيَاتِهِ۔(فتح البارى 113/9)

یعنی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مؤمن کی حرمت موت کے بعد موت سے پہلے کی طرح باقی رہتی ہے۔

چند مسائل:

(1)حاملہ میت کے پیٹ میں بچہ حرکت کر رہا ہو اور بچہ چھ مہینے کا ہو گیا ہو تو جس بھی طریقے سے ہو بچہ نکالا جائے گا۔

(2)میت کا احترام اپنی جگہ باقی ہے صرف مصلحت کی بنا پر زندہ بچہ کے لئے پیٹ چاک کیا جائے گا جو کہ مثلہ میں یا میت کی حرمت کی پامالی میں داخل نہیں ہے۔

(3)ضرورت کی بنا پر پوسٹ مارٹم کا بھی یہی حکم ہے۔

(4)سمندری سفر میں اگر کوئی فوت ہو جائے اور قریبی ساحل یا کسی جزیرے تک رسائی سے پہلے اس میں تعفن کا خدشہ ہو تو اسے سمندر کے سپرد کیا جا سکتا ہے۔(المغنی:439/3)

(5)امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کا زندگی میں مال نگل گیا اور وہ مر گیا، پھر صاحب مال اس کا مطالبہ کرے تو اس کا پیٹ چاک کیا جائے گا اور مال واپس کیا جائے گا۔(الروضۃ)

(6) حاملہ عورت اگر اکسڈنٹ سے مرے، یا کوئی بھی مسلمان عورت حمل کے سبب مرے اہل علم نے انہیں شہیدہ میں شمار کیا ہے ۔ یہی مفہوم ہے اس حدیث کا :الشَّهَادَةُ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ فِى سَبِيلِ اللَّهِ الْمَطْعُونُ شَهِيدٌ وَالْغَرِق،شَهِيدٌ وَصَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيدٌ وَالْمَبْطُونُ شَهِيدٌ وَصَاحِبُ الْحَرِيقِ شَهِيدٌ وَالَّذِى يَمُوتُ تَحْتَ الْهَدْمِ شَهِيدٌ وَالْمَرْاَةُ تَمُوتُ بِجُمْعٍ شهيدةٌ(سنن ابو داؤد:3111)

ترجمہ: جابر بن عُتیک رضی اللہ عنہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں کے علاوہ سات شہید ہیں، مطعون شہید ہے اور ڈوبنے والا شہید ہے اور ذات الجنب کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے اور اور پیٹ کی بیماری سے مرنے والا، اور جل کر مرنے والا شہید ہے، اور ملبے کے نیچے دب کر مرنے والا شہید ہے، اور حمل کی حالت میں مرنے والی عورت شہیدہ ہے۔

☆اس حدیث البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

(7)اگر یہودیہ یا نصرانیہ حاملہ عورت مر جائے تو نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے نہ ہی اہل کتاب کے بلکہ الگ سے دفن کیا جائے گا اور اس کی پیٹھ قبلہ جانب کر دی جائے گی کیونکہ بچہ مسلمان ہے۔

BACK

اجنبی عورت و مرد کو ایک دوسرے کا جوٹھا کھانا

مجھ سے ایک بہن نے سوال کیا ہے لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ عورت کے لئے غیر محرم کا جوٹھا جائز نہیں ہے کیا مرد کو بھی غیر محرم عورت کا جوٹھا کھانا جائز نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان کا جوٹھا پاک ہے خواہ مرد ہو یا عورت۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا:

كنتُ أشربُ وأنا حائضٌ ، ثم أُنَاوِلُه النبيَّ- صلى الله عليه وسلم ،فيَضَعُ فاه على موضِعِ فيَّ، فيشرب، وأَتَعَرَّقُ العَرَقَ وأنا حائضٌ ، ثم أُنَاوِلُه النبيَّ صلى الله عليه وسلم ، فيَضَعُ فاه على مَوضِعِ فيَّ . ولم يَذْكُرْ زُهَيْرٌ :فيَشْرَبُ.(صحيح مسلم:300)

ترجمہ: میں ایام مخصوصہ کے دوران میں پانی پی کر نبی اکرم ﷺ کو پکڑا دیتی تو آپ اپنا منہ میرے منہ کی جگہ پر رکھ کر پانی پی لیتے، اور میں دانتوں کے ساتھ ہڈی سے گوشت نوچتی جبکہ میرے مخصوص ایام ہوتے، پھر وہ ہڈی نبی ﷺ کو دیتی تو آپ میرے منہ والی جگہ پر اپنا منہ رکھتے اور بوٹی توڑتے۔

نبی ﷺ اور صحابہ کرام نے مشرکہ عورت کا مشکیزہ اور پانی استعمال کیا، بخاری کی لمبی سی روایت میں مذکور ہے مشرکہ عورت کے پانی سے کسی نے پیا، کسی نے وضو کیا، کسی نے غسل کیا۔ اس روایت کا ایک ٹکڑا ہے:

وهي قائمةٌ تنظرُ إلى ما يفعلُ بمائِها، وايمُ اللهِ، لقد أُقلِعَ عنها، وإنه لَيُخَيَّلُ إلينا أنها أشدُّ مِلأةً منها حين ابتدأ فيها(صحيح البخارى :344)

ترجمہ: وہ عورت کھڑی دیکھ رہی تھی کہ اس کے پانی سے کیا کیا کام لیے جارہے ہیں اور خدا کی قسم! جب پانی لیا جانا ان سے بند ہوا، تو ہم دیکھ رہے تھے کہ اب مشکیزوں میں پانی پہلے سے بھی زیادہ موجود تھا۔

اس لئے عورت کو مرد کا بچا ہوا، یا مرد کو عورت کا بچا ہوا یا جوٹھا کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ ایک دوسرے کے محرم ہوں یا غیر محرم کیونکہ اسلام نے ہمیں اس سے نہیں روکا ہے۔ کھانے پینے کی چیزوں میں اصل اباحت ہے اس وجہ ہے ایک دوسرے کا جوٹھا کھانا جائز ہے۔ جو لوگ سعودی عرب رہتے ہیں انہیں اس بات کا بخوبی علم ہے کہ یہاں

دعوتوں میں ایک ہی برتن میں پہلے مرد حضرات کھاتے ہیں جب وہ کھا کر چلے جاتے ہیں تو ان کا بچا ہوا کھانا عورتیں آکر کھاتی ہیں، بہر کیف! شرعا اس میں کوئی حرج نہیں۔

ہاں برصغیر میں عام طور سے لوگ ایک ساتھ زندگی گزارتے ہیں جن میں ساس، سسر، بہو، بیٹا، نند، دیور سب ہوتے ہیں۔ جہاں ان لوگوں کا ایک ساتھ رہنا سہنا بہت ساری مشکلات کا سبب بنا ہوا ہے وہیں شرعی اعتبار سے بھی بہت ساری خرابیاں پائی جاتی ہیں۔ خاص طور سے حجاب کی کمی ہے۔ دیور سے تو حجاب کا کوئی تصور ہی نہیں بلکہ دیور و بھابھی کا بات کرنا، ایک ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، ہنسی مذاق کرنا کوئی عیب کی بات نہیں۔ نہ گھر والے کو اعتراض، نہ ہی شوہر محترم کو کوئی گلہ ہے البتہ جیٹھ سے پردہ کا اکثر جگہ رواج ہے۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے جیٹھ سے پردہ ہے ویسے ہی دیور سے بھی پردہ ہے جب جیٹھ کا جوٹھا مکروہ ہے تو دیور کا کیوں نہیں؟ یہ دراصل جوائنٹ فیملی کا کرشمہ ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے کسی کا جوٹھا کسی کے لئے مکروہ نہیں ہے عورت و مرد ایک دوسرے کا جوٹھا کھا سکتے ہیں۔ ہاں اگر کہیں جوٹھا کھانے سے فتنے میں واقع ہونے کا سبب بن سکتا ہے تو پھر وہ جوٹھا نہ کھائے۔ جیسے جوائنٹ فیملی کی ہی مثال لے لیں کہ آپ کو معلوم ہے یہ جوٹھا فلاں عورت کا ہے جو آپ کے لئے اجنبی یا غیر محرم ہے تو اس سے پرہیز کریں کیونکہ یہ فتنے کا باعث ہے۔ اسی طرح عورت کو بھی معلوم ہو جائے کہ جوٹھا فلاں مرد کا ہے جو اس کے لئے غیر محرم ہے تو اس کے جوٹھے سے پرہیز کرے کیونکہ اس سے بھی فتنے کا اندیشہ ہے۔ اپنے سماج میں یہ بات مشہور ہونے کے سبب کہ غیر محرم کا جوٹھا ناجائز ہے، اگر کسی لوٹے سے عورت نے پانی پی لیا اور اس سے جیٹھ پانی پینے لگے جبکہ اس کو پتہ نہیں اس سے عورت نے پیا ہے ایک دوسری عورت یا اس کی ماں ہی بولے گی اس سے مت پیو فلانی نے پیا ہے۔ یہ بات کہہ کر ایک تو ذہن میں عورت کا تصور ڈال دیتے ہیں پھر اس سے منع کرتے ہیں، ہاں وہی جوٹھا پانی دیور پیئے تو کوئی حرج نہیں اور کوئی منع کرنے والی نہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ مسلمان کا جوٹھا پاک ہے اس لئے جہاں مرد، عورت کا جوٹھا کھا سکتا ہے وہیں عورت بھی، مرد کا جوٹھا کھا سکتی ہے لیکن اگر کہیں جوٹھا کھانے سے فتنہ پیدا ہونے کا سبب ہو تو وہاں جوٹھا کھانے سے پرہیز کرے اور فتنے کا اندیشہ نوجوانی میں اکثر ہوتا ہے اس لئے بوڑھوں کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

خواتین اور شوہروں کی عدم شکر گزاری

اللہ رب العالمین کا ہم پہ بے پایاں احسان و کرم ہے، اس کے منجملہ احسان میں سے شادی بھی بڑی عظیم نعمت اور بڑا احسان ہے۔ یہ نہ صرف نسل انسانی کے تسلسل کا ذریعہ ہے بلکہ مرد و عورت کے درمیان زندگی کی فطری مسکراہٹیں، قلبی سکون و راحتیں، باغ و بہار کے حسن و زیبائشیں، زمانے بھر کی خوشیاں اور ان کی حقیقی لطافتیں اس میں موجود ہیں۔ایک مومنہ خاتون کے واسطے اسکے اولیاء کو رسول ھادی ﷺ نے یہ عظیم وصیت فرمائی ہے کہ جب دین اور اخلاق والا مرد اس کے پاس شادی کا پیغام لیکر آئے تو اسے قبول کرلے اور لڑکی کا نکاح اس دیندار مرد سے کردے، اگر ایسا نہیں کیا گیا تو زمین میں بڑا فتنہ فساد پھیلے گا۔ نبی ﷺ کا فرمان ملاحظہ فرمائیں:

إذا خطبَ إليكم مَن ترضَونَ دينَه وخلقَه ، فزوِّجوهُ إلَّا تفعلوا تَكن فتنةٌ في الأرضِ وفسادٌ عريضٌ(صحيح الترمذي:1084)

ترجمہ: اگر تمہارے ہاں کوئی ایسا آدمی نکاح کا پیغام بھیجے جس کے دین اور اخلاق سے تم مطمئن ہو تو اس کے ساتھ (اپنی ولیہ) کی شادی کردو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں بہت بڑا فتنہ اور فساد پھیلے گا۔

مومنہ خاتون اپنی زندگی کی شروعات دین واخلاق میں معروف مرد سے نکاح کرکے کرے، اس کے ساتھ زندگی کے بہتر نتائج سامنے آئیں گے۔ جہاں عورت کے لئے دیندار مرد کا پیغام رد کرنا منع ہے وہیں مردوں کو بھی نیک بیویاں عقد نکاح میں لانے کا حکم ہے۔اس طرح نیک مرد اور نیک بیوی اپنی زندگی سیرت رسول کے سائے میں گزاریں گے۔ جب بیوی سے غلطی ہوئی شوہر اس کی اصلاح کردے گا اور جب شوہر سے کبھی کوتاہی ہوئی بیوی اس کی اصلاح کردے۔ ایسی ہوتی ہے مسلمان مرد و عورت کی زندگی مگر اس وقت شادی میں دین کو معیار ہی نہیں بنایا جاتا جس کی وجہ ہے زمین میں فساد پھیلا ہوا ہے۔ اکثر شادیاں فتنہ وفساد کا شکار ہو جاتی ہیں، ایک طرف مرد کی زندگی تباہ ہوتی تو کبھی دوسری طرف عورتوں کو مظالم کا شکار ہونا پڑتا ہے۔بے دینی پر مبنی شادیوں کی وجہ سے زمانے میں شر و فساد، قہر و غضب، کشت وخون، ظلم و سرکشی اور فسق وفجور حتی کہ زناکاری وبدکاری عام ہوگئی ہے۔ طلاق کی فیصد کافی بڑھ گئی۔ سماج میں مطلقہ خواتین کی کثرت ہے اور وہ دردر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں۔اس موضوع میں ان باتوں پر روشنی ڈالنے کا مقصد

نہیں ہے۔ یہاں عورتوں میں آخرت کے تئیں فکر پیدا کرنا مقصد ہے۔ نبی ﷺ کے متعدد فرامین سے پتہ چلتا ہے کہ جہنم میں خواتین کی اکثریت ہوگی۔اس سلسلے میں پہلے چند فرامین رسول دیکھتے ہیں پھر اس کا سبب معلوم کریں گے۔

(1)حضرت ابن عباسؓ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

اطلعت في الجنةِ فرأيت أكثرَ أهلِها الفقراءُ . واطلعت في النارِ فرأيت أكثرَ أهلِها النساءُ . (صحيح مسلم:2737)

ترجمہ: میں نے جنت کے اندر جھانک کر دیکھا تو میں نے اہل جنت میں اکثریت فقراء کی دیکھی اور میں نے دوزخ میں جھانک کر دیکھا تو میں نے دوزخ میں اکثریت عورتوں کی دیکھی۔

(2)سیدنا اسامہؓ سے روایت ہے،وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

قُمتُ على بابِ الجنَّةِ، فكان عامَّةَ مَن دَخَلها المساكينُ، وأصحابُ الجَدِّ مَحبوسون، غير أنَّ أصحابَ النَّارِ قد أُمِر بهم إلى النَّارِ، وقُمتُ على بابِ النَّارِ، فإذا عامَّةُ مَن دخَلها النِّساءُ.(صحيح البخاري:5196)

ترجمہ: میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو بیشتر لوگ جو اس میں آئے تھے وہ مساکین تھے جبکہ مال دار لوگوں کو جنت کے دروازے پر روک دیا گیا تھا البتہ اہل جہنم میں جانے کا حکم دے دیا گیا تھا اور میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہوا تو اس میں داخل ہونے والی اکثر عورتیں تھیں۔

(3)نبی ﷺ کا فرمان ہے : إنَّ أقل ساكني الجنةِ النساءُ (صحيح مسلم:2738)

جنت میں رہنے والوں میں سب سے کم تعداد عورتوں کی ہے۔

یہ تمام احادیث صحیح ہیں،ان سے ہمیں معلوم ہوا کہ جنت میں عورتیں معمولی تعداد میں ہوں گی اور ان کی اکثریت جہنم میں جائے گی۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون سا سبب ہے جس کی وجہ سے مردوں کے مقابلے میں جہنم میں اکثر عورتیں ہوں گی؟اس سوال کا جواب ہمیں فرمان رسول میں ہی مل جاتا ہے۔

(1)حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أُريتُ النارَ فإذا أكثرُ أهلِها النساءُ ، يَكفُرن. قيل: أيَكفُرن باللهِ ؟ قال: يَكْفُرن العشيرَ، ويَكْفُرن الإحسانَ، لو أحسنتَ إلى إحداهُن الدهرَ، ثم رأتْ منك شيئًا ، قالت: ما رأيتُ منك خيراً

قطُّ.(صحيح البخاري:29)

ترجمہ: میں نے دوزخ دیکھی تو وہاں اکثر عورتیں تھیں کیونکہ وہ کفر کرتی ہیں۔لوگوں نے کہا: کیا وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ وہ اپنے خاوند کا کفر کرتی ہیں، یعنی ناشکری کرتی ہیں اور احسان فراموش ہیں۔ وہ یوں کہ اگر تو ساری عمر عورت سے اچھا سلوک کرے پھر وہ معمولی سی (ناگوار) بات تجھ میں دیکھے تو کہنے لگتی ہے کہ مجھے تجھ سے کبھی آرام نہیں ملا۔

(2)ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدالاضحی یا عیدالفطر کے لئے عیدگاہ کی طرف نکلے اور عورتوں کے پاس گزرے تو فرمانے لگے:

يا معشر النساء تصدقن، فإني رأيتكن أكثر أهل النار . فقُلْن : وبم ذلك يا رسولَ اللهِ ؟ قال تكثرن اللعن، وتكفرن العشير(صحيح البخاري:1462)

ترجمہ:اے عورتوں کی جماعت !صدقہ وخیرات کیا کرو بیشک مجھے دکھایا گیا ہے کہ جہنم میں تمہاری اکثریت ہے تو وہ کہنے لگیں اے اللہ کے رسول وہ کیوں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم گالی گلوچ بہت زیادہ کرتی ہو اور خاوند کی نافرمانی کرتی ہو۔

(3)حضرت اسماءبنت یزید بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

إياكنَّ و كفرانَ المُنعَّمِينَ لعلَّ إحداكنَّ تطولُ أيمتُها من أبويها ، ثم يرزقُها اللهُ زوجَها و يرزقُها منه ولدًا ، فتغضبُ الغضبةَ فتكفرُ ، فتقول : ما رأيتُ منك خيرًا قطُّ(صحيح الأدب المفرد:800)

ترجمہ: تم اچھا سلوک کرنے والے شوہروں کی ناشکر گزاری سے بچو پھر فرمایا تم عورتوں میں سے کسی کا حال یہ ہوتا ہے کہ اپنے والدین کے گھر لمبے عرصے تک کنواری بیٹھی رہتی ہو پھر اللہ تعالیٰ اسے شوہر دیتا ہے اور اس سے اولاد ہوتی ہے پھر کسی بات پر غصہ ہو جاتی ہو اور کفر کرتی ہو اور شوہر سے کہتی ہو کہ تم نے میرے ساتھ کوئی احسان نہیں کیا۔

(4)عبدالرحمن بن شبل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

إنَّ الفُسَّاقَ هُمْ أهلُ النارِ . قيل : يا رسولَ اللهِ ! ومَنْ الفُسَّاقُ ؟ قال : النِّساءُ . قال رجلٌ : يا رسولَ اللهِ ! أَوَلَسْنَ أُمَّهاتِنا وأَخَوَاتِنا وأَزْوَاجَنا ؟ قال : بلى ؛ ولَكِنَّهُنَّ إذا أُعْطِينَ لمْ يَشْكُرْنَ ، وإذا ابْتُلِينَ لمْ يَصْبِرْنَ(السلسلة الصحيحة:3058)

ترجمہ: فاسق لوگ جہنمی ہیں۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ فاسق کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: عورتیں۔ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ ہماری مائیں، بہنیں اور بیویاں نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں لیکن جب انہیں دیا جائے تو یہ شکر نہیں کرتیں اور جب آزمائش آئے تو صبر نہیں کرتیں۔

مذکورہ احادیث کے مستفادات:

اس سے پہلے موضوع سے متعلق کئی احادیث پیش کی گئی ہیں، ان احادیث سے چند باتیں سامنے آتی ہیں۔

(1) صحیحین کی روایات سے ہمیں معلوم ہوا کہ جہنم میں عورتوں کی کثرت ہوگی یعنی جنت میں قلیل تعداد میں ہی عورتیں ہوں اور ان کی بڑی تعداد جہنم میں داخل ہوگی۔

(2) نبی ﷺ نے جہنم میں عورتوں کی کثرت کے اسباب بھی ہم سے بیان فرمادئے۔ ان اسباب میں شوہروں کی نافرمانی کرنا، احسان فراموشی کرنا، گالی گلوج کرنا، ایک دوسرے پر لعن وطعن کرنا، بلاوجہ شوہر پر غصہ ہوجانا، اس کے ساتھ کفر کا ارتکاب کرنا، نعمتوں پر شکریہ نہ بجالانا اور مصائب ومشکلات پر صبر نہ کرنا وغیرہ ہیں۔

(3) عورتوں میں ناشکری والی ایک شدید ترین بات پائی جاتی ہے جو شوہروں کے دل کو چھلنی چھلنی کردیتی ہے اور یہ ایک بات بسا اوقات زوجین میں جدائی کا سبب بھی بن جاتی ہے۔ وہ بات یہ ہے کہ جب بیوی کو شوہر سے ناراضگی ہوتی ہے یا کبھی ناگواری محسوس ہوتی ہے یا پھر کوئی معمولی سی بات کیوں نہ بری لگ جائے فوراً اپنے شوہر کو کہہ دیتی ہے کہ مجھے آپ سے عمر بھر کبھی کوئی آرام نہیں ملا، بیوی کی اس کڑوی بات کو رسول اللہ ﷺ نے "ما رأیتُ منک خیراً قطُّ" کے ذریعہ بیان فرمایا ہے۔

(4) جہنم میں عورتوں کی کثرت کا اہم سبب شوہر کی نافرمانی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ شوہر کی نافرمانی بیوی پر حرام ہے اور شوہر کی نافرمانی میں اس کی طرف سے پیش کی گئی نعمتوں کی ناشکری اور حقوق کی نافرمانی دونوں شامل ہیں۔

(5) اس میں مسلم خواتین کے لئے زجر وتوبیخ ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کریں اور ان مذموم صفات سے خود کو دور رکھ کر اپنے آپ کو جہنم سے بچائیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ بیوی کے لئے شوہر کی اطاعت موجب جنت اور ان کی نافرمانی موجب جہنم ہے۔

(6) نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ اگر میں کسی کو سجدے کا حکم دیتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کے لئے شوہر کا مقام بہت ہی اعلی ہے،اس علو مرتبت کا تقاضہ بھی ہے کہ اپنے شوہر کی بے لوث خدمت کریں،ان کے آرام کی فکر کریں،ہر طریقہ سے انہیں خوش رکھنے کی کوشش کریں حتی کہ تکلیف پہنچنے پر بھی صبر کا دامن تھامیں اور زبان پر حرف شکایت نہ آنے دیں۔

(7) یہاں ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقہ جہنم سے نجات کا باعث ہے اور عورتوں کو بطور خاص صدقہ کرنا چاہئے تاکہ کفر و معصیت اور نافرمانی کا گناہ اللہ کے یہاں درگزر ہوسکے اور جہنم سے رستگاری کا توشہ اکٹھا کرسکیں۔

عورتوں کے لئے کرنے کے کام:

جب ہمیں واضح دلائل سے معلوم ہوگیا کہ شوہر کی ناشکری اور ان کی نافرمانی موجب جہنم ہے،اللہ تعالی قیامت کے دن ایسی ناشکری عورت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا،فرمان نبوی ﷺ ہے: لا ينظرُ اللهُ إلى امرأةٍ لا تشكرُ لزوجِها ، و هيَ لا تستغني عنهُ(السلسلة الصحيحة:289)

ترجمہ: اللہ اس عورت کی طرف نہیں دیکھے گا جو اپنے شوہر کی شکر گزاری نہیں کرتی حالانکہ وہ اس کے بغیر رہ بھی نہیں سکتی۔

ایسے میں ایک مسلمان عورت کے دل میں آخرت کے تئیں شدید فکر لاحق ہونی چاہئے اور جہنم کا ایندھن بننے سے کیسے بچا جائے اس کا سامان کرنا چاہئے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (الاحزاب : 35)

ترجمہ: بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں مومن مرد اور مومنہ عورتیں اطاعت کرنے والے مرد اور اطاعت کرنے والی عورتیں سچے مرد اور سچی عورتیں صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں روزے رکھنے والے مرد اور

روزے رکھنے والی عورتیں اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں ان سب کے لئے اللہ تعالی نے وسیع مغفرت اور بہت زیادہ ثواب تیار کررکھا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے مثالی عورت کی دس خوبیوں کا ذکر کیا، میں نے ان دس خوبیوں پہ مشتمل دلائل اور تفصیل کے ساتھ "مثالی عورت" کے عنوان سے مضمون لکھا ہے جو میرے بلاگ پر جاکر پڑھا جاسکتا ہے۔ یہاں اختصار کے ساتھ عرض کرتا چلوں کہ جو عورت نام کی نہیں بلکہ ایمان و عمل کے ساتھ مسلمہ ہو یعنی ارکان اسلام وارکان ایمان پر قائم ودائم ہو، عبادت گزار اور فرمانبردار ہو، سچ بولنے والی ہو، صبر کا دامن تھامنے والی ہو، اللہ سے ڈرنے والی ہو، روزہ رکھنے والی ہو، صدقہ وخیرات کرنے والی ہو، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والی اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والی ہو تو ایسی عورت کو اللہ تعالی معاف فرمادیتا ہے اور اس کے لئے بڑے اجر وثواب کا وعدہ بھی ہے۔ اس آیت کریمہ کی تصویر بن جائیں اللہ کے فضل سے ہماری ماں بہنوں کی بخشش ہوجائے گی اور جہنم میں جانے سے بچ جائیں گی۔

ساتھ ساتھ مزید تین باتیں شکر، صبر اور خیال راحت برائے شوہر کی تاکید کرتا ہوں جن کے فقدان سے عائلی نظام میں فساد پیدا ہوتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ اپنے شوہر کی عیب جوئی، ناشکری، ناقدری، کفران نعمت، شکوے شکایات سے بچیں اور ان کا ہر حال میں شکریہ بجالائیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ لَا يَشْكُرِ النَّاسَ لَا يَشْكُرِ اللہَ۔(صحيح سنن الترمذي:1952) ترجمہ: جولوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔

دوسری بات صبر جس کا ذکر آیت کریمہ میں آچکا ہے یہاں اس کے ذکر کا مقصد اس طرف خصوصی توجہ دلانا ہے کیونکہ جہنمی عورت کی کثرت کے اسباب میں بے صبری کا بھی ذکر ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ کئی دفعہ عورتیں حق پر ہوتی ہیں اس کے باوجود شوہر ظلم کرتا ہے، آپ شوہر کے ظلم کے سامنے صبر کا پہاڑ بن جائیں، ان کا ظلم خود بخود چھوٹا پڑ جائے گا اور یقین جانیئے شوہر کے ظلم پر صبر کا بدلہ جنت ہے۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ألا أخبرُكم بنسائِكم في الجنَّةِ ؟ ! كلُّ ودودٍ ولودٍ ، إذا غضبَتْ أو أُسيءَ إليها [أو غضب زوجُها] ؛ قالت : هذه يدي في يدك ؛ لا أَكتحلُ بغَمْضٍ حتى تَرْضى(السلسلة الصحيحة:3380)

ترجمہ: میں تمہیں جنتی عورتوں کے بارہ میں نہ بتاؤں؟ ہر محبت کرنے اور زیادہ بچے جننے والی عورت جنت میں ہے، جب وہ ناراض ہو جائے، یا پھر اس کے ساتھ برا سلوک کیا جائے، یا خاوند ناراض ہو جائے تو عورت بیوی سے کہے: میرا ہاتھ تیرے ہاتھ میں ہے، میں اس وقت تک نیند نہیں کرونگی جب تک تو راضی نہیں ہوتا۔

تیسری بات یہ ہے کہ دنیا کی سب سے بہترین چیز نیک عورت ہے، آپ اپنے اندر اس پہچان کو باقی رکھیں اور شوہر کو کبھی شکایت کا موقع نہ دیں۔ اس کا طریقہ یہ ہو کہ آپ اپنے شوہر کے عیش و آرام کا خیال کریں، ان کی پسند کو اپنی پسند بنائیں، ہمیشہ ان کی خواہش کا احترام کریں، ہر کام میں شوہر کی رضامندی تلاش کر کے ان کی خوشی کے ساتھ کام کریں، آپ کے دامن میں قدرت نے محبت کے ہزاروں پھول کھلائے ہیں ان کی خوشبو سے اپنے شوہر کو معطر رکھیں۔ ان سے والہانہ عقیدت و محبت، بے لوث خلوص و وفا، پر خلوص ایثار و قربانی، مشفقانہ خدمت شعاری اور منکسرانہ سلوک و رواداری کا اظہار کریں۔ آپ کی محبت کے بعد شوہر دنیا کا ہر غم بھول جائے گا اور بدلے میں وہ بھی ایسی محبت دے گا جس کے سایہ تلے آپ کے قلب و جگر کو زندگی کی حقیقت لذت و راحت میسر ہو گی، اسی راحت کی خاطر تو اللہ عزوجل نے نکاح کا دستور جاری کیا ہے۔ فرمان باری تعالی ہے:

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا(الاعراف : 189)

وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے تم کو ایک تن واحد سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اس اپنے جوڑے سے سکون حاصل کرے۔

مردوں کے لئے کرنے کا کام:

اوپر جو بیان کیا گیا وہ تصویر ایک رخ تھا کہ اکثر بیویاں اپنے شوہروں کی نافرمان ہوتی ہیں اور تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ بسا اوقات شوہر کی غلطی بیویوں کو مجرم بناتی ہیں۔ بات بات میں کوسنا، گالی گلوج کے علاوہ جسمانی تکلیف دینا، ناروا سلوک کے ساتھ ہمہ وقت طلاق کی دھمکی دینا، بچوں اور دوسروں کے سامنے رسوا کرنا، کبھی کھانے میں عیب جوئی تو کبھی دوسرے کام میں، غلطی پر شدت پسند رویہ اپنانا، اصلاح کے لئے ذلت آمیز سلوک کرنا، یہ ساری کیفیات عورتوں کو نافرمانی، ناشکری، ناقدری، بے صبری، احسان فراموشی، خود غرضی، سختی اور عداوت و دشمنی پر ابھارتی ہیں پھر میاں بیوی دونوں کی زندگی میں بے چینی کا طوفان اٹھ کھڑا ہوتا ہے آخر کار زندگی کی لذت ختم، اس کا سکون غارت اور عائلی

نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے بلکہ اس سے پورے معاشرے میں فساد پھیلتا ہے۔ لہذا شوہروں کی بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنی شریک حیات سے بیحد پیار کریں، ان کی دلی خواہش کی قدر کریں، ان کے ناز و نخرے برداشت کریں، ان کے کاموں پر مدد اور حوصلہ افزائی کریں، ان کی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل اور ان کے حقوق کی رعایت کریں، خواہش کی تکمیل کے لئے بیوی کو چھوڑ کر حرام کاری کا راستہ نہ اپنائیں، آپ بیوی کے معاملہ میں کوتاہی، ظلم، ناانصافی، حق تلفی، بے رحمی، تشدد، لاتعلقی، فرقت اور زد و کوب سے بچیں، نبی ﷺ نے مردوں کو مخاطب ہو کر فرمایا ہے: فاتقوا اللهَ في النِّساءِ(مسلم :1218)

ترجمہ: اے لوگو! تم عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔

ایک دوسری حدیث میں ہے :خيرُكُم خيرُكم لِأهْلِهِ ، وَأَنَا خيرُكم لِأَهْلِي(صحيح الجامع:3314)

ترجمہ: اے لوگو! تم میں سب سے بہترین آدمی وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے لئے بہترین ہو اور میں تم میں اپنے عیال کے لئے سب سے بہترین ہوں۔

اللہ سے دعا گو ہوں کہ مسلم خاتون کو شوہروں کی ناشکری سے بچائے، انہیں جہنم میں لے جانے والے اسباب سے بچائے اور شوہروں کو بھی بیوی کے ساتھ عدل و انصاف برتنے کی توفیق دے

BACK

خواتین میں پائے جانے والے شرکیہ اعمال

مسلمانوں کے ایک طبقہ نے مسلمانوں کے اندر شرک کے وجود کا انکار کیا ہے اس لئے میں پہلے اس بات کی گواہی پیش کر دیتا ہوں کہ مسلمانوں کے اندر بھی شرک پایا جاتا ہے تاکہ عنوان کی وضاحت ہو سکے۔

قرآن کی بہت سی آیات اور بہت ساری احادیث اس بات پہ دلالت کرتی ہیں کہ امت محمدیہ بھی شرک کرے گی۔

مثال کے طور پہ ایک آیت اور ایک حدیث دیکھتے ہیں:

(1)قرآن: وَما يُؤمِنُ أَكثَرُهُم بِاللَّهِ إِلّا وَهُم مُشرِكونَ ۔ (سورة يوسف:106)

ترجمہ: اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان لانے کے باوجود بھی شرک ہی کرتے ہیں۔

(2)حدیث:لولا تقومُ الساعةُ حتى تَلحقَ قبائلُ من أُمتي بالمشركينَ ، وحتى تعبدَ قبائلُ من أمتي الأوثانِ ۔(صحیح ابوداؤد:4252)

ترجمہ: قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک میری اُمّت کے قبائل مشرکین سے نہ مل جائیں اور یہاں تک کہ میری اُمت کے قبائل بتوں کی عبادت نہ کریں۔

ان دونوں نصوص سے ظاہر ہے کہ اس امت میں بھی شرک کا وجود رہے گا۔اس لئے نبی ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو چھوٹے بڑے تمام قسم کے شرک سے محفوظ رہنے کے لئے سکھائی ہے۔

"اللهم إني أعوذ بك أن أشرك بك و أنا أعلم ، و استغفرك لما لا أعلم"۔

☆اس حدیث کو علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔(صحیح الادب المفرد:551)

جب ہم مسلم سماج کا جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ جہاں مردوں میں شرکیہ اعمال پائے جاتے ہیں وہیں خواتین کے اندر بھی شرک کا وجود ملتا ہے بلکہ بعض ناحیہ سے تو عورت میں مرد سے زیادہ شرکیہ اقوال وافعال پائے جاتے ہیں۔اس بات کی تصدیق کرنی ہو تو کسی مزار پہ چلے جائیں۔شرک کا یہ منظر مسلمانوں کے مخصوص طبقہ بریلویوں میں پایا جاتا ہے۔

مرد کی طرح عورت بھی سماج کا ایک حصہ ہے، اگر سماج میں مرد شرک کا ارتکاب کرے گا تو اس کا اثر عورت سمیت سماج کے تمام طبقے پہ پڑے گا یہی وجہ ہے کہ سماج کو شرکیہ افعال نے کھوکھلا کردیا ہے۔

عورتوں میں شرک کا وجود:

عورتیں کمزوردل اور کمزور عقل ہونے کے باعث ان میں ضعیف الاعتقادی بہت پائی جاتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ عورت کی بات بات سے شرک کی بو آتی رہتی ہے۔بچپن سے لیکر بڑھاپے تک زندگی کے تمام مرحلے میں اعتقاد کا ضعف بہت کم ہی خاتون سے زائل ہوپاتا ہے۔گھر میں اکیلی ہو تو جن بھوت سے ڈر کر چلانا،کسی کو بیمار دیکھے تو برا فال لینا،کسی کا بچہ مرجائے تو نحوست لینا،کوئی اکسڈنٹ سے یا جل کر یا لٹکر کر فوت ہوجائے تو اس کی روح بھٹکتی ہوئی تصور کرنا اور اس روح سے ڈرنا،عشق ومحبت،مرض ووبا،خوف وتردد،رنج والم،یاس وقنوط تمام حالات میں امام ضامن باندھنا عورتوں میں عام ہے۔

مسلم خاتون کو رب پہ توکل کرنا چاہئے اور کسی چیز سے بدفالی نہیں لینا چاہئے اور نہ ہی اللہ سے زیادہ کسی سے ڈرنا چاہئے اور نہ ہی اپنی زبان سے کوئی شرکیہ کلام نکالنا چاہئے۔

خواتین میں شرک کی تمام اقسام پائی جاتی ہیں۔

(1)شرک اکبر: یہ سب سے بڑا شرک ہے،اس کے ارتکاب سے آدمی دین اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔خواتین میں بھی یہ شرک پایا جاتا ہے۔جب بچہ نہ ہو،بیماری کی حالت ہو،گھریلو پریشانی ہو وغیرہ وغیرہ حالات میں خاتون رب کو چھوڑ کر مردوں سے مدد مانگتی ہیں اور ان سے حاجت روائی کرتی ہیں جو کہ شرک اکبر ہے۔اگر اسی عمل پہ عورت کا خاتمہ ہوجائے تو ہمیشہ جہنم میں رہے گی۔اللہ کا فرمان ہے:

إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ(المائدة : 72)

ترجمہ: جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے،اللہ تعالی نے اس پر جنت حرام کردی،اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

(2)شرک اصغر: چونکہ عورت جھوٹ بہت بولتی ہے اور اپنی جھوٹی بات پہ قسم پہ قسم کھاتی ہے۔عورتوں کا بات بات

یہ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک اصغر کے قبیل سے ہے۔اس قسم سے وہ اسلام سے خارج نہیں ہوتی مگر توحید میں نقص پیدا ہوتا ہے۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

مَن حلفَ بغيرِ اللَّهِ فقد كفرَ أو أشرَكَ۔(صحيح الترمذی : 1535)

ترجمہ: جس نے بھی غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے یا تو شرک کیا یا کفر کیا۔

(3)شرک خفی: حدیث میں ریاکاری کو شرک خفی بتلایا گیا ہے۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

ألَا أُخبرُكم بما هو أخوفُ عليكم عندي من المسيحِ الدجالِ قال قلنا بلى فقال الشركُ الخفيُّ أن يقومَ الرجلُ يُصلي فيُزيِّنُ صلاتَه لما يرى من نظرِ رجلٍ(صحيح ابن ماجة : 3408)

ترجمہ: کیا میں تمہیں اس چیز کی خبر نہ دوں جو میرے نزدیک مسیح دجال سے بھی زیادہ تمہارے اوپر خوف کھانے والی بات ہے۔صحابہ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ضرور بتلایئے۔آپ نے فرمایا: وہ شرک خفی ہے۔ایک آدمی نماز کو مزین کرکے اس لئے پڑھتا ہے تاکہ لوگ اس کی طرف دیکھیں۔

عورتوں کے اعمال میں بھی دکھاوا ہے،وہ خود کو اچھا بنانے کے لئے ریاکاری سے کام لیتی ہے۔ایسی خاتون کو اپنے عملوں میں اخلاص پیدا کرنا چاہئے اور بندوں کی تعریف حاصل کرنے یا ان کی نظر میں اچھا بننے کے لئے نمائش سے بچنا چاہئے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ تمام مسلمان مردوخاتون کو ہر قسم کے شرک بچا اور توحید کے راستے پہ چلا۔آمین

BACK

دوسری شادی کے احکام ومسائل

شادی انبیائے کرام کی سنت ہے،اللہ کافرمان ہے:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلاَّ بِإِذْنِ اللَّهِ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ(الرعد: 38)

ترجمہ: ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ہم نے ان سب کو بیوی بچوں والا بنایا تھا، کسی رسول سے نہیں ہوسکتا کہ کوئی نشانی بغیر اللہ کی اجازت کے لے آئے، ہر مقررہ وعدہ کی ایک لکھت ہے۔

جو مسلمان نبی کی اس سنت سے اعراض کرے وہ مسلمان نہیں ہے۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

النِّكاحُ من سنَّتي ، فمن لم يعمَل بسنَّتي فليسَ منِّي ، وتزوَّجوا ، فإنِّي مُكاثرٌ بِكُمُ الأممَ ، ومن كانَ ذا طَولٍ فلينكَح ، ومن لم يجِد فعلَيهِ بالصِّيامِ ، فإنَّ الصَّومَ لَهُ وجاءٌ(صحیح ابن ماجہ:1508)

ترجمہ: نکاح میرا طریقہ ہے اور جو شخص میرے طریقے پر عمل نہیں کرتا،اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔شادیاں کیا کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت کی بناپر دوسری امتوں پر فخر کروں گا،جو(مالی طور پر)استطاعت رکھتا ہو وہ(ضرور)نکاح کرے اور جسے (رشتہ) نہ ملے،وہ روزے رکھا کرے کیونکہ روزہ خواہش کو کچل دیتا ہے۔

جس نے طاقت رکھتے ہوئے شادی کرلی اس نے سنت پر عمل کیا،جو طاقت رکھنے کے باوجود شادی نہیں کرتا وہ تارک سنت ہے،اس میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو شادی کی عمر کو پہنچ گئے اور گناہ میں واقع ہونے کا خطرہ ہے مگر بعض دنیاوی مقاصد کی برآوری کے لئے شادی میں ٹال مٹول کرتے ہیں۔مخلوط تعلیم حاصل کرنے والے یا اختلاط کی جگہوں پہ رہنے سہنے والے اس قسم کے بہت سے لوگ ناجائز طریقے سے شہوت رانیاں کرتے ہیں۔اس مرحلے میں سرپرست کی ذمہ داری ہے کہ وقت پہ اپنے ماتحت کی شادی کرادے تاکہ شرمگاہ کی حفاظت ہوسکے جوکہ نکاح کے ایک اہم مقاصد میں سے ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

يامعشرَ الشبابِ ! من استطاع منكم الباءةَ فليتزوجْ . فإنه أغضُّ للبصرِ ، وأحصنُ للفرجِ . ومن لم يستطعْ فعليه بالصومِ . فإنه له وجاءٌ(صحيح مسلم:1400)

ترجمہ:اے جوانوں کے گروہ! تم میں سے جو کوئی شادی کی استطاعت رکھتا ہو وہ شادی کرلے، یہ نگاہ کو زیادہ جھکانے والی اور شرمگاہ کی زیادہ حفاظت کرنے والی ہے اور جو استطاعت نہیں رکھتا تو وہ روزے کو لازم کرلے ، یہ خواہش کو قابو میں کرنے کا ذریعہ ہے۔

اگر مرد نے ایک خاتون سے شادی کرلی تو اس نے سنت پر عمل کرلیا، رہا مسئلہ دوسری شادی کا تو یہ بھی مردوں کے لئے مباح ہے۔ قرآن میں اللہ نے پہلے دوشادی کا ہی ذکر کیا ہے پھر تین، پھر چار، ان میں انصاف نہ کرسکنے کی صورت میں ایک کو اختیار کرنے کا حکم ملا۔

فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً(النساء:3)

ترجمہ:اور عورتوں میں سے جو بھی تمہیں اچھی لگیں تم ان سے نکاح کرلو، دو دو، تین تین، چار چار سے، لیکن اگر تمہیں برابری نہ کرسکنے کا خوف ہو تو ایک ہی کافی ہے۔

یہاں دوسری شادی سے متعلق چند احکام بیان کئے جاتے ہیں۔

دوسری شادی کا حکم:

پہلے یہ سمجھ لیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ کثرت سے شادی کیا کرتے تھے، اسلام نے شادی کی حد متعین کی کہ اگر کوئی شادی کرنا چاہے تو چار تک اس کی حد متعین ہے۔ ایک سے زائد شادیاں بیویوں کے درمیان حقوق کی رعایت اور عدل وانصاف سے مشروط ہے ورنہ ایک ہی شادی پر اکتفا کرے۔ دوسری شادی کرنا سماج میں بہت ہی معیوب سمجھا جاتا ہے، آج ماڈرن ماحول میں عشق وعاشقی کرنے والے، باہر منہ مارنے والے اور ناجائز طریقے سے ہوس کی پیاس بجھانے کو بھی اتنا معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ اسلام نے دوسری شادی کو جائز ٹھہرایا ہے اس کو معیوب سمجھنے والے یا اس حکم ربانی کو غلط تصور کرنے والے کی عقل میں بلاشبہ فتور ہے۔

دوسری شادی کی شرط:

دوسری شادی اتنا آسان بھی نہیں ہے جتنا کہ لوگ سمجھتے ہیں اس کے لئے مندرجہ ذیل چند شرطیں ہیں۔

پہلی شرط: دونوں بیویوں میں عدل قائم کرسکے۔اس کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے: فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً(النساء:3)یعنی اگر تمہیں عدل نہ کر سکنے کا خوف ہو تو ایک ہی کافی ہے۔

دوسری شرط: دونوں بیوی کو کھلانے کی طاقت ہو،اللہ کا فرمان ہے: وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (النور:33)

ترجمہ: اوران لوگوں کو پاکدامن رہنا چاہیے جو اپنا نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتے حتی کہ اللہ تعالی انہیں اپنے فضل سے مالدار کردے۔

تیسری شرط: مرد میں ایک سے زائد عورت کے لئے قوت مردانگی موجود ہو۔نبی ﷺ کا فرمان ہے: من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج(صحیح مسلم)یعنی تم میں سے جو شادی کرنے کی استطاعت رکھتا ہو وہی شادی کرے ۔

یہ شروط پائی جائیں پھر کوئی مرد کسی دوسری عورت سے شادی کر سکتا ہے وگرنہ نہیں ۔

دوسری شادی کے بعض حقوق وآداب

بیویوں کے حقوق میں سے ہے کہ دونوں کے درمیان رات بسر کرنے کے لئے باری متعین کرے،اسی طرح سفر پہ جانے کے لئے بیوی کے نام سے قرعہ ڈالے جس کا نام آئے اسے سفر پہ لے جائے،دونوں بیویوں کے لئے یکساں کھانے،رہائش اور کپڑے کا بندوبست کرے۔ اسی طرح دونوں بیویوں کو الگ الگ کمرے میں رکھے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک عورت کا ستر دوسری عورت کے لئے دیکھنا جائز نہیں ہے،ایک جگہ ہونے سے ایک دوسرے کے سامنے برہنہ ہوگی۔لہذا اس صورت سے اجتناب کرے۔مرد کے لئے جائز ہے کہ ایک ہی رات میں ایک سے زائد بیوی سے جماع کرے،یہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كان النبيُّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم يَدورُ على نسائِه في الساعة الواحدةِ ، منَ الليلِ والنهارِ ، وهنَّ إحدى عشْرَةَ . قال : قلتُ لأنسٍ : أوَ كان يُطيقُه ؟ قال : كنا نتحدَّثُ أنه أُعطِيَ قوةَ ثلاثينَ .(صحيح البخاري:268)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن اور رات کے ایک ہی وقت میں اپنی تمام ازواج مطہرات کے پاس گئے اور یہ گیارہ تھیں۔(نو منکوحہ اور دو لونڈیاں) راوی نے کہا، میں نے انس سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طاقت رکھتے تھے۔ تو انہوں نے کہا ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس مردوں کے برابر طاقت دی گئی ہے ۔

گویا ایک رات میں کئی بیوی سے جماع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن ایک کمرے میں ایک دوسری بیوی کے سامنے جماع کرنا حیاو مروت کے خلاف ہے ساتھ ہی کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ دوسری عورت کی شرمگاہ دیکھے ۔

ایک بیوی کو دوسری بیوی کے سامنے نہ ڈانٹ ڈپٹ کرے نہ مارے اور نہ ہی ان میں یا ان کے اولاد کے مابین کسی قسم کی تفریق کرے، دونوں بیویوں میں الفت ومحبت کی فضا قائم رکھنے کے لئے تنازعات پیدا ہونے کے اسباب وعوامل سے اجتناب کرے، اگر آپس میں اختلاف کی صورت پیدا ہو جائے تو سختی کی بجائے نرمی سے حل کرنے کی کوشش کرے اور اس میں کسی ایک کی طرفداری نہ کرے۔

تعدد ازدواج اور خواتین کا نظریہ: اسلام سراپا دین رحمت ہے، وہ کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کرتا۔ عورت کو فطرتاً ایسا لگتا ہے کہ دوسری شادی ہمارے اوپر ظلم وزیادتی ہے۔ یہی وجہ ہے عورت اپنے شوہروں کے لئے دوسری بیوی پسند نہیں کرتی۔ میں مسلمان بہنوں سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ اپنے نفس کو شرع کے تابع بنائیں اور اپنی منفعت کی بجائے اجتماعی منفعت پر نظر دوڑائیں، نیز شادی کا مقصد اور تعدد ازدواج کی حکمتوں پر غور کریں تو اللہ کے اس فیصلے پر آپ کا دل ضرور مطمئن ہوگا۔

تعدد ازدواج کی حکمت: پہلے دھیان میں یہ رہے کہ شادی کی حکمت مسلمانوں کی تعداد بڑھانا جس پر نبی ﷺ بروز قیامت فخر کریں گے، اسی طرح شرمگاہ کی حفاظت بھی شادی کے مقصد میں سے ہے۔

☆ایک سے زائد شادی حکم الہی ہے اور اللہ کا کوئی حکم کسی مصلحت کے بغیر نہیں خواہ ہماری محدود عقل اس کا ادراک کرے یا نہ کرے۔

☆قدرتی طور پر دنیا میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہے اور باہر مردوں کے کام کاج، مسائل، جھگڑا لڑائی، قتل وفساد کے سبب مرد ہی کا زیادہ نقصان ہوتا ہے، اگر ہر آدمی ایک شادی پر اکتفا کرے تو بقیہ عورتوں کی شادی کا مسئلہ پیچیدہ ہو جائے گا۔ آج جہیز کی لعنت کا ایک سبب لڑکیوں کی کثرت ہے، اگر لڑکیاں کم ہوتیں تو لڑکے پیسہ دے دے کر شادی کرتے۔ لڑکیوں کی کثرت کوئی مسئلہ نہیں ہے بشرطیکہ لوگ متعدد شادیاں کرے، آج لوگوں نے شادی چھوڑ کر زنا کا راستہ تلاش کیا تو اللہ نے ان میں ایڈز کی بیماری پھیلادی۔

☆خواتین پہ بعض مخصوص مراحل آتے ہیں اس وقت مرد اپنی بیوی سے دور رہتا ہے اس صورت میں کثرت جماع والا شخص یا تو دوسری شادی کرے گا یا زنا کا راستہ اختیار کرے گا یا پھر بیوی ہی سے ناجائز طریقے سے فائدہ اٹھائے گا، ان تمام صورتوں میں دوسری شادی جائز واولی ہے۔

☆ بعض مردوں میں قدرتی طور پر شہوت زیادہ ہوتی ہے ایسے حضرات کے لئے بھی جائز راستہ دوسری شادی ہی ہے ورنہ غلط راستہ اختیار کرے گا۔

☆بعض لوگوں کو ایک بیوی سے اولاد نہیں ہوتی رہتی ہے، مایوسی میں زندگی گزار رہا ہوتا ہے مگر دوسری شادی سے بہت سارے لوگ صاحب اولاد ہو جاتے ہیں۔

☆بیوہ یا مطلقہ یا عمر رسیدہ عورت (کسی بیماری کے سبب یا عیب کے سبب یا رشتہ طے کرتے کرتے کافی وقت گزر گیا اور آج ایسا بہت دیکھنے کو ملتا ہے خصوصا جو لڑکی کالی یا معذور یا غریب ہو) سے شادی کرنا لوگ معیوب سمجھتے ہیں، اگر ان سے کوئی شادی کرلے تو ایسے مرد کو حقارت بھری نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ ایسی عورتوں سے شادی کرنا جہاں ان کے ساتھ احسان وسلوک ہوتا ہے وہیں شادی کے مقاصد بھی پورے ہوتے ہیں۔

☆ تعدد ازدواج سے پر فتن دور میں شرمگاہوں کی حفاظت پر قوی مدد ملتی ہے۔

دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی سے اجازت:

دوسری شادی کے متعلق لوگوں میں ایک غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ مرد پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر شادی نہیں کرسکتا۔ یہ غلط فہمی ہی ہے اسلام میں اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ دوسری شادی کے معاملے میں مرد خود مختار ہے اسے پہلی بیوی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ دوسری شادی کی ضرورت مرد کو ہے نہ کہ عورت (شوہر ہوتے

ہوئے)کو اس لئے عورت سے پوچھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نیز قرآن وحدیث میں پہلی بیوی سے اجازت طلبی کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

ہاں اگر کوئی شخص بطور احسان پہلی بیوی سے پوچھ لیتا ہے یا اس کو دوسری شادی کی اطلاع دیتا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

دوسری شادی پہ پہلی بیوی کا مطالبہ طلاق: بعض عورتیں دوسری شادی پہ اس قدر آگ بگولہ ہو جاتی ہیں کہ شوہر سے دوسری بیوی کی طلاق کا جبراً مطالبہ کرتی ہیں اور مرنے یا مارنے کی مختلف دھمکیاں دیتی ہیں۔ کسی بھی عورت کا ایسا مطالبہ کرنا جائز نہیں بلکہ اللہ اور اس رسول کے حکم کی نافرمانی ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

لا يحِلُّ لامرأةٍ تسألُ طلاقَ أختِها؛ لِتَستفرِغَ صَحفتَها، فإنَّما لها ما قُدِّرَ لها(صحيح البخاري:5152)

ترجمہ: کسی بھی عورت کے لیے حلال نہیں کہ اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ کرے تاکہ اس کے برتن کو فارغ کرکے خود نکاح کرلے، بلکہ اس کے مقدر میں جو کچھ ہے وہ اسے ملے گا۔

لہذا عورتوں کو صبر سے کام لینا چاہئے اور اپنے نفس کو شریعت کا پابند بنانا چاہئے۔ آپ یہ سوچیں کہ اگر آپ بیوہ یا مطلقہ ہوتیں اور آپ سے کوئی مرد شادی کرتا تو خوش ہوتیں یا غمگیں ؟ یہ شیطان ہے جو لوگوں کے دلوں سے الفت کو دور کرتا ہے اور اختلاف کا وسوسہ ڈالتا رہتا ہے تو ہمیں سوکنوں سے نہیں شیطان سے مقابلہ کرنا ہے۔

پہلی بیوی سے دوسری شادی چھپانا: بعض لوگ دوسری شادی کرکے پہلی بیوی سے اس لئے چھپاتے ہیں تاکہ کوئی تنازع نہ کھڑا ہو اور کسی ناگہانی ضرر سے بچا جاسکے۔ علماء نے اس قسم کی مصلحت کے تئیں دوسری شادی کو پہلی بیوی سے چھپانا جائز قرار دیا ہے۔ میں اس میں کچھ اضافہ یہ کرنا چاہتا ہوں کہ اولا پہلی بیوی کو دوسری شادی کے متعلق کنونس کرنے کی کوشش کرے تاکہ دوسری شادی کی اچانک خبر سن کر دو خاندان اور اولاد کے درمیان فتنے کا سبب نہ بن جائے۔ اگر واقعی آپ دوسری شادی کی ضرورت محسوس کرتے اس شرط کے ساتھ کہ دونوں میں عدل کرسکیں گے اور پہلی بیوی، دوسری شادی کے مخالف ہے، کسی طور سے آپ کے نظرئے سے اتفاق نہیں کرنا چاہتی پھر بھی آپ

شادی کر سکتے ہیں خواہ اس کو مطلع کریں یا نہ کریں۔اس صورت میں دوسری شادی کو چھپانا اتنا بڑا معاملہ نہیں ہے جتنا بڑا معاملہ دوسری شادی کے حکم کو حقیر و ظلم سمجھنا ہے۔

دوسری شادی بطور نکاح مسیار: مسیار موجودہ زمانے کا ایک طریقہ نکاح ہے، عرب علماء نے اس کے جواز کا فتوی دیا ہے کیونکہ اس میں شادی کے ارکان و شرائط پائے جاتے ہیں۔اس کی شکل یہ ہے کہ بیوی رضامندی کے ساتھ اپنے بعض حقوق معاف کر دیتی ہیں مثلا نفقہ اور اپنے پاس مستقل رات گزارنا۔مرد ہمیشہ اس بیوی کے پاس رات گزارنے سے آزاد ہو جاتا ہے،اسی طرح اس کا خرچ بھی برداشت نہیں کرنا پڑتا۔وقتا فوقتا اس بیوی کے پاس آتا رہتا ہے اس سے خصوصا عمر رسیدہ،بیوہ اور مطلقہ خواتین کی عفت و عصمت کی حفاظت ہوتی ہے۔جب زواج مسیار جائز ہے تو دوسری شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔یاد رہے کہ حلالہ مروجہ یا متعہ کی طرح مدت متعین کرلی جائے تو نکاح نہیں زنا شمار ہوگا۔

دوسری شادی پر اعتراض اور اس کا جواب

عام طور سے ایک سے زائد شادی پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ دو تین سوکنوں میں تنازع پیدا ہو جاتا ہے۔واقعی یہ امر برصغیر میں دیکھنے کو ملتا ہے۔اس میں قصور کس کا ہے ؟سعودی عرب میں بھی ایک سے زائد شادیاں ہوتی ہیں مگر ہندوپاک جیسا ماحول نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے ؟اولا یہ جان لیں کہ تنازع انسانی زندگی کا حصہ ہے،جہاں دو لوگ رہتے ہیں وہاں نظریات میں اختلاف ہونا لازمی امر ہے،اکثر اسی نظریاتی اختلاف کے سبب تنازع پیدا ہوتا ہے۔تنازع کے لئے دوسری شادی ہی سبب نہیں ہے،ایک بیوی اور شوہر میں بھی تنازع ہوتا ہے۔کثرت طلاق اس کی واضح دلیل ہے۔ہاں ایک سے زائد بیویوں میں اختلاف کی کثرت ہو جاتی ہے،اسے مرد حسن تعامل اور حسن تدبیر سے رفع کر سکتا ہے۔نبی ﷺ کی زندگی ہمارے لئے انمول نمونہ ہے جن کے پاس گیارہ بیویاں تھیں۔ان بیویوں کے درمیان بھی معمولی اختلاف دیکھنے کو ملتا ہے،اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اختلاف یا تنازع کی وجہ سے دوسری شادی نہیں کی جاسکتی یا اللہ کے اس حکم کا انکار کیا جائے۔

ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے جو عام طور سے غیر مسلم کرتے ہیں،کچھ جدید ذہن کے مسلمان بھی اس میں شامل ہیں کہ جب مرد ایک سے زائد شادیاں کر سکتا ہے تو عورت کیوں نہیں ؟ عورت بھی دوسری شادی کر سکتی ہے مگر ایک

ساتھ نہیں یعنی ایک شوہر کے موجود ہوتے ہوئے نہیں۔ اگر شوہر کی وفات ہو جائے تو عورت دوسری شادی کر سکتی ہے، شوہر اگر طلاق دیدے تو دوسری شادی کر سکتی ہے، اسی طرح شوہر لاپتہ ہو جائے تو بھی دوسری شادی کر سکتی ہے مگر ایک ساتھ متعدد شوہر نہیں رکھ سکتی ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے صرف مردوں کو ایک ساتھ متعدد بیویاں رکھنے کی اجازت دی ہے، یہ حق عورتوں کو نہیں ملا ہے۔ اس کی حکمت میں غیرت کا بڑا دخل ہے کہ کوئی مرد اپنی بیوی میں شراکت نہیں پسند کر سکتا۔ عورت کی کمزوری، بیماری (حیض ونفاس وغیرہ)، مردوں کے بالمقابل جنسی خواہش کی کمی، ایک سے زائد شوہروں کی عدم استطاعت (بحیثیت خدمت شوہراں، بحیثیت تربیت اولاد، بحیثیت امور خانہ داری وغیرہ) بھی عورت کے لئے بیک وقت متعدد شوہر رکھنے میں مانع ہیں۔ ایک عورت کے پاس بیک وقت کئی شوہر ہوں تو اسے جنسی بیماری کا بھی امکان ہے۔ ایک مشکل نطفے میں اختلاط کی بھی۔ گھریلو فساد تو اپنی جگہ، کون اور کیسے طے کرے گا کہ عورت کب، کس شوہر کے پاس رہے، کیسے اولاد کی تربیت کرے، کیسے گھریلو کام کاج سنبھالے اور کس طرح مختلف شوہروں کی متعدد ذمہ داریاں نبھائے۔ یہ ایسے مقدمات ہیں جن کے حل کی کوئی صورت نہیں ہے اس سبب اسلام نے ایک عورت کو بیک وقت کئی شوہر رکھنے کی اجازت نہیں دی ہے۔

BACK

تیسری طلاق کے احکام

اسلام میں طلاق کا نظام بلاشبہ موجود ہے جو سدا سے غیر مسلموں کی نظر میں کھٹکتا رہا ہے، جدید ذہن کے کچھ مسلمان بھی شک وشبہ میں مبتلا ہیں۔اللہ تعالی کا قانون، فطرت کے عین مطابق ہے اور اس میں سراسر انسان کی بھلائی ہے، اس پر ہمارا ایمان ہونا چاہیئے۔ قانون طلاق بھی فطرت انسانی کے عین مطابق ہے خواہ اس کی حکمت سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ طلاق کا غلط استعمال کریں۔ بات بات پہ بیوی کو طلاق کی دھمکی دینا، معمولی معمولی بات پہ طلاق دینا، مختلف کاموں کو طلاق سے مربوط کردینا۔ ہمیں عورتوں کے بارے میں اللہ کا خوف کھانا چاہیئے اور اپنے اہل وعیال کے لئے بہترین کردار ادا کرنا چاہیئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خيرُكم خيرُكم لأهلِه وأنا خيرُكم لأهلِي(صحيح ابن ماجه:1621)

ترجمہ: تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہتر ہو اور تم میں سے سب سے بہتر اپنے گھر والوں سے حسن سلوک کرنے والا میں خود ہوں۔

اس لئے مرد اور عورت دونوں آپس میں ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی کوشش کریں اور حتی الامکان طلاق کی نوبت آنے سے بچیں۔

اسلامی ضابطہ طلاق کے مطابق ایک آدمی کو تین طلاق کا اختیار ملا ہے جو ایک مجلس میں تینوں نہیں دے سکتا ہے، اگر غلطی سے کسی نے ایک مجلس میں تین طلاق دے بھی دیا تو ایک ہی واقع ہوگی کیونکہ جس طرح انسان کے اختیار میں چار طلاق نہیں ہے، اسی طرح اس کے اختیار میں ایک مجلس میں تین طلاق دینے کا اختیار بھی نہیں ہے۔

جس نے اپنی بیوی کو پہلے وقفہ وقفہ سے دو طلاق دے دی ہو اور اس نے اب تیسری طلاق بھی دیدی تو اس سے متعلق احکام نیچے ذکر کئے جاتے ہیں۔

تیسری طلاق کے بعد رجوع: تیسری طلاق کے بعد مرد کو رجوع کا حق نہیں ہوتا، رجوع صرف پہلی اور دوسری طلاق پہ ہوتا ہے۔اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:

ٱلطَّلَٰقُ مَرَّتَانِۖ فَإِمسَاكُۢ بِمَعرُوفٍ أَوۡ تَسرِيحُۢ بِإِحسَٰنٍ (بقرة:229)

ترجمہ: رجعی طلاق دو بار ہے پھر دو طلاقوں کے بعد یا تو دستور کے موافق اپنی بیوی کو رہنے دے یا اچھی طرح سے رخصت کردے۔

تیسری طلاق کی عدت: تیسری طلاق کے بعد عورت کی عدت تین حیض ہے (اگر حاملہ نہیں) جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ (بقرہ:228)

ترجمہ: اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو وہ تین حیض کی مدت اپنے آپ کو روکے رکھیں۔

یہ تین حیض خواہ تین مہینہ میں آئیں یا اس سے کم اور زیادہ مدت میں، اعتبار حیض کا ہوگا۔

حمل والی عورت کی عدت وضع حمل ہے، اللہ کا فرمان ہے:

وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق:4)

ترجمہ: اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کے وضع حمل ہے۔

جنہیں حیض نہ آتا ہو اس کی عدت تین ماہ ہے، اللہ کا فرمان ہے:

وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ ۚ (الطلاق:4)

ترجمہ: تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہوگئی ہوں، اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنہیں حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو۔

عدت گزارنے کی جگہ: تیسری طلاق کی عدت عورت اپنے میکے میں گزارے گی کیونکہ تیسری طلاق کے بعد عورت کو طلاق مغلظہ پڑ جاتی ہے جس کے بعد مرد نہ رجوع کر سکتا ہے اور نہ ہی (بغیر حلالہ شرعیہ کے) نکاح کر سکتا ہے۔ اس لئے اس عدت میں عورت نان ونفقہ اور سکنی کا مستحق نہیں (سوائے حاملہ کے کہ اس کے لئے رہائش اور نفقہ دونوں ہے)۔

حضرت فاطمہ بنت قیس سے منقول ہے کہتی ہیں کہ میں نے کہا:

يا رسولَ اللهِ ! زوجي طلقني ثلاثًا . وأخافُ أن يُقْتَحَم عليَّ . قال : فأمرها فتحولتْ .(صحيح مسلم:1482)

ترجمہ:اے اللہ کے رسول ! میرے خاوند نے مجھے تین طلاقیں دے دی ہیں (یعنی الگ الگ) مجھے خطرہ ہے کہ کوئی چور اچکا دیوار نہ پھلانگ آئے لہٰذا آپ نے مجھے اجازت دے دی اور میں خاوند کے گھر سے منتقل ہو گئی۔

نان ونفقہ کا حکم: تیسری طلاق کے بعد جیسے سکنی کا عورت مستحق نہیں اسی طرح نفقہ کا بھی مستحق نہیں،اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن النبيِّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ ، في المطلقةِ ثلاثًا . قال : " ليس لها سُكنى ولا نفقةٌ (صحيح مسلم:1480)

ترجمہ: حضرت فاطمہ بنت قیس سے منقول ہے کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مطلقہ ثلاثہ کے متعلق فرمایا ہے: اس کے لئے نہ تو سکنی (رہائش) ہے، نہ ہی نفقہ (خرچ)۔

حمل والی عورت کا نفقہ وضع حمل تک مرد کو برداشت کرنا ہوگا۔اللہ کا فرمان ہے:

وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ(الطلاق :6)

ترجمہ: اور اگر وہ حمل سے ہوں تو جب تک بچہ پیدا ہو لے انہیں خرچ دیتے رہا کرو۔

نفقہ میں عورت کی رہائش، ولادت کا خرچہ، کھانے پینے اور پہننے کا خرچہ، دودھ پلانے کی اجرت اور بچہ کے لئے دوا وغیرہ کا خرچہ وضع حمل تک مرد کے ذمہ ہے۔

عورت کا مال: طلاق کے بعد مرد عورت کے ذاتی مال میں سے یا جو مہر کی صورت میں یا ہدیہ کی شکل میں اسے دیا تھا اس میں سے کچھ بھی نہیں لے سکتا ہے،اللہ تعالی فرمان ہے:

الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا(البقرة:229]

ترجمہ: طلاق رجعی دو مرتبہ ہے،اس کے بعد یا تو نیک نیتی کے ساتھ بیوی کو روک رکھو، یا بھلائی کے ساتھ اسے چھوڑ دو ،اس صورت میں تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم نے جو کچھ انہیں دے رکھا ہے اس میں سے کچھ واپس لو۔

یہ تو اس مرد کا معاملہ ہے جس نے پہلے مہر کی ادائیگی کر دی ہو، آج کل مہر صرف طے کیا جاتا ہے ادا کرنے کی کوشش کم ہی لوگ کرتے ہیں جبکہ مہر عورت کا حق ہے اسے جلد از جلد ادا کر دینا چاہئے۔ طلاق کی نوبت آنے تک جس نے مہر ادا نہ کیا ہو وہ طے شدہ مہر کی رقم مکمل ادا کرے۔ اسی طرح جو مال عورت نے شوہر کو بطور قرض دیا تھا خواہ گھر بنانے میں، کچھ سامان وغیرہ خریدنے میں اسے بھی لوٹانا واجب ہے لیکن جو مال عورت نے یونہی خوش دلی سے دیا تھا اس کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے البتہ مرد اگر چاہے تو لوٹا سکتا ہے۔ اس وقت عورت بے سہارا ہونے کی وجہ سے مال کا زیادہ محتاج ہوتی ہے۔

میراث: پہلی یا دوسری طلاق کی عدت کے دوران اگر شوہر فوت ہو جائے تو عورت شوہر کے میراث کا مستحق ہو گی لیکن اگر تیسری طلاق (بائن) ہو جائے تو اس کی عدت یا بعد میں کبھی، مرد کے انتقال ہونے سے میراث کا مستحق نہیں ہو گی کیونکہ میاں بیوی کی قرابت ختم ہو چکی ہے جو میراث کا سبب بنتی ہے۔

اولاد کی پرورش کا حقدار: طلاق کے بعد اولاد کی پرورش کا مسئلہ پیش آتا ہے کہ اس کی پرورش کا زیادہ حقدار کون ہے ؟ اسلام میں عورت کو ہی بچے کی پرورش کا زیادہ حق ملا ہے لیکن عورت عدت گزار کر کسی اور مرد سے دوسری شادی کر لے تو اس صورت میں بچے کی پرورش کا حقدار بچوں کا باپ ہو گا۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أنَّ امرأةً قالَت يا رسولَ اللَّهِ إنَّ ابني هذا كانَ بطني لَه وعاءً وثَديي لَه سِقاءً وحجري لَه حِواءً وإنَّ أباهُ طلَّقني وأرادَ أن ينتزِعَه منِّي فقالَ لَها رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ أنتِ أحقُّ بِه ما لم تَنكِحي(صحيح أبي داود:2276)

ترجمہ: ایک عورت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یہ میرا بیٹا ہے اس کے واسطے میرا پیٹ برتن تھا اور اس کے واسطے میری چھاتی مشک تھی اور میری گود اس کے لئے گھری ہوئی رہی اس کے والد نے مجھ کو طلاق دے دی ہے، اور اب وہ اسے مجھ سے لینے کا ارادہ کرتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اس کی پرورش کرنے کی زیادہ حق دار ہے جب تک کہ تو کسی سے نکاح نہ کرے۔

لیکن جب بچہ باشعور ہو جائے تو اسے اختیار ہے ماں باپ میں سے جسے اختیار کرے۔ابو میمونہ سلمی کا بیان ہے کہ ایک فارسی عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اس حال میں کہ اس کے شوہر نے اسے طلاق دے دیا تھا اور میاں بیوی دونوں بچے کے دعویدار تھے تو نبی ﷺ نے بچے سے کہا:

هذا أبوكَ وهذهِ أمُّكَ فخذ بيدِ أيِّهما شئتَ فأخذَ بيدِ أمِّهِ فانطلقَتْ بهِ(صحيح أبي داود:2277)

ترجمہ: یہ تیرے والد ہیں اور یہ تیری والدہ ہیں تو دونوں میں سے جس کا چاہے ہاتھ پکڑ لے اس لڑکے نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ لیا وہ اس کو لے گئی۔

بچہ ولادت کے بعد جہاں بھی رہے اس وقت سے بلوغت تک اس کا خرچ باپ کے ذمہ ہے جو اس آیت سے پتہ چلتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَّهُ بِوَلَدِهِ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ ۗ(البقرة:233)

ترجمہ: اور بچے کے باپ پر ان کا کھانا کپڑا ہے دستور کے موافق کسی شخص کو اس کی گنجائش سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے گی نہ ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے نقصان دیا جائے گا، نہ باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے اور (اگر بچے کا باپ نہ ہو تو باپ کے) وارث پر ایسا ہی (کھانا، کپڑا) ہے۔

تیسری طلاق کے بعد نکاح: تیسری طلاق دیتے ہی عورت مرد سے جدا ہو جائے گی، اب وہ عورت اس مرد سے شادی بھی نہیں کر سکتی۔ شادی کرنے کی ایک صورت ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ عورت دوسرے مرد سے شادی کرے (یہ شادی گھر بسانے کی نیت سے ہو نہ کہ سازشی)، وہ مرد اس عورت سے جماع کر لے اور پھر (کسی کے کہنے سے نہیں) اپنی مرضی سے طلاق دیدے تو عدت گزار کر عورت پہلے مرد سے شادی کر سکتی ہے۔اللہ تعالی کا فرمان ہے:

فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَن يَتَرَاجَعَا إِن ظَنَّا أَن يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ(البقرة:230)

ترجمہ: پھر اگر اس کو (تیسری بار) طلاق دیدے تو اب اس کے لئے حلال نہیں جب تک کہ وہ عورت اس کے سوا دوسرے سے نکاح نہ کرے، پھر اگر وہ بھی طلاق دیدے تو ان دونوں کو میل جول کر لینے میں کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ یہ جان لیں کہ اللہ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے، یہ اللہ تعالی کی حدود ہیں جنہیں وہ جاننے والوں کے لئے بیان فرما رہا ہے ۔

تیسری طلاق پہ مروجہ حلالہ: اپنے سماج میں تین طلاق یا تیسری طلاق پہ حلالہ کا یہ طریقہ رائج ہے کہ کسی قریبی مرد سے ایک رات کے لئے مطلقہ کی شادی کرادیتا ہے اور صبح اسے طلاق دلاکر پہلے مرد سے پھر سے شادی کرادیتا ہے۔اس طریقہ سے عورت اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی کیونکہ شرعی حلالہ ہوا ہی نہیں، مروجہ حلالہ زنا ہے اور اس طرح حلالہ کرنے کرانے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔شرعی حلالہ کا طریقہ یہ ہے کہ عورت گھر بسانے کی غرض سے کسی مرد سے شادی کرے وہ مرد عورت سے جماع بھی کرے اور اگر کبھی طلاق کی نوبت آجائے تو یہ عورت پہلے شوہر سے شادی کرسکتی ہے۔

ایک ساتھ تین طلاق کا حکم: یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ جس عورت کو ایک لفظ میں تین طلاق دی گئی یا ایک مجلس میں تین طلاق دی گئی ہو وہ تین شمار نہیں ہوگی، ایک ہی شمار ہوگی۔ایسی عورت سے مرد تین حیض کے دوران رجوع کرسکتا ہے،اگر رجوع کی مدت (تین حیض) گزر جائے تو نئی شادی کے ذریعہ پھر سے بیوی بنا سکتا ہے۔

BACK

بیوہ خاتون کے احکام و مسائل

بیوہ اس خاتون کو کہتے ہیں جس کا شوہر وفات پا جائے۔ایسی خاتون کے لئے شوہر کی وفات بڑا صبر آزما مرحلہ ہوتا ہے۔ ایک طرف والدین کا گھر چھوٹ چکا ہوتا ہے یعنی ان کی معاشی کفالت سے آزاد ہو کر شوہر کی کفالت میں آچکی ہوتی ہے تو دوسری طرف زندگی کی تنہائی، بچوں کی پرورش وپرداخت اور گھر کے اخراجات جیسے اہم مسائل اس کے سامنے ہوتے ہیں۔ایسے صبر آزما مرحلہ میں اولین وقت پر صبر کرنے والی عورتوں کو اللہ کی طرف سے اجر وثواب ملتا ہے۔ بخاری شریف میں ایک عورت کا کسی قریبی کی وفات پر رونے کا ذکر ملتا ہے، مسلم شریف میں بچے کی وفات پر رونے کا ذکر ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مرَّ النبيُّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ بامرأةٍ تبكي عند قبرٍ ، فقال : اتَّقي اللهَ واصبري قالت : إليكَ عَنِّي ، فإنكَ لم تُصَبْ بمصيبتي ، ولم تعرفْهُ ، فقيل لها : إنَّهُ النبيُّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ ، فأتت باب النبيِّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ ، فلم تجد عندَهُ بوَّابِينَ ، فقالت : لم أعرفْكَ ، فقال : إنما الصبرُ عند الصدمةِ الأولى .(صحيح البخاري:1283)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک عورت پر ہوا جو قبر پر بیٹھی ہوئی رو رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ وہ بولی جاؤ جی پرے ہٹو۔ یہ مصیبت تم پر پڑی ہوتی تو پتہ چلتا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان نہ سکی تھی۔ پھر جب لوگوں نے اسے بتایا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے، تو اب وہ (گھبرا کر) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پہنچی۔ وہاں اسے کوئی دربان نہ ملا۔ پھر اس نے کہا کہ میں آپ کو پہچان نہ سکی تھی۔(معاف فرمائیے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبر تو جب صدمہ شروع ہو اس وقت کرنا چاہیے۔

جو اللہ کی طرف سے فیصلہ ہو جاتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے، اسے کوئی ٹالنے والا نہیں، ایک مومن کو اچھی بری تقدیر پر ایمان لانا ہے اور آنے والی مصائب ومشکلات پر صبر کرنا ہے اور مذکورہ حدیث سے ہم نے جان لیا کہ صبر بعد میں نہیں مصیب کے نزول کے وقت ہی کرنا ہے۔ وفات پر یا نزول بلا پر آنکھوں سے آنسو بہ جائے، بے اختیار رونا آجائے اس میں کوئی حرج نہیں ہے مگر قصدا پھوٹ پھوٹ کر دیر تک روتے رہنے، آہ وبکا کرتے رہنے، جزع فزع کرنے، زبان

سے برے کلمے نکالنے اور نامناسب کام کرنے سے صبر کا اجر ضائع ہو جائے گا۔ میت کی بیوہ یا اس کے کسی رشتہ دار کو میت کے پاس جزع فزع کرنے کی ممانعت ہے، وہاں چیخنے چلانے کی بجائے میت کے حق میں دعائے خیر کرنا چاہئے۔

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت ان کے گھر والے چیخنے چلانے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لا تَدعوا علَى أنفسِكُم إلَّا بخيرٍ ، فإنَّ الملائِكَةَ يؤمِّنونَ على ما تَقولون ثمَّ قالَ : اللَّهمَّ اغفِر لأبي سلَمةَ وارفع درجتَهُ في المَهْديِّينَ ، واخلُفهُ في عقبِهِ في الغابِرينَ ، واغفِر لَنا ولَهُ ربَّ العالمينَ ، اللَّهمَّ افسِح لَهُ في قبرِهِ ، ونوِّر لَهُ فيهِ(صحيح أبي داود:3118)

ترجمہ: اپنے لیے بددعائیں مت کرو بلکہ اچھے بول بولو کیونکہ جو تم کہتے ہو اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بطور دعا) فرمایا: اے اللہ! ابو سلمہ کی بخشش فرما، ہدایت یافتہ لوگوں کے ساتھ اس کے درجات بلند کر اور اس کے پیچھے رہ جانے والوں میں تو ہی اس کا خلیفہ بن۔ اور اے رب العلمین! ہماری اور اس کی مغفرت فرما، اے اللہ! اس کی قبر کو فراخ اور روشن کر دے

۔

اسی طرح مصیبت لاحق ہونے کے وقت یہ دعا پڑھنی چاہئے۔ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إذا أصابَ أحدَكم مصيبةٌ فليقل إنَّا للَّهِ وإنَّا إليهِ راجعونَ اللَّهمَّ عندَك أحتسبتُ مصيبتي فأجرني فيها وأبدلني منها خيرًا. (صحيح الترمذي:3511)

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کو کوئی مصیبت لاحق ہو تو اسے : "إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ، اللَّهُمَّ عِنْدَكَ احْتَسَبْتُ مُصِيبَتِي فَأْجُرْنِي فِيهَا وَأَبْدِلْنِي مِنْهَا خَيْرًا" پڑھنا چاہئے۔

ایسے وقت میں سماج کے دوسرے افراد کو چاہئے کہ بیوہ کو دلاسہ دے اور اس کی تعزیت کرے اور اگر سماج میں مجبور ولاچار قسم کی بیوائیں ہیں تو سماج کے ذمہ دار طبقوں کی ذمہ داری ہے کہ ان کی خبر گیری کرے اور ان کے ماتحتوں کی تعلیم وتربیت کا انتظام کرے۔

سطور ذیل میں ہم بیوہ خاتون کے احکام ومسائل بیان کرنے جارہے ہیں تاکہ ہمیں اس سلسلے میں اسلام کی رہنمائی سے

آگاہی رہے۔اسے ہم چند مسائل کے تحت ذکر کریں گے۔

پہلا مسئلہ:

بیوہ کا پہلا مسئلہ عدت سے متعلق ہے اور اس میں چند امور قابل ذکر ہیں۔

(1)شوہر کے انتقال پہ بیوہ کو عدت کے طور پر چار مہینے اور دس دن گزارنے ہیں۔اللہ کا فرمان ہے:

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا(البقرة: 234)

ترجمہ:اور تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ عورتیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن عدت میں رکھیں۔

یہ عدت چار مہینے دس دن(ایک سو تیس دن تقریبا)ان تمام بیوہ عورت کی ہے جو بڑی عمر کی ہو یا چھوٹی عمر کی خواہ حیض والی ہو یا غیر حیض والی اور مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ البتہ اگر حاملہ ہے تو پھر عدت وضع حمل ہو گی یعنی عورت حمل وضع کرتے ہی عدت پوری ہو جائے گی جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ(الطلاق:4)

ترجمہ:اور حمل والیوں کی عدت ان کا وضع حمل ہے۔

(2)عدت کی شروعات اس دن سے ہو گی جب شوہر کی وفات ہوئی ہے۔اگر کسی بیوہ کو کچھ دن تاخیر سے شوہر کی وفات کی خبر ملتی ہے تو بھی عدت کی شروعات اسی دن سے مانی جائے گی جب وفات ہوئی ہو یعنی انجانے میں گزرے ایام بھی عدت میں شمار کئے جائیں گے اور اس درمیان عورت سے لاعلمی میں زینت کی چیزیں استعمال کرنے یا باہر نکلنے کی وجہ سے وہ معذور ہے۔

(3)اس میں ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ بیوہ اپنی عدت کہاں گزارے؟تو اس کا جواب یہ ہے کہ بیوہ عورت اس جگہ عدت گزارے گی جہاں شوہر کا انتقال ہوا ہے۔بیوہ کے لئے نبی ﷺ کا فرمان ہے:

امْكُثي في بيتِكِ الَّذي جاءَ فيهِ نعيُ زوجِكِ حتَّى يبلغَ الْكتابُ أجلَهُ(صحيح ابن ماجه:1664)

ترجمہ: تم اپنے اس گھر میں عدت بسر کرو جہاں تمہیں اپنے خاوند کی موت کی خبر ملی تھی حتی کہ کتاب اللہ کی بیان کی ہوئی مدت پوری ہو جائے۔

(4) اگر شوہر نے طلاق رجعی دی تھی یعنی ایسی طلاق جس میں شوہر کو رجوع کا اختیار ہوتا ہے، وہ پہلی اور دوسری طلاق ہے۔ اور دوران عدت شوہر کی وفات ہو گئی تو ایسی مطلقہ رجعیہ کو چار مہینے دس دن بطور عدت گزارنے ہیں۔ ہاں اگر شوہر نے تیسری طلاق دیدی یا طلاق رجعی کی عدت ختم ہو گئی پھر شوہر کا انتقال ہوا تو اسے وفات کی عدت نہیں گزارنی ہے کیونکہ شوہر سے جدا ہو چکی ہے۔

(5) عدت کے دوران سفر کرنا منع ہے اس لئے حج وعمرہ کا سفر ہو یا تفریح کا سفر یا بلاضرورت سفر (گھر سے باہر نکلنا) ہو یہ سب بیوہ کے لئے دوران عدت ممنوع ہیں لیکن وہ ضرورت کے تحت سفر کر سکتی ہے مثلا شوہر کے گھر عدت گزارنا مامون نہ ہو یا دوسرے کا گھر ہو تو مامون ومناسب جگہ منتقل ہو کر عدت گزار سکتی ہے، اسی طرح کوئی ضرورت کی چیز لا دینے والا نہ ہو تو خود سے باہر نکل کر اشیاء ضروریہ خرید سکتی ہے اور اگر بیمار پڑ جائے تو علاج کی غرض سے بھی گھر سے نکل سکتی ہے یعنی بیوہ کے لئے دوران عدت ضرورت کے تحت باہر جانا جائز ہے۔ ایک اور بات اہم ہے کہ اگر عورت سفر پہ ہو اور ابھی دور نہیں گئی ہو وہاں شوہر کی وفات کی خبر ملے تو سفر سے لوٹ جائے اور شوہر کے گھر عدت گزارے لیکن سفر ضروری ہو اور منزل کے قریب پہنچ گئی ہو مثلا حج یا عمرہ کا سفر تو اپنا حج وعمرہ مکمل کر لے۔

دوسرا مسئلہ:

بیوہ کے لئے جہاں چار ماہ دس دن عدت گزارنا ہے وہیں اس کے لئے ان دنوں سوگ منانے کا بھی حکم ہوا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: لا يحلُّ لامرأةٍ تؤمنُ باللهِ واليومِ الآخرِ أنْ تحدَّ على ميِّتٍ فوقَ ثلاثِ ليالٍ ، إلَّا على زوجٍ أربعةَ أشهُرٍ وعشرًا (صحيح البخاري:5334)

ترجمہ: کسی عورت کے لیے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو یہ جائز نہیں کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے، صرف شوہر کے لیے چار مہینے دس دن کا سوگ ہے۔

اب ہمیں جاننا یہ ہے کہ سوگ منانے کا اسلامی طریقہ کیا ہے؟ سوگ میں زینت اور بناؤ سنگار کی چیزیں استعمال کرنا منع ہیں۔خوشبو اور سرمہ سے بھی پرہیز کرنا ہے جیسا کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ سے روایت کرتی ہیں۔

كنا نُنْهَى أن نُحِدَّ على مَيِّتٍ فوق ثلاثٍ، إلا على زوجٍ أربعةَ أشهرٍ وعَشْرًا، ولا نَكْتَحِلَ، ولا نتطيبَ، ولا نلبَسَ ثوبًا مَصْبوغًا إلا ثَوْبَ عَصْبٍ، وقد رُخِّصَ لنا عند الطُّهْرِ، إذا اغتسلَتْ إحدانا من مَحِيضِها، في نُبْذَةٍ مِن كُسْتِ أظفارٍ، وكنا نُنْهَى عن اتباعِ الجنائزِ .(صحيح البخاري:313)

ترجمہ: ہمیں کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے منع کیا جاتا تھا لیکن شوہر کی موت پر چار مہینے دس دن کے سوگ کا حکم تھا۔ان دنوں میں ہم نہ سرمہ لگاتیں نہ خوشبو اور عصب (یمن کی بنی ہوئی ایک چادر جو رنگین بھی ہوتی تھی) کے علاوہ کوئی رنگین کپڑا ہم استعمال نہیں کرتی تھیں اور ہمیں (عدت کے دنوں میں) حیض کے غسل کے بعد کست اظفار استعمال کرنے کی اجازت تھی اور ہمیں جنازہ کے پیچھے چلنے سے منع کیا جاتا تھا۔

اس حدیث کی روشنی میں بیوہ عدت کے دوران رنگین وچمکدار کپڑے،ریشمی اور زعفرانی لباس،زینت کی چیزیں مثلا کان کی بالی،نان کا نگ،،پازیب،کنگن،ہار،انگوٹھی،چوڑیاں،کریم،پاؤڈر،خوشبودار تیل،عطر،سرمہ،مہندی وغیرہ استعمال نہیں کرے گی۔حیض سے پاکی پر معمولی مقدار میں بخور وغیرہ استعمال کرسکتی ہے اور دوا کے طور پر سرمہ بھی استعمال کرسکتی ہے مگر صرف رات میں۔خلاصہ یہ ہے کہ سوگ میں عورت پر غم کے آثار ظاہر ہوں اس وجہ سے زینت کی چیزیں استعمال کرنا منع ہے۔سفید کپڑا ہی بیوہ کی علامت نہیں ہے کوئی بھی عام سادہ کپڑا جو خوبصورت نہ ہو پہن سکتی ہے اور ضرورت کی چیزیں انجام دینے مثلا کھانا پکانا،پانی بھرنے،جھاڑو دینے،غسل کرنے،کپڑا صاف کرنے،بات چیت کرنے اور گھریلو امور انجام دینے میں کوئی حرج نہیں ہے یہاں تک کہ اگر کوئی ملازمت ہو اور چھٹی کی کوئی گنجائش نہ ہو تو بناؤ سنگار سے بچتے ہوئے ملازمت بھی کرسکتی ہے کیونکہ یہ ضرورت میں داخل ہے۔بلاضرورت بات چیت،ہنسی مذاق،گھر سے نکل کر کام کرنا (الا یہ کہ اشد ضرورت ہو)، ٹیلی ویژن،ریڈیو،اخبار اور موبائل کا بلاضرورت استعمال کرنا یعنی وقت گزاری کے لئے منع ہے۔ خالی وقت میں قرآن کی تلاوت،ذکرواذکار،دعا واستغفار اور کتب احادیث وسیر کا مطالعہ بہتر ہے۔

تیسرہ مسئلہ:

جب بیوہ کی عدت مکمل ہو جائے یعنی وہ بطور عدت ایک سو تیس دن پورے کرلے تو جہاں چاہے دوسرے دیندار مرد سے شادی کرسکتی ہے۔اس سے تنہائی کی حفاظت اور پاکدانی نصیب ہوگی نیز معاش کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔سماج میں اولاد والی خاتون کا شادی کرنا معیوب مانا جاتا ہے جو کہ سراسر غلط ہے۔یہاں میں ان مردوں کو بھی مخاطب کرنا چاہتا ہوں جن کی بیوی کی وفات ہوگئی وہ کسی بیوہ خاتون سے شادی کرکے اپنی اور اس کی زندگی بہتر بنالیں۔بیوہ سے کوئی ضروری نہیں ہے کہ شادی شدہ مرد ہی شادی کرے، غیر شادی شدہ مرد بھی شادی کرسکتا ہے۔نبی ﷺ کا پہلا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تھا آپ ﷺ غیر شادی شدہ اور خدیجہ رضی اللہ عنہا بیوہ تھیں۔ان کے علاوہ کئی بیوہ خاتون سے آپ ﷺ نے نکاح کیا۔

یہاں یہ خیال رہے کہ دوسری شادی عدت کے بعد ہی ہوگی،عدت کے دوران نکاح اور پیغام نکاح دونوں غلط ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ لڑکی باکرہ ہو یا ثیبہ دونوں کو ولی کی اجازت لینی ہوگی۔

شیخ البانیؒ نے صحیح ابن ماجہ(1537) کے تحت ذکر کیا ہے:"لا نِكاحَ إلَّا بوليٍّ" نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ بغیر ولی کے نکاح نہیں ہے۔اسی طرح صحیح ابوداؤد للالبانی(رقم:2083)میں ہے :أيُّما امرأةٍ نَكَحَت بغيرِ إذنِ مَواليها ، فنِكاحُها باطلٌ ، ثلاثَ مرَّاتٍ۔یعنی جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے۔یہ بات آپ ﷺ نے تین بار کہی۔

چوتھا مسئلہ:

شوہر کی وفات کے بعد اس کا چھوڑا ہوا مال اس کے وارثین میں تقسیم کیا جائے گا۔وارثین میں بیوہ بھی داخل ہے۔اگر بیوہ کو اولاد ہو تو کل مال کا آٹھواں حصہ ملے گا لیکن اگر کوئی اولاد نہ ہو تو چوتھائی مال کا مستحق ہے۔میت کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو آٹھواں یا چوتھائی حصہ میں سے سب برابر برابر مال لے گی۔میراث اس بیوہ کو بھی ملے گا جس سے صرف عقد ہوا ہو اور شوہر نے دخول نہیں کیا ہو،اسی طرح مطلقہ رجعیہ بھی میراث کا مستحق ہے۔

پانچواں مسئلہ:

بیوہ سے متعلق لوگوں میں کئی قسم کی غلط فہمیاں بھی پائی جاتی ہیں اس میں ان کا ازالہ کیا جاتا ہے۔

(1)عورتوں میں ایک خیال عام ہے کہ بیوہ کو لازما سفید کپڑا ہی پہننا ہوگا، اسی عقیدہ کے تحت بہت سی بیوہ خواتین جو دوسری شادی نہیں کرتیں مرتے دم تک سفید لباس ہی لگاتی ہیں جبکہ یہ خیال غلط ہے۔ کالا، ہرا، نیلا کوئی بھی سادہ لباس بیوہ عدت میں لگا سکتی ہے۔

(2)بیوہ کا مردوں سے بات کرنا یا موبائل و ٹیلی فون سے رابطہ کرنا بھی برا سمجھا جاتا ہے۔ یہ خیال بھی درست نہیں ہے، ہاں بس ضرورت کی حد تک بات کرے۔

(3)گھر میں بغیر چپل کے چلنا، چاندنی رات میں نکلنا یا ہفتہ میں ایک سے زائد بار نہانا غلط تصور کیا جاتا ہے جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ بیوہ چپل و بغیر چل سکتی ہے، چاندنی رات میں گھر کے آنگن یا چھت پہ ٹہل سکتی ہے اور جتنی بار نہانے کی ضرورت ہو نہا سکتی ہے۔ نہانے میں بغیر خوشبو کے صابن استعمال کرے۔

(4)عدت مکمل کرنے پر مخصوص طریقہ بھی کہیں کہیں رائج ہے مثلا ضروری طور پر نہانا، ضروری طور پر خوشبو استعمال کرنا یا لازما خواتین میں زینت کا اظہار کرنا، یہ سب دین اسلام میں سے نہیں ہے یعنی عدت مکمل کرنے کا کوئی مخصوص طریقہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ دوسروں کی جانکاری کے لئے لازما زینت استعمال کرے۔

(5)بیوہ کو حقارت کی نظر سے دیکھنا یا اس کے شوہر کی وفات سے کسی قسم کی نحوست لینا بھی بے دینی و جہالت ہے۔

(6)بیوہ سے شادی یا بیوہ کی شادی بھی نادانوں کی نظر میں غلط معلوم ہوتی ہے حالانکہ شادی سکون، عفت، برکت، روزی اور بے حیائی سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

(7)ایک بھیانک غلط خیال یہ بھی عوام الناس میں منتشر ہے کہ شوہر کی وفات سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اس لئے میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہو جاتے ہیں لہذا بیوی شوہر کو چھو نہیں سکتی، دیکھ نہیں سکتی، غسل نہیں دے سکتی۔ یہ ساری باتیں غلط ہیں۔ شوہر سے نکاح ٹوٹ جانے کی کوئی دلیل نہیں اور نہ ہی زوجین ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہیں۔ وفات کے بعد بیوی شوہر کو دیکھ سکتی ہے، چھو بھی سکتی ہے اور نہلا بھی سکتی ہے۔

بیوہ سے متعلق یہ مختصر احکام تھے، ان کی جانکاری دوسروں کو بھی دیں تاکہ لوگوں میں بیوہ کے دینی احکام عام ہوں اور لوگ جہالت سے بچ سکیں۔

BACK

اسقاط حمل پہ دیت وکفارہ کا حکم

آج انسانی جان کی قیمت گاجر مولی سے کمتر معلوم ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ قتل جیسے سنگین جرائم اب کھیل تماشہ بن گیا ہے۔ قاتلوں کے خلاف کوئی سخت اقدام نہیں بلکہ اکثر قاتلوں کی پشت پناہی کی جاتی ہے۔ پشت پنانی کرنے والے سماجی افراد ہی نہیں عدالت وکچہری بھی ہے۔ ایک قاتل کو کھلے عام گھومتے دیکھ کر دوسروں میں بھی قتل وغارتگری کا عنصر پیدا ہوجاتا ہے۔ اس طرح آج کا سماج قتل وخون میں لت پت ہے، انسانیت سسک رہی ہے اور حکومت وعدالت کے قوانین کاغذوں کی فقط زینت بنے ہوئے ہیں۔

مذکورہ تمہید کا عنوان سے ربط یہ ہے کہ ماں کے پیٹ میں پل رہے بچے کا اسقاط بھی قتل جیسا سنگین جرم ہے بلکہ ایک طرح سے قتل سے بھی بھیانک جرم ہے۔ یہ وہ سفاکانہ قتل ہے جو زمانہ جاہلیت میں زندہ درگور ہونے والی بچیوں کے مشابہ ہے۔ کل قیامت میں ان سب سے سوال کیا جائے گا جنہوں نے کسی کا قتل کیا یا قتل کرنے پر مدد کی، معصوم کا خون بہایا، حمل ضائع کیا اور زندہ درگور کیا۔

آج کل حمل ضائع کرنا تو معمولی سی بات بن گئی ہے، نہ ڈاکٹر کو شرم وخوف ہے ابارشن میں اور نہ ہی میاں یا بیوی کو اور اس زمانے کا قانون تو اندھا بہرا ہے ہی۔ ایسے پرفتن حالات میں اللہ ہی لوگوں کو ہدایت دینے والا ہے۔ اللہ نے اپنے بندوں کو فقروفاقہ کے ڈر سے اولاد کا قتل کرنے سے منع کیا ہے اور آج اسی سبب اکثر حمل کا اسقاط ہورہا ہے۔ مسلمان ہونے کا مطلب اللہ کا مطیع وفرمانبردار ہونا ہے، اگر ہم واقعی مسلمان ہیں تو ماں کے پیٹ میں پل رہے بچے کی حفاظت والدین کی ذمہ داری ہے، یہ اللہ کی امانت ہے اس کو نقصان پہنچانا یا ضائع کرنا امانت میں خیانت اور انسانی قتل ہے۔

حمل ایک نفس اور ایک جان ہے، حمل کی مدت جوں جوں بڑھتی ہے اس میں خلقت پروان چڑھتی جاتی ہے۔ حمل کے پہلے چالیس دن کے بعد دوسرا چالیسواں شروع ہوتا ہے تو بیالیسویں دن انسانی تخلیق کی شروعات ہوجاتی ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

إذَا مَرَّ بالنُّطْفَةِ ثِنْتَانِ وَأَرْبَعُونَ لَيْلَةً، بَعَثَ اللَّهُ إلَيْهَا مَلَكًا، فَصَوَّرَهَا وَخَلَقَ سَمْعَهَا وَبَصَرَهَا وَجِلْدَهَا وَلَحْمَهَا وَعِظَامَهَا(صحيح مسلم:2645)

ترجمہ: جب نطفے پر بیالیس راتیں گذر جاتی ہیں تواللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے، وہ اس کی صورت بناتا ہے، اس کے کان، آنکھیں، کھال، گوشت اوراس کی ہڈیاں بناتا ہے۔

اور صحیح مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ 120 دن یعنی چار ماہ کی مدت پہ جنین میں روح پھونکی جاتی ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

إنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ في بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكونُ في ذلكَ عَلَقَةً مِثْلَ ذلكَ، ثُمَّ يَكونُ في ذلكَ مُضْغَةً مِثْلَ ذلكَ، ثُمَّ يُرْسَلُ المَلَكُ فَيَنْفُخُ فيه الرُّوحَ(صحيح مسلم:2643)

ترجمہ: بے شک تم میں سے ہر ایک آدمی کا نطفہ اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن جمع رہتا ہے، پھر چالیس دن میں لہو کی پھٹکی ہو جاتا ہے، پھر چالیس دن میں گوشت کی بوٹی بن جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف فرشتے کو بھیجتا ہے وہ اس میں روح پھونکتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنین پر چار ادوار گزرتے ہیں تب جا کر خلقت مکمل ہوتی ہے، پہلے دور جو کہ چالیس دنوں پر محیط ہوتا ہے اس میں منی پر مختلف مراحل گزرتے ہیں ،اس مرحلہ کو نطفہ کہا جاتا ہے ،پھر دوسرے مرحلے (چالیس دن) میں نطفہ مختلف مراحل سے گزر کر منجمد خون کی شکل اختیار کرتا ہے اس مرحلہ کو علقہ کہا جاتا ہے، پھر تیسرے مرحلے (چالیس دن) میں منجمد خون گوشت کے لوتھڑے کی شکل اختیار کرتا ہے،اسے مضغہ کہا جاتا ہے۔ان تین مراحل سے گزر کر جنین میں اعضاء کی تشکیل اور ہڈیوں کی بناوٹ کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں اور جب چار ماہ بعد اعضائے جسم کا ظہور ہو جاتا ہے تو اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔

ان باتوں سے ہم نے یہ جانا کہ جب حمل ٹھہر جاتا ہے تو پھر اس کی خلقت کا سلسلہ جاری رہتا ہے اس وجہ سے شروع حمل میں یا درمیان یا آخر میں کبھی بھی اسقاط جائز نہیں ہے، جن علماء نے کہا کہ بلاسبب بھی پہلے چالیس دن میں حمل کا اسقاط کر سکتے ہیں وہ خطا پر ہیں، حمل کے معاملے میں اصل یہی ہے کہ بلاعذر اس کا اسقاط نہ پہلے دور میں جائز ہے اور نہ

ہی دوسرے، تیسرے اور آخری دور میں بلکہ 42 دن کے بعد جب کان ناک آنکھ کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں تب اور بھی سخت جرم ہے اور اس سے بڑا جرم 120 دن کے بعد اسقاط ہے کہ اس وقت بچے میں روح پھونک دی جاتی ہے۔

اگر کسی عورت نے خود سے، یا شوہر یا کسی دوسرے کے بہکاوے میں آکر حمل کا اسقاط کروادیا ہے تو اس عورت پر لازم ہے کہ فوراً اللہ کے حضور گڑگڑا کر سچی توبہ کرے اور کثرت سے استغفار کرے کہ کہیں یہ جرم اس کی ہلاکت کا موجب نہ جائے، سچی توبہ سے ممکن ہے کہ گنہگار کو بخش دے۔

اب یہاں یہ حکم جاننا ہے کہ کسی عورت نے بلا عذر عمداً حمل ساقط کروایا ہے تو کیا اس پر توبہ کے ساتھ کفارہ بھی ہوگا؟

تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر اسقاط پہلے دور یعنی اول چالیسویں میں ہو تو اس میں عورت پر فقط توبہ واستغفار لازم ہے اور اگر دوسرے دور میں 42 دن کے بعد اور روح پھونکنے سے پہلے ہوا ہو تو دیت دینی ہوگی کیونکہ اس مرحلہ میں انسانی خلقت کی ابتداء ہو چکی ہوتی ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت سے ہمیں معلوم ہوا ہے۔اس دیت کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى فِي امْرَأَتَيْنِ مِنْ هُذَيْلٍ اقْتَتَلَتَا، فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الأُخْرَى بِحَجَرٍ، فَأَصَابَ بَطْنَهَا وَهِيَ حَامِلٌ، فَقَتَلَتْ وَلَدَهَا الَّذِي فِي بَطْنِهَا، فَاخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَضَى: أَنَّ دِيَةَ مَا فِي بَطْنِهَا غُرَّةٌ عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ، فَقَالَ وَلِيُّ المَرْأَةِ الَّتِي غَرِمَتْ: كَيْفَ أَغْرَمُ، يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَنْ لاَ شَرِبَ وَلاَ أَكَلَ، وَلاَ نَطَقَ وَلاَ اسْتَهَلَّ، فَمِثْلُ ذَلِكَ يُطَلُّ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا هَذَا مِنْ إِخْوَانِ الكُهَّانِ»(صحيح البخاري:5758)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ ہذیل کی دو عورتوں میں فیصلہ کیا جنہوں نے آپس میں جھگڑا کیا تھا۔ان میں سے ایک نے دوسری کو پتھر مارا جو اس کے پیٹ پر کر لگا۔ یہ عورت حاملہ تھی،اس لیے اس کے پیٹ کا بچہ مر گیا۔ یہ معاملہ دونوں فریق نبی ﷺ کے پاس لے کر آئے تو آپ نے فیصلہ فرمایا کہ عورت کے پیٹ کی دیت ایک غلام یا لونڈی ادا کرنا ہے۔ جس عورت پر تاوان واجب ہوا تھا اس کے سرپرست نے کہا: میں اس کا تاوان ادا کروں جس نے نہ کھایا نہ پیا نہ بولا اور نہ چلایا؟ ایسی صورت میں تو کچھ بھی دیت واجب نہیں ہو سکتی۔اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: یہ تو کاہنوں کا بھائی معلوم ہوتا ہے۔

42دن سے لیکر 120 دن سے پہلے تک اسقاط حمل کروانے کی صورت میں دیت دینا ہوگا، دیت کو "غرۃ عبد اوامۃ "سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی ایک غلام یا لونڈی کی شکل میں بچے کی دیت ہوگی، اس سے مراد ماں کی دیت کا دسواں حصہ جو کہ پانچ اونٹ بنتا ہے۔اس بابت شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ "مرد کی دیت سو اونٹ ہے، اس کا آدھا پچاس اونٹ کی دیت عورت کی ہوگی، اس طرح عورت کی دیت کا دسواں حصہ پانچ اونٹ بنتا ہے اور آج کل دیت کی قیمت ایک لاکھ ریال ہے اس طرح عورت کی دیت کا دسواں حصہ پانچ ہزار ریال ہوگا"۔

یہ دیت جنین کے وارثوں میں تقسیم ہوگی تاہم جنین کے قاتل خواہ ماں ہو یا باپ یا دونوں ان کو حصہ نہیں ملے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

ليس للقاتلِ شيءٌ، وإن لمْ يكن لهُ وارثٌ، فوارثهُ أقربُ الناسِ إليه، ولا يرثُ القاتلُ شيئًا(صحيح أبي داود:4564)

ترجمہ: قاتل کے لیے کچھ بھی نہیں، اور اگر اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا وارث سب سے قریبی رشتے دار ہوگا لیکن قاتل کسی چیز کا وارث نہ ہوگا۔

اگر اسقاط روح پھونکنے کے بعد کرایا گیا ہو جس کے نتیجے میں جنین کی موت ہوجائے تو دیت کے ساتھ کفارہ بھی دینا پڑے گا اور کفارہ یہ ہے کہ یا تو ایک مسلمان غلام کی گردن آزاد کرے یا پھر مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے۔

مقتول کے ورثاء چاہیں تو دیت معاف ہوسکتی ہے لیکن کفارہ معاف نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ دیت حقوق العباد ہے جو بندوں کے معاف کرنے سے معاف ہوجائے گا لیکن کفارہ اللہ کا حق ہے جسے فرض کردیا گیا ہے، اسے ہر حال میں ادا کرنا ہوگا، اللہ کا فرمان ہے:

ومن قتل مؤمنا خطأ فتحرير رقبة مؤمنة ودية مسلمة إلى أهله إلا أن يصدقوا (النساء:92)

ترجمہ: جو شخص کسی مسلمان کو بلا قصد مار ڈالے، اس پر ایک مسلمان غلام کی گردن آزاد کرنا اور مقتول کے عزیزوں کو خون بہا پہنچانا ہے، ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ لوگ بطور صدقہ (دیت) معاف کردیں (تو کوئی بات نہیں)۔

آخر میں مسلمان عورتوں سے گزارش کرتا ہوں کہ مغربی تہذیب کی نقالی اور غیروں کی دیکھا دیکھی میں اپنی اولاد کا قتل نہ کریں، نہ ہی فقر وفاقہ اور تعلیم کا بہانہ بنا کر معصوم کی جان لیں۔ یاد رکھیں، روزی کا مالک اللہ ہے، جس طرح وہ آپ

کو روزی دیتا ہے اسی طرح آنے والے بچے کو بھی اپنے نصیب کی روزی دے گا۔ اگر آپ نے یہ بات ذہن میں نہ بٹھائی اور من مانی کرتے ہوئے حمل ساقط کرواتے رہیں تو عین ممکن ہے بچے کی روزی کا حصہ آپ کی روزی سے کم کر دی جائے، زندگی میں آزمائش بڑھا دی جائے اور معصوم بچے کے قتل کے جرم میں آخرت میں دردناک سزا سے دوچار کیا جائے۔ الحفظ والامان

BACK

بیوہ خواتوں کی معاشی مشکلات کا حل

جب کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کے بچے یتیم اور وہ بیوہ کہلاتی ہے۔ سماج میں بیوہ عام طور سے بے سہارا بن کر رہ جاتی ہے، نہ ہی اس کے رشتے دار سہارا دیتے ہیں اور نہ اس کے سماج و سوسائٹی والے۔ یہ وہ مرحلہ ہوتا ہے جب عورت نفسیات کا شکار ہو جاتی ہیں بطور خاص اسوقت جب ایک طرف معاشی تنگی کا سامنا ہو اور دوسری طرف بچوں اور اپنے گزر بسر کا مسئلہ ہو۔ ایک ایسی ہی خاتون نے مجھ سے ذکر کیا کہ کچھ دن پہلے میرے شوہر کا انتقال ہو گیا، میرے پاس چھوٹے بچے ہیں، کوئی سہارا دینے والا نہیں اور نہ ہی کوئی ذریعہ معاش میرے پاس ہے براہ کرم مجھے قرآن وحدیث سے کوئی وظیفہ بتائیں تاکہ مجھے اللہ کی طرف سے رزق ملتا رہے اور کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی نوبت نہ آئے۔ مجھے اللہ کی ذات پر پورا بھروسہ ہے وہ میرے لئے ضرور کوئی رزق کا دروازہ کھولے گا۔ ان شاءاللہ

یہ ایک عورت کا مسئلہ نہیں اور نہ ہی ایک شہر و ملک کا مسئلہ ہے بلکہ بین الاقوامی سطح پر ایسے بے شمار واقعات و حالات پائے جاتے ہیں۔ ہمارے سامنے ایک سوالیہ نشان ابھرتا ہے کہ ایسے حالات میں معاشی تنگی کا شکار بیوہ خاتون کیا کرے ؟ جسے سہارا مل گیا یا جسے اچھی رہنمائی مل گئی اس کے لئے تو بہتری ہے مگر جس کو نہ کوئی سہارا دینے والا ملا نہ ہی کسی نے کوئی اچھا سوچھاؤ دیا ایسی عورتیں گھٹ گھٹ کر جیتی ہیں، مانگنے میں عار محسوس کرتی ہیں نتیجتا بہت ساری خواتین خودکشی کا راستہ اختیار کرتی ہیں یا فحش کاموں میں ملوث ہو جاتی ہیں۔

بیوہ کی معاشی مشکلات کے حل کا دو طریقہ ہے، ایک اجتماعیت سے تعلق رکھتا ہے تو دوسرا انفرادیت سے۔

مشکلات کا اجتماعی حل : اسلامی ریاست اور بیت المال کی ذمہ داری ہے کہ وہ بے سہارا خواتین اسلام اور بیوہ عورتوں کی معاشی کفالت کرے، ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت اور معاشی نگہداشت کرے۔ اسلامی ریاست موجود نہیں ہو تو سماجی تنظیموں کا یہ کام ہے اور سماجی تنظیموں کے ساتھ انفرادی طور پر جو لوگ صاحب نصاب ہیں یا جن کے پاس ضرورت سے زائد مال ہے وہ لوگ اپنے بچے ہوئے پیسوں سے ان محتاجوں کی معاشی مشکلات دور کرے۔ آج خیراتی اداروں اور اصحاب ثروت کی کمی نہیں ہے مگر مجبوروں کی معاشی مشکلات جوں کے توں ہیں۔ اگر یہ لوگ فعال ہو جائیں اور دیانتداری سے مستحقین پر مال صرف کریں تو سماج سے ہر قسم کی غربت ولاچاری کا خاتمہ ہو جائے گا۔

مشکلات کا انفرادی حل: انفرادی حل کا تعلق خود بیوہ خاتون سے ہے جسے صدقہ لاحق ہے، مصائب سے دوچار ہے وہ چاہے تو انفرادی طور پر اپنے مسائل کو حل کر سکتی ہے اور معاشی مشکلات ختم کر سکتی ہے۔

سب سے پہلے تو یہ بتادوں کہ ایک عورت کے لئے اس کے شوہر کا انتقال بڑا صبر آزما مرحلہ ہوتا ہے ایسے موقع پر بیوہ خاتون کو صبر جمیل کی تلقین کرتاہوں، مصائب ومشکلات میں صبر کرنا مومن کی امتیازی صفت اور پریشانی سے نکلنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔اللہ تعالی صبر کے ذریعہ بندوں کی غیبی مدد کرتا ہے ،حزن وملال دور فرماتا ہے اور بے پناہ اجر سے نوازتا ہے۔فرمان الہی ہے:

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ(الزمر: ١٠)

ترجمہ: یقینا صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے پورا دیا جائے گا۔

مومن بندہ کو اس بات پر بھی یقین کرنا ہے کہ سب کی روزیاں آسمان میں ہیں، اللہ تعالی جس طرح چاہتا ہے اپنے بندوں کو آسمان سے روزی بھیجتا ہے۔اللہ کا فرمان ہے:

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ(الذاریات: 22)

ترجمہ: اور تمہاری روزی اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے سب آسمان میں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ شوہر کے انتقال کے بعد اس کے چھوڑے ہوئے ترکے میں سے بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا اگر اسے اولاد ہے اور اولاد نہیں تو پھر چوتھا حصہ ملے گا۔اسی طرح شوہر نے اپنی حیات میں جو تحفے تحائف اور مال وزر دئے وہ بیوی کا ہے، مہر کی رقم بھی بیوی کی ذاتی ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اس چیزوں کے علاوہ ایسے اعمال وافعال ہیں جن کے ذریعہ بیوہ ذاتی طور پر عمل میں لا کر اپنے حالات بہتر سے بہتر کر سکتی ہے۔زندگی کی خوشیاں بٹور سکتی ہے اور جن مالی مشکالات کا سامنا ہے اللہ کی توفیق واعانت سے اس کا سدباب کر سکتی ہے۔

نیچے میں کچھ اعمال بیان کررہاہوں جو فقر وفاقہ کے خاتمہ اسباب ہیں، انہیں عملی جامہ پہنا کر اللہ نے چاہا تو اس کی طرف سے مالداری نصیب ہوگی۔

(1)اسلامی تجارت میں شرکت کریں: عورت کے پاس اگر کچھ رقم ہو تو اسے اسلامی تجارت میں لگاسکتی ہے جس کے منافع سے اس کے حالات اچھے ہو سکتے ہیں۔ کچھ لوگ کام کے ماہر ہوتے ہیں مگر رقم نہیں ہوتی تاکہ اپنی مہارت کا صحیح استعمال کرسکے۔ایسے لوگوں کے لئے بیع سلم مفید تجارت ہے۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس کام میں مہارت ہے اس کا منصوبہ تیار کریں اور اس منصوبے کے مصروفات پہلے ہی لے لیں یعنی اس چیز کا پلان دکھاکر ہی بیچ دیں اور جو مدت آپ نے خریدار سے طے کی اس کے اندر اس کے ہی پیسے سے منصوبے کی تکمیل کردیں،اس طرح بغیر پیسے کے کام بھی ہو جائے گا اور منافع بھی حاصل ہو جائے گا۔

(2)جائز پیشہ اختیار کریں:اسلام نے عورتوں کو نوکری کرنے سے منع نہیں کیا ہے،ایک عورت شرعی حدود میں رہ کر اس کے لئے جو وظیفہ جائز ہے انجام دے سکتی ہے اور اس کے ذریعہ وہ اپنے اور اپنے بچوں کی پرورش کرسکتی ہے۔ مثلا سلائی، کڑھائی، صفائی، امور خانہ داری، کمپنیوں اور تعلیمی اداروں میں مزدوری وغیرہ۔ نوکری کے لئے شرعی حدود یعنی حجاب کی پابندی، اختلاط سے اجتناب، عفت وعصمت کی حفاظت ، محرم کے ساتھ سفر اور خلوت سے دوری ضروری ہے۔

(3) کسی دیندار مرد سے نکاح کرلیں: نکاح نہ صرف نظر وشرمگاہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے بلکہ اس سے مالداری بھی آتی ہے۔ بیوہ خاتون کو شادی کرلینا چاہئے تاکہ اس کی عفت وعصمت کی حفاظت ہو، جسمانی سکون وراحت نصیب ہو اور اسلام نے شوہر کے ذمہ جو کفالت کی ذمہ داری ڈالی ہے اس سے فائدہ حاصل ہو۔ نکاح رزق کے حصول کا ذریعہ ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ(النور:32)

ترجمہ: تم میں سے جو مرد عورت بے نکاح کے ہوں ان کا نکاح کردو اور اپنے نیک بخت غلام اور لونڈیوں کا بھی اگر وہ مفلس بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی بنادے گا اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔

اسی طرح نبی ﷺ کا فرمان ہے:

ثلاثةٌ حقٌّ على اللَّهِ عونُهُم: المُجاهدُ في سبيلِ اللَّهِ، والمُكاتِبُ الَّذي يريدُ الأداءَ، والنَّاكحُ الَّذي يريدُ العفافَ(صحيح الترمذي:1655)

ترجمہ: تین آدمیوں کی مدد اللہ کے نزدیک ثابت ہے ایک اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا، دوسرا وہ مکاتب غلام جو زر کتابت ادا کرنا چاہتا ہو اور تیسرا وہ شادی کرنے والا جو پاکدامنی حاصل کرنا چاہتا ہو۔

یہاں میں ان مردوں کو بھی مخاطب کرنا چاہتا ہوں جن کی بیوی کی وفات ہوگئی وہ کسی بیوہ خاتون سے شادی کرکے اپنی اور اس کی زندگی بہتر بنالیں۔ بیوہ سے کوئی ضروری نہیں ہے کہ شادی شدہ مرد ہی شادی کرے، غیر شادی شدہ مرد بھی کرسکتا ہے۔ نبی ﷺ کا پہلا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تھا آپ غیر شادی شدہ اور خدیجہ رضی اللہ عنہا بیوہ تھیں۔ ان کے علاوہ کئی بیوہ خاتون سے آپ ﷺ نے نکاح کیا۔

(4) **توبہ واستغفار کو لازم پکڑیں:** جو کثرت سے توبہ واستغفار کرتے ہیں اللہ تعالی ان کی مدد فرماتا ہے، تنگ دستی دور کرتا اور خوشحالی نصیب کرتا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا . يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا . وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا(نوح : 10-12)

ترجمہ: پس میں (نوح) نے کہا، اپنے رب سے گناہوں کی معافی طلب کرو، بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے، وہ آسمان سے تم پر موسلادھار بارش برسائے گا اور تمہارے مالوں اور اولاد میں اضافہ کرے گا، اور تمہارے لئے باغات پیدا کرے گا، اور نہریں نکالے گا۔

گناہوں سے معافی طلب کرنے کا مطلب ہے کہ آدمی سے جو گناہ ہوگیا ہے اس پہ شرمسار ہو اور اسے آئندہ کے لئے ترک کردے اور اس گناہ کے ترک پہ پختہ ارادہ بھی کرے۔

(5) **اللہ کا تقوی اختیار کریں:** اللہ تعالی سے ڈرنا اور صرف اسی سے خوف کھانا عظیم عبادت ہے۔ اس عبادت کی انجام دہی رب کو بیحد پسند ہے۔ جو لوگ فقر کے شکار ہیں انہیں اللہ کا تقوی اختیار کرنا چاہئے تاکہ وہ اللہ کے نزدیک محبوب بن جائے اور اللہ خوش ہوکر دین ودنیا کی مالداری عطا کردے۔ اللہ تعالی نے وعدہ کیا ہے جو اس سے تقوی اختیار

کرے گا اس کو غم والم اور حزن وملال سے نکالے گا اور رزق کے ایسے دہانے کھولے گا جس کا اس نے شعور بھی نہیں کیا تھا۔ فرمان باری تعالی ہے:

وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا، وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (الطلاق:2-3)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہوگا۔

اس کی مثال تین غار والوں کا واقعہ ہے، ان میں سے ایک اپنی چچازاد بہن پر فریفتہ تھا، اس نے ایک سو دینار کے بدلے اس سے بدسلوکی کرنے کی کوشش کی، جب قریب تھا کہ وہ خلوت نشینی کرے تو لڑکی نے سے اللہ سے ڈرنے کا واسطہ دیا، وہ آدمی ڈر گیا۔ تو اللہ نے غار کے منہ سے پتھر ہٹا کر مصیبت سے نجات دیا۔ (بخاری و مسلم)

(6) اللہ ہی پر کامل بھروسہ رکھیں: جب آدمی غمزدہ ہوتا ہے تو اس کی سوچ و فکر اور اعمال پر بہت فرق پڑتا ہے۔ غم دور ہونے کے بجائے بڑھتا چلا جائے تو اس عالم میں اللہ پر اعتماد کرنا ایمان والوں کی پہچان ہے۔ ہمیں یہ اعتقاد رکھنا ہے کہ پریشانی دینے والا اور دور کرنے صرف اللہ کی ذات ہے۔ فرمان الہی ہے:

وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (سورة الأنعام:17)

ترجمہ: اگر اللہ تمہیں کسی قسم کا نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو تمہیں اس نقصان سے بچا سکے اور اگر وہ تمہیں کسی بھلائی سے بہرہ مند کرے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

جب آئی ہوئی مصیبت اللہ کی طرف سے ہے اسے کوئی ٹالنے والا نہیں تو کیوں نہ اللہ ہی پر کامل بھروسہ کریں تاکہ وہ غم سے نجات دیدے اور خوشحالی سے بھی مالامال کردے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

لو أنَّكم كنتُم توَكلونَ علَى اللهِ حقَّ توَكلِه لرزقتُم كما يرزقُ الطَّيرُ تغدو خماصًا وتروحُ بطانًا (صحيح الترمذي:2344)

ترجمہ: اگر تم لوگ اللہ پر توکل (بھروسہ) کرو جیسا کہ اس پر توکل (بھروسہ) کرنے کا حق ہے تو تمہیں اسی طرح رزق ملے گا جیسا کہ پرندوں کو ملتا ہے کہ صبح کو وہ بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو آسودہ واپس آتے ہیں۔

(7)اللہ کی بندگی بجالائیں: اللہ وحدہ لاشریک نے بندوں کواپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے،انسان کورب کی بندگی کرتے ہوئے زندگی گزارنی چاہیئے خواہ زندگی کی صعوبت سے دور ہو یا عیش وعشرت والی زندگی میسر ہو۔ ہردوحال میں اللہ کی بندگی کے لئے وقت نکالنا چاہئے اور کامل یکسوئی سے اس پروردگار کی عبادت کرنی چاہیئے۔اس کے سبب اللہ تعالی مالداروں کی مالداری میں برکت اور زیادتی پیدا کرے گا اور محتاجوں کی محتاجی دور کرکے غنی بنادے گا۔

حدیث قدسی میں وارد ہے:

إنَّ اللَّهَ تعالى يقولُ يا ابنَ آدمَ : تفرَّغْ لعبادتي أملأْ صدرَكَ غنًى وأسدَّ فقرَكَ وإن لا تفعَل ملأتُ يديْكَ شغلاً ، ولم أسدَّ فقرَكَ(صحيح الترمذي:2466)

ترجمہ: یقیناًاللہ تعالی نے فرمایا:اے ابن آدم !میری عبادت کے لئے خود کو فارغ کرو یعنی توجہ اوردلجمعی سے میری عبادت کرو،میں تیرے سینے کوتونگری سے بھردوں گا،اور تیری محتاجی کو ختم کردوں گا۔اوراگرتونے ایسا نہ کیاتو میں تیرے ہاتھ کاموں میں الجھادوں گااور تیری مفلسی ختم نہ کروں گا۔

گویاعبادت کے لئے فارغ کرنا محتاجگی دور ہونے کا سبب ہے،اسی طرح عبادت کے ذریعہ اللہ تعالی سے محتاجگی دور ہونے کا سوال بھی کرے جیساکہ اس نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ (البقرة:153)

ترجمہ:اے ایمان والو! نمازاور صبر کے ذریعہ اللہ تعالی سے مدد طلب کرو،بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(8)صلہ رحمی کریں: اکثرایسا ہوتا ہے کہ معمولی معمولی باتوں پر رشتہ داریاں منقطع کرلی جاتی ہیں جس سے الفت ومحبت،مال ودولت اوراس کی برکت چلی جاتی ہے۔اگرکسی کے خاندان میں عورت کو طلاق ہوجائے یابیوہ ہوجائے تواس کے مالداررشتے دار منہ پھیر لیتے ہیں تاکہ اسے کچھ دینا نہ پڑے۔ایسے لوگوں کواللہ سے ڈرنا چاہئے اوراپنے مال سے محتاج رشتہ داروں کی مدد کرنی چاہیئے،ہمارے مال کا اصل مستحق ہمارے ہی مسکین رشتے دار ہیں۔اس سے خرچ کرنے والے کو دنیاوآخرت میں کئی گنا بدلہ ملے گا۔ساتھ ہی بیوہ خاتون کو میں نصیحت کرتا ہوں کہ ظالم رشتہ داروں کے ظلم پر صبر کریں،آپ اپنی طرف سے رشتے ناطے جوڑیں رکھیں اوراللہ تعالی سے حالات کی بہتری کے لئے دعا کرتے

رہیں۔آپ اگر ظلم پر صبر کرتے ہوئے صلہ رحمی کرتے ہیں تواللہ تعالی آپ کے تھوڑے مال میں زیادتی کردے گا جس سے آپ کی ضروریات پوری ہوجائیں گی اور آپ کو دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی نوبت نہیں آئے گی۔

نبی ﷺ کافرمان ہے:

من سَرَّهُ أن يُبسطَ له في رزقِه ، أو يُنسأَ له في أَثَرِه ، فليَصِلْ رحِمَه(صحيح البخاري:2067)

ترجمہ:جو شخص اپنے رزق میں وسعت یا عمر میں اضافہ پسند کرے وہ صلہ رحمی کرے۔

(9)دعا کا خاص اہتمام کریں :دعا مومن کا سب سے بڑا ہتھیار ہے اس کے ذریعہ اللہ تعالی سے کبھی بھی اور کچھ بھی مانگ سکتا ہے۔فقر ہے مالداری مانگ سکتا ہے،پریشانی ہے آسانی مانگ سکتا ہے،بے اولاد ہے اولاد مانگ سکتا ہے،بیماری ہے شفا مانگ سکتا ہے،بے روزگاری ہے روزگار مانگ سکتا ہے،ناسمجھی ہے فہم وفراست مانگ سکتا ہے وغیرہ۔متعدد احادیث میں اس کا ذکر ہے کہ جب بندہ اللہ سے مانگتا ہے تو اللہ تعالی خوش ہوتا ہے کیونکہ بندہ اللہ سے سوال کرتا ہے اور بندے کو خالی ہاتھ لوٹانے میں شرم محسوس کرتا ہے۔یوں تو بندہ کبھی بھی اللہ سے مانگ سکتا پھر بھی بندوں سے اللہ کی محبت وچاہت دیکھیں کہ وہ روزانہ آسمان دنیا پر نزول کرتا ہے اور لوگوں کو کہتا ہے،ہے کوئی مانگنے والا میں اسے دوں گا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَنْزِلُ ربُّنا تبارَكَ وتعالى كلَّ ليلةٍ إلى السماءِ الدنيا ، حينَ يَبْقَى ثُلُثُ الليلِ الآخرِ ، يقولُ : من يَدعوني فأَستجيبُ لهُ ، من يَسْأَلُني فأُعْطِيهِ ، من يَستغفرني فأَغْفِرُ لهُ .(صحيح البخاري:1145)

ترجمہ:ہمارا پروردگار بلند برکت والا ہے ہر رات کو اس وقت آسمان دنیا پر آتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ رہ جاتا ہے۔وہ کہتا ہے کوئی مجھ سے دعا کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں،کوئی مجھ سے مانگنے والا ہے کہ میں اسے دوں کوئی مجھ سے بخشش طلب کرنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں۔

اس لئے بندہ کو رات کے آخری حصے میں رب سے جو ضرورت ہو اس کا سوال کرنا چاہئے اللہ تعالی دعا قبول کرنے والا ہے۔

(10)ذکرواذکار کرتے رہیں:نبی ﷺ نے ہمیں ایسی دعاؤں اور اذکار کی تعلیم دی ہے جن سے محتاجگی دور ہوتی اور خوشحالی میسر ہوتی ہے۔ان میں سے چند اذکار ودعا کو یہاں ذکر کرتا ہوں جن کا اہتمام ہمیں کرنا چاہئے بطور خاص

بیوہ خاتون جن کا معاش تنگ وناکافی ہو۔اللہ تعالی مجبور بندوں کی دعا قبول کرتا ہے اور ذکر واذکار کو پسند فرماتا ہے اور اس کے بدلے دینا میں آرام وسکون، روزی میں کشادگی وبرکت اور آخرت میں کامیابی عطا کرتا ہے۔

☆جب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے نوکر طلب کیا تو آپ نے انہیں یہ دعا سکھائی:

اللَّهمَّ ربَّ السَّمواتِ السَّبعِ، وربَّ العرشِ العظيمِ، ربَّنا وربَّ كلِّ شيءٍ منزِلَ التَّوراةِ والإنجيلِ والقرآنِ، فالقَ الحبِّ والنَّوى، أعوذُ بِكَ من شرِّ كلِّ شيءٍ أنتَ آخذٌ بناصيتِهِ، أنتَ الأوَّلُ فليسَ قبلَكَ شيءٌ، وأنتَ الآخِرُ فليسَ بعدَكَ شيءٌ، وأنتَ الظَّاهرُ فليسَ فوقَكَ شيءٌ، وأنتَ الباطنُ فليسَ دونَكَ شيءٌ، اقضِ عنِّي الدَّينَ، وأغنِني منَ الفقرِ(صحيح الترمذي:3481)

ترجمہ: اے اللہ! تو ساتوں آسمانوں کا رب، عرش عظیم کا رب، اے ہمارے رب! اور ہر چیز کے رب، توراۃ، انجیل اور قرآن کے نازل کرنے والے، زمین پھاڑ کر دانے اگانے اور اکھوے نکالنے والے، میں تیری پناہ چاہتا ہوں ہر چیز کے شر سے، جس کی پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، تو پہلا ہے (شروع سے ہے) تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں ہے، تو سب سے آخر ہے تیرے بعد کوئی چیز نہیں، تو سب سے ظاہر (یعنی اوپر ہے)، تیرے اوپر کوئی چیز نہیں ہے، تو پوشیدہ ہے سب کی نظروں سے، لیکن تم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے، اے اللہ! تو میرے اوپر سے قرض اتار دے اور مجھے محتاجی سے نکال کر مالدار کر دے۔

☆فجر کی نماز کے بعد یہ دعا پڑھیں:

اللَّهمَّ إنِّي أسألُكَ عِلمًا نافعًا ورزقًا طيِّبًا وعملًا متقبَّلًا(صحيح ابن ماجه:762)

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے نفع بخش علم، پاکیزہ رزق اور قبولیت والے عمل کا سوال کرتا ہوں۔

☆جب کوئی نیا مسلم ہوتا تو آپ ﷺ انہیں نماز کی تعلیم دیتے اور یہ دعا پڑھنے کا حکم فرماتے:

اللهم ! اغفِرْ لي وارحمني واهْدِني وعافِني وارزُقْني(صحيح مسلم:2697)

ترجمہ: اے اللہ مجھے معاف فرما، مجھ پر رحم فرما، مجھے عافیت دے اور مجھے رزق عطا فرما۔

☆اسے بھی کثرت سے پڑھیں:وَارْزُقْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ(المائدہ:114)

ترجمہ: اور ہمیں رزق دے اور تو بہترین رازق ہے۔

☆ یہ بھی ایک بہترین قرآنی دعا ہے جو دوران طواف رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان بار بار پڑھی جاتی ہے، اس میں دنیا و آخرت کی ساری بھلائی کی دعا شامل ہے۔

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (201)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا۔

ان کے علاوہ بہت ساری دعائیں ہیں اور وہ دعائیں بھی پڑھی جا سکتی ہیں جو پریشانی، غم اور تکلیف و مصیبت دور کرنے والی ہوں۔

(11) اعمال صالحہ کے ذریعہ اللہ کی قربت حاصل کریں: ہمیں نیک عملوں کے ذریعہ اللہ کی قربت حاصل کرنا چاہئے اور اسے راضی کرنا چاہئے۔ کبھی کبھی اللہ تعالی چھوٹی نیکی سے خوش ہو کر رحمت و برکت سے نواز دیتا ہے اور کبھی کبھی چھوٹی برائی سے ناراض ہو کر مالدار کو فقیر و مسکین بنا دیتا ہے اس لئے یہ بات ذہن میں رہے۔ پنج وقتہ نمازوں کے علاوہ نفلی عبادات مثلا ایام بیض کے روزے، سوموار اور جمعرات کے روزے، قیام اللیل، اشراق کی نماز، وضو کی نماز، مسواک کی سنت، اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے اذکار و استغفار کا اہتمام، قرآن کی تلاوت، دین کی نشر و اشاعت وغیرہ سے اللہ کی رضامندی حاصل ہوتی ہے۔ اس بات پر ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالی جس سے راضی ہو کبھی وہ پریشانی میں ہمیشہ مبتلا نہیں رہے گا، اللہ اسے قسم قسم کی نعمتوں سے نوازتا رہے گا جیسے مریم علیہ السلام کے گھر میں ہی روزی بھیج دیا کرتا تھا۔

BACK

کیا عورتوں کو جہاد کے اجر سے محروم کیا گیا ہے؟

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ عورتوں پر جہاد فرض نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالی نے ان کی فطرت میں کمزوری اور بناوٹ وساخت میں مردوں سے الگ رکھا ہے۔اللہ نے دین میں سب کی رعایت کی ہے اور ایک حکمت کے تحت سب کے لئے مناسب احکامات وتعلیمات دئے ہیں۔بسااوقات ہمیں اللہ کی حکمت کا اندازہ نہیں ہوتا مگر حکمت وبصیرت سے اللہ کا کوئی فیصلہ خالی نہیں ہے۔عورتوں پر جہاد فرض نہ ہونے میں بھی اللہ کی بے شمار حکمتیں ہیں جنہیں سب سے بہتر ان کا خالق ومالک اور حکمت ودانائی والا ہی جانتا ہے۔یہ بھی ایک بڑی حقیقت ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کا بڑا اجر وثواب ہے جو بظاہر ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف مردوں کے لئے ہے مگر ایسی بات نہیں ہے،جہاد تو مردوں پر فرض ہے مگر اس جیسا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ثواب مردوں کے ساتھ عورتوں کے لئے بھی رکھا گیا ہے۔اس بات پر نبی ﷺ کا یہ فرمان واضح طور پر دلالت کرتا ہے جو ابوداؤد وغیرہ میں ہے۔الشَّهَادَةُ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔

ترجمہ: اللہ کی راہ میں قتل کے علاوہ بھی شہادت کے سات اسباب ہیں۔

یہ بات نبی ﷺ نے ان عورتوں سے کہی جنہوں نے شہادت کو صرف اللہ کی راہ میں قتل ہو جانا سمجھا تھا اور ایک صحابی جن کا سامان جہاد تیار تھا مگر وہ جہاد میں جانے سے پہلے وفات پاگئے ان پر یہ عورتیں رو رہی تھیں۔گویا جسمانی جہاد کے علاوہ شہادت کے جو مقامات واجر ہیں ان میں عورتیں بھی شامل ہیں بجز اس کے جو مردوں کے ساتھ ہے۔اگر عورتوں کو اسلام نے شہادت کے اجر سے محروم کیا ہوتا تو کوئی خاتون شہیدہ نہیں کہلاتی مگر ہم کتب حدیث میں بے شمار خواتین کو شہیدہ پاتے ہیں جو اس بات کو مزید تقویت پہنچاتی ہے کہ عورتوں کے لئے شہادت کا درجہ موجود ہے۔

اس مضمون میں اس حقیقت پر روشنی ڈالی جائے گی کہ اللہ تعالی نے عورتوں کے ساتھ بھی انصاف کیا ہے اور ان کے لئے بھی جہاد کا ثواب دوسرے کئی اعمال میں رکھا ہے جنہیں مندرجہ ذیل سطور میں بیان کیا جائے گا۔

(1) **درجہ شہادت کی دعا:** گو کہ عورتوں کے لئے جسمانی جہاد نہیں ہے مگر شہادت کا مقام پانے کے لئے مردوں کی طرح عورتیں بھی اس کے لئے دعا کر سکتی ہیں۔نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

مَنْ سَأَلَ اللهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ، بَلَّغَهُ اللهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ، وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ(صحیح مسلم:1908)

ترجمہ: جو شخص سچے دل سے اللہ کی شہادت مانگے، اللہ اسے شہداء کے مراتب تک پہنچادیتا ہے، چاہے وہ اپنے بستر ہی پر کیوں نہ فوت ہو۔

(2)جہاد کے علاوہ سات چیزوں میں شہادت: جہاد میں قتل کئے جانے کو شہادت تو کہتے ہی ہیں اس کے علاوہ سات اسباب ہیں جن سے آدمی کو شہادت کا درجہ ملتا ہے۔ان ساتوں میں عورت بھی شامل ہے بلکہ ساتواں سبب بطور خاص عورت سے متعلق ہے کہ جو کوئی عورت حالت حمل میں یا بچہ ہوتے وقت یا حالت نفاس میں وفات پاجائے وہ شہادت کا مقام پاتی ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

الشَّهادةُ سبعٌ سوى القتلِ في سبيلِ اللَّهِ المطعونُ شهيدٌ والغرِقُ شهيدٌ وصاحبُ ذاتِ الجنبِ شهيدٌ والمبطونُ شهيدٌ وصاحبُ الحريقِ شهيدٌ والَّذي يموتُ تحتَ الهدمِ شهيدٌ والمرأةُ تموتُ بِجُمعٍ شهيدةٌ(صحيح أبي داود:3111)

ترجمہ: اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں کے علاوہ سات شہید ہیں (1) مطعون شہید ہے (2) اور ڈوبنے والا شہید ہے (3) ذات الجنب کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے اور (4) اور پیٹ کی بیماری سے مرنے والا، اور (5) جل کر مرنے والا شہید ہے، اور (6) ملبے کے نیچے دب کر مرنے والا شہید ہے، اور (7) اور وہ عورت جو ولادت کی تکلیف (دردزہ) میں وفات پاجائے شہید ہے۔

حمل والیوں سے متعلق یہ الفاظ بھی وارد ہیں۔

والنُّفساءُ شهيدةٌ(صحيح الجامع:4441)

ترجمہ: حالت نفاس میں وفات پانے والی شہیدہ ہے۔

مسند احمد، مجمع الزوائد، معجم طبرانی وغیرہ میں نفساء کے لئے یہ الفاظ آئے ہیں۔

والنُّفساءُ يجرُّها ولدُها بسُرُرِها إلى الجنةِ(صحيح الجامع:4439)

ترجمہ: ولادت کے بعد نفاس کی حالت میں مرنے والی کو اُسکی وہ اولاد (جس کی ولادت ہوئی اور اس ولادت کی وجہ سے وہ مرگئی) اپنی کٹی ہوئی ناف سے جنّت میں کھینچ لے جاتی ہے۔

(3) والدین کی خدمت کرنا: ماں باپ کی خدمت کرنے سے جہاد کے برابر ثواب ملتا ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أن رجلاً جاء إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال: إني أشتهي الجهاد ولا أقدر عليه، قال: هل بقي من والديك أحد؟ قال: أمي، قال: قابل الله في برها، فإن فعلت فأنت حاج ومعتمر ومجاهد.

ترجمہ: ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا میں جہاد کی خواہش رکھتا ہوں مگر اس کی طاقت نہیں۔ تو آپ نے پوچھا کہ تمہارے والدین میں سے کوئی باحیات ہیں؟ تو اس نے کہا کہ ہاں میری ماں تو آپ نے بتایا کہ کاؤان کی خدمت کرو، تم حاجی، معتمر اور مجاہد کہلاؤ گے۔

☆ بوصیری نے کہا کہ ابویعلی اور طبرانی نے اسے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (اتحاف الخیرہ: 474/5) عراقی نے تخریج الاحیاء میں حسن اور منذری نے الترغیب والترہیب میں جید کہا ہے۔

اسی طرح صحیحین میں نبی ﷺ کا فرمان ہے:

جاء رجلٌ إلى النبيِّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم فاستأذنهُ في الجهاد، فقال : أحَيٌّ والِداكَ قال : نعم، قال : فَفِيهِما فَجاهِدْ.(صحيح البخاري:3004، صحيح مسلم:2549)

ترجمہ: ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا: کیا تمھارے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں (زندہ ہیں)۔ آپ نے فرمایا: ان کی خدمت کرنے میں خوب محنت کر (یہی تیرا جہاد ہے)۔

(4) بیوہ اور مسکین کی خدمت کرنا: جو مرد یا عورت بیوہ یا مسکین کی خدمت کرے اس کے لئے جہاد کے برابر ثواب ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

السَّاعي على الأرملةِ والمسكينِ ، كالمُجاهدِ في سبيلِ اللَّهِ ، أو القائمِ الليلَ والصائمِ النهارِ(صحيح البخاري:5353)

ترجمہ: جو شخص بیوگان اور مساکین کا خدمت گار ہے وہ مجاہد فی سبیل اللہ یا رات کو قیام کرنے اور دن کو روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔

(5) **اول وقت پر نماز پڑھنا:** نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کرنا والدین کے ساتھ حسن سلوک اور جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر اجر و ثواب کا باعث ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

أيُّ الأعمالِ أحبُّ إلى اللهِ ؟ قالَ الصَّلاةُ على وقتِها قلتُ : ثمَّ أيٌّ ؟ قالَ ثمَّ برُّ الوالدينِ قلتُ : ثمَّ أيٌّ ؟ قالَ ثمَّ الجهادُ في سبيلِ اللهِ (صحيح مسلم:85)

ترجمہ: اے اللہ کے نبی! کون سا عمل جنت سے زیادہ قریب (کر دیتا) ہے؟ فرمایا: 'نمازیں اپنے اپنے اوقات پر پڑھنا۔ میں نے پوچھا: اے اللہ کے نبی! اور کیا؟ فرمایا: والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ میں نے پوچھا: اے اللہ کے نبی! اور کیا؟ فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔

(6) **عشرہ ذی الحجہ کے اعمال:** ذوالحجہ کے پہلے عشرہ میں اعمال صالحہ انجام دینا جہاد میں شریک ہونے سے بڑھ کا ثواب کا باعث ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

ما العملُ في أيامِ العشْرِ أفضلَ من العملِ في هذه . قالوا : ولا الجهادُ ؟ قال : ولا الجهادُ، إلا رجلٌ خرجَ يخاطِرُ بنفسِه ومالِه، فلم يرجِعْ بشيءٍ(صحيح البخاري : 969)

ترجمہ: ان دس دنوں میں اللہ تعالی کو عمل صالح بہت پسند ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا جہاد فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ یہ دن پسند ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! یہ دن جہاد فی سبیل اللہ سے بھی بہتر ہیں سوائے اس شخص کے جو اپنے مال اور جان کو لے کر نکلے اور کسی چیز کو واپس لے کر نہ آئے۔

(7) **عورتوں کا جہاد حج ہے اور وہ سب سے بہتر ہے:** اس موضوع سے متعلق چند احادیث دیکھیں۔

پہلی حدیث: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جِهادُكُنَّ الحجُّ(صحيح البخاري:2875)

ترجمہ: تمہارا جہاد حج ہے۔

دوسری حدیث: سألَه نساؤه عن الجهادِ، فقال : نعم الجهادُ الحجُّ .(صحيح البخاري:2876)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی ازواج مطہرات نے جہاد کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج بہت ہی عمدہ جہاد ہے۔

تیسری حدیث: عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ أَفَلَا نُجَاهِدُ قَالَ لَا لَكِنَّ أَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُورٌ(صحيح البخاري:1536)

ترجمہ: اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، انھوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول اللہ ﷺ! ہم سمجھتے ہیں کہ جہاد سب نیک اعمال سے بڑھ کر ہے تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: (نہیں) بلکہ (تمھارے لیے) عمدہ جہاد حج مبرور ہے۔

چوتھی حدیث: عمرہ بھی اللہ کے راستے میں سے ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

إنَّ الحجَّ والعمرةَ في سبيلِ اللهِ(صحيح الترغيب:1119)

ترجمہ: بے شک حج اور عمرہ اللہ کے راستے میں سے ہے۔

(8) **افضل جہاد اپنے نفس سے جہاد ہے:** عورت ہو یا مرد اس کے لئے سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ وہ نفسانی خواہشات سے جہاد کرے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: أفضلُ الجهادِ أن يُجاهدَ الرَّجلُ نفسَه وهواهُ(صحيح الجامع:1099)

ترجمہ: سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ آدمی اپنی نفسانی خواہش سے جہاد کرے۔

(9) **ایک نماز سے دوسری نماز کا انتظار کرنا:** نبی ﷺ کا فرمان ہے:

ألا أدلُّكم على ما يمحو اللهُ بهِ الخطايا ويرفعُ بهِ الدرجاتِ ؟ قالوا : بلى . يا رسولَ اللهِ ! قال إسباغُ الوضوءِ على المكارهِ . وكثرةُ الخطا إلى المساجدِ . وانتظارُ الصلاةِ بعدَ الصلاةِ . فذلكمْ الرباطُ
(صحيح مسلم:251).

ترجمہ: کیا میں تمھیں ایسی چیزیں نہ بتاؤں جن سے اللہ گناہوں کو مٹاتا اور درجات کو بلند کرتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیوں نہیں، آپ ضرور بتائیں، آپ نے فرمایا: ناگواری کے باوجود مکمل وضو کرنا اور مسجدوں کی طرف زیادہ چل کر جانا اور نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا، یہی سرحد کی حقیقی پاسبانی ہے۔

(10) **جو اپنے مال، عزت اور اہل کے لئے مارا جائے شہید ہے:** نبی ﷺ کا فرمان ہے:

من قاتل دون مالِه، فقُتل فهو شهيدٌ، ومن قاتل دونَ دمِه، فهو شهيدٌ، ومن قاتل دونَ أهلِه، فهو شهيدٌ(صحيح النسائي:4105)

ترجمہ: جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے، وہ شہید ہے اور جو اپنی جان بچاتے ہوئے مارا جائے، وہ بھی شہید ہے او جو شخص اپنے گھر والوں کے دفاع میں مارا جائے، وہ بھی شہید ہے۔

دین اسلام کے لئے اپنی جان قربان کرنی والی پہلی شہیدہ خاتون حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

(11) **فتنے کے زمانے میں دین حق پر قائم رہنے سے پچاس شہیدوں کا ثواب:** نبی ﷺ کا فرمان ہے:

إِنَّ مِنْ ورائِكُم زمانُ صبرٍ ، لِلْمُتَمَسِّكِ فيه أجرُ خمسينَ شهيدًا منكم(صحيح الجامع:2234)

ترجمہ: تمہارے بعد والا زمانہ صبر آزما (پر فتن) ہوگا، اس وقت (حق کو/دین کو) تھامنے والے کو تمہارے پچاس شہیدوں کے اجر کے برابر ثواب ملے گا۔

(12) **نماز کے بعد تسبیح فاطمی پڑھنا:** حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا:

جاء الفقراء إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقالوا: ذهب أهل الدثور بالدرجات العُلى والنعيم المقيم، يصلون كما نصلي ويصومون كما نصوم، ولهم فَضْلٌ من أموال يحجون بها ويعتمرون ويجاهدون ويتصدقون، قال: ألا أحدثكم بأمر إن أخذتم به أدركتم من سبقكم ولم يدرككم أحد بعدكم، وكنتم خير من أنتم بين ظهرانيه إلا من عمل مثله: تسبحون وتحمدون وتكبرون خلف كل صلاة ثلاثاً وثلاثين.(صحيح البخارى: 843)

ترجمہ: کچھ مسکین لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور بولے کہ مال والے تو بلند مقام اور جنت لے گئے۔ وہ ہماری ہی طرح نماز پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں۔ اور ان کے لئے مال کی وجہ سے فضیلت ہے، مال سے حج کرتے ہیں، اور عمرہ کرتے ہیں، اور جہاد کرتے ہیں، اور صدقہ دیتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جس کی وجہ سے تم پہلے والوں کے درجہ پا سکو اور کوئی تمہیں تمہارے بعد نہ پا سکے اور تم اپنے بیچ سب سے اچھے بن جاؤ سوائے ان کے جو ایسا عمل کرے۔ وہ یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد تم تینتیس بار (33) سبحان اللہ تینتیس بار (33) الحمدللہ اور تینتیس بار (33) اللہ اکبر کہو۔

(13) اللہ کا ذکر کرنا: اوپر نماز کے بعد تسبیح پڑھنے کا ذکر ہے، ایک دوسری حدیث میں ہے کہ عمومی ذکر سے بھی جہاد سے بڑھ کر ثواب ملتا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

ألا أنبئكم بخير أعمالكم وأزكاها عند مليككم وأرفعها في درجاتكم وخير لكم من إنفاق الذهب والورق وخير لكم من أن تلقوا عدوكم فتضربوا أعناقهم ويضربوا أعناقكم قالوا بلى قال ذكر الله تعالى (صحيح الترمذي:337)

ترجمہ: کیا میں تمہارے سب سے بہتر اور تمہارے رب کے نزدیک سب سے پاکیزہ اور سب سے بلند درجے والے عمل کی تمہیں خبر نہ دوں؟ وہ عمل تمہارے لیے سونا چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہے، وہ عمل تمہارے لیے اس سے بھی بہتر ہے کہ تم (میدان جنگ میں) اپنے دشمن سے ٹکراؤ، وہ تمہاری گردنیں کاٹے اور تم ان کی (یعنی تمہارے جہاد کرنے سے بھی افضل)۔ لوگوں نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

اس بات کی طرف اللہ تعالی نے اپنے کلام میں بھی اشارہ کیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا (الاحزاب:34)

ترجمہ: اور تمہارے گھروں میں اللہ کی جو آیتیں اور رسول کی جو احادیث پڑھی جاتی ہیں ان کا ذکر کرتی رہو یقیناً اللہ تعالیٰ لطف کرنے والا خبردار ہے۔

(14) سو بار اللہ اکبر، سو بار الحمد للہ اور سو بار سبحان اللہ کہنا: اُم ھانی بنت أبي طالب رضي اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھے کوئی عمل بتلایئے، میں بوڑھی اور ضعیف ہو گئی ہوں، میرا بدن بھاری ہو گیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَبِّري اللَّهَ مائةَ مرَّةٍ ، واحمَدي اللَّهَ مائةَ مرَّةٍ ، وسبِّحي اللَّهَ مائةَ مرَّةٍ خيرٌ من مائةِ فرَسٍ مُلجَمٍ مُسرَجٍ في سبيلِ اللَّهِ ، وخيرٌ من مائةِ بدَنةٍ ، وخيرٌ من مائةِ رقبةٍ(صحيح ابن ماجه:3810)

ترجمہ: سو بار «اللہ اکبر»، سو بار «الحمدللہ»، سو بار «سبحان اللہ» کہو، یہ ان سو گھوڑوں سے بہتر ہے جو جہاد فی سبیل اللہ میں مع زین و لگام کے کس دیئے جائیں، اور سو جانور قربان کرنے، اور سو غلام آزاد کرنے سے بہتر ہیں۔

(15) **اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا:** جو لوگ (مرد و خاتون) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے انہیں انبیاء، صدیق، شہداء اور صالحین کی رفاقت نصیب ہو گی۔ اللہ کا فرمان ہے:

وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا (النساء:69)

ترجمہ: اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، جیسے نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ بہترین رفیق ہیں۔

اس آیت کی روشنی میں وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت چھوڑ کر مخلوق کی اطاعت کرتے ہیں وہ انجام سے بے خبر نہ رہیں۔

مذکورہ بالا سطور میں چند فطری شہادت کے علاوہ کئی اعمال ایسے ہیں جن کی انجام دہی سے شہادت کا ثواب ملتا ہے جن میں سے کئی کا یہاں ذکر کیا گیا ہے ، ساتھ ہی ہمیں یہ معلوم ہوا کہ عورتوں پر جسمانی جہاد فرض نہیں ہے البتہ اسلامی غزوات کو مد نظر رکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ معمر عورتیں مجاہدوں کو پانی پلانے، کھانا بنانے، مرہم پٹی کرنے اور دیگر ضروریات پر تعاون کرنے کی غرض سے جنگوں میں شرکت کر سکتی ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُو بِأُمِّ سُلَيْمٍ وَنِسْوَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ مَعَهُ إِذَا غَزَا، فَيَسْقِينَ الْمَاءَ، وَيُدَاوِينَ الْجَرْحَى (صحيح مسلم:4787)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب جنگ کرتے تو ام سلیم اور انصار کی کچھ دوسری عورتوں کو ساتھ لے جا کر جنگ کرتے، وہ پانی پلاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

اور اگر کوئی کافر بغیر جنگ کے مسلم عورت پر حملہ کرے یا حملے کی ہجومی صورت حال ہو تو اپنی جان بچانے کے لئے عورت اپنا دفاع کر سکتی ہے اس مقاتلہ میں وفات پانے پر وہ شہید کہلائے گی۔

یہاں ایک اہم نکتہ عورتوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ اگر ان پر جسمانی جہاد نہیں ہے تو مطمئن نہ جائیں، آج کے پر فتن دور میں قدم قدم پر آزمائشوں سے جہاد کرنا ہے۔ عورت خواہشات نفس سے، زبان و قلم سے اور دعوت دین کے لئے حتی المقدور جہاد کرے گی۔ ان تمام برائیوں کے خلاف جہاد کرے گی جو اس کی عزت و آبرو کے لئے پر خطر ہو مثلاً زنا سے،

اختلاط سے، رقص و سرود سے، اباحیت وانار کی سے اور عریانیت و فحاشیت سے جہاد کرے گی۔ آج مردوں کے مقابلے میں زیادہ صبر آزما مرحلہ عورت کے لئے ہی ہے اس لئے انہیں اللہ کی اطاعت میں جہاد بالنفس کو لازم پکڑ لینا چاہیئے جو انہیں ہر فتنے اور ہر شر سے بچا سکے۔

BACK

پیارے رسول ﷺ کی چار پیاری بیٹیاں اور کذاب شیعہ آصف رضا علوی

اس بات میں اہل سنت والجماعت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ نبی ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں۔سب سے بڑی زینب،اس کے بعد رقیہ ،اس کے بعد ام کلثوم پھر فاطمہ رضی اللہ عنہما۔بیٹیوں کی ترتیب میں اختلاف ہے مگر مذکورہ ترتیب ہی اصح ہے،ابن عبدالبر نے لکھا ہے : والذي تسكن إليه النفس على ما تواترت به الأخبار ترتيب بنات رسول الله صلى الله عليه وسلم : أن زينب الأولى ، ثم الثانية رقية ، ثم الثالثة أم كلثوم ، ثم الرابعة فاطمة الزهراء۔(الاستيعاب:ص 612) .

ترجمہ: متواتر اخبار سے نبی ﷺ کی بیٹیوں کی ترتیب میں جس بات پر نفس کو سکون ملتا ہے وہ یہ ہے کہ زینت سب سے بڑی،دوسری رقیہ،تیسری ام کلثوم اور چوتھی فاطمہ الزاھراء۔

اس بات پہ اہل السنہ کا اجماع ہے جو اس جماع کا منکر ہے وہ گمراہ شخص ہے۔یہاں دو تاریخی بات بھی ذہن میں محفوظ کرلیں کہ نبی ﷺ کی ساری اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تھیں سوائے ابراہیم کے جو ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے اور ساری اولاد آپ کی حیات مبارکہ میں ہی فوت ہو گئیں سوائے فاطمہ کے جو آپ کی وفات کے چھ ماہ بعد انتقال فرمائیں۔

شیعہ کے یہاں نبی ﷺ کی صاحبزادیوں کے متعلق دو موقف ہیں۔

(1) شیعہ میں بھی یقینا بعض لوگ بعض امور میں حق بیانی سے کام لیتے ہیں،اس معاملہ میں بھی وہ لوگ حق پر ہیں جنہوں نے نبی ﷺ کی چار بیٹیاں لکھا ہے۔متعدد شیعہ کتب میں اس بات کا ذکر ہے چنانچہ شیعہ کے عقیدہ کے مطابق امام مہدی کے نائب امام حسین بن روح سے پوچھا گیا:

كم بنات رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم؟ فقال: أربع، قال: فأيهن أفضل؟ فقال: فاطمة(الغيبة للطوسي:409/1)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی کتنی بیٹیاں تھیں؟انہوں نے کہا چار۔پوچھا گیا کہ سب سے افضل کون سی تھیں؟انہوں نے کہا فاطمہ۔

یہ کتاب انٹرنیٹ پر موجود ہے، یہاں سے عربی عبارت کاپی کر کے گوگل میں سرچ کر سکتے ہیں بلکہ اس مضمون میں پیش کئے گئے شیعہ کے تمام حوالے انٹرنیٹ پر دستیاب ہیں کوئی ان مراجع کی طرف التفات کرنا چاہے تو آسانی سے کر سکتا ہے۔

چاروں بیٹیوں کے اسماء بھی شیعہ کتب میں موجود ہیں چنانچہ شیعہ کتاب "الخصال" میں مذکور ہے۔

ولد لرسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) من خديجة القاسم والطاهر وهو عبد الله وأم كلثوم ورقية وزينب وفاطمة (الخصال لابن بابويه القمّي، ص:404)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے اولاد یہ تھی: قاسم، عبداللہ طاہر، ام کلثوم، رقیہ، زینب اور فاطمہ۔

شیعہ عالم عبداللہ مامقانی نبی ﷺ کی صاحبزادیوں کا اس طرح ذکر کرتا ہے:

"وولدت له اربع بنات كلهن ادركن الاسلام وهاجرين وهن زينب وفاطمة ورقية وام كلثوم" (تنقیح المقال:73/3)

ترجمہ: اور ان (خدیجہ رضی اللہ عنہا) سے آنجناب کی چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں تمام نے دور اسلام پائیں اور مدینہ کی طرف ہجرت بھی کیں۔ وہ زینب، فاطمہ، رقیہ اور ام کلثوم ہیں۔

اور بھی شیعہ کتابوں میں نام کے ساتھ چار بیٹیوں کا ذکر ہے، تاہم ان چند ثبوت سے ہی میرا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔

(2) شیعہ کے نزدیک دوسرا موقف یہ ہے کہ رقیہ اور زینت نبی ﷺ کی بیٹیاں نہیں ہیں بلکہ یہ خدیجہ رضی اللہ عنہ کی بہن ہالہ کی بیٹیاں ہیں جب ان کی ماں وفات پا گئیں تو خدیجہ نے گود لے لیا۔ شیعہ عالم ابن شہر آشوب مناقب میں نبی ﷺ کی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی بات لکھتے ہوئے کہتا ہے کہ آپ ﷺ کی خدیجہ سے جب شادی ہوئی تو وہ کنواری تھیں، اس بات کو تقویت پہنچانے کے لئے یہ عبارت لکھتا ہے:

يؤكد ذلك ما ذكر في كتابي الأنوار والبدع أن رقية وزينب كانتا ابنتي هالة أخت خديجة (مناقب آل أبي طالب: 1 / 138)

ترجمہ: اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے جو الانوار اور البدع نامی کتابوں میں مذکور ہے کہ رقیہ اور زینب، خدیجہ کی بہن ہالہ کی بیٹیاں ہیں۔

یہ دوسرا موقف جھوٹ، افتراءاور شیعی جعل سازی پر مبنی ہے۔اس کے پردے میں اسلام پر، مقدس ہستیوں پر اور بے داغ سیرت نبوی پر انگشت نمائی کرنا چاہتا ہے۔

میرے پاس کئی لوگوں نے کذاب شیعہ آصف رضا علوی جو اپنی شکل سے ہی منحوس و لعنتی معلوم پڑتا ہے، کی ایک ویڈیو بھیجی ہے، اس میں یہ منحوس نبی ﷺ کا ذکر بے غیرت والے لفظ سے کرتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ اللہ اور اس کے فرشتوں کی بے شمار لعنتیں اس ملعون پر برسے۔ یہ اپنے بیان میں ذکر کرتا ہے کہ 25 سال میں نبی کی شادی ہوئی، چار سال تک آپ کو کوئی اولاد نہیں ہوئی، 29 سال میں پہلی اولاد قاسم پیدا ہوئی جس سے آپ ابوالقاسم مشہور ہوئے۔ 40 سال میں نبوت ملی اور نبوت سے 5 سال پہلے 3 بیٹیوں کی شادی کر دی تھی۔ اتنا بیان کرنے کے بعد پھر یہ ملعون ریاضیات کے حساب سے نبی ﷺ کی بیٹیوں کی پیدائش اور نکاح کا حساب لگاتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ شادی اور نبوت میں 15 سال کا فاصلہ ہے۔ 4 سال تک کوئی اولاد نہیں، اگر پندرہ میں سے چار سال نکال دئے تو بچے 11 سال۔ نبوت سے 5 سال پہلے ہی تین بیٹیوں کا نکاح ہو چکا تھا، اس وجہ سے 11 میں سے 5 نکال دئے تو اولاد کی پیدائش اور نکاح کا وقفہ بنا صرف 6 سال۔ اتنا کہہ کر بے غیرت کا لفظ استعمال کرتا ہے پھر کہتا ہے کہ کس مذہب میں ہے کہ عمریں پوری کرو۔ 6 سال میں بچے بھی پیدا ہو گئے، جوان بھی ہو گئے اور شادی بھی ہو گئی۔ یہ ہے شیعہ کذاب کا علم ریاضیات سے سیرت نبی اور بنات رسول اللہ پر حملہ۔

ہمارے لئے اللہ کے کلام میں کسی چیز کا ذکر اور فرمان رسول میں اس کا تذکرہ ہی کافی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

يا أيها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن ذلك أدنى أن يعرفن فلا يؤذين وكان الله غفورا رحيما(الأحزاب :59)

ترجمہ: اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں یہ بات اس کے زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں اور انھیں تکلیف نہ پہنچائی جائے اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے بنات کا لفظ ذکر کیا ہے جو ایک سے زائد پر بولا جاتا ہے، گویا قرآن کی آیت اس بات کی دلیل

ہے کہ آپ ﷺ کی ایک سے زائد بیٹیاں تھیں، صرف فاطمہ ہی اکیلی بیٹی نہیں ہے بلکہ زینت، رقیہ اور ام کلثوم بھی آپ کی بیٹیاں ہیں۔

اور فرمان رسول میں جا بجا زینت بنت رسول اللہ، رقیہ بنت رسول اللہ، ام کلثوم بنت رسول اللہ کا ذکر آیا ہے۔ بطور مثال صرف صحیح بخاری کی صرف ایک روایت پیش کرتا ہوں جس میں تمام بیٹیوں کا ذکر اکٹھے آگیا ہے۔

عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: تُوُفِّيَتْ إِحْدَى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:اغْسِلْنَهَا ثَلاَثًا، أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ(صحيح البخاري:1258)

ترجمہ: حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیوں میں سے ایک صاحبزادی فوت ہوگئی تو آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا: اسے تین بار یا پانچ بار اور اگر مناسب خیال کرو تو اس سے زیادہ بار غسل دو۔

اس حدیث میں بنات النبی کا لفظ آیا ہے جو ایک سے زائد بیٹیوں پر بولا جاتا ہے یعنی نبی ﷺ کی ایک سے زائد بیٹیاں تھیں۔

اب آتے ہیں شیعہ کے جھوٹے بیان کی طرف، اس بیان میں شیعہ نے دو مفروضہ قائم کیا ہے۔ ایک مفروضہ تو یہ ہے کہ شادی کے چار سال بعد پہلی اولاد ہوئی اس کا نام قاسم ہے جس سے آپ ابوالقاسم مشہور ہوئے۔ دوسرا مفروضہ یہ قائم کیا ہے نبوت کے پانچ سال پہلے ہی تین بیٹیوں کا نکاح تین مشرکوں سے کر دیا تھا۔ انہی دونوں مفروضوں پہ شیعہ یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ چھ سال میں پیدائش، جوانی اور شادی کیسے ہوگئی؟ چھ سال کی یہ مدت بتلاتی ہے کہ سیرت رسول میں چار بیٹیوں کا تذکرہ حقیقت نہیں افسانہ ہے۔

ان دونوں مفروضوں کی حقیقت جاننے کے لئے قاسم، زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ کی پیدائش ووفات اور نکاح پر تاریخی حوالے سے نظر ڈالتے ہیں۔

(1) قاسم بن محمد ﷺ : امام نووی رحمہ اللہ تہذیب الاسماء واللغات میں "فصل فی ابنائہ وبناتہ ﷺ" (یعنی آپ ﷺ کے بیٹے اور بیٹیوں کے بیان میں)۔ میں ذکر کرتے ہیں۔

كان له - صلى الله عليه وسلم - ثلاثة بنين: القاسم وبه كان يُكَنَّي، وُلِدَ قبل النبوة، وتوفي وهو ابن سنتين (تهذيب الاسماء واللغات)

قاسم کی ولادت میں شیعہ عالم نے بھی بعثت سے قبل لکھا ہے اور یہی تاریخی حوالے سے قوی موقف ہے۔ شیعہ عالم ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی نے لکھا ہے: وتزوج خديجة وهو ابن بضع وعشرين سنة، فولد له منها قبل مبعثه عليه السلام القاسم، ورقية، وزينب، وأم كلثوم(الكافي: 487/1)

ترجمہ: نبی ﷺ نے خدیجہ سے نکاح کیا اس وقت آپ کی عمر بیس سال سے زیادہ تھی پھر خدیجہ سے آپ کی اولاد بعثت سے پہلے جو پیدا ہوئی وہ قاسم، رقیہ، زینب اور ام کلثوم ہیں۔

گویا شیعہ کا یہ کہنا کہ شادی کے چار سال بعد قاسم کی ولادت ہوئی سراسر جھوٹ ہے، سچائی ہے کہ نبوت سے قبل قاسم کی ولادت ہوئی اور نبوت سے قبل کہنے کا مطلب شادی کے فورا بعد بھی ولادت ہو سکتی ہے۔

(2) زینب بنت محمد ﷺ: آپ کی ولادت بعثت سے پہلے ہوئی، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: وقد ولدت قبل البعثة بمدة قيل إنها عشر سنين وتزوجها ابن خالتها أبو العاص بن الربيع العبشمي(الاصابة: 665/7)

ترجمہ: وہ (زینب) بعثت سے دس سال پہلے پیدا ہوئیں اور رسول اللہ نے ان کی شادی اپنے خالہ کے بیٹے ابو العاص بن ربیع عبشی سے کر دی۔

زینب کی شادی دس سال میں ہوئی اور آٹھ ہجری میں وفات پا گئیں (الطبقات لابن سعد: 32/8, السير للذهبي: 250/2, الاصابة: 306/4)

ابو العاص نے بعد میں اسلام قبول کر لیا۔

(3) رقیہ بنت محمد ﷺ: ابن عبد البر نے لکھا ہے:

وولدت رقية بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم ورسول الله صلى الله عليه وسلم ابن ثلاث وثلاثين سنة(الاستيعاب:292/4)

ترجمہ: رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی جبکہ آپ ﷺ کی عمر مبارک 33سال تھی۔

اور ابن الاثیر نے لکھا ہے : وکان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد زوج ابنته رقية من عتبة بن أبي لهب، وكانت دون العاشرة(أسد الغابة :126/7)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی رقیہ کا نکاح عتبہ بن ابولہب سے دس سال سے کم میں کیا۔

علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے: وماتت رقیۃ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببدر(البدایۃ والنھایۃ:256/5,الطبقات الکبری لابن سعد:36/8)یعنی آپ ﷺ بدر(دو ہجری کی جنگ)میں تھے کہ رقیہ وفات پا گئیں۔

(4)ام کلثوم بنت محمد ﷺ : بعثت سے قبل رقیہ کی ولادت کے ایک سال بعد پیدا ہوئیں اور بعثت سے قبل ہی آپ کا ابولہب کے بیٹے عتیبہ سے نکاح ہوا۔(نکاح کے لئے دیکھیں،الاستیعاب:294/4)اور نو ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔(الطبقات لابن سعد:38/8,العبر للذھبی:9/1,الاصابۃ:466/4)

جب ابولہب کی بربادی کا اعلان بزبان رسالت ہوا تو اس نے اپنے دونوں بیٹوں سے اپنی اپنی بیوی کو طلاق دینے کو کہا، تو حضرت عثمان رضی اللہ سے پہلے رقیہ کا نکاح ہوا،ان کی وفات کے بعد آپ ہی سے ام کلثوم کا بھی نکاح ہوا۔

(5)فاطمہ بنت محمد ﷺ: بعض نے لکھا ہے کہ آپ کی ولادت کے وقت نبی ﷺ کی عمر41سال تھی مگر اصح قول کے مطابق 35 سال تھی یعنی فاطمہ رضی اللہ عنہا نبوت سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں ۔ (الطبقات الکبری لابن سعد:16/8).

غزوہ بدر کے بعد سن دو ہجری میں حضرت فاطمہ بنت محمد ﷺ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا(الطبقات الکبری لابن سعد18/8)

رمضان المبارک9ہجری میں 29یا اس جیسی عمر میں انتقال فرما گئیں۔(الطبقات الکبری:23/8)

ان تاریخی حقائق کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹے شیعہ آصف رضا علوی کا پہلا مفروضہ نکاح نبوی کے چار سال بعد پہلی اولاد ہوئی بالکل جھوٹ ہے کیونکہ متعبر تاریخ میں قاسم کی ولادت کا ذکر بعثت سے قبل لکھا ہے اور قابل اعتناء

یہ ہے کہ اس بابت شیعہ حوالہ بھی مذکور ہے۔اسی طرح دوسرا مفروضہ نبوت سے قبل تین بنات رسول کے نکاح کا، یہ بھی جھوٹا ہے کیونکہ نبوت کے سال کے قریب تقریبادس سال کی عمر میں زینت اور رقیہ کے نکاح کا باوثوق حوالوں سے پتہ چلتاہے۔ عرب تاریخ میں کم عمری میں عقد نکاح معروف تھا، سیرت کی کتابیں پڑھنے سے معلوم ہو جائے گا، سات آٹھ سال میں بھی عقد ہوا کرتا تھا۔ عرب کی اس تاریخ کو جاننے کے لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شیعہ کی کتابوں کے حوالے سے بات کرتے ہیں۔شیعہ کے یہاں آپ کی تاریخ ولادت میں کافی اختلاف پایاجاتاہے تاہم اکثر نے نبوت کے پانچ سال بعد لکھا ہے یعنی جب نبی ﷺ کی عمر 45 تھی اس وقت فاطمہ پیدا ہوئیں ۔(حوالہ: کلینی کی الکافی:458/1،اربلی کی کشف الغمۃ:449/1، طبری کی دلائل الامۃ:79،ابن شہر آشوب کی المناقب:357/3) اور سیدہ فاطمہ کی حضرت علی سے شادی کاذکر شیعہ کتب میں 1/ذوالحجہ 2ہجری کو ہے۔اسی لئے شیعہ اس تاریخ کو زواج نورین کے نام سے مناتے ہیں۔اس حساب سے فاطمہ کی ولادت اور نکاح میں دس سال کا وقفہ ہے۔شیعہ یہ بات بھی مانتاہے کہ فاطمہ کا نکاح صغر سنی میں ہوا تھااور دلیل میں نسائی، ابن حبان، مستدرک وغیرہ میں موجود صحیح سند سے مروی حدیث سے استدلال کرتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ خَطَبَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَاطِمَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا صَغِيرَةٌ فَخَطَبَهَا عَلِيٌّ فَزَوَّجَهَا مِنْهُ(صحيح النسائي:3221)

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکراور حضرت عمرؓ نے حضرت فاطمہؓ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ تو چھوٹی ہے۔پھر حضرت علیؓ نے پیغام بھیجا تو آپ نے ان سے فاطمہ کا نکاح کر دیا۔

ابوبکر وعمر سے نکاح نہ کرنے کی وجہ شیعہ نے لکھا ہے کہ اللہ نے رسول اللہ کو علی سے شادی کرنے کا حکم دیا تھا۔(مجمع الزوائد:207/9 کی یہ روایت موضوع ہے مگر یہاں شیعہ کا موقف پیش کرنا مقصود ہے۔)

گویا یہ تقریباوہی تاریخ نکاح ہے جو زینت ورقیہ کا ہے۔ بھلا فاطمہ کی مدتِ نکاح شیعہ کے یہاں قابل اعتراض نہیں تو دیگر بنات رسول کے عقد پہ اعتراض کیوں کر؟

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ پیارے رسول محمد ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں اور شیعہ کا ریاضیات کے حوالے سے اس ٹھوس تاریخی حقیقت کا انکار کرنا سراسر محمد ﷺ اور بنات رسول سے بغض کا اظہار ہے۔ اس کے پردے میں نہ صرف تاریخی حقیقت کا انکار کرتا ہے بس رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی بھی کرتا ہے۔ اللہ ایسے گستاخوں کو غارت کرے۔

BACK

مثالی عورت

اللہ تعالی نے ہمیں بہت ساری نعمتوں سے نوازا ہے۔مال کی نعمت، صحت کی نعمت، میاں بیوی کی نعمت،اولاد کی نعمت۔ اور سب سے بڑی دین کی نعمت۔ یہ نعمتیں اس لئے ملی تھیں تاکہ اللہ کا شکر بجالایا جاتا مگر ہم ہیں خواہ مرد ہو یا عورت نعمت پاکر اللہ کو بھول گئے اور اگر یاد رہی تو دنیا اور اس کی محبت۔ ہم دنیا کی رنگینیوں میں مست ہو گئے، شراب نوشی، زناکاری، عیاشی، بے حیائی، بے ایمانی، رنگ رلیاں عام ہو گئیں۔اللہ تعالی نے اس کا نقشہ کھیچا ہے۔

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ(التکاثر:1)

ترجمہ: زیادتی کی چاہت نے تمہیں غافل کر دیا۔

اے لوگو! دولت دنیاپہ فخر کرنے والو! عیش و عشرت میں رب کو بھول جانے والو!۔ عیش و مستی کی یہ چیزیں آخرت میں تمہارے کچھ کام نہ آئیں گی۔رب کے عذاب اور اس کی پکڑ سے تمہیں کوئی بچانے والانہ ہوگا۔اگر تمہارے کچھ کام آئے گا تو تمہارا نیک عمل۔اور نیک عمل کے بدلے ہی تم جنت میں جا سکتے ہو ورنہ جہنم تمہارا ٹھکانہ قرار پائے گا۔

وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا (النساء : 124)

ترجمہ: اور جو مرد اور عورت بھی ایمان کی حالت میں نیک اعمال کرے تو یہی لوگ جنت میں جائیں گے اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے سوراخ کے برابر بھی ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

اس لئے دنیا کی فکر چھوڑ آخرت کی فکر کریں اور نیک کام کریں۔جب قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی:

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ(الشعراء :214)

ترجمہ: اے نبی! اپنے قرابتداروں کو ڈرایئے۔

تو نبی ﷺ نے قریش کو جمع کیا اور سب کو جہنم سے ڈرایا۔اس میں یہ بھی فرمایا:

يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِينِي مَا شِئْتِ مِنْ مَالِي لاَ أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا (رواه البخاري :2753 ومسلم :206)

ترجمہ: اے فاطمہ بنت محمد! تمھیں جو کچھ بھی مانگنا ہو مانگ لو، لیکن (یہ جان لو کہ) میں اللہ کے پاس تمہارے کچھ بھی کام نہ آؤں گا۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

يا فاطمةُ ! أنقذِي نفسَكِ منَ النارِ . فإني لا أملكُ لكُم منَ اللهِ شيئًا .(صحيح مسلم:204)

ترجمہ: اے میری لخت جگر فاطمہ اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچا اس لئے کہ میں تمہارے حق میں اللہ کی طرف کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔

عورت صنف نازک ہے، اسے قدم قدم پہ سنبھل سنبھل کے چلنا ہے۔ جب عورت بہن یا بیٹی کا روپ ہوتا ہے تو اس مرحلے میں دامن پہ بدنامی کا ہلکا سا داغ بھی جہاں اس کے بھائی کو رسوا کرتا ہے وہیں والدین کی ذلت کا بھی سبب بن جاتا ہے اور خصوصا شادی کے لئے مشکل گھڑی سامنے کر دیتا ہے۔ اور عورت جب بیوی بن جائے تو شوہر کے لئے زندگی کا مال متاع ہے اس کی حفاظت کرنی ہے ورنہ شوہر کی نظروں میں مشکوک ہو جاتی ہے۔ عورت جب ماں بن جائے تو اولاد کے لئے شفقت و محبت کا ایک معیار بنے جس سے اولاد کی اسلامی تربیت میں محبت رکاوٹ نہ بن جائے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی صفات ہیں جن کی بدولت ایک عورت مثالی بہن، مثالی بیوی اور مثالی ماں بن سکتی ہیں یا یوں کہیں کہ جنتی عورت کی کیا کیا صفات ہیں؟

ان صفات کو اللہ تعالی نے قرآن کی ایک آیت میں جمع کر دیا ہے۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (الاحزاب : 35)

ترجمہ: بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں مومن مرد اور مومنہ عورتیں اطاعت کرنے والے مرد اور اطاعت کرنے والی عورتیں سچے مرد اور سچی عورتیں صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں کثرت سے اللہ کا

ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں ان سب کے لئے اللہ تعالی نے وسیع مغفرت اور بہت زیادہ ثواب تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت میں جہاں اللہ تعالی نے مثالی مرد کے دس اوصاف کا ذکر کیا ہے وہیں مثالی عورت کی بھی دس خوبیوں کا ذکر کیا ہے۔

(1)مثالی عورت کی پہلی صفت:

عورت مسلمان ہو۔ صرف عائشہ اور خدیجہ نام رکھ لینے سے عورت مسلمان نہیں بن جاتی۔ مسلمان وہ عورت ہے جس کا گفتار و کردار بھی مسلمانہ ہو۔ حدیث جبریل میں اسلام کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

الإِسْلامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لا إِلَهَ إِلا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتُقِيمَ الصَّلاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلاً

ترجمہ: اسلام یہ ہے کہ تم شہادتین کا اقرار کرو، نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو، رمضان کا روزہ رکھو اور طاقت ہونے پہ اللہ کے گھر کا حج کرو۔

کیا عورتین اسلام کے ان پانچ ارکان کا آئینہ دار ہے، اگر عورت اللہ اور اس کے رسول پہ ایمان لانے کا اقرار کرتی ہے تو دن ورات میں پانچ وقت کی نماز قائم کرنی ہوگی۔ اگر ایسا نہیں کرتی تو وہ عورت چہ جائیکہ عائشہ ہو مسلمان نہیں ہو سکتی۔

خرد نے کہہ بھی دیا لاالٰہ تو کیا حاصل
دل ونگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

(2)مثالی عورت کی دوسری صفت:

عورت ایمان والی ہو۔ الایمان: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ(حدیث جبریل)

ترجمہ: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پہ، اس کے فرشتوں پہ، اس کی کتابوں پہ، اس کے رسولوں پہ، آخرت پہ اور اچھی بری تقدیر پہ ایمان لاؤ۔

ایمان میں سب سے پہلی اور اہم چیز اللہ پہ ایمان ہے۔

اللہ پر ایمان کا پہلا مرحلہ اللہ کے وجود کا تسلیم کرنا، دوسرا مرحلہ اس بات پہ ایمان لانا کہ وہی تن تنہا اس کائنات کا خالق و مالک، روزی دینے والا، تدبیر و حکمرانی کرنے والا ہے۔

تیسرے مرحلے میں یہ بات آتی ہے کہ جب وہی خالق ومالک ہے تو اسی کی عبادت کی جائے، اسی کو پکارا جائے اور عبادت کی ساری قسمیں اس کے لئے ہی خاص کی جائے۔ ایمان کا چوتھا مرحلہ اللہ کے اسماء وصفات پہ ایمان لایا جائے۔ ایمان باللہ کے ان مراحل میں عورت کہیں نہ کہیں اپنا ایمان ضائع کرلیتی ہے۔ اگر اولاد نہ ہو غیر اللہ کو پکارنے لگتی ہے۔ اگر بیماری آجائے تو تعویذ، بابا اور درگاہوں پہ بھروسہ کرلیتی ہے۔ اے ماں اور بہنو سن لو یہ چیزیں شرک ہیں اور شرک کرنے والوں کا انجام جنت نہیں جہنم ہے۔

ایمان کی جب بات آئی ہے تو عمار بن یاسر کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی شہادت یاد آتی ہے، ایمان کے لئے شہید ہونا گوارا کرلیا مگر اللہ پر سے ایمان ذرہ برابر بھی کمزور نہیں کیا۔

ایمان والی عورت کو دیکھنا ہے تو فرعون کی بیوی کو دیکھو۔ فرعون کے محل میں کسی بھی چیز کی کمی نہ تھی مگر سارا عیش وآرام چھوڑ کے ایمان کو گلے لگایا اور اللہ تعالی سے دعا کی۔

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَةَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِندَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِن فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ [سورة التحريم:11]

ترجمہ: اور اللہ تعالی نے ایمان والوں کے لئے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی جبکہ اس نے دعا کی کہ اے میرے رب میرے لئے اپنے پاس جنت میں مکان بنا اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے بچا اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے۔

اس کے برعکس اللہ کے پیغمبر نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی بیوی کو نافرمانی کی وجہ سے جہنم ٹاک نہ بنایا۔

(3) مثالی عورت کی تیسری صفت:

عورت قانتات یعنی عبادت گذار اور فرمانبردار ہو۔ عورت اللہ کی خالص عبادت کرنے والی ہو، اس کی عبادت میں خشوع وخضوع اور عاجزی کی صفت پائی جائے، وہ اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے ورنہ عبادت رائیگاں

ہو جائے گی۔ اور عورت اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے اور والدین کی فرمانبرداری کرے اور شوہر کی فرمانبرداری کرے۔

اکثر عورتیں نہ عبادت گذار ہوتی ہیں اور نہ ہی فرمانبردار ہوتی ہیں۔ کچھ عورتیں اچھی ہیں، نماز پڑھتی ہیں، روزہ بھی رکھتی ہیں مگر شوہر کی اطاعت نہیں کرتی۔

شوہر کی اطاعت یعنی اس کی پسند وناپسند کا خیال، اس کے سکھ دکھ میں کام آنا، اس کی خدمت کرنا اور اس کا حق بجالانا ہے مگر اپنے اپنے گھروں کو دیکھیں۔ شوہر اگر ایک بات کہے تو بیوی دس بات سناتی ہے۔

شوہر کے حقوق اور اس کی اطاعت کے تعلق سے چند ایک حدیث دیکھیں۔

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لا يَصلُحُ لبَشَرٍ أن يسجدَ لبَشَرٍ ، ولو صَلَحَ أن يسجدَ بشرٌ لبَشَرٍ ، لَأَمَرْتُ المرأةَ أن تسجدَ لزوجِها من عِظَمِ حَقِّهِ عليها ، والذي نفسي بيدِه ، لو أَنَّ من قدَمِهِ إلى مَفْرِقِ رأسِه قُرْحَةً تَنْبَجِسُ بالقَيْحِ والصَّدِيدِ ، ثم أَقْبَلَتْ تَلْحَسُه ، ما أَدَّتْ حَقَّه(صحيح الجامع:7725).

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہیکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی آدمی کیلئے درست نہیں ہے کہ وہ کسی آدمی کو سجدہ کرے، اگر کسی آدمی کا کسی آدمی کیلئے سجدہ کرنا درست ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، اسلئے کہ اسکا حق بہت بڑا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر شوہر کے سر سے پیر تک زخم ہو جس سے خون وپیپ بہہ رہا ہو، پھر عورت آگے بڑھکر اسے اپنی زبان سے صاف کرے تو بھی اسکے حق کو ادا نہ کر پائے گی۔

حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ : أَخْبَرَنَا رَبِيعَةُ بن عُثْمَانَ , عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ , عَنْ نَهَارٍ الْعَبْدِيِّ ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ , عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَجُلاً أَتَى بِابْنَةٍ لَهُ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم , فَقَالَ : إِنَّ ابْنَتِي هَذِهِ أَبَتْ أَنْ تَتَزَوَّجَ قَالَ , فَقَالَ لَهَا : أَطِيعِي أَبَاك قَالَ ، قَالَتْ : لاَ حَتَّى تُخْبِرَنِي مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى زَوْجَتِهِ ؟ فَرَدَّدَتْ عَلَيْهِ مَقَالَتَهَا قَالَ , فَقَالَ : حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى زَوْجَتِهِ أَنْ لَوْ كَانَ بِهِ قُرْحَةٌ فَلَحَسَتْهَا ، أَوِ ابْتَدَرَ مَنْخِرَاهُ صَدِيدًا ، أَوْ دَمًا ثُمَّ لَحَسَتْهُ مَا أَدَّتْ حَقَّهُ قَالَ , فَقَالَتْ : وَالَّذِي بَعَثَك بِالْحَقِّ لاَ أَتَزَوَّجُ أَبَدًا قَالَ , فَقَالَ : لاَ تُنْكِحُوهُنَّ إِلاَّ بِإِذْنِهِنَّ

رواه ابن أبي شيبة في " المصنف " (556/3)، والنسائي في "السنن الكبرى" (283/3)، والبزار – كما في " كشف الأستار " (رقم/1465) - وابن حبان في " صحيحه " (473/9)، والحاكم في " المستدرك " (205/2)، وعنه البيهقي في " السنن الكبرى " (291/7)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ والی اس روایت کو بعض نے ضعیف کہا ہے،اس میں ایک ایک راوی ربیعہ بن عثمان پر کلام ہے حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے،اسے امام حبان اور امام حاکم نے صحیح کہا ہے کیونکہ راوی ربیعہ بن عثمان کی توثیق ثابت ہے اور امام مسلم نے بھی ان سے حجت پکڑی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

أتيتُ رسولَ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ في بَعضِ الحاجةِ ، فقالَ : أي هذِهِ ! أَذاتُ بعلٍ ؟ قلتُ : نعَم ، قالَ : كيفَ أنتِ لهُ ؟ قالَت : ما آلوهُ إلَّا ما عجزتُ عنهُ , قالَ : [فانظُري] أينَ أنتِ منهُ ؟ فإنَّما هوَ جنَّتُكِ ونارُكِ(آداب الزفاف للالباني:213)

ترجمہ: حضرت حصین بن محصن کی پھوپھی بیان کرتی ہیں کہ میں کسی حاجت کیلیئے خدمت نبوی میں حاضر ہوتی ہیں، آپ نے سوال فرمایا: کیاتو شادی شدہ ہے؟انہوں نے جواب دیا: جی ہاں،آپ نے فرمایااپنے شوہر کے ساتھ تیرا معاملہ کیساہے؟اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اسکے حق کی ادائیگی اور خدمت میں کوئی کوتاہی نہیں کرتی،الا یہ کہ میرے بس سے باہر ہو،آپ نے فرمایا: دھیان رکھنا،اسکے ساتھ تمہارا معاملہ کیسا رہتا ہے؟وہ تمہارے لئے جنت یا جہنم کا سبب ہے۔

اگر بیوی کو یہ سب احکام بتائے جائیں تو کہتی ہیں کہ یہ کیسا دین ہے ساری ذمہ داری ہمارے ہی سر پر۔مردوں کی کوئی ذمہ داری نہیں۔

اے میری ماں اور بہنو! مردوں کے سر بھی بہت داریاں ہیں،انہیں آپ کا ناز، نخرہ، کپڑا، بستر، کھانا، دوادار و سب کا انتظام کرنا ہے،مردوں کے حق میں نبی ﷺ کا فرمان سنیں:

مسلم شریف کی حدیث ہے:

فاتقوا اللهَ في النِّساءِ(مسلم :1218)

ترجمہ: اے لوگو! تم عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔

ایک دوسری حدیث میں ہے: خيرُكُم خيرُكم لِأَهْلِهِ ، وَأَنَا خيرُكم لِأَهْلِي (صحيح الجامع:3314)

ترجمہ: اے لوگو! تم میں سب سے بہترین آدمی وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے لئے بہترین ہو اور میں تم میں اپنے عیال کے لئے سب سے بہترین ہوں۔

پھر بھی اگر شوہر آپ پہ ظلم کرتا ہے، حق مارتا ہے تو میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں آپ اپنی ذمہ داری نبھائیں اور شوہر کے ظلم پہ صبر کریں اور یہ جان لیں کہ ظالم شوہر کے ظلم پہ صبر کرنے کا بدلہ جنت ہے۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ألا أخبرُكم بنسائِكم في الجنَّةِ ؟ ! كلُّ ودودٍ ولودٍ ، إذا غضبَتْ أو أُسيءَ إليها [أو غضب زوجُها] ؛ قالت : هذه يدي في يدك ؛ لا أكتحلُ بغَمْضٍ حتى تَرْضى (السلسلة الصحيحة:3380)

ترجمہ: میں تمھیں جنتی عورتوں کے بارہ میں نہ بتاؤں؟ ہر محبت کرنے اور زیادہ بچے جننے والی عورت جنت میں ہے، جب وہ ناراض ہو جائے، یا پھر اس کے ساتھ برا سلوک کیا جائے، یا خاوند ناراض ہو جائے تو عورت بیوی سے کہے: میرا ہاتھ تیرے ہاتھ میں ہے، میں اس وقت تک نیند نہیں کرونگی جب تک تو راضی نہیں ہوتا۔

(4) مثالی عورت کی چوتھی صفت:

عورت سچ بولنے والی ہو: اس وقت حالات اس قدر خراب ہیں کہ غلطی سے زبان پہ سچ کے بول آجاتے ہیں ورنہ دن ورات جھوٹ بولنا ہی مشغلہ رہتا ہے۔ عورتیں اس معاملہ میں مردوں سے کہیں زیادہ آگے ہیں۔ بلاوجہ جھوٹ بولتی رہتی ہیں یہاں تک کہ بعض میاں بیوی کے درمیاں جھوٹ کی بنیاد پر نااتفاقی پیدا ہو جاتی ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لِحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ [صحيح البخارى: 6474]

ترجمہ: جو شخص مجھے دو جبڑوں کے درمیان چیز (زبان) اور ٹانگوں کے درمیان چیز (شرمگاہ) کی (حفاظت کی) ضمانت دے، میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

اس حدیث کی روشنی میں عورتیں اپنا محاسبہ کرے کہ ان کی زبان اور عزت محفوظ ہے کہ نہیں ؟۔ ذرا سی بات ہوئی گھنٹوں غیبت اور گالیاں دیتی ہیں۔ شوہر ذرا سی نظروں سے اوجھل ہوا ذہن وتصور میں گندے خیالات آنے لگتے ہیں اور اس وقت عورت کا امتحان شروع ہوتا ہے جب اس کا شوہر چھوڑ کے روزی روٹی کے لئے ہزاروں میل کا سفر کرتا ہے اور بیوی کو اکیلے چھوڑ جاتا ہے۔

اے مسلمان خواتین! سچائی جنت میں لے جانے والی اور جھوٹ جہنم میں لے جانے والا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ صِدِّيقًا وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَمَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَّابًا(صحيح مسلم: 2607)

ترجمہ: سچ بولو، اس لیے کہ سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے، آدمی ہمیشہ سچ بولتا ہے اور سچ کی تلاش میں رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک سچا لکھ دیا جاتا ہے، اور جھوٹ سے بچو، اس لیے کہ جھوٹ گناہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور گناہ جہنم میں لے جاتا ہے، آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کی تلاش میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

(5) مثالی عورت کی پانچویں صفت:

عورت صبر کرنے والی ہو: یہ دنیا امتحان گاہ ہے، یہاں طرح طرح کی مصیبتین، پریشانیاں اور ابتلاء وآزمائش ہے۔ اللہ تعالی مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی آزماتا ہے۔ کبھی اولاد سے محروم کرکے، کبھی غربت ولاچاری دے کر، کبھی صحت وتندرستی چھین کر تو کبھی ظالم شوہر مسلط کرکے۔ مصائب ومشکلات کا عورتیں کم ہی مقابلہ کرپاتی ہیں اور جلد ہی جزع وفزع، شکوے شکایت اور اللہ سے دور ہوکر ایمان کی حلاوت وچاشنی کو کھودیتی ہیں۔ آپ یقین کریں صبر کرنے میں ہی بھلائی ہے اور اسی صبر کے ذریعہ آپ مثالی عورت بن سکتی ہیں۔ آپ کو اسلامی تاریخ سے ایک کالی عورت کا واقعہ سناتا ہوں۔

عطا ابن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے مجھے فرمایا:

أَلاَ أُرِيكَ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ ؟ قُلْتُ : بلى، قال : هذه المرأةُ السَّوْداءُ، أتَتِ النبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم فقالتْ : إني أُصْرَعُ، وإني أتَكَشَّفُ، فادْعُ اللهَ لي، قال : (إن شِئتِ صبرتِ ولك الجنَّةُ، وإن شِئتِ دعوتُ اللهَ أن يُعافيَكِ) . فقالتْ : أصبِرُ، فقالتْ : إني أتَكَشَّفُ، فادْعُ اللهَ أنْ لا أتَكَشَّفَ، فدَعا لها .(صحيح البخاري:5652، وصحيح مسلم: 2576(

ترجمہ: "کیا میں تمہیں جنتی عورت نہ دکھاؤں؟" میں نے کہا کیوں نہیں، انھوں نے فرمایا: یہ سیاہ فام عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی تو اس نے عرض کیا: مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور اس دوران میں عریاں ہو جاتی ہوں، آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا فرمائیں، آپ نے فرمایا: "اگر تم چاہو تو صبر کرو، اس کے بدلے میں تمہارے لیے جنت ہے، اور اگر چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہیں عافیت دے دے۔" اس نے کہا: میں صبر کروں گی، پھر اس نے کہا: میں (دورے کے وقت) ننگی ہو جاتی ہوں لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ میں ننگی نہ ہوا کروں۔ پس آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔"

اس سے بھی دردناک واقعہ میں سناتا چلوں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : (لَمَّا كَانَتْ اللَّيْلَةُ الَّتِي أُسْرِيَ بِي فِيهَا ، أَتَتْ عَلَيَّ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ ، فَقُلْتُ : يَا جِبْرِيلُ ، مَا هَذِهِ الرَّائِحَةُ الطَّيِّبَةُ ؟ فَقَالَ : هَذِهِ رَائِحَةُ مَاشِطَةِ ابْنَةِ فِرْعَوْنَ وَأَوْلَادِهَا ، قَالَ : قُلْتُ : وَمَا شَأْنُهَا ؟ قَالَ : بَيْنَا هِيَ تُمَشِّطُ ابْنَةَ فِرْعَوْنَ ذَاتَ يَوْمٍ ، إِذْ سَقَطَتْ الْمِدْرَى مِنْ يَدَيْهَا ، فَقَالَتْ : بِسْمِ اللَّهِ ، فَقَالَتْ لَهَا ابْنَةُ فِرْعَوْنَ : أَبِي ؟ قَالَتْ : لا ، وَلَكِنْ رَبِّي وَرَبُّ أَبِيكِ اللَّهُ ، قَالَتْ : أُخْبِرُهُ بِذَلِكَ ! قَالَتْ : نَعَمْ ، فَأَخْبَرَتْهُ ، فَدَعَاهَا فَقَالَ : يَا فُلانَةُ ؛ وَإِنَّ لَكِ رَبًّا غَيْرِي ؟ قَالَتْ : نَعَمْ ؛ رَبِّي وَرَبُّكَ اللَّهُ ، فَأَمَرَ بِبَقَرَةٍ مِنْ نُحَاسٍ فَأُحْمِيَتْ ، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا أَنْ تُلْقَى هِيَ وَأَوْلادُهَا فِيهَا ، قَالَتْ لَهُ : إِنَّ لِي إِلَيْكَ حَاجَةً ، قَالَ : وَمَا حَاجَتُكِ ؟ قَالَتْ : أُحِبُّ أَنْ تَجْمَعَ عِظَامِي وَعِظَامَ وَلَدِي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَتَدْفِنَنَا ، قَالَ : ذَلِكَ لَكِ عَلَيْنَا مِنْ الْحَقِّ ، قَالَ : فَأَمَرَ بِأَوْلادِهَا فَأُلْقُوا بَيْنَ يَدَيْهَا وَاحِدًا وَاحِدًا إِلَى أَنْ انْتَهَى ذَلِكَ إِلَى صَبِيٍّ لَهَا مُرْضَعٍ ، وَكَأَنَّهَا تَقَاعَسَتْ مِنْ أَجْلِهِ ، قَالَ : يَا أُمَّهْ ؛ اقْتَحِمِي فَإِنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ ، فَاقْتَحَمَتْ) . قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما : تَكَلَّمَ أَرْبَعَةُ صِغَارٍ : عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلام ، وَصَاحِبُ جُرَيْجٍ ، وَشَاهِدُ يُوسُفَ ، وَابْنُ مَاشِطَةِ ابْنَةِ فِرْعَوْنَ .

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ اسراء کی رات ایک مقام سے مجھے نہایت ہی اعلیٰ خوشبو کی مہک آنے لگی۔ میں نے کہااے جبریل! یہ کیسی اچھی خوشبو ہے؟ توانہوں نے جواب دیا کہ یہ فرعون کی بیٹی کی کنگھی کرنے والی (خادمہ) اور اُس کی اَولاد کی ہے' اس کی شان پوچھی گئی تو عرض کیا' فرعون کی بیٹی کو کنگھی کرتے ہوئے اس مومنہ خاتون کے ہاتھ سے اتفاقاً کنگھی گرپڑی تو اس کی زبان سے بے ساختہ بسم اللہ نکل گیا۔ فرعون کی بیٹی نے کہااللہ تو میرا باپ ہے۔ اُس (خادمہ) نے جواب دیا کہ نہیں، میرا اور تیرے باپ کا پروردگار اللہ ہے۔ فرعون کی بیٹی نے کہا کہ میں اس کی خبر اپنے باپ کو دے دوں گی تو اس نے کہی کوئی حرج نہیں۔ پس اُس نے اپنے باپ کو ساری بات سُنائی۔ فرعون نے اُس (خادمہ) کو بلوایا اور کہا کیا تم میرے سوا کسی اور کو ربّ مانتی ہو۔ کہاہاں میرا اور تیراپروردگار اللہ ہے۔ فرعون نے اُسی وقت حکم دیا کہ تانبے کی گائے کو آگ میں تپایا جائے' جب وہ بالکل آگ جیسی ہو جائے تو پھر اِسے اور اِس کے بچوں کو ایک ایک کر کے اُس میں ڈال دیا جائے۔ اُس مومنہ عورت نے فرعون سے کہا میری ایک درخواست ہے اُس نے کہا کیا ہے؟ اُس نے کہا میری اور میرے بچوں کی ہڈیاں ایک کپڑے میں جمع کر کے دفن کر دینا۔ فرعون نے کہااَچھا تیرے کچھ حقوق ہمارے ذمہ ہیں اِس لئے یہ منظور ہے۔

بعدازیں فرعون نے حکم دیا کہ ایک ایک کر کے اِس کے بچوں کو آگ کی طرح تپتی ہوئی آگ میں ڈال دو۔ جب دُودھ پیتے بچے کی باری آئی (فرعون کے سپاہیوں نے جب اُس بچے کو چھینا) تو وہ گھبرائی (تو اللہ تعالی نے دُودھ پیتے بچے کو گویائی عطافرمائی)۔ اُس نے (اپنی ماں سے) کہا امی جان اَفسوس نہ کریں بلکہ (آگ میں) ڈال دیں کیونکہ دنیا کا عذاب، آخرت کے عذاب سے بہت ہلکا ہے، تب (ماں نے بچے کو آگ میں) ڈال دی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ چار چھوٹے بچوں نے بات کی وہ یہ ہیں۔

(1) عیسی بن مریم علیہ السلام (2) صاحب جریج (3) یوسف کی گواہی دینے والا (4) فرعون کی بیٹی کی مشاطہ کا بیٹا

تخریج:

أخرجه الإمام أحمد في "المسند" (309/1)، والطبراني (12280)، وابن حبان (2903)، والحاكم (496/2)

روایت کا درجہ:

*امام ذھبی نے اسے حسن الاسناد کہا ہے (العلو:80)

*ابن کثیرؒ نے کہا: "إسنادہ لا بأس بہ "(التفسیر 15/3)

*مسند کی تعلیق میں علامہ احمد شاکر نے بھی اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے(295/4)

*الأرنؤوط نے مسند کی تخریج میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے((30/5 – 31رقم 2821)

(6)مثالی عورت کی چھٹی صفت:

عورت اللہ تعالی سے ڈرنے والی ہو۔ مثالی خاتون ایسی ہو گی کہ کوئی بھی برائی سے پہلے، تہمت والزام لگانے سے پہلے، بے حیائی اور بے ایمانی کرنے سے پہلے اور اللہ اور اس کے رسول اور شوہر کی نافرمانی سے پہلے اس کے دل میں اللہ کا خوف پیدا ہو جائے۔ایسی عورت اللہ کے یہاں جنت سے نوازی جائے گی۔

بخاری شریف کا واقعہ ہے۔

حضرت حذیفہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

إنَّ رجلًا حضره الموتُ، فلما يئس من الحياةِ أوصى أهلَه : إذا أنا متُّ فاجمعوا لي حطبًا كثيرًا، وأوقِدوا فيه نارًا، حتى إذا أكلتْ لحمي وخلصتْ إلى عظمي فامتحشتُ، فخذوها فاطحنُوها، ثم انظروا يومًا راحًا فاذروهُ في اليمِّ، ففعلوا، فجمعه اللهُ فقال له : لم فعلتَ ذلك ؟ قال : من خشيتِك، فغفر اللهُ لهُ۔(صحيح البخاري:3450)

ترجمہ: کہ ایک شخص کو موت کا جب وقت آگیا اور وہ اپنی زندگی سے بالکل مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ جب میری موت ہو جائے تو میرے لیے بہت ساری لکڑیاں جمع کرنا اور ان میں آگ لگا دینا۔جب آگ میرے گوشت کو جلا چکے اور آخری ہڈی کو بھی جلا دے تو ان جلی ہوئی ہڈیوں کو پیش ڈالنا اور کسی تند ہوا والے دن کا انتظار کرنا اور (ایسے کسی دن) میری راکھ کو دریا میں بہا دینا۔اس کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا۔لیکن اللہ تعالی نے اس کی راکھ کو جمع کیا اور اس سے پوچھا ایسا تو نے کیوں کروایا تھا؟اس نے جواب دیا کہ تیرے ہی خوف سے اے اللہ!۔اللہ تعالی نے اسی وجہ سے اس کی مغفرت فرما دی۔(صحیح البخاری:3450)

(7)مثالی عورت کی ساتویں صفت:

عورت روزہ رکھنے والی ہو: سال میں ایک مہینے کا روزہ فرض ہے پھر عورتیں کبھی صحت کا تو کبھی کسی مجبوری کا بہانہ بنا کر

فرض روزے جھوڑ دیتی ہے۔ہاں اگر بیماری یا حیض ونفاس کی وجہ سے روزے جھوٹ جائیں تو انہیں رمضان کے بعد جتنی جلدی موقع ملے رکھ لینا چاہئے۔رمضان کے روزوں کے علاوہ، ایام بیض کے روزے، عاشوراء کا روزہ، سوموار اور جمعرات کا روزہ اور دیگر نفلی روزے بھی رکھنا چاہئے۔ نفلی روزوں کے لئے شوہر کی اجازت چاہئے اگر وہ ساتھ میں ہوں، پردیس میں نہ روزہ ایمان میں قوت، اللہ کا ڈر، آخرت کی فکر اور اس کی تیاری پہ آمادہ کرتا ہے۔

(8) مثالی عورت کی آٹھویں صفت:

عورت صدقہ کرنے والی ہو: اگر اللہ نے آپ کو مال سے نوازا ہے تو اسے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے نہ گھبرائیں ۔عموما دیکھا جاتا ہے کہ عورت خود بھی اپنا مال نہیں صدقہ کرتی، شوہر کو بھی مال خرچ کرنے سے روک دیتی ہیں۔اس عالم میں دونوں کے دونوں گنہگار ہوں گے اگر مال کا حق نہیں ادا کیا۔

وعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ : خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَضْحَى أَوْ فِطْرٍ إِلَى الْمُصَلَّى فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ : (يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنِّي أُرِيتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ) فَقُلْنَ : وَبِمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ: (تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ) قُلْنَ : وَمَا نُقْصَانُ دِينِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ : (أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ) قُلْنَ : بَلَى ، قَالَ : (فَذَلِكِ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ) قُلْنَ: بَلَى ، قَالَ : (فَذَلِكِ مِنْ نُقْصَانِ دِينِهَا) (صحيح البخاري: 304) .

ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدالاضحی یا عیدالفطر کے لئے عیدگاہ کی طرف نکلے تو عورتوں کے پاس گزرے تو فرمانے لگے: اے عورتوں کی جماعت صدقہ وخیرات کیا کرو بیشک مجھے دکھایا گیا ہے کہ تمہاری جہنم میں اکثریت ہے تو وہ کہنے لگیں اے اللہ کے رسول وہ کیوں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم گالی گلوچ بہت زیادہ کرتی ہو اور خاوند کی نافرمانی کرتی ہو میں نے دین اور عقل میں ناقص تم سے زیادہ کوئی نہیں دیکھا تم میں سے کوئی ایک اچھے بھلے شخص کی عقل خراب کر دیتی ہے۔وہ کہنے لگیں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمارا دین اور ہماری عقل میں نقص کیا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا عورت کی گواہی نصف مرد کے برابر نہیں تو وہ کہنے لگیں کیوں نہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو یہ اس کی عقل کا نقصان ہے کیا جب کسی کو حیض

آئے تو وہ نماز اور روزہ نہیں چھوڑتی تو وہ کہنے لگیں کیوں نہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اس کے دین کا نقصان ہے۔

آپ کے سامنے نبی ﷺ کی پہلی بیوی اور مالدار حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مثال ہے جب انہوں آپ سے شادی کی تو سارا مال آپ کے قدموں میں نچھاور کر دیا۔

(9) مثالی عورت کی نویں صفت:

عورت اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والی ہو: شوہر گھر پہ رہے یا روزگار کی تلاش میں باہر رہے عورت کو اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنی ہے، اور ان تمام اسباب سے رکنا ہے جو زنا اور فحش کاری تک لے جانے والے ہیں۔ لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب شوہر پردیس چلا جاتا ہے تو بیوی دیور، یا کسی غیر مرد کے ساتھ ناجائز تعلق قائم کر لیتی ہے۔ ہمیں اس معاملے میں اللہ سے ڈرنا چاہئے۔ اگر آپ دنیا میں مثالی عورت بننا چاہتی ہیں اور آخرت میں جنتی عورت بنتا چاہتی ہیں تو چند کام کریں۔

عن عبد الرحمن بن عوف قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم :إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا، وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا، قِيلَ لَهَا: ادْخُلِي الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتِ{مسند احمد: 1ص191، الطبرانی الأوسط :8800، 372/9}

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " جب عورت اپنی پانچ وقت کی نماز پڑھ لے، اپنے ماہ {رمضان} کا روزہ رکھ لے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کر لے، اور اپنے شوہر کی اطاعت کر لے تو اس سے کہا جائے گا کہ جنت میں اسکے جس دروازے سے داخل ہونا چاہے داخل ہو جا ۔

اے خاتون اسلام! آپ یہ سمجھ لیں کہ بغیر محرم کے سفر، اجنبی مرد سے خلوت، اس سے شیریں کلامی، نرم گفتگو، اور عریاں لباس لگانے سے عورت کے زنا میں واقع ہونے کا خطرہ ہے لہذا ہم ان تمام باتوں سے بچیں گے جن سے زنا اور برائی کا شبہ ہو سکتا ہے۔

(10) مثالی عورت کی دسویں صفت:

عورت اللہ کا ذکر کرنے والی ہو: خاتون اسلام کو غیبت، چغلی، جھوٹی بات، گندی بات، برائی کا تذکرہ، دوسروں کی عیب جوئی اور الزام تراشی کے بجائے زبان سے اللہ کا ذکر کرنا چاہئے۔ مگر ہمارے یہاں اس کے الٹ ہوتا ہے اگر عورت کو کوئی بات معلوم ہو جائے تو اس کے پیٹ میں نہیں پچتی وہ ہزاروں عورتوں کے پاس اسے بیان کرتی پھرتی ہے۔ ہمیں دوسروں کا عیب تلاش کرنے اور اسے لوگوں میں منتشر کرنے کے بجائے اپنی خامی کو تلاش کر اسے دور کرنا چاہئے۔ اگر ہمارے یہاں ایسا ہونے لگے تو سماج میں کہیں جھگڑا لڑائی نہ ہو۔

قرآن نے مثالی عورت کی دس صفات کا ذکر کیا، ان دس صفات کے ذریعہ ایک بہترین بہن، بہترین بیٹی، بہترین بیوی، بہترین بہو اور بہترین عورت بن سکتے ہیں۔

مگر جب اپنی مسلمان ماں اور بہنو کے حالات کا جائزہ لیتا ہوں تو پیشانی شرم سے جھک جاتی ہے اور افسوس یہ کہنا پڑتا ہے کہ وہ عورت کیسے جنتی ہو سکتی ہے جو لباس پہن کر بھی ننگی نظر آتی ہو، جو تنگ و باریک کپڑوں کے ذریعہ اجنبی مردوں کو مائل کرتی ہو؟ جو غیروں کے لئے بناؤ سنگار کرتی ہو؟ جو شوہر سے اجازت لئے بغیر، اس سے چھپ چھپا کر بازاروں اور میلوں میں گھومنے جاتی ہو؟ جس کی زبان سے صرف غیبت اور چغلی ہی نکلتی ہو؟

خدارا اب بھی سنبھل جائیں، ہوش کے ناخن لیں اور آج سے تہیہ کریں کہ ہم وہی کریں گے جو اللہ کی مرضی ہو گی، ہمارا مرنا جینا سب اللہ کے لئے ہو گا۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

قُلْ إِنَّ صَلاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (الأنعام: 162)

ترجمہ: (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) کہہ دو، میری نماز میری تمام عبادات، (قربانی وغیرہ) میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ، جہانوں کے پروردگار کے لئے ہے۔

اے اللہ! عورتوں کو نیک بیوی اور نیک عورت بنا دے، انہیں برائی، چغلی، غیبت اور جھوٹ سے بچا، شوہر کے لئے مطیع و فرمانبردار بنا اور جنت کے راستے آسان فرما۔ ہم مردوں کو بھی عورتوں کے حق میں ڈرنے والا بنا اور ہم سب کو ایمان کی حالت میں دنیا سے اٹھا۔

تم شوق سے کالج میں پڑھو، پارک میں کھیلو
جائز ہے غباروں میں اڑو، چرخ پہ جھولو
اک سخن بندہ عاجز کی رہے یاد بس
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.وصلى اللَّه وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه والتابعين لهم بإحسان إلى يوم الدين

BACK

عورت کا پولیس محکمہ میں نوکری کرنا

پولیس کا شعبہ سدا سے بدنام ہے۔ مردوں کے لئے بھی اس میں خیر نہیں ہے، عورت تو بھلا عورت ہے۔ حالات نے اس شعبے کو رشوت خوری، بے ایمانی اور دروغ گوئی کا اڈہ بنادیا ہے۔

عورت گھر کی زینت ہے، اپنے بچوں کی تربیت، شوہر کی خدمت اور گھر کی ذمہ داریاں اس کے سر ہیں، اس وجہ سے اسلام نے عورت کو معاشی تگ ودو سے نجات دیدی ہے۔ اگر عورت گھر چھوڑدے اور باہر کی ذمہ داری ادا کرنے لگ جائے تو گھر ویران بلکہ بسا اوقات برباد ہو جاتا ہے۔ کچھ لوگ حرص مال، کچھ لوگ آزادی نسواں اور کچھ لوگ شہرت کی وجہ سے عورتوں کو ایسے منصبوں پر دیکھنا پسند کرتے ہیں جو اس کی شایان شان نہیں۔ ایسے ہی منصوبوں میں سے ایک پولیس کا۔ اس محکمہ میں عورت کا نوکری کرنا شرعا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں نوکری کرتے ہوئے مختلف قسم کی معاصیات کا ارتکاب کرناپڑے گا۔

پولیس محکمہ کی چند قباحتوں کا ذکر کرتا ہوں جس سے عورت کے لئے اس میں نوکری کرنے کی شرعی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

(1)اختلاط مردوزن:

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اس میں اختلاط مردوزن پایا جاتا ہے جو اسلام میں حرام ہے۔ آج اختلاط نے معاشرے کو بربادی کے دہانے پر پہنچادیا ہے۔ جرائم کا نوے فیصد حصہ اختلاط کا نتیجہ ہے۔ اسکولوں، کالجوں، بازاروں، دوکانوں، سڑکوں، پارکوں، پروگراموں اور بھیڑ بھاڑ والی تمام جگہوں میں مردوزن ایک ساتھ نظر آتے ہیں حتی کہ عورتوں کی خودمختاری(Women's Empowerment) کے نام پہ عورتوں کو مردوں کی طرح ہر منصب پہ فائز کیا گیا۔ جسکی وجہ سے دنیا کی حالت کیا سے کیا ہوگئی سب کے سامنے ہے۔ اختلاط نے زنا کو بڑھاوادیا، بے پردگی عام کیا، عورتوں کی عزت نیلام کیا، عشق ومحبت کو پروان چڑھایا، بچے بچوں میں فحاشی کا تصور پیدا کیا، اسقاط حمل کروایا، عورتوں کا قتل کروایا اوران کے حقوق وواجبات کو پامال کیا۔ کیا کچھ نہیں کیا؟

اسلام نے مردوں کو عورتوں سے پردے کی اوٹ سے بات کرنے کا حکم دیا تاکہ عورتوں کو تحفظ فراہم ہو اور مردوں کے دل میں غلط خیال نہ پیدا ہو۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وإذا سألتموهن متاعاً فاسألوهن من وراء حجاب ذلكم أطهر لقلوبكم وقلوبهن.(الأحزاب 53)

ترجمہ: اور جب تمہیں ازواج نبی سے کوئی چیز مانگنا ہو تو پردہ کے پیچھے رہ کر مانگو۔ یہ بات تمہارے دلوں کے لئے بھی پاکیزہ تر ہے اور ان کے دلوں کے لئے بھی۔

جو اسلام عورتوں سے پردے کی اوٹ سے سوال کرنے کا حکم دیتا وہ عورتوں کو کھلے بال، ننگے چہرہ، چست لباس، دل لبھا انداز اور پر فتن زیبائش کے ساتھ مردوں میں کیسے کام کرنے کی اجازت دے گا؟۔

عورت پردے کا نام ہے۔ وہ سراپا عفت و عصمت اور حیائے مجسم کا پرتو ہے۔ اسے نظر نیچی رکھنے، حجاب لگانے، اجنبی سے پردے سے بات کرنے، راستے میں کنارے سے چلنے، مردوں کے میلان کا سبب نہ بننے اور اجنبی سے خلوت نہ کرنے کا حکم ملا ہے، ان باتوں پہ چلنے سے اختلاط اور اس کے سنگین نتائج سامنے نہیں آئیں گے۔

(2) بے پردگی:

اس میں خواتین کے لئے بے پردگی نمایاں ہے۔ پولیس محکمے کا ایک متعین یونیفارم ہے، مرد ہو عورت اسے ایک جیسا یونیفارم پہننا پڑتا ہے۔ یہ یونیفارم عورتوں کی ساخت اور اعضائے بدن کو نمایاں کرتا ہے۔ ساتھ ساتھ چہرے اور سر کا پردہ نہیں ہوتا۔ اسلام میں خاتون کو ایسے لباس کی ممانعت ہے جو چست و تنگ، باریک اور عضو بدن کو نمایاں کرتا ہو۔ ایسا لباس بھی ممنوع ہے جو مردوں کے مشابہ ہو۔ لباس ہی نہیں عورت و مرد دونوں کو ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔

لعنَ رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليْهِ وسلَّمَ ؛ المتشبِّهاتِ بالرِّجالِ منَ النِّساءِ والمتشبِّهينَ بالنِّساءِ منَ الرِّجالِ(صحيح الترمذي:2784)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی خواتین اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔

عورتوں کی عفت و پاکدامنی میں شرعی حجاب کا بڑا دخل ہے۔ مشاہدہ بھی بتاتا ہے کہ بے حجاب خاتون ہی فتنے کا سبب ہے اور وہی درندہ صفت انسانوں کی ہوس کا شکار ہوتی ہیں۔ آیت حجاب کے نزول سے پہلے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں حجاب کا خیال پیدا ہو گیا۔ اور آپ ﷺ سے ذکر کیا کہ اگر آپ امہات المومنین کو پردہ کا حکم دیتے تو اچھا ہوتا۔ اور پھر آیت حجات نازل ہو گئی۔ اس لئے مسلم خاتون کو ہر اس نوکری سے بچنا ہے جس میں بے پردگی ہے۔ ذرا تصور کریں۔

ایک صحابیہ نے ننگے سر حج کرنے کی منت مانی تو نبی ﷺ نے سر ڈھانپنے کا حکم دیا جبکہ اس نے نذر مانی تھی۔ روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

نذرتْ أُختي أن تمشيَ إلى الكعبةِ حافيةً حاسرةً فأتى عليها رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ فقال ما بالُ هذه قالوا نذرتْ أن تمشيَ إلى الكعبةِ حافيةً حاسرةً فقال مُروهَا فلْتركبْ ولْتختمرْ ولْتحجَّ ولْتهدِ هديًا(السلسلة الصحيحة:6/1037)

ترجمہ: (حضرت عقبہ بن عامر رضي اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا) میری بہن نے یہ منت مانی ہے کہ وہ ننگے سر پیدل چل کر حج کریں گی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے اور پوچھا اس کا کیا ماجرا ہے؟ تو لوگوں نے کہا: یہ منت مانی ہے کہ وہ ننگے سر پیدل چل کر حج کریں گی، آپ نے فرمایا: اس کو سوار ہونے اور سر ڈھانپ کر حج کرنے کا حکم دو اور ایک جانور ذبح کرے۔

تو پھر ان عورتوں کا کیا حال ہو گا جو ہمیشہ عریاں رہتی ہیں؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

پولیس محکمہ میں حجاب کے ساتھ نوکری کرنا قدرے مشکل ہے کیونکہ اجنبیوں کے درمیان کرنا ہے، ان سے بات چیت کرنی ہے، ان کے ساتھ ذمہ داری ادا کرنی ہے، اس میں سفر بھی کرنا پڑتا ہے۔ یہ سب کام ایک باپردہ خاتون سے نہیں ہو سکتا۔ اگر بردہ کرنا بھی چاہے تو محکمہ والے اس کی اجازت نہیں دے سکتے۔

(3) اجنبی کے ساتھ خلوت نشینی:

یہ وہ پیشہ جس میں مردوں کے ساتھ ہی میل جول، کام کاج اور تعلقات استوار کرنے پڑتے ہیں۔ جبکہ عورت کو اجنبی مرد کے ساتھ رہنا سہنا، اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، کام کاج کرنا حرام ہے۔ مردوں کے ساتھ اختلاط کے علاوہ ایک خطرناک پہلو خلوت بھی ہے جو فحاشی کا پیش خیمہ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

لا يخلُوَنَّ رجلٌ بامرأةٍ ؛ فإنَّ الشيطانَ ثالثُهُما(تخريج مشكاة المصابيح:3054 باسناد صحيح)

ترجمہ: کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت نشینی نہ کرے کیونکہ ان دونوں کے بیچ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

اس حدیث سے ذرا اندازہ لگائی جائے کہ جن کے درمیان شیطان ہوگا وہ لوگ شیطانیت میں کم حد تک گر سکتے ہیں؟

ایک عورت کو پولیس کی ذمہ داری نبھاتے ہوئے خلوت کا سامنا ہونا یقینی امر ہے۔ گویا یہ ایک ایسا پیشہ جس میں خلوت کا گناہ سرزد ہونے کا یقین ہے تو بھلا وہ پیشہ کسی صورت میں کیسے جائز ہوگا؟۔

خلوت نشینی میں گناہ کا خطرہ مزید بڑھ جاتا ہے، کوئی دیکھنے والا سوائے اللہ کے، برائی سے روکنے والا سوائے اپنے نفس کے، گناہ کی لذت پہ ملامت کرنے والا سوائے اپنے ضمیر کے کوئی نہیں ہوتا۔ اس مقام پہ تقوی، خشیت الہی اور فکر آخرت ہی بچاسکتی ہے۔

(4) بغیر محرم کے سفر:

پولیس جاب میں بغیر محرم کے سفر کرنا بھی اسلامی رو سے قابل قدح ہے۔ اس نوکری میں کب کہاں جانا پڑ جائے، کہاں ٹرانسفر ہوجائے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ سفر میں عورت کے ساتھ محرم کا ہونا ضروری ہے ورنہ گنہگار ہوگی۔ یہاں کون محرم؟ مشن میں شریک، ساتھ میں سفر کرنے والا انسان ہے یا انسانی مکھوٹے میں حیوان ہے اس کی بھی کوئی خبر نہیں۔

حضرت ابن عباس رضي اللہ تعالی عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا يخلوَنَّ رجلٌ بامرأةٍ ، ولا تسافِرَنَّ امرأةٌ وإلا معها محرمٌ . فقام رجلٌ فقال : يا رسولَ اللهِ ، اكتُتِبت في غزوةِ كذا وكذا ، وخرجت امرأتِي حاجةً ، قال : اذهبْ ، فحُجَّ مع امرأتِك(صحيح البخاري:3006)

ترجمہ: کوئی بھی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے، تو ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا اے اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تو فلاں غزوہ میں جارہاہوں اور میری بیوی حج پر جارہی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی بیوی کے ساتھ حج پر جاؤ۔

اس حدیث میں مرد وعورت کے لئے بہترین سبق ہے۔ جہاد جیسا دین کا اہم فریضہ چھوڑ کر نبی ﷺ نے صحابی کو بیوی کے ساتھ محرم بن کر حج پر جانے کا حکم دیا، وہ حج جس میں نگاہیں پاک، دل پاک تر اور جذبات وخیال پاکیزہ ہوتے ہیں پھر بھی عورت کے ساتھ سفر حج پہ محرم کا ہونا ضروری ہے۔ اللہ اکبر

حقیقت میں اللہ نے خاتون کے تئیں جو نظام بنایا ہے وہ نہایت پاکیزہ اور صاف وشفاف ہے، ایک عورت اسلامی حدود میں رہ کر امن کا گہوارہ بن سکتی ہے، اور جب یہی عورت اسلامی حدود سے تجاوز کرجائے تو زمانے بھر مین فتنہ عام ہوجائے گا۔ آج اکثر وبیشتر فتنوں کے پیچھے یا تو عورت ہے یا دولت ۔ یہ دونوں چیزیں قابو میں ہوں تو ساری چیزیں قابو میں رہیں گی۔

(5)عورتوں کی قیادت:

اسلام نے عورت کو مردوں کی سربراہی سے بھی نجات دیدی ہے ایسا کوئی پیشہ یا کام جس میں عورت کو مردوں کی حاکمیت اور سربراہی کرنی پڑے وہ کام جائز نہیں ہے۔ پولیس محکمہ ایک قسم کا قیادتی محکمہ ہے۔ عورت گھر کی زینت ہے نہ کہ آرائش چمن۔ فحاشی کی ہوس رکھنے والوں نے آزادی نسوان کے نام پہ عورتوں کو کرسیوں اور منصبوں پہ بٹھایا اور صنف نازک کی کمزوریوں سے من مرضی کا فائدہ اٹھایا۔

ہم نے قرآن کی اس تعلیم کو بھلایا عورت بھی ذلیل ہوئی اور مرد بھی ذلیل ہوا۔

" وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ۖ (الاحزاب:33)

ترجمہ: اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ بیٹھی رہو اور زمانہ جاہلیت کے سے بناؤ نہ دکھاتی پھرو۔

عورت ضرورتا اگر گھر سے نکلے تو اس میں بھی حیا ہو بناؤ سنگار نہ ہو جس سے لوگوں کے دل مائل ہو جائیں۔ جو اسلام عورت کو گھر کو لازم پکڑنے کا حکم دیتا ہے، بلا ضرورت باہر نکلنے سے منع کرتا ہے اور چلنے کا بھی طریقہ سکھاتا ہے وہ عورت کو بازار کی زینت کیسے بننے دے گا؟۔

ابو اسید انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ مسجد سے نکل رہے تھے کہ مرد و خواتین کا راستے میں اختلاط ہو گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو فرمایا:

استأخِرْنَ ؛فإنه ليس لكن أن تَحْقُقْنَ الطريقَ عليكن بحافَاتِ الطريقَ, فكانت المرأةُ تلتصقُ بالجدارِ حتى إن ثوبَها ليتعلَّقُ بالجدارِ من لصوقِها به.(صحيح أبي داود:5272)

ترجمہ: پیچھے رہو، تمہارے لئے راستے کے درمیان میں چلنا جائز نہیں ہے، تم راستے کے کنارے پر چلو، چنانچہ اس کے بعد خواتین دیوار کے ساتھ لگ کر چلنے لگیں، حتی کہ دیوار کیساتھ چلنے کی وجہ سے انکے کپڑے اٹکنے لگے۔

عورتوں کی سیادت و قیادت جائز نہیں ہے۔ مردوں کو عورت کا حاکم بنایا ہے، حکمرانی کا حق صرف مردوں کو ہے۔ اور اللہ تعالی نے جسمانی اور ہنر کے اعتبار سے قیادت کے اوصاف مردوں میں ہی رکھے ہیں۔ عورتوں کو یہ منصب نہ تو زیب دیتا ہے اور نہ وہ اس فریضے کو صحیح طور پر ادا کر سکتی ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ۚ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ ۚ (النساء:34)

ترجمہ: مرد عورتوں پر حاکم ہیں بوجہ اس فضیلت کے جو اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر دی ہے اور بوجہ اس کے کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ پس صالح عورتیں اطاعت شعار اور غیب کی حفاظت کرنے والیاں ہوتی ہیں اللہ کی حفاظت کے تحت۔

ابو بکرہ سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ کو خبر پہنچی کہ ایران والوں نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا بادشاہ بنا لیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لن يُفلحَ قومٌ ولَّوا أمرَهم امرأةً ۔(صحيح البخاري:4425)

ترجمہ: وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جس نے اپنے معاملات ایک عورت کے سپرد کیے ہوں۔

عورت کے لئے اسلحے والا، بندوق والا اور دفاع والا کام منع ہے اس لئے پولیس محمکہ میں، فوج میں، کسی گینگ میں شریک ہونا اس کے لئے جائز نہیں ہے، نہ ہی ایسا وظیفہ اختیار کر سکتی ہے۔ اسلام نے عورتوں کو قتال سے دور رکھا ہے، یہ کام مردوں کے سپرد کیا ہے۔

يا رسولَ اللَّهِ على النِّساءِ جِهادٌ؟ قالَ: نعَم، عليهِنَّ جِهادٌ، لا قتالَ فيهِ: الحجُّ والعُمرَةُ(صحيح ابن ماجه:2362)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پوچھتی ہیں اے اللہ کے رسول ﷺ کیا عورتوں پر جہاد ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں ،ان پر جہاد ہے مگر ایسا جہاد ہے جس میں قتال نہیں ہے، وہ ہے حج وعمرہ۔

لہذا کوئی مسلمان عورت لیڈری میں حصہ نہ لے، نہ ہی کسی قسم کی فوج میں بھرتی ہو اور نہ کسب معاش کی خاطر پولیس کے کسی محکمہ میں کام کرے۔ یہ کام عام طور سے جوانونوں سے لیا جاتا ہے، اور تصور کریں جب عورت جوان ہو اور بے پردہ مردوں کے درمیان ہو تو اس کا انجام کیا ہو سکتا ہے؟

ہاں پولیس محکمے میں بطور تفتیش یا جیل کے کسی کام میں عورتوں کی دیکھ بھال وغیرہ کے طور پر اگر محض عورتوں کے درمیان کام کرنا ہو جس میں مرد کا دخل نہیں، نہ اجنبیوں کی آمد ورفت ہے اور اس میں عزت وآبرو کی حفاظت کے ساتھ بر پردہ کام کرنے کی اجازت ہے تو پھر اس وظیفے کی انجام دہی میں کوئی حرج نہیں ہے۔

BACK

سسر کا اپنی بہو کے ساتھ زنا کرنے سے نکاح کا حکم

فقہ حنفی کی شرع مخالف تعلیمات نے ملت اسلامیہ اور اس کے افراد کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔امت کا اختلاف وانتشار، آپسی تنازع، ایک دوسرے کی تکفیر وتذلیل اور مسلمانوں کے درمیان فساد اسی نقصان کا پیش خیمہ ہے ۔ آج بھی مسلمان ایک ہو سکتے ہیں، ہماری بکھری ہوئی طاقت یکجا ہو سکتی ہے، عظمت رفتہ پھر سے بحال ہو سکتی ہے اور چہار دانگ عالم میں اسلام اور مسلمانوں کا بول بالا ہو سکتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ امت کو خالص کتاب وسنت کی تعلیم دی جائے، علماء کے اقوال اور ائمہ کے اجتہادات کو نصوص شرعیہ پر ترجیح نہ دی جائے اور عقائد واعمال صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول کے فرامین سے لئے جائیں۔

فقہ حنفی کے شرع مخالف مسائل میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر سسر شہوت سے بہو کو چھولے یا اس سے زنا کرلے تو بہو اپنے شوہر پر حرام ہو جاتی ہے۔

سسر اور بہو یا داماد اور ساس کا رشتہ برصغیر میں بہت ہی مقدس مانا جاتا ہے، اسی تقدس کے تیئں ساس وسسر کو ابوامی کہہ کر لوگ پکارتے ہیں۔ اپنے ذہن میں ایک طرف یہ تقدس رکھیں اور دوسری طرف یہ دیکھیں کہ ہمارے یہاں عموماً فیملیاں مشترکہ طور پر رہتی ہیں، اور آج کے پرفتن دور میں مشترکہ فیملی کے برے اثرات کسی کے ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ ساس، سسر بہوئیں، بیٹے، نندیں، جیٹھ، دیور سب ایک ساتھ ایک جگہ رہتے سہتے ہیں جبکہ ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا۔ مشترکہ خاندانی نظام بہت سارے جرائم ومعاصی کا سبب ہے اس وجہ سے شادی کے بعد والدین کو چاہئے کہ اپنے بچوں کو الگ کردے۔ یہاں ایک بات یہ بھی جان لی جائے کہ سسر اپنی بہو کے لئے محرمات میں سے ہے اس لئے بہو اپنے سسر کے سامنے چہرہ کھول سکتی ہے، خلوت (خلوت) کرسکتی ہے حتی کے اس کے ساتھ مصافحہ کرنا اور سفر کرنا بھی جائز ہے۔

مذکورہ بنیادی باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے ذرا یہ خیال کریں کہ اگر سسر اپنی بہو کے ساتھ بدفعلی کرتا ہے تو وہ کس درجے کا مسلمان رہ جاتا ہوگا؟

زنا ایک سنگین جرم اور گھناؤنا عمل ہے، اس سے ایمان کا جنازہ نکل جاتا ہے اور زناکار ایمان سے محروم ہو کر قہرالٰہی کا مستحق ہو جاتا ہے قہرالٰہی کے ساتھ دنیا میں بھی اس کی عبرت ناک سزا ہے جسے دیکھ کر پھر کسی میں احساس زنا باقی نہیں رہ سکے گا۔ اے کاش! دنیا میں زنا کی بابت شرعی قانون نافذ ہو جائے تو سماج و سوسائٹی کی سب سے بڑی گندگی دور ہو جائے۔ سماج سے اگر یہ گندگی دور ہو جائے تو بہت ساری سماجی خرابیاں آپ خود دور ہو جائیں۔

اسلام میں زنا کے متعلق یہی پتہ چلتا ہے کہ اس کا گناہ اور اثر اس کے سر ہے جس نے اس کا ارتکاب کیا ہے۔ اگر سسر نے زبردستی اپنی بہو کے ساتھ زنا کیا ہے تو اس کا مکمل گناہ و وبال سسر کے سر ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى (فاطر:18)

ترجمہ: کوئی جان کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔

قرآن کا یہ اصول ہر قسم کے گناہ کے سلسلے میں ہے خواہ قتل کا معاملہ ہو یا زنا کا اور زنا سسر و بہو کے درمیان ہو یا ان کے علاوہ کے درمیان۔ یہی اصول دنیاوی علالتوں اور سماجی معاملوں میں بھی برتے جاتے ہیں کہ جس کی غلطی اسی کو سزا۔ ایسا نہیں ہے کہ قاتل ابن زیاد ہو اور مجرم یزید ٹھہرے۔

اور اگر زنا میں سسر کے ساتھ بہو کی بھی رضامندی تھی تو سسر و بہو دونوں گنہگار ہیں اور دونوں رجم کے قابل ہیں لیکن اس کی سزا شوہر کو نہیں ملے گی وہ اس معاملے میں معصوم ہے۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی سسر جبرا یا بہو کی رضامندی سے زنا کا ارتکاب کر لیتا ہے تو اس سے وہ عورت اپنے شوہر پر حرام نہیں ہو گی کیونکہ حرام کا ارتکاب کرنے سے کوئی حلال کام حرام نہیں ہو جائے گا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ حرام کام کسی حلال کو حرام نہیں کر سکتا (ابن ماجہ: 2015) گو کہ اس حدیث کو شیخ البانی نے ضعیف کہا ہے مگر کئی آثار سے یہ بات منقول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی صحیح اثر میں مذکور ہے:

عنِ ابنِ عباسٍ أنَّ وطءَ الحرامِ لا يُحرِّمُ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حرام وطی (مباشرت) سے (کوئی حلال چیز) حرام نہیں ہو جاتی۔

اس اثر کو شیخ البانی نے صحیح کہا ہے۔ (إرواء الغليل: 1881)

یہی مسلک حق ہے اور اسی کے قائل مالکیہ و شافعیہ ہیں لیکن احناف اور شوافع کے یہاں زنا سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ان کا استدلال ہے کہ جس طرح ربیبہ (بیوی کے پہلے خاوند کی لڑکی) سے نکاح اس وقت حرام ہو جاتا ہے جب مرد اس کی ماں سے جماع کر لے یعنی یہاں وطی سے حرمت ثابت ہو رہی ہے ٹھیک اسی طرح زنا سے جو لڑکی پیدا ہو وہ بھی اس زانی پر حرام ہے کیونکہ یہ بھی بیٹی کے حکم میں ہے اور بیٹی سے نکاح حرام ہے۔

اللہ کا فرمان ہے:

وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ(النساء:23).

ترجمہ: اور تمہاری وہ پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں ہیں، تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم دخول کر چکے ہو ،ہاں اگر تم نے ان سے جماع نہ کیا ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔

یہ استدلال بالکل صحیح نہیں ہے کیونکہ یہاں نکاح کا ذکر ہے ،اللہ کا فرمان ہے: ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم من النساء الا ما قد سلف یعنی تم ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمارے باپوں نے نکاح کیا ہے مگر جو گزر چکا۔

اور نکاح کو زنا پر کیسے قیاس کیا جائے گا؟ اگر کوئی رشتہ نکاح کی وجہ سے حرام ہو رہا ہے تو زنا کرنے سے کوئی رشتہ کیسے حرام ہو جائے گا؟ دونوں دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ نکاح سے بعض رشتے کی حرمت کا ثبوت موجود ہے جبکہ زنا سے رشتے کی حرمت کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

احناف کا یہ فتوی جہاں خلاف شریعت ہے وہیں اس فتوی پر سختی قابل مذمت اور حد درجہ افسوس ناک ہے۔اگر کسی کے یہاں سسر و بہو کے زنا کا واقعہ رونما ہو جائے تو سماج والے زبردستی میاں بیوی میں تفریق کر دیتے ہیں۔ جس طرح سختی سے طلاق ثلاثہ کے مسئلہ میں عورتوں کا جبر احلالہ بلفظ دیگر زنا کروایا جاتا ہے اسی طرح سختی سے اس معاملہ میں بھی بے قصور شوہر کو بیوی سے الگ کر دیا جاتا ہے۔

اس بات پر مجھے جس قدر حیرت ہے اس سے کہیں زیادہ اس بات پر حیرانی ہے کہ جب احناف کو اپنے فتوی کا اتنا ہی پاس ولحاظ ہے تو پھر جو چیز شرعا ثابت ہے اور جسے احناف بھی مانتے ہیں کہ شادی شدہ زانی کو سنگسار کیا جائے گا تو پھر اس

معاملے میں خاموشی کیوں، اسے کیوں نافذ نہیں کرتے ؟۔ خود ساختہ فتوی پر اس قدر سختی اور ثابت شدہ مسئلہ میں اس قدر غفلت؟ شان بین یزیدین

جس طرح زنا کی بابت سسر و بہو کا مسئلہ فقہ حنفی میں درج ہے اسی طرح ساس و داماد کا بھی مسئلہ ہے۔ داماد نے اپنی ساس سے زنا کیا تو اپنی بیوی حرام ہوگئی۔ یہ مسئلہ بالکل خلاف شریعت ہے اس لئے عوام سے میری درخواست ہے کہ آج کے علمی اور ترقی یافتہ دور میں اندھے بہرے ہو کر کسی فتوی پر عمل نہ کریں۔ پہلے صاحب علم و بصیرت سے مسئلہ کو دلائل کی روشنی میں جانیں پھر عمل کریں۔ آج علم کا حصول اور مسئلے کی دریافت پہلے سے کہیں زیادہ آسان ہے، اکثر مراجع و مصادر اور دین کی اہم کتابیں انٹرنیٹ پر موجود ہیں، بڑے سے بڑے علماء سے رابطہ آسان ہے خواہ وہ دنیا کے کسی کونے میں ہوں پھر صحیح بات کی جانکاری کے لئے سستی کیوں؟ یہ تو دین و شریعت کا معاملہ ہے نہ دنیا کا ۔ آپ دین پر اس لئے عمل کرتے ہیں کہ اللہ آپ سے راضی ہو اور اس کے بدلے آخرت میں اس کی توفیق سے جنت ملے، نہ کہ اس لئے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ یا دنیا کا کوئی عالم و مفتی آپ سے خوش ہو۔ ہر کس و ناکس کو میرا یہ پیغام ہے کہ صحیح دین کو پہچانیں، سنت کے مطابق عمل کریں اور ہر عمل میں اللہ کی رضا تلاش کریں۔ ایک مسلمان کی زندگی کا یہی مطلوب و مقصود ہونا چاہئے۔

BACK

مسلم خواتین کے سر کے بال کے احکام

اللہ رب العزت نے عورت کی تخلیق کر کے کائنات کا حسن دوبالا کردیا ہے، ہے تو یہ صنف نازک مگر کائنات کی بڑی حسین چیز ہے۔ جب ایک مرد نکاح کے ذریعہ عورت کے ساتھ اپنی زندگی شروع کرتا ہے تو پھر اللہ کی مہربانی کے ساتھ بیوی کی رفاقت اس کے مسائل حیات کے لئے کافی ہوجاتی ہے۔ دونوں مل کر اچھا گھر، اچھا سماج اور اچھی دنیا بنا لیتے ہیں۔ نہ صرف مردوں کو عورت کی ضرورت ہے بلکہ عورتوں کی بھی مردوں کی شدید ضرورت ہے تاہم عورتوں کی بنسبت مردوں میں اشتیاق زیادہ پایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے عورت کو حسین خلقت اور پرکشش وصف سے نوازا ہے۔ اسلام اپنے تمام اصولوں میں پاکیزگی اختیار کرتا ہے، عورت جو اپنے آپ میں صنف مخالف کے لئے پرکشش ہے اسے محارم کے علاوہ تمام اجنبی مردوں سے پردہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے حتی سر کے بال بھی چھپانے کا حکم دیتا ہے، اس کی نماز بھی ننگے سر جائز نہیں ہے۔ عورت کا مکمل وجود پردہ ہے اس وجہ سے سر سے لیکر پیر تک دبیز کپڑے سے اپنے اعضائے بدن چھپانے کا حکم دیا گیا ہے۔ زیر نظر مضمون میں عورت کے سر کے بال کے احکام بتائے جائیں گے تاکہ مسلم خواتین کو ان باتوں کی شرعی حیثیت معلوم ہوسکے۔

سر کے بال کی حفاظت کرنا، اس میں کنگھا کرنا اور تیل لگانا:

اولا یہاں معلوم ہونا چاہئے کہ مردوں کے لئے روزانہ کنگھا کرنا منع ہے لیکن عورتوں کے بال گھنے اور لمبے ہوتے ہیں اس لئے عورتوں کے لئے حسب ضرورت کنگھا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بلکہ شادی شدہ خواتین کو اپنے شوہر کے لئے بال سنوارنا چاہئے، تیل، کنگھا اور زینت کی اشیاء استعمال کرنا چاہئے۔ ہاں اتنا ضرور دھیان دے کہ بالوں کو سجانے سنوارنے اور تیل کنگھا کرنے میں زیادہ اوقات نہ ضائع کرے اور نہ ہی مال میں اسراف کرے جیسا کہ بہت ساری خواتین کو دیکھا جاتا ہے کہ بال دھونے میں مبالغہ، دھوپ میں سکھانے میں مبالغہ اور اس کو سجانے سنوارنے میں مبالغہ آرائی سے کام لیتی ہیں گویا دن کا بلکہ رات کا بھی اکثر حصہ بالوں کی زینت اور حفاظت پہ صرف کیا جاتا ہے۔ اسی طرح بالوں میں خوشبو یا خوشبودار تیل لگا کر باہر نہ نکلے، خوشبو کا استعمال گھر تک ہی محدود رکھے۔

دن ورات کے کسی حصے میں روزانہ عورت بالوں میں کنگھا کرسکتی ہے حتی کہ حیض ونفاس اور جنابت کی حالت میں بھی البتہ عیدالاضحی کی مناسبت سے جو قربانی کا ارادہ رکھے وہ ان دنوں آرام سے اور نرمی کے ساتھ کنگھا کرے۔ حالت احرام میں کنگھی کرنے کی ممانعت نہیں آئی ہے لیکن چونکہ بال کاٹنا یا توڑنا احرام کی حالت میں منع ہے اس وجہ سے کنگھی نہیں کرنا چاہئے اور جسے کنگھی کرنے سے بال ٹوٹنے کا یقین ہو تو اس کو ہر حال میں کنگھی نہیں کرنا چاہئے۔ عدت میں زینت اختیار کرنا منع ہے اس وجہ سے عورت عدت میں کنگھا نہ کرے اور نہ ہی زینت کی کوئی چیز بال میں استعمال کرے۔

عورتوں کے لئے بال رکھنے اور مانگ نکالنے کا طریقہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ درمیان سر میں ہوتی تھی، ام المؤمنین سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں :

كنتُ إذا أردتُ أن أَفرُقَ رأسَ رسولِ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ ، صدَعتُ الفرقَ من يافوخِهِ وأرسلُ ناصيتَهُ بينَ عَينيهِ(صحيح أبي داود:4189)

ترجمہ: میں جب رسول اللہ ﷺ کے بالوں میں مانگ نکالنے لگتی تو آپ ﷺ کے سر کے بیچوں بیچ سے نکالتی اور آپ ﷺ کی پیشانی کے بالوں کو آپ کی آنکھوں کے سامنے لٹکاتی یعنی پھرا نہیں آدھو آدھ کر دیتی۔

مانگ کے معاملہ میں عورت ومرد دونوں برابر ہیں یعنی رسول اللہ کا اسوہ اپناتے ہوئے درمیان سر سے مانگ نکالیں، ٹیڑھی مانگ نکالنا اسوہ رسول کے خلاف اور کفار ومشرکین کی مشابہت ہے اس لئے کوئی مسلمان عورت ٹیڑھی مانگ نہ نکالے نہ دائیں جانب سے اور نہ ہی بائیں جانب سے۔ ہاں بغیر مانگ نکالے بالوں کو دائیں یا بائیں جانب جھکالے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح کندھے پر بال لٹکانے یا چوٹیاں بنا کر یا بغیر چوٹیوں کے پیٹھ پر لٹکانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ سر کے پیچھے بالوں کو جمع کر کے اوپری حصے پر ربین باندھ لے اور بالوں کے نچھلے حصے کو پیٹھ پیچھے کی طرف چھوڑ دے۔

بالوں کی چوٹی اور وضو وغسل

عورتوں کے لئے بالوں کی چوٹی بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے، عہد رسول میں خواتین بالوں میں چیوٹیاں بنایا کرتی تھیں ،ام سلمہؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا:

قُلتُ: يا رَسولَ اللهِ، إنِّي امْرَأَةٌ أَشُدُّ ضَفْرَ رَأْسِي فأنْقُضُهُ لِغُسْلِ الجَنَابَةِ؟ قالَ: لَا. إنَّما يَكْفِيكِ أَنْ تَحْثِي علَى رَأْسِكِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ ثُمَّ تُفِيضِينَ عَلَيْكِ المَاءَ فَتَطْهُرِينَ(صحيح مسلم:330)

ترجمہ: میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں ایک ایسی عورت ہوں کہ کس کر سر کے بالوں کی چوٹی بناتی ہوں تو کیا غسل جنابت کے لیے اس کو کھولوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، تمہیں بس اتنا ہی کافی ہے کہ اپنے سر پر تین چلو پانی ڈالو، پھر اپنے آپ پر پانی بہالو تم پاک ہو جاؤ گی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے چوٹی بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے، عورت چوٹی کی حالت میں نماز کی ادائیگی بھی کر سکتی ہے۔ نماز کے لئے وضو کرتے وقت چوٹی کھولنے کی بھی ضرورت نہیں ہے بال کے اوپر سے مسح کرلے اور غسل جنابت میں بھی چوٹی کھولنے کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ اسی حدیث سے واضح ہے، غسل جنابت میں سر پہ تین لپ پانی ڈال لے یہ کافی ہے۔ حیض اور نفاس کے غسل میں چوٹی کھولنے کے متعلق اختلاف پایا ہے بعض نے کھولنا واجب قرار دیا ہے۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں دوران حج حیض سے پاک ہونے پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا:انقُضي شَعرَك واغتسِلي قالَ عليٌّ في حديثِه انقُضي رأسَك(صحيح ابن ماجه:530)

ترجمہ: اپنے بال کھول دو اور غسل کرو۔ علی بن محمد کی روایت میں ہے "اپنا سر کھول دو"۔

جنہوں نے غیر واجب کہا ہے وہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حج کے ساتھ خاص ہے اور بعض دوسری روایات مثلا طبرانی میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ حیض میں چوٹی کھولنا ہے اور جنابت میں محض سر پہ پانی بہانا ہے چوٹی نہیں کھولنا ہے، اس روایت کو شیخ البانی نے ضعیف کہا ہے۔(السلسلۃ الضعیفۃ:937)

اس مسئلہ میں دلائل کی روشنی میں قوی مسلک یہ ہے کہ غسل جنابت، غسل حیض اور غسل نفاس میں چوٹی کھولنا ضروری نہیں ہے، تین لپ پانی ڈالنا ہی کافی ہے تاہم سر پہ پانی انڈیلتے وقت اس بات کا خیال کیا جائے کہ بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچ جائے۔

یہاں ایک مسئلہ عورت کے غسل جنازہ سے متعلق بھی جان لیا جائے کہ اگر عورت کی وفات ہو جائے اور اسے غسل دیا جائے تو اس کے بالوں کی تین چوٹیاں بنا کر پیچھے ڈال دی جائیں۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی ایک صاحبزادی کی

وفات پر ان کے غسل سے متعلق ایک حدیث بیان کرتی ہیں اس حدیث کے آخری الفاظ ہیں: فَضَفَرْنَا شَعَرَهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ وَأَلْقَيْنَاهَا خَلْفَهَا(صحيح البخاري: 1276)

ترجمہ: ہم نے ان کے بال گوندھ کر تین چوٹیاں بنائیں اور انھیں پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا۔

وضو میں عورت کے سر کا مسح

عورت و مرد کے مسح میں کوئی فرق نہیں ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: "وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ" یعنی اپنے سروں کا مسح کرو۔ یہ فرمان مرد و عورت دونوں کو شامل ہے۔ نبی نے ہمیں مسح کا طریقہ یہ بتلایا کہ تر ہاتھوں کو سر کے اگلے حصے پر پھیرتے ہوئے گدی تک لے جائیں اور پھر واپس آگے کی طرف لے آئیں اور شہادت کی انگلی سے کان کا اندرونی حصہ اور انگوٹھے سے بیرونی حصہ مسح کریں۔

عورت کو اپنا بال ننگا کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی چوٹی ہو تو کھولنے کی ضرورت ہے۔ دوپٹے کے اندر سے بالوں پر ہاتھ پھیر لیں اور اجنبی مرد آس پاس نہ ہو تو سر ننگا ہونے اور بال بکھرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عورت وضو کرتے ہوئے اپنے دوپٹے پہ مسح کر سکتی ہے جب ڈھنڈک کی وجہ سے یا بغیر ڈھنڈک کے سر کو دوپٹے سے مضبوطی کے ساتھ باندھ رکھی ہو کیونکہ اس کے اتارنے میں مشقت و پریشانی ہے۔ اسی طرح اگر سر پہ مہندی کا لیپ لگائی ہو تو اس پہ بھی مسح کر سکتی ہے۔

جوڑے بنانا اور جوڑے میں نماز پڑھنا

صحیح مسلم (2128) میں جہنمی عورتوں کی ایک صفت بتلائی گئی ہے: رُءُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ یعنی ان کے سر بختی اونٹ کی کوہان کی طرح ایک طرف جھکے ہوئے ہوں گے۔ محدثین نے اس کے کئی معانی بیان کئے ہیں ان میں ایک معنی امام نووی نے قاضی کی طرف منسوب کرکے یہ بھی بیان کیا ہے کہ بال اکٹھا کرکے درمیانی سر کے اوپر جمع کر لینا جو بختی اونٹ کی کوہاں کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ اس طرح مسلمان عورت کے بالوں کا جوڑا بنانا جائز نہیں ہے۔

اگر کسی عورت نے لاعلمی میں اس حالت میں نماز پڑھ لی بشرطیکہ بال ڈھکے ہوئے تھے تو اس کی نماز صحیح ہے، دہرانے کی ضرورت نہیں ہے تاہم یہ عمل نہ نماز میں درست ہے اور نہ ہی نماز کے باہر لہذا ہمیشہ کے لئے اس عمل سے باز رہے۔

عورت کا اپنے محرموں کے سامنے کھلے سر آنا کیسا ہے؟

عورت اپنے محرم کے سامنے جس طرح چہرہ کھول سکتی ہے اسی طرح اپنے بال بھی ظاہر کر سکتی ہے اس لئے اپنے محرموں کے سامنے کھلے سر آنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔اللہ کا فرمان ہے: وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ(النور:31)

ترجمہ: اور اپنی آرائش کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے خسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے۔

اس آیت کی روشنی میں عورت اپنے محارم کے سامنے اپنے ہاتھ، پیر، سر، بال اور گردن کھلا رکھ سکتی ہے،اس لئے اپنے محارم کے سامنے کھلے سر یا کھلے بال آسکتی ہے۔

مسلم عورت کا کافر عورت کے سامنے ننگے سر اور ننگے چہرہ آنے کے سلسلے میں اختلاف ہے شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میرا میلان اس جانب ہے کہ اگر فتنہ نہ ہو تو عورت عورت کے درمیان فرق نہیں ہے خواہ مسلمہ ہو یا کافرہ لیکن اگر فتنے کا خوف ہو مثلا وہ عورت رشتہ دار مردوں کے پاس عورت کا وصف بیان کرے تو اس وقت فتنہ سے بچنا ضروری ہے اور اس صورت میں دوسری عورت کے سامنے اپنے بدن کا کچھ بھی حصہ ظاہر نہیں کرے گی نہ پیر، نہ بال خواہ عورت مسلمہ ہو یا غیر مسلمہ (فتاوی المراۃ ص:172)

ننگے سر یا باریک دوپٹہ میں نماز

ہمیں پہلے اس بات کو جان لینی چاہئے کہ نماز اہم ترین عبادت ہے جو رب کے سامنے ادا کی جاتی ہے،اس لئے نماز میں عورتوں کو چاہئے کہ ستر کا مکمل خیال کرے۔ابن ابی شیبہ کی روایت ہے جسے شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

قال ابنُ عمرَ إذا صلت المرأةُ فلتصلِّ في ثيابِها كلِّها : الدرعِ والخمارِ والملحفةِ(تمام المنة:162)

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب عورت نماز پڑھے تو مکمل لباس میں نماز پڑھے یعنی قمیص، دوپٹہ اور قمیص کے اوپر چادر۔

عورت کا یہ لباس سلف کے یہاں معروف ہے اس لئے بحالت نماز جہاں عورت کو ہاتھ ، پیر اور مکمل جسم چھپانا ہے(سوائے چہرے کے لیکن اجانب ہوں تو چہرہ بھی واجب الستر ہے)وہیں سر کے بالوں کو بھی دوپٹے سے اچھی طرح سے ڈھانکنا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: لا يقبَلُ اللَّهُ صَلاةَ حائضٍ إلَّا بخِمارٍ(صحيح أبي داود:641)

ترجمہ: اللہ تعالی حائضہ یعنی(بالغ عورت)کی نماز دوپٹہ کے بغیر قبول نہیں فرماتا۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے "المرأة لا تصلي بغير خمار" کہ عورت بغیر دوپٹہ نماز نہیں پڑھے اس باب کے تحت ذکر کیا ہے۔

معلوم یہ ہوا کہ نماز میں عورت کو اپنے سروں کو ڈھانپنا ہے اور لباس بھی عورت کا ایسا دبیز ہو کہ اعضاء کی مکمل ستر پوشی ہو رہی ہو،اس لئے نماز ہو یا غیر نماز عورت کا باریک لباس لگانا جس سے اعضائے بدن کے خدوخال نمایاں ہوں جائز نہیں ہے۔ نماز میں بھی ایسا کوئی لباس نہ لگائے جس سے ہاتھ،قدم،پنڈلی،جسم کا کوئی حصہ یا سر کا بال نظر آ رہا ہو۔

رہا مسئلہ ضعیف وبیمار عورت کا تو انہیں بھی نماز میں سروں کو ایسے دوپٹے سے چھپائے گی جس سے بال نہ ظاہر ہوں،یہی حکم نوجوان عورت،مریضہ،ضعیفہ اور بوڑھی کا بھی ہے البتہ نماز کے باہر عورت اپنے سروں کو تنہائی میں یا اپنے محارم کے سامنے کھلا رکھ سکتی ہے۔اگر مرض یا ضعف اس قدر شدید ہو کہ نماز میں حجاب کی مکمل پابندی کرنا ناممکن ہو اور کوئی مدد کرنے والا بھی نہ ہو تو جس قدر ہو سکے پابندی کرے،اللہ تعالی کسی کو طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں بناتا۔

عورتوں کے لئے سر منڈوانے اور بال کٹوانے کا حکم

مسلمان عورتوں کے لئے سر کے بال مکمل رکھنا واجب ہے اور بلاضرورت اسے مونڈوانا حرام ہے۔اس طرح عورتوں کے لئے سر کے بال بلاضرورت کٹوانا بھی جائز نہیں ہے چاہے شوہر ہی کا حکم کیوں نہ ہو،رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عورتوں کے بال پورے ہوتے تھے اور چھوٹے بالوں والی عورتیں وصل سے کام لیتی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت بھیجی۔

لعنَ النَّبيُّ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ الواصلةَ والمستَوصلةَ ،والواشمةَ والمستَوشمةَ(صحيح البخاري:5940)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے قدرتی بالوں میں مصنوعی بال لگانے والیوں پر اور لگوانے والیوں پر اور گودنے والیوں پر اور گدوانے والیوں پر لعنت بھیجی ہے۔

تو عورتوں کے لئے بال رکھنا اور نہ کٹانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ثابت ہے۔

لہذا عورتوں کا بلاضرورت سر منڈوانا، یا بال کٹوانا جائز نہیں ہے۔ حج و عمرہ میں عورت کا انگلی کے پور کے برابر بال کٹانے کا حکم ہے، اور اگر عورت کو کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے بال کٹانے کی ضرورت پڑ جائے تو اس صورت میں جائز ہو گا۔

نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کے متعلق مسلم شریف میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

وكان أزواجُ النبيِّ -صلى الله عليه وسلم- يَأخذْنَ مِن رؤوسِهِنَّ حتى تكونَ كالوَفْرَةِ (صحيح مسلم:320)

ترجمہ: بے شک نبی کریم ﷺ کی بیویاں اپنے سروں کے بال کاٹ لیتی تھیں حتیٰ کہ کانوں تک لمبے ہو جاتے۔

اس حدیث کی بناپر بعض علماء نے عورتوں کو بال کٹانے کی رخصت دی ہے حالانکہ یہ حدیث ازواج مطہرات کے ساتھ ہی خاص ہے، انہوں نے نبی ﷺ کی وفات کے بعد ترک زینت کے طور پر ایسا کیا تھا۔ اگر کوئی عورت ضرورتاً کٹانا چاہے تو اس کی اجازت ہے مگر فیشن کے طور پر یا مغربی تہذیب کی نقالی کی خاطر یا مردوں سے مشابہت اختیار کرنے کی غرض سے عورت کا سر کے بال کٹانا ان صورتوں میں حرام ٹھہرے گا۔

بعض غیر شادی شدہ نوجوان لڑکیوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ سر کے اگلے حصے سے کچھ بال کاٹ کر اور اس کی لٹ بنا کر چہرے پر گرا لیتی ہیں۔ اس مقدار میں بال کاٹ لینے میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی ہے بشرطیکہ فاحشہ کی مشابہت نہ ہو مگر غیر شادی شدہ نوجوان لڑکی کا ایسا کرنا فتنے کا باعث ہے، ایسی لڑکیاں عموماً پردہ بھی نہیں کرتیں۔ ان کے سرپرستوں کا چاہئے کہ اس قسم کا بال رکھنے سے منع کرے، اس وقت وہ اس انداز میں کس کے لئے زینت کر رہی ہے؟۔ شادی ہو جائے اور شوہر کے واسطے کرے تو الگ بات ہے۔

نومولود بچی کا سر منڈوانے کا حکم

اس مسئلہ میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے کہ نومولود بچی کا ساتویں دن لڑکا کی طرح بال منڈایا جائے گا یا نہیں؟

بعض حنابلہ بچیوں کے حق میں حلق (منڈانا) سے منع کرتے ہیں جبکہ امام مالک وامام شافعی کے یہاں لڑکوں کی طرح لڑکیوں کا بھی بال منڈایا جائے گا۔ منع وعدم منع اپنے اپنے انداز استدلال پر منحصر ہے۔ جو منع کرتے ہیں ان کا استدلال یہ ہے کہ احادیث میں خصوصیت کے ساتھ بچیوں کے بال منڈانے کا ذکر نہیں ہے بلکہ غلام کا ذکر ہے جو کہ بچہ (مذکر) پر دلالت کرتا ہے اور بچیوں (مؤنث) کے متعلق بال منڈانے کی ممانعت وارد ہے۔ عدم منع والے کا استدلال ہے کہ نص عام ہے اس میں جس طرح غلام (لڑکا) داخل ہے اسی طرح جاریہ (لڑکی) بھی داخل ہے۔ دلائل کی روشنی میں نومولود بچی کا ساتویں دن جس طرح نام رکھنا اور عقیقہ کرنا مسنون ہے اسی طرح بال منڈانا اور اس کے برابر چاندی صدقہ کرنا بھی مسنون ہے۔ اس پہ تفصیلی مضمون "نومولود بچی کا ساتویں دن بال منڈانا" کے عنوان سے میرے بلاگ میں مطالعہ کریں۔

سفید بالوں کو اکھیڑنے کی ممانعت اور اسے بدلنے کا حکم

اولا: یہ بات معلوم ہونا چاہئے کہ سفید بالوں کو اکھیڑنے سے منع کیا گیا ہے اور عورت بھی اس ممانعت میں شامل ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

لا تنتِفوا الشَّيبَ ما من مسلِمٍ يشيبُ شيبةً في الإسلامِ إلَّا كانت لَهُ نورًا يومَ القيامةِ إلَّا كتبَ اللَّهُ لَهُ بِها حسنةً وحطَّ عنهُ بِها خطيئةً(صحيح أبي داود:4202)

ترجمہ: سفید بال نہ اکھیڑو، اس لئے کہ جس مسلمان کا کوئی بال حالت اسلام میں سفید ہوا ہو تو وہ اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا اور اس کے بدلے اللہ تعالی اس کے لیے ایک نیکی لکھے گا اور اس سے ایک گناہ مٹادے گا۔

ثانیا: یہ معلوم ہونا چاہئے کہ عورت ومرد کے لئے مسنون ہے کہ جب بالوں میں سفیدی ظاہر ہوجائے تو اسے کالے رنگ کے علاوہ دوسرے کسی بھی رنگ سے بدل دے۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے روز (سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد) ابوقحافہ کو لایا گیا تو ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال ثغامہ بوٹی کی مانند سفید تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غيِّروا هذا بشيءٍ ، واجتَنِبوا السَّوادَ(صحيح مسلم:2102)

ترجمہ: انہیں کسی رنگ سے بدل دو اور سیاہی سے بچو۔

بخاری شریف میں وارد ہے:إن اليهودَ والنصارى لا يصبُغون ، فخالفوهم(صحيح البخاري:3462)

ترجمہ: بے شک یہود ونصاری اپنے بالوں کو نہیں رنگتے ہیں، تم ان کی مخالفت کرو۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ہمیں (مرد وعورت) اپنے سفید بالوں میں خضاب لگانا چاہئے اور کالے خضاب سے منع کیا گیا ہے۔

ثالثا: یہ معلوم ہونا چاہئے کہ کالے رنگ کے علاوہ کوئی بھی رنگ مثلا مہندی، زعفرانی حتی کہ کالا مکس (یعنی کالے رنگ میں دوسرا رنگ ملاکر الگ رنگ تیار کرنا) رنگ خضاب کے لئے استعمال کرسکتے ہیں، خضاب میں صرف خالص کالا رنگ منع ہے۔

رابعا: یہ طریقہ بھی درست ہے کہ جتنے بال سفید ہوں اتنے ہی رنگے جائیں یا پھر مکمل سر ہی رنگ لیا جائے یعنی بعض حصے کو رنگنے اور بعض کو چھوڑ دینے میں حرج نہیں ہے تاہم اس عمل میں فاحشہ کی نقالی سے بچنا ہے۔

خامسا: آج کل عورتیں بالوں کے رنگنے میں غیروں کی نقالی کرتی ہیں ان میں ایک یہ رواج پاگیا ہے کہ ایک ہی وقت میں سر کے بال کو مختلف رنگوں سے رنگا جاتا ہے، دراصل یہ فیشن اور فاحشہ عورت کی مشابہت اختیار کرنا ہے۔اس سے مسلم خواتین کو بچنا ہے،ہاں اگر مختلف رنگوں کے کسی طریقہ استعمال میں فاحشہ عورت کی مشابہت نہ پائی جاتی ہو تو اس طریقہ میں کوئی حرج نہیں ہے مثلا مختلف رنگوں کو ملاکر ایک رنگ تیار کرکے لگانا۔

سادسا: بعض خواتین پوچھتی ہیں کہ ہم نے لاعلمی میں بہت ساری نمازیں کالے خضاب میں پڑھی ہیں ان نمازوں کا کیا ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خضاب اپنی جگہ ایک عمل ہے اور نماز اپنی جگہ ایک دوسرا عمل ہے۔ کالے خضاب میں پڑھی گئی نماز اپنی جگہ درست ہے اسے لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے تاہم کالا خضاب لگانے والی عورت اس گناہ سے آئندہ کے لئے سچے دل سے توبہ کرے۔

بالوں کو سیدھا کرنا یا گھونگھرالا بنوانا

بسا اوقات بعض عورتوں کے بال طبعی طور پر گھونگھرالے ہوتے ہیں ایسے میں بالوں کو سیدھا کرنا ایک ضرورت ہے اس میں کوئی حرج ہی نہیں ہے البتہ بلاضرورت زینت کے مقصد سے سیدھے بال کو گھونگھرالے بنوانا شوہر کے واسطے

ہوتو کوئی حرج نہیں ہے لیکن لوگوں کو مائل کرنے اور غیروں کی مشابہت اختیار کرنے کی وجہ سے ہو تو جائز نہیں ہے۔

بالوں میں بال جوڑنا یا وگ پہننا یا بالوں کی پیوندکاری کرنا

قدرتی بالوں میں مصنوعی بال جوڑنا منع ہے بلکہ ایسا کرنے والی ملعون عورت ہے، نبی ﷺ فرماتے ہیں:

لَعَنَ اللَّهُ الواصِلَةَ والمُسْتَوْصِلَةَ، والواشِمَةَ والمُسْتَوْشِمَةَ(صحيح البخاري:5937)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مصنوعی بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی نیز سرمہ بھرنے والی اور بھروانے والی دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں نہ قدرتی بالوں میں مصنوعی بال جوڑ سکتے ہیں اور نہ ہی مصنوعی بالوں کی وگ پہن سکتے ہیں ۔اگر کسی عورت کا سر گنجا ہو جائے تو اس کے لئے بالوں کی پیوندکاری جائز ہے اور عیب چھپانے کے لئے وگ کا استعمال بھی جائز ہے، بال ہوتے ہوئے شوقیہ وگ پہننا یا بال جوڑنا منع ہے۔اور اگر کسی عورت نے مجبوری میں وگ پہن رکھی ہو تو شیخ محمد بن صالح منجد نے وضو کے وقت اس پہ مسح کرنا جائز نہیں کہا ہے یعنی اسے اتارنا ہوگا۔

ٹوٹے بالوں کو دفن کرنا

عورتیں اکثر سوال کرتی ہیں کہ کیا بالوں کو جو زمین پر گر جائیں انہیں دفن کردینا چاہئے تاکہ لوگ انہیں غلط مقاصد کے لئے استعمال نہ کریں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بالوں کو دفن کرنے سے متعلق کوئی نص موجود نہیں ہے تاہم بعض اہل علم اسے دفن کرنے کو اچھا خیال کرتے ہیں۔اگر جادو ٹونا کا اندیشہ ہو جیساکہ آج کل اس کا بڑا رواج ہے تو پھر کسی محفوظ جگہ دفن کردینا چاہئے ۔اجنبی مردوں کی نظر نہ پڑے اس مقصد سے بھی بال زمین میں چھپایا جاسکتا ہے۔اکثر عورتیں توہمات کا شکار ہوتی ہیں اور ہر بات کو جناتی اثرات سے منسوب کرتی ہیں ۔ میں ان عورتوں کو پابندی سے نماز ادا کرنے، کثرت سے استغفار پڑھنے اور طہارت واذکار پہ ہمیشگی برتنے کی نصیحت کرتا ہوں۔اللہ کی توفیق سے نہ کسی انسان کا جادو آپ پر اثر کرے گا اور نہ ہی کوئی شیطان آپ کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔

دلہن کے بالوں کی سجاوٹ

اس میں ایک مسئلہ تو ہے کہ شادی یا غیر شادی کسی موقع پر اجنبی مرد سے بالوں کی سجاوٹ اور زیبائش وآرائش کرنا حرام ہے۔ عورتوں والے سیلون میں یا گھر پر عورت کے ذریعہ شادی کے موقع پر بالوں کو دلکش بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ بچناان امور سے ہے جن کی ممانعت آئی ہے اور جن ممنوعہ امور کا ذکر اوپر کیا گیا۔ شادی کے موقع پر دلہن کے بالوں کی سجاوٹ کریں مگر فضول خرچی اور کافرہ وفاحشہ عورت کی مشابہت سے بچیں۔

بیوٹی پارلر میں جاب کرنے کا شرعی حکم

بیوٹی پارلر میں غیر شرعی امور سے بچنا بہت مشکل ہے مثلا ابرو تراشنا، سر کے بال چھوٹا کرنا، مصنوعی بال جوڑنا، بلاضرورت عورتوں کی مقامات ستر کو دیکھنا محض زیبائش کے لئے، کسی عورت کا حرام کام گانے بجانے یا شوہر کے علاوہ دوسرے اجنبی مردوں کے لئے سنگار کرنا وغیرہ۔ ان کے علاوہ کہیں پر مردوں سے اختلاط ہے تو کسی خاتون کو اس نوکری کے لئے تنہا گھر سے باہر آمدرفت کرنی پڑتی ہے۔ان تمام مفاسد وناجائز کاموں سے بچ کر اور شرعی حدود میں رہ کرا گر کوئی عورت بیوٹی پارلر کا جاب کرسکتی ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر غیر شرعی امور سے نہیں بچ سکتی ہے تو اس صورت میں یہ جاب کرنا جائز نہیں ہوگا۔ایک لفظ میں یہ کہیں کہ بناؤ سنگار کا کام فی نفسہ جائز ہے اور اس کا پیشہ اختیار کرکے اس پہ اجرت حاصل کرنا بھی جائز ہے لیکن اس پیشے میں ناجائز کام کرنا پڑے تو وہ کمائی جائز نہیں ہے۔

لیڈی بال کے متعلق غلط فہمیاں

عوام میں لیڈی بال سے متعلق چند غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں، انہیں ان مقصد سے ذکر کیا جاتا ہے کہ ان باتوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

☆عورتوں کے لمبے بال قیامت میں پردہ کا باعث بنیں گے۔

☆اذان کے وقت سرپہ دوپٹہ رکھنا ضروری ہے۔

☆یہ عام بات ہے کہ ٹوٹی ہوئی کنگھی سے کنگھا کرنے پر گھر میں غریبی آتی ہے۔

☆عورتوں کا کھڑے کھڑے بال باندھنے سے گھر میں غریبی آتی ہے۔

☆روزے کی حالت میں بالوں میں مہندی لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

یہ سب غلط باتیں اورافواہیں ہیں،ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

BACK

نومولود بچی کا ساتویں دن بال منڈانا

اس مسئلہ میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے کہ نومولود بچی کا ساتویں دن لڑکا کی طرح بال منڈایا جائے گا یا نہیں؟ بعض حنابلہ بچیوں کے حق میں حلق (منڈانا) سے منع کرتے ہیں جبکہ امام مالک وامام شافعی کے یہاں لڑکوں کی طرح لڑکیوں کا بھی بال منڈایا جائے گا۔ منع وعدم منع اپنے اپنے انداز استدلال پر منحصر ہے۔ جو منع کرتے ہیں ان کا استدلال یہ ہے کہ احادیث میں خصوصیت کے ساتھ بچیوں کے بال منڈانے کا ذکر نہیں ہے بلکہ غلام کا ذکر ہے جو کہ بچہ (مذکر) پر دلالت کرتا ہے اور بچیوں (مؤنث) کے متعلق بال منڈانے کی ممانعت وارد ہے۔ عدم منع والے کا استدلال ہے کہ نص عام ہے اس میں جس طرح غلام (لڑکا) داخل ہے اسی طرح جاریہ (لڑکی) بھی داخل ہے۔

پہلے نولود سے متعلق روایات کا جائزہ لیتے ہیں پھر اندازہ کرتے ہیں کہ بچی کا بال منڈانا چاہئے یا نہیں؟

پہلی روایت: عن محمد بن علي بن الحسين أن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم وزنت شعر الحسن والحسين وزينب وأم كلثوم وتصدقت بزنة ذلك فضة . (رواه مالك في الموطأ (501/2) ، ورواه أبو داود في المراسيل :ص279 ح 380، ورواه البيهقي في السنن الكبرى :304/9)۔

ترجمہ: محمد بن علی بن حسین سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ نے حسن، حسین، زینب اور ام کلثوم کا بال وزن کیا اور اس کے برابر چاندی صدقہ کیا۔

یہ روایت مرسل ہے جو کہ ضعیف ہوتی ہے، اس لئے اس سے استدلال نہیں کر سکتے ہیں۔

دوسری روایت: أَخْرَجَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِي الْمُصَنَّفِ(333/4 _ رقم : 7973) عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ؛ قَالَ : سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ يَقُولُ : كَانَتْ فَاطِمَةُ ابْنَةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لاَ يُولَدُ لَهَا وَلَدٌ إِلاَّ أَمَرَتْ بِهِ فَحُلِقَ ، ثُمَّ تَصَدَّقَتْ بِوَزْنِ شَعْرِهِ وَرِقاً۔

ترجمہ: عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں ابن جریج کے واسطہ سے ذکر کیا ہے انہوں نے کہا کہ میں نے محمد بن علی سے سنا وہ کہتے ہیں کہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کے یہاں جب بھی کوئی بچہ پیدا ہوتا تو حکم دیتی کہ اس کا سر منڈایا جائے پھر اس کے بال کے برابر چاندی صدقہ کرتی۔

ولد کا اطلاق مذکر و مؤنث دونوں پر ہوتا ہے مگر یہ روایت بھی منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ محمد بن علی اور فاطمہ کے درمیان انقطاع ہے۔

مذکورہ دونوں روایات ضعیف ہیں مگر نیچے کچھ صحیح احادیث ذکر کرتا ہوں جن سے پتہ چلتا ہے کہ لڑکا کی طرح لڑکی کا بھی بال مونڈا جائے گا۔

(1) حضرت سمرہؓ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

كلُّ غلامٍ مرتَهَنٌ بعقيقتِهِ تذبحُ عنْهُ يومَ السَّابعِ ويُحلَقُ رأسُهُ ويُسمَّى (صحيح ابن ماجه:2580)

ترجمہ: ہر بچہ اپنے عقیقے کے بدلے گروی ہے۔ ساتویں دن اس کی طرف سے (عقیقے کا جانور) ذبح کیا جائے اور اس کے سر کے بال اتارے جائیں اور اسکا نام رکھا جائے۔

اس حدیث میں غلام کے تعلق سے تین باتوں کا ذکر ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ ساتویں دن جانور ذبح کیا جائے، دوسری بات اسی دن سر منڈایا جائے اور تیسری بات اس دن نام رکھا جائے۔

یہ روایت عام ہونے کے سبب اس میں گوکہ غلام (لڑکا) کا لفظ آیا ہے مگر لڑکی کو بھی شامل ہے۔ جس طرح ایک لڑکے کا ساتویں عقیقہ، سر منڈن اور نام رکھائی مسنون ہے اسی طرح سے یہ سب باتیں لڑکی کے حق میں بھی مسنون ہے۔ الگ سے کسی حدیث میں نبی ﷺ نے لڑکی کو مخاطب کرکے نام رکھنے کا حکم نہیں دیا ہے بلکہ وہی حدیث لڑکیوں کے لئے بھی نام رکھنے پر دال ہے جہاں لڑکوں کا مخاطب کیا ہے۔ جب لڑکیوں کے نام رکھنے میں یہ روایت دلیل ہے تو عقیقہ کرنے اور سر منڈانے میں بھی دلیل ہوگی۔ رہا مسئلہ لڑکا اور لڑکی کی جانب سے جانور میں تعداد کے فرق کا تو اسے رسول اللہ ﷺ نے الگ سے واضح فرمادیا ہے جبکہ نومولود لڑکیوں کے بال منڈانے کی ممانعت نہیں وارد ہے۔ نصوص کی عمومیت سے دلیل پکڑتے ہوئے کہا جائے گا کہ لڑکی کے حق میں بھی سر منڈانا مسنون ہے اور ویسے بھی نومولود بچی کے سر منڈانے پر ممانعت کی دلیل نہیں۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے: إنَّ النِّساءَ شقائقُ الرِّجالِ.(صحيح الترمذي:113)

ترجمہ: عورتیں بھی (شرعی احکام میں) مردوں ہی کی طرح ہیں۔

اگر کوئی نص عام ہو تو جو حکم مردوں کے لئے ہے وہ حکم عورتوں کے لئے بھی ہوگا البتہ مردوں یا عورتوں کے جو مخصوص احکام ہیں ان کا معاملہ الگ ہے۔

(2)حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

عقَّ رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليْهِ وسلَّمَ عنِ الحسَنِ بشاةٍ وقالَ يا فاطمةُ احلِقي رأسَهُ وتصدَّقي بزنةِ شعرِهِ فضَّةً قالَ فوزنتْهُ فَكانَ وزنُهُ درْهمًا أو بعضَ درْهمٍ(صحيح الترمذي:1519)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے حسن کی طرف سے ایک بکری عقیقہ کیا،اور فرمایا: فاطمہ! اس کا سر مونڈ دو اور اس کے بال کے برابر چاندی صدقہ کرو، فاطمہ نے اس کے بال کو تولا تو اس کا وزن ایک درہم کے برابر یا اس سے کچھ کم ہوا۔

اس حدیث میں نومولود کی جانب سے بال منڈا کر اس کے برابر چاندی صدقہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اس حکم میں لڑکی بھی داخل ہے، اگر نومولود کی جانب سے چاندی کرنا محض لڑکا کی جانب سے ہے تو پھر شارع علیہ السلام ضرور اس فرق کی وضاحت فرماتے مگر آپ ﷺ نے جس طرح بچیوں کے بال منڈانے کی ممانعت نہیں فرمائی اسی طرح اس کی جانب سے صدقہ کرنے کو بھی منع نہیں فرمایا ہے۔

(3)سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مع الغلام عقيقة فأهريقوا عنه دما، وأميطوا عنه الأذى۔(رواه البخاري معلقا)

ترجمہ: بچے کے ساتھ عقیقہ ہے، لہذا اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے میل کچیل دور کرو یعنی سر منڈاؤ۔

بلکہ ایک روایت میں نومولود کا لفظ آیا ہے جو عام ہے مذکر و مؤنث دونوں کو،اس کی سند کو مبارکپوری صاحب نے صحیح کہا ہے۔

إذا كانَ اليومُ السَّابعُ للمولودِ فأهريقوا عنهُ دمًا وأميطوا عنهُ الأذَى وسمُّوهُ۔(تحفة الأحوذي:462/4)

ترجمہ: جب نومولود کا ساتواں دن ہو تو اس کی جانب سے خون بہاؤ، اس کا میل دور کرو(سر منڈاؤ) اور اس کا نام رکھو۔

اس حدیث میں "امیطوا عنہ الاذی" سے استدلال ہے کہ یہ بچی کو بھی شامل ہے۔ بال کو گندی سے تعبیر کر کے حلق شعر(بال منڈانے) کو گندگی دور کرنا کہا گیا ہے۔

بہت سے اہل علم نے "اذی" سر منڈانے کو کہا ہے اصمعی نے یقین کے ساتھ کہا ہے کہ یہ سر منڈانا ہے بلکہ ابن سیرین کا قول ہے وہ کہتے ہیں کہ اذی سے مراد سر منڈانا نہیں ہے تو مجھے نہیں معلوم اور کیا ہے ؟۔

شیخ عبدالمحسن عباد حفظہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ کیا بال منڈانا لڑکا اور لڑکی دونوں کو شامل ہے تو شیخ نے جواب دیا کہ ظاہر یہی ہوتا ہے کہ ازالہ اذی سے مقصود لڑکا اور لڑکی دونوں کی طرف سے گندگی دور کرنا ہے۔(شرح سنن الترمذي شریط رقم174)

صاحب سبل السلام امام صنعانی نے کہا کہ سمرہ کی حدیث میں "ویحلق" سے ساتویں دن مولود کی طرف سے سر منڈانے کی شرعی دلیل ہے اور ظاہر ہے کہ لڑکا اور لڑکی دونوں کے سر منڈانے کو عام ہے۔

شیخ البانی نے لڑکی کا سر منڈانا لڑکے کی طرح کہا ہے۔(سلسلۃ الھدی والنور/شریط رقم:564)

مزید دو نکتے جن سے لڑکی کا بال منڈانے کی وضاحت ملتی ہے۔

پہلا نکتہ ہے جس کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ بچی کا سر منڈانے میں کوئی حرج نہیں ہے وہ یہ ہے کہ عقیقہ دراصل نومولود کے سر کے بال کو کہتے ہیں جسے منڈا جاتا ہے ابوعبید اور اصمعی کا قول دیکھیں:

أَصْلُهَا الشَّعْرُ الَّذِي يَخْرُجُ عَلَى رَأْسِ الْمَوْلُوْدِ(شرح سنن الترمذی، باب ماجاء فی العقیقۃ)

ترجمہ: عقیقہ دراصل مولود کے سر کے وہ بال ہیں، جو ولادت کے وقت اس کے سر پر پائے جاتے ہیں۔

علامہ زمخشری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَسُمِّيَتْ الشَّاةُ الَّتِي تُذْبَحُ عَنْهُ فِي تِلْكَ الْحَالَةِ عَقِيْقَةً لِأَنَّهُ يُحْلَقُ عَنْهُ ذَلِكَ الشَّعْرُ عِنْدَ الذَّبْحِ۔(مصدر سابق)

ترجمہ: پیدائش کے بالوں کی موجودگی میں مولود کی طرف سے ذبح کی جانے والی بکری کو عقیقہ سے موسوم کیا جاتا ہے کیونکہ ذبح کے وقت یہ بال مونڈھے جاتے ہیں۔

امام شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

اَلْعَقِيْقَهُ الذَّبِيْحَةُ اَلَّتِي تُذْبَحُ لِلْمُوْلُوْدِ وَالْعَقُّ فِي الْأَصْلِ: الشَّقُّ وَالْقَطْعُ، وَسَبَبُ تَسَمِيْتِهَا بِذٰلِكَ أَنَّهُ يُشَّقُّ حَلْقُهَا بِالذَّبْحِ وَقَدْ يُطْلَقُ اسْمُ الْعَقِيْقَةِ عَلَى شَعْرِ الْمَوْلُوْدِ (نيل الأوطار : 140/5)

ترجمہ: عقیقہ وہ ذبیحہ ہے، جو نومولود کی خاطر ذبح کیا جاتا ہے۔ اصل میں عَقَّ کا معنی پھاڑنا اور کاٹنا ہے اور عقیقہ کو عقیقہ کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ذبح کے وقت ذبیحہ کا حلق کاٹا جاتا ہے، نیز کبھی عقیقہ کا اطلاق نومولود کے بالوں پر بھی ہوتا ہے۔

عیقیقہ نومولود کی طرف سے ذبح کئے جانے والے جانور بھی کہا جاتا ہے اور یہاں ہم نے پڑھا کہ نومولود کے بال پر عقیقہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ گویا نومولود کا بال منڈنا ہی عقیقہ ہے خواہ لڑکا ہو یا لڑکی ہے۔ اس وجہ سے ہمیں بلا تفریق مذکر ومؤنث نومولود کے ساتویں اس کا بال منڈنا چاہئے اور اس کے برابر فقراء ومساکین میں چاندی صدقہ کرنا چاہئے۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ نومولود کا پیدائشی بال کمزور، انتہائی نرم، گھونگھرالے اور مختلف رنگ کا ہوتا ہے، نیچے مسام پر ایک موٹی سی پرت جمی ہوتی ہے۔ طبّی نقطہ نظر سے اس بال کو منڈانے میں نومولود کی صحت کا فائدہ ہے۔ اس سے بال کو تقویت، کثافت اور کالے رنگت کا فائدہ ہوتا ہے۔ پرت کی صفائی کے ساتھ مسام بھی کھل جاتے ہیں۔ سننے، دیکھنے اور سونگھنے کی قوت میں اضافہ کا سبب ہے۔ اطباء نے بھی توالد کے پہلے ہفتہ میں سر منڈانا مفید بتلایا ہے۔ گویا طبّی نقطہ نظر سے نومولود کا سر منڈانا ایک ضرورت ہے اس ضرورت کے تئیں بچی کا سر منڈانے میں شرعا کوئی قباحت نہیں ہے۔ یہ ایک قسم کی بھلائی بھی ہے جو صدقہ وخیرات کی شکل میں غرباء کے لئے انجام دی جاتی ہے۔

سنن ترمذی وسنن نسائی میں عورتوں کے بال منڈانے پر ممانعت والی حدیث کو شیخ البانی نے ضعیف الترمذی (914) اور ضعیف النسائی (5064) میں شامل کیا ہے۔

نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کے متعلق مسلم شریف میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

وكان أزواجُ النبيِّ -صلى الله عليه وسلم- يَأخذْنَ مِن رؤوسِهنَّ حتى تكونَ كالوَفْرَةِ (صحيح مسلم:320)

ترجمہ: بے شک نبی کریم ﷺ کی بیویاں اپنے سروں کے بال کاٹ لیتی تھیں حتیٰ کہ کانوں تک لمبے ہو جاتے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کے وقت عورت اپنا بال کاٹ سکتی ہے تو جب عورت کے لئے یہ رخصت ہے پھر پیدا ہونے والی نئی بچی کا معاملہ تو نومولود کا ہے اس کا سر منڈانا ایک ضرورت اور بھلائی کے تحت کے ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نومولود بچی کا ساتویں دن جس طرح نام رکھنا اور عقیقہ کرنا مسنون ہے اسی طرح بال منڈانا اور اس کے برابر چاندی صدقہ کرنا بھی مسنون ہے۔

BACK

قرآن حفظ کرنے والی خواتین کو نصیحت

قرآن اللہ کا مقدس کلام ہے، اس کتاب سے مسلمانوں کو بے پناہ محبت ہے، یہ بے چینوں کے لئے سکون وراحت کا سامان، بیماروں کے لئے نسخہ کیمیا، اندھیر قلب و نظر کے لئے ایمان ویقین کی روشنی، گمراہ نفس کے لئے سراپا ہدایت کا سرچشمہ اور مومن کے لئے دنیاوآخرت کی کامرانی کا ضامن ہے۔ مسلمانوں کی قرآن سے شدید محبت کی وجہ سے اس کے یاد کرنے والے بھی ہر دور میں کثیر تعداد میں رہے ہیں۔ دنیا کاایسا کوئی کونہ یاروئے زمین کا کوئی ایسا ٹکرا نہیں ہے جہاں مسلمان رہتے ہوں اور وہاں کوئی حافظ قرآن نہ پایا جاتاہو۔ مسلمانوں کی قرآن سے اسی بے پناہ محبت کی وجہ سے ہر دور میں کفار نے اس کتاب مقدس کو جلانے اور مٹانے کی ناپاک کوشش کی مگر اپنی ناپاک کوشش میں کبھی کامیاب نہ ہوسکے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کتاب کی حفاظت اللہ رب العالمین نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ کہاجاتاہے "جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے"۔

\

نور حق شمع الہی کو بجھاسکتاہے کون
جس کا حامی ہو خدااس کو مٹاسکتاہے کون

اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کی مذہبی کتاب قرآن کے حافظ بے شمار تعداد میں ہر جگہ پائے جاتے ہیں اور کسی مذہب کے اندر مذہبی کتاب اس قدر حفظ کرنے کی مثال نہیں ملتی۔ کفار اسلام دشمنی میں قرآن جلا سکتے ہیں، دوچار حفاظ کو شہید کرسکتے ہیں مگر لاکھوں کروڑوں حفاظ کے سینوں سے اسے نہیں نکال سکتے۔ یہ اللہ کا مسلمانوں پر خاص فضل وکرم ہے۔

قرآن کے حفظ کرنے والے جہاں مرد حضرات ہیں وہیں خواتین کی بھی کم تعداد نہیں رہی ہے۔ آج کل گھریلو اور سماجی مسائل بڑھنے کی وجہ سے عورتوں کے لئے گھر اور قرآن کا حفظ کچھ مشکل مرحلہ نظر آتاہے، یہ ان خواتین کی بات ہے جنہیں بچپن میں قرآن حفظ کرنے کا موقع نہیں ملا ورنہ توصغر سنی میں حفظ قرآن بہت ہی آسان ہے اور لڑکا ہو یا لڑکی

کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے بس سرپرست کی خاصی توجہ کی ضرورت ہے۔ جس خاتون کی عمر شادی کے قریب ہوگئی یا شادی ہوگئی اوراس عمر میں حفظ قرآن کا شوق پیدا ہوگیا تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے،اس مرحلہ میں بھی کچھ پریشانی کا سامنا کرکے قرآن پاک حفظ کرسکتی ہے مگر کچھ مسائل تو ہیں اسی سبب ہندوستان کے صوبہ بہار سے محترمہ زیبافاطمہ صاحبہ خاکسار سے پوچھتی ہیں کہ " کچھ مسلم خواتین قرآن حفظ کررہی ہیں انکے لئے کچھ نصیحت کریں جس سے انکے مقصد میں آسانی ہو کہ باوجود گھر کے کام کاج اور تمام ذمہ داریوں کے وہ قرآن حفظ کررہی ہیں۔میرا ایک سوال یہ بھی ہے کہ کیاقرآن گھرپر خود سے حفظ کیا جاسکتا ہے یا کسی حافظ کی نگرانی میں ہی حفظ کرنا چاہیے؟"

اللہ کی کتاب پڑھنے، سمجھنے اوراس پر عمل کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے۔جو قرآن سے جس قدر وابستہ ہوگا،اس کے اندر عمل کا جذبہ اتنا ہی بیدار ہوگا۔اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کے حافظوں کا درجہ بہت بلند ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

يُقالُ لصاحِبِ القرآنِ اقرأْ وارتَقِ ورتِّل كما كنتَ ترتِّلُ في الدُّنيا فإنَّ منزلَكَ عندَ آخرِ آيةٍ تقرؤُها(صحيح أبي داود:1464)

ترجمہ: صاحب قرآن کو کہا جائے گا کہ جس طرح تم دنیا میں ترتیل کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے تھے آج بھی پڑھتے جاؤ جہاں تم آخری آیت پڑھوگے وہی تمہاری منزل ہوگی۔

یہاں صاحب قرآن سے مراد حافظ قرآن ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہ عظیم ثواب اسی کو ملے گا جس نے قرآن حفظ کیا،اس کی ادائیگی اور قرات کو مستحکم کیا جیسا کہ اس کی شان ہے۔(مرعاۃ المفاتیح،کتاب فضائل القرآن)

صاحب قرآن کے والدین کو قیامت میں نور کا تاج پہنایا جائے گا۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

من قرأ القرآنَ وتعلَّمه وعمِل به ؛ أُلبِسَ والداه يومَ القيامةِ تاجًا من نورٍ (صحيح الترغيب: 1434)

ترجمہ: جس نے قرآن پڑھا،اسے سیکھا اوراس پہ عمل کیا تواس کے والدین کو قیامت کے دن نور کا تاج پہنایا جائے گا۔

ان کے علاوہ صاحب قرآن کے بے شمار فضائل ہیں ، صرف انہیں دو احادیث پہ غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان مرد وعورت کو چاہئے کہ قرآن یاد کرے (جس قدر ممکن ہو)،اس کا علم حاصل کرے اور اس پر عمل کرے ۔اس لئے میں اپنی مسلمان بہنوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کا قرآن حفظ کرنا بہت مبارک عمل ہے،اس سے دین وآخرت دونوں سنور جائے گی ۔اپنے دین وعقائد کو درست کرتے ہوئے دین پر صحیح سے عمل کر سکیں گی،ساتھ ہی دوسری خواتین کی اصلاح بھی بہتر انداز میں کر سکتی ہیں۔مثال کے طور پر آپ کے پاس ایک ایسی عورت آئی جو مزاروں پہ جاتی ہے، غیر اللہ سے فریاد رسی کرتی ہیں، میت کے لئے نذر مانتی ہے، قرآن اس کی زندگی میں تعویذ کی حد تک ہے وغیرہ۔اس عورت کے سامنے اگر قرآن سے چند آیات پڑھ کر ترجمہ کر دیں، مختصر سمجھادیں گویا لمحہ بھر میں آپ نے اس کے عقیدہ کی اصلاح کر دی۔مانا نہ مانا اپنی جگہ آپ نے دعوت کا حق ادا کر دیا اور یقین کریں قرآن پڑھ کے آپ کا سمجھانا بہت ہی موثر ہوگا، ویسے بھی عورتوں میں اصلاح کی سخت ضرورت ہے۔

جو خواتین قرآن حفظ کرنا چاہتی ہیں،ان کے سامنے کئی اموراور مراحل ہوں گے، کام کاج، شادی بیاہ، ماں باپ اور شوہر واولاد وغیرہ ان سب مراحل میں آپ کے لئے دشواری پیش آسکتی ہے ، اس سے پہلے بنیادی طور پر یہ سمجھ لینا چاہئے کہ قرآن کا حفظ کرنا بہت بڑے اجر کا باعث ہے مگر ہر مسلمان کو مکمل قرآن یاد کرنا ضروری نہیں ہے۔تاہم اتنا ضرور یاد ہو کہ اس کے لئے پنج وقتہ نماز اور تراویح وتہجد میں آسانی رہے۔جب آپ مکمل قرآن کریم حفظ کرنے کا ارادہ کریں تو چند باتوں کو ملحوظ رکھیں۔

(1)سب سے پہلے نیت خالص کریں اور اللہ تعالی سے حفظ قرآن میں آسانی کے لئے مدد طلب کریں۔

(2) پھر عزم مصمم کرلیں کہ مجھے حفظ کرنا ہے اس کے لئے ایک مناسب وقت متعین کرلیں تاکہ ہمیشہ اس وقت کام کاج چھوڑ کر یاد کرنے لگ جائیں۔یاد رہے حفظ کا شوق نہیں ہوگا تو یہ کام مشکل تر ہو جائے گا اس لئے شوق کو کم نہ ہونے دیں۔

(3) اگر آپ کا ناظرہ بہترین ہے اور نہایت دلجمعی سے حفظ کررہے ہیں توگھر میں اپنے سے بھی قرآن یاد کرسکتے ہیں کسی معاون کی اشد ضرورت نہیں ہے لیکن معاون کا ہونا زیادہ اچھا ہے۔اس لئے آپ کے حق میں بہتر یہی ہے کہ یاد کئے سبق کو سنانے کے لئے ایک اچھی قارئہ کا انتخاب کریں جسے روزانہ سنا سکیں، روزانہ ممکن نہ ہو تو ہفتے بھر کا سبق ضرور سنائیں مگر دقت نظری کے ساتھ تاکہ جہاں کہیں اصلاح کی ضرروت ہو اس کی اصلاح کرلیں۔

(4) کوئی قارئہ نہ ملے یا قارئہ کو سبق سنانے میں ناغہ ہو جایا کرے تو موبائل یا کمپیوٹر یا ٹیپ رکارڈ سے وہ سبق سن لیا کریں،اس سے حفظ کے ساتھ قرات میں بھی فائدہ ہوگا۔

(5) حفظ کے لئے ایک ہی مصحف کا انتخاب کریں اور فجر یا عشاء کے بعد کا وقت حفظ کے لئے بہت موزوں ہے اسے چن لیں یا پھر آپ کے لئے جس میں آسانی ہو۔

(6) ایک اور بات حفظ کے ساتھ یا حفظ کے بعد جب آپ کے لئے آسانی ہو تھوڑا تھوڑا کرکے یاد کئے اسباق کو ترجمہ ومختصر تفسیر سے سمجھنے کی بھی کوشش کرتے رہیں۔

(7) ایک اہم بات اگر آپ شادی شدہ ہیں تو یاد رہے کہیں حفظ قرآن حقوق کی ادائیگی میں مخل نہ ہو اور غیر شادی شدہ ہیں پھر بھی آپ کے ذمہ جو کام ہو اسے ادا کرلیا کریں۔

خواتین اسلام کی عبرت کے لئے میں یہاں دو واقعہ ذکر رہا ہوں ایک واقعہ میرے دور طالب علمی کا ہے۔ایک لڑکے کو میں نے دیکھا وہ عالمانہ پڑھائی بھی کررہا ہے اور از خود تھوڑا تھوڑا قرآن یاد کررہا ہے، پھر ہوا یوں کہ وہ ادھر مدرسہ سے فارغ ہوا اور ادھر پورا قرآن حفظ کرلیا۔اسی طرح ایک دوسرا واقعہ میں نے سعودی عرب کے ریڈیو پہ سنا،ایک پروگرام ہے اذاعۃ القرآن،اس کے ذریعہ عصر کے وقت مع القرآن کے نام سے ایک عصری پروگرام چلتا ہے جس میں پہلے سے طے رہتا ہے کہ آج مشارکین کو فلاں جگہ سے فلاں جگہ کی آیات ترتیل سے سنانی ہیں۔ایک دن تقریبا پچاس سال کی عمر کی عورت نے قرآن سنایا، پھر ریڈیو والے نے پوچھا کہ کتنا قرآن یاد ہے ؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں آنکھوں سے اندھی ہوں اور ٹیپ رکارڈ سے سن سن کر میں نے گھر میں تیئیس سپارے حفظ کرلئے۔ بس چند پارے باقی بچ گئے ہیں۔ میرے آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ سعودی عرب میں رہتے مجھے اندازہ ہوا کہ یہاں عام طور سے مردوں کو جتنا قرآن یاد ہوتا ہے اتنا اپنے یہاں بہت سے مولوی کو بھی یاد نہیں رہتا ہے۔یہی حال سعودی کی خواتین کا بھی ہے،ان

میں بھی حفظ قرآن عام ہے۔اللہ تعالی ہمارے سماج کے مرد وخواتین کو بھی اس کا جذبہ دے اور حفظ کرے والی تمام عورتوں کے کام اور حفظ میں آسانی پیدا فرمائے آمین۔

BACK

عورتوں کی فضیلت سے متعلق چند باتوں کی حقیقت

لوگوں میں عورتوں کے فضائل سے متعلق کچھ باتیں گردش کررہی ہیں اوران باتوں کونبی ﷺ کی طرف منسوب کی جارہی ہے، یہاں ان باتوں کی حقیقت پر آپ لوگوں کو مطلع کیا جارہاہے۔

(1)ایک نیک اعمال عورت ستر اولیاء سے بہتر ہے۔

(2)ایک بداعمال عورت ہزار بداعمال مردوں سے بدتر ہے۔

تحقیق:ان دو باتوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے،ایک گھڑی ہوئی روایت اس طرح سے مروی ہے۔

فجور المرأة الفاجرة كفجور ألف فاجر، وبر المرأة كعمل سبعين صديقًا(كنز العمال:ج16/ص398)

ترجمہ:فاجرہ عورت کافجور ایک ہزار مردوں کے فجور کے برابر ہےاور عورت کی نیکی ستر صدیق کے عمل کے برابر ہے۔

اس روایت کو شیخ البانی نے سلسلہ ضعیفہ میں موضوع اور ضعیف الجامع میں ضعیف قرار دیا ہے۔ (ضعیف الجامع:3957)

(3)ایک حاملہ عورت کی دورکعت نماز غیر حاملہ کی اسی رکعتوں سے بہتر ہے۔

تحقیق:حاملہ عورت کوکام کاج میں دشواری ہوتی ہے،نماز پڑھنے میں بھی اسے کافی دقت کاسامنا کرناپڑتاہے مگر مذکورہ بات کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ ایک حاملہ عورت کی دورکعت نماز غیر حاملہ کی اسی رکعتوں سے بہتر ہے۔اس لئے اسے نبی ﷺ کی طرف نسبت کرناجائز نہیں ہے۔حاملہ عورت کی فضیلت سے متعلق ایک روایت اس طرح کی ملتی ہے:

أَمَا تَرْضَى إحداكن أنها إذا كانت حاملًا من زوجِها ، وهو عنها راضٍ ، أنَّ لها مِثْلَ أَجْرِ الصائمِ القائمِ في سبيلِ اللهِ (رواه الطبراني في المعجم الأوسط: 20/7)

ترجمہ: کیا تم میں سے کوئی اس پر راضی نہیں کہ اگر وہ اپنی خاوند کی حاملہ ہو اور خاوند اس سے راضی ہو تو اسے روزے دار اور اللہ کی راہ میں قیام کرنے والے کا ثواب حاصل ہو؟

اسے علامہ البانی نے موضوع قرار دیا ہے۔ (ضعیف الجامع:1234)

(4)جو عورت اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے اسے اللہ تعالی ایک ایک بوند پر نیکی عطا کرتے ہیں۔

تحقیق: مذکورہ حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں" ولم يُمَصَّ من ثَدْيِها مَصَّةٌ ، إلا كان لها بكلِّ جُرْعَةٍ وبكلِّ مَصَّةٍ حسنةٌ"یعنی ماں کے سینے سے بچہ دودھ جو پیتا ہے تو ایک ایک گھونٹ پر نیکی ملتی ہے۔ یہ روایت گھڑی ہوئی ہے اس لئے اس سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔

(5)جب شوہر پریشان حال گھر آجائے اور اس کی بیوی اسے خوش آمدید کہے اور تسلی دے تو اللہ اس عورت کو نصف جہاد کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔

تحقیق: ایک روایت اس قسم کی وارد ہے۔

أبلِغي من لقيتِ من النِّساءِ أنَّ طاعةَ الزَّوجِ واعترافًا بحقِّه يعدلُ ذلك - يعني: الجهادَ -، وقليلٌ منكُنَّ مَن يفعلُهُ.

ترجمہ: یہ بات تم عورتوں کو بتادو کہ شوہر کی اطاعت اور اس کا حق اعتراف کرنا جہاد کے برابر ہے اور تم میں سے بہت کم عورتیں ایسا کرتی ہیں۔

اس حدیث کو شیخ البانی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (السلسلۃ الضعیفۃ:5340)

(6)جو عورت اپنے بچے کے رونے سے رات بھر نہ سو سکے اللہ تعالی اس کو بیس غلاموں کو آزاد کرنے کا اجر دیتے ہیں۔

تحقیق: ایک گھڑی ہوئی روایت اس قسم کی ہے۔ فإن أسهرها ليله كان لها مثل أجر سبعين رقبة يعتقهن في سبيل الله عز وجل۔

ترجمہ: اگر بچہ عورت کو رات بھر جگائے رکھے تو اللہ کی راہ میں ستر غلام آزاد کرنے کا ثواب اس عورت کو ملے گا۔

ابن حبان نے اسے موضوع کہا ہے۔(المجروحین:34/2)

(7)جو عورت ذکر کرتے ہوئے جھاڑو دے اللہ تعالی اس کو خانہ کعبہ میں جھاڑو دینے کا ثواب عنایت کرتے ہیں۔

تحقیق: اسلام میں اس بات کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

(8)جو عورت نماز، روزہ کی پابندی کرے اور پاک دامن رہے اور اپنے شوہر کی تابعداری کرے، اس کو اختیار ہو گا کہ جس دوروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

تحقیق: یہ بات صحیح ہے۔اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن عبد الرحمن بن عوف قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم :إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا، وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا، قِيلَ لَهَا: ادْخُلِي الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتِ{مسند احمد: 1ص191، الطبرانی الأوسط :8800، 372/9}

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب عورت اپنی پانچ وقت کی نماز پڑھ لے، اپنے ماہ {رمضان} کا روزہ رکھ لے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کر لے، اور اپنے شوہر کی اطاعت کر لے تو اس سے کہا جائے گا کہ جنت میں اسکے جس دروازے سے داخل ہونا چاہے داخل ہو جا۔

(9)جو عورت اپنے بچے کی بیماری کی وجہ سے نہ سو سکے اور اپنے بچے کو آرام دینے کی کوشش کرے تو اللہ تعالی اس کے تمام گناہ معاف کر دیتے ہیں اور اس کو بارہ سال کی قبول عبادت کا ثواب ملتا ہے۔بچے کی پیدائش کے بعد اس کے لئے ستر سال کی نماز اور روزہ کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

تحقیق:اوپر چھ نمبر میں یہ بات گزری ہے کہ بچے کی وجہ سے عورت نہ سوکے تو ستر غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے، یہ بات گھڑی ہوئی ہے اسی طرح بچے کی پیدائش پہ ستر سال کی نماز وروزہ کا ثواب ملتا ہے یہ بھی کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ایک ایسی حدیث مجھے ملی: إنَّ للمرأةِ في حملِها إلى وضعِها ، إلى فصالِها من الأجرِ كالمتشحِّطِ في سبيلِ اللهِ ، فإن هلكت فيما بين ذلك ؛ فلها أجرُ الشهيدِ۔

ترجمہ: عورت کے لئے حمل سے لیکر وضع حمل تک اور دودھ چھڑانے تک اللہ کی راہ میں مورچہ بندی کا ثواب ملتا ہے، اگر وہ اس سے ہلاک ہوگئی تو شہید کا اجر ملتا ہے۔

اس حدیث کو شیخ البانی نے ضعیف کہا ہے۔(السلسلۃ الضعیفۃ: 6047)

(10)بچہ رات کو روئے اور ماں بغیر برا بھلا کہے اس کو دودھ پلائے تو اس کو ایک سال کی نمازوں اور روزوں کا ثواب ملے گا۔

تحقیق: اس بات کو بھی کوئی ثبوت نہیں ہے۔

(11)جب بچے کا دودھ کا وقت پورا ہو جائے تو آسمان سے ایک فرشتہ آ کر اس عورت کو خوشخبری سناتا ہے کہ اسے عورت اللہ نے تجھ پر جنت واجب کر دی ہے۔

تحقیق: اس بات کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

(12)عورت کا خاوند اس سے راضی ہو اور وہ انتقال کر جائے تو جنت اس پر واجب ہو گی۔

تحقیق :اس معنی کی ایک روایت ہے: أَيُّما امرأةٍ ماتَتْ ، وزوجُها عنها راضٍ ، دخلَتِ الجنَّةَ. (ابن ماجه)

ترجمہ: علامہ البانی صاحب نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے .(ضعیف ابن ماجہ:364)

(13)نیکوکار عورت ستر مردوں سے افضل ہے۔

تحقیق: یہ وہی بات ہے جو پہلے نمبر میں ہے،اس معنی کی روایت گھڑی ہوئی ہے۔

(14)عورت بھی اپنے شوہر کے گھر میں کی نیت سے چیزوں کو قرینے سے رکھے گی تو اللہ تعالی اس پر رحمت کی نظر ڈالے گا اور جو بھی اللہ کا منظور نظر ہو گیا اسے عذاب سے امان مل جائے گی۔

تحقیق: شیعہ کی کتاب میں یہ بات ہے: مامن امرأۃ رفعت من بیت زوجھا شیئا من موضع إلی موضع ترید بہ صلاحا إلا نظر اللہ إلیھا، ومن نظر اللہ إلیہ لم یعذبہ (عورت اپنے شوہر کے گھر میں چیزوں کو قرینے سے ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھے تو اللہ تعالی اس پر رحمت کی نظر ڈالے گا اور جو بھی اللہ کا منظور نظر ہو گیا اسے عذاب سے امان مل جائے گی)۔

یہ بات کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

(15)شائستہ عورت ہزار ناشائستہ مردوں سے بہتر ہے۔جو عورت بھی شوہر کی بھلائی کے لئے سات دن کام کرتی ہے اللہ اس پر جہنم کے سات دروازے بند کر دیتا ہے اور جنت کے آٹھ دروازے کھول دیتا ہے کہ وہ جس دروازے سے بھی چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

تحقیق: یہ بات شیعہ کتاب "وسائل الشیعہ" میں پائی جاتی ہے: المرأة الصالحة خير من ألف رجل غير صالح وأيما امرأة خدمت زوجها سبعة أيام أغلق عنها سبعة أبواب النار وفتحت لها ثمانية أبواب الجنة تدخل من أيها شاءت۔ (نیک عورت ہزار غیر نیک مرد سے بہتر ہے اور جو عورت اپنے شوہر کی سات دن خدمت کرے تو اس کے لئے جہنم کے سات دروازے بند ہو جاتے ہیں اور جن کے آٹھ دروازے کھل جاتے ہیں جس سے بھی چاہے داخل ہو جائے) یہ بات کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

(16) پانی کا ایک گھونٹ بھی مرد کے ہاتھ میں دیتی ہے تو وہ ایک سال کی مستحب عبادت جس میں وہ دن میں روزے رکھے اور رات کو نماز ادا کرے اس سے بہتر ہے۔

تحقیق: یہ بات بھی مذکورہ شیعی کتاب میں اس طرح ہے: ما من امرأة تسقي زوجها شربة ماء إلا كان خيرا لها من عبادة سنة (جو عورت اپنے شوہر کو پانی کے ایک گھونٹ سے سیر اب کرے تو اس کے لئے ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے) اس بات کی اسلام میں کوئی حقیقت نہیں۔

(17) عورت اپنے شوہر کے لئے لذیذ غذا تیار کرتی ہے اللہ تعالی جنت میں اس کے لئے قسم قسم کے کھانے تیار کرے گا اور فرمائے گا خوب کھاؤ اور پیو یہ ان زحمتوں کی جزا ہے جو تم نے دنیا کی زندگی میں برداشت کی ہیں۔

تحقیق: اس بات کی بھی کوئی اصل نہیں ہے۔

ان سترہ نکات میں صرف ایک ہی بات صحیح حدیث سے ثابت ہے وہ آٹھ نمبر کی ہے، اس لئے اسی بات کو لوگوں میں پھیلائیں اور بقیہ دوسری باتوں کو کہیں شیئر نہ کریں۔

BACK

ایک ساتھ تین طلاقوں کا قہر

اسلام نے نکاح کا قانون میاں بیوی کے راحت وسکون کے لئے بنایا ہے۔اور واقعی شادی سے زندگی کا رخ ہی بدل جاتا ہے، کردار میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے، فکر وخیال میں وسعت ودانائی جھلکتی ہے، زوجین کے درمیان ایک نئے رشتے سے خون سے بھی بڑھ کر رشتہ استوار ہوتا ہے جسے دیکھ کر سماج میں کوتاہ فکر والے اس پہ عیب جوئی کرتے ہیں، خصوصا ناسمجھ ساس جنم لینے والے اس مضبوط رشتے کو شروع سے توڑنے اور میاں بیوی میں بسااوقات خلیج قائم کرنے، بسااوقات طلاق کی صورت پیدا کرنے کا کردار ادا کرتی ہے حالانکہ انہوں نے بھی اس سے پہلے شروعاتی زندگی سے لطف اٹھایا ہوگا۔

بہرکیف ! نکاح زوجین کے لئے الفت ومحبت کے ساتھ قلبی سکون کا باعث ہے جیساکہ رب العزت نے اس بات کا ذکر کیا ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (الروم:21)

ترجمہ :اوراس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ۔اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کردی، یقیناغور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت ہی نشانیاں ہیں۔

طلاق اس سکون وراحت کے خلاف ہے۔اس وجہ سے طلاق جائز تو ہے مگر ناگزیر حالات میں ہی جائز ہے،نہ کہ بات بات پر۔شوہر کو طلاق دینے سے پہلے ہزار دفعہ سوچ لینا چاہئے کہیں جلد بازی نہ کرلے۔انسان خطا کا پتلہ ہے، کسی بھی معاملے میں اکیلی عورت کو قصوروار ٹھہرانا سراسر ناانصافی ہے۔ ہاں یہ بھی ایک سچائی ہے کہ عورت تیزمزاج اور تیڑھی فطرت کی ہونے کے سبب اکثر تلخ نوائی میں مردوں سے کہیں آگے نکل جاتی ہے،اس سچائی کو سمجھتے ہوئے عورت کی تیزمزاجی کا بدلہ طلاق سے نہیں لینا چاہئے۔عفوودرگذر انسان کی عظیم خصلت ہے جو اسے غلطیوں پہ پردہ پوشی پر ابھارتی ہے۔

إنَّ المرأةَ كالضِّلَعِ، إذا ذَهبتَ تقيمُها كسرتَها، وإن تركتَها استمتعتَ بها وفيها عِوَجٌ(صحيح مسلم:1168)

ترجمہ: عورت کی مثال پسلی کی ہے اگر تم اسے سیدھا کرنے لگو گے تو توڑ دو گے اور اگر اسے یوں ہی چھوڑے رکھا تو ٹیڑھ کے باوجود تم اس سے لطف اندوز ہو گے۔

دوسری حدیث میں کسر (توڑنے) کی شرح طلاق سے آئی ہے یعنی جو عورت کو زبردستی سیدھا کرنے کی کوشش کرے گا طلاق کی نوبت آجائے گی۔

طلاق کے بیحد نقصانات ہیں ان سب نقصانات کے باوجود ناگزیر حالات میں طلاق دینا جائز ہے۔

یہاں زیر بحث مسئلہ ایک ساتھ تین طلاقوں کا ہے۔ کیا اسلام نے ایک ساتھ تین طلاقوں کا حکم دیا ہے؟ اگر کسی نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دی تو کیا تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی یا پھر بیوی کے لئے کوئی گنجائش ہے؟

ایک مجلس کی تین طلاق اس وقت سماج کے لئے اس قدر خطرناک مسئلہ بن گیا ہے کہ خواتین کی زندگی بھنور میں تبدیل ہو گئی ہے۔ اسلام صاف وشفاف مذہب ہے، اس کی تعلیم عین فطرت کے مطابق ہے، کسی بھی معاملہ میں کسی کے اوپر ادنی سا ظلم نہیں ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں تین طلاق کا تصور موجود ہے مگر اس کے اصول وقوانین ہیں۔ ایک آدمی کو صرف تین طلاقوں کا اختیار ہے وہ اپنی بیوی کو تین طلاق تک دے سکتا ہے مگر یہ طلاق اکٹھی نہیں دے سکتا بلکہ الگ الگ وقتوں میں دینا ہو گا تبھی الگ الگ طلاق شمار ہو گی ورنہ ایک ساتھ کی تین طلاق ایک ہی شمار ہو گی۔ اللہ تعالی نے واضح الفاظ میں فرمادیا ہے کہ طلاق کا الگ الگ وقت ہے۔ فرمانِ باری ہے: الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ۖ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ (البقرہ:229)

ترجمہ: یہ طلاقیں دو مرتبہ ہیں، پھر یا تو اچھائی سے روکنا یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

اس آیت سے ایک بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ دو طلاق الگ الگ وقت میں دینا چاہئے۔ جب دو طلاق الگ الگ وقت مقرر ہے تو تین طلاق کا وقت بدرجہ اولی الگ مقرر ہو گا۔ اسی طرح دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ مرد کو دو طلاق تک ہی رجوع کا حق ہے، تیسری طلاق کے بعد رجوع کا حق نہیں بیوی ہمیشہ کے لئے جدا ہو جاتی ہے۔

گویا اللہ تعالی نے بندوں کو ایک وقت میں ایک ہی طلاق کا اختیار دیا ہے کوئی اپنے من سے ایک وقت میں تین طلاق دے دے یا تین سو طلاق دیدے اتنی ہی طلاق واقع ہو گی جتنی اس کے اختیار میں بیک وقت ہے اور وہ ایک ہے۔ اس کی منطقی مثال یوں سمجھ لیں۔ کسی کے پاس بندوق ہے اور اس میں ایک گولی ہے وہ کہے کہ میں تم کو تین گولی مارتا ہوں

۔ظاہر سی بات ہے اس کے پاس ایک گولی ہے ایک ہی لگے گی۔اور شرع سے یہ مثال سمجھ لیں کہ جس طرح پانچ وقتوں کی نماز اپنے اپنے وقتوں میں فرض ہے کوئی پانچوں نمازوں کو ایک وقت میں ادکرلے تو یہ نہیں مانی جائے گی اسی طرح ایک وقت کی تین طلاق تین نہیں مانی جائے گی۔

جو لوگ ایک وقت کی تین طلاقوں کو تین ہونے کا فتوی دیتے ہیں وہ اللہ کے حکم کی صریح نافرمانی کرتے ہیں۔اس آیت میں پہلی اور دوسری طلاق کے بعد شوہر کو سوچنے سمجھنے اور اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنے کی مہلت نظر آتی ہے ,یہ مہلت تین طلاق کے بعد ختم ہوتی ہے۔جس نے ایک ساتھ تین طلاقیں دی اس نے درمیان سے دومہلتوں کو ختم کردیا۔یہی مہلت میاں بیوی کو پھر سے قریب کرسکتی ہے۔لوگوں نے اس مہلت کو ضائع کرناشروع کردیا تو طلاق کی قہریں نازل ہونے لگیں۔

تین طلاق کی اسی عجلت کی وجہ سے عمر فاروق رضی اللہ نے وقتی طور پر بطور تعزیر تینوں نافذ کرنے کا حکم دیا تھا ورنہ عہد رسالت میں تین طلاق اگر کوئی غلطی سے دیدیتا تو ایک ہی شمار کی جاتی۔مسلم شریف کی حدیث ملاحظہ فرمائیں:

كان الطلاقُ على عهدِ رسولِ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ وأبي بكرٍ وسنتين من خلافةِ عمرَ ، طلاقُ الثلاثِ واحدةً . فقال عمرُ بنُ الخطابِ : إنَّ الناسَ قد استعجلوا في أمرٍ قد كانت لهم فيهِ أناةٌ . فلو أمضيناهُ عليهم ! فأمضاهُ عليهم .(صحيح مسلم:1472)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ عہد رسالتماب ﷺ اور عہد ابو بکر ؓ اور عمر فاروق ؓ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں تک (ایک مجلس کی) تین طلاقیں ایک ہی طلاق شمار ہوتی تھیں۔پھر سیدنا عمر ؓ نے فرمایا کہ جس معاملے (طلاق) میں لوگوں کو سوچ وبچار سے کام لینا چاہیئے تھا اس میں وہ جلد بازی سے کام لینے لگے ہیں، لہٰذا ہم کیوں نہ اسے نافذ کردیں، چنانچہ آپ نے اس کو ان پر لاگو کردیا۔

یہ حدیث اس باب میں واضح ثبوت ہے کہ ایک وقت کی تین طلاق ایک ہی ہوتی ہے۔رسالت مآب ﷺ کی اسی بات پہ مہر لگی ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ چونکہ خلیفہ تھے وہ لوگوں کے لئے بطور سزا تین نافذ کیا تھا کیونکہ انہوں نے مہلت کو ضائع کیا اور جلد بازی کرنے لگے۔حدیث کے الفاظ پہ غور کریں بات سمجھ جائیں گے۔

فقال عمر بن الخطاب:إن الناس قد استعجلوا في أمر قد كانت لهم فيه أناة فلو أمضيناه عليهم فأمضاه عليهم۔

"فقال عمر" کا مطلب یہ حضرت عمر کا بیان ہے انہوں نے دیکھا کہ لوگ طلاق کے معاملہ میں جلد بازی سے کام لینے لگے جبکہ انہیں مہلت دی گئی تھی تو لوگوں کو اس غلطی سے روکنے کے لئے ہم نے تین طلاق کو تین نافذ کر دیا تاکہ آئندہ لوگ اس معاملہ میں جلد بازی سے رک جائیں۔ تو یہ فیصلہ رسالت کا نہیں حضرت عمر کا تھا جو ایک قسم کا اجہاد کہا جائے گا۔

طلاق ثلاثہ کا قہر اور انسانی معاشرہ

آج لوگوں کے ذہن ودماغ میں یہی تصور ہے کہ طلاق کا مطلب ایک ساتھ تین طلاق دینا ہے۔ معمولی معمولی بات پہ تین طلاق دیدی جاتی ہے۔ مرد تاخیر سے گھر لوٹا بیوی دروازہ لگا کر سوگئی شوہر نے آواز لگائی دروازہ کھولو، گہری نیند میں سوئی بیوی سے دروازہ کھولنے میں کچھ تاخیر ہوگئی شوہر نے تین طلاق دیدیا۔ بعض تو بات بات پہ تین طلاق دیتے ہیں۔ فلاں کام کیا تو تین طلاق، فلاں کے گھر گئی تو تین طلاق، فلاں سے بات کی تو تین طلاق۔ ان تین طلاقوں کا قہر مظلوم بیوی، ان کے معصوم بچے اور خاندان پر گرتا ہے۔

ایک وقت میں تین طلاق دینا علمائے احناف نے بھی سخت گناہ لکھا ہے، ظاہراً اس کا مطلب یہی ہے کہ بعد میں بھی سخت قسم کا عذاب جھیلنا ہوگا۔ تین طلاق کے فوراً بعد حلالہ کا مسئلہ سامنے آجاتا ہے۔

حلالہ یہ ہے کہ وہ عورت جسے اکٹھی تین طلاقیں دی گئی ہیں اس کو پہلے شوہر کے لئے حلال کرنے کی خاطر کسی دوسرے مرد سے اس شرط کے ساتھ نکاح کرنا کہ جماع کر کے فوراً طلاق دیدے تاکہ شوہر اول کے لئے حلال ہو جائے۔

اس طریقہ کو شریعت مطہرہ کی کسوٹی پہ پرکھیں کس قدر ظالمانہ اور باغیانہ روش ہے؟۔ ایک طرف تو عورت کو تین طلاق دے کر قہر میں مبتلا کیا گیا دوسری طرف اب اسے غیر مرد کو متعہ کے لئے سونپا جارہا ہے۔ نیا نکاح کرنے والا دوسرا مرد صرف عورت کی شرمگاہ سے کھیلتا ہے اس کا اور کوئی مقصد نہیں ہوتا پھر شوہر اول کی خاطر بغیر کسی جرم وخطا کے ایک رات کی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے۔ یہ شریعت کے ساتھ کھلواڑ نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا یہ متعہ کی شکل نہیں؟

اسی جرم کی پاداش میں حلالہ کرنے والوں پر اللہ کی دن رات لعنت نازل ہوتی ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

ألا أخبرُكم بالتَّيسِ المُستَعارِ قالوا بلَى يا رسولَ اللَّهِ قالَ هوَ المُحلِّلُ لعنَ اللَّهُ المحلِّلَ والمُحلَّلَ لَهُ(صحيح ابن ماجه:1585)

ترجمہ: کیا میں تمہیں کرائے کے سانڈ کے بارے میں خبر نہ دوں تو صحابہ نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ حلالہ کرنے والا ہے اور حلالہ کرنے اور کروانے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

نبی ﷺ نے حلالہ کرنے والے کو کرائے کا سانڈ کہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو اسے زنا گردانتے اور اس لعنتی فعل کا ارتکاب کرنے پر قابل گردن زدنی (رجم) قرار دیتے۔

عَنِ الثَّوْرِيِّ، وَمَعْمَرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْمُسَيِّبِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ جَابِرٍ الْأَسْدِيِّ قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ:لَا أُوتَى بِمُحَلِّلٍ وَلَا بِمُحَلَّلَةٍ إِلَّا رَجَمْتُهُمَا[مصنف عبد الرزاق: 6/ 265]۔

ترجمہ: ثوری اور معمر سے روایت ہے، وہ اعمش سے، وہ مسیب بن رافع سے وہ قبیصہ بن جابر اسدی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: حلالہ کرنے والا اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا، اگر یہ دونوں میرے علم میں آگئے تو میں دونوں کو رجم کردوں گا۔

ایک ساتھ تین طلاق اور حلالہ کے سبب سماج میں بدترین اثرات مرتب ہوئے، عورتوں، بچوں، خاندانوں اور سماجوں پر قہر ٹوٹ پڑا ہے۔ آیئے ان قہر کا سرسری جائزہ لیتے ہیں۔

(1) ذہنی تناؤ: تین طلاق دی جانے والی عورتیں یک لخت ذہنی تناؤ کا شکار ہوجاتی ہیں۔ ویسے بھی طلاق کا جسم ودماغ پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ اور جب کسی عورت کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی جائیں تو فوراً اس کا ذہن حلالہ کی طرف جاتا ہے جس سے اس کی روح کانپ جاتی ہے۔ اس دکھ کو وہی عورت محسوس کرسکتی ہے جس کے ساتھ ایسا ہوا ہے اور جسے مفت میں کسی مظلوم عورت سے رات بھر زناکاری کا مزا لوٹنے کا موقع ملے وہ درد کیا اسے تو خوشی محسوس ہوگی دعا کرے گا، ایسا موقع بار بار ہاتھ آئے۔ خواہشات کے غلام نے حلالہ کے نام پہ آفس بھی کھول لئے۔ شہروں میں بورڈ لگا ہوتا ہے "یہاں حلالہ کرایا جاتا ہے"۔ لعنۃ اللہ علی المحل والمحلل لہ۔

حلالہ سے خوف زدہ، ذہنی تناؤ کا شکار غیرت مند خواتین عزت وناموس کی حفاظت کے لئے جان تو دے سکتی ہے مگر اپنی عزت کسی غیر کے ہاتھوں بیچ نہیں سکتی یا حلالہ کرکے شوہر اول کی طرف آنا کبھی گوارہ نہیں کرے گی، یہ اس کے

لئے زہر ہلال کا گھونٹ پینے سے کم نہیں۔یہی وجہ سے ہے کہ اس تناؤ میں آکر بعض خواتین جان تک کی قربانی دے دیتی ہے۔

اگر مرد نے غلطی سے تین طلاق دے دیا ہو اور اس کے علماء نے حلالہ کا فتوی دیا ہو تو وہ مرد بھی یہاں دم بخود ہو جاتا ہے ۔فتوی دینا آسان ہے مگر عملا اسے تطبیق دینا بہت مشکل ہے۔ غیرت مند آدمی اس فتوی کو نہیں تسلیم کرتا، اگر سماج والے زور زبردستی کرے تو سماج کے تین طلاق والے قہر سے بچنے کے لئے قصداً جھوٹ بولتا ہے کہ اس نے دو طلاق دی ہے یا ایک طلاق دی ہے۔شریعت کے معاملے میں قصداً جھوٹ بولنا محض تین طلاق کے قہر سے ہے۔جب معاملہ مقلدین کے بڑے گھرانہ کا ہوتا ہے تو ان کے مفتیان پھر اہل حدیث علماء سے رجوع کرنے کا حکم دیتے ہیں۔یہ ایسا موڑ ہے جہاں بہت سے مقلدین تقلید شخصی سے تائب ہو کر کتاب وسنت کا پابند ہو جاتے ہیں۔

(2)حلالہ کرنے والے کی بے حیائی: ایک ساتھ تین طلاق کے نتیجے میں حلالہ کرانا کھلی بے حیائی ہے۔ حلالہ کرنے والا مزید بے حیائی کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ایسی سستی بے حیائی وہ بھی تقلیدی قانون کے تحفظ کے ساتھ کس بے حیا کو راس نہیں آئے گی۔ نتیجۃً وہ مرد دوسری جگہ بھی تاک جھانک کرنے لگتا ہے، منہ مارنے کی لت اسے ایک دن بے حیائی کے دلدل میں ڈال دیتی ہے۔اس بے حیائی کا اثر حلالہ کرنے والے کے علاوہ دوسروں پر بھی ہوتا ہے۔زنا کو نکاح کا نام دے کر بے حیائی کرنے کا شوق عام طور سے اکثر مقلدین میں پایا جاتا ہے اس حرص سے کہ کہیں اسے حلالہ کا موقع ملے زبردستی مرد وعوت کو حلالہ کے لئے مجبور کیا جاتا ہے۔اس معاملہ میں جبر بالکل ستی جیسا ہے جب ہندو سماج میں شوہر کے مرنے پہ عورت کو زبردستی آگ میں ڈال دیا جاتا تھا، وہ اپنی جان بچانی بھی چاہے تو بچا نہیں سکتی تھی۔

(3)زوجین کا گھٹن: جس عورت کا حلالہ ہو جائے اور وہ پہلے شوہر کے پاس پھر سے آجائے تو اس کے بعد بھی سکون نہیں ملتا۔غیرت مند شوہر اور غیرت مند بیوی کے ذہن میں ہمیشہ دوسرے مرد سے ایک رات کی ہمبستری کا تصور ہوتا ہے جو آئے دن ستاتا رہتا ہے۔دونوں کی زندگی گھٹن والی بن جاتی ہے، پہلے جو میاں بیوی کا پیار تھا اور ایک دوسرے سے قلبی سکون ملتا تھا اس کا نام ونشان مٹ جاتا ہے۔بس ذہن میں خوف وذلت اور گھٹن کے آثار قائم رہتے ہیں۔یہ رشتہ پھر دیر تک قائم رہنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔اگر سماجی ذلت کے خوف سے رشتہ بنا بھی رہے پھر بھی اس رشتے میں الفت ومحبت اور پائیداری نہیں پائی جاتی۔

(4) حلالہ کرنے والے سے تنازع: سو میں دس فیصد تقریبا ایسے معاملات پیش آتے ہیں کہ حلالہ کرنے والے والا ایک رات کا مزہ چکھ کر صبح اسے طلاق دینے کے بجائے اپنے وعدے سے مکر جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے میں نے شادی کی ہے اس کو طلاق اپنی مرضی سے دوں گا نہ کہ کسی کے کہنے سے۔ اس میں حلالہ کرنے والا بھاری رقوم کا مطالبہ بھی کرتا ہے تب تک مال مفت سمجھ کر عورت کی عزت سے کھلواڑ کرتا رہتا ہے۔ خصوصا ایسا حادثہ خوبصورت عورت کو پانے سے وقوع پذیر ہوتا ہے۔ اب تنازع کا ایک غیر شعوری دروازہ کھل جاتا ہے جو اس آدمی کے ساتھ مفتی صاحبان اور جن جن لوگوں نے اس معاملہ میں تعاون کیا تھا سب کے ساتھ لڑائی، گالی گلوج، لعن وطعن کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات قتل وخون تک بھی نوبت آجاتی ہے۔ دو چکی کے بیچ مظلوم عورت آٹے کی طرح پستی رہی اور تین طلاق کے قہر سے سسکتی اور سہمتی رہی۔

(5) مطلقہ اولاد پر ظلم: جب بیک وقت تین طلاق پہ غیرت مند عورت حلالہ کے لئے حامی نہیں بھرتی۔ یوں تو شاید باید ہی کوئی عورت حلالہ کرنے سے بچ رہے الا یہ کہ عورت کے گھر والے طاقت وقوت کے ساتھ اس کا ساتھ دے۔ طلاق کے نتیجے میں بچے کی پرورش اور تربیت کا بڑا اہم مسئلہ پیش آتا ہے۔ جدائی پہ بچے کس کے ساتھ ہو نازک معاملہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ حلالہ کے بعد بھی پھر سے ایک ساتھ رہنے والے میاں بیوی کی زندگی بے رنگ ہو جاتی ہے آپس میں کوئی انسیت نہیں تو بچوں کی تربیت کیسے ممکن ہے؟ ایسے اکثر بچے ماں باپ کی طرح چڑھ چڑھے اور مجرمانہ ذہنیت کے ہوتے ہیں۔

(6) سماج پہ حلالہ (زنا) کا اثر: حلالہ کرنے کی وجہ سے خواتین میں بے حیائی کا فروغ ہوتا ہے، وہ ایک مرد کو ایک رات چکھ کر صبح سویرے اتنی آسانی سے نہیں بھول سکتی۔ عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ تین طلاق والی کو شوہر کے چھوٹے یا بڑے بھائی سے یا پڑوس کے کسی مرد سے حلالہ کرایا جاتا ہے۔ یہ عورت اپنے ساتھ ہونے والی ایک رات کی داستان اور کرائے کے سانڈ کا منظر ذہن سے نہیں نکال پاتی جس کے نتیجے میں شوہر اول سے دوبارہ شادی کرنے کے باوجود ایک رات والے مرد سے دوبارہ ملنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے، بسا اوقات پھر سے زنا میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ جب یہ عورت اپنی سابقہ رات کسی دوسری عورت سے ذکر کرتی ہے تو یہ بے حیائی پھر دوسری خواتین میں پھیلنے لگتی ہے۔

(7) اکٹھی تین طلاق کا فتنہ: طلاق کا کم از کم اثر دو خاندان پر پڑتا ہے، ان دونوں خاندانوں کا فتنہ دیکھ کر پھر پورے سماج پر برا اثر پڑتا ہے۔ ایک ساتھ تین طلاق اتنا ظالمانہ طریقہ ہے کہ فوراً ہزاروں سوال اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ انہیں حل کرنے کے لئے پہلے مولویوں کا دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے۔ انہیں دکھ بھری کہانی سنائی جاتی ہے، بچوں کی بربادی کا ذکر کرکے آنکھوں سے آنسو بہایا جاتا ہے۔ اس پر کسی مولوی سے فتوی ملتا ہے کفارہ ادا کرو، کوئی کہتا ہے حلالہ کراؤ، کوئی کہتا ہے غصہ والی طلاق نہیں ہوتی، کوئی کہتا بغیر گواہ کے طلاق نہیں ہوتی، کوئی کہتا حمل میں طلاق نہیں ہوتی۔ غرض جتنے مولوی اتنی بات۔ دو خاندان بری طرح اس فتنے کی زد میں چور چور ہو جاتے ہیں۔ آخر کار بات حلالہ پہ اٹک جاتی ہے جو کہ بلاشبہ زنا ہے۔

(8) کرائے کی حلالہ آفسر: ایک ساتھ تین طلاقوں کی وجہ سے دنیا کی آفسوں میں ایک مزید آفس کا اضافہ ہو گیا ہے وہ ہے کرائے پہ چلنے والی حلالہ آفس۔ برطانیہ سے شائع شدہ ایک رپورٹ کے مطابق تین طلاق والی عورتیں حلالہ کے نام پر برطانیہ میں کرائے پہ چلنے والی آفسوں میں اپنی عصمتیں لٹارہی ہیں اور ایک رات کی دلہن بن کر اپنے گھروں میں عزت ووقار کھو بیٹھتی ہیں۔ اکثر اوقات نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ لندن، برمنگھم، بریڈفورڈ سمیت کئی شہروں میں خفیہ حلالہ سنٹرز قائم کئے گئے ہیں۔ علماء کو سارا ماجرا معلوم ہے مگر بدنامی کے ڈر سے کچھ نہیں کرتے۔ جنہیں حلالہ سے بدنامی کا ڈر ہوتا ہے وہ خفیہ اداروں سے حلالہ کرواتے ہیں تاکہ دوسروں کو خبر نہ لگے۔ ایسا خفیہ حلالہ تو نرا بدکاری کے سوا کچھ نہیں ہے، اور اس قسم کے خفیہ بدکاری کے اڈیوں سے نہ جانے کس قدر بھیانک بے حیائی پھیلے گی ؟۔ الحفظ والاماں۔

ایسا نہیں ہے کہ یہ حلالہ سنٹرز صرف برطانیہ میں پائے جاتے ہیں بلکہ اکثر مقامات پہ پائے جاتے ہیں۔ بعض مدارس اور بعض مولویوں کے گھر میں بھی حلالہ کی خفیہ آفس پائی جاتی ہے۔ یہ لوگ اپنے کارندے شہروں میں چھوڑے ہوتے ہیں جو تین طلاق والی عورتوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر لاتے ہیں اور حلالہ کا فتوی دے کر جنسی تسکین کے لئے اسے استعمال کرتے ہیں، بعض تو کئی کئی دن تک اس کی عصمتوں سے کھیلتے ہیں۔

(9) طلاق پہ کفریہ حکومت کا قہر: ایک ساتھ تین طلاق کے نام پر جو قہریں سماج وخواتین پہ گر رہی ہیں انہوں نے پورے سماج کو اندھیرے میں دھکیل دیا ہے۔ ایسے ماحول میں غیرت مند خواتین بیدار ہو رہی ہیں، مولویوں سے کوئی

راہ ہموار نہیں ہورہی تو حکومت کا دروازہ کھٹکھٹا رہی ہیں۔ سائرہ بانو (ساکنہ شمالی ریاست اتراکھنڈ) انہیں مظلوم عورتوں میں سے ایک ہے جن کو شوہر نے بذریعہ خط ایک ساتھ تین طلاق دیدیا۔ فون کے علاوہ شوہر سے رابطہ کا کوئی ذریعہ نہ تھا شوہر نے فون بند کرلیا۔ وہ کہتی ہیں میں بچوں کے متعلق فکر مند ہوں، زندگیاں تباہ ہورہی ہیں۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ بالآخر سائرہ نے سپریم کورٹ میں ایک ساتھ تین طلاقوں پر مکمل پابندی عائد کرنے کا مقدمہ ڈائر کردیا۔ کسے خبر تھی کہ سائرہ کا مقدمہ یہ رنگ دکھلائے گا کہ حکومت ہند طلاق پر ہی پابندی عائد کردے گی؟۔ ہماری حیاسوز حرکتوں سے خالص شرعی مسائل میں عورتیں مولوی کی نہیں حکومت کی مدد مانگ رہی ہیں اور حکومت بھی ہمارا تماشہ دیکھ ہمارے معاشرتی مسائل پہ اپنا قانون نافذ کررہی ہے۔ اس میں حکومت کا قصور کم ہمارا قصور زیادہ ہے۔ طلاق پر پابندی کے بعد مسلمانوں کو اپنے مسائل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے حل کرنے کا سبق ملتا ہے۔ ساتھ ہی مسلم پرسنل لاء کا تحفظ ہمارا دین وایمان ہے مگر بورڈ کی مسلک پرستی کی وجہ سے آج یہ دن دیکھنا پڑ رہا ہے۔ طلاق پہ حکومت ہند کے فیصلے اور رویے سے بورڈ کے ذمہ داروں کو اچھی طرح سبق سیکھ لینا چاہیئے تاکہ آئندہ مسلم پرنسل لاء کا پھر کوئی ایشو عدالت میں پیش ہوکر مسلمانوں کو اپنے پرسنل پر عمل کرنے سے نہ روک دیا جائے۔

ابھی بھی وقت ہے، سماج کو اکٹھی تین طلاق اور حلالہ کے قہر سے بچائیں۔ اس کا واحد حل کتاب اللہ اور سنت رسول پر عمل ہے۔ اسلام نے مرد کو ایک وقت میں ایک طلاق دینے کا حکم دیا ہے اس پہ کاربند رہے۔ اگر کوئی غلطی سے، غصے میں آکر تین طلاق دے بھی دیتا ہے تو یہ ایک ہی مانی جائے گی۔ یہی حق ہے اسی میں سب کے لئے راحت ہے۔

اللہ تعالی علماء حضرات کو دین کی صحیح سمجھ دے، ان سے ہی عوام کی اصلاح ممکن ہے جب تک کہ یہ لوگوں کو نہ بتائے کہ ایک وقت کی تین طلاق ایک ہے۔ کچھ سمجھ دار عوام میں بیداری بھی آرہی ہے جو مفت کے مفتی سے نجات پارہے ہیں اور خود سے دین کو سمجھنے کی کوشش کررہے اور حق ملتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں۔

BACK

طلاق ثلاثہ پہ عقلی دلیل کا عقلمندانہ جائزہ

قرآن وحدیث کے دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص کو ایک بار میں ایک ہی طلاق دینے کا اختیار ہے، دوسری طلاق دوسری بار دے سکتا ہے اور تیسری طلاق تیسری بار۔ اللہ نے اس طرح متعدد اوقات میں طلاق کو مربوط کرکے مرد وعورت کے رشتے کی حفاظت کی ہے کیونکہ پہلی یا دوسری طلاق میں پھر سے شوہر کو رجوع کرنے کا حق ہوتا ہے حتی کہ رجوع نہ کرسکے تو نئے نکاح سے پھر دونوں ایک ہوسکتے ہیں۔ اسی لئے عدت کے دوران بیوی کو گھر سے نکالنا منع کیا گیاہے، شاید طلاق کے بعد اللہ کی طرف سے کوئی نئی بات پیدا ہوجائے۔ ایک ساتھ تین طلاق دینا شرعا منع بھی ہے اور اگر کسی نے ایک ساتھ تین طلاق دیدی تو ایک ساتھ تین واقع نہیں ہوتیں، صرف ایک واقع ہوتی ہے۔ عقلا بھی مان لیا جائے تو کم از کم دو زندگی کی تباہی کا سوال پیدا ہوتا ہے جو اچانک اور ایک جھٹکے میں یہ تباہی دیکھنے کو ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب سے برصغیر میں طلاق ثلاثہ کا موضوع اخبارات کی سرخیاں بنا ہے تب سے غیر مسلموں کو بھی حلالہ اور طلاق ثلاثہ کے بہانے اسلام پہ معترض ہونے کا بڑا وسیلہ ہاتھ لگ گیا ہے۔ آج وہ وقت آگیا ہے کہ مسلم پرسنل لابورڈ اور مسلم سماج کی اگوائی کرنے والی حنفی تنظیموں کے طلاق ثلاثہ کی مجرمانہ حرکتوں کی وجہ سے امت مسلمہ کو پیچیدہ مشکلات کا شکار بنا دیا ہے۔ طلاق ثلاثہ پہ اہل حدیث کا موقف قرآن وحدیث کا موقف ہے، عالمی اور مرکزی پیمانے پر اس موقف کو تسلیم کرلینے سے نہ صرف میاں بیوی کی زندگیاں تباہی سے بچ رہی ہیں بلکہ امت مسلمہ جس مشکل گھڑی سے گزر رہی ہے اس کا بھی حل نکل جاتا ہے۔

طلاق ثلاثہ کے نتیجے میں حلالہ مروجہ نے کتنی خواتین کو خودکشی کرنے پر مجبور کیا، کتنی خواتین اپنی نظروں میں آپ گر جاگئیں اور زندگی بھر شرمندگی کی عار لئے سر جھکا کے چلتی رہیں، کتنی معصوم جبراً غیروں کی ہوس کا شکار ہوئیں ، درندے صفت انسانوں کو عفت وعزت سے کھلواڑ کرنے کا بہترین موقع ہاتھ آیا، حد تو یہ ہوئی کہ مسلمانوں کی رسوائی کا کفار کے ہاتھ سامان آگیا۔

اب بھی ہوش کا ناخن لینے کی بجائے مرکزی سطح پر طلاق ثلاثہ اور حلالہ پہ اپنے موقف میں تبدیلی کا کوئی رجحان نظر

نہیں آتا ہے۔ مولانا بدر الدین اجمل نے طلاق ثلاثہ کے وقوع پہ دلیل یہ دی ہے کہ اگر کوئی بندوق سے کسی کو تین گولی مارے تو کیا گولی نہیں لگے گی؟ آدمی تو مرا پڑا ہے اور آپ کہتے ہیں کچھ ہوا ہی نہیں۔

ہندو کے سامنے یہ بات تو مزے کی ہے مگر شریعت کے سامنے شریعت کے انکار کے مترادف ہے۔ عموما طلاق ثلاثہ پہ احناف کی جانب سے عقلی دلیل کے طور پر یہی بات پیش کی جاتی ہے اور عام لوگ سمجھتے ہیں کہ بات تو پتے کی ہے۔

آیئے اس عقلی دلیل کا جائزہ لیتے ہیں اور پتے کی بات کا ذرا اندر تک پتہ لگاتے ہیں۔

اسلام قرآن وحدیث کی بنیاد پر قائم ہے، عقل کے معیار پر نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دین کا دارومدار رائے اور عقل پر ہوتا تو موزوں کے نیچے مسح کرنا اولی ہوتا بنسبت اوپر مسح کرنے کے اور بلاشبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں کے اوپر مسح کرتے دیکھا ۔اس لئے شریعت میں اپنی عقل کو کنارے ہی رکھنا چاہئے ۔عقل کی فراوانی ہے تو یہود ونصاری کی طرح دنیاوی معاملات میں اس کو کھپائیں اور دنیا کے سامنے کوئی جدید آلہ، نیا انکشاف اور خصوصا امت مسلمہ کی آسانی کے لئے کچھ نیا کر دکھائیں تاکہ غیروں کو بھی لگے کہ اس میدان میں مسلمان بھی پیچھے نہیں ہیں۔اے کاش،،،،

بہرکیف! فرض کرتے ہیں کہ ایک شوہر نے بیوی کو غصے میں بندوق سے تین گولیاں ماری۔ایک دوسرے شوہر نے اپنی بیوی کو زبان سے تین طلاق دی۔اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا دونوں شوہروں کی بیویاں مر گئیں یا ایک شوہر کی بیوی زندہ ہے؟

ظاہر سی بات ہے نرسری کلاس کا بچہ بھی کہے گا کہ جس عورت کو گولی لگی ہے وہی مرے گی اور جس کو طلاق دی گئی ہے وہ نہیں مرے گی۔اب بات واضح ہوگئی کہ گولی اور طلاق میں بہت فرق ہے۔ بھئی ایک گولی بھی بیوی کو مار دو مر جائے گی تو پھر بدالدین اجمل جیسے مولویوں کو یہ ماننا چاہئے کہ ایک طلاق سے بھی بیوی مر جائے گی ، میرے کہنے کا مطلب جس طرح تین گولی کا اثر موت ہے وہی اثر یہاں ایک گولی سے ظاہر ہے تو جس طرح تین طلاق کا اثر آپ کے نزدیک ہے کیا وہی اثر گولی کی طرح ایک طلاق کا بھی ہوگا؟۔ آپ کہیں گے نہیں؟ پھر میں کہوں گا کہ آپ طلاق پہ گولی کی مثال کیوں دیتے؟

بنیادی طور پر ذہن میں یہ بات رکھیں کہ دین میں عقل کا دخل نہیں ہے اور یہ بھی مان کر چلیں کہ کتاب وسنت کی روشنی میں ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی مانی جاتی ہے۔ان دونوں باتوں کو ذہن نشین کرتے ہوئے بات آگے بڑھاتے ہوئے کہتا ہوں کہ گولی کا بھی اثر ہوتا ہے اور طلاق ثلاثہ کا بھی اثر ہوتا ہے۔اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ طلاق کا اثر کیسا ہوتا ہے؟ کتنا گہرا ہوتا ہے؟ اس اثر سے کیا کچھ ممکن ہے؟ پہلے مقصد طلاق پہ ایک بات پیش کر دیتا ہوں۔ فرض کریں حکومت نے ہمیں بندوق دی ہے اس بات کا پابند کرکے ہمیں کسی کے جسم پہ گولی نہیں چلانی ہے، مجبوری میں پیر پر چلا سکتے ہیں تاکہ کم سے کم وہ زندہ رہے۔اب کوئی انسان مجرم کے پیر پر تین گولی چلائے یا تین ہزار اس کی زندگی محفوظ ہے۔اثر تو ایک گولی بھی دکھائے گی اور تین اور تین ہزار بھی مگر جو مقصد تھا پورا ہوا۔اللہ کے فرمان طلاق دو مرتبہ ہے اس سے بھی یہی مقصد ہے کہ تم الگ الگ وقت میں طلاق دو اور رجعت کی حالت میں بیوی کو اپنے گھر میں ہی رکھو اور انتظار کرو ممکن ہے کہ اللہ کی طرف سے کوئی کرشمہ ہو جائے اور میاں بیوی پھر سے ایک ہو جائیں۔یہ ہے زندگی کا تحفظ ۔

اب اس گولی کے اثر کو دین کے احکام کے پس منظر میں دیکھتے ہیں کیونکہ ہمارا دین دلیل وبرہان پر قائم ہے، اگر عقل کو آزاد کر دیا جائے اور دین میں عقل کو معیار بنالیا جائے تو لوگ بہت ساری دینی باتوں کا انکار کر بیٹھیں گے، بہت ساری باتوں کو فرسودہ مانیں گے اور بہت ساری باتیں اپنی جانب سے اضافہ کریں گے مگر ہمارا دین فطری ہے جو اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے اس میں انسانی عقل کا کوئی کام ہی نہیں ہے، یہ دین اس کی عقل سے بلند ہے۔ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کی مثال موجود ہے ، جب آپ ﷺ کو اسراء ومعراج ہوا تو کافروں نے عقل لگائی مگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر یہ بات محمد ﷺ نے بیان کی ہے تو سچ ہے جبکہ آپ نے ابھی زبان رسالت سے اس واقعہ کے متعلق کچھ سنا بھی نہیں تھا۔سبحان اللہ

کیا طلاق ثلاثہ اور گولی کا اثر دونوں برابر ہیں؟ اوپر ایک جائزہ ہم نے پیش کیا کہ گولی سے بیوی مر جاتی ہے لیکن طلاق سے نہیں مرتی۔کیا طلاق ثلاثہ سے کوئی اثر نہیں ہوتا؟ ہاں اثر ہوتا ہے، میں مانتا ہوں کہ اثر ہوتا ہے اور اثر بھی اتنا ہی مانوں گا جتنا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بتلایا ہے، اس میں اپنی عقل سے کچھ اضافہ نہیں کر سکتا۔طلاق ثلاثہ کا اثر یہ ہے

کہ کوئی شوہر ایک مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاق دے تو ایک طلاق واقع ہو گی یعنی طلاق کا اثر ہوا مگر ایک طلاق کا اثر ہو گا۔

دینی احکام کے پس منظر میں اس بات کا جائزہ لیتے ہیں ۔اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ نماز اپنے اپنے وقتوں پر فرض ہے۔اگر کوئی موذن فجر کے وقت دن بھر کی پانچ اذانیں دیدے اور مسجد کا امام دن بھر کی پانچ نمازیں پڑھادے تاکہ ایک بار ہی چھٹی مل جائے۔کیا ایسا کرنا صحیح ہے، کیا یہ پانچ اذانیں اور پانچ نمازیں بیک وقت قبول کی جائیں گی؟اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فجر کے وقت میں پانچ اذان اور پانچ نماز میں سے کتنی وقت کی نماز مانی جائے گی؟تو اس کا جواب یہ ہو گا کہ صرف ایک وقت کی نماز مانی جائے گی۔اسی طرح اللہ تعالی نے بلاشبہ ہمیں طلاق کا اختیار دیا ہے مگر اس اختیار میں بھی اصول و پابندی ہے۔وہ پابندی یہ ہے کہ ایک وقت میں ہمارے اختیار میں ایک ہی طلاق ہے،اگر کوئی ایک وقت میں دو یا تین طلاق دیتا ہے تو یہ واقع ہی نہیں ہو گی کیونکہ اس نے اپنے اختیار سے زائد استعمال کیا ہے،مانا وہی جائے گا جتنا اختیار ملا ہے۔

اس بات کو ایک اور ناحیہ سے پرکھتے ہیں۔ایک شوہر اپنی بیوی کو دس گولیاں مارتا ہے،دوسرا شوہر اپنی بیوی کو دس طلاق دیتا ہے؟ کیا دونوں کا اثر ایک ہی ہو گا یا الگ الگ؟اس کا جواب اوپر گزر چکا ہے،ایک جواب مزید یہاں ملاحظہ فرمائیں۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ ایک وقت میں تین طلاق تین ہو جاتی ہے اور اس کی مثال گولی سے دیتے ہیں،ہم ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ جس نے اپنی بیوی کو دس گولیاں ماری ہیں اس عورت پر دس گولیوں کا اثر ہوا ہے لیکن جس شوہر نے اپنی بیوی کو دس طلاقیں دی ہے کیا اس کی بیوی کو دس طلاق بھی ہو گئی ہیں؟میرے خیال سے جواب میں تلملانے کے سوا اور کچھ نہیں ہو گا۔

اتنی باتوں سے طلاق ثلاثہ پہ گولی کی بات کرنے والوں کا جائزہ سامنے آجاتا ہے،اب جو عقلمند ہو گا وہ خالص دین اختیار کرے گا اور جو بے وقوفی کرے گا وہ عقل کی پوجا کرے گا اور اپنی عقل سے دین میں دخل اندازی کر کے خود بھی تباہ ہو گا اور دوسروں کو بھی تباہ کرے گا۔

معذرت کے ساتھ، کوئی یہ نہ کہے کہ میں دین میں عقلیت کا انکار بھی کرتا ہوں اور طلاق ثلاثہ پہ عقل بھی لگاتا ہوں۔ میں نے دین میں عقل نہیں لگایا ہے بلکہ جو لوگ دین میں عقل لگاتے ہیں ان کی عقلمندی کا عقلمندانہ جائزہ لیا ہے۔ دوسری معذرت یہ ہے کہ میں نے کسی کے خلاف دشمنی میں یہ تحریر نہیں لکھی ہے بلکہ جو دین کا مذاق اڑاتے ہیں انہیں متنبہ کرنے اور دوسروں کو اس سے بچانے کے لئے لکھی ہے۔

BACK

اسلام میں منگنی کا تصور

نکاح کے امور میں سے ایک امر منگنی بھی ہے۔ یہ ہندی لفظ ہے اسے عربی میں خطبہ کہتے ہیں اور اردو میں شادی کا پیغام دینا کہتے ہیں جو عقد نکاح سے پہلے ہوتا ہے۔ ویسے عقد نکاح شرعی طریقے پہ انجام دینے سے پورا ہو جاتا ہے یعنی لڑکی کے ولی کی طرف سے ایجاب اور لڑکا کی طرف سے قبول ہو اور یہ ایجاب و قبول دو عادل گواہوں کی موجودگی میں ہو۔

: اسلام میں منگنی کا ثبوت ملتا ہے اس کے کئی دلائل ہیں، چند ایک ملاحظہ فرمائیں

: اللہ تعالی فرمان ہے (1)

ولا جناح علیکم فیما عرضتم به من خطبة النساء (البقرة :235)

ترجمہ: اور تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم عورتوں کو اشارے کنائے میں نکاح کا پیغام دو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ انہوں نے عائشہ رضي اللہ تعالی عنہا کو شادی کا پیغام دیا تھا اور ان سے منگنی (2) کی تھی۔(بخاری:4793)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ رضي اللہ تعالی عنہا سے منگنی کی تھی۔(صحیح بخاری:4830)۔(3)

شرعی حکم: مذکورہ دلائل کی روشنی میں منگنی مشروع ہے، لہذا منگنی ہونے کے بعد بغیر کسی عیب کے قول وقرار سے مکرنا جائز نہیں ہے۔ہاں اگر فریقین میں سے کسی پہ کوئی معقول عیب ظاہر ہو جائے تو منگنی ختم کر سکتا ہے۔

: منگنی کی حکمت اور فوائد

روزمرہ کی زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب بھی دو فریق یا دو ادارہ یا دو محکمہ میں معاہدہ ہوتا ہے تو آپس میں ملاقات کرتے ہیں، منگنی کی رسم بھی صدیوں سے ہے شکل مختلف رہی ہوگی۔اس کی حکمت ایک دوسرے کو قاعدے سے جان لینا ہے۔اس کا بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے جانبین کو قریب سے دیکھ کر شادی کا معاملہ طے کرنے یا انکار کرنے میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔

منگنی کے مباح امور:

☆کسی سے منگنی کاارادہ ہوتواستخارہ کرے جیساکہ فرمان نبوی ہے "جب تم میں سے کوئی شخص کسی (مباح) کام کاارادہ کرے تودورکعات نفل نمازپڑھےاس کے بعد دعاکرے"۔(بخاری:6382)

: ☆دیندارلڑکی کوپیغام دے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : (تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ : لِمَالِهَا ، وَلِحَسَبِهَا ، وَلِجَمَالِهَا ، وَلِدِينِهَا ، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ ۔ (متفق عليه)

ترجمہ:ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(عورت سے شادی چاراشیاء کی وجہ سے کی جاتی ہے،اس کے مال، حسب نسب، حسن،اوردین کیوجہ سے،دین دار کو پالو تمہارے ہاتھ خاک آلود کردے گی)۔

: ☆ باکرہ سے شادی: آپ ﷺ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں

(فھلا بکراً تلاعبھا وتر عبک (متفق علیه

ترجمہ: کیوں تم نے کنواری سے شادی نہیں کی،وہ تم سے کھیلتی اور تم اس سے کھیلتے۔

(اس حدیث کوامام بخاری،مسلم اوراصحابِ سنن نے روایت کیاہے۔)

:☆زیادہ بچہ جننے والی عورت سے شادی

:اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

تَزَوَّجُوا الوَدُودَ الوَلُودَ ، فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الأُمَمَ۔(أبوداوؤد(

ترجمہ: تم زیادہ محبت کرنے والی اورزیادہ بچے جنم دینے والی عورتوں سے شادی کرو،کیونکہ دیگرامتوں کے مقابلے میں مجھے اپنی امت کی کثرتِ تعدادپرفخرہوگا۔

:☆منگیترکودیکھنا

شادی سے پہلے لڑکی (منگیتر) کودیکھنادیکھنامسنون ہے چنانچہ

مغیرہ بن شعبہ رضي اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہاکہ میں ایک عورت کونکاح کاپیغام بھیجنے والاہوں،آپ نے فرمایا: جاؤاسے جاکردیکھ لو،کیونکہ ایساکرناتم دونوں کے مابین زیادہ استقرار

((محبت اور رشتے کی مضبوطی) کا باعث بنے گا۔(صحیح ابن ماجہ:1524

منگنی کے غیر شرعی امور:

(1) منگنی پہ منگنی: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لایخطب الرجل علی خطبۃ اخیہ حتی ینکحہ او یترک (رواہ البخاری) ترجمہ: آدمی اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح نہ دے یہاں تک وہ اس سے شادی کرلے یا چھوڑ دے" (صحیح بخاری)

(2) انگوٹھی کی رسم: منگنی میں لڑکا اور لڑکی انگوٹھیوں کا تبادلہ کرتے ہیں جسے ڈبلہ کا نام دیا جاتا ہے۔ اس اعتقاد کے ساتھ کے اس کے اس کے پہننے سے فائدہ ہوگا۔ یہ جاہلی تصور ہے بلکہ ضفیف الاعتقادی ہے اور یہ غیروں کی نقالی بھی ہے۔ سونے کی انگوٹھی مردوں پہ حرام ہے۔

(3) منگنی پہ آڈر کی دعوت: اگر مہمانی کے طور پر دعوت کھلادی جائے تو کوئی حرج نہیں مگر آڈر کرکے جبری دعوت کھانا جائز نہیں ہے، اسی طرح مٹھائیاں تقسیم کرنے کی رسم بھی درست نہیں ہے۔

(4) پھول مالا پیش کرنا: بعض علاقوں میں رسم کے طور پہ پھول مالا پیش کئے جاتے ہیں یہ بھی غیر شرعی ہے۔

(5) شراب وکباب کی محفل: منگنی کے نام ستارے ہوٹلوں میں شراب وکباب اور رقص وسرود کی محفل قائم کی جاتی ہے جو سراسر حرام ہے۔

(6) اختلاط: منگنی کی رسم میں بے پردہ خواتین اجنبی مردوں کے ساتھ اکٹھی ہوتی ہیں یہ بھی اسلام میں حرام ہے۔

(7) مہنگے تحائف: اس موقع سے ایک دوسرے کو مہنگے تحائف پیش کئے جاتے ہیں، یہاں تک کہ پیسے نہ ہوں تو اس رسم کی ادائیگی کے لئے قرض لیا جاتا ہے۔ یہ غیر شرعی رسم کے ساتھ ساتھ فضول خرچی میں بھی شامل ہے۔

(8) منگیتر سے متعلق غیر شرعی امور:

☆ اسلامی اعتبار سے منگیتر کا ہتھیلی اور اس کا چہرہ دیکھنا جائز ہے مگر یہاں بدن کا حصہ تک کھول کر دیکھا جاتا ہے، یہ کام کہیں لڑکا انجام دیتا ہے تو کہیں منگنی میں آنے والی خواتین انجام دیتی ہیں۔

☆ لڑکا کو خلوت کی چھوٹ دی جاتی ہے تاکہ ایک دوسرے کو اچھی طرح جان لے، یہ حرام کام ہے۔

☆ منگنی کے بعد لڑکی سے رابطہ، فون پہ بات چیت اور اس کے ساتھ ادھر ادھر گھوم گھام شروع ہوجاتا ہے۔

☆بسااوقات کھلی جھوٹ سے شادی پہ برااثر پڑتا ہےاور شادی سے پہلے لڑکااور لڑکی جسمانی تعلق تک قائم کر لیتے ہیں۔

یہ زناکاری جسے اسلام نے حرام ٹھہرایا ہے۔

لمحہ فکریہ:

کچھ لوگوں نے منگنی کے نام پہ لڑکیوں کو دیکھنا،دعوت کھانا، تحائف حاصل کرنا دھندابنالیا ہے،شادی کا پیغام محض ایک بہانہ ہوتا ہے۔

غریب گھر کی بیٹی یاخوبصورتی سے محروم لڑکی کی شادی اس وقت ایک چیلنج بن گیا ہے، ہزاروں گھر سے لڑکے والے دیکھنے آتے ہیں،اور جہاں ایک طرف کھاپی کے مزید کنگال بناتے ہیں وہیں طرح طرح کے عیب نکال کر سماج میں بدنام بھی کرتے ہیں۔اگر منگنی کا یہی مطلب ہے تواسلام ایسی منگنی کی اجازت نہیں دیتا۔

BACK

عورتوں کا ناک کان چھدوانا

اسلام میں عورتوں کو اپنے شوہر کے لئے زینت اختیار کرنے کی اجازت ہے۔ناک اور کان چھدوانا بھی زینت کے طور پہ ہے۔اس لئے اس کی اجازت ہے۔ نبی ﷺ کے زمانے میں عورتیں زینت کے طور پہ کان میں بالیاں پہنتی تھیں۔

أن النبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم صلَّى يومَ العيدِ ركعتَينِ، لم يُصَلِّ قبلَها ولا بعدَها، ثم أتى النساءَ ومعَه بلالٌ، فأمرَهن بالصدقةِ، فجعلَتِ المرأةُ تُلقي قِرطَها .(صحيح البخاري: 5883)

ترجمہ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے عید کے دن دو رکعت ادا کی اور نہ تو اس سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ ہی بعد میں۔ پھر آپ بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ عورتوں کی جانب آئے اور انہیں صدقہ کا حکم دیا تو عورتیں اپنے کان کی بالیاں نکالنے لگیں۔

اس حدیث کی بنیاد پہ عورتوں کا کان چھدوانا اور اس میں بالیاں پہننا جائز ٹھہرا۔ گوکہ اس حدیث میں ناک میں پہننے کا ذکر نہیں ہے مگر ممکن ہے کہ ناک میں بھی پہنتی ہوں گی اور پھر ناک میں پہننے کی ممانعت نہیں ہے اس وجہ سے یہ کہاجائے گا کہ کان کی طرح ناک میں بھی زینت کے طور پہ نتھنی کا استعمال جائز ہے۔

کچھ لوگوں نے چہرے پہ مارنے، جسم پہ حرج کرنے ،تکلیف میں نہ واقع ہونے اور اللہ کی خلقت نہ بدلنے والے نصوص سے استدلال کرتے ہوئے ناک میں چھید کرنے سے منع کیا ہے حالانکہ ناک میں چھید کروانے سے معمولی تکلیف ہوتی ہے اور معمولی سا سوراخ ہوتا ہے اسے عرف عام میں نہ تو حرج کہا جائے گا اور نہ ہی یہ اللہ کی تخلیق میں تبدیلی شمار کی جائے گی۔

زینت کے طور پہ یہ معمولی ساز خم کوئی معنی نہیں رکھتا جیسا کہ دیکھتے ہیں ضرورت کے تحت جسم کا چیر پھاڑ کیا جاتا ہے اور یہ جائز ہے۔

بہت سارے علماء نے اس کے جواز کا فتوی دیا ہے جن میں شیخ ابن باز، شیخ عبداللہ بن غدیان، شیخ صالح فوزان، شیخ عبد العزیز آل شیخ، شیخ بکر أبوزید اور شیخ ابن عثیمین رحمھم اللہ وغیرہ شامل ہیں۔

چند باتیں دھیان میں رہے۔۔

(1)ناک کان چھدانا زینت کے طور پہ صرف عورت کے لئے جائز ہے، مردوں کے لئے نہیں۔

(2)آج کل ایسی بھی نتھنی اور کان کی بالیاں بازار میں دستیاب ہیں جن کے پہننے میں ناک کان چھدانے کی ضرورت نہیں پڑتی، اگر کوئی اس قسم کا سامان استعمال کرے تو بہت اچھا۔ جب چاہے پہنے اور جب چاہے اتار کر رکھ دے۔ اس سے دونوں حالت میں خوبصورتی ملے گی ،جب کان ناک چھدے ہوں اور ان میں زینت کا سامان نہ ہو تو اچھا نہیں لگتا۔

(3) بعض عورتیں ناک اور کان میں متعدد سوراخ کرتی ہیں جس سے زینت کی بجائے مشقت ظاہر ہوتی ہیں۔ اس سے بچا جائے۔

(5)ناک میں نتھنی پہننے وقت دھیان رہے کہ وضو یا غسل کرتے وقت پانی مکمل جگہ پہ پہنچے، اگر کچھ حصے پہ پانی نہ پہنچنے کا امکان ہو تو نتھنی اتار کر وضو اور غسل کرے۔

(6)اگر ناک کان چھدوانا ہو تو بچپن میں ہے یہ کام کر لیا جائے کیونکہ اس وقت احساس کم ہوتا ہے جیسے بچوں کا ختنہ ہے۔

واللہ اعلم

BACK

ایک صالحہ خاتون کی دینی فکر اور ان کو شیخ مقبول احمد سلفی کی چند نصیحتیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔

شیخ صاحب مجھے آپ سے ایک اپنا ایک ذاتی سوال پوچھنا ہے جو تھوڑا سا لمبا بھی ہے آپ جب بھی مصروف نہ ہوں تو مجھے تسلی بخش جواب دیجیے گا خواہ آڈیو میں یا ٹیکسٹ میں جیسے آپکو آسان لگے۔

شیخ صاحب!! انسان کیسے ہمیشہ ایمان کی ایک ہی حالت پر رہ سکتا ہے جبکہ ہم جانتے ہیں کہ ایمان کی حالت گھٹتی اور بڑھتی رہتی ہے؟

شیخ صاحب میں جو کچھ بتانے جا رہی ہوں اس لئے نہیں کہ میں دکھاوا کرنا چاہ رہی ہوں اللہ تعالی ہم سب کو ریاکاری سے بچائے (آمین) یہ بات اس لئے کہہ رہی ہو کیونکہ شیطان انسان کے دل میں وسوسہ پیدا کرتا ہی رہتا ہے۔

میں پہلے فرائض کے ساتھ نفلی عبادت کا بھی اہتمام کیا کرتی تھی اور قیام اللیل میں بھی انتہائی سکون اور اطمینان کے ساتھ قرآن کی تلاوت کیا کرتی تھی، ہر وقت باوضو رہنا اور ایک ماہ میں ایک قرآن ختم کرنا، سنت موکدہ اور غیر مؤکدہ کا بھی اہتمام کیا کرتی تھی لیکن اب مجھے یہ سب بہت مشکل لگنے لگا ہے۔ یہ سب اللہ کی رحمت سے ہی ممکن ہوا تھا اور بہت دیر تک میری یہی عادت رہی لیکن اب پتہ نہیں کیوں میں یہ سب نہیں کر پا رہی ہوں، فرائض کے علاوہ کوئی نفلی عبادت نہیں کر پاتی اور کبھی کبھی تو فرائض یعنی فرض نماز بھی میرا دل چاہتا ہے کہ جلدی سے ختم کر لوں سر چکراتا ہے تو بیٹھ کر ادا کرنے لگ جاتی ہوں یا قیام کو چھوٹا کر دیتی ہوں اور شیخ صاحب میں قرآن کی حافظہ بھی ہوں (الحمد للہ) لیکن قرآن پر بھی مکمل توجہ نہیں دے پا رہی، مجھے یہ خوف لاحق ہے کہ اگر میری یہی کیفیت رہی تو مجھے قرآن بھولنا شروع ہو جائے گا۔

اور سب سے اہم بات یہ کی میری اس تبدیلی پر میرا دل بالکل مطمئن نہیں ہے میرا ضمیر ملامت کرتا رہتا ہے مجھے کہ میں یہ ٹھیک نہیں کر رہی، میرا دل کسی نہ کسی خوف کا شکار رہتا ہے۔ جب میں رات کو سونے لگتی ہوں، آنکھیں بند کرتی ہوں تو میری آنکھوں کے سامنے جیسے ایک فلم چل رہی ہو جس میں چھوٹے چھوٹے نقصان ہوتے نظر آتے ہیں کبھی

یوں لگتا ہے جیسے میں کسی بلندی سے نیچے گر رہی ہوں۔ان سب خیالات کیوجہ سے میں رات کو جلدی سو نہیں پاتی اور جب نیند آجاتی تو تہجد رہ جاتی ہے جس کا مجھے بے حد افسوس ہوتا ہے۔

اور سب سے بڑھ کر موت کا خوف بہت زیادہ رہنے لگا ہے مجھے لگتا ہے کہ کسی دم موت آجائے گی تو میں اللہ کو کیا جواب دوں گی۔میں جانتی ہوں کہ موت کی تیاری تو کرنی چاہیے لیکن شیخ صاحب کیا اتنا موت سے ڈرنا کہ انسان ہر وقت پریشان رہنا شروع ہو جائے کہ ابھی کہ ابھی کچھ ہو جائے گا۔

شیخ صاحب میرا گھریلو ماحول مذہبی ہے شادی شدہ نہیں ہوں، میرے والدین اور میرے بہن بھائی بھی دینی سوچ رکھتے ہیں اور توحید پرست ہیں اور جن لوگوں سے میرا ملنا جلنا ہے وہ بھی دین دار ہیں الحمد للہ،،

مصروفیت فی الحال کھانا پکانا اور صفائی ستھرائی کے علاوہ اور کچھ نہیں اور گھر میں قرآن اور میری گھریلو کی دہرائی کرتی رہتی ہوں اور اس کے علاوہ ہفتہ میں دو دن قرآن کی تفسیر پڑھنے جاتی ہوں اور واٹس ایپ پر کچھ اسلامک گروپس کی نگراں ہوں۔

شیخ صاحب آپ مجھے کیا نصیحت کریں گے کہ میں اس پر عمل کر کے اس کیفیت سے باہر نکل آؤں اور مستقل مزاجی کے ساتھ تمام فرائض اور نوافل ادا کر سکوں۔معذرت چاہتی ہوں کہ میرا سوال زیادہ لمبا ہی ہو گیا میں آپ کے جواب کی منتظر رہوں گی۔

والسلام علیکم ورحمۃاللہ وبرکاتہ

فرح یحی:تاریخ:26/ 9/ 2918

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

ابھی ابھی آفس سے اپنی رہائش پہ آیا، عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد سب سے پہلے آپ کے میسیج کا دوبارہ مطالعہ کیا، حالات کے متعلق غور وفکر کیا۔آپ کا دینی وعلمی پس منظر مجھے بیحد پیارا لگا۔آپ حافظہ قرآن ہیں، بڑی سعادت کی بات ہے۔ایک عورت کے لئے حافظہ قرآن ہونا اتنی بڑی زینت ہے کہ وہ زینت سونے چاندی کے زیورات سے بھی

میسر نہیں ہو گی۔ الحمد للہ علی ہذہ النعمۃ العظیمۃ

بلاشبہ ایمان گھٹتا اور بڑھتا ہے، ایک جگہ کبھی بھی منجمد نہیں رہتا، علماء نے آیات قرآنیہ اور احادیث طیبہ سے معنی اخذ کیا ہے کہ طاعات سے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے اور عصیاں سے کمی واقع ہوتی ہے۔ الحمد للہ آپ کی اپنی زندگی بیحد اچھی رہی ہے، تلاوت قرآن، نمازوں کی پابندی، قیام اللیل، دینی مشاغل، گھر کا دینی ماحول،، یہ سب چیزیں انسان کے ایمان کو بہت حد تک گھٹنے سے بچاتی ہیں بلکہ اس کی حفاظت کرتی ہیں اور یہ زیادتی ایمان کے اسباب ہیں۔

اصل میں کبھی کبھی ہوتا یہ ہے کہ داخلی ماحول ہمارا بہتر ہے مگر زمانہ تو فتنے کا ہے، خارجی ماحول بہتر نہیں ہے۔ تو خارجی ماحول کا کبھی کبھی انسان پر برا اثر پڑ جاتا ہے اسی وجہ سے ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالی سے اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے بتوں کی عبادت سے پناہ مانگنے کی دعا کی تھی۔ کس قدر سوچنے کا مقام ہے کہ اللہ کے جلیل القدر بلکہ اولوالعزم پیغمبر بتوں کی عبادت سے اللہ کی پناہ طلب کر رہے ہیں، وجہ یہی تھی کہ ماحول و معاشرہ بتوں کی عبادت والا تھا۔

اس وجہ سے انسان کو ہمیشہ اللہ تعالی سے صراط مستقیم پر گامزن رہنے، عمل صالح انجام دینے، فتنہ وفساد سے بچنے اور ایمان ویقین پر ثابت قدم رہنے کی توفیق و دعا کرتے رہنا چاہئے۔ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔ نبی ﷺ نے بڑے بڑے نازک موڑ پہ رب سے دعائیں کی ہیں مثلاً جنگ بدر کے موقع پر مسلمان کی تعداد کم تھی اگر مسلمان ہار جاتے تو اسلام کو بڑا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے اس قدر اسلام اور مسلمانوں کے لئے سخت خطرہ تھا آپ ﷺ نے رب العالمین سے دعائیں کیں اور اللہ تعالی دعا کو شرف قبولیت سے نواز کر مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔

دعا کے علاوہ اپنے ماحول کو بہتر سے بہتر بنائیں، اپنے داخلی ماحول کو خارجی ماحول سے متاثر نہ ہونے دیں، اس کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ گندے ماحول میں جایا ہی نہ کریں، گندے لوگوں سے ملنا یا انہیں گھر بلانا چھوڑ دیں۔ ویسے یہ آج کے وقت میں بہت مشکل کام ہے مگر ایمان و عمل کی حفاظت کے لئے مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہم بڑے آزمائش

کے دور میں جی رہے ہیں، آزمائش میں کامیابی قربانی کا مطالبہ کرتی ہے۔

ایک طریقہ دعا کا اختیار کیا جائے جس میں اپنی پریشانیوں سے نجات مانگی ہے اور ساتھ ہی عملی طور پر ماحول کے برے اثرات پیدا کرنے والے امور سے بچا جائے۔ اس میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اپنی صحبت اچھی بنائیں۔ جیسے ماحول کا اثر ہوتا ہے ویسے ہی صحبت کا بھی اثر ہوتا ہے۔ صحابہ کرام مجلس بنا کر بیٹھا کرتے اور اللہ کے ذکر سے ایمان میں زیادتی پیدا کرتے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ صحابہ سے فرماتے ہیں: "اجلسوا بنا نؤمن ساعةً، يعني نذكر الله تعالى"
ترجمہ: ہمارے پاس بیٹھو تاکہ ہم کچھ ساعت ایمان تازہ کریں یعنی اللہ تعالی کا ذکر کریں۔
(اسے شیخ البانی نے شیخین کی شرط پر کہا ہے۔(الایمان لابن ابی شیبہ: 105

اس سے دو بات معلوم ہوئیں، ایک تو یہ کہ نیکوکاروں کی صحبت اختیار کرنی چاہئے، اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو وعظ ونصیحت ہو جاتی ہے، ایک کی نیکی دوسرے کو متاثر کرتی ہے اور ایک کی برائی پہ دوسرے کو ٹوکنے کا موقع ملتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں کثرت سے ذکر الہی کرنا چاہئے، اللہ کا ذکر زبان کی حفاظت، دل کی پاکیزگی، ایمان میں زیادتی اور قلبی سکون کا باعث ہے۔

آپ نے ایک مسئلہ یہ بھی بیان کیا کہ عبادت تو کرتی ہیں مگر اب پہلے جیسے دل نہیں لگتا ہے، یہ ایک اہم معاملہ ہے۔ اس پر توجہ اور فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ میری نظر میں عبادت میں دل نہ لگنے میں تین اہم اسباب ہو سکتے ہیں۔

ایک سبب تو ماحول ہو سکتا ہے خواہ داخلی ہو یا خارجی، چونکہ داخلی ماحول اچھا ہے تو خارجی ماحول کا کہیں نہ کہیں سے اثر پیدا ہو رہا ہو گا، اسے محسوس کر کے ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ اوپر بھی یہ بات ذکر کی گئی ہے۔

دوسرا سبب شیطان ہو سکتا ہے کیونکہ یہ انسان کے ساتھ ہمہ وقت لگا رہتا ہے، وہ بھلا کب چاہے گا کہ کوئی اللہ کی عبادت کرے، اس لئے دلوں میں وسوسہ ڈالنا، برائی کا خیال پیدا کرنا، عبادت سے بھٹکانا رات ودن اس کا کام ہے۔ایک صحابی نے نبی ﷺ سے نماز میں وسوسہ پیدا ہونے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے نماز سے قبل خنزب شیطان (نماز میں وسوسہ ڈالنے والا) سے اللہ کی پناہ مانگنے کی نصیحت کی۔

اس لئے شیطان کے شر سے پناہ مانگی جائے، ذکر الٰہی اور فرائض ونوافل کے ذریعہ اسے مایوس کیا جائے اور اپنے اوپر غالب ہونے سے روکا جائے۔

تیسرا سبب دنیاوی کوئی شدید فکر یا حاجت درپیش ہو سکتی ہے جس کا خیال ذہن ودل پر اثر انداز کر گیا ہو، ہر وقت وہ خیال آتا ہو، نماز میں، سونے میں، بیٹھے بیٹھے یا جلوت وخلوت میں ہمیشہ۔اس پریشانی سے جب تک چھٹکارا نہ مل جائے عبادت میں خشوع وخضوع محال ہو جاتی ہے بلکہ کسی کام میں دل نہیں لگتا ہے۔اس وجہ سے اپنی اس حاجت کو پورا کرنے کی کوشش کریں جس کی فکر کھائے جا رہی ہے مثلاً شادی کی رکاوٹ، گھریلو پریشانی، قرض، یا دنیاوی کوئی مقصد ہو جو جائز ہو تو اسے پورا کر لیں پھر سوچ وفکر دور ہو جائے گی، کام میں من لگے گا اور پھر سے عبادت میں لذت محسوس ہو گی۔

اللہ تعالی نے آپ کو حافظہ قرآن بنایا ہے، اس کی برکت نہ صرف آپ تک محدود ہو گی بلکہ پورے گھر والوں کے لئے ہو گی اور اس برکت سے گھر کے باہر کی عورتوں کو بھی فیض پہنچا سکتی ہیں۔ جس کے پاس قرآن ہے اس کے پاس مکمل کامیابی ہے۔آپ اپنے حفظ کو پکا رکھنے کے لئے صبح وشام تلاوت کیا کریں اور اپنا ایک روٹین بنائیں اس کے حساب سے قرآن کو ترجمہ وتفسیر کے ساتھ پڑھا کریں۔جو پڑھیں اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے اور دوسروں کو اس کی ترغیب دینے کی نیت سے پڑھیں۔آپ کے واسطے ماشاءاللہ تلاوت کے لئے تو کوئی دقت نہیں ہو گی، کھانا بناتے وقت، کام کرتے وقت اور سوتے وقت جب چاہیں آپ علی الترتیب زبانی قرآن پڑھا کریں۔اس سے بہتر کار خیر اور کیا ہو گا؟ گھر میں ممکن ہو تو قرآن کی چند آیات کی تلاوت مع ترجمہ وتفسیر گھر والوں کو بھی سنائیں خواہ ہفتہ یا دو ہفتہ میں ہو، یا اپنی ہمجولیوں کے درمیان ایک قرآنی پروگرام رکھا کریں۔اس سے آپ کے اندر دین کا شوق مزید بڑھے گا، عبادت کی بے

رغبتیں ختم ہو گی، خیالات ووساوس ختم یا کم ضرور ہوں گے اور عمل کی طرف پیش قدمی کا بہتر جذبہ پیدا ہو گا۔اس نیکی کی برکت سے دل کی بے چینی، بے خوابی، برے خواب اور گھبراہٹ سب رفتہ رفتہ دور ہوتے چلے جائیں گے۔

صبح وشام کے اذکار اور فرض نمازوں کے بعد کے اذکار تو بالکل نہ چھوڑیں، اس کے بے شمار فوائد اپنی آنکھوں سے نظر آئیں گے اور اگر آپ سوشل میڈیا پہ زیادہ وقت صرف کرتی ہیں تو اس عادت کو چھوڑ دیں، یہ عادت واجبات وفرائض میں مخل اور وقت کے ضیاع کے ساتھ بہت سارے کاموں پر غفلت کا اثر چھوڑتی ہے۔ محض ایک آدھ گھنٹے ہی استعمال کیا کریں وہ بھی صرف اور صرف دینی نقطہ نظر سے۔اس کا وقت بھی متعین کر لیں کہ مجھے صرف فلاں وقت میں ہی چند منٹوں کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال کرنا ہے۔اگر زیادہ وقت دیں گی تو ہمیشہ اسی طرف دھیان رہے گا اور کام کاج میں حتی کہ عبادت میں مخل ثابت ہو گا۔
آخر میں نبی کریم ﷺ کی بہت ہی قیمتی نصیحت بیان کرتا ہوں، اگر اس پہ ہم چلنے لگیں تو زندگی میں خوشیاں ہی خوشیاں رہیں گی، غم سے نجات ملے گی، بیماریوں کا مداوا ہو گا، قربت الٰہی نصیب ہو گی، اللہ تعالی کے یہاں بھی عزت ملے گی اور لوگوں میں بھی ہماری تکریم ہو گی۔فرمان نبوی ہے :
(اتَّقِ اللہَّ حیثُ ما کنتَ، وأتبِعِ السَّیِّئۃَ الحسنۃَ تمحُھا، وخالقِ النَّاسَ بخلقٍ حسنٍ(صحیح الترمذي:1987
ترجمہ: تو جہاں کہیں بھی رہو اللہ تعالی سے ڈرتے رہو، برائی کے بعد نیکی کر لیا کرو، نیکی برائی کو مٹادے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔
اس حدیث پاک میں نبی ﷺ نے لوگوں کو تین باتوں کی نصیحت فرمائی ہے۔

پہلی بات اللہ سے ڈرنے کی نصیحت فرمائی، یہ خوف الٰہی کل کائنات ہے۔جس کو جلوت وخلوت میں اللہ کا ڈر نصیب ہو گیا اس کی دنیا اور آخرت سنور گئی۔خوف الٰہی ہی تقوی ہے جو انسان کو رب کی بندگی اور عمل صالح پر ابھارتا ہے، برائی سے بھی روکتا ہے۔اپنے اعمال کا جائزہ لیں، حقوق وفرائض میں جہاں کوتاہی ہوئی اس کی تلافی توبہ سے کریں اگر اللہ سے متعلق ہیں اور تصفیہ سے کریں اگر بندوں سے متعلق ہیں۔

دوسری بات برائی کرنے کے بعد نیکی کرنے کی ترغیب دی۔ بنی آدم خطا کا پتلا ہے، جب جب ہم سے غلطی ہو جائے، اس پہ شرمندہ ہوں، رب کی طرف التفات کریں، اس سے معافی طلب کریں اور برائی کے بدلے ایک اچھائی کر لیں، وہ اچھائی ہماری برائی کو ختم کر ڈالے گی۔

تیسری بات انسانوں سے اچھے برتاؤں کی تعلیم دی۔ ہم جس سماج میں رہتے ہیں سب ایک دوسرے کا احترام کریں، اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچائیں، کسی کا دل دکھا کر آپ بھی کبھی خوش نہیں رہ سکتے۔ مظلوم کی آہ ظالم کی خوشیاں تباہ کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کے ساتھ اخلاق و محبت سے پیش آنے کی نصیحت فرمائی۔
یہ تینوں باتیں اپنے لئے عملی زیور بنا لیں، اس زیور سے اپنے روحانی حسن و جمال کو نکھاریں، جب آپ کا باطن پاکیزہ ہو گا تو ظاہر پر بھی اس کی پاکیزگی کا اثر پڑے گا۔
اللہ تعالی سے آپ کے لئے دعا گو ہوں کہ وہ آپ کو جلوت و خلوت میں تقوی اختیار کرنے کی توفیق دے، ایمان کو کمزور کرنے والے اعمال سے بچائے، عبادت میں خشوع و خضوع پیدا کر دے، تسلسل کے ساتھ عمل صالح کی توفیق دے، حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کی توفیق دے، بندوں کے ساتھ حسن اخلاق کا مظاہرہ کرنے کی سعادت بخشے۔ دلوں کو طہارت، نظر کو پاکیزگی اور جسم و روح کو قوت ایمانی اور حرارت اسلامی سے نواز دے۔ آپ کو پہلے سے بہتر اپنی بندگی اور اپنا ذکر کرنا نصیب کرے، جب تک باحیات رکھے ایمان و عمل پر رکھے اور خاتمہ الخیر نصیب فرمائے۔ آمین

BACK

تلبینہ ایک مفید غذا ہے

تلبینہ کا ذکر صحیح احادیث میں آیا ہے، ان میں بخاری اور مسلم بھی ہیں۔ یہ ایک غذا ہے جو سوپ کی طرح ہوتا ہے، جو آٹے اور چھان سے بنایا جاتا ہے، بسا اوقات اس میں شہد ملایا جاتا ہے، اسے تلبینہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا رنگ دودھ جیسا سفید اور دودھ ہی کی طرح پتلا ہوتا ہے۔ بعض لوگ اسے جو کی کھیر بھی کہہ سکتے ہیں۔

طبّی اعتبار سے اس کے متعدد فوائد بیان کئے جاتے ہیں۔

یہ غذا غم، مایوسی، کمر درد، خون میں ہیموگلوبن کی شدید کمی، پڑھنے والے بچوں میں حافظہ کی کمزوری، بھوک کی کمی، وزن کی کمی، کولیسٹرول کی زیادتی، ذیابیطس کے مریضوں میں بلڈ شوگر لیول کے اضافہ، امراض دل، انتڑیوں، معدہ کے ورم، السر کینسر، قوت مدافعت کی کمی، جسمانی کمزوری، ذہنی امراض، دماغی امراض، جگر، پٹھے کے اعصاب اور نڈھالی کے علاوہ دیگر بے شمار امراض میں مفید ہے اور یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ جو میں دودھ سے زیادہ کیلشیم اور پالک سے زیادہ فولاد پایا جاتا ہے اس وجہ سے تلبینہ کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔

تلبینہ سے متعلق چند احادیث دیکھیں:

(1)عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا كَانَتْ إِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ مِنْ أَهْلِهَا فَاجْتَمَعَ لِذَلِكَ النِّسَاءُ ، ثُمَّ تَفَرَّقْنَ إِلا أَهْلَهَا وَخَاصَّتَهَا ،أَمَرَتْ بِبُرْمَةٍ مِنْ تَلْبِينَةٍ فَطُبِخَتْ ، ثُمَّ صُنِعَ ثَرِيدٌ فَصُبَّتْ التَّلْبِينَةُ عَلَيْهَا ، ثُمَّ قَالَتْ : كُلْنَ مِنْهَا ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُول :التَّلْبِينَةُ مُجِمَّةٌ لِفُؤَادِ الْمَرِيضِ ، تَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ (رواه البخاري:5101 و مسلم:2216) .

ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ اگر ان کے خاندان میں فوتیدگی ہو جاتی تو اس گھر میں خواتین جمع ہو کر [تعزیت کرتیں اور] پھر اپنے اپنے گھروں کو چلی جاتیں، صرف میت کے گھر والے اور انتہائی قریبی لوگ رہ جاتے، تو وہ تلبینہ [دلیہ] بنانے کا حکم کرتیں، تو دلیہ بنایا جاتا، اور پھر ثرید [چوری] بنا کر اس پر تلبینہ ڈال دیا جاتا، عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ: اہل میت کی خواتین کو اس میں سے کھانے کا کہتی، اور انہیں بتلاتی کہ میں نے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: تلبینہ مریض کے دل کی ڈھارس باندھنے کیلئے اچھا ہے،اس سے غم میں کچھ کمی آتی ہے۔

(2)وعن عائشة رَضِيَ اللَّهُ عَنهَا أَنَّهَا كَانَتْ تَأْمُرُ بِالتَّلْبِينِ لِلْمَرِيضِ وَلِلْمَحْزُونِ عَلَى الْهَالِكِ ، وَكَانَتْ تَقُولُ : إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:إِنَّ التَّلْبِينَةَ تُجِمُّ فُؤَادَ الْمَرِيضِ ، وَتَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ (رواه البخاري :5365 و مسلم :2216) .

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا بیماروں اور ایسے افراد جو کسی میت کے غم سے دوچار ہوں، کو تلبینہ کھانے کی تلقین فرمایا کرتی تھیں اور فرمایا کرتیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تلبینہ مریض کے دل کو آرام دیتا ہے، اسے چست بناتا ہے اور اسکے غم اور دکھ کو دور کرتا ہے۔

(3)كان إذا أخذ أهلَه الوَعَكُ أمر بالحساءِ فصُنِعَ ، ثمَّ أمرهم فحَسَوْا ، و كان يقول : إنَّهُ ليرتو فؤادَ الحزينِ ، و يَسْرُو عن فؤادِ السقيمِ ، كما تَسْرُو إحداكُنَّ الوسخَ بالماءِ عن وجهِها۔(مشكوة)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اہل خانہ میں سے جب کوئی بیمار ہوتا تھا تو حکم ہوتا کہ اس کیلئے تلبینہ تیار کیا جائے۔ پھر فرماتے تھے کہ تلبینہ بیمار کے دل سے غم کو اُتار دیتا ہے اور اس کی کمزوری کو یوں اتار دیتا ہے جیسے کہ تم میں سے کوئی اپنے چہرے کو پانی سے دھو کر اس سے گندگی اُتار دیتا ہے۔

☆ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔(صحیح الجامع:4646)

(4) أنها كانت تأمُرُ بالتَّلبينَةِ وتقولُ : هو البَغيضُ النافعُ ۔(بخاری: 5690)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار کیلئے تلبینہ تیار کرنے کا حکم دیا کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ اگرچہ بیمار اس کو ناپسند کرتا ہے لیکن وہ اس کیلئے از حد مفید ہے۔

اس سلسلے میں بعض ضعیف روایات بھی ہیں مگر مذکورہ بالا ساری احادیث صحیح ہیں۔اس تمام احادیث سے تلبینہ کی

اہمیت ظاہر ہوتی ہے، ابن القیمؒ لکھتے ہیں کہ اگر تم تلبینہ کی فضیلت جاننا چاہتے ہو تو جو کا پانی (ماء الشعیر) کی فضیلت جان لو۔

ماءالشعیر اور تلبینہ میں فرق یہ ہے کہ ماءالشعیر میں جو مسلم پکایا جاتا ہے اور تلبینہ میں جو کا آٹا پکایا جاتا ہے اور تلبینہ ماءالشعیر سے زیادہ مفید ہے اس لیے کہ پیسنے کی وجہ سے جو کی خاصیت نمایاں ہو جاتی ہے۔

جدید طب کی روشنی میں متعدد فوائد کا ذکر اوپر کیا گیا ہے، حدیث کی روشنی میں ایک اہم بات جو کہ صحیحین کی حدیث میں مذکور ہے وہ آپ ﷺ کا قول "مجمۃ لفواد المریض"، جس کے معنی مریض کے لیے آرام دہ یعنی تلبینہ مریض کے دل کے لئے فرحت بخش ہے۔

کہا جاتا ہے کہ غم و حزن سے مزاج اور روح میں تبرید پیدا ہوتی ہے اور حرارت غریزی کو کمزور کر دیتا ہے اس لئے کہ حرارت غریزی کی دوش بردار روح قلب کی جانب سے مائل ہوتی ہے جو روح کا منشا و مولد ہے اور یہ تلبینہ حرارت غریزہ کے مادہ میں اضافہ کر کے اس کو تقویت بخشتا ہے اس طرح سے غم و حزن کے اکثر اسباب و عوارض کو زائل کر دیتا ہے۔

اور کسی نے یہ بھی لکھا ہے کہ بعض مفرح دوائیں ہوتی ہیں جن سے طبیعت خوش اور رنج و غم دور ہو جاتا ہے ان میں سے یہ بھی ہے ۔

تلبینہ بنانے کا طریقہ

دو لیٹر دودھ آگ پہ اچھی طرح ابال لیں، اس میں میٹھے کے طور پہ شہد یا کھجور کا استعمال کر سکتے ہیں۔ کھجور ڈالنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر دن میں تلبینہ بنانا ہو تو رات میں ہی کھجور کو تھوڑے سے نیم گرم پانی میں بھگو دیں تاکہ دن ہونے تک وہ نرم ہو جائے اور شیرہ کی شکل اختیار کر لے۔ دو لیٹر دودھ کے لئے دس پندرہ عدد کھجور کافی ہے۔

دودھ ابل جانے کے بعد اس میں لگ بھگ دو سو گرام جو (شعیر) بغیر چھلکے والا ڈالیں۔ اگر خوشبو چاہئے تو ساتھ میں چند عدد الائچی بھی ڈال دیں۔ جو اور الائچی ڈال کر بیس سے پچیس منٹ تک دودھ کے ساتھ مسلسل ہلاتے رہنا ہے تاوقتیکہ دودھ کا پانی خشک ہو جائے اور گاڑھا ہو جائے۔ پھر اس میں شہد ڈالنا ہو ذائقہ کے مطابق شہد ڈال دیں یا کھجور

ڈالنا ہو تو رات والا بھگویا ہوا کھجور ڈال دیں اور مزید دس منٹ کے آس پاس آگ ہلکی کر کے پکنے دیں اور اچھی طرح بھون لیں تلبینہ تیار ہو جائے گا۔ اب کچھ لوگ اوپری پرت پہ کاجو یا بادام کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ کر رکھ دیتے ہیں اس میں ذائقہ اور بھی بڑھ جاتا ہے۔

برت کے دیکھیں۔

BACK

سفرجل سے متعلق وارد احادیث کی حقیقت

سفرجل (عربی لفظ) سیب کی شکل کا ایک پھل ہے جسے اردو میں بہی، ہندی میں بیل، فارسی میں شُبل، سنسکرت میں وسعت کی دیوی، انگریزی میں Quince کہتے ہیں۔اس پھل کے تعلق سے عمومی طور پر لوگوں میں اور خصوصی طور پر یونانی اطباء میں مختلف قسم کے فوائد مشہور ہیں جن کا یہاں ذکر کیا جائے گا تاکہ ان کی شرعی حیثیت معلوم ہو سکے۔ عوام میں ایک بات بہت مشہور ہے کہ حاملہ عورت اگر اس پھل کو کھائے تو خوبصورت بچہ پیدا ہوتا ہے۔آیئے سفرجل سے متعلق احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں۔

(1)جابر بن عبداللہ کی حدیث:

كُلوا السَّفَرْجَلَ، فإنَّه يجلِّي عنِ الفؤادِ، و يَذهبُ بِطَخَاءِ الصدرِ (أخرجه أبو نعيم في الطب النبوي:794)

ترجمہ: سفرجل کھاؤ کیونکہ وہ دلوں کو جلا بخشتا ہے اور سینے سے بوجھ اتار دیتا ہے۔

حکم:اس کو شیخ البانی نے ضعیف کہا ہے۔(ضعيف الجامع:4205)

(2)انس بن مالک کی حدیث:

كُلُوا السَّفَرْجَلَ على الرِّيقِ ؛ فإنه يُذْهِبُ وَغَرَ الصدرِ(أخرجه أبو نعيم في الطب النبوي:793والديلمي في الفردوس:4712)

ترجمہ: نہار منہ بہی کھایا کرو کیونکہ یہ سینے کے غلبہ اور اس کی حرارت کو دور کرتا ہے۔

حکم:اسے شیخ البانی نے ضعیف کہا ہے۔(السلسلة الضعيفة:4099)

مذکورہ صحابی سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں۔

أَكْلُ السّفَرْجَلِ يَذْهَبُ بِطَخاءِ القَلْبِ.

ترجمہ: بہی کھانا دل کے بوجھ کو دور کرتا ہے۔

حکم:اسے شیخ البانی نے موضوع کہا ہے۔(السلسلة الضعيفة:7044)

(3)عوف بن مالک الاشجعی کی حدیث:

كُلوا السَّفرجلَ ، فإنَّهُ يُجمُّ الفؤادَ ، ويُشجِّعُ القلبَ ويحسِّنُ الوَلدَ(الجامع الصغير)

ترجمہ: بہی کھایا کرو کیونکہ یہ دل کو ٹھیک، قلب کو مضبوط اور لڑکے کو حسین بناتا ہے۔

حکم: اس کو شیخ البانی نے ضعیف کہا ہے (ضعیف الجامع: 4206)

(4) سعد بن ابی وقاص کی حدیث:

أتاني جبريلُ عليه الصلاةُ والسلامُ بسفرْجلةٍ من الجنةِ ؛ فأكلتُها ليلةَ أُسريَ بي، فعلقتْ خديجةُ بفاطمةَ، فكنت إذا اشتقتُ إلى رائحةِ الجنةِ ؛ شممتُ رقبةَ فاطمةَ۔(أخرجه الحاكم :4738)

ترجمہ: میرے پاس جبریل علیہ السلام جنت سے سفرجل (بہی) لیکر آئے، اسے میں نے اسراء کی رات کھایا تو خدیجہ فاطمہ سے بالکل جڑ گئیں یعنی خدیجہ فاطمہ میں جا گزیں ہو گئیں، جب بھی مجھے جنت کی خوشبو کی چاہ ہوتی ہو تو فاطمہ کی گردن کو چوم (سونگھ) لیتا۔

حکم: اس حدیث کو شیخ البانی نے موضوع کہا ہے (السلسلۃ الضعیفۃ: 5027)

(5) طلحہ بن عبید اللہ کی حدیث :

دخَلتُ علَى النَّبيِّ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ وبيدِهِ سفَرجَلةٌ : فقالَ : دونَكَها يا طَلحةُ فإنَّها تُجِمُّ الفؤادَ(سنن ابن ماجه : 3369)

ترجمہ: حضرت طلحہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے ہاتھ میں سفرجل (بہی کا پھل) تھا۔ آپنے فرمایا: اے طلحہ! یہ لے لو' اس سے دل کو راحت (اور قوت) حاصل ہوتی ہے۔

حکم: اس کی سند کو شیخ البانی نے ضعیف کہا ہے۔ (ضعیف ابن ماجہ: 675)

عن طلحة بن عبيد الله قال : دخلت على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ، وفي يده سفرجلة فرماها إلي أو قال : ألقاها إلي ، وقال : " دونكها أبا محمد ، فإنها تجم الفؤاد(المستدرك على الصحيحين:5645)

ترجمہ: حضرت طلحہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے ہاتھ میں سفرجل (بہی کا پھل) تھا، آپ نے اسے میری جانب بڑھایا اور فرمایا: اے ابو محمد! یہ لے لو' اس سے دل کو راحت (اور قوت) حاصل ہوتی ہے۔

حکم: اس حدیث کو حاکم نے صحیح الاسناد کہا ہے مگر دوسرے محدثین نے ضعیف کہا ہے جیسا کہ اوپر شیخ البانی کا حکم موجود ہے، اسی طرح ذہبی نے کہا کہ اس کی سند میں عبدالرحمن بن حماد الطلحي ہے جس کے متعلق ابوحاتم نے منکر الحدیث اور ابن حبان وغیرہ نے "لایحتج بہ" اس سے حجت نہیں پکڑی جائے گی کہا ہے۔ (میزان الاعتدال: 557/2)

(6) عبداللہ بن عمر کی حدیث:

أن النبيَّ صلى اللهُ عليهِ وسلَّمَ أهدي إليه سفرجلاتٌ من الطائفِ فأعطاهن معاويةَ وقال تلقاني بها في الجنةِ.

ترجمہ: عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کو طائف کا سفرجل ہدیہ کیا گیا، آپ نے اسے معاویہ کو دیا اور کہا کہ تم اس کے ساتھ مجھے جنت میں ملو گے۔

حکم: خلیلی نے کہا کہ حفاظ نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (الارشاد: 271/1)

أنَّ النَّبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم دفع إلى معاويةَ بنِ أبي سفيانَ سفرجلةً وقال : الْقني بها في الجنَّةِ . قال : فانصرفتُ فلم أعُدْ إليه۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے معاویہ بن سفیان کو سفرجل دیا، اور کہا کہ تم اس کے ساتھ مجھ سے جنت میں ملو، راوی نے کہا کہ میں واپس چلا گیا پھر لوٹ کر آپ کے پاس نہیں آیا۔

حکم: اسے ابن الجوزی نے موضوع کہا ہے۔ (موضوعات ابن الجوزي: 261/2)

أنَّ جعفرَ بنَ أبي طالبٍ أهدَى إلى النَّبيِّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم سفرجلًا فأعطَى معاويةَ ثلاثَ سفرجلاتٍ وقال : الْقني بهنَّ في الجنَّةِ۔

ترجمہ: : عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جعفر بن ابی طالب نے نبی ﷺ کو سفرجل ہدیہ کیا، آپ نے اس میں سے تین عدد معاویہ کو دیا اور کہا کہ تم اس کے ساتھ مجھ سے جنت میں ملو۔

حکم: اسے ابن الجوزی نے موضوع کہا ہے۔ (موضوعات ابن الجوزي: 260/2)

(7) عبداللہ بن عباس کی حدیث:

دخلتُ على النَّبيِّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم وبيدِه سفرجَلةٌ فقال لي : دونَكها يا عبَّاسُ فإنَّها تُذكي الفؤادَ(أخرجه ابن حبان في المجروحين:277/1، وابن عدي في الكامل في الضعفاء:123/4)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے ہاتھ میں سفر جل (بہی کا پھل) تھا، آپنے فرمایا: اے عباس! یہ لے لو، یہ دلوں کو پاگیزہ کرتا ہے۔

حکم: ابن عدی نے الکامل اور لسان المیزان میں اور ابن القیسراني نے ذخیرہ میں منکر کہا ہے۔(ذخیرۃ الحفاظ:1328/3)

جاء جابرُ بنُ عبدِ اللهِ إلى النبيِّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم بسفرجلةٍ قدم بها من الطائفِ فناوله إياها فقال النبيُّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم إنه يذهبُ بطخاوةِ الصدرِ ويجلو الفؤادَ(أخرجه الطبراني: 112/11، 11209)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جابر بن عبداللہ نبی ﷺ کے پاس آئے ساتھ میں سفر جل (بہی) تھا جو طائف سے لائے تھے، پس آپ نے اسے تناول فرمایا تو نبی ﷺ نے فرمایا: یہ سینے کے بوجھ کو اتارتا ہے اور دل کی بیماری کو دور کرتا ہے۔

حکم: ہیثمی نے کہا کہ اس کی سند میں علي القرشي ہے جسے میں نہیں پہچانتا ہوں اور بقیہ رجال ثقہ ہیں۔(مجمع الزوائد:48/5)

(8)عبداللہ بن زبیر کی حدیث:

أنَّ النَّبيَّ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ كانت في يدِهِ سفرجلٌ فجاءَ طلحةُ فقالَ دونَكَها يا أبا محمَّدٍ فإنَّها يُجِمُّ الفؤادَ .(العلل المتناهية في الأحاديث الواهية لابن الجوزي:رقم الحديث: 1074)

ترجمہ: عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے ہاتھ میں سفر جل (بہی) تھا، طلحہ آئے تو آپ نے کہا ابو محمد! یہ لے لو، اس سے دل کو راحت (اور قوت) حاصل ہوتی ہے۔

حکم: اس حدیث کو ابن الجوزی نے اپنی اس کتاب میں درج کیا ہے جس میں ضعیف احادیث کو ذکر کیا ہے یعنی العلل المتناھیۃ في الأحادیث الواھیۃ۔

اوپر آٹھ راویوں سے سفر جل کے متعلق متعدد احادیث بیان کی گئیں، ساتھ ہی ان کا حکم بھی بتادیا گیا جس سے آسانی کے ساتھ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ سفر جل (بہی) کے متعلق کوئی بھی صحیح حدیث نہیں ہے لہذا ہم سفر جل کے فوائد بیان

کرکے ان کو نبی ﷺ کی طرف منسوب نہ کریں کیونکہ اس سے متعلق ساری احادیث ضعیف ہیں اور ضعیف احادیث سے دلیل نہیں پکڑی جاتی ہے۔

یہاں یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہے کہ طبّی تجربات کی روشنی میں سفر جل کے جو فوائد ہمیں معلوم ہوتے ہیں، ہم ان کا انکار نہیں کرتے،اور فوائد حاصل ہونے کی وجہ سے اس کا کھانا بھی منع نہیں ہوگا۔ منع صرف یہ ہے کہ اس کا کوئی فائدہ ذکر کرکے نبی ﷺ کی طرف منسوب کیا جائے۔

مزید ایک بات قابل وضاحت ہے کہ شیعوں کی کتاب میں سفر جل کے بڑے فوائد بیان کئے گئے ہیں، ہم میں سے بعض لوگ ان کی کتابوں کی مشہور باتوں کو اپنے درمیان پھیلاتے ہیں اور اسے حدیث رسول سمجھتے ہیں مثلاً سفر جل کھانے سے چالیس مرد کی قوت پیدا ہوتی ہے، یہ شیعی کتاب مستدرک الوسائل میں موجود ہے مگر ہمارے درمیان اس بات کو کافی شہرت حاصل ہے۔

یہاں ہم یہ بھی جان گئے ہیں کہ حاملہ عورتوں کا سفر جل کھانا ضعیف حدیث میں مذکور ہے اس لئے ہمیں اس بات کو بیان کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

BACK

جیلاٹین مکس خوراک کا شرعی حکم

جیلاٹن ایک پروٹین کا نام ہے جو گائے، گدھا، گھوڑا، کتا، سانپ، مچھلی، بکرا، بھیڑ، سور (خنزیر)اور مردار جانوروں کی کھال، ہڈی اور ریشوں سے تیار کیا جاتا ہے۔ سبزیوں سے بھی جیلاٹین تیار کیا جاتا ہے لیکن عموماجیلاٹین میں جانور کی ہڈی کا استعمال ہوتا ہے جو ایک مخصوص مراحل طے کرکے عمل میں لایا جاتا ہے۔

جیلاٹین کا فائدہ یہ ہے کہ یہ اشیاء کو جمانے کا کام کرتا ہے نیز یہ ایک ٹھوس مادہ ہے مگر گیلا ہونے پر فورا تحلیل ہو جاتا ہے۔ جیلاٹین کا استعمال ٹافی، چاکلیٹ، جیلی، چیونگم، کیک، آئیس کریم، مٹھائی، دوا، بسکٹ، بریڈ، دہی، مسالحہ، کیپسول وغیرہ میں ہوتا ہے جو کہ کھانے والی اشیاء ہیں اور اس کا استعمال نان فوڈ آئٹمز میں بھی ہوتا ہے جیسے لوشن، شیونگ کریم اور کاسمیٹکس۔

یہاں ہمیں جیلاٹین سے بنے کھانے والی اشیاء سے سروکار ہے کہ اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے ؟ یہاں اس سے بھی ہمیں سروکار نہیں کہ جیلاٹین تیار کرنے میں جانوروں کی ہڈیوں پر کیا پراسیس کیا جاتا ہے؟اور یہاں یہ بحث بھی بے معنی ہوگی کہ ہڈیوں کو مختلف مراحل سے گزار کے اس کی ہیئت تبدیل کردی جاتی ہے۔

اصل ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں جانور اور اس کی اشیاء کا کیا حکم ہے ؟اسلامی ضابطہ کی رو سے ہمارے لئے صرف وہی جیلاٹین حلال ہے جس میں حلال جانور کی ہڈی یا کھال استعمال کی گئی ہو اس شرط کے ساتھ کہ حلال جانور کو اسلامی طریقے سے ذبح بھی کیا گیا ہو۔ اگر ہمیں معلوم ہو کہ گائے، بھیڑ، بکرا، گھوڑا حلال طریقے سے ذبح کیا گیا ہو تو ان کی اشیاء سے بنے جیلاٹین کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح مچھلی اور سبزیوں سے بنے جیلاٹین ہمارے لئے حلال ہے۔

اس کے ماسوا حرام جانور سور، کتا، گدھا، سانپ یا مردار جانور سے بنے جیلاٹین کا استعمال جائز نہیں ہے حتی کہ حلال جانور بھی اگر اسلامی طرز پر ذبح نہ کیا گیا ہو تو اس کے جیلاٹین کا استعمال بھی جائز نہیں۔ اسی طرح جس سامان میں جیلاٹین کی ملاوٹ ہو اور جیلاٹین کا ماخذ معلوم نہ ہو تو اس سے بھی بچنا ہے کیونکہ یہ مشکوک ہو گیا۔

ایک اہم انتباہ: مسلمانوں میں جیلاٹین کے استعمال سے متعلق مختلف قسم کی باتیں اور فتاوے متداول ہیں۔ کسی کا کہنا ہے کہ چونکہ اس کی ماہیت بدل جاتی ہے اس لئے جیلاٹین کے استعمال میں کوئی حرج نہیں خواہ کسی سے بنا ہو۔ کسی کا کہنا ہے کہ بطور علاج جیلاٹین کا استعمال جائز ہے، کسی کا کہنا ہے کہ سور کے علاوہ بقیہ تمام جانور کے جیلاٹین کا استعمال جائز ہے۔ان میں سے کسی کی بات درست نہیں ہے۔ صحیح بات وہی ہے جو میں نے اوپر لکھی ہے کہ صرف حلال جانور کی ہڈی سے بنے جیلاٹین کا استعمال جائز ہے وہ بھی اس وقت جب اسے شرعی طریقے سے ذبح کیا گیا ہو، باقی مچھلی یا سبزی کے جیلاٹین کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

حرام جانور کا جیسے گوشت کھانا حرام ہے ویسے اس کی کھال اور ہڈی کھانا حرام ہے، اللہ تعالی نے ہمیں صرف پاک چیزوں کے کھانے کا حکم دیا ہے۔اللہ تعالی کا فرمان ہے: وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ۔ [الأعراف : 157]

ترجمہ: اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں۔

اس لئے پاک چیزیں ہی ہمیں کھانا ہے اور ناپاک چیزوں سے اجتناب کرنا ہے، اسے بطور علاج بھی نہیں استعمال کرنا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

إنَّ اللهَ تعالى خلق الدَّاءَ و الدَّواءَ، فتداووْا، و لا تتداووْا بحَرامٍ(صحيح الجامع:1762)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالی نے بیماری اور اس کا علاج پیدا کیا ہے، لہذا تم اپنا علاج کراؤ اور حرام چیزوں سے اپنا علاج مت کراؤ۔

BACK

اونٹ کی ہڈی سے جادوئی علاج کی حقیقت

لوگوں میں اصل دین کی معلومات نہ ہونے کے سبب مختلف قسم کی گمراہیاں پائی جاتی ہیں، افکار و نظریات سے لیکر عقائد وایمان کے باب تک میں بہکے اور بھٹکے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالی نے کس قدر واضح اور روشن دین ہمیں عطا فرمایا ہے اور مسلمانوں کی اکثریت ضعیف الاعتقادی، باطل خیالات، طلسماتی عملیات اور شرکیہ وکفریہ اعمال میں گم ہے، یہی وجہ ہے کہ لوگ آج اللہ سے کم جنات اور اس کی ذریت سے زیادہ ڈرتے ہیں، اس ڈر سے فریبی عاملین اور مکار جادوگر خوب اٹھاتے ہیں، مال بھی لوٹتے ہیں اور ایمان کا بیڑا غرق کرتے ہیں۔ ایک پختہ مومن صرف اللہ کو اپنا خالق ومالک مانتا ہے، اس کی بندگی کرتا ہے اور ہمیشہ اسی سے ڈرتا ہے۔

سماج میں بہت سے کمزور ایمان وعمل والے لوگ جنات وشیطان کے نام سے ڈرے سہمے رہتے ہیں اور ان کے شر سے بچنے کے لئے اپنے گھروں میں مختلف اقسام کی چیزیں رکھتے ہیں اس امید میں کہ یہ ہمیں جادو اور شیطانی شر سے محفوظ رکھے گی مثلا چھری، لکڑی، چھلہ، دھاکہ، تعویذ، لوح، تختی وغیرہ۔

ایسے ہی لوگوں میں یہ خیال عام ہے کہ گھروں میں اونٹ کی ہڈی رکھنے سے گھر اور اہل خانہ جادوئی اثرات سے محفوظ رہیں گے۔ جادو کے علاوہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دیمک اور زہریلے کیڑوں سے حفاظت ہوتی ہے تاہم اصل ہدف یہی ہوتا ہے کہ اونٹ کی ہڈی ہمیں جنات کے اثرات سے بچائے گی۔

اب ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ لوگوں میں یہ خیال کیسے شہرت پاگیا اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ چنانچہ آج کے بعض صوفیاء اور گمراہ لوگوں کا کہنا ہے کہ محدثین، فقہاء اور اکابرین نے اپنے تجربات سے یہ بات کہی ہے کہ اونٹ کی ہڈی سے جادو کے اثرات ختم ہوجاتے ہیں جبکہ میرے علم کی روشنی میں اہل علم کے یہاں ایسی کوئی بات نہیں ملتی ہے، ان لوگوں کا نام لیکر عوام کو محض دھوکہ دیا جاتا ہے۔

اصل ماجرا روحانی وظائف والوں کا ہے، وہ اس عمل سے اپنا کاروبار چلاتے ہیں اور باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں۔ اونٹ کی ہڈیوں والا عمل کے نام سے مختلف قسم کے روحانی وظائف بنائے گئے ہیں جن کی بھاری قیمت وصول کی

جاتی ہے۔ میں نے انٹرنیٹ پہ ایسے بھی واقعات پڑھے ہیں جن سے معلوم ہوا کہ جن ممالک میں اونٹ کی ہڈی نہیں ملتی وہاں والے گھر میں رکھنے کے لئے دوسرے ملکوں سے ہڈی منگواتے ہیں۔ العیاذ باللہ

ہمیں جاننے کی ضرورت ہے کہ اونٹ کی ہڈیوں والا کوئی وظیفہ شریعت موجود ہے یا یہ خیال درست ہے کہ گھر میں اونٹ کی ہڈی رکھنے سے جادو کے اثرات نہیں ہوتے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ شریعت میں اونٹ کی ہڈی سے متعلق کسی بھی قسم کا وظیفہ نہیں پایا جاتا ہے جو لوگ اس کے لئے وظیفہ بتاتے ہیں کہ سات روز یا اتنے روز تک فلاں فلاں سورت پڑھو یا فلاں فلاں ورد کرو تو جادو کا اثر گھر سے زائل ہو جائے گا وہ لوگ جھوٹے اور مکار ہیں بلکہ بسا اوقات اس عمل کے لئے مخصوص چلہ کرایا جاتا ہے یہ بھی مردود عمل ہے۔ خدارا اس سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسلام نے ہمیں ایسی بھی کوئی بات نہیں بتائی ہے کہ گھروں میں اونٹ کی ہڈی رکھنے سے کوئی فائدہ ہوتا ہے یا جنات کے اثرات ختم ہو جاتے ہیں، جو ایسا کہے وہ جھوٹا ہے اور اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ بات تجربہ سے ثابت ہے تو اس سے یہی کہا جائے گا کہ دین میں تجربہ دلیل نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث دلیل ہے۔

شرعی ناحیہ سے اس بات کا عقیدہ رکھنا کہ اونٹ کی ہڈی فائدہ پہنچاتی ہے شرک کے قبیل سے ہے کیونکہ نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ تعالی ہے، فرمان الہی ہے: وَلاَ تَدْعُ مِن دُونِ اللّهِ مَا لاَ يَنفَعُكَ وَلاَ يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِين (یونس:107)

ترجمہ: اور اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو مت پکارنا جو تجھے نہ نفع پہنچا سکتے اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں، اگر تم نے ایسا کیا تو تم ظالموں میں سے ہو جاوگے۔

شرعی ناحیہ سے ایک خامی یہ بھی ہے کہ جانوروں کی ہڈیاں جنات کا کھانا ہے، شریعت نے ہمیں اسی سبب ہڈیوں سے استنجا کرنے سے منع کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: لا تَستَنجوا بالرَّوثِ ولا بالعِظامِ فإنَّهُ زادُ إخوانِكُم منَ الجنِّ(صحيح الترمذي:18)

ترجمہ: گوبر اور ہڈی سے استنجا نہ کرو کیوں کہ وہ تمہارے بھائیوں جنوں کی خوراک ہے۔

جب ہڈی جنات کی خوراک ہے تو اسے محفوظ کر کے گھروں میں نہیں رکھنی چاہئے بلکہ جب ہمارے یہاں کھانے کے لئے جانور ذبح ہو تو اس کی ہڈیاں جمع کر کے کہیں زمین میں دفن کر دینا چاہئے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی حفاظت کے ساتھ گھروں میں ہڈیاں رکھتا ہے تو اس کے گھر میں مزید جنات آئیں گے تاکہ ان ہڈیوں کو کھائیں ۔ یہی تو جادوگروں کا کام ہے کہ وہ جان بوجھ کر آپ کے گھروں میں جنات بھیجتے ہیں تاکہ آپ ان جادوگروں کے پاس جا کر اپنا ایمان اور اپنا مال ضائع کریں۔ہڈیوں پر بھی جادو کیا جاتا ہے اس طرح جادوگر بآسانی آپ کے گھر پہ جادو کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔خدارا فریب کاروں کے فریب کو سمجھیں اور اس کا شکار ہونے سے بچیں۔

صحیح بخاری(5686)میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے قبیلہ عرینہ اور عکل کے کچھ لوگوں کو اونٹ کا دودھ اور پیشاب پینے کا حکم دیا تھا اس بنیاد پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ بیماری میں اونٹ کا دودھ و پیشاب پیا جا سکتا ہے لیکن اس کی ہڈی میں جنات اور جادو سے بچاؤ ہے ایسا نہیں کہا جائے گا۔ نظر بد کے متعلق ایک حدیث میں وارد ہے کہ وہ اونٹ کو بھی لاحق ہو جاتی ہے اور وہ بھی موت کے منہ میں چلی جاتی ہے پھر اس کی ہڈی ہمیں بچائے گی؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:العينُ تُدخِلُ الرجلَ القبْرَ ، وتُدخِلُ الجملَ القِدْرَ(صحيح الجامع:4144)

ترجمہ: نظر بد انسان کو قبر میں اور اونٹ کو ہانڈی میں پہنچا دیتی ہے۔

یعنی نظر بد کی وجہ سے انسان موت کے منہ میں جا کر قبر میں چلا جاتا ہے اور اونٹ بھی نظر کا شکار ہو کر موت کے قریب ہو جاتا ہے اور لوگ اسے ذبح کر کے پکنے کے لئے ہانڈی میں چڑھا دیتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اونٹ کی ہڈی گھر میں رکھنے سے جنات کے اثرات ختم نہیں ہوتے ہیں بلکہ یہ تو الٹا نقصان کا سبب بن سکتا ہے اور شرعی ناحیہ سے گناہ کا بھی سبب ہے لہذا کسی مسلمان کو ایسا عمل نہیں کرنا چاہئے۔آپ جنات اور شیطان کے شر سے محفوظ ہونا چاہتے ہیں تو پنج وقتہ نمازوں کی پابندی کریں، نماز کے بعد، صبح وشام اور سونے جاگنے کے اذکار کا اہتمام کریں، ہمیشہ پاک رہا کریں، گھروں کو نماز وتلاوت سے آباد کریں اور اللہ کے ذکر سے زبان تر رکھا کریں، شیطان آپ کے قریب بھی نہ ہوگا اور آپ کے گھروں کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔کیا آپ کو نہیں معلوم کہ ہر آدمی کے ساتھ ایک شیطان لگا رہتا ہے،جب ہمارے ساتھ ہمہ وقت شیطان ہے تو اس سے اسی وقت بچ سکتے ہیں جب ہم

اللہ کی بندگی اور اسکے دین پر عمل کریں گے، جب ہم اللہ کے دین سے دور ہوں گے تو یہ شیطان ہم پر غالب آکر زندگی اور گھر تباہ کر دے گا۔اللہ ہمیں شیطان کے شر سے بچائے۔آمین

BACK

کالے یرقان کا جنگلی کبوتر سے علاج کی شرعی حیثیت

یرقان جسے انگریزی میں (Hepatitis) کہتے ہیں، یہ ایک قسم کا مرض ہے جو جگر سے متعلق ہے جو دراصل وائرس ہے اور دوسروں میں منتقل بھی ہوتا ہے۔اس کی پانچ اقسام ہیں ۔ ہیپاٹائٹس اے، ہیپاٹائٹس بی، ہیپاٹائٹس سی، ہیپاٹائٹس ڈی اور ہیپاٹائٹس ای۔ہیپاٹائٹس اے کو پیلا یرقان اور بی وسی کو کالا یرقان کہا جاتا ہے۔

آج کل یہ مرض دنیا میں عام ہے، ہر ملک میں وافر مقدار میں اس کے مریض پائے جاتے ہیں،اس وجہ سے علاج کے مختلف طریقے لوگوں میں پائے جاتے ہیں بلکہ آئے دن اس مرض کے خاتمہ کے لئے نئے نئے علاج تلاش کئے جارہے ہیں۔ علم طب وسائنس کے یہاں ہیپاٹائٹس کی جملہ اقسام کا علاج موجود ہے بلکہ اکثر ممالک کے بڑے بڑے شہروں میں ان کا مفت علاج ہوتا ہے۔گھریلو طور پر عوام نے بھی مختلف قسم کے علاج ومعالجے ایجاد کررکھی ہے۔کالے یرقان سے متعلق عوامی علاج کا ایک نیا طریقہ آج کل کافی مشہور ہوتا جارہاہے اور لوگ اس کی شرعی حیثیت جاننا چاہتے ہیں تاکہ اگر علاج درست ہو تو اسے عمل میں لایا جائے ورنہ اس طریقہ علاج سے پرہیز کیا جائے۔

کالے یرقان یعنی ہیپاٹائٹس سی کا علاج آج کل جنگلی کبوتر سے کیا جاتا ہے،اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو اس مرض کا شکار ہو اس کی ناف پہ جنگلی کبوتر (نر) کے پیخانہ کی جگہ سٹاکر رکھی جائے،اس سے مریض کا وائرس ناف کے راستے کبوتر میں منتقل ہوکر کبوتر خود بخود مرجائے گا، کبوتر والا یہ عمل اس وقت تک جاری رکھنا ہے جب تک کبوتر ناف سے لگ کر مرتا رہے اور اگر مرنا بند ہوجائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب مریض کو افاقہ ہوگیا ہے،اس مریض کا ٹیسٹ کرایا جائے تو معلوم ہوجائے گا کہ کالے یرقان کی بیماری ختم ہوچکی ہے۔یہ عوامی خیال ہے۔

جواب اس بنیاد پر دیا جارہاہے کہ اگر یہ عوامی خیال درست ہو تو اس علاج کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟اس کے لئے ہمیں یہ جاننا ہوگا کہ اسلام نے ہمیں جانوروں کے ساتھ کیسا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور کیا علاج کی غرض سے جاندار کا قتل جائز ہوسکتا ہے؟

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ تمام کائنات کا خالق اکیلا اللہ ہے، وہی انسانوں کا بھی اور حیوانوں کا بھی خالق ہے۔ وہ اپنی تمام مخلوقات پر شفیق ومہربان ہے،فرمان الٰہی ہے: إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ (النحل:7)

ترجمہ: یقیناتمہارا رب بڑاہی شفیق اور نہایت مہربان ہے۔

جس طرح اللہ اپنی مخلوق پر مہربان ہے اسی طرح اپنے نبی محمد ﷺ کے ذریعہ بندوں کو بھی زمین پر رہنے والی تمام مخلوق کے ساتھ مہربانی کرنے کا حکم دیا ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: الراحمون يرحمهم الرحمن، ارحموا اهل الارض يرحمكم من في السماء(صحيح ابی داؤد:4941)

ترجمہ: رحم کرنے والوں پر رحمن رحم فرماتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، تو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

یہ حدیث ہمیں تعلیم دیتی ہے کہ زمین پر رہنے والی تمام مخلوق کے ساتھ پیار ومحبت اور حسن سلوک سے پیش آنا چاہئے اور کسی مخلوق کو بغیر کسی وجہ کے تکلیف دینے سے پرہیز کرنا چاہئے حتی کہ چیونٹی کا بھی قتل ممنوع ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جنگلی کبوتر سے کالے یرقان کا علاج کرنے میں کبوتر خود بخود مر جاتا ہے، اس کا گلا نہیں دبایا جاتا ہے۔ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ ایک آدمی کے علاج میں اسی اسی اور چالیس چالیس کبوتر مرتے ہیں۔

اگر یہ بات صحیح مان لی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ کبوتر کی موت تکلیف دہ صورت میں تڑپ تڑپ کر ہوتی ہوگی کیونکہ جب اسے تیز آلہ سے ذبح نہیں کیا گیا تو کبوتر کی جان نکلنے کی صورت یہی تکلیف دہ بنتی ہے۔ اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے ذرا اس حدیث پہ غور کریں جس میں حلال جانور کو ذبح کرنے میں تکلیف سے بچتے ہوئے آرام پہنچانے کا حکم دیا گیا ہے۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں:

إن الله كتب الإحسان على كل شيء، فإذا قتلتم فاحسنوا القتلة، وإذا ذبحتم فاحسنوا الذبح وليحد احدكم شفرته، فليرح ذبيحته(صحيح مسلم:1955)

ترجمہ: اللہ تعالی نے ہر چیز کے بارے میں احسان کا حکم دیا ہے، لہذا جب تم قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، نیز تم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ اپنی چھری تیز کر لے اور ذبح ہونے والے جانور کو آرام پہنچائے۔

اس حدیث میں سب سے پہلے احسان کا حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ تم جانور کو ذبح کرو تو وہاں بھی احسان کو مد نظر رکھو یعنی چھری تیز کرکے اس طرح جانور ذبح کرو کہ اسے تکلیف نہ ہو۔ ذرا اندازہ لگائیں کہ اسی اسی کبوتر کو ایک آدمی کے علاج کے لئے تڑپا تڑپا کر مارنا کسی بھی صورت جائز ہو سکتا ہے جبکہ اس بیماری کے لئے متعدد قسم کے علاج موجود ہیں؟۔

اسے ضرورت کے تحت قتل نہیں کہیں گے بلکہ یہ سراسر جانور کا ناحق قتل ہے۔ یہ قتل حدیث میں موجود اس جانور کے قتل کے مشابہ ہے جسے باندھ کر قتل کرنا کہا گیا ہے، یا نشانہ لگانے کے لئے قتل کہا گیا ہے، یا ٹارگٹ کرکے قتل کرنا کہا گیا ہے۔ آیئے ان احادیث کو ایک نظر دیکھتے ہیں۔

عن سعيد بن جبير ، قال: مر ابن عمر بنفر قد نصبوا دجاجة يترامونها، فلما راوا ابن عمر تفرقوا عنها، فقال ابن عمر : من فعل هذا؟ إن رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن من فعل هذا.(صحيح مسلم:1958)

ترجمہ: سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گزرے چند لوگوں پر جنہوں نے ایک مرغی کو نشانہ بنایا تھا اس پر تیر چلا رہے تھے، جب ان لوگوں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو وہاں سے الگ ہوگئے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ کام کس نے کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو لعنت کی ہے اس پر جو ایسا کام کرے۔

اسی طرح سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقتل شيء من الدواب صبرا(صحیح مسلم:1959)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جانور کو باندھ کر مارنے سے منع کیا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عذبت امراة في هرة، سجنتها حتى ماتت فدخلت فيها النار، لا هي اطعمتها وسقتها إذ حبستها، ولا هي تركتها تاكل من خشاش الارض(صحيح مسلم:2242)

ترجمہ: ایک عورت کو بلی کے مارنے کی وجہ سے عذاب ہوا، اس نے بلی کو پکڑ کر رکھا یہاں تک کہ وہ مرگئی پھر اسی بلی کی وجہ سے وہ جہنم میں گئی، اس نے بلی کو نہ کھانا دیا نہ پانی جب اس کو قید میں رکھا نہ اس کو چھوڑا کہ وہ زمین کے جانور کھاتی۔

یہ فرمان مزید واضح ہے کہ جس میں بھی جان ہے اسے ٹارگٹ اور ہدف بنانا جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

لا تَتَّخِذُوا شَيْئًا فِيهِ الرُّوحُ غَرَضًا(صحيح مسلم:1957)

ترجمہ: جس چیز میں بھی روح ہو اسے ٹارگٹ مت بناؤ۔

ان ساری احادیث سے معلوم ہوا کہ کالے یرقان کے علاج کے لئے کبوتر کی جان لینا صریح قتل ہے بلکہ اس عمل کے بارے میں قیامت کے دن پوچھ ہو سکتی ہے اور اس عورت کا حال بھی جان لئے جو بلی کے قتل کے سبب جہنم رسید ہوئی ۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما من إنسانٍ يَقْتُلُ عُصْفُورًا فما فَوْقَها بغيرِ حَقِّها ، إلَّا سَأَلَهُ اللهُ عَنْها يومَ القيامةِ قيل : يا رسولَ اللهِ ! وما حَقُّها ؟ قال : حَقُّها أنْ يذبحَها فيأكلَها ، ولا يَقْطَعَ رَأْسَها فيَرْمِيَ بِه(صحيح الترغيب:2266)

ترجمہ: جو شخص چڑیا یا اس سے بھی چھوٹے جانور کو ناحق قتل کرے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے اس کے بارے میں پوچھے گا۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! اس کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اسے ذبح کرکے کھائے۔ اس کا سر کاٹ کر نہ پھینک دے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے: لتؤدن الحقوق إلى اهلها يوم القيامة حتى يقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء(صحيح مسلم:2582)

ترجمہ: روز قیامت تم حقداروں کے حقوق ضرور ادا کروگے حتی کہ بغیر سینگ والی بکری سینگ والی بکری سے قصاص لے گی۔

ان ساری احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ کریں کہ جب ایک بیماری کے لئے متعدد علاج موجود ہیں بلکہ سستی اور فری علاج بھی دستیاب ہیں تو ایسی صورت میں ایک آدمی کے لئے کیا درجنوں کبوتر کی تکلیف دہ صورت میں جان لینا درست ہے؟ ویسے بھی یہ سائنسی طریقہ علاج نہیں ہے، اسے عوام نے ایجاد و مشہور کر رکھا ہے۔ ایک ہوشمند آدمی کو علاج کے لئے خصوصا خطرناک بیماری کے واسطے مستند ڈاکٹر اور مستند اسپتال سے رجوع کرنا چاہئے نہ کہ ایرے غیرے کا نسخہ اپنانا چاہئے۔ ساتھ ہی جن لوگوں نے بھی بے قصور پرندوں کا علاج کرنے کے واسطے جان لیا ہے اسے توبہ کرنا چاہئے اور آئندہ اس عمل سے بچنا چاہئے۔ اس سلسلے میں ایک آخری بات یہ ہے کہ اگر علم طب وسائنس کا ماہر اس

طریقہ کو مفید قرار دے اور کوئی کالے یرقان کا ایسا مریض ہو جس کی جان کا خطرہ ہو اور اس مرض کا کبوتری علاج کے ماسوا کوئی دوسرا علاج نہ ہو تب جان بچانے کی غرض سے اس طریقہ کو اپنانے میں حرج نہیں ہے جبکہ ہمیں معلوم ہے ہیپاٹائٹس سی کا بے ضرر علاج موجود ہے تو پھر کبوتر کا علاج کے واسطے جان لینا گناہ کا باعث ہے۔

BACK

بلا شبہ جھینگا مچھلی حلال ہے

جھینگا مچھلی کے متعلق عوام میں غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں، اس کی وجہ علماء کے درمیان مختلف قسم کے فتاوے ہیں، کسی نے جھینگا کو مچھلی کہا، کسی نے مچھلی نہیں مانا۔ کسی نے اس کا کھانا جائز کہا، کسی نے ناجائز کہا تو کسی نے مکروہ تحریمی کہا۔ یہ مختلف قسم کے فتاوے لوگوں کے لئے الجھن کا سبب بنے ہوئے ہیں، میں نے اس الجھن کو دور کرنے کی ایک چھوٹی کوشش کی ہے۔

اس مسئلہ کو سلجھانے کے لئے سب سے پہلے دریائی حیوانوں اور مچھلیوں کے متعلق شریعت کا حکم دیکھنا پڑے گا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی کا فرمان ہے:

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعاً لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُماً وَاتَّقُواْ اللّهَ الَّذِيَ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ [المائدة : 96]

ترجمہ: ترجمہ: تمہارے لئے دریا کا شکار پکڑنا اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے، تمہارے فائدے کے واسطے اور مسافروں کے واسطے اور خشکی کا شکار پکڑنا تمہارے لئے حرام کیا گیا جب تک تم حالت احرام میں رہو اور اللہ تعالی سے ڈرو جس کے پاس جمع کئے جاؤ گے۔

اس آیت میں محرم (جو حالت احرام میں ہو) کا حکم بتایا جا رہا ہے کہ وہ احرام میں صرف دریا کا شکار کر سکتا ہے ، جب تک احرام میں ہے وہ خشکی کا شکار نہیں کر سکتا۔

آیت کا لفظ "صید" عام ہے جو دریا کی مچھلیوں سمیت تمام قسم کے حیوانوں کو شامل ہے۔ اور "البحر" سے مراد ہر قسم کے پانی کا اسٹور خواہ تالاب ہو، ندی ہو، نالہ ہو، دریا ہو، سمندر ہو۔ اس آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ وہ حیوان خواہ جانور ہو یا مچھلی جو پانی میں ہی زندگی بسر کرتا ہو، پانی کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا وہ سب شکار میں داخل ہے اور اس کا کھانا ہمارے لئے حلال ہے۔

اسی طرح حدیث میں ہے جابر بن عبداللہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے سمندر کے پانی کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

هوَ الطَّهورُ ماؤُهُ الحلُّ ميتتُهُ(صحيح ابن ماجه:316)

ترجمہ: سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ حلال ہے۔

اس حدیث میں دو باتوں کا ذکر ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ سمندر کا پانی پاک ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ سمندر کا میتہ (مردار) حلال ہے۔ یہ میتہ کیا ہے؟ اس سے کیا مراد ہے اس کی وضاحت دوسری حدیث رسول ﷺ سے ہو جاتی ہے۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

أحلَّت لَكُم ميتتانِ ودَمانِ ، فأمَّا الميتَتانِ ، فالحوتُ والجرادُ ، وأمَّا الدَّمانِ ، فالكبِدُ والطِّحالُ(صحيح ابن ماجه:2695)

ترجمہ: تمہارے لئے دو مردار اور دو خون حلال قرار دیئے گئے ہیں۔ مردار سے مچھلی اور ٹڈی مراد ہیں جبکہ خون سے جگر اور تلی مراد ہیں۔

اب بات واضح ہو گئی کہ سمندر کی مری ہوئی مچھلی ہمارے لئے حلال ہے۔ اس حدیث سے ایک مسئلہ اور بھی واضح ہو گیا کہ جب مردار مچھلی جائز ہے تو زندہ مچھلی خواہ کسی قسم کی ہو بدرجہ اولی جائز ہے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی کہ سمندر میں پائی جانے والی ہر قسم کی مچھلی کا شکار کرنا اور اس کا کھانا ہمارے لئے جائز ہے۔

کیا جھینگا مچھلی نہیں ہے؟

اب ہم یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ حنفیہ نے شک کی وجہ سے جھینگا نہ کھانا احوط کہا اور اس کا کھانا مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ تلاش کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض حنفیہ کے یہاں جھینگا مچھلی میں شمار نہیں ہوتی، یہ ایک جانور ہے اور حنفیہ کے یہاں مچھلی کے علاوہ سمندر کا کچھ بھی حلال نہیں جیسا کہ البدائع، فتاوی ہندیہ اور در مختار میں لکھا ہے۔ حالانکہ ائمہ ثلاثہ کے یہاں جھینگا پہ کوئی کلام نہیں۔

جھینگا کو عربی میں جمبري، اِرْبِیان، رُوبِیان، قُرَیدِس، قَمرون اور بُرْغوث البحر وغیرہ۔ انگریزی میں Prawns اور Shrimp، اٹلی میں Gambero، رومی میں Cammarus, اسپانی

میں Camaron, ترکی میں Karides، فرنسی میں Crevettes کہتے ہیں۔اس کی تقریبا دو ہزار اقسام پائی جاتی ہیں۔

لغت کی کتاب، طب کی کتاب اور علم الحیوان کی کتاب دیکھنے سے علم ہوتا ہے کہ ان ساری جگہوں میں جھینگا کو مچھلی کی ہی قسم لکھا ہے۔قدیم وجدید کتب لغت وطب میں بھی جھینگا مچھلی کے طور پہ ملتی ہے۔ابن بیطار نے اسے اربیان وروبیان لکھا ہے۔صاحب بن عباد نے اس کا وصف بتلایا ہے کہ یہ ٹیڑھی انگلی کی طرح لال مچھلی ہے۔جوہری اور فیروز آبادی نے سفید کیڑے کی طرح بتلایا ہے۔دمیری نے چھوٹے قسم کا لال رنگ والا کہا ہے۔داؤد انطاکی نے بہت پیر والا لال رنگ کا کیکڑے کی طرح مگر اکثر گوشت والا کہا ہے۔ان ساری کتب میں مچھلی کی حیثیت سے اس کا وصف بتلایا ہے۔

تکملۃ المعاجم العربیۃ از مستشرق رینہارت آن دوزی (221/8) میں قریدس کا وصف مصر کے روبیان سے ذکر کیا ہے۔ محیط المحیط از پطرس بستانی (متوفی:1300ھ) صفحہ 725 پر قریدس کے متعلق لکھا ہے:

القریدس: سمکۃ صغیرۃ بقدر الجرادۃ أو أکبر قلیلا و تشبھھا. یعنی قریدس (جھینگا) ایک چھوٹی مچھلی ہے جو ٹڈی کے مثل یا اس سے تھوڑی بڑی اور اس کے مشابہ ہوتی ہے۔

معجم الالفاظ الزراعیۃ از مطفقی شہابی (مکتبہ لبنان) صفحہ 197 پر یہ عبارت ہے۔الاربیان: ضرب من السمک وھو القریدس فی الشام والجمبری فی مصر۔یعنی اربیان (جھینگا) ایک قسم کی مچھلی ہے، ملک شام میں اسے قریدس اور مصر میں جمبری کہتے ہیں۔

ابو بکر بن درید (متوفی:321ھ) نے جمھرۃ اللغۃ (1236/3) میں لکھا ہے: الاربیان: ضرب من الحیتان یعنی اربیان (جھینگا) مچھلی کی ایک قسم ہے۔زبیدی نے تاج العروس میں سفید کیڑے کی طرح مچھلی بتایا ہے۔

جوہری (متوفی:393ھ) نے الصحاح (2351/6) میں لکھا ہے: الاربیان بکسر الھمزہ، ضرب من السمک بیض کالدود (اربیان، ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ، ایک قسم کی مچھلی جو سفید کیڑا کی طرح ہے)

کمال کی بات ہے علامہ مجد فیروز آبادی (متوفی: 817ھ) جو کہ حنفی المسلک ہیں انہوں نے القاموس المحیط کے اندر لکھا ہے: الاربیان بالکسر: سمک۔ یعنی اربیان (جھینگا) مچھلی ہے۔

اس طرح بے شمار لغت کی کتابوں سے حوالہ دیا جاسکتا ہے۔ کتب لغت کے علاوہ مختلف علوم وفون کی کتابوں میں بھی اسے ایک مچھلی ہی مانا گیا ہے۔

ابوہلال عسکری (متوفی: 395ھ) نے "التلخیص فی معرفۃ اسماء الاشیاء میں اربیان (جھینگا) کو ایک چھوٹی مچھلی کہا ہے۔

ابوالعلاء معری (متوفی: 449ھ) نے "رسالۃ الملائکۃ" میں <وھو ضرب من السمک> کے ذریعہ اسے مچھلی قرار دیا ہے۔

یاقوت الحموی (متوفی: 626ھ) نے معجم البلدان میں بھی مچھلی کی قسم کہا ہے۔

مذکورہ بالا مختصر حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ قدیم وجدید لغت اور مختلف علوم کی کتاب میں جھینگا مچھلی ہی مانی جاتی ہے۔ ساتھ ہی یہ عرف عام میں بھی مچھلی سے ہی متعارف ہے۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جھینگا مچھلی مارکیٹ میں ملتی ہے نہ کہ گوشت کی دوکان پہ اور ہوٹلوں میں بھی مچھلی کی فہرست میں شامل ہے۔

حنفیہ کے یہاں سمندر کی ساری مچھلیاں حلال ہیں۔ امام سرخسی نے "المبسوط" میں لکھا ہے: جمیع انواک السمک حلال یعنی ہر قسم کی مچھلی حلال ہے۔ گویا حنفی فقہ کی روشنی میں بھی جھینگا حلال ہے۔ چنانچہ حنفی عالم ظفر احمد عثمانی تھانوی رحمہ اللہ نے اعلاء السنن جلد 17 صفحہ 199 پر لکھا ہے: وبالجملۃ فکل ماکان من جنس السمک لغۃ وعرفا فھو حلال بلا خلاف کالسقنقور والروبیان ونحوھما. (منجملہ جو لغت اور عرف میں مچھلی ہو وہ بغیر اختلاف کے حلال ہے جیسے کوتری, جھینگا اور ان جیسی۔)

لغت کی کتاب، کتب طب وحیوان، عرف عام میں جھینگا مچھلی ہے یہ ثابت ہو گیا، اسی طرح حنفی اہل لغت نے بھی اسے مچھلی لکھا ہے اور ساتھ ہی مشہور حنفی عالم نے بصراحت جھینگا حلال لکھا ہے۔ نیز قرآن وحدیث کی روشنی میں جھینگا حلال ہے وہ پہلے ہی ثابت کیا گیا ہے بلکہ یہاں تک قرآن سے ثابت ہے کہ مچھلی کے علاوہ پانی پہ منحصر سارے حیوان

حلال ہیں۔ ساتھ ہی کھانے پینے کی چیز میں اصل حلت ہی ہے سوائے اس کے جس کو نام لیکر حرام کہا گیا ہو۔ جھینگا ان حیوان میں سے نہیں جن کی ممانعت آئی ہے گویا قاعدے کی رو سے بھی اس کا حلال ہونا ثابت ہے۔

BACK

بھینس کی حلت اور اس کے مسائل

بھینس قرآن وحدیث کی روشنی میں حلال ہے۔

قرآن کی دلیل:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ (الأنعام :1)

ترجمہ: تمہارے لیے تمام ترچرنے والے جانور حلال ہیں, ماسوا ان جانوروں کے جو تمہیں بتادئے گئے ہیں.

دوسری جگہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: قُل لاَّ أَجِدُ فِي مَا أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلاَّ أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ.(الانعام:145)

ترجمہ: آپ فرمادیں کہ میری طرف جو وحی بھیجی گئی ہے اس میں تو میں کسی (بھی) کھانے والے پر (ایسی چیز کو) جسے وہ کھاتا ہو حرام نہیں پاتا سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا سؤر کا گوشت ہو کیونکہ یہ ناپاک ہے یا نافرمانی کا جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام بلند کیا گیا ہو۔ پھر جو شخص (بھوک کے باعث) سخت لاچار ہو جائے نہ تو نافرمانی کر رہا ہو اور نہ حد سے تجاوز کر رہا ہو تو بیشک آپ کا رب بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

قرآن کی پہلی آیت سے پتہ چلتا ہے کہ قاعدے کی روسے سارے جانور حلال ہیں سوائے ان کے جن کی حرمت کے بارے میں وحی کردی گئی۔ اور دوسری آیت میں وحی کے ذریعہ حرام کردہ جانور کی نشاندہی کردی گئی جن میں سے بھینس نہیں ہے۔اس لئے قرآن کی روسے بھینس حلال ہوئی۔

حدیث سے دلیل: قرآنی قاعدے کی طرح احادیث سے بھی اس قاعدے کی صراحت ملتی ہے کہ بری اور بحری سارے جانور حلال ہیں سوائے جن کی حرمت کا اعلان کردیا گیا۔ خشکی کے جانوروں میں کچلی دانت والے جانور کی ممانعت ہے۔اسی طرح وہ جانور بھی حرام ہے جس کے قتل کرنے یا نہ کرنے کا نبی ﷺ نے حکم دیا ہو یا جسکی حرمت خود نبی ﷺ نے واضح کردی ہو۔ مردار کھانے والا جانور بھی منع ہے۔ جانور کی ممانعت کے ان اصول کے تحت بھینس نہیں آتی جس کی بنیاد پر بھینس بھی حلال ٹھہری۔

اجماع سے دلیل:

الموسوعہ الفقیہ، الاجماع اور المغنی وغیرہ میں بھینس کی حلت پہ اجماع نقل کیا گیا ہے اور اجماع بھی شرعی دلیلوں میں سے ہے۔

حوالے کے لئے دیکھیں:(الموسوعۃ الفقھیۃ:5 / 134،الاجماع لابن المنذر:48،المغنی لابن قدامہ 327/9)

بھینس کا گوشت: جو جانور حلال ہے، اس کا گوشت کھانا حلال ہے۔

بھینس کا دودھ: حلال جانور کا دودھ پینا جائز ہے، جیسا کہ گائے کا دودھ۔

بھینس کا گوبر: ماکول اللحم جانور کا گوبر پاک ہے، اس کے متعدد دلائل ہیں ایک دلیل بکری کے رہنے کی جگہ نماز پڑھنے والی حدیث دوسری دلیل اونٹ کا پیشاب پینے والی حدیث۔

بھینس کا پیشاب: بکری اور اونٹ سے متعلق مذکورہ بالا دلائل سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ماکول اللحم جانور کا پیشاب پاک ہے۔ اس لئے ماکول اللحم جانور کا پیشاب بطور علاج اگر استعمال ہوتا ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ علاج کے لئے ماہر مسلم طبیب کی صراحت ہو۔ یہ بات اس لئے کہی جارہی کہ ہندوؤں میں گائے کا پیشاب عقیدت کے طور پہ پیا جاتا ہے اور اسی عقیدے کے تحت دوائیوں میں بھی پیشاب ملایا جارہا ہے۔

بھینس کی قربانی:

قربانی کے جانور کے متعلق اللہ تعالی کا فرمان ہے:

ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ ۖ مِّنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثَيَيْنِ ۖ نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ، وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۗ(الانعام:142-143)

ترجمہ: آٹھ اقسام، بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو، کہہ دیجئے کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ یا وہ جس پر دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟ مجھے کسی علم کے ساتھ بتاؤ، اگر تم سچے ہو۔ اور اونٹوں میں سے دو اور گائیوں میں سے دو۔

اللہ تعالی نے نام لیکر آٹھ قسم کے قربانی کے جانور کی تعیین کردی جبکہ کھائے جانے والے جانور بے شمار ہیں۔ آٹھ قسم: دو قسم بکری نرومادہ، دو قسم بھیڑ نرومادہ، دو قسم اونٹ نرومادہ اور دو قسم گائے نرومادہ۔ گویا ان آٹھ اقسام میں قربانی کے لئے نویں کسی جانور کو شامل نہیں کیا جائے گا۔ ان اقسام میں بھینس کا ذکر نہیں۔ کہا یہ جاتا ہے کہ عرب میں اس وقت بھینس نہیں معروف تھی اور یہ گائے کی جنس سے ہے۔ اس کا حکم وہی ہے جو گائے کا خواہ زکاۃ کے لئے ہو، قربانی کے لئے ہو یا گوشت کھانے اور دودھ پینے کے طور پر ہو۔ یہ بات صحیح ہے کہ بھینس عرب میں متعارف نہیں تھی مگر بھینس دنیا میں موجود تھی، اللہ اس کا خالق ہے وہ کوئی بات بھولتا نہیں۔ اگر چاہتا تو قربانی کے جانور کی فہرست میں اسے بھی ذکر کر سکتا تھا۔

خلاصہ کے طور پر میرا یہ کہنا ہے کہ بھینس حلال جانور ہے، اس کو قربانی کے تئیں وجہ نزاع نہ بنایا جائے، سیدھی سی بات ہے اگر ہمارے یہاں قرآن میں مذکور آٹھ اقسام میں سے کسی قسم کا جانور پایا جاتا ہے تو اس کی قربانی کریں جس میں کوئی شک نہیں اور نہ اختلاف ہے البتہ متعدد اہل علم نے بھینس کو گائے کی جنس سے مانا ہے اور اس بنیاد پہ اس کی قربانی کا جواز فراہم کیا ہے۔ عرب کے علماء بھی جواز کے قائل ہیں۔ لہذا کسی کا دل اس پہ مطمئن ہو تو اس پہ کسی قسم کا جبر نہیں کیا جائے۔

بھینس کا عقیقہ:

جس طرح اللہ تعالی نے قربانی کے متعلق جانور کی تفصیل ذکر کردی ویسے ہی نبی ﷺ سے عقیقہ کے متعلق جانور کی صراحت موجود ہے۔ عقیقہ کے لئے صحیح احادیث میں بکری، مینڈھا اور دنبہ کا ذکر ملتا ہے باوجودیکہ گائے اور اونٹ موجود تھے۔ عقیقہ (قربانی) عبادت ہے اور عبادت توقیفی ہوتی ہے، اس کے لئے نص چاہئے۔ لہذا عقیقہ کے جانور کے لئے جو نص ملتا ہے ہمیں انہیں جانور سے عقیقہ دینا چاہئے۔

بعض لوگوں نے بڑے جانور مثلاً گائے، بیل، اونٹ وغیرہ سے عقیقہ دینا جائز کہا ہے۔ اگر بڑے جانور میں عقیقہ کا جواز تسلیم کیا جاتا ہے تو ایک بہت بڑا احتمال کھڑا ہو جاتا ہے وہ یہ کہ اگر گائے کا عقیقہ مانتے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس میں ایک حصہ ہوگا یا قربانی کی طرح سات حصے ہوں گے؟۔

جواز کے قائلین میں سے بعض نے ایک حصہ کہااور بعض نے سات حصہ کہا۔چونکہ اس بات کی کوئی دلیل نہیں جن کو جو مناسب لگا حکم دے دیا۔اور یہ معلوم ہے قربانی وعقیقہ عبادت توقیفی ہے اس میں بغیر دلیل کے کچھ کہنا صحیح نہیں ہے ۔

لہذا منصوص جانور سے ہی عقیقہ کرے یہی احوط واولی ہے ۔ جن روایات میں اونٹ اور گائے کا عقیقہ مذکور ہے وہ ضعیف ہیں،ان سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔

ایک امر کی وضاحت:

بعض لوگ بڑے زوروشور سے یہ دعوی کرتے ہیں کہ بھینس کی حلت قرآن وحدیث میں موجود نہیں ، یہ قفہ سے حلال ہے۔ایسے لوگ یہ نہیں جانتے کہ ان کی اس بات کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟۔

فرمان باری تعالی ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَہُمْ وَ رُہْبَانَہُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوْٓا اِلٰہًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ سُبْحٰنَہٗ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔(توبہ:31)

ترجمہ:انہوں نے اپنے علماء،درویشوں کواور عیسیٰ ابن مریم کواللہ کے علاوہ معبود بنالیاہے حالانکہ انہیں حکم دیاگیا تھاکہ صرف ایک معبود کی عبادت کریں اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہ پاک ہے ان کے شرک سے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی توعدی بن حاتم رضی اللہ عنہ (جواسلام قبول کرنے سے قبل عیسائی تھے) بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سناتو عرض کیاکہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم نے ان کی کبھی بھی عبادت نہیں کی اورنہ ہم مولویوں اوردرویشوں کورب مانتے تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا:

أما إنَّهم لم يَكونوا يعبدونَهم ولَكنَّهم كانوا إذا أحلُّوا لَهم شيئًا استحلُّوهُ وإذا حرَّموا عليْهم شيئًا حرَّموه(صحيح الترمذي:3095)

ترجمہ: وہ اپنے علماء کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن جب ان کے علماء کسی چیز کو حلال کہہ دیتے تو وہ اسے حلال کرلیتے اور جب وہ کسی چیز کو حرام قرار دیتے تو وہ بھی اسے حرام تسلیم کرلیتے۔

اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ ہماری فقہ نے یا ہمارے امام نے بھینس حلال کیا اور اس عقیدے سے بھینس کا گوشت کھائے تو اس کا بھی وہی حکم لگے گا جو قرآن میں ہے۔

لہذا آج کے بعد اپنے ایمان وعقیدے کی اصلاح کرلیں اور ایک بات کی خاطر آخرت نہ برباد کریں۔

BACK

جماع کا طریقہ اور اس کے چند آداب و مسائل

دین اسلام انسانی زندگی کے تمام تقاضے بحسن وخوبی پورا کرتا ہے بلکہ زندگی کے تمام امور کے لئے پاکیزہ اصول اور فطری نظام پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالی حق بات کہنے سے نہیں شرماتا، اس نے ہمیں اپنے پیغمبر کے ذریعہ زندگی کی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات بتلادی۔ نکاح اور بیوی سے جماع شرمگاہ کی حفاظت کے ساتھ افزائش نسل کا سبب ہے پھر اللہ اتنی بڑی بات کیسے نہیں بتلاتا، یہ بھی ہمیں بتلادیا۔ آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں اس میں برائی فیشن اور بے حیائی عام سی بات ہوگئی ہے۔ اللہ نے ہمیں کفر وضلالت سے نجات دے کر ایمان وہدایت کی توفیق بخشی ہے، ہمیں ہمیشہ اپنا قدم بڑھانے سے پہلے سوچنا ہے کہ کہیں کوئی غلطی تو نہیں ہورہی ہے، ہر ہر قدم پھونک پھونک کر اٹھانا ہے۔

پیدائش کے بعد جب کوئی جوانی کی دہلیز پہ قدم رکھتا ہے تو اسے فطری سکون حاصل کرنے کے لئے شریک حیات کی ضرورت پیش آتی ہے، اسلام نے شریک حیات بنانے کے لئے نکاح کا پاکیزہ نظام پیش کیا ہے۔ نکاح سے انفرادی اور سماجی دونوں سطح پہ فساد وبگاڑ کا عنصر ختم ہوجاتا ہے اور گھر سے لیکر سماج تک ایک صالح معاشرہ کی تعمیر ہوتی ہے۔

نکاح کرکے دو اجنبی آپسی پیار ومحبت میں اس قدر ڈوب جاتے ہیں جہاں اجنبیت عنقا اور اپنائیت قدیم رشتہ نظر آتا ہے۔ میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس بن جاتے ہیں، پاکیزہ تعلق یعنی عقد نکاح کے بعد آپس کی ساری اجنبیت اور سارا پردہ اٹھ جاتا ہے گویا دونوں ایک جاں دو قالب ہوجاتے ہیں۔ یہ اللہ کا بندوں پر بڑا احسان ہے۔ میاں بیوی کے جنسی ملاپ کو عربی میں جماع اور اردو میں ہمبستری سے تعبیر کرتے ہیں۔ جس طرح اسلام نے نکاح کا پاکیزہ نظام دیا ہے اسی طرح جماع کے بھی صاف ستھرے رہنما اصول دئے ہیں، ان اصولوں کی جانکاری ہر مسلم مرد وخاتون پر ضروری ہے۔ سطور ذیل میں جماع کا طریقہ اور اس سے متعلق آداب ومسائل بیان کررہا ہوں۔

یہودیوں کا خیال تھا کہ بیوی کی اگلی شرمگاہ میں پیچھے سے جماع کرنے سے لڑکا بھینگا پیدا ہوگا، اللہ نے اس خیال کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ ۖ (البقرة:223)

ترجمہ: تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں، لہذا تم اپنی کھیتیوں میں جدھر سے چاہو آؤ۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ بیوی کی اگلی شرمگاہ میں جس طرح سے چاہیں جماع کر سکتے ہیں، شوہر کے لئے بیوی کی اگلی شرمگاہ ہی حلال ہے اور پچھلی شرمگاہ میں وطی کرنا حرام ہے چنانچہ اس بات کو اللہ نے اس آیت سے پہلے بیان کیا ہے۔

اللہ کا فرمان ہے:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ ۖ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ ۖ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ (البقرة:222)

ترجمہ: آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہہ دیجئے کہ وہ گندگی ہے حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ، ہاں جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے اللہ توبہ کرنے والوں کو اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

یہاں پر اللہ حکم دے رہا ہے کہ حیض کی حالت میں بیوی سے جماع نہ کرو اور جب حیض سے پاک ہو کر غسل کر لے تو اس کے ساتھ اس جگہ سے جماع کرو جس جگہ جماع کرنے کی اجازت دی ہے۔ حیض اگلی شرمگاہ سے آتا ہے، حیض کا خون آنے تک جماع ممنوع ہے اور جب حیض بند ہو جائے تو اسی جگہ جماع کرنا ہے جہاں سے خون آرہا تھا۔

"نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ" کی تفسیر صحیح احادیث سے بھی ملاحظہ فرمالیں تاکہ بات مزید واضح ہو جائے۔ راوی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی: (نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ) أي مُقبِلاتٍ ومُدبِراتٍ ومُستَلقِياتٍ يعني بذلِكَ مَوضعَ الولَدِ (صحيح أبي داود:2164)

ترجمہ: تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں لہذا تم جس طریقے سے چاہو ان سے جماع کرو یعنی خواہ آگے سے خواہ پیچھے سے خواہ لٹا کر یعنی اولاد والی جگہ سے۔

ایک دوسری روایت میں ابن عباس ہی سے مروی ہے۔ نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ أقبِلْ وأدبِرْ، واتَّقِ الدُّبرَ والحَيضةَ (صحيح الترمذي:2980)

ترجمہ: تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں لہذا تم جس طریقے سے چاہو ان سے جماع کرو خواہ بیوی سے آگے سے صحبت کرو چاہے پیچھے کی طرف سے کرو مگر پچھلی شرمگاہ سے بچو اور حیض کی حالت میں جماع کرنے سے بچو۔

آج کے پر فتن دور میں میاں بیوی کو اسلام کی یہ بات جاننی چاہئے اور اسے ہی عملی زندگی میں نافذ کرنا چاہئے، جو لوگ فحش ویڈیوز دیکھ کر غلط طریقے سے منی خارج کرتے ہیں اس کی زندگی سے حیا نکل جاتی ہے، لمحہ بہ لمحہ بے حیائی کی راہ چلنے لگتا ہے۔ یاد رکھیں، بیوی سے اسلامی طریقے سے جماع کرنا بھی باعث ثواب ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

وفي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، قالوا: يا رَسولَ اللهِ، أَيَأتي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكونُ له فِيهَا أَجْرٌ؟ قالَ: أَرَأَيْتُمْ لو وَضَعَهَا في حَرَامٍ أَكانَ عليه فِيهَا وِزْرٌ؟ فَكَذلكَ إذَا وَضَعَهَا في الحَلَالِ كانَ له أَجْرٌ.(صحيح مسلم:1006)

ترجمہ: اور (بیوی سے جماع کرتے ہوئے) تمہارے عضو میں صدقہ ہے۔ صحابہ کرام ﷺ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے کوئی اپنی خواہش پوری کرتا ہے تو کیا اس میں بھی اجر ملتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بتاؤ اگر وہ یہ (خواہش) حرام جگہ پوری کرتا تو کیا اسے اس گناہ ہوتا؟ اسی طرح جب وہ اسے حلال جگہ پوری کرتا ہے تو اس کے لئے اجر ہے۔

اب نیچے جماع کے چند آداب و مسائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

(1) بیوی سے جماع عفت و عصمت کی حفاظت، افزائش نسل اور حرام کام سے بچنے کی نیت سے ہو، ایسی صورت میں اللہ نہ صرف جماع پہ اجر دے گا بلکہ نیک اولاد سے بھی نوازے گا اور دنیاوی و اخروی برکتوں سے نوازے گا۔

(2) جماع شہوت رانی نہیں ہے بلکہ زوجین کے لئے سکون قلب اور راحت جاں ہے، اس لئے قبل از جماع شوہر بیوی سے خوش طبعی کی بات کرے اور جماع کے لئے ذہنی طور پر اور جسمانی طور پر راضی کرے۔

(3) جماع سے قبل یہ دعا پڑھنا مسنون ہے: بسْمِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وجَنِّبِ الشَّيْطَانَ ما رَزَقْتَنَا(صحيح البخاري:3271)

ترجمہ: اے اللہ! ہمیں شیطان سے علیحدہ رکھ اور تو جو اولاد ہمیں عنایت فرمائے اسے بھی شیطان سے دور رکھ۔" پھر اگر انھیں بچہ دیا گیا تو شیطان اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

(4) جماع کی جگہ آواز سننے والا اور دیکھنے والا کوئی نہ ہو یعنی ڈھکی چھپی جگہ ہو اور جماع کی حد تک شرمگاہ کھولنا کافی ہے تاہم ایک دوسرے کو دیکھنا اور مکمل برہنہ ہونا آپس میں جائز ہے، جس حدیث میں مذکور ہے کہ جماع کے وقت بیوی کی

شرمگاہ دیکھنے سے اندھے پن کی بیماری لاحق ہوتی ہے اسے شیخ البانی نے موضوع حدیث قرار دیا ہے۔ اور اسی طرح وہ ساری احادیث بھی ضعیف ہیں جن میں مذکور ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ نے کبھی ایک دوسرے کی شرمگاہ نہیں دیکھیں۔

(5) بحالت احرام اور بحالت روزہ جماع ممنوع ہے، باقی دن ورات کے کسی حصے میں جماع کر سکتے ہیں۔ حالت حیض اور حالت نفاس میں صرف جماع کرنا منع ہے مگر جماع کے علاوہ بیوی سے لذت اندوز ہونا جائز ہے۔ اگر کسی نے حیض کی حالت میں جماع کر لیا تو ایک دینار یا نصف دینا صدقہ کرنا ہوگا ساتھ ہی اللہ سے سچی توبہ کرے تاکہ آئندہ اللہ کا حکم توڑ کر معصیت کا ارتکاب نہ کرے۔ یہی حکم نفاس کی حالت میں جماع کا ہے البتہ صحیح قول کی روشنی میں مستحاضہ سے جماع کرنا جائز ہے۔

(6) دوران حمل بیوی سے جماع کرنا جائز ہے تاہم شوہر کو اس کنڈیشن میں ہمیشہ بیوی کی نفسیات، صحت اور آرام کا خیال رکھنا چاہئے۔ حمل کی مشقت بہت سخت ہے، قرآن نے اسے دکھ پر دکھ کہا ہے۔ اس لئے بسا اوقات ڈاکٹر اس دوران جماع کرنے سے شوہر کو منع کرتے ہیں لہذا اس سلسلے میں طبّی مشورے پر عمل کیا جائے خصوصا حمل کے آخری ایام کافی دشوار گزار ہوتے ہیں ان دنوں جماع کرنا پر خطر ثابت ہو سکتا ہے۔

(7) مطلقہ رجعیہ کی عدت میں جماع کرنا رجعت ہے کہ نہیں اس پہ اہل علم میں مختلف اقوال ہیں، ان میں قول مختار یہ ہے کہ اگر شوہر نے رجوع کی نیت سے جماع کیا ہے تو رجوع ثابت ہوگا اور اگر بغیر رجوع کی نیت سے جماع کر لیا تو اس سے رجوع نہیں ہوگا مثلا شہوت ابھر جانے سے عدت میں جماع کر لینا۔

(8) لوگ جماع کے دوران شہوت کی باتیں کرنے سے متعلق سوال کرتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، نہ ہی عیب کی بات ہے، ہاں فحش اور بے ہودہ باتیں جس طرح عام حالات میں ممنوع ہیں اسی طرح دوران جماع بھی ممنوع ہوں گی۔

(9) جماع سے قبل شہوت بھڑکانے کے لئے جنسی قوت والی ادویات کا استعمال جسم کے لئے نقصان دہ ہے لہذا اس چیز سے اجتناب کریں، ہاں کسی آدمی میں جنسی کمزوری ہو تو ماہر طبیب سے اس کا علاج کرائیں اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(10)بیوی کی اگلی شرمگاہ میں جماع کرنا حیض ونفاس سے پاکی کی حالت میں جائزہےاور جماع کرنے کے لئے بیوی سے بوس وکنار ہونا، خوش طبعی کرنا، جماع کے لئے تیار کرنے کے واسطے اعضائے بدن بشمول شرمگاہ چھونا یادیکھنا جائز وحلال ہے۔پھر اگلی شرمگاہ میں جماع کے لئے جو کیفیت وہیئت اختیار کی جائے تمام کیفیات جائز ہیں۔یادرہے جماع کی خواہش بیدار ہونے اوراس کا مطالبہ کرنے پر نہ شوہر بیوی سے انکار کرے اور نہ ہی بیوی شوہر سے انکار کرے۔

(11)شوہر کے لئے بیوی کی شرمگاہ چھونے اور دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اسے چومنا بے حیائی ہے۔اسی طرح بیوی کے لئے مرد کی شرمگاہ چھونے اور دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر اسے چومنا اور منہ میں داخل کرنا بے حیائی ہے ۔ان دو باتوں کا ایک جملے میں خلاصہ یہ ہے کہ عورت کی شرمگاہ چومنا اور منہ سے سیکس(اورل سیکس) کرنا سراپا بے حیائی ہے اور اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کے خلاف ہے۔

(12)میاں بیوی کا ایک دوسرے سے غیر فطری طریقے سے منی خارج کروانا بھی متعدد جسمانی نقصانات کے ساتھ بے حیالوگوں کا راستہ اختیار کرنا ہے، مومن ہر کام میں حیا کا پہلو مد نظر رکھتا ہے۔ عموما شوہر اپنی بیوی کو غیر فطری طریقہ مباشرت اپنانے اور بے حیائی کا اسلوب اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے ایسی عورت کے سامنے عہد رسول کی اس انصاری عورت کا واقعہ ہونا چاہئے جس کے قریشی یعنی مہاجر شوہر نے اس سے اپنے یہاں کے طریقہ سے مباشرت کرنا چاہا جو انصاری کے یہاں معروف نہ تھا تو اسکی بیوی نے اس بات سے انکار کیا اور کہا ہم صرف ایک ہی انداز سے جماع کے قائل ہیں لہذا وہی طریقہ اپناؤ یا مجھ سے دور رہو۔یہاں تک کہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئی اور اس وقت قرآن کی آیت (نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ) نازل ہوئی جس کی تفسیر اوپر گزرچکی ہے۔ واقعہ کی تفصیل دیکھیں: (صحيح أبي داود:2164)

(13)نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کی دبر میں آتا ہے،وہ ملعون ہے(صحیح ابی داؤد:2162)۔لہذا کوئی مسلمان لعنتی کام کرکے خود کو قہر الہی کا سزاوار نہ بنائے۔کسی سے ایسا گھناؤنا کام سرزد ہو گیا ہو تو وہ فورا رب کی طرف التفات کرے اور اللہ سے توبہ کرکے گناہ معاف کرالے۔جہاں تک لوگوں کا یہ خیال کرنا کہ بیوی کی پچھلی شرمگاہ میں جماع کرنے سے نکاح باطل ہوجاتا ہے سوایسی بات کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

(14)ایک ہی رات میں دوبارہ جماع کرنے سے پہلے اگر میسر ہو تو غسل کر لیا جائے، یا وضو کر لیا جائے۔ بغیر وضو کے بھی دوبارہ جماع کر سکتے ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ ایک غسل سے کئی ازواج سے مباشرت فرماتے تھے۔

(15)مرد کی شرمگاہ عورت کی شرمگاہ میں داخل ہونے سے عورت و مرد دونوں پر غسل واجب ہو جاتا ہے چاہے منی کا انزال ہو یا نہ ہو۔ حالت جنابت میں سویا جا سکتا ہے تاہم فجر سے پہلے یا جو وقت ہو اس نماز کے واسطے غسل کر لے تاکہ بلا تاخیر وقت پہ نماز پڑھ سکے۔ حالت جنابت میں قرآن کی تلاوت نہیں کر سکتے مگر ذکر و اذکار، دعا و سلام، کام کاج، بات چیت، کھانا پینا سب جائز ہیں حتی کہ سحری بھی کھا سکتے ہیں۔

(16)جب جماع کی حالت میں اذان ہونے لگے یا اقامت کی آواز سنائی دے تو اس عمل کو جاری رکھنے میں کوئی حرج نہیں تاہم اس سے جلد فراغت حاصل کر کے اور غسل کر کے نماز ادا کریں۔ یاد رہے اذان سننے کے بعد بھی قصداً بستر پر لیٹے رہنا حتی کہ اقامت ہونے لگے تب جماع کرنا ہماری کوتاہی اور نماز سے غفلت ہے۔ جہاں تک اذان کے جواب کا مسئلہ ہے تو یہ سب پر واجب نہیں بلکہ فرض کفایہ اور بڑے اجر و ثواب کا حامل ہے اس لئے میاں بیوی سے بات چیت یا بوس و کنار کے دوران جواب دینا چاہیں تو دینے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن جماع کے وقت اذان کا جواب دینے سے علماء نے منع کیا ہے، جب اس عمل سے فارغ ہو جائیں تو بقیہ کلمات کا جواب دے سکتے ہیں۔

(17)اولاد کے درمیان ضرورت کے تحت وقفہ کرنے کی نیت سے جماع کرتے ہوئے منی شرمگاہ کے باہر خارج کرنا جائز ہے، شوقیہ ایسا کرنے سے بہر صورت بچنا چاہئے کیونکہ نکاح کا اہم مقصد افزائش نسل ہے۔

(18)میاں بیوی کی خلوت اور جماع کی باتیں لوگوں میں بیان کرنا بے حیائی کی علامت ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس عمل سے امت کو منع فرمایا ہے۔ اس بات سے ان بے حیاؤں کو نصیحت لینا چاہئے جو جماع کی تصویر یا ویڈیو بناتے ہیں پھر اسے لوگوں میں پھیلاتے ہیں۔ نعوذ باللہ کتنے ملعون ہیں فحش ویڈیوز بنانے، پھیلانے اور دیکھنے والے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

كلُّ أمَّتي مُعافًى إلَّا المُجاهِرينَ ، وإنَّ منَ المُجاهرةِ أن يعمَلَ الرَّجلُ باللَّيلِ عملًا ، ثُمَّ يصبحَ وقد سترَه اللَّهُ ، فيقولَ : يا فلانُ ، عمِلتُ البارحةَ كذا وَكذا ، وقد باتَ يسترُه ربُّهُ ، ويصبِحُ يَكشِفُ سترَ اللَّهِ عنهُ(صحيح البخاري:6069)

ترجمہ: میری تمام امت و معاف کر دیا جائے گا مگر جو اعلانیہ گناہ کرتے ہیں۔ علانیہ گناہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص رات کے وقت گناہ کرتا ہے باوجود یکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ پر پردہ ڈالا ہوتا ہے لیکن صبح ہوتے ہی وہ کہنے لگتا ہے: اے فلاں! میں نے رات فلاں فلاں برا کام کیا تھا رات گزر گئی تھی اور اس کے رب نے اس کا گناہ چھپا رکھا تھا جب صبح ہوئی تو وہ خود پردے گئے اللہ کے پردے کھولنے لگا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اندر اسلامی غیرت و حمیت پیدا کر دے، حیا کی دولت سے مالا مال کر دے، بے حیائی سے کوسوں میل دور کر دے اور مرتے دم تک اسلام کی پاکیزہ تعلیمات پہ اخلاص کے ساتھ عمل کرتے رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین

BACK

شاتم رسول کے مختصر احکام ومسائل

نبی کریم ﷺ کی شان سب سے نرالی ہے، اللہ تعالی نے آپ کی عظمت وشان کا ذکر کرتے ہوئے قرآن میں ذکر فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الشرح : 4) ترجمہ: اور ہم نے آپ کا ذکر بلند کیا ہے۔

اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی ایسا لمحہ نہیں گذرتا جب نبی کریم ﷺ کا ذکر نہ ہوتا ہو، اذان میں، نماز میں، مساجد میں، مدارس میں، بیانات واجتماعات میں ہر جگہ آپ کا ذکر پاک ہوتا ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ اللہ نے آپ کو اتنا بلند مقام دیا کہ آپ سب سے افضل واشرف ہیں۔ آپ کی شان میں نازیبا کلمات کہنے والا، آپ کا استہزاء کرنے والا، آپ کی توہین کرنے والا، آپ کو گالی دینے والا، آپ پر طعن کرنے والا اور آپ کی شان میں گستاخی کرنے والا "شاتم رسول" کہلاتا ہے۔ شاتم رسول ہر طرح کی لعنت کا مستحق ہے۔ ایسے بدطینت پر اللہ کی لعنت، رسول اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام مسلمانوں کی لعنت کی ہو۔

نبی کریم ﷺ کے کئی حقوق ہم پر ہیں۔ ان میں سے آپ پر ایمان لانا، آپ کی فرمانبرداری کرنا، آپ سے محبت کرنا، آپ کی تعظیم وتوقیر کرنا اور آپ کو گزند پہنچنے والی تمام باتوں سے دور رہنا ہے۔ جو نبی ﷺ کی توہین کرتا ہے اور آپ کی شان میں نازیبا کلمات کہتا ہے اس کی گستاخی شریعت میں جرم عظیم ہے۔ ایسا شخص ملعون ہے وہ شان نبی ﷺ کی حد درجہ پامالی کرنے والا ہے۔ اس کے جرم عظیم کا صلہ لعنت کے ساتھ اسلام نے قتل ٹھہرایا ہے۔

اللہ کا فرمان ہے : مَّلْعُونِينَ ۖ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا (الاحزاب:61)

ترجمہ: ان پر پھٹکار (لعنت) برسائی گئی جہاں بھی مل جائیں، پکڑے جائیں اور خوب ٹکڑے ٹکڑے کر دئے جائیں۔

اس بات پر تمام علماء متفق ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا واجب القتل ہے۔ قرآن وحدیث کے متعدد دلائل سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ ایک دوسری جگہ اللہ کا فرمان ہے: إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا (الاحزاب:57)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لئے نہایت رسوا کن عذاب ہے۔

سورہ توبہ کی چودھویں آیت میں اس قسم کے لوگوں کے ساتھ قتال کا حکم دیا گیا ہے اور عملی طور پر اللہ کے رسول ﷺ نے اس قرآنی حکم کو برت کر دکھایا۔ شاتم رسول کعب بن اشرف اور ابو رافع کو آپ ﷺ نے قتل کا حکم دیا اور وہ قتل کئے گئے۔ اسلام میں عورت کی بڑی قدر ومنزلت ہے یہاں تک کہ جنگ جہاں سبھی کو قتل کیا جانا چاہئے اسلام نے وہاں عورتوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے لیکن شتم رسول ایسا مرحلہ ہے کہ عورت کو بھی نہیں بخشا جائے گا۔ آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والی عورتوں کو بھی قتل کیا گیا ہے۔ عمیر بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک بہن جو مشرکہ تھی اور نبی ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی تلوار سے وار کرکے قتل کردیا، اسی طرح ایک یہودی عورت جو نبی ﷺ کی شان میں نازیبا کلمات کہتی تھی کسی صحابی نے اس کا گلا دبا کر مار دیا۔ ایک نابینا آدمی کی ام ولد تھی جو نبی ﷺ کو گالیاں دیا تھی تو انہوں نے برچھے سے قتل کردیا۔ یہ سب واقعات بتلاتے ہیں کہ نبی کی شان میں گستاخی کرنے والا مرد یا گستاخی کرنے والی عورت بطور سزا قتل کئے جائیں گے۔

ان تمام سطور سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ گستاخ رسول (شاتم رسول) کی سزا واجبی طور پر قتل کرنا ہے۔ اگر ایک مسلمان نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا ہے تو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو کر قتل کا سزاوار ہو جاتا ہے بلکہ شاتم رسول کے قتل پہ پوری امت کا اجماع ہے۔ تفسیر القرطبی(8 / 82) میں ہے: "أجمع عامة أهل العلم على أنَّ مَن سبَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم عليه القتل" کہ تمام اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس نے نبی ﷺ کو گالی دی اسے قتل کیا جائے گا۔

شاتم رسول سے متعلق ایک اہم معاملہ اس کی توبہ یا معافی مانگنے کا ہے۔ اس سلسلے میں قدرے تفاصیل ہیں جنہیں میں نیچے درج کرتا ہوں۔

(1) اگر کوئی مسلمان نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرے تو ایسا شخص مرتد وکافر ہو جاتا ہے۔ یہ اگر توبہ کرکے اسلام کی طرف لوٹ بھی آئے پھر بھی اس کے قتل کی سزا معاف نہیں ہوگی۔ اہل علم کا قوی موقف یہی ہے۔

(2) اگر کوئی کافر حالت کفر میں نبی ﷺ کو گالی دیا تھا پھر اس نے اسلام قبول کر لیا تو ایسے شخص کو قتل نہیں کیا جائے گا

،اس کے اسلام لانے کی وجہ سے پہلے والے تمام جرائم معاف کردئے جاتے ہیں۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: الإسلامَ یهدِمُ ما كان قبْلَه(صحیح مسلم:121)

ترجمہ: اسلام ان تمام گناہوں کو ساقط کردیتا ہے جو اس سے پہلے کے تھے۔

(3)ایک وہ کافر ہے جس نے توہین رسالت کا ارتکاب کرکے اسلام تو قبول نہیں کیا مگر وہ مسلمانوں سے معافی مانگتا ہے اور اپنے کئے پر شرمندہ ہے تو معلوم رہے کہ ایسے شخص کو معافی نہیں ملے گی،اس کے معافی مانگنے سے قتل کی سزا نہیں بدلی جاسکتی،ہر حال میں اسے قتل کیا جائے گا۔

کچھ لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ نبی ﷺ نے تو بہت سے گستاخان رسول کو معاف کردیا تھا تو توبہ کرنے یا معافی طلب کرنے سے شاتم رسول کی سزا کیوں معاف نہیں ہوگی؟

علماء نے اس کا دو جواب دیا ہے۔

پہلا جواب یہ ہے کہ شروع اسلام میں شاتم رسول کی معافی تھی مگر بعد میں وہ حکم منسوخ کردیا گیا۔ایک دوسرا جواب یہ ہے کہ سب وشتم کا تعلق دو حقوق سے ہے۔ایک حق اللہ کا ہے جو اس کی رسالت،اس کی کتاب اور اس کے دین میں قدح سے متعلق ہے۔دوسرا حق رسول اللہ ﷺ کا آپ کی اہانت سے متعلق ہے۔اگر کوئی شاتم رسول سچے دل سے توبہ کرلے تو ہوسکتا ہے اللہ تعالی اپنا حق اس شاتم سے معاف کردے مگر رسول اللہ ﷺ کی اہانت کی کوئی معافی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ وفات پاگئے ہیں،آپ کی وفات کے بعد کسی کو معاف کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

آخر میں ایک اہم مسئلہ یہ بھی بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ کیا کوئی شخص انفرادی طور پر کسی شاتم رسول کو قتل کرسکتا ہے؟ یہ سوال اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ دنیا میں اکثر جگہ اسلامی نظام نہیں پایا جاتا جس کی وجہ سے شاتم رسول کو سزا دینے میں حکومت وقت آناکانی سے کام لیتی رہتی ہے یا یوں کہہ لیں کہ اکثر شاتم رسول کو سزا نہیں ملتی، جس کی وجہ سے ان گستاخوں کے مزید حوصلے بلند ہوتے ہیں اور ان کی دیکھا دیکھی اوروں کے اندر بھی گستاخی کی جسارت پیدا

ہو جاتی ہے۔ایسے میں بہت سے مسلمان جذبات میں آجاتے ہیں اور خود سے شاتم کو کیفر کردار تک پہنچانے کی ٹھان لیتے ہیں۔ نبی ﷺ کی شان میں گستاخی پر ہر مسلمان کا دل گستاخی کا بدلے لینے پر آمادہ ہو جاتا ہے، یہ حب نبی کا تقاضہ ہے مگر کیا ہمیں انفرادی طور پر کسی شاتم رسول کا سر تن سے جدا کرنے کا اختیار ہے ؟

اسلامی شریعت کی رو سے ہمیں یہ اختیار نہیں ہے کہ انفرادی طور پر کسی مجرم پر اسلامی حدود نافذ کریں کیونکہ حدود کا نافذ کرنا حاکم یا اس کے نائب کا کام ہے۔ فتاوی لجنہ دائمہ (7/21) میں تحریر ہے

: "ولا يقيم الحدود إلا الحاكم المسلم أو من يقوم مقام الحاكم ، ولا يجوز لأفراد المسلمين أن يقيموا الحدود لما يلزم على ذلك من الفوضى والفتنة "

ترجمہ: حدود کو صرف مسلمان حاکم یا اس حاکم کا قائم مقام ہی نافذ کرے گا اور مسلمانوں میں کسی کو انفرادی طور پر حدود نافذ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے انتشار و فتنہ برپا ہو سکتا ہے۔

اس موقع سے میں تمام مسلمانوں کو دو باتوں کی تاکید کرتا ہوں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ جب کہیں پر شتم رسول کا واقعہ پیش آئے تو ہمیں یقینا اس سے صدمہ پہنچے گا مگر مشتعل ہو کر آپ خود مجرم کو سزا دینے سے پرہیز کرنا ہے کیونکہ ایسا نہ قانونا مجاز ہے اور نہ ہی شرعا۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہر ملک میں مجرموں کو سزا دینے کے لئے عدالت ہوتی ہے، جہاں اسلامی نظام نہیں وہاں ہمیں عدالت کا سہارا لیکر شاتم رسول کو کڑی سے کڑی سزا دلانے کی مانگ کرنی ہے اور اگر ملک کے سارے مسلمان متحد ہو کر گستاخ کو سزا دلانے پر اڑ جائیں تو حکومت کو بھی مجبور ہونا پڑ جائے گا۔ شرط یہی ہے کہ ہمارے اندر اتحاد ہو۔ گستاخ رسول دنیا میں اگر دنیاوی سزا سے بچ بھی جائے تو اخروی انجام سے کوئی نہیں بچا سکتا، اللہ تعالی کا فرمان ہے

: إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا (الاحزاب:57)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لئے نہایت رسوا کن عذاب ہے۔

BACK

مردار جانور سے فائدہ اٹھانے کی شرعی حیثیت

مردار جانور کے پھینکے، دفن کرنے، اس کے مفید اجزاء سے فائدہ اٹھانے یا بیچنے کے سلسلے میں لوگوں میں تردد وشبہات پائے جاتے ہیں، اس مضمون میں ان نکات پہ روشنی ڈال کر لوگوں کے تردد وشبہات کا ازالہ کرنا مقصود ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ یہاں مردار سے صرف حلال وطیب جانور مثلا خرگوش، مرغی، بکری، گائے، بیل، بھینس، ہرن، بھیڑ، اونٹ، گھوڑا وغیرہ مراد ہیں۔

مردار کسے کہتے ہیں؟

اللہ کا فرمان ہے: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ [المائدة: 3] ترجمہ: تم پر مردار (مرا ہوا جانور) حرام ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالی ہر قسم کے مردار کی حرمت کو بیان کررہا ہے کہ جو جانور مر جائے اس کا کھانا حرام ہے۔ شیخ صالح فوزان کہتے ہیں کہ میتہ سے مراد وہ جانور ہے جو شرعی طور پر ذبح کرنے سے قبل مر گیا ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مردار ہر وہ جانور ہے جو خود سے مر جائے یا اسے غیر شرعی طریقے سے ذبح کرکے یا گلا دبا کر یا چوٹ کرکے مار دیا جائے حتی کہ حلال زندہ جانور کے جسم سے کاٹا گیا گوشت کا ٹکڑا بھی مردار کے حکم میں ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

ما قُطِعَ منَ البَهيمةِ وَهيَ حيَّةٌ فما قُطِعَ منها فَهوَ مَيتةٌ(صحيح ابن ماجه:2624)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زندہ جانور سے جو حصہ کاٹ لیا جائے تو کاٹا گیا حصہ مردار کے حکم میں ہے۔

اس طرح مردار کی کئی اقسام بنتی ہیں۔ جو از خود مر جائے، جسے اللہ کے نام پر ذبح نہ کیا جائے، جس پر عمدا بسم اللہ نہ پڑھا جائے، جسے ذبح تو کیا جائے مگر شرعی طور پر نہیں، جسے گلا دبا کر مارا جائے، جسے چوٹ پہنچا کر مارا جائے، جو حصہ زندہ جانور کے جسم سے کاٹ لیا جائے وغیرہ۔

بندوق سے مارا گیا جانور

بندوق سے مارے گئے حلال جانور سے متعلق چند پہلو ہیں۔

ایک پہلو تو یہ ہے کہ اگر بندوق کی گولی تیز دھار والی ہے، اس طرح کہ شکار کو کاٹ کر اندر جسم میں داخل ہو جائے تو بسم

اللہ پڑھ کر ایسے بندوق سے کئے گئے شکار کو کھایا جائے گا اگرچہ زخم لگنے سے مرجائے اور یہ زخم جسم کے کسی حصہ پر بھی لگا ہو۔اس کی دلیل تیر سے شکار کرنے والی حدیث ہے۔

ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگر گولی تیز دھار دار نہ ہو بلکہ اس سے شکار کو قوت سے چوٹ لگے اور مرجائے تو پھر وہ شکار حلال نہیں ہے،ہاں اگر شکار چوٹ لگنے سے نہیں مرے اور جلدی سے اسے اسلامی طریقہ سے ذبح کر لیا جائے تو پھر کھا سکتے ہیں۔

ایک تیسرا پہلو یہ بھی ہے کہ اگر تیز دھار والی کسی چیز سے شکار کرتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھا اور شکار مر گیا تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے کیونکہ اس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا ہے۔

مردار مچھلی اور ٹڈی حلال ہیں۔

نبی ﷺ ہمارے لئے دو مردار حلال قرار دئے،آپ ﷺ کا فرمان ہے:

أحلَّت لَكُم ميتتانِ ودَمانِ ، فأمَّا الميتَتانِ ، فالحوتُ والجرادُ ، وأمَّا الدَّمانِ ، فالكبِدُ والطِّحالُ(صحيح ابن ماجه:2695)

ترجمہ:تمہارے لئے دو مردار اور دو خون حلال قرار دیئے گئے ہیں۔مردار سے مچھلی اور ٹڈی مراد ہیں جبکہ خون سے جگر اور تلی مراد ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردار میں مچھلی اور ٹڈی حلال ہے بقیہ ہر قسم کا مردار حرام ہے سوائے مضطر کے کہ وہ اپنی جان بچانے کی غرض سے مردار کھا سکتا ہے۔

کیا مردار کو دفن کرنا سنت ہے؟

شریعت میں ایسا کوئی خاص نص نہیں ہے جس سے یہ کہا جائے کہ مردار کو دفن کرنا سنت ہے تاہم اس وقت آبادی کی کثرت ہے،لوگوں کی بود و باش کے قریب اسے پھینکنا تکلیف دینے کے مترادف ہوگا ایسی صورت میں دفن کر دینا انسانوں کو تکلیف سے بچانا ہوگا اور آبادی سے کہیں دور صحرا اور بیابانوں میں پھینک دیتے ہیں جہاں درندے اور جنگلی جانور اپنی خوراک بنالیں تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

مردار جانور غیر مسلم کو دینا یا بیچنا

یہ شق کافی اہم ہے کیونکہ عموما دیکھا جاتا ہے کہ پولٹری فارم والے مسلمان مری ہوئی مرغیاں غیر مسلموں سے بیچ کر مردار جانور سے پیسہ کماتے ہیں اور جب بڑا جانور مر جائے تب بھی ہم مسلمان اسے غیر مسلم میں ایسے طبقہ کو دے دیتے ہیں جس کے یہاں کھانے کا رواج ہے۔ شرعی طور پر ایسے عمل کی کیا حیثیت ہے مسلمان ہونے کے ناطے ہمیں جاننے کی ضرورت ہے ؟ مری ہوئی مرغی بیچنا جائز نہیں ہے اسے کہیں پھینک دیا جائے یا تعفن سے بچنے کے لئے زمین میں گاڑدی جائے مگر کسی غیر مسلم کے ہاتھوں نہ بیچی جائے۔

جب بکری یا بڑا جانور مر جاتا ہے تو کھانے کے لئے غیر مسلم کو دے دیا جاتا ہے یہ عمل بھی ہمارے لئے جائز نہیں ہے کیونکہ مردار کھانا اسلام میں جائز نہیں ہے وہ مردار دوسروں کو کھانے کے لئے دینا بھی جائز نہیں ہوگا البتہ کھانے کے علاوہ اس کے دوسرے اجزاء مثلا کھال کو کام میں لاتا ہے تو اس غرض سے دینے میں حرج نہیں ہے۔

مردار سے فائدہ اٹھانے کے متعلق اسلام کا ایک اہم قاعدہ

مردار سے متعلق ایک اہم بات اوپر گزرچکی کہ اس کا کھانا ہمارے لئے حرام ہے، دوسری بات مردار جانور سے فائدہ اٹھانے کے متعلق اسلام کے ایک اہم قاعدہ سے متعلق ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

إنَّ اللهَ إذا حرَّمَ على قومٍ أكْلَ شيءٍ حرَّمَ عليهم ثَمَنَهُ(صحيح الجامع:5107)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالی جب کسی قوم پر کوئی چیز کھانا حرام کرتا ہے تو اس کی قیمت کی اس پر حرام کر دیتا ہے۔

یہ فرمان رسول ایک قاعدہ کی حیثیت رکھتا ہے کہ جو جانور ہمارے لئے حرام ہے اس کو کوئی حصہ / جزء بیچنا جائز نہیں ہے ۔مردار جانور سے آج کل بہت سارے کام لئے جارہے ہیں، ان کاموں میں یہ قاعدہ پیش نظر رہے کہ کمانے کی غرض سے مردار سے کسی طرح کا فائدہ اٹھانا حرام ہے۔

مردار سے فائدہ اٹھانے کی شرعی حدود

ہمیں مردار سے متعلق اسلام کا ایک اہم قاعدہ معلوم ہوگیا کہ مردار کی بیع وشراء نہیں کر سکتے ہیں، اس کی قیمت ہمارے لئے حرام ہے لیکن اسلام ہمیں مردار سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دیتا ہے۔ اجازت کس قسم کی ہے اور مردار سے کس جہت سے فائدہ اٹھا سکتے اسے نیچے بیان کیا جاتا ہے۔

(1)مردار کی کھال:

پہلے یہ جان لیں حرام جانور(کتا، خنزیر وغیرہ) کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوگی، یہی موقف زیادہ قوی ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے : إذا دُبِغَ الإهابُ فقد طَهُرَ.(صحيح مسلم:366)

ترجمہ: جو کھال دباغت دیدی جائے وہ پاک ہو جاتی ہے۔

اھاب سے مراد حلال جانور کی کھال ہے اور دباغت نمک وغیرہ لگا کر اس کی رطوبت ختم کر کے چمڑے کو پاک کرنے کا طریقہ ہے۔ جو جانور حلال ہو اور اسے ذبح کیا جائے تو اس کا چمڑہ یونہی پاک ہے مگر وہ حلال جانور جو ذبح سے پہلے مر جائے تو اس کی کھال کو دباغت دینے سے پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا:

أن رسولَ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- وجَدَ شاةً ميتةً ، أُعطِيَتْها مولاةٌ لميمونةَ مِن الصدقةِ . فقال رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم هلَّا انتفعتم بجلدِها ؟ قالوا : إنها مَيْتَةٌ . فقال : إنما حُرِّمَ أكلُها.(صحيح مسلم:1492)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ رضی اللہ عنہما کی باندی کو جو بکری صدقہ میں کسی نے دی تھی وہ مری ہوئی دیکھی۔اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اس کے چمڑے کو کیوں نہیں کام میں لائے۔لوگوں نے کہا کہ یہ تو مردہ ہے۔آپ نے فرمایا کہ حرام تو صرف اس کا کھانا ہے۔

ایک حدیث میں مردار کے چمڑے سے فائدہ اٹھانے سے منع کیا گیا ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

أن لا تنتفِعوا منَ الميتةِ بإهابٍ ولا عَصبٍ(صحيح الترمذي:1729)

ترجمہ: تم لوگ مردہ جانوروں کے چمڑے اور پٹھوں سے فائدے نہ حاصل کرو۔

بظاہر دونوں احادیث میں تعارض لگ رہا ہے مگر حقیقت میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دباغت سے پہلے چمڑے سے فائدہ نہ اٹھاؤ اور جب دباغت دیدی جائے تو فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

(2)مردار جانور کی ہڈی سے فائدہ اٹھانا:

مردار کی ہڈی سے دو طرح سے آج کل فائدہ اٹھایا جارہا ہے۔ایک قسم جیلاٹین سے متعلق ہے جس پہ آگے بحث آرہی ہے اور دوسری قسم مصنوعات سے متعلق ہے۔ مردار کی ہڈی پاک ہے یا نجس اس سلسلے میں علماء کے درمیان اختلاف

ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ حلال میتہ کی ہڈی پاک ہے۔اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے پاک والی رائے کو درست قرار دیا اس پہ تفصیل مجموع فتاوی کی اکیسویں جلد میں دیکھی جاسکتی ہے۔اگر ہم میتہ کی ہڈی کو پاک مانتے ہیں تو اس سے تیار شدہ مصنوعات (اشیاء غیر خوردنی) یعنی برتن وغیرہ کا استعمال جائز ہے۔

(3) بال اور اون سے استفادہ

مردار جانور کے بال اور اون سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانا ممکن ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں بھی طاہر کے حکم میں ہیں۔

(4) طبّی تجربہ کے لئے چیر پھاڑ

طبّی جانچ اور تجربہ کی غرض سے مردار کی چیر پھاڑ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔اوپر حدیث گزری ہے کہ مردار بکری سے اس کی کھال اتار کر فائدہ اٹھا سکتے ہیں تو میڈیکل غرض سے مردار کی چیر پھاڑ میں کوئی حرج نہیں ہے۔اس میں نہ جانور کو تکلیف ہے اور نہ ہی بے حرمتی کہلائے گی۔انسانی لاش کا حکم علاحدہ ہے۔

مردار سے فائدہ اٹھانے کے حرام پہلو

(1) مردار کی بیع وشراء: اوپر قاعدہ بیان کیا جاچکا ہے کہ جو جانور حرام ہے اس کی تجارت حرام ہے،اس کے کسی جزء کو بیچ کر قیمت وصول کرنا حرام ہے لہذا کسی بھی پہلو سے مردار کی تجارت جائز نہیں ہے۔

(2) مردار کا گوشت: مردار کا گوشت کھانا جیسے مسلمان کے لئے حرام ہے اسی طرح کسی غیر مسلم کو کھانے کے لئے مردار دینا حرام کام پہ تعاون ہے اور اللہ تعالی نے حرام کاموں پہ تعاون کرنے سے منع کیا ہے۔

(3) مردار کی چربی: مردار کی چربی کھانا اس کے گوشت کی طرح حرام ہے لیکن کیا اس کی چربی کا استعمال صابون، شیمپو وغیرہ میں کر سکتے کہ نہیں؟

مردار کی چربی سے متعلق نص وارد ہے، آپ ﷺ سے صحابہ نے پوچھا:

يا رسولَ اللهِ ، أرأيتَ شُحومَ المَيتةِ ، فإنها يُطلى بها السفُنُ ، ويُدهَنُ بها الجُلودُ ، ويَستَصبِحُ بها الناسُ ؟ فقال :لا ، هو حرامٌ . ثم قال رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم عِندَ ذلك :قاتَل اللهُ اليهودَ إنَّ اللهَ لما حرَّم شُحومَها جمَلوه ، ثم باعوه ، فأكَلوا ثمنَه.(صحيح البخاري:2236, صحيح

(مسلم:1581)

ترجمہ: عرض کیا گیا، اللہ کے رسول ﷺ ! مردار کی چربی کا کیا حکم ہے؟لوگ اسے کشتیوں پر ملتے ہیں، کھالوں پر لگاتے ہیں اور اپنے گھروں میں اس سے چراغ بھی جلا لیتے ہیں۔آپ نے فرمایا: نہیں، یہ بھی حرام ہے۔ پھر اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود کو تباہ و برباد کرے! جب اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی کو حرام کیا تو انھوں نے اسے پگھلا کر فروخت کیا اور قیمت کھائی۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سرے سے چربی سے فائدہ اٹھانے کو حرام کہا یا بیچ کر اس سے فائدہ اٹھانے کو حرام کہا؟ شراح حدیث میں اس بابت اختلاف پایا جاتا ہے۔بیچ کر فائدہ اٹھانے والی بات زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے اس قول کو شیخ ابن عثیمین نے بھی اختیار کیا ہے۔(الشرح الممتع(136/8)

اس بنیاد پر یہ کہا جائے گا کہ ماکول اللحم مردار کی چربی سے بنی مصنوعات (اشیائے غیر خوردنی) استعمال کی جاسکتی ہیں مگر کھائی جانے والی اشیاء میں مردار کی چربی استعمال کی گئی ہو تو وہ ہمارے لئے حرام ہیں۔

(4) مردار کی جیلاٹین کا شرعی حکم

جیلاٹن ایک پروٹین کا نام ہے جو گائے، گدھا، گھوڑا، کتا، سانپ، مچھلی، بکرا، بھیڑ، سور(خنزیر) اور مردار جانوروں کی کھال، ہڈی اور ریشوں سے تیار کیا جاتا ہے۔سبزیوں سے بھی جیلاٹین تیار کیا جاتا ہے لیکن عموما جیلاٹین میں جانور کی ہڈی کا استعمال ہوتا ہے جو ایک مخصوص مراحل طے کر کے عمل میں لایا جاتا ہے۔

اسلامی ضابطہ کی رو سے ہمارے لئے صرف وہی جیلاٹین حلال ہے جس میں حلال جانور کی ہڈی یا کھال استعمال کی گئی ہو اس شرط کے ساتھ کہ حلال جانور کو اسلامی طریقے سے ذبح بھی کیا گیا ہو۔اگر ہمیں معلوم ہو کہ گائے، بھیڑ، بکرا، گھوڑا حلال طریقے سے ذبح کیا گیا ہو تو ان کی اشیاء سے بنی جیلاٹین کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔اسی طرح مچھلی اور سبزیوں سے بنی جیلاٹین ہمارے لئے حلال ہے۔

اس کے ماسوا حرام جانور سور، کتا، گدھا، سانپ یا مردار جانور سے بنی جیلاٹین کا استعمال جائز نہیں ہے حتی کہ حلال جانور بھی اگر اسلامی طرز پر ذبح نہ کیا گیا ہو تو اس کی جیلاٹین کا استعمال بھی جائز نہیں۔اسی طرح جس سامان میں جیلاٹین کی ملاوٹ ہو اور جیلاٹین کا ماخذ معلوم نہ ہو تو اس سے بھی بچنا ہے کیونکہ یہ مشکوک ہو گیا۔

(5)مردار کی ہڈی سے بنے برتن یااس کی کھال سے بنے پرس وجیکیٹ اور جوتے وغیرہ: یہاں ہمیں جاننے کی ضرورت ہے کہ یہ اشیاء حلال جانور کی ہیں یا حرام کی؟اگر حرام مردار کی مصنوعات ہیں تو سرے کوئی سامان استعمال کرنا جائز نہیں ہے صرف ماکول اللحم مردار کی ہڈی سے بنے برتن یااس کی کھال سے بنے پرس، جیکٹ اور جوتے وغیرہ استعمال کر سکتے ہیں۔

(6)مردار کے اجزاء سے علاج

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلال چیزوں سے علاج کرنے کا حکم دیا ہے اور مردار ہمارے لئے حرام ہے اس وجہ سے مردار کے کسی عضو سے دوا تیار کرنا جائز نہیں ہے۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے :إنَّ اللهَ تعالى خلق الدَّاءَ و الدَّواءَ ، فتداووْا ، و لا تتداووْا بحَرامٍ(صحيح الجامع:1762)

ترجمہ: یقیناًاللہ تعالی نے بیماری اوراس کا علاج پیدا کیا ہے، لہذا تم اپنا علاج کراؤاور حرام چیزوں سے اپنا علاج مت کراؤ۔

اللہ تعالی ہمیں پاکیزہ زندگی عطا فرمائے، حلال وحرام میں تمیز کرنے، حلال ذرائع استعمال کرنے اور حرام طریقوں پر چلنے سے بچائے۔آمین

نوٹ: یہ مضمون ہر دلعزیز سلفی نوجوان عالم محترم کاشف شکیل صاحب کے حکم پر تحریر فرمایا ہوں انہوں نے سوال کیا کہ ہمارے علاقہ میں جب کوئی ماکول اللحم جانور مر جاتا ہے تو بجائے تدفین کرنے کے کسی مردہ خور غیر مسلم کو کھانے کے لئے دے دیتے ہیں، اس کا شرعی حکم کیا ہے تحریری طور پر جواب دیں اور شاید یہ بہت سارے مسلمانوں کا سوال ہو ان کو بھی جواب مل جائے گا۔

BACK

قیلولہ اور اس کے فوائد

قیلولہ کے بڑے فائدے ہیں، دن میں بھی سکون ملتا ہے، رات کی نیند بھی اچھی ہوتی ہے اور اگلے دن بھی آدمی کام کاج کے لئے نشیط ہوتا ہے۔

پہلے دیکھتے ہیں کہ قیلولہ کسے کہتے ہیں؟

فیومی نے کہا: نصف النہار کے وقت سونا(المصباح المنیر)

صنعانی نے ذکر کیا: نصف النہار کے وقت راحت حاصل کرنا، گرچہ نیند سے نہ سویا جائے۔(سبل السلام)

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قیلولہ کا وقت کیا ہے؟

اس سلسلے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ کسی نے زوال سے پہلے اور کسی نے زوال کے بعد لکھا ہے مگر احادیث پہ غور وخوض سے پتہ چلتا ہے کہ قیلولہ ظہر کی نماز کے بعد ہے کیونکہ نصف النہار یعنی دن کے نصف ہونے کی ابتداء ظہر کی نماز سے ہوتی ہے تو قیلولہ ظہر کی نماز کے بعد ہی ہوگا۔اور یہ یقینی ہے کہ ظہر سے پہلے دن کا نصف نہیں ہوتا گویا جب تک سورج نصف آسمان میں نہ آجائے قیلولہ کا وقت نہیں ہوتا۔

قیلولہ کا حکم:

قیلولہ کرنا سنت ہے اور متعدد صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ ظہر کی نماز کے بعد قیلولہ کرتے تھے اور صحابہ کرام بھی قیلولہ کیا کرتے تھے۔

قیلولہ سے متعلق احادیث دیکھیں:

(1)عن حمید قال: سمعت انسا يقول:"كنا نبكر إلى الجمعة ثم نقيل".(صحيح البخارى : 940)

ترجمہ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ، فرماتے تھے کہ ہم جمعہ سویرے پڑھتے، اس کے بعد دوپہر کی نیند لیتے، قیلولہ کرتے تھے۔

(2) عن سھل قال:"كنا نصلي مع النبي صلى الله عليه وسلم الجمعة ثم تكون القائلة".(صحيح البخارى :941)

ترجمہ: سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے بتلایا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھتے، پھر دوپہر کی نیند لیا کرتے، قیلولہ کیا کرتے تھے۔

(3) حدثنا عبد الله بن مسلمة قال: حدثنا ابن ابي حازم عن ابيه عن سهل بهذا وقال:"ما كنا نقيل ولا نتغدى إلا بعد الجمعة".(صحيح البخارى : 939)

ترجمہ: سہل بن سعد نے یہی بیان کیا اور فرمایا کہ دوپہر کا قیلولہ اور دوپہر کا کھانا جمعہ کی نماز کے بعد رکھتے تھے۔

(4) عن سھل بن سعد رضي اللہ عنہ قال: ما كنا نقيل ولا نتغذى إلا بعد الجمعة في عهد النبي صلى الله عليه وسلم.(صحيح مسلم)

ترجمہ: سہل بن سعد نے بیان کیا اور فرمایا نبی ﷺ کے عہد میں ہم لوگ جمعہ کی نماز کے بعد ہی کھانا کھاتے تھے اور قیلولہ کرتے تھے۔

(5) قال رسول اللہ صلي اللہ علیہ وسلم:قيلوا،فإن الشياطين لا تقيل (السلسلة الصحيحة للألباني:1647)

ترجمہ: قیلولہ کیا کرو کیونکہ شیاطین قیلولہ نہیں کرتے۔

(6) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسْتَعِينُوا بِطَعَامِ السَّحَرِ عَلَى صِيَامِ النَّهَارِ، وَبِالْقَيْلُولَةِ عَلَى قِيَامِ

اللَّيْلِ(ابن ماجه)

ترجمہ: دوپہر کو تھوڑی دیر آرام کرکے قیام اللیل میں سہولت حاصل کرو،اور سحری کھاکر دن میں روزے کے لیے حاصل کرو۔

روایت کا حکم : یہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں زمعہ بن صالح ضعیف راوی ہے۔دیکھیے ضعیف سنن ابن ماجہ للالبانی۔

مذکورہ بالاروایت کافی ہیں اس بات کو جاننے کے لئے کہ قیلولہ کرناسنت ہے۔اب قیلولہ کے طبّی فوائد دیکھتے ہیں۔

(1)قیلولہ کرنے والے افراد میں دل کی بیماریوں سے ہلاک ہونے کاخطرہ کم ہوتاہے۔

(2)قیلولہ کرنے سے لوگ نشیط ہوجاتے ہیں اوران کے ذہنی دباؤمیں کمی واقع ہوتی ہے۔

(3)قیلولے کے نتیجے میں بلڈپریشر میں کمی،خون کے نظام میں بہتری کے ساتھ فالج اورہارٹ اٹیک کے خطرے میں بھی کمی واقع ہونے پہ تجربہ کیاگیاہے۔

(4)ذہنی دباؤکے مریضوں میں دوپہر کے وقت سونے سے ذہنی دباؤمیں کمی دیکھی گئی۔

(5)رات کوبہترین نیند نصیب ہوتی ہے، صبح سویرے جاگنے اوراگلے دن کام چستی سے کام کرنے پہ کافی مدد ملتی ہے۔

(6)بچوں کے لئے قیلولہ مزید فائدہ مند ہے، مثلاان کی ذہنی قوت کا بڑھاؤ،پڑھائی میں لگن، تعلیم و یادداشت میں استحکام وغیرہ

اس لئے کہاجاتاہے کہ

"دن کو کھانے کے بعد سونا چاہیئے اگر کانٹوں پر ہی کیوں نہ سونا پڑے اور رات کے کھانے کے بعد لازماً چہل قدمی کرنی چاہیئے خواہ دہکتے کوئلوں پر ہی کیوں نہ چلنا پڑے"۔

BACK

داڑھی کاٹنے سے متعلق عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کا عمل

لوگوں میں داڑھی سے متعلق ایک مٹھی سے زیادہ کٹوانے والا عمل عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف کا باعث بنا ہوا ہے، کئی لوگوں نے اس سے متعلق پوچھا۔ اس لئے درج ذیل سطور میں مختصرا اس کی وضاحت کی جاتی ہے۔

(1)عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل : وكان ابنُ عمرَ : إذا حجَّ أو اعتمر قبض على لحيتِه ، فما فضل أخذَه(صحيح البخاري: 5892)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب حج کرتے یا عمرہ کرتے تو مٹھی سے زائد داڑھی کاٹ لیتے تھے۔

(2)ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا عمل: عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، قَالَ: كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقْبِضُ عَلَى لِحْيَتِهِ، ثُمَّ يَأْخُذُ مَا فَضَلَ عَنِ الْقُبْضَةِ(المصنف:13/ 112)

☆اس کی سند صحیح ہے۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ایک روایت اس طرح مروی ہے:

أنَّ النَّبيَّ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ كانَ يأخذُ من لحيتِهِ من عرضِها وطولِها(الترمذی)

ترجمہ: نبی ﷺ اپنی داڑھی کے طول وعرض سے کاٹ لیا کرتے تھے۔

☆اسے البانیؒ نے موضوع قرار دیا ہے۔(ضعيف الترمذي:2762)

اس لئے اس حدیث سے حجت ہی نہیں پکڑ سکتے ہیں۔

گویا صحیح احادیث کی روشنی میں دو جلیل القدر صحابی کا عمل ملتا ہے کہ وہ اپنی داڑھی کو مٹھی سے زائد کاٹ لیتے تھے۔

اسلام میں اس عمل کی حیثیت جاننے کے لئے سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ داڑھی کے متعلق آپ ﷺ کا عمل کیا تھا؟۔ ان ہی دو صحابہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہما سے بلند پایہ کتب حدیث صحیحین میں مروی ہے کہ نبی ﷺ نے داڑھی بڑھانے اور اپنے حال پہ جوں کا توں چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے۔

(1)سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خالفوا المشركين : وفروا اللحى ، وأحفوا الشواربَ .(صحيح البخاري:5892)

ترجمہ: مشرکوں کی مخالفت کرو، یعنی داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کاٹو۔

(2)سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

خالِفوا المُشركين . أحفوا الشَّواربَ وأوفوا اللِّحَى(صحيح مسلم:259)

ترجمہ: مشرکین کی مخالفت کرو، مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

(3)سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

انهكوا الشواربَ ، وأعفوا اللحى(صحيح البخاري:5893)

ترجمہ: مونچھوں کو ختم کرو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔

(4)سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

عنِ النبيِّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ ؛ أنه أمر بإحفاءِ الشواربِ وإعفاءِ اللحيةِ .(صحيح مسلم:259)

ترجمہ: کہ نبی ﷺ نے مونچھیں کاٹنے اور داڑھیاں بڑھانے کا حکم دیا۔

(5)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جُزُّوا الشَّواربَ وأرخوا اللِّحَى . خالِفوا المجوسَ(صحيح مسلم:260)

ترجمہ: مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں لٹکاؤ، مجوسیوں کی مخالفت کرو۔

ان احادیث کے علاوہ بے شمار روایات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی داڑھی مبارک بڑھاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی داڑھی گھنی تھی اور کسی بھی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ آپ نے داڑھی کٹائی ہو چنانچہ مشکوہ میں آپ کی داڑھی کی کیفیت کے متعلق الفاظ ہیں "ضخمُ الرأسِ واللحيةِ" (تخریج مشکاۃ المصابیح للالبانی: 5727) یعنی آپ کا سر اور آپ کی داڑھی دونوں بڑی تھیں۔ مسلم شریف کے الفاظ ہیں "وكان كثيرَ شعرِ اللحيةِ (صحیح مسلم:2344) یعنی آپ کی داڑھی بہت گھنی تھی۔ حاکم نے ان الفاظ سے بیان کیا ہے "وفي لحيته كثاثة" (مستدرک حاکم 543/3) یعنی آپ کی ڈارھی میں کثافت گھنا پن تھا۔ مذکورہ بالا تمام نصوص سے یہ واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا عمل داڑھی کو چھوڑنا اور مونچھوں کو کترنا تھا۔

داڑھی سے متعلق احادیث میں یہ کلمہ سب وارد ہیں۔ واعفوا-اوفوا-ارخوا-ارجوا-وفروا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں۔

ومعناه كلها :تركها علي حالها هذا هو الظاهر من الحديث الذي تقتضيه الفاظه۔(151/3)

ترجمہ :ان تمام الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ داڑھی کو اپنی حالت پر چھوڑ دو حدیث کے ظاہری الفاظ کا تقاضہ یہی ہے۔

اس لئے ایک مسلم کو نبی ﷺ کی زندگی کو اپنا نمونہ مانتے ہوئے آپ کی اقتداء میں داڑھی اپنے حال پہ چھوڑ دینا چاہئے ۔

یہاں ہمیں جاننا یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کا عمل داڑھی نہ کٹانا تھا تو پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق عمل کا کیا جواب ہے؟

صحابی رسول ﷺ کے عمل کے متعلق مندرجہ ذیل چند جوابات دیے جاتے ہیں۔

پہلا جواب: اللہ تعالی نے ہمیں قرآن وحدیث میں وحی (جو اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے) اسی کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

اتَّبِعُواْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلاَ تَتَّبِعُواْ مِن دُونِهِ أَوْلِيَاء قَلِيلاً مَّا تَذَكَّرُونَ (الاعراف: 3)

ترجمہ: جو تمھاری طرف تمھارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اسکی اتباع کرو اور اسکے علاوہ دیگر اولیاء کی اتباع نہ کرو، تم لوگ بہت ہی کم نصیحت پکڑتے ہو۔

اس معنی کی بہت ساری آیات واحادیث ہیں جو ہمیں یہ بتلاتی ہیں کہ ہمیں وحی کی پیروی کرنی ہے اور کسی صحابی کا عمل وحی الہی نہیں ہے۔

دوسرا جواب: قرآن نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اگر تمہارے درمیان اختلاف ہو جائے تو اختلاف کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔

اللہ کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً(النساء: 59)

ترجمہ: اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ، اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام میں جب بھی اختلاف ہو جاتا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹ جاتے تھے۔ اس کی بے شمار دلیلیں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب نبی ﷺ کی وفات کے متعلق صحابہ کرام میں اختلاف ہو گیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس موقع سے منبر رسول ﷺ پہ قرآن کی آیت تلاوت کی۔

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ (الزمر : 30)

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلاَّ رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ (آل عمران : 144)

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ (الأنبياء : 34)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی نبی کی وفات کے قائل نہ تھے لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مذکورہ بالا آیات سنی اور اپنی بات سے رجوع کر لئے اور کہنے لگے یہ آیات میرے ذہن میں تھیں ہی نہیں، لگتا ہے یہ ابھی ابھی نازل ہوئی ہیں۔

اس لئے ہمیں بھی داڑھی سے متعلق اس اختلاف کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹانا چاہئے، اس طرح آپ ﷺ کا عمل ہی ہمارے لئے قابل اتباع نظر آتا ہے۔

تیسرا جواب: محدثین اور علمائے کرام نے یہاں اصول حدیث کا قاعدہ ذکر کر کے ایک جواب دیا ہے۔

چنانچہ ترمذی کے شارح عبدالرحمٰن مبارکپوری بھی لکھتے ہیں:

وأما قول من قال : إنه إذا زاد على القبضة يؤخذ الزائد ، واستدل بآثار ابن عمر وعمر وأبي هريرة رضي الله عنهم فهو ضعيف ; لأن أحاديث الإعفاء المرفوعة الصحيحة تنفي هذه الآثار.

فهذه الآثار لا تصلح للاستدلال بها مع وجود هذه الأحاديث المرفوعة الصحيحة ، فأسلم الأقوال هو قول من قال بظاهر أحاديث الإعفاء وكره أن يؤخذ شيء من طول اللحية وعرضها ، والله تعالى أعلم . (تحفة الأحوذي: 39/8)

ترجمہ: رہاان لوگوں کا قول جو قبضہ سے زائد کو کاٹنے کہتے ہیں تو وہ ابن عمر، عمر اور ابو ھریرہ (رضی اللہ عنہم) کے آثار سے استدلال کرتے ہیں۔ تو یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ مرفوع اور صحیح احادیث جو کہ داڑھی کو معاف کرنے پر دلالت کرتی ہیں ان موقوف آثار کی نفی کرتی ہیں۔

چنانچہ ان آثار کو مرفوع اور صحیح احادیث کے ہوتے ہوئے حجت بنانا صحیح نہیں۔ پس سب سے درست قول اسی کا ہے جس نے ظاہر حدیث کو دیکھ کر داڑھی بڑھانے (معاف کرنے) کو کہا اور طول و عرض سے کچھ بھی کاٹنا مکروہ جانا۔ واللہ تعالی اعلم

گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ صریح صحیح احادیث کے ہوتے ہوئے آثار سے دلیل نہیں پکڑی جائے گی۔

چوتھا جواب: اوپر دونوں صحابی کا عمل بھی پیش کیا گیا اور ان دونوں صحابہ سے یہ بھی مروی ہے کہ نبی ﷺ داڑھی نہیں کاٹتے تھے۔ اس لئے ان صحابہ سے وہ روایت قبول کی جائے گی جو نبی ﷺ کی داڑھی کے متعلق ہے اور نبی کے عمل کو راوی کے ذاتی عمل پہ ترجیح دی جائے گی۔ اس سے متعلق شیخ ابن بازؒ نے بڑی اچھی بات کہی ہے جو قابل ذکر ہے۔

آپ رحمہ اللہ کہتے ہیں: جس نے ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے فعل سے دلیل پکڑی ہے کہ وہ حج میں مٹھی سے زیادہ داڑھی کاٹ دیا کرتے تھے، تو اس میں اس کے لیے کوئی حجت اور دلیل نہیں، کیونکہ یہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کا اجتہاد تھا، جبکہ دلیل اور حجت تو انکی روایت میں ہے نہ کہ اجتہاد میں.

علمائے کرام نے صراحت سے بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام اور ان کے بعد میں سے راوی کی روایت جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو وہ ہی حجت ہے، اور جب رائے اس کی مخالف ہو تو روایت رائے پر مقدم ہو گی (فتاوی و مقالات شیخ ابن باز 8 / 370)

آخری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جن علماء نے داڑھی کاٹنے کے جواز کا فتوی دیا ہے انکی اکثریت بھی ترک لحیہ کو ہی افضل قرار دیا ہے۔ بنابریں صحیح اور درست موقف یہی ہے کہ داڑھی کو اپنے حال پہ چھوڑ دینا ہے، اس کی تراش خراش

نہیں کرنی ہے جو کہ اللہ کے محبوب ﷺ کا عمل ہے اور متعدد صحابہ کرام بشمول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ منقول ہے ۔

BACK

وصیت کے مختصر احکام

وصیت کیا ہے؟:

میت کا وہ حکم یا کام جسے اس کی وفات کے بعد کیا جاتا ہے اسے وصیت کہتے ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے: كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ (البقرة: 180)

ترجمہ: تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت کا وقت آجائے تو اگر وہ کچھ مال چھوڑ جانے والا ہو تو ماں باپ اور رشتہ داروں کے لئے دستور کے مطابق وصیت کر جائے، اللہ سے ڈرنے والوں پر یہ ایک حق ہے۔

وصیت اور ہبہ میں فرق:

وصیت کا تعلق موت سے ہے اور ہبہ کا تعلق زندگی سے اس لئے وصیت کا نفاذ وفات کے بعد ہوتا ہے اور ہبہ کا زندگی میں ہی، اور ہبہ برابر برابر تقسیم کیا جاتا ہے جبکہ وصیت مختلف ہو سکتی ہے۔

وصیت کی حکمت:

آدمی زندگی بھر محنت کرتا ہے اور پسینہ بہا بہا کر مال جمع کرتا ہے اور جب مر جاتا ہے تو اس کے ورثاء اس مال سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اس لئے آدمی کو چاہئے کہ وفات سے پہلے ورثاء کو اپنے مال میں سے بھلائی کے کاموں میں صرف کرنے کی وصیت کر جائے۔ یہ اللہ کا بندوں پر انعام سے کم نہیں کہ اس کی وصیت کے نفاذ سے وفات کے بعد بھی ثواب ملے گا۔ اسی طرح کوئی محتاج رشتہ دار ہو جو ترکہ میں حصہ دار نہیں ہو سکتا اسے کچھ نہ کچھ وصیت کر جائے۔

وصیت کا حکم:

وصیت کا حکم احکام شرعیہ کی طرح پانچ احوال پر منحصر ہے۔ اگر آدمی کے ذمہ بندوں کے حقوق ہیں مثلاً قرض، امانت، ہڑپا ہوا مال، چوری کی ہوئی چیز، زکوۃ و کفارہ وغیرہ تو ان حقوق کی وصیت کرنا واجب ہے۔ اعزاء واقرباء (وارث کے علاوہ) کے لئے وصیت کرنا مستحب ہے مثلاً کسی مسکین رشتہ دار یا نیکی کے کاموں کی وصیت کرنا۔ اللہ کی معصیت میں

وصیت کرنا حرام ہے جیسے کوئی بیٹے کوڈاکو بننے کی وصیت کرے یااپنے مال سے اپنی قبرپہ مزار تعمیر کرنے کا حکم دے۔ وارث محتاج ہوتو فقیر کے لئے مال کی وصیت کرنا مکروہ ہے۔ مالدار آدمی، مالدار رشتہ دار یا اجنبی کے لئے وصیت کرے مباح کے درجے میں ہے۔

وصیت کب کرے:

آدمی اگر کہیں دور دراز کا سفر کرے مثلا سفر حج وعمرہ یا بغیر سفر کے اگراس کے پاس لوگوں کی امانتیں اور حقوق ہوں تو واجبی طور پر وصیت لکھ لے اور کسی امانت دار کے پاس جمع کردے تاکہ لوگوں کے حقوق ضائع نہ ہوں۔ موت کی کسی کو خبر نہیں۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ما حقُّ امرِئٍ مسلمٍ ، له شيءٌ يُوصي فيه ، يَبِيتُ ليلتين إلا ووصيتُه مكتوبةٌ عندَه.(صحيح البخاري:2738)

ترجمہ: کسی مسلمان کے لئے جن کے پاس وصیت کے قابل کوئی بھی مال ہو درست نہیں کہ دورات بھی وصیت کو لکھ کر اپنے پاس محفوظ رکھے بغیر گزارے۔

لیکن اگر کسی کا کوئی حق نہ ہو تو اس صورت میں وصیت کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ مستحب ہے اور اگر اللہ نے مال سے نوازا ہے تو بہتر ہے کہ نیکی اور بھلائی کے کاموں کی وصیت کرجائے تاکہ وفات کے بعد اس کا ثواب ملے۔ یاد رہے وصیت ثلث مال سے زیادہ کی نہیں کرسکتا۔

وصیت لکھنے کا طریقہ:

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے وصیت لکھنے کا طریقہ اس طرح لکھا ہے کہ میں فلاں وصیت کرنے والا وصیت کرتا ہوں اس بات کی گواہی دیتے ہوئے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ یکتا اور تنہا اور اس کا کوئی شریک نہیں، محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور عیسی علیہ السلام اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جسے مریم علیہ السلام کی طرف ڈال دیا تھا اور اس کے پاس کی روح ہیں۔ جنت حق ہے، جہنم حق ہے، قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ جو قبروں میں ہے اللہ اسے دوبارہ زندہ کرے گا۔ میں سارے اہل وعیال کو اللہ سے ڈرنے، آپس میں صلح صفائی کرنے، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے، ایک دوسرے کو حق کی اور اس پر صبر

کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ میں ان سب کو ابراہیم علیہ السلام کی طرح وصیت کرتا ہوں جس طرح انہوں نے اپنے بیٹے اور یعقوب کو وصیت کی۔

يَا بَنِيَّ إِنَّ اللّهَ اصْطَفَى لَكُمُ الدِّينَ فَلاَ تَمُوتُنَّ إَلاَّ وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ(البقرة: 132)

ترجمہ: ہمارے بچو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اس دین کو پسند فرمالیا، خبردار! تم مسلمان ہی مرنا۔

پھر تہائی مال یا اس سے کم کی جو چاہے وصیت کرے یا مال معین کی وصیت کرے مگر ثلث مال سے زائد نہ ہو۔ اور پھر مصارف شرعیہ یعنی جہاں خرچ کرنا ہے اسے بیان کرے اور اس کام پر کسی وکیل کا بھی اس میں ذکر کرے۔ (مجلۃ البحوث الإسلامیۃ: 111/33)

اور اس پر دو عادل گواہ بھی بنالے۔ اللہ کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ (المائدة:106)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے آپس میں دو شخص کا گواہ ہونا مناسب ہے جبکہ تم میں سے کسی کو موت آنے لگے اور وصیت کرنے کا وقت ہو، وہ دو شخص ایسے ہوں کہ دیندار ہوں خواہ تم میں سے ہوں یا غیر لوگوں میں سے۔

وصیت لکھ کر کسی امانتدار کے پاس جمع کر دے جو اس کی صحیح سے حفاظت کر سکے۔

وصیت کے شروط:

وصیت کی تین شرطیں ہیں۔

پہلی شرط: جس مال میں وصیت کی جارہی ہے وہ حلال ہو ورنہ وصیت صحیح نہیں ہوگی۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: إنَّ اللهَ طيِّبٌ لا يقبلُ إلا طيِّبًا(صحيح مسلم:1015)

ترجمہ: بے شک اللہ پاک ہے اور پاک چیزوں کو ہی قبول کرتا ہے۔

دوسری شرط: وصیت تہائی مال یا اس سے کم ہو، اس سے زائد کی وصیت صحیح نہیں الا یہ کہ ورثاء کی اجازت ہو۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: عن ابنِ عباسٍ . قال : لو أنَّ الناسَ غضُّوا من الثلثِ إلى الربُعِ ، فإنَّ رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ قال :الثلثُ . والثلثُ كثيرٌ ۔(صحيح مسلم:1629)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کاش لوگ تہائی سے کم کرکے چوتھائی کی وصیت کریں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تہائی (تک کی وصیت کرو)، اور تہائی بھی زیادہ ہے۔

تیسری شرط: وصیت وارث کے علاوہ کسی دوسرے فرد کے لئے ہو کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: إنَّ اللَّهَ قد أعطى كلَّ ذي حقٍّ حقَّهُ ألا لا وصيَّةَ لوارِثٍ(صحيح ابن ماجه:2211)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق دے دیا ہے، لہٰذا وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں۔

وصیت کی اقسام:

وصیت دو چیزوں سے متعلق ہوتی ہے، ایک مال سے متعلق اور دوسری اعمال سے متعلق۔

مال سے متعلق ایک وصیت تو یہ ہے کہ آدمی کے اوپر لوگوں کے حقوق ہوں اس کی وصیت کرے مثلاً قرض، امانت وغیرہ۔ مال سے متعلق دوسری وصیت عام ہے وہ کسی غیر وارث کو دینے کے لئے تہائی مال یا اس سے کم کی وصیت کرنا ہے مثلاً بیٹے کی موجودگی میں بھائی کو کچھ مال کی وصیت کرنا۔

اعمال سے متعلق ایک وصیت مال کے ساتھ معلق ہے یعنی وصیت کرنے والا اپنی وفات کے بعد اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے کی وصیت کر جائے مثلاً مسجد بنانے، یتیم خانہ تعمیر کرنے، جہاد میں پیسہ لگانے، غیر متعین مسکین و فقراء میں متعین مال تقسیم کرنے کی وصیت کرنا۔ اعمال سے متعلق ایک دوسری وصیت بغیر مال کے ہے، وہ اس طرح کہ وصیت کرنے والا اپنی اولاد، اعزاء واقرباء کو نماز کی وصیت، تقوی کی وصیت، شرک سے بچنے کی وصیت اور دیگر اعمال صالحہ کی وصیت کرے اور یہ عظیم وصیت ہے۔

سب سے عظیم وصیت:

سب سے عظیم وصیت اللہ کی عبادت کی وصیت کرنا، اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے سے ڈرانا، آپس میں صلح وصفائی سے زندگی گزارنا، نماز کی پابندی کرتے رہنا، زکوۃ ادا کرنا، مسکینوں کی دیکھ ریکھ کرنا، سنت کے مطابق زندگی گزارنا، بدعات وخرافات سے بچنا، ایمان اور صراط مستقیم پر گامزن رہنا، حق اور صبر کی تلقین کرنا وغیرہ۔ یہ ایسے اعمال ہیں جن کی وصیت کرنے سے وصیت کرنے والے کو ہمیشہ ثواب ملتا رہے گا اور اس کے بعد لوگ نیکی وبھلائی کی راہ پر چلتے رہیں گے، دنیا بھی اچھی رہے اور آخرت میں بھی بھلا ہوگا۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللَّهَ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ غَنِيًّا حَمِيدًا[النساء:131].

ترجمہ: واقعی ہم نے ان لوگوں کو جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے اور تم کو بھی یہی حکم کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر تم کفر کرو تو یاد رکھو کہ اللہ کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بہت بے نیاز اور تعریف کیا گیا ہے۔

اور اللہ کا فرمان ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ (الاحقاف : 15)

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی ماں نے اسے تکلیف جھیل کر پیٹ میں رکھا اور تکلیف برداشت کر کے اسے جنا۔

یہاں اللہ کی وصیت بندوں کو حکم دینا ہے۔ اور قرآن میں عیسی علیہ السلام کا کلام ہے جب وہ ماں کی گود میں ہی تھے تو تکلم کئے تھے۔

وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا (مریم:31)

ترجمہ: اور اس نے مجھے بر برکت کیا جہاں بھی میں ہوں، اور اس نے مجھے نماز اور زکوۃ کا حکم دیا ہے جب تک بھی میں زندہ رہوں۔

اسی طرح لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (لقمان:13)

ترجمہ: اور جب کہ لقمان نے وعظ کرتے ہوئے اپنے لڑکے سے فرمایا کہ میرے پیارے بچے! اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا بے شک شرک بھاری ظلم ہے۔

ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی وصیت کا قرآن میں اس طور پر ذکر ہے:

وَوَصَّى بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَابَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ، أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَإِلَهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ [البقرة:132- 133].

ترجمہ: اس کی وصیت ابراہیم اور یعقوب نے اپنی اولاد کو کی، کہ ہمارے بچو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اس دین کو پسند فرمالیا، خبردار! تم مسلمان ہی مرنا۔ کیا (حضرت) یعقوب کے انتقال کے وقت تم موجود تھے؟ جب انہوں نے اپنی اولاد کو کہا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے؟ توسب نے جواب دیا کہ آپ کے معبود کی اور آپ کے آباؤاجداد ابراہیم (علیہ السلام) اور اسماعیل (علیہ السلام) اور اسحاق علیہ السلام کے معبود کی جو معبود ایک ہی ہے اور ہم اُسی کے فرمانبردار رہیں گے۔

نبی ﷺ نے بھی اپنی امت کے لئے بہت ساری نصیحتیں اور بہت ساری وصیتیں چھوڑی ہیں، آپ نے زندگی کے آخری لمحات میں قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے منع کیا ہے اور بار بار منع کیا، غرغرہ کی حالت میں بار بار نماز کی وصیت کی ،اے کاش! امت مسلمہ نبی ﷺ کی آخری وصیت کا نفاذ کرتی۔ آپ ﷺ کی اہم وصیت میں سے یہ ہے کہ آپ نے امت کو کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت کی۔ بخاری و مسلم میں طلحہ بن مصرف بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا:

هل كان النبيُّ صلى الله عليه وسلم أَوْصى ؟ فقال : لا . فقلتُ : كيف كَتَبَ على الناسِ الوصيةَ ، أو أُمِروا بالوصيةِ ؟ قال : أَوْصى بكتابِ اللهِ .(صحيح البخاري:2740)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وصیت کی تھی؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ اس پر میں نے پوچھا کہ پھر وصیت کس طرح لوگوں پر فرض ہوئی؟ یا (راوی نے اس طرح بیان کیا) کہ لوگوں کو وصیت کا حکم کیوں کر دیا گیا؟ انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت کی تھی۔

آج مسلمانوں کی اکثریت شرک وبدعت میں مبتلا ہے، اگر لوگ قبروں پہ مزار بنانے اور اس پر میلہ ٹھیلہ بنانے سے باز آجائیں اور عمل کرنے کے لئے کتاب اللہ کو دستور بنالیں تو پھر کبھی کوئی مسلمان ہرگز ہرگز گمراہ نہیں ہوسکتا جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر تم کتاب اللہ اور میری سنت کو پکڑ لو تو کبھی گمراہ نہیں ہوسکتے۔

وصیت میں تبدیلی یا منسوخی:

کسی وجہ سے وصیت کرنے والا وصیت بدلنا چاہے یا اسے منسوخ کرنا چاہے تو اس کے اختیار میں ہے کہ وہ وصیت میں اپنی مرضی سے ردوبدل کرسکے یا اسے منسوخ کرسکے تاہم اس میں عدل کارفرما ہو۔

وصیت کا نفاذ:

اگر وصیت کی شرطیں پائی جاتی ہیں اور اس میں کوئی شرعی مخالفت نہیں تو میت کی وفات کے بعد اس کے ورثاء پر وصیت کا نفاذ واجب ہے جو اس میں کوتاہی کرے یا وصیت کو بدلے یا چھپائے تو وہ بڑا گنہگار ہے۔ اللہ کا فرمان ہے : فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (البقرة:181)

ترجمہ: پھر جو شخص اسے (وصیت کو) سننے کے بعد بدل دے تو اس کا گناہ بدلنے والے پر ہی ہوگا، واقعی اللہ تعالی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اس آیت کے بعد اللہ تعالی فرماتا ہے : فَمَنْ خَافَ مِن مُّوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (البقرة: 182)

ترجمہ: ہاں جو شخص وصیت کرنے والے کی جانبداری یا گناہ کی وصیت سے ڈرے پس وہ ان میں آپس میں اصلاح کرادے تو اس پر گناہ نہیں، اللہ تعالی بخشنے والا مہربان ہے۔

BACK

پھلوں اور اناج میں زکوۃ کے مسائل

اللہ رب العزت نے انسانوں کی تخلیق کرکے ان کی ضروریات کی تکمیل کے سارے اسباب مہیا فرمادئے۔ کھانے پینے کے واسطے مختلف قسم کی غذائیں، انواع واقسام کے اناج، طرح طرح کے میوے، ہری ہری سبزیاں اور حلال جانوروں کے لذیذ گوشت میسر کردئے۔ انسان اللہ کی ان مختلف غذاوں سے جی بھر کر لطف اندوز ہوتا ہے اور اپنے خالق کی اس عظیم نعمت وصنعت پر شکر بجالاتا ہے۔ جو اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتا ہے یا ان کے بدلے شکر گزاری سے انحراف کرتا ہے وہ اپنے خالق ومالک کا ناشکرہ ہے۔

سورہ الرحمن میں اللہ نے متعدد نعمتوں کا ذکر کیا ہے، ان میں زمین سے پیدا ہونے والے غلوں اور پھلوں کا بھی ذکر ہے۔ان نعمتوں کا تذکرہ کرکے کہا کہ تم کون کون سی نعمتوں کا انکار کروگے۔ فرمان باری تعالی ہے:

فِيهَا فَاكِهَةٌ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (الرحمن :11-13)

ترجمہ: جس میں میوے ہیں اور خوشے والے کھجور کے درخت ہیں اور بھس والا اناج ہے اور خوشبودار پھول ہیں پس (اے انسانو اور جنو!) تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاوگے۔

کسان اپنے کھیتوں میں بیج بوتا ہے اور کافی محنت کرتا ہے مگر نتیجہ یعنی پھل اللہ ہی اگاتا ہے، اللہ کے علاوہ کوئی اناج اور پھلوں کو پیدا کرنے والا نہیں ہے چنانچہ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پیڑ پودے کے خالق نے کہا:

أَفَرَأَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ، أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ (الواقعه:63-64)

ترجمہ: اچھا یہ بتاؤ کہ جو کچھ تم زمین میں بوتے ہو، کیا اسے تم ہی اگاتے ہو، یا اگانے والے ہم ہیں۔

جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کہ اللہ کی نعمتوں پہ اس کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے۔ پھلوں اور غلوں میں اللہ نے زکوۃ فرض کیا ہے اس کی ادائیگی مال کی پاکی کے ساتھ اللہ کا شکر بجالانا بھی ہے۔ اللہ زمینی پیداوار کا حق ادا کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

كُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ۖ (الأنعام:141)

ترجمہ: ان سب کے پھلوں میں سے کھاؤ جب وہ نکل آئے اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اس کے کاٹنے کے دن دیا کرو۔

اس بات کا ذکر دوسرے مقام پہ اللہ نے اس انداز میں بھی کیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ ۖ (البقرة:267)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین میں سے تمہارے لئے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو۔

کن کن چیزوں میں زکوۃ دی جائے گی؟

تمام قسم کی زمینی پیداوار میں زکوۃ نہیں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہے کہ چار قسم کے اناج اور پھلوں میں زکوۃ دینا ہے۔

موسی بن طلحہؒ بیان کرتے ہیں:

كان عِندنا كتابُ معاذِ بنِ جبلٍ – رضِي اللهُ عنه - ، عن النبيِّ - صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّم - : أنَّه إنَّما أمرَه أن يأْخُذَ الصَّدقةَ : من الحِنْطةِ ، والشَّعيرِ ، والزَّبيبِ ، والتَّمْرِ۔

ترجمہ: ہمارے پاس معاذ بن جبلؓ کی وہ تحریر ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں عطا کی تھی جس میں انہوں نے ان کو حکم فرمایا تھا کہ گندم، جو، منقی اور کھجور میں سے زکوۃ لی جائے۔

بعض روایات میں پانچ چیزوں کا ذکر ہے مگر شیخ البانی نے پانچویں چیز مکئی کے ذکر والی روایت کو منکر کہا ہے اور مکئی کے بغیر چار چیزوں والی حدیث صحیح کہا ہے۔(ضعیف ابن ماجہ:۳۵۸)

مذکورہ حدیث کی چار چیزوں میں سے دو گندم وجو کا تعلق اناج اور دو منقی و کھجور کا تعلق پھل سے ہے یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ غلہ اور پھل دونوں پر زکوۃ ہے مگر ہر قسم کے اناج اور پھل پہ زکوۃ نہیں ہے۔ یہاں چار چیزیں معلوم ہو گئیں اور چار کا ہی تذکرہ ہونے کا سبب اس زمانے کے مطابق ہے چار میں محصور کرنا مقصود نہیں ہے، ان کے علاوہ ہر قسم کا اناج اور پھل جو وزن کیا جاسکے اور ذخیرہ کیا جاسکے ان سب پر زکوۃ ہے۔ گویا اناج اور پھلوں میں زکوۃ کے لئے دو صفات

ہونی چاہئے ایک وزن کے قابل ہونا دوسری ذخیرہ اندوزی کے قابل ہونا۔ان دو صفات کی روشنی میں اناج میں گندم وجو کے علاوہ چاول، دال، مکئی، موم پھلی وغیرہ اور پھلوں میں کھجور و منقی (کشمش) وغیرہ پر زکوۃ ہے۔

پھلوں میں کسی قسم کے میوے مثلاآم، امردود، سیب، ترانگور، انار، موسمی وغیرہ پہ زکوۃ نہیں ہے اور کسی قسم کی سبزیوں پر بھی زکوۃ نہیں ہے یعنی پیاز، لہسن، گاجر، مولی، ساگ وغیرہ میں زکوۃ ادا نہیں کرنی ہے۔ تر کھجور اور انگور میں زکوۃ نہیں ہے، سوکھ جانے پر زکوۃ ہے۔ گنا، انجیر، زیتون اور شہد میں زکوۃ نہیں ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم رہے کہ زکوۃ کے وہیں آٹھ مصارف ہیں جن کا ذکر سورہ توبہ کی آیت نمبر بائیس میں ہے۔

زکوۃ کی مقدار کیا ہے؟

اوپر جن پیداوار میں زکوۃ کا ذکر کیا گیا ہے ان کا پانچ وسق ہونا ضروری ہے تب ہی زکوۃ فرض ہوگی۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

لیسَ في حَبٍّ ولا تمرٍ صَدَقَةٌ، حتَّى يَبْلُغَ خَمسَةَ أَوْسُقٍ، ولا فيما دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ، ولا فيما دُونَ خَمْسِ أَواقٍ صَدَقَةٌ. (صحیح مسلم:979)

ترجمہ: نہ غلے میں صدقہ ہے نہ کھجور میں حتیٰ کہ وہ پانچ وسق تک پہنچ جائیں اور نہ پانچ سے کم اونٹوں میں صدقہ ہے اور نہ پانچ اوقیہ سے کم (چاندی) میں صدقہ ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں پانچ وسق سے کم میں زکوۃ نہیں دینی ہوگی۔اب جاننا یہ ہے کہ پانچ وسق آج کے زمانے میں کتنا کیلو گرام ہوتا ہے؟۔ابن ماجہ (ح:361) اور ابوداود (ح:1559) میں ایک وسق کی مقدار ساٹھ صاع بتلائی گئی ہے مگر یہ روایت سنداً ضعیف ہے، ارواء الغلیل میں اس روایت پہ بحث کرتے ہوئے شیخ البانی نے ذکر کیا ہے کہ اس کے دوسرے طریق بھی ہیں اور اس کا شاہد بھی ہے۔(ارواء الغلیل:280/3)

امام نووی نے المجموع میں ابوداود کی روایت ذکر کے ضعف کا حکم لگایا ہے اور کہا ہے کہ اس کے معنی پہ اجماع ہوا ہے۔ ابن المنذر وغیرہ نے اس بات پہ اجماع نقل کیا ہے کہ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔

جب ایک وسق ساٹھ (60) صاع کا ہوگا تو پانچ وسق برابر تین سو (300) صاع ہوگا۔ زکوۃ الفطر میں ایک صاع کا وزن عام طور سے تقریباً ڈھائی کلو (2.5) مانا جاتا ہے، شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے یہاں ایک صاع تین کلو اور شیخ ابن

عثیمین کے یہاں دوکلو صفر چار(2.04) کے برابر ہے۔ اگر ڈھائی کلو کے حساب سے تین سو صاع کا حساب لگاتے ہیں تو اناج اور پھلوں میں زکوۃ کی مقدار تقریبا سات سو پچاس(750) کلو گرام ہوگی۔ اس سے کم ہو تو پھر زکوۃ فرض نہیں ہے، ہاں تھوڑا بہت کم ہو تو زکوۃ دینی ہوگی کیونکہ یہ وزن بھی دوسرے اہل علم کی پیمائش کے حساب سے زیادہ ہے۔ یہاں یہ بھی دھیان رہے کہ صاع میں اختلاف کی وجہ سے پانچ وسق کا انگریزی وزن دوسرے علماء کے یہاں فرق فرق ہو سکتا ہے۔ شیخ ابن باز کے یہاں نوسو(900) کلو بنتا ہے اور شیخ ابن عثیمین کے یہاں چھ سو بارہ(612) کلو بنتا ہے۔

پھلوں اور اناج میں زکوۃ ادا کرنے کا طریقہ

زکوۃ کی دوسری اصناف میں نصاب کے ساتھ ایک سال پورا ہونے کی شرط ہے جبکہ اناج و پھل کی زکوۃ اسی وقت ادا کرنی ہے جس وقت کاٹا جائے جیسا کہ اوپر سورہ انعام کی آیت گزری ہے یعنی ایک سال گزرنا شرط نہیں ہے۔اس لئے جب کوئی گندم، جو، چاول، دال، کشمش، کھجور وغیرہ کی فصل کاٹے اور ان کی مقدار سات سو پچاس کلو گرام کے برابر ہو جائے تو اس کی زکوۃ ادا کرے۔ ان اشیاء میں دو طرح سے زکوۃ ادا کی جائے گی۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے:

عن رسولِ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلم : أنه سنَّ فيما سقتِ السماءُ والعيونُ أو كان عثرِيًّا العشرُ وفيما سُقيَ بالنضحِ : نصفُ العشرِ .(صحيح الترمذي:640)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے یہ طریقہ جاری فرمایا کہ جسے بارش یا چشمے کے پانی نے سیراب کیا ہو، یا عثری یعنی رطوبت والی زمین ہو جسے پانی دینے کی ضرورت نہ پڑتی ہو تو اس میں دسواں حصہ زکاۃ ہے، اور جسے ڈول سے سیراب کیا جاتا ہو اس میں دسویں کا آدھا یعنی بیسواں حصہ زکاۃ ہے۔

پہلا طریقہ: جو زمین آسمانی بارش یا نہر و تالاب کے پانی سے سیراب کی جائے یا اس میں پانی کی ضرورت ہی نہ پڑے تو اس زمین سے حاصل شدہ پیداوار پہ دسواں حصہ زکوۃ دینی ہوگی یعنی دس حصے میں سے ایک حصہ یا کہہ لیں کل پیداوار کا دس فیصد۔

دوسرا طریقہ: جو زمین بورنگ، کنواں اور نل وغیرہ سے آبپاشی کی گئی ہو اس کی پیداوار میں بیسواں حصہ یعنی پانچ فیصد زکوۃ دینی ہوگی۔

زکوۃ ادا کرتے وقت پیداوار پہ سیرابی کے علاوہ دیگر مصروفات کا اعتبار نہیں ہوگا بالفاظ دیگر زمین کی جتائی، کھاد، دیکھ ریکھ، کٹائی اور مزدوری وغیرہ پہ صرف کئے پیسے کی وجہ سے عشر یا نصف عشر پر فرق نہیں آئے گا اور نہ ہی زکوۃ دیتے وقت یہ اخراجات نکال کر زکوۃ دی جائے گی۔

بٹائی، ٹھیکہ، بھرنا اور کھیتی کا مشروط طریقہ

سماج میں کھیتی باڑی کے متعدد طریقے رائج ہیں، ہمیں ان کی شرعی حیثیت جاننے کی ضرورت ہے تاکہ غیر شرعی طریقے سے بچا جاسکے۔

ایک مسئلہ بٹائی کا ہے یعنی ایک شخص زمین دے اور دوسرا کھیتی کرے اور پیداوار آپس میں برابر برابر بانٹ لے۔ یہ معاملہ زمین بٹائی پر دینے کا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، نبی ﷺ نے خیبر کی زمین بٹائی پہ لگائی تھی، اس کی پیداوار کا آدھا حصہ مسلمانوں کو ملتا تھا۔ بٹائی میں لگانی اور پیداوار کا معاملہ طے ہونا چاہئے یعنی کاشت کاری پہ ہونے والے اخراجات کا معاملہ طے اور واضح ہو، نفع میں دونوں طے شدہ مقدار میں شریک ہوں گے اور نقصان کی صورت میں بھی دونوں شریک ہوں گے۔ جب پیداوار تقسیم ہو جائے اور کاشت کار وزمین مالک کی پیداوار نصاب تک پہنچ جائے تو دونوں اس کی زکوۃ ادا کریں گے۔ نصاب تک نہیں پہنچے تو زکوۃ نہیں ہے۔

دوسرا مسئلہ بھرنا کا ہے اس کی شکل یہ ہے کہ قرض حاصل کرنے کے لئے زمین گروی رکھی جاتی ہے اور جب تک قرض نہیں لوٹایا جاتا تب تک مرتہن زمین میں کاشت کرتا ہے یا اس سے دوسرا فائدہ اٹھاتا ہے۔ یہ معاملہ شرعا جائز نہیں ہے۔ جب کوئی قرض حاصل کرے اور قرض کے بدلے کوئی چیز بطور ضمانت گروی رکھ دے، اس حد تک معاملہ جائز ہے مگر جو چیز بطور ضمانت رہن رکھی گئی ہے اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے جبکہ یہاں بھرنا میں زمین سے فائدہ اٹھایا جارہاہے، اگرچہ قرض دار کی طرف سے زمین سے فائدہ اٹھانے کی اجازت ہو پھر بھی جائز نہیں ہے کیونکہ قرض کی مہلت کے بدلے یہاں فائدہ اٹھایا جارہا ہے جو کہ سود کی شکل ہے۔ اس گروی رکھی زمین سے فائدہ اٹھانے کی جائز شکل موجود ہے کیوں نہ ہم جائز طریقے سے فائدہ اٹھائیں۔ قرض لینے والا مرتہن سے مزارعت (بٹائی) کا معاملہ طے کرلے اور اس کی پیداوار سے اپنا حصہ لیا کرے یا اپنا حصہ چھوڑ کر اتنا قرض میں کم کروالے۔ اسی طرح زمین کرائے پر بھی دے سکتے ہیں جس طرح مکان یا تجارتی زمین کرائے پر لگائی جاتی ہے۔ ان دوصورتوں میں قرض دار اور قرض خواہ

دونوں جائز طریقے سے فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔ زمین کرایہ پر دینے کی صورت میں اس کا عشر یا نصف عشر کاشت کار پر ہوگا۔ شیخ ابن بازؒ لکھتے ہیں: زمین سے اگنے والے دانوں اور پھلوں کی زکوۃ کاشت کار پر واجب ہے اگرچہ زمین اجرت پر لی گئی ہو اور جس شخص نے زمین اجرت پر دی اور اس کی بطور اجرت لی ہوئی رقم اگر نصاب کو پہنچ گئی اور ٹھیکہ کی تاریخ کے اعتبار سے اس پر سال گزر گیا تو اس پر اس رقم کے اعتبار سے زکوۃ دینا واجب ہے۔(دائمی کمیٹی فتوی:9388)

تیسرا معاملہ بعض علاقوں میں "من کھپ" کا ہے یعنی زمین والا دوسرے شخص کو اس شرط پہ کھیتی کے لئے زمین دے کہ فی کٹھ(720 یا 1361 اسکوائر فٹ)ایک مَن اناج دے گا۔

یہ معاملہ مشروط طریقے سے زمین بٹائی پر دینے کا ہے،اس میں شرعی طور پر قباحت ہے۔ جب زمین والا فی کٹھ ایک من اناج طے کرلیتا ہے تو نقصان کی صورت میں صرف عامل کو خسارہ ہوگا۔ ایسا بھی ممکن ہے کہ آسمانی آفات کی وجہ سے مکمل فصل برباد ہوجائے ایسی صورت میں عامل کا اپنا جو نقصان ہوا، ہوا ہی، زمیندار کو فی کٹھ اناج اپنے گھر سے دینا پڑے گا۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ اور نہ ہی خود نقصان اٹھاؤ۔

زکوۃ ادا کئے گئے اناج اور پھل کی قیمت پر زکوۃ

بہت سے کاشت کار اپنی پیداوار بیچ دیا کرتے ہیں،ایسی صورت میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پہلے اس نے عشر یا نصف عشر جو ادا کیا تھا وہی کافی ہے یا بیچنے کے بعد اس کی قیمت پر پھر سے زکوۃ دینی ہوگی؟

اس کا جواب جاننے سے پہلے ایک بات یہ جان لی جائے کی کہ زکوۃ نفس مال میں سے ادا کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس قیمت اور یا اس کے مشابہ کوئی دوسری چیز بھی دے سکتے ہیں، یہ زکوۃ کی تمام اقسام میں جائز ہے مثلاً سونے کی زکوۃ دیتے وقت سونا ہی بطور زکوۃ دینا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کی قیمت دینا کافی اور جائز ہے۔

اب سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی نے غلہ / پھل سے اس کی کٹائی کے بعد زکوۃ ادا کردیا پھر جو غلہ / پھل بچا اسے بازار میں بیچ دیا۔ بیچنے کے بعد جو قیمت ہاتھ آئی وہ سونا اور چاندی کے قبیل سے ہے۔اس پر بھی زکوۃ ہے مگر دو شرطوں کے ساتھ یہ قیمت سونا یا چاندی کے نصاب تک پہنچتی ہو اور اس پر ایک سال کا وقفہ گزر جائے جبکہ غلہ اور پھل کی صورت میں محض ایک بار شروع میں زکوۃ دینی ہوتی ہے بعد میں وہ سالوں پڑا رہے اس کی کوئی زکوۃ نہیں ہے۔

میوے اور سبزیوں کی تجارت پر زکوۃ

اوپر ہم جان چکے ہیں کہ کسی قسم کے میوے اور کسی قسم کی سبزی پر زکوۃ نہیں ہے، ہاں اگر کوئی سبزیوں اور میوے کی تجارت کرتا ہے مثلاً ساگ، آلو، پیاز، ٹماٹر، سیب، انار، جانوروں کا چارہ وغیرہ تجارت کی غرض سے کاشت کرتا ہے تو ان کی اشیاء میں زکوۃ نہیں ہے مگر ان کی تجارت سے جو مال حاصل ہو گا اس پر زکوۃ ہو گی بشر طیکہ مال نصاب تک پہنچتا ہو اور ایک سال گزر جائے۔

BACK

مشکل نذر کا کفارہ

کسی شخص نے ایسی منت مان لی کہ فلاں کام ہوجائے گا تو مسلسل نو مہینے روزہ رکھوں گا یا ہر ماہ ایک ہزار روپئے صدقہ کروں گا یا روزانہ سو رکعات نفل نماز پڑھوں گا وغیرہ۔اتفاق سے اس بندے کا سوچا ہوا کام پورا ہوگیا،کام پورا ہونے کے بعد مانی ہوئی منت مشکل معلوم ہورہی ہے یعنی منت پوری کرنے کی طاقت نہیں ہے تو سوال یہ ہے کہ اس منت کو کیسے پوری کی جائے،اسلام میں اس کا کیا حل ہے؟

اسلام نے ہمیں نذر ماننے سے روکا ہے کیونکہ آدمی نذر پر بھروسہ کرلیتا ہے جبکہ ہر چیز کا اختیار اللہ کے پاس ہے،وہی جو چاہتا ہے ہوتا ہے،اس لئے مسلمان کو اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہئے اور مشکل سے مشکل وقت میں اس کی طرف رجوع کرکے صدقہ،دعا،استغفار اور نیکی کے ذریعہ آسانی کا سوال کرنا چاہئے۔اللہ تعالی بندوں پر نہایت ہی مہربان اور بڑا ہی شفقت کرنے والا ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما سے روایت ہے:

نهَى رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم عن النَّذرِ ، وقال : إنَّه لا يردُّ شيئًا ، إنَّما يُستخرَجُ به من الشَّحيحِ(صحيح النسائي: 3811)

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ نذر ماننے سے منع کرنے لگے اور فرمانے لگے کہ وہ کسی ہونے والی چیز کو پھیر نہیں سکتی،البتہ اُس کے ذریعہ سے کچھ مال بخیل سے نکلوالیا جاتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولا ہمیں نذر سے پرہیز کرنا چاہئے لیکن اگر کسی نے نذر مان لی ہے اور اس نذر میں اللہ کی معصیت بھی نہیں ہے تو پھر اسے پورا کرے اور یہ پورا کرنا فرض ہوجاتا ہے۔اللہ کا فرمان ہے:

{ ثم ليقضوا تفثهم وليوفوا نذورهم } [الحج : 29]

ترجمہ: پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں۔

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے:

من نذر أن يُطيعَ اللهَ فلْيُطِعْهُ ، ومن نذرَ أن يعصِيَه فلا يَعْصِه(صحيح البخاري:6696)

ترجمہ: جو شخص اس بات کی نذر مانے کہ وہ اللہ تعالی کی اطاعت کرے گا تو اسے اللہ تعالی کی اطاعت کرنی چاہیے یعنی نذر پوری کرنی چاہیے اور جو شخص نذر مانے کہ وہ اللہ تعالی کی نافرمانی کرے گا تو وہ اللہ تعالی کی نافرمانی نہ کرے۔

کوشش کے باوجود اگر کوئی نذر پوری نہیں کر پا رہا ہے یا حالات کچھ ایسے پیدا ہو گئے جن کی وجہ سے مانی ہوئی اطاعت والی نذر کا پورا کرنا دشوار ہو گیا تو ایسی صورت میں نذر کا کفارہ ادا کر دے تو نذر پوری ہو جائے گی۔ نذر کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

كفارةُ النذرِ كفارةُ اليمينِ(صحيح مسلم:1645)

ترجمہ: نذر کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔

اور قسم کے کفارے کا بیان قرآن میں مذکور ہے، اللہ کا فرمان ہے:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا عَقَّدتُّمُ الْأَيْمَانَ ۖ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ۖ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ۚ ذَٰلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ۚ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ(المائدة: 89)

ترجمہ: اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہارا مواخذہ نہیں کرے گا لیکن جو سنجیدہ قسمیں تم کھاتے ہو ان کا مواخذہ ہوگا، پس اس (قسم توڑنے) کا کفارہ دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا انہیں کپڑا پہنانا یا غلام آزاد کرنا ہے اور جسے یہ میسر نہ ہو وہ تین دن روزے رکھے، جب تم قسم کھاؤ (اور اسے توڑ دو) تو یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو، اللہ اسی طرح اپنی آیات تمہارے لیے کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو۔

گویا ایسی منتیں جن کا پورا کرنا اختیار سے باہر ہوں اس کے لئے نذر کا کفارہ ادا کر دے جس کا ذکر اوپر والی آیت میں ہے یعنی دس مسکینوں کو کھانا کھلانا، یا انہیں کپڑا پہنانا، یا ایک غلام آزاد کرنا،، ان تینوں میں سے جس کی سہولت ہو کر سکتا ہے اور ان تینوں میں سے کسی کی طاقت نہ ہو تو تین روزے رکھے ۔

کامیاب شوہر بننے کے لیے 10 تجاویز

(1)شریکِ حیات کے لیے زیبائش اِختیار کیجیے:

اپنی شریکِ حیات کے لیے خُوبصورت لباس زیبِ تن کیجیے، خُوشبو لگائیے۔آپ آخری بار اپنی بیوی کے لیے کب بنے سنورے تھے؟؟

رسول اللہ ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

إنَّ اللهَ جميلٌ يحبُّ الجَمالَ(السلسلة الصحيحة 167/4)

ترجمہ:اللہ تعالیٰ خود بھی خوبصورت ہیں اور خوبصورتی کو پسند فرماتے ہیں۔

جیسے مرد چاہتے ہیں کہ اُن کی بیویاں اُن کے لیے زیبائش اِختیار کریں،اسی طرح خواتین بھی یہ خواہش رکھتی ہیں کہ اُن کے شوہر بھی اُن کے لیے زیبائش اختیار کریں۔یاد رکھیے کہ اللہ کے رسول ﷺ گھر لوٹتے وقت مسواک استعمال کرتے۔

سألتُ عائشةَ . قلتُ : بأيِّ شيءٍ كان يبدأُ النبيُّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ إذا دخل بيتَهُ ؟ قالتْ : بالسواكِ .(صحيح مسلم:253)

ترجمہ:حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ نبی ﷺ جب گھر میں داخل ہوتے تو کس چیز سے شروع کرتے؟توانہوں نے جواب دیا:مسواک سے۔

(2)شریکِ حیات کو اس کے اپنے محبوب نام سے پکارا جائے:

بہت سے لوگ اپنی بیوی کو برے برے القاب سے پکارتے ہیں جس کی وجہ سے بیوی کے دل میں ہمیشہ نفرت بنی رہتی ہے۔

نبی ﷺ اپنے بیویوں کو اس کے اپنے نام سے پکارا کرتے تھے۔جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

إنَّ فَضلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفضْلِ الثَّرِيدِعَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ(البخاري:3230ومسلم:2446).

ترجمہ: بے شک عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں میں ویسے ہی ہے جیسے سارے کھانوں میں ثرید۔

اگر شوہر بیوی کو اس کے پسندیدہ نام سے پکارے تو یہ بھی اچھا ہے، اس سے محبت میں زیادتی پیدا ہو گی۔

(3)خوبیوں کی قدر کیجیے:

اپنی شریکِ حیات سے مکھی جیسا برتاؤ مت کیجیے۔اپنی روزمرہ زندگی میں ھم مکھی کے بارے میں سوچتے بھی نہیں، یہاں تک کہ وہ ہمیں تنگ کرے۔اسی طرح بعض اوقات عورت تمام دن اچھا کام کر کے بھی شوہر کی توجہ حاصل نہیں کر پاتی، یہاں تک کہ اُس کی کوئی غلطی شوہر کا دھیان کھینچ لیتی ہے۔ایسا برتاؤ مت کیجیے، یہ غلط ہے۔اُس کی خوبیوں کی قدر کیجیے اور انھی خوبیوں پر توجہ مرکوز کیجیے۔

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لأَهْلِي(صحيح ابن ماجه:1621 و صحيح الترمذي:3895)

ترجمہ: تُم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر برتاؤ کرنے والا ہے۔اور میں تم سب میں اپنے گھر والوں سے بہترین پیش آنے والا ہوں۔

(4)غلطیوں سے صرفِ نظر کیجیے:

اگر آپ اپنی شریکِ حیات سے کوئی غلطی سرزد ہوتے دیکھیں تو در گزر کیجیے۔یہی طریقہ نبی اکرم ﷺ نے اپنایا کہ جب آپ ﷺ نے ازواجِ مطہرات سے کچھ غیر موزوں ہوتے دیکھا تو آپ ﷺ نے خاموشی اختیار کی۔اس اسلوب میں بہت کم مسلمان مرد ہی مہارت رکھتے ہیں۔

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنھم کے لئے ایک چوڑے برتن میں کھانا لائیں۔(اتنے میں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آ گئیں۔انہوں نے ایک چادر اوڑھ رکھی تھی اور ان کے پاس ایک پتھر تھا۔انہوں نے پتھر مار کر برتن توڑ دیا۔نبی اکرم ﷺ نے برتن کو دونوں ٹکڑوں کو ملا کر رکھا اور دو بار فرمایا: "کھاؤ، تمہاری ماں کو غیرت آ گئی تھی"۔اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کا برتن لے کر حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنھا کے ہاں بھیج دیا اور حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنھا کا (ٹوٹا ہوا) برتن حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کو دے دیا۔(صحیح سنن النسائی:3693)

(5)شریکِ حیات کو دیکھ کر مسکرائیے: ۔جب بھی اپنی شریکِ حیات کو دیکھیں تو دیکھ کر مسکرا دیجیے اور اکثر گلے لگائیے۔ مُسکرانا صدقہ ہے اور آپ کی شریکِ حیات اُمّتِ مسلمہ سے الگ نہیں ہے۔

تبسُّمُكَ فِي وجْهِ أخيكَ لَكَ صدقةٌ(صحيح الترمذي: 1956)

ترجمہ:آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا اپنے بھائی پر مسکرانا بھی صدقہ ہے۔

تصور کیجیے کہ آپ کی شریکِ حیات آپ کو ہمیشہ مسکراتے ہوئے دیکھے تو آپ کی زندگی کیسی گزرے گی۔اُن احادیث کو یاد کیجیے کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے جانے سے پہلے اپنی زوجہ کو بوسہ دیتے جبکہ آپ ﷺ روزہ کی حالت میں ہوتے۔۔

عن عائشة رضي الله عنها قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لأَرْبِهِ(صحيح البخارى :1927 وصحيح مسلم:1106)

ترجمہ:عائشہ رضي اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے روزہ کی حالت میں بوس وکنار کیا کرتے تھے،اور انہیں اپنے آپ پر تم سے زیادہ کنٹرول تھا۔

(6)شکریہ ادا کیجیے:

وہ تمام کام جو آپ کی شریکِ حیات آپ کے لیے کرتی ہیں،اُن سب کے لیے اُن کا شکریہ ادا کیجیے۔ بار بار شکریہ ادا کیجیے،مثال کے طور پر گھر پر رات کا کھانا۔وہ آپ کے لیے کھانا بناتی ہے،گھر صاف کرتی ہے اور درجنوں دوسرے کام۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ لاَّ يَشْكُرِ النَّاسَ لَا يَشْكُرِ اللهَ۔(صحيح سنن الترمذي: 1952)

ترجمہ: جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔

اکثر دیکھا جاتا ہے کہ شکریہ کے بجائے ہر کام کی عیب جوئی کی جاتی ہے۔ بعض اوقات واحد 'تعریف' جس کی وہ مستحق قرار پاتی ہے وہ یہ کہ 'آج سالن میں نمک کم تھا'۔ خدارا! ایسا مت کیجیے۔اُس کا احسان مند رہیے۔۔

(7)شریکِ حیات کو خوش رکھیے:

اپنی شریکِ حیات سے کہیے کہ وہ ایسی 10 باتوں سے متعلق آگاہ کرے جو آپ نے اُس کے لیے کیں اور وہ چیزیں اُس کی خوشی کا باعث بنیں۔ پھر آپ ان چیزوں کو اپنی شریکِ حیات کے لیے دہرائیے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ جاننا مشکل ہو کہ کیا چیز اسے خُوشی دے سکتی ہے۔ آپ اس بارے میں خود سے قیاس مت کیجیے، براہِ راست اپنی شریکِ حیات سے معلوم کیجیے اور ایسے لمحوں کو اپنی زندگی میں بار بار دھراتے رہیے۔۔

(8)آرام کا خیال رکھیے:

اپنی شریکِ حیات کی خواہشات کو کم مت جانیے۔اسے آرام پہنچائیے۔ بعض اوقات شوہر اپنی بیویوں کی خواہشات کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ھیں۔ایسا مت کیجیے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا(اعراف : 189)

وہ اللہ تعالٰی ایسا ہے جس نے تم کو ایک تن واحد سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اس اپنے جوڑے سے سکون حاصل کرے۔

بیوی اپنے شوہر کو راحت و سکون دینے والی ہے لہذا مرد کو بھی اپنے بیوی کی راحت کا بھرپور خیال کرنا چاہئے۔

(9)مزاح کیجیے:

اپنی شریکِ حیات سے مزاح کیجیے اور اس کا دل بہلائیے۔ نبی ﷺ مزاح کیا کرتے تھے اور لوگوں کا دل بہلایا کرتے تھے۔

قالوا: يا رسولَ اللَّهِ ! إنَّكَ تداعِبُنا ؟ ! قال: إنِّي لا أقولُ إلَّا حقًّا(صحيح الترمذي:1990)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہم سے خوش طبعی کی باتیں کرتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا(ہاں لیکن) میں حق بات ہی کہتا ہوں۔

آپ بھی مزاح کے ذریعہ اپنی بیوی دل جیت سکتے ہیں مگر یاد رہے خوش طبعی یا مزاح میں بھی بیوی کی جھوٹی تعریف یا جھوٹا مذاق نہیں کرنا چاہئے۔

(10) بہتر بننے کی کوشش کیجیے:۔ ہمیشہ نبی اکرم ﷺ کے یہ الفاظ یاد رکھیے:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لأَهْلِي (صحيح ابن ماجه:1621 و صحيح الترمذي:3895)

"تُم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر برتاؤ کرنے والا ہے۔اور میں تم سب میں اپنے گھر والوں سے بہترین پیش آنے والا ہوں"۔

اس لئے آپ بھی ہمیشہ بھتر بننے کی کوشش کیجیے اور اپنی ازدواجی زندگی کو کامیاب بنانے کے لیے اللہ کے حضور دعا کرنا مت بھولیے کیونکہ اللہ کی مدد کے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں ہے، وہ ہمارے معاملات سے باخبر ہے۔

نوٹ: "کامیاب شوہر بننے کے لیے 10 تجاویز" میں ایک مثالی شوہر بننے کے لئے اچھے صفات کا ذکر ہے، یہ بہت دنوں سے سوشل میڈیا پہ گردش میں ہے، ایک بہی خواہ (برادرم ابوعبداللہ حفظہ اللہ) نے اسے تحقیق کے ساتھ شائع کرنے کا مشورہ دیا تو میں نے اسے حوالوں سے مزین کیا اور خامیاں دور کر دی۔

BACK

کیا سعودی عرب کے منطقہ قصیم میں پانی کا چشمہ ابلنا قیامت کی نشانی ہے؟

محمد ﷺ نے قیامت کی چھوٹی بڑی بہت ساری نشانیاں بیان کی ہیں، چھوٹی نشانیوں میں سے کتنی ظاہر ہو چکی ہیں اور کتنی ظاہر ہونا باقی ہیں۔ قیامت کی چھوٹی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ جزیرۃ العرب کے صحراؤں میں چراہیں اور نہریں ظاہر ہوں گی۔ صحیح مسلم کی روایت ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَكْثُرَ الْمَالُ وَيَفِيضَ حَتَّى يَخْرُجَ الرَّجُلُ بِزَكَاةِ مَالِهِ فَلَا يَجِدُ أَحَدًا يَقْبَلُهَا مِنْهُ وَحَتَّى تَعُودَ أَرْضُ الْعَرَبِ مُرُوجًا وَأَنْهَارًا(صحيح مسلم:2339)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ مال بڑھ جائے گا اور (پانی کی طرح) بہنے لگے گا اور آدمی اپنے مال کی زکاۃ لے کر نکلے گا تو اسے ایک شخص بھی نہیں ملے گا جو اسے اس کی طرف سے قبول کر لے اور یہاں تک کہ عرب کی سرزمین دوبارہ چراگاہوں اور نہروں میں بدل جائے گی۔

اس حدیث میں میرا محل شاہد " وَحَتَّى تَعُودَ أَرْضُ الْعَرَبِ مُرُوجًا وَأَنْهَارًا"(اور یہاں تک کہ عرب کی سرزمین دوبارہ چراگاہوں اور نہروں میں بدل جائے گی) ہے۔اس ٹکڑے میں موجود مروج اور انھار دو کلمے کی وضاحت کرتے چلیں۔

نہر طبعی طور پر پانی کے بہاؤ یا دھارا کو کہتے ہیں اور مروج پیڑ پودوں کی وسیع وادی یا ہرے بھرے باغات کو کہتے ہیں۔

حدیث کا مذکورہ ٹکڑا بتارہا ہے کہ عرب کی سرزمین کبھی ہری بھری، سرسبز وشاداب اور نہروں والی تھی۔ علم ارضیات کے بعض اہل علم نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ زمین کی کھدائی سے ایسے آثار ملتے ہیں جو پہلے کبھی یہاں چراگاہ اور نہروں کے ہونے کی دلیل ہیں۔ شیخ محمد بن صالح المنجد نے پروفیسر فرید کرونیر (مشہور ماہر جیولوجی) کے حوالے سے لکھا ہے کہ شیخ عبدالمجید زندانی نے ان سے سوال کیا کہ کیا آپ کے پاس اس بات کے حقائق ہیں کہ جزیرۃ العرب میں پہلے باغات اور نہریں تھیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں، ہمارے یہاں یہ معروف مسئلہ ہے اور ایک علمی حقیقت

ہے جسے ہر ماہر جیولوجی جانتے ہیں۔ اگر آپ نے کسی علاقے میں زمین کی کھدائی کی تو ایسے آثار ملیں گے جو اس بات پر دلالت کریں گے کہ یہ زمین پہلے باغات اور نہروں والی تھی۔

گویا جس طرح قدیم زمانے میں سرزمین عرب نباتات سے بھری اور نہروں والی تھی قیامت کے قریب پھر سے ایسا ہی ہو جائے گی۔ بالفاظ دیگر یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ پہلے عرب کی زمین چراگاہوں اور نہروں والی تھی پھر صحراؤں میں تبدیل ہو جائے گی اور دوبارہ یہ سرزمین اپنی پہلی حالت پہ لوٹ جائے گی۔

عہد رسول میں پانی کے چشمے کا معجزہ ظاہر ہوا تھا اس وقت آپ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر تمہاری زندگی نے وفا کی تو تم یہاں آبادیاں اور باغات دیکھو گے۔ یہ بات آپ نے سرزمین تبوک کے متعلق فرمائی، حدیث لمبی ہونے کے سبب صرف اردو ترجمہ ذکر کر رہا ہوں۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک والے سال ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کے سفر ہر تبوک گئے، آپ ﷺ نمازوں کو جمع کرتے تھے، اور ظہر اور عصر، اور مغرب اور عشاء ملا کر پڑھتے تھے یہاں تک کہ ایک دن آپ ﷺ نے نمازوں میں تاخیر کر دی، پھر آپ ﷺ باہر نکلے اور ظہر اور عصر کو ملا کر پڑھا، پھر آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے اس کے بعد پھر آپ ﷺ باہر نکلے اور مغرب اور عشاء کو ملا کر پڑھا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کل تم ان شاءاللہ تبوک کے چشمہ پر پہنچ جاؤ گے اور تم سورج بلند ہونے سے قبل نہیں پہنچو گے، تم میں سے جو آدمی بھی اس چشمہ کے پاس جائے وہ میرے پہنچنے سے پہلے اس کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے، اس چشمہ پر ہم میں سے دو آدمی پہلے پہنچے، چشمہ میں پانی زیادہ سے زیادہ جوتی کے تسمہ جتنا تھا اور وہ بھی آہستہ آہستہ بہہ رہا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں آدمیوں سے پوچھا: کیا تم نے اس کے پانی کو چھوا ہے انہوں نے کہا: ہاں! نبی ﷺ نے ان دونوں پر بہت ناراضگی اور خفگی کا اظہار کیا، لوگوں نے تھوڑا تھوڑا کر کے چلوؤں سے چشمہ کا پانی لیا اور اس کو کسی چیز میں جمع کر لیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس برتن میں اپنے دست مبارک اور چہرہ انور کو دھویا اور وہ پانی اس چشمہ میں ڈال دیا، وہ چشمہ پوری قوت سے ابل پڑا یہاں تک کہ لوگوں نے اس سے پانی (اپنے جانوروں اور ساتھیوں کو) پلایا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! اگر تمہاری زندگی نے وفا کی تو تم عنقریب دیکھو گے کہ یہ سارا علاقہ باغات اور آبادی سے معمور ہو جائے گا۔ (صحیح مسلم:706)

اس وقت ہم جزیرۃ العرب کو صحراء کے طور پر جانتے ہیں کہ اس کا تقریبا ستر فیصد حصہ صحراؤں پر مشتمل ہے اور تھوڑے بہت حصے پر سبزہ و آبادی ہے۔ آج جدید آلات کی ایجاد نے بنجر زمین کو بھی دھیرے دھیرے آباد کرنا شروع کردیا ہے، عرب کے صحراؤں میں بھی اب سبزے اگائے جانے لگے، پھلوں کے گھنے باغات موجود ہیں اور کثرت سے گیہوں وغیرہ کی فصلیں اگائی جارہی ہے۔ اکثر جگھوں پہ کنویں بھی پائے جانے لگے ہیں اور صحراؤں میں بھی آلات کے استعمال سے وافر مقدار میں پانی پہنچادیا گیا ہے۔

ان ساری چیزوں کے باوجود ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ قیامت کی مذکورہ بالا نشانی ظاہر ہوچکی ہے، ابھی بھی عرب کے بیشتر حصے غیر آباد صحراؤں پر مشتمل ہیں اور صحراؤں میں جو پانی پایا جاتا ہے وہ نہر کا پانی نہیں ہے، ہاتھوں سے، کنواں کے ذریعہ یا مشینی آلات سے پانی نکالا جاتا ہے۔ اس صاف مطلب یہ ہوا کہ عرب میں ابھی نہروں کا ظہور نہیں ہوا ہے۔

ایک ویڈیو کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے کہ سعودی عرب کے منطقہ قصیم میں (بریدہ شہر سے تقریبا تیس کلو میٹر دور ریاض کے راستے میں 15/ربیع الآخر 1440 موافق 22/دسمبر 2018 ہفتہ کے دن مغرب سے پہلے صحراء میں زمین سے آپ خود پانی کا ایک چشمہ ابل پڑتا ہے جو ویڈیو سوشل میڈیا پہ کافی وائرل ہوئی تو میڈیا والوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس پہ سرخی لگائی "قیامت کی ایک اور نشانی پوری ہوگئی، سعودی عرب میں پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا"۔

حیرت کی بات ہے کہ اخبار والوں اور نیوز چینل والوں کو دینی امور پہ بطور خاص پیشین گوئیوں پہ بغیر اہل علم سے رجوع کئے قیامت کی نشانی پوری ہوگئی کہنا کتنی بڑی حیرت کی بات ہے۔ ان لوگوں کی اس جھوٹی بات سے عوام میں غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے اسی کے ازالہ کے لئے مجھے یہ مضمون لکھنا پڑا۔ اگر اس بات کو بحیثت خبر نشر کی جائے کہ فلاں مقام پر ایسا واقعہ پیش آیا تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے لیکن اپنی جانب سے قیامت کی نشانی ظاہر ہوگئی کہہ دینا دینی امور میں حد سے گزر جانا ہے۔ سعودی عرب میں سیکڑوں علماء، فقہاء اور مفتیان موجود ہیں کسی نے اس بات پہ ایک لفظ تک نہیں بولا اور پرنٹ میڈیا اور الکٹرانک میڈیا والے قیامت کی نشانی کے طور پر شور مچا رہے ہیں۔

جب اس واقعہ کی تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ اس راستے میں ریاض سے ہوکر منطقہ قصیم کی طرف پانی کا پائپ بچھا ہے جس کے پھٹ جانے سے پانی نکلا تھا گویا یہ چشمہ ہے ہی نہیں، بلاتحقیق جھوٹی بات کو چینل والے مشہور کررہے ہیں۔

اوپر میں نے اس سے متعلق دو احادیث پیش کی ہے، ایک میں تبوک سے متعلق معجزہ کے ساتھ پیشین گوئی ہے تو دوسری میں جزیرۃ العرب میں زمانہ قدیم کی طرح پھر سے یہاں چراگاہوں اور نہروں کے ظہور کی پیشین گوئی ہے ۔قصیم میں جو واقعہ پیش آیا ہے اولا وہ چشمہ ہے ہی نہیں اور اگر جزیرۃ العرب میں کوئی چشمہ پھوٹ بھی پڑے تو اسے قیامت کی نشانی نہیں کہیں گے کیونکہ حدیث میں نہروں کے ظہور کی بات ہے یعنی ایک نہر بھی نہیں متعدد نہریں۔ معجزہ کے طور پر رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہی تبوک میں ایک چشمہ پوری قوت کے ساتھ ابل پڑا تھا مگر اس چشمے کو رسول اللہ ﷺ نے قیامت کی نشانی نہیں بتلائی۔ قصیم کے شمال بریدہ میں جبل وطاۃ نامی پہاڑ سے ایک چشمہ سیکڑوں سال سے بغیر انقطاع کے مسلسل جاری ہے اسے عین القویطیر کے نام سے جانا جاتا ہے، آپ بھی اس نام سے یوٹیوب پہ متعدد ویڈیوز دیکھ سکتے ہیں۔اس چشمے کو بھی کسی اہل علم نے قرب قیامت کی نشانی نہیں قرار دی اور نہ ہی کسی نے یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک اور نشانی پوری ہوگئی کیونکہ جزیزۃ العرب میں ایک چشمہ بہتا ہے۔ ماہرین موسمیات کا ماننا ہے کہ ہوا کا ایک مضبوط دباؤ عرب کی سرزمین کی طرف بڑھ رہا ہے جو اپنے ساتھ برف اور بارش کو لئے ہوا ہے، اس سے یہ امکان ظاہر کیا جارہا ہے کہ یہ بکثرت بارش یا عرب کے صحراؤں میں وافر مقدار میں پانی اور ہریالی کی فراوانی پر دلیل ہے۔ الغرض چودہ صدیاں گزرچکی ہیں مگر ابھی تک رسول اللہ ﷺ کی سابقہ حدیث میں موجود پیشین گوئی پوری نہیں ہوئی ہے۔

BACK

شاتم رسول ملعونہ لڑکی: آشو پر یہار کی سزا

نبی کریم ﷺ کی شان سب سے نرالی ہے، اللہ تعالی نے آپ کی عظمت وشان کا ذکر کرتے ہوئے قرآن میں ذکر فرمایا: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الشرح : 4)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کا ذکر بلند کیا ہے۔

اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی ایسا لمحہ نہیں گذرتا جب نبی کریم ﷺ کا ذکر نہ ہوتا ہو، اذان میں، نماز میں، مساجد میں، مدارس میں، بیانات واجتماعات میں ہر جگہ آپ کا ذکر پاک ہوتا ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ اللہ نے آپ کو اتنا بلند مقام دیا کہ آپ سب سے افضل واشرف ہیں۔ آپ کی شان میں نازیبا کلمات کہنے والا، آپ کا استہزاء کرنے والا، آپ کی توہین کرنے والا، آپ کو گالی دینے والا، آپ پر طعن کرنے والا اور آپ کی شان میں گستاخی کرنے والا "شاتم رسول" کہلاتا ہے۔ شاتم رسول ہر طرح کی لعنت کا مستحق ہے۔ اللہ کی لعنت، رسول اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام مسلمانوں کی لعنت۔

اللہ کا فرمان ہے : مَّلْعُونِينَ ۖ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا (الاحزاب:61)

ترجمہ: ان پر پھٹکار (لعنت) برسائی گئی جہاں بھی مل جائیں، پکڑے جائیں اور خوب ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔

اس بات پر تمام علماء متفق ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا واجب القتل ہے۔ قرآن وحدیث کے دلائل سے بھی یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا (الاحزاب:57)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لئے نہایت رسوا کن عذاب ہے۔

سورہ توبہ کی چودھویں آیت میں اس قسم کے لوگوں کے ساتھ قتال کا حکم دیا گیا ہے۔ اور عملی طور پر اللہ کے رسول ﷺ نے اس قرآنی حکم کو برت کر دکھایا۔ شاتم رسول کعب بن اشرف اور ابورافع کو آپ ﷺ نے قتل کا حکم دیا اور وہ قتل کئے گئے۔ اسلام میں عورت کی بڑی قدر ومنزلت ہے یہاں تک کہ جنگ جہاں سبھی کو قتل کیا جانا چاہئے اسلام

نے وہاں عورتوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے لیکن شتم رسول ایسا مرحلہ ہے کہ عورت کو بھی نہیں بخشا جائے گا۔آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والی عورتوں کو بھی قتل کیا گیا ہے۔ عمیر بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک بہن جو مشرکہ تھی اور نبی ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی تلوار سے وار کرکے قتل کردیا، اسی طرح ایک یہودی عورت جو نبی ﷺ کی شان میں نازیبا کلمات کہتی تھی کسی صحابی نے اس کا گلا دبا کر مار دیا۔ایک نابینا آدمی کی ام ولد تھی جو نبی ﷺ کو گالیاں دیا تھی تو انہوں نے برچھے سے قتل کردیا۔ یہ سب واقعات بتلاتے ہیں کہ نبی کی شان میں گستاخی کرنے والا مرد یا گستاخی کرنے والی عورت بطور سزا قتل کئے جائیں گے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ شاتم رسول اگر توبہ بھی کرلے یا معافی مانگ لے پھر بھی نہیں بخشا جائے گا اسے لازما قتل کیا جائے گا جیسے کوئی چوری کرے یا کسی کو قتل کرے یا زنا کرے ہر حال میں انہیں سزا دی جائے اگرچہ توبہ کرلے۔ نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والی دہلی کی یوگا ماسٹر آشوپریہار کی دوسری ویڈیو سامنے آئی ہے جس میں اس ملعونہ نے معافی طلب کی ہے۔ سو اس کی معافی ہرگز قابل رحم نہیں ہے۔ کچھ لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ نبی ﷺ نے تو بہت سے گستاخان رسول کو معاف کردیا تھا تو توبہ کرنے یا معافی طلب کرنے سے شاتم رسول کی سزا کیوں معاف نہیں ہوگی؟

تو علماء نے اس کا دو جواب دیا ہے۔

پہلا جواب یہ ہے کہ سروع اسلام میں شاتم رسول کی معافی تھی مگر بعد میں وہ حکم منسوخ کردیا گیا۔ایک دوسرا جواب یہ ہے کہ سب وشتم کا تعلق دو حقوق سے ہے۔ایک حق اللہ کا ہے جو اس کی رسالت، اس کی کتاب اور اس کے دین میں قدح سے متعلق ہے۔دوسرا حق رسول اللہ ﷺ کا آپ کی اہانت سے متعلق ہے۔اگر کوئی شاتم رسول سچے دل سے توبہ کرلے تو ہوسکتا ہے اللہ تعالی اپنا حق اس شاتم سے معاف کردے مگر رسول اللہ ﷺ کی اہانت کی کوئی معافی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ وفات پاگئے ہیں، آپ کی وفات کے بعد کسی کو معاف کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ شاتمہ رسول ملعونہ آشوپریہار قتل کا مستحق ہے، اس کے معافی طلب کرنے سے ہرگز معاف نہیں کیا جائے گا۔یہاں دو باتیں مزید بتانا چاہتا ہوں۔

(1) پہلی بات یہ ہے کہ جذبات میں آکر ہندو مذہب کے مذہبی رہنماؤں، ان کے معبودوں یا ان کی مقدس چیزوں کو برا بھلا نہ کہا جائے، اسلام ہمیں اس کام سے روکتا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ (الانعام: 108)

ترجمہ: اور گالی مت دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ تعالی کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالی کی شان میں گستاخی کریں گے۔

(2) دوسری بات یہ ہے کہ ہندوستان میں اسلامی شریعت نافذ نہیں ہے کہ ہم مسلمان اسے پکڑ کر اسلامی عدالت میں حاضر کریں اور اسے قتل کردیں۔ تاہم ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے جہاں دستور و آئین موجود ہے اور اس دستور میں فتنہ وفساد برپا کرنے والے، تفرقہ پھیلانے والے اور مذہب کے خلاف بولنے والے یا مذہب میں مداخلت کرنے والے کے لئے کڑی سے کڑی سزا موجود ہے۔ ہم عزم مصمم کرتے ہیں کہ قانون کا سہارا لیکر ہر حال میں اس ملعونہ کو سزا دلوائیں گے تاکہ کوئی دوسری آشو پریہار پیدا نہ ہوسکے لیکن خبردار اس مجرمہ کی جگہ کسی اور بے گناہ لڑکی یا لڑکے کے ساتھ زیادتی نہ کی جائے اور نہ ہی کوئی خود سے اس ملعونہ کو قتل کرنے کی کوشش کرے۔ الحمد للہ جگہ جگہ سے ایف آئی آر درج ہو رہا ہے اور سارے مسلمانوں میں اس کے خلاف غصہ کی لہر دیکھنے کو مل رہی ہے۔ مجھے امید کہ ہندوستانی حکومت اسے کڑی سے کڑی سزا دے گی۔ اگر اسے بچانے کی کوشش کی گئی تو اللہ تعالی کا یہ فرمان ہمارے لئے کافی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا (الاحزاب:57)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لئے نہایت رسوا کن عذاب ہے۔

اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں کہ اس بے غیرت کو قہر آسمانی سے نیست و نابود کردے اور جو بھی اس کا ساتھ دے اسے بھی اس کے ساتھ مٹی میں ملادے۔ آمین

BACK

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی پتلی پنڈلیاں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بڑے جلیل القدر صحابی ہیں، صحیح احادیث میں آپ کے متعلق بڑے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ نبی ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا تھا کہ قرآن چار آدمیوں سے پڑھو ان میں سب سے پہلے آپ کا ہی نام لیا تھا اور ایک مرتبہ بطور خاص آپ ﷺ نے کہا کہ اے ابن مسعود مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ تو انہوں نے سورہ نساء تلاوت کر کے سنائی۔ ابن مسعودؓ کے فضائل میں آپ کی پنڈلی مبارک کی فضیلت بھی وارد ہے۔ مسند احمد کی روایت ہے

۔

عَنِ ابنِ مسعودٍ ، أنَّهُ كانَ يجتَني سواكًا منَ الأراكِ ، وَكانَ دَقيقَ السَّاقينِ ، فجعَلتِ الرِّيحُ تَكفؤُهُ ، فضَحِكَ القومُ منهُ ، فقالَ رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ : مِمَّ تضحَكونَ ؟ قالوا : يا نبيَّ اللَّهِ ، مِن دقَّةِ ساقيهِ ، فقالَ : والَّذي نَفسي بيدِهِ ، لَهُما أثقلُ في الميزانِ مِن أُحُدٍ(مسند أحمد:39/6)

ترجمہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ پیلو (مسواک کے درخت) پر مسواک توڑنے چڑھے اور وہ پتلی پنڈلیوں والے تھے تو ہوا انہیں ادھر ادھر جھکانے لگی، اس پر قوم (صحابہ) ہنسنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تم لوگ کس لئے ہنس رہے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا اے اللہ کے نبی! ان کی پنڈلیوں کی باریکی کی وجہ سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، یہ دونوں پنڈلیاں میزان میں احد پہاڑ سے بھی زیادہ وزنی ہیں۔

روایت کا حکم: یہ روایت مسند احمد کے علاوہ مجمع الزوائد وغیرہ میں متعدد طرق سے مروی ہے۔ احمد شاکر نے مسند احمد کی تحقیق میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ ہیثمی نے قرہ بن ایاس مزنی کے طریق سے بیان کردہ رجال کو صحیح کے رجال قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد: 292/9) شیخ البانیؒ نے اس کی سند کو حسن درجے کا بتلایا ہے۔ (ارواء الغلیل: 104/1) علامہ ابن کثیرؒ نے بھی اس کی سند کو جید وقوی کہا ہے۔ (البدایہ والنہایہ: 29/2) خلاصہ یہ ہوا کہ یہ روایت قابل استدلال ہے۔

روایت سے مستنبط اہم مسائل

(1) مسواک سے دانت ومنہ صاف کرنا چاہے اس کے لئے درخت پر ہی کیوں نہ چڑھنا پڑے اور مشقت کیوں نہ اٹھانی پڑے کیونکہ دوسری احادیث میں مسواک کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

(2) مسواک کے لئے پیلو کی لکڑی استعال کرنا مستحب ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم دوسرے مسواک یا دوسری چیزوں سے دانت ومنہ نہیں صاف کر سکتے ہیں۔

(3) انسان کے موٹا ہونے سے اس کی فضیلت ظاہر نہیں ہوتی ہے۔ بخاری کی روایت ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

إنه ليأتي الرجلُ العظيمُ السمينُ يومَ القيامةِ ، لا يزنُ عند الله جناحَ بعوضةٍ . وقال : اقرؤوا إن شئتم : { فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ القِيَامَةِ وَزْنًا }(صحيح البخاري:4729)

ترجمہ: بلاشبہ قیامت کے دن ایک بہت بھاری بھرکم موٹا تازہ شخص آئے گا لیکن وہ اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی کوئی قدر نہیں رکھے گا اور فرمایا کہ پڑھو۔" فلا نقیم لھم یوم القیمۃ وزنا" (قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن نہ کریں گے۔)۔

(4) انسان کی کسی فطری کمزوری یا فطری نقص کی بنیاد پر ہنسنا اللہ کی تخلیق پر ہنسنا ہے۔ اللہ تعالی کسی کا جسم نہیں دیکھتا بلکہ اس کا دل دیکھتا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: إنَّ اللَّهَ لا ينظرُ إلى أجسادِكُم ، ولا إلى صورِكُم ، ولَكِن ينظرُ إلى قلوبِكُم(صحيح مسلم:2564)

ترجمہ: بے شک اللہ تمہارے جسموں اور صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں (سیرت) کو دیکھتا ہے۔

(5) اس حدیث سے ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، گوکہ انسان کی نظر میں کمزور پنڈلی والے تھے جسے عیب سمجھا جاتا ہے مگر ایمان وعمل کی وجہ سے آپ کی یہ پنڈلی قیامت کے دن قیراط سے بڑھ کر ہے۔

(6) اگر کوئی انسان کسی دوسرے انسان کی تضحیک کرے تو ہمارا فرض ہے کہ اسے حکمت وبصیرت کے ساتھ تنبیہ کریں جیساکہ نبی ﷺ نے فضیلت ساق (پنڈلی) بیان کرکے ہنسنے کی وجہ ہی ختم کردی ہے۔ اس طرح ہم بھی اگر کوئی اندھے پر ہنسے یا کالے پر ہنسے تو نابینا صحابي عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ اور کالے صحابی بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی مثال بیان کرکے ایمان وعمل کی فضیلت بیان کریں۔ اللہ کا فرمان ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ

وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (الحجرات : 13)

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو، کنبے اور قبیلے بنادئے ہیں، اللہ کے نزدیک تم سب میں باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ برتری کا معیار ذات وقبیلہ، حسب و نسب، مال و قوت یا جسم وخوبصورتی نہیں بلکہ تقوی ہے، جو اللہ سے جس قدر ڈرنے والا اور اس کے احکام پر چلنے والا ہو گا وہ اللہ کے نزدیک اتنا ہی باعزت اور مقرب ہو گا۔

BACK

جس گھر میں کھجور نہیں، وہ گھر والے بھوکے ہیں

احادیث کے اندر کھجور کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے کیونکہ اس میں صحت کا راز اور مختلف بیماریوں کا علاج موجود ہے۔ ان فضیلتوں والی احادیث میں ایک حدیث وہ بھی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جس گھر میں کھجور ہو وہ گھر والے کبھی بھوکے نہیں رہتے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جس گھر میں کھجور نہ ہو وہ گھر والے بھوکے ہیں۔ دونوں روایات میں پیش کرتا ہوں۔

پہلی روایت: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

لا يجوعُ أهلُ بيتٍ عندهم التَّمْرُ(صحيح مسلم:2046)

ترجمہ: اس گھر کے لوگ بھوکے نہیں رہتے جس گھر میں کھجور ہو۔

*اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔

دوسری روایت: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

يا عائشةُ ! بيتٌ لا تمرَ فيهِ ، جياعٌ أهلُهُ . يا عائشةُ ! بيتٌ لا تمرَ فيهِ جياعٌ أهلُهُ - أو جاعَ أهلُهُ - قالها مرتينِ ، أو ثلاثًا .(صحيح مسلم:2046)

ترجمہ: اے عائشہ! جس گھر میں کھجور نہ ہو اس گھر کے رہنے والے بھوکے ہیں۔ اے عائشہ! جس گھر میں کھجور نہ ہو اس گھر کے رہنے والے بھوکے ہیں۔ آپ ﷺ نے یہ بات دو مرتبہ یا تین مرتبہ دہرائی۔

☆اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔

یہ حدیث بلاشبہ کھجوروں کی اہمیت وفضیلت اجاگر کرتی ہے، ساتھ ہی اس حدیث سے یہ جواز بھی نکلتا ہے کہ ہم کھجوروں کو جمع کرکے گھر میں رکھ سکتے ہیں تاکہ تھوڑا تھوڑا اس میں سے کھاتے رہیں اور گھر کبھی کھجوروں سے خالی نہ ہو۔

یہاں ایک اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس گھر میں کھجور نہیں اس گھر کے رہنے والے کیا واقعی بھوکے ہیں؟ یعنی ان کی بھوک نہیں مٹتی جبکہ مشاہدے میں یہ بات آتی ہے کہ لوگ بغیر کھجور کے بھی شکم سیر ہو رہے ہیں؟۔

تو اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں اہل بیت یا اھلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے یہاں کھجوروں کی پیداوار ہوتی ہے اور ان کی خوارک ہی کھجور ہے جیسے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں نجد و مدینہ والے جن کے یہاں مہینوں گذر جاتا مگر ان کے پاس سوائے کھجور و پانی کے کچھ بھی نہیں ہوتا، اسی سے ان گزر بسر ہوتا۔ آج کل کوئی بھی جگہ ایسی نہیں جہاں صرف کھجور خوراک کے طور پر استعمال ہوتی ہو، نجد اور مدینہ میں بھی نہیں۔ اس بات سے کھجور کی اہمیت کم نہیں ہو جاتی کیونکہ اس حدیث سے اصل کھجوروں کی اہمیت و فضیلت بیان کرنا اور گھر والوں کے لئے غذائی ضروریات کی ذخیرہ اندوزی کے جواز کا اظہار اور اس کی ترغیب دینا مقصود ہے۔ یہ غذاء بھی ہے اور شفا بھی۔ اس لئے ہمیں کھجوروں کی طرف التفات کرنا چاہیئے۔ آج ہمارے گھروں میں متعدد قسم کی مٹھائیاں، بسکوٹ، نمک پارے موجود ہوتے ہیں جن سے گھر والے بھی وقتا فوقتا ناشتہ کرتے رہتے ہیں اور گھر آنے والے مہمانوں کی بھی ضیافت کرتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ ان سامانوں کی جگہ ہمارے گھر کھجور ہوتی۔ سنت پر بھی عمل ہو جاتا اور اس سے نہ صرف جسمانی قوت حاصل ہوتی بلکہ جسمانی بیماریوں سے شفا بھی ملتی۔

BACK

گھر کی آفت سے بچنے کے لئے جانور پالنا

سوال: بہت سے لوگ گھر میں اس لئے جانور پالتے ہیں کہ اگر گھر میں کوئی آفت آئے گی تو پہلے جانور پر آئے گی، اس قسم کا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟

جواب: سب سے پہلے ہمیں یہ جان لینا چاہئے کہ ہمارے اوپر جو بھی مصیبت نازل ہوتی ہے وہ اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ (الشورى:30)

ترجمہ: تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے، اور وہ تو بہت سی باتوں سے درگزر فرمادیتا ہے۔

ایک دوسری جگہ اللہ کا ارشاد ہے:

مَّا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ۖ وَمَا أَصَابَكَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن نَّفْسِكَ ۚ (النساء:79)

ترجمہ: تجھے جو بھلائی ملتی ہے وہ اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے اور جو بُرائی پہنچتی ہے وہ تیرے اپنے نفس کی طرف سے ہے ۔

اگر اللہ کی طرف سے نازل شدہ ان مصائب سے ہمیں بچنا ہے تو جانوروں کو پالنے سے مصیبت نہیں ٹلے گی بلکہ اچھے اعمال کرنا پڑے گا اور جن برائیوں کی وجہ سے ایسے دن دیکھنے پڑے ان سے توبہ کرنا پڑے گا۔اللہ تعالی گناہوں اور برائیوں سے توبہ کرنے پر معاف کرنے کا وعدہ کرتا ہے اس کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ(التحريم: 8)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی خالص توبہ کرو قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ دور کردے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

دیگر مصائب ومشکلات اور برائیوں سے بچاؤاور ان کو مٹانے اور بخشوانے کا ذریعہ نیکی اور اعمال صالحہ انجام دینا ہے،

فرمان الہی ہے:

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ۚ (ھود: 114)

ترجمہ: بے شک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔

جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جانور پالنے سے مصیبت ٹلتی ہے یا گھر کی مصیبت پہلے جانور پر نازل ہوتی ہے اس لئے گھر میں جانور پالنا چاہئے ایسے آدمی کا یہ عقیدہ باطل وفاسد ہے۔ یاد رکھیں آسمان میں جس کے لئے جس بلا میں گرفتار ہونے کا اللہ کی طرف سے فیصلہ ہو جاتا ہے وہ بلا اسی شخص پر نازل ہوتی ہے اسے کوئی ٹالنے والا نہیں سوائے اللہ تعالی کے، لہذا مومن کو قرآن سے ثابت یہی عقیدہ رکھنا چاہئے، اللہ کا فرمان ہے:

وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (الانعام: 17)

ترجمہ: اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا دور کرنے والا سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

اس بات کو اللہ تعالی نے دوسرے پیرائے میں اس انداز میں بیان کیا ہے۔

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ (النمل:62)

ترجمہ: کون ہے جو بے قرار کی دُعا سنتا ہے جبکہ وہ اسے پکارے اور کون اسکی تکلیف کو دور کرتا ہے اور کون ہے جو تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی اِلٰہ بھی ہے؟، تم بہت کم نصیحت وعبرت حاصل کرتے ہو۔

مومن کو یہ عقیدہ بھی رکھنا چاہئے کہ اللہ کے سوا خواہ نبی ہو یا ولی کوئی بھی نفع ونقصان کا ذرہ برابر بھی مالک نہیں، اللہ کا فرمان ہے:

قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا (الجن:21)

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ مجھے تمہارے کسی نفع نقصان کا اختیار نہیں۔

اس آیت میں نبی ﷺ کا بیان ہے کہ میں تمہارے لئے کچھ بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں، اور جو غیر نبی ہیں خواہ ولی، پیر، مرشد، عالم، عابد کوئی بھی ہوں وہ بھلا کیسے بلا ٹال سکتے ہیں اور نفع پہنچا سکتے ہیں؟۔ یہ بات اس وقت کی ہے جب نبی ﷺ باحیات تھے یعنی زندہ نبی کسی کے لئے نفع ونقصان کا مالک نہیں تو جو مردہ ہیں وہ بھلا زندوں کو کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں؟ آپ خود اندازہ لگا لیں۔

BACK

انسانوں سے اللہ کا واسطہ دے کر مانگنا

لوگوں میں یہ دیکھا جاتاہے کہ سوال کرتے وقت اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرتے ہیں جیساکہ سائل کسی سے کہے اللہ کے نام پہ کچھ دیدو یا کوئی آدمی کہے کہ اللہ کے واسطے میرا یہ کام کردو یا مجھے فلاں چیز دیدو۔

اس قسم کے واسطہ سے متعلق دو قسم کی روایات موجود ہیں۔ایک قسم کی روایت میں اللہ کا نام وواسطہ دے کر مانگنے سے منع کیا گیاہے تو دوسری قسم کی روایت میں اللہ کا نام لیکر مانگنے والے کو دینے کا حکم دیا گیاہے۔

اللہ کے واسطے سے مانگنے کی دلیل:

پہلی دلیل: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنِ استعاذَ باللَّهِ فأعيذوهُ ومن سألَ باللَّهِ فأعطوهُ ومَن دَعاكم فأجيبوهُ ومن صنعَ إليكُم معروفًا فَكافئوهُ فإن لم تجِدوا ما تُكافئونَه فادعوا لَه حتَّى ترَوا أنَّكُم قد كافأتُموهُ(صحيح أبي داود:1672)

ترجمہ: جو شخص تم سے اللہ تعالی کے واسطے سے پناہ مانگے اسے پناہ دو،اور جو کوئی اللہ تعالی کے نام سے سوال کرے اس کو دو،اور جو تمہیں دعوت دے اس کی دعوت قبول کرو،اور جو تمہارے ساتھ کوئی احسان کرے اس کا بدلہ دو،اور اگر کوئی ایسی چیز نہ ملے جس سے بدلہ دو تو اس کے لئے دعا کرتے رہو، یہاں تک کہ تم سمجھ لو کہ اس کے احسان کا بدلہ پورا دے دیا۔

دوسری دلیل: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

ألا أخبرُكُم بخَيرِ النَّاسِ؟ رجلٌ مُمسِكٌ بعَنانِ فرسِهِ في سبيلِ اللَّهِ. ألا أخبرُكُم بالَّذي يَتلوهُ؟ رجلٌ معتزِلٌ في غُنَيْمةٍ يؤدِّي حقَّ اللَّهِ فيها. ألا أخبرُكُم بِشرِّ النَّاسِ؟ رجلٌ يُسأَلُ باللَّهِ ولا يُعطي بِهِ(صحيح الترمذي:1652)

ترجمہ: کیا میں تم لوگوں کو سب سے بہتر آدمی کے بارے میں نہ بتادوں؟ یہ وہ آدمی ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے رہے، کیا میں تم لوگوں کو اس آدمی کے بارے میں نہ بتادوں جو مرتبہ میں اس کے بعد ہے؟ یہ وہ آدمی ہے جو

لوگوں سے الگ ہو کر اپنی بکریوں کے درمیان رہ کر اللہ کا حق ادا کرتا رہے، کیا میں تم کو بدترین آدمی کے بارے میں نہ بتا دوں؟ یہ وہ آدمی ہے جس سے اللہ کا واسطہ دے کر مانگا جائے اور وہ نہ دے۔

اللہ کے واسطے سے نہ مانگنے کی دلیل:

ابو موسی عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

ملعونٌ من سأل بوجهِ اللهِ ، و ملعونٌ من يسألُ بوجهِ اللهِ ثم منع سائلَه مالم يسألُه هجرًا(السلسلة الصحيحة:2290)

ترجمہ: ملعون ہے وہ شخص جو اللہ کے واسطے سے سوال کرے اور ملعون ہے وہ جس سے اللہ کے واسطے سے کیا جائے اور وہ نہ دے جب تک کہ اس سے قبیح چیز کے بارے میں سوال نہ کیا جائے۔

دونوں قسم کی روایات سے مستنبط مسائل

☆ان دونوں قسم کی روایات کو جمع کرنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کسی کو کسی سے کچھ مانگنا ہو تو اللہ کا واسطہ دے کر نہ مانگے کیونکہ اگر اللہ کے واسطے سے سوال کرتا ہے اور جس سے مانگا جارہا ہے اس نے انکار کردیا تو اس میں اللہ کے اسماء کی توہین ہے۔ خاص طور سے اس آدمی سے تو مزید پرہیز کرنا چاہئے جس کے یہاں اللہ تعالی کے اسمائے حسنی کی قدرو منزلت نہیں یا جو انکار کرنے والا ہو۔

☆اگر کوئی اللہ کا واسطہ دے کر جائز چیز طلب کرے تو اگلے آدمی کو اس کی طلب پوری کرنی چاہئے تاکہ اللہ کے نام کی اہانت نہ ہو۔

☆اللہ کے نام سے طلب کرنے والا اپنا حق طلب کررہا ہے تو یہ اس کا حق ہے اگلے کو چاہئے کہ اس کی مانگ پوری کرے مثلا قرض دینے والا کہے اللہ کے واسطے میرا دیا ہوا پیسہ واپس کردو، فقیر کہے اللہ کے واسطے مجھے صدقہ وخیرات دو، مظلوم کہے اللہ کے واسطے مجھے دشمن سے بچاؤ، ضرورتمند کہے اللہ کے واسطے فلاں کام میں میری مدد کرو۔

☆اللہ کے واسطے سے معصیت کی چیز طلب نہ کرے اور کسی سے طلب کی جائے تو اس کی مانگ پوری نہ کرے۔

☆ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی کے واسطے سے صرف جنت کا سوال کرو، وہ ضعیف ہے۔ لا يُسألُ بوجهِ اللهِ إلا الجنةُ.(ضعيف أبي داود:1671) (ترجمہ:اللہ سے صرف جنت کا سوال کیا جائے گا۔)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ کا واسطہ دے کر مانگنے میں ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ مراد پوری نہ ہونے پر اللہ کے نام کی بے ادبی ہوتی ہے، اگر کسی نے آپ سے اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرلیا اس حال میں کہ اس کا سوال جائز ہو اور دینے والا اس پر قادر بھی ہو تو سائل کو مایوس نہیں کرنا چاہئے۔

BACK

سانپ سے متعلق امور کے احکام

(1)سانپ کو مارنے کا حکم: سانپوں کی اکثریت تکلیف دینے والی ہے،اس لئے نبی ﷺ نے اسے مارنے کا حکم دیا ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خمسٌ فواسقُ يُقتلْنَ في الحلِّ والحرمِ : الحيةُ ، والغرابُ الأبقعُ ، والفارةُ ، والكلبُ العقورُ ، والحُدَيَّا(صحیح مسلم:1198)

ترجمہ: پانچ موذی (جاندار) ہیں۔حل و حرم میں (جہاں بھی مل جائیں) مار دیئے جائیں۔ سانپ، کوا(جس کے سر پر سفید نشان ہوتا ہے)چوہا، پاگل کتا اور چیل۔

سانپ اس قدر تکلیف دہ ہے کہ نماز توڑ کر اسے مارنے کا حکم ہوا ہے۔ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

اقتلوا الأسوَدينِ في الصَّلاةِ الحيَّةَ والعقربَ(صحيح أبي داود:921)

ترجمہ: نماز میں دو کالوں یعنی سانپ اور بچھو کو مار ڈالو۔

گھروں کے سانپ: گھروں کے سانپ کا حکم کچھ مختلف ہے،اسے پہلے تین بار گھر خالی کرنے کا حکم دیا جائے گا کیونکہ ممکن ہے کوئی جن سانپ کی شکل اختیار کر لیا ہو۔ سیدنا ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أن رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم ، نهى عن قتلِ الجِنَّان التي تكونُ في البيوتِ ،إلا أن يكون ذا الطُّفْيَتَيْنِ، والأبترَ، فإنهما يخطفانِ البصرَ ويَطْرَحانِ ما في بطونِ النساءِ.(صحيح أبي داود:5253)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سانپوں کو جو گھروں میں رہتے ہیں مارنے سے منع فرمایا ہے سوائے ان کے جن کی پشت پر (کالی یا سفید) دو دھاریاں ہوتی ہیں اور جن کی دم نہیں ہوتی۔بلاشبہ یہ نظر زائل کر دینے اور عورتوں کا حمل گرا دینے کا باعث بنتے ہیں۔

ایک نوجوان کا واقعہ ہے، نئی نئی ان کی شادی ہوئی تھی، خندق سے اجازت لیکر گھر آیا تھا،بیوی کو گھر کے باہر دیکھا تو آگ بگولہ ہو گیا۔آج ہماری عورتیں گھر کے باہر کیا،کہاں نہیں جاتیں۔اس میں ہماری غفلت ہے۔بہر کیف بیوی نے

کہاکہ گھر میں دیکھو کیا ہے ؟نوجوان گھر میں دیکھتا ہے تو دیکھا کہ ایک سانپ کنڈلی مارے بستر پر بیٹھا ہے۔نوجوان نے سانپ کو نیزے میں پرولیا پھر گھر سے واپس نکلا تو وہ دوبارہ حملہ کرکے نوجوان کو مار دیا۔اس واقعہ سے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

إنَّ بالمدينة جنًّا قد أسلموا . فإذا رأيتُم منهم شيئًا فآذِنوه ثلاثةَ أيامٍ . فإن بدا لكم بعد ذلك فاقتُلوه . فإنما هو شيطانٌ (صحیح مسلم:2236)

ترجمہ: مدینہ میں جن رہتے ہیں، جو مسلمان ہوگئے ہیں پھر اگر تم سانپوں کو دیکھو تو تین دن تک ان کو خبردار کرو، اگر تین دن کے بعد بھی نہ نکلیں توان کو مارڈالو کہ وہ شیطان ہیں۔

علماء نے کہا ہے کہ تین مرتبہ اجازت کافی ہے، اگر وہ گھر سے نہ نکلے یا نکل کر دوبارہ آجائے تو اسے قتل کردیں لیکن ابتر (وہ سانپ جس کی دم چھوٹی ہو)اور ذوا لطفیتین (جس کی پشت پر دو سیاہ لکیریں ہوں)ان دونوں قسم کے سانپوں کو ہر جگہ اور ہر حال میں قتل کیا جائے گا جیسا کہ اوپر والی روایت میں اس کا ذکر ہے۔

حیوان کے ساتھ احسان وسلوک: اسلام اس قدر رحم دلی کا مذہب ہے کہ موذی جانور تک کو کم سے کم تکلیف سے مارنے کا حکم دیتا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

إنَّ اللهَ كتب الإحسانَ على كلِّ شيءٍ . فإذا قتلتم فأحسِنُوا القِتْلَةَ . وإذا ذبحتم فأحسِنُوا الذبحَ . وليُحِدَّ أحدُكم شفرتَه . فليُرِحْ ذبيحتَه(صحیح مسلم:1955)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ سب سے اچھا طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔اس لئے جب تم کسی کا قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، تم میں سے ایک شخص (جو ذبح کرنا چاہتا ہے)وہ اپنی (چھری کی)دھار کو تیز کرلے اور ذبح کیے جانے والے جانور کو اذیت سے بچائے۔

یہ بات ذکر کرنے کا میرا مقصد یہ ہے کہ بعض لوگ جانور کا بے دردی سے قتل کرتے ہیں انہیں اس حدیث سے سبق لینا چاہئے۔جانور خواہ کھانے کے لئے ذبح کریں یا موذی ہونے کے سبب اس کا قتل کریں بہر دو صورت احسان کا پہلو مد نظر رہے۔

سانپ کی پرورش: آج کل مختلف حیوانات، پرندے، درندے اور سانپوں کو پالا جاتا ہے، انہیں قید کیا جاتا ہے اور انہیں نمائش بنا کر اس سے روپیہ پیسہ کمایا جاتا ہے۔ علماء بعض خوبصورت پرندے مثلاً طوطا، بلبل وغیرہ کو خوبصورتی اور سریلی آواز کی وجہ سے پالنے اور انہیں قید کرنے کی اجازت دیتے ہیں اس شرط کے ساتھ کہ انہیں کھانے پینے کی سہولت دی جائے اور ان کے حقوق کی رعایت کی جائے۔ پالنے کی دلیل ابو عمیر کے پرندے نغیر سے لی جاتی ہے اور قید کی دلیل اس حدیث سے لی جاتی ہے جس میں ایک بوڑھیا کے بلی باندھنے کا ذکر ہے۔

لیکن موذی جانور جنہیں مارنے کا حکم دیا گیا ہے انہیں باقی رکھنا خلاف سنت ہے، انہیں محفوظ رکھ کر کمائی کا ذریعہ اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ سانپ جسے مارنے کا نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ جہاں پاؤ اسے قتل کردو خواہ وہ حرم میں ہی کیوں نہ ہو یہاں تک کہ نماز میں بھی مارنے کا حکم دیا ہے۔ اس بنا پر سانپ کی پرورش خواہ زہریلا ہو یا نہیں ہو جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر کسی طبّی یا سائنسی تجربہ کے تحت رکھا گیا ہو تو اس کے جواز کی طرف اہل علم گئے ہیں۔

سانپ کا کھانا: سانپ کا کھانا حرام ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا ہے۔ بعض قوموں اور بعض ممالک میں سانپ کھایا جاتا ہے، اس کا سوپ پیا جاتا ہے۔ چین میں سیکڑوں فارمز ہیں جہاں ہر قسم کے سانپوں کی نشو ونما اس مقصد سے کی جاتی ہے کہ اس کا گوشت کھایا جائے اور اس کا سوپ بنا کر پیا جائے بلکہ سوپ دنیا کی مہنگی ڈش میں شمار ہوتی ہے۔ آج یہ ڈش عام ہوتی جارہی ہے اور ہوٹلوں میں آسانی سے دستیاب ہونے لگی ہے۔

سانپ کھانے سے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا موقف ملاحظہ فرمائیں :

«أكل الخبائث وأكل الحيات والعقارب حرام بإجماع المسلمين ، فمن أكلها مستحلاً لذلك فإنه يستتاب فإن تاب وإلا قتل ، ومن اعتقد التحريم وأكلها فإنه فاسق عاص لله ورسوله »(مجموع الفتاوى لابن تيمية :609/11) .

ترجمہ: گندی چیزوں، سانپوں اور بچھوؤں کو کھانا حرام ہے، اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ جس نے اسے حلال سمجھ کر کھایا تو اس سے توبہ کرایا جائے گا، اگر توبہ کر لیا تو ٹھیک ورنہ قتل کر دیا جائے گا اور جس نے اس کی حرمت کا اعتقاد رکھتے ہوئے کھایا تو وہ فاسق، اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔

لہذا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ سانپ (حرام چیز) کھائے۔ خاص طور سے میں غیر ملکی اسفار کرنے والے

مسلمانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ہوٹلوں میں کھانے پینے میں احتیاط سے کام لیں۔

سانپ کی تجارت: آج سانپوں کی کثرت سے تجارت ہوتی ہے، نہ صرف یورپ وافریقہ بلکہ براعظم ایشیا میں بھی عام ہے۔ ہندوپاک بھی اس کی تجارت میں پیش پیش ہیں۔ بہت سے مسلمان سانپوں کی تجارت کرتے ہیں۔ بعض لوگ میوزیم کو بیچتے ہیں، بعض ہوٹلوں کو فراہم کرتے ہیں۔ عام لوگوں میں بھی بطور خاص سوپ پینے کی غرض سے اسے بیچا جاتا ہے۔ سانپ حرام جانور ہے جس کے قتل کا حکم ہوا ہے، اور حرام جانور کی بیع وشراء شریعت میں ممنوع ہے ۔نبی ﷺ کا فرمان ہے:

إنَّ اللهَ إذا حرَّمَ على قومٍ أكْلَ شيءٍ حرَّمَ عليهم ثَمَنَهُ(صحیح الجامع:5107)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالی جب کسی قوم پر کوئی چیز کھانا حرام کرتا ہے تو اس کی قیمت کی اس پر حرام کردیتا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

ما لا ينتفع به [من الحيوانات] لا يصح بيعه ، كالخنافس ، والعقارب ، والحيات ، والفأر ، والنمل ، ونحوها (روضة الطالبين:3 /351) .

ترجمہ: جن حیوانوں سے فائدہ نہیں اٹھایا جاتا ہے ان کی تجارت صحیح نہیں ہے مثلا گوبریلا، بچھو، سانپ، چوہا، چیونٹی اور ان جیسے۔

سعودی عرب کی دائمی کا فتوی ہے: کسی بھی تجارتی معاملے کے درست ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ بلا ضرورت بھی اس سے نفع کا حصول ممکن ہو، اور سانپوں میں کوئی فائدہ نہیں ہے، بلکہ ان میں تو نقصان ہے، لہذا اس کی خرید وفروخت کرنا جائز نہیں ہے، اور یہی حکم چھپکلی وغیرہ کا ہے، کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے، لہذا اس کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔ (بندروں کی خرید وفروخت/فتوی نمبر:18807)

ثابت یہ ہوا کہ سانپ کی خرید وفروخت منع ہے خواہ زہر والا ہو یا زہر والا نہ ہو۔

سانپ کی کھال: آج کل سانپ کی کھال سے بیک، جوتے، پرس اور بہت ساری فیشن کی اشیاء بنائی جاتی ہیں۔ یہ اشیاء بہت مہنگی ہوتی ہیں بنابریں صرف مالدار لوگ ہی خرید سکتے ہیں۔ یہ کھال کیسے نکالی جاتی ہے ابھی تک عام لوگوں کو اس علم نہیں تھا اور بہت سارے راز ابھی بھی سربستہ ہیں مگر حال ہی میں انڈونیشیا کے جزیرے جاوا کے نواحی علاقے میں

قائم ایک فیکٹری کی کچھ تصاویر سامنے آئی ہیں جن سے اتنا پتہ لگانا آسان ہو گیا ہے کہ اس کے لئے سانپوں کو بڑی بے رحمی سے مارا جاتا ہے پھر یہ قیمتی چمڑہ وجود میں آتا ہے۔ اوپر میں نے ذکر کیا ہے کہ اسلام نے قتل کئے جانے والے جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کے ساتھ قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ سانپوں کی کھال کی ایسی تجارت حرام ہے ،ویسے بھی سانپ سے کسی طرح کی قیمت کا فائدہ اٹھانا منع ہے۔

یہاں ایک مزید مسئلہ واضح کردوں کہ حرام جانور کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوگی، یہی موقف زیادہ قوی ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان: إذا دُبِغَ الإهابُ فقد طَهُرَ.(صحیح مسلم:366)

ترجمہ: جو کھال دباغت دیدی جائے وہ پاک ہو جاتی ہے۔

اھاب سے مراد حلال جانور کی کھال ہے اور دباغت چمڑے کو پاک کرنے کا طریقہ ہے۔ جو جانور حلال ہو اور اسے ذبح کیا جائے تو اس کا چمڑہ یونہی پاک ہے مگر وہ حلال جانور جو ذبح سے پہلے مر جائے تو اس کی کھال کو دباغت دینے سے پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا:

أن رسولَ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- وجَدَ شاةً ميتةً ، أُعطِيَتْها مولاةٌ لميمونةَ مِن الصدقةِ . فقال رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم هلَّا انتفعتم بجلدِها ؟ قالوا : إنها مَيْتَةٌ . فقال : إنما حُرِّمَ أكلُها.(صحیح مسلم:1492)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ رضی اللہ عنہا کی باندی کو جو بکری صدقہ میں کسی نے دی تھی وہ مری ہوئی دیکھی۔اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اس کے چمڑے کو کیوں نہیں کام میں لائے۔لوگوں نے کہا کہ یہ تو مردہ ہے۔آپ نے فرمایا کہ حرام تو صرف اس کا کھانا ہے۔

حرام جانور کی کھال بھی حرام ہوتی ہے اس وجہ سے اسے دباغت دینے پر بھی پاک نہیں ہوگی، اس لئے کوئی مذکورہ حدیث سے یہ مطلب نہ نکالے کہ سانپ کی کھال کو دباغت دینے سے پاک ہو جائے گی۔ شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے حرام جانور کی کھال کی دباغت سے متعلق لکھا ہے کہ اس میں اہل علم کا اختلاف ہے اور محتاط روش یہی ہے کہ نبی ﷺ کے اس ارشاد پر عمل کرتے ہوئے انہیں استعمال نہ کیا جائے۔

مَنِ اتَّقَى الشُّبُهاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَا لِدِيْنِه وعِرْضِه۔

ترجمہ: جو شخص شبہات سے بچا رہا، اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کر لیا۔"

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

دَعْ مَا يُرِيبُکَ الی مَا لَا يُرِيبُکَ۔

ترجمہ: اس چیز کو چھوڑ دو جس میں شک ہو اور وہ اختیار کرو جس میں شک نہ ہو۔(فتاوی بن باز 224/1)

سانپ سے علاج: بازار میں سانپ کی چربی سے تیار شدہ بہت ساری اشیاء ملتی ہیں، اسی طرح سانپ کا تیل بھی ملتا ہے جو درد اور سقوط بال سے مانع ہے۔ بعض علماء علی الاطلاق سانپ کی اشیاء کو بطور علاج استعمال کرنا جائز کہا ہے اور بعض نے خالص سانپ سے تیار اشیاء سے منع کیا ہے مگر اس کی معمولی مقدار کسی دوا میں ملانے کو جائز کہا ہے۔ احادیث کی رو سے یہ دونوں موقف غلط ہے۔ اللہ تعالی نے حرام اشیاء میں شفا نہیں رکھا ہے، اگر حرام شی میں کچھ فائدہ بھی ہو تو بھی ہمیں اس سے بچنا ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ۔[الأعراف:157]

ترجمہ: اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

إنَّ اللهَ تعالى خلق الدَّاءَ و الدَّواءَ ، فتداووْا ، و لا تتداووْا بحَرامٍ(صحیح الجامع:1762)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالی نے بیماری اور اس کا علاج پیدا کیا ہے، لہذا تم اپنا علاج کراؤ اور حرام چیزوں سے اپنا علاج مت کراؤ۔

BACK

پانی پر دم کرنے کا حکم

پانی پر پھونک مارنے کی دو قسمیں ہیں ،ایک قسم جائز ہے اور ایک قسم ناجائز۔

پہلی قسم: ایک پھونک مارنا تبرکاً ہے جو عموماً صوفیوں کے یہاں پایا جاتا ہے،اس سے وہ برکت لیتے ہیں جبکہ نبی ﷺ کے علاوہ کسی کے آثار یا تھوک وپھونک سے برکت لینا حرام اور شرک کے قبیل سے ہے۔

دوسری قسم: شرعی دم جسے عربی میں رقیہ شرعیہ کہتے ہیں وہ جائز ہے،اس کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی مسنون دعائیں پڑھ کر جسم پر پھونک مارے،اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ ماثورہ دعائیں اور قرآنی آیات پڑھ کر آدمی پانی پر دم کرے اور اس کو پیئے یا استعمال کرے۔اس کا ثبوت نبی ﷺ کے علاوہ صحابہ وتابعین وغیرہ سے ملتا ہے مگر یہ نہیں صحیح ہے کہ کاغذ پر کچھ لکھ کر پانی میں تحلیل کرے اور مریض کو اسے پیئے۔

دوسری قسم سے متعلق میں یہاں کچھ دلائل ذکر کرتا ہوں جن سے یہ معلوم ہوگا کہ قرآنی آیات ومسنون دعائیں پڑھ کر پانی پر پھونک سکتے ہیں،اسے مریض کو پلا سکتے ہیں اور اس سے غسل بھی کرا سکتے ہیں،اس میں اللہ کی طرف سے شفا ہے۔

(1)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيهِمَا فَقَرَأَ فِيهِمَا (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) وَ (قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) وَ (قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ) ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهِ يَبْدَأُ بِهِمَا عَلَى رَأْسِهِ وَوَجْهِهِ وَمَا أَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهِ يَفْعَلُ ذَلِكَ ثَلاَثَ مَرَّاتٍ(صحيح بخارى: 5017)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ جب اپنے بستر پر آرام کرتے تو ہر شب اپنے دونوں ہاتھ اکٹھے کر کے ان پر ’قل ہو اللہ احد‘ ’قل اعوذ برب الفلق‘ اور ’قل اعوذ برب الناس‘ پڑھ کر دم کرتے اور پھر دونوں ہتھیلیوں کو جہاں تک ممکن ہوتا اپنے جسم پر پھیر لیتے۔پہلے سر،چہرے اور بدن کے اگلے حصے پر ہاتھ پھیرتے اور ایسا تین مرتبہ کرتے تھے۔

طریقہ استدلال: نبی ﷺ کا دونوں ہاتھوں پر پھونک مارنا اس بات کی دلیل ہے کہ پانی یا تیل پر بھی پھونک مار سکتے ہیں جیسا کہ بدن پر۔ اگر کسی چیز پر پھونک سرے سے ممنوع ہوتی تو ہاتھ پر بھی ممنوع ہوتی۔

(2) حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا:

كنا نَرْقِي في الجاهليةِ . فقلنا : يا رسولَ الله ِكيف ترى في ذلك ؟ فقال " اعرِضوا عليَّ رُقاكم . لا بأسَ بالرُّقى ما لم يكن فيه شِركٌ " .(صحيح مسلم:2200)

ترجمہ: ہم زمانہ جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے ہم نے عرض کی: اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے دم کے کلمات میرے سامنے پیش کرو دم میں کوئی حرج نہیں جب تک اس میں شرک نہ ہو۔

طریقہ استدلال: یہ روایت عام ہے، دم اگر شرکیہ قول سے پاک ہو تو پانی، تیل اور ہاتھ و جسم سب پر پڑھ کر پھونک مار سکتے ہیں۔

(3) عن علي - رضي الله عنه - قال : (لدغت النبي صلى الله عليه وسلم عقرب وهو يصلي فلما فرغ قال :" لعن الله العقرب لا تدع مصليا ولا غيره " ثم دعا بماء وملح وجعل يمسح عليها ويقرأ ب-{ قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُونَ { و } قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ { و } قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ { (السلسلة الصحيحة: 548)

ترجمہ: حضرت علیؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے ایک بچھو نے آپکو ڈنک لگا دیا، آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ اللہ تعالی بچھو پر لعنت کرے جو نہ نبی کو نہ کسی دوسرے کو چھوڑتا ہے۔ پھر آپ نے پانی سے بھرا ہوا ایک برتن طلب فرمایا جس میں نمک آمیز کیا ہوا تھا اور آپ اس ڈنک زدہ جگہ کو نمک آمیز پانی میں برابر ڈبوتے رہے اور قل ھو اللہ احد اور معوذ تین پڑھ کر اس پر دم کرتے رہے یہاں تک کہ بالکل سکون ہو گیا۔

☆اس روایت کو علامہ البانیؒ نے سلسلہ صحیحہ میں ذکر کیا ہے۔

طریقہ استدلال: اس روایت سے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ نے پانی پر دم کیا ہے، وہ اس طرح کہ جہاں بچھو نے ڈنک مارا تھا اس جگہ نبی ﷺ نمک آمیز پانی انڈیل کر اسی پانی کی جگہ پھونک مار رہے تھے۔ برتن میں پانی رکھ کر اس پر پھونکنا یا پانی کسی جگہ گرا کر اس پر پھونکنا دونوں برابر ہے۔

(4) عن رسولِ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ أنَّهُ دخلَ علَى ثابتِ بنِ قيسٍ - وَهوَ مريضٌ - فقالَ اكشفِ البأسَ ربَّ النَّاسِ عن ثابتِ بنِ قيسِ بنِ شمَّاسٍ ثمَّ أخذَ ترابًا من بَطحانَ فجعلَهُ في قدَحٍ ثمَّ نفثَ عليهِ بماءٍ وصبَّهُ عليهِ(سنن أبي داود:3885)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے ہاں آئے جبکہ وہ مریض تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے لوگوں کے پالنے والے ! اس تکلیف کو ثابت بن قیس بن شماس سے دور فرمادے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی بطحان کی مٹی لی، اسے ایک پیالے میں ڈالا پھر اس پر پانی پھونک کر ڈالا اور پھر اسے اس پر چھڑک دیا۔

اس کی سند میں ایک راوی محمد بن یوسف ہیں جس کی وجہ سے اسے ضعیف قرار دیا گیا حالانکہ ابن حبان نے اس راوی کو ثقہ کہا ہے اور

حافظ ابن حجرؒ نے مقبول کہا ہے نیز اس روایت کو بطور استدلال فتح الباری کتاب الطب، باب رقیۃ النبی ﷺ میں درج بھی کیا ہے۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے جید کہا ہے۔(الفوائد العلمیۃ من الدروس البازیۃ:472/2)

اس روایت کا ایک شاھد بھی ہے جس سے اسے تقویت ملتی ہے جسے شیخ البانیؒ نے صحیح قرار دیا ہے۔

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کہتے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

الحمَّى من فيحِ جهنمَ فأبرِدوها بالماءِ فدخل على ابنٍ لعمارٍ فقال اكشِفْ الباسَ ربَّ الناسِ إلهَ الناسِ(صحيح ابن ماجه:2814)

ترجمہ: بخار جہنم کی بھاپ ہے، لہٰذا اسے پانی سے ٹھنڈا کرو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمار کے ایک لڑکے کے پاس تشریف لے گئے (وہ بیمار تھا) اور یوں دعا فرمائی: «اکشف الباس رب الناس إلہ الناس» لوگوں کے رب، لوگوں کے معبود! (اے اللہ) تو اس بیماری کو دور فرما۔

طریقہ استدلال: اس روایت میں صاف مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے پہلے پانی پر دم کیا پھر وہ دم شدہ پانی وادی بطحان کی مٹی میں ملایا اور مریض پر جھڑک دیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دم شدہ پانی سے مریض کو غسل بھی دے سکتے ہیں۔

(5) بخاری شریف میں ایک صحابی اوران کی اہلیہ کا نبی ﷺ کے لئے خندق کے موقع سے کھانا پکانے کا ذکر ہے، اس کاچند ٹکڑا یہاں پیش کرتا ہوں۔

فقال رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم : (لاتنزلن برمتكم، ولا تخبزن عجينتكم حتى أجيء) . فجئت وجاء رسول الله صلَّى اللهُ عليه وسلَّم يقدم الناس حتى جئت امرأتي، فقالتْ : بك وبك، فقُلْت : قد فعلت الذي قُلْت، فأخرجت له عجينا فبصق فيه وبارك، ثم عمد إلى برمتنا فبصق وبارك(صحيح البخاري:4102)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تک میں نہ آؤں تم ہانڈی چولہے پر سے نہ اتارنا اور نہ آٹے کی روٹیاں بنانا یہ سن کر میں (گھر میں) آیا اور نبی ﷺ لوگوں کو اپنے پیچھے لئے ہوئے آپ ﷺ آگے تشریف لائے۔ میں اپنی بیوی کے پاس آیا تو وہ مجھے برا بھلا کہنے لگیں۔ میں نے کہا کہ تم نے جو کچھ مجھ سے کہا تھا میں نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے عرض کر دیا تھا۔ آخر میری بیوی نے گندھا ہوا آٹا نکالا اور حضور ﷺ نے اس میں اپنے لعاب دہن کی آمیزش کر دی اور برکت کی دعا کی پھر ہانڈی میں بھی آپ نے لعاب کی آمیزش کی اور برکت کی دعا کی ۔

طریقہ استدلال : اس حدیث میں صراحت موجود ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے لعاب کو گندھے ہوئے آٹے اور گوشت کی ہانڈی میں ملایا اور پھر برکت کی دعا کی ,جب آٹے اور گوشت میں لعاب کی آمیزش کر سکتے ہیں تو مسنون دعائیں پڑھ کر پانی پر بدرجہ اولی پھونک مار سکتے ہیں۔

(6) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

كانَ : يتنفَّسُ في الإناءِ ، ثلاثًا وزعمَ أنسٌ أنَّ رسولَ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ كانَ يتنفَّسُ في الإناءِ ، ثلاثًا(صحيح ابن ماجه:2775)

ترجمہ: وہ برتن میں تین بار سانس لیتے تھے۔ اور انسؓ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ برتن میں تین بار سانس لیتے تھے۔

طریقہ استدلال: جہاں آپ ﷺ نے برتن میں سانس لینے سے منع کیا ہے وہیں آپ سے برتن میں سانس لینا بھی ثابت ہے تو برتن میں سانس لینے سے پانی پر دم کرنا استدلال کیا جا سکتا ہے۔

(7) مصنف ابن ابی شیبہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پانی پر دم کرنا صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ " أَنَّهَا كَانَتْ لا تَرَى بَأْسًا أَنْ يُعَوَّذَ فِي الْمَاءِ ثُمَّ يُصَبَّ عَلَى الْمَرِيضِ (مصنف ابن أبي شيبة» كِتَابُ الطِّبِّ :رقم الحديث: 22895)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے یہاں اس میں کوئی حرج نہیں کہ پانی میں دم کیا جائے پھر اسے مریض پر بہایا جائے۔

ان تمام ادلہ سے ثابت ہوتا ہے کہ پانی پر دم کیا جا سکتا ہے اسی لئے اسلاف سے یہ عمل منقول بھی ہے۔یہ اور بات ہے کہ بعض علماء نے اس کے عدم جواز کا بھی فتوی دیا ہے مگر بہت سارے جید علماء نے اس کے جواز کا فتوی دیا ہے۔

☆امام احمد بن حنبل کے بیٹے صالح فرماتے ہیں۔

بما اعتللت فيأخذ أبي قدحاً فيه ماء، فيقرأ عليه، ويقول لي: اشرب منه، واغسل وجهك ويديك. ونقل عبد الله أنه رأى أباه (يعني أحمد بن حنبل) يعوذ في الماء، ويقرأ عليه ويشربه، ويصب على نفسه منه(الآداب الشرعية والمنح المرئية:2/456)

ترجمہ: جب میں بیمار ہوتا تو میرے باپ پانی کا پیالہ لیتے اور اس پر پڑھتے اور مجھے کہتے کہ اس پانی میں سے پی لو اور اپنے ہاتھوں اور منہ کو دھولو۔اس کے بعد فرماتے ہیں کہ میں اپنے باپ کو دیکھا کہ وہ پانی پر دم کرتے اور اس پر پڑھتے، پھر اسے پی لیتے اور اپنے اوپر بہا لیتے تھے۔

☆ محمد بن مفلح کہتے ہیں: عبداللہ نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنے والد کو پانی میں پڑھ کر پیتے ہوئے اور اپنے اوپر ڈالتے ہوئے دیکھا۔(الآداب الشرعیۃ– 2 / 441)

☆ شیخ الاسلام ابن القیم لکھتے ہیں: ایک وقت میں مکہ میں بیمار تھا، میں ڈاکٹر اور دوا سے محروم تھا تو میں سورہ فاتحہ سے علاج کرتا تھا، اس کا طریقہ یہ تھا کہ زمزم کا پانی لیتا اور اس میں برابر سورہ فاتحہ پڑھتا اور پھر اسے پیتا، تو مجھے اس سے مکمل شفا مل گئی۔(زادالمعادج3ص188)

☆ شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے جب کسی نے پانی اور تیل پر قرآن و مسنون دعائیں پڑھ کر دم کرنے اور مریض کو پلانے اور غسل دینے کی بابت سوال کیا گیا تو شیخ نے فرمایا:

لا حرج في الرقية بالماء ثم يشرب منه المريض أو يغتسل به، كل هذا لا بأس به، الرقى تكون على المريض بالنفث عليه، وتكون في ماء يشربه المريض أو يتروش به، كل هذا لا بأس به۔(موقع بن باز ڈاٹ آر گز ڈاٹ ایس اے)

ترجمہ: پانی کے ساتھ دم جسے مریض پی لے یا اس سے غسل کر لے اس میں کوئی حرج نہیں، دم براہ راست مریض پر پھونک کر بھی ہوتا ہے، اور پانی پر دم بھی ہوتا ہے جو مریض کو پلایا جائے اس پر چھڑکا جائے اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

☆اکثر و بیشتر علمائے کرام نے جادو کے علاج کے تحت پانی پر دم کرنا ذکر کیا ہے اور سحر زدہ شخص پہ علماء ہوں یا عاملین یہی عمل متواتر کرتے ہیں یہاں تک کہ اکثر کو اللہ کی توفیق سے سحر سے نجات مل جاتی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ:

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے پانی پہ پھونکنے سے بھی منع کیا ہے، اسی سبب بعض علماء نے پانی اور تیل وغیرہ پر دم کرنے سے منع کیا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: إذا شرب أحدكم فلا يتنفس في الإناء (صحیح البخاری :5630)

ترجمہ: تم میں سے جب کوئی پانی پیئے تو برتن میں نہ سانس لے۔

اس حدیث میں سانس لینے کی ممانعت ہے، ایک حدیث میں پھونکنے کی ممانعت ہے، وہ اس طرح سے ہے۔

عن ابنِ عبَّاسٍ قالَ: نَهى رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليْهِ وسلَّمَ أنْ يُتنفَّسَ في الإناءِ، أو يُنفَخَ فيهِ(صحيح أبي داود:3728)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے یا اس میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عام پینے والے پانی میں سانس لینے یا اس میں پھونک مارنے کی ممانعت ہے کیونکہ حدیث میں پینے کے لفظ کے ساتھ ممانعت وارد ہے لیکن جس پانی پر دم کرنا ہو وہ مستثنی ہے یعنی دم کرتے وقت پانی پر پھونک مار سکتے ہیں جیسا کہ اوپر کئی روایات ذکر کی گئی ہیں۔

آج سائنسی علوم سے پتہ چلتا ہے کہ پھونک سے جراثیم خارج ہوتے ہیں جو انسان کے لئے نقصان دہ ہیں مگر قرآن کریم یا مسنون اذکار پڑھنے سے ایک قسم کی تاثیر پیدا ہوتی ہے اسی لیے پھونک مریض کے لئے نفع بخش ہے، اگر پڑھ کر پھونکنے سے بھی نقصان کا پہلو نکلتا تو مریض کو شفا نہ ملتی جبکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ مریض کے جسم پر یا پانی پر دم کرکے مریض کو پلایا جائے فائدہ مند ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے بندوں پر بہت بڑا احسان ہے۔ بغیر پڑھے پھونکنا اور وہ

کتاب پڑھ کے پھونکنا جسے شفا قرار دیا گیا ہے دونوں میں بڑا واضح فرق ہے۔ بنابریں یہ کہا جائے گا کہ پانی پر پڑھ کر دم کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ پانی پیتے وقت بغیر پڑھے پھونکنا منع ہے اور سلف نے دم والی احادیث سے یہی مفہوم سمجھا ہے ، اس پر ان کا عمل بھی رہا ہے اور نصوص کو سمجھنے کے لئے سلف کی فہم مقدم ہے ۔ امام احمد بن حنبلؒ، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، حافظ ابن کثیرؒ اور شیخ ابن بازؒ وغیرھم کے علاوہ شیخ صالح عثیمین، عبداللہ بن عبدالرحمن الجبرین, عبدالعزیزالقحطاني, نووي, محمد بن ابراھیم آل الشیخ, صالح بن فوزان الفوزان, عبدالعزیزالراجحي, الشیخ صالح بن عبدالعزیزآل الشیخ, شیخ محمد بن ابراہیم اور جمہور اہل علم پانی پر دم کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔

BACK

نبی ﷺ پر درود و سلام اور ان کے مسائل

نبی ﷺ پہ درود و سلام کے تعلق سے لوگوں میں کافی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں اس وجہ سے میں مختصرا اس پہ روشنی ڈالنا مناسب سمجھتا ہوں۔

(1) نبی ﷺ پہ درود پڑھنے کا حکم: نبی ﷺ کے حقوق میں سے اطاعت و محبت کے علاوہ آپ پر درود و سلام پڑھنا ہے۔ اللہ تعالی نے اس کا حکم فرمایا ہے:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰأَيُّهَا الَّذينَ ءامَنوا صَلّوا عَلَيهِ وَسَلِّموا تَسليمًا (الاحزاب: 56)

ترجمہ: بے شک میں (اللہ) اور میرے فرشتے درود اور سلام نبی پر بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والوں تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ درود و سلام بھیجو۔

(2) درود و سلام میں فرق:

درود یہ ہے: اللھم صل علی محمد و علی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی ال ابراھیم انک حمید مجید۔ اللھم بارک علی محمد و علی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم و علی ال ابراھیم انک حمید مجید۔

سلام یہ ہے: السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ و برکاتہ

اللہ کے درود کا مطلب فرشتوں میں نبی ﷺ کی تعریف کرنا، فرشتوں کے درود کا مطلب نبی ﷺ کے حق میں رحمت و برکت کی دعا کرنا اور انسانوں کے درود کا مطلب نبی ﷺ کے لئے رحمت و برکت اور مغفرت کی دعا کرنا ہے۔ اور لفظ سلام تو معروف ہے سلامتی کی دعا کرنا۔

(3) درود کی فضیلت:

چند احادیث ،،،،

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رضي الله عنه قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أُكْثِرُ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ

صَلَاتِي ؟ فَقَالَ : مَا شِئْتَ . قَالَ قُلْتُ الرُبُعَ ؟ قَالَ : مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ . قُلْتُ النِّصْفَ ؟ قَالَ : مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ . قَالَ قُلْتُ فَالثُّلُثَيْنِ ؟ قَالَ : مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ . قُلْتُ أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا ؟ قَالَ : إِذًا تُكْفَى هَمَّكَ وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ .(صحيح الترغيب:1670)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! میں آپ پر زیادہ درود پڑھتا ہوں، تو آپ کا کیا خیال ہے کہ میں آپ پر کتنا درود پڑھوں ؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے کہا: چوتھا حصہ ؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جتنا چاہو اور اگر اس سے زیادہ پڑھو گے تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا: آدھا حصہ ؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جتنا چاہو اور اگر اس سے زیادہ پڑھو گے تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا: دو تہائی ؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جتنا چاہو اور اگر اس سے زیادہ پڑھو گے تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا: میں آپ پر درود ہی پڑھتا رہوں تو ؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تب تمھیں تمھاری پریشانی سے بچالیا جائے گا اور تمھارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

فمَنْ كان أكثرَهُمْ عليَّ صَلاةً ، كان أَقْرَبَهُمْ مِنِّي مَنْزِلَةً (صحيح الترغيب:1673)

ترجمہ: قیامت کے دن لوگوں میں سے سب سے زیادہ میرے قریب وہ ہو گا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجے گا۔

من صلَّى عليَّ واحدةً ، صلَّى اللهُ عليه عشرَ صلواتٍ ، و حطَّ عنه عشرَ خطيئاتٍ ، و رفعَ له عشرَ درجاتٍ(صحيح الجامع:6359)

ترجمہ: جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے دس درجات بلند کر دیتا ہے۔

اس کے برعکس جو نبی ﷺ کا نام آنے پر درود نہیں پڑھتا اسے بخیل کہا گیا ہے۔

البخيلُ الَّذي مَن ذُكِرتُ عندَهُ فلم يصلِّ عليَّ(صحيح الترمذي:3546)

ترجمہ: بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اس نے مجھ پہ درود نہ پڑھا۔

بخاری کی حدیث میں ذکر ہے جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ نام کا سننے پہ درود نہ پڑھنے والوں کے حق میں بددعا کی تو آپ ﷺ نے منبر پہ آمین کہی۔

(4)درود وسلام کے افضل صیغے:

ابن ابی لیلہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ مجھ سے کعب بن عجرہ نے ملاقات کی اور کہا کیا میں تمہیں ہدیہ نہ کروں: رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے تو ہم نے کہا کہ سلام کیسے کریں ہمیں معلوم ہو گیا مگر آپ پر درود کیسے بھیجیں گے ؟تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم کہو:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ(بخاري:3119 و مسلم :614)

تفصیل کے لئے علامہ البانی کی صفۃ صلاۃ النبی دیکھیں۔

(5)درود کے ساتھ سلام پڑھنا: نبی ﷺ پہ درود بھیجتے وقت سلام کا بھی اضافہ کرنا چاہئے تاکہ درود کے ساتھ سلام بھی جمع ہو جائے اور یہ اللہ تعالی کا حکم بھی ہے۔اس لئے درود ابراہیمی کا اہتمام کریں جس میں درود وسلام موجود ہے اور جسے خود نبی ﷺ نے پڑھنے کی تعلیم ہے۔نماز سے باہر بھی ذکر نبی ﷺ پہ کم از کم کہے "صلی اللہ علیہ وسلم"۔

(6)درود وسلام کے مواقع:

بعض جگہ درود وسلام کہنا واجب ہے،ان میں آخری تشہد ہے۔اس کے علاوہ وجوب کے متعلق اختلاف ہے تاہم یہ ضرور کہوں گا کہ یہ نبی ﷺ کے حقوق میں سے ہے جہاں جہاں پڑھنے کا حکم ملا ہے وہاں پڑھنا چاہئے۔وہ مقامات ہیں: جمعہ کے دن بکثرت، نبی ﷺ کا ذکر کرنے، سننے یا لکھنے کے وقت،اذان کے بعد، مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت، نماز جنازہ کی دوسری تکبیر پہ، خطبات یعنی عیدین وجمعہ اور استسقاء وغیرہ کے وقت، دعا کرتے وقت، ہر مجلس میں جدا ہونے سے پہلے اور دعائے قنوت کے آخر میں وغیرہ۔امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب جلاء الافہام میں اکتالیس مقامات کا ذکر کیا ہے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

BACK

کیا نبی ﷺ کے فضلات پاک ہیں؟

نبی کریم ﷺ ہماری طرح ہی بشر (انسان) تھے، کھاتے پیتے، پیشاب و پاخانہ کرتے، سوتے جاگتے، چلتے پھرتے اور کام کاج کرتے یعنی بشر ہونے کے ناطے ہماری طرح انسان تھے۔اس بات کا ذکر اللہ تعالی نے قرآن میں کیا ہے۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ (الکھف/ 110)

ترجمہ: اے نبی! آپ لوگوں کو کہہ دیں کہ میں تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہوں۔

یہ بات نبی ﷺ نے بھی بیان فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

إنما أنا بشرٌ مثلُكم، أنسى كما تنسوْن، فإذا نَسِيتُ فذكروني(صحيح البخاري:401)

ترجمہ: میں تو تمہارے ہی جیسا آدمی ہوں، جس طرح تم بھولتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں، اس لیے جب میں بھول جایا کروں تو تم مجھے یاد دلایا کرو۔

قرآن کی آیت اور حدیث میں لفظ "بشر مثلکم" قابل غور ہے، یہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ محمد ﷺ نہ صرف انسان ہیں بلکہ ہمارے ہی جیسے انسان ہیں۔اور حدیث میں انسان کی ایک بہت بڑی کمزوری بھولنے کا ذکر ہے جس کے متعلق آپ ﷺ کا یہ بتلانا مقصود ہے کہ بھولنا انسانی کمزوری ہے اور چونکہ میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں اس لئے میں بھول جاتا ہوں، جب مجھ سے ایسا ہو جائے تو مجھے یاد دلادیا کرو۔

اس کے علاوہ بہت سارے نصوص میں آپ ﷺ کے دیگر انسانی اوصاف کا ذکر موجود ہے جن تمام کا ذکر کرنا یہاں ضروری نہیں۔ اس پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ جس طرح ایک عام انسان کے فضلات (پیشاب و پاخانہ) ناپاک ہیں اسی طرح آپ ﷺ کے فضلات بھی ناپاک ہیں۔ اس پہلو کے علاوہ بہت سے دلائل بھی اس بات کو تقویت دیتے ہیں بلکہ بعض ادلہ سے آپ کے فضلات کی ناپاکی کی صراحت بھی ملتی ہے۔

یہاں ان چند دلائل کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے آپ کے فضلات (پیشاب و پاخانہ) ناپاک ہونے پر ثبوت ہیں۔

(1)اللہ تعالی کا فرمان ہے: أو جاء أحد منكم من الغائط ۔[النساء: 43]

ترجمہ: یاتم میں سے کوئی قضائے حاجت (پیشاب یاپاخانہ) سے آیاہو۔یعنی جب تم پیشاب یاپاخانہ کرکے آؤ تو نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ پاک ہوجاؤ(وضونہ کرلو) کیونکہ پیشاب اور پاخانہ پاکی کو ختم کردیتے ہیں۔یہ حکم تمام لوگوں سمیت آپ ﷺ کو بھی شامل ہے کہ جب آپ ﷺ پیشاب یاپاخانہ کرکے آئیں تووضو کریں۔آپ ﷺ ہمارے لئے نمونہ بن کرآئے تھے،آپ کاقول وفعل ہمارے لئے دلیل ہے،اگرآپ کے ہرقول وفعل میں اختصاص ہوتاتوہمارے لئے نمونہ نہیں ہوتے،ہاں آپ کے کچھ اختصاص بھی ہیں،ان کی خصوصیت کی دلیل موجود ہے جوکہ ایک الگ مسئلہ ہے۔

(2)آپ کے پیشاب اور پاخانہ کی ناپاکی کی صریح دلیل ملاحظہ کریں۔

أنه كان يحملُ معَ النبيِّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم إِداوَةً لوَضوئِه وحاجتِه، فبينما هو يَتْبَعُه بها، فقال: (مَنْ هذا؟) فقال: أنا أبو هُرَيرَةَ، فقال: (ابْغِني أحجارًا أستَنفِضْ بها، ولا تأتني بعظمٍ ولا برَوْثَةٍ) . فأَتَيْتُهُ بأحجارٍ أحملُها في طَرَفِ ثوبي، حتى وضعْتُها إلى جنبِه(صحيح البخاري:3860)

ترجمہ:ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضواور قضاءحاجت کے لئے (پانی کا)ایک برتن لئے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایایہ کون صاحب ہیں؟ بتایاکہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاکہ استنجے کے لئے چند پتھر تلاش کرلاؤ اور ہاں ہڈی اورلید نہ لانا۔تو میں پتھر لے کر حاضر ہوا۔میں انہیں اپنے کپڑے میں رکھے ہوئے تھااورلاکر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب اسے رکھ دیااور وہاں سے واپس چلاآیا۔

اس حدیث میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ صحابی رسول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کے قضائے حاجت کے لئے برتن میں پانی لئے ہوئے تھے۔آپ ﷺ نے ان سے استنجا کے لئے پتھر طلب کیا۔اگرآپ کے بول وبراز پاک ہوتے تواستنجا کی ضرورت ہی نہیں تھی۔اس سے صاف عیاں ہے کہ نبی کا بول وبراز بھی ناپاک ہے۔

ایک امر کی وضاحت:

یہاں ایک بات دھیان میں رکھنا چاہئے کہ آپ ﷺ ہماری طرح انسان ہوتے ہوئے بعض انسانی اوصاف میں ہم

سے الگ بھی ہیں جو آپ کی ذات کے ساتھ خاص ہیں، مثلا یہ حدیث دیکھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے جنہوں نے دس سال تک نبی ﷺ کی خدمت کی بیان کرتے ہیں:

وما مسِستُ خزًّا قطُّ ولا حَريرًا ولا شيئًا كانَ ألينَ مِن كفِّ رَسولِ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ ، ولا شمِمتُ مِسكًا قطُّ ولا عِطرًا كانَ أطيَبَ مِن عرَقِ رسولِ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ(صحيح الترمذي:2015)

ترجمہ: میں نے کبھی کوئی ریشم، حریر یا کوئی چیز آپ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم اور ملائم نہیں دیکھی اور نہ کبھی میں نے کوئی مشک یا عطر آپ ﷺ کے پسینے سے زیادہ خوشبودار دیکھی۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ کی ہتھیلی ریشم سے بھی زیادہ نرم اور آپ کا پسینہ مشک سے بھی زیادہ خوشبودار تھا۔اس حدیث سے ان دونوں چیزوں میں آپ کی خصوصیت ظاہر ہوگئی تو جہاں آپ کے لئے کسی خصوصیت کا ذکر صحیح دلیل سے ملتا ہے تو وہ آپ کے ساتھ خاص ہوگا ورنہ انسان کے جو اوصاف و خصوصیات ہیں آپ ﷺ کے لئے بھی ہم جیسے برابر ہوں گے۔ہاں معجزہ الگ چیز ہے، آپ کا مقام ومرتبہ بھی ایک الگ چیز ہے،اسی طرح آپ کی زندگی بحیثیت نبی بھی الگ معاملہ ہے۔ یہاں بحث محض بشر ہونے کی حیثیت سے ہے اور پیشاب وپاخانہ کا تعلق بشریت یا بشری اوصاف سے ہے جو تمام انسانوں کے لئے یکساں ہیں۔

شبہات کا رد:

بعض لوگوں نے نبی کے فضلات (پیشاب وپاخانہ) پاک ہونے کا شبہ ہوا ہے جن کا ردیہاں کیا جاتا ہے۔

(1)پہلا شبہ پیشاب پینے سے متعلق:

مستدرک حاکم اور طبرانی وغیرہ میں ام ایمن رضی اللہ عنہا کے پیشاب پینے کا ذکر ہے۔

عن أُمِّ أَيْمَنَ قالت : قام رسول الله صلى الله عليه وسلم مِنَ اللَّيْلِ إلى فَخَّارَةٍ في جَانِبِ الْبَيْتِ فَبَالَ فيها ، فَقُمْتُ مِنَ اللَّيْلِ وأنا عَطْشَانَةُ فَشَرِبْتُ ما فيها وأنا لا أَشْعُرُ فلما أَصْبَحَ النبي صلى الله عليه وسلم قال : (يا أُمَّ أَيْمَنَ قَوْمِي فَأَهْرِيقِي ما في تِلْكَ الْفَخَّارَةِ) قلت : قد وَاللَّه شَرِبْتُ ما فيها ، قالت : فَضَحِكَ رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ ثُمَّ قال (أما إنك لا تَتَّجِعِينَ بَطْنَكِ أبدًا)(مستدرک حاکم :4 / 70) والحلية: 2 / 67) والطبراني الكبير:25 / 89 ، 90) .

ترجمہ: ام ایمن سے روایت ہے وہ کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات اٹھے اور گھر کے ایک جانب پیالے میں پیشاب کیا اسی رات میں پیاس کی شدت کے ساتھ اٹھی اور پیالے میں جو تھا میں نے پی لیا اور میں جان نہ سکی۔ صبح میں نبی ﷺ نے کہا: اے ام ایمن اٹھو اور پیالے میں جو ہے اسے بہا آؤ۔ تو اس نے کہی، اللہ کی قسم، پیالے میں جو تھا وہ پی گئی۔ وہ کہتی ہیں کہ آپ ﷺ مسکرائے یہاں تک کہ دانت ظاہر ہوگئے اور فرمایا: خبردار! بے شک اب آج کے بعد کبھی اپنے پیٹ میں بیماری نہ پاوگی۔

یہ روایت ضعیف ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایک راوی ابومالک نخعی بالاتفاق ضعیف ہے، دوسرا یہ کہ اس روایت میں انقطاع بھی ہے اس لئے یہ روایت استدلال کے قابل نہیں۔

بیہقی اور طبرانی میں ایک دوسری روایت ہے جس میں مذکور ہے ام حبیبہ کی برکہ نامی خادمہ نے نبی ﷺ کا پیشاب پی لیا جو آپ نے ایک لکڑی کے برتن میں کرکے چارپائی کے نیچے رکھ دیا تھا۔ یہ روایت بھی ضعیف ہے۔

نسائی میں صحیح روایت موجود ہے اس میں پیشاب پینے کا ذکر نہیں ہے۔ حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

كان للنبيِّ قدحٌ مِن عِيدان يَبولُ فيه ، ويضعُه تحتَ السريرِ.(صحيح النسائي:32)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لکڑی کا ایک پیالہ تھا جس میں آپ (رات کے وقت) پیشاب کرتے تھے۔ اور اسے اپنی چارپائی کے نیچے رکھ لیتے تھے۔

(2) دوسرا شبہ خون پینے سے متعلق:

بعض احادیث میں صحابہ کرام سے نبی ﷺ کے خون پینے کا ذکر ملتا ہے اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ نبی کے فضلات پاک ہیں۔ اس دلیل سے اولا یہ استدلال کرنا کہ آپ ﷺ کے پیشاب و پاخانہ بھی پاک ہیں قطعی صحیح نہیں ہے۔ خون کی دلیل خون تک محدود ہوگی۔ ثانیا اس سلسلے میں جو روایات ہیں ان سب میں ضعف پایا جاتا ہے۔ شیخ محمد صالح المنجد نے ان ساری روایات کی تخریج اور حکم بیان کیا ہے جو ملتقی اہل الحدیث پر بھی موجود ہے۔ تقریبا پانچ لوگوں سے خون پینے کا ذکر ہے۔

☆عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے۔اس روایت میں ایک راوی ہنید بن قاسم بن عبدالرحمن مجہول ہونے کی وجہ سے روایت ضعیف ہے۔

☆سفینہ رضی اللہ عنہ سے۔اس روایت میں ایک راوی بریہ ضعیف ہونے سے یہ روایت ضعیف ہے۔

☆سالم ابوہند الحجام رضی اللہ عنہ سے۔اس روایت میں ابوالحجاف راوی پر جرح ہونے کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔

☆ایک قرشی غلام سے۔اس میں ایک راوی نافع ابوہرمز کذاب راوی ہے۔

☆مالک بن سنان رضی اللہ عنہ سے۔یہ روایت بھی مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(3)تیسرا شبہ:

ایک گھڑی ہوئی روایت سے استدلال سے بھی استدلال کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ کے فضلات پاک ہیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أنَّ رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ كان إذا دخلَ الخلاءَ ثُمَّ خرجَ : دخلْتُ فلا أرى أثرَ شيءٍ ، إلَّا أَنِّي أَجِدُ رِيحَ الطِّيبِ ، فذكرْتُ ذلكَ لهُ فقال : أما علِمْتَ أنَّا معشرَ الأنبياءِ نَبَتَتْ أَجْسامُنا على أَجْسادِ أهلِ الجنةِ ، فما خرجَ مِنَّا ابْتَلَعَتْهُ الأرضُ۔

ترجمہ:جب نبی ﷺ بیت الخلاء جاتے اور نکلتے تو میں اس میں داخل ہوتی اور وہاں کسی چیز کا اثر نہیں پاتی البتہ وہاں خوشبو کا اثر پاتی۔میں نے اس بات کا نبی ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا:کیا تم نہیں جانتی،ہم انبیاء کی جماعت ہیں، ہمارے اجسام جنتیوں کے اجسام پر بنائے گئے ہیں،ان سے جو کچھ بھی نکلتا ہے زمین اسے نگل لیتی ہے۔

ابن عدی نے اس روایت کو الکامل فی الضعفاء میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس میں حسین بن علوان ہے جس کی احادیث عام طور سے موضوع ہوتی ہیں اور یہ احادیث گھڑنے والا ہے۔ابن حبان نے بھی اسے موضوع کہا ہے،ان کے علاوہ بہت سارے محدثین نے اس حدیث اور اس کے راوی حسین پر سخت جرح کی ہے۔

(4)چوتھا شبہ:

کچھ لوگ یہ شبہ پیدا کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے معجزات میں سے کہ آپ کے فضلات پاک ہیں اور پیشاب وپاخانہ کے

لئے استنجا جو کرتے ہیں وہ محض امت کو تعلیم دینے کے لئے کرتے ہیں۔

یہ دعوی بلادلیل ہے اور کوئی دعوی بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتا۔ اگر بغیر دلیل کے یہ دعوی تسلیم کرلیا جائے تو دین میں کچھ بھی کہا جاسکتا ہے۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ آپ کو پیشاب و پاخانہ لگتا ہی نہیں تھا۔ آپ تو یونہی امت کی تعلیم کے لئے بیت الخلاء جاتے تھے۔ جب ان حضرات سے سوال کیا جائے کہ آپ تو کہتے ہیں نبی کا پیشاب بہت سے صحابہ نے پیا ہے تو اس کا بھی جواب دیدیں گے۔ آپ کو پیشاب آتا ہی نہیں تھا، صحابہ نے جو پیشاب پیا ہے وہ تو ایک معجزہ تھا، ورنہ آپ کو پیشاب و پاخانہ نہیں آتا تھا۔ یہ ایک فرضی دلیل ان حضرات کو سمجھانے کے لئے دی ہے جو اپنے من سے فرضی معجزہ بنالیتے ہیں۔

(5) پانچواں شبہ:

اہل علم کے درمیان نبی ﷺ کے فضلات پاک ہیں یا ناپاک اس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے پاک کہا ہے۔ مثلا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ۔ اس کی متعدد وجوہات ہیں۔

اولا: بعض اہل علم نے فقہاء کا فقہی مذہب ذکر کیا ہے نہ کہ انہوں نے ترجیح دے کر الگ سے اپنا کوئی موقف بیان کیا ہے۔

ثانیا: طہارت وعدم طہارت کی بات، فضلات سے متعلق روایات کی صحت وعدم صحت پر منحصر ہے۔ جنہوں نے فضلات والی کسی روایت کو صحیح کہا ہے ان کے نزدیک آپ ﷺ کے فضلات پاک ہیں جبکہ یہاں آپ نے جان لیا کہ اس سلسلے میں کوئی روایت پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی ہے۔

ثالثا: علماء کے اقوال نصوص کے برخلاف دلیل نہیں ہوا کرتے۔ جب ہمیں معلوم ہے کہ نبی ﷺ پیشاب و پاخانہ سے استنجا کرتے تھے تو یہ صریح دلیل ہے کہ آپ ﷺ کے فضلات (پیشاب و پاخانہ) ناپاک ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ نبی ﷺ کے فضلات (پیشاب و پاخانہ) ناپاک ہیں، یہی مذہب مختار ہے۔ واللہ اعلم

BACK

نبی ﷺ کے فضائل سے متعلق چند باتوں کی تحقیق

نبی ﷺ کی شان سب سے نرالی ہے، قرآن وحدیث کے متعدد نصوص سے آپ ﷺ کے بے شمار فضائل اور لاجواب وبے مثال شان وشوکت کا اندازہ لگتا ہے۔انسانی تاریخ میں ایسے پہلے آدمی ہیں جنہیں اللہ تعالی یہ بلند مقام ومرتبہ دیا۔آپ کی رفعت شان کے باوجود آپ ایک بشر ہیں۔ایک بشر ہونے کے ناطے آپ میں ویسے ہی بشری اوصاف تھے جو ایک انسان میں پائے جاتے ہیں۔ہاں آپ بعض بشری اوصاف میں انسانوں سے ممتاز ہیں جو صحیح دلیل سے ثابت ہیں۔ مثلاآپ کا پسینہ بیحد خوشبودار تھا۔

آپ ﷺ کی شان میں غلو کرنے والوں نے وہ باتیں بھی آپ کی طرف منسوب کردی جو بشری اوصاف سے اوپر ہیں اور جن کی کوئی صحیح دلیل وارد نہیں ہے۔اس قسم کی باتوں کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

لا تُطْروني ، كما أطْرَتِ النصارى ابنَ مريمَ ، فإنما أنا عبدُه ، فقولوا : عبدُ اللهِ ورسولُه(صحيح البخاري:3445)

ترجمہ: مجھے میرے مرتبے سے زیادہ نہ بڑھاؤ جس طرح نصاری نے عیسی کے مرتبے کو بڑھادیا۔میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں،اس لیے یہی کہا کرو (میرے متعلق) کہ میں اللہ کا بندہ اوراس کا رسول ہوں۔

سطور ذیل میں چند باتوں کی تحقیق پیش کی جاتی ہے جو نبی ﷺ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔

پہلی بات: نبی ﷺ کو کبھی اونگھ نہیں آتی تھی۔

جواب: نیند انسان کی ضرورت اور ان کا خاصہ ہے، اس لئے نبی ﷺ بھی سوتے اور جاگتے بلکہ آپ ﷺ نے ہمارے لئے سونے اور جاگنے کا بہترین اسوہ پیش کیا ہے جس میں جلدی سونے، سوتے وقت اذکار پڑھنے، دائیں کروٹ سونے، جلدی بیدار ہونے، بیدار ہوتے وقت دعا پڑھنے کے آداب سکھلائے ہیں۔ بخاری شریف کی مشہور حدیث ہے جس میں تین قسم کے افراد میں سے ایک نے کہا میں رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھتا رہوں گا، تیسرے نے کہا میں عورتوں سے الگ رہوں گا، شادی نہیں کروں گا۔جب یہ باتیں نبی ﷺ کو معلوم ہوئیں تو آپ نے فرمایا:

أما واللهِ إني لأخشاكم للهِ وأتقاكم له ، لكني أصومُ وأُفطِرُ ، وأُصلِّي وأرقُدُ ، وأتزوَّجُ النساءَ ، فمَن رغِب عن سُنَّتي فليس مني(صحيح البخاري:5063)

ترجمہ: سن لو! اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ رب العالمین سے میں تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔ میں تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز پڑھتا ہوں (رات میں) اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ میرے طریقے سے جس نے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔

اونگھ بھی نیند کے قبیل سے ہے، لہذا نبی ﷺ انسان کی طرح ہی سوتے تھے اور آپ کو اونگھ بھی آتی تھی۔ حدیث میں اونگھ کی بھی صراحت موجود ہے۔ایک بار آپ نے فجر کی نماز کے بعد صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

أما إنِّي سأحدِّثُكم ما حبسَني عنكمُ الغداةَ: أنِّي قمتُ منَ اللَّيلِ فتوضَّأتُ فصلَّيتُ ما قُدِّرَ لي فنعَستُ في صلاتي فاستثقلتُ، فإذا أنا بربِّي تبارَكَ وتعالى في أحسَنِ صورةٍ،(صحيح الترمذي:3235)

ترجمہ: میں آپ لوگوں کو بتاؤں گا کہ فجر میں بروقت مجھے تم لوگوں کے پاس مسجد میں پہنچنے سے کس چیز نے روک لیا، میں رات میں اٹھا، وضو کیا، (تہجد کی) نماز پڑھی جتنی بھی میرے نام لکھی گئی تھی، پھر میں نماز میں اونگھنے لگا یہاں تک کہ مجھے گہری نیند آگئی، اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ میں اپنے بزرگ و برتر رب کے ساتھ ہوں وہ بہتر صورت و شکل میں ہے۔

اللہ کی ذات ہی تن تنہا ایسی ہے جسے کبھی اونگھ نہیں آتی۔ فرمان رب العالمین ہے:

اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۚ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ(آية الكرسى)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے، جسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔

دوسری بات: آپ کے جسم پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی۔

مکھی انسانی سماج کا حصہ ہے۔ جہاں انسان رہتے سہتے ہیں وہاں مکھیاں بھی عام طور سے پائی جاتی ہیں۔ خاص طور سے کھاتے پیتے وقت مکھیاں آجایا کرتی ہیں۔ اس لئے نبی ﷺ نے مکھی سے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

إذا وقَع الذُّبابُ في شَرابِ أحدِكم فلْيَغمِسْه ثم لْيَنزِعْه ، فإنَّ في إحدى جَناحَيه داءً والأخرى شِفاءً
(صحيح البخاري:3320).

جب مکھی کسی کے پینے (یا کھانے کی چیز) میں پڑ جائے تو اسے ڈبو دے اور پھر نکال کر پھینک دے کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے اور اس کے دوسرے (پر) میں شفا ہوتی ہے۔

مکھی کبھی جسم پر، کبھی دیوار پر تو کبھی کھانے پر بیٹھ جایا کرتی ہے، کوئی بعید نہیں کہ آپ ﷺ کے جسم مبارک پر بھی بیٹھ جاتی ہو کیونکہ آپ بھی بشر تھے، آپ بھی کھاتے پیتے تھے اور انسانی سماج میں رہتے تھے۔ آپ ﷺ کے جسم مبارک پر مکھی نہ بیٹھنے کی کوئی صحیح دلیل نہیں۔ اگر آپ ﷺ کے لئے مکھی سے متعلق کوئی خصوصیت تھی تو ضرور آپ ہمیں اس سے متعلق رہنمائی فرماتے یا آپ کے پیارے اصحاب جو آپ سے سدا چمٹے رہتے اور آپ کے ادنی و اعلی اوصاف بیان کرتے تھے وہ ضرور ہمیں اس سلسلے میں آگاہ کرتے مگر ایسی کوئی بات نہ نبی ﷺ سے اور نہ ہی کسی صحابی سے ثابت ہے البتہ اس سلسلے میں علماء کے بعض اقوال ملتے ہیں مگر کسی صحیح نص سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے یہ اقوال تسلیم نہیں کئے جائیں گے۔

اقوال کے علاوہ ایک وجہ غلو کرنے والے کی طرف سے ہے جو نبی ﷺ کو نور مجسم مانتے ہیں اور نور مجسم کے جسم پر مکھی کا بیٹھنا قادح مانتے ہیں، اس لئے نبی ﷺ کے جسم پر مکھی بیٹھنے کا انکار کرتے ہیں۔ آپ یہ جان لیں کہ نبی ﷺ نہ تو نور مجسم ہیں اور نہ ہی بشر سے الگ کوئی دوسری مخلوق ہیں۔ بلا شبہ آپ بشر ہی ہیں اور جب آپ بشر ہیں تو آپ میں بشری اوصاف ہی تسلیم کئے جائیں گے الا یہ کہ آپ کی کسی خصوصیت کی الگ سے کوئی دلیل آئی ہو۔

لوگوں کے لئے ایک وجہ یہ بھی ہے جس سے نبی ﷺ کے جسم پر مکھی بیٹھنے کا انکار کیا ہے کہ یہ گندگی پر بیٹھتی ہے اور گندی چیز نبی ﷺ کے جسم کو نہیں لگ سکتی۔

اولا: مکھی صرف گندگی ہی پر نہیں بیٹھتی، اگر ایسا ہے تو پھر دیوار پر، کھانے پر، پانی پر، انسان پر کیوں بیٹھتی ہے جبکہ یہ سب گندگی تو نہیں؟

ثانیا: مکھی گندی چیز پر بیٹھنے سے نجس ہو جاتی ہے تو نبی ﷺ کبھی بھی یہ نہ فرماتے کہ مشروب میں مکھی گر جائے تو مزید اس میں ڈبو دو اور پھر پیو بلکہ فرماتے مشروب میں مکھی گرنے سے نجس ہو گیا اسے پھیک دو۔

ثالثا: مکھی نجس اور گندی چیز پر بھی بیٹھتی ہے مگر اس کی نجاست اس قدر نہیں ہوتی کہ وہ کسی سامان میں گرنے سے اسے نجس کردے جیسے زیادہ پانی میں معمولی گندی چیز گرجائے مگر اس کا رنگ، یابو، یامزہ نہ بدلے تو پاک ہے۔

رابعا: اگر مکھی پر واضح طور سے نجس چیز لگی نظر آرہی ہے اور وہ مشروب میں گرجائے تو اسے پھیک دے یا جسم پر بیٹھ جائے اور جسم سے بدبو ظاہر تو اس جگہ کو صاف کرلے، یہ نظافت کا تقاضہ ہے۔

طاہر القادری نے اپنے ایک مضمون میں امام بخاری رحمہ اللہ کے خواب سے متعلق واقعہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے "حضور ﷺ کے جسم اقدس پر مکھیوں کا بیٹھنا"۔اس عنوان کے تحت نیچے امام بخاری ؒ کا خواب درج ہے کہ امام بخاری رحمۃاللہ علیہ خواب دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ تشریف فرماہیں اور امام بخاری ہاتھ والے پنکھے سے ہوا دے رہے ہیں، کچھ مکھیاں حضور ﷺ کی طرف جارہی ہیں، آپ پنکھے سے بدن اقدس سے مکھیاں اڑارہے ہیں۔آگے خواب کی تعبیر کا ذکر ہے۔میں مزید آگے کچھ نہیں لکھنا چاہتا، مقصود کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

تیسری بات: آپ ہمیشہ اپنے قریب کھڑے شخص سے ذرا لمبے رہتے تھے۔

جواب: انسانی سماج میں انسان کے قد تین قسم کے ہوتے ہیں۔

(1) کچھ لوگ لمبے ہوتے ہیں۔

(2)کچھ لوگ درمیانہ ہوتے ہیں۔

(3)کچھ لوگ پست قد ہوتے ہیں۔

ان تینوں میں درمیانہ قد سب سے بہتر مانا جاتا ہے حالانکہ ساری تخلیق اللہ کی ہی ہے مگر اللہ نے نبی ﷺ کو ایسی قامت دی جو انسانی سماج میں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كانَ رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ ربعةً ليسَ بالطَّويلِ ولا بالقَصيرِ حسنَ الجِسمِ أسمرَ اللَّونِ وَكانَ شعرُهُ ليسَ بجعدٍ ولا سَبطٍ ، إذا مشى يتوَكَّأُ(صحيح الترمذي:1754)

رسول اللہ ﷺ میانہ قد تھے،آپ نہ لمبے تھے نہ کوتاہ قد، گندمی رنگ کے سڈول جسم والے تھے،آپ کے بال نہ گھنگریالے تھے نہ سیدھے،آپ جب چلتے تو پیر اٹھا کر چلتے جیسا کوئی اوپر سے نیچے اترتا ہے۔

جو صحابی یا جو انسان آپ سے قد میں لمبے ہوں گے، ظاہر سی بات ہے کہ آپ ﷺ ان کے پاس بحیثیت جسم کچھ چھوٹے نظر آئیں گے۔ اس بات سے شان رسالت پر کوئی فرق نہیں پڑتا اور نہ ہی آپ کی عظمت و وقار پر کوئی حرف آتا ہے۔ اس بات کو ایک انوکھی مثال سے سمجھاتا ہوں۔ کچھ صحابہ کرام آپ ﷺ سے قد میں بڑے رہیں ہوں گے تو کچھ عمر میں بھی بڑے رہے ہوں گے۔ فضائل الصحابہ میں بسند صحیح یہ واقعہ مذکور ہے، رزینؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ ﷺ ؟ پوچھنے کا مقصد یہ تھا کہ عمر میں کون بڑے ہیں؟ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے بڑے ہیں مگر میں پہلے پیدا ہوا ہوں۔ (فضائل الصحابہ لاامام احمد بن حنبل، حدیث رقم: 1831)

اس واقعہ سے ایک بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر کوئی قد میں یا عمر میں نبی ﷺ سے بڑا ہے تو اس سے وہ نبی ﷺ کے مقام و مرتبہ میں بڑا نہیں ہو سکتا، اللہ تعالی نے نبی ﷺ کو اتنا بلند مقام دیا کہ کوئی اس کو چھو نہیں سکتا۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ صحابہ کرام بات کرنے میں حد درجہ ادب ملحوظ رکھتے تھے، سائل کا مقصد عمر کے متعلق سوال تھا، جواب میں یہ کہہ سکتے تھے کہ میں نبی ﷺ سے عمر میں بڑا ہوں مگر انہوں نے کہا کہ بڑے تو نبی ﷺ ہی ہیں البتہ میں پہلے پیدا ہوا ہوں۔ سبحان اللہ۔

چوتھی بات: آپکے فضلات یعنی بول و براز کو زمین فورا کھالیتی تھی۔

جواب: یہ بات ایک گھڑی ہوئی روایت میں مذکور ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أنَّ رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ كان إذا دخلَ الخلاءَ ثُمَّ خرجَ : دخلْتُ فلا أرى أثرَ شيءٍ ، إلَّا أنِّي أجِدُ رِيحَ الطِّيبِ ، فذكرْتُ ذلكَ لهُ فقال : أما علِمْتَ أنَّا معشرَ الأنبياءِ نَبَتَتْ أجسامُنا على أجْسادِ أهلِ الجنةِ ، فما خرجَ مِنَّا ابْتَلَعَتْهُ الأرضُ۔

ترجمہ: جب نبی ﷺ بیت الخلاء جاتے اور نکلتے تو میں اس میں داخل ہوتی اور وہاں کسی چیز کا اثر نہیں پاتی البتہ وہاں خوشبو کا اثر پاتی۔ میں نے اس بات کا نبی ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتی، ہم انبیاء کی جماعت ہیں، ہمارے اجسام جنتیوں کے اجسام پر بنائے گئے ہیں، ان سے جو کچھ بھی نکلتا ہے زمین اسے نگل لیتی ہے۔

ابن عدی نے اس روایت کو الکامل فی الضعفاء میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس میں حسین بن علوان ہے جس کی احادیث عام طور سے موضوع ہوتی ہیں اور یہ احادیث گھڑنے والا ہے۔ابن حبان نے بھی اسے موضوع کہا ہے،ان کے علاوہ بہت سارے محدثین نے اس حدیث اور اس کے راوی حسین پر سخت جرح کی ہے۔

اس گھڑی ہوئی حدیث کو بنیاد بنا کر لوگوں نے کہا کہ نبی ﷺ کے فضلات یعنی پیشاب وپاخانہ پاک ہے جبکہ اس حدیث سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔اسی طرح خون وپیشاب پینے والی روایات سے بھی آپ ﷺ کے فضلات کی پاکی پر استدلال کیا جاتا ہے مگر ان میں سے کوئی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔گویا بشر ہونے کے سبب نبی ﷺ کے فضلات (پیشاب وپاخانہ) ناپاک ہیں،اسی سبب آپ ﷺ پیشاب وپاخانہ کرکے ان سے پتھر، مٹی یا پانی سے پاکی حاصل کرتے اور قضائے حاجت کے بعد نماز کے لئے وضو کرتے۔اس موضوع پہ میں نے مفصل بحث کی ہے جو میرے بلاگ "مقبول احمد بلاگ اسپاٹ ڈاٹ کام" پر دیکھا جاسکتا ہے۔

پانچویں بات: نبی ﷺ کا جسمانی سایہ نہیں تھا۔

جواب: آپ ﷺ کا ویسے ہی سایہ تھا جیسے ایک بشر کا ہوتا ہے۔قرآن وحدیث میں ایسے کئی دلائل موجود ہیں۔ انسانی سایہ کو نبی ﷺ نے نماز کے اوقات کے تعین کا معیار بنایا ہے۔اس انسانی سایہ میں آپ ﷺ، دیگر بشر سے مختلف نہیں ہیں۔ایک تو بشر ہونے کی حیثیت سے آپ کے جسمانی سایہ کا انکار نہیں کیا جاسکتا دوسرا یہ کہ احادیث میں بالخصوص آپ ﷺ کے جسمانی سایہ کا بھی ذکر ملتا ہے۔مسند احمد اور مجمع الزوائد میں ہے کہ ایک دفعہ نبی ﷺ زینب رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تو انہوں نے پہلے نبی ﷺ کا سایہ دیکھا جو گھر میں گھس رہا تھا۔

اس موضوع پہ میں نے ایک بریلوی لڑکا محمد عبدالقیوم حیدر قریشی سے بحث ومباحثہ کیا اور وہ لاجواب ہوکر جواب دینے سے قاصر رہا،اسے بھی میرے بلاگ پر جاکر پڑھ سکتے ہیں۔

BACK

مردوں کے لئے زعفران کا استعمال

مردوں کے لئے زعفران کا استعمال کرنا کیسا ہے؟اس سلسلہ میں جواز و منع دونوں طرح کی روایات ملتی ہیں۔

زعفران کی ممانعت والی بعض روایات

(1)عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ التَّزَعْفُرِ قَالَ قُتَيْبَةُ قَالَ حَمَّادٌ يَعْنِي لِلرِّجَالِ۔(صحيح مسلم)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زعفران میں رنگا ہوا لباس پہننے سے منع فرمایا، قتیبہ، حماد سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں یعنی مردوں کے لئے۔

(2)عَنْ أَنَسٍ قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ۔(صحيح مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ مرد زعفران لگائے بوڑھاپے میں زرد رنگ یا سرخ رنگ کے ساتھ.

(3)عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو؛ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَحْمَرَانِ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يَرُدَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِ(رواه الترمذی)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک شخص سرخ رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے گزرا۔اس نے نبی اکرم ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے اسے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

جواز والی بعض روایات

(1) یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا، اور آپ جعرانہ میں تھے، اس کے بدن پر خوشبو یا زردی کا نشان تھا اور وہ جبہ پہنے ہوئے تھا، پوچھا: اللہ کے رسول! آپ مجھے کس طرح عمرہ کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ اتنے میں اللہ تعالی نے نبی اکرم ﷺ پر وحی نازل کی، جب وحی اتر چکی تو آپ نے فرمایا: ” عمرے کے بارے میں پوچھنے والا کہاں ہے؟“ فرمایا: ”خلوق کا نشان، یا زردی کا نشان دھو ڈالو، جبہ

(2) اتار دو، اور عمرے میں وہ سب

(3) کرو جو حج میں کرتے ہو"۔(ابوداؤد)

(2) رواه الشيخان من حديث أنس - رضي الله عنه- واللفظ للبخاري (فتح/ح 5153) أن عبدالرحمن بن عوف جاء إلى رسول الله - صلى الله عليه وسلم- وبه أثر صفرة فسأله رسول الله - صلى الله عليه وسلم- فأخبره أنه تزوج امرأة من الأنصار ، قال : كم سُقت إليها ؟ قال :" زنة نواة من ذهب ، قال رسول الله - صلى الله عليه وسلم- :" أوْلم ولو بشاة" ،

ترجمہ: عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو جسم پر مراسم شادی کی علامتیں موجود تھیں۔ استفسار ہوا "یہ کیا ہے؟" عرض کیا، ایک انصاریہ سے شادی کرلی ہے۔ سوال ہوا، مہر کس قدر ادا کیا۔ عرض کیا، ایک "کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا۔ حکم ہوا "پھر ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی سہی۔

ان کے علاوہ بھی روایات ہیں، اسی بنیاد پر زعفران کے استعمال میں علماء کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ مگر اختلافی اقوال سے بچتے ہوئے راجح قول یہ ہے کہ مردوں کے لئے زعفران کا استعمال منع ہے البتہ عورتوں کے حق میں جائز ہے۔ حنابلہ، شوافع، مالکیہ اور ابن حزم وغیرہ کا اسی طرف میلان ہے۔

عبدالرحمن بن عوف سے متعلق روایت کا جواب یہ ہے کہ ان کے اوپر زعفران کا اثر تھا، یعنی اگر زعفران خوشبو سے خالی ہو اس کے اثر میں کوئی حرج نہیں، حرج اس میں ہے کہ زعفران خوشبودار ہو کیونکہ یہ عورت کے ساتھ خاص ہے اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ نبی ﷺ سے زعفران کا استعمال کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ مردوں کے لئے زعفران کی ممانعت بدن اور کپڑے میں ہے، البتہ کھانے پینے کی چیزوں میں زعفران کی ممانعت کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ ہاں محرم (حج یا عمرہ کا احرام باندھا ہوا) زعفران والی کھانے پینے کی اشیاء سے پرہیز کرے گا، نیز متوفی عنہا زوجہا عدت میں ہو (شوہر کی وفات پر سوگ منا رہی ہو) تو اس کے لئے بھی یہی مناسب ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں زعفران کا استعمال نہ کرے۔

کیا اللہ ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے؟

یہ بات لوگوں میں یقین کی حد تک مشہور ہوگئی ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ جب ہم اس بات کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں تلاش کرتے ہیں تو کہیں بھی نہیں ملتی البتہ اتنی بات ضرور ملتی ہیں کہ اللہ تعالی اپنے بندوں پر ایک ماں کی رحم دلی سے زیادہ مہربان ورحمدل ہے چنانچہ بخاری ومسلم میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قدِمَ على النبيِّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم سَبيٌ، فإذا امرأةٌ من السبيِ قد تحلُبُ ثَديَها تَسقي، إذا وجدَتْ صبيًّا في السبيِ أخذَتْه، فألصقَتْه ببَطنِها وأرضعَتْه، فقال لنا النبيُّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم : (أترَونَ هذه طارحَةً ولدَها في النارِ) . قُلنا : لا، وهي تقدِرُ على أن لا تطرَحَه، فقال : (لَلّهُ أرحَمُ بعبادِه من هذه بولَدِها) .(صحيح البخاري:5999، صحيح مسلم:2754)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے قیدیوں میں ایک عورت تھی جس کا پستان دودھ سے بھرا ہوا تھا اور وہ دوڑ رہی تھی، اتنے میں ایک بچہ اس کو قیدیوں میں ملا اس نے جھٹ اپنے پیٹ سے لگالیا اور اس کو دودھ پلانے لگی۔ ہم سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم خیال کر سکتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں ڈال سکتی ہے ہم نے عرض کیا کہ نہیں جب تک اس کو قدرت ہوگی یہ اپنے بچہ کو آگ میں نہیں پھینک سکتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہے جتنا یہ عورت اپنے بچہ پر مہربان ہو سکتی ہے۔

اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالی ماں کی رحمدلی سے زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے مگر یہ نہیں کہا جائے گا کہ اللہ تعالی ستر ماؤں سے زیادہ اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور جس کی دلیل نہ ہو تعین کرکے وہ بات کہنا صحیح نہیں ہے گوکہ اللہ تعالی ستر نہیں اس سے بھی زیادہ ماؤں کی رحم دلی سے بھی زیادہ رحمدل ہے مگر عدد مخصوص کرنا صحیح نہیں ہے۔

ایک شبہ اور اس کا رد

اس سے متعلق لوگوں میں ایک شبہ پایا جاتا ہے یہاں اس کی بھی حقیقت جان لیتے ہیں کہ جب اللہ ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے تو زمین پر کافروں کی تعداد کیوں زیادہ ہے ؟ یا اللہ کافروں کو عذاب کیوں دے گا اور ہمیشہ جہنم میں کیوں ڈالے گا ؟

اس کے بہت سے جوابات ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) یہ بات ہی غلط ہے کہ اللہ ستر ماؤں سے زیادہ اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے، جب یہ بات ہی غلط ہے تو یہ مفروضہ قائم کرنا ہی صحیح نہیں ہوا۔

(2) اللہ سارے لوگوں پر رحم دل ہے خواہ کافر ہو یا مسلم کیونکہ اس کی ایک صفت رحیم بھی ہے یعنی وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ اسی سبب ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالی دنیا میں کافروں کو بھی روزی روٹی اور دنیاوی سہولت میسر فرمایا ہے۔

اور یہ اللہ کے رحم کا صرف ایک ہی حصہ ہے۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

جعلَ اللَّهُ الرَّحمةَ في مائةِ جُزءٍ ، فأمسَك عندَه تِسعةً وتسعينَ جُزءًا ، وأنزلَ في الأرضِ جُزءًا واحِدًا ، فمِنْ ذلِك الجزءِ يتراحَمُ الخلقُ حتَّى تَرفعَ الفرسُ حافِرَها عن ولدِها ، خَشيةَ أن تصيبَهُ(صحيح البخاري: 6000)

ترجمہ: اللہ نے رحمت کے سو حصے بنائے اور اپنے پاس ان میں سے ننانوے حصے رکھے صرف ایک حصہ زمین پر اتارا اور اسی کی وجہ سے تم دیکھتے ہو کہ مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے، یہاں تک کہ گھوڑی بھی اپنے بچہ کو اپنے سم نہیں لگنے دیتی بلکہ سموں کو اٹھا لیتی ہے کہ کہیں اس سے اس بچہ کو تکلیف نہ پہنچے۔

یعنی اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے مگر وہ اپنے ہر بندے سے محبت نہیں کرتا۔ محبت اور رحم میں فرق ہے۔ اللہ ایمان والوں سے، حق پرستوں سے، صادقین سے، مطیع و فرمانبرداروں سے، محسنین سے محبت کرتا ہے مگر ظالموں اور کافروں سے محبت نہیں کرتا۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ (آل عمران:32)

ترجمہ: اے نبی آپ کہہ دیں کہ اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت کریں، اگروہ اعراض کرے تویقیناًاللہ کافروں کو پسند نہیں فرماتا۔

اس آیت کو مطلب یہ ہوا کہ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی اطاعت کرتے ہیں اللہ انہیں سے محبت کرتاہےاور جو ایمان واطاعت قبول نہیں کرتے اللہ ان سے محبت نہیں کرتا۔

(3) اللہ تعالی مکمل عدل کرنے والاہےاور وہ ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے۔

مَّنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ (فصلت:46)

ترجمہ: جو شخص نیک کام کرے گا وہ اپنے نفع کے لئے اور جو برا کام کرے گا اس کا وبال بھی اسی پر ہے اور آپ کا رب بندوں پر ذرہ برابر بھی ظلم کرنے والا نہیں۔

یہ آیت صاف صاف بتلاتی ہے کہ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرنے والا ہے، اگر کوئی جہنم میں جائے گا تو یہ اس کے اپنے کرتوت کا نتیجہ ہے۔ایک مثال سے اس بات کو واضح کرتاہوں۔

اللہ تعالی نے انسان کو پیدا کیااور کائنات میں لاکھوں نعمتیں اس کے لئے بنائی،انسان پیدائش سے لیکر موت تک اللہ کی گوناگوں نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے ۔ صرف جسم میں ہزاروں نعمتوں ہیں جن سے ایک بار نہیں چوبیس گھنٹے فائدہ اٹھارہاہے مثلاآنکھیں،ان سے چوبیس گھنٹے دیکھنے کا کام لے رہاہے۔کان، ان سے چوبیس گھنٹے سننے کا کام لے رہاہے۔ دماغ،اس سے چوبیس گھنٹے فائدہ اٹھارہاہے۔اسی طرح دوسری نعمتوں کا بھی تصور کریں۔کیااللہ کی ان نعمتوں کا شکریہ نہیں بنتا؟یقیناشکریہ بنتاہے۔اللہ کا شکریہ یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے اوراس کی عبادت وبندگی کی جائے جو اللہ کی بندگی کرے گااس کے لئے جنت اور جو نہیں کرے گااس کے لئے جہنم ہے۔

(4) تھوڑی دیر کے لئے مان لیتے ہیں کہ اللہ ستر ماؤں سے زیادہ اپنے بندوں سے محبت کرتاہے توجب ایک ماں اپنے بچے کوتکلیف میں نہیں دیکھ سکتی تواللہ اس سے زیادہ محبت کرنے کے باوجود بندوں کو عذاب کیسے دیگا؟

اس بات پر ہم آپ سے سوال کرتے ہیں کیا کوئی ماں پسند کرے گی کہ اس کی اولاد اسے گالی دے،اس کو ستائے،اس کو مارے پیٹے یااس کے شوہر کے ساتھ براسلوک کرے؟آپ کہیں گے نہیں۔

مثال کے طور پر ایک بیٹے نے اپنے باپ کو قتل کر دیا کیا اس کی ماں خاموش رہے گی یا انصاف کرنا پسند کرے گی ؟ اگر واقعی اچھی ماں ہو گی، شوہر سے محبت کرنے والی ہو گی تو عدالت سے سزا طلب کرے گی یا خود اسے سزا دے گی۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ماں اپنے ہر بچے سے یکساں پیار نہیں کرتی ہے، جو فرمانبردار ہو اس سے زیادہ اور جو نافرمان ہو اس سے کم پیار کرتی ہے۔ بعینہ یہی انصاف اللہ بھی کرتا ہے، جو ظالم ہے اسے ظلم کی سزا دیتا ہے اور جو محسن ہے اس کو اچھا بدلہ دیتا ہے۔ دنیا کا بھی یہی دستور ہے۔ اگر آپ کے والد یا والدہ یا گھر کے کسی فرد کو کسی ظالم نے قتل کر دیا ہو کیا آپ اس کو ایسے ہی چھوڑ دیتے ہیں یا انصاف طلب کرتے ہیں ؟۔ بسا اوقات دنیا کی عدالت میں قاتلوں کو سزا نہیں ملتی بلکہ یہ کہہ لیں اکثر قاتلوں اور ظالموں کو دنیا کی عدالت میں سزا نہیں ملتی کیونکہ دنیا میں ناانصافی ہے۔ فرض کریں اس قاتل یا ظالم کے شکار آپ بنے ہوں جس کو دنیاوی عدالت نے کوئی سزا نہیں دی تو کیا آپ رب سے اس کی سزا کے طلب نہیں ہوں گے ؟۔ انسان جب دنیا کی عدالت سے انصاف نہیں حاصل کرپاتا تو آخر میں معاملہ آسمان والے کے سپرد کردیتا ہے۔

دنیا میں کافروں کی تعداد اسی سبب زیادہ ہے کہ اللہ نے دنیا کو امتحان گاہ بنایا ہے بدلے کا دن تو آخرت میں ہے۔ دنیا میں عمل کی چھوٹ ہونے کے سبب کفر پسند لوگوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا کیونکہ اس میں نفس کو آزادی اور طبیعت کی من مانی ہے جبکہ اسلام میں نفس کو شریعت کے تابع بنانا پڑتا ہے۔ اللہ کسی کے لئے یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ کفر و شرک کرے، اس نے شروع دن سے انبیاء ورسل بھیج کر لوگوں کو اپنی عبادت کا حکم دیا، جنہوں نے عبادت قبول کی اس پہ کامیابی کی بشارت سنائی اور جنہوں نے کفر کیا ان کے لئے جہنم کے رسوا کن عذاب سے آگاہ کیا۔ جتنے بھی پیغمبر آئے سبھوں نے اپنی امت کو اللہ کا پیغام سنایا کہ صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ حق واضح ہونے کے بعد بھی جن لوگوں نے اسے قبول نہیں کیا تو خالق ومالک کو حق ہے کہ وہ منکرین وکافرین کو جہنم میں ڈال دے۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

يَامُعَاذُ، هَلْ تَدْرِي حَقَّ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ، وَمَا حَقُّ العِبَادِ عَلَى اللَّهِ؟»، قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «فَإِنَّ حَقَّ اللَّهِ عَلَى العِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلاَ يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَحَقَّ العِبَادِ عَلَى اللَّهِ أَنْ لاَ يُعَذِّبَ مَنْ لاَ

يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا»، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلاَ أُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ؟ قَالَ: «لاَ تُبَشِّرْهُمْ، فَيَتَّكِلُوا(صحیح البخاری : 2856)

ترجمہ: اے معاذ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق اپنے بندوں پر کیا ہے؟ اور بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا حق اپنے بندوں پر یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ جو بندہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو اللہ اسے عذاب نہ دے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں اس کی لوگوں کو بشارت نہ دے دوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو اس کی بشارت نہ دو ورنہ وہ خالی اعتماد کر بیٹھیں گے۔

BACK

قضائے حاجت کے وقت سر ڈھکنے کا حکم

عصر حاضر کے حمام میں کافی سہولیات ہوتی ہیں، پردے کا بھی معقول انتظام ہوتا ہے ایسے حمام میں ننگے ہو کر نہانا جائز ہے تاہم ستر کے ساتھ غسل کرنا افضل ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: إنَّ اللهَ عزَّ وجلَّ سِتِّيرٌ، فإذا أرادَ أحدُكُم أن يَغتَسِلَ، فلْيَتوارَ بِشيءٍ.(صحيح النسائي:405)

ترجمہ: یقیناًاللہ تعالیٰ بہت پردے والا ہے، جب تم میں سے کوئی غسل کرنے کا ارادہ کرے تو کسی چیز کی اوٹ میں چھپ جائے۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم حمام میں ننگے نہیں نہا سکتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ نہاتے وقت اوٹ یا آڑ بنا لے تاکہ لوگوں کی نظروں سے چھپ جائے اور کمرے کی شکل میں بنے حمام تو مکمل پردہ ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام اور حضرت موسی علیہ السلام کا ننگے ہو کر نہانا صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔

یہاں جو اصل مسئلہ بیان کرنا ہے وہ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت سر ڈھکنے کا ہے۔ کیا شریعت میں ایسی کوئی دلیل ہے جس سے پتہ چلے کہ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت سر ڈھک لینا چاہئے۔ امام بیہقی السنن الکبری میں باب تغطیۃ الراس عند دخول الخلاء کے تحت دو مرفوع احادیث ذکر کئے ہیں۔

پہلی حدیث: (أخبرنا) عبد الخالق بن علي المؤذن ، أنا أبو أحمد بن حمدان الصيرفي ، نا محمد بن يونس القرشي ، ثنا خالد بن عبد الرحمن ، عن سفيان الثوري ، عن هشام بن عروة ، عن أبيه ، عن عائشة قالت : كان النبي - صلى الله عليه وسلم - إذا دخل الخلاء غطى رأسه ، وإذا أتى أهله ، غطى رأسه .

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو سر کو ڈھک لیتے اور جب بیوی کے پاس آتے تو سر کو ڈھک لیتے۔

اس حدیث کی سند آپ کے سامنے ہے اس میں ایک راوی محمد بن یونس ہیں ان پر حدیث گھڑنے کا الزام ہے جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔

☆ابن عدی نے کہا کہ اس میں ابوالعباس الکدیمی ہے جس کے متعلق حدیث گھڑنے اور چوری کرنے کا الزام ہے۔

(الکامل في الضعفاء:555/7)

*علامہ نوویؒ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔(المجموع:93/2والخلاصۃ:149/1)

☆ شیخ البانی نے بھی ضعیف کہا ہے۔(السلسلۃ الضعیفۃ:4192)

دوسری حدیث: (أخبرنا) أبو عبد الله الحافظ إجازة ، أنا أبو بكر أحمد بن إسحاق الصبغي ، أنا إسماعيل بن قتيبة ، نا يحيى بن يحيى ، أنا إسماعيل بن عياش ، عن أبي بكر بن عبد الله ، عن حبيب بن صالح قال : كان رسول الله - صلى الله عليه وسلم - إذا دخل الخلاء ، لبس حذاءه ، وغطى رأسه .

ترجمہ: حبیب بن صالح بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء جاتے تو جوتا پہن لیتے اور اپنے سر کو ڈھک لیتے۔

اس روایت کو ذکر کرنے سے پہلے ہی بیہقی نے کہہ دیا کہ حبیب بن صالح کی روایت مرسل ہے اور مرسل روایت ضعیف ہوتی ہے۔

☆ابن دقیق العید نے اس روایت کو مرسل کہا ہے۔(الامام:468/2)

☆ذہبی نے اس روایت کو مرسل اور ابوبکر کو ضعیف کہا ہے۔(المہذب:104/1)

☆ شیخ البانی نے اس کو ضعیف کہا ہے۔(السلسلۃ الضعیفۃ:4192)

بیہقی کی ان دو مرفوع روایات کا حال ہمیں معلوم ہو گیا کہ یہ دونوں ضعیف ہیں اس لئے ان سے دلیل نہیں پکڑی جائے گی۔ بیہقی نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ابوبکر صدیق سے ایک روایت مروی ہے وہ صحیح ہے۔ وہ روایت مجھے مصنف ابن ابی شیبہ میں ملی، میں اسے احمد بن حنبلؒ کی الزہد کے حوالے سے نقل کرتا ہوں۔

(حديث موقوف) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، قَالَ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ ، عَنْ أَبِيهِ ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، قَالَ وَهُوَ يَخْطُبُ النَّاسَ : " يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ ، اسْتَحْيُوا اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لأَظَلُّ حِينَ أَذْهَبُ إِلَى

الْغَائِطِ فِي الْفَضَاءِ مُغَطِّيًا رَأْسِي اسْتِحْيَاءً مِنْ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ " .(الزهد لأحمد بن حنبل » رقم الحديث: 766)

ترجمہ: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ کی حالت میں فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ تعالی سے حیا کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں جب فضا میں قضائے حاجت کرنے جاتا ہوں تو اپنے رب سے حیا کرتے ہوئے سر کو ڈھک کر سایہ کرتا ہوں۔

یہ موقوف روایت ہے یعنی صحابی کا عمل ہے اور اس کی سند میں سارے رواۃ ثقہ ہیں اس وجہ سے یہ اثر صحیح ہے۔اور بھی اسلاف سے بیت الخلاء جاتے وقت سر ڈھکنے کا ذکر ملتا ہے جیسے مصنف ہی میں ابن طاوس سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میرے والد نے مجھے حکم دیا کہ جب بیت الخلاء جاؤ تو سر ڈھک لو میں نے پوچھا ایسا کیوں؟ تو انہوں نے کہا پتہ نہیں۔

اسلاف کے آثار کی وجہ سے فقہاء نے بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت سر ڈھکنے کو مستحب قرار دیا ہے مگر یہاں میرا اعتراض ہے کہ کسی عمل کو بغیر شرعی نص کے مستحب قرار دینا محل نظر ہے۔اس سلسلے میں نہ تو اللہ کا فرمان ہے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ سے کوئی مرفوع حدیث ثابت ہے۔ہاں کوئی صحابی رسول، خلیفہ المسلمین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرنا چاہے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن کسی کا یہ کہنا کہ سر کھولے بغیر حمام نہیں جا سکتے سو فیصد غلط ہے۔ جب ہم ننگے سر نماز پڑھ سکتے ہیں، جماع کے وقت ننگا ہو سکتے ہیں، ننگے ہو کر حمام میں غسل کر سکتے ہیں، ضرورت پڑے تو اکیلے میں بھی ننگا ہو سکتے ہیں تو سر کھولنے میں کیا حرج ہے، سر تو مردوں کے لئے پردہ میں داخل نہیں ہے۔

BACK

زنا کی شہادت میں ڈی این اے ٹسٹ کی شرعی حیثیت

زنا انسانی معاشرہ سب سے قبیح جرم ہے، اس کے اثرات فرد سے لیکر مجتمع تک مرتب ہوتے ہیں۔ اسلام نے اس سنگین جرم کی روم تھام کے لئے متعدد پاکیزہ تعلیمات دی ہے جنھیں بروئے کار لاکر نہ صرف فرد کی اصلاح ممکن ہے بلکہ صالح معاشرہ کی تعمیر میں بھی بڑا اہم رول ہے۔

پہلے ہم زنا کی روک تھام کا اسلام کا پیارا اصول دیکھتے ہیں۔

(1) اسلام نے ہمیں شرمگاہ چھپانے اور اس کی حفاظت کی تعلیم دی ہے تاکہ خواہشات نفس پہ کنٹرول رہے۔ مرد کے لئے ناف سے لیکر گھٹنے تک جبکہ عورتوں کے لئے سر سے پیر تک ستر پوشی کرنی ہے، ستر بھی ایسا کہ اعضائے بدن کی نمائش نہ ہو، نہ ہی کپڑا جاذب نظر ہو، نہ باہر نکلتے وقت زیب وزینت کا اظہار ہو۔

(2) عورتوں کے لئے حجاب کا حکم اسے ہر قسم کے شہوانی شر سے محفوظ رکھتا ہے۔

(3) عورت کے لئے بغیر محرم کے کسی قسم کا سفر کرنا حرام ہے۔

(4) اسلام نے مرد وعورت دونوں کو نظریں نیچی کرنے کا حکم دیا تاکہ ایک دوسرے کے اوپر نظر نہ پڑے جس سے شہوانی خیالات پیدا ہونے اور اس سے گناہ میں واقع ہونے کا امکان ہے۔ اگر خدانخواستہ اچانک نظر ٹکرا جائے تو پھر نگاہ نیچی کرلے۔

(5) بالغ ہونے پر لڑکا اور لڑکی شادی کرلے تاکہ شرمگاہ کی حفاظت ہو اور انسانی نفس کنٹرول میں رہے جنھیں شادی کی طاقت نہیں وہ روزہ رکھے جو نفسانی خواہشات کے ازالے کا سبب ہے۔

(6) کوئی اجنبی کسی اجنبیہ سے خلوت نہ کرے کیونکہ وہاں شیطان گناہ پر ورغلانے کا کام کرسکتا ہے۔

(7) بلاضرورت اجنبی مرد کا عورت سے یا اجنبیہ عورت کا مرد سے بات کرنا منع ہے، اگر ضرورت پڑے تو پردے کے اوٹ سے بات کرے اور اس طرح بات نہ کرے کہ ایک دوسرے کی طرف میلان کا سبب بن جائے۔

(8) مخلوط تعلیم، مخلوط محفل، مخلوط تجارت اور مخلوط کام کاج وغیرہ زنا میں واقع ہونے کا سبب ہے اس لئے اسلام کی نظر میں مرد وزن کا اختلاط حرام ہے۔

(9)ان تمام باتوں کے ساتھ اسلام نے ہمیں یہ بھی تعلیم دی ہے کہ زنا کے قریب بھی نہ جاؤ،اس کا مطلب یہ ہے کہ زنا میں وقوع کا جو بھی سبب ہو تم اس سے دور رہو۔

(10)اگر کسی سماج میں کسی سے جرم زنا ہو جائے اور اس جرم زنا پہ چار عینی گواہ بھی مل جائے تو تعزیرات اسلام کے تحت شادی شدہ کو سنگسار کرنا ہے اور غیر شادی شدہ کو سو کوڑے اور ایک سال کے لئے شہر بدر کرنا ہے۔

زنا سماج کی تباہی و بربادی کا سبب ہے اس وجہ سے اسلام میں اس کی سزا بھی بہت سنگین ہے۔یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج کل سائنس کافی ترقی کر گیا ہے وہ ڈی این اے(Deoxy Ribonuclec Acid)ٹسٹ کے ذریعہ زانی کا پتہ لگا لیتا ہے اس وجہ سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ڈی این اے ٹسٹ کسی کو زانی قرار دینے اور اس پر سزا نافذ کرنے کے لئے کافی ہے،اس سلسلے میں شریعت کا کیا موقف ہے؟

یہاں سب سے پہلے آپ کو یہ بتلادوں کہ زنا کے ثبوت کے لئے اسلام کا کیا طریق کار ہے؟

اسلام نے زنا کے ثبوت کے لئے دو طریقہ متعین کیا ہے۔ایک طریقہ تو یہ ہے کہ خود زانی مرد یا زانیہ عورت بغیر کسی جبر و تشدد کے اقرار کر لے کہ اس نے زنا کیا ہے اس حال میں کہ وہ بالکل ہوش و حواش میں ہو۔بخاری شریف میں ایک دیہاتی کے بیٹے کے زنا کا واقعہ مذکور ہے کہ اس نے نبی ﷺ سے کہا کہ میرا بیٹا اس آدمی کے پاس کام کرتا تھا، میرے بیٹے نے اس آدمی کی بیوی سے زنا کر لیا اس کے بدلے میں نے سو بکری اور ایک باندی دیدی ہے اور جب اہل علم سے پوچھا تو پتہ چلا کہ میرے بیٹے کو سو کوڑے لگیں گے اور ملک بدر کیا جائے گا تو نبی ﷺ نے فرمایا: تمہارے بیٹے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لئے ملک بدر کیا جائے گا۔اس حدیث میں مزید یہ الفاظ ہیں:

وأمَّا أنتَ يا أُنَيسُ - لِرَجُلٍ - فَاغْدُ على امرأةِ هذَا فَارْجُمها . فغَدا عليهَا أُنَيسٌ فَرَجَمَهَا .(صحيح البخاري:2695)

ترجمہ:اے انیس! تم اس عورت کے گھر جاؤ اور اسے رجم کردو(اگر وہ زنا کا اقرار کر لے)چنانچہ انیس گئے،اور(چونکہ اس نے بھی زنا کا اقرار کر لیا تھا اس لیے)اسے رجم کر دیا۔

زنا کے ثبوت کے لئے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ چار عادل مسلمان جو عینی شاہد ہو وہ گواہی دے اس حال میں کہ ان چاروں نے شرمگاہ کو شرمگاہ میں داخل دیکھا ہو۔اس کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے:

وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِن نِّسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنكُمْ ۖ (النساء : 15)

ترجمہ: تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں ان پر اپنے میں سے چار گواہ طلب کرو۔

زنااور ڈی این اے ٹسٹ کی گواہی

آج کل جو ڈی این اے ٹسٹ سے زانی کا پتہ لگایا جاتا ہے وہ یقینا ترقی یافتہ زمانے کی سہولیات میں سے ایک سہولت ہے جس سے بہت سارے کاموں میں مدد لی جاسکتی ہے لیکن زنا کے ثبوت میں شرعاڈی این اے ٹسٹ کا بالکلیہ اعتبار نہیں کیا جائے گا۔اس کے بہت سے عقلی و نقلی دلائل ہیں جنھیں میں مختصرا پیش کرنا چاہتا ہوں جس سے اسلام کا موقف بآسانی سمجھا جاسکتا ہے۔

(1)انسان کی عقل محدود ہے وہ وہیں تک سوچ سکتا ہے جہاں اس کی عقل کی انتہا ہے۔جس خالق نے ہماری عقل بنائی ،اسی نے انسان کو ڈی این اے کا سراغ دیا جسے پہلے سے ہی اس کے متعلق علم بھی ہے۔دین اسلام کی تعلیمات اسی خالق کی طرف سے ہے،زنا کے ثبوت میں اس کی رہنمائی ہی ہمارے لئے سب سے بہتر اور کافی ہے۔اسے انسان کی بھلائی کا علم ہے اور اس نے ہمیں جو علم دیا ہے بہت محدود و قلیل ہے۔اللہ کا فرمان ہے :

وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (الاسراء:85)

تمہیں تو تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔

(2)اللہ تعالی نے جو دین دیا ہے وہ قیامت تک کے لئے ہے ،اس دین میں زنا کے ثبوت پہ چار مردوں کی گواہی سیکڑوں سال سے ہے اور یہ قانون شہر وگاؤں ساری جگہوں کے لئے ہے۔آج بھی بہت سے گاؤں ہیں جہاں ڈی این اے ٹسٹ کی سہولت نہیں ہے اور پھر ٹسٹ کی سہولت آلات و تکنیکی مادے پر منحصر ہے جب یہ ناپید ہوں تب بھی ٹسٹ ناپید ہوجائے گا۔اللہ کا دیا ہوا قانون ہر زمانے اور ہر جگہ کے لئے ہے اس لئے قانون الہی ہی ہمارے کافی ہے اور اسی میں لوگوں کی بھلائی مضمر ہے۔

(3) زنا کی سزا سنگین ہونے کے سبب اس کی گواہی بھی ٹھوس اصول پر مبنی میں جو علم یقین کا فائدہ دیتا ہے اور وہ ہے چار مسلمان مرد کی عینی گواہی۔حدود وقصاص میں ڈی این اے ٹسٹ معتبر نہیں کیونکہ حدود وقصاص میں اسلام کا اصول

کہتا ہے کہ اگراس میں شبہ پیدا ہوجائے تو حد ساقط ہوجاتی ہے ۔ ادرَؤُوا الحدودَ بالشُّبُهاتِ(نیل الأوطار:272/7)

ترجمہ: حدود شبہات کی بناپر ساقط ہو جاتی ہیں۔

☆اسے امام شوکانی نے احتجاج کے قابل کہا ہے اور شیخ ابن باز نے کہا یہ متعدد طرق سے مروی ہے، سب میں ضعف ہے مگر ایک دوسرے کی تقویت سے حسن لغیرہ کے درجے تک پہنچ جاتی ہے۔

اس معنی کا ایک صحیح اثر جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے شیخ البانی نے ذکر کی ہے۔

ادرؤوا الجَلْدَ والقتلَ على المسلمينَ ما استطعتُمْ(إرواء الغليل:26/8)

ترجمہ: جہاں تک تم سے ہو سکے مسلمانوں پر کوڑے اور قتل کو نافذ کرنے سے بچو۔

یہ بات نبی ﷺ نے بھی بیان فرمائی ہے جو ترمذی شریف میں حدیث نمبر 1424 کے تحت ذکر ہے۔

تو زنا کے ثبوت کے لئے ایسی گواہی تسلیم نہیں ہوگی جس میں شبہات ہوں۔ڈی این اے ٹسٹ میں شبہات بھی ہیں اور خطا کا امکان بھی ہے۔اس لئے اسے علم و گمان کا درجہ تو دیا جاسکتا ہے لیکن قطعی علم کبھی نہیں کہا جائے گا جبکہ زنا کے ثبوت کے لئے قطعی علم چاہئے جو چار گواہوں کی گواہی سے ہی حاصل ہوگا۔اللہ کا فرمان ہے:

إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ (یونس:36)

ترجمہ: اور بیشک گمان حق بات میں مفید نہیں ہوتا، یہ جو کچھ کر رہے ہیں یقیناً اللہ کو سب خبر ہے۔

(4) سدا سے پاکباز عورتوں پر زنا کی تہمت لگائی جاتی رہی ہے اور آج بھی جب کسی فاسق و فاجر مرد کو کسی مومنہ عورت سے برائی کا موقع نہیں ملتا تو اس پر زنا کا الزام لگا کر مطعون کرنے اور سزا دلوانے کی کوشش کی جاتی ہے۔اس لئے اسلام اس کی گواہی کی کڑی شرط رکھی۔اگر چار مرد گواہ میں سے ایک بھی کم ہوا یا ان میں سے کسی ایک نے بھی زنا کرتے نہیں دیکھا تو گواہی نہیں مانی جائے اور جس نے عورت پہ الزام لگایا اس حال میں کہ اس نے چار لوگوں کی گواہی نہ پیش کر سکا تو اسے اسی کوڑے لگائے جائیں گے۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً (النور:4)

ترجمہ: اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ پیش نہ کر سکیں انھیں اسی کوڑے لگاؤ۔

مان لیتے ہیں ڈی این اے ٹسٹ ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے پھر بھی تین مرد کی گواہی باقی ہے اور چار گواہی میں سے ایک گواہ بھی کم ہوا یا کسی ایک گواہ نے بھی شرمگاہ ملتے نہیں دیکھا تو گواہی مسترد ہو جائے گی۔

ڈی این اے ٹسٹ : شبہات اور امکانیات خطا

(1) اگر ٹسٹ کرنے والے آلے یا تکنیک میں گڑبڑی ہو تو ٹسٹ رپورٹ صحیح نہیں ہو گی۔

(2) ٹسٹ کرنے والا ناتجربہ کار ہو یا ٹسٹ کرتے ہوئے غلطی کر جائے تو اس صورت میں بھی رپورٹ غلط آئے گی۔

(3) ٹسٹ کے وقت جانچ کی چیزیں ادھر سے ادھر ہو جائے جس کا علم ٹسٹ کرنے والے کو نہ ہو سکے، تجربہ گاہ میں ایسا ممکن ہے جہاں ہزاروں لوگوں کے خون، پیشاب، منی اور آلات وغیرہ رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔

(4) اگر مسلمان آدمی کا معاملہ ہو اور ٹسٹ کرنے والے غیر مسلم ہوں تو کسی منفعت کی وجہ سے رپورٹ غلط بنا سکتے ہیں مثلا اسے رشوت دیا گیا ہو یا اسے اس مسلم سے یا اسلام سے نفرت ہو وغیرہ۔

(5) دنیا کے سارے ٹسوں کے متعلق عام طور سے ایسا تجربہ ہوا ہے کہ رپورٹ میں کچھ تھا اور حقیقت اس کے برعکس نکلی۔ مجھے ایک آدمی کی حقیقت معلوم ہے جس نے الٹراساؤنڈ سے جنین کا علم حاصل کیا رپورٹ میں لڑکی بتلائی گئی جب حمل ساقط کروایا تو پتہ چلا لڑکا تھا۔ تو ٹسٹ خطا کر سکتا ہے اس وجہ سے اس پہ پورا انحصار نہیں کیا جائے گا۔

(6) اجتماعی عصمت دری میں آج بھی ڈی این اے ٹسٹ کارگر نہیں ہے ، ملے جلے سگنل کسی تیسرے شخص کی طرف بھی غلط نشاندہی کر سکتے ہیں۔

زنا کے ثبوت میں ڈی این اے ٹسٹ کے اعتبار سے خطرات ونقصانات

(1) اگر ڈی این اے ٹسٹ کو زنا کی حد قائم کرنے کے لئے معتبر اور کافی مان لیا جائے تو آج کے پرفتن دور میں جعلی ٹسٹ رپورٹ بنوانا، پاکباز عورتوں پر تہمت لگانا اور رشوت دے کر رپورٹ تبدیل کرنا آسان ہو جائے گا بلکہ ہندوستان جیسی جگہوں پہ آج کل ایسا ہو بھی رہا ہے۔

(2)ہندو مسلم زنا کیس میں معاملہ بیحد سنگین ہو سکتا ہے، تنازع کے ساتھ معصوم لوگوں کے ساتھ بھی تکلیف دہ برتاؤ ہو سکتا ہے اور ٹسٹ کے مراحل میں ہندوستان جیسے ملک میں کیا کیا گل کھلے گا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

(3) اگر ٹسٹ کی بنیاد پر کسی کو سزائے موت دیدی گئی اور بعد میں معلوم ہوا کہ ٹسٹ جعلی تھا یا ٹسٹ رپورٹ کسی وجہ سے غلط آئی تو جس کی جان گئی ہے وہ تو واپس نہیں آسکتی ہے۔ اسلام نے ناحق کسی کے قتل کرنے کو پوری انسانیت کے قتل کے مساوی قرار دیا ہے، وہ اسلام محض ڈی این اے ٹسٹ پہ کسی کے قتل کا فیصلہ کیسے سنائے گا؟ جو ایسا فیصلہ کر رہے ہیں وہ فطری قانون کے خلاف بھی اور انسانیت کے حق میں بھی نہیں ہے۔

اسلام ڈی این اے کے مخالف نہیں ہے۔

اسلام کبھی سائنس و ٹیکنالوجی کے مخالف نہیں رہا ہے۔ ڈی این اے کی ایجاد سے بہت سارے باریک مسائل اور اہم معاملات کے حل میں کافی مدد ملی ہے اس لئے اسلام نہ تو اس کی افادیت سے انکار کرتا ہے، نہ ہی اس کا مخالف ہے۔ زیر نظر مضمون میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اسلام نے حدود و قصاص کی بنیاد عینی گواہ پر رکھی ہے اس لئے اس سلسلے میں ڈی این اے ٹسٹ بالکلیہ معتبر قرار دے کر مجرم کے قتل کا فیصلہ صادر نہیں کیا جا سکتا تاہم یہ ٹسٹ مجرم کی شناخت میں ضرور معاون بن سکتا ہے۔

(1) اس ٹسٹ کو مجرم کے اقبال جرم کے لئے وسیلہ بنایا جا سکتا ہے۔

(2) آج سائنس کی ترقی سے قتل کے واردات سے ملے آثار کے ذریعہ قاتل تک پہنچا جا سکتا ہے۔ واضح رہے اس بنیاد پر کسی کو متہم تو قرار دیا جا سکتا ہے مگر اسے قاتل قرار دے کر اس پر قتل کی سزا نافذ نہیں کی جا سکتی ہے کیونکہ مضمون میں واضح کر دیا گیا ہے کہ حدود و قصاص میں اس ٹسٹ کی بنیاد پر کسی کو سزا نہیں دی جا سکتی۔

(3) یہ ٹسٹ وہاں کارگر ہے جہاں کسی ایک بچے کے کئی دعویدار ہوں۔

(4) اسی طرح اسپتال میں چند نومولود میں اختلاط ہونے پر ڈی این اے سے مدد لی جا سکتی ہے۔

(5) حدود و قصاص کے علاوہ دیگر تمام جرائم میں یہ ٹسٹ معتبر ہو گا۔

(6) حتی کہ قاضی زنا کیس میں ملوث افراد کو بھی ڈی این اے ٹسٹ پہ مجبور کر سکتے ہیں تا کہ معاملہ کی جانچ پڑتال میں آسانی ہو سکے۔

اس لئے یہ کہنا کہ اسلام سائنس یا ڈی این اے کے مخالف ہے سراسر بیجا ہے۔

BACK

کیا زیبرا حلال ہے؟

برصغیر کے مسلمانوں میں زیبرا کے متعلق شبہ پایا جاتا ہے کہ یہ جنگلی گدھا ہے یا کوئی اور جانور ہے ؟اگر کوئی اور جانور ہے تو اس کے کھانے کا کیا حکم ہے ؟میں نے بعض علماء کو بھی اس موضوع میں مشکوک پایا ہے،اس وجہ سے مختصرا میں زیبرا کے متعلق معلومات تحریر کر کے عوام وخواص کا شبہ دور کرنا چاہتا ہوں۔

زیبرا(Zebra)گھوڑے سے ملتا جلتا گدھے کی نسل کا جانور ہے۔یہ جنگلات، گھاس پھوس والے ہرے بھرے میدان، خاردار علاقے، چٹانی وادی اور پہاڑی مقامات میں رہتا سہتا ہے۔یہ معلوم رہے کہ گدھے کی دو ہی اقسام پائی جاتی ہیں۔ایک قسم گھریلو گدھا اور دوسری قسم جنگلی گدھا ہے گویا زیبرا گدھے کی دوسری قسم ہے۔

(1)جنگلی گدھا اسے عربی میں حمار وحشی کہتے ہیں اس کا کھانا حلال ہے۔اس کے حلال ہونے کی دلیل ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ روایت ہے،وہ کہتے ہیں:

أنَّهُ كانَ معَ رسولِ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلمَ ، حتى إذا كانَ ببعضِ طريقِ مكةَ ، تخَلَّفَ معَ أصحابٍ لهُ مُحْرِمِينَ ، وهوَ غيرُ مُحْرِمٍ ، فَرَأَى حِمَارًا وحْشِيًّا ، فاستَوى على فرسِهِ ، فسألَ أصحابَهُ أنْ يُنَاوِلُوهُ سَوطَهُ فَأَبَوا ، فسأَلَهم رُمْحَهُ فَأَبَوا ، فَأَخذَهُ ثم شَدَّ على الحمَارِ فقَتَلَهُ ، فأكَلَ منهُ بعضُ أصحابِ النبيِّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّم وأبَى بعضٌ ، فلمَّا أدْرَكوا رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلمَ سأَلُوهُ عن ذلكَ ، قالَ : إنمَا هي طُعْمَةٌ أطْعَمَكُمُوهَا اللهُ۔(صحيح البخاري:2914)

ترجمہ: ہم آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے(صلح حدیبیہ کے موقع پر)مکہ کے راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ جو احرام باندھے ہوئے تھے،لشکر سے پیچھے رہ گئے۔خود قتادہ رضی اللہ عنہ نے ابھی احرام نہیں باندھا تھا۔پھر انہوں نے ایک گورخر دیکھا اور اپنے گھوڑے پر(شکار کرنے کی نیت سے)سوار ہو گئے، اس کے بعد انہوں نے اپنے ساتھیوں سے(جو احرام باندھے ہوئے تھے)کہا کہ کوڑا اٹھا دیں انہوں نے اس سے انکار کیا ،پھر انہوں نے اپنا نیزہ مانگا اس کے دینے سے انہوں نے انکار کیا،آخر انہوں نے خود اسے اٹھایا اور گورخر پر جھپٹ پڑے اور اسے مار لیا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے بعض نے تو اس گورخر کا گوشت کھایا اور بعض نے

اس کے کھانے سے (احرام کے عذر کی بناپر) انکار کیا۔ پھر جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو اس کے متعلق مسئلہ پوچھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو ایک کھانے کی چیز تھی جو اللہ نے تمہیں عطا کی۔

(2) پالتو/گھریلو گدھا اسے عربی میں حمار اھلی کہتے ہیں اس کا کھانا حرام ہے۔ اس کے حرام ہونے کی دلیل ابو ثعلبہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی یہ روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ: حرَّم رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ لحومَ الحُمُرِ الأهليةِ(صحيح مسلم:1936)

ترجمہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھے کے گوشت کو حرام قرار دیا۔

زیبرا کی کیفیات وخصوصیات:

اس میں کوئی شک نہیں کہ زیبرا ہی جنگلی گدھا ہے، حدیث میں جس حمار وحشی کا ذکر ہے زیبرا وہی جانور ہے، رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں یہ جانور موجود تھا، ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے جس جنگلی گدھے کا شکار کیا وہ یہی زیبرا ہے۔ یہ بات بھی صحیح ہے کہ زیبرا افریقی نسل ہے، مشرقی اور جنوبی افریقہ میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ جب یورب وایشاء کو ملانے والی مصر کی نہر سویز تعمیر نہیں ہوئی تھی تو یہ جانور جزیرۃ العرب میں بھی آیا کرتا تھا بلکہ افریقہ کے تمام جانور شیر، چیتا، ہرن، نیل گائے وغیرہ جزیرۃ العرب میں پائے جاتے تھے ۔ بات ہے اسی ایک نہر کی جو بحیرہ روم کو بحیرہ قلزوم سے ملاتی ہے۔ افتتاح سے دس سال پہلے ایشیا اور یورپ کے درمیان آمد ورفت کی سہولت کے لئے نہر سویز(Suez canal) کا منصوبہ شروع کیا گیا ہے اور 1869 میں اس نہر کی افتتاح ہو گئی۔ اس نہر کی وجہ سے افریقہ سے حیوانات کی آمد کا سلسلہ بند ہو گیا۔ تبھی سے زیبرا اور دیگر افریقی جنگلی جانور جزیرۃ العرب سے ناپید ہو گئے۔ زیبرا پرتگالی زبان کا لفظ ہے اس کا ترجمہ حمار وحشی یعنی جنگلی گدھا ہوتا ہے۔ اس کا رنگ سفید ہوتا ہے اور اس کے جسم پہ کالی دھاریاں ہوتی ہیں، ان دھاریوں سے خود کو گھاس پھوس میں چھپا لیتا ہے۔ اس جانور کی بڑی خصوصیات ہیں جن کے ذکر کا یہ مقام ومحل نہیں ہے۔ اس کے خوراک کی بات کی جائے تو ٹہنی، پتے، چھال، جھاڑی اور گھاس کھانے والا جانور ہے مگر ہے حملہ آور، گروپ کے ساتھ زندگی گزارتا ہے اور کوئی اس پر حملہ کرے تو سارے گروپ والے مل کر

دفاع کرتے ہیں۔اس کے اندر وحشیت ہونے کے سبب گھریلو نہیں بنایا جاسکتا یا یوں کہیں کہ یہ انسانوں سے مانوس نہین ہوسکتا،جو حمار اھلی ہے وہی انسانوں سے مانوس ہے اور ہمیشہ سے انسانوں کے گھریلو کام آتا رہا ہے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ زیبرا اپنی گندگی کھاتا ہے مگر یہ بات معلومات اور تجربہ کے خلاف ہے۔اس لئے کہ یہ بات نہ اس جانور کی خصوصیات بتانے والی کتاب میں درج ہے اور نہ ہی چڑیاخانوں میں اس کی خوراک فراہم کرنے والوں نے ذکر کی ہے۔

زیبرا ہی جنگلی گدھا(حمار وحشی) ہے اس بابت ایک مستحکم بات یہ جان لیں کہ دنیا میں زیبرا کے علاوہ اور کوئی جانور حمار وحشی نہیں ہے۔اسے عربی میں حمار وحشی کے علاوہ حمار زرد،حمار مخطط اور حمار عتابی بھی کہتے ہیں۔موجودہ وقت میں اس کی تین اقسام پائی جاتی ہیں جو آپس میں رنگ اور جسامت میں تھوڑے بہت مختلف ہوتے ہیں۔

میدانی زیبرا، گیریوی زیبرا اور پہاڑی زیبرا جنہیں انگریزی میں Plains Zebra, Grevy's Zebra, Mountain Zebra کہتے ہیں۔

نیل گائے اور جنگلی گدھے میں فرق:

احادیث میں موجود لفظ الحمار الوحشی کا ترجمہ عام طور سے نیل گائے سے کیا جاتا ہے جبکہ یہ بڑی خطا ہے۔نیل گائے الگ جانور ہے اس کا حمار وحشی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

برصغیر میں نیل گائے کے نام سے جو جانور مشھور ہے وہ جزیرۃ العرب میں بھی پایا جاتا تھا،اسے "بقر وحشی" اور "المھا" بھی کہتے ہیں کیونکہ جس طرح زیبرا مشابہت میں گدھے جیسا ہے اسی طرح نیل گائے،گائے کے مشابہ ہے۔گائے سے مشابہت رکھنے والے جانور کو گدھے کی نسل کیسے قرار دے سکتے ہیں اور یہ جانور جزیرۃ العرب میں موجود تھا نہر سویس کی تعمیر کے بعد ناپید ہوگیا تاہم حیوانات کی کتابوں میں اس کی تاریخ دیکھی جاسکتی ہے بلکہ انٹرنیٹ پہ اس کی تصاویر بھی بکثرت موجود ہیں۔

اب ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر نیل گائے "بقر وحشی" میں شمار ہوتا ہے تو اس کا کھانا کیسا ہے؟

موسوعہ فقیہ میں لکھا ہے کہ ہر وحشی جانور جس کے پاس کچلی والا دانت نہ ہو جس سے چیر پھاڑ کرتا ہے اور وہ حشرات میں بھی سے نہ ہو جیسے ہرن، وحشی گائے، وحشی گدھا، وحشی اونٹ، توان تمام اقسام کے جانوروں کے حلال ہونے پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کیونکہ یہ پاکیزہ جانوروں میں سے ہیں۔(الموسوعۃ الفقھیۃ:134/5)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ زبیرا کھانا حلال ہے، اور اسی کو جنگلی جانور یا حمار وحشی کہتے ہیں اور نیل گائے کو عربی میں بقر وحشی کہتے ہیں یہ بھی جنگلی گدھے کی طرح حلال ہے۔

BACK

رحم مادر کی پیوندکاری اسلام کی نظر میں

ٹکنالوجی کے اس حیران کن دور میں انسانوں کو حیران کردینے والی نئی نئی دریافتیں ہورہی ہیں، دریافتیں کیسی بھی ہوں مادہ پرستی کے دور میں اکثرلوگ بلاسمجھے بوجھے ان کا حامی بھرنے لگتے ہیں، ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا فریضہ بنتاہے کہ جونئی نئی دریافتیں ہورہی ہیں ان کے متعلق علمائے اسلام سے شرعی حیثیت دریافت کریں کہ کہیں انجانے میں حرام کام میں ملوث نہ ہوجائیں۔اسلام نہ سائنس کے مخالف ہے،نہ نئی ایجادات واکتشافات کا مخالف ہے اور نہ ہی جدید آلات وٹکنالوجی کے مخالف ہے۔ہاں اسلام ایک منظم نظام حیات پیش کرتا ہے،اس کے اپنے اصول وتعلیمات ہیں، نئی دریافت اور ٹکنالوجی کی جو چیز اسلامی نظام سے متصادم ہوگی اس کا استعمال ہمارے لئے جائز نہیں ہوگا۔

مادر رحم کی پیوندکاری بھی دنیا والوں کے لئے ایک نئی کھوج ہے، گوکہ اس پہ برسوں سے تجربہ کیا جارہاتھا۔پہلے جانوروں پہ تجربہ کیا گیا،وہاں کامیابی ملی تو پھر انسانوں پر برتا گیااور متعدد قربانیوں اور انسانی ہلاکتوں کے بعد تین ممالک (سویڈن،امریکہ اور بھارت)میں اب تک مادررحم کی پیوندکاری پہ تجربہ کامیاب ہواہے۔پہلی بار2014میں سویڈن میں کامیابی ملی،اور پھر2017میں امریکہ اور بھارت میں یہ تجربہ کامیابی کے مرحلہ سے گزرا۔

مادررحم کو انگلش میں یوٹرس اور پیوندکاری کوٹرانسپلانٹ کہا جاتاہے،اسطرح مادرم رحم کی پیوندکاری کی انگریزی اصطلاح یوٹرس ٹرانسپلانٹ(Uterus Transplant)رائج ہے۔

بھارت کے شہرپونے کے گیلیکسی نامی ہسپتال میں گجرات کی رہنے والی خاتون میناکشی ولانڈ نے 18/اکتوبر2018کو ایک بیٹی کو جنم دیاہے جس میں اسی کی ماں کی بچہ دانی ٹرانسپلانٹ کی گئی تھی۔اس بات سے جہاں بھارت کا سرفخر سے بلند ہورہاہے وہیں لوگوں میں اس تجربہ کی خوشی منائی جارہی ہےاور مستقبل میں عورت کے بانجھ پن کے خاتمہ کی امید جتلائی جارہی ہے۔

ابھی تک دنیامیں جسے بچہ نہ ہووہ یاتوصبرکرتارہاہے، یاکسی عورت کی کوکھ کرایہ پر لیکر بچہ(Surrogate)پیدا کیاہے یادوسرے کابچہ(Adoption)گودلیاہے۔دوسری صورت کوسروگیسی یاسروگیٹ مدرہوڈ کہاجاتاہے،اس

کا طریقہ کار یہ ہے کہ مرد کی منی اور عورت کا بیضہ ملا کر لیباٹری میں جینین تیار کیا جاتا ہے پھر تیار شدہ جینین کو انجکشن کے ذریعہ عورت کی بچہ دانی میں ڈالا جاتا ہے۔اسلام میں یہ عمل ناجائز ہے۔ مصنوعی حمل کے کئی اقسام ہیں،ان میں بعض جائز بھی ہیں اس پہ آگے بحث آئے گی۔

مادر رحم کی پیوند کاری کے اسباب و مقاصد:

☆شادی کے بعد ایک عورت کی خواہش ماں بننے کی ہوتی ہے لیکن جب اسے شادی کے بعد بچہ پیدا نہیں ہوتا ہے تو در در کی ٹھوکریں کھاتی ہے،ڈاکٹروں سے مدد کی گہار لگاتی ہے یہ بڑی وجہ بنی مادر رحم کی پیوند کاری کی۔

☆اسکے علاوہ مجھے یہ وجہ بھی کچھ کم بڑی نہیں معلوم ہوتی ہے کہ آج کل بڑی تعداد میں عورتیں اپنی بچہ دانی کٹوا کر پھینک رہی ہیں، ہسپتالوں میں بڑی تعداد میں ضائع ہونے والے انسانی عضو(رحم مادر) کی موجودگی نے اطباء اور سائنس دانوں کو اس طرف توجہ مبذول کیا اور اس کو کارآمد بنانے میں غور و فکر کی دعوت دی۔

☆سائنسداں دنیا والوں کو نئی نئی کھوج سے متعارف کرانے کی ہمہ وقت کوشش کرتے رہتے ہیں،اس پہلو پہ کسی کی نظر گئی اور تجربہ شروع ہوگیا،ہلاکتوں کے باوجود اس پہ مسلسل تجربہ کی وجہ یہ بنی کہ یہ معیشت کا بڑا دروازہ کھول رہا تھا، جسے اولاد نہ ہو رہی ہو اس کے لئے اولاد کی امید جگانے والا منہ مانگی رقم حاصل کر سکتا ہے۔

☆کچھ عورتوں کے ساتھ رحم کی پیچیدگی ہوتی ہے جس کی وجہ سے اسے مجبورا ہٹانا پڑتا ہے،کچھ عورتوں میں پیدائشی طور پر بچہ دانی ہی نہیں ہوتی، کچھ کے پاس بہت چھوٹی ہوتی ہیں تو کچھ کا حمل بار بار اسقاط ہو جاتا ہے،بعض کو سرے سے حمل ہی نہیں ٹھہرتا۔یہ باتیں بھی مادر رحم کے ٹرانسپلانٹ کے لئے محرک بنیں۔

سائنس و طب کا ماننا ہے کہ مادر رحم کی پیوند کاری کا مقصد یہ ہے کہ جو عورت بانجھ(Infertility) ہو یا کسی وجہ سے بچہ نہیں ہو رہا ہو اور وہ کسی دوسرے کی کوکھ کا بچہ بھی نہیں چاہتی ہو،اپنی ہی کوکھ سے بچہ جنم دینا چاہتی ہو ایسی ہر عورت ماں بن سکتی ہے اور اپنی ہی کوکھ سے بچہ جنم دے کر اپنی آرزو پوری کر سکتی ہے،اسی مقصد کے تحت مادر رحم کی پیوند کاری کا عمل معرض وجود میں آیا ہے۔

مادر رحم کی پیوند کاری کا طریقہ:

ایک عورت کی بچہ دانی نکال کر دوسری عورت میں پیوند کی جاتی ہے، عموماً قریبی عورت ماں، بہن یا خالہ کی بچہ دانی بہتر مانی جاتی ہے کیونکہ ان کے درمیان ٹشوز اور خلئے میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ یوٹرس ٹرانسپلاٹ کا مکمل عمل دس سے بارہ گھنٹوں پر مشتمل نہایت شوار گزار ہوتا ہے کیونکہ انسانی بدن میں ایک انجان عضو لگنے سے اسے مسترد کئے جانے کا سنگین خطرہ لگا رہتا ہے۔ اس میں بچہ دانی کی ہی پیوندکاری ہوتی ہے، نسوں اور بیضہ دانی(Ovary) کی نہیں۔ عضوبندی کے بعد ایک سال تک اس کی خوب نگرانی کی ضرورت ہے پھر لیباٹری ٹسٹ سے حمل کی صلاحیت ظاہر ہونے پر شوہر کے نطفے اور بیوی کے بیضے کو لیباٹری میں جینین بنایا جاتا ہے اس کے بعد انجکشن کے ذریعہ عورت کی کوکھ میں نصب کیا جاتا ہے۔ سویڈن کے کامیاب تجربہ میں گیارہ نطفے تیار کئے گئے تھے اور انہیں منجمد کر دیا گیا پھر ان میں سے ایک منجمد نطفہ بچہ دانی میں ڈالا گیا۔

مادر رحم کی پیوندکاری کی ہلاکتیں:

مادر رحم کی پیوندکاری انتہائی خطرناک ہے، اس سے نہ صرف بیماری لاحق ہوتی ہے بلکہ جان بھی چلی جاتی ہے اور اس عمل کے ارتقائی ادوار میں کئی جان جانے پہ تاریخ شاہد ہے۔ عمومی خطرہ یہ ہے کہ نئے عضو کا اضافہ جسم قبول نہیں کر پاتا ہے اور جلد ہی اسے کاٹ کر ہٹا دیا جاتا ہے اور یہ متعدد بیماریوں کا سبب بن سکتا ہے۔ اس عالم میں سال بھر خطرات منڈلاتے ہیں اور کڑی نگرانی کی جاتی ہے اور قوت مدافعت دواؤں کے ذریعہ سست کر دی جاتی ہے تاکہ عضو جدید کو قبول کر سکے مگر مدافعاتی قوت کی کمی سے ذیابیطس کا خطرہ بڑھ جاتا ہے، اس کے ساتھ بلڈ پریشر کے بڑھنے اور کم ہونے کا بھی خطرہ رہتا ہے بلکہ یہ عورت کے لئے جان لیوا بھی ہے۔ مردہ عورت کی بچہ دانی کی منتقلی کامیاب نہیں ہے اس وجہ سے زندوں سے ہی یہ عضو لیا جاتا ہے بلکہ غیر عورت کی بچہ دانی کا ٹرانسپلانٹ تجرباتی اعتبار سے نقصان دہ بتلایا جا رہا ہے اس لئے قریبی عورت ماں یا بہن یا خالہ وغیرہ کی بچہ دانی کو کم نقصان والا بتلایا جا رہا ہے کیونکہ ان کے درمیان ٹشوز اور خلئے میں زیادہ مماثلت پائی جاتی ہے۔ سرجری کے علاوہ حمل، توالد اور زچہ بچہ تمام مراحل مشکل ترین ہیں۔ نہ ہی حمل آسان ہوتا ہے اور نہ ہی زچگی، اور کم وقتوں میں بچے کی پیدائش ہو جاتی ہے جس سے مولود کو سخت حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے۔ حمل اور زچگی کے دوران پیچیدگیاں پیدا ہونے سے زچہ اور بچہ دونوں کو جان کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

1931 میں جرمنی میں ایک ہجڑے (Transgender) میں بچہ دانی کو ٹرانسپلانٹ کیا گیا لیکن یہ عمل کامیاب نہ ہوا اور اس کی جان چلی گئی۔ 2002 میں سعودی عرب میں ایک چھبیس سالہ عورت میں چھیالیس سالہ اجنبی عورت کی بچہ دانی کی منتقلی کا عمل ہوا مگر انفکشن کے سبب چند ہفتوں میں ہی یہ عضو نکالنا پڑا۔ 2014 میں سویڈن میں تاریخ کے پہلا بچہ یوٹرس ٹرانسپلانٹ سے 31 ہفتے میں پیدا ہوا اور پیدائش کے وقت دل کی دھڑکن خلاف معمول پایا گیا۔ ہندی خاتون میناکشی کے پیٹ محض بائیس ہفتے ہی بچہ ہوا اور وہ اس مولود تک رسائی حاصل کرنے کے لئے مسلسل سترہ ماہ تک اسپتال میں انتہائی نگرانی میں زیر علاج رہی۔

میناکشی کا یوٹرس ٹرانسپلانٹ کررہے ڈاکٹر شیلیش کا کہنا ہے کہ یہ عمل انتہائی خطرناک ہے، وہ کہتے ہیں کہ اب تک اس طرح سے دنیا میں گیارہ حمل ٹھہرا ہے، نو سویڈن میں، دو یونائیٹڈ اسٹیٹ میں اور بارہ بچہ ہمارا ہے۔ یہ کوئی آسان سرجری نہیں ہے اور نہ حمل ٹھہرنا آسان ہے۔

بہرکیف! یہ عمل خطرات پر مشتمل ہے، دنیا بھر میں کتنی ساری عورتوں کا یوٹرس ٹرانسپلانٹ کیا گیا، اکثر کو نقصان ہوا، اب تک محض بارہ بچوں کی پیدائش کا ذکر ملتا ہے، یہ بارہ بچے بھی محض دعوے ہیں، ان سب کی تفصیل نہیں ملتی۔ اس کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ سرجری، حمل اور پیدائش سب امید پہ قائم ہے یعنی نتیجہ کا یقین نہیں ہوتا محض امید پہ یہ سارا عمل انجام دیا جاتا ہے آگے کچھ بھی ہوسکتا ہے۔

برتھ کنٹرول اور یوٹرس ٹرانسپلانٹ کا تصادم:

ماہرین طب نے خوشحالی، تعلیم، ترقی اور صحت کا نعرہ لگا کر خوشنما طریقے سے برتھ کنٹرول کرنے اور خاندان چھوٹا بنانے کا منصوبہ دیا جسے خاندانی منصوبہ بندی کا نام دیا جاتا ہے، علمائے طب کی اس تجویز و منصوبہ سے سماج پر مہلک اثرات مرتب ہوئے، اقساط حمل اور ضبط ولادت کے مختلف طریقے اپنائے گئے حتی کہ نس بندی اور چھوٹا خاندان فخر کا باعث بن گیا۔ آج عوام تباہی کے دہانے پر پہنچ گئی ہے۔ ماں کے پیٹ میں معصوم بچیوں کا قتل کوئی گناہ نہیں سمجھا جاتا حتی کہ وضع حمل کے بعد بھی زندہ بچیوں کو کوڑے دان میں پھیک دیا جاتا ہے کوئی مردہ لاش کو بھی اس طرح نہیں پھینکتا، اس وقت سو میں چند عورت ہی برتھ کنٹرول سے بچ پاتی ہوں گی۔ اسپتالوں میں بچہ جنم دینے والی بہت سی خواتین رحم مادر

کٹوا کر نکال دیتی ہیں، ہندوستانی حکومت نے اس کی فری سروس گاؤں گاؤں تک مہیا کر دی ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی کی ایک طرف ایسی تباہی تو دوسری طرف یہی ماہرین رحم مادر کو دوبارہ جوڑنے کا کام کر رہی ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی کے خوشنما نعرے اور عملی اقدام نے کتنے معصوم بچوں کی جان لی، کتنی جانوں کو دنیا میں آنے سے روکا اور کتنی خواتین کو اس مہلک راستے سے گزرنے میں اپنی جان گنوانی پڑی۔ دراصل برتھ کنٹرول نے بے اولادی اور بانجھ پن میں اضافہ کیا، حمل وتولید روکنے کے غیر فطری طریقے اپنانے سے رحم مادر (یوٹرس) میں خرابیاں پیدا ہوئیں اور عورتوں میں بانجھ پن کی وبا عام ہوئی۔ ضبط ولادت کا نعرہ لگانے والے لوگ ہی اصل مجرم ہیں جو پہلے بانجھ پن کا مرض پھیلاتے ہیں پھر اس کا علاج کرتے ہیں۔ مراکز صحت میں ایسا گھناؤنا کھیل بہت ہوتا ہے، مال وزر کی ہوس میں صحت مندوں کو بیمار قرار دے کر اس کا مہنگے سے مہنگا علاج کیا جاتا ہے، جسے آپریشن کی نوبت نہیں اسے آپریشن کیا جاتا ہے، حد تو یہ ہے محض پیسے کے لالچ میں مریض کی وفات ہونے کے باوجود اس کا علاج کیا جاتا ہے۔

میاں بیوی میں توالد کی کمزوری کا جائز حدود میں رہ کر علاج کرنا کوئی غلط نہیں ہے مگر قدرت کے فطری نظام کے ساتھ کھلواڑ کرنا حیوانیت اور درندگی ہے خواہ ضبط نسل کے تحت ایسی حیوانیت سوز حرکت کی جائے یا افزائش نسل کے نام پر۔ اسلام میں مجبوری کی بنیاد پر عارضی منصوبہ بندی کرنا جائز ہے اور اگر ضرورت کے تحت یوٹرس کاٹنا پڑے تو اس کی بھی گنجائش ہے مگر محض شوق میں یا کم بچے کی چاہ میں یا اچھی پرورش اور بہتر تعلیم کے نام پر برتھ کنٹرول کرنا حرام ہے۔

افزائش نسل کے جدید طریقے اور ان کا شرعی حکم:

جدید سائنسی ترقیات میں تولید کے جدید سے جدید طریقے ایجاد ہوئے اور ہو رہے ہیں، مستقبل میں یہ قدم کہاں تک پہنچے تک کچھ کہنا مشکل ہے۔ ابھی تک مصنوعی تخم ریزی(Artificial Insemination)، نلکی بارآوری(Test Tube Fertilization)، سروگیسی (Surrogate Mother) اور کلوننگ (Cloning) وغیرہ مختلف اقسام پائے جاتے ہیں، کئی سالوں سے یوٹرس ٹرانسپلانٹ پہ تجربہ جاری تھا، اس میدان میں اکادکا کامیابی ملنے پر اب یہ بھی تولید کا ایک طریقہ مانا جا رہا ہے۔

مصنوعی تخم زیری کا طریقہ: مرد سے جلق وغیرہ سے انزال کرا کے کثیر مقدار میں حاصل شدہ مادہ تولید بذریعہ بذریعہ انجکشن عورت کے پیٹ کے زیریں حصہ (Pelvic Cavity) میں پہنچا دیا جاتا ہے جہاں سے قاذ فین نامی نالی میں پہنچ کر پہلے سے موجود بیضہ انثی بار آور بنا دیتا ہے پھر نیچے رحم میں اتر کر تخلیق کے مراحل مکمل کرتا ہے۔اس طریقہ تولید میں جائز پہلو یہ ہے کہ صرف شوہر کا نطفہ لیکر بیوی کے رحم میں ڈال سکتے ہیں۔

ٹسٹ ٹیوب بے بی یا نلکی باآوری کا طریقہ: یہ طریقہ تخم ریزی سے مختلف ہے،اس میں مرد و عورت کا نطفہ حاصل کر کے ایک شیشے میں رکھ کر اختلاط کرایا جاتا ہے،جب وہاں مادہ بار آور ہو جاتا ہے تو اسے مزید کچھ نمو کے مراحل طے کرا کر یوٹیرس میں ڈال دیا جاتا ہے جہاں سے ارتقائی مراحل طے کر کے توالد ہوتا ہے،یہاں قاذ فین کی نالی کی ضرورت نہیں رہ جاتی ہے۔اگر میاں بیوی کا نطفہ لیکر،اسے بار آور کر کے بیوی کے رحم میں ڈالا جائے تو یہ صورت جائز ہے۔

مصنوعی تخم ریزی اور ٹسٹ ٹیوب کے غیر شرعی طریقے : مصنوعی تخم زیری اور نلکی بار آوری میں جو جائز طریقے ہیں انہیں بیان کر دیا گیا ہے،ان کے علاوہ بہت سارے ناجائز طریقے ہیں،ان طریقوں سے بچہ پیدا کرنا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے۔

(1)شوہر کی منی اور دوسری عورت کا بیضہ لیکر بیوی کے رحم میں ڈالا جائے۔(2)دوسرے مرد کی منی اور بیوی کا بیضہ لیکر بیوی کے رحم میں ڈالا جائے۔

(3)شوہر کی منی اور بیوی کا بیضہ لیکر دوسری عورت کے رحم میں ڈالا جائے۔(4)اجنبی مرد کی منی اور اجنبی عورت کا بیضہ لیکر بیوی کے رحم میں ڈالا جائے۔(5)شوہر کی منی اور پہلی بیوی کا بیضہ لیکر دوسری بیوی کے رحم میں ڈالا جائے۔

سروگیٹ مدر ہوڈ کا طریقہ: میاں بیوی کا نطفہ حاصل کر کے اسے مصنوعی طریقہ سے باآور کر کے کسی دوسری عورت کے رحم میں رکھا جاتا ہے گویا ایک عورت کی کوکھ کرایہ پر ہوتی ہے جبکہ اس کوکھ میں نطفہ میاں بیوی کا ہوتا ہے۔یہ سراسر حرام ہے۔

بعض علماء نے سروگیسی میں جواز کا ایک پہلو نکالا ہے کہ ایک شخص کو دو بیویاں ہوں تو ایک بیوی اور شوہر کا نطفہ دوسری بیوی کے رحم میں اس کی اجازت سے رکھا جاسکتا ہے مثلا بانجھ بیوی کا بیضہ اور شوہر کا نطفہ لیکر اولاد جننے والی بیوی کے رحم میں رکھا جائے یا اولاد جننے والی بیوی کا بیضہ اور شوہر کا نطفہ لیکر بانجھ بیوی کے رحم میں رکھا جائے۔ حقیقت میں جواز کا فتوی غلط ہے اور کسی کے لئے ایک بیوی کا بیضہ دوسری بیوی کے رحم میں رکھنا جائز نہیں ہے۔اس مسئلہ پہ رابطہ عالم اسلامی کی اسلامک فقہ اکیڈمی کا سیمینار ہوچکا ہے جس کا خلاصہ الاسلام سوال وجواب کے فتوی نمبر 23104 میں مذکور ہے۔

انسانی کلوننگ کا طریقہ: انسانی کلوننگ کا معنی کسی انسان کی ہو بہو نقل اتارنا ہے۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ دو الگ الگ جاندار جسموں سے غیر جنسی خلئے حاصل کرکے ان کا اختلاط کرایا جاتا ہے،ایک خلیہ کا مرکزہ نکال کر دوسرے خلیہ کے مرکزہ میں رکھ دیا جاتا ہے پھر بار آور خلئے کو کچھ دنوں بعد لئے گئے خلئے والے جسم میں یا کسی تیسرے جسم میں تخلیق کے باقی مراحل طے کرنے کے لئے رکھ دیا جاتا ہے۔ دو الگ الگ جسموں سے غیر جنسی خلئے کا حصول کبھی نر ومادہ سے ہوتا ہے تو کبھی دو الگ الگ مادہ سے تو کبھی ایک ہی مادہ کے دو مختلف خلئے سے۔

انسانی کلوننگ میں جائز شکل صرف یہ ہے کہ میاں بیوی کے خلئے بیوی کے ہی جسم میں رکھ کر کلوننگ کیا جائے، باقی مندرجہ ذیل طریقے غیر شرعی اور ناجائز ہیں۔

(1) میاں بیوی کے علاوہ دو الگ جسموں کے خلئے سے انسانی کلوننگ کرنا۔(2) دو الگ الگ عورت کے خلئے سے انسانی کلوننگ کرنا۔(3) ایک ہی عورت کے دو مختلف خلئے سے کلوننک کرنا۔(4) میاں بیوی کے خلئے کو تیسرے جسم سے تولید کرانا۔

رحم مادر کی پیوندکاری کا طریقہ: اوپر اس کا طریقہ بتلادیا گیا ہے کہ ایک عورت میں دوسری عورت کی بچہ دانی نصب کی جاتی ہے پھر اس مرد وعورت کے نطفہ کا حصول کرکے لیباٹری میں بار آور کیا جاتا ہے پھر اسے رحم میں ڈالا جاتا ہے۔ اس طریقہ تولید میں متعدد شرعی خامیاں ہیں۔

رحم مادر کی پیوند کاری میں شرعی خامیاں:

پہلی خامی: اس میں پہلی خامی مرد وعورت کا بے پردہ ہونا ہے۔ڈونر، شوہر اور بیوی تین افراد نہ جانے کتنے ڈاکٹروں کے پاس بار بار اپنا ستر ظاہر کرتے ہیں، تاہم مجبوری میں آدمی اپنا ستر دوسرے کے سامنے کھول سکتا ہے۔

دوسری خامی: اسلام نے انسان کو محترم بنایا ہے، حفظان صحت کے سنہرے اصول بتلائے تاکہ انسانی جسم کو ہلاکت سے بچائے جائے۔حفظان صحت کی رو سے کسی کے لئے اپنے جسم کو تکلیف دینا، کوئی عضو کاٹ کر الگ کرنا جائز نہیں سوائے اضطراری حالت کے۔رحم مادر کاٹ کر جسم سے الگ کرنا ماسوا ضرورت کے جہاں فطرت سے بغاوت اور مثلہ کے حکم میں ہے وہیں حفظان صحت کے خلاف بھی ہے کیونکہ اس کے بڑے مفاسد ہیں۔

رحم مادر کاٹ کر جسم سے الگ کرنے کے نقصانات میں وزن میں کمی یا زیادتی ہونا، شرمگاہ میں سکڑ پن پیدا ہونا، پیشاب میں انفیکشن، آنتوں کا سکڑنا، خون کا جمنا، ہڈیوں کا بھر بھرا ہونا، بیضہ دانیوں میں رسولی پیدا ہونا وغیرہ ہے۔اگر رحم مادر کے ساتھ اوریز بھی ہٹادی جائیں تو اکثر خواتین ذہنی تناؤ، جذباتی عدم توازن، تنہائی پن اور احساس کمتری کا شکار ہو جاتی ہیں، ساتھ ہی ایسٹروجن لیول کم ہو جانے سے دل کے امراض پیدا ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ایک طرف رحم مادر کٹوانے والی کے لئے بہت سارے جسمانی نقصانات ہیں تو دوسری طرف پیوند کاری کے بھی بھیانک نتائج مرتب ہوتے ہیں جیسا کہ اس سے پہلے پیوند کاری کی ہلاکت خیزیاں واضح کی گئی ہیں۔اسلام اس قسم کے نقصان دہ کاموں کی اجازت نہیں دیتا۔

تیسری خامی: مرد سے غیر فطری طریقے سے انزال کرایا جاتا ہے اور بذریعہ آپریشن عورت کی بیضہ دانی سے بیضہ حاصل کیا جاتا ہے۔اللہ تعالی نے ہمیں تولید کا فطری طریقہ دیا ہے اس طریقہ کو بروئے کار لاتے ہوئے ہم فطری طریقہ پر عورت کی شرم گاہ میں انزال کرتے ہیں جبکہ یوٹرس ٹرانسپلانٹ کے لئے عموما جلق کے ذریعہ کثیر مقدار میں مرد کی منی حاصل کی جاتی ہے جس سے کئی نطفے بنا کر منجمد کردئے جاتے ہیں۔اضطراری حالت میں یہ صورت بھی جائز ہوگی۔

چوتھی خامی: رحم مادر کی پیوند کاری میں عطیہ دینے والی ایک عورت کی ضرورت ہوتی ہے جو اپنا یوٹرس عطیہ کرسکے۔ خون کا عطیہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ پھر میں بدن میں تیار ہو جاتا ہے مگر ایسے عضو کا عطیہ کرنا جو خود

اپنے جسم کی ضرورت اور مصلحت ہے (بغیر ضرورت و مصلحت کے اللہ نے جسم میں کوئی چیز نہیں رکھی ہے) دوسرے کو عطیہ کرنا جائز نہیں ہے اس حال میں کہ اس کے نکالنے سے بڑے نقصانات کا خطرہ ہو بلکہ اکثر علماء نے جسم کا کوئی بھی عضو عطیہ کرنا جائز نہیں قرار دیا ہے، نہ زندگی میں اور نہ ہی موت کے بعد کیونکہ خون عطیہ کرنے سے جسم میں اس کی بھرپائی ہو جاتی ہے جبکہ کسی بھی عضو کو نکالنے سے اس کی تلافی نہیں ہو سکتی اور اس وجہ سے بھی کہ یہ مسئلہ کے زمرے میں ہے جبکہ کسی عضو کا فروخت کرنا تو متفقہ طور پر حرام ہے۔ کینسر یا دیگر امراض لاحق ہونے کی وجہ سے نکالے گئے یوٹرس پیوند کاری میں مفید نہیں ہے، لازماً اس کے لئے ضرورت ہے کہ صحت مند یوٹرس حاصل کیا جائے اس کے لئے ڈونر کا آپریشن بھی لازم ہے، ایسا بھی ممکن ہے کہ چائلڈ آپریشن کے وقت یوٹرس حاصل کیا جائے۔ ان ساری صورتوں میں یوٹرس کاٹنا بغیر ضرورت کے ہے جو کہ جائز نہیں ہو گا۔ جس کو یوٹرس چاہئے اس کی زندگی کو کوئی خطرہ نہیں ہے محض حصول اولاد کی خواہش کے لئے عضو بندی ہوتی ہے اور محض اس غرض کی وجہ سے کسی زندہ انسان کا عضو کاٹنا اور دوسرے میں نصب کرنا جائز نہیں ہو گا۔

پانچویں خامی: ایک مسلمان کا ایمان ہو کہ اولاد دینے والا اللہ ہے، اگر شادی کے بعد کچھ سال اولاد نہ ہو تو مایوس نہیں ہونا چاہئے، نہ اللہ پر توکل کم کرے۔ اولاد نہ ہونے کے نتیجہ میں مزاروں پہ جانا، غیر اللہ سے اولاد مانگنا، تعویذ و شرکیہ افعال کرنا یا فطری نظام میں مداخلت کرتے ہوئے دوسری عورت کا رحم پیوند کرنا سب توکل کے خلاف ہیں، ہاں حصول اولاد کے لئے جائز اسباب اپنانا توکل کے منافی نہیں ہے۔

ہمیں صبر سے کام لینا چاہئے، اولاد کے حصول کے لئے اللہ سے دعائیں کرنی چاہئے، علاج کی ضرورت ہو تو مباح طریقے سے علاج کرنا چاہئے اور اللہ کے فیصلے پر راضی ہو کر اس کی طرف سے اولاد کا انتظار کرنا چاہئے۔ اس نے ہمارے نصیب میں اولاد لکھ رکھی ہے تو ایک نہ ایک دن ضرور اولاد ہو گی، لہذا حصول اولاد کے اپنا ایمان ضائع نہ کریں۔ یاد رکھیں زندگی کا اصل مقصد بچہ پیدا کرنا نہیں ہے آخرت کی تیاری کرنی ہے۔

چھٹی خامی: اللہ تعالی نے عورت کی شرمگاہ کو نکاح کے ذریعہ مرد کے لئے حلال کیا ہے۔ رحم مادر شرمگاہ کا حصہ ہے جہاں ایک شوہر کو ہی مجامعت کے ذریعہ انزال کرنے کا حق ہے۔ دوسری عورت کی بچہ دانی میں کسی غیر مرد کا نطفہ داخل کرنا صریح زنا تو نہیں ہے مگر شبہ زنا ضرور کہلائے گا۔ جس طرح سروگیٹ مدر ہو ڈنا جائز ہے اسی کی یہ دوسری

شکل ہے کہ سروگیسی میں بھی میاں بیوی کا نطفہ دوسری عورت کے رحم مادر میں ہوتا ہے اور یوٹرس ٹرانسپلانٹ میں بھی میاں بیوی کا نطفہ دوسری عورت کے رحم میں ہے۔ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ رحم مادر کی پیوند کاری کرنے سے اب یہ اس عورت کا عضو ہو گیا کوئی بعید نہیں کل یہی سائنس داں پیدائشی طور پر فرج (عورت کی شرمگاہ) نہ رکھنے والے میں کسی عورت کی شرمگاہ سیٹ کردے کیا اس میں وطی کرنا حلال ہو گا؟

ساتویں خامی: آج کل اسپتالوں میں بلڈ بنک کی طرح منی بنک (Semen Bank) قائم ہے جہاں ہزاروں لوگوں کے نطفے منجمد کرکے رکھے ہوئے ہوتے ہیں بلکہ خون کی طرح منی عطیہ کی جاتی ہے، ایک شخص سے وافر مقدار میں منی لیکر کئی کئی نطفہ منجمد کرکے رکھے جاتے ہیں اور پھر ان سارے نطفوں سے کالا بازاری کی جاتی ہے۔ چاہے جو نطفہ جس مریض میں فٹ ہو جائے استعمال کر لیا جاتا ہے مقصد کام چلانا اور پیسہ کمانا ہوتا ہے حتی کتنے لوگ مرچکے ہوتے ہیں اور ان کا نطفہ لیباٹری میں موجود ہوتا ہے، ظاہر سی بات ہے یہ نطفے کسی نہ کسی پر استعمال کئے جائیں گے، اس میں سے مسلم خاتون بھی ہو سکتی ہے اس لئے ہمیں اس چالبازی سے باخبر رہنا ہے۔ چالبازی کے علاوہ نطفوں میں اختلاط کا بہت احتمال ہوتا ہے کیونکہ لیباٹری ٹسٹ کے لئے منی بہت پہلے لے لی جاتی ہے اور ایک مدت کے بعد نطفہ تیار کرکے اسے منجمد کرکے، نمو کے کچھ مراحل طے کراکر پھر رحم مادر میں نصب کیا جاتا ہے۔ رحم مادر میں دیر سے مادہ رکھنے پر علماء نے اس تقلیح سے منع کیا ہے کیونکہ اس میں غلطی کا احتمال پایا جاتا ہے۔ منی بنک، حرام بنکنگ ہے۔ ایک شخص کا خون دوسرے کسی بھی انسان میں لگا سکتے ہیں مگر منی کا معاملہ بالکل برعکس ہے، میاں بیوی کے نطفہ کو بارآور کراکر صرف بیوی کے رحم میں نصب کیا جائے گا۔ اب آپ غور کریں کہ مادہ پرستی کے طور میں شہرت، لالچ اور روپیہ کے لئے منی بنک والے کیا کچھ نہیں کر سکتے ہیں؟۔

آٹھویں خامی: اس پیوند کاری میں اسراف پایا جاتا ہے بغیر کسی بڑے مرض یا جانی خطرہ کے، اس سے بہت کم پیسوں میں کسی کا بچہ گود لیکر پوس پال کر جوان کیا جاسکتا ہے اور کتنے یتیم بچوں کی پرورش کی جاسکتی ہے جس پہ نبی ﷺ کی رفاقت کا وعدہ ہے۔

نویں خامی: اس کا دروازہ کھولنے سے حرامکاری کے بے شمار دروازے کھلیں گے مثلاً عورتوں کی عزت کی پامالی، فطرت کے ساتھ چھیڑ خوانی، حرامی اولاد کی افزائش، غیر فطری انزال، عمل جراحی سے زنانہ جراثیم کا حصول، نطفوں میں اختلاط، کسب حرام کی افراتفری، اعضائے انسانی کا کاروبار، رحم مادر کی شوقیہ پیوندکاری وغیرہ

دسویں خامی: یہ طریقہ لوگوں کو قلاش بنانے، باطل طریقے سے مال کھانے اور لوگوں کی معیشت تباہ کرنے کا بہت بڑا ہتھیار ہے بلکہ انسانی اعضاء کی اسموگلنگ کا ذریعہ ہے۔ منی بنک سے کمائی، ٹسٹ ولیباٹری کے نام پر لاکھوں کے چارج، آپریشن کا منہ مانگا دام اور انسانی اعضاء کی ہتک اور گھناؤنا کاروبار جیسے کسب حرام کے بہت سارے حیلے اور ناجائز امور ہیں۔ صرف ایک کیس کا پیسہ ایک یتیم خانے کا مہینوں کا خرچہ ہے۔

بانجھ پن کیا ہے؟

انسان کا خالق اللہ تعالی ہے، اس نے اپنی حکمت کے ساتھ انسانوں کو اچھے ڈھانچے میں ضرورت کی تمام چیزیں دے کر پیدا فرمایا ہے۔ قدرت نے مرد و عورت کے ملاپ سے افزائش نسل کا سلسلہ جاری کیا ہے۔ خالق نے مرد و عورت کا ملاپ صرف نکاح کے ساتھ حلال کیا ہے، بغیر نکاح کے ملاپ کرنا اور اس سے بچہ پیدا کرنا حرام ہے ایسی اولاد، اولاد الزنا ہیں۔ کبھی میاں بیوی کے درمیان جنسی تعلقات قائم ہونے کے باوجود اولاد نہیں ہوتی یہ بانجھ پن کہلاتا ہے۔ افزائش نسل کی طرح بانجھ پن بھی اللہ کی طرف سے ہے۔ سورہ شوری کی مکمل دو آتیں پڑھیں، اولاد اور بانجھ پن پہ حکم ربانی واشگاف ہو جائے گا۔ فرمان الہی ہے:

لِّلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذُّكُورَ (49) أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا ۖ وَيَجْعَلُ مَن يَشَاءُ عَقِيمًا ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ (50)(الشوری)

ترجمہ: آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے یا انہیں جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جسے چاہے بانجھ کر دیتا ہے وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔

اللہ نے یہاں اپنی قدرت کا بھی ذکر کیا ہے کہ وہ اپنی قدرت کاملہ سے سب کو اولاد دے سکتا ہے مگر کبھی کسی کو اپنی

حکمت کے تحت بانجھ بنا دیتا ہے۔

ہمیں معلوم یہ ہوا کہ بانجھ پن اللہ کی طرف سے ایک آزمائش ہے، اس آزمائش پہ مومن کو صبر سے کام لینا چاہئے۔ بانجھ پن مرض بھی ہے، یہ مرض کبھی پیدائشی ہوسکتی تو کبھی اپنے ہاتھوں کی کمائی بھی۔ آج کل زنا عام ہے، شرمگاہوں کی حفاظت نہیں ہے، جب ایک لڑکی زنا کرتی پھرے گی تو پھر اس کے بطن سے جائز اولاد کیسے پیدا ہوگی؟ اس حرام کاری پہ اللہ کی مار پڑتی ہے۔ اسی طرح یہ گناہ بھی عام ہے کہ شادی کرکے بچے نہیں پیدا کرتے، طرح طرح کی مضر ادویہ استعمال کرکے نسل انسانی کو روکتے ہیں پھر سالوں بعد بچے کی خواہش ہوتی ہے کیا ایسی صورت میں قدرت کی مار نہیں پڑے گی؟ وہ تو اور بھی اللہ کے غضب کے شکار ہوں گی جو لڑکیوں کا اسقاط کراتی ہیں یا بلاضرورت برتھ کنٹرول کراتی ہے۔

پیدائشی طور پر آدمی کو مردانہ کمزوری لاحق ہو یا خاتون جنسی مسائل کا شکار ہو تو جائز طریقے سے علاج کرانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ گویا بانجھ پن کبھی اللہ کی طرف سے آزمائش ہوسکتی ہے اس پہ ایک مومن سے صبر جمیل مطلوب ہے اور کبھی پیدائشی مرض ہوسکتا ہے اس کے لئے جائز طریقے سے علاج کرانے میں حرج نہیں اور کبھی یہ قدرت کی مار ہوسکتی ہے اس کے لئے سچے دل سے توبہ کرنا چاہئے اور جائز اسباب اپنا کر حصول اولاد کے لئے اپنے رب سے سچے دل سے دعا کرنی چاہئے۔

جسے اولاد نہ ہو رہی ہو وہ کیا کرے؟

اللہ نے اپنے تمام بندوں کے ساتھ انصاف کیا ہے، اس کے ساتھ بھی انصاف کیا جس کو اولاد دی اور اس کے ساتھ بھی انصاف ہی ہے جسے اولاد نہیں دی اس لئے اولاد نہ ہونے سے ایمان وتوکل اور اعمال صالحہ متاثر نہ ہوں۔ ہر حال میں اللہ کی تعریف بجالائیں، اللہ نے مومنوں کو نماز اور صبر کے ذریعہ مدد مانگنے کی تعلیم دی ہے۔ یقین جانیں جب اللہ کوئی نعمت چھین لیتا ہے اور مومن اس پر صبر سے کام لیتا ہے تو اپنے رب کی طرف سے بڑے اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ ہم کثرت سے اللہ کی عبادت کریں اور نیک اولاد کے لئے اس سے عاجزی کے ساتھ گریہ وزاری کرتے ہوئے دعا کریں۔

مرد کو دوسری شادی کی طاقت ہو تو اولاد نہ ہونے پر دوسری شادی کر لینی چاہئے۔ دوسری شادی کرنا مشکل ہو تو اپنے نسبی یا رضاعی یا سسرالی رشتہ داروں میں جس کے پاس زیادہ اولاد ہو ان سے ایک بچہ مانگ کر لے پالک بنالیں، ایک طرف آپ کو اپنے رشتہ دار کی اولاد گود لینے سے خوشی ہوگی تو دوسری طرف اولاد کی آرزو بھی پوری ہوگی۔ اپنے دلوں کو اولاد کا سکون دلانے کے لئے اپنے سماج میں موجود یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں کے بچوں کی حسب استطاعت کفالت کریں، اس پہ اللہ کی طرف سے بڑا اجر ملے گا۔ ساتھ ہی ساتھ اللہ کی لکھی تقدیر پر راضی اور خوش ہو کر ان لوگوں میں غور و فکر کریں جنہیں اللہ نے آپ سے زیادہ آزمائش میں مبتلا کیا ہے حتی کہ اللہ نے بہتوں کو اولاد دے کر بڑی بڑی آزمائشوں میں مبتلا کیا ہے۔

آخری پیغام اور مسلم اطباء کو نصیحت :

آپ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں تو ان کے احکام پر بھی چلنا پڑے گا، طب کا پیشہ محض دنیا پرستی کے لئے ہرگز نہیں اپنائیں۔ اس علم کے ذریعہ جہاں قوم وملت کی خدمت کریں وہیں علاج و معالجہ کے باب میں اہل علم سے حلال و حرام کی پہلے جانکاری حاصل کریں پھر مباح طریقے سے مریضوں کا علاج کریں۔ یقینا بہت سارے حالات آپ کے پاس ایسے آتے ہوں گے جہاں ایک حرام کام کرنے سے لاکھوں روپئے مل جائیں گے مگر ایسی حرام کمائی سے پرہیز کریں۔ اللہ کے سامنے پیشگی ہوگی اور اپنے کئے کا مکمل حساب دینا ہوگا۔ جان لیں یہ دنیا اور اس کی لذت و شہوت فانی اور لمحہ بھر کی ہے جبکہ اس کا انجام بھیانک اور دیرپا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بانجھ پن آج کا بڑا چیلنج نہیں ہے بلکہ چیلنج یہ ہے کہ جن وجوہات پر خواتین میں بانجھ پن پھیل رہا ہے یا پھیلایا جارہا ہے ان کا سد باب کیا جائے۔ سڑکوں، اسپتالوں، اسٹیشنوں اور کوڑے دانوں میں زندہ بچے پھینکے جاتے ہیں، سیکڑوں کی تعداد میں چھوٹے چھوٹے معصوم بچے مزدوری کرنے پر مجبور ہیں، ہزاروں کی تعداد میں یتیم خانوں میں موت وحیات کی کشمکش میں پل رہے ہیں، لاکھوں کی تعداد میں بچیاں طوائف بن رہی ہیں، ان تمام بچوں کا حل تلاش کیا جائے۔ بلا ضرورت محض روپئے کے لالچ میں اکثر خاتون کا چائلد آپریشن کر دیا جاتا ہے پھر دو سے تین بچوں کے بعد خطرہ بتا کر رحم مادر نکال دیا جاتا ہے اس پہ کنٹرول کیا جائے۔ ضرورت مند بچوں کی کثرت پیدائش پہ ان کی کفالت و پرورش کا انتظام اور محتاج بچیوں کی شادی پہ مکمل امداد

حکومتی سطح پہ فراہم کی جائے۔ پیسے کی عدم موجودگی کی وجہ سے جو بچیاں گھروں میں جوان ہورہی، یا زنا کا راستہ اختیار کررہی ہیں یا خودکشی کررہی ہیں ان کی زندگیاں بچائی جائیں۔ یہ ہیں ہمارے سماجی چیلنجز، انہیں نظر انداز کرکے غیر ضروری کاموں پہ توجہ دی جارہی بلکہ فطری نظام کے ساتھ کھلواڑ کیا جارہا ہے اسے بند ہونا چاہئے۔

اللہ تعالی ہمیں تقوی اختیار کرنے کی توفیق دے اور اپنی توفیق سے ایمان و عمل صالح پر ہمیشہ گامزن رکھے اور صراط مستقیم پر خاتمہ فرمائے۔

BACK

برمودا ٹرائی اینگل(BERMUDA TRIANGLE)کی حقیقت

برمودا ٹرائی اینگل جسے(Devil's Triangle)شیطانی/آسیبی مثلث بھی کہا جاتا ہے، پانی کی سطح پر بنا ہوا ہے اور جو بحراوقیانوس میں امریکہ کے ساحل سے کچھ فاصلے پر واقع علاقے کا نام ہے۔

اس علاقے کا ایک کونہ برمودا میں، دوسرا پورٹوریکو میں اور تیسرا فلوریڈا کے قریب ایک مقام پہ واقع ہے۔ برمودا ٹرائی اینگل انہی تین کونوں کے درمیانی علاقے کو کہا جاتا ہے۔ یہ تین سو جزیروں پہ مشتمل ہے جن میں اکثر جزائر غیر آباد ہیں، صرف بیس جزیروں پہ آبادیاں ہیں، اس کا جو علاقہ پراسرار اور خطرناک مانا جاتا ہے اس کو برمودا مثلث یا برمودا تکون کہتے ہیں۔اس تکون کا کل رقبہ 1140000 ہے۔

یہ مثلث لوگوں میں پراسراریت کے لئے شہرت کا باعث بنا ہوا ہے۔اس کی شہرت اس وقت سے شروع ہوئی جب 1945 میں فلوریڈا سے اچانک 5 ہوائی جہاز کہیں لاپتہ ہو گئے۔مانا جاتا ہے کہ یہاں گم ہونے والے جہاز کے ساتھ مرنے والے کا بھی کوئی نام ونشان نہیں ملتا۔

یہ تکونہ اس قدر مشہور ہوا کہ کہیں بھی کوئی جہاز گم ہو جاتا اس کا سرا اس تکونے سے جوڑ دیا جاتا۔لوگ کہتے ہیں کہ اس مثلث میں اب تک سیکڑوں جہاز پراسرار طور پر غائب ہو چکے ہیں۔

یہ تکونہ معمہ نہیں مگر بے شمار کتابوں اور ناولوں کے ذریعہ معمہ بنا دیا گیا ہے۔اور اس پہ اس قدر فلم ڈاکومنٹری پیش کی گئی کہ لوگوں نے یہاں مافوق الفطرت عناصر مان لیا جس کے سبب ہونے والے تمام پراسرار واقعات اسی کی طرف منسوب کر دئے جاتے ہیں۔

ٹرائی اینگل سے متعلق قصے، کہانیاں، واقعات، جادوئی کرشمہ اور شیطانی حرکات بیان کئے جاتے ہیں۔اس کو اسلام سے بھی جوڑنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔میں قصے کہانیوں سے ہٹ کر ان باتوں کا خلاصہ کرنے کی کوشش کرتا ہوں جسے اسلام سے جوڑا جا رہا ہے۔

ٹرائی اینگل اور اسلام

(1)ایک نظریہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ یہ سجین کی طرف جانے والا راستہ ہے،اس میں جو اڑن طشتریاں دکھائی دیتی ہیں وہ دراصل فرشتے ہیں جو روحوں کو سجین کی طرف لے جاتے ہیں۔

اس میں سب سے فاش غلطی تو یہی ہے کہ سجین کو کوئی جگہ سمجھا جارہا ہے جبکہ یہ ایک رجسٹر کا نام ہے جس میں برے لوگوں کا اندراج ہوتا ہے۔اللہ کا فرمان ہے۔

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ ، وَمَا أَدْرَاكَ مَا سِجِّينٌ ، كِتَابٌ مَرْقُومٌ (المطففين: 7-9)

ترجمہ:ہر گز نہیں!یقنا فجار کا لکھنا سجین میں ہے اور آپکو کس نے معلوم کروایا کہ سجین کیا ہے وہ تو ایک لکھی گئی کتاب ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ فرشتے کو آدمی اصلی صورت میں نہیں دیکھ سکتا اور دوسری صورت میں پہچان نہیں سکتا۔

مذکورہ نظریے سے پتہ چلتا ہے کہ جس طرح کافروں نے اس ٹرائی اینگل سے بہت سارے قصے کہانیاں جوڑدئے ویسے ہی کم علم مسلمانوں نے بھی کچھ غلط باتیں اس کی طرف منسوب کردی۔

(2)دوسرا نظریہ مردہ آدمی کا دوبارہ دنیا میں زندہ واپس آنا ہے۔اس خیال کو Dr. Raymond A Moodi نے اپنی کتاب ''موت کے بعد زندگی'' میں اجاگر کیا ہے۔ڈاکٹر موڈی نے اس کتاب میں کچھ ایسے لوگوں کے بارے میں معلومات دی ہیں،جنھیں Clinically Dead قرار دیا گیا،لیکن کسی وجہ سے وہ دوبارہ زندہ ہوگئے۔موڈی کی بیناد اس خیال پر مبنی ہیں کہ ایک آدمی کچھ دیر کے لیے واقعۃً مر کر دوبارہ اس دنیا میں واپس آسکتا ہے۔

موڈی کی بات سراسر غلط اور اسلامی عقیدے کے خلاف ہے کیونکہ انسان جب مرجاتا ہے تو دوبارہ وہ زندہ نہیں ہوسکتا ۔ اسلامی عقیدے کے مطابق روح نکلنے کے دنیا میں قیامت تک نہیں لوٹ سکتی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ [المؤمنون : 100]

ترجمہ:اس مرنے والے کے درمیان اور دنیا والوں کے درمیان آڑ اور پردہ ہے۔

(3)تیسرا نظریہ دجال کا ہے۔کہا جاتا ہے کہ برمودا تکونہ دجال کا مسکن ہے۔یہاں کے اڑن طشتری دجال کے شیطان

ہیں جنہیں بھیج کر دجال دنیا کی خبریں معلوم کرتا ہے۔اس نظرئے کی بنیاد اس پہ قائم ہے کہ برمودا تکونہ پانی کا حصہ ہے اور دجال کا تخت بھی پانی پر ہے۔

یہ نظریہ سب سے پہلے مصری مسلمان محقق محمد عیسیٰ داؤد نے پیش کیا۔

یہ نظریہ کئی وجوہ سے ناقابل اعتماد ہے۔

اولا: قرآن و حدیث کی روشنی میں برمودا تکونہ دجال کا مسکن ہے ایسا کوئی واضح اور صریح ثبوت نہیں ہے بلکہ صحیح حدیث کی روشنی میں اس قدر وضاحت ہے کہ دجال کا خروج مشرق سے اور شہر اصبہان سے یہودی نامی قبیلے سے ہوگا جو کہ ایرانی ممالک ہیں۔

ثانیا: کسی حدیث میں دجال کا تخت پانی پر ہے مذکور نہیں ہے،البتہ ابلیس کا تخت پانی پر ہے یہ بات حدیث میں آئی ہے۔ دجال اور ابلیس میں بہت فرق ہے۔سب سے بڑا فرق دجال انسان میں سے ہے اور ابلیس جن میں سے۔

ثالثا:اڑن طشتری کو شیطان قرار دینا محض اختراع ہے۔نہ جانے فضا کی کس چیز کو اڑن طشتری کا نام دیا جاتا ہے؟ اور وہ شیطان ہے اس بات کا کیا ثبوت ہے؟

اور پھر یہ بات کہنا مبنی بر غلط ہے کہ یہ دجال کے کارندے ہیں جو اسے پوری دنیا سے مربوط کئے ہوئے ہیں کیونکہ قرآن وحدیث میں اس کی بھی وضاحت نہیں ہے کہ دجال کو اس کے خروج سے پہلے سے ہی دنیا کی خبریں مل رہی ہیں۔

رابعا: دجال ایک آدمی کا نام ہے، وہ ابھی اکیلا ہے اور اکیلے ہی نکلے ،اس کا کوئی کارندہ نہیں۔ خروج کے بعد اپنا کفر پھیلائے گا،لوگ اس کی اطاعت قبول کریں گے پھر اس کے کارندے ہوں گے۔

آخر میں برمودا تکونے کے متعلق یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے یہ کوئی یہود و نصاری کی سازش لگتا ہے۔اس کا مقصد لوگوں کے اذہان و قلوب پہ ہیبت طاری کرنا ہے، وقت پڑنے پہ دنیا والوں کے لئے اس کا استعمال کرے گا، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ وہاں اسلحہ کا ذخیرہ جمع کیا گیا ہے اور اس جگہ کو شیطانی تکونہ قرار دیا گیا ہے تاکہ لوگ اس جگہ سے دور رہیں۔یہی وجہ ہے کہ تقریبا چار سو سال سے ان جزیروں میں بوش و باد نہیں اختیار کی گئی۔

اگر یہ سازش اور مصنوعی معمہ نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔

☆تو اتنے بڑے بڑے سائنسداں پڑے ہوئے ہیں آخر کیا وجہ ہے کہ اس کی اصل حقیقت سامنے نہیں آرہی ہے؟

☆کیا وجہ ہے کہ ملیشیا کا جہاز گم ہونے پہ اس کا تعلق برموداتکونے سے جوڑ دیا گیا؟

☆اور اگر یہ خطرے کی جگہ ہوتی تو انشورنس والوں کے لئے بھی خطرناک ہوتا مگر وہ بغیر کسی جھجک کے جہاز رانی کرنے والوں سے انشورنس پر یمیم لیتے ہیں جو دیگر سمندری علاقوں میں جہاز رانی کرنے والوں سے لیا جاتا ہے۔

☆تکونہ کا ایک سرا فلوریڈا سے متصل ہے۔اس فلوریڈا کے دو معنی ہیں۔

ایک "اس خدا کا شہر جس کا انتظار کیا جارہا ہے"۔

دوسرا "وہ خدا جس کا انتظار کیا جارہا ہے"۔

اس معنی سے تکونہ اور فلوریڈا کا کچھ تعلق معلوم ہوتا ہے،لگتا یہود ونصاری مستقبل میں اپنے کسی مفاد کے لئے اس نئے "خدائی تصور" کا استعمال کرنے والے ہیں،اس لئے ابھی سے ہی برموداتکونہ کے نام سے دنیا والوں پہ ہیبت طاری کئے ہوئے ہیں۔

مگر مسلمانوں کو اس قسم کے ڈرامائی اور افسانوی قصے کہانیوں سے گھبرانا نہیں چاہئے۔

BACK

اسلام میں ٹائی کا حکم

ٹائی کو لیکر عام لوگوں میں کافی غلط فہمیاں ہیں، مندرجہ ذیل سطور میں انہیں باتوں کا ازالہ مقصود ہے۔

سب سے پہلے لوگوں کی غلط فہمیاں ذکر کرتا ہوں تاکہ جواب سمجھنے میں آسانی ہو۔

اس سے متعلق لوگوں کی دو اہم غلط فہمیاں ہیں۔

(1)ٹائی عیسائی کی مذہبی علامت ہے۔

(2)اور ٹائی صلیب کی شکل ہے اس لئے اس کا پہننا حرام ہے۔

انہیں شبہات کی وجہ سے عوام میں ٹائی کے متعلق مختلف خیالات ہیں ۔

اس کو سمجھنے کے لئے پہلے یہ جانیں کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کے لئے کوئی خاص لباس مقرر نہیں کیا بلکہ لباس کے اصول وحدود متعین کر دیئے، جو بھی لباس ان اصول وحدود پر پورا اترے گا اسے پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں، اس لئے کسی لباس کو انگریزی، عیسائی، ہندو یا یہودی کہہ کر منع نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ اس میں کوئی شرعی قباحت ہو۔

یہ بڑی خوش نصیبی ہے کہ اسلام نے ہمارے لئے کوئی لباس خاص نہیں کیا ورنہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے مشکل ہو جاتی ہے کیونکہ ہر قوم اور ہر علاقے میں اپنا ایک خاص رہن سہن اور پہناوا ہے۔ اور اسلام ایک آفاقی مذہب ہے جو ہر علاقے کے لوگوں کو لباس کے اسلامی آداب بروئے کار لاتے ہوئے اپنے ثقافتی لباس پہننے کی اجازت دیتا ہے۔

اب پہلے شبہ کی حقیقت دیکھتے ہیں، چنانچہ جب بائبل اٹھا کر دیکھتے ہیں تو ہمیں کہیں نظر نہیں آتا کہ ٹائی عیسائیوں کی علامت وشعار ہے اور اگر ان کی علامت ہوتی تو بائبل میں اس کا ضرور تذکرہ ہوتا، ساتھ ہی دنیا میں اور کسی کو اس کے استعمال کی اجازت نہیں ہوتی مگر ایسا نہیں ہے ۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر ٹائی پہننے والے کو عیسائی نہیں سمجھا جاتا۔

دوسرا شبہ بھی پہلے شبہ ہی کی طرح کمزور ہے، کیونکہ اس بات کی قطعی کوئی حقیقت نہیں کہ ٹائی صلیب کی شکل ہے۔

اگر بغیر دلیل کے یونہی ٹائی کو صلیب کی شکل کہہ دیا جائے تو ہر کرتہ اور ہر جبہ ہاتھ اٹھانے پر صلیب کی شکل ہو جائے گی جبکہ ہم جانتے ہیں معاملہ ایسا نہیں ہے۔

انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں لکھا ہوا ہے کہ "یہ ٹائی سب سے پہلے بوسنیا میں پہنا گیا"۔
جب یہ بات متحقق ہے تو پھر عیسائی کی علامت اور صلیب کی شکل کہنا مبنی بر غلط ہو گا کیونکہ بوسنیا والے مسلم ہیں، گویا یہ مسلمانوں کی ایجاد ہے۔
اس میں دوسری جگہ لکھا ہے کہ ”ٹائی کالر کی حفاظت کے لیے لگائی جاتی ہے۔“
گویا ٹائی کا مذھبی امور سے تعلق نہیں بلکہ ضرورت سے ہے۔

جن لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ اگر یہ عیسائی کی علامت نہیں تو وہ کیوں اسے بکثرت استعمال کرتے ہیں؟
*تو اولا اس کا جواب یہ ہو گا کہ اسے محض عیسائی ہی نہیں بہت سارے مسلمان استعمال کرتے ہیں اور یہ مغربی تہذیب ہے، غرب میں رہنے والے چاہے مسلم ہو یا عیسائی اس کا استعمال کرتے ہیں۔اور یہ شرق میں بھی عام ہے۔
*دوسری بات یہ کہ کسی قوم کا کچھ استعمال کرنا ان کے مذہب کی علامت ہونے کی دلیل نہیں ہے۔اگر ایسا ہوتا تو مدینہ اور عرب علاقوں کے یہودی اور عیسائی جبّہ پہنتے تھے۔نبی صلیٰ اللہ علیہ وسلم نے ان کا جبہ دیکھ کر اس کے پہننے سے منع نہیں کیا۔اور اسی وقت سے آج تک جہاں عرب مسلمانوں میں جبہ کا رواج ہے وہیں عرب میں بسنے والے عیسائی میں بھی۔

ٹائی کے متعلق غلط فہمی کی وجہ؟

ٹائی کے متعلق غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ انگریزی دور حکومت میں ہندوستان کے باپو مسٹر گاندھی نے انگریزوں کے خلاف یہ نعرہ لگایا کہ ان کی کوئی چیز استعمال نہ کی جائے۔

اس وقت کے کچھ مولویوں نے لوگوں کو یہ باور کرایا کہ کوٹ، پینٹ اور ٹائی عیسائی لباس ہے لهذا اس کا بائی کاٹ کیا جائے۔ چنانچہ مولوی کا یہ خیال لوگوں میں عام ہو گیا جو آج تک عام ہے۔ جب ٹائی کے موجد مسلم ہیں تو یہ مسلمانوں کی چیز ہے۔ ٹائی کی ایجاد ضرورت کے تحت ہوئی تھی مگر بعد میں فرانس و یورپ کے لوگوں نے فیشن کے طور پر اسے استعمال کیا۔

بعض مولوی طبقہ مندرجہ ذیل احادیث کو ٹائی پہ فٹ کرتے ہیں۔

(1)"مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ"(أبو داؤد ، ح : 4031وصححه البانی)

"جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔"

(2)اسی طرح دوسری حدیث: "خالفوا الیهود والنصاری"(یہود اور نصاریٰ کی مخالفت کرو)(ابوداؤد)

ان احادیث میں عیسائی کی تمام چیزوں کی مخالفت مراد نہیں ہے اور نہ ہی ان کی طرح کچھ استعمال کرنا ان کی مشابہت ہے۔ یہاں مشابہت سے مراد غیر قوم کا مذہبی شعار کو اپنانا ہے۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ٹائی عیسائیوں کا مذہبی شعار نہیں۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "تشبہ سے مراد جو غیر مسلم کی مذہب سے جڑی ہوئی چیز ہے اسے اپنانا"۔

بات بالکل صاف ہو گئی کہ ٹائی عیسائی کا نہ تو شعار ہے اور نہ ہی صلیب کی شکل ہے، اس لئے اس کا استعمال حرام نہیں ٹھہرے گا، کوئی چاہے تو اسے پہن سکتا ہے اس پر کوئی طعن و تشنیع نہیں کیا جائے گا اور کوئی نہ پہنے تو اس پر زبردستی بھی نہیں کی جائے گی۔

BACK

نٹورک مارکیٹنگ کا شرعی حکم

آج کے ترقی یافتہ دور میں تجارت کی مختلف شکلیں رائج ہیں ان میں نٹورک مارکیٹنگ بھی ہے۔ اسے نٹورک مارکیٹنگ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں ہر ممبر کو ممبر بنانا پڑتا ہے اس طرح ممبروں کی تعداد بڑھتی چلی جاتی ہے، اس صورت کو نٹورک یعنی جال سے تعبیر کیا گیا ہے، جال نما تجارت۔ ملٹی لیول مارکیٹنگ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں ہر ممبر کو کمپنی کی شرط کے مطابق ممبر بنانا ہوتا ہے جس سے مختلف لیول بنتے ہیں مثلا کسی شخص نے دو ممبر بنایا پھر ان دونوں نے دو دو ممبر بنائے، اس طرح پہلے لیول میں ہم دیکھتے ہیں ایک آدمی ہے پھر دوسرے لیول میں دو آدمی ہیں اور تیسرے لیول میں چار آدمی ہوگئے۔ اس طرح لیول بنتے چلے جاتے ہیں، لیول کی وجہ سے ملٹی لیول مارکیٹنگ کہا جاتا ہے۔

اسلام نے مسلمانوں کو حلال طریقے سے تجارت کرنے کا حکم دیا اور حلال تجارت کے خدوخال بھی ہمارے لئے واضح کردئے جس میں جھوٹ، دھوکہ، لوٹ مار، غبن، سودخوری، کالابازاری، حرام کاری، قماربازی وغیرہ کی قطعا کوئی گنجائش نہیں ہے، ہمیں حلال طریقے سے مباح چیزوں کی تجارت کا حکم دیا گیا ہے۔

نٹورک مارکیٹنگ فرد ومعاشرہ اور قوم وملت کی تباہی کے ساتھ شرعی طور پر کئی خامیوں کو شامل ہے۔ کہنے کو یہ تجارت ہے مگر حقیقت میں تجارت کے نام پہ قماربازی کا ایک ایسا کھیل ہے جس میں کم پیسے اور کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کمانے کی ہوس ہے۔ ہر ممبر ہوس کا شکار ہوکر ممبر بنتا ہے، کوئی خود سے نہیں آتا بلکہ زیادہ تر اپنوں کی وجہ سے پھنستے ہیں۔ جب کوئی ممبر بنتا ہے تو دوسرے کو ممبر بنانے کے لئے چرب زبانی، کمپنی کی بے جا تعریف، تجارت کی ملع سازی اور جھوٹ وفریب دے کر بار بار ذہن کو ٹارچر کرکے ایک طرح سے جبرا کمپنی میں شامل کیا جاتا ہے۔ ایک لفظ میں یہ کہیں کہ باتوں میں پھنساکر اور سبز باغ دکھاکر ممبر بنایا جاتا ہے، دنیا کی اور کسی تجارت میں اس طرح باتوں میں نہیں پھنسایا جاتا ہے۔ اسلام میں بیع وشراء کے لئے دور دور تک اس قسم کی تجارت کا نمونہ نہیں ملتا۔

آیئے دیکھتے ہیں کیا ملٹی لیول مارکیٹنگ واقعی تجارت ہے ؟ اور کیا اسلامی شریعت کی رو سے اس میں شمولیت کی ہمارے لئے گنجائش ہے؟

یہ کمپنی واقعتا سامان بیچتی ہے، جو اس کا ممبر بنتا ہے اسے کمپنی کا سامان خریدنا ہوتا ہے۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک شخص کو سامان خریدنے کی ضرورت ہے تو اس کا ممبر کیوں بنتا ہے اور اس کے ذمہ دوسروں کو لازمی طور پر ممبر بنانے کی شرط کیوں لگائی جاتی ہے ؟ اور اگر کمپنی کو اپنے پروڈکٹ کی تجارت کے لئے ملازم چاہئے تو ملازم کو ہی سامان کیوں فروخت کیا جاتا ہے ؟ سامان بھی مارکیٹ ریٹ سے کئی گنا مہنگا، ممبر اس لئے خریدتا ہے کیونکہ اس کمپنی سے جڑنا چاہتا ہے ورنہ جڑ نہیں سکتا۔ اکثر سامان بھی ممبر کے کام کا نہیں ہوتا مگر کم وقت میں زیادہ پیسے کمانے کی ہوس میں غیر ضروری سامان بھی برداشت کرتا ہے۔ مثال کے طور پر مان لیتے ہیں ایک شخص ممبر بنا تو تقریبا بیس سامان خرید میں ملا، ان بیس میں سے دس کام کے نہیں ہیں۔ ذرا اندازہ لگائیں بقیہ دس سامان کی قیمت مارکیٹ سے کئی گنا اور بلاضرورت خرید کس قدر نقصان کا باعث ہے ؟۔ اگر کمپنی سے پچاس ہزار آدمی بھی جڑے ہوں تو اتنے افراد کے نقصان کی منجملہ مالیت کروڑوں میں ہو گی مگر ممبران میں اس کا احساس تک نہیں ہوتا، اگر کچھ احساس ہوتا بھی ہو گا تو کمیشن کی ہوس میں زبان پر خاموشی کا پہرہ لگا ہو گا۔

اس پس منظر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کمپنی کا مقصد یا اس کے کسی ممبر کا مقصد تجارت کرنا نہیں ہوتا۔ اس کمپنی کا سامان کھلے عام مارکیٹ میں نہیں بیچا جاتا، صرف ممبران ہی خرید کر سکتے ہیں۔

اس کمپنی میں ممبر سازی کافی خطرناک معاملہ ہے، پورے شہر کے لوگوں کو یرغمال بنایا جاتا ہے۔ یہ سراسر زیادتی ہے۔ آپ کے پاس کمپنی ہے یا آپ کسی کمپنی سے جڑے ہیں تو اپنی کمپنی اور اس کی تجارت کا مبنی بر حق تعارف کرادیں مگر لفاظی اور چرب زبانی کے ذریعہ کسی پر دباؤنہ بنائیں۔

اس کمپنی میں مزید کئی خامیاں اور نقصانات ہیں۔ اس کی سب سے بڑی سچائی یہ ہے کہ اس کمپنی کو استمرار حاصل نہیں ہے کیونکہ اس کی حیات ممبر سازی پہ موقوف ہے جس شہر میں ممبران کا کوٹہ فل ہو جائے یا ممبر سازی کا سلسلہ منقطع ہو جائے تو یہ کمپنی اس کے بعد دیوالیہ کا شکار ہو جائے گی اور پھر اس کا ذمہ دار لوگوں کا سارا مال لیکر فرار ہو جائے گا جیسا کہ بہت سارے شہروں میں ایسا حادثہ ہو چکا ہے اور حکومتی پیمانے پر مختلف ممالک میں ایسی کمپنیوں کے خلاف کاروائی کی گئی ہے۔ ہر ممبر کا منافع ممبر سازی سے ہی آتا ہے، ذرا حساب لگائیں کہ پہلی بار جب کوئی ممبر بنتا ہے اس وقت اس کو سامان خرید کر خسارہ ہی ہوتا ہے مزید کوئی منافع نہیں ملتا، منافع اس وقت ملنا شروع ہو گا جب ممبران کی مطلوبہ

تعداد اور مطلوبہ شرائط پوری کرے گا، اس لیول کے سارے ممبران پہلی بار نقصان اٹھاتے ہیں، پھر شروع کے لیول میں منافع زیادہ اور بعد میں آنے والوں کو کم ملتا ہے کیونکہ شروع والوں کی وجہ سے ممبران بڑھتے ہیں لہذا بڑھنے والے سارے ممبران کا منافع شروع والوں کو بھی جاتا ہے۔ جہاں کمپنی کا لیول مکمل ہو جائے تو آخری لیول والے منافع سے محروم ہوں گے کیونکہ وہ مزید ممبر بنانے سے قاصر ہیں اور آخری لیول میں ممبران ہزاروں کی تعداد میں ہوتے ہیں جبکہ شروع کا لیول دو چار سو کے آس پاس ہوگا۔ اس طرح آخری مرحلے میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ ممبر بنتے ہیں اور کروڑوں کا نقصان اٹھاتے ہیں بلکہ جو ممبران چرب زبان اور لفاظ نہ ہوں اور ممبر نہ بناسکیں وہ بھی منافع سے محروم ہوتے ہیں۔ گویا چند لوگوں کو منافع ملتا ہے اور کثیر تعداد میں لوگ منافع سے محروم رہتے ہیں بلکہ نقصان اٹھاتے ہیں۔

نٹورک مارکیٹنگ کے تعارف وخطرات پہ مشتمل تمہیدی باتوں کے بعد اب سطور ذیل میں اس مارکیٹنگ میں پائی جانے والی شرعی قباحتیں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں تاکہ آپ بھی اس سے بچیں اور دوسروں کو بھی اس سے بچائیں اور محنت وعمل کی بنیاد پر حلال طریقے سے خود بھی روزی کمائیں اور دوسروں کو بھی اس کی نصیحت کریں۔

پہلی خامی: دولت کی غیر منصفانہ تقسیم: جس طرح سرمایہ دارانہ نظام میں دولت چند لوگوں کی مٹھی میں سمٹ جاتی ہے اسی طرح اس تجارت میں بھی شروع کے چند ممبران کے ہاتھوں دولت سمٹ جاتی ہے اور آخر کے کئی مرحلوں میں یا تو سرے سے نقصان ہوتا ہے، یا منافع نہیں ملتا یا بالکل معمولی فائدہ ہوتا ہے جبکہ شروع کے چند ممبران ان نقصانات سے مامون ہوتے ہیں حالانکہ سارے لیول میں محنت وعمل کے بقدر اعتدال وتوازن ہونا چاہئے تھا۔ اسلامی نظام معیشت کی خوبی ہے کہ اس میں سرمایہ دارانہ نظام کی طرح نہ دولت کی غیر منصفانہ تقسیم ہے اور نہ ہی اشتراکیت کی طرح مساوات کا ناقابل قبول دعوی بلکہ اسلام ان دونوں کے بیچ لوگوں کے درمیان عدل کے ساتھ اعتدال وتوازن قائم کرتا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ ۚ(الحشر:7)

ترجمہ: تاکہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھ میں ہی مال گردش کرتا نہ رہے۔

دوسری خامی: مصنوعات کا ارتکاز: یہ کمپنی اپنی مصنوعات کو عام لوگوں پر پیش نہیں کرتی بلکہ صرف ممبران کے دائرے تک محدود رکھتی ہے۔ یہ ایک طرح ارتکاز کے زمرے میں داخل ہے۔ سامان کو گھروں میں جمع کرکے

رکھنا اور مارکیٹ کا بھاؤ زیادہ ہونے پر بیچنا اسلام میں منع ہے، اس صورت میں اور نٹورک مارکیٹنگ کی صورت میں مماثلت نظر آتی ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: لا يَحْتَكِرُ إِلَّا خاطئٌ(صحيح مسلم:1605)

ترجمہ: ذخیرہ اندوزی کرنے والا گنہگار ہے۔

زمانہ جاہلیت میں جب کوئی دیہاتی شہر میں تجارت کرنے آتا تو چند تاجر سارا مال خرید لیتے اور لوگوں کو براہ راست ان سے نہیں خریدنے دیتے حالانکہ یہ سامان پھر شہر میں بیچا جاتا مگر ان شہری تاجروں کے ہاتھوں مہنگے داموں میں تو نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَإِنْ كَانَ أَبَاهُ أَوْ أَخَاهُ(صحيح النسائی: 4508)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال بیچے اگرچہ وہ اس کا باپ یا بھائی ہو۔

جب یہ صورت ممنوع ہے تو مصنوعات چند لوگوں میں محدود کرنا کیسے صحیح ہوگا؟۔

تیسری خامی: بیع کو مشروط کرنا: اس کمپنی سے جو کوئی چیز خریدتا ہے اور وہ اصطلاح میں ایک خریدار کہلاتا ہے، اصولا اس کی بیع پیسہ دے کر سامان خریدنے سے مکمل ہوگئی مگر اس کمپنی میں بیع کا معاملہ مشروط ہوتا ہے۔ جب کوئی اس کمپنی سے کچھ خریدتا ہے تو اس کے ذمہ یہ شرط ہوتی ہے کہ وہ اتنے ممبر بنائے اور اس ممبر سازی پہ منافع اور کمیشن ملے گا۔ نبی ﷺ نے ایک سودے میں کوئی دوسرا معاملہ طے کرنے سے منع کیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نهى رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ عن بيعتينِ في بَيعةٍ(صحيح الترمذي:1231، صحيح النسائي 4646:)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک سودے میں دو سودوں سے منع فرمایا۔

اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان ہے: ولا شَرطانِ في بيعٍ(صحيح أبي داود:3504)

ترجمہ: اور نہ ایک بیع میں دو شرطیں جائز ہیں۔

بیع میں دو شرط کی مثال یہ ہوگی کہ بیچنے والا کہے کہ میں یہ سامان تمہیں اس شرط پہ بیچوں گا کہ تمہیں فلاں کام بھی کرنا پڑے گا۔ یہ صورت نٹورک مارکٹنگ میں پائی جاتی ہے۔

چوتھی خامی: دھوکہ دینا اور نقصان پہنچانا: اسلامی تجارت میں دھوکہ دینا منع ہے اور اسی طرح کسی کو تجارت کے ذریعہ لوٹنا بھی سخت منع ہے۔ حکومت سے لیکر ممبران تک کو مختلف طریقے سے دھوکہ دیا جاتا ہے اور باطل طریقے سے مال لوٹ کر انہیں نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ تجارت تو حکومت اور عوام کی نظر میں ایک دکھاوا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: لا ضررَ ولا ضِرارَ (صحيح ابن ماجه:1910)

ترجمہ: نہ تو کسی کو نقصان دو، اور نہ ہی نقصان اٹھاؤ۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الحصاة، وعن بيع الغرر (صحيح مسلم:1513)

ترجمہ: منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکری کی بیع سے اور دھوکے کی بیع سے۔

اور اللہ تعالی کا فرمان ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ (النساء : 29)

ترجمہ: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ لیکن کوئی تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے واقع ہو۔

یہاں تجارت کا جو دکھاوا ہے وہ لوگوں کو لفاظی کا شکار بنا کر ہے، رضامندی کا پہلو مفقود ہے۔

پانچویں خامی: قمار بازی: جس طرح لوگ جوا میں پیسہ لگا کر ہار وجیت کی امید وخوف کے درمیان ہوتے ہیں اسی طرح یہاں بھی معاملہ ہوتا ہے۔ سستی چیز مہنگے داموں میں خرید کر مستقبل میں کمیشن اور منافع کی امید ہوتی ہے۔ کیا پتہ ممبر بنا پائے گا کہ نہیں اور بنائے گا بھی تو کس مقدار میں؟ اس طرح تو اپنا مال داؤ پر لگانا ہوا بالکل جوا کی طرح۔ اللہ تعالی نے لفظ میسر (المائدہ:90) کے ذریعہ جوا کو حرام قرار دیا۔ یہ میسر یسر سے ہے یعنی جوا میں آدمی کو آسانی سے اور کم محنت اور کم وقت میں زیادہ کمائی کی امید ہوتی ہے وہی امید اس نٹورک مارکیٹنگ میں نظر آتی ہے۔

چھٹی خامی: بغیر عمل منافع: اس میں شرعی طور پر ایک بڑی خامی یہ ہے کہ آدمی اپنے طور پر صرف پہلے لیول پر چند ممبر بناتا ہے جبکہ اس کا منافع محض اس وجہ سے چالو رہتا ہے کہ اس کے بنائے ہوئے ممبران دوسروں کو ممبر بناتے ہیں۔ پہلے لیول میں محنت وعمل کی اجرت ومنافع تو معقول کہا جاسکتا ہے مگر دوسرے لیول میں دوسروں کی ممبر سازی کا منافع غیر معقول ہے۔

منافع کی جائز تین صورتیں بنتی ہیں۔

(1) یا تو ہم نے کاروبار میں رقم لگائی ہو اور محنت بھی کرتے ہوں، یہ شرکت ہے

(2) یا صرف رقم لگائی ہو محنت کوئی دوسرا کرے، یہ مضاربت ہے۔

(3) یا بغیر رقم کے محنت کرتے ہوں اسے اجارہ یعنی مزدوری کہتے ہیں۔ اس تجارت میں ممبر اپنا پیسہ لگاکر سامان خرید لیتا ہے اس وجہ سے شرکت اور مضاربت کی شکل نہیں پائی جاتی، رہی محنت ومزدوی تو ایک ممبر محدود لیول تک محنت کرتا ہے مگر منافع بعد کے تمام لیول سے ملتے ہیں۔ اس لئے یہ شرعا جائز نہیں ہے۔

ساتویں خامی: حیلہ والی تجارت: اوپر واضح کیا گیا ہے کہ اس کمپنی کا مقصد تجارت بالکل نہیں، اس کے تعارفی پمفلیٹ سے بھی بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے جس میں تجارت کے متعلق چند سطریں اور ممبر سازی کے کمیشن پہ صفحات در صفحات لکھے گئے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس تجارت میں غیر ضروری اشیاء فروخت کی جاتی ہیں وہ بھی عام لوگوں سے چھپاکر صرف ممبران میں اور مارکیٹ سطح سے کئی گنا مہنگے داموں پر۔ اس طرح حیلہ کرکے مصنوعات بیچنا بھی منع ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے:

أنَّ النبيَّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ نهى عن النجْشِ(صحيح النسائي:4517)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیلے کے ساتھ بھاؤ بڑھانے سے منع فرمایا ہے۔

اس مارکیٹ میں یہ مذکورہ بالا شرعی خامیاں مجھے نظر آتی ہیں اس وجہ سے کسی مسلمان کے لئے ایسی کمپنی چلانا یا ایسی کمپنی میں شمولیت اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ بعض ممبران یہ کہتے ہیں کہ جب اسلام میں دلالی کی اجرت جائز ہے تو یہاں ممبر سازی کا کمیشن کیوں نہیں جائز ہے؟ اس بات کا جواب چھٹی خامی میں ملاحظہ کرسکتے ہیں کہ ممبر سازی میں کس حد تک ہمارے لئے منافع کا حق بنتا ہے؟۔ ایک دوسرا اشکال یہ پیدا کیا جاتا ہے کہ ممبر حضرات پہلے لیول کے علاوہ بھی

دیگر لوگوں پر محنت کرتے ہیں، ان کا مارکیٹنگ حال دریافت کرتے ہیں، روابط رکھتے ہیں اور اچھی سوجھاؤ بھی دیتے ہیں۔اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ شروع والے ممبران بعد والے ممبروں سے رابطہ کریں یا نہ کریں کمیشن موجود ہوتا ہے گویا یہ روابط کوئی معنی نہیں رکھتے۔ کچھ ممبران کہتے ہیں کہ کمپنی ہمیں انعام کے طور پر فائدہ دیتی ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ انعام تسلسل کے ساتھ طے شدہ منافع کے نام پر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بعض لوگ یہ حیلہ بناتے ہیں کہ شروع والے ممبر بعد والوں کے لئے ذریعہ بنتے اس ذریعہ کی وجہ سے مسلسل منافع ملتا ہے تو کیا حرج ہے ؟ حرج تو ہے مالی منفعت کا اسلام نے معیار بنایا ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اس لئے معیار اسلام سے ہٹ کر منافع لینے کا جواز نہیں نکل سکتا۔

BACK

ویسٹیج مارکیٹنگ میں ممبر سازی کا شرعی حکم

اس وقت ویسٹیج (Vestige) نامی نٹورک مارکٹنگ کا لوگوں میں بڑا چرچا ہے، کئی سالوں سے یہ کمپنی ملٹی لیول تجارت کے میدان میں کام کررہی ہے، عوام کی اکثریت اس کمپنی پر اعتماد رکھتی ہے اور ایک کثیر تعداد میں اس سے جڑ کر پیسے کمارہی ہے۔ غیر مسلموں کے طرح مسلمانوں کی بھی بڑی تعداد اس سے جڑ کر اپنی معاشی حالت بہتر بنانے میں مصروف ہے بلکہ بعض مسلمانوں کا کہنا ہے اس بزنس سے منسلک ہوکر ہم اپنے اہل خانہ کی کفالت بہتر انداز میں کررہے ہیں۔

اسلام ہمیں تجارت کرنے سے نہیں روکتا، اسلام معاشی حالت بہتر بنانے سے نہیں روکتا اور نہ ہی اہل خانہ کی بہتر طور پر کفالت کرنے سے روکتا ہے تاہم اسلام نے ہمیں فطری نظام زندگی دیا ہے جس میں اللہ اور اس کے رسول نے تجارت کے صاف ستھرے اصول بتلائے ہیں۔ یقینا اسلام کے پاکیزہ تجارتی اصول میں ہی زندگی کی حقیقی سعادت، فرد وجماعت کی اصل کامیابی اور دنیا کے ساتھ آخرت کی بھی بھلائی ہے۔ اسلام ہمیں کسب معاش کے لئے محنت پر ابھارتا ہے، اسے شرف اور فضیلت کا مقام دیتا ہے، محنت بھی جائز طریقے سے کرنی ہوگی تبھی روزی پاکیزہ اور حلال ہوگی ورنہ ناجائز طریقے سے انتھک محنت کرکے حاصل کی گئی روزی حرام ہوگی۔

ویسٹیج کا جتنا شہرہ ہے اس کے بارے میں لوگوں میں اور انٹرنیٹ پہ اتنی ہی باتیں پھیلی ہوئی ہیں۔ میں نے اس کمپنی کو کے اصول ومقاصد کو جاننے کی کوشش کی اور اس کے طریقہ کار کا جائزلیا تو وہی کچھ خامیاں جو میں نے ملٹی لیول کمپنی کے متعلق سابقہ مضمون میں بیان کیا ہے پائی ہے کیونکہ یہ بھی ممبر سازی والی کمپنی ہے اور ظاہر سی بات ہے کہ ممبر سازی کے جو بنیادی اصول ہیں وہ ہر ایسی کمپنی میں پائی جائے گی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کمپنی کے پاس اپنے کچھ پراڈکٹس ہیں جن کے سہارے یہ کمپنی چلائی جارہی ہے۔ دعوی کرنے والے ممبران نے کچھ سو کی تعداد تو کچھ دو سو کی تعداد تک بتلائی ہے۔ لوگوں کو نظر بھی آتا ہے کہ یہ کمپنی اپنے پراڈکٹس کی تجارت کررہی ہے۔ اس کمپنی سے جڑتے وقت کوئی فیس وصول نہیں کی جاتی، بغیر فیس کے اور بغیر کوئی

شرط لگائے ممبر کا اکاؤنٹ کھول دیا جاتا ہے۔اب یہ ممبر ویسٹیج سے تجارت کر کے پیسہ کمانا چاہتا ہے۔ویسٹیج سے جڑ کر مال کمانے کے دو طریقے اہم ہیں۔

☆پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ جب وہ اس کمپنی کا ممبر بنا ہے تو ظاہر سی بات ہے وہ یا تو سامان خرید کرے گا یا ممبر سازی کرے گا۔گو کہ یہ اختیاری ہے مگر اور کوئی آپشن بھی نہیں ہے۔سامان خریدنے پہ کچھ چھوٹ ملتی ہے اور کچھ بونس پوائنٹ ملتے ہیں۔پھر اس خریدے گئے سامان کو یا تو خود استعمال کرتا ہے یا مارکیٹ میں بیچ کر کچھ نفع کمانا چاہتا ہے۔

☆دوسرا سب سے بڑا منافع کمانے کا طریقہ ممبر سازی کرنا یعنی وہ لوگوں میں اس کمپنی اور اس کی تجارت کی تشہیر کر کے انہیں اس سے جوڑے۔کسی نے مثلاً چھ آدمی جوڑے تو ان چھ آدمی کی کمپنی سے خرید پہ منافع کا کچھ کمیشن جوڑنے والے کو ملے گا۔یہ چھ اشخاص پھر اپنے ساتھ چھ چھ آدمی کو جوڑتے ہیں تو ان سب کی خرید کے منافع کا کمیشن پہلے شخص کو بھی ملے گا۔اس طرح جس قدر لیول بنتے جائیں گے سارے لیول کے منافع کا کمیشن اول شخص کو بھی ہمشہ آتا رہے گا حتی کہ وہ مر جائے تب بھی۔

اس مارکیٹ میں امیر بننے اور اچانک غریبی دور کرنے کا جو نیا نیا فارمولہ لوگوں کو بتایا جاتا ہے اس جھانسے میں آکر لوگ اس کا ممبر بن جاتے ہیں اور ایک دفعہ ممبر بننے کے بعد یا تو وہ کمپنی کا پراڈکٹ خریدے گا،سامان نہیں خریدنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ممبر بنا ہی جاتا ہے سامان خریدنے کے لئے ورنہ تجارت کس نام کی۔مارکیٹ ریٹ سے کئی گنا مہنگے سامان خریدنے سے ممبر کو فائدہ نہیں بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے مگر یہ نقصان دراصل امیر بننے کے لالچ میں برداشت کیا جاتا ہے اور اس بات کو عام لوگوں پر مخفی رکھا جاتا ہے۔جن اشیاء کی ضرورت نہیں،وہ بھی مہنگے داموں پر کمپنی سے خرید کر ممبر اپنا پوائنٹ بڑھانا چاہتا ہے۔یہاں ایک ممبر،ممبر نہیں رہ جاتا،انوسٹر بن جاتا ہے پھر بھی کمپنی کی نظر میں کسٹمر ہی کہلاتا ہے۔اشیاء کی خرید و فروخت سے حاصل شدہ پوائنٹ،کمیشن اور چھوٹ معمولی ہوتی ہے اصل منافع تو ممبر سازی میں ہے۔ایک بار چند ممبر بنالئے پھر گھر بیٹھے بلا محنت منافع آتا رہتا ہے۔

ویسٹیج سے مسلمان بھی بڑی تعداد میں جڑے ہیں،ان کے جڑنے کی وجہ یہ خوش فہمیاں ہیں کہ مرکزی جمیعت علمائے ہند اور دبئی حلال مراکز نے اس کمپنی کی تصدیق کی ہے یعنی یہ کمپنی حلال سرٹیفائیڈ ہے۔یہ بھی کہنا ہے بہت سارے مسلمان اس سے جڑے ہوئے ہیں اور آج تک مسلمان علماء کی طرف سے اس کی مخالفت نہیں ہوئی ہے۔خوش فہمیوں

میں مزید اضافہ کرنے والا دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا فتویٰ ہے جس میں اس بزنس کو حلال اور اس سے مسلمانوں کے جڑنے کو جائز کہا گیا ہے۔

میں ان مسلمانوں بھائیوں کو بتلانا چاہتا ہوں کہ ویسٹیج کے تعلق سے اپنی خوش فہمی ختم کریں اور حلال طریقے سے روزی کمائیں، اللہ نے زمین بہت کشادہ بنائی ہے، اس روئے زمین پر روزی کمانے کے لاکھوں جائز ذرائع آمدنی ہیں۔

مسلمانوں کی خوش فہمیوں سے متعلق پہلی بات یہ ہے کہ مرکزی جمعیت علمائے ہند اور دبئی حلال مراکز نے ویسٹیج کے پراڈکٹس کو حلال کہا ہے، یہ نہیں کہا ہے کہ پراڈکٹس بیچنے کا طریقہ بھی حلال ہے۔ اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے اور جہاں تک ندوہ کے فتویٰ کی بات ہے تو سائل نے فتویٰ میں چالاکی سے سوال کیا ہے، کمپنی کی حقیقی صورت حال کا ذکر نہیں کیا ہے اور مفتی صاحبان نے بھی تحقیق کر کے جواب دینے کی بجائے عجلت سے کام لیا ہے۔ بہر کیف! تازہ اطلاع کے مطابق ندوہ نے سابقہ فتویٰ سے رجوع کر لیا ہے اور بعد میں اس کمپنی سے پرہیز کرنے کی صلاح دی ہے۔ دارالعلوم دیوبند نے بھی ویسٹیج سے جڑ کر ممبر سازی کے ذریعہ منافع کمانے کو جائز نہیں کہا ہے۔

آیئے میں آپ کو ویسٹیج سے جڑنے کی شرعی حیثیت بتاؤں، اگر آپ اس کمپنی کا ممبر بن کر صرف سامان کی خرید و فروخت تک اپنے آپ کو محدود رکھتے ہیں اور کسی قسم کی غلط تشہیر میں حصہ نہیں لیتے ہیں تو یہاں تک معاملہ درست ہے مگر کوئی بھی ممبر ملٹی لیول کمپنی میں ممبر سازی سے باز نہیں رہ سکتا، آخر اسی میں امیر بننے کا نسخہ ہے اور اس بات کے جھانسے میں آکر کمپنی میں شمولیت اختیار کیا گیا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی ممبر اس کمپنی کے سستے اور بلا کام والا سامان مہنگے داموں میں خرید کرتا رہے جبکہ بازار میں اس سے کئی گنا سستا سامان موجود ہے؟

ممبر سازی کے ذریعہ پیسہ کمانا پہلے لیول تک تو جائز ہے جن کو خود سے بلاواسطہ کمپنی کا ممبر بنایا ہے لیکن انہوں نے جن لوگوں کو ممبر بنایا ہے یا ان کے بعد والے جن کو ممبر بنائیں گے ان لوگوں کے منافع سے کمیشن لینا جائز نہیں ہے۔

شریعت کی روسے منافع کی جائز تین صورتیں بنتی ہیں۔ (1) یا تو ہم نے کاروبار میں رقم لگائی ہو اور محنت بھی کرتے ہوں، یہ شرکت ہے (2) یا صرف رقم لگائی ہو محنت کوئی دوسرا کرے، یہ مضاربت ہے۔ (3) یا بغیر

رقم کے محنت کرتے ہوں اسے اجارہ یعنی مزدوری کہتے ہیں۔ ممبر سازی کا تعلق اس تیسری قسم ہے۔اس لحاظ سے اپنی محنت کی مزدوری صرف پہلے لیول تک ہی جائز ہے اس کے بعد والے مرحلوں کا منافع اور کمیشن لینا ناجائز ہے۔

ویسٹیج کی مزید چند خامیاں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں تاکہ اس کے نقصانات سے ایک مسلمان باخبر رہے اور خود کو اس کمپنی سے الگ رکھے۔

(1) دنیا بھر کی ملٹی لیول کمپنیاں اپنے سے جوڑنے کے لئے جھوٹے قصے، بناوٹی کہانی اور لفاظی کے ذریعہ لوگوں کو اپنا شکار بناتی ہیں، یہ کمپنیاں اپنے ممبران کو اسکی ہی اصل ٹریننگ دیتی ہیں کہ لوگوں کو کیسے کنونس کرنا ہے اور کس طرح کمپنی جوائن کروانا ہے ؟ گاؤں والوں کو کیسے پھنسانا ہے اور شہریوں کو کیسے لبھانا ہے ؟ ویسٹیج کی ہزاروں ویڈیوز یوٹیوب پر دستیاب ہیں جہاں لوگوں کو اپنا شکار بنانے کے طرح طرح کے فارمولے بیان کئے گئے ہیں۔ دنیا کی گھٹیا سے گھٹیا تجارتی کمپنی (جو ملٹی لیول نہ ہو) اپنا سامان فروخت کرنے کے لئے ایسے حربے نہیں اپناتی۔

(2) یہ صحیح ہے کہ ویسٹیج کے پاس ذاتی پراڈکٹس ہیں بظاہر اسی کی تجارت نظر آتی ہے اور حکومت سے رجسٹرڈ کرانے کے لئے بھی کوئی نہ کوئی ثبوت دینا پڑے گا، یہ پراڈکٹس حکومت کی نظر میں تجارتی ثبوت ہیں تاہم اس کے تمام ممبران کی توجہ کا مرکز اصیل فقط ممبر سازی ہے۔ گویا برائے نام تجارت ہے اس کے پس پردہ لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھایا جارہا ہے۔

(3) کمپنی اور اشیاء کی تشہیر میں جھوٹ، فریب، غلو، ملمع سازی اور انوکھے خواب بیان کئے جاتے ہیں حتی کہ دباؤ تک بنایا جاتا ہے۔ اسلام میں نہ اس طرح کوئی سامان فروخت کرنے کی اجازت ہے اور نہ ہی کسی کمپنی کی اس طرح تشہیر کرنے کی اجازت ہے۔

(4) ممبر سازی کے ذریعہ ایک طرح سے پورے شہر اور ملک کو یرغمال بنانے کی کوشش ہے، اس نٹورک مارکیٹ سے جڑنے والا پھر دوسرے تمام مارکیٹ سے محروم ہو جاتا ہے یایوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ شہر اور ملک کی تمام تجارت کے لئے نقصان دہ ہے۔

(5) جس طرح آدمی جوا میں پیسہ لگاتا جاتا ہے تا کہ کبھی نہ کبھی اچانک امیر بن جائے گا اسی طرح اس کے ممبران لالچ میں ہر ماہ زیادہ سے زیادہ کمپنی کے پراڈکٹس خریدتے ہیں حالانکہ انہیں ان کی ضرورت نہیں ہوتی ہے محض لالچ اسے یہ سامان خریدواتا ہے۔

(6) اگر کوئی ممبر کمپنی سے آن لائن سامان خریدتا ہے اور اس سامان پر قبضہ کرنے سے پہلے فروخت کر دیتا ہے تو یہ صورت بھی جائز نہیں ہے، اس کو مثال سے ایسے سمجھیں کہ کسی ممبر نے ویسٹیج کا کوئی پراڈکٹ بک کرایا پھر اس سامان پر اپنا قبضہ کرنے سے پہلے ہی کسی دوسرے کے ہاتھ بیچ دیتا ہے۔

(7) ویسٹیج کے بہت ہی موٹیویشنل مانے جانے والے اسپیکر اجے شرما کا کہنا ہے کہ ایک شخص کی وفات کے بعد بھی اس کی بیوی کو سترہ لاکھ کا چیک ملا کیونکہ اس نے ممبروں کا جال بنا تھا گویا ممبر سازی کا کمیشن لامحدود ہے۔ جو مسلمان بھائی یہ کہتے ہیں کہ ہم کو کمپنی صرف آٹھ یا نو لیول تک کمیشن دیتی ہے کیونکہ ہماری محنت ان لیول تک ہی محدود رہتی ہے سراسر جھوٹ ہے۔ بھلا ایک شخص مرنے کے بعد کیا محنت کرتا ہے؟

(8) ممبر سازی کے علاوہ لالچ میں مہنگے سامان کی خرید پہ ممبر جتنا پیسہ سال بھر ضائع کرتا ہے اس سے اپنی کوئی چھوٹی موٹی تجارت شروع کر سکتا ہے۔

(9) جو لوگ سمجھتے ہیں کہ ویسٹیج کے ذریعہ ہم اچانک امیر ہو جائیں گے وہ بڑی بھول میں واقع ہیں اور جھوٹے لوگوں کی جھوٹی تسلی میں پڑے ہوئے ہیں، وہ کم از کم اس کمپنی کے سب سے زیادہ مشہور اور موٹیویشنل مانے جانے والے اسپیکر اجے شرما کے بیانات سن لیں کہ کامیابی کے لئے کس قدر محنت چاہئے؟ جب ویسٹیج کے ذریعہ کمانے کے لئے اس کا ممبر بن کر اپنے پیسے سے آفس کھولنا ہے، اپنے پیسے سے پراڈکٹس خریدنا ہے اور انتھک محنت کرنی ہے تو پھر کیوں نہ ذاتی تجارت کھول لیں یا کسی حلال تجارت کی ایجنسی لے لیں، ممکن ہے آمدنی کم ہو مگر جائز اور حلال تو ہو گی۔

(10) ایک بات اور آپ بتا دوں کہ ملٹی لیول کمپنیوں میں کامیابی چند لوگوں کو ملتی ہے، ویسٹیج کے ممبران ستر لاکھ سے زائد ہیں اور اس کمپنی کی ویب سائٹ پہ سولہ لوگوں کی کامیابی کا معمولی ذکر ملے گا، بقیہ انہتر لاکھ ننانوے ہزار نو سو چوراسی کی کامیابی کا کوئی ذکر نہیں ملے گا۔ مہینوں میں لاکھوں اور کروڑوں کمانے والے دو ایک ہوں گے باقی سارے لاکھوں ممبران انوسٹ کر رہے ہیں اور کڑی محنت کر رہے ہیں مگر وہ کامیابی ان کے حصے میں نہیں ہے۔ یہ دولت کی غیر

منصفانہ تقسیم ہے جو سرمایہ دارانہ نظام میں پائی جاتی تھی پھر اشتراکیت نے مساوات کا نعرہ لگایا اور وہ بھی اپنی موت آپ مر گئی۔ اسلامی نظام معیشت کی خوبی ہے کہ اس میں سرمایہ دارانہ نظام کی طرح نہ دولت کی غیر منصفانہ تقسیم ہے اور نہ ہی اشتراکیت کی طرح مساوات کا ناقابل قبول دعوی بلکہ اسلام ان دونوں کے بیچ لوگوں کے درمیان عدل کے ساتھ اعتدال وتوازن قائم کرتا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے : كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ ۚ(الحشر:7)

ترجمہ: تاکہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھ میں ہی مال گردش کرتا نہ رہے۔

ان ساری باتوں کے بعد آخری نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ویسٹیج سے جڑ کر ممبر سازی کے ذریعہ پیسہ کمانا مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہے لہذا ہمیں اس سے نہیں جڑنا چاہیئے ،ہاں اس کمپنی سے کوئی آدمی حلال فوڈ یا حلال پراڈکٹ خرید تا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

BACK

یوٹیوب کی کمائی پر نوجوانوں کی فریفتگی اور اسلام

اسلام نے کسب مال کے ضوابط متعین کئے ہیں، ایک مسلمان کے لئے اس عمل کی کمائی حلال ہے جو اسلامی ضابطہ کے اندر آتا ہو جو عمل ضوابط سے خارج ہو اس کی کمائی حلال نہیں ہو گی۔

کسب حلال کا اسلامی ضابطہ یہ ہے کہ تجارت و عمل میں جھوٹ و فریب نہ ہو اور وہ ظلم و زیادتی، ناجائز و حرام امور اور سودی تعامل سے پاک، عدل و انصاف، امانت و دیانت اور حق و صداقت کے معیار پر مبنی ہو۔ اسلامی تجارت سے مال پاک ہوتا ہے، سماج و سوسائٹی میں صالح عناصر تشکیل پاتے ہیں، فرد و جماعت میں سکون و راحت، صبر و شکر کے اوصاف اور ایک دوسرے کے تئیں خیر خواہی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے لوگوں کو محنت پر ابھارا ہے اور سستی و غفلت سے منع کیا ہے۔ محنت کے بدلے میں حاصل ہونے والے اجر کی فضیلت بیان کی ہے بلکہ محنت کو بھی مبارک عمل قرار دیا ہے۔ محنت حلال کمائی کے لئے اور حلال کمائی کا استعمال اللہ کی رضا کے لئے یہ مومن کامل کے اوصاف حمیدہ میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امانتدار تاجر کا حشر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا جبکہ غیر امانتدار تاجروں کا معاملہ فاسق و فاجر کے ساتھ ہو گا۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الأَمِينُ مع النَّبيينَ والصِّدِّيقِينَ والشُّهَدَاءِ .(صحيح الترغيب:1782)

ترجمہ: سچا اور امانت دار تاجر (قیامت کے دن) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

إنَّ التجارَ يُبعثونَ يومَ القيامةِ فجَّارًا ، إلَّا من اتقَى اللهَ وبَرَّ وصدق(صحيح ابن ماجه:2/208)

ترجمہ: تاجر لوگ قیامت کے دن گنہگار اٹھائے جائیں گے سوائے اس کے جو اللہ سے ڈرے، نیک کام کرے اور سچ بولے۔

اس تمہید کا عمومی مقصد انٹرنیٹ سے جڑے ان تمام لوگوں کو پیغام دینا ہے جو محنت سے جی چراتے ہیں اور سارا سارا دن بیٹھ کر انٹرنیٹ سے ہی کمائی کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس کے لئے انہیں جائز و ناجائز کی پرواہ نہیں ہوتی، بس کمائی ہونی چاہئے چاہے جیسے ہو۔ بطور خاص نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کو متنبہ کرنا مقصود ہے کہ زندگی کا اہل ہدف بھول کر

اکثراوقات انٹرنیٹ پر صرف کرنااوراسے ہی زندگی کا محور ومقصود ٹھہرالینا بڑی ہی نادانی ہے اور جائزوناجائز کی پرواہ کئے بغیراسے کسب معیشت کاذریعہ بنالینااسلامی تجارت کے خلاف ہے۔ہم سچے مسلمان ہیں توہمارا قدم اسلام کے سچے اصولوں پر قائم ہو،نہ صرف کھانے پینے میں بلکہ تجارت ومعیشت سے لیکرزندگی کے تمام شعبہ جات میں۔

سطور ذیل میں اس بات کا جائز لینا مقصود ہے کہ آج کل نوجوان لڑکے اور لڑکیاں طرح طرح کی ویڈیوز بنانے میں دن ورات کا اکثر حصہ صرف کررہے ہیں، کوئی چٹکلے، کوئی جنسی مسائل، کوئی پکوان، کوئی کام کاج، کوئی فتنہ پرور، کوئی فحش ومنکر، کوئی کہانی وکارٹون، کوئی خاص وعوام ہر قسم کی چیزیں نشر کررہاہے۔نوجوانوں میں ویڈیوز بنانے کے تئیں ایک قسم کا جنون ساپیداہوگیا۔اس کی اہم وجہ ہے کہ گوگل کی طرف سے ویڈیوز پہ پیسے ملتے ہیں، گھر بیٹھے آسانی سے پیسے اکاؤنٹ میں آنے کی وجہ سے اس جانب لوگوں نے بطور خاص نوجوانوں نے کافی توجہ دیدی ہے۔ اس سے نہ صرف نوجوانوں کا مقصد زندگی ختم ہورہاہے بلکہ روشن مستقبل،جہد وعمل اور انقلابی کوششیں دھندلاپن کا شکار ہورہی ہیں۔بہت سے ناعاقبت اندیش نوجوانوں کی وجہ سے لوگوں میں فحش ومنکرات کو بڑی تعداد میں فروغ مل رہاہے۔ حد تو یہ ہے کہ کتنے لوگ یہاں جھوٹے مفتی، فریبی اسلامی اسکالر، دفاع عن الاسلام والسنہ ، مناظر ، محقق وباحث بنے ہوئے ہیں اور سادہ لوح عوام میں ان کے جھوٹ کی وجہ سے منہج وعقیدہ کافساد ، علم وفن کے نام پر گمراہی پھیل رہی ہے۔ایک نے کوئی بات یوٹیوب پراپ لوڈکی،دوسرااس پہ ضرب لگاتاہے،گالیاں دیتاہےاور گھر بیٹھے مناظرہ کی ویڈیوبناتاہے اوراپنے مشاہدین کی تعداد دیکھ پھولے نہیں سمارہاہے۔

یہاں اصل مسئلہ یہ ہے کہ یوٹیوب پرویڈیوزبناکراپ لوڈکرنے کے نتیجہ میں جومالی منافع حاصل ہوتاہے وہ شرعاحلال ہے یاحرام ؟

اس سوال کاجواب جاننے سے پہلے ہمیں یہ جانناہوگاکہ گوگل کمپنی جویہودی کمپنی ہے وہ کسی کویوٹیوب پہ ویڈیوڈالنے سے کیوں پیسہ دیتاہے ؟ کیاصرف ویڈیوڈالنے سے پیسہ ملتاہے یاکسی دوسری چیز کے مقابل؟ ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم رہے کہ ہرکسی کویوٹیوب پہ پیسہ نہیں ملتاہے۔ خیر جس کو بھی پیسہ ملتاہے اسے اس بات کاپیسہ ملتاہے کہ جس ویڈیوپہ گوگل کمپنی کسی چیز کاپرچار کرتی ہے اس پرچار سے گوگل پہلے اس کمپنی سے منافع کماتاہے جس کاپرچار کیاہے اوراس منافع میں سے گوگل ویڈیوزاپ لوڈکرنے والے اس شخص کوبھی دیتاہے جس کی ویڈیوزپرپرچار نشرکرتاہے۔

مختصر میں مذکورہ سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر گوگل ہمیں یوٹیوب پر ویڈیو اپلوڈ کرنے اور اس پہ پرچار ڈالنے کے عوض معلوم اجرت دے بشر طیکہ پرچار میں اسلام سے متصادم کوئی چیز نہ ہو اور نہ ہی ویڈیو بنانے والے نے اس ویڈیو میں کوئی خلاف شرع بات ڈالی ہو تو پھر گوگل کی طرف سے دیا گیا منافع حلال ہوگا۔ یہ ایک طرح سے جعالہ کا معاملہ ہے جس کے جواز پر علماء کے فتاوی موجود ہیں کہ کسی چیز کے عوض معلوم شدہ انعام یا معاوضہ ملے یعنی جعالہ میں اجرت تو معلوم و طے ہوتی ہے مگر مدت کا طے ہونا ضروری نہیں ہے۔ جعالہ اجارہ سے مختلف ہے۔

یہاں ایک اہم پہلو یہ ہے کہ اولا اکثر ویڈیوز ہی فتنہ کا باعث ہیں۔ کوئی مسلک کے نام پہ، کوئی جھوٹی تعلیمات پھیلانے کے نام پر، کوئی فحش و منکرات کے نام پر تو کوئی اپنے دنیاوی اغراض و مقاصد کے نام پر۔ اس قسم کی ویڈیوز بنانا اور لوڈ کرنا فی نفسہ حرام ہے اور اس سے پیسہ کمانا بھی۔

اب ہم اس کا دوسرا پہلو یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کیا گوگل کی جانب سے پرچار کے مقابلہ میں منافع طے ہوتا ہے ؟ اس کا جواب بعض لوگوں سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ہاں اس کی اجرت طے ہے یعنی جس قدر آدمی پرچار والی ویڈیو کو دیکھے گا اسی قدر منافع زیادہ ہوگا۔ میں نے اپنی سطح پہ اجرت کی معلومات کی تو پتہ چلا کہ گوگل کی اپنی مرضی ہے جس چاہے جتنا منافع دے۔ کہنے کے لئے ایک ہزار "مشاہدین" پر ایک ڈالر ہے مگر اس کی کوئی حقیقت مجھے نظر نہیں آتی۔ اس وجہ سے یوٹیوب کے ذریعہ پرچار کے مقابل منافع کے حصول میں ایک رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے وہ ہے اجرت کا نامعلوم نہ ہونا۔

اس سلسلہ میں ایک تیسرا بہت ہی اہم پہلو پرچار سے متعلق ہے۔ اس پہلو سے کئی سوالات جڑے ہیں۔ کیا جس کمپنی کا پرچار کیا جا رہا ہے اس کی تجارت حلال ہے ؟ کیا وہ سودی کاروبار سے پاک ہے ؟ اس میں حرام چیزوں کی ملاوٹ، طبّی اعتبار سے اشیاء میں کوئی ضرر رساں عنصر تو شامل نہیں ہے ؟ پرچار مبالغہ آرائی اور جھوٹ کی آمیزش پہ مبنی تو نہیں ہے ؟ پرچار میں روح والی تصویر، برہنہ عورت یا ہیجانی کوئی کیفیت تو نہیں ؟ کیا گوگل اس بات کی کسی کو ضمانت دیتا ہے کہ پرچار میں اسلامی اعتبار سے صرف جائز چیزیں ہی شامل ہوں گی ؟ کیا منافع کمانے والے کو یہ حق ہے کہ اسلام مخالف امر کو پرچار سے ہٹا سکے اور صرف اسلامی تجارت کے ضابطہ میں آنے والی تجارت کا ہی پرچار کرے ؟

اتنے سارے سوالات بلکہ اس سے بھی زیادہ سوالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ سیدھی سی بات ہے اگر ہم گوگل کے پرچار میں بااختیار نہیں ہیں تو بلاشبہ پرچار میں حرام چیزوں کی آمیزش ہو گی کیونکہ یہ یہودی میڈیا ہے اس کے پاس تجارت کا کہاں کوئی ضابطہ ہے ؟ اسے تو مال سے سروکار ہے بس۔ اس کا پرچار کرکے ہم شر کے معاون بنیں گے اگر پرچار شر پر مبنی ہوا۔

اللہ کا فرمان ہے:

وَتَعَاوَنُواْ عَلَى الْبرِّ وَالتَّقْوَى وَلاَ تَعَاوَنُواْ عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ(المائدة:2)

ترجمہ: نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم و زیادتی میں مدد نہ کرو اور اللہ تعالٰی سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالٰی سخت سزا دینے والا ہے۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ ، لا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا ، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ ، لا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا(مسلم:2674) .

ترجمہ: جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی اسے اس ہدایت کی پیروی کرنے والوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا اور ان کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہو گی اور جس شخص نے کسی گمراہی کی دعوت دی، اس پر اس کی پیروی کرنے والوں کے برابر گناہ (کا بوجھ) ہو گا اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔

یوٹیوب سے پیسہ کمانے والا کوئی بھی مسلم نوجوان اس بات کا اقرار کرنے سے نہیں کترائے گا کہ گوگل کی جانب سے ویڈیوز پر شائع ہونے والے اعلانات میں اسلام سے ٹکرانے والی کوئی بات کبھی بھی نہیں ہوتی۔ جب صورت حال ایسی ہو تو ہم بھی شر کے پھیلاؤ میں حصہ بنیں گے۔ اس کو ایک مثال سے اس طرح سمجھیں کہ آپ نے ایک ویڈیو اپ لوڈ کی اس میں گوگل نے کسی کمپنی کا اعلان شامل کیا، اس اعلان میں برہنہ لڑکی شامل ہے یا کوئی فحش کام کا اعلان ہے یا حرام کمپنی/اشیاء کا اعلان ہے یا اس اعلان میں جھوٹ اور فریب سے کام لیا گیا ہے۔ ایسی صورت میں اس اعلان کو جو بھی دیکھے گا اس کا گناہ ویڈیو لوڈ کرنے والے کے سر جائے گا۔ اس ویڈیو کو دیکھنے والے لاکھوں ہوں تو لاکھوں کا گناہ سر آئے گا۔ دوسری طرف اس کی کمائی بھی حلال نہیں ہو گی۔

ان باتوں کا میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ کوئی مفید کاموں کے لئے یوٹیوب پر دینی ویڈیوز اپ لوڈ نہ کرے، اصل مقصد پر چار کے مقابل مالی منافع کی شرعی حیثیت بتلانا ہے۔ پیسہ کمانا اصل یا اہم نہیں ہے بلکہ کمائی حلال ہے کہ نہیں یہ اصل اور اہم ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر گوگل کمپنی سے جڑنا فری میں ہو، آپ کو اپنی اجرت معلوم ہو اور اعلان مباح چیزوں پر مشتمل اور مباح امور کے متعلق ہو نیز ویڈیو بھی فی نفسہ بے عیب ہو تو پھر منافع حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

نوجوانوں کو آخر میں نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ اگر اللہ نے آپ کو ویڈیوز بنانے کا جوہر دیا ہے تو اس جوہر سے قوم کو فائدہ پہنچائیں، میں اس سے نہیں روکتا مگر مندرجہ ذیل باتوں کو دھیان میں رکھیں۔

☆زندگی کا اصل ہدف اسے نہ ٹھہرائیں، اپنی تخلیق کا اصل مقصد جانیں اور اس کے نفاذ کی کوشش کریں۔

☆انٹرنیٹ جہاں مفید ہے وہیں مضر بھی ہے، اس کے مضرات کو محسوس کریں اور ان سے بچیں، اللہ کے یہاں حساب دینا ہوگا اور اوقات کا خیال کرتے ہوئے حقوق وواجبات کی ادائیگی کریں۔

☆ سستی و جھوٹی شہرت اور حلت و حرمت کی پرواہ کئے بغیر بن محنت مالی منفعت کے حصول اور فواحش و منکرات کا سبب بننے سے بچیں۔ آپ دنیا سے چلے جائیں گے مگر یوٹیوب کا یہ کالا حصہ باقی رہے گا حتی کہ یوم حساب اس کا حساب بھی چکانا ہوگا۔

☆اسلام نے انسان کو محنت و عمل پہ ابھارا ہے، عمل اور عامل کی قدر کی ہے لہذا ہم بھی شرف محنت کو اپنائیں اور ہمیشہ حلال رزق کی تلاش کریں، اللہ تعالی نیتوں کے حساب سے آپ کو حلال روزی مہیا فراہم کرے گا کیونکہ انسانوں کو روزی دینے والا ہے۔

☆آج آبادی کی کثرت کی وجہ سے روزگار کی فراہمی ہر کس وناکس کے لئے مشکل ہوگئی ہے اور فتنے کے دور میں کسب حلال تو اور بھی مشکل ہے۔ ایسے میں ایک مومن کا یہ امتحان ہے کہ اپنے دامن کو فتنہ سے بچاتے ہوئے حلال روزی پر اکتفا کرے خواہ کم ہی روزی نصیب ہو۔ ہر شخص کی روزی اس کی تقدیر میں لکھ دی گئی ہے اور ہر شخص کی قسمت میں امیر ہونا بھی نہیں لکھا ہے، اللہ نے سماج کے دو طبقے امیر وغریب بنائے ہیں۔ یہ فرق قیامت تک باقی رہے گا۔ اشتراکی نظام نے معیشت میں مساوات پیدا کرنے کی کوشش کی مگر ناکام ہو گیا۔

☆اسلام نے ہمیں جائز طریقے سے محنت کر کے زیادہ سے زیادہ دولت کمانے سے منع نہیں کیا ہے، منع کیا ہے تو کسب معاش کے ناجائز طریقے سے اور جسے غربت ملی یا جسے روزی کی فراوانی نصیب نہیں ہوئی ایسے لوگوں کو صبر کرنا چاہئے۔اس پر اللہ کی طرف سے دنیا اور آخرت میں بہتر بدلہ ہے۔یقین جانیں مالدار وہ نہیں جو پیسے والا ہو بلکہ مالدار وہ ہے جو اعمال وتقوی والا ہو اور یتیم وہ نہیں جس کے والدین نہ ہوں بلکہ یتیم وہ ہے جو اعمال وتقوی سے خالی ہو گرچہ اس کے پاس دولت کا انبار ہو۔

☆آخری بات کے طور یہ جملہ یاد رکھیں کہ یوٹیوب کے لئے صرف وہی ویڈیو بنائیں جس سے آپ کا اخروی کوئی نقصان نہ ہو۔عقیدہ ومنہج مخالف ویڈیو، کسی پر الزام تراشی والی ویڈیو، مسلکی عصبیت میں بنائی گئی ویڈیو، اخلاق واعمال برباد کرنے والی ویڈیو، فتنہ وفساد پھیلانے والی ویڈیو یا بدعات وخرافات اور فواحش ومنکرات سے لبریز ویڈیو بنانے کا انجام بہت برا ہے اور اس کا اثر کتنا زیادہ ہے وہ اوپر ہمیں معلوم ہی ہو گیا۔منافع سے بالاتر ہو کر ہم صرف تعلیمی، اصلاحی اور مفید ویڈیوز جو کتاب وسنت پر مبنی ہوں یا ان کے مخالف نہ ہوں اسے ہی بنائیں اور شیئر کریں۔جھوٹی کہانیاں بنانے، کارٹون میں وقت ضائع کرنے، ویڈیوز میں غیر ضروری تصنع وتکلف برتنے یا فضول ولایعنی کاموں والے ویڈیوز سے بھی بچیں۔

BACK

پیٹیم کا کیش بیک شرعی نقطہ نظر سے

انٹرنیٹ کے زمانے میں اکثر تجارت اسی سے جڑ گئی ہیں ، لین دین کا انحصار تو اب سو فیصد اس پر ہو گیا ہے اور خرید و فروخت کے میدان میں انٹرنیٹ نے کافی سہولیات فراہم کر دی ہے۔ گھر بیٹھے مرضی کا سامان دستیاب ہو جاتا ہے اور آمد و رفت کی مشکلات و اخراجات بچنے لگے۔

انٹرنیٹ سے جڑے موبائل کا ایک اپلیکیشن پیٹیم (Paytm) اس وقت بڑی مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔ پیٹیم نہ کوئی بنک ہے، نہ تجارتی کمپنی ہے اور نہ ہی مالیاتی ادارہ ہے، یہ محض ایک اپلیکیشن ہے۔ اس کے بنانے والے نے اس ایپ کو مختلف بنکوں، تجارتی اداروں، آن لائن خرید و فروخت اور لینڈ لائن، موبائل ، ریچارج، بجلی ، ٹکٹ (ٹرین، بس، جہاز)، ٹی وی، سنیما، فیشن، ہوٹل، گیس، دوا، علاج، انٹرٹینمنٹ، گیم، بیمہ، چیریٹی آفس وغیرہ سے مربوط کر کے ان کاموں کو اس ایک ایپ سے کرنا آسان کر دیا ہے۔ حقیقت میں اس ایپ سے ہزاروں قسم کے مالیاتی، تجارتی اور معاملاتی ادارے جڑے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، ان میں کتنے غیر شرعی ادارے اور غیر شرعی عوامل موجود ہیں۔

یہاں سوال یہ ہے کہ پیٹیم اپنے ایپ سے ٹرانجیکشن کرنے پر کیش بیک یعنی کچھ پیسہ واپس دیتا ہے۔ اس پیسے کا حاصل کرنا یا لیکر استعمال کرنا شرعا کیسا ہے؟

ہوتا اس طرح ہے کہ کسی نے اس ایپ کے ذریعہ کوئی موبائل پچاس روپئے کا ریچارج کیا، یہ ریچارج موبائل کمپنی سے ہوا، موبائل کمپنی سے لین دین پچاس روپئے کا ہوا۔ یہاں پر پیٹیم کی جانب سے تیس روپئے کا کیش بیک ملتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب پیٹیم موبائل کمپنی نہیں ہے تو کیش بیک کیوں اور کہاں سے دیتا ہے؟

جب اس سوال کی حقیقت جانتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح گوگل کمپنی بلاگ ، ویب سائٹ اور یوٹیوب پہ کمپنیوں کی تشہیر کر کے اس کا کچھ منافع ان سماجی روابط کے استعمال کنندہ کو بھی دیتا ہے اسی طرح کا معاملہ پیٹیم ایپ میں بھی ہے۔

میں نے اس سے پہلے یوٹیوب پہ ویڈیو اپلوڈ کر کے اس سے پیسے کمانے کے متعلق نوجوانوں کو آگاہ کیا تھا آج پیٹیم کے

متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر اس ایپ کے محض استعمال سے یعنی اس کے ذریعہ موبائل ریچارج یا کسی قسم کے بل کی ادائیگی پہ کیش بیک ملتا ہے تو اس کے لینے میں رکاوٹ نہیں ہوتی مگر میرے سامنے اس ایپ میں کئی رکاوٹیں ہیں۔

(1) یہ ایپ بیمہ، فلم ،انٹرٹینمنٹ اور فیشن وغیرہ کی بھی تشہیر کرتا ہے اور بہت ساری آئن لائن تجارتی اشیاء کی برہنہ تصاویر کے ساتھ اشتہار موجود ہے۔

(2)ٹرانجیکشن پہ کیش بیک اشتہار پہ تعاون کے عوض ہے اور اوپر ہم نے جانا کہ اشتہار بازی میں کئی ساری شرعی خامیاں ہیں۔

(3)اس ایپ میں کئی قسم کی آئن لائن تجارت بھی ہے جس کے متعلق دجل وفریب کا بھی امکان ہے نیز آن لائن خرید وفروخت میں سامان پہ قبضہ کئے بغیر اسے دوسرے کے ہاتھ بیچنا عام ہے جو شرعا ناجائز ہے اور اگر اس تجارت میں حرام چیزوں کی تجارت بھی ہو تو اس حرام چیز کی تشہیر میں معاون بننا بھی حرام ہے۔

(4)اس ایپ کو شیئر کرنے پر اس کا کوئی ساتھی موبائل ریچارج کرتا ہے یا بل جمع کرتا ہے تو شیئر کرنے والے سے پچاس روپئے ملنے کا وعدہ ہے۔ جس نے یہ ایپ شیئر کیا ہے اس کی وجہ سے کوئی اس ایپ سے فلم کا ٹکٹ خریدتا ہے یا بیمہ کرواتا یا اس کا پریمیم جمع کرواتا ہے تو اس گناہ کا ذمہ دار شیئر کرنے والا بھی ہوگا۔اسی طرح آن لائن تجارت میں کوئی کمپنی فراڈی ہو یا قبضہ کرنے سے پہلے سامان بیچنے والی ہو تو انوائٹ کرنے والا بھی گنہگار ہوگا۔ایپ شیئر کرنے سے عریاں تصاویر کا گناہ بھی اس پہ آئے گا۔

(5)چونکہ اس ایپ میں سیکڑوں پروگرام موجود ہیں جن میں سے چند کا میں نے ذکر کر ہی دیا کہ یہ غیر شرعی ہیں مزید اور کتنے غیر شرعی کام اس میں موجود ہیں کون مسلمان اس کی تصدیق کرے گا؟ جب معاملہ مشکوک ہے تو چند پیسوں کے لئے کیوں اپنا ایمان ضائع کریں؟

(6)خود ریچارج کرنے پر تیس روپئے جبکہ انوائٹ کرنے پہ پچاس روپئے کیش بیک کے طور پر ملتے ہیں اور ایپ والے نے ہر نئے دوست کے ٹرانجیکشن پہ پچاس روپئے کہہ کر روزانہ ایک ہزار روپئے کمانے کا لالچ دیا ہے۔ ظاہر سی بات ہے ہزار روپئے کی فکر میں جس جس کو بھی یہ ایپ بھیجا جائے گا اس ایپ کے اندر موجود غیر شرعی امور کا گناہ بھیجنے والے کے سر بھی جائے گا۔

(7) نٹورک مارکٹنگ کی طرح اس میں بھی بڑا بڑا لالچ دیا گیا ہے، اوپر ایک لالچ گزرا کہ روزانہ ایک ہزار کمائیں، دوسرا لالچ یہ ہے کہ ہر گھنٹہ دو سو آدمی سو فیصد کیش بیک پاتا ہے اور تیسرا سب سے بڑا لالچ لکھ پتی بننے کا ہے، وہ یہ ہے کہ ہر ہفتہ ریچارج یا بل کی ادائیگی پر ایک لاکھ کا لکی ڈرا سے نکالا گیا کیش بیک پانے کا موقع ملے گا۔ تیسرا لالچ اس ایپ کا سب سے بڑا جھانسہ ہے۔

(8) اس ایپ میں بڑی تعداد میں آن لائن شاپنگ کی اشیاء نظر آتی ہیں، ان پہ کئی کئی ہزار کا کیش بیک لکھا ہوا ہے مجھے لگتا ہے کہ سامان پہ بڑی قیمت کا کیش بیک بس دکھاوا ہے، اصل قیمت میں اضافہ کرکے اس کا نام کیش بیک رکھ دیا گیا ہے۔

ان چند باتوں کے ذکر کا مقصد یہ ہے کہ اس ایپ سے پیسہ کمانا شرعی نقطہ نظر سے جائز نہیں معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس ایپ میں دھوکہ کا امکان بھی ہے، غیر شرعی تجارت بھی ہے اور حرام کام پہ تعاون بھی ہے۔ اگر صرف ریچارج یا بل کی ادائیگی پہ کیش بیک ہوتا اور کسی قسم کی غیر شرعی چیز کی تشہیر نہ ہوتی تو پھر جواز کی گنجائش تھی مگر ریچارج یا بل کی ادائیگی پہ کیش بیک اصل میں اس ایپ میں موجود مختلف تجارتی اداروں کی تشہیر اور ان سے معاملات کے عوض ہے جن میں غیر شرعی امور بھی پائے گئے ہیں۔

اس ایپ کی مقبولیت کی وجہ سے بہت سے لوگ اس کے ذریعہ کمائی کررہے ہیں مجھے ان کے پیسوں سے حسد نہیں ہے تاہم ان کی کمائی کے غلط رخ سے ضرور تکلیف ہے اس بناپر یہ تحریر قلم بند کرنے پر مجبور ہوا ہوں۔ ایسے تمام مسلم بھائیوں کی خدمت میں عاصی بصد احترام یہ پیغام پیش کرتا ہے کہ لین دین کا جو بھی معاملہ کریں ادارے کی اصل آفس سے یا ان کی ذاتی ویب سائٹ سے کریں مثلا موبائل ریچارج کرنا ہو قدم قدم پہ دوکان موجود ہے وہاں سے ریچارج کریں، بجلی بل ادا کرنا ہے اس کی آفس جائیں یا اس کی ذاتی ویب سے پیمنٹ کریں، اسی طرح بنک کا کوئی کام کرنا ہے ، اسی بنک سے کام کریں۔ آن لائن کوئی سامان خریدنا ہو تو براہ راست کمپنی کی ویب سائٹ استعمال کریں اور پہلے اس کے متعلق اطمینان کرلیں پھر خریداری کریں۔

میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ معاملات اپنی جگہ اور کمائی اپنی جگہ۔ یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ معاملات کو معاملات ہی رہنے دیں اور ڈھنگ سے معاملات کریں جو محفوظ ترین طریقہ ہو اور کمائی کو ایک الگ ذریعہ رہنے دیں اور حلال

طریقے سے محنت ومشقت کے ساتھ روزی کمائیں۔حلال طریقے سے کمائی گئی کم روزی میں بھی اللہ برکت دے گا اوربغیر محنت کی حرام روزی میں کبھی برکت نہیں ہوتی۔

اللہ تعالی ہمیں حلال طریقے سے روزی کمانے کی توفیق دے اوراپنے فضل سے ہمیں خوشحال بنادے۔آمین

BACK

آن لائن تجارت کا شرعی حکم

یہ نٹورکنگ کا زمانہ ہے، اس وقت بہت ساری چیزوں کے لئے اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔ تجارت بھی انٹرنیٹ پہ خوب خوب ہورہی ہے۔ اس کی مختلف اشکال وانواع ہیں۔ زیادہ سے زیادہ کمانے کے شوق نے تجارت کے میدان میں نت نئے طریقے متعارف کرائے جن میں بہت سارے ذرائع سود کی تجارت، حرام کی تجارت ، مجہول کی تجارت اور مکروفریب کی تجارت پر مشتمل ہیں۔

انٹرنیٹ کی تجارتی دنیامیں متعدد طریقے سے آن لائن تجارت ہوتی ہے، یہ تجارت انفرادی حیثیت سے بھی ہوتی ہے اور اجتماعی شکل میں یعنی کمپنی کا کمپنی کے درمیان بھی ہوتی ہے بلکہ یہ کہا جائے کہ بروقت انفرادی اور اجتماعی تجارت کا وافر حصہ انٹرنیٹ سے جڑا ہے تو لغو نہ ہوگا۔ ایک مسلمان کے لئے عبادت کی طرح احکام ومعاملات کی بھی معرفت ضروری ہے اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ کتاب وسنت کی روشنی میں آن لائن تجارت کا حکم بیان کردوں تاکہ جو لوگ ان تجارت سے جڑے ہیں وہ شریعت کے احکام جان لیں۔ اگر اس کی تجارت حلال ہے تو فبہا ورنہ اس سے اجتناب کرے۔

آن لائن تجارت کی وجہ سے بہت ساری سہولیات میسر آئی ہیں، ایک خریدار شخص گھر بیٹھے کہیں سے بھی اور کوئی بھی سامان منگا سکتا ہے، مختلف آن لائن تجارتوں کے درمیان دنیا بھر میں موجود سستا سے سستا اور معیاری سے معیاری سامان تلاش کرسکتا ہے۔ اس میں وقت کی بچت کے ساتھ آمدورفت کی تکلیف سے بھی راحت ہے۔ خریدار کے ساتھ فروخت کنندہ کو بھی بڑی آسانی ہے اسے دوکان لگانے، کرایہ دینے اور آمدورفت کے چکر سے نجات مل جاتی ہے وہ انٹرنیٹ پہ ایک ویب سائٹ کے ذریعہ اپنے سامان کا تعارف کراتا ہے ساتھ ہی اس کی تصاویر بھی دیتا ہے اور آڈر پر سامان بھیج دیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ تجارت آج شہرت کے آسمان پر کمندیں ڈال رہی ہے۔

اس تجارت کا شرعی حکم جاننے سے پہلے میں بیع وشراء کا اسلامی اصول بتادیتا ہوں تاکہ بہ آسانی مسئلہ کو سمجھا جاسکے اور اس اصول کے خلاف جو بھی آن لائن تجارت ہو اس کا عدم جواز واضح ہوجائے۔ خرید وفروخت میں تین چیزیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔

(1)دو فریق کا پایا جانا جن کے درمیان خرید وفروخت ہوگی۔(2)اس سامان کا وجود جس کی خرید وفروخت مطلوب ہے۔(3)سامان کی قیمت۔

خرید وفروخت کے سلسلے میں اسلام کے چند اہم اصول و قواعد مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) بائع اور مشتری کے درمیان رضامندی سے خرید وفروحت طے پائے، نبی ﷺ کا حکم ہے: إنَّما البيعُ عَن تراضٍ(صحيح ابن ماجه:1792)

ترجمہ: بیع صرف باہمی رضامندی سے ہوتی ہے۔

(2) بائع کا مبیع (سامان) پر ملکیت ہو، یعنی ایسا سامان بیچنا ممنوع ہے جس پر ملکیت نہ ہو۔ حکیم بن حزامؓ کہتے ہیں:

أتيتُ رسولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فقلتُ: يأتيني الرَّجلُ يسألني منَ البيعِ ما ليسَ عندي أبتاعُ لَهُ منَ السُّوقِ ثمَّ أبيعُهُ قالَ: لاَ تبع ما ليسَ عندَكَ.(صحيح الترمذي:1232)

ترجمہ: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر عرض کیا: میرے پاس کچھ لوگ آتے ہیں اور اس چیز کو بیچنے کے لیے کہتے ہیں جو میرے پاس نہیں ہوتی، تو کیا میں اس چیز کو ان کے لیے بازار سے خرید کر لاؤں پھر فروخت کروں؟ آپ نے فرمایا: 'جو چیز تمہارے پاس نہیں ہے اس کی بیع نہ کرو۔

(3) حلال چیزوں کی ہی تجارت کر سکتے ہیں، نبی ﷺ کا فرمان ہے: إنَّ اللَّهَ إذا حرَّمَ على قومٍ أَكْلَ شيءٍ ، حرَّمَ عليهِم ثمنَهُ(صحيح أبي داود:3488)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالی جب کسی قوم پر کسی چیز کا کھانا حرام کر دیتا ہے، تو اس کی قیمت بھی حرام کر دیتا ہے۔

(4) جس سامان کی تجارت مقصود ہے اس کی قیمت معلوم ہو اور اس کے صفات وہی بتلائے جائیں جو اس میں ہیں نیز اگر سامان میں کوئی عیب ہے تو اسے واضح کیا جائے۔ ان تمام باتوں سے مقصود مشتری کو دھوکہ سے بچانا ہے گویا ایسی کوئی بیع جس میں دھوکہ ہے جائز نہیں ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ:نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ، وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ(صحيح مسلم: 1513)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے کنکر پھینک کر بیع کرنے اور دھوکے والی بیع سے منع فرمایا ہے۔

(5) تجارت سودی آمیزش سے پاک ہو کیونکہ اللہ تعالی نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔ فرمان الہی ہے: وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا(البقرة:275)

ترجمہ: اللہ تعالی نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا ہے۔

بیع کی چار اقسام بنتی ہیں۔

پہلی قسم: ایک چیز کے بدلے دوسری چیز دی جائے مثلا زمین کے بدلے مکان، اسے انگریزی میں بارٹر سیل کہتے اور عربی میں مقائضہ کہتے ہیں۔ اس بیع کے جواز وعدم جواز میں تفصیل ہے۔

دوسری قسم: رقم/قیمت کے بدلے کوئی چیز خریدنا، یہ مطلق بیع ہے اور عموما یہی طریقہ مارکیٹ میں رائج ہے۔

تیسری قسم: نقد کا نقد سے تبادلہ اسے بیع الصرف یا ایکسچینج منی کہتے ہیں۔

چوتھی قسم: ایک طرف محنت دوسری طرف اجرت، اسے اجارہ یعنی مزدوری کہتے ہیں۔

قیمت کی ادائیگی کے اعتبار سے بھی بیع کے چار اقسام ہیں۔

پہلی قسم: نقد خرید وفروخت یعنی نقد قیمت چکائیں اور نقد سامان حاصل کریں۔

دوسری قسم: سامان فوری مل جائے مگر اس کی قیمت آئندہ کسی تاریخ پر طے ہو یہ ادھار بیع ہے، اس ادھار کو قرض کہیں گے اور یہ جائز ہے۔

تیسری قسم: قیمت پہلے چکادی جائے مگر سامان کی حوالگی میں میعاد طے ہو تو اسے بیع سلم کہتے ہیں، یہ بھی جائز ہے۔

چوتھی قسم: سامان کی حوالگی اور اس کی قیمت دونوں ادھار ہوں یعنی دونوں میں میعاد ہو تو یہ ناجائز ہے اسے حدیث میں بیع الکالی بالکالی کہا گیا ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ انٹرنیٹ پر آن لائن تجارت کس طرح کی جاتی ہے پھر اس طریقہ کو اسلام کے تجارتی اصول پر برتتے ہیں۔

(1) آن لائن تجارت میں فاریکس ٹریڈنگ کافی مشہور ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً ایک ہزار ڈالر جمع کر کے فاریکس کمپنی میں پہلے اپنا اکاؤنٹ کھلوانا پڑتا ہے، اکاؤنٹ کھلتے ہیں اس شخص کو ایک لاکھ ڈالر کی قوت خرید مل جاتی ہے۔ انٹرنیٹ پہ مختلف اشیاء کا قیمتوں کے ساتھ اشتہار آرہا ہوتا ہے، یہ شخص جو محض ایک ہزار ڈالر میں ایک لاکھ تک کی اشیاء خریدنے کی اہلیت رکھتا ہے وہ سستی قیمت دیکھ کر انٹرنیٹ پر ہی کوئی سامان خریدتا ہے اور جوں ہی اس کی قیمت بڑھتی اسے بیچ دیتا ہے اس طرح بڑھتی قیمت سے فائدہ اٹھاتا ہے لیکن اشیاء کی قیمت گھٹنے سے نقصان بھی ہوتا ہے۔ کمپنی ہر تجارت پہ اپنا کمیشن لیتی ہے خواہ نفع ہو یا نقصان اور اسی طرح مقررہ وقت پر سودا نہ ہو تو کمپنی مزید رقم وصول کرتی ہے۔ اس تجارت میں کمپنی بروکر کی حیثیت سے رول کرتی ہے اور اکاؤنٹ ہولڈر براہ راست خرید و فروخت نہیں کر سکتا بلکہ خرید و فروخت کی طلب پیش کرتا ہے۔

اس تجارت میں شرعائی خرابیاں ہیں۔ ایک شخص ایک ہزار ڈالر کے بدلے جو ایک لاکھ کی قوت خرید حاصل کرتا ہے وہ سود کے زمرے میں آئے گا، اسی طرح اس سودی پیسے سے کوئی منقولی سامان انٹرنیٹ پر خرید کرتا ہے اور اس پہ قبضہ کرنے سے پہلے بیچ دیتا ہے جو کہ ناجائز ہے۔ اسی طرح کمپنی کا ہر تجارت پہ طے شدہ منافع لینا خواہ تجارت میں نفع ہو یا نقصان جائز نہیں ہے۔ اس میں بیع الکالی بالکالی اور سٹہ بازی بھی پائی جاتی ہے۔ سٹہ بازی اس طرح کہ یہاں پر ہوا میں تجارت ہوتی ہے زمینی طور پر اس کا کچھ وجود نہیں ہوتا، نہ حقیقی معنی میں کسی کو سامان خریدنا ہوتا ہے اور نہ ہی اس پر قبضہ کیا جاتا ہے بس منافع کا کھیل کھیلا جاتا ہے۔

(2) بعض آن لائن کمپنیاں انٹرنیٹ پر سامان فروخت کرتی ہیں اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ خریدار سے قیمت پہلے چکا لیتی ہیں اور سامان بعد میں حوالہ کیا جاتا ہے۔ اگر اس طریقہ تجارت میں معاملات واضح ہوں اور کسی قسم کا فریب نہ ہو تو جائز ہے مگر انٹرنیٹ کی دنیا میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کمپنی خریدار سے پیسے وصول کرلے اور سامان نہ بھیجے، یہ بھی ممکن ہے کہ جو سامان خریدار نے جن صفات کے ساتھ طلب کیا تھا اس طرح نہ ملے۔ ایسا بھی ممکن ہے کہ ہیکروں کی وجہ سے پیسہ کمپنی تک نہ پہنچ سکے یا سامان خریدار کو نہ وصول ہو سکے۔ ہاں قابل اعتماد کمپنی جو اس میدان میں سالوں سے کام کر رہی ہو تو پھر اس سے لین دین کریں۔

(3)اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ سامان کی قیمت پہلے وصول کرلی جائے اور سامان بعد میں حوالہ کیا جائے یا پہلے محض بیعانہ وصول کرلیا جائے۔ یا بغیر کسی رقم کے مطلوبہ سامان ڈیلیوری کردینا اور پسند وناپسند کے اختیار کے ساتھ کمپنی کے وکیل کے ساتھ خرید وفروخت کرنا جائز ہے بلکہ یہی صورت سب سے بہتر اور مامون ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ آن لائن تجارت کرنے کے سلسلے میں یہ ضروری ہے کہ اشیاء کا وجود ہو اور جب خریدار کسی شی کا مطالبہ کرے اور قیمت ادا کرنے کی جو فوری یا حوالگی کا وقت جو بھی طے ہو فروخت کنندہ وہ سامان اس کے نام مطلوبہ صفات والا روانہ کردے اور حوالگی کو پختہ بنائے۔ سامان وصول ہونے پر مطلوبہ صفات نہ پائے جائیں تو خریدار کو واپس کرنے کا اختیار ہو۔ اگر بیچنے والے کے پاس محض اشتہار ہے جب کوئی خریدار سامان طلب کرتا ہے تو وہ دوسرے مارکیٹ سے سامان خرید کر دیتا ہے یہ دھوکہ کے ساتھ دوسرے کی ملکیت والا سامان بیچنا ہے۔ اوپر حدیث موجود ہے جس میں حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے ایسی بیع سے منع کیا ہے۔

بہت سی آن لائن تجارت میں عموماً دو باتیں زیادہ پائی جاتی ہیں جن سے بچنا پڑے گا۔

پہلی بات یہ ہے کہ ایک شخص انٹرنیٹ پر کوئی سامان خریدتا ہے اور اس پر قبضہ کرنے سے پہلے دوسرے کو بیچ دیتا ہے۔ یہ تجارت ناجائز ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ خرید وفروخت کی فرضی کمپنی ہوتی ہے، اس کے پاس حقیقت میں کوئی سامان نہیں ہوتا بس کمپنی کا نام ہوتا ہے، اشتہار سے خریداروں کا آڈر لیتا ہے اور دوسری آن لائن کمپنی سے سستا سامان خرید کر خریدار کو بھیجتا ہے۔ یہ بھی ناجائز ہے۔ ہاں کوئی یہ کہہ کر تجارت کرے کہ میرے پاس فلاں سامان موجود نہیں ہے دوسری جگہ سے خرید کر آپ کو مہیا کراؤں گا اور اپنی اجرت بھی لوں گا۔

آن لائن تجارت کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ تاجر اپنے سامان کا اس کے صحیح صفات کے ساتھ انٹرنیٹ پر تعارف کرائے تاکہ خریدار کو سامان کی مکمل کیفیت معلوم ہوجائے اور جب خریدار کوئی سامان طلب کرے تو وہ سامان اس تک اپنے وکیل کے ذریعہ پہنچائے، جب خریدار کو دیکھنے کے بعد سامان پسند آجائے تو اس کی قیمت دے کر بیع مکمل کرلے یا ناپسند ہو تو واپس کردے۔ سامان کی قیمت حوالگی سے قبل بھی لینا جائز ہے یا کچھ اڈوانس بھی لے سکتا ہے مگر ہیکروں کی

وجہ سے خطرہ ہے اور خریدار کو اس ناحیہ سے بھی خدشہ ہے کہ تاجر قیمت لیکر سامان نہیں بھیجے گا یا سامان اصلی نہیں ہوگا تو واپسی کا اختیار نہیں ہوتا۔اس وجہ سے خریدار بھی مطمئن اور تاجر بھی لوگوں کے اعتماد کے ساتھ تجارت کر سکتا ہے۔

BACK

سوشل میڈیا کے دور میں بچوں کی تربیت کیسے کریں؟

یہ دور میڈیا کا ہے اور میڈیا کی اقسام میں سوشل میڈیا کا کردار بہت نمایاں ہو گیا ہے اس وجہ سے بچے، جوان، بوڑھے یعنی عورت و مرد میں سے سارے قسم کے لوگ اس سے جڑ گئے ہیں اور چوبیس گھنٹوں کا اسے اپنا ساتھی بنالیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سوشل میڈیا مثلاواٹس ایپ، فیس بوک، ٹویٹر، گوگل پلس، یوٹیوب اور ویب سائٹس وغیرہ کے بے شمار فوائد ہیں۔ان کی وجہ سے آج دنیا سمٹ کر گاؤں ہو گئی، خبروں کی ترسیل، معلومات کی فراہمی، سماجی و معاشی معاملات حتی کہ قوم ومذہب کا فروغ سب کچھ آسان سے آسان تر ہو گیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ حقیقت بھی مسلم ہے کہ ان سماجی رابطوں نے سماج و معاشرے پر برائی کے بہت ہی گہرے اثرات چھوڑے ہیں جن کی لپیٹ میں نوجوان لڑکے اور لڑکیوں سے لیکر بچے بچیاں اور عمر دراز لوگ (بوڑھے، بوڑھیاں) تک ہیں۔ بچپن کے نقوش واحوال کا زندگی کے تمام مراحل پر اثر پڑتا ہے۔ اگر کسی کا بچپن رنگین، پر کیف و سرود اور عریانیت وفحاشیت کے مرحلے سے گزرا ہو تو اس کی جوانی بہت ہی مخدوش ہو گی۔ جوانی ویسے ہی دیوانگی کا شعبہ اور موج ومستی کا مرحلہ ہوتا ہے اس مرحلہ کو فحاشی سے بچانا اسی نوجوان کے بس میں ہے جس کے والدین نے بچپن میں شعور وآگہی، تہذیب وثقافت اور اخلاق و کردار سے آراستہ کیا ہو۔ اس لئے ہمیں اپنے بچوں کے تیئں اس کی زندگی کے دوسرے مراحل کی حفاظت کے لئے بچپن کو اسلامی تربیت سے سجانا اور سنوارنا ہو گا۔ ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ بچپن کے ابتدائی ایام میں ذہنی نشوونما اور دماغی وجسمانی صلاحیتیں تیزی سے پروان چڑھ رہی ہوتی ہیں اس لئے یہ وقت بہت حساس ہوتا ہے۔ اس عمر میں بچے ہر سنی سنائی بات ذہن میں محفوظ کرلیتا ہے، آنکھوں سے دیکھا ہوا گویا پتھروں پر نقش ہونے کی طرح ہے اور تیزی سے نئی نئی باتیں سیکھنے لگتا ہے۔ تیزی سے پروان چڑھ رہے بچپن کے اسی مرحلے پر مستقبل کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔

آج فتنے کا دور دورہ ہے، قسم کی قسم کی آزمائشیں اور طرح طرح کے فتنہ وفساد جنم لے رہے ہیں، سوشل میڈیا کی آمد نے ان فتنوں کو مزید بڑھاوا دے دیا ہے۔ ہم مسلمانوں کے لئے سوشل میڈیا کے اس پر فتن دور میں بچوں کی تربیت پہ ایک سوالیہ نشان لگا ہوا ہے۔ بہت ہی کٹھن اور سنگین سوال ہے۔ بچوں کی فطرت میں ضد ہے اگر ہماری غفلت سے اسے سوشل میڈیا کے استعمال کی ضد ہو گئی تو والدین کیا پوری دنیا کی طاقت اسے اس ضد سے دور نہیں کر سکتی پھر اس

کی جوانی، بڑھاپا اور پوری زندگی برباد ہوجائے گی۔اس دور کا المیہ یہ ہے کہ بچے کی پیدائش پر ہی کھیلنے کے لئے نٹ موبائل ہاتھ میں تھما دیا جاتا ہے، یہ بچے جوں جوں موبائل سے مانوس ہوتے ہیں اس سے ان کی دلچسپی گہری سے گہری ہوتی چلی جاتی ہے۔ایک وقت آتا ہے کہ وہ تنہائی کا خوگر ہوجاتا ہے۔اسے پڑھائی میں دل نہیں لگتا، دوستوں اور رشتہ داروں سے ملنا اور ان کے یہاں جانا پسند نہیں آتا وہ تنہائی چاہتا ہے۔نٹ والا موبائل اس کے ذہن کو اپنی مرضی کا سکون دیتا ہے۔وہ جس قدر اس کا عاشق بنتا جائے گا اسی قدر اس کے اندر اخلاقی پستی، دیوانگی، تشدد، چڑچڑاپن، اکیلاپن، ناچ گانا، فحش کام، بے ہودہ گوئی، قبیح حرکت اور لایعنی اقوال وافعال کا رسیا ہوتا چلا جائے گا۔اگر ہم اپنے بچوں کا بچپن بچانا چاہتے ہیں اور اسے تاریک زندگی کی بجائے روشن مستقبل دینا چاہتے ہیں تو ابھی اسے موبائل سے دور رکھنا ہوگا۔ سطور ذیل میں مختصرا بچوں کی تربیت کی طرف رہنمائی کرنا چاہتا ہوں تاکہ ہمارے بچوں کا بچپن محفوظ رہے اور اس کی جوانی وبڑھاپا اچھے ماحول میں گزرے۔

تربیت عمدہ کلام کے مجموعہ کا نام نہیں ہے کہ اسے ازبر کرایا اور بچہ تربیت پاگیا، نہیں، تربیت اچھے اخلاق و تعلیم کی مسلسل محنت و عمل کا نام ہے۔اس اصول کو مدنظر رکھیں اور بچوں کی تربیت شروع کریں۔

بچوں کی پہلی تربیت جسمانی ہے اسی سے اس کی شخصیت اور اس کا کردار نکھر کر سامنے آئے گا۔اسلام نے صفائی پہ بہت دھیان دیا ہے اور صفائی کا اہتمام بچپن سے ہی ہونا چاہئے۔جسمانی تربیت میں غسل کا پابندی سے اہتمام، کھانے اور پینے میں صفائی ستھرائی پہ مکمل نگہداشت بلکہ سوتے جاگتے ہاتھ اور چہرہ دھلنے اور دانتوں کی صفائی کرنے پہ کبھی کبھار نہیں مسلسل دھیان دیا جانا چاہئے۔جسمانی تربیت میں صفائی کے ساتھ ساتھ ورزش پر بھی دھیان دینا چاہئے ورزش کے لئے جیم جانا یا کوئی کرتب کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ والدین اپنے ساتھ کبھی صبح کبھی شام یا ویسے ہی فرصت کے مناسب اوقات میں سیر و تفریح پر لے جائیں۔سیر و تفریح کے لئے فحش جگہوں سے بچیں ورنہ فائدہ کی بجائے نقصان ہوگا۔صاف ستھرے کپڑے، صاف ستھری باتیں پاکیزہ عادتیں اور عمدہ فکر و خیال کی مشق کرائیں۔یہ سب جسمانی تربیت میں شامل ہیں۔

دوسری اور سب سے اہم تربیت روحانی ہے۔یہی تو ہماری اسلامی شناخت ہے۔ نبی ﷺ نے بچپن سے بچوں کو تعلیم دی، اخلاق سکھائے، آداب سے آگاہ کئے، اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور سونے جاگنے کے اصول بتائے۔ہم میں سے اکثر یہ خیال کرتے ہیں کہ ابھی تو بچہ ہے جب بڑا ہو جائے گا تو خود ہی سمجھ جائے گا۔ نہیں، ہمیں اپنے بچوں کی ابھی سے ہی تربیت کرنی ہے۔روحانی تربیت میں پہلی چیز توحید وعقائد سے آگاہ کرنا ہے اور اس کے بر خلاف الحادی کام، شرکیہ اعمال، بدعیہ افعال اور کفر وضلالت سے تنفر دلانا ہے۔اس کام کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے بچے پہلے قرآن کی تعلیم حاصل کریں یا انگریزی تعلیم کے ساتھ گھر پہ قرآنی تعلیم کا بھی بندوبست کریں کیونکہ اکثر دیکھا جاتا ہے خالص انگریزی تعلیم اور اس ماحول میں رہنے والے قرآنی تعلیم اور اس کے احکام کو اہمیت نہیں دیتے۔لہذا بچوں کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پیشاب وپاخانہ کے آداب سے لیکر فرائض وواجبات تک کی تعلیم دی جائے۔یہاں میں اپنے ناقص تجربہ کی حد تک ہر ذمہ دار کو یہ مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ مدارس میں پڑھنے والے بچوں کی زیادہ فکر نہیں ہے مگر عصری اسکول میں پڑھنے والے بچوں کو دس سال کی عمر تک کم از کم تیسواں پارہ حفظ کرادیں اور زیادہ سے زیادہ جتنا ممکن ہو اور منتخب ومختصر احادیث کا ایک مجموعہ جس میں چالیس سے لیکر سو احادیث تک ہوں ازبر کرائیں اور ضرورت کی مسنون دعائیں اور اذکار بھی یاد کرادیں۔یاد رکھیں بچے نقل چیں ہوتے ہیں وہ ماں باپ، دوست واحباب اور ماحول ومعاشرہ کی نقل اتارے گا اس لئے دینی تعلیم کے ساتھ اس کا حلقہ وماحول بھی دینی ہو اور سرپرست ہونے کی حیثیت سے آپ کو اس کے لئے نمونہ بننا پڑے گا۔ذہن میں گرہ لگالیں آپ جو کریں گے وہ بچوں کے ذہن کے کیمرے میں قید ہو رہا ہے اسے وہ دہرائے گا۔

روحانی تربیت میں دینی اور اسلامی تعلیم کے ساتھ عملی تطبیق بھی چاہئے، خالی باتوں سے فائدہ نہیں ہوگا اس لئے میں نے کہا کہ بچے اس کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں جو کرتے ہوئے کسی کو دیکھتے ہیں۔آپ کو موبائل استعمال کرتے ہوئے دیکھے گا تو موبائل استعمال کرے گا اور قرآن پڑھتے ہوئے دیکھے تو قرآن پڑھے گا۔ عملی تطبیق کے لئے اپنے ساتھ نماز پڑھنے مسجد لے جائیں اور نماز میں اپنی صف میں بغل میں کھڑا کریں، اسے وضو کرکے دکھائیں، غسل کرکے دکھائیں اور صفائی کے دوسرے طریقوں پر مطلع کریں۔رمضان میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو روزہ رکھوائیں وغیرہ۔اخلاق

کریمہ سے واقف کرائیں مثلا سلام کرنا، چھینک پہ الحمد للہ کہنا، بڑوں کی تعظیم کرنا، والدین اور استاد کی خدمت کرنا، رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا، سوتے جاگتے اور پیشاب و پاخانہ جاتے آتے ذکر کرنا۔اسی طرح برے اخلاق سے باخبر کرکے اس سے روکیں مثلا دوسرے بچوں کو مارنا، بڑوں کے ساتھ بے ادبی کرنا، والدین کو گالی دینا، چوری کرنا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا وغیرہ

تیسری اور آخری بات یہ ہے کہ سوشل میڈیا کے استعمال سے بچوں کو جس قدر ہوسکے دور رکھیں۔ کبھی بھی موبائل خرید کر اسے مستقل طور پر نہ دیں بطور خاص نٹ والا حتی کہ گیم کھیلنے کے لئے بھی نہیں۔ بچپن میں کھیل کود کی ضرورت ہے اس کے لئے گھر اور اچھے دوستوں میں کھیل کود کروائیں اسکول ے کھیل پروگرام میں مشارکت کروائیں یا قلم و کاغذ سے ایسی چیزوں کی مشق کرائیں جس سے اس کے ذہن کو بھی سکون ملے اور کچھ فائدہ بھی ہوجائے ۔اس پہ انعام مقرر کرلیں پھر دیکھیں سارا کھیل بھول کر آپ کی طرف متوجہ ہوجائے گی۔

دس معاون باتیں جو سرپرستوں کو دھیان میں رکھنی ہیں جن سے بچوں کی اچھی تربیت کرسکتے ہیں اور سوشل میڈیا کے پرفتن دور میں اس کے بچپن کی حفاظت کرسکتے ہیں۔

(1) تربیت کے لئے ضروری ہے کہ آدمی کا کردار بلند ہو وہ بات بات پہ غصہ کرنے والا، بچوں کی معمولی معمولی غلطی پہ دانٹنے والا اور جھڑکنے والا نہ ہو بلکہ غلطی پہ اچھے اسلوب میں تنبیہ کرنے والا اور اگر اسے تکلیف دیا ہو تو ان سنی کردینے والا ہو۔ گویا یہ سمجھیں کہ پیار بھرے ماحول میں بچوں کی اچھی پرورش اور بہترین تربیت کرسکتے ہیں۔ ہاں میاں بیوی کے بے وجہ جھگڑے، سدا غم و غصہ کا اظہار اور آپسی تلخی و ناراضگی بچوں کی اچھی تربیت میں رکاوٹ ہے۔

(2) جس طرح ہمیں اپنے گھر میں اچھا ماحول بنانا ہے اسی طرح بچوں کا وہ سارا ماحول اچھا ہو جہاں تک وہ آتا اور جاتا ہو مثلا اسکول، دوست، پارک اور سیر و تفریح کی جگہیں، کسی ایسی پارٹی اور فنکش میں بھی نہ خود جائیں اور نہ ہی

اپنے بچوں کو لے جائیں جہاں منکرات انجام دیے جاتے ہوں۔ایک جملہ میں یہ سمجھ لیں بچوں کی آنکھیں برائی پر نہ پڑے کیونکہ اس سے بچے اثر قبول کرتے ہیں اور اسی کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں۔

(3) اگر اللہ نے آپ کو کئی اولاد سے نوازا ہے تو سب میں برابری والی محبت کریں، تحائف کی خریداری یا فیصلوں میں انصاف نہ رہے تو تربیت کا اثر مفقود ہو جاتا ہے۔اگر آپ بچوں کے والدین نہیں بلکہ صرف سرپرست یا استاد یا مربی ہیں اور کئی بچے آپ کی ماتحتی میں ہیں تو بھی سب کے ساتھ یکساں پیار بھرا سلوک ہونا چاہئے ورنہ آپ کی تربیت و تعلیم کا اثر ختم ہو جائے گا۔

(4) جو بچے باشعور ہو گئے ہیں یعنی دس سال سے متجاوز کر چکے ایسے بچوں کو کمپیوٹر پر وگرامنگ کی تعلیم دینے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر نٹ کمپیوٹر کی آزادی سے وہی خطرہ ہے جو نٹ موبائل سے ہے۔اسی طرح ٹی وی یا گیم ڈوائس سے بھی بچوں کو دور رکھیں۔والدین سوچتے ہیں گیم کھیلنے سے کیا نقصان ہوگا؟ میں کہتا ہوں ایسے دنیاوی گیم کھیلنے سے فائدہ کیا ہے سوائے وقت کے ضیاع اور دماغ پر اس کے منفی اثرات کے؟

(5) اگر آپ بچوں کو نٹ موبائل اور سوشل میڈیا کے نقصان سے دور رکھنا چاہتے ہیں تو آپ ان کے سامنے کم سے کم موبائل استعمال کریں کیونکہ جب اس کا استعمال بچوں کے سامنے زیادہ ہوگا اس کے ذہن میں موبائل کا نقش بیٹھ جائے گا اور آپ سے اس کا مطالبہ کرے گا۔آپ منع کریں گے تو یہ مطالبہ ضد کی شکل اختیار کر لے گا اور جب آپ سو رہے ہوں یا گھر پہ موبائل بھول گئے ہوں وہ موبائل لیکر اسے استعمال کرے گا۔یاد رکھیں اس کے ہاتھ میں نٹ موبائل دینے سے پرہیز کریں اور نہ ہی موبائل کے فنکشن سے واقفیت کرائیں۔ابھی وقت ہے کتاب اور قلم کا تو اس کے ہاتھ میں کتاب اور قلم دیں۔

(6) مربی کے اوصاف اپنے اندر پیدا کریں، نصیحت اپنے سے شروع کریں، اخلاق کا پیکر بنیں اور بچوں کے معاملات کو اس کی نفسیات کے حساب سے حل کریں۔ہر چیز کی فرمائش اور ضد پوری کرنے یا تربیت اولاد پر اولاد کی محبت کو فوقیت دینے یا بچوں کی غلطی پر اصلاح کی بجائے اس کی حوصلہ افزائی کرنے یا اچھے کاموں پر بھی شاباشی کی بجائے نکارت کا اظہار کرنے سے بچے بنتے نہیں بگڑتے ہیں۔یاد رکھیں مربی کی خامی بچوں کی خامی ہے اور مربی کی اچھائی بچوں کی اچھائی ہے۔

(7) ہر بچے میں ایک خاص قسم کا فطری رجحان اور قدرتی صلاحیت ہوتی ہے مربی کو اسے جاننے کی ضرورت ہے تاکہ اس قدرتی صلاحیت کی بنیاد پر اس کی مناسب رہنمائی ہوسکے اور اس کی وہبی صلاحیت کو زیادہ سے زیادہ نکھارا جاسکے۔

(8) زمانہ کے فتنوں اور شیطانی ہتھکنڈوں سے اپنے بچوں کی حفاظت کے لئے اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہئے اور خوب خوب دعائیں کرنی چاہئے۔ رسول مقبول ﷺ سے بچوں کی حفاظت کے لئے دعائیں کرنا منقول ہیں لیکن تعویذ اور امام ضامن کبھی نہ استعمال کرائیں کیونکہ یہ شرک ہے۔ اس کی صحت کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ پاکیزہ روزی اور پاکیزہ غذا خود کھائیں اور اپنے ماتحتوں کو بھی کھلائیں۔ حلال وطیب غذا کا جسم وروح پر پاکیزہ اثر پڑتا ہے اور حرام وخبیث غذا کا برا اثر پڑتا ہے۔

(9) فرصت میں آدمی بے کاری اور نفسانی کام کی طرف عام طور سے رغبت کرتا ہے اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے بچوں کی فرصت کے لمحات بالخصوص لمبی چھٹی کے اوقات ایسے کاموں میں صرف کئے جائیں جن میں ان کے شعور کو بالیدگی، عقل کو تیزی اور ادب واخلاق کو جلا ملے۔

(10) بچوں کی اصلاح اور تربیت کے لئے اسلامی کہانیاں بہت مفید رہیں گی۔ سونے کے وقت بچوں کو انبیاء، علماء اور صحابہ وصحابیات کی روح پرور سچی کہانیاں سنائیں جو سچائی، عدل وانصاف، امانتداری، شجاعت، صدقہ وخیرات، سنت سے محنت، والدین کے ساتھ حسن سلوک، بڑوں کا ادب، چھوٹوں سے شفقت، اخلاق ومروت اور اسلامی آداب واحکام پر مشتمل ہوں۔ کہانی کے ذریعہ سے بچوں میں اسلامی تعلیمات بہترین اسلوب میں جاگزیں ہوں گی۔

آج کے پرفتن دور سے متعلق بچوں کی حفاظت پہ میرے یہ افکار ونتائج تھے جو میں نے قلمبند کئے اس امید کے ساتھ کہ اس میں ہمارے لئے بھلائی کی کوئی بات ہو جس کو روبعمل لانے سے ہمارے بچوں کا بچپن محفوظ اور مستقبل تابناک وروشن ہوجائے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمارے بچوں کو زمانے کے شر وفتن اور شیطان کی گرفت سے بچائے۔ آمین

BACK

کمزور دماغ کے لوگوں کی تنقید

سوشل میڈیا نے جہاں اصلاح کا کام کیا وہیں ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کو یہ حق بھی دے دیا کہ کسی پر بھی کچھ بھی تنقید کر دے۔اس بات کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کہ اس نے کس کو مخاطب کیا ہے اور کون سی زبان استعمال کی ہے؟

سوشل میڈیا پہ ایسے ہی لوگوں کی بہتات ہے جس کی وجہ سے اہل علم طبقہ اس میڈیا پہ ظاہر ہونے سے خوف کھاتا ہے۔ یہ کمزور دماغ اور بیمار ذہن کے لوگ ہیں۔اس میڈیا پہ ان کا کردار طنز و مسخرہ کرنا اور اصلاح کرنے والوں کے کام میں رخنہ ڈالنا ہے۔

اس میڈیا میں تنقید اس قدر شدید ہوتی ہے کہ گہرا دوست بھی یک لخت بچھڑ جاتا ہے،عالم کیا اور جاہل کیا ان لوگوں نے اپنی تنقیدی کمنٹ میں پہچان ختم کر دی ہے۔کوئی صاحب علم و عمل اس میدان میں آئے تو کیوں آئے؟اصلاح کرے تو کس کی؟

کبھی کبھی سوچتا ہوں وہ لوگ حق بجانب ہیں جنہوں نے فیس بوک،ٹیوٹر اور واٹس ایپ وغیرہ کو فتنہ قرار دیا ہے۔یہ وہ جگہ ہے جہاں سے ہمارے بچوں کا ذہن ہی خراب نہیں ہوتا بلکہ دین و اخلاق کا سرمایہ ہی لٹ جاتا ہے۔مگر کبھی ان لوگوں کی یاد ستاتی ہے جن کے پاس صحیح ذریعہ علم نہیں اور وہ واقعی علم دین سے فیض یاب ہونا چاہتے ہیں۔تو دل کرتا ہے کہ ان لوگوں کے لئے بھی کچھ کرنا چاہیئے؟

اور بخدا اسی احساس نے مجھے اس میڈیا کے لئے کچھ کرنے کا حوصلہ دیا اور اپنی بساط بھر لوگوں کی رہنمائی کرنے کی کوشش کی۔سو میں سے 99 فیصد لوگوں نے میرے کام سے مواقفت کی،حمایت کی،دعائیں دی اور حوصلہ افزائی کی۔ ایک فیصد لوگ ہیں جو میری راہ میں رخنہ اندازی پہ تلے ہیں،جیسے ہی میری کوئی تحریر سامنے آتی ہے مکھیوں کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

مزے کی بات یہ ہے کہ 99 فیصد حمایتی لوگوں میں ہر طبقہ کے لوگ ہیں مگر علم کے خواہاں کم علم لوگ زیادہ ہیں جبکہ راستے کا پتھر ایک فیصد لوگ پڑھے لکھے،خود کو سقراط و بقراط سمجھنے والے ہیں۔اس وقت مجھے سقراط کا ایک جملہ یاد آرہا ہے:

''اچھے دماغ کے لوگ خیالات پر تنقید کرتے ہیں، جبکہ کمزور دماغ کے لوگ، لوگوں پر تنقید کرتے ہیں۔''

میں نے تنقید کی ذرہ برابر پرواہ نہیں اپنا کام جاری رکھا کیونکہ اللہ کا کلام مجھے ہمیشہ حوصلہ دیتا رہا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَلاَ يَخَافُونَ لَوْمَةَ لآئِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاء وَاللّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ (المائدہ: 54)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالی بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کی محبوب ہو گی اور وہ اللہ سے محبت رکھتی ہو گی۔ وہ نرم دل ہوں گے مسلمانوں پر اور سخت اور تیز ہوں گے کفار پر۔ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے۔ یہ ہے اللہ تعالی کا فضل جسے چاہے دے، اللہ تعالی بڑی وسعت والا اور زبردست علم والا ہے۔

فیس بوک اور واٹس اپ والوں نے بلاک اور ریمووکا آپشن دے کے ان لوگوں پہ بیحد احسان کیا ہے جو محترم و عزت دار ہیں اور شرپسند عناصر سے حفاظت چاہتے ہیں۔ اگر یہ آپشن نہیں ہوتا تو لوگوں کے درمیان خوں چکاواقعات کا ایسا سیلاب آتا جو روکے نہ رکتا۔

میں تنقید کو برا نہیں سمجھتا جب اصلاح کی غرض سے اچھے اسلوب میں ہو مگر ہمارے یہاں تنقید اصلاح و تعمیر کے لیے نہیں بلکہ تخریب، حوصلہ شکنی، شخصیت کشی اور طنز و تمسخر کے لئے ہوتی ہے۔

ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا فریضہ بنتا ہے کہ تنقید کے آئینے میں پہلے اپنے چہرے کا گرد و غبار صاف کریں پھر کسی کو آئینہ دکھائیں۔

BACK

دعویٰ بغیر دلیل کے باطل ہے

اس وقت عوام کی اکثریت سوشل میڈیا سے جڑی ہوئی۔ہر مذہب،ہر قوم اور ہر سماج کے لوگ یہاں موجود ہیں جو جس قوم ومذہب اور سماج سے جڑے ہوئے ہیں اس قسم کی باتیں شیئر کررہے ہیں۔اور یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ کوئی چیز نٹ پہ شیئر ہوجاتی ہے تو پھر گردش میں آجاتی ہے،ایک نے دوسرے کو،دوسرے نے تیسرے کو اس طرح سے سماجی سرکل میں سرکولیٹ کرتی رہتی ہے ۔ شیعہ اپنی تعلیم کو نشر کررہاہے ، قادیانی اپنی دعوت پیش کررہاہے ، یہود ونصاری اپنے مشن میں مشغول ہیں۔فیس بوک،واٹس اپ، گوگل پلس،ٹویٹر،ٹیلی گرام،یوٹیوب اور دیگر سماجی ذرائع ابلاغ سے ہم تک شیعوں کی، قادیانیوں کی اور یہود ونصاری تمام قسم کے اقوام وملل کی چیزیں منتقل ہوکر آرہی ہیں۔منتقل مواد میں ریفرنس نہ کے برابر ہوتا ہے۔شیعہ کی بعض پوسٹوں میں لکھا ہوتا ہے نبی ﷺ نے فرمایا جبکہ بظاہر پوسٹ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ شیعہ کی تعلیم ہے،اسی طرح قادیانی کا معاملہ ہے۔یہ کافی تشویش ناک امر ہے۔ اس سے زیادہ تشویش ناک یہ ہے کہ اسلام کے دشمن ہماری ہی زبان میں جھوٹی باتیں لکھ کر اور باقاعدہ معتبر کتابوں کا حوالہ دے کر مثلا بخاری ومسلم لوگوں میں پھیلاتا ہے جبکہ یہ چیز ان کتابوں میں مذکورہ بات نہیں ہوتی۔ایسے حالات میں ایک مسلمان کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟سوشل میڈیا کے ذریعہ ہم تک خبریں پہنچیں تو ہم کیا کریں؟ ایک اہم سوال ہے۔

سب سے پہلے ہم یہ جان لیں صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں کو قرآن اور حدیث کے علاوہ کسی بات کو ماننے سے روکتا ہے یعنی جو بات اللہ اور اس کے رسول کی نہ ہو اسے اسلام کا نام دے کر پھیلانا اسلام کے خلاف ہے۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم وہی بات مانیں گے جو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں ہے۔اسی بات کا حکم بھی ہے اور اسی میں ہماری نجات بھی ہے۔اللہ کا فرمان ہے:

فبای حدیث بعد اللہ و آیاتہ یومنون(سورۃ الجاثیۃ:6)

ترجمہ: پس اللہ تعالی اور اس کی آیتوں کے بعد کس حدیث (قرآن) پر ایمان لائیں گے۔

یعنی قرآن اور حدیث کے علاوہ ہمیں کسی پر ایمان لانے کی ضرورت ہی نہیں۔مزید ایک دوسری جگہ اللہ تعالی اپنی اور اپنے پیغمبر کی ہی پیروی کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے:

قُلْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَالرَّسُولَ فإِن تَوَلَّوْاْ فَإِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبُّ الْكَافِرِينَ . (آل عمران :32)

ترجمہ: آپ فرمادیں کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر وہ روگردانی کریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح اللہ کی اطاعت قرآن کی صورت میں ضروری ہے،اسی طرح نبی ﷺ کی اطاعت حدیث (قول، فعل، تقریر اور صفت) کی صورت میں ضروری ہے بلکہ یہ دونوں اطاعتیں دراصل ایک ہی ہیں۔

جیساکہ اللہ کا فرمان ہے: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ (النساء:80)

ترجمہ: جو شخص رسول کی اطاعت کرتا ہے،وہ گویا اللہ تعالی کی اطاعت کرتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسلام کا ایک اصول ہے کوئی بات ہم بغیر دلیل کے تسلیم نہیں کریں گے کیونکہ ہمارا دین دلیل و ثبوت پر قائم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

لو يُعطى الناس بدعواهُم ، لادّعَى ناسٌ دماءَ رجالٍ وأموالهُم . ولكن اليمينَ على المدّعَى عليهِ(صحيح مسلم:1711)

ترجمہ: اگر صرف دعویٰ کی وجہ سے لوگوں کا مطالبہ مان لیا جانے لگے تو بہت سوں کا خون اور مال برباد ہو جائے گا لیکن قسم مدعیٰ علیہ پر ہے۔

یہ حدیث ہمیں بتلاتی ہے کہ دعوی کرنے والے پر لازما دلیل دینی ہے بغیر دلیل کے کوئی دعوی تسلیم نہیں کیا جائے اور جو کسی معاملہ میں انکار کرے تو اسے قسم کھانی ہے۔مدعی کے ذمہ دلیل و برہان دینا ہے اس کی ایک واضح حدیث یہ ہے ۔

البيِّنةُ على المدَّعي واليَمينُ علَى مَن أنكرَ(إرواء الغليل:2685)

ترجمہ: دلیل دینا اس کے اوپر ہے جو دعوی کرے اور قسم کھانا اس کے اوپر ہے جو انکار کرے۔

اس وجہ سے اگر ہم سے کوئی زبانی دعوی کرے یا کوئی خبر سوشل میڈیا پہ ملے جو اسلام کی طرف منسوب کی گئی ہے تو بھیجنے والے سے دلیل و برہان طلب کریں گے اگر بھیجنے والا نہ بتا سکے تو ہم اپنے علماء سے پوچھیں گے کہ کیا اس بات کی اسلام میں کوئی دلیل ہے، اگر دلیل مل جائے تو ٹھیک ورنہ اس بات کو نہ ماننا ہے اور نہ کہیں پھیلانا ہے۔

یہ قاعدہ اپنے ذہن میں رکھیں اور صرف یہود و نصاری اور شیعہ کے لئے نہیں بلکہ کوئی مسلمان بھی آپ سے ذکر کرے اور کہے کہ نبی ﷺ نے اس طرح فرمایا تو ان سے دلیل مانگیں کہ یہ حدیث کہاں ہے۔ اگر حدیث مل جائے تو پھر دیکھیں کہ کہیں ضعیف یا گھڑی ہوئی تو نہیں۔ اگر ایسا ہے تو اس حدیث پر بھی عمل نہیں کیا جائے گا, جو حدیث صحیح ہو بس اسی پر عمل کرنا ہے۔

ان باتوں کے چند نمونے پیش کرتا ہوں۔

قادیانی کی مثال: مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے: تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے مکہ، مدینہ اور قادیان بحوالہ تذکرہ صفحہ 60، از مرزا قادیانی۔

یہ بالکل سفید جھوٹ ہے، قرآن میں قادیان کا کہیں ذکر نہیں ہے ، پھر بھی کوئی قادیانی آپ سے بحث کرے تو کہیں قرآن سے اس دلیل پیش کرو اور یہ طے ہے کہ اسے دلیل کہیں بھی نہیں ملے گی۔

شیعہ کی مثال: ہندی اور اردو زبان میں آپ نے ایک پوسٹ دیکھا ہوگا اس کا عنوان ہے "گھر میں غربت آنے کے اسباب" اس کے تحت چالیس باتوں کا ذکر ہے یعنی ان چالیس باتوں سے گھر میں غربت آتی ہے۔ شیئر کرنے والا اس میسیج میں لکھتا ہے سب پہلے سینڈ کرو کیونکہ جب تک کوئی یہ پیغامات پڑھتا رہے گا جنت میں آپ کے نام کا درخت لگتا رہے گا۔

جب میں نے ان باتوں کی تحقیق کی تو پتہ چلا یہ ساری باتیں شیعہ کی کتابوں میں ہیں اور ہم سادہ مسلمان اسے حدیث مصطفی سمجھ کر اس نیت سے شیئر کر رہے ہیں کہ جنت میں ہمارے نام کا درخت لگتا رہے گا۔

بریلوی کی مثال: الیاس قادری بریلوی کا کہنا ہے کہ رات کو جھاڑو دینے سے تنگ دستی آتی ہے۔ اس بات کو ہم قرآن وحدیث کی کسوٹی پہ پرکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے یہ سراسر جھوٹ ہے، اس بات کا تنگ دستی یا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

دیوبندی تبلیغی کی مثال: مولانا طارق جمیل کے بہت سارے قصے کہانیاں لوگوں میں گردش کررہے ہیں مثلا اللہ تعالی نے نبی ﷺ کا جنازہ پڑھا، محمد علی جناح سے قبر میں طارق جمیل کی ملاقات وغیرہ۔ کوئی بھی بات ہو شریعت سے اس کی دلیل ہے تو اھلا و سھلا، نہیں تو مولانا طارق جمیل ہوں یا کوئی اور انکی بات رد کردی جائے گی۔

صوفیوں کی ٹولی بہت گمراہی پھیلارہی ہے، بزرگوں اور اماموں کے نام پہ جھوٹی باتیں امت میں پھیلارہے ہیں اس لئے ہمیں ہر حال میں اسلام کی طرف منسوب باتوں کی دلیل ڈھونڈنی ہے اور اس کی تحقیق کرنی ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ يأيها الذين آمنوا إذا ضربتم في سبيل الله فتبينوا ولا تقولوا لمن ألقى إليكم السلام لست مؤمنا ﴾(سورة النساء :94)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب اللہ کی راہ میں نکلو تو خوب تحقیق کرلیا کرو، اور جو شخص تم پر سلام کہے تو اسے (کافر سمجھ کر) یہ نہ کہو کہ تو مؤمن نہیں۔

جو بات بغیر دلیل کے ہو اسے نہ ماننا ہے اور نہ کہیں شیئر کرنا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

كفى بالمرءِ كذبًا أن يُحَدِّثَ بكلِّ ما سمِع(صحيح مسلم [المقدمة])

ترجمہ: کسی انسان کے جھوٹا اور ایک روایت کے مطابق گناہگار ہونے کیلئے اتناہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات (بغیر تحقیق کے) آگے بیان کردے۔

BACK

واٹس اپ گروپ: اصول ونظریات

واٹس اپ سوشل میڈیا کا زبردست حصہ ہے، اس کے ذریعہ جہاں تخریبی کام کیا جاسکتا ہے وہیں دینی اعتبار سے بھی اسکی افادیت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

واٹس اپ کی افادیت میں سے ہے کہ اس پہ گروپ بناکر دعوت وتبلیغ کا نمایاں کام بآسانی انجام دیا جاسکتا ہے اور الحمد للہ متحرک وفعال مسلم نوجوانوں نے اس کی طرف توجہ مبذول کی اور نوع بنوع گروپ بناکر مختلف طریقے سے دین کی تبلیغ کا کام لیا اور لیا جاتا رہے گا۔

سیکڑوں گروپ کا ممبر ہونے سے ذاتی طور پہ مجھے کافی تجربہ ہوا، اس وجہ سے گروپ سے متعلق مفید پہلوؤں پہ لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ انہیں میں چند نکات میں الگ الگ بیان کرتا ہوں۔

واٹس اپ گروپ کا نام

☆ اگر کوئی خاص ہدف ہو تو ہدف کے مطابق گروپ کا مخصوص نام رکھا جائے مثلا تلاوت وترجمہ، درس قرآن، درس حدیث، علمی مباحثہ، وائس میسیج، خطبات وغیرہ

☆ ویسے عمومی طور پہ واٹس اپ کے لئے مختصر اور عمومی نام رکھنا زیادہ بہتر ہے تاکہ اس میں دین سے متعلق ہر قسم کی مفید اشیاء شیئر کی جاسکے۔

☆ لمبے ناموں سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ وہ اسکرین پہ مکمل ظاہر نہیں ہوتا۔

واٹس اپ گروپ کے مقاصد

☆ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ دین کا صحیح علم حاصل کرے اور ہر ممکن وسائل کے ذریعہ علم کی نشرواشاعت کرے۔ واٹس اپ بھی دین کی اشاعت کا اہم ذریعہ ہے لہذا جو اس پہ کام کرسکتے ہیں انہیں اس پہ بھی دینی کام کرنا چاہئے۔

☆ گروپ کا اہم مقصد فقط صحیح دین کی رہنمائی اور اس کا فروغ ہو مگر کچھ لوگوں نے اسے وقت گذاری کا مشغلہ بنا رکھا ہے جو زندگی کے قیمتی لمحات کے لئے زہر ہلاہل ہے۔

☆ دین کے نام پہ فضول کلام، نادانوں سے طول کلامی، بلاوجہ بحث وتکرار اور غیر ضروری امور پہ بات چیت تضییع اوقات کے ساتھ فتنہ وفساد کی جڑ ہے۔

☆ بعض لوگ گروپ کا مقصد مخالفین کو طعن وتشنیع، عیب جوئی اور گالی گلوج سمجھ رکھا ہے۔ اس سے سوائے فساد وتشدد کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ اس لئے ہر کسی سے حکمت وموعظت کے ساتھ بات کی جائے۔

واٹس گروپ کے اصول ونظریات

☆ اگر کوئی مخصوص علمی گروپ ہو تو اس میں وہی پوسٹ ڈالی جائے جس مقصد کے تحت گروپ معرض وجود میں آیا ہے۔

☆ عام گروپ میں دین سے متعلق ہر قسم کی باتیں پوسٹ کی جاسکتی ہیں، ساتھ ساتھ گروپ کا رکھ رکھاؤ برقرار رکھنے کے لئے کثرت مضمون اور غیر ضروری اشیاء پہ اڈمن کی طرف سے پابندی ہوسکتی ہے۔

☆ واٹس اپ کا کوئی بھی گروپ ہو اس میں لمبی پوسٹ سے بچنا چاہئے اور اگر کوئی آڈیو یا ویڈیو نشر کرے تو لازما تحریری طور پہ اس کی مختصر وضاحت کردے۔

☆ گروپ کے اصول میں بعض کے یہاں امیج کی ممانعت، بعض کے یہاں ویڈیو کی ممانعت تو بعض کے یہاں تحریر یا کمنٹ کی ممانعت ہوتی ہے۔ یہاں میں یہ مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ اگر مخصوص گروپ نہ ہو بلکہ عمومی ہو تو ان چیزوں کی ممانعت نہیں ہونی چاہئے کیونکہ کسی مسئلے کا حل کبھی امیج میں ہوتا ہے تو کبھی تحریر یا آڈیو، ویڈیو میں۔

☆ مخصوص علمی گروپ کا نام بھی مخصوص ہونا چاہئے تاکہ مواد شیئر کرنے والے کے لئے ہمیشہ گروپ کا مقصد واضح رہے۔

☆ بعض لوگ گروپ کا نام عمومی رکھتے ہیں مگر مقصد خاص ہوتا ہے جو کہ گروپ ممبر کے لئے خاصا دشوار ہے۔ اس کی

وجہ ایک آدمی کئی گروپ میں شامل ہوتا ہے اسے الگ الگ ہر گروپ کا مقصد اور اصول از بر نہیں ہوتا۔اس لئے عمومی نام کو خاص علمی مقصد کے تحت استعمال نہ کیا جائے۔

☆ دیکھنے میں آیا ہے بعض گروپ کی ہدایت ہوتی ہے کہ فلاں وقت سے فلاں وقت تک کوئی میسیج نہیں کرے۔ میرے خیال سے یہ اصول پرسنل میسیج کے لئے تو ہو سکتا ہے مگر گروپ کے لئے نہیں کیونکہ ہر آدمی اپنے وقت اور سہولت کے حساب سے واٹس اپ استعمال کرتا ہے۔ اگر کسی کو رات یا دن کے کسی حصے میں آواز سے یا میسیج سے دشواری معلوم ہوتی ہے تو وہ آواز بھی بند کر سکتا ہے اور نٹ بھی۔

☆ گروپ کا ایک اہم اصول یہ بھی ہو کہ غیر ضروری مواد سے بچنے کے علاوہ صرف دلائل سے مستحکم پوسٹ ہی شیئر کی جائے۔غلط افکار، پروپیگنڈا، لایعنی باتیں خصوصا غیر شرعی امور سے یکسر اجتناب کیا جائے۔

☆ گروپ میں بات چیت یا کسی مسئلے پہ مباحثہ اسلامی آداب اور اسلامی ماحول میں ہو۔

☆آپ جب بھی کوئی تحریر لکھیں تو لازما اس پہ اپنا نام لکھیں تاکہ مضمون، صاحب مضمون سے جانا جائے اور عوام کے لئے الجھن کا سبب نہ بنے۔

☆کسی کی ذاتی پوسٹ پہ اپنا نام اور موبائل نمبر لکھنا یا رنجش وحسد میں پوسٹ سے محرر کا نام ہٹانا علمی اعتبار سے قبیح عمل ہے۔

گروپ اڈمن کے اصول

☆ واٹس اپ پہ گروپ کی سہولت ہونے کی وجہ سے ہر کوئی چاہتا ہے کہ اس کا اپنا الگ گروپ ہو اور وہ جیسے تیسے بغیر اجازت لوگوں کو شامل کرلیتا ہے جس کی وجہ سے گروپ کی کثرت تو نظر آتی ہے مگر افادیت نظر نہیں آتی۔ اسلامی گروپ اڈمن کے لئے علمی صلاحیت کا ہونا بہت ضروری ہے تاکہ وہ لوگوں کی صحیح رہنمائی کرے۔

☆آپ کہیں گے کہ اڈمن کے لئے صلاحیت کی کیا ضرورت ہے؟ میں کہوں گا گروپ میں جو بھی پوسٹ کی جائے گی

اس کی صحت وضعف کی طرف کون اشارہ کرے گا؟ گروپ کی حیثیت ڈبے کی نہیں ہے جس میں بغیر تمیز کئے غلط سلط ہر بات ڈالی جاتی رہے۔ ورنہ گروپ کا کوئی مقصد ہی نہیں رہ جائے گا۔

☆ہاں اگر گروپ اڈمن میں صلاحیت کی کمی ہے تو گروپ ممبر کی رہنمائی کے لئے کسی باصلاحیت ممبر کو شامل کرے۔

☆ گروپ اڈمن کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنے گروپ میں بغیر اجازت کسی بھی ممبر کو شامل نہ کرے اور شمولیت کے لئے گروپ کے اصول و نظریات سے بھی واقف کرائے۔

☆کسی ممبر سے لغزش ہونے پہ پہلے اسے تنبیہ کرے۔ غلطی پہ مصر رہنے کے عالم میں اسے گروپ سے باہر کردے ورنہ گروپ کاماحول خراب ہوجائے گا۔

☆ وقت گذاری، ہنسی مذاق، لہو ولعب اور فحش وبیہودہ گوئی کی خاطر کوئی گروپ نہ بنائے ورنہ اس کا وبال اڈمن کے سر ہی آئے گا۔

☆اڈمن بغیر جانبداری کے تمام ممبران کا ادب واحترام کرے اور ہر ایک دوسرے کا احترام کرے اس بات کی ہدایت جاری کرے۔

☆بسااوقات نااہل اور بداخلاق ممبر کی وجہ سے کبھی کبھی دوسرے ممبر کو اس کی بدگوئی سے تکلیف ہوتی ہے تو کبھی اڈمن کو۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ جس کے متعلق بداخلاقی کا تجربہ ہوجائے، بجائے اس کے کہ اس کے ساتھ بھی بداخلاقی کی جائے اسے بلاک کردیا جائے۔

☆واٹس اپ کے ذریعہ بعض مسلم نوجوان بہت کام انجام دے رہے ہیں جس کے بدلے انہیں مخالفین کی طرف سے گالی دی جاتی ہے،اس بات پہ میں صبر کی تلقین کرتا ہوں۔

ایک اہم انتباہ

اولا اپنی ذات کو پھر واٹس اپ سے جڑے ہر آدمی کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ کبھی بھی کوئی غلط یا فحش چیز شائع نہ کریں۔ ایک دفعہ شائع ہونے کے بعد وہ ہمیشہ گردش میں رہے گی اور سب کا گناہ ہمارے سر آئے گا۔اسی طرح ہمیں جو پوسٹ

ملے اس کو آگے شیئر کرنے سے پہلے اچھی طرح تحقیق کرلیں۔ بسااوقات قرآن کی آیت میں غلطی ہوتی ہے اور کبھی حدیث لکھی رہتی ہے مگر وہ حدیث نہیں ہوتی۔ اور کبھی کبھی قرآن و حدیث کا الٹا پلٹا مطلب نکالا گیا ہوتا۔ اسلئے اس معاملے میں ہمیں احتیاط سے کام لینا چاہئے۔

BACK

واٹس اپ استعمال کرنے کے آداب

1/ جو بھی قرآنی آیت یا حدیث آپ کے پاس آئے اسے فارورڈ کرنے سے پہلے چیک کر لیں یا کسی مستند عالم سے پوچھ لیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے اوپر جھوٹی حدیث کو پھیلانے کا وبال اور گناہ آ جائے۔

2/ اپنے واٹس اپ کو لوگوں کی برائی اور غیبت کا ذریعہ نہ بنائیں، یاد رکھیں کہ صرف ایک غیبت والی بات شیر کرنے کی وجہ سے لاکھوں لوگوں کا گناہ آپ کے سر آ جائے گا اور آپ کو معلوم بھی نہیں ہوگا۔

3/ لوگوں کی عزت کے پیچھے نہ پڑیں، کسی کی جاسوسی نہ کریں، کیونکہ جو دوسروں کی عزت پر ہاتھ ڈالتا ہے اللہ تعالی اسے ذلیل ورسوا کر دیتا ہے۔

4/ شہد کی مکھی کی مثال بنیں جو خوشبودار چیزوں پر ہی بیٹھتی ہے اور لوگوں کو فائدے کی چیز "شہد" دیتی ہے۔ ایسے حادثات وواقعات کو شیر نہ کریں جن سے کوئی فائدہ نہ ہو، لوگوں کو خوش کریں نہ کہ مایوس کریں۔ مکھی کی مثال نہ بنیں جو گندگی پر بیٹھتی ہے۔

5/ اپنے ملک ووطن سے متعلق غلط باتیں شیر نہ کریں، ایک ذمہ دار شہری بنیں۔ اللہ کا شکر بجا لائیں کہ آپ اپنے ملک میں آزادانہ طور پر اپنے دین پر عمل کر سکتے ہیں۔

6/ دوسروں کی خصوصا علمائے کرام کی عیب جوئی نہ کریں، الا یہ کہ کسی غلطی پر متنبہ کرنا ہو۔ دوسروں کا عیب تلاش کرنے کے بجائے اپنی اصلاح کی زیادہ فکر کریں، اس لئے کہ عیب تلاش کرنے کے لئے زبان سب کے پاس ہے۔

7/ کوئی لنک شیر کرنے سے پہلے چیک کر لیں، کہیں انجانے میں خلاف شرع بات نہ شیر کر دیں۔

8/ کسی کو کوئی میسیج بھیجنے سے پہلے یہ ضرور دیکھ لیں کہ ان کا وقت مناسب ہے کہ نہیں۔

9/ کوئی ضروری نہیں کہ ہر وہ چیز جو آپ کے پاس آئے اسے لا محالہ شیر کریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بیان کرے" اس لئے صرف تحقیق شدہ چیزوں کو ہی بھیجا کریں

۔

10/ہمیشہ واٹس اپ سے چمٹے رہنا مناسب نہیں، مہمان ہو توان کا خیال کریں، کلاس روم میں ہوں، والدین کے پاس ہوں، یا احباب کے ساتھ ہوں اس وقت واٹس اپ بند کر دیں یعنی صرف مناسب اوقات میں ہی واٹس اپ کا استعمال کریں۔

11/اپنے اوقات کا محاسبہ کریں کہ کتنے اوقات واٹس اپ استعمال کرتے ہیں؟ اور کتنے اوقات سمجھ کر قرآن کریم پڑھنے اور دین سیکھنے، سکھانے پر صرف کرتے ہیں؟ اور کتنے اوقات دیگر ضروری امور پر؟ اس کے بعد اوقات صرف کرنے کا صحیح روٹین تیار کریں۔

12/لوگوں کو زیادہ سے زیادہ قرآن و حدیث کی صحیح باتیں پہنچائیں اور عوام میں پھیلے غلط افکار و نظریات کی بھرپور تردید کریں لیکن واضح رہے اپنی دعوت کا محور عقیدہ توحید کو بنائیں۔

13/جو بھی چیزیں دوسروں کو بھیجتے رہیں گے وہ سب آپ کے نامہ اعمال میں اندراج ہوتا رہے گا۔اس لئے آپ کی ہمیشہ یہ کوشش ہو کہ ہمارے نامہ اعمال میں کار ثواب لکھا جائے اور عذاب والے تمام کام سے پرہیز کریں۔

BACK

واٹس ایپ پہ سنجیدگی اور انضباط وقت کی ضرورت

سوشل میڈیا کا بڑا فائدہ ہے مگر ساتھ ہی اس کے نقصانات بھی بہت زیادہ ہیں۔ ان میں وقت کا ضیاع بہت زیادہ اہم ہے۔ وقتوں کی پامالی سے ہمارے بہت سارے امور متاثر ہوتے ہیں۔ حقوق العباد سے لیکر حقوق اللہ تک متاثر ہوتے ہیں۔ میرے علم میں ہم میں سے شاید کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس کا پیشہ واٹس ایپ استعمال کرنا ہو، ضرور کوئی نہ کوئی ذریعہ معاش ہوگا، دن بھر میں کوئی نہ کوئی گھریلو، سماجی اور دینی مشغلہ ہوگا۔ ایسے میں اگر کوئی رات ودن سارا سارا وقت واٹس ایپ کے استعمال میں لگاتا ہے وہ ذمہ داری میں کوتاہی کرے گا، پیشہ کے ساتھ ناانصافی کرے گا، گھریلو امور میں والدین کے ساتھ، بھائی بہنوں کے ساتھ، بیوی بچوں کے ساتھ زیادتی کا شکار ہوگا حتی کہ نماز کی پابندی، فیلڈ ورک اور اعمال کو اوقات کے انضباط کے ساتھ ادا نہیں کر پائے گا۔

کئی سالوں سے میں سوشل میڈیا سے جڑا ہوا ہوں، میں نے اس میڈیا پہ وقتوں کا ضیاع بہت حد تک محسوس کیا ہے، اس سے لوگوں کی زندگی تباہ ہوتے دیکھا ہے، گھروں میں افتراق پھیلتے دیکھا ہے، معیشت و معاشرت کو متاثر ہوتے دیکھا ہے، ذہنی طور پر سختی، حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی، غیروں کے ساتھ تعلقات اور اپنوں سے بے اعتنائی برتتے دیکھا ہے۔ جو یہاں زیادہ وقت صرف کرتا ہے اسے پھر کہیں اچھا نہیں لگتا، سارا سارا دن اور ساری ساری رات بس اسی کو اپنا ساتھی بناتا ہے، جسم بھی متاثر ہوتا ہے، اوقات کی پابندی بھی نہیں رہتی ہے، بہت سارا ضروری کام کل پر ٹالتا رہتا ہے اور اچانک بڑی مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ ہمیشہ نئی نئی چیزوں کی تلاش میں، نئے نئے لوگوں سے تعلقات استوار کرنے میں اور ہر جگہ حصہ داری نبھانے میں غلط سلط کام بھی انجام دیتا ہے، غیر اخلاقی حرکات بھی سرزد ہوتے ہیں، اخلاق کے ساتھ ایمان بھی دھیرے دھیرے کمزور ہونے لگتا ہے اور نیک کاموں کی انجام دہی سے توجہ ہٹتی چلی جاتی ہے۔

میں اپنے تجربات کی روشنی میں سوشل میڈیا سے جڑے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اس کا استعمال کم سے کم کریں، اپنی ذمہ داریوں اور حقوق وواجبات کو ادا کرنے کے بعد کریں، اپنے وقتوں میں سے صرف فارغ وقت میں ہی اسے استعمال کریں بلکہ رات ودن کے کسی ایک مناسب وقت کو منتخب کرلیں اور نصف یا گھنٹہ بھر ہی یہاں صرف کریں۔

ایک بات یاد رکھیں، بہت سے لوگ ایسے گروپ سے جڑنا چاہتے ہیں جہاں تر کی بتر کی کمنٹ و تبصرہ ہوتا ہے، جہاں پوسٹنگ زیادہ اور سیکڑوں کی تعداد میں شیئرنگ ہوتی ہو ایسے لوگ زیادہ دیر تک میدان میں ٹک نہیں پاتے ہیں، کسی بھی میدان میں دیر تک وہی برقرار رہتے ہیں جن کے پاس وقت کی پابندی، تسلسل اور سنجیدگی ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ سوشل میڈیا سے جلدی جلدی زیادہ علم حاصل کرنے کے چکر میں بہت سارے نقصانات کے ساتھ ان کے علم میں بھی پائیداری نہیں ہوتی جو یہاں جلد باز بنتے ہیں۔ جو چیز جتنی جلدی آتی ہے وہ اتنی جلدی چلی بھی جاتی ہے یعنی سوشل میڈیا سے جلد بازی میں حاصل کئے گئے علوم جلد ہی ذہن سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ اس لئے یہاں اوقات کی پابندی کے ساتھ سنجیدگی بھی ضروری ہے۔ بہتوں کا مشغلہ ہوتا ہے کسی عالم سے سوال کیا اگر فوراً جواب نہ ملا تو دوبارہ اس سے رابطہ ہی ختم کر لیتے ہیں، کسی گروپ میں شامل ہوا اور جواب میں تاخیر ہوئی یا گروپ میں پوسٹنگ کی کمی دیکھی باہر ہو گئے۔ دین امانت میں ہم ایسے لوگوں کو بھی سنجیدگی کا مظاہرہ کرنے کی نصیحت کرتے ہیں اور ان عالموں کو بھی نصیحت کرتے ہیں جو جواب دینے میں عجلت کرتے ہیں۔ ذرا غور کریں جب کسی فتوی کمیٹی کو کوئی سوال بھیجا جاتا ہے تو جواب کی تیاری میں کس قدر محنت، دلیل کی چھان بین اور تحقیق کی جاتی ہے پھر جواب دیا جاتا ہے ۔ سوشل میڈیا پہ بہت سے کم علم لوگ بہت سارے ایسے جوابات عجلت میں نشر کرتے ہیں جو عوام کے لئے فتنے کا باعث بن جاتے ہیں اور پھر علماء کے لئے بھی پریشانی کا سبب بن جاتا ہے۔

کل میں نے فیس بک پر اعلان کیا کہ مجھے اپنے علمی گروپ "اسلامیات" میں چند اشخاص کی ضرورت ہے جنہیں میرے گروپ سے منسلک ہونا ہے وہ مجھے واٹس ایپ پر میسج کریں، پھر کیا تھا دیکھتے دیکھتے اعلان کے نیچے سیکڑوں نمبر درج ہو گئے۔ میں حیران کہ ان سب کا کیا کروں جبکہ جتنی تعداد مجھے چاہئے تھی اس سے زیادہ ہی واٹس ایپ پر ہی میسج موصول ہو گئے۔ پھر اللہ سے اجر کی امید کرتے ہوئے فیس بک پہ درج کئے گئے سارے نمبروں کو نام کے ساتھ محفوظ کیا، ان کے لئے ایک نیا گروپ "اسلامیات 2" کے نام سے ترتیب دیا، جب گروپ میں آگئے تو یہاں سے لوگ باہر نکلنا شروع ہو گئے۔ میں نے تو انہیں لوگوں کو شامل کیا جنھوں نے شامل کرنے کو کہا تھا بلکہ اپنے گروپ کے اصول بھی بتلادیا تھا پھر یہاں کیا ہو گیا؟ نئے گروپ کے سارے ہی ایسے نہیں تھے، ان میں سے کچھ تھے۔ ان لوگوں کی اس حرکت سے اندازہ لگایا کہ یہ لوگ غیر سنجیدہ تھے، سوچتے ہوں گے اس گروپ میں ہنگامہ ہوگا، پوسٹ پہ پوسٹ آئے

گی ،رات ودن اس میں لگے رہیں گے   مگر میرا گروپ سنجیدہ ہوا کرتا ہے اپنے من کی مراد پوری نہیں ہوئی گروپ سے باہر ہونے لگے۔ یہاں مجھے حسین رضی اللہ عنہ کے وہ جھوٹے ساتھی یاد آگئے جنہوں خط بھیج بھیج کر انہیں کوفہ بلایااور ساتھ دینے کاوعدہ کیا،جب حسین ان کے پاس پہنچ گئے تو ساتھ چھوڑ گئے۔

بہر کیف ! سنجید گی اپنائیں، جلد بازی کا کوئی کام صحیح نہیں ہوتااور سوشل میڈیاپہ وقت کا بیحد خیال کریں۔ جس طرح اپنے جسم کا حق ادا کرنا ہے اسی طرح گھر والوں کے حقوق کے ساتھ خالق ومالک کا   اور دنیاوالوں کا بھی حق ادا کریں۔

BACK

اسلامی پوسٹ پہ اپنا نام لکھنا

سوشل میڈیا اس قدر پاور ہو گیا ہے کہ اس کی طاقت سے ہر کوئی متاثر ہو گیا اور ہر قسم کے لوگ اس سے جڑ گئے۔
لوگوں کی بھیڑ بھاڑ اور مختلف قسم کی اشیاء ادھر سے ادھر ہونے کے سبب بہت قسم کے مسائل بھی پیدا ہو گئے۔
ان میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ واٹس اپ اور فیس بوک وغیرہ کی پوسٹ پہ جب اس کے لکھنے والے کا نام ہوتا ہے تو کچھ لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ اس پہ نام کیوں لکھا جاتا ہے؟
کچھ اس قسم کے خیالات کا بھی اظہار کرتے ہیں جو میرے ایک قریبی حبیب کو کسی نے مشورۃً یا طنزاً کہا ہے۔
"ایک شخص مجھے کہتا ہے کہ قرآن وحدیث تمہاری جاگیر نہیں ہے اس لئے جب مضمون لکھو تو اس پر اپنا نام لکھنا ضروری نہیں اور وہ میرا نام میرے مضمون سے ہٹا دیتا ہے. کہتا ہیکہ تم شہرت کے لئے تبلیغ کر رہے ہو یا اللہ کی رضا کے لئے؟"
یہ جملہ طنز کے ساتھ اپنے اندر صاحب مضمون سے بعض وعداوت بھی رکھتا ہے۔
یہ سوال سوشل میڈیا کی آمد سے پہلے نہیں تھا۔ آپ دیکھتے ہوں گے، اخبارات ہوں، رسائل ہوں، مضامین ہوں، کتابیں ہوں یا کتابچے کوئی بھی بغیر محرر کے نام کے نہیں ہوتا، یہ سوال یہاں نہیں کیا جاتا ہے، صرف واٹس اپ یا فیس بوک وغیرہ جیسے سماجی میڈیا پہ کیا جاتا ہے۔
اس سلسلے میں کہنا چاہتا ہوں کہ کوئی بھی پوسٹ یا مضمون ہو اس کے لکھنے والے کا نام خصوصاً اِس وقت بیحد ضروری ہے ۔اِس کے کئی وجوہات ہیں اُن میں دو اہم الاہم ہیں۔
(1) مضمون، مضمون نگار کی حیثیت سے جانا جائے گا جو کہ روایت اور حق ہے۔
(2) بدعت وخرافات کے دور میں مضمون نگار کے نام سے ہی مضمون کی حیثیت واضح ہو جائے گی جبکہ اس نے نام کے ساتھ اضافی صفت لگا رکھی ہو۔
اسی سبب ہم دیکھتے ہیں کہ جب کسی بات کو باوزن کرنی ہو تو کسی متعبر عالم کا ان کے نام کے ساتھ قول ذکر کیا جاتا ہے۔
سماجی میڈیا کے مضمون پہ نام لکھنے کے اثرات:

☆ مضمون کا مقصد تبلیغ واصلاح ہوتا ہے،اس لئے کچھ لوگ مضمون میں اس کے لکھنے والے کا نام ہو یا ہو وہ مضمون کو ویسے ہی دوسرے سماجی میڈیا پہ شیئر کرتے ہیں۔ حقیقت میں ایسا ہی ہونا چاہئے۔

☆ مضمون کتنا اچھا ہی کیوں نہ ہو، کچھ لوگ مضمون نگار کا نام دیکھ کر جل بھن جاتے ہیں۔ایسے لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ایک تو وہ ہیں جو وہ مضمون کہیں شیئر ہی نہیں کرتے،اور ایک وہ،ہی جو فوراً نام کاٹ دیتے ہیں پھر اسے شیئر کرتے ہیں۔

☆کچھ ایسے بھی ملے جو دوسروں کے مضامین سے ان کا نام اڑا کر اپنا اسم گرامی ثبت کر دیتے ہیں۔یہ بدترین قسم کا جرم ہے۔

☆لوگوں کی اکثریت ایسی ہے جو ایسے مضامین اور پوسٹ شیئر کرتی ہے جن پہ کسی کا نام نہ ہو۔

میں آخر میں سوال کرنے والے اور شیئر کرنے والوں سے عرض کرتا ہوں کہ کام کرنے والوں کو کام کرنے دیں،ان کی راہ میں رکاوٹ پیدا نہ کریں اور اگر کسی پوسٹ پہ مضمون نگار کا نام ہے اور آپ اس وجہ سے اسے شیئر نہیں کرنا چاہتے تو آپ خود ہی محنت کر کے مضمون تیار کریں اور اپنا نام لکھ کر شائع کریں یا نہ لکھیں جیسا کہ آپ کا سوال ہے۔

اور اسی طرح مضمون لکھنے والوں سے بھی عرض کرتا ہوں کہ کسی کا مضمون لیکر دو چار جملے ادھر سے ادھر کر کے اپنا نام نہ لکھیں بلکہ اپنی محنت سے خود کی کاوش تیار کریں پھر اپنا نام لکھیں، ترجمہ ہے تو ترجمہ لکھیں۔

اور یہ دھیان میں رہے کہ کسی پوسٹ پہ نام لکھنا ہی ہے ایسی بات نہیں ہے بغیر نام کے بھی کام چل سکتا ہے اور چل رہا ہے،تاہم مضمون پہ محرر کا نام ہو یہ حق بھی ہے اور بہتر بھی۔

BACK

فیس بوک پہ لڑکی کے نام سے ID چلانا

سوشل میڈیا اس وقت بہت ترقی کر گیا ہے، بایں سبب اکثر و بیشتر مرد و خاتون اس سے جڑے ہوئے ہیں. اس میڈیا نے جہاں کچھ اچھے اثرات چھوڑے وہیں اس کے منفی اثرات بھی سماج پہ بہت مرتب ہوئے.
سوشل میڈیا میں فیس بوک کافی مقبول خاص وعام ہے، اس سے ہر ایرا غیرا جڑ گیا ہے جس کی وجہ سے خصوصا خواتین کو بہت دقت کا سامنا ہے.

فیس بوک پہ موجود بدقماشوں نے خواتین سے اس لئے رابطہ بنایا کہ ان سے لذت اندوز ہوا جائے.
اس خطرہ کے علاوہ فیس بوک پہ ایک خطرناک پہلو لڑکوں کا لڑکی کے نام سے آئی چلانا ہے.

اس پہ کئی پہلو سے بات کروں گا.

(1) لڑکی کے نام سے آئی ڈی چلانے کی وجہ؟

اس کے چند وجوہات ہیں.

- مرکزی وجہ لڑکیوں اور فحش اشیاء سے لطف اندوز ہونا ہے.
- ایک وجہ اپنی پوسٹ پہ زیادہ سے زیادہ تعریف، کمنٹ اور لائک جمع کرنا ہے.
- چونکہ لڑکی کی آئی ڈی کو فیس بوک لوگ کافی اہمیت دیتے ہیں، بنابریں کچھ لوگ خاص ہدف کے لئے لڑکی کا نام استعمال کرتے ہیں یہاں تک کہ دین کا کام بھی کرتے ہیں.
- اور کچھ لوگ اپنے رشتے دار خواتین کے نام سے آئی ڈی چلاتے ہیں مثلا شوہر بیوی کے نام سے، عاشق معشوقہ کے نام سے وغیرہ.

(2)مثبت یا منفی اثرات:

اس طرح کی آئی ڈی سے مجھے کوئی مثبت اثر تو نظر نہیں آتا مگر منفی اثرات نے ہزاروں لڑکی کی زندگی تباہ و برباد کرڈالے۔ چند مثالیں۔

- کسی لڑکی سے گہری دوستی کر کے برہنہ تصویر کا مطالبہ
- کھلم کھلا بات چیت
- پیار اور شادی کا جھانسہ دیکر عزت سے کھلواڑ
- یہاں تک کہ قتل غیر فطری موت یعنی خودکشی تک معاملہ پہنچ گیا۔

(3)شرعی موقف:

اسلامی اعتبار سے کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ ایک لڑکا کسی لڑکی کے نام سے آئی ڈی بنائے کیونکہ اس میں کئی ایسی باتیں ہیں جو شرعاً ممنوع ہیں۔

- دوسروں کے نام کا غلط استعمال
- وجوہات سے واضح ہے کہ اس کی اصل وجہ لڑکیوں سے لطف اندوز ہونا ہے جو کہ حرام ہے۔
- یہ مکمل فراڈ، دھوکہ اور جھوٹ کا پلندہ ہے۔
- اگر کسی نے مجبوری، خاص مقصد یا دینی غرض کے تحت بھی ایسا کیا تو یہ ناجائز ہے۔

یعنی اس کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے۔

(4)حرف آخر:

جنہوں نے بھی اس قسم کی آئی ڈی بنائی ہے وہ فوراً اپنی آئی ڈی ڈیلیٹ کرے اور اپنے سابقہ گناہوں سے اللہ تعالی سے

معافی مانگے، اگر کسی کو تکلیف پہنچائی ہے تو اس سے معافی طلب کرے.

اور خصوصا میری نصیحت ہے خواتین حضرات کے لئے کہ ایسے پر فتن دور میں آپ کا فیس بوک سے الگ رہنا ہی بہتر ہے، پھر بھی اگر آپ فیس بوک استعمال کرتی ہیں تو احتیاطی تدابیر اپنائیں.

- انجان کو دوست نہ بنائیں
- اپنی تصویر کبھی بھی اپ لوڈ نہ کریں، پروفائل میں بھی نہیں.
- بلکہ اپنے گھر والوں کی بھی تصویر سے گریز کریں.
- کسی اجنبی سے چیٹ یا انجان کال پہ بات نہ کریں.
- شرعی حدود میں رہ کر ہی فیس بوک کا استعمال کریں.

BACK

موبائل یا کمپیوٹر سے امیج بنانے والوں کی خدمت میں

آج کل شوسل میڈیا پہ تحریر سے زیادہ امیج شیر کیا جارہا ہے، اور چونکہ امیج کو خوب ڈیزائن سے بنایا گیا ہوتا ہے، اس لئے لوگ اسے آنکھ بند کرکے شیر کرتے ہیں۔ مثلا پردے کی بات ہو تو خوبصورت لڑکی کی تصویر شامل کردی جاتی ہے۔ پھر لوگ شوق سے لوگ اسے شیر کرتے چلے جاتے ہیں۔

بہت سارے امیج صرف اس لئے شیر کئے جاتے ہیں کہ ان کا ڈیزائن دلکش ہوتا ہے، شیر کرنے والوں کو اس میں دئے پیغام سے سروکار کم ہوتا ہے یا بسا اوقات پتہ ہی نہیں ہوتا کہ اس میں کیا لکھا گیا ہے یا کیا پیغام دیا گیا ہے ؟

اس کی ایک مثال دیتا ہوں۔ میں

ایک حنفی لڑکا تھا اس نے ایک امیج شیر کیا جس میں لکھا تھا قرآن میں پندرہ سجدے ہیں۔ اس نے شیر تو کردیا، بعد میں اس کے ساتھیوں کی طرف سے رد عمل کا طوفان اٹھا اور بتلایا کہ حنفی کے یہاں صرف چودہ سجدے ہیں، تو اس نے معافی مانگی اور شیر نگ ختم کیا۔

میں حقیقت میں الٹے پلٹے اور جھوٹ پھوس امیج سے ہی متاثر ہو کر شوسل میڈیا پہ حرکت میں آیا اور احساس پیدا ہوا کہ لوگوں میں ان امیج کے ذریعہ جو غلط فہمیاں پھیلائی جارہی ہیں، ان کا رد پیش کرنا چاہئے ورنہ سیدھے سادے عوام میں گمراہی منتشر ہوگی۔

اکثر امیج میں جھوٹی حدیث، اسرائیلی روایات، شیعی اقوال، من گھڑنت قصے، صدیوں سے منتقل ہوتی آرہی بزرگانہ باتیں، غلط عقائد و نظریات، اوہام و خیالات اور مغربی فلسفے وغیرہ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ حد تو اس وقت ہو جاتی ہے کہ کسی عام انسان کی بات کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کردیا جاتا ہے۔ اس پہ مستزاد اس میں حوالہ بھی دے دیا جاتا ہے، اور وہ بھی بڑی اونچی کتابوں کا۔۔۔ بخاری شریف، مسلم شریف۔۔۔۔ الحفظ والاماں

ایسے ماحول میں ان تمام لوگوں کو میری نصیحت ہے جو اپنے موبائل سے یا کمپیوٹر وغیرہ سے امیج بناتے ہیں۔ امیج بناتے وقت چند باتوں کو دھیان میں رکھیں۔

(1)امیج پتھر کی لکیر تو نہیں مٹ نہیں سکتا مگر طاقت میں پتھر ہی کا کام کرتا ہے، ایک بار امیج بن گیا تو ہمیشہ ہمیش کے لئے محفوظ ہو جاتا ہے اور وہ کرنسی کی طرح شوسل میڈیا میں گردش میں رہتا ہے۔

(2)امیج اگر قرآنی آیت کا بنانا ہو تو پہلے قرآن میں چیک کرلیں اور صرف ترجمہ نہ لکھیں بلکہ آیت بھی لکھیں اور سورہ مع آیت نمبر حوالہ درج کریں۔

(3)حدیث کا امیج بناتے وقت حدیث کو اصل کتاب سے ملالیں، اور ترجمہ کے ساتھ عربی متن بھی ضرور لکھیں، ساتھ میں حدیث کی کتاب کا حوالہ مع حدیث نمبر درج کریں۔

(4)حدیث کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اگر بخاری اور مسلم کے علاوہ دوسری کتاب کی حدیث ہے تو حدیث کا حکم بیان کریں۔

(5)شیخ البانی رحمہ اللہ نے حدیث کے متعلق جانچ پرکھ کا کام آسان بنادیا ہے، "الدررالسنیة" نامی ویب سائٹ پہ جاکر حدیث سرچ کے خانہ میں حدیث لکھیں اور وہاں شیخ البانی صاحب کا حکم تلاش کریں، اور وہ حوالہ امیج میں ڈالیں۔

(6)جو حدیث صحیح ہو اسی کا امیج بنائیں، اگر ضعیف حدیث سے متعلق لوگوں کو خبر دار کرنا چاہتے ہیں تو یہ کام کرنا جائز ہے۔

(7)قرآن و حدیث سے متعلق امیج میں لایعنی تصویر (خصوصا بلاحجاب لڑکی) یا الٹی پلٹی علامات کا استعمال ہرگز نہ کریں۔

(8)اگر عبارات یا ائمہ کے اقوال ہوں تو کم از کم کتاب اور صفحہ کا حوالہ دیں اور اگر کسی عبارت، یا واقعہ، یا قول کا حوالہ معلوم نہ ہو تو بغیر حوالے کے ایسی چیزوں کا قطعی امیج نہ بنائیں۔

(9)لوگ امیج بناتے وقت اقوال رجال اور قصے کہانیوں کو ترجیح دیتے ہیں جبکہ بہتر یہی ہے کہ قرآن و حدیث کے نصوص کا ہی زیادہ تر امیج بنایا جائے تاکہ کتاب و سنت کی نشر و اشاعت ہو، ویسے ضرورتا ہر صحیح چیز کا امیج بنا سکتے ہیں۔

(10) تھوڑی دیر کے لئے یہ مان لیں کہ آپ نے ایک ایسا امیج بنایا جس میں کوئی بات رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہے، مگر واقعتا ایسی کوئی بات نبی ﷺ نے بیان نہیں فرمائی تھی، یا ضعیف یا موضوع وغیرہ تھی، اور آپ نے اسے شوسل میڈیا پہ اپ لوڈ کر دیا، بعد میں اس امیج کی حقیقت کا علم ہوا مگر اب تو کچھ نہیں کر سکتے وہ تو جنگل میں آگ لگنے کی طرح پھیل گیا، اب جتنے لوگ اسے شیر کریں گے سب کا گناہ آپ کے سر جائے گا۔

(11) اس وقت امیج میں حوالے کی اس لئے اشد ضرورت پڑ گئی کہ جھوٹے اور بدعتی لوگوں نے اپنے جھوٹ کو پھیلانے کے لئے اچھے اچھے، دلکش امیج کا سہارا لیا۔ عام آدمی کو سچائی کا علم نہیں ہو رہا ہے۔ کچھ لوگ حقیقت جاننا چاہتے ہیں۔ جب کوئی بات مکمل حوالے کے ساتھ ہو گی تو جہاں تحقیق کرنے والوں کا فائدہ ہو گا وہیں عام آدمی کو بھی اطمینان قلب ہو جائے گا۔

امید کہ ہمارے امیج ڈیزائنر اور فوٹو انجینئر حضرات اس طرف توجہ مبذول فرمائیں گے۔

BACK

فقر سے متعلق عوام میں پھیلی 40 غلط فہمیاں

سوشل میڈیا پہ کئی مہینوں سے ایک پوسٹ گردش کر رہی ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ 40 باتوں سے گھر میں غربت آتی
ہے۔آیئے ان باتوں کی طرف چلتے ہیں۔

(1) غسل کھانے میں پیشاب کرنا:

حمام میں پیشاب کرنے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے مگر اس وقت کے حمام مٹی کے ہوتے تھے مگر آجکل کا حمام پکا ہوتا ہے، اس لئے اس میں پیشاب کرنا جائز ہے۔اور یہ نبی ﷺ کے فرمان میں نہیں ہے کہ حمام میں پیشاب کرنے سے
غربت آتی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف یہ قول منسوب کیا جاتا ہے مگر یہ جھوٹ ہے۔

(2)ٹوٹی ہوئی کنگھی سے کنگا کرنا:

آپ ﷺ کا حکم ہے:"جس کے بال ہوں وہ ان کی عزت کرے۔"(ابوداؤد، کتاب الترجل)۔
اس حدیث سے پتہ چلا کہ بالوں کی زینت کے لئے کنگھی کرنی چاہئے چاہے کنگھی ٹوٹی ہو یا سالم، اگر کام لائق ہے تو کنگھی کریں کوئی حرج نہیں ہے اور نہ ہی اس کے کرنے سے غریبی آتی ہے۔

(3)ٹوٹا ھوا سامان استعمال کرنا: ٹوٹا ہوا سامان کام کے لائق ہو تو اس کا استعمال جائز ہے۔
حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنھم کے لئے ایک چوڑے برتن میں کھانا لائیں۔(اتنے میں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آ گئیں۔انہوں نے ایک چادر اوڑھ رکھی تھی اور ان کے

پاس ایک پتھر تھا۔ انہوں نے پتھر مار کر برتن توڑ دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے برتن کو دونوں ٹکڑوں کو ملا کر رکھا اور دو بار فرمایا: "کھاؤ، تمہاری ماں کو غیرت آگئی تھی"۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کا برتن لے کر حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنھا کے ہاں بھیج دیا اور حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنھا کا (ٹوٹا ہوا) برتن حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کو دے دیا۔ سنن النسائی: 3966)

☆علامہ البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔(صحیح سنن النسائی: 3693)

(4) گھر میں کوڑا کرکٹ رکھنا:

گھر کا کوڑا کرکٹ گھر کے کسی کونے میں جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جب زیادہ ہو جائے تو پھینک دے۔ اس میں ایک احتیاط یہ ہونا چاہئے کہ کھانے پینے کی بچی ہوئی زائد چیزیں ضائع نہ کرے بلکہ کسی کو دیدے۔ گھر میں کوڑا رکھنے سے غریبی آتی ہے یہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب جھوٹی بات ہے۔

(5) رشتے داروں سے بدسلوکی کرنا:

ایسا کوئی خاص فرمان نبوی نہیں ہے کہ رشتے داروں سے بدسلوکی غربت کا سبب ہے، لیکن بہت سارے ایسے نصوص ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ معصیت اور گناہ کے کام سے زرق میں تنگی ہوتی ہے۔

(6) بائیں پیر سے پیجاما پہننا:

ممکن اس سے مراد ہو پاجامہ پہننے میں بائیں جانب سے شروع کرنا۔ نبی ﷺ شرف والا کام دائیں سے پسند فرماتے تھے، اس بناپر دائیں جانب سے پاجامہ پہننا بہتر ہے مگر کسی نے بائیں سے پہن لیا تو کوئی معصیت نہیں ہے اور نہ ہی یہ فقر وفاقہ کا سبب بنے گا۔

(7)مغرب عشاء کے درمیان سونا:

مغرب اور عشاء کے درمیان سونا مکروہ ہے، اس کا سبب عشاء کی نماز فوت ہو جانا ہے اس لئے نبی ﷺ عشاء سے پہلے سونا اور عشاء کے بعد بات کرنا ناپسند فرماتے تھے۔ اگر کوئی عادتاً نہیں ضرورتاً کبھی سو جائے تو وہ عشاء کی نماز آدھی رات سے پہلے کبھی بھی پڑھ لے۔

(8)مہمان آنے پر ناراض ہونا:

اسلام نے مہمان کی خاطر داری پہ ابھارا ہے، لہذا کسی مہمان کی آمد پہ ناراضگی کا اظہار نہ کرے۔ مہمان نوازی باہر سے آنے والے مسافر کے واسطے واجب ہے اور جو مقیم ہو اس کی ضیافت احسان و سلوک کے درجے میں ہے۔ جس نے ضیافت میں احسان کو چھوڑا اس پہ گناہ نہیں مگر واجبی ضیافت کے ترک پہ معصیت آئے گی۔

(9)آمدنی سے زیادہ خرچ کرنا:

اسے بے وقوفی، حماقت، ناسمجھی اور فاش غلطی کہہ سکتے ہیں۔

(10)دانت سے روٹی کاٹ کر کھانا:

دانت سے روٹی کاٹ کر کھانے سے غریبی نہیں آتی، اگر ایسا ہوتا تو دنیا میں کوئی مالدار ہی نہیں ہوتا کیونکہ دانتوں سے کاٹ کر ہی لوگ بڑے ہوتے ہیں۔ روٹی تو ہاتھ سے بھی توڑی جاسکتی ہے مگر ایسی بھی بہت چیزیں ہیں جنہیں اکثر دانت سے ہی کاٹ کر کھایا جاتا ہے۔ آج انگریزی اسٹائل آیا ہے اور دیہاتوں میں تو نہیں شہروں میں کھانے کے ساتھ چاقو رکھ دیتے ہیں جبکہ آج سے پہلے یہ اسٹائل نہیں چلتا تھا۔

(11)چالیس دن سے زیادہ زیر ناف کے بال رکھنا:

چالیس دن کے اندر زیر ناف مونڈ لینا چاہئے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہی حد مقرر کی ہے جو اس سے زیادہ تاخیر کرتے ہیں وہ سنت کی مخالفت کرتے ہیں۔

(12)دانت سے ناخن کاٹنا:

اسلام میں کہیں دانتوں سے ناخن کاٹنے کی ممانعت وارد نہیں ہے، لیکن چونکہ اسلام حفظان صحت پہ دھیان دلاتا ہے۔ اس لئے اگر دانت سے ناخن کاٹنے میں کوئی طبّی نقصان کا پہلو نکلتا ہو تو اس سے پرہیز کیا جائے اور اگر اس میں نقصان نہیں تو بھی دانت سے ناخن کاٹنا صحیح نہیں لگتا کیونکہ ناخن میں گندگی ہوتی ہے اور گندی چیز کو منہ سے پکڑنا اور دانتوں سے کاٹنا صحیح نہیں ہے، خصوصا لوگوں کے سامنے۔

(13)کھڑے کھڑے پیجاما پہننا:

پاجامہ کھڑے اور پڑے دونوں پہن سکتے ہیں، آپ کو جو سہولت ہو وہ اختیار کریں۔اور کسی پہ کوئی گناہ کوئی فقر نہیں شریعت کی جانب سے۔

(14)عورتوں کا کھڑے کھڑے بال باندھنا:

یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔اس میں ایک ہی بات اہم ہے کہ عورت اجنبی مرد کے سامنے بال نہ باندھے۔ باقی وہ کھڑے ہو کر، بیٹھ کر اور سو کر کسی بھی طرح بال باندھ سکتی ہے۔

(15)پھٹے ہوئے کپڑے جسم پر سینا:

پھٹے ہوئے کپڑے جسم پہ ہوتے ہوئے رفو کرنا آسان ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اتارنے کی ضرورت پڑے تو بہر صورت اسے اتارنا ہی ہوگا۔

(16)صبح سورج نکلنے تک سونا:

انسان کو چاہئے کہ وہ صبح سویرے بیدار ہو، فجر کی نماز پڑھے اور پھر روزی کی تلاش میں نکلے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

مَن صَلَّى الصُّبحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللَّهِ (مسلم : 657)

ترجمہ: جس نے فجر کی نماز پڑھی وہ اللہ کے امان میں آگیا۔

جو بندہ نماز چھوڑ کر روزانہ تاخیر سے اٹھے اس کی قسمت میں بربادی ہی بربادی ہے کیونکہ اس نے اپنے رب سے امان اٹھالیا، اس کے ساتھ کبھی بھی اور کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

(17)درخت کے نیچے پیشاب کرنا:

کسی بھی چیز کے سایہ میں خواہ درخت کا ہو یا کسی اور کا اس کے نیچے پیشاب و پاخانے سے منع کیا گیا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

اتقوا اللاّعِنَيْن، الذي يتخلى في طريق الناس أو في ظلهم. (مسلم)

ترجمہ: لعنت کا سبب بننے والی دو باتوں سے بچو، ایک یہ کہ آدمی لوگوں کے راستے میں قضائے حاجت کرے، دوسرے یہ کہ ان کے سائے کی جگہ میں ایسا کرے۔

طبرانی نے معجم الاوسط میں پھلدار درخت کے نیچے قضائے حاجت کی ممانعت والی روایت ذکر کی ہے، یہ روایت ضعیف ہے۔ پھلدار درخت سایہ والی مذکورہ بالا حدیث کے ضمن میں ہے کیونکہ عام طور سے ہر درخت کا سایہ ہوتا ہے۔ لیکن جو درخت عام ہو اور ویسے ہی بلاضرورت آبادی سے دور سنسان جگہ پہ پڑا ہو تو اس کے نیچے قضائے حاجت میں کوئی حرج نہیں۔

(18) بیت الخلا میں باتیں کرنا:

قضائے حاجت کے وقت بات کرنا منع ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

لا يخرجُ الرجلانِ يضربانِ الغائطَ كاشفَيْنِ عن عوراتِهما يتحدَّثانِ ، فإنَّ اللهَ يمقُتُ على ذلك(صحيح الترغيب للالبانی: 155)

ترجمہ: ''دو آدمی قضاء حاجت کرتے ہوئے آپس میں باتیں نہ کریں کہ دونوں ایک دوسرے کے ستر کو دیکھ رہے ہوں؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر ناراض ہوتے ہیں''۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آج کل گھروں میں حمام بنا ہوتا ہے تو کیا اس میں باتیں کرنا جائز ہے؟

حدیث کی رو سے اس حالت میں کلام منع ہے جب دو آدمی ننگے ہو کر ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے بات کرے لیکن حمام میں بات کرنے کی ممانعت پہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ پھر بھی بہتر صورت یہی ہے کہ حمام میں قضائے حاجت کرتے وقت بات نہ کرے لیکن ضرورت پڑے یا پھر قضائے حاجت سے پہلے حمام میں داخل ہوتے وقت بات کر سکتا ہے۔

(19) الٹا سونا:

پیٹ کے بل سونا ناپسندیدہ اور مکروہ عمل ہے، اس کی کراہت کی وجوہات میں جہنمیوں کے سونے کی مشابہت اور جسمانی

نقصان وغیرہ ہیں۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے :{يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ} (سورة القمر : 48)

ترجمہ: جس دن وہ اپنے منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا) دوزخ کی آگ لگنے کے مزے چکھو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"إِنَّ هَذِهِ ضِجْعَةٌ يُبْغِضُهَا اللَّهُ تَعَالَى يَعْنِي الْاَضْطِجَاعُ عَلَى الْبَطَنِ"۔(صحيح الجامع الصغير:2271)

ترجمہ:" یقیناً اس طرح لیٹنے کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے یعنی پیٹ کے بل (اوندھا) لیٹنا۔"

الاضطجاع علی البطن:... یعنی ایسے سونا کہ پیٹ زمین کی طرف اور پشت اوپر کی طرف ہو،

اس لئے کسی کو پیٹ کے بل نہیں سونا چاہئے مگر ایسا سونے سے غریبی آتی ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

(20) قبرستان میں ھنسنا:

قبرستان ایسی جگہ ہے جہاں جاکر آخرت یاد کرنی چاہئے اس لئے وہاں ہنسنا ناسندیدہ عمل ہے۔ وہاں بات کرتے ہوئے یا یوں ہی ہنسی آگئی تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور اس سے رزق پہ کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

(21) پینے کا پانی رات میں کھلا رکھنا:

کھانے پینے کا برتن رات میں کھلا رکھنے سے غربت نہیں آتی، البتہ سوتے وقت غداء والا برتن ڈھک دیا جائے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

أطفِئوا المصابيحَ إذا رقدتُم ، وغلِّقوا الأبوابَ ، وأوكوا الأسقِيةَ ، وخمِّروا الطَّعامَ والشَّرابَ - وأحسَبُه قالَ - ولو بِعودٍ تعرُضُه عليهِ(صحيح البخاري: 5624)

ترجمہ: رات میں جب سونے لگو تو چراغ بجھا دیا کرو، دروازے بند کر دیا کرو، مشکیزے کا منھ باندھ دیا کرو، کھانے پینے کے برتنوں کو ڈھانپ دیا کرو، اگر ڈھکنے کیلئے کوئی چیز نہ ملے تو (بسم اللہ کہکر) کوئی لکڑی ہی چوڑائی میں رکھ دو۔

ایک دوسری روایت اس طرح ہے:

غطُّوا الإناءَ . وأوكوا السِّقاءَ . فإنَّ في السَّنةِ ليلةً ينزلُ فيها وباءٌ . لا يمرُّ بإناءٍ ليسَ عليهِ غطاءٌ ، أو سقاءٍ ليسَ عليهِ وِكاءٌ ، إلَّا نزلَ فيهِ من ذلِكَ الوباءِ . صحيح مسلم: 2014)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: برتن ڈھک دو، مشکیزے کا منہ بند کرو، اس لئے کہ سال میں ایک رات ایسی آتی ہے جس میں بلا نازل ہوتی ہے، اور جس چیز کا منہ بند نہ ہو اور جو برتن ڈھکا ہوا نہ ہو اس میں یہ وبا اتر پڑتی ہے۔

برتن کھلا چھوڑنے سے غریبی آنے والی بات شیعہ کتب سے منقول ہے، اس کی کتاب میں لکھا ہے کہ بیس خصلتیں ایسی ہیں جن سے رزق میں کمی آتی ہے، ان میں سے ایک پانی کے برتن کا ڈھکنا کھلا رکھنا ہے۔ (بحار الأنوار از محمد باقر مجلسی ج73، ص314ح1)

(22) رات میں سوالي کو کچھ نہ دینا:

یہ بات بھی شیعہ کتب سے آئی ہے، اور اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

رات ہو یا دن سائل کو اگر دینے کے لئے کچھ ہے تو دینا چاہئے کیونکہ اللہ کا تعالی کا فرمان ہے :

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ(الذاريات : 19)

ترجمہ: اور ان کے مال میں مانگنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کا حق تھا۔

قرآن کی آیت "وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ" (حشر:9) سے پتہ چلتا ہے کہ رات کے وقت ہی آپ ﷺ کے پاس ایک سائل آیا تھا مگر آپ کے پاس کچھ نہیں تھا تو آپ نے انہیں کچھ نہیں دیا اور اس سائل کی ضیافت دوسرے صحابی کے ذمہ لگائی۔

(23) برے خیالات کرنا:

انسان گناہوں کا پتلہ ہے، اس سے ہمیشہ غلطی ہوتی رہتی ہے۔ اس کے دماغ میں برے خیالات آتے رہتے ہیں۔ ایک مسلم کا کام ہے کہ وہ ان برے خیالات سے توبہ کرتا ہے اور انہیں عملی جامہ پہنانے سے بچے۔ اللہ تعالی اپنے بندوں پہ بہت مہربان ہے وہ بندوں کے دل میں پیدا ہونے والے برے خیالات پہ پکڑ نہیں کرتا جب تک کہ اسے عملی جامہ نہ پہنادے۔

إنَّ اللهَ تجاوزَ عنْ أمتي ما حدَّثتْ بهِ أنفسَها ، ما لمْ تعملْ أو تتكلمْ(صحيح البخاري:5269)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ نے میری امت کے ان وسوسوں سے در گزر فرمایا ہے جو سینوں میں پیدا ہوتے ہیں، جب تک لوگ ان پر عمل نہ کریں یا زبانی اظہار نہ کریں۔

اس لئے یہ بات کہنا غلط ہے کہ برے خیالات سے غریبی آتی ہے، البتہ ایک بات یہ کہی جاسکتی ہے کہ برائی اور فحش کام کرنے سے غربت آسکتی ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ(سورة البقرة: 268)

ترجمہ: شیطان تمہیں فقیری سے دھمکاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔

(24)بغیر وضو کے قرآن مجید پڑھنا:

افضل یہی ہے کہ وضو کر کے قرآن کی تلاوت کرے لیکن بغیر وضو کے بھی مصحف سے تلاوت کرنا جائز ہے، اس لئے یہ بات کہنا مبنی بر غلط ہے کہ بغیر وضو کے قرآن مجید پڑھنے سے فقر آتا ہے۔

(25)استنجا کرتے وقت باتیں کرنا:

آج کل گھروں میں بیت الخلا بنے ہوتے ہیں اور آدمی پردے میں ہوتا ہے ، اس لئے ضرورت کے تحت استنجا اور قضائے حاجت کے وقت کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس سلسلے میں ایک حدیث آتی ہے:

لا يَخرجِ الرَّجلانِ يَضربانِ الغائطَ ، كاشفَينِ عَن عورتِهما يتحدَّثانِ فإنَّ اللَّهَ يمقُتُ علَى ذلِكَ(السلسلة الصحيحة : 7 / 321)

ترجمہ: دو مردوں کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بیت الخلاء کے لئے نکلیں، تو اپنی اپنی شرمگاہ کھلی رکھ۔ کر آپس میں باتیں کرنے لگیں، کیونکہ اللہ تعالی اس عمل سے ناراض ہوتا ہے۔

اس حدیث میں قضائے حاجت کے وقت بات کرنے کی ممانعت دو باتوں کے ساتھ ہے۔

اولا: دونوں بات کرنے والے آدمی اپنی شرمگاہ کھولے ہوئے ہوں۔

ثانیا: وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں۔

یونہی استنجا اور قضائے حاجت کے وقت بات کرنا مکروہ ہے مگر ضرورت کے تحت بات کر سکتے ہیں۔

شیخ ابن عثیمینؒ سے سوال کیا گیا کہ قضائے حاجت سے پہلے حمام کے اندر بات کرنے کا کیا حکم ہے؟

تو شیخ نے جواب دیا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، خصوصا جب ضرورت در پیش ہو، کیونکہ اس کی ممانعت کی کوئی صراحت نہیں ہے سوائے اس صورت کے جب دو آدمی ایک دوسرے کے پاس بیٹھ کے پاخانہ کرے اور دونوں باتیں کرے۔اور مجرد قضائے حاجت والی جگہ کے اندر سے کلام کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔

(26)ہاتھ دھوئے بغیر کھانا کھانا:

کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا ضروری نہیں ہے، روایات سے پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ نے ہاتھ دھوئے بغیر بھی کھانا کھایا ہے۔ کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے والی کوئی روایت صحیح نہیں ہے سوائے ایک روایت کے جو نسائی میں ہے۔

عن أم المؤمنين عائشة –رضي الله عنها- أن رسول الله –صلى الله عليه وسلم – كان إذا أراد أن ينام وهو جنب توضأ ، وإذا أراد أن يأكل غسل يديه۔(رواه النسائي وصححه الألباني)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی سونے کا ارادہ کرتے اور آپ حالت جنابت میں ہوتے تو وضو کرتے اور جب کھانے کا ارادہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ دھوتے۔

اس حدیث کو شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔

اس روایت میں مطلق ہاتھ دھونے کا ذکر نہیں ہے بلکہ جنابت سے متعلق ہے، اس لئے یہ کہا جائے گا کہ اگر ہاتھ میں گندگی لگی ہو تو کھانے سے پہلے ہاتھ دھو لینا چاہئے ورنہ ضرورت نہیں ہے۔ اور اس سے متعلق غربت والی بات جھوٹی ہے۔

(27)اپنی اولاد کو کوسنا:

اولاد کی تربیت والدین کے ذمہ ہے، ماں باپ بچوں کی تربیت کے لئے ڈانٹ سکتے ہیں، کوس سکتے ہیں، بلکہ مار بھی سکتے ہیں کیونکہ بچوں کے سلسلے میں اہم چیز ان کی تربیت ہے۔

تربیت کی غرض سے بچوں کو مارنے کا حکم ہمیں اسلام نے دیا ہے:

مُرُوا أولادَكم بالصلاةِ و هم أبناءُ سبعِ سِنِينَ ، واضرِبوهم عليها وهم أبناءُ عشرِ سِنِينَ ، وفرِّقُوا بينهم في المضاجعِ(صحيح الجامع للالبانی : 5868)

ترجمہ: "جب تمہاری اولاد سات سال کی عمر کو پہنچ جائے تو انہیں نماز کا حکم دو اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو (نماز میں کوتاہی کرنے پر) انہیں سزا دو، اور بچوں کے سونے میں تفریق کردو۔

امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: باپوں اور ماؤں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولادوں کو ادب سکھلائیں۔ طہارت اور نماز کی تعلیم دیں اور باشعور ہونے کے بعد (کوتاہی کی صورت میں) ان کی پٹائی کریں۔ (شرح السنۃ:407/2)

(28)دروازے پر بیٹھنا:

دروازہ سے لوگوں کی آمدورفت ہوتی ہے، اس لئے ادب کا تقاضہ ہے کہ دروازے پہ نہ بیٹھا، نبی ﷺ نے حکم فرمایاہے کہ راستے کو حق دو۔

لیکن اگر اپنا گھر ہو، لوگوں کی آمدورفت نہیں ہو تو پھر اپنے گھر کے دروازے پہ بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فرشتے جمعہ کے دن مسجد کے دروازے پہ کھڑے رہتے ہیں۔

إذا كان يومُ الجمعةِ كان على كلِّ بابٍ من أبوابِ المسجدِ ملائكةٌ يكتبون الأوَّلَ فالأوَّلَ . فإذا جلس الإمامُ طوَوْا الصُّحفَ وجاؤوا يستمعون الذِّكرَ .(صحيح مسلم: 850)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے ہر دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں، پہلے آنے والے کا نام پہلے، اس کے بعد آنے والے کا نام اس کے بعد لکھتے ہیں (اسی طرح آنے والوں کے نام ان کے آنے کی ترتیب سے لکھتے رہتے ہیں)۔ جب امام خطبہ دینے کے لیے آتا ہے تو فرشتے اپنے رجسٹر (جن میں آنے والوں کے نام لکھے گئے ہیں) لپیٹ دیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

دروازے پہ فرش بچھانے سے متعلق انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: "نَهَى رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَنْ يُفْرَشَ عَلَى بَابِ الْبُيُوتِ، وَقَالَ: نَكِّبُوهُ عَنِ الْبَابِ شيئًا".(إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة)

اس کی سند میں موسی بن محمد بن ابراھیم التیمي ضعیف راوی ہے، اس لئے یہ ناقابل اعتبار ہے۔

(29) لہسن پیاز کے چھلکے جلانا:

یہ بات بھی شیعہ سے منقول ہے، ان کی کتاب جامع الاخبار میں مذکور ہے جسے بعض صوفیوں نے اپنی کتاب میں ذکر کردیا اور عوام میں مشہور ہوگئی۔ اس بات کو ترکستان کے حنفی عالم برھان الدین زرنوجی نے اپنی کتاب "تَعْلِیمُ الْمُتَعَلِّمِ طَرِیْقُ التَّعَلُّمِ" میں ذکر کیا مگر اسلام میں اس بات کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

(30) فقیر سے روٹی یا پھر اور کوئی چیز خریدنا:

یہ بات بھی شیعہ کی کتاب جامع الاخبار میں موجود ہے۔

فقیر تو خود ہی محتاج ہوتا ہے وہ کیوں کسی سے کچھ بیچے گا اور اگر اس کے پاس کوئی قیمتی سامان ہے تو اسے بیچ سکتا ہے۔ فقیر سے کچھ خریدنا فقر کا سبب ہو تو کوئی فقیر مالدار نہیں ہوسکتا اور فقیر سے خریدنے والا کوئی مالدار نہیں رہ سکتا۔ عقل و نقل دونوں اعتبار سے یہ جھوٹی بات ہے۔

(31) پھونک سے چراغ بجھانا:

یہ بات شیعہ کتاب جامع الاخبار سے منقول ہے جو ہمارے لئے حجت نہیں ہے۔ چراغ تو پھونک سے ہی بجھایا جاتا ہے، کوئی دوسرے طریقے سے بجھائے اس میں بھی کوئی حرج نہیں لیکن پھونک سے چراغ بجھانا باعث فقر ہے مبنی بر غلط ہے۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

(32) بسم اللہ پڑھے بغیر کھانا:

کھانا کھاتے وقت بسم اللہ کہنا واجب ہے۔

عن أُمِّ كُلْثُومٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَذْكُرْ اسْمَ اللَّهِ تَعَالَى فَإِنْ نَسِيَ أَنْ يَذْكُرَ اسْمَ اللَّهِ تَعَالَى فِي أَوَّلِهِ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللَّهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ

(صحيح سنن أبي داود:3202) .

ترجمہ: ام کلثوم عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو اللہ کا نام لے، اور اگر اللہ تعالی کا نام لینا ابتدا میں بھول جائے تو کہے: بِسْمِ اللَّهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ.

واقعی بسم اللہ کے بغیر کھانا کھانا باعث نقصان وخسران ہے، اس کے کھانے میں شیطان شامل ہو جاتا ہے اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ کے ذکر کے بغیر مستقل کھانا کھانے سے وہ کھانے کی نعمت اور اس کی برکت سے محروم ہو جائے گا لیکن اگر بھولے سے ایسا ہو جائے تو اللہ تعالی نے بھول چوک کو معاف کر دیا ہے۔

(33) غلط قسم کھانا:

اسلام میں جھوٹی قسم کھانا گناہ کبیرہ ہے نبی ﷺ کا فرمان ہے:

الكبائرُ : الإشراكُ باللهِ ، وعقوقُ الوالديْنِ ، أو قال : اليمينُ الغَموسُ (صحيح البخاري:6870)

ترجمہ: کبیرہ گناہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، جھوٹی قسم کھانا۔

ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے، اس لئے ایک مسلمان کو قطعی طور پر جھوٹی قسم نہیں کھانا چاہئے۔ اگر کسی نے سابقہ کسی معاملے پہ عمدا جھوٹی قسم کھائی ہے تو سچی توبہ کرے، اگر جھوٹی قسم کے ذریعہ کسی کا حق مارا تو اس کو واپس کرے اور اگر آئندہ کسی کام کے نہ کرنے پہ قسم کھائی اور وہ کام کر لیا تو قسم کا کفارہ ادا کرے۔ اس کا کفّارہ دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا اسی طرح ان مسکینوں کو کپڑے دینا ہے یا ایک گردن یعنی غلام یا باندی کو آزاد کرنا ہے۔ جسے یہ سب کچھ میسر نہ ہو تو وہ تین دن روزہ رکھے۔

(34) جوتا چپل الٹا دیکھ کر سیدھا نہیں کرنا:

اسلامی اعتبار سے اس بات کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ نبی ﷺ کے زمانے میں بھی جوتا تھا مگر آپ ﷺ سے، صحابہ کرام سے یا ائمہ اربعہ سے اس قسم کی کوئی بات منقول نہیں ہے۔

ابن عقیل حنبلیؒ نے کتاب الفنون میں لکھا ہے:

"والويل لمن رأوه أكب رغيفا على وجهه، أو ترك نعله مقلوبة ظهرها إلى السماء"۔(الآداب الشرعية1/268-269)

ترجمہ: بربادی ہے اس کے لئے جس نے الٹی ہوئی روٹی دیکھی یا پلٹا ہوا جوتا جس کی پیٹھ آسمان کی طرف ہوا سے

چھوڑ دیا۔

اس کلام میں بہت سختی ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کلام کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔

نبی ﷺ جوتے میں نماز پڑھتے تھے۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ سوال کیا گیا؟

أكان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي في نعليه؟ قال:نعم [رواه البخاري: 386]

ترجمہ: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جوتوں میں نماز پڑھتے تھے، کہنے لگے ہاں۔

ظاہر سی بات ہے جوتے میں نماز پڑھتے ہوئے جوتا پلٹے گا۔

اس لئے الٹے جوتے کے متعلق مذکورہ بالا باتیں کرنا ٹھیک نہیں ہے البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ جوتے کے نچلے حصے میں گندگی لگی ہوتی ہے بنابریں الٹے جوتے کو پلٹ دیا جائے تاکہ لوگ اس سے گھن نہ محسوس کریں۔

(35)حالات جنابت میں حجامت کرنا:

حالت جنابت میں مرد وعورت کے لئے محض چند چیز ممنوع ہیں، ان میں نماز، طواف، مسجد میں قیام اور قرآن کی تلاوت وغیرہ۔بقیہ دیگر کام جنبی انجام دے سکتا ہے۔حالت جنابت میں حجامت کو باعث فقر بتلانا غیر اسلامی نظریہ ہے۔

(36)مکڑی کا جالا گھر میں رکھنا:

یہ بات بھی باطل ومردود ہے۔اس بات کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف کی جاتی ہے۔

طهّروا بيوتكم من نسيج العنكبوت ، فإنّ تركه في البيوت يورث الفقر .

ترجمہ: گھروں کو مکڑی کے جالوں سے صاف رکھا کرو کیونکہ مکڑی کے جالوں کا گھر میں ہونا افلاس کا باعث ہے۔

یہ بات تفسیر ثعلبی اور تفسیر قرطبی کے حوالے سے بیان کی جاتی ہے مگر اس کی سند میں عبداللہ بن میمون القداح متروک متہم بالکذب راوی ہے۔"تھذیب التھذیب"(6 /44-45) .

(37)رات کو جھاڑو لگانا:

رات ہو یا دن کسی بھی وقت جھاڑو لگا سکتے ہیں، اس کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ہے، نہ ہی اس کام سے معصیت ہوتی ہے۔اس لئے رات کو جھاڑو دینا تنگدستی کا سبب بتلانا توہم پرستی اور ضعف اعتقادی ہے۔مسلمانوں میں بریلوی طبقہ اس

توہم کا شکار ہے۔اللہ تعالی انہیں ہدایت دے۔

(38)اندھیرے میں کھانا:

ویسے اجالے میں کھائے تو اچھی ہے مگر کسی کو اجالا میسر نہ ہوسکے تو اندھیرے میں کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ سورہ حشر میں ایک انصاری صحابی کا ذکر ہے جنہوں نے مہمان رسول ﷺ کو اندھیرے میں مہمانی کرائی باوجودیکہ چراغ موجود تھا مگر انہوں نے بیوی کو چراغ بجھانے کہا تاکہ اندھیرے میں مہمان شکم سیر ہو کر کھائے اور میزبان بھوکا رہے۔اس منظر کو اللہ دیکھ رہا ہے اس نے آیت نازل کی:

ویؤثرون علی أنفسهم ولو کان بهم خصاصة(الحشر:9)

ترجمہ: وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو۔

(39)گھڑے میں منہ لگا کر پینا:

پانی کا کوئی بھی برتن ہوا گر منہ لگا کر پینا آسان ہو،اس کا حجم بڑا نہ ہو یا اس کا دہانہ کشادہ نہ ہو جس سے منہ میں مقدار سے زیادہ پانی جانے کا خطرہ ہو تو برتن سے منہ لگا کر پیا جاسکتا ہے۔متفق علیہ ایک روایت میں مشک سے منہ لگا کر پانی پینے کی ممانعت ہے۔

وعن ابن عباس قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الشرب من في السقاء(صحيح البخاری :5629)

ترجمہ:اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشک کے دھانے سے پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث کے علاوہ ایک دوسری حدیث ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے مشک میں منہ لگا کر پانی پیا ہے۔

دخلَ عليَّ رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليْهِ وسلَّمَ فشرِبَ من في قربةٍ معلَّقةٍ قائمًافقمتُ إلى فيها فقطعتُهُ (صحيح الترمذي:1892)

ترجمہ:(ایک دن)رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے کھڑے لٹکی ہوئی مشک کے منہ سے پانی پیا،چنانچہ میں مشک کے منہ کے پاس جاکر کھڑی ہوئی اور اس کو کاٹ لیا۔

خلاصہ کے طور پہ یہ کہنا چاہوں گا کہ برتن چھوٹا ہو تو اس میں منہ لگا کر پانی پییں، بڑا ہو تو دوسرے چھوٹے برتن میں انڈیل کر پییں اور اگر بڑے برتن سے پینے کی حاجت پڑ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

(40) قرآن مجید نہ پڑھنا:

قرآن پڑھنے اور عمل کرنے کی کتاب ہے جو اس سے دوری اختیار کرتا ہے وہ واقعی اللہ کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے۔ نبی ﷺ نے قرآن پڑھنے کا حکم دیا ہے اس سے ایمان میں زیادتی، علم و عمل میں پختگی اور زندگی کی تمام شئ میں برکت آتی ہے۔اس لئے قرآن پڑھنے کا معمول بنائیں اور سمجھ کر پڑھیں۔جو بلا سمجھے پڑھتے ہیں وہ نزول قرآن کے مقصد سے بے خبر اور تلاوت کے آداب سے ناواقف ہیں۔

BACK

سوشل میڈیا کے دور میں بچوں کی تربیت کیسے کریں؟

یہ دور میڈیا کا ہے اور میڈیا کی اقسام میں سوشل میڈیا کا کردار بہت نمایاں ہو گیا ہے اس وجہ سے بچے، جوان، بوڑھے یعنی عورت و مرد میں سے سارے قسم کے لوگ اس سے جڑ گئے ہیں اور چوبیس گھنٹوں کا اسے اپنا ساتھی بنالیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سوشل میڈیا مثلاواٹس ایپ، فیس بوک، ٹویٹر، گوگل پلس، یوٹیوب اور ویب سائٹس وغیرہ کے بے شمار فوائد ہیں۔ان کی وجہ سے آج دنیا سمٹ کر گاؤں ہو گئی، خبروں کی ترسیل، معلومات کی فراہمی، سماجی و معاشی معاملات حتی کہ قوم ومذہب کا فروغ سب کچھ آسان سے آسان تر ہو گیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ حقیقت بھی مسلم ہے کہ ان سماجی رابطوں نے سماج و معاشرے پر برائی کے بہت ہی گہرے اثرات چھوڑے ہیں جن کی لپیٹ میں نوجوان لڑکے اور لڑکیوں سے لیکر بچے بچیاں اور عمر داز لوگ (بوڑھے، بوڑھیاں) تک ہیں۔ بچپن کے نقوش واحوال کا زندگی کے تمام مراحل پر اثر پڑتا ہے۔ اگر کسی کا بچپن رنگین، پر کیف و سرود اور عریانیت وفحاشیت کے مرحلے سے گزرا ہو تو اس کی جوانی بہت ہی مخدوش ہو گی۔ جوانی ویسے ہی دیوانگی کا شعبہ اور موج ومستی کا مرحلہ ہوتا ہے اس مرحلہ کو فحاشی سے بچانا اسی نوجوان کے بس میں ہے جس کے والدین نے بچپن میں شعور وآگہی، تہذیب و ثقافت اور اخلاق و کردار سے آراستہ کیا ہو۔اس لئے ہمیں اپنے بچوں کے تئیں اس کی زندگی کے دوسرے مراحل کی حفاظت کے لئے بچپن کو اسلامی تربیت سے سجانا اور سنوارنا ہو گا۔ ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ بچپن کے ابتدائی ایام میں ذہنی نشوونما اور دماغی وجسمانی صلاحیتیں تیزی سے پروان چڑھ رہی ہوتی ہیں اس لئے یہ وقت بہت حساس ہوتا ہے۔ اس عمر میں بچے ہر سنی سنائی بات ذہن میں محفوظ کر لیتا ہے، آنکھوں سے دیکھا ہوا گویا پتھروں پر نقش ہونے کی طرح ہے اور تیزی سے نئی نئی باتیں سیکھنے لگتا ہے۔ تیزی سے پروان چڑھ رہے بچپن کے اسی مرحلے پر مستقبل کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔

آج فتنے کا دور دورہ ہے، قسم کی قسم کی آزمائشیں اور طرح طرح کے فتنہ وفساد جنم لے رہے ہیں، سوشل میڈیا کی آمد نے ان فتنوں کو مزید بڑھاوا دے دیا ہے۔ ہم مسلمانوں کے لئے سوشل میڈیا کے اس پر فتن دور میں بچوں کی تربیت پہ ایک سوالیہ نشان لگا ہوا ہے۔ بہت ہی کٹھن اور سنگین سوال ہے۔ بچوں کی فطرت میں ضد ہے اگر ہماری غفلت سے

اسے سوشل میڈیا کے استعمال کی ضد ہو گئی تو والدین کیا پوری دنیا کی طاقت اسے اس ضد سے دور نہیں کر سکتی پھر اس کی جوانی، بڑھاپا اور پوری زندگی برباد ہو جائے گی۔ اس دور کا المیہ یہ ہے کہ بچے کی پیدائش پر ہی کھیلنے کے لئے نٹ موبائل ہاتھ میں تھما دیا جاتا ہے، یہ بچے جوں جوں موبائل سے مانوس ہوتے ہیں اس سے ان کی دلچسپی گہری سے گہری ہوتی چلی جاتی ہے۔ ایک وقت آتا ہے کہ وہ تنہائی کا خوگر ہو جاتا ہے۔ اسے پڑھائی میں دل نہیں لگتا، دوستوں اور رشتہ داروں سے ملنا اور ان کے یہاں جانا پسند نہیں آتا وہ تنہائی چاہتا ہے۔ نٹ والا موبائل اس کے ذہن کو اپنی مرضی کا سکون دیتا ہے۔ وہ جس قدر اس کا عاشق بنتا جائے گا اسی قدر اس کے اندر اخلاقی پستی، دیوانگی، تشدد، چڑچڑاپن، اکیلاپن، ناچ گانا، فحش کام، بے ہودہ گوئی، قبیح حرکت اور لایعنی اقوال وافعال کا رسیا ہوتا چلا جائے گا۔ اگر ہم اپنے بچوں کا بچپن بچانا چاہتے ہیں اور اسے تاریک زندگی کی بجائے روشن مستقبل دینا چاہتے ہیں تو ابھی اسے موبائل سے دور رکھنا ہوگا۔ سطور ذیل میں مختصرا بچوں کی تربیت کی طرف رہنمائی کرنا چاہتا ہوں تاکہ ہمارے بچوں کا بچپن محفوظ رہے اور اس کی جوانی و بڑھاپا اچھے ماحول میں گزرے۔

تربیت عمدہ کلام کے مجموعہ کا نام نہیں ہے کہ اسے ازبر کرایا اور بچہ تربیت پا گیا، نہیں، تربیت اچھے اخلاق و تعلیم کی مسلسل محنت و عمل کا نام ہے۔ اس اصول کو مد نظر رکھیں اور بچوں کی تربیت شروع کریں۔

بچوں کی پہلی تربیت جسمانی ہے اسی سے اس کی شخصیت اور اس کا کردار نکھر کر سامنے آئے گا۔ اسلام نے صفائی پہ بہت دھیان دیا ہے اور صفائی کا اہتمام بچپن سے ہی ہونا چاہئے۔ جسمانی تربیت میں غسل کا پابندی سے اہتمام، کھانے اور پینے میں صفائی ستھرائی پہ مکمل نگہداشت بلکہ سوتے جاگتے ہاتھ اور چہرہ دھلنے اور دانتوں کی صفائی کرنے پہ کبھی کبھار نہیں مسلسل دھیان دیا جانا چاہئے۔ جسمانی تربیت میں صفائی کے ساتھ ساتھ ورزش پر بھی دھیان دینا چاہئے ورزش کے لئے جیم جانا یا کوئی کرتب کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ والدین اپنے ساتھ کبھی صبح کبھی شام یا ویسے ہی فرصت کے مناسب اوقات میں سیر و تفریح پر لے جائیں۔ سیر و تفریح کے لئے فحش جگہوں سے بچیں ورنہ فائدہ کی بجائے نقصان ہوگا۔ صاف ستھرے کپڑے، صاف ستھری باتیں پاکیزہ عادتیں اور عمدہ فکر و خیال کی مشق کرائیں۔ یہ سب جسمانی تربیت میں شامل ہیں۔

دوسری اور سب سے اہم تربیت روحانی ہے۔یہی تو ہماری اسلامی شناخت ہے۔ نبی ﷺ نے بچپن سے بچوں کو تعلیم دی،اخلاق سکھائے،آداب سے آگاہ کئے،اٹھنے بیٹھنے،کھانے پینےاور سونے جاگنے کے اصول بتائے۔ہم میں سے اکثر یہ خیال کرتے ہیں کہ ابھی تو بچہ ہے جب بڑا ہو جائے گا تو خود ہی سمجھ جائے گا۔ نہیں، ہمیں اپنے بچوں کی ابھی سے ہی تربیت کرنی ہے۔روحانی تربیت میں پہلی چیز توحید وعقائد سے آگاہ کرنا ہےاور اس کے بر خلاف الحادی کام،شرکیہ اعمال، بدعیہ افعال اور کفر وضلالت سے تنفر دلانا ہے۔اس کام کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے بچے پہلے قرآن کی تعلیم حاصل کریں یاانگریزی تعلیم کے ساتھ گھرپہ قرآنی تعلیم کا بھی بندوبست کریں کیونکہ اکثر دیکھا جاتا ہے خالص انگریزی تعلیم اوراس ماحول میں رہنے والے قرآنی تعلیم اوراس کے احکام کواہمیت نہیں دیتے۔لہذابچوں کواسلامی تعلیمات کی روشنی میں پیشاب وپاخانہ کے آداب سے لیکر فرائض وواجبات تک کی تعلیم دی جائے۔یہاں میں اپنے ناقص تجربہ کی حد تک ہر ذمہ دار کو یہ مشورہ دیناچاہتاہوں کہ مدارس میں پڑھنے والے بچوں کی زیادہ فکر نہیں ہے مگر عصری اسکول میں پڑھنے والے بچوں کو دس سال کی عمرتک کم ازکم تیسواں پارہ حفظ کرادیں اور زیادہ سے زیادہ جتنا ممکن ہواور منتخب ومختصر احادیث کاایک مجموعہ جس میں چالیس سے لیکر سواحادیث تک ہوں ازبر کرائیں اور ضرورت کی مسنون دعائیں اوراذکار بھی یاد کرادیں۔یادرکھیں بچے نقل چیں ہوتے ہیں وہ ماں باپ،دوست واحباب اور ماحول ومعاشرہ کی نقل اتارے گااس لئے دینی تعلیم کے ساتھ اس کاحلقہ وماحول بھی دینی ہواور سرپرست ہونے کی حیثیت سے آپ کواس کے لئے نمونہ بنناپڑے گا۔ذہن میں گرہ لگالیں آپ جو کریں گے وہ بچوں کے ذہن کے کیمرے میں قید ہورہاہے اسے وہ دہرائے گا۔

روحانی تربیت میں دینی اور اسلامی تعلیم کے ساتھ عملی تطبیق بھی چاہئے،خالی باتوں سے فائدہ نہیں ہوگااس لئے میں نے کہاکہ بچے اس کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں جو کرتے ہوئے کسی کو دیکھتے ہیں۔آپ کو موبائل استعمال کرتے ہوئے دیکھے گاتو موبائل استعمال کرے گااور قرآن پڑھتے ہوئے دیکھے تو قرآن پڑھے گا۔ عملی تطبیق کے لئے اپنے ساتھ نماز پڑھنے مسجد لے جائیں اور نماز میں اپنی صف میں بغل میں کھڑا کریں،اسے وضو کرکے دکھائیں، غسل کرکے دکھائیں اور صفائی کے دوسرے طریقوں پر مطلع کریں۔رمضان میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو توروزہ رکھوائیں وغیرہ۔اخلاق کریمہ سے واقف کرائیں مثلا سلام کرنا،چھینک پہ الحمد للہ کہنا،بڑوں کی تعظیم کرنا،والدین اور استاد کی خدمت کرنا،

رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا، سوتے جاگتے اور پیشاب و پاخانہ جاتے آتے ذکر کرنا۔اسی طرح برے اخلاق سے باخبر کر کے اس سے روکیں مثلاً دوسرے بچوں کو مارنا، بڑوں کے ساتھ بے ادبی کرنا، والدین کو گالی دینا، چوری کرنا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا وغیرہ

تیسری اور آخری بات یہ ہے کہ سوشل میڈیا کے استعمال سے بچوں کو جس قدر ہو سکے دور رکھیں۔ کبھی بھی موبائل خرید کر اسے مستقل طور پر نہ دیں بطور خاص نٹ والا حتی کہ گیم کھیلنے کے لئے بھی نہیں۔ بچپن میں کھیل کود کی ضرورت ہے اس کے لئے گھر اور اچھے دوستوں میں کھیل کود کروائیں اسکول ے کھیل پروگرام میں مشارکت کروائیں یا قلم و کاغذ سے ایسی چیزوں کی مشق کرائیں جس سے اس کے ذہن کو بھی سکون ملے اور کچھ فائدہ بھی ہو جائے ۔اس پہ انعام مقرر کرلیں پھر دیکھیں سارا کھیل بھول کر آپ کی طرف متوجہ ہو جائے گی۔

دس معاون باتیں جو سرپرستوں کو دھیان میں رکھنی ہیں جن سے بچوں کی اچھی تربیت کر سکتے ہیں اور سوشل میڈیا کے پرفتن دور میں اس کے بچپن کی حفاظت کر سکتے ہیں۔

(1). تربیت کے لئے ضروری ہے کہ آدمی کا کردار بلند ہو وہ بات بات پہ غصہ کرنے والا، بچوں کی معمولی معمولی غلطی پہ ڈانٹنے والا اور جھڑکنے والا نہ ہو بلکہ غلطی پہ اچھے اسلوب میں تنبیہ کرنے والا اور اگر اسے تکلیف دیا ہو تو ان سنی کر دینے والا ہو۔ گویا یہ سمجھیں کہ پیار بھرے ماحول میں بچوں کی اچھی پرورش اور بہترین تربیت کر سکتے ہیں۔ ہاں میاں بیوی کے بے وجہ جھگڑے، سدا غم وغصہ کا اظہار اور آپسی تلخی وناراضگی بچوں کی اچھی تربیت میں رکاوٹ ہے۔

(2) جس طرح ہمیں اپنے گھر میں اچھا ماحول بنانا ہے اسی طرح بچوں کا وہ سارا ماحول اچھا ہو جہاں تک وہ آتا اور جاتا ہو مثلا اسکول، دوست، پارک اور سیر و تفریح کی جگہیں، کسی ایسی پارٹی اور فنکشن میں بھی نہ خود جائیں اور نہ ہی اپنے بچوں کو لے جائیں جہاں منکرات انجام دئے جاتے ہوں۔ ایک جملہ میں یہ سمجھ لیں بچوں کی آنکھیں برائی پر نہ پڑے کیونکہ اس سے بچے اثر قبول کرتے ہیں اور اسی کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں۔

(3) اگر اللہ نے آپ کو کئی اولاد سے نوازا ہے تو سب میں برابری والی محبت کریں، تحائف کی خریداری یا فیصلوں میں انصاف نہ رہے تو تربیت کا اثر مفقود ہو جاتا ہے۔ اگر آپ بچوں کے والدین نہیں بلکہ صرف سرپرست یا استاد یا مربی ہیں

اور کئی بچے آپ کی ماتحتی میں ہیں تو بھی سب کے ساتھ یکساں پیار بھرا سلوک ہونا چاہیئے ورنہ آپ کی تربیت و تعلیم کا اثر ختم ہو جائے گا۔

(4) جو بچے باشعور ہو گئے ہیں یعنی دس سال سے متجاوز کر چکے ایسے بچوں کو کمپیوٹر پروگرامنگ کی تعلیم دینے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر نٹ کمپیوٹر کی آزادی سے وہی خطرہ ہے جو نٹ موبائل سے ہے۔اسی طرح ٹی وی یا گیم ڈوائس سے بھی بچوں کو دور رکھیں۔والدین سوچتے ہیں گیم کھیلنے سے کیا نقصان ہوگا؟ میں کہتا ہوں ایسے دنیاوی گیم کھیلنے سے فائدہ کیا ہے سوائے وقت کے ضیاع اور دماغ پر اس کے منفی اثرات کے؟

(5) اگر آپ بچوں کو نٹ موبائل اور سوشل میڈیا کے نقصان سے دور رکھنا چاہتے ہیں تو آپ ان کے سامنے کم سے کم موبائل استعمال کریں کیونکہ جب اس کا استعمال بچوں کے سامنے زیادہ ہوگا اس کے ذہن میں موبائل کا نقش بیٹھ جائے گا اور آپ سے اس کا مطالبہ کرے گا۔آپ منع کریں گے تو یہ مطالبہ ضد کی شکل اختیار کر لے گا اور جب آپ سو رہے ہوں یا گھر پہ موبائل بھول گئے ہوں وہ موبائل لیکر اسے استعمال کرے گا۔یاد رکھیں اس کے ہاتھ میں نٹ موبائل دینے سے پرہیز کریں اور نہ ہی موبائل کے فنکشن سے واقفیت کرائیں۔ابھی وقت ہے کتاب اور قلم کا تو اس کے ہاتھ میں کتاب اور قلم دیں۔

(6) مربی کے اوصاف اپنے اندر پیدا کریں، نصیحت اپنے سے شروع کریں، اخلاق کا پیکر بنیں اور بچوں کے معاملات کو اس کی نفسیات کے حساب سے حل کریں۔ہر چیز کی فرمائش اور ضد پوری کرنے یا تربیت اولاد پر اولاد کی محبت کو فوقیت دینے یا بچوں کی غلطی پر اصلاح کی بجائے اس کی حوصلہ افزائی کرنے یا اچھے کاموں پر بھی شاباشی کی بجائے نکارت کا اظہار کرنے سے بچے بنتے نہیں بگڑتے ہیں۔یاد رکھیں مربی کی خامی بچوں کی خامی ہے اور مربی کی اچھائی بچوں کی اچھائی ہے۔

(7) ہر بچے میں ایک خاص قسم کا فطری رجحان اور قدرتی صلاحیت ہوتی ہے مربی کو اسے جاننے کی ضرورت ہے تاکہ اس قدرتی صلاحیت کی بنیاد پر اس کی مناسب رہنمائی ہو سکے اور اس کی وہبی صلاحیت کو زیادہ سے زیادہ نکھارا جا سکے۔

(8) زمانہ کے فتنوں اور شیطانی ہتھکنڈوں سے اپنے بچوں کی حفاظت کے لئے اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہئے اور خوب خوب دعائیں کرنی چاہئے۔رسول مقبول ﷺ سے بچوں کی حفاظت کے لئے دعائیں کرنا منقول ہیں لیکن تعویذ اور

امام ضامن کبھی نہ استعمال کرائیں کیونکہ یہ شرک ہے۔اس کی صحت کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔پاکیزہ روزی اور پاکیزہ غذا خود کھائیں اور اپنے ماتحتوں کو بھی کھلائیں۔حلال وطیب غذا کا جسم وروح پر پاکیزہ اثر پڑتا ہے اور حرام وخبیث غذا کا برا اثر پڑتا ہے۔

(9)فرصت میں آدمی بے کاری اور نفسانی کام کی طرف عام طور سے رغبت کرتا ہے اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے بچوں کی فرصت کے لمحات بالخصوص لمبی چھٹی کے اوقات ایسے کاموں میں صرف کئے جائیں جن میں ان کے شعور کو بالیدگی، عقل کو تیزی اور ادب واخلاق کو جلا ملے۔

(10)بچوں کی اصلاح اور تربیت کے لئے اسلامی کہانیاں بہت مفید رہیں گی۔سونے کے وقت بچوں کو انبیاء، علماء اور صحابہ و صحابیات کی روح پرور سچی کہانیاں سنائیں جو سچائی، عدل وانصاف، امانتداری، شجاعت، صدقہ وخیرات، سنت سے محنت، والدین کے ساتھ حسن سلوک، بڑوں کا ادب، چھوٹوں سے شفقت، اخلاق ومروت اور اسلامی آداب واحکام پر مشتمل ہوں۔کہانی کے ذریعہ سے بچوں میں اسلامی تعلیمات بہترین اسلوب میں جاگزیں ہوں گی۔

آج کے پر فتن دور سے متعلق بچوں کی حفاظت پہ میرے یہ افکار و نتائج تھے جو میں نے قلمبند کئے اس امید کے ساتھ کہ اس میں ہمارے لئے بھلائی کی کوئی بات ہو جس کو روبعمل لانے سے ہمارے بچوں کا بچپن محفوظ اور مستقبل تابناک وروشن ہو جائے۔اللہ سے دعا ہے کہ ہمارے بچوں کو زمانے کے شر و فتن اور شیطان کی گرفت سے بچائے۔آمین

BACK

نوٹ:اسے خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی شیئر کریں۔

مزید دینی مسائل،جدید موضوعات اور فقہی سوالات کی جانکاری کے لئے وزٹ کریں-

Maqubool Ahmed

SheikhMaqubolAhmedFatawa.

00966531437827

Maquboolahmad.blogspot.com

islamiceducon@gmail.com

Online fatawa salafia Maqbool Ahmed salafi

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا اب دعوت و تبلیغ کا ایک مستقل پلیٹ فارم بن چکا ہے، اور اس میدان کے بھی کچھ شہسوار ہیں، جن کی دعوت و تبلیغ سرحدی حدود قیود سے ماورا ہو کر روشنی کی طرح اطراف و اکنافِ عالم میں ہم زبانوں کی آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہے، شیخ مقبول احمد سلفی بھی انہیں نوجوان علمائے کرام میں سے ایک ہیں، جنہیں اللہ تعالی نے دین کی ترویج اور نشر واشاعت کے لیے جدید وسائل و ذرائع کو استعمال کرنے کا سلیقہ عطا فرمایا ہوا ہے، آپ جامعہ سلفیہ بنارس، انڈیا سے تعلیم یافتہ ہیں، جبکہ عرصہ دراز سے سعودی عرب میں بطور 'داعی' دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، فیس بک، واٹس ایپ، اردو فورمز وغیرہ پر علمی و دعوتی مضامین تحریر کرنا، صارفین کے سوالات کو سننا، اور اہتمام سے جواب لکھنا آپ کی شخصیت کا نمایاں پہلو ہے، شیخ مقبول سلفی کی تحریریں سوشل میڈیا پر تواتر سے آتی رہتی ہیں، جس سے محسوس ہوتا ہے کہ آپ نہایت منظم و مرتب زندگی گزار رہے ہیں، ورنہ یہ میدان ایسا ہے کہ اس میں انسان کے اندر ذرا سی بھی غفلت ہو تو گھنٹوں ضائع ہونے کی خبر تک نہیں ہوتی۔ عموما ہمارے ہاں تحقیق و تصنیف اسے سمجھا جاتا ہے، جو باقاعدہ پریس سے چھپ کر آئے، لیکن اب بہرصورت سوشل میڈیا کے گردو وغبار میں بھی بعض تحریریں تحقیقی اور قیمتی ہوتی ہیں، زیر نظر کتاب بھی فضیلۃ الشیخ مقبول احمد سلفی صاحب کی مختلف قیمتی تحریروں کا مجموعہ ہے، جو متنوع موضوعات پر مختلف اوقات میں لکھی گئی ہیں، اور انہیں 'مضامین ومقالاتِ مقبول' کے نام سے سافٹ کاپی کی شکل میں مرتب کردیا گیا ہے، جس میں دو سو سے زائد مقالات ومضامین تیرہ سو کے قریب دیدہ زیب صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں، شروع میں عناوین کی فہرست مرتب کرتے ہوئے انہیں اصل مقام سے لنک بھی کردیا گیا ہے، تاکہ فہرست میں عنوان پر کلک کرکے مطلوبہ مقام تک پہنچنا آسان ہو۔

مقبول احمد سلفی صاحب کا مقالات و مضامین میں تحریر کا انداز مدلل و محقق ہے، کتاب وسنت کے دلائل ذکر کرکے موقف اپناتے ہیں، اور پھر علما کے اقوال و آراء سے استیناس کرتے ہوئے زیر بحث مسئلہ کی وضاحت کرتے ہیں، تقلید اور آراءِ رجال کی جکڑبندیوں سے آزاد ہو کر اہل حدیث مکتبِ فکر کے مطابق مسائل کے حل میں دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ مجموعہ مقالات کسی تحفہ سے کم نہیں ہے، اور اس میں کئی ایسے موضوعات و مسائل بھی ہیں، جن پر عام طور پر سرچ کرنے میں مواد دستیاب نہیں ہوتا۔ سوشل میڈیا پر کام کرنے کے آداب، اس میدان میں پائی جانے والی اخلاقی بیماریاں وغیرہ کے متعلق بھی کئی ایک مفید مقالات اس مجموعہ کی اہمیت میں اضافہ کا سبب ہیں۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ تعالی اس کارِ خیر میں حصہ دار بننے والے تمام لوگوں کو اجرِ جزیل سے نوازے، اور انہیں مزید دین کے کام کی توفیق مرحمت فرمائے۔

(حافظ خضر حیات، علمی نگران محدث فورم، فاضل جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ)